اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ سبحانہ و تعالی کہ فتاوائے جلیل بے عدیم المثیل منبع مسائل و احکام شرع افتاء و وقائع انام مدار و معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

یعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد سوم حصہ اول

مترجمہ جامع مصناعات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مولف تفسیر حقانی تاویل القرآن فی اسرار الفرقان البحر العلامہ مولانا السید امیر علی سلمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر مالک مطبع و بریاضت مولانا ی عالی وقار ترجمہ ہو کر

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی طبع ہوا

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ بسلسلہ وار فروخت کے لیے موجودہ ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے ملسکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ اردو و فارسی وغیرہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو و مذہب اہل سنت	
غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین کاغذ سفید۔	عـ۵ پ
عین الہدایہ۔ ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاواے عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیئے موجود ہین۔	لعـ۵ پ
جلد اوّل معہ مقدمہ۔	سے ر پ
جلد دوم۔	للعہ ر پ
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ ۱۲ ر پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ ۱۲ ر پ
جلد چہارم کاغذ سفید۔	صہ ر پ
ایضاً۔ کامل کاغذ سفید گندہ۔	عنہ ۲۰ پ
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ	۱ر
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری	۴ر ۳ پائی
حقیقۃ الصلوۃ۔ مع رسالہ بے نمازان	۹ پائی
کشف الحاجۃ۔ ترجمہ اردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین۔	۳ر

نام کتاب	قیمت
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید۔	عـ۱۲ر پ
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام۔	۲ر
شرح محمدی منظوم۔ مسائل فقہ از محمد نعمان قندھاری۔	۳ر
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔	۸ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۱ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	۱ر ۶ پائی
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان	۱۴ر
چہل مسائل۔ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری	۳ پائی
اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علی خان	۱۰ر
رسالہ تجہیز و تکفین میت از محمد عمر	۱ر
فقہ فارسی۔	
ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہی دو جلد کامل کاغذ سفید حنائی	عـہ ر پ
شرح سفر السعادت از مولانا عبدالحق دہلوی معروف	سے ر پ

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ سبحانہ تعالیٰ کہ فتاویٰ واسعہ جلیل جامع الجلیل مسائل و احکام شرع اقدس مقبول تمام علماء مجتہدین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ در مذہب حنفیہ

اعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

حصہ اوّل

جلد سوم

مترجمہ جامع علوم صناعات ریاضیہ و عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ ناقد مقامات صوفیہ ... تفسیر جامع تاویل القرآن و اسرار الفرقان البحر العلامہ مولانا السید امیر علی ... بعرف ... مطبع و ریاضت مولانا کی عالی وقار ترجمہ ہو کر

مکتبہ رحمانیہ [illegible]



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد یہ ترجمہ جلد ثالث فتاوے عالمگیری کا سلیس اردو زبان مین لکھا گیا واللہ تعالی ولی الاتمام وعلیہ التوکل وبہ الاعتصام

کتاب اول بیع کے احکام مین ہے

اور اس مین بیس باب ہین

باب اول بیع کی تعریف اور اسکے رکن اور شرط و حکم و اقسام کے بیان مین - واضح ہو کہ رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہین کذا فی الکافی - اور رکن بیع کی دو قسم ہین ایک ایجاب و قبول اور دوسرا تعاطی یعنے لینا اور دینا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور شرط بیع کی چار قسمین ہین ایک بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونے کی تیسری صحیح ہونے کی اور چوتھی لازم ہونے کی پھر منعقد ہونے کی شرط چند طرح پر ہے منجملہ اُسکے منعقد کرنیوالے مین ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور تمیز دار ہو یہ کفایہ اور نہایہ مین مذکور ہے پس جو لڑکا یا کم عقل کہ بیع اور اُسکے اثر کو سمجھتا ہے اُسکی بیع درست ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنیوالا ایک شخص نہو ایک سے زیادہ ہو اگر دونون طرف سے ایک ہی شخص ہوگا تو بیع صحیح نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہے ف بعضی صورتون مین اگر دونون طرف سے ایک ہی منعقد کرنیوالا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسی واسطے بحر الرائق مین اس حکم سے استثنا کر کے کہا کہ سوائے باپ اور اسکے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرین یا اُس سے خریدین تو ہر ایک انمین سے دونون طرف سے عقد کر سکتا ہے مگر وصی کی بیع مین یہ شرط ہے کہ اسمین یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے ایلچی کے کہ ایک ہی ایلچی دونون طرف سے بیع کر سکتا ہے انتہی - اور عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے کہ سوائے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو اُس سے خرید سکتا ہے انتہی از انجملہ عقد مین یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب کے موافق ہو پس جس چیز کو بائع نے جتنے کو بیچنے کو کہا اُسی چیز کو

مشتری اتنے ہی کو قبول کرے پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اسکے سوا دوسری
قبول کی یا اُسی چیز میں سے تھوڑی سی قبول کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اسکے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول کی
یا بائع نے جو مول کیا تھا اُس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد نہوگی لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے
ہوا اور بائع نے اُس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری نے زیادہ ثمن پر قبول کرلی تو بیع منعقد
ہوسکتی ہے پس اگر بائع نے وہ زیادتی اُسی مجلس میں قبول کرلی تو بیع جائز ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ازانجملہ اُن دونوں
چیزوں میں کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جاتی ہیں یہ شرط ہے کہ اُنمیں مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم ہو تو بیع منعقد نہوگی
یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ازانجملہ مبیع میں یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اُسمیں معدوم ہونے کا خوف ہو
جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا حمل فروخت کرے تو بیع منعقد نہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور مبیع میں یہ بھی شرط ہے
کہ وہ اپنی ذات میں بھی مملوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہے وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت
ہو پس گھانس کی بیع منعقد نہیں ہوتی اگرچہ ایسی زمین میں ہو جو بائع کی ملکیت ہے ف مترجم کہتا ہے کہ گھانس
سے مراد خودرو گھانس ہے جو بلا اہتمام پیدا ہو گئی ہو۔ اور اُس چیز کی بیع بھی منعقد نہیں ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت
نہیں ہے اگرچہ وہ پھر اسکا مالک ہو جائے سوائے صورت بیع سلم کے اور مغصوب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب
کی تھی اُسکو بیع کرکے پھر اُسکے مالک کو ضمان دی تو اُسکی بیع نافذ ہو جائیگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور مبیع میں یہ بھی
شرط ہے کہ شرعاً قیمت دار چیز ہو اور اُسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے سپرد ہوسکتی ہو کذا فی فتح القدیر۔ اور
منجملہ اُسکے جو دونوں بیع منعقد کرنے والے ہیں اُنکو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہے اور یہ بالاجماع سب کے
نزدیک بیع کے منعقد ہونے میں شرط ہے پس اگر مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہوگی یہ
فتاوے صغرا میں لکھا ہے۔ پس اگر مجلس کے لوگوں نے مشتری کا کلام سنا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے نہیں سنا حالانکہ
بائع کی سماعت میں نقصان نہیں ہے تو قاضی اپنے حکم میں اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور منجملہ
اُسکے مکان بیع میں یہ شرط ہے کہ مجلس ایک ہو یعنے ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہوں اگر دو مجلسوں میں ہوے تو بیع
منعقد نہوگی۔ اور بیع کے نافذ ہونے کی شرط دو قسم پر ہے ایک تو بائع کا مالک ہونا یا ولی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بکنے والی
چیز میں بائع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہو اگر ہوگا تو بیع نافذ نہوگی جیسے مرہون کی بیع یا اُس چیز کی جو کرایہ پر دی گئی ہے یہ
بدائع میں لکھا ہے۔ بیع کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کیواسطے وہی
ہیں جو منعقد ہونے کی شرط ہے اس لیے کہ جو بیع منعقد نہوگی وہ صحیح نہوگی اور اسکا عکس نہیں ہے یعنے جو بیع صحیح نہو وہ منعقد نہو
اس لیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہے اور نافذ بھی ہوتی ہے بشرطیکہ قبضہ اُسکے ساتھ متصل ہو جاے۔ اور منجملہ
اُسکے یہ شرط ہے کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہوگی ف مثلاً ایک سال کے واسطے
بیع ٹھہرائی یا جب بائع روپیہ دیدے تو مشتری مبیع واپس کردے چنانچہ بیع الوفا اسی قبیل سے ہے اور اسکا ذکر آویگا
انشاءاللہ تعالی۔ اور منجملہ اُسکے بکنے والی چیز اور اُسکا مول اسطرح معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس
ایسی مجہول چیز کی بیع کہ جسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہیں ہے جیسے کہا کہ میں نے کوئی ایک بکری اس گلہ
میں سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہوگی وہ دونگا یا جو فلاں شخص کہدیگا وہ دیا جاویگا

اور منجملہ اُسکے یہ شرط ہی کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع و شرا مین کچھ فائدہ نہو وہ بیع فاسد ہی مثلاً ایسے دو درم کا آپس مین خرید و فروخت کرنا کہ دونون وزن اور صفت مین برابر ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور منجملہ اُسکے بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اُسمین کوئی شرط فاسد نہ لگائی جاوے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہے از انجملہ وہ شرط ہی کہ اُسکے ہونے مین دھوکا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہی اور از انجملہ یہ کہ جس چیز کی شرط لگی گئی ہو وہ شرع مین جائز نہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اُسکو نہین چاہتا ہی اور اُس مین بائع یا مشتری یا بکنے والی چیز کا اگر بنی آدم مین سے ہی فائدہ متصور ہوا اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہو اور نہ آدمیون مین اُس قسم کی شرط کرنیکی عادت جاری ہو اور منجملہ فاسد شرطون کے یہ ہی کہ اگر مبیع عین ہی اور ثمن عین ہو تو اُس مین مدت مقرر کرنا فاسد ہی اور اگر مبیع کوئی مال دین اور ثمن دین ہو تو جائز ہے۔ اور یہ شرط کرنا کہ ہمین ہمیشہ اختیار ہی کہ جب چاہین واپس کرین یا لے لین فاسد ہی اور ایسے وقت مجہول کے خیار کی شرط مقرر کرنا جسکی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہی جیسے ہوا کا چلنا یا مینھ کا برسنا یا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہی جیسے کھیتی کا ٹنا اور اُسکا روندنا اور حاجیون کا آنا وغیرہ یا ایسے خیار کی شرط کرنا جس مین بالکل وقت ہی نہین ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار شرط کرنا یہ سب شرطین فاسد ہین یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور بیع صحیح ہونے کی شرطین جو خاص ہین از انجملہ یہ کہ جس بیع مین ثمن ادا کرنے کی مدت قرار پائی ہے وہ مدت معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہی۔ اور منجملہ اُسکے اگر مال منقولہ خریدا تو اُسکی بیع کے واسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہی اور قرض کے فروخت کرنے مین بھی قبضہ شرط ہی پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہی جیسے بیع سلم کی صورت مین جس چیز مین سلم قرار پائی ہے اُسکی اور راس المال کی بیع اگرچہ بعد پھیر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہین ہی اور ایسے ہی کسی چیز کو بعوض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہی بیع کرنا جائز نہین لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہی تو اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی یعنے اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو تفصیلاً جائز ہے۔ از انجملہ یہ ہی کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیزون مین واقع ہو کہ جن مین سود جاری ہوتا ہی تو دونون بدل مین برابری پیمائش شرط ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ وہ سود کے شبہہ سے خالی ہو۔ از انجملہ یہ ہی کہ اگر وہ بیع الصرف ہی تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا چاہیے۔ از انجملہ یہ ہی کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضیعہ مین پہلا ثمن معلوم ہونا شرط ہی۔ بیع کے لازم ہونے کی یہ شرط ہی کہ چارون طرح کی خیارون سے جو مشہور ہین اور اُنکے سوا اور سب طرح کی خیارون سے خالی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ حکم بیع کا یہ ہی کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز مین اور بائع کی ملکیت اُسکے ثمن مین ثابت ہوتی ہی بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہین نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ ہی جسکا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ ہی کہ اُسکا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ ہی کہ جسکا حکم بالکل ثابت نہین ہوتا اور بکنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اول بیع معین مال کی معین مال سے اُسکو بیع مقایضہ کہتے ہین دوسری بیع دین کی دین سے اور اُسکو بیع الصرف کہتے ہین تیسری بیع دین کی عین مال سے جیسے بیع سلم اور چوتھی اُسکے برعکس یعنے بیع عین کی بعوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتین ہوا کرتی ہین یہ بحر الرائق مین

لکھا ہی۔ اور ایسی ہی قسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اوّل بیع مساومہ اور وہ اس ثمن پر بیع ہی جس پر دونون متفق ہو جاوین اور دوسری بیع مرابحہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لیکر بیچنے کو کہتے ہین اور تیسری بیع تولیہ اور وہ فقط پہلے مول پر بدون زیادتی وکمی کے بیع ہی اور چوتھی بیع وضیعہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیچنے کو کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

دوسرا باب۔ ایسے کلمات کے بیان مین جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہین اور اُس چیز کے حکم کے بیان مین جو بیچنے والے وغیرہ کے غرض سے قبضہ مین کر لی ہو اور اس مین تین فصلین ہین۔

فصل اول اُن کلمات کے بیان مین جنسے بیع منعقد ہوتی ہی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ جو دو لفظ ایسے ہون کہ جنکے معنی مالک کر دینے اور مالک ہو جانے کے ہون اور ماضی یا حال کے صیغہ ہون اُن سے بیع منعقد ہو جاتی ہے کذا فی المحیط خواہ وہ صیغہ فارسی ہون یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیع منعقد ہوتی ہی اور مضارع کے صیغہ مین اصح یہ ہی کہ نیت چاہیے یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ پس اگر بائع نے یون کہا کہ مین یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کے عوض بیچتا ہون یا تجھے بخشتا ہون یا عطا کرتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُس کو تجھسے مول لیتا ہون یا لیے لیتا ہون اور دونون کی نیت فی الحال بیع پورا کرنے کی ہی یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُس مین بھی نیت فی الحال بیع واجب کرنے کی ہو تو بیع منعقد ہو جاویگی اور اگر یہ نیت نہین تو بیع منعقد نہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور جاننا چاہیے کہ جو صیغے محض حال کے ہین جیسے کہ کہا اسی وقت بیچتا ہون تو اُس مین نیت کی حاجت نہین اور جو صیغے محض استقبال کے ہین جیسے کہا کہ مین اسکو آیندہ زمانے مین بیچتا ہون یا امر کے صیغے ہون تو اُن سے بیع منعقد نہین ہوتی مگر اُس صورت مین کہ امر کی دلالت اُسی معنی پر ہو جو ذکر کیا گیا ہی جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر ثمن کو لے لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے لے لیا تو یہ بھی بمنزلہ ماضی کے ہی یہ نہرالفائق مین لکھا ہی۔ امام ابو اللیث مین کبیر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک بائع نے کہا کہ یہ کپڑا دس درم کو لے لے مشتری نے کہا کہ مین نے لے لیا پھر بائع نے کہا مین نہین دیتا تو اس انکار کا اسکو اختیار رہی یا نہین انھون نے فرمایا کہ اُسکو اختیار نہین ہی اور ایسے ہی جب مشتری نے کہا کہ مین نے لے لیا تو پھر اُسکو بھی انکار کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ جب بیع امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیع مین تین لفظ ہونے چاہیے چنانچہ اگر بائع نے کہا کہ مجھسے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچ ڈالا تو ضرور ہی کہ مشتری دوبارہ کہے کہ مین نے خریدا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور استفہام کے صیغہ سے سب کے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی جیسے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہی یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچی تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ مشتری پھر نہ کہے کہ مین نے خریدی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی این چیز را از من بکذا یعنی کیا یہ چیز تو نے مجھسے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ مین نے بیچی تو بیع تمام نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی

ف واضح ہو کہ خریدی این چیز را از من اگرچہ حرف استفہام کو شامل نہین مگر فارسی مین یہ استفہام کے محل مین مستعمل ہی

ع [illegible] ۱۲

جیسا کہ ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اسی واسطے بدون تیسرے لفظ کے بیع تمام نہونے کا حکم خلاصہ مین ہے۔ اور امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس الائمہ اوزجندی اور اپنے اُستاد شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہو کہ اس صورت مین بیع منعقد ہو جاوے گی اسلیے کہ بایع کے قول مین لفظ فروختم یعنی مین نے بیچی مضمر ہو اور بایع کے قول سے یہ معنی ہین کہ خریدی کہ فروختم یہ محیط مین لکھا ہو اور مختار الفتاوی مین لکھا ہو کہ یہی حکم مختار ہو۔ اور اگر بایع نے یون کہا کہ مین نے یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اسکے بیع کے ہونے مین اختلاف ہو امام ابوبکر اسکاف نے کہا ہو کہ دونون کے درمیان اقالہ کی لفظ کے ساتھ بیع منعقد ہو جاوے گی اور فقیہ ابوجعفر نے کہا ہو کہ بیع منعقد نہو گی اور فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہو اور نیز یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہو کذا فی فتاوی قاضی خان + اور سلم کے لفظ سے سب روایتون کے موافق بیع منعقد ہو جاتی ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو ہبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع صحیح ہو گی یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اور بیع کا ایجاب لفظ جعل کے ساتھ عربی مین یا گردانیدن فارسی یا گردانتے اور کر دینے کے ساتھ اُردو مین صحیح ہو مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ مین نے یہ چیز اسقدر کے عوض مین تیری کر دی تو بیع ہو اسلیے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو کہ اگر قاضی قرضخواہ سے یون کہے کہ مین نے تیرے قرضدار کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض مین تیری کر دی تو بیع ہو جائیگی اور یہی صحیح ہو اور اگر یہ کہا کہ مین راضی ہو گیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہو اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ مین نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے اس قدر ثمن کو یہ چیز مول لی اور بائع نے کہا کہ مین راضی ہوا یا مین نے پوری کر دی یا مین نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جائیگی کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے عوض بیع ہو اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ غیاثیہ مین لکھا ہو اور اگر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تیرا غلام ہزار درم کو مول لیا اور اُس نے کہا کہ مین نے بھی کیا یا کہا کہ ہان یا کہا کہ قیمت دے تو اُن دونون مین بیع صحیح ہو گئی اور یہی اصح ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اُس غلام کو اس قدر دامون کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہو یا تیرا غلام ہو یا تجھپر فدا ہو تو بیع تمام ہو گئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے لے لی تو بیع تمام ہو گئی یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے عوض مین دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور مین نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیع ہو گئی اور شمس الائمہ اوزجندی نے اسی پر فتوی دیا ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ذمہ ہو اور دوسرے نے کہا کہ مین نے مانا تو یہ بیع ہو گئی کذا فی المحیط۔ کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور اس کا مول تجھے ہبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدا تو یہ بیع صحیح نہین ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو لیکن اگر کسی قدر دامون کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر مشتری کو دام معاف کر دیے یا اس کو ہبہ کر دیے یا اُسکو صدقہ مین دیدے تو بیع صحیح ہو۔ اور اگر غلام کو

بیچا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہوجاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بالاثمن بیچا تو قبضہ کرنے سے بھی مبیع کا مالک نہوگا اور دام واجب نہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ دو ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدا تو بیع صحیح نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیع کے نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جسکے طرف عتق کی نسبت کرنے سے وہ آزاد ہوجاتا ہی تو اُس کی طرف بیع کی نسبت کرنے سے بیع ہوجائیگی اور اگر ایسا نہین ہی تو بیع بھی صحیح نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور تجنیس ناصری مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم تو خریدی یعنی مین نے یہ غلام ہزار درم کو بیچا تو نے خریدا اور دوسرے نے اُسکے جواب مین یون کہا کہ خریدم یعنی مین نے خریدا تو بیع تمام ہوگئی - اور اگر بائع نے اسطرح کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم اور مشتری نے کہا خریدم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع نہوگی کیونکہ اس مین مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو درپیش تھی پھر بائع نے کہا کہ مین نے اس قدر ثمن کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ تجھسے مول لیا تو بیع صحیح ہوگی کیونکہ اس مین اسکا عکس (یعنی اگر مشتری نے یون کہا کہ مین نے اس قدر ثمن کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہوگی) یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آوے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درم کو ہی اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ تجھے موافق ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درم کو ہی اور اُس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان کل صورتون مین جواب مین بیع ہوجاتی ہی ابتداء مین لازم نہین ہوتی ہی اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پانسو من وزن مین ہو تو وزن کر کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری نے کہا کہ مین نے خرید لی پھر اُس کو وزن کیا تو جیسا بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع نہوگی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اُس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہی اسلیے کہ یہ قول تحقیق ہوگا تعلیق نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی - ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب لیجا اور آج کے دن اسکو دیکھ اگر تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیے ہی اور وہ اُسکو لے گیا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر آج تو اُس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیے ہی اور یہ قول بمنزلہ ایسے کہنے کے ہی کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ آج کے دن کا تجھکو اختیار رہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور ذخیرہ مین کہا کہ یہ جواز بیع بدلیل استحسان ہی اور ہمارے تینون عالمون نے اسی کو لیا ہی انتہی کلامہ اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اگر تجھکو ایک دن رات تک منظور ہو تو یہ لینا بیع کا تمام کرنا ہی تعلیق نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر یون کہا کہ یہ چیز مین نے ہزار درم کو بیچی بشرطیکہ فلان شخص راضی ہوجائے تو اگر اُس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کردیا اور وہ راضی ہوگیا تو بیع جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اور اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا

اور اُس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درم کو میرے ہاتھ نہین بیچا اُس نے کہا کہ ہان بیچا ہی پھر اُس مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہی اور اُس کی بنا اُسی بیع فاسد پر رہیگی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر اُن دونون نے اُس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع جائز ہوجائیگی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درم کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو دام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی اور مشتری نے قبول کر لیا اور اُس دن اُسکے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اُسنے کہا کہ ہان بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے لیا تو اُسی وقت از سر نو بیع ہوجائیگی اسواسطے کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کسی نے یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک دام نہ دیے تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی تو یہ بیع فاسد ہی اور یہ قول مثل خیار کے نہین ہی اور اگر تین دن کی شرط کی اور کہا کہ اگر تین دن تک دام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی تو استحساناً بیع جائز ہی اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو بیع جائز نہین لیکن اگر چار روز کی شرط مین مشتری تین ہی دن مین دام لایا اور کہا کہ مجھے دیر کرنا منظور نہین ہے تو شیخ رح نے کہا کہ مین اس بیع کو جائز رکھتا ہون بشرطیکہ تین دن مین دام لاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اسقدر درم اس کپڑے کے عوض مجکو ادا کرے تو مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا اور اُس شخص نے وہ مول اُسی مجلس مین ادا کر دیا تو یہ بیع ہوجائیگی اور کتاب السیر مین ذکر کیا ہی کہ یہ بیع استحساناً صحیح ہی اور اسی طرح اگر بائع نے کہا فروختم چون بہا بمن رسد یعنے مین نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہونچ جاوے پھر اُس نے قیمت اُسی مجلس مین اُس کو دیدی تو یہ بیع استحساناً صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ تیری باندی دس دینار کو مول لی تو نے بیچی اُسنے کہا کہ فروختہ گیر یعنے بکی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراد بیع کا پورا کرنا ہی تو بیع صحیح ہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ یتیمہ مین ہی کہ حسن ابن علی رح سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کوئی مال بائیس[22] دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ پچیس[25] دینار سے کم نہ دون گا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اور وہ راضی ہوگیا مگر زبان سے کچھ نہین کہا اور وہان گواہ اُسکے رضامندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے راضی ہوگیا تھا تو کیا یہ بیع ہی اُنھون نے فرمایا کہ اسقدر سے بیع نہین ہوتی لیکن اگر ایجاب و قبول یا کوئی ایسا فعل جو ان دونون کے قائم مقام ہو پایا جاوے تو بیع صحیح ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے دوسرے یا دیوار کے اُسطرف سے آواز دی تو جائز نہین ہی۔ کوئی شخص بیت مین تھا اسنے دوسرے شخص سے جو چھت پر ہی یا مشتری[12] یہ کہا کہ مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ مین نے مول لی تو اگر وہ دونون ایک دوسرے کو دیکھتے ہین اور دور والے کو بات سننے مین شبہہ نہین ہوتا تو بیع صحیح ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ جو دوری ایسی ہو کہ جس سے ایک دوسرے کی بات سننے مین شبہہ پڑتا ہی وہ بیع کی مانع ہی اور اگر ایسی نہین تو بیع کی مانع نہین ہی۔ یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تیرا انگور کا باغ دو ہزار درم کو خریدتے ہین اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا مین نے اتنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح ہوجائیگی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیقی ہونے مین دونون نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا قول مقبول ہوگا جو ہزل کا دعوی کرے

اور اگر کچھ دام اُسکو دیدیے ہین تو پھر ہزل کا دعوی قابل سماعت نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - دلال نے بائع سے کہا فروختی برین بہا یعنے تونے اس قیمت کو بیچا اور اُس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اُس نے جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونون کی مراد تحقیق بیع ہی تو بیع منعقد ہوجائیگی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اُس دوسرے نے اس پر قبضہ کرلیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہوگئی یہ قول شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ کا ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ اناج تجھسے ہزار درم کو مول لیا تو اُسکو فقیرون پر صدقہ کردے اُسنے اُسی مجلس مین ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگرچہ زبان سے اُسنے کچھ نہین کہا کیونکہ یہ فعل اُسکا قبول پر دلالت کرتا ہی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کردیا تو اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی (یعنی مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کردیا تو بیع نہین ہی) اسلیے کہ قبول سے پہلے اعراض ہوچکا ہی اور اسیطرح اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو اُسکی قمیص قطع کرالے اُسنے جدا ہونے سے پہلے یہی کیا تو بیع تمام ہوگئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - فتاوے مین ہی کہ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو وہ آزاد نہوگا - یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید رح نے جامع کی کتاب الدعوی مین ذکر کیا ہی کہ مشتری کا یہ قول بائع کے ایجاب کا جواب ہی اور غلام آزاد ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر یون کہا مشتری نے کہ فہو حر یعنے تو وہ آزاد ہی پس غلام آزاد ہوجائیگا اور مشتری پر ہزار درم واجب ہون گے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - ابراہیم نے امام محمد رح سے یہ روایت کی ہی اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچ اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہی غلام پر قبضہ کرنا ہی اور غلام آزاد ہوجائیگا اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ وہ آزاد نہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قابض بھی نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھا لیا یا اُسپر سوار ہوا یا اُسکو پہن لیا تو بیع پر راضی ہوگیا یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھالے اور میرا ایک درم تیرے اوپر ہوگا اُسنے کھانا کھالیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُسکے لیے حلال ہی شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاستحسان کی شرح مین ذکر کیا ہی کذا فی المحیط - ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھسے مین لون تو ہر ایک پر تیرے لیے ایک درم کا نفع ہی حالانکہ وہ کپڑے لیے جاتا اور بائع اُسکو خرید کی اجازت دیتا یہانتک کہ مشتری کے پاس دس یا زیادہ کپڑون کا مول جمع ہوگیا پھر مشتری نے مول اور ایک درم نفع کے حساب سے سب دیدیا تو امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر کپڑے اُسکے پاس ویسے ہی باقی ہین اور اُسنے اُسپر نفع دیا تو خرید بھی جائز ہی اور نفع بھی جائز ہی اور اگر اسی طرح نہیں موجود ہین تو بیع باطل اور نفع نہین جائز ہی کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ مین اسکو پندرہ درم کو بیچتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو دس درم سے زیادہ نہین لیتا پھر مشتری اُسکو لے گیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چوکاتے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ مین تھا تو پندرہ درم واجب ہون گے اور اگر بائع کے ہاتھ مین تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع نہ کیا تو دس درم واجب ہون گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اُس نے کہا کہ مین دس درم سے زیادہ کو نہین لیتا اور بائع نے کہا کہ مین پندرہ درم سے کم نہین بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری

نے پھیر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لیا اور بائع نے اُسکو دیدیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درم واجب ہون گے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی مجتبے مین مذکور ہی کہ اگر دونون کے کلامون مین اختلاف ہوا اور اسیطرح پر عقد بیع ہو گیا تو یہ دیکھا جائیگا کہ اُن کا آخر کلام کیا تھا اُسی بنا پر حکم کیا جاویگا یہ بحرالرائق مین لکھا ہی - اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اُسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ مین نے سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد ہوگی اور پہلی فسخ ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور یہی حکم ہی اگر اُسکو پہلی قیمت کے جنس سے اُس سے کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اول دس درم کو بیچا پھر نو درم یا گیارہ درم کو بیچا - اگر دوسری بار بھی دس ہی درم کو بیچا تو دوسری بیع منعقد نہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہیگی اسلیے کہ دوسری بیع بیفائدہ ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم کو مول لیا تو بیع جائز ہی پس اگر وہ زیادتی بائع نے اُسی مجلس مین قبول کر لی تو بیع دو ہزار درم پر قرار پائیگی اور اگر نہ قبول کی تو ایک ہزار پر صحیح ہی - اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام دو ہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیع کیا مین نے اسکو تیرے ہاتھ دو ہزار کو بیع کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی تو بیع جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دونون بیعین ملاکر تین ہزار کو قبول کین تو یہ کہنا اُسکا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مین نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دو ہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اُسپر زیادتی ہی پس بائع کو اختیار ہی چاہے اُسی مجلس مین قبول کر لے اور چاہے رد کر دے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کو بیچا مین نے سو دینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضون نے کہا کہ اُسپر دونون مول لازم ہون گے اور پہلا قول کتاب الزیادات مین ہی اور وہ قوی ہی اور جب بائع نے زیادتی اُسی مجلس مین قبول کر لی تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ مین اسکو قبول نہین کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درم کو دے پھر کہا کہ مین نے ہزار درم کو لے لیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ اگر وہ غلام اُس نے اُس کے حوالے کر دیا تو وہ رضامند ہو گیا ورنہ رضامندی نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - جاننا چاہیے کہ جب دونون عقد کرنے والون مین سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہی اگر چاہے تو اُسی مجلس مین قبول کرے اور چاہے رد کر دے اور اسکو خیار قبول کہتے ہین اور اس خیار مین وراثت جاری نہین ہوتی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی - اور خیار قبول کی انتہا آخر مجلس تک ہوتی ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہی اگر قبول سے پہلے وہ مر جائے تو ایجاب باطل ہو جائیگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور اگر اُن دونون مین کا کوئی شخص قبول واقع ہونے سے پہلے اُٹھ گیا تو ایجاب باطل ہو جاے گا اور اسی طرح اگر اُٹھا نہین ولیکن مجلس مین کسی اور کام مین مشغول ہوا سواے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہو جاے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہی

یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - نصیر رح سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ مین ایک پیالہ پانی تھا اُسنے پی لیا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو کیا حکم ہی فرمایا کہ بیع پوری ہوگئی اور اسیطرح اگر ایک لقمہ کھایا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی لیکن اگر کھانے مین مشغول ہوگیا تو مجلس بدل جائیگی اور اگر دونون سوگئے یا اُنمین سے ایک سوگیا پس اگر لیٹ کر سوئے تو مجلس جدا ہوگئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جدا نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر دونون بیہوش ہوگئے پھر دونون کو افاقہ ہوا اور اُسکے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کہتے ہین کہ اگر دیر ہوگئی تو ایجاب خود بخود باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ چیز تجکو اس قیمت کو دی اور مشتری نے کچھ نہ کہا پھر بائع کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع باطل ہوگئی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے قبول کیا تو جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور اگر اُس فرض مین ایک رکعت نفل ملالی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اگر مشتری گھر مین تھا پھر نکل کر کہا کہ مین نے مول لیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیادہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جانور پر دونون سوار ہوکر چلے جاتے تھے یا دو جانورون پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بائع کا جواب اُسکے خطاب کے ساتھ ملا ہوا دیا تو اُن دونون مین عقد پورا ہوجائیگا اور اگر تھوڑا سا بھی فصل ہوگیا تو بیع صحیح نہین اور اگر دونون ایک محمل مین تھے تو بھی یہی حکم ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی - اور خلاصہ مین نوازل سے نقل کیا ہی کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور نہر الفائق مین جمع التفاریق سے نقل کیا ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین انتہی فتاوے مین صدر الشہید نے کہا ہی کہ ظاہر روایت کے بموجب نہین صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر بائع اور مشتری دونون کھڑے تھے اور ایک نے اُن دونون مین سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونون چلے یا بعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہوجائیگا - اور اگر اُن دونون نے کشتی چلنے کی حالت مین بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سکتہ پایا گیا تو اتنا توقف بیع منعقد ہونے کا مانع نہین ہی اور کشتی کا حال بمنزلہ کوٹھری کے ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا جو وہان حاضر نہ تھا پھر وہ اُس مجلس مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور دونون کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہوجائیگی میرے والد مرحوم اسی طرح فرماتے تھے کذا فی الظہیریہ اور جاننا چاہیے کہ مبیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضرور ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - پس اگر کسی شخص نے انگور کا شیرہ بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول نہ کیا یہانتک کہ وہ شراب ہوگیا پھر شراب سے سرکہ ہوگیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی اگر باندی بچہ جنی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین اور اسیطرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری قبول نہ کیے یہانتک کہ اُنمین سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بائع نے اُسکی دیت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچی اور مشتری نے قبول نہ کی یہانتک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بائع کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام محمد رح نے کتاب الوکالت

مین ایک مسئلہ ذکر کیا ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشائخ کا ہو اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جب بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیچا تو اسنے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا تو اُسنے غلام کو اپنی ملک مین لے لیا اور بائع کو ثمن کا مالک کر دیا تو بعد اسکے بائع کی اجازت ضرور ہو تاکہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے اور عامۂ مشائخ کا قول ہو کہ بعد اسکے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی صحیح ہو اور ایسا ہی امام محمد رح سے بھی روایت کیا گیا ہو کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایجاب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - لیکن ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام سننا ضرور ہو یہ تاتارخانیہ مین مذکور ہو - مگر قہستانی مین لکھا ہو کہ رجوع صحیح ہوتا ہو اگرچہ دوسرے کو اُس سے آگاہی نہو (یہ بحر الرائق مین) لکھا ہو - اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہا کہ مین نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہین سُنا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہو - اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ مین نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونون ساتھ ہی نکلے تو بیع تمام نہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہو - اور جاننا چاہیے کہ جب ایجاب و قبول پائے جاوین تو بیع لازم ہو جائیگی اور اُن دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا مگر بسبب کسی عیب یا نہ دیکھنے کے اختیار باقی رہیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہو - اور اسکے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی مذہب عامہ مشائخ کا ہو اور یہی صحیح ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجھسے یہ غلام ہزار درم کو خریدا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین تو لینا نہین چاہتا ہون تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اگر کسی سے بطور استفہام کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اُسنے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین اسکو خریدنا نہین چاہتا ہون تو اُس مشتری کو یہ اختیار ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو - کسی شخص نے ایک شخص سے بعوض نو درم کے ایک کپڑے کی خرید ٹھہرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ (بدہ درم کم ندہم ستدی) یعنی دس درم سے کم نہ دونگا کیا تو نے خرید لیا اس شخص نے کہا کہ مین راضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ مین نہین بیچتا ہون تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہو - جاننا چاہیے کہ خط مثل خطاب کے ہو اور ایسے ہی ایلچی بھیجنا یہانتک کہ خط پہونچنے اور پیغام پہونچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہو - تاج الشریعہ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہو کہ یہ خط مین نے فلان شخص کو لکھا اما بعد مین نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس جب اُسکو خط پہونچا اور اُسنے پڑھا اور جو کچھ اُسمین لکھا تھا اُسکو سمجھا اور اُسی مجلس مین قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی یہ عینی شرح ہدایہ مین مذکور ہو - اور پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہو کہ کہے فلان شخص کے پاس جا اور کہہ کہ فلانے شخص نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس وہ آیا اور اُسنے خبر دی اور اسی مجلس مین اُس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ مین نے اپنا فلان غلام فلان شخص کے ہاتھ اس مول کو بیچا اے شخص تو جا کر اُسکو خبر کر دے پس یہ شخص گیا اور خبر کر دی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہو - اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ

۵۷ کذا ذکرہ القہستانی ۱۲ منہ

جو اُسوقت غائب تھا اتنے کو بیچا پھر اُس غائب کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہین ہی اور اگر اس کی طرف سے اُس مجلس مین کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اُسکی اجازت پر موقوف ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین نے اس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا پس اے فلان تو اُسکو خبر کر دے پھر اُسکے سوا کسی دوسرے نے اُسکو خبر کر دی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ مین نے یہ غلام تیرا خریدا اور غلام کے مالک نے اُس کو لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اور اگر اُسکو لکھا تھا کہ میرے ہاتھ اتنے کو بیچ ڈال پھر اُسکو خط پہونچا اور اُسنے لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہوگی تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ مین نے خریدا یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ اپنا غلام اتنے کو میرے ہاتھ بیچا اُسنے لکھ بھیجا کہ مین نے یہ اپنا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور جاننا چاہیے کہ اگر بعد عقد لکھنے یا پیغام بھیجنے کے اُس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہی خواہ ایلچی کو یہ بات معلوم ہو یا نہو یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی- اور خط لکھنے والے اور پیغام بھیجنے والے کو اُس ایجاب سے جو اُس نے لکھ بھیجا یا جسکا پیغام بھیجا ہی رجوع کرنا اُس وقت تک کہ وہ دوسرے کے پاس نہین پہونچا یا اُس نے قبول نہین کیا ہی درست ہی خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہو یہانتک کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اُس دوسرے نے کسی اور شخص سے کہا کہ تو کہدے کہ مین نے خریدا پس اُسنے کہدیا کہ مین نے خریدا تو دیکھا جائیگا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہونچانے والے کے کہا تو خریدنا صحیح ہی اور اگر بطور وکیل کے کہا ہی تو صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین دین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہی اور اُسکو بیع تعاطی کہتے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور یہ ہر چیز مین خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہی اور یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور شمس الائمہ حلوائی کے نزدیک بیع تعاطی مین دونون طرف سے دینا شرط ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہی اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ یہی قول مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ دونون بدل مین سے کسی ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہی اسواسطے کہ امام محمد رحنے صاف فرمایا ہی کہ بیع تعاطی دونون بدل مین سے کسی ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہی اور یہ قول ثمن اور مبیع دونون کو شامل ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- اور جس شخص کا یہ قول ہی اُسکے نزدیک اس بیع مین مبیع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہی اور امام ابو الفضل کرمانی کا فتوی بھی اسی طرح منقول ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہ شرط اُس چیز مین ہی جسکا مول معلوم نہین ہی مگر روٹی اور گوشت مین مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- ف مترجم کہتا ہی کہ اُس ملک مین روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جہان کہین اسکا مول معروف ہو وہان یہ حکم جاری ہوگا واللہ اعلم اور منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جسکو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُسکے پاس برتن نہ تھا کہ اس مین لیوے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لایا اور اُسکو ثمن کے درم دیدئے تو یہ جائز ہی کذا فی المضمرات منتقی مین ہی کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جسپر یہ درم چاہیے تھے اُس شخص سے کہ جسکے چاہیے تھے کہا کہ مین تیرے مال کے عوض دینار دیتا ہون پس اُسنے دینارون کا بھاؤ ٹھہرایا مگر اُن دونون مین بیع واقع نہوئی اور وہ شخص جدا ہو گیا پھر وہ شخص کہ جسپر مال چاہیے تھا اُنھین دینارون کو جنکا بھاؤ ٹھہرا کر جدا ہو گئے

[illegible]

تھے لاکر اُس شخص کو کہ جسکے چاہیے بیچے دیدیے اور بیع کو نہ دوہرایا تو وہ بیع اُسوقت جائز ہوگئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک وقر آٹھ درم کو خریدی پھر بائع سے کہا کہ ایک دوسری وقر اسی ثمن کے حساب سے لاکر یہان ڈالدے پس بائع نے دوسری وقر لاکر وہان ڈالدی پس یہ بیع ہوگئی اور بائع کو پہونچتا ہے کہ وہ اس حکم کرنے والے سے آٹھ درم کا مطالبہ کرے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور مجرد مین امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہے اس مسئلہ مین کہ اگر کسی نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ تو گوشت کیونکر بیچتا ہے اُسنے کہا کہ تین رطل ایک درم کو اُسنے کہا کہ مین نے خریدا تو میرے واسطے تول دے پھر گوشت بیچنے والے کی یہ راے ہوئی کہ مین نہ تولون تو اُسکو اس بات کا اختیار پہونچتا ہے اور اگر اُسنے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ہر ایک کو اُن دونون مین سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا یا بائع نے مشتری کے حکم سے اُسکے برتن مین رکھ دیا تو بیع تمام ہوگئی اور مشتری پر ایک درم واجب ہوا اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی قصاب سے کہا کہ جو گوشت تیرے پاس رکھا ہے اُسکو میرے واسطے تول دے یا یون کہا کہ اس شانہ مین سے میرے واسطے تول دے یا کہا کہ اس پیر مین سے میرے واسطے بحساب فی درم تین رطل کے تول دے اور اُسنے تول دیا تو مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص ایک کھانچی خربزون کی لایا کہ جس مین چھوٹے بڑے خربزہ تھے اُس سے ایک شخص نے کہا کہ اس مین سے دس خربزہ کتنے کو دیگا اُسنے کہا ایک درم کو پس اُس شخص نے دس خربزہ چھانٹے اور اُن کو لیچلا یا بائع نے دس نکال دیے اور اُن کو مشتری نے قبول کر لیا تو بیع تمام ہوگئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے گیہون بیچنے والے کو پانچ دینار دیے تاکہ اس سے گیہون لیوے اور اُس سے پوچھا کہ تو گیہون کیونکر بیچتا ہے اُسنے کہا سو رطل ایک دینار کو دیتا ہون پس مشتری ساکت ہوا پھر مشتری نے گیہون مانگے تاکہ اُن کو لیوے پس بائع نے کہا کہ مین کل تجھے دونگا اور اُن دونون مین بیع واقع نہوئی اور مشتری چلا گیا پھر دوسرے روز گیہون لینے آیا اور حال یہ ہوا کہ بھاؤ بازار کا بدل گیا تو بائع کو یہ اختیار نہین ہے کہ مشتری کو اُن گیہون کے لینے سے منع کرے بلکہ اُس پر واجب ہے کہ پہلے نرخ کے حساب سے مشتری کے حوالے کرے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے تکیہ اور بچھونے جو ہنوز بنے نہین گئے تھے خریدے اور مدت کا ذکر نہین کیا تو صحیح نہین ہے پھر اگر تکیہ بنکر حوالہ کر دیے تو بھی صحیح نہین ہے اور تعاطی جب بیع ہوتی ہے کہ فاسد یا باطل کی بنا پر نہو اور اگر بیع فاسد یا باطل کی بنا پر ہوگی تو بیع تعاطی نہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو ہے اُسنے کچھ ثمن بیان کیا پس اُسنے کہا کہ اپنا گدھا تو ہانک اور اُسنے ہانکا تو بیع نہوگی مگر اُسوقت کہ لکڑیان سپرد کر کے ثمن لے لے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے قصاب سے کہا کہ ایک درم کا کتنا گوشت دیتا ہے اُسنے کہا کہ دو سیر اس شخص نے کہا کہ تول دے اور ایک درم دیا اور گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے اور دوبارہ وزن کرنا لازم نہین ہے اور اگر وزن کیا اور کم پایا تو کمی کے موافق درم مین سے پھیر لیوے اور گوشت مین سے نہین لے سکتا اسواسطے کہ بیع کا انعقاد اُسی قدر پر ہوا ہے جو اُسنے دیا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ ایک قصاب کے پاس ایک شخص ہر روز ایک درم لاتا تھا اور قصاب اُسکو گوشت کا ٹکڑ تول دیا کرتا تھا اور صاحب درم یہ گمان کرتا تھا کہ یہ گوشت ایک سیر ہے اور شہر مین گوشت کا بھاؤ بھی یہی تھا پھر ایک روز مشتری نے اپنے گھر اُس گوشت کو تولا تو وہ تین پاؤ نکلا تو وہ قصاب سے بحساب نقصان کے درہمون مین سے پھیر لیوے اور بقدر نقصان کے گوشت نہین لے سکتا ہے

اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ یہ شخص اُسی شہر کا رہنے والا ہو کہ جس مین بیع واقع ہوئی اور اگر اس شہر کا رہنے والا نہین ہی
مثلاً مسافر ہو اور حال یہ ہی کہ شہر کے رہنے والون نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر رکھا ہی اور یہ نرخ ایسا رواج پا گیا ہو کہ
کبھی فرق نہین ہوتا پس اُس مسافر نے نانبائی یا قصاب سے کہا کہ مجھے ایک درم کی روٹی یا ایک درم کا گوشت دے اور اُسنے
معمول سے کم دیا اور مشتری کو اُسوقت خبر نہوئی پھر اُسکو معلوم ہوا تو روٹی مین اُسکو نانبائی سے پھیر لینے کا اختیار ہی جیسے کہ
اُس شہر کے لوگ نقصان لے سکتے ہین اور گوشت مین رجوع کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ روٹی مین بھاؤ مقرر کر لینا معروف
ہی پس سب کے حق مین یہی حکم ہوگا اور گوشت مین ایک نئی بات ہی پس اُس شہر کے سوا اور لوگون کے حق مین ظاہر نہوگا یہ
ظہیریہ مین لکھا ہی۔ جمع النوازل مین مذکور ہی کہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرضہ تھا اُسنے اُسکا مطالبہ کیا پس قرضدار
بقدر معلوم جو لایا اور قرض خواہ سے کہا کہ شہر کے نرخ پر لیلے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر شہر کا بھاؤ معلوم ہی اور وہ دونون بھی
جانتے ہین تو بیع پوری ہو جائیگی اور اگر شہر کا بھاؤ معلوم نہین یا وہ دونون نہین جانتے ہین تو بیع نہوگی یہ محیط مین
لکھا ہی۔ اور منجملہ بیع تعاطی کے ایک یہ صورت ہی کہ مشتری نے جو چیز خریدی تھی اُسکو ایسے شخص کے سپرد کر دی جو اُسکا
بطور شفعہ کے خواستگار ہی حالانکہ اُس مقام پر شفعہ جاری نہین ہوتا۔ اور ایسے ہی وکیل نے ایک چیز خریدی اور وہ چیز
وکیل کی ذات کے واسطے ہو گئی پھر اُسنے موکل کے سپرد کر دی تو یہ بھی بیع تعاطی ہی بشرطیکہ حکم کرنے والے نے اُس پر
قبضہ کر لیا اور اپنے حکم سے انکار کیا ہو حالانکہ اُسی کے واسطے وکیل نے خریدی تھی یہ بحر الرائق مین مجتبے سے منقول ہی اور
منجملہ بیع تعاطی کی صورتون کے یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس ایک باندی او دیعت رکھی تھی اور وہ شخص کسی اور باندی کو
سوا اُسکے جو ودیعت رکھی گئی تھی لایا اور کہا کہ یہ تیری باندی ہی اور ودیعت رکھنے والا جانتا ہی کہ وہ باندی نہین ہی اور
جسکے پاس ودیعت رکھی تھی اُسنے قسم کھالی پس اس ودیعت رکھنے والے نے اُسکو لے لیا تو اُس سے اسکو وطی کرنا
حلال ہی اور باندی کو وطی پر راضی ہونا جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ اگر کسی نے درزی سے کہا کہ
یہ میرا استر نہین ہی اور درزی نے قسم کھالی کہ یہ وہی ہی تو اُس شخص کو اُسکے لے لینے کی گنجائش ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔
اگر کسی مشتری نے کوئی باندی خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور بائع جانتا ہی کہ یہ میری باندی نہین ہی
پھر اُسنے اُسکو لے لیا اور راضی ہو گیا تو یہ بیع تعاطی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ایسے ہی اگر کسی دھوبی نے کسی
شخص کو اور کپڑا بدل کر دیدیا یا اسی طرح موچی نے جوتہ بدل دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بھی بیع تعاطی ہی یہ واقعات حسامیہ مین
لکھا ہی کسی شخص نے ایک خربزہ بیچنے والے کو کچھ درم دیے تاکہ اُس سے کچھ خربزہ معینہ خریدے پھر اُن خربزون کو لے لیا اور
بائع کہتا جاتا ہی کہ مین اتنے کو یہ خربزہ نہ دونگا مگر مشتری نے لے لیے اور بائع نے دام واپس نہ کیے اور مشتری کو
بازاریون کی عادت معلوم ہی کہ بائع اگر راضی نہین ہوتا ہی تو دام پھیر دیتا ہی اور اپنی چیز واپس لیتا ہی اور اگر ایسا نہین
کرتا تو راضی ہوتا ہی حالانکہ مشتری کے پیچھے اُسکا دل خوش کرنے کو چلایا کرتا ہی کہ مین اتنے کو نہین دیتا تو شیخ رح نے
فرمایا کہ باینہمہ یہ بیع صحیح نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی خلف رح کہتے ہین کہ مین نے اسد رح سے پوچھا کہ ایک شخص نے
بازار مین کہا کہ کون شخص ہی جسکے پاس ہرات کا کپڑا دس درم کا ہو ایک شخص نے کہا کہ مین ہون پھر اُسنے اُسکو دیدیا تو کیا یہ بیع
ہی تو فرمایا کہ یہ بیع نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ لیتے وقت یہ کہے کہ مین نے دس درم کو لیا اور جا کر اُسکو دیکھونگا اور حسن بن
حسن رح سے یہی مسئلہ پوچھا انھون نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور دونون کو اس بیع کے توڑ دینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی

ع یعنی اُس شخص کے ہاتھ یعنی جسکو سپرد کر دی ہے بطور بیع کے قبضہ ہو گیا ہے ۱۲

ف اور اگر انکار نہو تو تعاطی نہین بلکہ بطور وکالت ہو گی ۱۲ منہ

دوسری فصل اُن چیزون کے حکم کے بیان مین جو خریدنے کی غرض سے قبضہ مین لی گئی ہون۔ کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے بیس درم کو ہی مشتری نے کہا نہین بلکہ دس درم کو لونگا پھر اتنی ہی گفتگو پر مشتری اُسکو لے گیا اور بائع دس درم پر راضی نہین ہوا پس یہ بیع نہین ہی اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کر دیا تو اُس پر بیس درم لازم ہون گے اور جبتک تلف نہین کیا تب تک اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی۔ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُسپر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے اختیار کو چھوڑ دیا کہ عرف مین بیس درم لازم ہون گے۔ اگر کسی نے خریدنے کے واسطے ایک کپڑا لیا اور اُسنے مول کہدیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری پر اُسکی قیمت واجب ہو گی اور اسی طرح اگر مشتری کے مرنے کے بعد اُسکے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ مین اسے لیے جاتا ہون اگر پسند آویگا تو خرید لونگا پھر اُسکو لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا تو اُس شخص پر کچھ واجب نہین ہی اور اگر اُسنے یہ کہا تھا کہ اگر راضی ہون گا تو اُسکو دس درم کو لونگا پھر ضائع ہو گیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول کسی سے چکایا پھر اُس کپڑے کو بغرض خریدنے کے لے لیا یا اُس چکانے کی گفتگو مین بائع نے اُسکے حوالے کر دیا اور کہا کہ وہ دس درم کا ہی پھر اُسکو مشتری لیگیا تو امام رح نے فرمایا کہ جو مول بائع نے بیان کیا اُسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہیگا تاوقتیکہ مشتری اُسکو رد نہ کرے اور رد کرنے سے یہ مراد ہی کہ مشتری مثلاً یون کہے کہ مین نو درم سے زیادہ کو نہ لونگا یا مین سوا نو درم کے راضی نہین ہونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا بیس درم کا ہی اور مشتری نے کہا مین نے اُسے دس درم مین لیا اور لیکر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہی اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائع نے کہدیا تھا کہ مین بیس درم سے کم نہ دونگا اور مشتری لیکر چلا گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اُس پر بیس درم واجب ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور فروق کرابیسی مین ہی کہ بائع نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درم کو ہی اور مشتری نے کہا کہ لا اُسکو تاکہ مین اسکو دیکھون یا کسی دوسرے کو دکھاؤن پھر وہ تلف ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہو گا یعنی وہ امانت مین تلف ہو گیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُسکو لا اگر مجھے پسند آئیگا تو مین لے لونگا پھر وہ تلف ہو گیا تو مشتری پر جو اُسکا مول ٹھہرا تھا واجب ہی اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ پہلی صورت مین اُسنے یہ حکم کیا تھا کہ مجکو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہین ہی اور دوسری صورت مین پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُسکو دینے کا حکم دیا تھا اور یہ بضمن حکم کے بیع ہی تو حکم کی صورت مین بدرجہ اولی بیع ہو گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر اُسکو دیکھنے کی غرض سے نہین لیا پھر کہا کہ مین دیکھونگا اور وہ ضائع ہو گیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُسپر پہلے کلام سے واجب ہو گئی ہی بری نہ کریگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک بزاز سے ایک کپڑا طلب کیا اُس نے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہی اور یہ دوسرا بیس کا اور یہ تیسرا تیس کا اور ان کو اپنے گھر لیجا جو کپڑا تجھے پسند آوے اُسکو مین نے تیرے ہاتھ بیچا پھر مشتری اُن کپڑون کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر مین جل گئے تو اگر یہ صورت ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہین کہ آگے پیچھے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے پیچھے جلے ہین لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اول سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تہائی قیمت کی

ضمان واجب ہوگی اور اگر پہلا معلوم ہوا تو اُس کی قیمت لازم آویگی اور باقی دو کپڑے اُسکے پاس امانت مین جلے اور اگر دو کپڑے جل گئے اور تیسرا باقی ہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونون مین سے پہلے کون جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہوگی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ امانت مین ہو اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو جلے ہوئے کی قیمت دے اور دونون کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے مین سے جل گیا اور اُن دونون مین سے یہ نہین معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونون مین سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُسکے جلنے کی نقصان کی ضمان اُسپر واجب نہوگی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہو اور اگر دو کپڑون مین سے ایک پورا اور دوسرے مین کا آدھا ساتھ ہی جل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور یہ اختیار اُسکو نہین ہو کہ جلے ہوئے کو امانت مین رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول مین لے لیوے اور علیٰ ہذا القیاس اگر کپڑے مین سے اتنا باقی رہا ہو جسکا کچھ مول نہین ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو-اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیجدے پھر بزاز نے اُسکے ایلچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیجدیا پس اس شخص کے پاس پہونچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہوگیا اور اس بات کے سچ ہونے پر سب متفق ہوے تو اُس ایلچی پر کچھ ضمان نہین ہو پھر جسکے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ ایلچی اُسکا ہو جسنے بھیجکر لانے کا حکم دیا تھا تو ضمان اُس حکم کرنے والے پر ہو اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہو تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمان نہین یہانتک کہ اُسکے پاس وہ کپڑا پہونچے اور جب کپڑا اُسکے پاس پہونچ گیا تب وہ البتہ ضامن ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو-ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار مین اُسکے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم درہمون کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُسکے پاس رکھ دیا جس نے طلب کیا تھا پھر اُس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہوگیا یا مجھسے گر گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور منادی پر کچھ واجب نہوگا-اور منادی پر واجب نہونا اُس صورت مین ہو کہ اُس چیز کے مالک نے اُسکو یہ اجازت دی ہو کہ بیع تمام ہونے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھسے طلب کرے اُسکو دینا اور اگر یہ اجازت نہین دی ہو تو یہ منادی اُسکی قیمت کا ضامن ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو جو شخص خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اُسنے ایک کپڑا خریدنے کی غرض سے لیا اور اُسکو اپنے مؤکل کو دکھلایا اور مؤکل کو وہ پسند نہ آیا اُسنے وکیل کو واپس کردیا پھر وکیل کے پاس وہ کپڑا تلف ہوگیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا ہو کہ وکیل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مؤکل سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو مگر اُس صورت مین کہ مؤکل نے اُسکو خریدنے کی غرض سے لینے کا حکم کیا ہو تو اُس صورت مین وکیل ضمان دیگا اور مؤکل سے واپس لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو تجنیس ناصری مین ہو کہ اگر ایک کپڑا دلال کے پاس سے جاتا رہا اُسپر کچھ گمان نہین ہو اور اگر کسی دوکاندار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ اُس کا کسی مشتری نے بھاؤ چکایا تھا اور دونون سے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دوکاندار پر کپڑے کی قیمت واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو ف یعنی دوکاندار وہ مول جو ٹھہر گیا ہو لے لیوے اور مشتری کو قیمت ادا کرے مثلاً چار درم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہیے اور دوکاندار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہو اسواسطے جو قیمت اُسکی بازار مین ہو وہ دوسرے کو ادا کرے- ایک شخص نے ایک کمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر بائع کی اجازت

سے مشتری نے اُسکو کھینچا یا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جاویگی تو تجھ پر ضمان نہین ہی اُسنے کھینچی اور کمان ٹوٹ گئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول نہین ٹھہرا ہی اور اُسنے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور امام رح سے روایت ہی کہ اگر بائع نے مشتری کو درم دکھلائے اُسنے اُنکو دبادیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُسنے اُسکو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلایا اور اُس نے اُسکو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اُسکا ضامن ہی بشرطیکہ بائع نے اُسکو دبانے یا کھینچنے یا پہننے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر وہ درم بدون دبانے نہین دیکھ سکتا تھا تو اگر دبانے مین اُسنے حد سے تجاوز نہین کیا تو ضامن نہوگا اور حد سے نہ تجاوز کرنے مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیشہ مجکو دکھلا اُسنے دکھلا کر کہا کہ اسکو اُٹھا اُسنے اُسے اُٹھایا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اُٹھانے والا اُسکا ضامن نہین ہی کیونکہ اُسنے اُسکے حکم سے اُٹھایا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مول مذکور نہین ہی اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزین خریدنے کی غرض سے قبضہ مین لیجاتی ہین اُن کی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہی پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہی اُسنے کہا کہ اتنے کا پھر اُسنے کہا کہ مین اُس کو لے لون شیشہ فروش نے کہا کہ ہان پھر اُسنے اُسکو لیا اور اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسی صورت مین ہی کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اُٹھایا تھا اور اگر بلا اجازت اُسکے اُٹھایا تھا تو اُسکا ضامن ہی خواہ مول بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک پیالہ جوکایا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُسنے اُسکو دیدیا اور اُس شخص نے اُسکو دیکھا پھر وہ پیالہ اُسکے ہاتھ سے چند پیالون پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ پیالے سب ٹوٹ گئے تو امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالون کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے بائع کی بلا اجازت تلف کردیے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُسکو دیدی اور وہ تلف ہوگئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے خریدنے کے طور پر اُسپر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کرلے اُسنے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کرلیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔

تیسری فصل بکنے والی چیز اور اُسکے مول کو پہچاننے اور اُن دونون مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین امام قدوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی کہ جو چیز عقد مین متعین ہوتی ہی وہ مبیع ہی اور جو متعین نہین ہوتی وہ ثمن ہی مگر یہ کہ اُس پر بیع کا لفظ بولا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مال تین قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جو ہمیشہ ثمن رہتا ہی اور دوسرا وہ جو ہمیشہ مبیع رہتا ہے۔ اور تیسرا وہ کہ مبیع بھی ہوتا ہی اور ثمن بھی ہوتا ہی سو جو چیز ہمیشہ ثمن ہوتی ہی وہ درم اور دینار ہین خواہ اُنکے مقابل اُنھین کے مثل واقع ہون یا کوئی اور چیزین اور خواہ اُن پر کوئی ایسا لفظ جو ثمن پر بولا جاتا ہی داخل ہو یا نہو اور پیسے بھی ہمیشہ ثمن ہوتے ہین کہ مثل درم کے معین کرنے سے متعین نہین ہوتے ہین اور جو ہمیشہ مبیع رہتی ہین وہ چیزین ہین کہ جنکا مثل موجود نہین ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزین ہین جو باہم ایک سی ہون لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کردیا جاوے اور کوئی میعاد اُسکے دینے کی مقرر کی جاوے تو وہ ثمن ہوجاتا ہی یہانتک کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اُسکے عوض مین کسی کپڑے کی صفت بیان کرکے اپنے ذمہ کرلیا مگر اُسکی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہین ہی اور اگر میعاد مقرر کردی تو جائز ہی حتی کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہوگئے تو بیع باطل نہوگی

یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جو چیزین مثلی نہین ہین اُن مین باہم ایک دوسرے کی بیع عین کے طور پر جائز ہی دین کے طور پر جائز نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور جو چیز مبیع اور ثمن دونون ہوتی ہی وہ کیلی اور وزنی اور ایسی چیزین ہین جو گنتی سے بکتی ہون اور باہم ایک سی ہون پس اگر اُن کے مقابلہ مین وہ چیزین ہون جو ثمن کہلاتی ہین تو یہ چیزین مبیع ہون گی اور اگر انکے مقابلہ مین اُنھین کے مثل کی چیزین کیلی اور وزنی اور عددی ہون تو اس بات پر لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اُن دونون کی بیع عین کی عین کے ساتھ یعنی لین دین بطور عین ہی تو جائز ہی اور اس صورت مین وہ دونون مبیع ہون گی اور اگر ایک اُن دونون مین سے اُسی وقت بطور عین دیجاوے اور دوسرے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ ادھار ٹھہرائی جاوے اور جو چیز عین اُسوقت دی جاتی ہی وہ مبیع اور جو ذمہ لیجاتی ہی وہ ثمن قرار دیجائے تو جائز ہی اور اس قرض پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط ہی **ف** یعنی یہ دین جو عین کے مقابلہ مین مول قرار پائی ہی اُسپہ جدا ہونے سے پہلے قبضہ چاہیے۔ اور اگر وہ چیز جو دین ہی اُسکو مبیع ٹھہراوین اور جو چیز عین ہی یعنی اُسیوقت دی گئی ہی اُسکو مول ٹھہراوین تو بیع جائز نہین اگرچہ اس دین پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہوجاوے اس لیے کہ اس صورت مین اس بائع نے ایسی چیز بیچی جو اُسکے پاس موجود نہین ہی اور ایسی بیع سوا صورت بیع سلم کے اور صورت مین جائز نہین ہی اور ثمن کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ حرف با یا جاوے اُسکے معنی مین ہو آتا ہو **ف** جیسے کہا کہ یہ کپڑا بعوض دس درم کے یا عوض مین دس درم کے دیتا ہون۔ اور مبیع کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ آوے۔ اور اس تقدیر پر اگر ایسی دونون چیزین دین ہون تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو اُسکے پاس موجود نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جب مبیع اور ثمن کا حال معلوم ہوچکا تو ہم یہ کہتے ہین کہ مبیع کے حکم مین سے ایک یہ ہی کہ اگر وہ مال منقولہ ہو تو قبضہ کرنے سے پہلے اُسکی بیع جائز نہین ہی اور جو حکم کہ مبیع کا بیان ہوا وہی حکم اُس اُجرت کا ہی کہ جو معین ٹھہرائی گئی ہو اور اُسکا فی الحال لینا شرط ہو یعنی اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین اسی طرح جو مال کہ قرض کی صلح مین ملے اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین ہی مگر مہر اور خلع کے بدلے کا مال اور عمداً خون کے عوض اگر مال ملا ہو اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہی۔ اور ہر ایسی چیز جسکا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہین ہی اُسکا اجارہ پر دینا بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا قرض دیا یا بائع کے پاس رہن رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی خریدی ہوئی باندی کا قبضہ کرنے سے پہلے نکاح کر دیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور عدم جواز کا حکم اُس صورت مین ہی کہ جب قبضہ سے پہلے مشتری کا تصرف خریدے ہوئے مال منقول مین کسی اجنبی کے ساتھ ہو لیکن اگر بائع کے ساتھ اُسنے تصرف کیا پس اگر بائع کے ہاتھ اُسکو بیچا تو قبضہ سے پہلے بیع اُسکی کسی طرح جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع کے پاس رہن کیا تو صحیح نہین اور اگر بائع کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع فسخ ہوگئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہبہ باطل ہوگیا اور بیع اپنی حالت پر صحیح رہی تاتارخانیہ مین شرح طحاوی سے منقول ہی۔ امام محمد رح نے کہا ہی کہ جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح ہی اگر مشتری قبضہ سے پہلے اُس تصرف کو کریگا تو جائز نہین اور جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح نہین ہوتا جیسے ہبہ وغیرہ اگر اُسکو مشتری قبضہ سے پہلے کریگا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کرخی نے اپنے مختصر مین ذکر کیا ہی اگر مشتری نے بائع سے قبضہ سے پہلے کہا کہ اسکو اپنے واسطے

بیچ لے اُسنے قبول کرلیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یون کہا کہ میرے واسطے بیچدے تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بیچیگا تو اُس کی بیع جائز نہو گی اور اگر یون کہا کہ اسکو بیچ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کرلیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ جسکے ہاتھ تو چاہے بیچ تو صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہی اگر مشتری نے مملوک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کردے اور بائع نے آزاد کردیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع فسخ ہوجاویگی اور مشتری کی طرف سے نہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عتق باطل ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اُسکو فروخت کریا اُسکے ساتھ وطی کر یا وہ طعام تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو کھالے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور جبتک بائع نے ایسا نہین کیا تب تک بیع فسخ نہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مال منقولہ کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہوا تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک گھر یا زمین خریدی اور اُسکو قبضہ سے پہلے بائع کے سوا کسی اور کو ہبہ کیا تو سب کے نزدیک جائز ہی اور اگر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہی اور اگر قبضہ سے پہلے بائع کو یا اُسکے سوا اور کسی کو اجارہ پر دی تو سب کے نزدیک جائز نہین اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس مین کھیتی اُسکی بوئی ہوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز ساگ تھی وہ بائع کو آدھون آدھ کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دیدی تو جائز نہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ نوازل مین ہی کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُسکو وقف کردیا تو اُس وقف کا حکم موقوف ہی اگر اُسکے بعد اُسنے دام ادا کردیے اور اُسپر قبضہ کرلیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ثمنون مین اور دین مین بدلنے کا تصرف کرنا سواے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ قرض مین قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہین ہی اور قدوری رح نے اپنی کتاب مین لکھا کہ یہ کہنا سہو ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور سیر کبیر مصنفۂ امام محمد رحمہ اللہ مین ہی کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کرکے اپنی حد مین اپنے ملک مین لیگئے اور کوئی مسلمان اُن کے ملک مین داخل ہوا اور اُس غلام کو اُسنے خرید لیا اور دار الاسلام مین لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بعوض اُسکے مول کے دیا جائے اور پہلے مالک نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا پس اگر اُسی شخص کے ہاتھ بیچا جسکے پاس وہ غلام موجود ہی تو جائز ہی اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی اور یہ مسئلہ نظیر اُس مسئلہ کی ہی کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے بائع کو دینے کا حکم کیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالا تو اگر اُسی مشتری کے ہاتھ جو پھیرتا ہی فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر کسی اور کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

تیسرا باب ایجاب و قبول مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین اگر بائع دو چیزون یا تین چیزون مین ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ مین بعض مین یہ ایجاب قبول کرون اور بعض مین قبول نہ کرون پس اگر ان سب کی بولی ایک تھی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدا جدا تھی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر مشتری ایجاب کرے اور بائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض مین قبول کرے اور بعض مین نہین پس اگر صفقہ ایک ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر صفقہ متفرق ہی تو جائز ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام

بیچا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہین ہی لیکن اگر بائع اُسی مجلس مین اُسپر راضی ہوجاوے تو صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام قدوری نے کہا کہ اسطرح کا عقد اُسوقت صحیح ہوگا کہ مبیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اُسکے مقابل ثمن مین سے کوئی حصہ معلوم ہو اور اگر باعتبار قیمت کے تقسیم ہوتا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلامون یا دو کپڑون کی طرف ایک مرتبہ کیگئی اور مشتری نے اُن دونون مین سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح نہوگا اگرچہ بائع راضی ہوجاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی واضح ہو کہ صفقہ کا ایک ہونا اور جدا جدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ اگر خرید و فروخت و ثمن ایک ہو یعنی ثمن اکٹھا بیان کیا جاوے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفقہ ایک کہلائیگا یہی قیاس اور استحسان دونون دلیلون سے ثابت ہی اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا ہو یعنی مبیع کے ہر حصہ کا ثمن جدا جدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزین ایک ہون مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درم کو ہی تو اس صورت مین بھی صفقہ ایک ہی اور اسی طرح اگر بائع دو ہون یا مشتری دو ہون اور ثمن اکٹھا ذکر کیا جاوے مثلاً بائع دو شخصون سے کہے کہ مین نے یہ چیز تم دونون کے ہاتھ اس ثمن کو بیچی اور دونون مشتری کہین کہ ہم نے یہ چیز تجھسے اتنے دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفقہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہ بیان صفقہ کے ایک ہونیکا تھا اب صفقہ کے جدا جدا ہونیکا یہ بیان ہی کہ ہم کہتے ہین کہ اگر ہر جزو کا ثمن جدا جدا بیان کیا اور خرید یا فروخت کا لفظ جدا جدا کہا اور بائع اور مشتری دو دو ہین یا بائع دو ہین اور مشتری ایک ہی یا مشتری دو ہین بائع ایک ہی تو صفقہ متفرق ہوگا اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا بیان کیا جاوے اور لفظ خرید یا فروخت جدا جدا ہون اور بائع اور مشتری ایک ہون جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ مین نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اسطرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اور یہ کپڑا پانچ درم کو بیچا یا مشتری کہے کہ مین نے یہ کپڑے تجھسے اس طرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درم کو مول لیا تو بالاتفاق صفقہ متفرق ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنے والے اور ثمن دونون متعدد ہون تو قیاس یہ ہی کہ صفقہ متعدد ہوگا اور استحسان یہ ہی کہ متعدد نہوگا اور یہی قول امام رح کا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اگر دو یا کئی چیزین مختلف مول لین یا ایک چیز مول لی اور دام تھوڑے سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی مبیع پر قبضہ کرلے پس اگر صفقہ ایک تھا تو یہ جائز نہین ہی اور اگر صفقہ متفرق تھا تو جائز ہی اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس یہودی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درم نقد دیدیے اور کہا کہ یہ دس درم خاص اس کپڑے کی قیمت ہین اور اُس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ صفقہ ایک ہی اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کردی اور مشتری نے کہا کہ مین یہ کپڑا لیے لیتا ہون تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی اور اسیطرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت مہینہ بھر بعد لینے پر راضی ہوجاوے تو مشتری کو اُسپر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر بائع ایک درم کے سواے تمام مول معاف کردیے یا ایک درم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر راضی ہوجاوے تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر خرید مین کسی معین کپڑے کے دام نقد دینے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اسقدر نقد ثمن ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر مول سو درم ٹھہرا اور مشتری کے بائع پر نوّے درم چاہیے ہین اور یہ اُس مول کا قصاص ہوگئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہین تو مشتری کو باقی دس درم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہی اسی طرح اُن کپڑون مین سے خاص ایک کپڑے کی قیمت اگر دینا

تھی اور باقی کپڑون کی قیمت سو درم اور مشتری نے صرف دینار دیے یا صرف درم دیے تو اُسکو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہین
یہ محیط مین لکھا ہی دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ایک ان مین سے غائب ہو گیا اور دوسرا موجود
تھا تو اُسکو یہ اختیار نہین کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اُسکے پورے دام نہ دیدے اور جب پورے دام دیدے
تو کل غلام پر قبضہ کرلے اور اس صورت مین دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا نہوگا اور
جب وہ غائب حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جبتک کہ شریک موجود کو اسقدر حصہ
ثمن نہ دیدے جو اسکے حصہ کا اُسنے دیا ہی اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور جس شخص شریک
نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اُسکے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے
سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بطور امانت[1] کے ہلاک ہوا اور جو شریک اُسپر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بقدر اُسکے
حصہ کے لے اور اگر غائب حاضر ہوا اور اُسنے غلام مین سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نے کہا کہ جب تک مین اُسقدر
دام جو تیری طرف سے ادا کر چکا ہون نہ لے لون گا تب تک نہ دون گا پھر وہ غلام مرگیا تو اس صورت مین وہ غلام اس
مال کے عوض ہلاک ہوا جو اُسنے دیا ہی اور ایسی صورت ہو گئی جیسے مبیع بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اور یہ قول امام ابوحنیفہ
اور امام محمد رح کا ہی اور اگر بائع نے دو مشتریون مین سے ایک کو اُسکے حصہ کے دام معاف کردیے یا ایک مہینہ کے بعد
لینے پر راضی ہو گیا تو وہ شریک دوسرے شریک کے حصہ ثمن ادا کرنے سے پہلے اُس غلام مین سے اپنے حصہ پر قبضہ
نہین کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور بحر الرائق مین ہی کہ اگر اُن صورتون مین صفقہ جدا جدا ہو تو یہ سب حکم
برعکس ہو جائینگے انتہی

چوتھا باب مبیع کو ثمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اُسپر قبضہ کرنے اور مبیع کو سپرد کرنے کے بیان مین اور اُن صورتون کے بیان مین جو قبضہ ہو سکتی ہین اور جو نہین ہو سکتی ہین اور ایک قبضہ کا دوسرے قبضہ سے نائب ہونے کے بیان مین اور مبیع مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین اور دونون عقد کرنے والون پر مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین جو خرچ واجب ہوتا ہی اُسکے بیان مین اور اس باب مین
چھ فصلین ہین

پہلی فصل مبیع کو ثمن کے واسطے روکنے کے بیان مین۔ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ہی کہ اگر دام نقد ٹھہرے ہون تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہی کذا فی المحیط اور اگر دام کی کچھ میعاد ٹھہری ہووے تو بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہی اور نہ اُسکے بعد ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر تھوڑے دام نقد ٹھہرے ہون اور تھوڑے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہی اگر اُس دام مین سے تھوڑے سے باقی رہجاوین تو بائع تمام مبیع کو روک سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی تفرید مین ہی کہ اگر مبیع غائب ہو تو جب تک بائع اُسکو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہی کہ دام نہ دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی خواہ اُسی شہر مین ہو جہان بیع واقع ہوئی ہی یا دوسرے شہر مین ہو اور اُسکے حاضر کرنے مین اُسکے ذمہ خرچ پڑتا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جب مشتری نے پورے دام دیدیے اور بائع نے مبیع اُسکے سپرد کردی یا بائع نے بدون ثمن پر قبضہ کیے مبیع اُسکے سپرد کردی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے مبیع پر قبضہ

[1] قولہ امانت یعنی امانت تھا وہ اسکی قیمت کا ضامن نہوگا ۱۲

[2] قولہ یعنی بائع نے دام وصول کرنے کے واسطے مبیع سپرد نہ کی اور مشتری نے بائع کے پاس مبیع ...

کردیا یا مشتری نے مبیع پر ایسے حال مین قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اُسکو منع نہین کرتا تھا تو ان سب صورتون
مین بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ مبیع کو پھیر کر ثمن حاصل کرنے کے واسطے روکے اور اگر مشتری نے بدون اجازت بائع
کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہی کہ مشتری کا قبضہ باطل کردے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ثمن کے بدلے مشتری نے
کوئی چیز رہن کردی یا کوئی شخص ثمن کا کفیل ہوگیا تو اس سے بائع کو مبیع کے روکنے کا جو حق حاصل ہی وہ ساقط نہوگا یہ
محیط مین لکھا ہی۔ اور زیادات مین ہی کہ بائع نے اگر ثمن کسی اپنے قرضخواہ کو مشتری پر اُترا دیا تو بائع کا مبیع کے روکنے کا حق
ساقط ہوگیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص پر ثمن بائع کا اُترادیا تو بائع کا حق ساقط نہوگا اور کرخی نے ذکر کیا کہ یہ
قول امام محمد کا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مبیع کو روکنے کا حق ساقط ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور فتاوے مین ہی کہ اگر
بائع نے مبیع مشتری کو مستعار دی یا اُسکے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق ساقط ہوگیا اور بموجب ظاہر روایت کے اب
اُسکے پھیر لینے کا مختار نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر ثمن ادا کرنے کی کچھ میعاد ہو اور مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا
یہانتک کہ میعاد آگئی تو مشتری کو اختیار ہی کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے مبیع پر قبضہ کرلے اور بائع اُسکو روک نہین سکتا ہی یہ ذخیرہ مین
لکھا ہی اگر بائع نے ثمن کے لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور مشتری حاضر نہوا یہانتک کہ ایک
سال گزر گیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب جسوقت سے مشتری مبیع پر قبضہ کریگا اُسوقت سے ایک سال کی
میعاد ہوگی اور اگر سال معین کردیا تھا تو فی الفور ثمن دینا واجب ہوگیا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک
خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت مین ثمن فی الحال دینا واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور یہ اختلاف اُس
صورت مین ہی کہ جب بائع نے مبیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالاجماع شروع سال عقد کے
وقت سے شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر مبیع مین دونون کے لیے یا ایک کے لیے خیار ہو اور میعاد مین یہ قید نہین ہی
کہ کس وقت سے شروع ہوگی تو میعاد کی ابتدا عقد لازم ہونے کے وقت سے ہوگی اور خیار رویت مین میعاد کا اعتبار عقد
کے وقت سے کیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع عقد کے پیچھے ثمن کچھ مدت بعد لینے پر راضی ہوا تو روکنے کا حق
باطل ہوگیا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا اور مشتری اپنے
مال مین مفلس یعنے نادار ہی تو بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ غلام کو روکے اور عتق نافذ ہوجائیگا اور غلام اپنی قیمت کے
بدلے بائع کے لیے سعی نہ کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی الخلاصہ اور ظاہر روایت یہی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر
مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکاتب کردیا یا اجارہ مین دیدیا یا رہن کردیا تو بائع کو یہ اختیار ہی کہ قاضی کے سامنے
جھگڑا پیش کرے تاکہ قاضی ان تصرفات کو باطل کردے اور اگر ہنوز قاضی نے باطل نہین کیا تھا کہ مشتری نے دام دیدیے
تو کتابت جائز ہوگی اور رہن و اجارہ باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری نے جب کل دام نقد دیدیے یا بائع نے
اُسکو کل دام معاف کردیے تو مبیع کے روکنے کا حق باطل ہوگیا یہ بدائع مین لکھا ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے ایک
دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اُسپر قبضہ کرکے اُسمین لوہے کی کیلین لگادین یا کپڑا لیا تھا کہ بلا اجازت
اُسکو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اُسمین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے تو بائع کو اختیار ہی کہ اسکو لیکر روک لے
پس اگر بائع یہ کہے کہ مین کیلین اُکھاڑے ڈالتا ہون یا زمین کے درخت اُکھاڑے ڈالتا ہون تاکہ زمین جیسی تھی
ویسے ہی ہوجاوے پس اگر اُسکے دور کرنے مین کوئی نقصان نہین ہی تو بائع کو اختیار ہی اور اگر نقصان ہی تو اختیار نہین ہی

اور اگر مبیع بائع کے پاس سے ضائع ہو گئی تو کیونکر اور رنگ کی قیمت کا بائع ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر مبیع باندی تھی اور بائع کی بلا اجازت مشتری نے قبضہ کر کے اس سے وطی کر لی پس اگر وہ حاملہ ہوئی اور بچہ جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار نہ رہا اور اگر حاملہ نہ ہوئی اور نہ جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار باقی ہے اگر بائع کے پاس مر گئی تو اگر بائع نے وطی واقع ہونے کے بعد دینے سے انکار کیا تھا تو بائع کا مال ہلاک ہوا ورنہ مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے روضہ میں ہے کہ کسی غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تجھ سے اس ثمن کو خریدا اور مالک نے کہا کہ میں نے بیچا تو مالک کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ثمن پورا حاصل کرنے کے واسطے اسکو روکے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غلام کو اس امر کا وکیل کیا کہ اپنی ذات کو اپنے مالک سے اسی اجنبی کے واسطے خرید کرے اور غلام نے مالک کو یہ خبر کر دی اور اپنی ذات کو اسی اجنبی کے واسطے خریدا تو اسکا مالک اسکو ثمن کے واسطے روک نہیں سکتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

دوسری فصل بیع کو سپرد کرنے کے بیان میں اور اُن صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص نے کوئی اسباب ثمن کے عوض بیچا تو مشتری سے یہ کہا جاویگا کہ پہلے ثمن دیدے اور اگر اسباب کو اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض بیچا تو دونوں سے کہا جاویگا کہ ایک ساتھ سپرد کرو یہ ہدایہ میں لکھا ہے بیع کا سپرد کرنا یہ ہے کہ بیع اور مشتری کے درمیان میں اسطرح روک اٹھا دے کہ مشتری اسکے قبضہ کرنے پر قادر ہو جاوے اور کوئی مانع نہ رہے اور ثمن کے تسلیم کرنے کی بھی یہی صورت ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اجناس میں اسکے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ بائع کہدے کہ میں نے تجھکو بیع پر قابو دے دیا تو قبضہ کر لے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور بیع کے سپرد کرنے میں یہ بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ جدا ہو اور دوسرے کا حق اس سے لگا نہ ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ موانع کا درمیان سے اٹھا دینا بیع جائز میں قبضہ ہو جاتا ہے مگر بیع فاسد میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی قبضہ ہو جاتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے اور قبضہ کے واسطے تخلیہ[1] بائع کے مکان میں یعنی بیع کو بائع کے مکان میں موانع سے خالی کر دینا امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسف رح کا اس میں خلاف ہے۔ کسی شخص نے شہد بیچا جو ایک مشکی کے اندر اسکے گھر میں رکھا تھا اور اسنے مشتری کو اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا پس مشتری نے مشکی پر مہر لگا دی اور اسکو بائع کے گھر میں چھوڑ دیا بعد اسکے تلف ہو گئی تو امام محمد رح کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاوے صغرے میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی کیلی یا وزنی چیز جو اسکے گھر میں تھی کیل یا وزن کے حساب سے بیچی اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا اور کنجی اسکے حوالہ کر دی اور نہ اسکو ناپا اور نہ تولا تو مشتری اسپر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کو کنجی دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے بطور تخلیہ تجکو اسپر قبضہ دیا تو مشتری قابض نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور کنجی پر قبضہ کرنا یہی گھر پر قبضہ کر لینا ہے بشرطیکہ بلا تکلف اسکو کھولنے کا اختیار حاصل ہو جاوے ورنہ قبضہ نہیں ہے یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر مکان بیچا اور مشتری کو کنجی حوالے کر دی اسنے کنجی پر قبضہ کر لیا اور مکان کی طرف نہ گیا تو مکان پر قابض ہوگا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ جب وہ کنجی اُس کے قفل یا کھٹکے کی ہو ورنہ اُسنے مکان سپرد نہیں کیا۔ اور اگر کنجی اسکو سپرد کر دی الا یہ نہ کہا کہ میں نے کنجی تجکو حوالے کر کے تیرے اور مکان کے درمیان تخلیہ کر دیا تو مکان پر قبضہ کر لے تو وہ قبضہ

[1] قولہ تخلیہ یعنی بائع کا قبضہ شرط نہیں ہے بلکہ [illegible]

نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اسطرح کہا کہ لیلے تو قبضہ نہوتا ہی اور اگر یون کہا کہ اسکو لے تو قبضہ ہی بشرطیکہ اُسکے لینے تک پہونچ ہو اور اُسکو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ فتاوے نسفی مین ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بیچا اور تیرے سپرد کیا اور اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہوا جبتک کہ بیع کے بعد اُسکو سپرد نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے غلام یا باندی مول لی اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آیا میرے ساتھ چل اُسنے اُسکے ساتھ قدم اُٹھایا تو یہ قبضہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر اُسکو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا تو بھی قبضہ ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کوئی ایسا مکان بیچا جو وہان موجود نہ تھا اور بائع نے کہا مین نے وہ تجھکو سپرد کردیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ کرلیا تو یہ قبضہ نہوگا لیکن اگر مکان قریب ہی تو قبضہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور یہی ظاہر روایت ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور قریب سے یہ مراد ہی کہ ایسے حال مین ہو کہ اُسکے بند کرنے پر قادر ہو ورنہ وہ دور ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر مین ہی اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہی پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام بائع کے گھر مین مول لیا بائع نے کہا کہ مین نے تجھکو اس غلام پر بطور تخلیہ قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے اُسپر انکار کیا پھر وہ غلام مرگیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے حکم کیا کہ اُسپر قبضہ کرلے اور مشتری نے اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کسی شخص نے اُسکو غصب کرلیا تو جسوقت مشتری کو بائع نے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر اُسوقت مشتری بغیر کھڑے ہونے کے ہاتھ پھیلا کر اُسکے قبضہ کرلینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہو گئی اور اگر بغیر کھڑے ہونے کے اُسپر قادر نہین تھا تو تسلیم صحیح نہین ہوئی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ مین پڑی ہوئی تھی بیچی اور مشتری اُسپر کھڑا ہوا تھا اور بائع نے مشتری کو بطور تخلیہ اسپر قبضہ کا اختیار دیدیا مگر مشتری نے اُسکی جگہ سے اُسکو نہین ہلایا یہانتک کہ کسی اور شخص نے اُسکو جلادیا تو مشتری کو یہ اختیار ہی کہ اس جلانے والے سے ضمان لے اور اگر کوئی اور شخص اُسکا حقدار ثابت ہوا تو اس حقدار کو اختیار ہی کہ اُس جلانے والے سے ضمان لیوے مگر مشتری سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے مکان بیچا اور اُسکو مشتری کے سپرد کردیا حالانکہ اُس مین تھوڑا اسباب بائع کا رکھا ہوا ہی تو یہ سپرد کرنا صحیح نہین ہی جبتک کہ اُسکو بالکل خالی کرکے سپرد نہ کرے اور اگر بائع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونون پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہوگیا سواسطے کہ وہ اسباب مشتری کے پاس ودیعت ہوگیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر ایسی زمین بیچی کہ جسمین بائع کی کھیتی ہی اور وہ زمین مشتری کو سپرد کردی تو ایسا سپرد کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کچھ روئی جو فرش کے اندر ہی یا گیہون بیچے جو بالیون مین تھے اور اسیطرح سپرد کیے تو اگر مشتری بغیر بچھونا اُدھیڑنے یا بالین کوٹنے کے روئی اور گیہون پر قادر ہوسکتا ہی تو وہ قابض ہوگیا اور اگر بغیر اُدھیڑنے اور کوٹنے کے قادر نہین ہی تو قابض نہوگا اسلیے کہ بچھونا اُدھیڑنا اور بالین کوٹنا بائع کے ملک مین تصرف کرنا ہی اور مشتری اسکا اختیار نہین رکھتا ہی اگر کسی نے پھل بیچے جو درخت مین لگے ہوے تھے اور اسیطرح سپرد کردیے تو مشتری اُن پر قابض ہوگیا اسلیے کہ بغیر بائع کے ملک مین تصرف کرنے کے اُن کو توڑ سکتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک جانور خریدا اور بائع اُسپر سوار تھا اور مشتری نے کہا کہ مجھکو بھی اپنے ساتھ سوار کرلے اور اُس نے سوار کرلیا پھر وہ

جانور تھک کر ہلاک ہوگیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب جانور پر زین نہو اور اگر اُس پر زین ہے اور مشتری بھی زین پر سوار ہوا تو اُسپر قابض ہوگا ورنہ قابض نہوگا اور اگر دونون نے سواری کی حالت مین جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بیچا تو وہ قابض نہوگا جیسے مکان بیچتے وقت بائع اور مشتری دونون مکان کے اندر موجود ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ ہارونی مین ہے کہ اگر باپ نے اپنا گھر اپنی اولاد مین سے کسی نابالغ کے ہاتھ جو اُسکے پرورش مین ہے فروخت کیا اور باپ اُسی گھر مین رہتا ہے تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اُس پر قابض نہوگا جب تک کہ باپ اُس گھر کو خالی نکر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اُس وقت تک اسمین رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا اور اسی طرح اگر اُس مکان مین باپ خود نہ تھا لیکن اُسکا اسباب یا عیال تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جبہ بیچا جو پہنے ہوئے ہے یا طیلسان بیچا جو کاندھون پر ڈالے ہوئے ہے یا انگوٹھی بیچی جو پہنے ہوئے ہے تو بیٹا اسپر قابض نہوگا جب تک کہ باپ اُسکو نہ اُتار دے اور اسی طرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بیچا جسپر وہ سوار ہے یا اسکا اسباب اسپر لدا ہوا ہے تو جب تک باپ اُس پر سے نہ اُترے یا اسباب نہ اُتارے بیٹا قابض نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ویسی گھوڑیان کسی حظیرہ مین ہین جسکا دروازہ بند ہے کہ اُس سے مادیان نکل نہین سکتی ہین اُس مین سے ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اُسپر قبضہ کرنے کا اختیار دیدیا اور مشتری نے دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اُس کی قیمت جو قرار پائی ہے مشتری پر لازم ہوگی خواہ مشتری اُسکے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہین کھولا بلکہ کسی اور شخص نے یا ہوا نے دروازہ کھول دیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری حظیرہ مین جا کر اُسکو بغیر کمند[1] پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا کذا فی الظہیریہ کسی شخص کی چند گھوڑیان جو حظیرہ کے اندر بند ہین اُن مین سے ایک خاص مادہ کسی شخص کے ہاتھ بیچی اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس حظیرہ کے اندر جا کر اسپر قبضہ کرلے مین نے تجھے اختیار دیدیا اور وہ اُس مین قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اُسنے مادہ کو پکڑا اور وہ کود کر حظیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر مادہ کو ایسے مقام مین سپرد کیا ہے کہ مشتری کمند کے ذریعہ سے اُسکو پکڑ سکتا ہے اور اُسکے پاس کمند موجود ہے اور مادہ اُس مکان سے باہر نہین نکل سکتی ہے تو قبضہ ہے اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہے اور بائع اُسکو بغیر کمند[1] نہین روک سکتا ہے تو وہ قبضہ نہین ہے اور اسی طرح اگر مشتری اُسکو کمند سے پکڑ سکتا ہے اور بغیر کمند نہین پکڑ سکتا مگر اُسکے پاس کمند نہین ہے تو بھی قبضہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر مشتری اکیلا اُسکے پکڑنے پر قادر نہین لیکن اگر اُسکے ساتھ اور لوگ مددگار ہون یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہے پس اس بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہے تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر مادہ بائع کے ہاتھ مین ہے اور وہ اُسے تھامے ہوئے ہے اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی اپنا ہاتھ گھوڑی پر جما دیا تا آنکہ گھوڑی دونون کے ہاتھ مین ہوگئی اور بائع مشتری سے کہہ رہا ہے کہ مین نے گھوڑی تیرے اختیار مین دیدی اور مین اُسکو اسواسطے نہین پکڑے ہوئے ہون کہ تجکو دینے سے منع کرون بلکہ اسواسطے کہ تو اس کو اپنے قابو مین کرلے پس ناگاہ گھوڑی دونون کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی تو مشتری کا مال ضائع ہوگا۔ اور اگر گھوڑی بائع کے ہاتھ مین تھی اور مشتری کا ہاتھ اُس پر نہین پہونچا اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تجکو اختیار دیدیا تو اپنے قبضہ مین لے لے اب مین تیری طرف سے پکڑے ہوئے ہون پس وہ گھوڑی مشتری کے قبضہ کرنے سے

پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتری بائع سے اُسکو لے لینے اور اپنے قابو مین لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور مول لیا جو ایک بڑے مکان کے اندر اُڑ رہا ہے اور بغیر دروازہ کھلے اُس مکان کے باہر نہین نکل سکتا اور مشتری اُسکے اُڑنے سے اُسکے پکڑنے پر قادر نہین ہے اور بائع نے مشتری کو اُس مکان سے پکڑنے کا اختیار دیدیا اور اُسنے دروازہ کھولا اور پرند نکل گیا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ مشتری اُسپر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کے سوا کسی اور شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سے کھل گیا تو مشتری اُسپر قابض نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ شمس الائمہ اوزجندی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو شخصون کے درمیان مین مشترک ہے اور وہ کسی چراگاہ مین ہے اور ان مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچا اور مشتری سے کہا کہ جاکر اُسپر قبضہ کر لے اور مشتری کے گھوڑے تک پہونچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہو گیا تو اُنھون نے فرمایا ہے کہ دونون کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خریدی اور وہ چراگاہ مین تھی اور بائع نے اُس سے کہا کہ جاکر اُسپر قبضہ کر لے تو بعض مشائخ نے یہ فتوی دیا کہ اگر گائے سامنے اسطرح نظر آتی تھی کہ اُسکی طرف اشارہ ہو سکتا تھا تو یہ قبضہ ہے ورنہ قبضہ نہین ہے۔ اور یہ جواب صحیح نہین ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے اُن دونون سے اسقدر قریب تھی کہ اگر مشتری ارادہ کرتا تو قبضہ کر سکتا تھا تو مشتری اُسپر قابض ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اُسکو دیدیا کہ اسمین تول دے اور اُسنے مشتری کے سامنے تولا تو مشتری اُسپر قابض ہو گیا اگرچہ وہ تیل بائع کی دُکان یا مکان مین ہو اور اگر مشتری کے پیچھے تولا تو بعضون نے کہا کہ قابض ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور بزازیہ مین ہے کہ اسی طرح ہر کیلی اور وزنی چیزون مین جب مشتری اپنا برتن بائع کو دیدے اور بائع اُسکو ناپ یا تول کر ڈال دے تو یہی حکم ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اُسپر قابض نہوگا اور نہ اُسکا خریدار شمار ہوگا خواہ اُسکے سامنے تولا ہو یا اُسکے پیچھے اور اُسکو مالکون کی طرح اُسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور فتوے دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہونے کے بعد مشتری نے حقیقتاً اُسپر قبضہ کر لیا تو اب اُسکا خریدار اور قابض دونون شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو بالاتفاق مشتری کا مال تلف ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے اور جب تک دوبارہ اُسکو وزن نہ کر لے تب تک مشتری کو اُسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور بعضون کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل ایک درم کو خریدا اور ایک شیشہ لاکر اُسکے حوالے کیا کہ اسمین میرے واسطے تول دے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس مین تول کر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اُسمین سے تیل بہا اور اُسنے باقی بھی تولا حالانکہ شیشہ ٹوٹنے کی دونون کو خبر نہ تھی تو جسقدر تیل اُسنے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا وہ مشتری کا مال تلف ہوا اور اُسکے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تولا وہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اُسمین کچھ تیل باقی رہگیا اور بائع نے اُسی مین اور تیل ڈال دیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اُسکے مثل مشتری کے واسطے ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر مشتری نے ٹوٹا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونون کو اس کی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتری کے حکم سے اسمین تیل ڈال دیا تو سب مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتری نے شیشہ اپنے ہاتھ مین رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ یہی رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتون مین جو اول مذکور ہوئین مشتری کا مال تلف ہوا یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ

کسی شخص نے گھی خریدا اور بائع کو برتن دیکر یہ حکم کیا کہ اسمین تول دے اور برتن مین ایک سوراخ تھا اسکی خبر مشتری کو تھی مگر بائع اس سے خبردار تھا پس گھی تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر مشتری جانتا تھا اور بائع نہین جانتا تھا یا دونون جانتے تھے تو مشتری تمام مبیع پر قابض ہوگا اور اسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور اسی کتاب مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک کر گیہون کی ڈھیری مین سے خریدے اور بائع نے کہا کہ میرے تھیلے مین ناپکر ڈالدے اور تھیلا اسکے حوالے کردیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اسپر قابض ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے اور قدوری مین ہے کہ اگر گیہون مول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اسکو حکم دیا کہ گیہون اس مین ناپ کر ڈالدے اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلا معین تھا تو ایسے معین تھیلے مین بائع کے ناپ دینے سے مشتری اسپر قابض ہو جائیگا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یون کہا کہ مجھے کوئی تھیلا مانگے دے اور اسمین ناپ کر ڈالدے تو مشتری کے حاضر ہونے کی صورت مین قبضہ ہوگا اور غائب ہونے کی صورت مین قبضہ نہوگا اور امام محمدرح کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے کی صورت مین خواہ تھیلا معین ہو یا نہو دونون صورتون مین قبضہ نہوگا تاوقتیکہ مشتری تھیلے پر قبضہ کرکے پھر بائع کے سپرد نہ کرے یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہے کہ مین نے امام محمدرح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن مین رکھدے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن مین ڈالی اور برتن ٹوٹ گیا اور مال تلف ہو گیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اسلیے کہ اسنے تولنے کے لیے اسمین ڈالا تھا تاکہ اسکی مقدار معلوم ہو مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہین ڈالا تھا اور اگر اسنے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے اپنے برتن مین تول کر مشتری کے برتن مین ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر تیل خریدا اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیج دینا اور راستہ مین شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اسنے ایسا ہی کیا اور شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیجدینا اور اسنے اسی طرح بھیجا اور راستہ مین تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اسلیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونے کے ہے اور بائع کا غلام بمنزلہ بائع کے ہے یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن مین میرے لیے اس قدر تول کر اپنے غلام کے ہاتھ میرے گھر بھیجدے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیجدے اور اسنے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا اور مشتری کا مال تلف نہوگا تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دیدیجیو یا میرے غلام کو دیدیجیو کیونکہ جب اسنے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کی طرف سے بھیجنے کا وکیل ہو گیا پس جب اسکے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا پس مشتری کا مال تلف ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیجدے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کرکے اسکے بیٹے کے پاس بھیجدیا تو یہ قبضہ نہین ہے اور اجرت بائع کے ذمہ ہوگی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کرکے بھیجدیجیو تو اس مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہے بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کرکے حوالے کیا تھا اور اگر اسنے مزدور کو مقرر کرنے اور اسکے حوالہ کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے مجمع النوازل مین مذکور ہے کہ اگر ایک دہینڈی کسی دہی جانے والے سے بازار مین خریدی اور اسکو اپنی دکان پہونچانے کا حکم کیا اور وہ راستہ مین گر کر تلف ہو گئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور اگر بھوسہ یا لکڑی کا گٹھہ

شہر مین خریدا تو بائع کے ذمہ ہی کہ مشتری کے گھر مین پہونچا دے اور اگر راستہ مین تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گاے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر ہانک لیجا اور مین تیرے پیچھے پیچھے تیرے گھر آتا ہون وہان سے اپنے گھر لیجاونگا پھر وہ گاے بائع کے پاس مرگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ مین نے گاے سپرد کردی تھی تو اس باب مین قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا۔ کسی نے ایک بیمار جانور مول لیا جو بائع کے اصطبل مین تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو یہین رہیگا اور اگر مر جائیگا تو میرا مال تلف ہوگا اور وہ جانور مرگیا تو بائع کا مال تلف ہوگا نہ مشتری کا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس رکھی تاکہ مشتری سے پورے دام لیکر اُسکے حوالے کرے اور باندی اُسکے پاس ضائع ہوگئی تو بائع کا مال گیا۔ اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے ثمن پر قبضہ کرکے بائع کی ناوانستگی مین باندی مشتری کے حوالے کردی تو بائع کو اختیار ہی کہ اس باندی کو پھیر لے اور جب اُسکو پھیر لیا تو اختیار ہی کہ اُس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر اس صورت مین کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی وجہ سے نہ پھر سکے تو درمیانی عادل آدمی اُسکی قیمت کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے کہا کہ مین تجھپر اعتبار نہین کرتا ہون تو کپڑا فلانے شخص کے حوالے کردے اور جب تک مین تجھے دام نہ دون کپڑا اسی کے پاس رہے بائع نے اُسکے حوالے کردیا اور اُسکے پاس کپڑا تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوا اسلیے کہ جسکو کپڑا دیا گیا تھا اُسنے بائع کے واسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اُسکا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ بائع نے اگر مبیع ایسے شخص کی حوالے کی جو مشتری کے عیال مین سے تھا تو مشتری اُسپر قابض نہ شمار ہوگا حتی کہ اگر وہ چیز تلف ہوگئی تو بیع فسخ ہوجائے گی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کرکے بائع سے کہا کہ مین نے اسکو باقی دام مین تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہین ہی کذا فی فتاوے قاضیخان اگر مبیع بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اُسکو ضائع کردیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا کردیا تو یہ مشتری کے قبضہ کرنے مین شمار ہوگا اسی طرح اگر بائع نے کوئی ایسا فعل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر مشتری نے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا یا یہ اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر ایک باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُسکے پیٹ مین جو کچھ تھا آزاد کردیا تو یہ قبضہ نہوگا اسلیے کہ احتمال ہی کہ اسکا آزاد کرنا صحیح نہو پس وہ تلف کرنے والا نہ ٹھہریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع کو اُسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو یہ مشتری کے قبضہ کے مانند نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی تفرید مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے مبیع مین کسی نے کچھ جنایت کردی اور مشتری نے اُس شخص مجرم کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قابض ہوجائیگا اور امام محمد رح اس مین خلاف کرتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر مبیع کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کردیا تو یہ مبیع کا اختیار کرنا ہی اور بائع کو اختیار حاصل ہی کہ قاتل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہیگی پھر جب مشتری ثمن ادا کردے تو بائع قیمت قاتل کو پھیر دیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے بائع کو گیہون کے پیسنے کا حکم دیا اور اُسنے پیسے تو مشتری قابض ہوگیا اور آٹا مشتری کا ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے مبیع بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اُسکو مانگے دی

یعنے قبضہ سے پہلے ۱۲

یا اُجرت پر دی تو مشتری قابض شمار نہوگا اور اُجرت واجب نہو گی) اور اگر مشتری نے کسی غیر کے پاس اُسکو ودیعت رکھایا استعار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُسکے سپرد کرے تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو - اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کہدے کہ میرا یہ کام کرے اور بائع نے اُسکو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہو کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلانے شخص کو ہبہ کردے اور بائع نے اُسکی فرمانبرداری کرکے جس شخص کے واسطے اُسنے حکم کیا تھا سپرد کردیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قابض ہو جائیگا اور اسی طرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوے غلام کو کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کردیا تھا یا نہین اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قابض ہوگا پھر اپنی طرف سے قابض ہوگا اور جو اُجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے ملیگی اگر وہ جنس ثمن سے ہو تو ثمن مین محسوب ہو جائیگی اور اسی طرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اُسکی اجازت دیدی تو جائز ہو اور مشتری قابض ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کردے اور بائع نے اُسکی طرف سے آزاد کردیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو - اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع مین ایسا فعل کرنے کا حکم دیا جس سے اُس مین کچھ نقصان نہین آتا ہو جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اُجرت پر یہ کام لیا یا بلا اُجرت تو مشتری قابض نہوگا اور در صورتیکہ باُجرت کام لیا ہو اُسپر اُجرت دینی واجب ہو گی اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُس مین کچھ نقصان آتا ہو تو مشتری قابض ہو جاے گا یہ بدائع مین لکھا ہو اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سر مونڈنے یا موچھین کترنے یا ناخن تراشنے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا تو قابض نہوگا اور اُجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کامون مین سے کسی سے اس مین کچھ نقصان آتا ہو تو قابض ہو جائیگا اور اگر بائع کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہین ہو اس لیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کردیا یا اُسپر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہو کہ اُسکی طرف سے قبضہ نہوگا اور اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ مین اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی تو سب کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہو - کسی نے ایک باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُس کا نکاح کردیا اور اُسکے شوہر نے اُسکا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شیخ نے فرمایا کہ سزاوار اُس صورت مین یہ ہو کہ مشتری قابض شمار ہو جیسے وطی کرنے سے مشتری قابض شمار ہوتا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو منتقی مین مذکور ہو کہ کسی نے باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُسکا نکاح کردیا اور شوہر کے وطی کرنے سے پہلے وہ مرگئی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کا مال تلف ہوگا اور مہر شوہر کے ذمہ ہو اور وہ مشتری کو ملیگا اور اُسمین سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہوگا یعنی اُسکا ثمن مہر پر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو حصہ مہر کے پڑتے مین پڑیگا وہ اُسپر لازم ہوگا اور جسقدر بچ رہے اُسکو صدقہ کردیگا اگر مہر مین زیادتی ہوئے اور مہر اس حکم مین بمنزلہ فرزند کے ہو - اور بھی منتقی مین اسی مقام مین لکھا ہو کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلے مول لیا اور ہنوز دونون نے قبضہ نہین کیا تھا کہ اسی اثنا مین باندی کے مول لینے والے نے سو درم کے مہر پر کسی سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ غلام اپنے بائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنے سے پہلے مرگیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائیگا اور باندی اُسی کے پاس پھر جائیگی جس کی تھی اور اسکا مہر بھی اُسی کو ملیگا اور اگر باندی مین کوئی نقصان آگیا ہو تو

اُس باندی کا مالک مشتری سے لیگا اور یہ مسئلہ منتقی مین دوسری جگہ بھی مذکور ہی وہان اُسپر کچھ زیادتی کر کے یون لکھا ہی کہ کسی شخص نے کسی سے ایک باندی غلام کے عوض خریدی اور باندی خریدنے والے نے قبضہ سے پہلے کسی شخص سے تنسو درم پر اُسکا نکاح کردیا اور باندی کی قیمت نکاح سے پہلے دو ہزار درم تھی اور نکاح کی وجہ سے پانچ سو درم کم ہوگئے اور اسکے شوہر نے بائع کے پاس ہونے کے زمانہ مین اس سے وطی کی پھر غلام اسکے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو باندی کا مہر اُسکے بائع کو ملیگا اور اسکو اختیار ہی کہ چاہے باندی کو اسی نقصان کے ساتھ لے لے اور اس صورت مین اسکے سوا اور کچھ اُس کو نہ ملیگا اور اگر چاہے تو مشتری سے اُسکی وہ قیمت لے جو اُس روز تھی کہ جس روز اسکے شوہر نے اسکے ساتھ وطی کی- اور اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے بائع کے ساتھ اُسکا نکاح کردیا اور اُسنے اُسکے ساتھ وطی کی پھر غلام اُسکے مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے مرگیا تو باندی کا بیچنے والا کہ جس سے نکاح بھی ہوا ہو اگر چاہے تو باندی اسکے مشتری کے سپرد کردے اور اُس سے وہ قیمت لے لے جو اُس روز اُس کی قیمت تھی جس روز اُسنے بحکم نکاح اس سے وطی کی تھی اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور مشتری سے باندی پھیر لے اور نکاح ٹوٹ جائیگا اور مہر باطل ہوجائیگا اور بیع کے توڑنے یا اُسی طرح چھوڑنے کا اختیار باندی کے بیچنے والے کو ہی اور اسکے مول لینے والے کو نہین ہی اور اُسی کے توڑنے سے بیع ٹوٹ جائیگی اگرچہ قاضی نے اُسکو نہ توڑا ہو اور اگر صورت مسئلہ کی اسطرح واقع ہوئی کہ مشتری نے بائع کی اجازت سے باندی پر قبضہ کر کے پھر بائع کے ساتھ اُسکا نکاح کردیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور باندی مشتری کو حوالہ کیجائیگی اور مہر بائع پر واجب ہی اور نکاح صحیح ہی اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کیا اور پھر بائع سے ملا اور اُسکے ساتھ باندی کا نکاح کردیا خواہ بائع کو اُسکے قبضہ کرلینے کی خبر ہو یا نہو تو یہ بات بائع کی طرف سے مشتری کو سپرد کردینے مین شمار نہین ہی اسلیے کہ قبضہ سے پہلے بھی مشتری کو باندی کا نکاح کردینا صحیح ہی ہان اگر بائع نے اسکے بعد بھی بحکم نکاح مشتری کے قبضہ مین اُس سے وطی کی تو یہ امر بائع کی طرف سے باندی کے سپرد کرنے مین شمار ہوگا اور اس صورت مین اگر غلام سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی

تیسری فصل - بلا اجازت بائع کی بیع پر قبضہ کرنے کے بیان مین - اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے بیع پر قبضہ کرلیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُس سے پھیر لے اور مشتری کا بائع اور بیع کے درمیان سے روک ٹوک دور کردینا بائع کے قابض ہونے مین شمار نہوگا تاوقتیکہ حقیقۃً اُسپر قبضہ نہ کرے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی **ف** یعنی قبضہ سے یہان مراد حقیقۃً قبضہ ہی اور قبضہ کرنے کی قدرت اور تخلیہ یا ارتفاع موانع سے قبضہ کا حکم ثابت نہوگا- اور اگر مشتری نے بیع مین اسطرح کا تصرف کیا جو ٹوٹ سکتا ہی جیسے بیع یا ہبہ یا رہن کیا یا اُجرت پر یا صدقہ مین دیدیا تو تصرف توڑ دیاجاویگا اور اگر ایسا تصرف ہی جو فسخ نہین ہوسکتا جیسے آزاد کرنا یا ام ولد بنانا یا مدبر کردینا تو بائع کو اپنے قبضہ مین واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر مشتری نے بائع کو ثمن دیدیا اور بائع کو یہ معلوم ہوا کہ وہ سب درہم زیوف یا ستوق تھے یا سب کا کوئی حقدار نکلا یا اُن مین سے تھوڑے ایسے تھے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ بیع روک لے اور اگر مشتری نے اُسطرح کے درم ادا کرنے کے بعد بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ

کر لیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُسکے قبضہ کو باطل کر دے اور اگر مشتری نے اس مین ایسا تصرف کر لیا ہو کہ جو ٹوٹ سکتا ہو تو اُسکو توڑ دے یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا تو اس بات کو دیکھینگے کہ اگر درہم زیوف پاکر پھیر دے تو تینون اامون کے نزدیک اُسکو پھیرنے کا اختیار نہوگا اور اگر ستوق یا رانگ کے ہین یا کسی اور کا حق اُسمین ثابت ہو کر اُس سے لے لیے گئے تو اُسکو پھیرنے کا اختیار ہی لیکن اگر مشتری نے اسمین کچھ تصرف کر لیا تو بائع کو اختیار نہ رہیگا خواہ وہ تصرف ٹوٹ سکتا ہو یا نہ ٹوٹ سکتا ہو کذا فی البدائع اور اگر بائع نے کوئی اس قسم کا نقصان ثمن مین نہ دیکھا اور مشتری نے غلام کو اجارہ پر دیکر یا بیع یا رہن کر کے دوسرے کے سپرد بھی کر دیا پھر بائع کو ثمن مین کوئی نقصان جو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا تو سب تصرف مشتری کے غلام مین جائز رہے اور بائع اُسکے واپس لینے کے قدرت نہین رکھتا اور نہ اُسکو غلام پھیر لینے کی کوئی راہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک جوڑ کپڑا یا موزے یا جوتے کا خریدا اور جوڑے مین سے ایک پر بلا اجازت بائع کے قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دوسرا بائع کے پاس تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوگا انتہے پس اُنھون نے ایک کے قبضہ کرنے کو دوسرے کا قبضہ نہ گردانا پھر امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ اُس ایک کا جسپر مشتری نے قبضہ کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے لے اور چاہے واپس کرے انتہے پس امام نے حق خیار مین اُن دونون کو مثل ایک چیز کے شمار کیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر قابض ہونے سے پہلے مشتری نے جوڑے مین سے کسی ایک مین کوئی عیب پیدا کر دیا تو دونون پر قابض ہوگیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر ان دونون مین سے ایک پر قبضہ کر کے ضایع یا عیب دار کر دیا تو دوسرے پر بھی قابض ہوگیا یہانتک کہ اگر بائع کے روکنے اور منع کرنے سے پہلے ان مین کا دوسرا بائع کے پاس تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اگر بائع کے روکنے کے بعد تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا حتی کہ ثمن مین سے اُسیقدر حصہ ساقط ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اُن دونون مین سے کسی ایک مین مشتری کے حکم سے بائع نے کچھ نقصان کر دیا تو مشتری دونون پر قابض ہوگیا یہانتک کہ اسکے بعد اگر وہ دونون تلف ہو جاوین تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اس صورت مین اگر بائع دونون کو یا ایک کو روکے تو جو تلف ہو اُسکی قیمت بائع پر واجب ہوگی اور اگر بائع نے اُن دونون مین سے ایک پر قبضہ کرنے کی مشتری کو اجازت دی تو وہ دونون پر قبضہ کی اجازت ہی یہانتک کہ اگر دونون پر قبضہ کیا پھر بائع نے ایک کو پھیر کر ثمن کے واسطے روکا تو غاصب شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی کسی سے ہزار درم کو خریدی اور اُسکے دام نہین دیے اور بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسنے کسی اور شخص کے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور دونون نے باہم بیع اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہوگیا اور پہلا بائع موجود ہی اُسنے دوسرے مشتری سے باندی کے پھیر لینے کا ارادہ کیا پس اگر دوسرے مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بات یہی ہی جو یہ بائع کہتا ہی تو بائع اول کو اُسکے پھیر لینے کا اختیار ہوگا اور جب اُسکو پھیر لیگا تو دوسری بیع باطل ہو جائیگی اور اگر دوسرے مشتری نے پہلے بائع کے قول کی تکذیب کی یا کہا کہ مین نہین جانتا کہ سچ کہتا ہی یا جھوٹ کہتا ہی تو جب تک وہ غائب شخص حاضر نہو تب تک مقدمہ[۱] قائم نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور جب مشتری غائب حاضر ہوا اور اُسنے پہلے بائع کے قول کی تصدیق کی تو یہ تصدیق دوسرے مشتری کے حق مین[۲] ضرور نہوگی اور اگر تکذیب کی تو بائع اول سے کہا جائیگا کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے پس اگر اُسنے مشتری اول اور ثانی کے سامنے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو بائع اول کو دلا دے گا اور دوسری

[۱] یعنی یہ مشتری مدعا علیہ نہوگا اور اگر پہلا ہو تو ان دونون میں کوئی خصومت نہین ہی یہانتک کہ وہ غائب حاضر ہو یعنی غائب

[۲] یعنی مشتری اول اور بائع کے بیچ مین خصومت ہوئی ... اسکے حق مین ... نافذ نہوگی

بیع ٹوٹ جائیگی لیکن اگر اُسکے دلا دینے سے پہلے مشتری اول نے بائع اول کو اسکے دام دیدئے تو اس صورت مین قاضی بائع اول کو واپس نہ دلائیگا اور اگر مشتری اول نے دام اُسوقت ادا کیے کہ جب بائع اول باندی پر قبضہ کرچکا ہو تو اُسوقت باندی مشتری اول کے حوالے کیجاوے گی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ محیط مین لکھا ہو اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اول کو ملے گی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ قیمت بائع اول کے پاس تلف ہوجاے تو دونون بیع ٹوٹ جائینگی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جسقدر ثمن دیا ہو پھیر لیگا جیسے کہ اُس صورت مین پھیر لیتا کہ جب باندی بائع اول کے پاس پھر جانے کے بعد ہلاک ہوجاتی اور اگر بائع اول کے پاس قیمت تلف نہین ہوئی یہانتک کہ مشتری اول نے اُسکو ثمن ادا کردیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لیگا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہین ہو جیسا کہ ایسی صورت مین باندی کی زندگی مین باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ ثمن پھیر لیگا جو اُسنے ادا کیا ہو اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جنس ثمن سے نہین ہو تو یہ اُسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر جنس ثمن سے ہو اور اُس مین ثمن پر کچھ زیادتی ہو تو زیادتی کو صدقہ کردے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو

چوتھی فصل

ایسے قبضہ کے بیان مین جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہو اور جو اُسکے قائم مقام نہین ہوتا ہو قاعدہ یہ ہو کہ جب کوئی شی کسی شخص کے قبضہ مین اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُسی سے اُسکی بیع ٹھہر جاے تو یہ قبضہ بجاے قبضہ خرید کے قرار دیا جاویگا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہو جو خرید مین ہوتا ہو اسلیے کہ قبضہ خرید مین بھی وہ شی اپنی ذات سے ضمانت مین ہوتی ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر دونون قبضہ ایک جنس کے ہون جیسے دونون قبضہ امانت کے یا دونون ضمان کے ہون تو ایک دوسرے کے نائب ہوجائینگے اور اگر مختلف ہون تو جو قبضہ ضمانت کا ہو وہ دوسرے کا نائب ہوجائیگا اور دوسرا اسکا نائب نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہو پس اگر کوئی چیز بطور غصب یا عقد فاسد کے کسی کے قبضہ مین ہو پھر اُسکے مالک سے اُسکا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہوجائیگا یہانتک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہونچنے یا اُسکے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہوجاے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہو اور اگر غصب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونون جدا ہوگئے تو بیع باطل نہوگی اور اسی طرح اگر بیع الصرف کی مجلس مین ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لیتے ہی اُسپر قابض ہوگیا اس لیے کہ اُسکے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُسکے قبضہ مین رہتی تو اُسکی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر وہ چیز اُسکے قبضہ مین بطور عاریت یا ودیعت یا رہن کے ہو تو فقط عقد سے اُسپر قابض نہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جاکر اُسکے قبضہ پر قادر ہوجاے تو اُسپر قابض شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہو اگر امانت یا عاریت کی صورت مین مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہوجاتا ہو پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ ثمن حاصل کرنے کی غرض سے بیع کو روکے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو اور اگر بائع نے اُسپر مشتری کا قبضہ پہونچنے سے پہلے اُسکے گھر مین سے جہان ودیعت رکھی ہوئی ہو لے لی تو اُس کو

رد کرنیکا اختیار ہی اور اگر بیع دونون کے سامنے موجود نہ تھی اور باپ نے اسکو بیچا تو بالغ کو فسخ کا اختیار ہی اور بالغ ہونے کے بعد اسکو تفتیش کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر اسی غلام کو اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو جائز ہی اور اگر غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہوگیا تو باپ کا مال ضائع ہوا اسلیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اُسپر قائم ہی مگر وہ قبضہ امانت کا ہی اس لیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب نہوگا ف یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہی کیونکہ باپ اُسکا ولی ہی اور باپ کا قبضہ اُسپر قائم ہی تو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اُسپر قبضہ ہوجائیگا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ اُسپر قبضہ امانت ہی اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہین ہوتا اسلیے تاوقتیکہ وہ واپس نہو قبضہ نہوگا۔ اور اگر غلام لوٹ آیا اور باپ اُسکے قبضہ پر قادر ہوگیا تو بیٹا قابض شمار ہوگا اسلیے کہ باپ اُسکا ولی ہی اور اگر بیٹے کے بالغ ہونے کے بعد غلام واپس ہوا تو باپ قابض نہوگا اور بیٹا بذات خود قبضہ کریگا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے مول لیا پھر بیٹا بالغ ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اُسی طرح حاصل ہوگا جیسے تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر چاندی کی ابریق کسی سے سو دینار کو مول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کرلیا اور دینار ادا نہین کیے یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے اور چونکہ اُسی مجلس مین ایک بدل پر قبضہ نہین ہوا تھا بیع الصرف باطل ہوگئی تو مشتری پر واجب ہوگا کہ ابریق بائع کو پھیر دے اگر وہ ابریق مشتری نے اپنے گھر مین رکھ لی اور بائع کو واپس نہ کی اور پھر بائع سے ملاقات کی اور دوبارہ دینارون سے بیع کرکے اُس ابریق کے عوض دینارون کو ادا کردیا پھر دونون جدا ہوگئے تو بیع جائز ہوگی اور صرف ابریق کے خریدنے ہی سے اُسپر قابض ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام مول لیا اور اُسپر قبضہ کرکے ثمن ادا کردیا پھر دونون نے اقالہ کرلیا پھر دوبارہ ایسے حال مین خریدا کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید صحیح ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہین ہی اور دوسری بار خرید مین صرف خریدنے سے اُسپر قابض نہوگا یہانتک کہ اگر اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہوگیا تو اُسکا مرنا عقد اول مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہوجائینگی اور فقط خرید سے قابض نہونا اسواسطے ہی کہ اقالہ کے بعد مبیع اُسکے پاس مضمون بالغیر ہی یعنی ثمن اول کے عوض ضمانت مین ہی اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت مین ہی پس اُسکا قبضہ شے مرہون کے قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اسی طرح اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے جنس سے نہو تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض مول لیا اور ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرکے اپنے گھر مین رکھا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے جسکا اقالہ کیا تھا اُسکو دوبارہ خرید لیا یہانتک کہ خرید جائز ہوگئی تو مشتری صرف خریدنے سے اُسپر قابض ہوجائیگا یہانتک کہ اگر اُسکی دست رسی سے پہلے وہ ہلاک ہوجاے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہوگا اور اقالہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی مین سے بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت مین تھے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُنھون نے اقالہ ایسے حال مین کیا ہو کہ غلام اور باندی دونون زندہ موجود ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونون کے باہمی قبضہ کرلینے کے بعد غلام ہلاک ہوگیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور غلام کے خریدار پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر اسی صورت مین اُس شخص نے جسکے قبضہ مین باندی ہی باندی کے پھیرنے سے پہلے اُسکے بائع سے دوبارہ مول لی اور باندی اُن دونون کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے از سر نو

ف ابریق یعنی چھاگل جسکو [illegible]

قبضہ ہونے سے پہلے وہ باندی مرگئی تو اسکا مرنا پہلی خرید مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہو جائینگی اسلیے کہ باندی غلام کے قبضہ ہونے کے بعد مشتری کے پاس اسطرح قبضہ مین تھی کہ ضمان مین اُسکے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کا قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اور اگر اقالہ کے بعد وہ دونون قائم تھے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اُسکے پاس تھی دوسرے سے بعوض درمہون کے مول لی پھر دونون ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہوگئے تو اُن مین سے ہر ایک اپنے اپنے خرید کا مال گیا اسلیے کہ اُن دونون مین سے ہر ایک اسطرح قبضہ مین ہی کہ اُسکی ضمان مین وہی چیز واجب ہوتی ہی اسی واسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خریدنے سے پہلے انمین سے کوئی ہلاک ہو جاے تو اُسکی قیمت واجب ہوگی **ف** خلاصہ وجہ یہ ہی کہ اس صورت مین نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہی کیونکہ پہلا قبضہ جنس خرید کے قبضہ سے ہی۔ اگر کوئی باندی بعوض درمہون کے اس شرط سے مول لی کہ مشتری کو تین دن تک اُسکا اختیار ہی اور مبیع اور ثمن پر باہم دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے خیار شرط کے حکم سے بیع فسخ کردی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہانتک کہ دوبارہ اُس سے مول لی تو صحیح ہی اور اس صورت مین چاہیے کہ بائع کے قبضہ مین آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اُس باندی کو مول لے تو بیع صحیح ہوجائے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ مین آنے سے پہلے ہلاک ہو تو دوسری خرید باطل ہوجائیگی اور وہ پہلی خرید مین ہلاک ہوگی اسلیے کہ خیار شرط کی صورت مین بیع کے فسخ ہونے کے بعد مبیع پر قبضہ اس طرح ہوتا ہی کہ مشتری پر اُسکے ضمان مین دوسری چیز واجب ہوتی ہی اور وہ ثمن ہے اور اگر اسی صورت مین خیار بائع کے واسطے ہو تو دوسری خرید صحیح ہوگی اور اگر باندی ہلاک ہو تو اُس کی ہلاکت دوسری خرید مین شمار ہوگی اور اگر خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جاے تو جو حکم مشتری کے خیار شرط کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت مین تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اس قسم کے مسائل مین قاعدہ یہ ہی کہ ہر ایسے مقام پر جہان مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان مین کسی ایسے سبب سے فسخ ہوجاے کہ وہ ہر طرح سے سب آدمیون کے حق مین فسخ ہو یعنی اقالہ کی صورت نہو پھر بائع اُسکو اپنے قبضہ مین لینے سے پہلے خواہ اُسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی اور جس مقام مین کسی ایسے سبب سے بیع فسخ ہو کہ بائع اور مشتری کے حق مین فسخ شمار ہو اور غیرون کے حق مین عقد جدید ہوجاے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اُس کو اُسی پہلے مشتری کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح نہوگی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع کی بیوع مین اس کی طرف اشارہ کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے چاندی کی ابریق دوسرے سے چاندی کی ابریق کے عوض مول لی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دونون نے بیع فسخ کردی پھر جدا ہونے سے پہلے دونون نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہین کیا اور جدا ہوگئے تو دوسری بیع اور اقالہ دونون باطل ہوگئے اور پہلی بیع عود کرے گی اسواسطے کہ بیع الصرف مین اقالہ کے بعد دونون بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ مین رہتے ہین اپنی ذاتی ضمانت پر مقبوض نہین ہوتے ہین۔ کسی نے چاندی کی ابریق ایک دینار کے عوض خریدی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسنے دینار مین کچھ زیادتی کردی تو اگر بائع نے اُس زیادتی کرنے کی مجلس مین اُس زیادتی کو قبول کر لیا تو صحیح ہی اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی

ابریق پر ثانیا قبضہ کرنے کی حاجت نہیں ہی اور اگر زیادتی نہین کی لیکن ابریق کی بیع از سرنو کی جو بیع اول ثمن سے مقابلہ میں کمی یا زیادتی سے بھی تو دوبارہ ابریق اور ثمن ثانی پر قبضہ واجب ہوگا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع ٹوٹ جائیگی اور پہلی عود کرے گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔

پانچوین فصل - بیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اسمین نقصان وخیانت کر دینے کے بیان مین - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے اسطرح مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک کرُ گیہون معین اور ایک کرُ جو کہ جو معین تھے خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اُن دونون کو ملادیا تو امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اس ملے ہوے گیہون کی ایک کرُ کی قیمت اندازہ کیجاے اور قبل ملانے اُسی گیہون کی ایک کرُ کی قیمت اندازہ کیجائے پھر گیہون کا جو ثمن ٹھہرا ہی وہ اسپر تقسیم کیا جاوے اور مشتری سے بقدر نقصان ساقط کر دیا جاوے اور مشتری ایک کرُ اس مخلوط کا لے لے اور جو کو اپنے ثمن سے لے لے - ایسے ہی اگر ایک رطل زنبق اور ایک رطل بنفشہ خریدا اور قبل قبضہ دینے کے بائع نے دونون کو ملادیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک رطل زنبق اور سو رطل زیتون کا تیل بیچا اور زنبق کو روغن زیتون کے ساتھ ملادیا تو زنبق کی بیع باطل ہو گئی اور زیتون کے تیل مین سے مشتری اگر چاہے تو سو رطل لے لے مگر اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار رہیگا اگرچہ اس ملانے سے کچھ نقصان نہ ہوا ہو - اگر کسی شخص نے زیتون کے تیل کی مشکی مین دس رطل تیل تولا پھر اُسکو کسی شخص نے اُس سے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو مشکے کے تیل مین ڈالدیا تو مشتری کو اُسکے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو سو درم کو رہن کر دیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مرگیا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور مشتری انمین سے کہ جسکے پاس رہن رکھا یا اُجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہی کسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی لیکن اگر مشتری نے ان لوگون مین سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لے لینگے - اور اگر بائع نے غلام کو مستعار دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا ہبہ کر دیا اُسکے پاس غلام مرگیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اُسنے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جسکے مشقت سے وہ غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو بیع کو باقی رکھے اور جسکو مستعار دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا یا ہبہ کیا تھا اُس سے ضمان لے لے اور ضمان دینے والا بائع سے رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ جسکے پاس ودیعت رکھا ہی اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُس نے بلاحکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مرگیا مگر جس کو مستعار دیا ہی اُس سے قیمت کی ضمان نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُس نے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط مین لکھا ہی - ایک شخص نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو آدھے دامون کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے پس اگر اُسنے بیع کا ترک کر دینا اختیار کیا تو تمام ثمن اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک اُسپر آدھے دام واجب ہون گے - اور اسی طرح اگر بائع نے اُسکو قبضہ سے پہلے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو پورے دامون کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کر دے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ

کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہی کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اُسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور مشتری ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت اُس سے لے لیگا اور جب اُسنے آدھی قیمت حاصل کی تو آدھے ثمن سے جسقدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کردے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کردینا اختیار کیا تو بائع اُسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت لیگا اور آدھے ثمن سے جسقدر زائد ہوگا وہ بھی صدقہ کردیگا کیونکہ اصل جنایت اگرچہ بائع کی ملکیت مین نہین پائی گئی مگر انجام کار کے لحاظ سے یہی ہی کہ گویا اُسی کی ملکیت مین یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اُسپر قبضہ کرلیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مرگیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہوجائینگے اور آدھے دام اُسپر واجب ہون گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آئیگا اسواسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہی کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہی اور اصل شی کی ملکیت کی تاکید کرتا ہی پس بائع کی خطا اور اُسکے اثر مین مشتری کی ملکیت تصرف حائل ہوگئی تو اُس اثر کرنے کی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کیجائیگی اسواسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہی چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی صدمہ سے مرگیا تو ہاتھ کاٹنے والا فقط ہاتھ کاٹنے کی ضمان دیگا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ مین لاکر اُسکو ثمن کے واسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت مین پوری ملکیت ثابت نہین کرتا ہی تو خطا اور اُسکے اثر مین کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہریگی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت اُسکی خطا کی طرف منسوب رہیگا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کرلیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مرگیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہوجائینگے اور اگر کسی اور سبب سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہون گے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ اسکو کسی نے عمداً قتل کرڈالا تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظم رہ کے قول کے موافق مشتری مختار ہی اگر بیع پوری کرنی اختیار کرے تو قصاص کا حق اُسکے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دینی اختیار کرے تو قصاص کا حق بائع کے واسطے ہوگا اور امام ابویوسف رہ کے نزدیک اگر بیع اختیار کریگا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دی تو قصاص نہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملے گی اور امام محمد رہ نے بحکم استحسان فرمایا کہ دونون صورتون مین قیمت ملیگی اور قصاص واجب نہوگا اور یہ فعل اُن کے نزدیک بمنزلۂ قتل خطا کے ہوا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُسکے قتل کرڈالنے کا حکم کیا اور اُسنے اُسکو قتل کرڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے اور بائع کو اُسکے دام دیدے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا کچھ رجوع نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اس صورت مذکورہ مین بجاے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی درزی سے کہا کہ میرے واسطے اسکی قمیص قطع کردے خواہ اُجرت سے یا بلا اُجرت تو مشتری درزی سے ضمان نہین لے سکتا ولیکن بائع سے قیمت لے لیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُسکے ذبح کرنے کا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُسکے فروخت ہوجانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہی لیکن اس صورت مین اگر مشتری نے

اُس سے ضمان [illegible] بائع سے کچھ نہین لے سکتا اور اگر ذبح کرنے والا اسکے فروخت ہونے کو نہ جانتا تھا تو مشتری اُس سے تاوان نہین لے سکتا [illegible] اور اگر کسی نے کسی کو اپنی ایک بکری [illegible] کا حکم کیا پھر ذبح ہونے سے پہلے اُس بکری کو بیچ ڈالا پھر [illegible] ہوتے اُسکو ذبح کرنے پر مامور نے [illegible] تھا اسنے ذبح کرڈالی تو [illegible] ذبح [illegible] نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُسکو بیع کی خبر نہوئی ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور غلام [illegible] ہاتھ کاٹنے کا جو مسئلہ مذکور ہی اس صورت مین اگر خود مشتری نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو وہ غلام پر قابض ہوگیا پس اگر بائع کے مشتری کو دینے سے منع کرنے سے پہلے وہ غلام بائع کے پاس اس ہاتھ کاٹنے [illegible] کسی سبب سے ہلاک ہو اتو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر بائع نے اُسکو روکا تھا پھر ہاتھ کٹنے [illegible] سے وہ مرگیا تو بھی مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ہاتھ کٹنے کے سوا اور وجہ سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہونگے۔ اور اگر بائع نے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو وہ غلام مشتری کو آدھے دامون پر لازم ہوگا اور مشتری کو لینے و نہ لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے خود پہلے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو تین چوتھائی دام دیکر اُسکو لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو اسپر آدھے دام واجب ہونگے اور اگر مشتری نے ثمن ادا کردیا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ خود اُسکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے اُسکا پانون دوسری طرف سے کاٹ ڈالا پھر وہ اُن دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو بلا اختیار غلام مشتری کو لازم ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور بائع پر اس ہاتھ کٹنے ہوئے غلام کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ثمن اداکرنے کی صورت مین اگر بائع نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے اُسکا پانون کاٹا تو غلام مشتری کو آدھے دامون پر لازم ہی اور آدھے دام جو اُسنے دیے ہین بائع سے واپس لے گا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب غلام اُن دونون کے زخمون سے اچھا ہوگیا ہو اور اگر نہ اچھا ہوا اور دونون کے اثر سے مرگیا پس اگر بائع نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا تھا پھر مشتری نے اُسکا پانون کاٹا اور اُن دونون کی وجہ سے غلام بائع کے پاس مرگیا تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا تو کل ثمن کے تین آٹھوین[ع٥] حصہ پر مشتری کو غلام لازم ہوگا اسواسطے کہ بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے آدھا ثمن ساقط ہوگیا اور مشتری نے پانون کاٹ کر باقی آدھا تلف کردیا اور چوتھائی غلام بچا ہوا دونون کے زخمون کے اثر سے تلف ہوگیا پس یہ چوتھائی دونون پر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا۔ اور اگر مشتری نے ثمن ادا کردیا تھا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کرلے گا کیونکہ اُسنے پہلے آدھا غلام تلف کردیا ہی۔ اور آٹھوان حصہ غلام کی قیمت بھی لیگا کیونکہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد آٹھوان حصہ بائع کے زخم کے اثر سے تلف ہوا۔ اور اگر ایسے مسئلہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ مشتری نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا ہی تو اُسپر ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ واجب ہونگے اور اگر ثمن ادا کردیا تھا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور بائع پر تین آٹھوان حصہ قیمت کا لازم آئیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے

ع٥ قولہ تین آٹھوان یعنی آٹھ حصون مین سے تین حصہ ١٢ منہ

ع٥١ قولہ [illegible] کہا جاوے کہ وقوع مسئلہ اسی صورت مین [illegible]

اُسکا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پانون کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس صدمہ سے مرگیا تو بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے آدھا ثمن ساقط ہوگیا پھر غور کیا جائیگا کہ مشتری کے ہاتھ یا پانون کاٹنے کی وجہ سے غلام مین کسقدر نقصان آیا ہو پس اگر باقی کے چار یا پانچوین حصہ کے قدر نقصان آیا ہو تو آدھے ثمن کا چار یا پانچوان حصہ مشتری پر واجب ہوگا اور باقی جتنا پانچوان حصہ دونون کے زخمون سے تلف ہوا تو اسکا آدھا بھی مشتری پر واجب ہوگا پس مشتری کے ذمہ کل ثمن کے دس حصون مین کے ساڑھے چار حصہ واجب ہون گے اور بائع کے زخم اور اُسکے اثر کی وجہ سے دس حصون مین کے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوجائین گے یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر بائع نے اول اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے ملکر دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا پھر غلام اس صدمہ سے مرگیا تو مشتری کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے تین حصہ اور ایک تہائی حصہ اُسکے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے واجب ہون گے اور مشتری اجنبی سے آٹھوان حصہ پورا اور ایک آٹھوین کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا اسواسطے کہ نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ثمن ساقط ہوگیا اور باقی کا نصف ان دونون کے زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ چوتھائی ثمن عائد ہوگا اور ایک چوتھائی جو باقی ہو وہ سب کے زخم کے اثر سے تلف ہوا پس ہرایک کے ذمہ اُسکی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ مین ایسے عدد کی ضرورت ہو جسکی چوتھائی اور اُس چوتھائی کا آدھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد چوبیس ہو **ف** مترجم کہتا ہو کہ خلاصہ یہ ہو کہ کل ثمن کے چوبیس حصہ کرکے مشتری دس حصہ ادا کرے اور چودہ حصہ ساقط ہوجائینگے اور مشتری اجنبی سے قیمت کے چوبیس حصون مین سے پانچ حصہ لیوے اور مشتری اس قیمت مین سے اگر اسقدر کے ثمن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اس لیے کہ یہ فائدہ اُسکی ملکیت اور ضمان مین حاصل ہوا ہو۔ اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے ملکر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور غلام مرگیا تو مشتری کے ذمہ اُسکے زخم کرنے کی وجہ سے ثمن کی چوتھائی واجب ہوگی اور اُسکے زخم سے جان جانے کی وجہ سے آٹھوین کی دو تہائی واجب ہوگی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے چوتھائی قیمت لیگا اور جان جاتے رہنے کی وجہ سے آٹھوین حصہ کی دو تہائی قیمت اُسکی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہو وہ مشتری کو ملے گا اسلیے کہ مشتری نے اجنبی کے زخم کے بعد جب خود پانون کاٹا تو اُسنے اجنبی کا دامنگیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے ملیگا اگر وہ چہارم ثمن سے زیادہ ہو تو زیادتی کو صدقہ کردے اس واسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلاضمان چیز پر حاصل ہوا ہو اور اُسکے جان کے عوض جو کچھ لیگا اُسمین سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُسکی ضمانت مین حاصل ہوا ہو اس لیے کہ وہ اُسوقت حادث ہوا جب غلام مشتری کے ضمان مین داخل ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری اور اجنبی نے مل کر معاً اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور ان سب کی وجہ سے غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر اُسنے بیع کو اختیار کیا تو اُسکے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور ثمن کے آٹھ حصون مین کے دو حصہ پورے اور ایک حصہ کی دو تہائی ساقط ہوجائیگی جو بمقابلہ بائع کے زخم اور اُسکے اثر کے ہو پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین

ع

حصہ اور ایک آٹھوین حصہ کی دو تہائی لے لیگا اور زیادتی کو صدقہ نہ کریگا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع کو توڑنا اختیار کیا تو جسقدر اُسکے زخم اور اُسکے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ مین ثمن کا حصہ ہو یعنی دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی وہ اُسکو دینا لازم ہوگا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور بائع اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی لیگا اور اگر اُسمین ثمن پر کچھ زیادتی ہوگی تو اُس زیادتی کو صدقہ کر دیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دو شخصون سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دونون بیچنے والون مین سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی اور ان سب صدمون سے غلام بائع کے قبضہ مین مر گیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوگا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا جو اُسکی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہون گے اور وہ اُسکی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیر لے گا اور جو کچھ اُسکو دینا چاہی اگر اُس سے کچھ زیادہ ملے تو اُسکو صدقہ کر دے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اُسکو ملے وہ اُسکے لینے حلال ہوگی۔ اگر دو شخصون نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُسکا پانون کاٹا پھر بائع نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی پھر غلام ان صدمون سے مر گیا پس اگر دونون مشتریون نے بیع توڑ دی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ واجب ہون گے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھوان اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لازم ہوگا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لے گا اور اگر دونون مشتریون نے بیع کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی تہائی واجب ہوگی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیر لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دو بکریان خریدین اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینگ مارا اور وہ مر گئی پس مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جو کھا گیا تو بھی گدھے کو اگر چاہے اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے۔ کیونکہ سینگ والے جانورون کا فعل باطل ہوتا ہی تو گویا دوسری بکری آسمانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار رہی کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ اور اسی طرح اگر ایک غلام اور کھانا خریدا پھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا فعل معتبر ہوتا ہی پس مشتری پہلے کے فعل سے تلف ہونے والی چیز کا قابض شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور ایسی صورت مین اگر ایک غلام اپنی موت سے مر گیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُسکے ثمن کے حصہ کے عوض لے لے

اور اگر دو چوپائے مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے اُن دونون مین سے ایک مرگیا تو باقی کو اگر مشتری چاہے تو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو ترک کردے اور جامع مین مذکور ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُس کے بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی اور لڑکے مین سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کرڈالا تو باقی کو پورے ثمن کے عوض اگر مشتری چاہے تو لے لے اور اگر چاہے ترک کردے اور اگر اُسنے لے لیا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو پورے ثمن پر اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پا لیا اسواسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین ہو اُسکا بائع ضامن ہی- اور اگر کسی قدر معین جَو کے عوض ایک گدھا بیچا اور بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ گدھا جَو کھا گیا تو بیع فسخ ہوجائیگی اور بائع اپنا پورا ثمن پانے والا شمار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور نوادر مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک باندی خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مشتری نے اُس سے وطی کی پھر بائع نے ثمن کے واسطے باندی کو روک لیا اور باندی اُسکے پاس مرگئی تو بالاتفاق مشتری پر عقر واجب نہوگا یہی مختار ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی

چھٹی فصل

اس بیان مین کہ دونون عقد کرنے والون کو بیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین کیا مؤنت برداشت کرنا لازم ہی- اصل یہ ہی کہ مطلق عقد اس بات کو چاہتا ہی کہ وقت عقد کے جسپر عقد ہوا ہی وہ شی جہان موجود تھی وہان سپرد کیجاوے اور یہ نہین چاہتا کہ جس جگہ عقد ہوا ہی وہان سپرد کیجاے اور ہم لوگون کا ظاہر مذہب یہی ہی یہانتک کہ اگر مشتری نے گیہون خریدے اور مشتری شہر مین موجود تھا اور گیہون سواد شہر مین تھے تو بائع پر اُنکا سواد شہر مین سپرد کرنا واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر گیہون بالیون کے اندر خریدے تو بائع پر اُن کو کوٹ کر روندکر اور صاف کرا کے مشتری کو دینا واجب ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور بھوسہ بائع کا ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر گیہون ناپ کے حساب سے خریدے تو اُنکا ناپنا بائع کے ذمہ ہی اور مشتری کے برتن مین بھر دینا بھی بائع کے ذمہ ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کسی سقہ سے مشک مین پانی خریدا تو پانی کا بھر دینا سقہ کے ذمہ ہی اور ایسے باب مین رواج معتبر ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور جو مقداری چیزین کہ اُن کو بالمقطع فروخت کیا جیسے چھوہارے یا انگور یا لہسن یا گاجر تو اُن کا اُکھاڑنا اور کاٹنا مشتری کے ذمہ ہی اور مشتری صرف روک اُٹھا دینے سے قابض ہوجائیگا اور اگر ناپ یا تول دینے کی شرط کی تو اُسکا کاٹنا یا اُکھاڑنا بائع کے ذمہ ہی مگر اس صورت مین کہ بائع خبر دے کہ یہ چیز وزن مین اسقدر ہی پس اس صورت مین یا مشتری اُسکی تصدیق کریگا تو وزن کرنے کی حاجت نہوگی یا تکذیب کریگا تو خود تول لے گا اور صحیح اور مختار یہ ہی کہ وزن بالکل بائع پر ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر ایک کشتی مین سے گیہون خریدے تو کشتی سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی اور اگر کسی گھر مین سے خریدے تو دروازہ کھولنا بائع کے ذمہ اور گھر سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی- اسی طرح اگر کچھ گیہون یا کپڑے جو تھیلے مین بھرے ہوے تھے بیچے اور تھیلے کو نہ بیچا تو تھیلے کھولنا بائع کے ذمہ اور تھیلے سے باہر نکالنا مشتری کے ذمہ ہی یہ

محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزون کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزون سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اور ثمن تولنے والے کی اُجرت مشتری پر ہی اور یہی قول مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اور ثمن پرکھنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہی اگر مشتری ثمن کھرے ہونے کا دعوے کرے اور صحیح یہ ہی کہ ہر صورت مین یہ اُجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتوے ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی- اور یہی ظاہر روایت ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور پرکھنے والے کی اُجرت مشتری کے ذمہ ہونا اُسوقت تک ہی کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہی اور بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اسکو میرے گھر مین ادا کرے تو جائز ہی مگر امام محمد رح اس مین خلاف کرتے ہین اور اگر کچھ لکڑیان کسی گانون مین خریدین اور خرید کے ساتھ ہی ملا کر کہا کہ اسکو میرے گھر پہونچادے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ایک گٹھہ لکڑی کا خریدا تو بائع پر رواج کے موافق لازم ہی کہ اُسکو مشتری کے گھر پہونچاوے اور صلح النوازل مین محمد ابن سلمہ سے روایت ہی کہ جو چیزین چوپایون کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہین جیسے لکڑی یا کوئلہ وغیرہ ایسی چیزون کو اگر بائع مشتری کے گھر پہونچادینے سے انکار کرے تو وہ پہونچادینے پر مجبور کیا جائیگا اسی طرح اگر چوپاے کے پشت پر لدے ہوئے گیہون خریدے ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اگر گیہون کی ڈھیری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو مشتری کے مکان مین پہونچادے تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ فتاوے صغرے مین لکھا ہی- اگر بکریون کی پشم ایک بچھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے بچھونا اُدھیڑنے سے انکار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکے اُدھیڑنے مین کچھ ضرر ہو اور دوسرے یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت مین اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہی اور دوسری صورت مین اُسپر جبر کیا جائیگا لیکن اُسی قدر کہ جس سے مشتری دیکھہ سکتا ہو پس اگر مشتری اُسکے لینے پر راضی ہو جاے تو بائع تمام اُدھیڑنے پر مجبور کیا جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین مذکور ہی اور نصاب مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوشتہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرادینے کو کہا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ دو گواہون کی گواہیان کرادیوے یہی مختار ہی کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہی لیکن یہ حکم بائع کو اُسوقت کیا جائیگا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس لاوے جنکو بیع پر گواہ کردے اور بائع کو گواہون کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ دیجائیگی یہ مضمرات مین لکھا ہی- پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کریگا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کے لیے ایک نوشتہ لکھکر اُسپر گواہی کرادے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اسی طرح بائع قدیمی نوشتہ کو مشتری کے حوالے کردینے پر بھی مجبور نہ کیا جائیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی ولیکن بائع کو حکم کیا جائیگا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تاکہ مشتری اُس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند رہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند رہے گا یہ فتاوے صغرے مین لکھا ہی- پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کہ جس سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفر رح نے ایسی باتون مین فرمایا کہ وہ مجبور کیا

جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی

پانچوان باب

اُن چیزون کے بیان مین کہ جو بدون صریح ذکر کیے ہوئے بیع مین داخل ہوجاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین اور اس باب مین تین فصلین ہین

فصل اول

دار وغیرہ کی بیع مین جو چیزین داخل ہوتی ہین اُنکے بیان مین واضح ہو کہ دار یعنی گھر ایسے ہی جسکو فارسی مین سراے کہتے ہین اور وہ عربی محاورہ مین منزل اور بیت کو شامل ہوسکتا ہی اور منزل اُترنے کی جگہ کو کہتے ہین جس مین چند بیت ہون اور بیت ایسی عمارت کو بولتے ہین جسکی چہاردیواری اور چھت اور دروازہ ہو اور یہ محاورہ عرب کا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ جسکے اوپر بھی ایک منزل ہی تو اوپر والی اُسکی ملک نہوئی مگر اُس صورت مین کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ اپنے ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہو خریدی یا کہا کہ اپنے مرافق یعنے نفع دینے والی چیزون کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل وکثیر کے ساتھ کہ جو اُسمین ہی یا اُس سے ہی خریدی تو داخل ہوجائیگی اور دار کی بیع مین بالاخانہ داخل ہوجاتا ہی اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ مثل اسکے ہین ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ بدون ذکر ہر حق واسکی مثل کے نیچے کا مکان داخل ہوجاتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک بیت خریدا تو اُسکا بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدا ہوتا وقتیکہ صریح طور پر بالاخانہ کا ذکر نہ آوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اُسپر بالاخانہ نہو تو اُسکو بنالینے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہی اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتون مین بالاخانہ داخل ہوجائیگا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اسلیے کہ ہمارے محاورہ مین ہر مسکن کو خانہ کہتے ہین خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سواے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ محلسرا کہلاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی **ف** امید ہی کہ اُردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورۂ عرب کے موافق علحدہ علحدہ حکم پر شامل نہو واللہ علیم۔ اور جناح دار بیع مین داخل ہوجاتا ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور ظلہ جو راستہ پر ہوتا ہی پس وہ یا بطور چھتہ کے کہ جسکا ایک کنارہ اس مکان کے دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ دوسرے مکان کے دیوار پر یا وہ مکان سے باہر ستونون پر بنایا جاتا ہی گھر کی بیع مین داخل نہین ہوتا ہی مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدا جاوے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک اگر اُس سائبان کی راہ اس دار کی طرف ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر اُسکی راہ مکان کی جانب ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا بشرطیکہ حقوق یا مرافق کا ذکر کیا ہو اور اگر اُسکی راہ مکان کی جانب نہین ہی تو داخل نہوگا اگرچہ حقوق ومرافق کا ذکر کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اُسکی عمارت بیع مین داخل ہوجائیگی اگرچہ نام بنام نہ بیان کیجاوے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدا تو اُسکا خاص راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر کے داخل نہوگی اور اگر اُسکو مع حقوق ومرافق خریدا تو داخل ہوجائیگی یہی اصح ہی یہ فتاوے صغرے مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار مین سے خریدا تو اُسکا کوئی خاص راستہ اس دار مین سے منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُسکو ہر حق ومرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل وکثیر کا لفظ کہے تو

جناح دار یعنی

البتہ مذکور راستہ ملے گا اور یہی حال پانی بہنے کی موری کا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- اگر کسی نے ایک دار خریدا تو اُسکا خاص راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہوگا اور اگر دار بیچا اور اُسکے حقوق و مرافق کا ذکر کیا یا مع ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل ہی اور اُس سے خارج ہی فروخت کیا تو خاص راستہ داخل ہوجائے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہین ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر صریح طور پر یا حقوق و مرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیع مین داخل نہوگا اور باقی دونون راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور اسی طرح پانی بہنے کی موری کا حق جو خاص ملک مین ہو یہی حکم ہی اور کسی ملکیت خاص مین برف ڈالنے کا حق بھی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہین ہوتا مگر جبکہ صراحتہً ذکر کرے یا حقوق و مرافق مین شامل کر لے یہ محیط مین لکھا ہی- اور شرب یعنے سینچنے کا حق اور گزرگاہ کے واسطے ثمن مین سے ایک حصہ ہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے ایک دار بیع گزرگاہ کے بیچا پھر گزرگاہ کے سوا اُس دار کا کوئی شخص مستحق ہوا تو ثمن دار اور گزرگاہ پر تقسیم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہی- اور جب خاص راستہ بیع مین داخل نہوا اور اُسکی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہین ہی تو مشتری کو بیع واپس کرنیکا اختیار ہی بشرطیکہ مشتری بیع کے وقت اس حال سے واقف نہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہی- اور اگر بیت مین کوئی دروازہ رکھا ہوا ہی تو وہ بیت کی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی- اور لکڑی اور بوسہ کہ جو بیت مین رکھا ہو بدون شرط کے بیع مین داخل نہین ہوتا ہی یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اگر بالاخانہ بنا ہوا ہو تو اُسکی بیع بدون نیچے کے مکان کے جائز ہی اور اگر بنا ہوا نہین ہی تو جائز نہین ہی پھر پہلی صورت مین اُسکا خاص راستہ جو دار مین ہی بدون حقوق و مرافق ذکر کرنے کے بیع مین داخل نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور نیچے کے مکان کی چھت اُسکے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اُسکے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ بالاخانہ گر پڑے تو مشتری کو پہونچتا ہی کہ اُسپر دوسرا بالاخانہ مثل پہلے بالاخانہ کے بنالے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر نیچے کا مکان بیچا گیا خواہ اُسکی عمارت بنی ہوئی ہو یا گر گئی ہو اُسکی بیع دونون صورتون مین جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- اور اگر کسی منزل کا بالاخانہ خریدا اور اُس سے راستہ کا استثنا کیا تو صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی- اور اگر ایک دار بیچا اور حقوق و مرافق کا یا ہر قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو جو کچھ اُسمین ہی بیت اور منزلین اور بالاخانہ اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزین جو اُسکے حدود اربعہ کے اندر موجود ہین از قسم باورچی خانہ اور تنور اور پاخانہ وغیرہ سب بیع مین داخل ہوجائینگے یہ مضمرات مین لکھا ہی اور دار کی بیع مین مخرج اور اصطبل اور کنوان داخل ہوجاتا ہی خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دار مین سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزین بدون ذکر کے داخل نہ ہون گی اور یہ حکم اُسوقت تک ہی کہ جب اصطبل وغیرہ دار مبیعہ کے اندر داخل ہون اور اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہی ہو وین تو بدون ذکر کے داخل نہ ہون گی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کوئی بیت بیچا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہین کہ جسکی چھت ہو اور اُس مین دروازہ لگا ہو پس اُسکی دیوارین اور چھت اور دروازہ داخل ہوجائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور قریہ کا حکم دار کے مانند ہی پس اگر قریہ یا دار مین کوئی دروازہ یا پنچ یا لکڑیان یا پکی اینٹین رکھی ہوئی ہون تو اُس مین سے کوئی چیز بیع مین

بیع

داخل نہوگی اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا جاوے اور اسی طرح اگر دار کی بیع مین ہر قلیل و کثیر کہ جو اُس مین ہو یا اُس سے ہو ذکر کیا تو بھی ان چیزون مین سے جو مذکور ہوئین کوئی چیز بیع مین داخل نہوگی (قلیل و کثیر کے ذکر بیع مین داخل ہوگی ۱۲ منہ) یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر ایک دار بیچا کہ جسکا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اسکو اُسکے مالک نے بند کر کے اُسکا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دار کو مع حقوق کے بیچ ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر کسی نے منجملہ منزل کے ایک بیت معین کو اُسکے حدود اور حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل مین جاوے اور منزل کا مالک اُسکو داخل ہونے سے منع کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل مین ہوکر بیان کر دیا تھا تو اب اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر پہلے نہین بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہا کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرے کا پائخانہ دوسرے حجرے مین تھا اور اُسکا راستہ اور سرا پہلے حجرہ مین ہی پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جسکے اندر پائخانہ ہی اور دروازہ نہین ہی فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا حجرہ کہ جس مین پائخانہ کا سرا ہی فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کے واسطے ایک نوشتہ لکھدیا تو ابو بکر بلخی رحمہ نے فرمایا ہی کہ اگر پہلے نوشتہ مین اُسنے لکھا کہ اسکے مشتری نے اسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُسمین سے پائخانہ کا کہ جسکا دروازہ دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پائخانہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُسنے پائخانہ کا کہ جسکا دروازہ حجرہ مین ہی استثناء کر لیا ہی تو پہلے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پائخانہ اپنے حجرہ سے دور کرے یا اُسکی راہ بند کر دے اور دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن سے لے لے ورنہ ترک کر دے بشرطیکہ اُس عورت نے بیع مین پائخانہ کی شرط کی ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - ابو بکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہین اور ایک کا پائخانہ دوسرے مین ہی اور اُسکا دروازہ دوسرے مین سے ہی پھر اُس نے وہ حجرہ کہ جس مین پائخانہ کا دروازہ ہی فروخت کیا پھر اُسکے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کے واسطے بیعنامہ لکھدیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ مین یہ لکھا ہی کہ مشتری نے اسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُس سے اُس پائخانہ کا جو دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پائخانہ جو دوسرے حجرہ مین ہی حجرہ ثانیہ کے واسطے اپنی حالت پر باقی رہیگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُس پائخانہ کا کہ جو پہلے حجرہ مین ہی استثنا مذکور نہین ہی تو دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پائخانہ اپنے حجرے سے دور کر دے اور اگر دور نہ کیا تو اُسکو راہ بند کرنے کا اختیار ہی اور دوسرا مشتری مختار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیوے ورنہ ترک کرے اگر اس عورت نے اسکے واسطے بیع مین پائخانہ کی شرط کی ہو یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی **ف** یہ قول امام ابو بکر رحمہ اللہ کا حاوی مین ہی اور فتاوے قاضی خان سے بھی نقل کیا گیا مگر دونون مین اختلاف ظاہر ہی اور نقل حاوی مین ایک نوع کا تامل ہی واللہ اعلم - ایک دار مین چند بیت تھین کہ جنمین سے بعضے معین کر کے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اُٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہوا تو بائع کو اُسکے اُٹھانے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر بعضے بیت اُسکے حقوق سے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر بکے ہوے دار مین بائع کے

دوسرے دار یعنی اگر کسی دار کے پہلو میں کوئی راستہ یا پانی کی موری ہو اور بیع ہر حق کے ساتھ ہوئی ہو تو یہ سب راستہ اور موری مشتری کی ہو گی اور اسکو روکنے کا اختیار ہوگا اور بکے ہوئے دار کی دیواروں سے وضعیان اُٹھالینے کا بھی بائع کو حکم کیا جائیگا اسی طرح تہ خانہ جو اُس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اُس صورت میں کہ بائع استثنار کرلے اور استثنار کرنے میں مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا وضعیان یا سرداب کسی اجنبی کا بطور اجنبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب میں شمار ہوگا کیونکہ مشتری اُسکو منع نہیں کرسکتا ہے پس مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر عاریت کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ لازمی حق نہیں ہے اب اس صورت میں اگر بائع استثنار کا دعوی کرے تو اُسکا قول معتبر رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک دار کہ جس میں باغ تھا خریدا تو باغ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بیع میں داخل ہو جائیگا اور اگر اُس دار سے باہر ہو تو داخل نہوگا اگرچہ اُسکا دروازہ دار میں ہو ایسا ہی فرمایا ہے ابو سلیمان رح نے - ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر بیچنے پر راضی ہو گیا تو فقہا نے کہا ہے کہ رقبہ موری کا اگر اسکا تھا تو اُسکو ثمن میں سے حصہ ملیگا اور اگر صرف پانی بہنے کا حق تھا تو اُسکو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور جب وہ گھر کے بکنے پر راضی ہوا تو اُسکا حق باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے - اور عیون میں مذکور ہے کہ اگر ایسا دار بیچا کہ جس میں کوئی عمارت نہ تھی اور اس میں ایک پانی کا کنواں اور کنوئیں میں کچھ پختہ اینٹیں جگت میں اور دیگر چیزیں کنوئیں سے متصل ہیں تو سب بیع میں داخل ہو جائینگی اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایسا گھر بیچا کہ جس میں کنواں تھا اور اُس کنوئیں پر چرخ لگا ہوا تھا اور ڈول و رسی تھی پس اگر مع مرافق بیچا ہے تو رسی اور ڈول بیع میں داخل ہو جائیگا کیونکہ یہ دونوں مرافق میں شمار ہیں اور اگر مرافق کا ذکر نہ کیا تو دونوں چیزیں داخل نہوں گی ولیکن چرخ ہر صورت میں داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ اُس سے متصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دار کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق تبعیت دار کے بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز عمارت سے متصل نہو بدون ذکر کے داخل نہیں ہوتی لیکن اگر ایسی چیزیں ہیں کہ لوگوں میں یہ بات معروف ہے کہ اُن کے دے دینے میں بائع مشتری سے بخل نہیں کیا کرتا ہے تو بلا ذکر بھی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلق بلا ذکر بیع میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے - اور قفل دکان و دار و بیت کا بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اگرچہ بیع کے وقت دروازہ میں قفل لگا ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور غلق کی کنجی بطور استحسان کے بیع میں داخل ہو جاتی ہے - یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے - اور قفل کی کنجی بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے - یہ محیط میں لکھا ہے - سیڑھیاں اگر جڑی ہوئی ہوں تو دار او بیت کی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اور اگر جڑی ہوئی نہوں تو اُنمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ داخل نہیں ہوتی ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اور تخت وہی حکم رکھتے ہیں جو سیڑھیوں کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے - اجار بیع دار میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ نرکلوں کا ہو یا کچی اینٹوں کا کیونکہ وہ مرکب ہے اور اجار اصل لغت میں چھت کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد وہ سترہ ہے جو چھت کے اوپر بنا ہوا ہو اور بیت کی بیع میں تختہ بالاخانہ کے یہ بھی داخل نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - تنور اگر گڑا ہوا ہے تو مکان کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر گڑا نہیں ہے تو داخل نہیں ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے - عیون میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دار خریدا اور اُس میں اونٹ چکی ہے اور تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خرید کیا تو یہ چکی بیع میں داخل

ہو گی اور نہ اُسکی متاع مشتری کو ملیگی برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی اور اُس میں پن چکی ہو تو وہ پن چکی مشتری کو ملے گی اور اسی طرح جو چرخ اُس زمین میں لگا ہو وہ بھی اس مشتری کا ہو اور جو رسا بارنج کا ہوتا ہو اور اُسکی لکڑیوں کا بھی یہی حکم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے چکی کا گھر مع جمیع حقوق کے جو اُسکو ثابت ہیں یا ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں ہیں مول لیا تو امام محمد رح نے شروط میں لکھا ہو کہ اُسکے اوپر اور نیچے کے دونوں پاٹ مشتری کے ہوں گے یہ ظہیریہ میں لکھا ہو اور اگر کسی نے آدھی دہلیز اپنے شریک یا غیر کے ہاتھ بیچی تو باہر کا نصف دروازہ بھی بیع میں شامل ہو جائیگا یہ قنیہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی پایہ لکڑی یا ساکھو کا دار میں اس طرح ہو کہ در اصل وہ عمارت میں ہو تو دار کی بیع میں بلا ذکر شامل ہو جائیگا اور اگر در اصل عمارت میں نہیں ہو بلکہ اُسکو اُٹھاکر جابجا رکھ سکتے ہوں تو وہ بائع کا ہوگا اور یہ سیڑھیوں کے مانند ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اسی طرح زنجیریں اور قندیلیں جو چھت میں جڑی ہوں انکا بھی یہی حکم ہو یہ تاتارخانیہ میں فتاوے عتابیہ سے منقول ہو۔ اگر کسی نے ایک دار مول لیا اور دروازہ میں جھگڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہو اور مشتری نے کہا کہ میرا ہو تو اگر وہ دروازہ جڑا ہوا اور عمارت میں لگا ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہیں بلکہ اُکھڑا ہوا ہو تو مکان اگر بائع کے قبضہ میں ہو تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو اُسکا قول مان لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور منتقی میں ہو کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے یہ بیت اور جو اُسکے دروازہ کے اندر بند ہو تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان وغیرہ اُس دروازہ میں بند ہو وہ مشتری کی ملکیت نہ ہو جائیگا البتہ جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں سے ہو نگی وہ ملینگی پس بائع کا یہ قول صرف حقوق کے معنی میں لیا جاویگا اور ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہو بیچا تو اُسکا کیا حکم ہو اُنھوں نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں ہیں وہی شامل ہوں گی۔ اور اگر کہا کہ اس مکان اور اُسکی متاع پر بیع قرار دیتا ہوں تو یہ جائز ہو اور اس صورت میں وہ متاع بھی شامل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور نوازل میں ہو کہ امام ابو بکر رح سے کسی نے سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہیں اور ایک مکان کے نیچے تہ خانہ ہو کہ اُسکا دروازہ دوسرے مکان میں ہو پس اُس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس میں تہ خانہ کا دروازہ ہو فروخت کیا پھر اُسکے بعد دوسرا مکان بیچا اُنھوں نے فرمایا کہ تہ خانہ اُس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جسکے مکان میں اُسکا دروازہ ہو اور اگر وہ مکان کہ جسکے نیچے تہ خانہ ہو پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہ خانہ اُسکا ہوگا کہ جسکے مکان میں اُس کا دروازہ ہو۔ شیخ ابو نصر رحمہ اللہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس میں ایک تہ خانہ ہو اور اُسکا دروازہ اس خریدار کے گھر کی طرف ہو اور اسفل اُسکا پڑوسی کے گھر کی طرف ہو یا ایک پاخانہ اسی طرح کا ہو پس اس مشتری اور پڑوسی میں باہم جھگڑا ہوا تو بیع کس کو ملنی چاہیے اُنھوں نے فرمایا کہ تہ خانہ اُسکا ہو کہ جسکی طرف اُسکا دروازہ ہو لیکن اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکو دلادے گا اور اس صورت میں اگر مشتری نے اُس مکان کو مع حقوق کے خریدا تھا تو اُسکو اختیار ہو کہ بائع سے اُسقدر ثمن کہ جو اس تہ خانہ کے حصہ میں آوے پھیر لے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کوچہ غیر نافذہ میں تھے کہ ہر ایک میں اُسنے ایک ایک شخص کو ساکن کیا

پس اُن دونوں رہنے والوں مین سے ایک نے ایک سائبان بنایا جسکی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس مین خود رہتا ہے اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس مین دوسرا شخص رہتا ہے اور سائبان کا دروازہ صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہے پھر اُس سائبان بنانے والے نے مالک مکان سے اُس مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق و مرافق کے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے مکان مین رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جس مین رہتا تھا مع حقوق و مرافق کے بیع کرنے کی درخواست کی اور مالک نے اُسکے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونوں مشتریوں مین جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اُس سائبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے تتمہ مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مول لی تو اُسکے نیچے کی زمین بیع مین شامل ہو جائیگی اور یہ مسئلہ تحفہ مین بدون اختلاف ذکر کرنے کے اسیطرح مذکور ہے مگر محیط مین اسکو امام محمد و حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیع مین داخل نہین ہوتی ہے لیکن اُسکی نیو کو بعض نے کہا کہ بموجب ظاہر مذہب امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک مکان یا ایک دوکان مول لی اور اُسکی دیوار گر گئی اور اُسمین سے کچھ سیسا یا سال یا اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر عمارت کی لکڑی ہے جیسے کہ اکثر دار کے نیچے رکھی جاتی ہے تاکہ اُسپر بنیاد قائم کیجائے جسکو فارسی مین شع بولتے ہین تو وہ مشتری کی ملکیت ہے اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بائع کی ملکیت ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی نے ایک دوکان بیچی تو دوکان کے تختے بیع مین داخل ہو جائینگے خواہ دوکان مع مرافق بیچی ہو یا مع مرافق نہ بیچی ہو یہی مختار ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دوکان کے سامنے کوئی سائبان ہے جیسا کہ بازارون مین ہوتا ہے پس اگر مرافق کا ذکر کیا ہو تو بیع مین داخل ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر لوہار نے اپنی دوکان بیچی تو اُس کی بھٹی بیع مین داخل ہو جائیگی اگرچہ مرافق کا ذکر نہ کیا ہو اور سُنار کی بھٹی بیع مین داخل نہین ہوتی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اسواسطے کہ لوہار کی بھٹی اُسکی دوکان مین مرکب و متصل ہوتی ہے اور سُنار کی بھٹی جدا ہوتی ہے اور لوہار کی دھونکنی جس سے وہ پھونکتا ہے بیع مین داخل نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور وہ کانسے کی دیگ جس مین ستو والون کے گیہون پکائے جاتے ہون یا رنگریزون کا رنگ اُبالا جاتا ہو یا گندی گرون کے کپڑے اُس مین رکھے جاتے ہون بائع کی ملکیت ہوتی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور گندی گر کی لکڑی جس پر وہ کپڑا کوٹتا ہے بیع مین داخل نہین ہے اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اور ستو بنانے والے کا وہ برتن جس مین وہ بھونتا ہے اگر لوہے یا کانسے کا ہو تو بائع کا ہوگا اگرچہ دوکان کی عمارت مین لگا ہوا ہووے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر مٹی کا ہو تو بیع مین داخل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور جو صندوق عمارت مین رکھا گیا ہے اور دھوبی اور تیلی کے ظروف اور خم اور مٹکے جو زمین مین گڑے اور عمارت مین لگے ہون بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اور یہ چیزین گھر کی متاع اور حقوق مین سے نہین ہین اور دوکان کی بیع مین ایسے مسئلون مین حقوق و مرافق کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکسان ہے۔ یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور حمام کے فروخت کرنے مین پیالے اور قبقابات داخل نہین ہوتے اگرچہ مرافق کا ذکر ہی کیون نہ کیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور پیخ اور ڈول جو حمام مین ہو بیع مین داخل

نہین ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور امام سید ابو القاسم نے فرمایا ہی کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو ملے گا یہ مختار الفتاوے مین ہی - اور دیگین حمام کی بیع مین بدون ذکر کرنے کے داخل ہو جاتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی - اور حاوی مین مذکور ہی کہ امام ابو بکر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیع مین کیا اسکے چراغ داخل ہوجاتے ہین فرمایا کہ نہین کذا فی التاتارخانیہ -

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو زمین اور تاک کی بیع مین داخل ہوجاتی ہین - اگر کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت مین وہ کل چیزین جو ہمیشہ کے واسطے اُس مین رکھی گئی ہین جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہوجائینگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ درخت زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہوجاتا ہی و لیکن امام نے پھلدار اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہین فرمائی اور صحیح یہ ہی کہ سب بدون ذکر کے داخل ہوجاتے ہین یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی - خواہ وہ ایندھن کے واسطے ہون یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین مذکور ہی اور خشک درخت شامل نہین ہوتے ہین کیونکہ وہ قطع کی حالت مین ہین پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہین کہ جو زمین مین رکھا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور فتاوے صغری مین مذکور ہی کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہی وہ بیع مین داخل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہی انتہی - اور کھیتی اور پھل استحساناً بیع مین داخل نہین ہوتے ہین مگر اُس صورت مین کہ مشتری شرط کرلے یہ ذخیرہ مین مذکور ہی اگر کوئی زمین مع مرافق فروخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیع مین داخل نہون گے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر یہ کہا کہ مین نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس مین یا اُس سے اسکے حقوق و مرافق مین سے ہی فروخت کیا تو بھی یہ دونون چیزین داخل نہون گی اور اگر حقوق و مرافق کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہوجائینگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کہا کہ مین نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس مین موجود ہی فروخت کیا تو جو کچھ اس مین کھیتی اور ترکاری اور پھول وغیرہ ہین سب داخل ہوجائینگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور زمین کی بیع مین وہ چیزین جو اُسمین رکھی ہوئی ہین جیسے ٹوٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا پکی اینٹین داخل نہین ہونگی لیکن اگر اُن کی صریح شرط کر لیجائے تو داخل ہوجائینگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جس مین قبرین ہین تو قبرون کے سوا باقی زمین کی بیع جائز ہی اور جس جگہ کھیتی کاٹ کر ڈالی جاتی ہی وہ زمین کے مرافق مین شمار نہین ہی اسلیے مرافق کے ذکر کرنے سے بیع مین شامل نہو گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور جب کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور کہا کہ مین نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مرافق کے ساتھ بیچا تو حقوق و مرافق کے ذکر سے وہ چیزین جو بدون انکے ذکر کے داخل نہ تھین داخل ہوجائینگی اور وہ سیراب کرنے کا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی - اگر خرما کا درخت اسکے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اُس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہین ہی تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اور اُس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کرلے کیونکہ اُس مین تفاوت نہین ہوتا ہی اور اگر تفاوت ہو تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور شہتوت اور اُس کی پتی اور زعفران اور گلاب کی پتیان بمنزلہ پھلون کے ہوتی ہین اور درخت اُن کے بمنزلہ خرما کے

درخت کے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک زمین بیچی کہ جس مین کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع مین داخل نہوگی کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہی اور اصل قطن کی نسبت فقہا نے فرمایا ہی کہ وہ بھی داخل نہین ہوتی اور یہی صحیح ہی۔ اور بیگن کے درخت بدون ذکر کے زمین کی بیع مین داخل نہین ہونے یہ حاکم احمد سمرقندی نے ذکر کیا ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور جھاؤ اور بید کے درخت بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور ایسے ہی جنگلی درخت اور اُن درختون کا جو ساق دار ہین یہی حکم ہی اور امام فضلی نے بید کے درخت کی پیڑی کو پھلون کے مانند گردانا ہی خواہ وہ کاٹنے کے لائق ہوے ہون یا نہ ہوے ہون اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر شہتوت کے درخت خریدے تو اُنکے پتے بلا شرط بیع مین داخل نہین ہوتے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اگر کسی زمین مین گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کر دی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہی وہ اسطرح کی بیع مین داخل نہوگا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہی وہ صحیح قول کے موافق داخل ہوجائیگا کیونکہ وہ برسون باقی رہتا ہی تو بمنزلہ درختون کے ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور قت یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہی بلا ذکر بیع مین داخل نہین ہوتا ہی جیسے کھیتی اور پھل شامل نہین ہوتے ہین اور اُن چیزون کے اصول یعنی جڑ زمین کے اندر پوشیدہ ہین اُسکے نسبت بعض فقہا نے فرمایا ہی داخل نہونگے کیونکہ انکے تمام ہوجانے کی مدت لوگون کو معلوم ہی تو انکا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہا نے فرمایا ہی کہ داخل ہوجائینگے کیونکہ اُنکے تمام ہونے کی مدت ہر جگہ یکسان نہین ہوتی ہی بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہی تو بمنزلہ درختون کے شمار ہونگے اور قاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلون کے حکم مین ہی پس بیع مین بلا ذکر داخل نہوگی اور جسکے کٹنے کی مدت معلوم نہو وہ درختون کے مانند ہی پس زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہوجائے گی اور زعفران کا یہ حکم ہی کہ وہ اور اُسکی اصل بلا ذکر داخل نہین ہوتی ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور جو چیزین باقی رکھنے کے واسطے نہین ہین وہ اگرچہ زمین سے متصل ہون بیع مین داخل نہین ہوتی ہین جیسے نَے اور جلانے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جو درخت ساق دار کہ اُسکی جڑ نہین جاتی یہانتک کہ پھر درخت ہوجاتا ہی وہ زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہوجاتا ہی اور جو ایسا نہو وہ بلا ذکر داخل نہین ہوتا کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی کی اور اُگنے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیج بیع مین داخل نہوگا کیونکہ اُگنے سے پہلے زمین کا تابع نہین ہو سکتا ہی اور اگر اسقدر اُگا ہی کہ ہنوز اُس کی کچھ قیمت نہین ہی تو بھی فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا ہی کہ داخل نہوگا اور ٹھیک یہ ہی کہ داخل ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور فتاوی فضلی کے حاشیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی کہ جسمین کھیتی بوئی تھی مگر ابھی جمی نہین تھی پس اُسکا بیج اگر زمین مین گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہی اور اگر مشتری نے اُسکو پانی دیا کہ اُس سے کھیتی اُگی اور بیع کے وقت بیج گلا نہ تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام مین بائع پر احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ نہایہ مین ہی۔ اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اُس مین خرما وغیرہ کے درخت ہین بدون ذکر کے بیع مین داخل ہوجائینگے اور اگر درختون پر بیع کے وقت پھل موجود ہون اور اُن پھلون کا لینا مشتری کے واسطے شرط کیا جاوے تو وہ اپنا حصہ پھلون مین سے لیگا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسی قدر ہو اور پھلون کی قیمت بھی یہی ہو تو بالاجماع ثمن کے

بیچنے

تین حصہ کیے جاوینگے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسمانی آفت سے تلف ہون یا بائع اُن کو کھاجاے تو مشتری سے ایک تہائی ثمن ساقط کیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ثمن مین لیلے اور اگر چاہے تو ترک کردے یہی قول سب اماموں کا ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے پھر ثمن کی تقسیم مین پھلون کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھاجانے کے وقت تھی یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہون پھر بعد اسکے قبضہ سے پہلے درخت پھل دار ہوگئے تو پھل مشتری کے ہون گے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک پھلون کی زیادتی زمین اور درخت دونون پر شمار ہوگی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ اگر زمین اور درخت اور پھل مین سے ہرایک کی قیمت پانچسو درم فرض کیجاے اور بائع قبضہ سے پہلے پھلون کو کھا گیا تو امام ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ایک تہائی ثمن مشتری سے ساقط کیا جاویگا اور خاص امام اعظم رح کے نزدیک باقی دو تہائی ثمن مین درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہے خواہ لے یا ترک کردے اور امام ابویوسف کے نزدیک مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور باقی تین چوتھائی ثمن مین اگر چاہے تو زمین اور درخت خریدلے ورنہ ترک کردے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اسی صورت مین اگر درخت مین دوبار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ثمن مین لے گا اور امام ابویوسف کے نزدیک دو ثلث ثمن مین لے گا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچوین حصہ ثمن مین لیگا اور تین پانچوان حصہ پھلون کے مقابلہ مین ساقط ہو جائے گا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک زمین اور درخت پانچ آٹھوین حصہ مین لیگا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونون کو ایک تہائی ثمن مین لے گا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک تین پانچوین ثمن مین لے گا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونون کو دو ساتوین حصہ ثمن مین لے گا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک سات بارھوین حصہ مین لیگا اسی طرح مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر پھل کسی آفت آسمانی سے تلف ہوگئے تو ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور اگر درخت اور زمین ثمن ہے ہرایک کا ثمن پانچسو درم بیان کردیے ہون تو سب امامون کے نزدیک اس صورت مین پھلون کی زیادتی خاصکر درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع اُن کو کھا جاے تو مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُسکو نہ لینے کا اختیار ہے یہ جوہرنیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک پودا خریدا اور بائع کی اجازت سے اُسکو چھوڑ رکھا کہ وہ بڑھکر بڑا درخت ہوگیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُسکو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اُسکو چھوڑ دیا یہان تک کہ اُس مین پھل آئے تو مشتری پھلون کو صدقہ کردے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جسکے واسطے سیرابی کا پانی نہین ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُسکو نہ لینے کا اختیار ہوگا اسی طرح منتقی مین مذکور ہے کذا فی المحیط ایک شخص نے کوئی زمین مع اُسکے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول سے اس زمین کو پانی دیتا تھا اُس مین اُسکے سینچنے سے زائد پانی ہے تو نوادر مین اُسکا حکم اسطرح مذکور ہے کہ پانی مین سے جس قدر اُس زمین کو کفایت کرتا ہو اُس قدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خریدنا یہی ہے یہ فتاوی

قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک نے زمین خریدی کہ جسکے ایک طرف افدق[له] ہو اور زمین و افدق کے درمیان بند آب ہو اور اس بند آب پر درخت لگے ہوے ہین اور زمین کے حدود اربعہ مین سے ایک حد افدق قرار دی گئی ہو تو بند آب مع اشجار کے بیع مین داخل ہو جائیگی اور یہ بات ظاہر ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے خرما یا کسی اور قسم کا ایک درخت بیچا کہ جس مین پھل تھے تو پھل اس کے بائع کے ہون گے مگر اس صورت مین کہ مشتری شرط کر کے یون کہے کہ مین نے یہ درخت مع پھل خریدا تو البتہ پھل مشتری کے ہون گے خواہ وہ پھل قائم رہنے والے ہون یا نہون یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور مشتری کی شرط نہ کرنے کی صورت مین تبیین مین لکھا ہی کہ صحیح قول کے موافق پھلون کی قیمت ہونے یا نہ ہونے مین کچھ فرق نہین ہی اور دونون صورت مین بائع کے ہون گے انتہے۔ اگر کسی نے ایک درخت اس شرط پر خریدا کہ درخت کو جڑ سے کھود لونگا تو اس بیع کے جائز ہونے مین فقہا کا کلام ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی اور مشتری کو اختیار ہی کہ اسکو جڑ سے کھود لے اور اگر کوئی درخت کاٹ لینے کی شرط سے خریدا تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر یہ بیان ہوا کہ کس جگہ پر سے درخت کو کاٹے گا یا کاٹنے کی جگہ لوگون مین معروف ہی تو بیع جائز ہی ورنہ ناجائز ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ بیع ہر صورت مین جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور مشتری کو زمین کے اوپر سے اس درخت کے کاٹنے کا اختیار ہی اور اس کی جڑ جو زمین مین پھیلی ہوئی ہی مشتری کو بلا شرط نہ ملے گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور واضح ہو کہ درخت کا خریدنا تین طرح سے خالی نہین ہی ایک یہ کہ صرف درخت بدون زمین کے جڑ سے کھود لینے کے واسطے خریدے اور اس صورت مین مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ اسکو جڑ سے کھود لے اور مشتری کو اختیار ہی کہ مع اسکی جڑ کے ریشون کے اسکو کھود لیوے اور اس کی جڑ بیع مین داخل ہو جائے گی اور مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ جڑ کے ریشون کے پھیلنے کی انتہا تک زمین کو کھود ڈالے ولیکن عرف اور عادت کے موافق البتہ کھود سکتا ہی کہ جڑ سے کھودنے کا اختیار مشتری کو اس صورت مین نہو گا کہ بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کی شرط کرے یا کھودنے مین بائع کو کچھ ضرر پہونچتا ہو مثلاً درخت دیوار سے قریب ہی تو مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ وہ زمین کے اوپر سے درخت کو کاٹ لے پس اگر مشتری نے وہ درخت کاٹ لیا یا کھود سکتا تھا تو جڑ سے کھود لیا پھر اسکے جڑ سے یا ریشون سے اور درخت اگا تو وہ بائع کا ہوگا اور اگر اونچائی سے درخت کاٹ لیا ہی تو جو کچھ اوگے وہ مشتری کا ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ درخت مع اسقدر زمین کے کہ جس مین وہ جم رہا ہی خریدا تو مشتری کو اسکی جڑ سے کھود لینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر اس نے جڑ سے اسکو کھود لیا تو اسکو اختیار ہی کہ بجاے اس درخت کے دوسرا درخت لگا دے اور تیسری یہ کہ اگر مشتری نے بلا کسی شرط کے خریدا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی زمین بیع مین داخل نہو گی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک داخل ہو جائیگی اور درخت مع جای قرار مشتری کا ہو گا صدر الشہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہی کہ زمین داخل ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور یہی مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اس صورت مین فقہا کا اجماع ہی کہ اگر قطع کر لینے کے واسطے خریدا تو اسکے نیچے کی زمین بیع مین داخل نہو گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر بسبب قرار رکھنے کے واسطے خریدا تو بالاتفاق اسکے نیچے کی زمین داخل ہو جائیگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور جن صورتون مین کہ درخت کے نیچے کی زمین داخل ہوتی ہی تو مشتری کے تصرف کے وقت جسقدر درخت کی

یعنے قبضہ کرنے ۱۲

له قوله افدق حاشیہ چلپی کی کتاب مین لکھا ہی کہ یہ لفظ تمام نسخون کی کتابون مین یون ہی [illegible]

موٹائی ہو صرف اسی قدر زمین داخل ہوگی یہانتک کہ اگر بیع کے بعد درخت زیادہ موٹا ہوجاوے تو زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ اُسکو چھانٹ دے اور جہانتک درخت کی شاخین اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوے ہین وہانتک کی زمین بیع مین داخل نہوگی اور اسی پر فتوے ہے اور یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اُسکی جڑ کے ریشون کے خریدا اور اُس درخت کے ریشون سے اور درخت اوگے تو اوگے ہوے درخت اگر اسطرح ہون کہ اصل درخت کاٹ ڈالنے سے خشک ہوجائینگے تو بیع مین شامل ہین ورنہ شامل نہین کیونکہ جب اصل درخت کاٹ ڈالنے سے یہ خشک ہوجاتے ہین تو اصل درخت مین سے اوگے ہین پس بیع مین شمار ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیان میخون سے بندھی ہوئی ہین اور میخین زمین مین گڑی ہوئی ہین وہ بیع مین داخل ہوجائینگی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین مین تھوڑے گڑے ہوے ہین اور اُن پر انگور کے درخت لٹکتے ہین بلا ذکر بیع مین داخل ہوجائینگے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کی خالص زمین ہے اور دوسرے کے اُس مین درخت ہین پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درم کو فروخت کی یعنے ہزار درم ثمن قرار پایا اور ہر ایک کی قیمت پانچسو درم ہے تو ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوجائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسمانی آفت سے تلف ہوگئے تو مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ بیع ترک کردے یا زمین پورے ثمن مین خرید اسواسطے کہ مشتری درختون کا وصفاً وتبعاً مالک ہوا تھا **ف** یعنی جب وصف جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر فوات وصف مرغوب کے مقابلے مین اُسکو خیار حاصل ہوگا نہ یہ کہ ثمن سے کچھ کم ہوجاوے اور تمام ثمن زمین کے مالک کو ملیگا کیونکہ درخت کی بیع ٹوٹ گئی اور مشتری کو سواے زمین کے کوئی چیز سپرد نہین کی گئی اور ثمن اسی کے مقابلے مین ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اُسکے مقابلہ مین جو فوت ہوگئی اور اگر آدھے درخت تلف ہوگئے تو درختون کے مالک کو چوتھائی ثمن ملیگا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت مین اسقدر پھل آئے کہ جنکی قیمت پانچسو درم ہو تو دو تہائی ثمن درخت کے مالک کو ملیگا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملیگا اور اگر زمین اور درخت فروخت کیے اور ہر ایک کے واسطے ثمن علٰحدہ بیان کیا اور زمین و درخت ایک ہی شخص کے ہین یا دو شخصون کے پھر درخت ضائع ہوگئے تو آدھا ثمن ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ ایک طرح سے درخت اصل ہوتے ہین اور ایک طرح سے وصف ہین جب اُنکے مقابل ثمن مذکور نہوگا تو وصف رہینگے اور جب ثمن مذکور ہوگا تو اصل ہوجائینگے تو اُنکا ضائع ہونا اپنے حصہ ثمن کے مقابل ہوگا اور اگر درخت تلف نہوے بلکہ قبضہ سے پہلے اُنمین اسقدر پھل آگئے جو پانچسو درم کی قیمت رکھتے ہین تو سب اماموں کے نزدیک زمین کا ثمن پانچسو درم اور درخت اور پھلون کا ثمن پانچسو درم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے مین زمین اور درختون کی جڑون کو ضرر پہونچتا ہے تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ اُسمین زمین کے مالک کا ضرر ہے پس مالک کو اختیار ہے کہ اپنے سے ضرر کو دفع کرے اور بیع ٹوٹ جائیگی یہی مختار ہے اسواسطے کہ حقیقت مین گویا بائع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہے۔ کہ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خریدے پھر اُسنے نہ کاٹے یہانتک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیون کے دن آگئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا

تو اگر کاٹنے مین زمین یا درخت کی جڑون کو ظاہر مین کوئی ضرر نہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار رہیگا کیونکہ وہ اپنی ملکیت مین تصرف کرتا ہی اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑون کے مالک سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو کاٹنے کا اختیار نہوگا اور جبکہ مشتری کو کاٹنے کا اختیار اس صورت مین نہوا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اس امر مین کہ وہ کیا کریگا بعضون نے کہا کہ زمین کا مالک درختون کی قیمت مشتری کو دیدے اور درخت اُسکے ہوجائینگے اور پھر اسمین بھی باہم اختلاف ہی کہ آیا کٹے ہوے درختون کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوے درختون کے حساب سے پس اُن مشائخ مین سے اکثرون نے کہا کہ کھڑے ہوے درختون کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختون کی بیع ٹوٹ جائیگی اور زمین کا مالک مشتری کو اُسکا ثمن جو اُسنے ادا کیا ہی واپس کریگا اور فقیہ ابو جعفر اسی پر فتوے دیتے تھے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات مین اسی کو اختیار کیا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُس کی زمین مین جو درخت ہین وہ ایندھن کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کردے پھر دونون اس بات پر راضی ہوے کہ چند آدمی جنکی نظر اچھی ہی اندازہ کرکے بتائین کہ ان درختون مین کتنے گٹھے لکڑی ہی اُن سبھون نے اتفاق کرکے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہی پھر مشتری نے کسی قدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب انکو کاٹا تو لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائع نے ارادہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائع کو اسکا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ کسی شخص نے ایک باغ انگور کا بیچا اور اسکے ساتھ ہی اس مین پانی جاری ہونے کا راستہ بھی فروخت کیا اور بیع مین کہا کہ باغ مع پانی کے راستے اور ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہی فروخت کیا اور پانی جاری ہونے کا راستہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین جو بائع اور دو شخصون کے درمیان مین مشترک ہی واقع ہی اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہین پس اگر رقبہ نہر کا بائع کی ملکیت ہو تو درخت مشتری کے ہوجائین گے اور اگر بائع کا صرف پانی جاری ہونے کا حق تھا تو یہ درخت بائع کے ہونگے بشرطیکہ ان درختون کا لگانے والا بائع ہو یا معلوم نہو کہ کون شخص ہی اور اگر سواے بائع کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہوا تو درخت اُسکے ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی گانون فروخت کیا کہ جسکے حدود بیان نہ کیے تو یہ بیع صرف گانون کے گھرون اور عمارتون پر واقع ہوگی اور کھیتون پر واقع نہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی نے ایک گانون مع زمین فروخت کیا اور اُسکے گانون کے پہلو مین بائع کا ایک دوسرا گانون ہی پس بائع نے کہا کہ مین نے یہ گانون تیرے ہاتھ فروخت کیا اور چارون حدون مین سے کوئی حد بائع نے اپنے گانون کو گردانا تو اس گانون کی زمین جسکو نہین فروخت کیا ہی جسقدر دوسرے گانون سے جسکو فروخت کیا ہی متصل ہی وہ اس گانون کی بیع مین داخل ہوجائیگی اور اگر چارون حدون مین سے کوئی حد اپنے گانون کی زمین گردانی تو اس گانون کی زمین دوسرے گانون مین جس کو فروخت کیا ہی داخل نہ ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔

تیسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو اشیاء منقولہ کی بیع مین بلا ذکر داخل ہوجاتی ہین کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُسکے ستر کو چھپا دے بائع پر واجب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی غلام اور باندی کے کپڑے بیع مین بلا شرط داخل ہوجاتے ہین اسلیے کہ رواج اسی طرح ہی لیکن اگر عمدہ کپڑے پہنا کر تماشہ مین پیش کرنے کے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہونگے کیونکہ ایسے کپڑے دیدینے کا رواج نہین ہی اسلیے

کہ رواج ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا ہی پھر بائع مختار ہی اگر چاہے تو وہی کپڑے دیدیوے کہ جو غلام کے بدن پر ہین اور اگر چاہے تو سوا اسکے دوسرے کپڑے دیوے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیع مین اسقدر لباس داخل ہوگا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہین ہی اور اسی وجہ سے ثمن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہین ہوتا یہانتک کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کرکے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہین کرسکتا ہی اسی طرح اگر اُس لباس مین کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہوگئے یا اُن مین کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کردی تو اپنا پورا ثمن اُس سے لے لیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور اگر باندی مین کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدون ان کپڑون کے باندی واپس کرنے کا اختیار ہی یہ تبیین مین مذکور ہی- اور بحر الرائق مین لکھا ہی کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدون کپڑون کے واپس کرنا اُس صورت مین ہی کہ کپڑے تلف ہوگئے ہون اور اگر باقی ہون تو مع لباس واپس کرنا ضرور ہی اگرچہ یہ لباس تبعاً حاصل ہوا تھا انتہے۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک کنگن اور دو بالیان پہنے ہوے ہی اور زیور کی نسبت دونون مین کچھ شرط واقع نہین ہوئی ہی اور بائع اسکے دینے سے انکار کرتا ہی تو امام نے فرمایا کہ زیور مین سے کچھ بیع مین داخل نہوگا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دیدیا تو وہ باندی کا ہوگا اور اگر اسنے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اُسکو دیکھ رہا ہی تو یہ بمنزلہ دیدینے کے ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اگر کوئی ایسا غلام کہ جسکے پاس مال ہی فروخت کیا اور فروخت کرنے مین مال کا کچھ ذکر نہ آیا تو اُسکا مال اُسکے مالک کا ہی جسنے اُسکو بیچا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اور اگر غلام کو مع اسکے مال کے فروخت کیا اور کہا کہ مین اسکو مع اسکے مال کے اتنے کو بیچتا ہون اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہی اور اسی طرح اگر مال کو بیان کیا مگر وہ لوگون پر قرض ہی یا کچھ اُس مین سے قرض ہی تو بھی بیع فاسد ہی اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہی بشرطیکہ مال از قسم ثمن نہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا مال درم ہون اور ثمن بھی درم ہین پس اگر ثمن اُس سے زائد ہو تو بیع جائز ہی اور اگر اُسکے برابر یا اُس سے کم ہو تو جائز نہین ہی اور اگر غلام کا مال از قسم ثمن نہو جیسے کہ غلام کا ثمن درم ہون اور اسکا مال دینار ہون یا اُسکا الٹا ہو تو جائز ہی بشرطیکہ اُس مجلس مین دونون پر قبضہ ہو جاوے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ مین لے لیا اور اُسکا حصہ ثمن ادا کردیا تو بھی جائز ہی اور اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور گھوڑے کی بیع مین عذار بلاذکر داخل ہو جاتی ہی اور ایسے ہی اونٹ کی بیع مین اُسکی مہار بلاذکر داخل ہو جاتی ہی اور گدھے کی بیع مین جو اُسکے پکڑنے کی رسی ہی داخل نہین ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جاوے اسلیے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قابو مین نہین آتے ہین اور گدھا ایسا نہین ہوتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور جو رسی کہ گدھے کی گردن مین بندھی ہوئی ہوتی ہی بوجہ رواج کے بلاذکر داخل ہو جاتی ہی اور اگر عرف اسکے برخلاف ہو تو داخل نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور اگر ایک گدھا کہ جس پر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اُسکے نیچے کی کملی بیع مین داخل ہو جائیگی اور اگر اُسپر پالان پڑا ہوا نہ تھا تو بھی یہی حکم ہی کہ پالان داخل ہو جانے گا اور یہی

مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہین ہی جیسے غلام کے لباس مین کوئی لباس ہو کچھ معین نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور امام ابوبکر محمد ابن الفضل رح نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوے بیع مین داخل نہین ہوتا ہی اور بائع پر اسکا استحقاق نہین ہی اور امام ابوبکر نے گدھے پالان پڑے ہوے کی اور نہ پڑے ہوے کی کچھ تفصیل نہین فرمائی اور یہی قول ظاہر ہی اسواسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہی تو کہا جاتا ہی کہ باجامہ می فروشم یعنی مع پالان بیچتا ہون یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور بحر الرائق مین لکھا ہی کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیع مین داخل ہوجاتا ہی انتہے۔ اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب مین نہین آئی ہی اور مشائخ نے کہا کہ سزاوار یہ ہی کہ بدون تصریح کیے ہوے زین بیع مین داخل نہو مگر آنکہ دام بہت ہون کہ ایسا گھوڑا ننگی پیٹھ اتنے دامون کو نہ خریدا جاتا ہو یہ عتابیہ مین لکھا ہی اور گھوڑے وغیرہ کی لگام اور بیل کے سینگ مین جو رسی بندھی ہوتی ہی اور جھول بلا شرط بیع مین داخل نہین ہوتی ہی کیونکہ اسکے دینے کا رواج نہین ہی مگر جہان کہین اسکے دینے کا رواج ہوگا تو داخل ہوجائیگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر اونٹنی اور دیسی گھوڑی اور مادہ خر اور گاے اور بکری ان جانورون کا بچا انکے ساتھ بیع کی جگہ لایا جاوے تو اُن بچون کی اپنی مان کے ساتھ ہونے کی حالت اُنکے ساتھ بکنے پر دلالت کرتی ہی پس بیع مین داخل ہوجائینگے لیکن اگر رواج اسکے برخلاف ہو تو داخل نہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہی کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکے پیٹ مین موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ مین تھا تو مشتری کا ہوگا اور اگر سیپ مین نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی شکار کرکے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دیگا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بمنزلہ لقطہ کے ہوگا کہ ایک سال تک اُسکی اعلان و تعریف کے بعد پھر صدقہ کردے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور ہر شی کہ جو مچھلی کی غذا نہین ہوتی ہی بائع کی ہوگی اور جو چیز کہ مچھلی کی غذا ہی وہ مشتری کی ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک مچھلی خریدی اور اُسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی تو یہ مچھلی مشتری کی ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر مچھلی کے پیٹ مین عنبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک مرغی خریدی اور اُسکے پیٹ مین موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور تجرید مین مذکور ہی کہ جو شی چڑیون کے پوٹون مین پائی جاوے اگر اس قسم کی چیز ہی کہ اُسکو چڑیان کھاتی ہین تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے نہو کہ جسکو چڑیان کھاتی ہین تو بائع کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر ایک مچھلی کے پیٹ مین دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ مین موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اُسکے پیٹ مین سیپ پائی کہ جسمین گوشت تھا اور اس گوشت مین موتی تھا جسطرح کہ موتی سیپ مین ہوا کرتی ہی تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سیپیان اسواسطے خریدین کہ جو کچھ اسمین گوشت ہی اُسکو کھاے پھر بعضی سیپیون کے گوشت مین موتی پایا تو وہ مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ جو چیز تبعاً بیع مین داخل ہوتی ہی اُسکے مقابلہ مین ثمن کا کوئی حصہ نہین ہوتا اور اسی واسطے قنیہ مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار خریدا پھر اُسکی عمارت جاتی رہی تو ثمن مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر عمارت مین کسی کا حق ثابت ہوا تو مشتری دار کو اپنے حصۂ ثمن سے لے گا اور

بعض فقہانے دونون کا حکم برابر کیا ہی بخلاف بکریون کی پشم کے کہ اُسکے مقابلہ مین بلا ذکر کرنے کے ثمن کا کچھ حصہ نہین ہوتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔

چھٹا باب۔ خیار شرط کے بیان مین اور اُسمین سات فصلین ہین۔

فصل اول جن صورتون مین خیار شرط صحیح ہی اور جن صورتون مین صحیح نہین ہی اُن کے بیان مین۔

ف واضح ہو کہ جس عقد بیع مین خیار رہو وہ لازم نہین ہوتا ہی اگر خیار مشتری کو ہو تو اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی اور اگر بائع کا ہو تو اُسکو دینے یا نہ دینے کا اختیار رہے۔ بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہی دونون عقد کرنے والون مین سے ایک ہی کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونون کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے نزدیک خیار شرط بیع فسخ کرنے کے واسطے رکھا گیا ہی اور بیع کی اجازت کے واسطے نہین رکھا گیا ہی پس جبکہ میعاد گذر جانے کی وجہ سے بیع فسخ کرنیکا وقت نہ رہے تو بیع تمام ہو جائیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار شرط چند طرح پر ہی ایک وہ کہ بالاتفاق فاسد ہی جیسے کہا کہ مین خریدتا ہون اس شرط پر کہ مجھے خیار ہی یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار رہی یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہی یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار رہی یہ سب فاسد ہین اور ایک وہ جو بالاتفاق جائز ہی اُس کی یہ صورت ہی کہ مشتری کہے کہ مجھے تین دن یا اُس سے کم خیار ہی اور ایک وہ کہ جس مین اختلاف ہی جیسے یون کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہی تو یہ صورت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد کے واسطے خیار شرط جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی اور صحیح قول امام کا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار کی شرط کی یا ہمیشہ کے واسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن مین اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر تین دن سے زائد کے واسطے خیار کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دیدی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیار ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا اسمین کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہی تو ان صورتون مین عقد فاسد بدلکر جائز ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتداءً اس عقد کا حکم کیا ہی پس بعضون نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہی پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بدلکر صحیح ہو جاتا ہی اور یہ مذہب اہل عراق کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور نہر الفائق مین کہا کہ بعض نے فرمایا ہی کہ یہی ظاہر روایت ہی انتہے۔ اور قوی یہ ہی کہ یہ عقد موقوف ہی پس اگر چوتھے دن مین سے کچھ بھی گذریگا تو اسی وقت عقد فاسد ہو جائیگا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ اور ذخیرہ کے فوائد سے نقل کیا ہی کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام وغیر مشائخ ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی انتہے۔ اور اگر خیار مین کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیار تھا اُسنے بعد تین دن کے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بدلکر جائز ہو جائیگا

یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فتاوے مین ہی کہ اگر مشتری کے واسطے ماہ رمضان کے بعد دو دن کا خیار شرط کیا گیا اور خرید آخر روز ماہ رمضان مین واقع ہوئی تو خرید جائز ہی اور مشتری کے واسطے تین دن کا خیار رہو گا ایک دن رمضان کے مہینے کا اور دو دن اُسکے بعد کا اور اگر یہ کہدیا کہ تمکو رمضان مین خیار نہین ہی تو بیع فاسد ہوجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے رمضان مین کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ تمکو بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی تو امام اعظم رح کے قول مین عقد فاسد ہی اور ایسی ہی اگر اس صورت مین اسی طرح پر خیار بائع کا ہو تو وہ بھی فاسد ہی اور اگر مشتری نے بائع سے یہ شرط کی کہ تجھکو رمضان مین خیار نہین ہی اور بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی یا بائع نے مشتری سے ایسا ہی کہا تو سب اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا دس درم کو بیچا پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ میرا تجھپر کپڑا ہی یا دس درم ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے نزدیک خیار نہین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور خیار شرط جیسا بیع جائز مین ثابت ہوتا ہی اسی طرح بیع فاسد مین ثابت ہوتا ہی یہانتک کہ اگر ایک غلام بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اس شرط پر فروخت کیا کہ تمکو خیار ہی پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے غلام پر قبضہ کرلیا اور اُسکو آزاد کردیا تو جائز نہین ہی نہ نافذ ہونے کی راہ سے جائز ہی نہ موقوف ہونے کی راہ سے یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی۔ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر تین دن تک ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی تو بیع جائز ہی اور ایسے ہی شرط بھی جائز ہی ایسا ہی امام محمد رح نے اصل مین ذکر کیا ہی اور اس مسئلہ کی چند صورتین ہین ایک یہ کہ بالکل وقت نہ بیان کیا جیسے اسطرح کہا کہ مین اس شرط پر بیچتا ہون کہ اگر تو ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی یا وقت نامعلوم بیان کیا جیسے اسطرح شرط کی کہ اگر تو چند روز ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی اور ان دونون صورتون مین عقد فاسد ہی اور اگر کوئی وقت معلوم بیان کیا تو اگر وقت تین دن یا تین دن سے کم ہی تو تینون امامون کے نزدیک عقد جائز ہی اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیع فاسد ہی اور امام محمد رح نے کہا کہ بیع جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر مشتری نے تین دن کے درمیان ہی ثمن ادا کردیا تو سب امام کہتے ہین کہ بیع جائز ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے تین دن مین ثمن دینے سے پہلے اُسکو آزاد کردیا تو عتق نافذ ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ بیع بمنزلہ مشتری کے شرط خیار رکھ لینے کے ہی اور اگر تین دن گذر گئے اور اُسنے ثمن نہ ادا کیا تو صحیح یہ ہی کہ بیع فاسد ہوگی فسخ نہوگی یہانتک کہ اگر اُسنے تین دن کے بعد آزاد کیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوجائیگا بشرطیکہ غلام مشتری کے قبضہ مین ہو اور مشتری کو اُس کی قیمت ادا کرنی لازم ہوگی اور اگر بائع کے قبضہ مین ہو تو مشتری کا آزاد کرنا نافذ نہوگا یہ مسئلہ فتاوے قاضی خان کی فصل شروط مفسدہ مین مذکور ہی۔ اور اگر کوئی غلام بیچا اور ثمن نقد لے لیا اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن واپس کرے تو دونون کے درمیان بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور یہ بائع کے واسطے شرط خیار رکھنے کے معنی مین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ یہانتک کہ اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو وہ اُسکے پاس قیمتی ضمان مین ہوگی اگر مشتری اُسکو آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ نہوگا اور اگر بائع آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ ہوجائیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور خیار کی شرط کرنا جسطرح بیع کے وقت جائز ہی اُسی طرح بعد بیع کے بھی جائز ہی یہانتک کہ

اگر بیع تمام ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے کہا یا بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا اسی معنی مین اور لفظ کہے تو موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائیگا اور اگر کوئی خیار فاسد ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہوگا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور اُسکو چند روز گذر گئے پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ تجھکو میری طرف سے خیار ہی تو اُسکو جب تک مجلس مین حاضر ہی خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ تجھکو اقالہ کر لینے کا اختیار ہی اور اگر کہا کہ تجھکو تین دن تک کا اختیار ہی تو اُسکے کہنے کے موافق مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ جس بیع کا تو عقد کریگا اسمین مین نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلے قول سے اُسکو اس بیع مین خیار حاصل نہوگا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ مجھکو بیع یا ثمن مین خیار حاصل ہی تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مجھکو خیار حاصل ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رات تک یا ظہر کے وقت تک یا تین دن تک کے خیار کی شرط کی تو اُسکو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین دن تک خیار حاصل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہی جب تک وہ نگزرے خیار کی بھی انتہا نہین ہو سکتی ہی اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیار مین داخل نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور یہ مسئلہ کتاب اصل مین اسی طرح مذکور ہی اور حسن ابن زیاد نے امام اعظم رح سے اسکے برخلاف نقل کیا ہی یعنی کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ مجکو رات تک خیار حاصل ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اس وقت سے غروب آفتاب تک خیار ہوگا اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ف مثلاً پہر دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہی خواہ دو دن یا نہ دو دن تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلی روایت کے موافق رات بھی خیار مین داخل ہی یعنی اُسوقت سے تمام رات اُسکو خیار حاصل ہی اور صاحبین کے نزدیک رات داخل نہین صرف اُسکو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہی اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق جو ذخیرہ مین ہی امام اعظم رح کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہی والاقوی روایۃ ما فی الاصل فافہم واللہ اعلم اگر تین دن کے واسطے خیار شرط کی پھر اُن مین سے ایک یا دو دن گھٹا دیے تو جسقدر ساقط کیا ساقط ہو جائیگا اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اس عرصہ مین اُسکو اختیار ہوگا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اُس سے خدمت لے تو جائز ہی اور ایسا کرنے سے اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر انگور کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ مین اُسکے پھل کھاوے تو بیع جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر باپ یا اُسکے وصی نے نابالغ لڑکے کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہی پس اگر مدت خیار مین لڑکا بالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف کے قول مین بیع تمام ہو گئی اور خیار باطل ہو گیا اور امام محمد رح نے ظاہر الروایت مین فرمایا ہی کہ خیار لڑکے کو حاصل ہوگا پس اگر مدت خیار مین اُسنے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائیگی اور اگر رد کیا تو باطل ہو جاویگی یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی

دوسری فصل

عمل خیار اور اُسکے حکم کے بیان مین اگر خیار بائع کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو مبیع

بالاتفاق اُسکے ملک سے نہین نکلتی ہو اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے نکل جاتا ہو ولیکن اُسکے ملک سے نکلکر
امام اعظمؒ کے قول پر بائع کے ملک مین داخل نہین ہوتا ہو اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہی
یہ محیط مین لکھا ہو اگر بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی بیع اور ثمن مین مشتری
اور بائع کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہین ہوتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر خیار مشتری کے واسطے
شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُسکے ملک سے نہین نکلتا ہو اور بیع بائع کے ملک سے بالاتفاق نکل جاتی ہو
ولیکن اُسکے ملک سے نکلکر امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کے ملک مین داخل نہین ہوتی ہو اور صاحبین کے قول کے
موافق داخل ہو جاتی ہو یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہو اور اس قاعدہ پر جو مذکور ہوا کہ جس مین امام اعظمؒ اور
صاحبین کا اختلاف ہو چند مسئلون کی بناء ہو ازانجملہ یہ ہو کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شرط پر خریدا
کہ اُسکو تین دن تک خیار حاصل ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد
ہو جائیگا اور اگر مدت خیار مین بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ[له]
تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائیگا اور اگر ثیبہ تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک خیار باطل نہوگا اور
اُسکو رد کا اختیار باقی رہیگا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص بیع کو قبول کرنے والا شمار ہوگا یہ
سراج الوہاج مین لکھا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک رد کرنیکا اختیار ثیبہ مین اُسوقت ہو کہ اس مین
وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگرچہ ثیبہ ہو واپس کرنا جائز نہین ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو
اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہو کہ اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہو اور وہ شخص اُس سے وطی کرے تو
بیع کا اختیار کرنیوالا شمار ہوگا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو اور خواہ اُسکو
وطی سے کچھ نقصان پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو یہ نہایہ مین لکھا ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہو کہ جب خریدی ہوئی باندی
مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچہ جنے (یعنی کسی کی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُسکے پیٹ رہا
پھر وضع حمل سے پہلے اُسکو مثلاً تین روز کے خیار پر خریدا اور وہ اس مدت مین مشتری سے بچہ جنی) تو امام
اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائیگی یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور
امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہونا اُس صورت مین ہو کہ وہ باندی بائع کے
قبضہ مین ہو اور اگر مشتری کے قبضہ مین اگر مدت خیار مین جنی تو خیار ساقط ہو جائیگا اور مشتری کی ملکیت
ثابت ہو جائیگی اور باندی بالاتفاق اسکی ام الولد ہو جائیگی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے عیب دار
ہو گئی یہ کفایہ مین لکھا ہو۔ اگر خیار کی شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جنی تھی تو امام اعظمؒ کے
نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا مگر جب اُسنے قبول کر لیا تو
اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُس کا خیار باطل
ہو جائیگا اور اُس پر ثمن ادا کرنا لازم آئیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اور ازانجملہ جسکو خریدا ہو اگر وہ
مشتری کا قرابت دار ہو تو آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔
ازانجملہ یہ ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہو جاؤن تو وہ آزاد ہو پھر اُسنے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ

[له] صورت یہ کہ غلام تاجر نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے زینب کی باکرہ باندی سے نکاح کیا اور ہنوز زفاف نہوا تھا کہ اس نے یہ باندی زینب سے بشرط خیار [illegible]

[ع] [illegible] خریدی [illegible]

[ع] تو وہ اس [illegible] جب [illegible] وضع حمل [illegible] آزاد [illegible]

خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک غلام بشرط خیار خریدا تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائیگا اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر کوئی باندی شرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ حیض استبراء کے واسطے کفایت نہ کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت مین ہی کہ بعض حیض مدت خیار مین پایا جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہین ہی خواہ فسخ کرنا اور رد کرنا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر فسخ اور رد قبضہ سے پہلے ہوا تو استحساناً بائع پر استبراء واجب نہین ہی اور قیاس چاہتا ہی کہ واجب ہو اور اگر فسخ و رد قبضہ کے بعد ہوا تو استحساناً و قیاساً بائع پر استبراء واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس صورت مین اجماع ہی کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ فسخ ہو پس اگر فسخ قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر استبراء واجب نہوگا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہوگا اور اگر خیار بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو فسخ کر دے تو استبراء واجب نہوگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پر بعد جواز بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا استبراء بالاجماع واجب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ مبیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر یا اُسکے بعد تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فسخ ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فسخ نہوگی اور مشتری کو ثمن دینا لازم ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو پس اُسنے مبیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت مبیع پر قبضہ کر لیا اور ثمن کا حال یہ تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا میعاد مقرر تھی اور مشتری کو بیع مین خیار رویت یا خیار عیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اُسکو ثمن ادا کرنا واجب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر کسی غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی کوئی اسباب خریدا اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر بائع نے اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا تو اُسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اگر چاہے تو بلا عوض مبیع کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور مبیع بائع کو بلا ثمن واپس ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائیگا اور خیار باطل ہو جائیگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہوا اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی ثمن ادا کرنے سے بری ہو جاوے تو سب اماموں کے نزدیک اُسکو اسباب واپس کرنے کا اختیار نہین ہی نہ خیار رویت کی وجہ سے نہ خیار عیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو سب اماموں کے نزدیک اُسکو خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہی اگرچہ وہ

ثمن سے بری ہو اور یہ ظاہر ہی اور اسی طرح خیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونون صورتون مین واپس کرسکتا ہی اگرچہ ثمن سے بری ہو اور اگر اسمین کچھ عیب پایا اور ثمن سے بری ہونے کے بعد واپس کرنیکا ارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر قبضہ کرنے کے بعد ہی تو واپس نہین کرسکتا یہ نہایہ مین لکھا ہی - اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سور خریدا پھر قبضہ سے پہلے دونون یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہوجائیگی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا اسمین دونون کے واسطے یا ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونون یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہوجائیگی اور باطل نہوگی اور اگر بیع مین بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہوا تو بیع باطل ہوجائیگی اور اگر مشتری مسلمان ہوا تو بیع باطل نہوگی اور خیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہیگا پس اگر بائع نے بیع فسخ کرنی چاہی تو شراب اُسکو واپس ہوجائیگی اور اگر بیع کی اجازت دینی چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہوجائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہی اور اگر مشتری کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوجائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہوجائیگی اور باطل نہوگی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہوگی اور مشتری کا خیار اپنے حال پر رہیگا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُسی کی ہوجائیگی اور اگر فسخ کردی تو بائع کی ہوجائیگی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونیکا اہل ہی یہ نہایہ مین مذکور ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ ایک حلال[ف] شخص نے ایک ہرن بشرط خیار خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسنے احرام باندھا اس حال مین کہ ہرن اُسکے ہاتھ مین تھا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائیگی اور ہرن بائع کو واپس دیا جائیگا اور مشتری پر لینا لازم نہوگا اور اگر خیار بائع کے واسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنیکا اختیار ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے خیار شرط کے ساتھ انگور کا شیرہ خریدا پھر اُس مدت خیار[ف] مین وہ شراب ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہوجائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہوجائیگی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور وہ بیع فسخ کردے تو امام اعظم کے نزدیک زوائد بائع کو واپس ملجائینگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہونگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام بعوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کردیا تو سب اماموں کے قول کے موافق اُسکا عتق نافذ ہوجائیگا اور بیع باطل ہوجائیگی اور اگر اُسنے باندی کو آزاد کردیا تو جائز ہی اور یہ آزاد کرنا اپنے خیار کو ساقط کرنا ہوگا اور بیع تمام ہوجائیگی اور اگر اُسنے ایک ہی کلام مین دونون کو آزاد کردیا تو دونون آزاد ہوجائینگے اور اُسکو باندی کی قیمت دینی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونون مین سے کسی کو صحیح نہین ہی اور ایسے مسئلہ مین اگر خیار مشتری کے واسطے فرض کیا جاے تو سب احکام برعکس ہوجائینگے اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خیار غلام بیچنے والے کے واسطے ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ باندی آزاد نہوجائیگی اور اگر وہ اُسکی زوجہ ہو تو نکاح فاسد نہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُسکو آزاد کردیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوجائیگا اور یہ اُسکے خیار کے ساقط کرنے مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خریدا

ف قولہ حلال یعنی جو شخص باحرام [illegible] نہو ١٢
ف یعنی مدت خیار مین اگر [illegible]

کہ خریدار کو تین دن تک کا خیار ہی تو جب تک تین روز نہ گزر جاوین بائع کو ثمن طلب کرنے کا اختیار نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی بشر رح کہتے ہین مین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبانی سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک غلام بشرط خیار خریدے تو مین بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر نہ کرونگا اور نہ مشتری پر ثمن بائع کو دینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر مشتری نے ثمن دیدیا تو بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دیدیا تو مشتری کو ثمن بائع کو دیدینے کے واسطے حکم دونگا اور مشتری کو اسکا خیار باقی رہیگا اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مشتری نے ثمن ادا کر کے غلام پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے اسکو روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی لیکن بائع پر ثمن واپس کردینے کے واسطے جبر کیا جائیگا ہمارے اصحاب نے فرمایا ہی کہ خیار شرط کی وجہ سے صفقہ تمام نہین ہوتا ہی پس اگر خیار بائع کا ہو یا مشتری کا اور مبیع ایک چیز ہو یا چند چیزین ہون تو یہ نہین ہو سکتا کہ بعض مین بیع قبول کرے اور بعض مین نہ قبول کرے خواہ مبیع قبضہ مین ہو یا نہو کیونکہ اس صورت مین تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہوتا ہے اور یہ جائز نہین ہی ہان تمام ہونے کے بعد اسکے برخلاف ہی کیونکہ اس وقت صفقہ کی تفریق جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مبیع پر قبضہ کر لیا گیا ہو پھر بعض اُسکا تلف ہو جاوے یا کوئی شخص اسکو تلف کردے تو امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کی اجازت دیدے اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر مبیع ایسی چیز ہو کہ جسمین ابعاض مین (اجزاء و افراد) باہم تفاوت ہی پس بعضے تلف ہوے تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کو باقی مین اجازت دینے کا اختیار نہین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیزین یا گنتی کی ایسی چیزین ہون کہ جنمین تفاوت نہین ہوتا ہی پھر بعض تلف ہوجائین تو بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کو لازم کردے اور اگر کسی تلف کرنے والے نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین تلف کردیا تو قول امام ابو حنیفہ رح اور پہلا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہی کہ بائع کو اختیار ہی کہ بیع کو لازم کر اور ثمن لے لے اور امام ابو یوسف رح کا اسکے بعد دوسرا قول یہ ہوا کہ بائع کو اُسکا مشتری پر لازم کرنے کا بدون مشتری کی رضا کے اختیار نہین ہی اور اگر دو غلام مین سے ایک پہلے بائع کے قبضہ مین ہلاک ہو جاوے تو بلا رضامندی مشتری کے بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ باقی غلام مشتری کے ذمہ ڈالے یہ حاوی مین لکھا ہی۔

تیسری فصل

اس بیان مین کہ کن وجہون کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہی اور کن کے ساتھ نہین ہوتا اور کن وجہون سے فسخ ہوجاتی ہی اور کن وجہون سے فسخ نہین ہوتی ہی جس شخص کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہی خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو فقہا کا اتفاق ہی کہ اُسکو مدت خیار کے اندر اختیار ہی چاہے بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کردے پس اگر دوسرے کے بے حضور یعنے ناواقفگی مین اُسنے بیع کی اجازت دی تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ شرط خیار اگر بائع کے واسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونے کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ مدت خیار مین اُسنے کلام سے بیع کی اجازت دی کذا فی السراج الوہاج مثلاً یہ کہے کہ مین نے بیع کی اجازت دی یا مین بیع سے راضی ہوا یا مین نے اپنا خیار ساقط کردیا اور الفاظ مانند اسکے کہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اسکے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھا یا مجھے خوش آیا یا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے سے اُسکا خیار ساقط نہوگا بلکہ باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار

کے اندر بائع مرجائے تو اُسکی موت کی وجہ سے خیار باطل ہوجائیگا اور بیع نافذ ہوجائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی
اور تیسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار گذر جائے اور جسکو خیار حاصل ہی اُس کی طرف سے فسخ اور اجازت کچھ نہ پائی جاوے
تو بیع نافذ ہوجائیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح جواز و نفاذ ہوجاتا ہی جبکہ اُسپر بیہوشی طاری ہو یا
مجنون ہوجائے اور تینون دن گزر جاوین اور اگر اُسکو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمد رح
طواویسی سے منقول ہی کہ وہ صاحب خیار نہ رہیگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہیگا
شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب الماذون مین یہ حکم صریح آیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ
بیہوشی اور جنون خیار کو ساقط نہین کرتے ہین صرف مدت کا گذرنا بدون بیع یا فسخ اختیار کرنے کے خیار کو
ساقط کرتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر سوتا رہے یہانتک کہ مدت گزر جائے تو بھی خیار ساقط ہوجائیگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر شراب کے نشے سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر
اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور امام احمد طواویسی سے منقول ہی کہ اگر بھنگ کے نشے سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل
ہوجائیگا یہانتک کہ اگر مدت خیار مین اُسکا نشہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اُسکو تصرف کرنا جائز نہین ہی اور صحیح
قول یہ ہی کہ خیار اُسکا باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مرتد ہوگیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام
لایا تو بالاجماع اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اس مدت مین مرگیا یا مرتد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالاتفاق اُسکا خیار
باطل ہوجائیگا اور اگر بعد مرتد ہونے کے خیار کی راہ سے اُسنے کوئی تصرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک
اُسکا تصرف موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ بیع کے فسخ کی دو صورتین
ہین یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہی کہ یون کہے کہ مین نے فسخ
کردیا پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو فسخ صحیح ہوگا اور قاضی کے حکم کرنے کی یا مشتری کے
راضی ہونے کی کچھ احتیاج نہوگی اور اگر مشتری آگاہ نہوا تو فسخ صحیح نہوگا اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک
موقوف رہیگا اور اس مین امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف کا خلاف کرنا صرف قول سے
فسخ کرنے کی صورت مین ہی اور اگر فعل سے فسخ کرے تو بالاتفاق حکماً بیع فسخ ہوجائیگی خواہ مشتری غائب ہو یا حاضر
اور حاضر ہونے سے مراد اُسکا آگاہ ہونا ہی اور غائب ہونے سے مراد اُسکا آگاہ نہونا ہی پس اگر اُسنے مشتری کے
غائب ہونے کی حالت مین بیع فسخ کردی پھر اُسکو مدت خیار کے اندر خبر پہونچی تو فسخ تمام ہوگیا کیونکہ مشتری
آگاہ ہوگیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر پہونچی تو بیع تمام ہوجائیگی کیونکہ فسخ سے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہوا
اور اسی طرح اگر بائع نے بعد فسخ کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے پھر بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہی اور اُسکا
فسخ کرنا باطل ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور فعل کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہی کہ بائع مدت خیار کے
اندر بیع مین مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا مدبر یا مکاتب کردے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت
کردے اور اسی طرح اگر ہبہ کرکے سپرد کردے تو بیع فسخ ہوجائیگی اور اگر ہبہ کرکے سپرد نہ کیا تو فسخ نہوگی اگر رہن کرکے
سپرد کردیا تو بیع فسخ ہوجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اجرت پر دیدیا تو بعض جگہ مذکور ہی کہ یہ بھی فسخ ہوگا
اگرچہ اُسکو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو اور اسی کو عامۂ مشائخ نے لیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر مدت

خیار کے اندر بیع مشتری کو سپرد کردی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہو کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہو تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور مشتری مالک نہوگا اور اگر مالک کردینے کی راہ سے سپرد کی ہو تو اُسکا خیار باطل ہوجائیگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو اور حاصل یہ ہو کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل ثمن مین کرتا تو بیع کی اجازت ہوجاتی تو مبیع مین ایسا فعل کرنے سے ازروے دلالت کے بیع فسخ ہوجائیگی یہ بدائع مین لکھا ہو ایک شخص نے کوئی غلام بعوض ثمن کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک خیار ہو پھر مدت خیار کے اندر بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری کردیا یا اُس ثمن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اُس کا خریدنا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا سب صحیح ہو اور اُسکا خیار باطل ہوجائے گا اسواسطے کہ جو ثمن ذمہ رکھا جائے وہ بمنزلۂ اسباب کے ہوتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بعوض اُس ثمن کے جو اُسکے ذمہ ہی کوئی چیز چوپائی تو بھی خیار باطل ہوجائیگا یہ بدائع مین لکھا ہو اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز اس ثمن کے عوض خریدی تو بائع کا خیار باطل ہوگا اور خرید صحیح نہوگی اور اگر ثمن قرض تھا پھر مشتری نے اُس کو ادا کردیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرکے کچھ تصرف کیا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسی طرح اگر بیع مشتری کو سپرد کردی تو بھی خیار باطل نہوگا اور اگر خیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اُسکو ثمن سے بری کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اسکا بری کرنا صحیح نہین ہی اور امام محمد رحمہ نے کہا ہو کہ اگر مدت خیار کے گذرنے یا مدت کے اندر خیار ساقط کرنے سے دونون کے درمیان بیع تمام ہوجاے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہوجائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور ایسے مسئلون مین حاصل کلام یہ ہو کہ اگر ثمن ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہو تو جب بائع ثمن پر قبضہ کرکے بیع یا ہبہ کے طور پر تصرف کریگا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہوگا اور اگر ثمن ایسی چیز ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہو جیسے دراہم وغیرہ تو اسمین اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کرلے تو بیع کے تمام کرنے مین شمار نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ ثمن کے عوض مشتری سے کوئی کپڑا خریدا یا مثلاً ثمن ہزار درہم تھے اُسکے بدلے سو دینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اُسکو دونون مین خیار حاصل ہو اور مشتری نے دونون پر قبضہ کرلیا پھر ایک دونون مین سے مرگیا یا اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو باقی کی بیع جائز نہین ہو اگرچہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر راضی ہوجائیں اسواسطے کہ جو بیع شرط خیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق مین منعقد نہین ہوتی ہو پس جب دونون مین سے ایک ہلاک ہوگیا تو باقی مین بیع کی اجازت گویا از سر نو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہین ہی اور اگر بائع نے دونون غلامون کی زندگی مین یہ کہا کہ مین نے اس خاص غلام کی بیع توڑدی یا کہا کہ مین نے انمین سے ایک کی بیع توڑدی تو اُسکا اسطرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اُسکو دونون مین خیار باقی رہیگا اور اسیطرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ اُسکو تین دن تک خیار ہو پھر کہا کہ مین نے اسکے نصف مین بیع توڑدی تو یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے انڈے یا گدر کھجورین تین دن کے خیار شرط پر بیچین پھر مدت خیار کے اندر انڈون مین سے بچے نکلے یا کچی کھجورین پختہ ہوگئین تو بیع باطل ہوجائیگی اور اس مسئلہ مین اگر مشتری کا خیار فرض کیا جائے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور اسی صورت مین اگر خیار کسی کا نہو تو بیع باقی رہیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر

چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تو زمین مشتری کے پاس قیمتی ضمانت مین رہیگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے ثمن حاصل کرنے کے واسطے جو اُسنے بائع کو دیا ہے زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اسکے بعد مشتری کو اس زمین مین ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت دی اور مشتری نے اُس مین کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس امانت ہوجائیگی اور بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اختیار ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے ثمن پورا لینے کے واسطے کہ جو اُسکا بائع کے ذمہ چاہیے ہے زمین کے روکنے کا اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے زمین مین زراعت کی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اُجرت کے حساب سے اُسکو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اُس زمین کے قبضہ مین لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرنے کے یہ ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر قبضہ کرنے سے منع کرے یہانتک کہ اپنا ثمن اُس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہے اور اگر مشتری نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اُجرت ہوا کرتی ہے اُسکے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت اُکھاڑ ڈالنے کو بھی کہا جاتا اور اس زمین کے مالک نے کھیتی کی ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے بشرطیکہ زمین کے مالک نے اُسکو کھیتی کی اجازت کھیتی تیار ہوتے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے تیار ہوکر کٹنے تک اپنی زمین مین کھیتی کو بلا اجرت چھوڑ دے تو اُسپر ضمان لازم نہ آئیگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے ایک غلام بشرط خیار بیچا پھر بائع نے اُس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر گھر مین داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہو پس تو آزاد ہے تو یہ کہنا بیع کے توڑنے مین شمار نہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام آزاد ہے یعنی یہ بھی بیع کا توڑتا نہوگا اور یہ مسئلہ منتقی مین مذکور ہے اور اس اخیر صورت کی نسبت ہشام اور بشر نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب مدت خیار کی بیع ٹوٹنے سے پہلے گزر جائیگی تو بیع واجب ہوجائیگی اور وہ دوسرا غلام آزاد ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر چکی کی بیع مین خیار کی شرط تھی پھر بائع اُسکو پیسنے کے کام مین لایا تو بیع فسخ ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے خیار مین چکی سے اسواسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس چکی سے کسقدر پیسا جاسکتا ہے تو اُسکا خیار ساقط نہوگا اور اگر اُس سے زیادہ پیسا تو اُسکا خیار باطل ہوجائیگا۔ فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ پیسنا زیادتی مین شمار ہے اور اس سے کم کمی مین شمار ہے کہ اُس سے خیار باطل نہین ہوتا ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اگر بیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو بیع باطل ہوجائیگی خواہ خیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری کو یا دونون کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر خیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہوجائیگی اسلیے کہ بیع کی ایسی حالت ہوگئی کہ اسپر انشاء عقد کرنے کی گنجایش نہین ہے تو عقد کی اجازت دینے کی گنجایش بھی نہوگی پس بیع بالضرور فسخ ہوجائیگی پھر اگر وہ شی مثلی نہین ہے تو مشتری کو قیمت دینی لازم آئیگی اور اگر مثلی ہے تو اُسکا مثل واجب ہوگا اور اگر اس مسئلہ مین خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہوگی ولیکن خیار باطل ہوجائیگا اور بیع لازم ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اسکو خیار حاصل ہے اور وہ باندی مشتری کو دیدی پھر مدت خیار کے

اندر مشتری نے اُسکو آزاد کردیا یا کسی سے اُسکا نکاح کردیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہوگا اور اُسکا نکاح کردینا بھی جائز نہیں ہی کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اُس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کردی پس دوسرے شخص سے اُسکا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ وہ باندی باکرہ تھی اور اُس کے شوہر نے اُس سے وطی کرلی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑدی اور وطی کرنیکے سبب اُس باندی مین سو درم کا نقصان آگیا ہی اور اس وطی کا مہر سو درم ہین تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے شوہر کا دامنگیر ہوکر پورا مہر لیوے اور شوہر اسکو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامنگیر ہوکر وطی کا نقصان لے یعنے سو درم لے اور پھر مشتری اس سو درم کو جو اُس نے ضمان مین دیلیے ہین اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہین دی اور باندی بائع کے قبضہ مین تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اُسکا نکاح کردیا اور اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے ثیبہ ہونے کی وجہ سے وطی سے اُس مین کچھ نقصان نہین آیا تو نکاح فاسد ہی اگر مشتری اُس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہوجائیگا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ نہوگا اسواسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فرج اُسکی مشتری کے واسطے حلال نہین ہوئی اور اگر مشتری اُسکے نکاح کو فسخ کردے تو اُس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑیگا اور بسبب اُس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھیرنے کا اختیار نہین ہی اس جہت سے کہ وطی سے اُس مین نقصان نہین آیا اور اگر وطی زنا سے واقع ہو تو عیب مین شمار ہوگی کہ جسکے سبب سے اسکو واپس کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اُسکو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر مشتری نے چند درم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا خیار توڑ کر بیع پوری کردے تو یہ صلح جائز ہی اور یہ زیادتی ثمن مین زیادتی لگائی جاویگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور بائع نے خیار توڑ دینے پر اسطرح صلح کی کہ مین ثمن سے اسقدر کم کردونگا یا یہ اسباب خاص مبیع مین بڑھا دونگا تو بھی بیع جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی غلام ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک کا خیار حاصل ہی پھر مشتری نے بعوض درہمون کے سو دینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہی کہ اُسکے دینار واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان تین دن کے خیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر مین چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائین اور بیع واجب ہوجاے تو ایسی صورت مین کیا منادی بھیجا جائیگا امام نے فرمایا کہ ہان مین اُسکے طرف منادی بھیجونگا پس اگر وہ ظاہر ہوگیا تو بہتر ورنہ اُسکا خیار باطل کردونگا مگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہوجاے پھر مین نے کہا کہ اگر خصم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہین بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ خیار باطل کردو تو امام نے فرمایا کہ مین ایسا نہ کرونگا پھر مین نے کہا کہ اگر خصم بیان کرے کہ مین نے منادی کی اور اشہاد کیا پھر وہ مجھسے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی کردو۔ تو امام نے فرمایا کہ مین کہونگا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہی کہ مجھے جس سے جھگڑا ہی مین نے اُس کی تین دن تک منادی کی کہ مین ہرروز

اُسکے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھسے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہو کہ اگر ایسا ہی ہو تو مین نے خیار باطل کردیا پھر اگر اسکے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُسنے انکار کیا تو مین مدعی سے خیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کرونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- کسی شخص نے ایک چیز تین دن کے خیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع کے دروازہ پر گیا تاکہ بیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے خصم قائم کرکے اُسکو بیع پھیر دیجاوے تو فقہا نے اس باب مین اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ قاضی خصم قائم کریگا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خریدا اور پوشیدہ ہوجانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو اُس نے اپنی رعایت خود ترک کردی پس اُس کی رعایت نہ کیجاویگی پس اگر قاضی نے کوئی خصم قرار نہ دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخواست کی تو امام محمد رح سے اس باب مین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہو کہ قاضی اس درخواست کو قبول کرکے بائع کے دروازہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جاکر پکارے کہ قاضی کہتا ہو کہ فلان خصم تیرا تجھپر بیع واپس کرنا چاہتا ہو پس اگر تو حاضر ہو تو بہتر ورنہ مین بیع توڑ دونگا پس قاضی بدون منادی کے بیع نہ توڑیگا اور دوسری روایت مین یہ آیا ہو کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کریگا پس امام محمد رح سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیے تو انھون نے کہا کہ اگر مشتری کو یہ چاہیے کہ جب اُسکو بائع کے غائب ہوجانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی ثقہ وکیل لیکر اپنی مضبوطی کرے تاکہ اگر بائع چھپ جاوے تو وکیل کو واپس کردے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو- اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہو اس شرط پر کہ تین دن تک کا خیار رہے تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جاوے اور استحسان کے رو سے مشتری سے کہا جاویگا کہ یا بیع فسخ کرے یا بیع کو لے لے اور تجھپر کوئی ثمن واجب نہوگا تا وقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس بگڑ جاوے اور یہ اسواسطے کہ دونون طرف کا ضرر دفع ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو- اگر کسی ایسی چیز کو کہ جو جلد بگڑ جاتی ہو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہوگیا تو بائع کو اختیار رہوگا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور دوسرے مشتری کو اُسکا خریدنا حلال ہو اگرچہ وہ اسکے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اگر بائع یا مشتری کسی کو خیار حاصل تھا اُسنے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر مین آج ایسا نہ کرون تو میرا خیار باطل ہو تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر ایسی شرط خیار عیب مین لگائی تو بھی یہی حکم ہو اور اگر یہ کہا کہ مین نے اپنا خیار کل آیندہ مین باطل کردیا یا کہا کہ مین نے اپنا خیار باطل کردیا جسوقت کل کا روز آوے گا پس کل کا دن آیا تو منتقی مین مذکور ہو کہ اُسکا خیار باطل ہوجاویگا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہین ہو کیونکہ یہ وقت لامحالہ آویگا بخلاف پہلی صورت کے یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اگر ایک باندی بعوض ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی مین خیار حاصل ہو تو غلام کا ہبہ کرنا یا نخاس مین پیش کرنا بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا اصح قول کے موافق بیع کی فسخ ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہو- ایک شخص نے ایک باندی بشرط خیار مول لی پھر اُسکے سوا دوسری

باندی بائع کو واپس دیکر کہا کہ یہ وہی ہی جو مین نے تجھسے خریدی تھی تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور بائع کو جائز ہی کہ اسکو اپنی ملکیت مین لیوے اور اُس سے وطی کرے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی۔ بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرۂ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو خیار حاصل ہی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہوگیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو منتقی مین ذکر کر کے کہا کہ مشتری شیرۂ انگور کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور اسی طرح امام محمد رح سے مروی ہی۔ حاکم ابو الفضل کہتے ہین کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہی کہ بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر وہ تین روز گزرنے تک خاموش رہے تو مشتری کو بیع لازم ہوگی پھر اُس بنا پر کہ جو بشر رح نے روایت کی ہی کہ بیع ٹوٹ جائیگی فرمایا کہ اگر اُن دونون نے باہم جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہوگئی پھر بائع نے اپنے خیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہوتا اختیار نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار حاصل ہی پھر اُس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع توڑنے مین شمار نہوگا مگر اُس صورت مین بیع ٹوٹ جائیگی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہوجاے اور بعد قرض ہوجانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے خیار شرط پر فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر اُسکو مشتری کے پاس سے غصب کر لیا تو یہ کام بیع کے فسخ اور خیار کے باطل کرنے مین شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ کی پچیسوین فصل مین لکھا ہی۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو خیار حاصل ہی فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کر ڈالا اور غلام بھی مرگیا اور مشتری نے اُسکی قیمت بائع کو دیدی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لینگے اور بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے اُسکے مثل لے لیوے اور یہ صورت بمنزلہ غصب کے ہی۔ کسی نے ایک غلام خیار کی شرط پر بیچا اور غلام اُس کے قبضہ مین ہی پھر تین دن کے اندر کہا کہ مین نے بیع کو فسخ کر دیا پھر اُسکے بعد کہا کہ مین نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع استحساناً جائز ہی اور اگر ایسی صورت مین بائع نے مبیع مین کچھ نقصان پیدا کر دیا اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو اسی طرح لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن اگر بائع اُسکو سپرد کر دے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مبیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کر دیا اور خیار بائع کا تھا تو بیع فسخ نہوگی اور بائع کا خیار باقی رہیگا خواہ مبیع مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے قبضہ مین ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامنگیر ہو کر ضمان لے لیوے اور اسی طرح اگر مبیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہی چاہے بیع کو فسخ کر دے اور مشتری سے ضمان لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لے۔ اور اگر مبیع مین بائع کے پاس کچھ عیب آگیا تو یہ عیب اگر آسمانی آفت سے یا خود مبیع کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہی کہ اگر چاہے تو مبیع پورے ثمن مین لے لے۔ ورنہ ترک کر دے کیونکہ مبیع قبضہ سے پہلے متغیر ہوگئی اور اگر اس صورت مین بائع کے فعل سے عیب آگیا ہو تو بیع باطل ہوجائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آگیا تو بیع باطل نہوگی اور بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا

اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر کے عیب پیدا کرنے والے کا دامنگیر ہو کر جرمانہ لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے جرمانہ لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار رہے گا اگر چاہے تو فسخ کر کے مشتری سے قیمت لے اور اگر چاہے تو اجازت دیکر اُس سے ثمن حاصل کرے اور اسی طرح اگر مبیع مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی یا مشتری کے فعل یا آسمانی آفت سے عیب دار ہو گئی تو بھی بائع اپنے خیار پر رہیگا اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیوے ورنہ چاہے تو فسخ کر دے پس اگر اُسنے اجازت دی تو مشتری سے پورا ثمن لے لیگا اور مشتری اجنبی سے جرمانہ لیگا اگر عیب اُسکے فعل سے ہوا ہو اور اگر بائع نے بیع فسخ کر دی تو عیب اگر فعل مشتری یا آفت آسمانی سے ہوا تو بائع اُس عیب دار مبیع اور جرمانہ کو مشتری سے لیگا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے ولیکن مشتری جو جرمانہ دیگا وہ اجنبی سے واپس لیگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اور ابو سلیمان نے امام ابو یوسف رح سے امالی مین روایت کی ہے کہ اگر بیع بائع کے قبضہ مین کوئی جرم کرے اور خیار بائع کا ہو تو اگر بائع بیع کو توڑے پس بائع یا مبیع کو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اگر اُسنے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یہانتک کہ مدت گذر گئی اور مشتری نے اُس کو قبول کیا اور اُسکے عیب جرم پر راضی ہو گیا تو مشتری جرم مین یا مبیع کو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر مشتری مرگیا اور بائع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیٹا آزاد ہو جائیگا اور اپنے باپ کا وارث نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اگر مکاتب یا ماذون نے کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار مین مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا یا ماذون اپنی اجازت سے محجور[له] کیا گیا تو بیع لازم ہوجائیگی اور بالاتفاق خیار باطل ہوجائیگا یہ نہایہ مین لکھا ہے - کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر بائع نے مدت خیار مین اُسکے پشم کاٹ لیے تو یہ بیع توڑنے مین شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ مین وطی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اُس باندی نے بائع یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل کیا یا اُسکے کچھ اولاد ہوئی تو یہ زوائد اصل کے ساتھ ملا دیے جائینگے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہونگے اور اگر فسخ ہو جاوے تو بائع کے ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو اس بیع کا نافذ ہونا اُن تین صورتون کے ساتھ جو مذکور ہوئین اور اُن کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری مبیع مین مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر فعل کہ مشتری نے اپنے شرط خیار کے ساتھ مبیع مین کیا اگر وہ فعل ایسا ہے کہ مشتری امتحان کے واسطے اُسکے کرنے کا محتاج تھا اور کسی حال مین اُس فعل کا کرنا ایسی چیز مین جو ملک نہین ہے حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل نہین ہے اور اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا مگر غیر ملک مین وہ فعل کسی حال مین جائز نہین ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہے یہ ذخیرہ

[له] یعنی تصرف سے منع کیا گیا ۱۲

مین لکھا ہو کسی غلام کی خرید مین اگر خیار مشتری کا تھا اور اُسنے اُسکو فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب یا رہن کیا یا اُسکو ہبہ کیا خواہ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اُسکو اُجرت پر دیا تو یہ سب باتین مشتری کی طرف سے اجازت بیع مین شمار ہون گی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک مین ہوتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہو۔ اور یہی حکم ہو اگر غلام مین سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ وطی کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت مین شمار ہو لیکن بدون شہوت کے چھونا اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا اجازت مین شمار نہوگا۔ بدائع مین لکھا ہے اور اگر باقی اعضاء کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ امتحان مین اسکی ضرورت ہو بخلاف بائع کے کہ اگر اُسنے بلا شہوت کے باقی اعضاء کو چھوا یا اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اُسکے باقی اعضاء کی طرف دیکھا تو اُسکا خیار ساقط ہوجانا واجب ہو کیونکہ اُسکو اس کی کچھ ضرورت نہین ہو اور یہ بدون ملک کے حلال نہین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور شہوت کی تعریف معتبر یہ ہو کہ اُسکے آلۂ تناسل کو انتشار ہو یا اُسکا انتشار بڑھ جائے اور بعضون نے کہا ہو کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہین ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہو پھر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا یا اُسکو چھوا یا اُس کی فرج دیکھی پھر اُسکے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اُسکا قول معتبر رکھا جائیگا اسی طرح امام محمد رح سے منتقی مین روایت ہو۔ پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اُسکو چھوئے یا اُسکی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اسکا قول معتبر ہوتا ہو پس ایسا ہی اس صورت مین بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطی واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب مین کہتے تھے کہ حرمت مصاہرہ کا فتوی دیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکا بلا شہوت ہونا ثابت نہو اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کے باب مین کہتے تھے کہ ایسا فتویٰ نہ دیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکا شہوت سے ہونا ظاہر نہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہو کہ اس مسئلہ مین مشتری نے اگر اُس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اُسکا قول قبول نہ کیا جائے اور اُسکا خیار ساقط ہوجائے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا اور کہا کہ بدون شہوت کے تھا پس اگر منھ مین لیا ہو تو اُس کا قول قبول نہوگا اور اگر باقی بدن مین لیا ہو تو اسکا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو صدر الشہید نے کتاب البیوع مین لکھا ہو کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کا بوسہ لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اُسنے شہوت سے کیے ہین پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کامون کے کرنے کا قابو دیدیا تھا تو بالاتفاق اسکا خیار ساقط ہوجائیگا یہ فتاوے صغری مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے قابو نہ دیا اور وہ اسکو مکروہ جانتا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہو اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہین ہوتا ہو اور اس بات پر اجماع ہو کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت مین باندی نے اُس سے جماع کر لیا کہ اپنی فرج مین اُسکا عضو تناسل داخل کر لیا تو مشتری کا خیار ساقط ہوجائیگا یہ بدائع مین لکھا ہو

اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر پر[ف] بلایا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسی طرح اگر اُسکا نکاح کر دیا ہو لیکن اگر اُسکا شوہر اُس سے وطی کرلے تو خیار باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اُسکے قبضہ مین ہو اور اس مین کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاوے جو دور نہین ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائیگی اور خیار باطل ہو جائیگا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہو یا نہو یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہو جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنے کا اختیار رہیگا اور فسخ اسی صورت مین کر سکتا ہو کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جاوے تو فسخ کا اختیار نہوگا اور بیع لازم ہو جائیگی یہ بدائع مین لکھا ہو اگر غلام بیمار ہوا اور خیار مشتری کا تھا پھر اُسنے بائع سے ملاقات کر کے کہا کہ مین نے بیع توڑ دی اور غلام تجکو واپس دیا اور بائع نے قبول نہ کیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مریض ہی رہا تو مشتری کو لینا لازم ہو اور اگر مدت خیار مین اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اُس گفتگو کی وجہ سے جو بائع سے رو کے باب مین کر چکا ہو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اگر مشتری کے قبضہ مین مدت خیار کے اندر مبیع مین کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شے سے پیدا ہوئی ہو اور اُسی کے ساتھ متصل ہو جیسے کہ موٹا ہونا یا مرض سے اچھا ہو جاتا یا آنکھ سے جالا جاتا رہنا تو ایسی زیادتی کی وجہ سے مبیع واپس نہین ہو سکتی اور فسخ بیع نہین ہو سکتی یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ جو اصل سے متصل ہو مگر اس سے پیدا نہین ہو جیسے کپڑے کا رنگ اور سلائی اور ستودن کے ساتھ مسکہ اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالاتفاق واپس کرنے کی مانع ہو اور اسی طرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دودھ اور اون یا شبہہ سے وطی کا مہر و ارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنے کی مانع ہین یہ ینابیع مین لکھا ہو۔ اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا نہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق رد کی مانع نہین ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالاتفاق زیادتی مع اصل اُسی کی ہو اور اگر فسخ بیع کو اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک زیادتی مع اصل واپس کرے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اگر مبیع چوپایہ ہو اور خیار مشتری کا ہو اور وہ اُسپر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُس کی چال اور قوت دریافت کرے یا مبیع کپڑا ہو اور اُسکو اس غرض سے پہنا کہ اُسکی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اُسکا حال معلوم کرنے کے واسطے اُس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر چال اور قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بیع پر راضی ہونے مین شمار ہوگا اور اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اور خدمت لینے سے خیار باقی رہنا اُسوقت ہو کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے زائد خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لپیٹا تو اُسکا خیار باطل ہو گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ اور اگر جانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُسکو پانی پلاوے یا اُسکے لیے چارہ لاوے یا یہ کہ اُسکو بائع کو واپس کر دے تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ یہ اجازت بیع مین شمار ہو لیکن استحساناً اجازت نہوگی اور خیار

بقیہ

ف یعنی فقط زبان سے بلا کسی حرکت فعلی کے ۱۲ م

باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ بعض فقہا نے کہا کہ خیار باقی رہنا اُسی وقت ہی کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ لانا بدون اُسپر سوار ہوے ممکن نہو اور اگر بلا سواری ممکن ہو تو خیار باطل ہوجائیگا اور اسی طرح چارہ لادنے کے واسطے سوار ہونا یعنی اگر چارہ ایک گٹھری مین ہو تو اُسکا بوجھ ایک طرف ہوگا پس اگر دوسری طرف بوجھ دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہوگا اور اگر دونون طرف دو گٹھریان ہین اور خود سوار ہوا تو خیار باطل ہوجائیگا یہ مسئلہ سیر کبیر مین لکھا ہی۔ کذا فے محیط السرخسی۔ اور اگر باندی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر یہ خدمت پہلی قسم کی خدمت مین سے ہی تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہی اور اگر دوسری قسم مین سے ہی تو اختیار کرنا نہین ہی اور خدمت لینے مین زبردستی کرنا اول ہی مرتبہ مین بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہوگا اور امام محمد رح نے خدمت لینے کی صورت کتاب الاجارات مین اس طرح بیان کی ہی کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کوٹھے پر لیجا یا اوپر سے نیچے اُتار لایا میرے سامنے یہ کام چالاکی سے کر یا میرے پاؤن داب بشرطیکہ شہوت سے نہو یا کھانا یا روٹی پکانے کا حکم دیا بشرطیکہ تھوڑا کام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی پکانے کا حکم دیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اُسپر دوبارہ سوار ہوا پس اگر دوبارہ اُسکی دوسری طرح سے چال معلوم کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اسواسطے سوار ہوا کہ اُسکا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اُسکی چوکڑی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو اُسکا خیار باقی رہیگا اور کپڑے کو اگر ایک بار لمبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا تو خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر زمین مع کھیتی کے مول لی پھر کھیتی کو پانی دیا یا اُس مین سے کچھ چنا یا اُسکو کاٹا یا اُسکو فروخت کرنے کے واسطے پیش کیا تو اُسکا خیار باطل ہوجائیگا اور اگر اندازہ کرنے کے واسطے پیش کیا ہو تو باطل نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر زمین کے اندر خرمے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا اُن مین پھل آنیکا زمانہ دیا تو خیار باطل ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ زمین مین کھیتی بونا یا اُسکو کھیتی کے واسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو فسخ بیع مین شمار ہی اور اگر نہر عاریتہً تھی اور اُس سے سینچا جیسے کہ پہلے پانی دیتا تھا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اسی طرح اگر اُسکو مستعار دیا یا اُجرت پر دیدیا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا خواہ اُس سے مانگنے والے نے سینچا ہو یا نہ سینچا ہو یہ تاتارخانیہ مین فتاوے عتابیہ سے منقول ہی اور نہر اُگارنا اور کنوان پاٹنا اُسکے خیار کو ساقط کرتا ہی اور اگر کنوان گر گیا پھر اُسکو بنا دیا تو دوبارہ اُسکا خیار لوٹ نہ آئیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر مین سے اپنے چوپایون کو پانی پلایا یا خود پیا تو اُسکا خیار نہ جائیگا کیونکہ یہ مباح ہی اور اگر اس زمین کے نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہونے مین شمار ہی بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اُسکی نادانستگی مین پانی دیدیا ہو اور اگر مشتری کی بکریان گھاس چر گئین تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر دوسرے لوگون کی بکریان چر گئین تو حکم اسکے برخلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنوان یا نہر خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوئین مین بکری گر کر مر گئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہوجاتا ہی اُس مین جا پڑی تو اُسکو تمام پانی نکالنے سے پہلے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر مدت خیار کے اندر تمام پانی نکال ڈالا یہانتک کہ پانی پاک ہوگیا تو اُسکا

صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین کیا ہی اور مشائخ نے اس باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ وہ رد کر سکتا ہی اسلیے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہین ہی تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اسپر قیاس ہی کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بخار آنے لگے پھر اسی مدت مین جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے اپنے اُستاد ابو بکر بلخی سے نقل کیا ہی کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُسکو رد کا اختیار نہوگا اسلیے کہ اُس مین ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ عرفاً اگرچہ وہ پاک ہی مگر بعضے علما کے نزدیک پاک نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر اپنے پینے یا وضو کرنے یا چوپایون کو پلانے کے واسطے کنوین سے اس غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ وہ اسکا محتاج ہی اور اگر کھیتی سینچنے کے واسطے پانی نکالکر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہوگیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے اس کی احتیاج نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر چوپایہ کے کھُر کاٹے یا بعض رگ اُسکی لی تو خیار باطل نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکی رگ گردن مین نشتر لگایا یا ٹھوڑی کے نیچے نشتر مارا یا بیطارون کا نشتر مارا تو یہ رضامندی مین شمار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ اگر اُسپر چارہ لادا تو خیار جاتا رہیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ اگر اُسپر اُسی کا چارہ لادا تو خیار نہ جانے گا اور اگر اُسکے اور بھی چوپایے ہین کہ ان سب کا چارہ اس چوپایہ پر لادتا تھا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک گاے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو خیار ہی پھر اسکا دودھ دوہا تو خیار جاتا رہیگا یہ فتاوے سراجیہ مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی۔ کہ اگر مشتری خود مکان مین رہا یا دوسرے کو کرایہ پر یا بلا کرایہ اُس مین بسایا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُس مین کوئی نئی عمارت بنائی یا اُسپر گچ کی یا کہگل لگائی یا اُس مین سے کچھ گرادیا تو یہ سب بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کے بدون گرائے اُسکی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی گھر کہ جسمین وہ خود رہتا ہی بشرط خیار خریدا اور برابر اُسمین رہتا رہا تو خیار باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر اُس گھر مین کوئی شخص اُجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اُسکی رضامندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضا مین شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اُسکو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کتابین خریدین اور خیار کی شرط کی اور ان کتابون سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہوگا اگرچہ اوراق اُلٹے پلٹے ہون اور کتابون سے پڑھنے مین خیار باطل ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ فقہا نے فرمایا ہی کہ اگر یون کہا جاے کہ نقل لینے سے خیار جاتا رہتا ہی اور کتاب مین پڑھنے سے نہین جاتا ہی تو اُسکی بھی وجہ ہی اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم لیا گیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اگر بشرط خیار خریدے ہوے غلام کے پچھنے لگائے یا اُسکو دوا پلائی یا اُسکا سر منڈوایا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے یہ روایت ہی کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش دے تو یہ رضا مین

ف بیطار جانورون کے علاج کرنیوالے ۱۲

شمار

شمار نہوگا لیکن اگر اس سے دوا مقصود ہی تو رضا مین شمار ہی اسی طرح چونے کے لیپ کرنے کا یہی حکم ہی کہ خیار
ساقط نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُسکے ساتھ دوا کرنا مقصود ہو ایسے ہی سر یا داڑھی دھونے کا حکم کرنا ہی اور
منتقی مین مذکور ہی کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے پچھنے لگائے تو یہ رضا مین شمار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر
ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ سر مین بہ اجرت پچھنے لگاتا ہی اور دیکھکر چپ رہا تو یہ رضا
مین شمار ہوگا اور اگر بلا اجرت پچھنے لگاتے دیکھا تو رضا مین شمار نہوگا کیونکہ یہ مثل استخدام کے ہی کیونکہ یہ
بات ظاہر ہی کہ اگر وہ کہتا کہ میرے پچھنے لگادے پھر وہ پچھنے لگا دیتا تو رضا مین شمار نہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اصل مین مذکور ہی کہ ایک باندی خریدی اور اُسکو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دودھ پلا دے تو یہ رضا مین
شمار نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اُسکو کنگھی
کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضا مین شمار نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر کوئی چیز بشرط خیار
خریدی اور اُسکو قبضہ مین لے لیا یا اُسکا ثمن ادا کردیا تو اس فعل سے اُسکا خیار باطل نہوگا یہ فصول عمادیہ
مین لکھا ہی - ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن
کے خیار شرط پر مول لیا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر غلام کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسی نے خود کما یا پھر غلام نے مشتری
کی دانستگی مین اُسکی بلا اجازت یا اُسکی نادانستگی مین اُس مال کو ضائع کردیا تو مشتری کا خیار باطل نہوگا
اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھوکرا تھا اس غلام کو ہبہ کیا گیا اور غلام نے اُسپر قبضہ کرلیا تو مشتری کا
بیٹا آزاد ہوجائیگا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق مین باطل نہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی ام ولد ہبہ مین
ملی اور اُسپر غلام نے قبضہ کرلیا تو مشتری کا خیار غلام مین باطل ہوگیا اور امام نے فرمایا کہ بیٹا ام ولد کے مشابہ
نہین ہی اس جہت سے کہ ام ولد بعد ہبہ کے بھی بحکم خیار اُسکی ملک مین باقی رہتی ہی اور بیٹا باقی نہین رہتا ہی اور اگر
مشتری نے وہ چیز جو غلام کو ہبہ کی گئی تھی تلف کردی تو اُسکا خیار غلام مین باطل ہوجائیگا اور ابن سماعہ نے
یہ مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام تین دن کے
خیار شرط پر خریدا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری
کا خیار باطل ہوجائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ
مین دو روایتین آئی ہین اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک
مشتری کا خیار باطل نہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک
خیار باطل ہوجائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کرکے خریدا
پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر بکتا تھا اُسکو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی
اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی راہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہین ہی صرف طلب کرنے سے باطل ہوجائیگا
خواہ اُسکے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ نہر الفائق مین مذکور ہی اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت
خیار مین ثمن کے عوض اُسکو بائع کے پاس رہن کردیا تو جائز ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کوئی مرغی خریدی
کہ جس نے مدت خیار کے اندر انڈے دیے تو خیار ساقط ہوجائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ انڈے گندے

ہون اور اگر کوئی جانور خریدا جس نے بچہ دیا تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ بچہ مردہ ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور منیع مین یون لکھا ہی کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ مین کوئی مردہ بچہ جنی پس اگر جننے سے اُس مین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار باقی رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری دونون کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیع تمام نہین ہوتی ہی تا وقتیکہ دونون کی اجازت نہو یہ مبسوط مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز مین خیار حاصل ہی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دیدی پس غلام مشتری کے پاس مرگیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر دونون نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا آزاد کرنا اُس چیز مین جسکا وہ مالک تھا جائز ہو جائیگا **ف** واضح ہو کہ جب دونون کا خیار رہے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سب کے نزدیک غلام فروخت کرنے والے کا آزاد کرنا غلام کے حق مین اور باندی بیچنے والے کا عتق باندی کے حق مین نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون کو خیار حاصل ہی پھر بائع نے مشتری کے حضور مین کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دیدی اور اسکے بعد مشتری نے بائع کے حضور مین کہا کہ مین نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ ہو جائیگی پس اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے تین دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ثمن لازم آئیگا اس جہت سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری کا خیار رہگیا تھا اور اگر اُس غلام نے کوئی عیب اس گفتگو سے پہلے یا اُسکے بعد پیدا ہو گیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی اور مشتری پر ثمن لازم آئیگا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے فسخ کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی پھر غلام مرگیا تو مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر بعد اس گفتگو کے اُس غلام مین کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع فسخ ہی اور بیع کو واپس کرے اور اُسکے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہی وہ بھی دے اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے غلام مین کوئی عیب آگیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع مشتری پر لازم ہی اور اُسکو ثمن دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر خیار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونون نے بیع توڑ دی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو مشتری پر یا ثمن واجب ہوگا اگر خیار مشتری کا ہو یا قیمت لازم آئیگی اگر خیار بائع کا ہو یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر دو شخصون نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونون کو خیار ہی اور ایک شخص دونون مین سے صریحاً یا دلالۃً بیع پر راضی ہو گیا تو دوسرا اسکو رد نہین کر سکتا ہی بلکہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رد کر سکتا ہی اور اسی طرح کا اختلاف خیار رویت اور خیار عیب مین بھی ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک غلام دو شخصون سے ایک ہی صفقہ مین اس شرط پر خریدا کہ دونون بائعون کو خیار حاصل ہی پھر اُس مین کا ایک بیع پر راضی ہو گیا اور دوسرا راضی نہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون پر بیع لازم ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔

چوتھی فصل۔ دونون باہم بیع کرنے والون کے شرط خیار کر لینے مین اختلاف کرنے کے بیان مین۔ اگر دونون

بیع کرنے والے شرط خیار مین اختلاف کرین تو اُسکا قول لیا جائیگا جو خیار کی نفی کرتا ہی اور اگر دونون مدت خیار کی مقدار مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو کمتر وقت کہتا ہو اور اگر مدت کے گزرنے مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو اُسکے گزرنے کا منکر ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر دونون نے شرط خیار مین اختلاف کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو خیار کے مدعی کے گواہ قبول ہون گے یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر خیار ایک کا تھا اور دونون نے اجازت یا فسخ مین مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اُسکا لیا جائیگا جسکو خیار تھا خواہ وہ فسخ کا دعوے کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائینگے اور اگر بعد مدت گزرجانے کے دونون نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت[۱] ہی اسی کا قول لیا جائیگا اور فسخ کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائینگے ولیکن اگر خیار دونون کا ہو اور مدت کے اندر بیع ٹوٹنے یا اجازت ہونے مین اختلاف کرین تو قول فسخ کے دعوے کرنے والے کا ہوگا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کرین تو اجازت کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ دونون کے گواہ کے بیان مین تاریخ نہو اور اگر دونون کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی ادا کرین تو فسخ واجازت دونون کے باب مین اُس شخص کے گواہ معتبر ہون گے جسکے گواہون کی تاریخ پہلے ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - امام محمد رح نے جامع کبیر مین فرمایا ہی کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونون مین سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر مرگیا تھا اور بیع ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہین وہ زندہ ہی اور بھاگ گیا ہی تو قول اُس شخص کا معتبر ہوگا کہ جو اُسکے زندہ بھاگ جانے کا دعوی کرتا ہی اور اگر دونون گواہ قائم کرین تو گواہ بھی اُسی شخص کے معتبر ہون گے جو اُسکے زندہ بھاگ جانے کا مدعی ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون اُسکے مرنے پر متفق ہون لیکن ایک کہے کہ وہ تین دن کے اندر مرا اور دوسرا کہے کہ تین دن کے بعد مرا تو قول اُسکا معتبر ہی جو تین دن کے اندر موت کا دعوے کرتا ہی اور گواہ دوسرے کے لیے جائینگے اور اگر دونون اس بات پر متفق ہون کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ مین مرا ولیکن فسخ اور اجازت مین اختلاف کرین اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑدی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دیدی تھی تو بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جاوینگے بعض فقہا نے کہا کہ یہ قیاس ہی اور بدلیل استحسان اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائینگے اور اگر دونون تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کرین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیع کی اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ قبول ہون گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کی اجازت کا دعوے کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیع توڑنے کا دعوے کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور گواہ دوسرے کے لیے جائینگے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیع توڑنے کا دعوے کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعوے کرے تو بیع ٹوٹنے

[۱] قولہ مدعی اجازت [illegible]

کے دعوے کرنے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جاینگے اور یہی حکم رہیگا اگر دونون کا خیار ہوا اور اسی طرح دونون اختلاف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور نیز امام محمد رح نے جامع مین فرمایا ہو کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہو اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر تین دن کے اندر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُسکی قیمت دو ہزار درم ہو جانے کے بعد مشتری نے اُسکو خطا سے قتل کر ڈالا ہی اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُسکو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہی تو بائع کے گواہ قبول ہون گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مرگیا ہی اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہی تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعوے کرتا ہو اُسی کے گواہ قبول ہونگے اور اگر ہم یہ حکم دین کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری سے ضمان لے لیوے لیکن اگر بائع یہ قصد کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُسکی ضمان مشتری سے لے تو اُسکو یہ نہین پہونچتا ہی اور اسیطرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلان شخص نے اُس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہی اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے یا دوسرے نے تین دن کے بعد اُسکو خطا سے قتل کیا ہی تو بھی بائع کے گواہ قبول ہونگے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ قتل کے دن جو اُسکی قیمت تھی وہ قتل کرنے والے کی مددگار برادری سے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اسکو نہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہی اور بائع گواہ لاوے کہ مشتری نے اُسکو تین دن کے بعد قتل کیا ہی تو بائع کے گواہ قبول ہون گے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص اجنبی نے تین دن کے بعد اُسکو قتل کیا ہی اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہی تو بائع کے گواہ لیے جاینگے اور اگر اس صورت مین مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ جسپر بائع نے یون گواہ قائم کیے ہین کہ اُسنے تین روز کے بعد قتل کیا ہی اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون اس بات پر متفق ہون کہ اس شخص نے اسکو تین دن کے اندر غصب کر لیا ہو اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعویٰ کرے اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعوے کرے تو مشتری کے گواہ لیے جاینگے اور اگر اسکا اُلٹا دعوے ہو تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اسی طرح اگر غصب دو شخصون کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اُسنے غصب ثابت کیا ہو اُس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہم نے بیان کیا ہی گواہ قائم ہون تو اُس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعویٰ کرتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی

پانچوین فصل

بعض بیع کے اندر خیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سوا دوسرے کے

واسطے خیار کی شرط کرنے کے بیان مین - اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو دونون مین سے ایک مین تین دن تک خیار حاصل ہی یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک مین خیار حاصل ہو تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین ایک صورت یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اسکو معین نہ کرے اور ثمن بھی ہرایک کا علحدہ بیان نہو اور دوسری صورت یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اُسکو معین کرے ولیکن ثمن ہرایک کا بیان نہو اور تیسری صورت یہ ہی کہ ثمن کے حصہ کا بیان ہو ولیکن جس چیز مین خیار ہی وہ معین نہو اور ان تین صورتون مین دونون بیع کی بیع فاسد ہی اور چوتھی صورت کہ جس مین دونون مین بیع جائز ہوتی ہی یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اُسکو معین کرے اور ثمن مین سے ہرایک کا حصہ علحدہ بیان ہو پس اس صورت مین ایک کی بیع قطعی طور سے جائز ہی اور دوسرے کی بیع خیار کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیار حاصل ہی اگر وہ اجازت دے یا مر جائے یا خیار کی مدت بدون بیع توڑنے کے گذر جائے تو دونون کی بیع تمام ہو جائیگی اور مشتری کو دونون کا ثمن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دونون کی بیع توڑنے کا اختیار نہین ہی یہانتک کہ ثمن ادا کرے یہ ینابیع مین لکھا ہی - اور اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خرید اکہ مشتری کو اسکے آدھے مین خیار حاصل ہی تو خرید صحیح ہی خواہ ثمن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیار ہونے یا مشتری کے خیار ہونے مین کچھ فرق نہین ہی پس اگر خیار مشتری کا ہو تو اسکو اختیار ہی کہ جس آدھے مین اسکو خیار حاصل ہی اُسکو واپس کرے اگرچہ اس مین بائع کے حق مین صفقہ کی تفریق لازم آتی ہی کیونکہ وہ اس تفریق پر راضی ہو گیا ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے سے دو غلام ہر غلام ہزار درم کے حساب سے خریدے اور بائع کے واسطے ایک مین معین کرکے خیار کی شرط کی تھی کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ مین اُس غلام کو جس مین خیار نہین ہی لیتا ہون اور اُسکا ثمن ادا کرتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پورا ثمن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام مین خیار نہین ہی وہ مشتری کے سپرد کرے اور اُسکا ثمن مشتری سے لے اور دوسرے غلام کے حق مین توقف کیا اور مشتری نے کہا کہ مین کچھ نہین لیتا ہون اور نہ تجھکو کچھ ثمن دیتا ہون تا وقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ مین دونون لے لون یا فسخ کردے کہ مین اس غلام کو جسکی بیع تمام ہی اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لون تو اس بات کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے چاہا کہ دونون غلام مشتری کو دیکر دونون کا ثمن لیوے تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جاویگا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دونون غلام لیکر دونون کا ثمن ادا کردون تو بدون رضامندی بائع کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر اس صورت مین خیار مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے کہ جس غلام کی بیع تمام ہی اُسکو لیکر اُسکا ثمن ادا کردے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر اس باب مین جبر نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر بائع نے یہ چاہا کہ جس غلام کی بیع تمام ہی اُسکو دیکر اُسکا ثمن حاصل کرون اور مشتری نے اس سے انکار کیا تو مشتری کو ہر طرح اختیار حاصل ہی - اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ مین دونون غلام لیکر اُنکا ثمن ادا کردون اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین تجھکو دونون غلام دیکر دونون کا ثمن لیتا ہون اور تو اپنے خیار پر باقی رہیگا تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا یہ

ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور کسی غیر کے واسطے تین دن کے خیار کی شرط کرلی تو مشتری اور غیر مین سے جو شخص بیع کی اجازت دیگا بیع جائز ہو جائیگی اور جو شخص فسخ کریگا فسخ ہو جائیگی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینون امامون کے نزدیک استحساناً صحیح ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع فسخ کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر دونون نے ایک ساتھ فسخ اور اجازت دی یعنے ایک نے فسخ کیا اور دوسرے نے معاً اجازت دی تو بیع کا فسخ اولے ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور نہر الفائق مین لکھا ہی کہ یہی اصح ہی انتہٰی۔ کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط خیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسنے بدون خیار کے بیع قطعی کے ساتھ یا اپنے واسطے خیار کی شرط کرکے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور اگر اُسنے حکم کی فرمانبرداری کرکے حکم دینے والے کے واسطے خیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جسکو حکم دیا ہی دونون کے واسطے خیار ثابت ہو جائیگا اور جو شخص دونون مین سے بیع کی اجازت دے یا توڑ دے تو صحیح ہی لیکن اگر مامور (وکیل) یعنے جسکو حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دیگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور حکم کرنے والا اپنے خیار پر رہیگا اور باقی خیار اجازت رہیگا یہانتک کہ اس خیار کا کوئی وقت مقرر نہوگا اور اسیطرح اگر اُسکو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرے پھر اُسنے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار دونون کو ثابت ہو جائیگا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ عقد کرنے والا اگر دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرے تو خود اُسکے واسطے بھی خیار ثابت ہو جاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اُسکو ثمن اور جنس سے آگاہ کردیا حتی کہ وکالت صحیح ہوگئی اور اُس سے کہا کہ تو اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا پس اُسنے خریدا اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہوگی۔ اور اگر اُسنے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے خیار کی شرط کرے اور اُسنے بلا خیار خریدا یا خیار کی شرط اپنے واسطے کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہوگی ولیکن مامور پر لازم ہو جائیگی اور اسی طرح اگر اُسکو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خریدنے مین اپنے خیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہوگی اور اگر اُسکو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خرید مین حکم کے موافق اُسی کے واسطے خیار کی شرط کی تھی کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہوگئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دیدی تو مامور کا خیار جاتا رہیگا اور حکم دینے والے کا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے بیع کی اجازت دی تو غلام اُسکا ہوگا اور اگر اُسنے بیع واپس کی تو غلام وکیل یعنے مامور کے ذمہ پڑیگا یہانتک کہ اگر بعد اُسکے غلام وکیل کے پاس مرجائے تو اُسکا مال تلف ہوگا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت نہ دی تھی یہانتک کہ حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ مجھکو اس کی کوئی ضرورت نہین ہی تو غلام واپس کردے پھر اسکے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مرگیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کردے وکیل نے کہا کہ مین اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مرگیا تو حکم دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے رد کرنے کے بعد وکیل نے

کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع حکم دینے والے کی اجازت پر موقوف رہیگی پس اگر اُسنے دوسری بیع کی اجازت دیدی تو پہلی اور دوسری دونون بیع نافذ ہوجاینگی اور ملک موکل کے واسطے ثابت ہو جائیگی اور اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہو تو یہ نفع اسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے دوسری بیع توڑدی تو وہی حال ہوجائیگا جو بیع ثانی سے پہلے تھا اور اگر دوسری بیع واقع ہونے کے بعد حکم دینے والے نے پہلی بیع توڑدی تو غلام وکیل کے ذمہ پڑیگا لیکن جو بیع اس سے پہلے واقع ہوئی تھی وہ اُسپر نافذ ہوگی پس اگر وکیل نے اسکے بعد ازسرنو بیع کرلی تو نافذ ہوجائیگی اور اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہوگا تو وہ بھی اُسکے واسطے حلال ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے واسطے کوئی چیز اُسکے حکم سے خریدی اور حکم دینے والے کے حکم کے موافق اُسکے واسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ موافق قاعدہ کے حکم دینے والے اور وکیل دونون کو خیار ثابت ہوگیا بعد ازان بائع اور وکیل مین جھگڑا ہوا بائع نے کہا کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہوچکا ہے اور وہ اُسوقت موجود نہ تھا اور وکیل نے اس بات سے انکار کیا تو بدون قسم کے قول وکیل کا معتبر ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ مین وکیل سے قسم لینے کے باب مین دو روایتین آئی ہین اور اصح روایت یہ ہے کہ وکیل سے قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور وکیل کے قول کا اعتبار کرنا اُسی وقت ہے کہ بائع نے اپنے دعوے پر گواہ قائم نہ کیے ہون اور اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کردیے کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہوچکا ہے تو بیع حکم دینے والے کو لازم ہوگی اگرچہ وہ موجود نہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم نہوے ولیکن وکیل نے (یعنی موکل ۱۲) اُسکے دعوے کی تصدیق کی کہ حکم دینے والا راضی ہوچکا ہے پھر حکم دینے والے نے مدت خیار کے اندر حاضر ہوکر راضی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے بائع کے حضور مین بیع توڑدی ہے تو اس مسئلہ کا یون حکم مذکور ہے کہ خرید وکیل کے ذمہ پڑیگی اور حکم دینے والے پر لازم نہ آویگی حتے کہ اگر حکم دینے والے نے ثمن وکیل کو نہین دیا ہو تو وکیل اُس سے نہ لے سکیگا اور خرید وکیل کے ذمہ پڑنا اُسوقت ہے کہ حکم دینے والے نے یہ بات مدت خیار کے اندر کہی ہو اور اگر مدت خیار کے بعد کہے تو بیع اُسی کے ذمہ ہوگی اور وہ اپنے قول مین سچا نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اُسنے ایسی بات کہی ہے کہ جسکا استیناف نہین کرسکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر باپ نے یا وصی یا مضارب یا شریک یا وکیل نے کسی نابالغ کی طرف سے بیع کی اور اپنے واسطے یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کی تو جائز ہے اور اگر نابالغ مدت خیار کے اندر بالغ ہوگیا تو خیار باطل ہوجائیگا اور بیع تمام ہوجائیگی یہ قول امام ابویوسف کا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا ہے ظاہر الروایت مین کہ خیار اُس لڑکے کا ہوجائیگا پس اگر اُسنے مدت خیار کے اندر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر رد کردیا تو باطل ہوجائیگی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہے اور اگر مدت خیار کی گزر چکی تو بیع نافذ ہوجائیگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کرکے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہوجائیگی اور یہی حال اُس غلام کا ہے کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی پھر اُسکے مالک نے تین دن کے اندر اُسے مجور کردیا تو خیار باطل ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نابالغ کے واسطے باپ یا وصی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے جو اپنے ذمہ لیا ہے خریدی اور خیار کی شرط

کرلی پھر لڑکا بالغ ہوا اور باپ یا وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُن دونون کے لیے جائز ہوگی اور لڑکے کو خیار حاصل رہیگا کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ فسخ کردے پس اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکے حق مین بیع تمام ہوجائیگی اور اگر فسخ کی تو اُسکا حق جاتا رہیگا اور باپ یا وصی کے حق مین اجازت دینے کے سبب سے خرید صحیح ہوجائیگی اور اگر لڑکے نے کچھ اجازت نہ دی یہانتک کہ وصی راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مرگیا تو اس یتیم کو اپنا خیار باقی رہیگا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ وصی نہین مرا بلکہ مدت خیار کے اندر یا اُسکے گزرنے کے بعد غلام وصی کے قبضہ مین مرگیا یا وصی کے راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مدت خیار کے اندر اس یتیم نے انتقال کیا تو بیع مشتری کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

چھٹی فصل خیار تعیین کے بیان مین واضح ہو کہ خیار تعیین قیمتی چیزون مین نہ مثلی چیزون مین استحساناً چار چیزون سے کم مین صحیح ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور چار چیزون مین صحیح نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ دو یا تین غلامون مین سے ایک کو یا دو یا تین کپڑون مین سے ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری ایک پسند کرکے لے لیوے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور خیار تعیین جیسا مشتری کی طرف جائز ہے ویسا ہی بائع کو بھی جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور جب اسطرح کی بیع واقع ہو اور اُن دونون پر مشتری قبضہ کرے تو دونون مین سے ایک مشتری کی ملک ہوکر ثمن کے عوض اُسکے پاس ضمانت مین ہوگی اور دوسری بائع کی ملک رہیگی کہ مشتری کے پاس امانت مین ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ پھر بعضون نے اس خیار تعیین کے عقد کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ اُس مین خیار شرط بھی ہو اور یہ جامع صغیر مین مذکور ہے اور شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ شرط نہین ہے اور یہ جامع کبیر مین مذکور ہے اور فخر الاسلام کہتے ہین کہ یہی صحیح ہے کذا فی التبیین۔ اگر دونون خیار شرط مع خیار تعیین پر راضی ہوجائین تو خیار شرط کا بھی حکم ثابت ہوجائیگا اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دونون کپڑون مین سے تین دن کے اندر رد کرنا جائز ہے اگرچہ یہ امر اُس کپڑے کے معین کرنے کے بعد ہو کہ جس مین بیع واقع ہوئی ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک کو رد کیا تو یہ رد بوجہ خیار تعیین کے ہوگا اور دوسرے کی بیع خیار شرط کے ساتھ ثابت رہیگی اور اگر کسی کے واپس کرنے اور معین کرتے سے پہلے تین دن گزر گئے تو خیار شرط باطل ہوجائیگا اور ایک کی بیع قطعی ہوجائیگی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ ایک کو معین کرلے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور اگر خیار شرط کا ذکر نہ کیا تو خیار تعیین کے واسطے امام اعظم رح کے نزدیک تین دن کی مدت مقرر کرنا ضرور ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی مدت معلومہ ہونا چاہیے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر کوئی وقت مقرر نہ کیا اور خیار کو مطلق چھوڑ دیا تو کرخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایسی بیع جائز نہین ہے۔ اور جامع صغیر مین اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ماذون مین ہے کہ شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے اسی قول کی طرف میل کیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کی بھی شرط لگائی اور جسکو خیار حاصل تھا وہ مرگیا تو خیار شرط باطل ہوجائیگا یہانتک کہ وارث کو دونون چیزون کے

رد کرنے کا اختیار نہوگا اور خیار تعیین وارث کو ثابت ہو جائیگا اور جب اُسنے دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا تو دوسری امانت ہو گی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونوں میں سے ایک تلف ہو گئی تو تلف ہونے والی امانت کے واسطے اور باقی رہنے والی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور مشتری کو باقی میں اختیار ہی اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہو گئیں تو بیع باطل ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اور اگر دو باقی رہیں تو اُسکو اختیار ہی کہ دونوں میں سے جسکو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونوں کو ترک کر دے اور اگر سب تلف ہو جائیں تو بیع باطل ہو جائیگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی اور اگر دو میں سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونے والی بیع کے واسطے متعین ہو گی اور باقی امانت ہی کہ اُسکو رد کرے اور اگر دونوں آگے پیچھے تلف ہوئیں تو پہلے تلف ہونے والی اپنے تلف ہونے سے پہلے بیع کے واسطے متعین ہو گئی اور اُسکا ثمن دینا مشتری کو لازم ہی اور اگر دونوں ساتھ تلف ہو گئیں تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر دونوں آگے پیچھے ہی ہلاک ہوں ولیکن پہلے تلف ہونے والی معلوم نہو تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہی یہ نہایہ میں لکھا ہی۔ اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ کم داموں والی تلف ہوئی ہی تو قول مشتری کا لیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اور اگر فقط ایک نے دونوں میں سے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور قسم ساقط ہو جائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائینگے اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز قبضہ سے پہلے بائع کے پاس عیب دار ہو گئی تو عیب دار بیع کے واسطے متعین نہو گی اور مشتری کو خیار رہیگا اگر چاہے تو عیب دار کو اُسکے پورے ثمن میں لے لیوے اور اگر چاہے تو دوسری کو لے لیوے اور اگر چاہے تو دونوں کو چھوڑ دے اور اگر دونوں چیزیں عیب دار ہو جائیں تو بھی یہی حکم ہی۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور اُسکے قبضہ میں ایک عیب دار ہو گئی تو یہ بیع کے واسطے متعین ہو گی اور دوسری امانت رہیگی اور اگر دونوں عیب دار ہو جائیں پس اگر آگے پیچھے عیب دار ہوں تو پہلی مشتری پر لازم ہو گی اور دوسری بائع کو واپس کریگا اور نقصان عیب کی ضمان نہ دیگا یہ ینابیع میں لکھا ہی۔ اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب دار ہونے والی میں جھگڑا کریں تو اُسکی صورت وہی ہی جو پہلے ذکر ہوئی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی۔ اور اگر دونوں ایک ساتھ عیب دار ہو جائیں تو کوئی بیع کے واسطے متعین نہو گی اور اُسکو اختیار ہو گا کہ جسکو چاہے اُسکے ثمن کے عوض لے لے اور اُسکو دونوں کے رد کرنے کا اختیار نہوگا اور خیار شرط باطل ہو جائیگا اور اگر اس کے بعد دونوں میں سے ایک کا عیب بڑھ جاوے یا ایک میں دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی یہ ینابیع میں لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے کسی ایک میں مالکانہ تصرف کیا تو اُسکا تصرف جائز ہی اور وہ اُسی کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اُسکا ثمن اُسپر واجب ہو گا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اگر بائع نے کسی ایک میں تصرف کیا تو اُسکا تصرف موقوف رہیگا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اُسکا تصرف باطل ہو جائیگا اور اگر امانت رہے تو اُسکا تصرف اُسمیں نافذ ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی۔

اور اگر مشتری نے دونون مین تصرف کیا اور وہ دونون زندہ باقی ہین تو مشتری کو اپنا خیار باقی رہیگا پس جسکو نہ اختیار کرے اسکو واپس کریگا ولیکن اُسکو دونون واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر مشتری نے دونون کو فروخت کر دیا پھر دونون مین سے ایک کو اختیار کیا تو جسکو اختیار کیا ہی اُسکی بیع صحیح ہی اور اگر مشتری نے دونون کپڑون مین سے ایک کو رنگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہوگیا اور دوسرے کو واپس کر دے اور اگر بائع نے دونون غلامون کو آزاد کر دیا تو جو اسکو واپس ملے گا اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اور اگر اس غلام کو جسکو مشتری نے اختیار کیا ہی آزاد کر دیا تو صحیح نہین ہی اور اگر دو باندیون مین سے دونون کو مشتری نے اپنے تحت مین لاکرام ولد بنایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور دوسری کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہونے کے مشتری سے ثابت نہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ دونون مین سے کسکو اُسنے پہلے ام ولد بنایا ہی پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو خیار تعیین وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون کو پہلی دونون مین سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے ثمن اور آدھے عقر کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور دونون باندیان اپنی آدھی قیمت بائع کو کما کر دینگی اور یہ بھی روایت کیا گیا ہی کہ دونون کے بچہ بھی اپنی آدھی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سعی کرینگے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر بائع اور مشتری دونون نے دونون کے ساتھ وطی کی اور دونون کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے دونون بچون کا دعوی کیا تو مشتری جس سے پہلے وطی کرنا بیان کرے اُسمین اُسکی تصدیق کی جائیگی اور وہ دوسری باندی کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی باندی کا عقر مشتری کو دیگا اور اگر بائع اور مشتری دونون بیان ہونے سے پہلے مر گئے اور مشتری کے وارثون کو دونون باندیون مین سے پہلی معلوم نہوئی تو دونون کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہوگا اور باندیان مع اولاد سب آزاد ہو جائینگی اور مشتری دونون مین سے ہر ایک کا آدھا ثمن اور آدھا عقر بائع کو ضمان دیگا اور بائع آدھا عقر ہر ایک کا مشتری کو دیگا اور دونون مین باہم مقاصہ ہو جائیگا اور ان سب کے آزاد کرنے کے حق مین دونون شریک رہینگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- اور دو کپڑون کی صورت مین اگر خیار بائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہوگا کیونکہ اُسکی طرف سے بیع قطعی ہی اور بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہی کیونکہ اُسکو دونون مین سے بیع کے اندر اختیار ہی اور بائع کو دونون کے لازم کر دینے کا اختیار نہین ہی کیونکہ بیع دونون مین سے ایک ہی ہی اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونون مین سے ایک تلف ہو گیا تو وہ امانت مین تلف ہوا اور باقی مین بائع کو خیار ہی اگر چاہے تو اُسکی بیع لازم کر دے ورنہ فسخ کر دے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اُسکے اختیار مین نہین ہی اور اگر قبضہ سے پہلے دونون تلف ہو جائین تو دونون کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دونون تلف ہوے پس اگر آگے پیچھے تلف ہوے تو پیچھے تلف ہونے والے کی قیمت کی ضمان مشتری پر واجب ہی کیونکہ پہلا امانت مین تلف ہوا ہی اور اگر دونون ساتھ تلف ہوے تو مشتری کو ہر ایک کی آدھی قیمت دینا لازم ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونون یا ایک عیب دار ہو گیا تو بائع کا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اور اُسکو

اختیار ہو کہ جسکو چاہے مشتری اُسکے ذمہ ڈالے پس اگر اُسنے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اُسکے ترک کرنے کا اختیار نہین ہو اور اسی طرح اگر بعد قبضہ ہو لینے کے عیب دار دیا تو بھی ترک نہین کر سکتا ہو اور اگر قبضہ سے پہلے عیب دار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہو اگر چاہے تو لے لے ورنہ اُسکو ترک کر دے یہ ینابیع مین لکھا ہو- اور اگر بائع نے عیب دار اُسکو دیا اور وہ راضی نہوا تو پھر اسکے بعد بائع کو اختیار نہین ہو کہ بے عیب اُسکے ذمہ واجب کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہو- اور اگر بائع چاہے تو بیع فسخ کرکے دونون کو واپس لے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو- اور اس صورت مین اگر مشتری کے پاس دونون عیب دار ہوگئے ہون تو مشتری پر ہر ایک کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ ینابیع مین لکھا ہو- اور اگر مشتری نے دونون یا ایک مین تصرف کیا تو جائز نہین ہو اور اگر بائع نے ایک مین تصرف کیا تو جائز ہو اور دوسرا بیع کے واسطے خاص ہو جائیگا اور اُسکے تئین دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فسخ کرنے کا اختیار رہو اور اگر بائع نے دونون مین تصرف کیا تو اُسکا تصرف دونون مین جائز ہو ولیکن بیع فسخ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو- اور واضح ہو کہ جس صورت سے خیار شرط ساقط ہو جاتا ہو اُسی سبب سے خیار تعیین بھی ساقط ہو جاتا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو- ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین امام ابو یوسف رحسے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خریدے کہ جو کپڑا پسند آئیگا وہ لے لیگا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا دس درم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس درم کو لیگا اور اگر پسند آگئے تو دونون کو لے لیگا پھر اُسنے ایک کو رنگا اور اُسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہو جسکا ثمن بیس درم ہو اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو اختیار کیا ہو کہ جسکا ثمن دس درم ہو تو ثمن کے باب مین مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر مشتری نے کپڑے کی قمیص قطع کرا لی اور اُسکو نہ سلایا پھر اُنھون نے ثمن کے باب مین باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو جو ثمن مشتری کہتا ہو وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہوا کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہین ہو اور اُسکو اسی قدر ثمن ملیگا جسقدر مشتری اقرار کرتا ہو معلیٰ نے امام ابو یوسف رحسے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اس شرط پر لیے کہ ان مین سے ایک اسقدر معلوم ثمن کے عوض لے لونگا پھر اُن مین سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کرا لیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے جسکو قطع کرایا ہو اُسکو اختیار کر لیا تھا بعد اسکے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ میرے پاس امانت مین ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہین ہو بلکہ جو ضائع ہوا اُسکو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کرایا ہو پس تجھپر اس کپڑے کی جو قطع کرایا ہو قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا ہو اُسکا ثمن چاہیے ہو تو مشتری قطع کرائے ہوے کی آدھی قیمت اور آدھے ثمن کا اور جو ضائع ہوا ہو اُسکے آدھے ثمن کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو- اور واضح ہو کہ خیار تعیین بیع فاسد مین بھی جائز ہو صرف اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد مین جو بیع کے واسطے متعین ہو اُسکی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال ویسا ہی ہو جیسا ہم نے بیع جائز مین بیان کیا ہو پس اگر دو غلام بیع فاسد کے طور پر خریدے اور وہ دونون ایک ساتھ مر گئے تو مشتری ہر ایک کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونون کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا مشتری کے اختیار مین ہو اور اگر کسی ایک کو

معین کرکے آزاد کردیا یا بیع کردیا تو جائز ہو اور اُسپر اُسکی قیمت دینا واجب ہوگی اور مبہم کا آزاد کرنا [illegible] مشتری کسی کی طرف سے جائز نہین ہو۔ اور اگر بائع نے ان دونون مین سے ایک معین کرکے آزاد کردیا [illegible] کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مرگیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا اور اگر [illegible] بائع کو واپس دیا گیا تو اُسکا آزاد کرنا صحیح ہو اور اگر بائع نے دونون کو آزاد کردیا تھا اور دونون بائع کو واپس دیے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا بائع کے اختیار مین ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو

ساتوین فصل جو چیز بشرط خیار خریدی گئی تھی اُسکی تعیین [illegible] اختلاف کرنے کے بیان مین اور بیع بشرط خیار کے جرم اور اُسکے متعلق کے بیان مین۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین دن کے خیار شرط پر خریدکرکے قبضہ کرلیا پھر بحکم خیار بائع کو پھیر دینے کے واسطے لایا پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہین ہو جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہو تو مشتری کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ اگر اس صورت مین بیع پر قبضہ نہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز مین جو بائع کے پاس موجود ہو بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ تیرے ہاتھ نہین بیچی ہو اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی فروخت کی ہو تو امام محمد رح نے اس صورت کو کسی کتاب مین ذکر نہین کیا اور فقہا نے کہا ہو کہ اس صورت مین قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہو کہ مشتری کا خیار ہو لیکن اگر خیار بائع کا ہو اور بیع پر قبضہ ہوچکا ہو اور مشتری مدت خیار کے اندر بیع کو بائع کے واپس کرنے کے واسطے لاوے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہین ہو جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھسے اپنے قبضہ مین لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہو جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ مین دی ہو تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر بیع پر قبضہ نہوا ہو اور بائع کسی معین بیع مین بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ مین نے اسکو نہین خریدا ہو تو ذکر کیا گیا ہو کہ اس صورت مین قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت خیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کرڈالا پھر اُسکے مالک نے آگاہ ہوکر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دیدی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کو اختیار کرنے[۵] والا نہو جائیگا اور اجازت دینا صحیح ہو اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ غلام بائع کی ضمان مین عیب دار ہوگیا پس اگر مشتری نے اسکا لینا اختیار کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس غلام کو دے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین اختیار رہیگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین صادر ہوئی ہو اور اگر مشتری کے قبضہ مین صادر ہوئی ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو اُسکا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہوجائیگی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر خیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ مین یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو خیار عیب حاصل ہوجائیگا اور خیار شرط بھی باقی رہیگا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین مختار ہوگا اور اگر اُسنے بیع توڑدی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا۔

ف ۵ قولہ اختیار کرنے والا کیونکہ جب غلام نے خطا سے قتل کیا تو حکم یہ ہے کہ چاہے غلام کو مقتول کے وارثون کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور ان دونون باتون مین [illegible]

اختیار ہی اور اگر مشتری نے بقبضہ ... مدت خیار کے اندر اُس غلام سے خطا کی تو اُسکو بائع کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا لیکن ... خیار کے اندر اُسکا فدیہ دیدے تو خیار کی شرط کی وجہ سے اسکو واپس کرسکتا ہی کیونکہ جو عیب ... اور اگر اُسنے فدیہ دیا اور غلام کا دینا اختیار کیا تو خیار شرط ساقط ہو جائیگا اور جسوقت اُسنے خطا کے بدلے غلام کے دینے کا اقدام کیا اُسی وقت ملکیت مشتری کی غلام مین مقرر ہو گئی پس اُسپر ثمن واجب ہوگا کسی نے ایک گھر بائع یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کرکے یا قطعی بیع کے ساتھ خریدا پھر اُس گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ہرحال مین اُس مکان کے فی الحال قابض کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور امام ابویوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر بیع تمام ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہو گی اور اگر بیع مین خیار ہو تو فسخ یا اجازت کے سبب سے جس شخص کا وہ گھر ہو جائیگا اُسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی پھر صاحبین کے قول کے موافق اگر بیع قطعی ہو اور گھر مشتری کے قبضہ مین ہو یہانتک کہ دیت مشتری کے مددگار برادری پر واجب ہو جاے تو کتاب مین پھر اسکا ذکر نہین ہی کہ مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا یا نہ ہوگا اور واجب یہ ہی کہ خیار نہ حاصل ہو اسواسطے کہ گھر مین کوئی شخص مقتول پایا جانا حقیقۃً یا اعتباراً کوئی ایسا عیب نہین ہی کہ جو گھر مین سرایت کر گیا ہو اسواسطے کہ جرم قتل کی ضمان مین اُس گھر پر کوئی استحقاق نہین ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔

ساتوان باب - خیار رویت کے بیان مین اور اُس مین تین فصلین ہین

فصل اول - خیار رویت کے ثبوت اور اُسکے احکام کے بیان مین۔

جس چیز کو نہ دیکھا ہو اُس کی خرید جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میرے دامن مین جو کپڑا ہی اور اُسمین ایسی ایسی صفت ہی وہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یا کہا کہ جو موتی میری مٹھی مین ہی اُسکو فروخت کیا خواہ اُسکی صفت بیان کی یا نہ کی اور جیسے کہا کہ مین نے یہ باندی کہ جسکے چہرہ پر نقاب پڑی ہوئی تھی تیرے ہاتھ فروخت کی - اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ جو کچھ میرے دامن یا مٹھی مین ہی فروخت کیا تو اسطرح کی بیع آیا جائز ہی یا نہین اسکا ذکر مبسوط مین نہین ہی اور عامہ مشائخ نے کہا کہ اطلاق جواب یعنی مطلقاً بدون دیکھی چیز کی خرید جائز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ یہ بیع بھی ہمارے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ جس شخص نے کوئی نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی تو اُسکو دیکھنے کیوقت اختیار ہی خواہ اُسکو پورے ثمن مین لے لے اور اگر چاہے تو واپس کردے خواہ اُسنے اُسی صفت پر پایا ہو کہ جو اُس سے بیان کی گئی تھی یا اُس صفت کے برخلاف پایا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ خیار رویت حکماً ثابت ہو جاتا ہی کچھ شرط کی ضرورت نہین ہی یہ جوہرۂ نیرہ مین لکھا ہی اور خیار رویت دونون بدل مین ملکیت ثابت ہونے سے منع نہین کرتا ہی ولیکن بیع لازم ہو جانے سے منع کرتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور دیکھنے سے پہلے صراحۃً ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتا ہی اور دیکھنے کے بعد اسطرح صراحۃً ساقط کرنے سے ساقط ہوتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ کردینے کا اختیار ہی اگرچہ نہ دیکھ لیا ہو اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی۔ اور اگر دیکھنے سے پہلے بیع کی اجازت دیدی تو جائز نہو جائیگی اور اُسکا خیار رویت اپنے حال پر باقی رہیگا پس جب اُسکو دیکھے تو اُسکو اختیار ہی

ف ... ۱۲

اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور جسطرح مشتری کے واسطے خیار رویت بیع مین ثابت ہوتا ہی اسیطرح اگر ثمن عین ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور خیار رویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہی کہ بیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہی اور اگر اس قسم کی چیز ہی کہ جو متعین نہین ہوتی تو اُس مین یہ خیار ثابت نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور ناپ اور تول کی چیزین اگر عین ہون تو وہ بمنزلۂ اعیان کے ہین اور اسیطرح چاندی اور سونے کے پتر اور برتن اور خیار رویت اُن چیزون مین کہ جنکا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم مین مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہی تو یہ خیار ثابت نہین ہوتا ہی اور درم اور دینار مین بھی خیار ثابت نہین ہوتا ہی خواہ وہ نقد عین ہون یا قرض ہون اور ناپ اور تول کی چیزین اگر معین نہون تو وہ مثل درم اور دینار کے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور یہ خیار تمام اُن عقدون مین ثابت ہوتا ہی جو واپس کرنے سے فسخ ہو سکتے ہین جیسے اجارہ یا مال کے دعوے سے صلح یا بٹوارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور ہر عقد مین کہ جو واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتا ہی جیسے کہ مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور مانند اسکے کہ جن مین واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت مین رہتی ہی اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت مین نہین ہوتی ہی یہ خیار ثابت نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ استروشنی نے فوائد بعض الائمہ مین ذکر کیا ہی کہ مین نے ائمہ بخارا سے اس بات کا فتوے لیا کہ خیار رویت اور خیار عیب بیع فاسد مین ثابت ہوتے ہین یا نہین انھون نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیار رویت مطلق ہی یا اُسکا وقت معین ہوتا ہی تو بعضون نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت مین فسخ بیع کرنا ممکن ہو اُسی وقت تک وقت معین ہی اور اگر دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا وقت ملے اور وہ فسخ نکرے تو خیار رویت ساقط ہو جائیگا اگرچہ اسوقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحۃً یا دلالۃً نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور مختار یہ ہی کہ اُسکا کوئی وقت مقرر نہین ہی بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جاوے جو خیار رویت کو باطل کرتا ہی اُسوقت تک باقی رہتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور بحر الرائق مین ہی کہ یہی صحیح ہی انتہے۔ اور تاوقتیکہ مشتری کی جانب سے خیار رویت ساقط نہو جاوے بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور خیار رویت مین میراث جاری نہین ہوتی ہی یہانتک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکے وارثون کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اُسکو نہ دیکھا یہانتک کہ اُسکو فروخت کر دیا تو امام اعظم رح کے دوسرے قول کے موافق بیع جائز ہی اور اُسکو خیار نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی معین چیز کو بعوض نقد معین کے کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا اور بعوض قرض کے فروخت کیا اور پھر اُس معین کو دیکھکر واپس کیا تو اُس معین کے حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی اور قرض کے حصہ کی بیع نہ ٹوٹے گی کیونکہ اسکو قرض کے حصہ مین خیار رویت نہ تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہی پس اگر وہ متغیر ہو گئی ہو تو اُسکو خیار

ہوگا اور اگر نہ متغیر ہوئی تو خیار نہوگا لیکن خریدتے وقت اگر اُسکو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ مین نے اسکو پہلے دیکھا ہے تو اُسکو خیار ثابت ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے - اور اگر متغیر ہونے مین دونون نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ متغیر ہوگئی ہے اور بائع نے کہا کہ متغیر نہین ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ قائم کرنے چاہییے اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اُسی صورت مین ہے کہ مدت اسقدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مدت مین ایسی چیز متغیر نہین ہوتی ہے اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کو اُسکے شباب کی حالت مین دیکھا تھا پھر اُسکو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعوی کیا کہ وہ متغیر نہین ہوئی تو قول مشتری کا لیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہے - اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر اسطرح اختلاف کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے خریدتے وقت اسکو دیکھا ہے اور مشتری نے کہا کہ مین نے نہین دیکھا ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اگر خریدی ہوئی چیز محدود تھی اور مشتری نے اس محدود پر قبضہ کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے اُسکی تمام حدین نہین دیکھی تھین تو اُسکا قول قبول نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دونون مین اختلاف ہوا اور بائع دعوے کرے کہ یہ وہ نہین ہے جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری کہتا ہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسیطرح ہر جگہ کہ جہان صرف مشتری کے کہنے سے عقد ٹوٹ جاتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور جہان کہین صرف مشتری کے کہنے سے بدون بائع کی رضامندی یا حکم حاکم کے عقد نہین ٹوٹتا ہے تو وہان قول بائع کا معتبر ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہے - کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچے سے پہلے اُسکا اوجھ خریدا تو جائز ہے بخلاف اس صورت کے کہ خربزہ تراشنے سے پہلے اُسکے بیج خریدے تو جائز نہین ہے اگرچہ بائع اسکے کاٹنے پر راضی ہوجاے اور جبکہ اوجھ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اُسکا نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یہ خلاصہ قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر ذبح کرنے سے پہلے اوجھ خریدا تو جائز نہین ہے یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہے - اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھری دیکھی اور اُسکو قبول کر لیا پھر گٹھری کے مالک نے اُسمین سے ایک کپڑا اکاٹ لیا پھر اُسکو آگاہ کر دیا کہ مین نے اسمین سے ایک کپڑا اکاٹ لیا ہے مگر اُس کپڑے کو اُسکو نہ دکھلایا یہانتک کہ جو کچھ گٹھری مین ہے وہ اس شخص نے خرید لیا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیع کے واسطے پیش کیے پھر ایک کو ایک رومال مین لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدون دیکھنے کے مشتری نے اُس اسے خرید لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ اُن دونون مین سے کون کپڑا ہے تو اُسکو بوقت دیکھنے کے خیار حاصل ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے - اور اگر بائع دونون کپڑون کو ایک ایک رومال مین لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ وہی دونون کپڑے ہین کہ جو مین نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا دس درم کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس درم کو لیا اور خریدنے کے وقت اُن کو نہ دیکھا تو اُسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر دونون کو مختلف ثمن کے ساتھ خریدا اسطرح کہ کہا یہ مین نے بیس درم کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم کو خریدا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون مین سے ایک کو بیس درم

کو لیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسا کپڑا ہے تو یہ بیع فاسد ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہراتی کپڑون کی پیش کی اور اُسنے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک نے ایک کپڑا اُس مین سے نکال کے ایک رومال مین لپیٹا اور اُس کپڑے کو اُس شخص نے جسکے سامنے گٹھری پیش کی تھی خرید لیا تو اُسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھری کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اسی گٹھری کا ہے یہانتک کہ اسطرح بیان کرے کہ جس سے وہ اُس کپڑے کو معین طور پر پہچان لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہے اور خریدتے وقت اُسکو نہ پہچانا جیسے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ مین دیکھا تھا پھر اُس کپڑے والے نے اُسکو ایک رومال مین لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہے یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اُسکو نقاب ڈالے ہوے اُسی کے پاس دیکھکر اُس سے خریدی اور یہ نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہے تو اُسکو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے اگر ایک پکھال کا پانی خریدا تو اُسکو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہے اسی طرح اگر پانی کے خریدنے مین شرط کی تھی کہ دجلہ کا ہو اور وہ دجلہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور خیار رویت تمامیت صفقہ کا مانع ہے یہانتک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گٹھری زطی کپڑے کی خریدی اور اُسکو نہ دیکھا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی کپڑے مین کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے اُنمین سے کچھ واپس کرنیکا اختیار نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر بعضی بیع کے سوا بعضی مین بیع کی اجازت دیدی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اُسکے مانند خریدے اور قبضہ کرنے کے بعد اُنکو دیکھکر ایک کو پسند کر کے کہا کہ مین نے اسکو پسند کر لیا تو بیع تمام لازم ہو جائیگی اور خیار اپنے حال پر باقی رہیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو چیزین خریدین اور اُنکو دیکھکر پھر ایک پر قبضہ کر لیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہے یہ ابن رستم نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے اور ایک کا دیکھنا دونون کے دیکھنے کے مثل نہین ہے مگر اُسی صورت مین کہ جسکو دیکھا تھا اُسپر قبضہ کر کے اُسکو تلف کر دیا تو اُسوقت مین اُسکو بیع لازم ہو گی اور اسمین امام ابو یوسف رح کا خلاف ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ دو شخصون نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جسکو دونون نے نہین دیکھا ہے اور دونون نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر دونون نے اُسکو دیکھا پھر ایک نے اُسکو پسند کیا اور دوسرے نے اُسکے واپس کرنیکا ارادہ کیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے مگر اُس صورت مین کہ دونون کی راے واپس کرنے پر متفق ہو جاے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہے اسی طرح اگر بائع دو ہون اور مشتری ایک ہو اور خیار دونون بائعون کو حاصل ہو اور ایک اُنمین سے بیع توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیع جائز نہوگی تاوقتیکہ دونون کی راے اجازت پر متفق نہو۔ اور اگر دو شخصون نے ایک باندی خریدی کہ اُن مین سے ایک اُسکو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دونون نے اُسپر قبضہ کر لیا اور جس نے نہین دیکھا تھا اُسنے اُسکو دیکھا اور دونون کی راے اُسکے واپس کرنے پر متفق ہوئی تو دونون اُسکو واپس کر سکتے ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اُسکو دیکھا تھا اُسنے دوسرے کے واپس کرنے سے پہلے کہا کہ مین راضی ہوا اور مین نے بیع نافذ کر دی تو جس شخص نے کہ نہین دیکھا تھا اُسکو تمام بیع کے واپس کر دینے کا اختیار ہوگا اور شریک کا راضی ہونا بمنزلہ اُس کی رویت کے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو کپڑون مین سے

کہ رویت سے کچھ فائدہ نہوا ۱۲ م

ایک کو دیکھا اور دونوں کو خریدا پھر دوسرے کو دیکھا تو اُسکو دونوں کے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار رہیگا یہ کافی میں لکھا ہے - اگر کسی نے ایسی گٹھری زطی کپڑون کی خریدی کہ جسکو اُسنے نہیں دیکھا ہے پھر اُس میں سے ایک تھان اپنا تو کل گٹھری میں اُسکا خیار باطل ہو گیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے - اور خیار رویت کی وجہ سے رد کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فسخ کرنا ہے اسمین قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہیں ہے اور صرف اتنا کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائیگی مگر بائع کی بدون آگاہی کے امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے - اور اگر قبضہ کر لیا اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل رہیگا تا وقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اُسکی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جاوے جو رضامندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اور خیار رویت میں بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتون میں سب کے نزدیک رضا مندی صحیح ہو جاتی ہے اور رضامندی کی دو صورتین ہین ایک رضا مندی صریح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہدیا کہ مین اس سے راضی ہوا یا مین نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضا مندی پائی جاوے جیسے خریدنے کے بعد اُسکو دیکھکر اُسپر قبضہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے - اور عیب دار ہونے یا تصرف کرنے سے کہ جنسے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے انھین سے خیار رویت بھی جاتا رہتا ہے پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جسکے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ مطلقاً بیع کی مثلاً (یعنی اسمین اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط نہ لگائی) یا رہن کیا یا اجارہ پر دیا تو خیار رویت دیکھنے سے پہلے اور بعد دیکھنے دونوں صورتون مین باطل ہو جاتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے - اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو ہر طرح سے فسخ مین شمار ہے اُسکو واپس دیا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیار رویت عود نہ کریگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق نہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کی یا ہبہ کر کے سپرد نہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیار رویت باطل نہوگا اور اگر بیع مین اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کریگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ کفایہ مین ہے اور اگر بعض بیع کو دیکھنے کے بعد بیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ بدائع مین لکھا ہے - اور اگر کسی خریدے ہوے غلام کو مکاتب کر دیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا اور پھر اُسکو مشتری نے دیکھا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے - اور اگر بعض بیع اُسکے ہاتھ سے نکل گئی یا اُسکے پاس اسمین کچھ نقصان آگیا یا اسمین کچھ زیادتی ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی ہوئی تھی یا جدا تھی تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اور اسیطرح اگر بیع باندی تھی اور اُس سے وطی کر لی یا اُسکو شہوت سے چھوا یا شہوت سے اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا بیع کوئی گھوڑا تھا کہ اپنی ذاتی ضرورت کے واسطے اُسپر سوار ہوا یا مثل اسکے واقع ہو تو بھی اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اسی کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کر دی تو یہ بیع مثل بیع مطلق بدون شرط کے ہے اس سے خیار رویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے یعنی

۱۷ قولہ نہیں بیان کئے کہ ... سبب ...
۱۷ قولہ زیادتی الخ زیادتی ملی ہوئی جیسے جمال بڑھ گیا یا موٹا ہو گیا اور جدا زیادتی جیسے باندی کے بچہ پیدا ہوا ۱۲

کی شرح کنز مین لکھا ہی - اور اسیطرح اگر اُسکو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کردیا تو بھی خیار باطل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اسیطرح اگر دیکھنے سے پہلے اُسکو ہبہ کرکے سپرد کردیا تو خیار ساقط ہوجاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اسیطرح اگر دیکھنے کے ساتھ ثمن ادا کردیا تو بھی خیار جاتا رہتا ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر مشتری کے پاس بیع مین سے کچھ تلف ہوجاوے تو اسکا خیار باطل ہوجائیگا یہ حاوی مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے اُسمین کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے اسمین کچھ نقصان آتا ہی حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ وہی بیع ہی تو بھی اُسکا خیار باطل ہوجائیگا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے پشم کاٹ لیے اور یہ نہ جانا کہ یہی بکری خریدی گئی ہی یا کوئی کپڑا اپہن کر اسمین نقصان پیدا کردیا حالانکہ یہ نہ جانا کہ یہی کپڑا بائع نے فروخت کیا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کوئی ایسی باندی خریدی جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُس باندی کو بائع نے مشتری کے پاس ودیعت رکھا حالانکہ مشتری اُس باندی کو نہین پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہی پھر وہ مشتری کے پاس مرگئی تو مشتری اُسپر قابض شمار ہوگا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اُسکی ضمان مین ہلاک ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بائع کے پاس ودیعت رکھی اور وہ بائع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مرگئی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر کوئی موزا خریدا اور بائع نے مشتری کو سونے کی حالت مین پہنادیا پھر وہ خواب سے اُٹھا اور اُسکو پہنے چند قدم چلا اور اس جہت سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیار رویت باطل ہوگیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیار رویت باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر کوئی ایسا گھر خریدا کہ جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اُسکو شفعہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اُسکا خیار رویت باطل نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی یہی مختار ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور کبری مین مذکور ہی کہ اگر سیپ کے اندر کوئی موتی خریدا تو امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ بیع جائز ہی اور جب اُسکو دیکھے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ بیع باطل ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی - اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلے کے اندر یا جو کچھ اس کوٹھری مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور اُسکو دیکھنے کے وقت خیار ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دار کے اندر یا اس گانون مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اسکے اندر جہالت بہت بڑھی ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - کوئی مرغی ایک موتی نگل گئی پھر اُسکو مع موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہین ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی دیکھا ہو اگر مرغی مرجانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو ولیکن مشتری کو موتی مین خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی اسباب خریدکر اُسکو کسی جگہ اُٹھالے گیا تو اُسکو خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ اُسکو اُسی جگہ واپس لاوے جہان کہ عقد ہوا تھا ورنہ رد کرنا صحیح نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - خواہ اُٹھا لیجانے سے اُسکی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ قنیہ مین زیادہ کیا ہی - اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہونچاوے پس

اگر بیع فارسی زبان مین واقع ہوئی تو جائز ہی پس اگر مشتری نے وہ دودھ نہین دیکھا تھا اور جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہونچا دیا تب اُسنے دودھ کو دیکھا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہی کہ اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی کیونکہ اگر اُسنے واپس کر دیا تو بائع کو اُسکے اُٹھا لانے کی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہی کہ جو مشتری کے پاس پیدا ہو گیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور خیار عیب یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے بیع کے واپس کرنے مین جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع الفصولین مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اُسکا خیار رویت ساقط نہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیار باطل ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کاشتکار کو اجازت دی کہ اُسمین کھیتی کرے تو اُس کا خیار باطل ہوجائیگا کیونکہ کاشتکار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہی یہ عینی کی شرح کنز مین لکھا ہی - اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اُس زمین کا کوئی کاشتکار تھا اور اُس کاشتکار نے اس مشتری کی رضامندی سے اُس مین کھیتی کی اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اُس زمین کو دیکھا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی - اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تاکہ وہ اُسمین زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیار ساقط نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - والوالجیہ مین مذکور ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچنے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیار رویت باقی نہ رہے تو حیلہ اس باب مین یہ ہی کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دے کہ یہ اُسکا ہی پھر یہ کپڑا مع زمین فروخت کر دے پھر وہ شخص کہ جسکے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہی اُس کپڑے کا استحقاق ثابت کر کے لے لے پس مشتری کا خیار باطل ہو جائیگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جسکو دیکھا نہین تھا پھر اُسکو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آمد یا نہ آمد یعنی پسند آیا یا نہ آیا اور کچھ لوگون سے یہ کہا گواہ باشید بر خریدن من این خانہ را یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو پھر یہ قصد کیا کہ مین خیار رویت کے وجہ سے اس گھر کو واپس کرون تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر مین واقع ہی اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اُسکو تیرے سپرد کر دیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقۃً قبضہ کرنے کی وجہ سے ثمن ادا کرنے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہی کہ خیار رویت کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اُسنے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ مشتری کے ساتھ اُس شہر کو جاوے یا اپنا کوئی وکیل اُسکے ساتھ کرے تاکہ وکیل ثمن پر قبضہ کر لے اور گھر اُسکے سپرد کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی غلام خریدا اور اُسکو اندھا پایا اور کہا کہ مین قصد کرتا ہون کہ اسکو اپنے قسم کے کفارہ مین آزاد کرون پس اگر کافی طور پر ادا ہو جائیگا تو لے لونگا ورنہ واپس کر دونگا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی - بشر رحمۃ اللہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ سے روایت کی ہی کہ کسی شخص نے دو کُر گیہون خریدے اور اُنکو نہین دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے اُن دونون مین سے ایک کی بیع کا اقالہ کر دیا تو اُسکو باقی مین خیار رویت حاصل ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اسکو فروخت کر دے یا کہا کہ اپنے واسطے اسکو فروخت کر دے تو اسی وقت وہ واپس ہو جائیگی خواہ بائع نے اُسکو فروخت کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے

سکے کہا تو یہ صورت اس مسئلہ مین مذکور نہین ہی ہان اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ مین اسطرح مذکور ہی کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ بائع سے کہا اسکو فروخت کردے یا اسکو بیچدے و لفظ فروخت کردے تو یہ دونون لفظ یکسان ہین پس اگر اُسنے بکری کو نہ دیکھا ہوگا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیع ٹوٹ جائیگی اور خیار رویت کی وجہسے بکری واپس ہوجائیگی اور اگر مشتری نے اُسکو دیکھ لیا تھا تو بیع نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ مین نے اسکو قبول کیا اور مین اُس بکری کو بیچ لونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک بکری بدون دیکھے مول لی اور بائع کو حکم دیا کہ اسکا دودھ دوہکر صدقہ کردے یا زمین پر پھینک دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو دودھ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اُسکا خیار بکری مین باطل ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین جامع الفصولین سے نقل کیا ہی اگر کسی نے دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے اُن دونون مین سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کردیا اور مشتری نے اس مقتول کی قیمت اور اُسکا نفقہ اُسکے قاتل سے لے لیا تو اُسکا خیار دوسرے مین باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جسکے عوض کچھ مال لازم آتا ہی یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اُسکے ساتھ مشتری کے سوا دوسرے شخص نے شبہہ مین وطی کرلی تو اُسکو خیار رویت کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اُس سے وطی کرلی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینون صورتون مین اسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی مگر اُس صورت مین واپس کرسکتا ہی کہ بائع راضی ہوجاوے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال مین اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ مرگیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی مین کوئی ظاہر نقصان پیدا ہوگیا تو مشتری کو بدون رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہین آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت کے موافق یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسیطرح اُسکے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کردیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر بچہ مرجاوے تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کردیا تو اصل مین مذکور ہی کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہوجائیگی اور بائع پر قتل کردینے کی صورت مین قیمت واجب ہوگی اور زخمی کردینے کی صورت مین زخم کا جرمانہ دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ عیسیٰ ابن ابان سے روایت ہی کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کردیا پھر اُسکو اُسکے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہی اور نکاح کردینے سے جو اس مین عیب آگیا اُسکا بدلا دینے کے واسطے مہر کافی ہی اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے زائد ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ زیادتی جو باقی رہ گئی ہو اُسکا تاوان دے اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر بخار آنے کی حالت مین مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اُس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل کرکے بیع کو جائز کردیگا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہوگیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار

نہیں ہی اور اگر غلام کے اچھے ہونے کی حالت مین بائع کے حضور مین اُسکے واپس کر دینے پر گواہ کر لیے پھر بائع
کے قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا اگا ہی ہو تو غلام بائع کے ذمہ پڑیگا یہ حاوی مین
لکھا ہی۔ اگر دیکھی ہوئی گیہون کی ڈھیری تخمینہ سے خریدی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ خشک ہو کر کم ہو گئی
تو اُسکو خیار رویت نہوگا اور یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے خیار ہو وہ فسخ کر دینے
کا اختیار رکھتا ہی لیکن تین شخص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو
اگر انمین سے کوئی شخص کسی چیز کو اُسکی قیمت سے کم پر خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فسخ کر دینے کا مختار
نہیں ہی ہان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فسخ کر سکتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔

دوسری فصل

اُن چیزون کے بیان مین جنکا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق مین کل کے دیکھنے
کے مانند ہی قاعدہ یہ ہی کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز کے تابع ہوئے تو نہ دیکھی ہوئی چیز مین اُسکو خیار
نہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائیگا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے نے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز
کے حال سے آگاہ نہ کیا تو اُسکا خیار رویت باقی رہیگا اور اگر اُسکے حال سے آگاہ کر دیا ہو تو اُسکا خیار رویت
باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی یا غلام خریدا اور اُسکا چہرہ دیکھکر پسند کیا تو اسکے بعد اُسکو
خیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہی اور اگر بنی آدم مین
سوائے چہرے کے تمام اعضا دیکھ لیے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر گھوڑا یا خچر یا گدھا وغیرہ
خریدا اور اُسکے چہرہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مشتری کو خیار
باقی رہیگا تاوقتیکہ اُسکا آگا و پچھا نہ دیکھے یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور فقہا نے فرمایا ہی کہ اگر چوپایون کے
پہچاننے والون کا یہ قول ہو کہ چوپایون کے چارون پائون کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہی تو اُنکا دیکھنا بھی خیار ساقط
ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی۔ اور کھر یا سُم اور پیشانی اور دم کا دیکھ لینا کافی
نہیں ہی اور یہی صحیح ہی۔ یہ فتاوی غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اور جو بکری اپنے پاس رکھنے کے واسطے خریدی ہو اُسکے
تھن اور تمام بدن کا دیکھنا ضرور ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر گوشت کے واسطے بکری خریدی تو اُسکا
ٹٹول کر دیکھنا ضرور ہی یہانتک کہ اگر اُسکو دور سے دیکھا ہو تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دودھ
دیتی ہوئی گائے یا اونٹنی خریدی پھر اُسکا تمام بدن دیکھا ولیکن اُسکے تھن نہیں دیکھے تو اُسکا خیار باقی رہیگا
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور کھانے کی چیزون مین چکھنا اور سونگھنے کی چیزون مین سونگھنا ضرور ہی اور جہاد
مین جو وقت بجائے جاتے ہین اُنکی آواز سننا ضرور ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر کوئی چکھنے کی چیز خریدی اور رات
کو بغیر دیکھنے چکھا تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شے مال منقولہ مین سے حیوانات
کے سوا خریدی پس اگر اُسکی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہی جیسے منقش فرش مین وجہ مقصود ہوتا ہی اور اُسکا نقش
تو جبتک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر کوئی چیز خاص مقصود نہین ہوتی ہی
اور اُس مین سے تھوڑا سا دیکھکر راضی ہو گیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا بشرطیکہ جس قدر نہین دیکھی ہی وہ
صفت مین دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اگر صفت مین برابر نہ پاوے بلکہ گھٹا ہوا

ف قولہ رعاف فی غلام [illegible] ۱۲

پاوے۔ تو اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو لپٹا ہوا اوپر سے دیکھ لیا اور اُسکا کھولکر نہ دیکھا پس اگر وہ کپڑا سادہ ہے کہ اُسپر نقش یا کارچوبی وغیرہ نہین ہے تو اُسکا خیار باقی نہین رہیگا اور اگر اُسپر نقش ہین تو جب تک اُسکو کھولکر اُسکے نقش نہ دیکھے تب تک وہ اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اُسپر نقش نہو بلکہ گلریزی وغیرہ ہووے اور اُسنے کام دیکھ لیا ہے تو پھر اُسکو خیار نہوگا اور اگر اُسکی کارچوب نہین دیکھی ہے تو اُسکو خیار حاصل ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ پھر بعض فقہانے کہا ہے کہ یہ حکم اُنکے عرف کے موافق ہے اور ہم لوگون کے عرف کے موافق جبتک کپڑا اندر سے نہ دیکھ لیگا اُسکا خیار ساقط نہوگا کیونکہ کپڑون مین اندر اور باہر سے اختلاف کردینا قرار پاگیا ہے اور یہ قول امام زفر کا ہے۔ اور مبسوط مین وہی حکم لکھا ہے کہ جو امام زفر رح نے کہا ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور بچھونون مین جبتک اُنکا رخ اور رنگ کی جگہ نہ دیکھ لے تب تک اُسکا ظاہر دیکھنے سے خیار ساقط نہوگا اور جس کپڑے کے دو رخ مختلف ہون اُن دونون کا دیکھنا معتبر ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور فرش کے باب مین فقہا نے کہا ہے کہ اُسکو تمام دیکھنا چاہیے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور اگر تکیہ کے اندر کچھ بھرا ہوا ہے اور اُسکو اوپر سے دیکھ لیا پس اگر وہ ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے تکیہ بھرے جایا کرتے ہین تو اُسکا خیار باطل ہوجائیگا اور اگر ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے تکیہ نہین بھرے جاتے ہین تو اُسکو خیار باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین معراج الدرایہ سے منقول ہے۔ اور اگر ایک استر لگا ہوا جبہ خریدا اور اُسکا استر دیکھ لیا تو اُسکے ابرہ دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا خواہ وہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین پر ہو یا نہ مقصود ہو اسواسطے کہ ابرہ ہر حال مین مقصود ہوتا ہے لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ ابرہ مقصود نہو مثلاً حقیر ہو تو حکم اُسکے برخلاف ہے اور اگر مشتری نے اُسکا ابرہ دیکھ لیا تو اُسکو استر دیکھنے کے وقت خیار نہوگا لیکن اُس صورت مین کہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین ہو یہ تاتارخانیہ مین برہانیہ سے منقول ہے اور فتاوے نسفی مین ہے کہ اگر چند مکا عتبہ خریدے اور اُنکے منھ بعض کے بعض کی طرف کردیے اور مشتری نے اُنکو پشت کی طرف سے دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل نہوگا اور اگر اُنکو رخ کی طرف سے دیکھ لیا اور چمڑا نہ دیکھا تو خیار رویت باطل ہوجائیگا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے۔ اور بعض فقہانے کہا کہ ہمارے زمانے مین چمڑے کے اندر فرق کردینے اور اُسکے مقصود ہونے کی وجہ سے چمڑے کا دیکھنا بھی ضرور ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور کان کی مٹی اور سونارون کی مٹی مین جو کچھ نکلتا ہے اُسکا دیکھنا معتبر ہے۔ اگر کوئی زین مع اُسکے سامان کے خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا اور اُسکا نمدا نہ دیکھا پھر اُسکا نمدا دیکھا تو اُسکو کل واپس کردینے کا اختیار ہے اور اسیطرح اگر چکی مع آلات خریدی اور اُسمین کی چیز جو اُس سے الگ ہے نہین دیکھی اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر دو موزے یا دو کیواڑ یا دو جوتیان یعنی جوڑا جوڑا خریدے اور ایک کو جوڑے مین سے دیکھ لیا تو دوسرے کے دیکھنے کے وقت اُسکو خیار رہیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور فتاوے مین مذکور ہے کہ اگر مشک کا نافہ خریدا اور اُسمین سے مشک نکالا تو خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہ رہا کیونکہ نکال لینے سے اُسمین عیب پیدا ہوگیا اور اگر مشک نکال لینے سے عیب نہ پیدا ہو تو واپس کرسکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر بے دیکھی ہوئی شکر کی زنبیل خریدی پھر اُسمین سے شکر نکالکر چھان ڈالی تو اُسکا خیار ساقط ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کچھ تیل جو ایک شیشے مین بھرا ہوا ہے خریدا اور شیشے کو دیکھ لیا اور تیل

مسئلہ کا عبث ظاہر ایسے موزے مراد ہین جنکی ایڑیان پر چمڑے کا کام ہو (زری اور فرہنگ مین دیکھو) ۱۲ خیار ۱۲ سینہ چمڑے کے پہنے مین پشت ... (marginal gloss, partly illegible)

شیشے

اپنی ہتھیلی یا انگلی پر نہین نکالا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ تیل دیکھنے مین شمار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے تھی کہ اسکو پانی کے اندر دیکھا تو یہ دیکھنے مین شمار نہین ہے اور اسکو خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی مچھلی کہ جسکا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہے خریدی اور اسکو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہا نے فرمایا کہ اسکا خیار ساقط نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا تو نہ دیکھنے مین شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر تاک کا ایک انگور دیکھا تو اسکو خیار باقی رہیگا یہانتک کہ ہر قسم کے انگورون مین سے کچھ کچھ دیکھے اور خرما کے درختون مین اگر بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو خیار رویت باطل ہوجائیگا اور خرمے کی قسمون مین سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہے اور اگر کھٹے اور میٹھے انار خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے وقت اسکو خیار حاصل ہوگا اور بھی منتقی مین مذکور ہے کہ اگر خرمے کے گوچھے (خوشے ۱۲) خریدے اور بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو بیع لازم نہوجائیگی یہانتک کہ سب کو دیکھ لے اور اس سے راضی ہوجاوے اور یہی حال تمام ان پھلون کا ہے کہ جو ظاہر ہون اور ناپ تول یا شمار مین آتے ہون مگر درخت پر ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ یہی مختار ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع عقار ہو تو عامہ روایات مین یہ مذکور ہے کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہوگیا تو اسکا خیار جاتا رہیگا۔ فقہا نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہو اور اگر اسکے اندر کوئی عمارت ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہے اسکا دیکھنا ضرور ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور محیط مین فرمایا ہے کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑون کے اور دو بیت گرمیون کے اور دو بیت کاٹھ کے ہون تو سب کا دیکھنا شرط ہے جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہے اور باورچی خانہ اور مزبلہ کا دیکھنا (گھورا ۱۲) اور بالاخانہ کا دیکھنا شرط نہین ہے لیکن ایسے شہر مین شرط ہوگا کہ جہان بالاخانہ مقصود ہوتا ہے جیسے شہر سمرقند مین اور بعضون نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہے اور یہی اظہر و اشبہ ہے انتہے اگر غلہ کے واسطے کوئی بیت ہو تو اس روایت کے موافق جواب دیا جائیگا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہے (کرایہ پر چلانے یا بیچنے معروف ۱۲) یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا تو کتاب مین مذکور ہے کہ اگر درختون کی چوٹیان باہر سے دیکھ لین اور ہر درخت کی چوٹی دیکھکر راضی ہوگیا تو خیار رویت باقی نرہیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور بستان کے باب مین فقہا نے کہا ہے کہ اسکو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہیے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزین ہون اور خریدتے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہین دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزون مین سے ہے پس اگر ایک ہی برتن مین ہو تو اسکو خیار نہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوئے کے موافق نپاوے تو اسکو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنون مین ہو پس وہ سب اگر ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مشائخ عراق نے فرمایا ہے کہ اسکو خیار نہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر دو جنسون کی ہو یا ایک ہی جنس مین دو صفت کی ہو تو اسکو خیار حاصل ہوگا اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع ایسی گنتی کی چیزین ہون کہ جنمین آپس مین فرق ہوتا ہے جیسے کسی

تھیلے کے کپڑے خریدے یا تولکرے یا خربوزے خریدے تو ہرایک کا دیکھنا ضرور ہے اور اگر بعض کو دیکھا تو باقی میں اسکو
خیار رہیگا ولیکن اگر واپس کرنے کا قصد کرے تو کل واپس کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر گنتی کی چیزیں ہوں
برابری کے ہوں جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو انمین بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہے بشرطیکہ باقی کو دیکھے ہوئے
یا اس سے بڑھکر پاوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ولیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب کو واپس کریگا اور یہی صحیح ہے۔
یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ پس اگر ان صورتوں میں جو مذکور ہوئیں مشتری یہ دعوے کیے کہ میں نے باقی
کو دیکھے ہوئے کی صفت پر نہیں پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تو نے اسی کی صفت
پر پایا ہے تو قسم لیکر بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز زمین
کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہیں ہے اور تاوقتیکہ
سب کو نہ دیکھ لے اسکو خیار باقی رہیگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر انمین سے
اسقدر اکھاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کرسکتا ہے اور اسپر راضی ہوگیا تو اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ
سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور عامۂ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت میں مذکور نہیں ہے اور فقط اسکا
ذکر امالی میں امام ابو یوسف رح سے ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہے کہ بعد
اکھاڑنے کے ناپ یا تول میں آتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے
انمین سے کچھ اکھاڑی یا خود بائع نے اکھاڑی پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز ناپ یا تول کے لائق ہے اور مشتری
اسکو دیکھکر راضی ہوگیا تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہوگا
بشرطیکہ باقی اسی کے مانند ہو اور اگر اکھاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن میں نہیں آسکتی تھی تو
خیار باطل نہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت
سے اکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے انمین سے کچھ اکھاڑا پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز اسقدر ہو
کہ اسکی کچھ قیمت ہے تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی خواہ مشتری اس سے راضی ہو یا نہو یہ فتاوے قاضی خان میں
لکھا ہے۔ اور خواہ دوسری جانب زمین میں وہ چیز کم نکلے یا انمین سے کچھ بھی نہ نکلے یہ محیط میں مذکور ہے۔ اور
اگر اکھاڑی ہوئی چیز اسقدر تھوڑی ہو کہ اسکی کچھ قیمت نہیں ہے تو مشتری کا خیار باطل نہوگا اور ان
مسئلوں میں امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوے ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ
چیزیں گنتی سے فروخت ہوتی ہوں جیسے مولی وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہیں ہوتا ہے
بشرطیکہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے
بائع کی بلا اجازت اکھاڑی اور اکھاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہے تو اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا
ہے۔ اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ جو چیز زمین میں
پوشیدہ ہے اسکا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اگنے سے پہلے یا اگنے کے بعد فروخت کی مگر یہ نہیں
معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے اندر اگی ہے یا نہیں اگی ہے تو بیع جائز نہو گی اور اگر ایسی چیز کو جو زمین کے
اندر موجود ہے جیسے پیاز وغیرہ فروخت کردیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اکھاڑکر کہا کہ میں تیرے

ف قولہ بڑھکر الخ یعنی باقی کا دیکھنا ایک بعض کا کافی ہے بشرطیکہ باقی بعض سے معیوب نہ ہو یا بڑھکر ہو ۱۲ م

ہاتھ اس شہر پر بیچتا ہون کہ ہر بگہہ۔ سیطرح کثرت کے ساتھ لگیگی یا موجود ہی تو بیع جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رحمۃ نے فرمایا کہ اگر گاجرین فروخت کین اور بائع نے کہا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ اگر مین اُسکو اُکھاڑون اور تو راضی نہو تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ اگر مین اُکھاڑون اور اچھی نہ نکلے تو مین اُسکو واپس نہ کر سکونگا تو جو شخص اُسکے اُکھاڑنے مین تطوع کرے جائز ہی اور اگر دونون مین سے کسی نے اسکا قصد نہ کیا تو قاضی اُنکے عقد بیع کو فسخ کردیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی۔ اور اگر دو کیاریان گاجر کی خریدین اور ایک کو اُکھاڑا اور اُسکی گاجرین اچھی پائین اور دوسری کو اُکھاڑا اور اُسکی گاجرین عیب دار پائین تو اُن مین سے کچھ بھی واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ اُکھاڑنے سے اُنمین عیب آگیا و لیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لیگا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجرین خریدین اور اُس تھیلے کے منھ پر بڑی بڑی گاجرین جانی تھین اور اُسکے اندر چھوٹی چھوٹی پائین پس اگر چھوٹی گاجرین بڑی گاجرون کے دامون مین نہین بکتی ہین تو یہ عیب مین شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجرین خریدین اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام کو بھیجکر حکم دیا کہ گاجرین اُکھاڑے پس اُسنے تمام گاجرین اُکھاڑ ڈالین پھر مشتری آیا تو کیا اُسوقت اسکو خیار رویت حاصل ہوگا امام نے فرمایا کہ ہان پس مین نے کہا کہ اُکھاڑنے سے اُسکی تہائی قیمت گھٹ گئی ہی آخوندکے فرمایا کہ خیار ہی اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی

تیسری فصل اندھے اور وکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان مین اندھے کی خرید فروخت جائز ہی اور اُسپر تینون اامون کا اتفاق ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اُسکو اپنی خریدی ہوئی چیز مین خیار ہی اور فروخت کی ہوئی چیز مین خیار نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور جو چیزین چھونے کی ہین اُنمین اس اندھے کا الٹ پلٹ کرنا اور اُسکا چھونا آنکھون والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہی اور سونگھنے کی چیزون مین اُسکا سونگھنا اعتبار کیا جائیگا اور چکھنے کی چیزون مین چکھنا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور سب روایتون مین زیادہ مشہور روایت یہ ہی کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کپڑا ہو تو اُسمین چھو لینے کے ساتھ اُسکے طول اور عرض کی صفت اور اُسکی عمدگی مرتبہ کی بھی بیان کرنی ضرور ہی اور گیہون مین چھونا اور صفت بیان کرنا ضرور ہی یہ جوہرنیرہ مین لکھا ہی۔ اگر پھلون کو درختون پر لگا ہوا خریدا تو اشہر روایات کے موافق اُسمین وصف کا بیان کرنا ضرور ہی باقی کچھ ضرور نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اعتبار مین جبتک اُسکا وصف بیان نہ کیا جاے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہین ہوتا ہی اور یہی مذہب صحیح ہی یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی۔ اور یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزون مین معتبر ہی کہ جو چھونے یا سونگھنے یا چکھنے سے نہین پہچانی جاتی ہین جیسے چوپاے اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ باتین عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہو گئی ہون تو اب اُسکو خیار نہوگا یہ فتاوی تمرتاشی مین مذکور ہی اور اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہوگیا پھر وہ بینا ہوگیا تو اُسکا خیار عود نہ کریگا یہ

بدائع مین ہی اور اگر کسی آنکھون والے نے کوئی چیز خریدی پھر وہ دیکھنے سے پہلے اندھا ہوگیا تو اُسکی آنکھون سے دیکھنے کا خیار اندھون کے مانند وصف بیان کرنے کے ساتھ ہوجائیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی اندھے نے وصف بیان کرنے سے پہلے کہدیا کہ مین راضی ہوگیا تو اسکا خیار ساقط نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کچھ طعام خرید ا اور اُسکو نہین دیکھا اور اُسپر قبضہ کرلینے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کرلیا تو مشتری کو اسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی قاصد بھیجا اور قاصد نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کرلیا تو مشتری اُسکو واپس کرسکتا ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونون برابر ہین اور مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے واپس کرے اور چاہے لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور قاعدہ اس مسئلہ مین یہ ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک جو شخص قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا جاتا ہی وہ خیار رویت باطل کرنے کا مالک ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک نہین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اسوقت ہی کہ جب قبضہ کرنے کے وقت اُسکو دیکھتا ہو اور اگر پوشیدگی کی حالت مین اُسپر قبضہ کرلیا پھر دیکھنے کے بعد قصداً خیار باطل کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور وکیل کرنے کی صورت یہ ہی کہ مشتری کسی غیر سے کہے کہ بیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میرا وکیل ہو یا یون کہے کہ مین نے اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے تجکو وکیل کیا اور قاصد بھیجنے کی صورت یہ ہی کہ غیر شخص سے یون کہے کہ بیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میری طرف سے قاصد ہوجا یا اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے مین نے تجکو حکم دیا یا اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے مین نے تجکو بھیجا یا کہا کہ تو فلان شخص سے کہہ کہ وہ تجکو بیع دیدے یہ بحر الرائق مین فوائد سے منقول ہی اور اس بات پر سب امامون کا اتفاق ہی کہ خرید کے واسطے جو وکیل کیا جاتا ہی اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور موکل کو یہ اختیار نہین رہتا ہی کہ اپنے دیکھنے کے وقت اُسکو واپس کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اس بات پر بھی امامون کا اجماع ہی کہ جو شخص خریدنے کے واسطے قاصد ہوتا ہی وہ خیار باطل کرنے کا مالک نہین ہی اور اسکا دیکھنا بھیجنے والے کے دیکھنے کے مانند نہین ہی اور اگر بھیجنے والے نے بیع کو نہ دیکھا ہو تو اُسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو خریدنے سے پہلے وکیل یا قاصد کیا اور اُسنے بیع کو دیکھ لیا پھر موکل یا بھیجنے والے نے اُسکو اپنے آپ خریدا تو اُسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر خرید کے وکیل نے کسی ایسی شی کو خریدا کہ جسے موکل نے دیکھا ہی اور وکیل اس بات کو نہین جانتا ہی تو وکیل کے واسطے خیار رویت ثابت ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اس صورت مین خیار رویت وکیل کے واسطے ثابت ہونا اُسیوقت ہی کہ جب وہ شخص کسی غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہو اور اگر کسی معین چیز کے خریدنے کے واسطے کہ جسکو موکل دیکھ چکا ہی وکیل کیا گیا اور وکیل نے اُسکو نہین دیکھا تھا تو وکیل کو اُسکے خریدنے مین خیار رویت حاصل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ بیع دیکھنے کے قصد سے کسی کو وکیل کرنا صحیح نہین ہی اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند نہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے نہ دیکھی ہوئی چیز

خریدی پھر ایک شخص کو اُسکے دیکھنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر تجکو پسند آوے تو لے لینا تو یہ جائز نہین ہے یہ بعض الفتاوی مین جامع الفصولین سے منقول ہی۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز مین جو خود بے دیکھے خریدی ہی دیکھکر غور کرنے کے واسطے اس طرح پر وکیل کیا کہ اگر راضی ہو تو بیع تمام کردے اور اگر راضی نہو تو بیع فسخ کردے تو اس طرح وکیل کرنا صحیح ہی اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہوگا کیونکہ موکل نے یہ بیع اُسکی راے اور نظر پر چھوڑدی ہی تو یہ وکالت صحیح ہوگی جیسے کہ خیار کی شرط کے ساتھ خریدکرنے مین فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کرنا صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

آٹھوان باب خیار عیب کے بیان مین اور اسمین سات فصلین ہین

فصل اول خیار عیب کے ثبوت اور اُسکے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُسکی تفصیل کے بیان مین

خیار عیب بدون شرط کرنے کے ثابت ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جس مین کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُسکو معلوم نتھا اور پھر عیب تھوڑا یا بہت ظاہر ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے لے ورنہ واپس کردے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور واپس کرنے کا اختیار اُسوقت ہی کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نکرسکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو خیار نہوگا جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھنا ظاہر ہوا تو مشتری اُسکو حلال کرسکتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس عیب دار کو رکھکر بائع سے نقصان لیوے یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہوجاے تو اس آگاہی پر مشتری اُسکو رد کرسکتا ہی اور صرف اُسکے اس کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہوجائیگی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہوگی اور اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدون بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہوگی پھر اگر اُسنے بائع کی رضامندی سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونون کے حق مین فسخ ہوگی اور دوسرون کے حق مین نئی بیع شمار ہوگی اور اگر قاضی کے حکم سے فسخ ہوئی تو ان دونون کے حق مین اور انکے سوا غیرون کے حق مین بھی فسخ شمار ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور جو عقد واپس کرنے سے فسخ ہوجاتا ہی اور اُس مین بیع اپنے مقابل کے عوض ضمان مین ہوتی ہی تو ایسے عقد مین تھوڑے اور بہت دونون طرح کے عیب سے وہ شی واپس ہوجاتی ہی اور جو عقد کہ واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتا ہی اور اُس مین وہ شی اپنی ذات سے ضمان مین ہوتی ہی نہ بعوض جیسے مہر اور بدل خلع و قصاص تو ایسے عقد مین تھوڑے عیب سے واپس نکیجائیگی فقط بہت عیب کی وجہ سے واپس ہوسکتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہونا صرف اُسی صورت مین ہی کہ مہر ناپ یا تول کی چیز نہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہوسکتی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور بہت عیب مہر مین یہ ہوگا کہ اُسکو اعلیٰ درجہ سے اوسط درجہ پر لادے یا اوسط درجہ سے ادنیٰ درجہ پر گرادے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور دونون قسمون مین حد فاصل یہ ہی کہ جو عیب چند اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین جدا جدا داخل ہوجاوے مثلاً ایک نے اُسکو لیے عیب ہزار درم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُسکو اس عیب کے ساتھ پورے ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنے والون کی اندازے جدا نہو بلکہ یکسان ہو

ف خواہ بائع و مشتری نے باہم رضا سے [illegible] ۱۲

جیسے کہ چند اندازہ کرنے والون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درم کا ہی اور اس عیب کے ساتھ سبھون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہی تو یہ کھُلا ہوا بست عیب کہلائیگا یہی فتوے کے واسطے اختیار کیا گیا ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی - اور خیار عیب کا یہ حکم ہی کہ مشتری کی ملک مبیع مین فی الحال ثابت ہوجاتی ہی مگر ملک لازم نہین ہوتی ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خیار عیب مین وراثت جاری ہوتی ہی - انتہے اور اسکا کوئی وقت مقرر نہین ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار عیب ثابت ہونے کی چند شرطین ہین از انجملہ بیع کے وقت یا اسکے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اسکے پیدا ہوگا تو خیار ثابت نہوگا اور از انجملہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کرلینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبون مین واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے عامۂ مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی نہین اور از انجملہ بھاگنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کردینے کے عیب مین عقل ہوتا چاہیے اور از انجملہ ان تینون عیبون مین یکسان حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری کے پاس مختلف ہوگئی تو واپس کرنے کا حق ثابت نہوگا اور از انجملہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اُسکو جانتا تھا تو اُسکو خیار نہ رہیگا اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ بائع نے مبیع کے سب عیبون سے اپنا ذمہ پاک کرلینا شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کرلیا ہو تو مشتری کو خیار نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی - قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی کہ تاجرون کی عادت مین جس چیز سے ثمن مین نقصان آتا ہو وہ عیب ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا ہی کہ جو چیز مال کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے مین نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤن شل ہونا اور برتنون کا شکستہ ہونا یا اُس سے اُس مال کے نفع مین کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہی اور جس سے ان دونون باتون مین کچھ نقصان نہین آتا ہی اُسمین لوگون کے رواج کا اعتبار کیا جائیگا اگر وہ اُسکو عیب گنتے ہین تو عیب ہوگا ورنہ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور عیب ہوتے یا نہونے مین عیب جاننے والون کی طرف رجوع کیا جائیگا اور وہ تاجر لوگ ہوتے ہین اور اگر مبیع ساختہ چیزون مین سے ہی تو مرجع اُس پیشہ کے لوگ ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اندھا ہونا اور کانا ہونا اور احول ہونا اور انگلی کا ننڈیا ناقص ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اقبل ہونا اور اقبل وہ شخص ہوتا ہی جو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہی اور ریزی یعنی سینے کا نکلا ہوا ہونا عیب مین شمار ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اسیطرح بہرا ہونا اور گونگا ہونا اور باقی عیب جو پیدایش مین ہوتے ہین سب عیوب مین شمار ہین اور گندہ دہن اور بغل کا بدبو کرنا باندی مین عیب ہی اور غلام مین عیب نہین ہی لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہی اسواسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری پر دلالت کرتا ہی اور بیماری فی نفسہ عیب مین شمار ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور ایسے ہی بدائع و مبسوط و تبیین مین ہی اور بجر غلام اور باندی دونون مین عیب ہی اور بجر پیڑو کے پھولے ہوئے کو کہتے ہین (البحر) قرن بھی عیب ہی اور وہ ایک ہڈی ہی کہ فرج مین پیدا ہوجاتی ہی اور وطی سے مانع ہوتی ہی اور عفل بھی عیب ہی اور وہ ایک قسم کا گوشت ہی کہ فرج مین پیدا ہوجاتا ہی اور وطی سے مانع ہوتا ہی - یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور بعضون نے

عفل کے یہ معنی بیان کیے ہین کہ اُس عورت کی فرج تھیلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ جسکے بائع یا اور کسی کے پاس بچہ پیدا ہوا تھا اور مشتری اُس سے آگاہ نہوا پھر اُسکو معلوم ہوا تو دو روایتون مین ایک روایت کے موافق اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ چوپایون مین فقط بچہ پیدا ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جسکو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی تو اُسکو بائع سے جھگڑا کرنیکا اختیار نہین ہی پس اگر وہ باندی نفاس کے اندر مرگئی تو پیٹ ہونیکے عیب کا نقصان بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اُسکا پیٹ سے ہونا معلوم نہوا ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور نصاب مین مذکور ہی کہ چوپایون اور سواری کے جانورون کا حمل سے ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر اُسمین کسی کھلے ہوے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور رتق عیب ہی اور رتقا وہ عورت کہلاتی ہی جسکے کوئی سوراخ سوائے سوراخ پیشاب کے نہو اور فتق عیب ہی اور فتق سے مراد وہ ریح ہی جو مثانہ کے اندر ہو اور اکثر اوقات اپنا زور کرکے مرد کو ہلاک کردیتی ہی اور یہ بدون بدن کے اندر بیماری پیدا ہونے کے نہین پیدا ہوتی ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور رغنا اُس باندی کے اندر جو ام ولد بنائی جاوے عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور بقالی مین مذکور ہی کہ اگر اُس باندی کا باپ یا دادا احرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہی اور نوادر ابن رشید مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ جب باندی کا باپ یا دادا احرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک اُن باندیون مین ہوگا کہ جو ام ولد بنانے کے واسطے خریدی جائین اور اُنکے سوا دوسری باندیون مین عیب نہوگا لیکن اگر نخاس والے اُسکو عیب جانتے ہون تو عیب ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہین ہی صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہی کہ جسکا اُسنے ارتکاب کیا اور اُسپر توبہ او راستغفار کرنا واجب ہوگا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا ہو کہ جس سے اُسکے مالک کی خدمت کرنے مین نقصان آتا ہی تو وہ عیب ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی اگر اُسپر حد واجب ہونا ظاہر ہو تو بھی عیب ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہی اور غلام مین عیب نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور تمام عیبون مین واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہی سوائے عیب زنا کے جو باندی مین پایا جاوے کیونکہ امام محمد رح سے امالی مین روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی بالغ خریدی کہ اُسنے بائع کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اُسکو واپس کرسکتا ہی اگرچہ اُسنے مشتری کے پاس زنا نکیا ہو اور نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اُسکے پاس سے بھاگ گئی پھر اُسنے اُسکو پایا اور گواہون کے ساتھ اُسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اُس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہوجائیگا اور اس روایت سے صریح ثابت ہوتا ہی کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہین ہی اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اُس سے نہین لے سکتا ہی اگرچہ دوبارہ اُسکے پاس عود نہوا ہو اسی طرح جس شخص نے اُس سے خریدا وہ بھی بدون معاودت کے اُسکو واپس کرسکتا ہی مگر اول ظاہر ہے یہ

تبیین مین لکھا ہی اور اگر کوئی ایسا غلام خرید اکہ جسکے ساتھ اغلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت اغلام کراتا تھا تو یہ عیب ہی کیونکہ یہ اُسکے اُبنہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر اُجرت پر اغلام کراتا تھا تو غلام مین عیب نہین ہی بخلاف باندی کے کہ اُس مین یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ مخنث ہونا دو طرح کا ہوتا ہی ایک تو بُرے اور ردی کام کرنا اور وہ عیب ہی دوسرے سنگار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے مین لچکنا پس اگر یہ باتین کم ہون تو واپس نہ کیا جائیگا اور اگر بہت ہون تو واپس کر دیا جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور عنین ہونا عیب ہی اور ایسے ہی خصی ہونا بھی عیب ہی اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خرید اکہ وہ خصی ہی اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہوگا اور اگر اس شرط پر خرید اکہ وہ مرد ہو پھر دیکھا تو وہ خصی نکلا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور خصیون کا بڑا ہونا عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور مسّو نکلا ہونا عیب ہی بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو اور اگر ثمن مین نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہین ہی اور تل کا بھی یہی حکم ہی کیونکہ تل سے کبھی زینت ہوتی ہی کہ اُس سے مالیت مین نقصان نہین آتا ہی جبکہ رخسارہ پر ہو اور کبھی بدنما کر دیتا ہی جبکہ ناک کی نوک پر ہو اور اس سے مالیت مین نقصان آتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور باندی یا غلام کا ختنہ نہونا عیب نہین ہے بشرطیکہ وہ دونون دار الحرب وغیرہ سے اُٹھا لائے گئے ہون یا دار الاسلام مین پیدا ہوے ہون مگر نابالغ ہون اور اگر بالغ ہوگئے ہون گے تو عیب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ختنہ نہونے سے باندی کا عیب دار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے ملک مین باندی کا ختنہ نہین کیا جاتا ہی تو ختنہ نہونا اُسمین بالکل عیب نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اسیطرح فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دیدی تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر باندی کو اُسکے شوہر نے طلاق دیدی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُسکی جورو کے حکم مین ہی اس دلیل سے کہ اُس کے شوہر کو بدون اجازت اسکے مالک کے اُس سے رجعت کرنے کا اختیار ہی اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا کرخی رحمہ نے فرمایا ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہین ہی مثلاً اُسکی رضاعی بہن ہو یا اُسکی رضاعی مان ہو یا اُسکی بی بی کی مان ہو یا اُسکی بی بی کی بیٹی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہی لیکن اگر بائع اُسکو ادا کردے یا قرض خواہ اُس کو معاف کردین تو عیب نہ رہیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور قنیہ مین مذکور ہی کہ قرض عیب ہوتا ہی لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان مین شمار نہین کیا جاتا ہی تو عیب نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر غلام کو کسی کے پاس رہن یا اُجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور کرخی کی کتاب مین مذکور ہی کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہی اور اس عیب ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہی کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہو اور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بائع بیع کر دینے کی وجہ سے جرمانہ دینے کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا۔ پس اگر بائع نے اُسکے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کر دیا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت

مین نقصان آتا ہو تو باندی مین عیب ہی اور غلام مین عیب نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ غلام امرد ہو اور عیب ہونا اُسی صورت مین ہی کہ شراب پینا حد سے بڑھ گیا ہو لوگون مین ایسا نہ پایا جاوے اور اگر ایسا نہو تو باندی مین عیب نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی پُرانی کھانسی اگر از قسم بیماری ہو تو عیب ہی اور عادت کے موافق کھانسی ہونا عیب نہین ہی اور برص عیب ہی اور جذام بھی عیب ہی اور وہ جلد کے نیچے پیپ پڑ جاتی ہی کہ وہ اسکی بدبو آتی ہی اور اکثر اس سے اعضا بدن کے کٹ کے گر جاتے ہین اور وہ سب عیبون سے بدتر عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کالے اور ہرے دانت ہونا عیب ہی اور زرد دانتون کے باب مین مختلف روایتین آئین ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور دانت کا ساقط ہونا عیب ہی خواہ داڑھ ہو یا دانت ہو یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی بالغ باندی کا حیض بند ہو جاتا عیب ہی اور بالغ باندی وہ ہی جس کی عمر سترہ برس کی ہی اور اسیطرح اگر باندی کے ہمیشہ بطور استحاضہ کے خون جاری رہتا ہو تو عیب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور یہ بات باندی کے کہنے سے معلوم ہو گی پس جب اسکے اقرار کے ساتھ بائع کا قسم کھانے سے باز رہنا بھی ملجاوے تو واپس کر دی جائیگی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور فقہا نے فرمایا ہی کہ ظاہر الروایت کے موافق باندی کا قول اس باب مین معتبر نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو جواری پایا پس اگر اُسکا جوا عیب مین شمار ہی جیسے نرد یا شطرنج وغیرہ کے ساتھ جوا کھیلنا تو عیب ہوگا اور اگر عرف مین اس قسم کا جوا عیب نہین گنا جاتا ہی جیسے اخروٹ یا خربزون کے ساتھ جوا کھیلنا جسکو فارسی مین گوز باختن و ستہ زدن و خربزہ زدن کہتے ہین تو عیب مین شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر مملوک کو سوائے اسلام کے غیر راہ پر پایا تو عیب ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہی اور اُسکو مسلمان پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسکا اُلٹا ہو تو واپس کر سکتا ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی اسیطرح اگر نصرانی نے کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نصرانی ہی پھر اُسکو مسلمان پایا تو اُسکو واپس کرنے کا خیار ثابت نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جو غلام بائین ہاتھ سے کام کرتا ہو اور داہنے ہاتھ سے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو عیب ہی لیکن اگر تھوڑا بائین ہتہ ہو تو عیب نہین ہی جسکو اضبط کہتے ہین یعنی دونون ہاتھ سے کام کر سکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور بصارت مین ایسا ضعف ہونا کہ زیادہ تاریکی یا زیادہ روشنی مین نہ دیکھ سکے عیب ہی اور عسم یعنی پٹھون مین خشکی اور تشنج ہونا عیب ہی اور بدن مین ایسا زائد گوشت مثل غدود کے پیدا ہو جانا کہ جو ہلانے سے ہلتا ہی اور چنے سے کبھی خربوزہ کے برابر تک ہوتا ہی عیب ہی اور سلعہ عیب ہی اور یہ وہ زخم کو کہتے ہین اور شمس الائمہ سرخسی نے اُسکی تفسیر اُن زخمون کے ساتھ کی ہی جو گردن پر ہوتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور حنف عیب ہی اور حنف دونون انگوٹھون مین ہر ایک کے دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہین اور ابن الاعرابی نے یہ معنی بیان کیے کہ جو قدمون کی پیٹھ کے بل چلے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور صدف یعنی گردن کا جڑ سے پیچیدہ ہونا عیب ہی اور منھ کا زیادہ پھیلا ہونا عیب ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور داغ ہونا عیب ہی لیکن اگر نشانی کے واسطے ہو جیسے بعض چوپایون مین ہوتا ہی تو عیب نہوگا اور قدمون کے سرون کا نزدیک ہونا اور ایڑیون کا دور رہنا عیب ہی اور پہنچے کا ٹیڑھا ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور آنکھ سے زیادہ آنسو جاری ہونا اگر بیماری سے ہو تو عیب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور شتر یعنے پلکون کا اُلٹا ہونا عیب ہی کذا فی الظہیریہ اور ریح السبل عیب ہی

یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور خارش آنکھ کی اور غیر آنکھ کی سب عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سپیدی جسکو ناخنہ کہتے ہین پیدا ہونا عیب ہی اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہی کذا فی الظہیریہ زردی اور سرخی کا درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیون مین پایا جاوے تو عیب ہی اور اگر رومی یا صقالیہ باندیون مین پایا جاوے تو عیب نہین ہی کیونکہ اہل روم سب کے بال ایسے ہی ہوتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر سر یا بدن کے بعضے بال سپید اور بعضے سیاہ ہون تو عیب ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی بالون کا معتدل رنگ سیاہ ہی اور اسکے سوا باقی رنگون سے اگر ثمن مین نقصان آتا ہو اور سوداگر اُسکو عیب سمجھتے ہون تو عیب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ حاوی مین لکھا ہی اگر باندی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوے تو اگر اُسکے بعض بال سر کے سرخ ہین اور بعض سیاہ تو اُسکو واپس کر سکتا ہی کیونکہ یہ عیب ہی اور اگر صرف اُسکے بالون مین سرخی ہی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی لیکن اگر بالون کا کالا ہونا بیع مین شرط تھا تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام مین کہ جسکو سمجھ نہین ہی کہ اکیلا کھانا پہننا نہین جانتا ہی عیب نہین ہی اور اگر چھوٹا سمجھ دار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پہن سکتا ہو تو عیب مین شمار ہوگا لیکن واپس کرنے کا حق حالت یکسان ہونے کے وقت ثابت ہوگا کذا نقل فی المضمرات عن الزادیس اگر یہ باتین چھوٹے غلام مین بائع اور مشتری دونون کے پاس اُسکے چھوٹے پن مین پائی گئی ہین یا دونون کے پاس اُسکے بڑے پن مین پائی گئین تو یہ عیب ہی کہ جسکے سبب سے واپس کر سکتا ہی اور اگر حالت یکسان نہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن مین اور مشتری کے پاس بڑے پن مین پائی جاوین تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور جنون کے ماسوائے مین چوری کرنے اور بھاگ جانے اور بچھونے پر پیشاب کرنے کی نسبت شمس الائمہ حلوانی نے اپنی شرح مین لکھا ہی کہ ظاہر جواب یہ ہی کہ ان باتون کا مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہین ہی اور بعض مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ شرط ہی اور یہی صحیح ہی اور بعضون نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ مشائخ مین ان چیزون کے دوبارہ واقع ہونے کی شرط ہونے مین کچھ اختلاف نہین ہی اور اسیطرح عام روایتون مین مذکور ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب پایا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل ہو گیا تو اُسکا خیار باطل ہو گیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور بھاگنے کی تعریف یہ ہی کہ اپنے مالک سے سرکشی کر کے غائب ہو جاے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہی اور اس مین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور جب شہر سے نکل گیا تو بالاتفاق عیب ہی خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جسکو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا اُسکے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہین گیا تو اُسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ کہا جاے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب مین شمار ہوگا اور اگر چھوٹا ہو کہ اسپر اُس شہر کے گھر اور لوگ مخفی نہین تو عیب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور گاؤن سے شہر کو بھاگ آنا بھاگنے مین شمار ہی اور ایسے ہی اسکا اُلٹا بھی بھاگنے مین شمار ہی اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہین ہی اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنے مالک کا مکان جانتا تھا اور اُسکے

پاس لوٹ آنے پر قادر تھا اور پھر نہ آیا تو عیب مین شمار ہوگا اور اگر مکان نہین جانتا تھا یا لوٹ آنے پر قادر نہ تھا عیب نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور اگر دار الحرب مین غنیمت مین سے تقسیم ہونے سے پہلے بھاگا پھر لوٹا کر غنیمت مین لایا گیا تو بھاگنے والے مین شمار نہین ہے اور اگر غنیمت کے اندر فروخت کیا گیا اور غنیمت تقسیم ہوئی اور وہ ایک شخص کے حصہ مین آیا پھر دار الحرب مین بھاگا تو وہ بھاگنے والے مین شمار ہے خواہ وہ اپنے لوگون کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اور چوری اگرچہ دس درم سے کم ہو عیب ہے اور بعضون نے کہا کہ ایک درم سے کم جیسے ایک پیسا یا دو پیسے کی چوری عیب نہین ہے اور چوری خواہ اپنے مالک کی کی ہو یا کسی غیر کی ہو یکسان ہے اسکے عیب ہونے مین کچھ فرق نہین ہے لیکن کھانے کی چیزون مین فرق ہے اس طرح اگر کھانے کے واسطے اپنے مالک کی چیز چرائی تو عیب نہین ہے اور اگر غیر کی چرائی تو عیب ہے اور اگر کھانے کی چیز فروخت کرنے کے واسطے چرائی تو خواہ مالک کی چرائی ہو یا غیر کی چرائی ہو عیب ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور جامع الفصولین مین ہے کہ اگر غلہ مین سے ایک پیاز یا خربوزہ یا پیسہ چورا لیا جیسے خدمتگار چورا لیا کرتے ہین تو عیب نہوگا اور اگر اجنبی کے غلہ سے کوئی خربوزہ چورا لیا تو عیب ہے اور یہی مختار ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اور اگر کھانے کی کوئی چیز ذخیرہ کرنے کے واسطے چرائی تو عیب ہوگا اور مولے اور اجنبی اس باب مین برابر ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے - اور اگر گھر مین نقب لگایا اور کچھ لے نہین بھاگا تو یہ عیب ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - فوائد ظہیریہ مین ہے کہ اس جگہ ایک عجیب مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک نابالغ غلام خریدا پھر اسکو دیکھا کہ وہ بچھونے پر پیشاب کر دیتا ہے تو اسکو واپس کر دینے کا اختیار ہے پس اگر اسنے واپس نہ کیا تھا حتے کہ اسکے پاس اُس غلام مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اسکو اختیار ہے کہ نقصان عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اسنے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور بالغ ہونے کے ساتھ عیب جاتا رہا تو بائع کو جو کچھ نقصان کے عوض اسنے دیا ہے اسکے واپس لینے کا اختیار ہے یا نہین ہے پس اس مسئلہ کی کوئی روایت کتابون مین موجود نہین ہے پھر شیخ رح فرماتے ہین کہ میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ سزاوار یہ ہے کہ واپس کر لے اور اس پر اُنھون نے دو مسئلون سے دلیل پکڑی تھی ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی باندی خریدی پھر بعد خرید کے دریافت ہوا کہ اسکا شوہر موجود ہے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے پاس اُس مین کوئی دوسرا عیب آگیا تو مشتری بائع سے نقصان عیب کی قدر واپس لیگا اور جب اسنے نقصان کا عوض لے لیا پھر اس باندی کے شوہر نے اسکو طلاق بائن دیدی تو بائع کو یہ اختیار ہے کہ جو کچھ اسنے نقصان کے عوض دیا ہے واپس لے کیونکہ عیب جاتا رہا ہے اور ایسے ہی صورت ہمارے اس مسئلہ مین واقع ہے پس ایسا ہی حکم ہونا چاہیے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک غلام خریدا اور اسکو مریض پایا تو مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہے اور اگر اسکے پاس دوسرا عیب آگیا تو اپنے نقصان کے قدر بائع سے واپس لے اور جب اسنے واپس لے لیا پھر غلام اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو بائع کو جو اسنے نقصان کے عوض دیا ہے واپس کر لینے کا اختیار ہے یا نہین ہے پس فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر اچھا ہونا دوا سے ہو تو بائع سے واپس نہین لے سکتا ہے ورنہ واپس لے سکتا ہے اور ہمارے اس مسئلہ مین بلوغ ہونا بھی دوا کی راہ سے نہین ہے تو بائع کو جو اسنے دیا ہے اسکے لے لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہے اور پیشاب کو نہ روک سکنا عیب ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور چھوٹے پن کا جنون ہمیشہ کے واسطے

عیب ہی اور معنی یہ ہین کہ اگر چھوٹپن مین بائع کے پاس مجنون ہوا پھر مشتری کے پاس چھوٹپن مین یا بڑے پن مین مجنون ہوا تو واپس کر سکتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جو بائع کے پاس مجنون ہوا تھا تو اسکے واپس کر دینے کا مشتری کو اختیار ہی اگرچہ مشتری کے پاس اُسکو جنون نہوا ہو اور اکثر فقہا کا مذہب یہ ہی کہ تاوقتیکہ مشتری کے پاس جنون عود نہ کرے تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور جو جنون کہ عیب ہی کہ جسکے سبب سے واپس ہو سکتا ہی وہ یہ ہی کہ ایک رات دن سے زیادہ ہوا اور اس سے کم عیب نہین ہی یہ تبیین اور عینی شرح کنز مین ہی ظہیریہ مین محاضر سے نقل کیا ہی کہ گرہ کاٹنا اور مردہ کا کفن کھسوٹنا اور راہزنی کرنا مثل چوری کرنے کے غلام مین عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر ایک غلام امرد خریدا پھر اُسکو ڈاڑھی مونڈا ہوا یا ڈاڑھی نوچا ہوا پایا پس اگر یہ بات خریدنے سے اتنی مدت کے اندر معلوم ہوئی کہ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ یہ عیب بائع کے پاس تھا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی ترکی باندی خریدی کہ جو ترکی نہین جانتی تھی یا اچھی طرح نہین بول سکتی تھی اور مشتری اس بات سے واقف تھا مگر وہ یہ نہین جانتا تھا کہ تاجرون کے نزدیک یہ عیب ہوتا ہی پس اُسنے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی پس یہ عیب اگر ایسا عیب ہی کہ جو لوگون پر پوشیدہ نہین ہی جیسے کانا ہونا اور مثل اسکے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر ایسا کھلا عیب نہین ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ہندی باندی خریدی کہ جو ہندی نہین جانتی تھی پس اگر تاجر لوگ اُسکو عیب گنتے ہون تو اُسکو رد کا اختیار ہوگا اور اگر عیب نہ گنتے ہون تو وہ واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی دکھانا پکانا نہین جانتی ہی تو یہ عیب نہین ہی بشرطیکہ اُسنے شرط نہ کر لی ہو اور یہی حکم غلام کا ہی اور اگر وہ دونون اچھی طرح کھانا پکانا جانتے تھے پھر اُسکو بائع کے پاس بھول گئے ہون تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور کبریٰ مین لکھا ہی کہ اگر ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ پے در پے اُسکی آنکھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس اگر یہ بیماری اُسکو نئی پیدا ہوئی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے بائع کے پاس سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ پے در پے اُسکی ڈاڑھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس یہ درد اگر اُسکو حال مین پیدا ہوا ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - محیط مین ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی نے کہا کہ مجکو ڈاڑھ کے درد کی بیماری ہی تو اُسکے کہنے پر واپس نہ کیجائیگی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر اُسکی ایک آنکھ کرنجی ہو اور دوسری کرنجی نہو یا ایک سیاہ ہو اور دوسری سپید ہو تو یہ عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - ایک غلام خریدا پھر ظاہر ہوا کہ اسکو بخار ہی تو یہ عیب ہی اور مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ مختار الفتاوےٰ مین لکھا ہی - اگر ایک ثیبہ باندی اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے وطی نہین کی ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس سے وطی کی ہی تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - منتقی مین مذکور ہی کہ ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ عذرا ہے اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر معلوم ہوا کہ وہ ثیبہ تھی تو بائع سے کچھ واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اس سے باندی مین کچھ نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو یہ حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ سے

روایت کی ہی۔ ابن مالک نے امام ابو یوسف رحمہ سے یہ روایت کی ہی کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابالغ ہو پھر کھلا کہ وہ بالغ ہی تو اُسکو واپس نہ کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ وہ بدشکل یا سیاہ ہی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے بشرطیکہ اُسکی خلقت اعضاء پورے ہون یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اسکا چہرہ جلا ہوا ہی جس سے اُسکا حسن و قبح کچھ نہین معلوم ہوتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہو سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہی قیمت اندازہ کیجائیگی اور ایک بدون چہرہ جلی ہوئی باندی صحیح و سالم کی بدشکل کے حساب سے قیمت اندازہ کیجائیگی پس جسقدر دونون مین فرق ہوگا اُسی قدر مشتری بائع سے واپس لیگا یہ محیط مین زیادات سے منقول ہی اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ خوبصورت ہی پھر اُسکو بدشکل پایا تو واپس کر سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایک غلام خریدا کہ جسکے دونون گھٹنون پر ورم ہی اور بائع نے کہا کہ یہ ورم حال مین چوٹ لگجانے کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہی پھر اس بنا پر مشتری نے اُسکو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی ورم ہی تو واپس نہوگا شیخ رحمتہ فرمایا ہی کہ واپس نہونا اُس صورت مین ہی کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کردیا پھر معلوم ہوا کہ ورم اس سبب سے نہین بلکہ دوسرے سبب سے ہی تو مشتری واپس کر سکتا ہی چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو بخار ہی پھر بائع نے کہا کہ اسکو تیسرے دن کا بخار ہی پھر وہ اسکے سوا دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اصل مسئلہ مین اگر بائع نے یون کہا ہو کہ تو خرید لے اگر ورم قدیمی ہوگا تو اسکا جوابدہ مین ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہی تو مشتری واپس نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ ورم نیا ہی پھر معلوم ہوا کہ وہ پرانا ہی تو مشتری واپس نہین کر سکتا ہی یہ مسئلہ فتاوے فضلی مین لکھا ہی کذا فی الذخیرہ ایک ایسا غلام خریدا کہ جسکے دونون کانون مین سے ایک کا سوراخ دماغ تک نہین ہی تو یہ عیب ہی اور کان کا سوراخ ہندی باندی مین اگرچہ بڑا ہو عیب نہین ہی اور ترکی باندی مین عیب ہی بشرطیکہ اُسکو لوگ عیب گنتے ہون یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ بہت کھانا باندی مین عیب ہی غلام مین عیب نہین ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی۔ اور صلح الفتاوے مین لکھا ہی کہ ایک باندی خریدی کہ جسکے ایک زخم ہی اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہی کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگون پر پوشیدہ نہین ہی تو مشتری واپس نہین کر سکیگا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب نہ تھا تو واپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

دوسری فصل

چوپایون وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان مین۔ ایک گائے خریدی اور اُسکو دیکھا کہ دودھ نہین دیتی ہی پس اگر ایسی گائے دودھ کے واسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کر سکتا ہی اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اُسکو واپس نہین کر سکیگا اور اگر گائے اپنے تھنون کو منہ مین لیکر تمام دودھ چوس لیتی ہو تو یہ عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ چوپایون مین کم کھانا عیب ہی اور بنی آدم مین عیب نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فوائد شمس الائمہ مین ہی کہ اگر چوپایہ عادت سے بڑھکر کھانیوالا ہو تو بھی عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین

لکھا ہی - اگر ایک گدھا خریدا جو رینگتا نہین ہی تو یہ عیب ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر ایک بیل خریدا جو کام کرتے وقت سوتا ہی تو یہ عیب ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی خچر خریدا پھر اُسکو چال مین سست پایا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہو تو واپس کرسکتا ہی اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے لغزش کھاتا ہو تو یہ عیب ہی اور اگر کبھی کبھی لغزش کھاتا ہو تو عیب نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت بانگ دیتا تھا تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ مختار الفتاویٰ مین لکھا ہی - ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اُسکو کان کٹا ہوا پایا پس اگر اُسنے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور یہی حکم کل جانوران کا ہی کہ جو قربانی نہو سکتے ہون اور اگر اُسکو قربانی کے سوا کسی غرض سے خرید ا تھا تو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی لیکن اگر کان کٹے ہونے کو لوگ عیب سمجھتے ہون تو واپس کرسکتا ہی اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ مین نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خرید تا قربانی کے زمانہ مین واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگون مین سے ہو کہ جن پر قربانی واجب ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی - ایک گاے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو عیب ہی اور اگر ہفتہ مین ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ مکھیان کھاتا ہی پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہی اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اُسپر چڑھے اور جفتی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہی کہ جس سے واپس ہوسکتا ہی حکایت کیا گیا ہی کہ یہ صورت بخارا مین واقع ہوئی تھی اور جب فتوی طلب کیا گیا تو اُس زمانہ کے مفتیون کا جواب متفق نہوا اور قاضی امام عبدالملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اُس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت مین اُن گدھون نے اُسکے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہین ہی اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اُسنے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے اُن گدھون کو دیدیا تو یہ عیب ہی پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہوگئے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور دخس عیب ہی اور وہ گھوڑے کے چنبر سم کے ورم کو بولتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور دُم کا ٹیڑھا ہونا عیب ہی اور چوپایہ کی ٹانگ مین ایک ایسی چیز کا نکل آنا جسکا حجم ہوتا ہی اور اُسمین سختی نہین ہوتی ہی عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر گھوڑے کے منھ سے اسقدر پانی بہے کہ جس سے توبڑا تر ہوجاے تو یہ عیب ہی بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر جانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کرکے باندھ دیا جاتا ہو کسی حیلہ سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور قدمون کا نزدیک ہونا اور رانون مین دوری ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور گھوڑے مین حرونی اور تابع نہونا عیب ہی اور لگام دینے کے وقت نہ کھڑا ہوتا عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب مین پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا پھول جانے کے تو وہ عیب مین شمار ہی اور زوائد عیب ہی اور وہ پٹھون کے کنارے عجایہ کے پاس متفرق اور منقطع ہوتے ہین اور اُن سے لپٹ جاتے ہین اور عجایہ اونٹ کے کھُری مین ایک پٹھا ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور چلنے مین دونون پانون یا پنڈلیون کا باہم رگڑ کھاتا عیب ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مقصوع عیب دار ہوتا ہی اور کتاب الاصل مین اسکے معنی یون بیان کیے ہین کہ یہ لفظ ہقعہ سے

پیٹھ

مشتق ہی اور وہ ایک چکر ہوتا ہی جو اُسکے بائین جانب سینے مین ہوتا ہی اور یہ سپید ہوتا ہی کہ اُسکو شوم جانتے ہین اور منتقی مین اسکے معنی یہ بیان کیے ہین کہ مفقوع وہ ہی کہ اُسکے چلتے وقت اُسکی پیشاب گاہ اور کوکھ کے بیچ مین سے کوئی آواز سنی جاوے انتشار بھی عیب ہی اور وہ تعب کے وقت پٹھا پھول جانے کو کہتے ہین اور بعضون نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اسقدر بڑھ جاتا ہی کہ قریب اسکے ہوجاوے کہ آنکھ کی تمام سپیدی کو گھیر لے یہ محیط مین لکھا ہی - ایک گھوڑا خریدا اور اُسکو بوڑھا پایا تو بعضون نے فرمایا کہ سزاوار یہ ہی کہ واپس نہ کیا جاوے لیکن اُس صورت مین کہ کم سن ہونے کی شرط کرلی ہو جیسے کہ باندی کے مسئلہ کا حکم ہی - جبکہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پائی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور فتاوے آہو مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک گاے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے بائع کے مکان کو چلی جاتی ہی تو یہ عیب نہین ہی اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے ایک اونٹنی مصراۃ خریدی یعنے اُسکے تھن بائع نے باندھ دیے تھے یہانتک کہ اُسمین دودھ جمع ہو کر ایسے ہوگئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھرجاتا ہی اور صراۃ حوض کو کہتے ہین تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور تصریہ ہمارے نزدیک عیب نہین ہی اسی طرح اگر اپنے غلام کی انگلی کے اوپر کے پور کا سرا کالا کر کے نخاس مین اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اُسکو کاتب سمجھے یا اُس کو روٹی پکانے والون کے کپڑے پہنائے تاکہ مشتری اُسکو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو موزے خریدے اور اُنکو اسقدر تنگ پایا کہ اُنمین اُسکا پاؤن نہین سماتا ہی تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے ذکر کیا ہی کہ پاؤن کا داخل نہونا اگر اس سبب سے ہی کہ اسکے پاؤن مین کوئی علت ہی تو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر پاؤن مین کوئی علت نہین ہی تو واپس کرسکتا ہی اور شیخ الاسلام ابو بکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہی کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہین کرسکتا ہی اور قاضی شیخ علی السغدی نے اُسکے واپس کردینے کا فتوی دیا ہی خواہ اُسنے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونون مین سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ شل اور لوگون کے موزون کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کردے ورنہ واپس نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر موزون مین اُسکا پاؤن خوب نہین جاتا تھا بدون اسکے کہ اُسکے پاؤن مین کوئی علت ہو پھر بائع نے کہا کہ تیرے پاؤن مین ٹھیک جائیگا اور مشتری نے اُسکو لیکر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آکر فتوی طلب کیا گیا تھا تو بعض آئمہ نے جواب دیا ہی کہ واپس نہین کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک قسم کا ایسا موزہ خریدا کہ جو لفافہ کے ساتھ پاؤن مین نہین آتا ہی اور بدون لفافہ کے آجاتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی بشرطیکہ اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور فتاوے فضلے مین ہی کہ ایک جبہ خریدا اور اُسمین ایک مرا ہوا چوہا پایا تو یہ عیب ہی اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہی کہ عیب اُسوقت تک ہوگا کہ جب اُس چوہے کا نکالنا جبہ مین نقصان پیدا کرے اور اگر جبہ کو پھاڑ کر نکالنے کی ضرورت نہو اور جبہ مین نقصان نہ آوے تو عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ ایک نجس کپڑا خریدا اور اُسکے نجس ہونے سے آگاہ نہوا پھر اُس

واقف ہوا اور اُس کپڑے مین دھوڈالنے سے کوئی نقصان نہین آتا ہی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا
یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی - اور اگر اُس کپڑے مین تیل ہو تو یہ عیب ہی کیونکہ تیل نکل
کمتر چھوٹتا ہی تو عیب مین شمار ہوگا یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے ایک دُکان خریدی اور قبضہ
کرنے کے بعد اُسکے دروازہ پر یہ لکھا دیکھا کہ یہ دُکان فلان مسجد کے صرف مین وقف کی گئی تو مشتری اُسکو واپس
نہین کر سکتا ہی کیونکہ ایسی علامتون پر احکام کا مدار نہین ہوتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - کسی نے غیر کی دُکان مین اپنے
رہنے کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کر دیا کہ دُکان کا کرایہ اسقدر ہی پھر معلوم ہوا کہ دُکان کا کرایہ اس سے
زیادہ ہی تو فقہا نے فرمایا ہی کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی -
جس مکان کو فروخت کرتا ہی اُسکے مغلاق کا سوراخ دوسرے کی دیوار مین ہونا عیب ہی اور اسی طرح اگر اسی کی دیوار مین
بڑا نقب ہو تو عیب مین شمار ہوگا یہ وجیز مین لکھا ہی - کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اُسکو شوم
جانتے ہین تو چاہیے کہ اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی کسی نے ایسے گیہون خریدے کہ جو اشارہ
کر کے بتا دیے گئے تھے پھر اُنکو ردی پایا تو عیب کی جہت سے اُنکو واپس نہین کر سکتا ہی - اسی طرح اگر ایک چاندی
کا پیالہ جو معین ہی خریدا پھر اُسکو ردی پایا مگر اُسمین میل نہ تھا اور نہ ٹوٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہی پس معلوم ہوا کہ
ناپ تول کی چیزون مین ردی ہونا عیب مین شمار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر گیہون گھنے ہوئے یا بدبودار پائے
تو اُن کو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے چاندی اس شرط پر خریدی کہ وہ زخم دار ہی
اور اسپر قبضہ کر کے اُسکو پگھلایا تو وہ زخم دار نہ نکلی پس مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اسواسطے کہ شرط کا جاتا رہنا
بمنزلہ عیب ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی - اگر روئین قلعی خریدی اور اُسمین مٹی کا میل پایا تو خواہ تھوڑی
ہو یا بہت واپس کر سکتا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر ایک ساگ کی گڈیا خریدی اور اُسکے اندر گھاس
پائی پس اگر یہ عیب مین شمار ہی تو واپس کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر پھلون کی ٹوکری یا ٹوکرا خریدا اور اُسکے نیچے
گھاس پائی تو واپس کر سکتا ہی اسی طرح اگر ایک ڈھیری گیہون کی خریدی اور اُسکے نیچے کھتے کے سیاہ گیہون
پائے تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اُسمین لوگون کی گذرگاہ پائی تو
حجت کے ساتھ اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر انگور کا تاک خریدا اور اُسمین کثرت سے چونٹیون کے گھر پائے
تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی اسیطرح اگر تاک مین غیر کی گذرگاہ یا اُسکے پانی بہنے کی
راہ پائی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اسکا پانی دینا
ایک ناحق پر ہی کہ جو نہر پر یا کسی اور جگہ پر بٹھایا جاوے تو اُسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہی -
اسیطرح اگر اُس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرنے کے ممکن نہو تو بھی واپس کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی
اسیطرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہی اور اگر دیوار کو رہن پایا پس اگر اُسکو عیب مین گنتے ہون تو
عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے پانی بہنے کا راستہ دوسرے کی زمین مین ہی
پھر معلوم ہوا کہ یہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہی اور مشتری خریدتے وقت اس وجہ سے واقف نہوا تھا کہ
اس پانی بہنے کا حق نہین ہی تو اُسکو واپس کر سکتا ہی - اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کر لے یہ قنیہ مین

لکھا ہے اور اگر زمین اور خرما کے درخت خریدے کہ جنکے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری کو یہ بات معلوم نہ تھی تو اسکو اختیار حاصل ہے یہ جنیز کروری میں لکھا ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ مصحف شریف خریدا اور اُسکے حروف کٹے کٹے پائے یا اس شرط پر خرید اکہ اُس میں نقطے لگے ہوے ہیں پھر کچھ نقطے ساقط پائے تو یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قرآن شریف اس شرط پر خریدا کہ وہ پورا ہے پھر دیکھا تو اُسمیں سے دو آیتیں یا ایک آیت ساقط ہے تو اس عیب کی وجہ سے رد کر سکتا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر لکھا پایا ہے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کے واسطے قرآن شریف خریدا اور معلم نے کہا کہ اس میں بہت خطا ہے پس اگر اُس میں لکھنے کی غلطی ثابت ہو تو اُسکو واپس کر کے اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک زمین خریدی کہ جو مشتری کے پاس سیل گئی اور بائع کے پاس بھی نمناک ہو جاتی تھی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے زمین کے اوپر سے کچھ مٹی اُٹھا ڈالی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ مٹی اُٹھا دینے سے زمین سیل گئی ہے یا کسی دوسری جگہ سے اُسمیں زیادہ پانی آگیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس بات کی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا کہ مشتری کے پاس بائع کے پاس سے زیادہ سیل گئی یا اُسی قدر سیلی ہے بلکہ اس بات کو دیکھا جائیگا کہ اگر اسی سبب سے کہ جس سے بائع کے پاس سیلتی تھی مشتری کے پاس بھی سیلی ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی تاک انگور کا خریدا اور مشتری کے پاس اُسمیں تری ظاہر ہوئی پس اگر اُسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس تھی تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاوے صغریٰ میں ہے۔ کسی نے اگر روٹی اس شرط پر خریدی کہ وہ میٹھے پانی کی پکی ہوئی ہے پھر اسکے برخلاف معلوم ہوئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر لفظ شرط ذکر نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر خایا مثل اسکے شرط پر خریدی کہ سب بانگی کی جنس سے ہے پھر معلوم ہوا کہ جسے پہلی بار دیکھا تھا اُس جنس سے نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر پانچ سو قفیز گیہوں خریدے اور اُن میں مٹی ملی ہوئی پائی پس اگر یہ مٹی اُسی قدر ہے کہ جیسی ایسے گیہوؤں میں ہوا کرتی ہے اور اُسکو لوگ عیب نہیں جانتے ہیں تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر اتنی مٹی اسقدر گیہوؤں میں نہیں ہوتی ہے اور اُسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر اُسنے تمام گیہوں واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور یہ نہیں کر سکتا کہ مٹی کو علیحدہ کرکے اُسکے حصہ ثمن کو لیکر واپس کرے اور گیہوں کو رکھ لے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اُسنے مٹی کو گیہوؤں سے جدا نہ کیا ہو اور اگر جدا کر لیا اور اسقدر زیادہ مٹی نکلی کہ جسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر مٹی اور گیہوں کو ملا کر پیمانہ پورا کرکے واپس کرتا ہے تو سب کو واپس کر دے اور اگر صاف کرنے کی وجہ سے اُس میں کمی آگئی اور ملانے سے پیمانہ پورا نہیں ہوتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن نقصان عیب واپس لے اور وہ بحساب گیہوؤں کے نقصان کے ہوگا لیکن اگر بائع اُن گیہوؤں کو اس کمی کے ساتھ لینے پر راضی ہو جاوے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے۔ علی ہذا القیاس ہر چیز جو گیہوں کے مانند ہے جیسے تل وغیرہ اگر اُنکو خریدے اور اُس میں مٹی ملی ہوئی پاوے تو سب کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر تیل خریدا اور اُسکے اندر تلچھٹ پائی تو اُسکا حکم بھی اسی طرح ہے یہاں تک کہ فقط تلچھٹ کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مشک خریدا اور اُسمیں رصاص ملا ہوا پایا تو رصاص کو جدا کرکے اُسکے حصہ ثمن کے عوض بائع کو واپس کر دے خواہ رصاص تھوڑی نکلے یا بہت ہو یہ

ظہیریہ مین لکھا ہی - امام ابو یوسف رح نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اسطرح بیان کیا ہی کہ جس چیز کے تھوڑے سے چشم پوشی کی جاتی ہی اُسکی زیادہ بھی جدا نہ کیجائیگی اور جس چیز کے تھوڑے مین چشم پوشی نہین کیجاتی ہی اُسمین کی زیادہ بھی جدا کردیجاویگی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہین کیجاتی پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کردیا جاویگا اور گیہون کے اندر تھوڑی مٹی مین چشم پوشی کی جاتی ہی اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کی جاویگی اور عامۂ مشائخ نے اس روایت کو لیا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی اور اُسکے اندر بہت سا نمک پایا تو اسکا حکم وہی ہی جو گیہون کے اندر مٹی ملی ہوئی پانے کا حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر تانبے کا نقرہ خریدا اور اُسکو گلایا اور اُسمین سے پتھر نکلا جیسے تانبے سے نکلتا ہی - تو مشتری کو اُسکے ثمن کے حصہ کے حساب سے گلا ہوا لے لینے کا اختیار ہی اور بائع اگر یہ چاہے کہ ویسا ہی اُسکو لیکر ثمن واپس کرے تو کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

تیسری فصل

ایسی چیزون کے بیان مین کہ عیب کی وجہ سے اُنکا واپس کرنا ممکن نہین اور جنکا واپس کرنا ممکن ہی اور جن چیزون مین نقصان لے سکتا ہی اور جن چیزون مین نہین لے سکتا ہی - قاعدہ یہ ہی کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اُس مین مالکانہ تصرف کیا تو اُسکا واپس کرنے کا حق باطل ہوگیا اگر ایک چوپایہ خریدا اور اُسکے کوئی زخم پایا اور اُسکی دوا کی یا اُسپر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر اُسکے کسی عیب کی دوا کی کہ جو اُسکی دوا سے اچھا ہوگیا تو دوسرے عیب کے وجہ سے جو اچھا نہین ہوا ہی واپس کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہی لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضا ہی اور اگر دوبار خدمت لی تو عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اسی پر فتوے ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور کتاب الاجارات مین خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہی کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لیجانے یا وہان سے اُتارنے کا حکم دے یا باندی کو بدون شہوت کے اپنے پانون دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کے واسطے حکم دیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہوا یا کپڑے کو اُسکی مقدار دیکھنے کے واسطے پہنا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اُسکے لیے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہوا تو راضی ہونے مین شمار نہین ہی بشرطیکہ اُسکو بدون سواری کے چارہ نہو جیسے کہ مثلاً دور کا فاصلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہوگیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونون جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہین ہی اور اگر سوار ہوگیا تو رضا مین شمار ہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر اُس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لادی خواہ اُسپر سوار ہوا یا نہوا تو رضا مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر ہو پھر عیب پر واقف ہونے کے بعد اُسمین جا رہا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُسمین سے کچھ گرا دیا تو خیار عیب ساقط ہو جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر ایک دودھ والی باندی خریدی اور اُسمین کچھ عیب پایا اور اُسکو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلا دے تو یہ راضی ہونے مین شمار نہین ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کر دیا تو رضا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہی جواب ہی یہ صلح دفتاوے مین لکھا ہی کہ دودھ

دو ہفتہ بیدون کھلانے اور بیچ کرنے کے رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی شخص نے دودھ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دودھ پلایا پھر مشتری نے اُسمین عیب پایا تو واپس کرسکتا ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور تلف کردیا یا بیچنے کے کام مین لایا پھر اُس مین عیب پایا تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک گائے خریدی اور اُسکا دودھ پیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لے لیوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اُسکے بچہ کے خریدی اور اُسکے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُسکے کسی لڑکے نے اُسکا تھن سے دودھ پیا تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور یہ رضا مین شمار نہوگا اگرچہ اُسنے لڑکے کو خود اُسکا دودھ تھن سے پلایا ہو اور اگر مشتری نے اُسکا کچھ دودھ دوہا اور خود پی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا بعد اُسکے کہ عیب پر واقف ہوچکا تھا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اُس بکری کے بال کاٹ لیے اور پھر اُس مین عیب پایا پس اگر بال کاٹنے مین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کرسکتا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہین ہی اور دوسرے مقام پر منتقی مین مذکور ہی کہ اگر عیب جاننے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیے تو یہ رضامندی ہی اور اگر اُسکی پیٹھ رگ لی[علہ] تو یہ رضا نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک انگور کا تاک خریدا اور اُسکے پاس اُس مین پھل آئے اور اُسنے پھلون کو اُتار کر زمین پر رکھا پھر تاک مین ایک عیب پایا کہ جسکو وہ نہین جانتا تھا پس اگر ان پھلون کے توڑنے سے اُسمین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہی تو بیع جائز ہی پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین کچھ عیب پایا اور اُسکے بعد اُسکو مارا پس اگر مارنے کا اثر اُسمین موجود ہی تو واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر طمانچہ یا دو تین کوڑے مارے اور اُسکا کچھ اثر ظاہر نہوا تو واپس کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جسکی آنکھ مین سپیدی ہی اور بائع سے اس سپیدی کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مارنے کے سبب سے ہی کہ دس روز مین جاتی رہیگی پھر دس دن گزر گئے اور وہ زائل ہوئی تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعوے کیا کہ اسکو کھانسی ہی اور بعد اس دعوے کے غلام اُسکے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُسنے اُس سے کام لیا پھر اُسکے بعد کھانسی کا دعوے کیا پس وہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کرسکتا ہی یا نہین اُنھون نے فرمایا کہ اگر عیب جاننے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضا مین شمار ہی یہ تاتارخانیہ مین یتیمہ سے منقول ہی اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ وطی کی پھر اُسکے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لے لیوے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو لیکن اگر بائع اُسکو اُسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہوسکتا ہی[علہ] اور اسی طرح اگر اُسکا شہوت سے بوسہ لے لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اُسکو واپس نہین کرسکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر مشتری کے سوا مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور نقصان عیب لے لیگا لیکن اگر بائع اُسی طرح اُسکو واپس

علہ [illegible]

علہ [illegible] نقصان [illegible]

کرنے پر راضی ہو جاے تو ہو سکتا ہی اور اگر کسی نے شبہ سے وطی کر لی یہانتک کہ وطی کرنے والے پر عقر واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی بھی ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باندی ثیبہ ہو اور مشتری نے اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ بائع اسکے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہو یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی کہ نقصان عیب لے سکتا ہی انتہے۔ اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ مین اُس باندی کا شوہر تھا اور اُسنے مشتری کے پاس باندی سے وطی کی پس اگر وہ باندی ثیبہ تھی اور وطی سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسمین نقصان نہ آیا تو واپس کر سکتا ہی اور یہ حکم جو ہم نے ثیبہ کا ذکر کیا اُسوقت ہی کہ اُس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار وطی کی ہو پھر مشتری کے پاس وطی کی ہو ولیکن اگر اُسنے بائع کے پاس وطی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وطی کی تو کتاب الاصل مین اسکا حکم مذکور نہین ہی اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ واپس کر سکتا ہی کذا نقل فی المضمرات عن النصاب و اگر باندی باکرہ ہو تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان لے لیگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کر لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک لکڑی کندی بنانے کو خریدی اور بیع مین اُسکی شرط کر لی پس اُسکو رات مین کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اسمین عیب نہین ہی پھر بدون شرط کرنے کے از سر نو اسکا عقد کیا پھر اُسکو دن مین دیکھا اور عیب دار پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر ایک بردون خریدا اور اُسکو خصی کر ڈالا پھر اُسکے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہی بشرطیکہ خصی کرنے سے اُسمین نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسکے برخلاف فتوے دیا کرتے تھے کذا فی الظہیریہ۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو اسقدر چھوٹا پایا کہ اُسکے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اسکو درزی کو دکھلا لے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اُسنے درزی کو دکھلایا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہین ہو سکتا تھا تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر زیوفتہ درم ادا کیے اور اُس سے کہا کہ انکو خرچ کر اگر چل جاوین تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اُسنے اس شرط پر لے لیے اور وہ اُسکے پاس نہ چلے تو استحسانًا اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین نوازل کی کتاب الصلح سے منقول ہی مشتری نے اگر مبیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اُس سے کہا کہ تو اُسکو فروخت کر اگر کوئی خرید لے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی اگر ایک غلام خریدا اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہین ہی اور مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کرایا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اسمین کوئی عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی پس اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہی اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اُسکا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اُس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر مشتری نے اُسکو سلا لیا پھر اُسمین پہلا عیب پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر بائع نے

کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی لیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ جامع الصغیر مین لکھا ہی- اور ستوون کا بھی یہی حکم ہی جبکہ اُنکو گھی یا شہد کے ساتھ لتھ کر دیا ہو کذا فی المضمرات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اُسکو بیچ کے واسطے پیش کیا یا اجرت پر دیا یا رہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہوتا ہی اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی یہ وغیرہ مین لکھا ہی اور قدوری مین لکھا ہی کہ کسی چیز کو خریدکر اُسکو اُجرت پر دیدیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اجارہ کو توڑکر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہی تو ایسا نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر بیع کسی کو ہبہ کر دی اور اُسکے سپرد نہین کی تو اُسکو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے ہبہ کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام خریدکر اُسپر قبضہ کرکے کسی شخص کو ہبہ کرکے اُسکے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام مین خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ فتاوئے قاضی خان مین لکھا ہی- واضح ہو کہ بیع کے اندر زیادتی دو قسم کی ہوتی ہی ایک متصلہ یعنے اُس سے ملی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنے اُس سے علحدہ پھر متصلہ کی دو قسمین ہین ایک وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہون اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہین ہو سکتی ہی خواہ بائع اسیطرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو بیع سے پیدا ہوتی ہی جیسے موٹا ہو جاتا یا جمال بڑھ جاتا یا آنکھ کا صاف ہو جاتا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوئے قاضی خان مین لکھا ہی- پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ مین تجکو نقصان عیب نہ دونگا ولیکن تو مجھے بیع واپس کر دے اور مین تجکو پورا ثمن واپس کر دونگا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اور زیادتی منفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہی ایک وہ جو بیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اُسکے معنی مین ہی جیسے جرمانہ اور عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کو بوجہ تمام اسباب فسخ کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہی اور دوسری وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کی باسباب فسخ مانع نہین ہی اور طریقہ فسخ کا یہ ہی کہ عقد بیع کو اصل بیع مین بدون زیادتی کے فسخ کر دے اور زیادتی مفت بلا عوض مشتری کو دیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ زیادتی مشتری کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو پس اُسکا تلف ہونا اگر آسمانی آفت سے ہو تو مشتری اصل بیع کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہونے کے شمار ہوگا اور جو مشتری کے فعل سے تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو قبول کر لے اور پورا ثمن واپس کر دے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے اور عیب دار ہو جانے کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی

ع بیع دوسری زیادتی منفصلہ

تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور یہ تمام حکم جو مذکور ہوا اُسوقت ہے کہ مبیع پر قبضہ کر لینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی ایسی متصلہ ہے کہ مبیع سے پیدا ہوتی ہے تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ایسی زیادتی متصلہ ہے کہ مبیع سے پیدا نہین ہوتی تو مشتری اُسکی وجہ سے قابض ہو جائیگا اور ایسا ہوگا کہ گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہوگا اور نقصان لے لیگا اور اگر زیادتی ایسی منفصلہ ہو کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہے جیسے کہ بچہ اور بھیڑی یا بکری کے بال یا دودھ یا پھل یا جرمانہ یا عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی واپس کر دینے کو منع نہین کرتی ہے پس اگر چاہے تو دونون کو واپس کر دے اور اگر چاہے تو دونون کو پورے ثمن مین لے لے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے مبیع مین کوئی عیب نہ پایا ولیکن زیادتی مین عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا لیکن جبکہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا ہونے سے مبیع مین کچھ نقصان آیا ہو تو مبیع مین نقصان آنے کے سبب سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ شرح الطحاوی مین لکھا ہے۔ اگر زیادتی اور اصل دونون پر قبضہ کر لیا پھر مبیع مین عیب پایا تو اُسکو اُسکے حصۂ ثمن کے حساب سے واپس کر دے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ثمن مین سے حصہ ہو گیا اور اگر زیادتی مین عیب پایا تو اُسکو بھی اُسکے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر زیادتی منفصلہ ہو اور مبیع سے پیدا نہوئی ہو جیسے مبیع کی کمائی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہین ہے اور جب واپس کریگا تو امام اعظم رح کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہوگی ولیکن اُسکو حلال نہوگی اور صاحبین کے نزدیک زیادتی بائع کی ہوگی اور اُسکو بھی حلال نہوگی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہو کر مبیع کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق مبیع مع زیادتی کے اُسی کی ہوگی ولیکن اُسکے حق مین حلال نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر مبیع پر مع زیادتی کے قبضہ کر لیا اور مبیع مین عیب پایا تو امام اعظم رح کے نزدیک فقط مبیع کو بعوض پورے ثمن کے واپس کر دے اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُسکو واپس کرے اور اگر زیادتی مین عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہین کر سکتا اور اگر زیادتی تلف ہو گئی اور مبیع عیب دار باقی رہی تو بالاتفاق اُسکو پورے ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کچھ گیہون خریدے اور اُنمین سے مشتری کے پاس اُسکا غبار اُڑ گیا اور اُسکے پیمانہ مین کمی آگئی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے اور اسیطرح اگر اُن مین رطوبت تھی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہو گئی یا کوئی تر لکڑی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام لکھنے والا یا روٹی پکانے والا خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوارے شہر رے مین خریدے اور اُنکو کوفہ کو اُٹھا لیگیا پھر وہان جاکر اُنکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُنکے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ وہان اُنکو واپس نہین کر سکتا ہے جب تک کہ رے مین نہ پھیر لاوے اور اگر اس مسئلہ مین بجاے چھوارہ کے باندی فرض کیجاے تو امام محمد رح سے اشارہ کیا ہے کہ باندی چھوارہ کے مانند نہین ہے کیونکہ اُنھون نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا نرخ رے اور کوفہ مین قریب ہے اور اُسکے لیجانے مین ایسا خرچ بھی نہین پڑتا جو چھواروں کے لیجانے مین

ع یعنی پھر زیادتی پایا جائیگا کیونکہ زیادتی مشتری نے قبضہ کر لیا ۱۲

خرچ پڑتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام محمد رحمتہ اللہ نے زیادات مین ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور وہ اُسکو جانتا تھا تو اُسکو اُسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا تھا یہانتک کہ وہ سپیدی صاف ہوگئی اور پھر سپیدی آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ سے روایت ہی کہ اُسکو اختیار ہوگا اور صحیح وہی ہی جو ظاہر الروایت مین ہی۔ کیونکہ تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اور اُسنے اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ ٹوٹے ہوئے دانت جم آئے یا سیاہی اُنکی جاتی رہی پھر وہ دونون دانت گر گئے یا سیاہی پھر آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اُسکے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی یا اُسکے دونون دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سپیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سپیدی آگئی اور دانت گر گئے پھر اسمین اسکے سوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی اور اگر سپیدی اُس آنکھ کی کہ جسکی سپیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی ولیکن دوسری آنکھ مین سپیدی آگئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکیگا اور اگر دوسری آنکھ مین سپیدی نہ آئی ولیکن جس آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تھی اُسی مین مشتری کے فعل سے دوبارہ سپیدی آئی اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکی آنکھ مین مارا کہ اُسمین سپیدی آگئی پھر باندی مین کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین اسکو ایسا ہی لے لیتا ہون اور پورا ثمن تجکو واپس کر دیتا ہون تو مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکو واپس دیوے بخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ مین سپیدی آگئی تو اس صورت مین مشتری اُسکے عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع اُسکے واپس کر لینے پر راضی ہو جاوے یہ کل حکم جو ہم نے ذکر کیا اُسوقت ہی کہ مشتری نے جان بوجھکر اُسکو خریدا ہو اور اگر اُسکو خریدا اور یہ نہ جانا کہ اُسکے ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہی پس اگر اُسنے واپس نہ کی یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی تو پھر اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ اُسکا استحقاق سلیمہ کا تھا جبکہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سپیدی آجاوے تو بھی واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسمین کوئی دوسرا عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اس سے واقف نہوا اور نہ اُسپر قبضہ کیا یہانتک کہ اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی پھر اُسکی آنکھ مین سپیدی آگئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی پھر سپیدی آگئی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور فتاوے فضلی مین ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور سپیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آگئی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اسیطرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے ہوئے یا سیاہ تھے اور مشتری اُسکو نہین جانتا تھا اور

اُسنے اسپر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاہی زائل ہو گئی یا دانت جم آئے تو واپس نہین کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر پھر دانت گر گئے یا پھر سیاہی آگئی ہو تو بھی واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس مین پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہو ذبح کیے ہوے پرندکے ریش اُکھاڑنا عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو اور فتاوے ابواللیث مین ہو کہ اگر ایک مریض[۱] غلام خریدا پھر اُسکا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو ولیکن نقصان عیب لے لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام کو کہ جسکو بائع کے پاس بخار آیا کرتا تھا خریدا اور اسکو دوسرے یا تیسرے دن بخار آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اُسکو برابر بخار رہنے لگا تو منتقی مین ذکر کیا ہو کہ مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چارپائی سے لگ گیا تو یہ بخار کے سوا دوسرا عیب ہو اسکی وجہ سے نقصان لے سکتا ہو اور واپس نہین کر سکتا ہو اور اسیطرح اگر اُسکے کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بہے یا چیچک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو واپس کر سکتا ہو اور اگر اُسکے کوئی زخم تھا اور اُس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُسکا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُسکا زخم موضحہ[۲] تھا پھر مشتری کے پاس اُسکا زخم آمہ ہو گیا تو واپس نہین کر سکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر بائع کے پاس غلام کو تجاری کا بخار آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُسکو دوسری بار بھی تجاری کا بخار آیا تو واپس کر سکتا ہو کیونکہ سبب متحد ہو اور اگر دوبارہ چوتھیا بخار آیا تو واپس نہین کر سکتا ہو کیونکہ سبب مختلف ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام خریدا اور مشتری کے پاس اُسکو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُسکا حکم اسی تفصیل سے ہو اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہین یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہو۔ ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُسکو بخار آیا اور بائع کے پاس بھی اُسکو بخار آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضل رحنے فرمایا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب حنفیہ سے اس طرح محفوظ ہو کہ اگر اُسی وقت مین اُسکو بخار آیا کہ جس وقت مین بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اُسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر غیر وقت مین آیا تو واپس نہین کر سکتا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اور اگر مبیع مین زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جاوے اور مشتری اُس سے آگاہ نہو اور وہ زخم ہو جاوے اور جراح آگاہ کرین کہ اُسنے پورانے سبب سے عود کیا ہو تو واپس نہ کر سکیگا اور نقصان لے لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ ایک باندی خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے عیب مین بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز جھگڑا چھوڑ دیا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیون اُسکو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ مین یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُسکا عیب جاتا رہے اسواسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابوبکر ابن الفضل رحنے فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا چھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہو اور اُسکو واپس کر دینے کا اختیار ہو اور اسیطرح اگر واپس کرنے کا قصد کیا اور اُسکو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُسنے اُسکو کھلایا اور چند روز تک رکھا اور اُسمین کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اُسنے بائع کو پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہو۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا ہو کہ مین نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ منتقی مین ہو کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خریدا پھر مشتری نے اُسکے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اُسکے بعد مشتری کو اُسمین کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وکیل نے مؤکل کے سامنے اُسکو فروخت کیا اور مؤکل نے وکیل سے کچھ نہ کہا تو یہ اُسکی رضامندی مین گنا جاویگا یہانتک کہ اگر بیع پوری نہو

[۱] ف موضحہ — قال فی ... الموضحۃ الشجۃ التی تبدی ... والمراد به ... [illegible]

[۲] [illegible]

تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر وکیل نے اسکو آگاہ کیا کہ مین ابھی اُسکے فروخت کرنے کو جاتا ہون اور مشتری نے اُسکو منع نہین کیا تو یہ بھی رضا مین شمار ہی اور اسی طرح اگر اُس مشتری موکل کو کسی نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اُسکا بھاؤ ٹھہرایا ہی اور وہ اُسکو بیچا چاہتا ہی پس موکل نے اُسکو منع نہ کیا تو یہ بھی رضا مندی مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر سنجاب یا لومڑیون کی کھالین خریدین اور اُنکو باعث کے واسطے تر کیا پھر اُن مین کوئی عیب ظاہر ہوا تو بقدر نقصان واپس لے جیسے کہ ابریشم خرید کر اُسکو تر کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت مین نقصان عیب لینے کا حکم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اُسپر خراج نہ تھا اور اُسمین کوئی عیب پایا پھر اُس پر خراج باندھا گیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر کسی غلام کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا پھر اُسکی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اُسکے آدھے ثمن کا ضامن ہی اور اگر اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو خیار رہوگا اور اگر کوئی دار خریدا اور کچھ اُسمین سے فروخت کر دیا پھر اُسمین عیب پایا تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نہ واپس کر سکتا ہی اور نہ کچھ لے سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر باغ انگور خرید کر اُسکے پھل کھائے پھر اُس کے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع اُسکے لینے پر راضی ہو جاے کذا فی المحیط قلت ویاخذ نقصان العیب اور اگر کرم پیلے خریدے اور اُن کو آفتاب مین رکھدیا پھر اُسمین عیب پایا تو واپس کر سکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر ایک بسولہ خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر سونا خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب سے آگاہ ہوا تو واپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - وکذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کچھ لوہا برچھیون کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدا اور اُسکو لوہار کے بھٹے مین تجربے کے واسطے ڈالا اور اُسمین کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور اگر آرہ خریدا اور اُسکو تیز کرایا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہی یہ صغری مین لکھا ہی - اگر ایک چھری خریدی اور اُسکو تیز کیا پھر اُسمین عیب پایا پس اگر اُسکو سوہان سے تیز کیا ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ اُسمین کمی آگئی اور اگر پتھر سے تیز کیا ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ فصول عماد یہ مین ہی - اگر پتھر کی نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اسمین پکا پس اگر اسمین عیب معلوم ہوگا تو مین پکانے کے بعد پھیر لونگا اور تیرا ثمن پھیر دونگا پھر مشتری نے اُسمین پکایا اور اُسمین عیب ظاہر ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے لیگا اور اگر عیب پر واقف ہوا ولیکن یہ نہ جانا کہ یہ عیب پڑا تا ہی اور اُسمین مالکانہ تصرف کیا پھر عیب کا قدیم ہونا معلوم ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام خریدا اور اُسکو پھر اسطرح پایا کہ اُسکا خون بعوض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اسطرح کی رہزنی سے کہ اُسنے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کر دیا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام ثمن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین لے سکتا ہی ولیکن اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی پس اُسکی قیمت اس خطا داری کے ساتھ اور بدون خطا داری کے اندازہ کیجاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون میں

وہ بائع سے واپس لے اور اگر کوئی غلام خریدا کہ جسنے چوری کی تھی اور مشتری کو اسکی خبر نہوئی اور مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو واپس کرکے اپنا تمام ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین کرسکتا ہے ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اُس غلام کی خطا وار اور بے خطا دونوں طرح سے قیمت اندازہ کیجاویگی اور دونوں قیمتوں مین جو فرق ہے وہ بائع سے واپس لیگا اور اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونوں وجہوں سے اُسکو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا رضامندی بائع کے واپس نہین کرسکتا ہے کیونکہ اُسمین نیا عیب پیدا ہوگیا اور چوتھائی ثمن واپس لیگا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اُسکے آدھے کے برابر ہے اور وہ ہاتھ دو جرمون سے تلف ہوا تو چوتھائی ایک کو لازم ہوگی اور اگر بائع نے اُسکو قتل کردیا تو مشتری بائع سے تین چوتھائی ثمن واپس لیگا اور اگر غلام چندبار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت مین اس اخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے مانند سب بائع باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہے پس اخیر کا مشتری اپنے بائع سے رجوع کرسکتا ہے اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ مشتری اس سے خبردار نہو اور اگر جانتا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ نہین لے سکتا ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کرسکتا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ استحقاق کے ہے اور استحقاق سے آگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور یہی جامع الصغیر مین لکھا ہے پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کردیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین لے سکتا ہے اور اگر بدون مال کے آزاد کردیا تو ہمارے نزدیک رجوع کرسکتا ہے یہ جامع الصغیر مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ فروخت کردیا اور بائع نے اُسمین کوئی پوشیدہ عیب پایا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکو پہلے مشتری کو واپس کرسکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار بعوض درہمون کے خریدکیا اور دونوں نے قبضہ کرلیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو واپس کردیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کردے اور اسی طرح پر اگر کسی قرضخواہ نے درہمون کو اپنے قرضدار سے لیکر اپنے قبضہ مین کرلیا اور اُنکو اپنے قرضخواہ کو دیدیا پھر اُس قرضخواہ نے اُنکو زیوف پایا اور بدون حکم قاضی کے اُسکو واپس کردیے تو اُسکو اختیار رہوگا کہ پہلے کو یعنے اپنے قرضدار کو واپس کردے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ منتقی مین ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو اندھا پایا اور مشتری نے بائع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ مین اسکو اپنے قسم کے کفارہ مین آزاد کردون پس اگر کفارہ مین اسکا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لونگا ورنہ واپس کردونگا تو اُسکو اختیار ہے کہ اُسکو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور مشتری نے کپڑون مین عیب پایا اور اُسنے فقط گٹھری کو تلف کردیا ہے تو منتقی مین لکھا ہے کہ تمام ثمن کے عوض کپڑون کو واپس کرسکتا ہے شیخ رح نے فرمایا کہ باندی اور غلام مین اگر کسکے

کپڑے تلف کرنے کے بعد عیب پاوے تو اُنکا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بعوض پورے ثمن کے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور منتقی مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مشتری نے اگر خیار عیب مین بائع سے کہا کہ اگر مین تجھے آج واپس نکردون تو مین عیب پر راضی ہوگیا پس یہ کہنا باطل ہی اور اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُس دار مین کسی اجنبی نے اپنے پانی بہنے کا دعوے کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے تو یہ بمنزلہ عیب کے ہی پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ثمن کے عوض اُسکو لےلے اور اگر چاہے تو واپس کردے پس اگر مشتری نے اُسمین کوئی عمارت بنالی ہو تو اُسکو اس عمارت کے توڑدینے کا اختیار ہی اور اُس عمارت کی قیمت لینے کا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر اُس غلام نے کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہی کوئی چیز خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور حالانکہ بائع نے اُسکو ثمن معاف کردیا یا اُسکو ہبہ کردیا اور غلام نے اسکو قبول کرلیا تھا تو عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی مسئلہ مین اگر بجاے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور قبضہ کرلینے کے بعد وہ مبیع مین عیب پاوے تو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پاوے تو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اُس سے پہلے یون اقرار کیا کہ یہ مبیع سوا بائع کے فلان شخص کی ہی اور اُس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہی کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے بادجو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اسکو یہ مبیع واپس کردی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور فسخ کے ہو تاہم مشتری اول کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے مبیع کو فروخت کردیا پھر اسکے پاس وہ واپس کردی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح فسخ ہی پھر مشتری اُسکے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام بعوض ایک کر غیر معین کے خریدا کہ جسکا وصف بیان کردیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر غلام بیچنے والے نے کر مین کچھ عیب پایا اور اُسکے پاس اُس مین دوسرا عیب پیدا ہوگیا تو اُسکو کچھ واپس کرلینے کا اختیار نہین اور اگر خرید کے وقت کر معین ہو تو جسقدر نقصان کر مین ہی اُسی قدر غلام مین سے لینے کا اختیار ہی لیکن اگر بائع کر کا یعنے غلام کا خریدنے والا اس بات پر راضی ہو کہ مین اس کر کو واپس لیتا ہون اور غلام کو واپس دیتا ہون تو اُسکو یہ استحقاق ہی۔ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُس سے سو درم کو خرید کیے یعنے قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہون خرید لیے پھر اُسنے کر مین کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے قیاس پر واپس نہین کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر قرض درم ہون اور قرض دینے والے نے اُسکے عوض دینار خریدے اور دینارون پر قبضہ کرلیا پھر قرض لینے والے نے درہمون کو زیوف پایا تو اُسکو بدل لینے کا اختیار ہی یہ قول امام ابو یوسف رح کے موافق ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہی وہان اگر بائع کے روبرو قبضہ سے پہلے یون کہے کہ مین نے بیع باطل کردی تو بیع ٹوٹ جائیگی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد

کہے گا اور بائع نے قبول کر لیا تو بھی بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر قبول نہ کیا تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بدون حاضری بائع کے کہا تو بیع نہ ٹوٹیگی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر انگور کا تاک مع غلہ[1] کے خریدا پھر اسمین عیب پایا پس اگر واپس کرنے کا ارادہ کرے تو جس وقت اُسنے عیب دار پایا ہی اُسی وقت واپس کردے کیونکہ اگر اُسنے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہو جائیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے یا مثل اسکے ایک صفقہ[2] مین خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے مین جسپر قبضہ نہین کیا ہی عیب پایا تو اُسکو یہ اختیار رہی کہ اگر چاہے تو دونون کو پورے ثمن مین لے لے ورنہ دونون کو واپس کر دے اور ایسی صورت مین یہ اختیار نہین ہی کہ صحیح و سالم کو لے لے اور عیب دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر قبضہ کیے ہوے مین عیب پایا تو اسمین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ فقط اُسکو واپس کر دے اور صحیح یہ ہی کہ دونون کو لے یا دونون کو واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین عیب دار کو لے لیتا ہون اور اُس کا نقصان لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے دونون پر قبضہ کر لیا ہو پھر ایک مین عیب پایا تو اُسکو فقط عیب دار واپس کر دینے کا اختیار رہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور بدون رضامندی بائع کے دونون کو واپس کر دینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پھر یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب دونون مین سے ایک کو باقی رکھکر اُس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہی اور اگر ایسی دو چیزین ہون کہ جس مین ایک سے نفع اُٹھانے کی عادت نہین ہی جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیان یا کیواڑ خریدے اور اُن دونون مین ایک کو عیب دار پاوے تو اسپر اجماع ہی کہ دونون کو لے لیگا یا دونون کو واپس[3] کر دیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر ایک جوڑی بیل خریدے پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک کو عیب دار پایا اور فقط عیب دار واپس کر دینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہی کہ اُسکو ایسا اختیار ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر دونون مین ساتھ کام کرنے کی عادت ہو گئی اور ہر ایک ایسا ہو گیا ہی کہ بدون اُس دوسرے کے کام نہین کرتا ہی تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کر دینے کا اختیار نہین ہی اور وہ دونون بمنزلہ ایک چیز کے شمار ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو باندیان خریدین اور دونون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُنمین سے ایک مین عیب پایا اور اُسپر قبضہ کر لیا تو دونون اُسکے ذمہ لازم ہو جائینگی اور اگر بے عیب پر قبضہ کیا تو دونون کو واپس کر سکتا ہی اور اگر بے عیب کو دونون پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا قبضہ سے پہلے یا بعد دونون کو آزاد کر دیا تو اُسکو عیب دار لازم ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور اُسمین سے ایک کپڑا نکال کر اُسکو قطع کرا کے سلایا یا اُسکو فروخت کر دیا پھر گٹھری کے کسی کپڑے مین عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہی کہ گٹھری کے باقی کپڑے رکھ لے اور فقط عیب دار کو واپس کر دے اور بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ کہے کہ مین اسکو واپس نہین کرتا ہون مجھے تمام کپڑے پھیر لینا پسند ہین لیکن اگر مشتری چاہے تو ہو سکتا ہی اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کرا کر سلایا نہ تھا اور بائع اس بات پر راضی ہوا کہ گٹھری مع قطع کیے ہوے کپڑے کے واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اُسکے پاس اُسمین پھل آئے پھر پھل آسمانی آفت سے تلف ہو گئے تو کسی عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر بائع نے اُسکو کھا لیا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ کافی مین

[1] غلہ یعنی پھل ۱۲ م
[2] ایک بیع ۱۲ م
[3] بوجہ عیب ... بائع ... ۱۲ م

لکھا ہی - کسی نے ایک خرما کا درخت مع اُسکے موضع زمین اور پھلوں کے خریدا اور مشتری نے اُسپر ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اُسکے پھل جھاڑ لیے پس اگر اُسکے پھل توڑنے سے درخت یا پھلوں کو کچھ نقصان پہونچا مثلاً توڑنے کے قابل نہین ہوے تھے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کچھ نقصان نہین ہوا تو مشتری کو خیار نہین ہی پس اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک مین عیب پایا تو فقط اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے پھل توڑے اور اُسکے توڑنے سے پھلون مین کچھ نقصان نہ آیا اور درخت کا بھی کچھ نقصان نہ ہوا پھر ایک مین عیب پایا تو اُسکو فقط ایک کے واپس کرنیکا اختیار نہین ہی اور ایک کے عیب کی وجہ سے دونون کو واپس کر سکتا ہی اور اگر مشتری کے پھل توڑنے سے کسی ایک مین نقصان آیا پھر اُسنے عیب پایا تو دونون مین سے کسی کو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع اس عیب کے ساتھ جو مشتری سے پیدا ہوا ہی واپس کر لینا قبول کرے تو واپس ہونگے اسی طرح اگر ایک بکری خریدی کہ جس کی پیٹھ پر بال تھے اور بائع نے اسکے بال کاٹ لیے اور مشتری نے ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا تھا یا خود مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اُسکے بال کاٹ لیے تو اُسکا حکم مثل پھلون کے حکم کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک گابھن بکری خریدی اور وہ بائع کے پاس بچہ جنی اور جننے سے اُس مین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار نہین ہی اور اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا اور ایک مین عیب پایا تو اُسکو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد بکری بچہ جنی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - کسی نے ایک بکری خریدی اور اُسکے تھنون مین دودھ تھا پھر بائع یا مشتری نے اُسکا دودھ دوہ لیا تو یہ دودھ بمنزلہ بچہ کے شمار ہوگا کیونکہ متصل ہونے کے وقت مثل بچہ کے اُسکی کچھ قیمت نہ تھی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے مولی یا شلجم زمین کے اندر پوشیدہ خریدے اور مشتری نے سب کو اکھاڑ لیا پھر سب اکھاڑنے کے بعد اسمین عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی و لیکن نقصان عیب لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے درختون کا باغ خریدا اور اُسکے بعض درخت عیب دار پاے تو امام ابوبکر رح نے فرمایا ہی کہ سب کو لے لے یا سب کو واپس کر دے اور صرف عیب دار کو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر درخت کٹے ہوے ہون تو امام ابوبکر رح نے فرمایا کہ اگر قبضہ سے پہلے ہو تو یہی حکم ہی اور اگر قبضہ کے بعد ہو اور باغ مع زمین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فقط درخت خریدے ہون تو فقط عیب دار کو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام بعوض ثمن معلوم کے خریدا پھر ایک اجنبی آیا اور اُسنے مبیع کے ساتھ ایک کپڑا مشتری کے واسطے زیادہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا تو یہ اجنبی متطوع قرار دیا جائیگا اور اُس کپڑے کے واسطے ثمن مین سے حصہ مقرر ہوگا اور کپڑے کا مالک ضمناً اس بات پر راضی ہو گیا کہ اُسکے کپڑے کا حصہ بائع کو ملے پس اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دیگا اور کپڑے کا حصہ بائع کو ملیگا پھر اگر مشتری نے کپڑے مین بھی عیب پایا تو اُسکے مالک کو واپس کر دے اور بائع سے اُسکا حصہ لے لیگا اور اگر غلام مین کوئی عیب نہ پایا صرف کپڑے مین عیب پایا تو اُسکے مالک کو واپس کر دے اور اُسکا حصہ نہ لیگا پھر اگر بعد اُسکے غلام مین کوئی عیب پایا تو پورے ثمن مین بائع کو واپس کر دے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر ایک دروازے کے دونون کیواڑ خریدے اور بائع کی اجازت سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا

مال تلف ہوا اور مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے دوسرا واپس کردے اور ایک پر قبضہ کرنا دونون کے قبضہ کرنے کے مانند نہین ہی اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کرکے اسکو عیب دار کردیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہوا تو مشتری کا مال تلف ہوا ایک انگوٹھی خریدی کہ جسمین نگینہ تھا اور نگینہ کا اُکھاڑنا دونون مین سے کسی کو مضر نہ تھا پھر نگینہ یا انگوٹھی دونون مین سے کسی ایک مین قبضہ کے بعد عیب پایا تو اُس عیب دار کو واپس کرسکتا ہی اور یہی حکم اُس تلوار کا ہی جسکے قبضہ پر چاندی چڑھی ہو اور ایسے پٹی کا بھی یہی حکم ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر خریدی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اُسکے کسی ٹکڑے مین عیب پایا تو اُسکو فقط عیب دار کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزون مین سے ایک ہی قسم کی ہو اور اُسکے بعض مین عیب پائے تو فقط عیب دار کو واپس نہین کرسکتا ہی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زاہد احمد طواویسی نے نقل کیا ہی کہ امام محمد رح کے قول کے قیاس پر واجب ہی کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کردیا جائے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب دار کا عیب بڑھ نہ جائے اور اسی طرح اگر بعض چھوٹی پائے اور اگر قصد کرے کہ چھلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو نیچے گر پڑے ہین اُنکو واپس کردے اور باقی کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر اخروٹ یا انڈے خریدے اور اُس مین سے بعض چھوٹے پائے اور قصد کیا کہ فقط اُنھین چھوٹون کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہی کہ اُنھون نے کہا کہ ناپ یا تول کی چیزون مین جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب سب ایک ہی برتن مین ہو اور اگر جدا جدا برتنون مین ہو اور اُس مین سے ایک برتن مین عیب دار پائی تو فقط اس برتن کی چیز واپس کرسکتا ہی اور اُنھون نے اُسکو دو کپڑون یا دو قسمون مثل جو گیہون کے مانند شمار کیا ہی اور اسی پر فتوے دیتے تھے اور اُنکو یقین تھا کہ اصحاب حنفیہ سے یہ روایت آئی ہی اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہی اور مشائخ مین سے بعض نے کہا ہی کہ سب کے ایک برتن مین ہونے یا چند برتنون مین ہونے مین کچھ فرق نہین ہی اور اُسکو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اطلاق امام محمد رحمہ اللہ کا کتاب الاصل مین یعنے اسکی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوے دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے چند لفافہ ابریشم کے خریدے اور ہر لفافہ مین سے تھوڑا تھوڑا عیب دار پایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب دار جدا کرکے واپس کردے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب دار پاکر واپس کرسکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر سوت کی چند ہنڈیان خریدین پھر ہر ہنڈیہ مین سے کچھ کچھ عیب دار پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ فقط عیب دار کو جدا کرکے واپس کردے اور اگر بعضی ہنڈیہ عیب دار پاوے تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ناپ یا تول کی چیز مین سے تھوڑی چیز کا کوئی مستحق پیدا ہو تو باقی کے واپس کرنے کا اختیار نہ رہیگا اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہو اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کرسکتا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور اُسپر مشتری نے قبضہ کرلیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہو تو مشتری کو باقی کے واپس کردینے کا

اختیار ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے - اور اگر مشتری کے پاس آسمانی یا کسی اور آفت سے اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا پھر مشتری کو ایک دوسرے عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اُسکو نقصان عیب لینے کا حق پہونچتا ہے اور مبیع کو واپس نہین کر سکتا ہے لیکن اگر مبیع کو مع اُس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے بائع لینا پسند کرے تو اُسکو اختیار ہے لیکن اگر اُسکا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اول مبیع کو بلا عیب اندازہ کیا جائے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہے اُسکے ساتھ اندازہ کیجائے پس اگر دونون قیمتون مین آدھے کا فرق ہو تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور اگر مشتری نے مبیع کو عیب پر واقف ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو اُسمین کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جن صورتون مین مبیع مشتری کی ملک مین قائم ہو اور بائع کو اُسکا واپس کرنا برضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو اسی صورت مین جب اُسکو اپنی ملک سے بطور بیع یا اُسکے مثل کے نکال دیگا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہے اور جن صورتون مین باوجود مبیع کے ملک مین قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن نہو پس جب اُسکو اپنی ملک سے بطور فروخت کر دینے یا اُسکے مثل کے نکال دیگا تو نقصان عیب لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے ایک غلام خریدکر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی عیب پر واقف نہوا یہانتک کہ اُسکو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے - اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو نقصان نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر اُسکو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت مین یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ شرح تکملہ مین لکھا ہے - اور جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور اُسکو بلا مال آزاد کر دیا یا اُس کے پاس مر گیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور مدبر کرنا یا ام ولد بنانا مثل آزاد کرنے کے ہے اور اگر اُسکو کچھ مال لیکر آزاد کیا یا اُس سے کچھ مال لکھواکر مکاتب کر دیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور یہی مبسوط سرخسی مین ہے - اگر ایک جبہ خریدا اور اُسکو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے ناقص ہوگیا پھر اُسکے اندر ایک مرا ہوا چوہا پایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع اُسکو ویسا ہی ناقص پھیر لینا پسند کرے تو اُسکو یہ اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور بائع کہین غائب ہوگیا اور مشتری اگر اُسکے حاضر ہونے تک انتظار کرتا ہے تو مچھلی سڑی جاتی ہے پس اُسنے مچھلی کو بھون کر فروخت کر دیا تو اُسکو نقصان عیب لینے کا اختیار نہین ہے اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہین ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے - کسی نے ایک جھکی ہوئی دیوار خریدی اور اُس سے واقف نہوا یہانتک کہ وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے - قدوری مین ہے کہ اگر اناج یا کپڑا خریدا اور کپڑے کو پھاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو اسمین کچھ اختلاف نہین ہے کہ وہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہے اور اگر کپڑے کو پہنا یہانتک کہ پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے - اگر ایک غلام خریدا اور اُسمین سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کو واپس نہین کر سکتا ہے اور بکے ہوئے حصہ کا نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہے اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے اور باقی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب مین ظاہر الروایت مین ہمارے اصحاب رح سے یون روایت ہے کہ نہین لے سکتا ہے

اوریہی صحیح ہی یہ ذخیرہ اور محیط مین لکھا ہی اگر کچھ آٹا خریدا اوراسمین سے تھوڑا پکایا تو اُسکو کڑوا پایا پس امام
ابوجعفر نے فرمایا ہی کہ مشتری کو باقی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دینے کا اختیار ہی اور جسقدر پکایا ...
اُسکا نقصان لے سکتا ہی اور یہ خاص امام محمد کا قول ہی اورفقیہ ابواللیث نے فرمایا ہی کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ینابیع
مین لکھا ہی اگر کچھ طعام خریدا اور اُسمین عیب پایا حالانکہ اُسمین سے کچھ کھا بھی لیا تو جسقدر کھا لیا ہی اُسکا نقصان
عیب لے سکتا ہی اور باقی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی یہ قول امام محمد رح کا ہی اور اسی پر فقیہ ابوجعفر نے
فتوی دیا ہی اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہی اور اگر اُسمین سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمد رح کے نزدیک باقی
واپس کر سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جسقدر بیچا ہی اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی - اور یہ حکم
اُسوقت ہی کہ طعام ایک ہی برتن مین ہو اور اگر دو برتنون مین ہو مثلاً دو تھیلیون یا دو زنبیلون وغیرہ مین ہو پھر
ایک مین جسقدر تھا وہ کھا لے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہی واقف ہو تو
اُس باقی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض سب کے نزدیک واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اگر
پگھلایا ہوا گھی خریدا اور اُسکو کھا لیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اُسمین چوہا گر کر مر گیا تھا تو اُسکو امام ابویوسف رح اور
امام محمد رح کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی کسی نے روٹیان
خریدین اور بندھے ہوے بھاؤ سے کم پائین تو باقی کو لے سکتا ہی اور یہی حکم ہر چیز کا ہی جسکا نرخ بندھا ہوا ہو یہ سراجیہ
مین لکھا ہی - اگر انڈے یا خربوزے یا ککڑی یا کھیرے یا اخروٹ یا کدو یا فواکہ خریدے اور بلا عیب جانے اُن کو
توڑ ڈالا اور اُنکو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے نفع نہین اٹھا سکتا ہی جیسے تلخ کدو یا گندا انڈا تو پورا ثمن
واپس لیگا کیونکہ وہ مال نہین ہی پس اُسکی بیع باطل ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عیب جانکر توڑا ہو تو اُسکو
واپس نہین کر سکتا ہی اور اخروٹون مین اُسکے چھلکون کا اچھا ہونا معتبر نہین ہی اور اگر یہ چیزین ایسی ہون کہ اُس سے باوجود
فاسد ہونے کے کچھ نفع اُٹھایا جا سکتا ہی جیسے کہ اُسکو محتاج لوگ کھا سکتے ہون یا چارہ کے کام آوے تو نقصان
عیب کو واپس لیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی لیکن اگر بائع اُسکو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہو جاے تو اُسکو اختیار ہی اور
یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ اُسمین سے کچھ کھا نہ لیا ہو اور اگر چکھنے کے بعد اُسمین سے کچھ کھا لیا تو کچھ واپس نہین
کر سکتا ہی اور اگر بعضے فاسد پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع استحسانا جائز ہی اور تھوڑے سے مراد اُسقدر ہین
کہ جسقدر اخروٹون مین عادتاً فاسد ہوا کرتے ہین جیسے ایک سو مین ایک یا دو اور اگر خراب بہت ہون تو بیع
جائز نہین ہی اور پورا ثمن واپس لیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر شترمرغ کے انڈے خریدے اور اُنکو توڑا اور دیکھا تو
گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہی کہ نقصان عیب دیگا اور پورا ثمن واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسکے چھلکے
سے نفع لیا جاتا ہی تو اُسمین گندا ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت مین واجب ہی کہ کسی کا اختلاف نہو اور اگر
نعامہ کے انڈے توڑے اور اُسمین مردار بچہ پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا ہی کہ بیع جائز
نہین ہی کیونکہ اُسنے دو چیزین خریدین اور ایک اُن مین سے مردہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ بیع جائز ہی کیونکہ
میت اپنے معدن مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور امام ابویوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جسقدر اُسمین سے
درست ہی اُسکی بیع جائز ہی اور نہایہ مین لکھا ہی کہ یہی اصح ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی ایک اونٹ خریدا اور عیب اُسکو

پیٹ اسکا ملک کے اندر ڈالا تو وہ مرگیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اسکو ذبح کر دیا پھر اسمین کوئی قدیمی عیب ظاہر
ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہی اور یہ قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہی اور اسی کو مشایخ
نے اختیار کیا ہی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ ذبح کرنیکے بعد عیب پر واقف ہوا ہو اور اگر عیب پر واقف ہو کر خود اس
کو ذبح کیا یا کسی نے اسکی اجازت سے یا بلا اجازت اسکو ذبح کر ڈالا تو کچھ نقصان نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی
قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے ایک حیوان خریدا اور اسکو خود ذبح کر ڈالا اور اسکی انتڑیون مین قدیمی فساد نکلا تو صاحبین
کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اگر کوئی آنت کھالی پھر عیب پر واقف ہو تو جو
کھالی اسکا نقصان نہ لیگا اور باقی کو واپس کر دیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی اونٹ خریدا اور اسمین کوئی عیب ظاہر ہوا
پھر وہ گر پڑا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اسکو ذبح کر دیا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی
کسی نے ایک اونٹ خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر اسمین عیب پایا اور اسکو بائع کی طرف لیچلا تاکہ اسکو واپس کر دے پھر وہ
راہ مین ہلاک ہو گیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب ثابت کر دے تو نقصان عیب بائع سے واپس لیگا
یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - کسی نے ایک باندی خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی پھر مشتری اسکے کسی
عیب پر واقف ہوا پس جبتک وہ زندہ ہی بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر باندی مرگئی تو نقصان واپس لیگا یہ محیط
سرخسی مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی
سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اس سے راضی نہوا یا اسمین کوئی عیب پایا اور اسکو واپس کر دیا
تو اسکو یعنی اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول
کر لے جو اسکے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان
نہین لے سکتا اور اگر ثیبہ تھی تو عقر نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام
باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی مین ایک انگلی
زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اسکو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ
باندی خریدنے والے نے واپس کرنے سے پہلے اس سے وطی کی ہی اور وطی سے باندی مین کچھ نقصان نہین آیا تھا اور
یہ اطلاع اسوقت ہوئی کہ جب باندی اسکے مالک کے پاس مرگئی یا اسنے اسکو فروخت کر دیا تو اسکو کچھ نقصان
نہین ملیگا یہ محیط مین لکھا ہی - حمیر الوبری اور یوسف ابن محمد رح اور عمر ابن الحافظ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے
ایک بیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے گابھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور بیل خریدنے
والے نے بیل مین کچھ عیب پایا اور اسکے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اس سے بیل کی قیمت لیگا یا گائے کی قیمت
لیگا پس ان سب علما نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لیگا یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہی اگر کسی نے ایک
زمین خریدی اور اسکو مسجد بنا دیا پھر اسمین کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نکریگا اور نقصان عیب
لینے مین اختلاف ہی اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہی کہ نقصان عیب لیگا چنانچہ اگر کوئی زمین خریدی اور اسکو وقف
کر دیا پھر اسکے عیب پر آگاہ ہوا تو ہلال رح نے ذکر کیا ہی کہ نقصان عیب واپس لیگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی
اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اس نے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہی اور اسنے ترکہ مین سے

ط بکسر اول و فتح سوم ۱۲

کپڑا خریدا ہو تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور اگر کوئی اجنبی ہو کہ اُسنے نیک کام سمجھکر کفن دیا ہو تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی نے ایک درخت خریدا اور اُسکو کاٹا اور اُسکو سواے ایندھن جلانے کے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہو لیکن اگر بائع کٹے ہوے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہو جاوے تو واپس کرے اور نقصان نہین لے سکتا ہو فقہا نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب اُس درخت کو ایندھن کے واسطے نہ خریدا ہو اور اگر ایندھن کے واسطے خریدا ہو تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو امام محمدؒ نے جامع مین ذکر کیا ہو کہ کسی مسلمان نے شیرہ انگور خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہو گیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہو اور نقصان عیب لے سکتا ہو پس اگر بائع کہے کہ مین اُسی شراب کو واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو کیونکہ اُسکا واپس دینا شرع سے ممنوع ہو پس اگر مشتری نے بائع سے عیب مین جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ یہ شراب سرکہ ہو گئی تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہو لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس ہو سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دونون اسلام لاے پھر مشتری نے شراب مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہو اگرچہ بائع اُسکو قبول کرے ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہو پس اگر اُسنے نقصان عیب نہ لیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو لیکن اگر بائع راضی ہو جاوے تو بائع کو اختیار ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ شیخ ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ کسی نے سرکہ خریدا اور جب مشتری کے خم مین اُسکو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سرکہ بدبودار ناکارہ ہو تو شیخ نے فرمایا کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہیگا پس اگر تلف ہو جاوے یا فاسد ہو جاوے تو اُسپر ضمان نہو گی پھر پوچھا گیا کہ اگر مشتری نے اُسکو بگڑ جانے کی وجہ سے بہا دیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر یہ حالت اُسکی پہونچ گئی تھی کہ اُسکی کچھ قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دینگے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے مبیع کو خرید لیا اور دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکے پاس ایک دوسرے عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے واپس کرنے کا امکان نہ رہا اور اُسنے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے بائع کو یعنی پہلے مشتری کو یہ اختیار نہین ہو کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور صاحبین کا اسمین خلاف ہو یہ صغری مین لکھا ہو۔ کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ اس دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر اُسکے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے لے سکتا ہو اور دوسرا بائع یعنی پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان عیب نہین لے سکتا ہو کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع فسخ نہو گی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا بائع پہلے بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُسکو آزاد یا مدبر کر دیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اسنے ام ولد بنا یا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھائی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہوگا ولیکن خود اُسکے اوپر حجت ہوگا تو آزاد کرنے کے اقرار سے غلام آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولا موقوف رہیگی اور مدبر کرنے

یعنی مشتری اول ۱۲

یعنی مشتری ۱۲

اقرار مین مدبر موقوف ہوگا اور ام ولد کے اقرار مین بھی یہی حکم ہو اور اگر مشتری بیع کے اندر کوئی ایسا عیب پاوے جسکا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اُسکو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہو اور اسی طرح اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اصلی آزاد ہو اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اور اگر مشتری نے یہ دعوے کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ فلان شخص کا مملوک ہو اور فلان شخص نے اسکے اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہو اور اگر فلان شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر پہلے عیب پر واقف ہو لیا پھر فلان شخص کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُسنے اُسکو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہو یہ کافی مین لکھا ہو - اور اگر مشتری نے غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یا نوبت کہ واپس کرنا ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو اور مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بائع اُس نقصان عیب کو جو مشتری نے اُس سے لے لیا ہو واپس نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ مین نے اس غلام کے خریدنے کے بعد فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُسنے آزاد کر دیا ہو مگر اس شخص ملک نے اُسکو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اُسکے اقرار پر آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اُسنے آزاد کر دیا ہو اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی پھر مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو - کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو کہ جس نے میرے خریدنے سے پہلے اُسکو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتون سے خالی نہین ہو یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرنے دونون مین تصدیق کریگا یا مالک ہونے مین بدون آزاد کرنے کی تصدیق کریگا یا دونون مین اسکو جھوٹا بتلائیگا پس پہلی صورت مین یہ غلام اُس فلان شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور دوسری صورت مین غلام اُس فلان شخص کو دیدیا جائیگا اور اگر اُسکا غلام رہیگا آزاد نہوگا پھر اگر مشتری اس مین عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور تیسری صورت مین غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور ولاء موقوف رہیگی اور اگر مشتری غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہو کذا فی المحیط اور اس صورت مین اگر فلان شخص دوسری بار اُسکے سچے ہونے کا اقرار کرنے تو بائع مشتری سے اُس نقصان کو جو اُسنے عیب کی وجہ سے لیا ہو واپس کر لے گا اور اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام فلان شخص کا تھا اور میرے خریدنے کے بعد اُسنے اسکو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہو خواہ فلان شخص اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو

چوتھی فصل عیب کا دعوی اور اُسمین خصومت اور گواہ قائم کرنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ عیب

کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر کہ جسکو قاضی یا آنکھوں سے دیکھکر اور بالمشاہدہ پہچان سکتا ہے جیسے زخم اور اندھا ہونا اور
زائد انگلی ہو یا مثل اسکے اور دوسری قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ دیکھکر نہیں پہچانتا ہے اور
ظاہر کی چند قسمیں ہیں ایک قدیمی عیب تا ظاہر جیسے کہ زائد انگلی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو ولیکن بیع کے وقت سے
جھگڑا کرنے کے وقت تک اسکے پیدا ہونے کا احتمال نہو جیسے چیچک کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیدا کہ جو بیع ف۱ بلکہ قدیمی ہو ۱۲
وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہوجانے کا احتمال رکھتا ہو جیسے زخم اور چوتھی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیع
سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہو اور باطنی عیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنے نشانوں سے بدون جرح
ہیں پہچانا جاتا ہو جیسے شبہ ہونا اور حمل ہونا یا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ جسپر مرد واقف نہیں ہوتے ہیں۔ دوسری وہ
کہ جو اپنے آثار موجودہ سے نہ پہچانا جاوے جیسے چوری کرنا اور بھاگ جانا اور جنون وغیرہ۔ پس اگر دعوی کسی
عیب ظاہر میں ہو کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ پہچان سکتا ہو تو اسکو دیکھے پس اگر اس عیب کو پاوے تو خصومت کی
سماعت کرے ورنہ سماعت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا اور عیب قدیمی ہو یا ایسا نیا پیدا ہو کہ جو بیع کے وقت
سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہو تو مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ اسکو واپس کردے ف۲ کہ یہ عیب ہو ۱۲
کیونکہ جسنے بالمشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہوگیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا
عیب حادث نہیں ہوتا یا اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے لیکن مشتری اسوقت واپس نہیں کرسکتا ہے کہ بائع یہ
دعوی کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اسکے واپس کرنیکا حق ساقط ہوگیا ہے اور اس باب میں
قسم لیکر مشتری کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں ہے پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلانی چاہی تو سب روایتوں کے
موافق مشتری سے قسم لیجائیگی اور اگر بائع نے اسکی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلانے میں اختلاف ہے اور عامہ
مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الروایت میں اسکو قسم نہ دلائی جائیگی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت اکثر قاضیوں کے
نزدیک یہ ہے کہ اس سے کہا جائیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق جس جہت سے میں
مدعی ہوں صریحاً یا دلالۃً ساقط نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت
میں پیدا ہو جانیکا احتمال رکھتا ہو اور اس سے مقدم ہونیکا بھی احتمال رکھتا ہو یا اسکے معلوم کرنے میں مشکل
پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کریگا کہ کیا یہ عیب بیع کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اسنے کہا کہ ہاں
تو مشتری کو واپس کرنیکا حق حاصل ہوگا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرنیکا حق ساقط ہوجانیکا دعوی کرنے کا
اختیار رہیگا پس اگر اسنے یہ دعوی کیا تو یہ دعوی بائع کا یوں ثابت ہوجائیگا کہ مشتری قسم کھانے سے باز رہا یا بائع
نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اس عیب کے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو اسکا قول قسم لیکر اعتبار کیا جائیگا
بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونے کے گواہ نہوں یہ محیط میں لکھا ہے اور بائع کو قسم
دلانے کی صورت میں اختلاف ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ اس طرح قسم دلائی جاوے
کہ تو قسم کھا کہ واللہ مشتری کا مجھے واپس کرنیکا حق بسبب اس عیب کے جسکا وہ دعوی کرتا ہے نہیں ہے یہ
محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم
ہونیکا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ تو قاضی اسکو بائع کو واپس نہیں کراویگا اور جب عیب باطنی ہو جو پہچانا گیا ہو بدون آدمی کے

[illegible] ہونے سے پہچانا جاتا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ جسپر مرد واقف ہو سکتے ہین پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی
شناخت ہو تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اسکو شناخت نہین ہو تو جو شخص پہچانتا ہو اس سے دریافت کرے اور دو
[illegible] کے قول پر اعتماد کرے اور اسمین زیادہ احتیاط ہو اور ایک ہونا کافی ہو پس اگر ایک عادل نے اس بات سے
[illegible] یا تو اسکے قول سے جھگڑا قائم ہونے کے واسطے عیب ثابت ہو جائیگا پس قاضی بائع سے قسم لیگا اور صرف اس
ایک کے کہنے سے واپس نکرے گا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع میں ذکر کیا ہو۔ اور شرح آداب القاضی میں
جو امام خصاف کی تصنیف سے ہی لکھا ہو کہ اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اس قسم سے ہو کہ جو اتنی مدت مین
پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دونون کو اسکے پہچاننے مین مشکل
[illegible] اور باہم اُن مین اختلاف ہوا تو بائع کو واپس نہ دلائیگا بلکہ قسم دے گا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہین ہو کہ جو
اتنی مدت مین پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہوا تو واپس نہ کرائے گا اور بائع
سے قسم لیگا اور اگر دو کے کہنے سے معلوم ہوا تو کتاب الاقضیہ اور قدوری مین لکھا ہو کہ قاضی اُن دونون کے
کہنے پر واپس کردیگا اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع مین لکھا ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ
سوائے عورتون کے اُسپر کوئی مطلع نہین ہوتا ہو جیسے کہ حمل یا جو اسکے مشابہ ہون پس قاضی اسکو عورتون کو دکھلائیگا
اور ایک عورت عادلہ کافی ہو اور دو مین زیادہ احتیاط ہو پس جبکہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو حمل
ہو یا دو عورتون نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونے کے حق مین عیب ثابت ہوگا پھر بعد اسکے اگر ایک نے یا دونون
نے یہ کہا کہ یہ حمل بیع کی مدت مین پیدا ہوا ہو تو قاضی بائع کو واپس نہ کریگا ولیکن بائع سے قسم لیگا پس اگر
اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تب اُسکو واپس کردیگا اور اگر ایک یا دونون عورتون نے کہا کہ یہ عیب بائع کے
پاس کا ہو پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کریگا ولیکن بائع کو قسم دلائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو
تو بھی یہی حکم ہو کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتون نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہو کہ امام اعظم
رحمہ اللہ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس کردیگا اور خصاف نے
آداب القاضی مین ذکر کیا ہو کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت مین آیا ہو کہ واپس نہ کریگا اور قدوری
مین لکھا ہو کہ مشہور قول امام ابو یوسف اور امام محمد رح کا یہ ہو کہ اسکو واپس نہ کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا
اور جو قسم کھانے سے باز رہا تو اُن دونون عورتون کی گواہی اسکے انکار سے مضبوط ہو جاویگی تو واپس کریگا
حق ثابت ہو جائیگا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیوع مین ذکر کیا ہو کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی
حاملہ ہو اور دو یا تین عورتین کہین کہ اسکو حمل نہین ہو تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائے گا
اور دو یا تین کا قول کہ اسکو حمل نہین ہو اس ایک کے قول کا معارض نہین ہو سکتا ہو اور اگر بائع قاضی سے یہ
کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہونے کو بیان کرتی ہو وہ جاہل ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کے واسطے
ایک دانستہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی بالغہ خریدی پھر دعوی کیا کہ یہ خنثی ہو
یعنے اسکے مرد و عورت دونون کا نشان ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لیجائیگی کہ یہ عورت
ایسی نہین ہو کیونکہ اسکو مرد و عورت دونون نہین دیکھ سکتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے

باندی پر استحاضہ کا عیب لگایا تو اسمین دعوے کے قابل سماعت ہونے کے واسطے عورتون کی طرف رجوع کرنے مین اور انکی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کر دینے مین وہی حکم ہو جو حمل کے دعوے مین تفصیل گزرچکا ہو لیکن اتنا فرق ہو کہ اگر استحاضہ پر مرد گواہی دین تو انکی گواہی بھی قبول کی جاویگی کیونکہ خون کے ادرار کو مرد بھی دیکھ سکتا ہو تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کوئی باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اسکو حیض نہین آتا ہو تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعوی قابل سماعت نہوگا لیکن اس صورت مین کہ بسبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرتفع ہونیکا دعوے کرے پس اگر اسنے بسبب حمل کے دعوی کیا تو اسکا دعوی سنا جائیگا اور اس باندی کو قاضی عورتون کو دکھلائیگا اور اگر ان عورتون نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہو تو بائع سے اسپر قسم لی جائیگی کہ اسکو حمل میرے پاس نہ تھا اور اگر انھون نے کہا کہ یہ حاملہ نہین ہو تو بائع پر قسم نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اگر بسبب بیماری کے حیض مرتفع ہونے کا دعوے کرتا ہو تو طبیبون کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے دعوے کیا کہ اس باندی کو حیض بسبب حمل کے نہین آتا تو اسمین امام محمد رح سے دو روایتین آئی ہین ایک یہ کہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہون تو اسکا دعوے سنا جائیگا اور اگر اس سے کم ہون تو سماعت نہوگی اور دوسری روایت مین صرف دو مہینہ پانچ دن ہین اور اسی پر لوگون کا عمل ہو اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہو کذا فی مختار الفتاوے۔ اور جب قاضی نے اسکے دعوے کی سماعت کی تو بائع سے سوال کریگا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہو جیسی مشتری کہتا ہو پس اگر اسنے کہا کہ ہان تو بائع کو واپس کر دے گا اور اگر اسنے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہو اور میرے پاس ایسی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہوجائیگا کیونکہ بائع و مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونے مین ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہین پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اسکو قاضی قسم دلائیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو اسکو واپس دیجائیگی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کیے تو انقطاع حیض کے دعوے مین قبول نہونگے اور استحاضہ کے دعوے مین مقبول ہونگے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اسکو حیض منقطع ہوجانا جھوٹ ہو تو اسمین اختلاف ہو کہ اوس سے قسم لیجاویگی یا نہین پس امام کے نزدیک اسکو قسم نہ دلائی جائیگی اور صاحبین کے نزدیک دلائی جائے گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ کتاب الاقضیہ مین لکھا ہو کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ اسکے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہو اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور مشتری نے اسکو واپس کر دی پھر اسکے بعد بائع نے یہ دعوی کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہوگئی ہو اور اسدم بھی حمل سے ہو تو قاضی اس باب مین مشتری سے سوال کریگا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس کا کچھ علم نہین ہو تو قاضی اسکو عورتون کو دکھلاویگا پس اگر عورتون نے کہا کہ یہ حاملہ ہو تو صرف ان عورتون کے کہنے سے مشتری کو واپس کر دینا ثابت نہوگا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہوجائیگا پس اسکو اللہ تعالی کی قسم دلائی جاویگی یعنے یہ قسم کھاوے کہ اسکے پاس حمل پیدا نہین ہوا ہو پس اگر اسنے قسم کھالی تو اسکے ذمہ کوئی جھگڑا نہوگا اور واپسی اپنے حال پر رہیگی اور اگر اسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بائع کا دعوی ثابت ہوجائیگا

پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کردیگا پس اگر بائع نے کہا کہ مین باندی کو مع عیب حمل اپنے پاس رہنے دیتا ہون اور عیب زخم کا نقصان نہ دونگا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر اس مسئلہ مین یہ صورت واقع ہو کہ قاضی نے جسوقت مشتری سے پوچھا کہ اسکو حمل ہی اُسنے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہی اور مین اُس سے آگاہ نہ تھا تو قاضی اُسکے دعوے کی سماعت کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بائع کے پاس کا حمل ہونا ثابت نہوگا اور مشتری نے اپنے پاس ہونیکا اقرار کرلیا ہی تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی اُسکو واپس کردے اور اُسکے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ثابت ہوگیا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کردینا صحیح تھا اور اسی کتاب الاقضیہ مین مذکور ہی کہ اگر ایسا ہوا کہ جسوقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کردینے کا حکم دیا اور مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعویٰ مشتری پر کیا کہ یہ باندی حاملہ ہی اور حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ بائع کے پاس کا ہی تو قاضی واپس کردینے مین جلدی نہ کریگا اور مشتری کے اُس دعوے پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہی بائع سے قسم لیگا اور اس صورت مین مشتری کے اوپر قسم عاید نہین ہوتی ہی کذا فی المحیط اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار کے قیام سے معلوم نہو جیسے بھاگنا یا جنون یا چوری یا بستر پر پیشاب کردینا تو ایسے عیب مین اُسکے فی الحال ثابت ہونے کی ضرورت ہی اور اُسکے فی الحال موجود ہونے کو پہچاننے کے واسطے امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین یہ طریقہ ذکر کیا ہی کہ قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب اسمین فی الحال موجود ہی۔ فقہانے کہا ہی کہ بائع سے اُسوقت ایسا سوال کریگا کہ جب مشتری کا دعوے صحیح ہو اور مشتری کا دعویٰ اُسوقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس ان عیبون کے ہونے کا دعوے کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائین لیکن جنون مین صرف بائع کے پاس ہونیکا اور مشتری کے پاس پائے جانیکا دعوی کافی ہی مگر بھاگنے اور چوری اور بستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبون مین کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہی کہ مشتری یون دعوی کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکسان ہی اور حالت یکسان ہونے سے یہ مراد ہی کہ بائع اور مشتری دونون کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے جاوین یا دونون کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد پائے جاوین پس اگر بائع کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد پائے گئے تو اسطرح پایا جانا دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی نہوگا اور عیب جنون مین خواہ بائع یا مشتری کے پاس بالغ ہونے سے پہلے ہو یا دونون کے پاس بالغ ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بالغ ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد ہو تو بھی دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر بھاگنے کا یا اُسکے مانند ایسے عیبون کا جن مین واپس کرنا اس بات پر موقوف ہی کہ وہ عیب دونون کے پاس پایا جاوے جس طرح بستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعوے کیا تو ایسے عیب مین جب بائع فی الحال موجود ہونیکا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلائیگا یہانتک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی لیکن اگر بائع

اُسکے فی الحال موجود ہونیکا اقرار کرلیا تو اُسکے پاس موجود ہونیکا سوال کیا جائیگا پس اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونے کا اقرار کرلیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اُسکو واپس کردیگا اور اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ طلب کریگا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی غلام بائع کو واپس کردیگا ورنہ بائع سے قسم لیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ مین نے اسکو فروخت کیا اور سپرد کیا حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کہ یون قسم کھاے کہ واللہ میرے پاس ہرگز نہین بھاگا ہی اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور بدون بائع کے دعوی کرنے کے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لیجائیگی کہ مین عیب پر راضی ہو چکا ہون اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہی پھر اگر بائع نے دعوے کیا تو اکثر قاضیون کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہی کہ قاضی اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا واپس کرنے کا حق ساقط نہین ہوا ہی جیسا کہ بائع دعوی کرتا ہی نہ صریحاً اور نہ دلالتاً کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جن مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کے موجود ہونے کے ساتھ اسکو فروخت کیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کیجاویگی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک غلام کو دو صفقہ مین مول لیا اس طرح کہ آدھا اُسکا پچاس دینار کو خریدا پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خریدا پھر اُس مین کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعوے کیا کہ دونون خریدون سے پہلے کا ہی اور بائع نے کہا کہ دونون کے بعد تیرے پاس پیدا ہوا ہی تو قول بائع کا لیا جائیگا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین بائع کو دوسرے آدھے مین قسم دلاتا ہون اور پہلے آدھے مین مجھکو تامل ہی کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود ہونیکا مجھکو یقین اور پہلی بیع کے وقت عیب ہونیکا شک ہی تو مشتری کو یہ اختیار پہونچتا ہی پس اگر بائع نے قسم کھالی تو بیع مشتری کو لازم ہوگی ورنہ واپس ہوجاویگی اور دوسرے آدھے مین قسم دلانے کے بعد مشتری کو اختیار ہی کہ پہلے آدھے مین بھی قسم لے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر دوسرے آدھے مین جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدھے مین جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُسکو پہلا آدھا واپس کردیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدھے کو واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی تاوقتیکہ دوسرے آدھے مین از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کیا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور پہلے آدھے مین بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدھے مین بھی عیب کے اقرار کرنے مین شمار ہوگا اور اسکا اُلٹا یعنی دوسرے مین اقرار کرنا پہلے مین اقرار کرنے مین شمار نہوگا اور ایک مین بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدھے مین انکار نہ قرار دیا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع سے دونون ٹکڑون مین اکٹھا جھگڑا کیا تو ایک ہی بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونون دعوے جمع کردیے ہین پس ایک ہی

ف کہ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہی ۱۲

ع اور [illegible] ۱۲

قسم پر اکتفا کیا جاویگا جیسا کہ چند قرضون کو ایک دعوے میں جمع کر دینے کی صورت مین ہوتا ہے پس اگر بائع نے دونون ٹکڑون میں قسم سے انکار کیا تو پورا غلام اسکے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے مین قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے انکار کیا تو جسمین انکار کیا ہے وہی ٹکڑا اسکے ذمہ پڑیگا دوسرا اسکے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر بائع دو ہون اور ان دونون نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفقہ یا دو صفقہ کرکے فروخت کیا اور ان دونون مین سے ایک مرگیا اور دوسرا اسکا وارث ہوا پھر مشتری نے اس غلام مین کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کرے اور اگر چاہے تو اسی بائع سے جو زندہ ہے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کرے پس اگر اسنے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کیا تو جو ٹکڑا اسنے خود فروخت کیا ہے اس ٹکڑے مین البتہ اور یقین کے ساتھ قسم دلاویگا اور جو ٹکڑا اسکے مورث نے فروخت کیا ہے اسپر اسکے جاننے کی قسم لیگا یعنی بایں طور قسم کھاے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا اور سپرد کیا درحالیکہ اسمین یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادۃ التفسیر من المترجم - پس اگر بائع نے دونون ٹکڑون مین سے ایک مین قسم کھالی تو دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے بے پرواہ کیا جاویگا اور اگر ایک ٹکڑے کے دعوے مین اسنے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے ٹکڑے کے حق مین لازم نہوگا یعنی دونون ٹکڑے اسکے ذمہ نہ پڑین گے اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون کو جمع کرکے جھگڑا پیش کیا تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو بیع ایک صفقہ مین ہوئی یا دو صفقہ مین واقع ہوئی پس اگر دو صفقون مین واقع ہوئی ہے تو دونون ٹکڑون پر قسم دلاوے گا اور دونون ٹکڑون کی قسم جمع کرویگا اسطرح کہ واللہ مین نے مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور اسکو سپرد کردیا اور اس مین یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اسکے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اسکو سپرد کیا اور مین اس مین یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب امامون کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر صفقہ ایک ہی ہو تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا کیا جائے گا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ اور یقین کے ساتھ قسم کھاے اور یہی قسم اسکے مورث کے حصہ کی قسم کی نائب ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے ایک باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعوے کیا کہ وہ حرہ ہے پس تیسرے مشتری نے اسکو اس کہنے پر اپنے بائع کو واپس کر دیا اور اسکے بائع نے اسکو قبول کر لیا پھر دوسرے بائع نے اسکو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اسنے قبول نہ کیا تو فقہانے فرمایا ہے کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانے کا دعوے کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار ہے اور اگر باندی نے یہ دعوے کیا کہ وہ اصلی حرہ ہے پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اسنے فرمانبرداری کی تھی تو اب یہ دعوی بمنزلہ دعوی آزادی کے ہوگا اور اگر اسنے فرمانبرداری نہ کی تھی اور پھر دعوے کیا کہ وہ اصلی آزادہ ہے تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور صحیح یہ ہے کہ اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہین ہوگزری کہ جس سے رقیت کا اقرار ثابت ہوتا ہے تو آزادی کے دعوے مین اسی کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کر لے یہ

جواہر اخلاطی مین لکھا ہے - منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہان بیع کے وقت موجود نہ تھی پھر اُسپر مشتری نے قبضہ کرلیا اور اُسنے رقیت کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور وہ باندی دوسری بیع کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسری مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر باندی نے دعوے کیا کہ مین حرہ ہون تو قاضی اُسکا قول قبول کرے گا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کرلیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اُسکے رقیت کے اقرار کرنے کے گواہ نہین ہین تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہین کرسکتا ہے کیونکہ اُسنے یہ دعوے کیا تھا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - ظہیریہ مین لکھا ہے کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین یا دو صفقہ مین خریدے اسطرح کہ ایک کے دام ایک ہزار درم فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونون مین سے ایک کو بسبب عیب کے واپس کردیا پھر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ واپس کیا ہے جسکے دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ وہ واپس کیا ہے جسکے ثمن کی میعاد نہ تھی تو قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہے ہلاک ہو گیا ہو یا نہ ہو گیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی جاویگی اور اگر دونون نے دونون کے دامون مین جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوے کے اسقدر دام تھے اور مشتری نے اُسکا اُلٹا کہا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہے زید نے عمرو کے ہاتھ ایک غلام بیچا اور دوسرا اُسکو ہبہ کیا اور عمرو نے دونون پر قبضہ کرلیا پھر دونون مین سے ایک مرگیا پھر عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ بیع یہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ ہبہ کیا ہوا ہے تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ ہبہ کیا ہوا ہے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرلے اور اگر مشتری نے دعوے کیا کہ ہبہ کیا ہوا مرگیا تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرسکتا ہے ولیکن بائع کو زندہ غلام مین ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار بعد اس قسم کھانے کے ہوگا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ اس زندہ کو فروخت نہین کیا ہے اور اسی طرح مشتری کو بائع سے ثمن واپس کرنے کا اختیار بعد اس قسم کے کھانے کے ہوگا کہ مین نے بائع سے مرے ہوے کو نہین خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوے غلام کی قیمت لیگا (یعنے ہبہ سے رجوع کرنے کی صورت مین) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک اُن دونون مین کا مرگیا اور زندہ کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا قصد کیا اور کہا کہ اُسکا ثمن درم ہین اور بائع نے کہا کہ دینار ہین تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اُسکے واپس کرنے کا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا کہ بیع یہ نہین دوسرا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے یہ کافی مین لکھا ہے - امام محمد رحمہ اللہ سے املاء مین روایت ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درم کو ایک صفقہ مین خریدے اور دونون پر قبضہ کرنے کے بعد ایک مین عیب پایا پھر دونون کی قیمت مین جو بیع واقع ہونے کے دن تھی اختلاف کیا پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درم تھی اور بائع نے

اُسکا اُلٹا دعوے کیا تو دونون مین سے کسی کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور جبدن دونون نے جھگڑا کیا ہی اُسدن دونون غلامون کی قیمت دیکھی جاویگی پس اگر جھگڑے کے دن دونون مین سے ہرایک کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو عیب دار آدھے ثمن پر واپس کرادیا جاویگا مگر بعد اسکے کہ ہرایک دونون مین سے دوسرے کے دعوے پر قسم کھاوین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور ایسی صورت مین اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو زیادتی کے باب مین دونون کے گواہ لیے جاوینگے پس مشتری کے گواہون کی گواہی کے موافق واپس کیے ہوے غلام کی قیمت دو ہزار درم قرار دیجاویگی اور بائع کے گواہون کی گواہی کے موافق دوسرے کی قیمت دو ہزار درم قرار دیجاویگی پس مشتری عیب دار کو آدھے ثمن مین واپس کردیگا اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی مین کوئی عیب پایا اور اُسکی قیمت اور مرے ہوے کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو مرے ہوے کی قیمت مین بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یون اندازہ کیجاویگی کہ جھگڑے کے دن ایسے غلام کی کیا قیمت ہی اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر دونون نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی نوازل مین ہی کہ کسی شخص نے سرکہ جو ایک مٹکے کے اندر بھرا ہوا ہی خریدا اور اُسکو اپنی مشک کے اندر بھر کے لے گیا پھر اُس مین ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا تیری مشک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ تیرے مٹکے مین تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی۔ کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہی خرید کیا اور اُسپر چند روز گزر گئے اور جب سے اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے اُس برتن کا منھ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُسکا منھ کھولا تو اُسمین ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہی اور اس مسئلہ کی تاویل یون بیان کی گئی ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ برتن کا منھ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پاے جانے کے وقت تک بیچ مین اُسکا کھُلنا یا نہ کھُلنا معلوم نہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا منھ بند رہا ہی اور چوہا پاے جانے کے وقت تک کبھی نہین کھُلا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو لے آیا اور کہا کہ مین نے اسکو ڈاڑھی مونڈا ہوا پایا ہی اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائیگا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کردیا کہ غلام آج کے روز ڈاڑھی مونڈا موجود ہی بیا گر بیع پر اتنا زمانہ نہین گزرا کہ جس مین مشتری کے پاس ڈاڑھی نکلنے کا وہم کیا جاے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس ڈاڑھی مونڈا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کرجاے تب تک واپس نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسمین کوئی عیب لگایا اور یہ بھی کہا کہ مین نے اُسکو آج خریدا ہی حالانکہ ایسا عیب ایک روز مین نہین پیدا ہوسکتا ہی اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ

فروخت کیا ہو اور حال یہ ہو کہ ایسا عیب ایک مدت مین پیدا ہو سکتا ہی تو قول بائع کا معتبر ہوگا کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسمین کچھ عیب پایا پس اُسنے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب شرط کے پاس لایا حالانکہ بادشاہ نے اُسکو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اُسنے ڈگری بائع پر کر کے باندی اُسکو واپس کر دی اور مشتری کے واسطے پورے ثمن کا حکم دیا تو مشتری کو اپنا ثمن لینے کی گنجایش ہی۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر واقف ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اُسپر سوار ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ مین اسواسطے سوار ہوا ہون کہ تجکو واپس کر دون تو قول مشتری کا معتبر ہی اور اس مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ مشتری کو بدون سوار ہوئے واپس کرنا ممکن نہ تھا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلاضرورت اسپر سوار ہوا ہی تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے مبیع کے اندر کسی عیب کا دعویٰ کیا حالانکہ بائع جانتا ہی کہ یہ عیب اسمین فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اُسکو جائز ہی کہ مبیع کو نہ واپس لے تاوقتیکہ قاضی اُسکے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدون حکم قاضی کے واپس کرے گا تو اُسکو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے دوسرے سے نہین خریدی ہو تو اسپر لے لینا واجب ہی اور اُسکو امتناع کی مجال نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسمین قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے بیع باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور مین کہا تو بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر بائع کی غیبت مین ایسا کہا تو بیع باطل نہوگی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے بیع باطل کر دی تو صحیح یہ ہی کہ بدون قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیع باطل نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو اس حال مین فروخت کیا کہ اُسکے فلان جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اُسکے اُس جگہ زخم موجود تھا اور اُسکے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہین ہی اور جس زخم کا مین نے اقرار کیا تھا اُس سے یہ اچھی ہو چکی ہی اور یہ نیا زخم تیرے پاس پیدا ہوا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اُسکے دونون آنکھون مین سے ایک آنکھ مین سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اُسکی بائین آنکھ مین سپیدی تھی اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ سپیدی اُسکے داہنی آنکھ مین تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائین آنکھ کی سفیدی تیرے پاس پیدا ہوئی ہی تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور اسی طرح اگر باندی کے سر مین زخم ہو اور بائع یہ اقرار کرے کہ مین نے اس باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اُسکے سر مین زخم تھا باقی مسئلہ وہی رہے تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر سر کے زخم کی صورت مین بائع یہ کہے کہ اُسکا زخم موضحہ تھا اور وہ تیرے پاس منقلہ ہو گیا تو اس باب مین قول بائع کا معتبر ہوگا اور اسی طرح آنکھ کی سپیدی کی صورت مین اگر بائع یہ کہے کہ اُسکی آنکھ مین ایک نقطہ تھا اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی تمام آنکھ یا اکثر سفید ہو رہی ہو تو قول بائع کا معتبر ہے

اور اگر اُسکی آنکھ مین ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اسکی سپیدی مثل رائی کے یا اُس سے کم تھی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اسکے ہو تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین بیچا کہ اسکو بخار آتا تھا پھر مشتری اُسکو بخار کے حالت مین لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہے تو بائع کی تصدیق نہ کیجاویگی اور مشتری واپس کرسکتا ہے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے باندی کو فروخت کیا اور اُس مین عیب تھا پھر مشتری اُسکو لایا اور اسمین کچھ عیب موجود ہے اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اسمین یہ عیب نہ تھا اور فقط اسمین ایسا ایسا عیب تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اُسکو ایسے حال مین بیچا تھا کہ اُسکے سر مین عیب تھا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ کہنا معتبر ہوگا کہ اسمین یہی عیب تھا اگرچہ بائع اُسکو جھوٹا بتلا وے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے اُسکو بیان کردیوے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دیوے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے لایا اور کہا کہ مین نے اسکو شوہر دار پایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اسکا شوہر تھا ولیکن مرگیا اور مشتری اُسکے شوہر دار ہونیکا دعوی کیے جاتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت نہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلاوے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلان شخص اسکا شوہر ہے اور وہ شخص اُسوقت غائب تھا موجود نہ تھا تو اُسکے گواہون کی طرف التفات نہ کیا جائیگا لیکن اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اسکے نکاح کا اقرار کیا ہے تو قبول کیے جاوینگے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلان شخص اسکا شوہر تھا ولیکن بیع سے پہلے اُسنے طلاق بائن دیدی تھی اور مشتری اُسکے شوہر موجود ہونے کا دعوی کیے جاتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اُسکا حاضر ہوا اور اُسنے نکاح کا دعوی کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شوہر موجود تھا ولیکن تجھکو سپرد کرنے سے پہلے اسکو اسنے طلاق دیدی تھی یا اُسکا شوہر مرگیا اور مین نے تجھکو بے شوہر سپرد کی ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اور اگر مشتری کے پاس کوئی اسکا شوہر پایا گیا اور بائع نے کہا کہ اسکا شوہر میرے پاس اسکے سوا دوسرا شخص تھا کہ اُسنے بیع سے پہلے اسکو طلاق بائن دیدی تھی یا مرگیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کوئی خادم خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا اور اُسنے اُسمین کوئی عیب لگایا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہین ہے اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہے جو مین نے تجھسے خریدا ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور دو شخصون مین سے ہر ایک نے اُسپر دعوی کیا کہ مین نے اُسکو قابض کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے اور اُسنے ثمن ادا نہین کیا ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو بعوض دونون ثمنون کے سپرد کردیا جائیگا پھر ہر ایک جسقدر ثمن کا دعوی کرتا ہے اُسقدر اُسکو دلاد یا

جاویگا اسی طرح اگر دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہو میری ملک مین پیدا ہوا ہو اور مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ دعوے ثمن مین ہو اور سب اسمین برابر ہین پس اگر اُسنے اُسمین کوئی عیب پایا تو دونون مین سے ایک کو واپس کریگا اور دونون کو واپس نہ کریگا اور اگر نقصان عیب کسی ایک سے لے لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لیوے لیکن نہ اس صورت مین کہ وہ شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جاوے اور اگر غلام مشتری کے پاس مرگیا پھر وہ اُسکے قدیمی عیب سے واقف ہوا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور اسی طرح اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اُسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا اور پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور دونون کو واپس نہین کر سکتا ہو اور کوئی دونون مین کا اُسکو لے نہین سکتا ہو اور اگر دونون نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہو تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائیگا گویا قابض نے اُسکو پہلے سے خریدا ہو اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے سے خریدا ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگوڑا ہو تو مجھسے اسکو خرید لے اُسنے کہا کہ کتنے کو بیچتا ہو اُسنے کچھ دام اسکو بتلائے پھر مشتری نے اُسکو خرید لیا اور پھر اُسکو بھگوڑا پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہو اور یہ ظاہر ہو پس اگر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو بھگوڑا پاکر واپس کرنا چاہا اور مشتری اول نے اُسکے بھگوڑا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اول کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اُسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا اور اگر بائع اول نے مشتری اول سے یہ کہا تھا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ بھگوڑا ہو یا اس شرط پر کہ مین اسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اُسکو پہلے مشتری کو واپس کرسکتا ہو اور اگر بائع اول نے یہ کہا ہو کہ مین نے اسکو فروخت کیا اس شرط پر کہ مین بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور یہ نہ کہا تھا کہ مین اسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہین کرسکتا ہو تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ اُسنے اسکو فروخت کیا درحالیکہ وہ بھگوڑا تھا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ منتقی مین مذکور ہو کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہو کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اُسی اقرار کے جو بائع اول نے کیا تھا واپس کردے کیونکہ قرض لازمی چیز ہو اور قرضخواہ کو اختیار ہو کہ قرض مین بیع کو توڑ کر ادا دیوے اور قرض کا اقرار مثل بھگوڑے ہونے کے اقرار کے بیع سے پہلے یا اُسکے بعد دوسرے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان کہ جسنے بھگوڑے ہونے کا اقرار نہ کیا تھا بیع کے فسخ کرنے کے حق مین نہین ہو اور شوہردار ہونے کا اقرار قرضدار ہونے کے اقرار کے مانند ہو اس بابت کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ سے جو بائع اول نے کیا ہو واپس کرسکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُس سے اُس غلام کو دوسرے شخص نے چوکایا اور مشتری نے کہا کہ اس مین کوئی عیب نہین ہو پھر اُن دونون کے درمیان بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے غلام مین کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہوسکتا ہو

اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار رہیگا اور جس شخص نے کہ مشتری سے چوکا یا تھا اُس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی اُسکے واپس کرنے کے حق کو باطل نہ کرے گا یہ فتاوے قاضی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے چوکانے والے نے یہ کہا تھا کہ تو اسکو خرید لے اور اسمین فلانا عیب نہین ہی پھر اُن دونون مین بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصد کیا کہ اسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بجاے غلام کے کپڑا فرض کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت رہے تو دونون صورتون مین مشتری کا دعوی نہ سنا جائیگا اور کپڑا بائع کو واپس نہ کرسکے گا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا نہین ہو سکتا ہی یا اتنی مدت مین نہین پیدا ہو سکتا ہی تو قاضی اُسکے بیچنے والے کو غلام واپس کردیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے یہ اقرار کیا کہ اسکی باندی بھگوڑی ہی پھر ایک شخص کو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ نہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور وکیل نے اُسکو فروخت کردیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کرنی چاہی اور بائع نے اُسکو جھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگی ہی تو مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ وکیل کو واپس کردے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہی تو اُسکو فروخت کر اور اُسکے بھگوڑے ہونے سے بریت کر لینا پس اُسکو وکیل نے فروخت کیا اور اُسکے بھگوڑے ہونے سے بریت نہین کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مقولہ معلوم ہوا تو اُسکو اس مقولہ پر واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ فصول سے منقول ہی کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جسکی ایک انگلی زاید تھی تاکہ ایک شخص کو واپس کرے اور اُس شخص نے باندی اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے اُسکے خریدنے پر گواہ قائم کیے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر مین نے ہر عیب سے بریت کر لی تھی اور اُسپر اُسنے گواہ قایم کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یہ حاویہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام فروخت کردیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری اُسکو عیب کی وجہ سے واپس نہ کرسکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص حاضر تھا اور اس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اول بھی اس سے انکار کرتا ہی تو ان دونون کا انکار بمنزلہ اقالہ کے ہوگا اور غلام واپس نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹٹی یا اے بھگوڑی یا اے زنا کرنے والی یا اے مجنونہ مثلا یا یون کہا کہ اس چوٹٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اسمین موجود ہین یہانتک کہ اگر اُسکو فروخت کردیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی۔ یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونون نے اُسکے بھگوڑے ہونے کا اقرار کیا اور یہ اقرار دونون سے بیع کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا بھگوڑا ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہین ہی پھر تیسرا مشتری اُسکے بھگوڑے ہونے سے اور اُسکے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری

کے درمیان بیع کے وقت واقع ہوا تھا واقف ہوا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور پہلے مشتری کا اُسکے
بھگوڑے ہونے کا اقرار اُن بائعون کے حق مین جنھون نے اُس سے نہین خریدا ہی نافذ نہوگا اور اگر
پہلے مشتری نے اُسکو بدون اپنے اور بائع اول کے غلام کے بھگوڑے ہونے کے اقرار کے خریدا پھر
مشتری اول نے اُسکے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اول کو واپس کرادیا پھر بائع اول نے
اُسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کردیا اور مشتری نے اُسکو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت
کیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کردیا پھر تیسرے مشتری کو اُسکا بھگوڑا ہونا
اور وہ ماجرا جو پہلے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونے کے گواہ
قائم کیے ہونے کی وجہ سے بائع کو واپس کرادیا تھا معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے
یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعوے کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور اُسپر گواہ لایا
اور اس وجہ سے قاضی نے اُسکو واپس کردیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہی میری
ملک مین پیدا ہوئی ہی اور قاضی نے اُسکو باندی دلادی پھر اُسنے اسی مستحق علیہ کے ہاتھ اُسکو فروخت کردیا
اور مشتری نے اُسکے بھگوڑے ہونے مین جھگڑا کیا اور حاکم کا اُسکے بھگوڑے ہونے کا فیصلہ دلیل مین پیش
کیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام یا اُسکے امین نے غنیمت محرزہ[1] فروخت کی اور مشتری نے
اُسمین عیب پایا تو ان دونون پر واپس نہین کرسکتا ہی کذا فی الکافی۔ ولیکن امام کسی شخص کو اُسکے ساتھ
جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور اُس شخص کا عیب کا اقرار مقبول نہوگا اور جو انکار کرے تو اُسپر قسم عائد نہوگی
اور صرف وہ اسواسطے مقرر ہی کہ اُسکے مقابلہ مین مشتری گواہ قائم کرے اور جسوقت اُس شخص[2] نے عیب کا
اقرار کرلیا اُسی وقت معزول تصور کیا جائیگا پھر جب عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کردیا جاوے پس
اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت مین ملادیا جاویگا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت
ہوگا اگرچہ ثمن کم ہوا یا زیادہ ہوگیا اگر بیت المال مین سے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا
اور اپنی صحت مین اُسکو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کردیا پھر مرگیا اور بیٹا اُسکا وارث ہوا اور سوائے اُسکے کوئی
وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی مگر وہ
قاضی سے استدعا کریگا تاکہ قاضی میت کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے پس بیٹا اس خصم کو واپس کردیگا
پھر وہ اُسکے باپ کے بائع کو واپس کردیگا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کریگا
پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کریگا اور امام محمد رح نے اسکی کچھ تفصیل نہین فرمائی کہ اُسوقت کیا حکم ہی کہ
جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اُسوقت کیا حکم ہی کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمد رح کا
مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہی کہ دونون صورتون مین حکم یکسان ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور
اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری مرگیا اور بائع اُسکا وارث ہوا اور اُسمین کوئی عیب پایا
پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اُسکو واپس کردیگا اور اگر سوا اُسکے دوسرا وارث نہو تو واپس نہین کرسکتا ہی
اور نقصان نہین لے سکتا ہی اور اسی طرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اُسکو پ

[1] جو کافرون کی ملک سے دار الاسلام [illegible]

قبضہ کر لیا اور گواہ کر لیے پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی اُسکے بیٹے کی طرف سے
کوئی خصم مقرر کرے تو باپ اُسکو واپس کر دے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے بائع کو واپس کر دیوے
اور یہی حکم ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر کسی مکاتب نے
اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہے اور نہ اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر مکاتب
بعد عیب جاننے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے تو اُسکا مالک اُسکی بیع کو واپس کر دیگا اور مکاتب اُسکا
متولی ہوگا اور اگر مولے نے مکاتب کو فروخت کر دیا یا مر گیا تو مولے خود اُسکو واپس کریگا پس اگر مکاتب نے اپنے
عاجز ہونے سے پہلے بائع کا ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کر دیا تو مالک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر مالک نے
بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے اپنی ماں کو
خریدا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خریدا تو امام ابو یوسف رح اور امام محمد
رحمہ اللہ کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی کے ساتھ مکاتب ہو جائینگے پس انکا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم
برابر ہے اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق یہ لوگ اُسکے ساتھ مکاتب نہونگے پس بسبب عیب کے اُن کے
واپس کر دینے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ اُنکے فروخت کرنے کا مختار ہے پس اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے
پہلے ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح نہوگا اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی
اور اُسمین عیب پایا پس اگر اُسکے ساتھ اُسکا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیع کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے اسی طرح
اُسکے واپس کرنے کا بھی مختار نہوگا ولیکن نقصان عیب لے لیگا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی مکاتب متولی ہوگا
پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے اور اگر
مکاتب کے مولی نے ایسا کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہو تو بھی صاحبین کے
نزدیک یہی حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار رہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے
اپنے مکاتب سے کوئی غلام خریدا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہین کر سکتا ہے اور نہ اُسکے بائع
سے جھگڑا کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کسی مکاتب نے یا کسی حر نے کوئی غلام خریدا اور اُسکو
مکاتب کر دیا پھر اُسمین عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ہے۔ اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہے
اور اگر مکاتب نے یا حر نے بائع کو عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے یہانتک کہ مکاتب کے عاجز ہونے
کے بعد اُسکے مالک کو اور حر کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر مکاتب کے
عاجز ہونے سے پہلے اُسکے مالک نے بائع کو بری الذمہ کیا تو صحیح نہین ہے اور یہی حال حر کے وارث کا بھی
ہے کہ اُسکا بری الذمہ کرنا بھی صحیح نہین ہے۔ اگرچہ حر کے مرض الموت مین ہو اور اگر پہلے مکاتب کے عاجز ہونے
کے بعد مالک اُسکا بائع کو بری الذمہ کرے خواہ اُسوقت تک دوسرا مکاتب عاجز ہوا ہو یا نہوا ہو تو بری
کرنا صحیح ہے اور اسی طرح اگر حر کے وارث نے مورث کے مرنے کے بعد بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہے۔ اگر کسی نے
ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مر گیا پھر غلام مین کوئی ایسا
عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اول کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو

صحیح ہی یہانتک کہ اگر غلام اُسکو واپس دیا جاسے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہین کرسکتا ہی اگرچہ سنے الحال واپس کرنا ممتنع ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتب نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدا پھر اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی اپنے غلام کو اپنے مالک کے ہاتھ بعوض اُسکے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر بائع نے اسپر قبضہ کر لیا پھر غلام مین کوئی عیب پایا پس اگر ثمن نقد دے دیا یا دین تھا اس طرح کہ درم یا دینار بیضے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اُسکے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتون مین مالک اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر ثمن نقد نہو یا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہی تو واپس کرسکتا ہی اور قبضہ سے پہلے سب صورتون مین واپس کرسکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ کسی قرضدار غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی ایک غلام خریدا اور اُسکو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر اس غلام قرضدار کو قرضخواہون نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہ کریگا اور نہ نقصان لیگا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کرسکتا ہی۔ بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اُسنے ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو ثمن ہبہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ہبہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور ثمن اُسکا مشتری کو ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کرسکتا ہی اور بعد قبضہ کے واپس نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی

پانچوین فصل

عیبون سے برائت کرنے اور اُن سے ضمانت کرنے کے بیان مین۔ عیبون سے بری کر دینے کے ساتھ فروخت کر دینا حیوان وغیرہ مین جائز ہی اور اس برائت مین وہ سب عیب داخل ہو جاتے ہین جنکا بائع کو علم نہین ہی اور جنکا علم ہی اور جنسے مشتری واقف ہی یا واقف نہین ہی اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہے خواہ عیبون کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس برائت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت بیع مین موجود ہی یا جو اسکے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا ہی اور امام محمد رحمۃ اللہ نے کہا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہو اُس سے بری نہین ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی بری ہی تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونے والے عیب سے بری نہوگا اور اسی طرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی اور بعد کو پیدا ہو بری ہی تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون نے اس بات مین اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد نیا پیدا ہوا ہی یا بیع کے وقت کا ہی تو اسکا حکم امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح سے

مروی نہین ہی اور امام محمد رہ سے روایت ہی کہ بائع کا قول معتبر ہوگا مگر اس طرح قسم لیکر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھاے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب برائت مطلق بیان کی تھی اور اگر برائت صرف بیع کے وقت کے عیبون سے تھی اور پھر اُنھون نے اسطرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر دو گواہون نے کسی باندی کے متعلق ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اُسکو بدون برائت کے خرید کیا اور اُسمین کوئی عیب پایا تو واپس کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر دونون نے بھگوڑی ہونے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اُسکو خریدا اور اُسکو بھگوڑی پایا تو واپس کر سکتا ہی اور اگر دونون نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ مین اُسکے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہون پھر ایک گواہ نے اُسکو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر بائع نے ہر عیب سے برائت کر لی تو اُسمین عیب اور بیماریان سب داخل ہوجائینگی اور اگر کل بیماریون سے برائت چاہی تو سب مرضون سے برائت ہوگی اور اُسمین داغ اور زنا اور اُنگلی اور اُس زخم کا اثر جو اچھا ہوگیا ہی داخل نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر ہر غائلہ سے برائت کر لی تو غائلہ کا لفظ چوری اور بھاگنے اور فسق و فجور کو شامل ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر ہر سیاہ دانت سے برائت کر لی تو اُسمین سرخ اور سبز دانت بھی داخل ہوجائینگے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اُسکے ہر قرحہ سے جو اُسمین موجود ہی بریت کر لی تو اُسمین وہ قرحہ جنسے خون جاری رہتا ہی داخل ہوجائینگے اور ایسے زخمون کے نشان جو اچھے ہوگئے ہین داخل ہونگے اور داغ کے نشان داخل نہونگے کیونکہ داغ اور چیز ہی اور قرحہ اور چیز ہی اور اگر کہا کہ مین اسکے سر کے ہر آمستہ زخم سے بری ہون پھر ناگاہ اُسکے سر مین موضحہ زخم نکلے تو موضحہ سے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے ہر حق سے جو تیری جانب ہی بری ہی تو اُسمین عیب داخل ہوجائینگے اور یہی مختار ہی اور درک داخل نہوگا (یعنی ضمان درک دینا چاہیے) یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اُسمین ایک شگاف مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس سے بری کیا پھر اسکے بعد مشتری بائع سے وہ کپڑا لیکر آیا اور اُسکے شگاف کو دیکھکر کہا کہ یہ اتنا نہین ہی کہ جس سے مین نے تجکو بری کیا تھا وہ ایک بالشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہی تو اس باب مین قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی مین اس طرح اختلاف ہوا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس مین موجود ہے بری کیا یا اُسکے عیبون سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بھی اُسکا قول لیا جائیگا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس برص کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ وہ نہین ہی یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہی تو بھی اُسی کا قول لیا جائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے ہر عیب سے جو اُسکی آنکھ مین موجود ہی برائت کر لی پھر ناگاہ وہ کانا نکلا تو بائع بری نہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے جو اُسکے ہاتھ مین موجود ہی بری ہون پھر ناگاہ وہ ہاتھ کٹا ہوا پایا گیا

تو بری نہوگا اور اگر ایک انگلی یا دو انگلیان کٹی ہوئی ہون تو بری ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر دو انگلیان کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہین اور اُس سے بری نہوگا جبکہ برات ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہو اور اگر تمام انگلیان مع آدھی ہتھیلی کے کٹی ہوئی ہون تو یہ ایک عیب ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین بری ہون ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہی مگر بھاگنا اُسکا پھر مشتری نے اُسکو بھگوڑا پایا تو بائع اُس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہی بری ہون مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ مین اسکے ہر شے جو اسمین موجود ہی شگاف کی قسم سے بری ہون اور اُس کپڑے مین بہت شگاف تھے کہ اُنکو سی دیا تھا یا پیوند کر دیا تھا یا رفو کر دیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح اگر اُس مین شگاف آگ کے جلنے کے ہون یا عفونت تو بھی وہ ان سب سے بری ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ اُسمین ایک عیب ہی پھر اُسمین دو عیب پائے اور بسبب موت یا اُسکے مانند کے اُس غلام کا واپس کرنا ممکن نرہا تو امام ابویوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمد رح کہتے ہین کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونون عیبون مین سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کرلے پس اُس غلام کو دونون عیبون کے ساتھ اندازہ کیا جاویگا اور پھر اُسی غلام کو اُس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہی اندازہ کیا جاوے گا پھر جو فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ لے لیگا اور اسی طرح اگر اُسنے تین عیب پائے اور اُسکے پاس ایک اور عیب پیدا ہو جانے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبون مین سے جن دو عیبون کا نقصان چاہے واپس کرلے اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی پس ایک بار اُس غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہی اندازہ کیا جاوے اور ایک بار اُس غلام کو مع تینون عیبون کے اندازہ کیا جاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ واپس لیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر خریدے کہ ایک انمین کا عیبدار ہی پھر ایک کو عیبدار پایا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی اگر ایک مین دو عیب پاوے تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر ہر ایک مین ایک عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اس صورت مین ایک بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونون کو ایک ساتھ واپس کردے اور اگر قبضہ کر چکا ہی تو مشتری جس ایک کو چاہے واپس کردے اور یہ قول امام محمد رح کا ہی پس اُنکے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہی پس اگر اُسنے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اُسمین کوئی عیب معلوم نہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جانکر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیبدار پایا تو اُسکو اختیار ہے کہ جس ایک کو چاہے واپس کردے پس اگر اُسنے اس غلام کے واپس کرنیکا قصد کیا کہ جسپر عیب جانکے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ تونے اسکا عیب جانکر اسپر قبضہ کیا پس تو اسکے عیب پر راضی ہوچکا ہی تو بائع کے کلام پر التفات نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے دونون کا عیب جانکر پھر دونون پر قبضہ کیا یا ایک پر قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونون کے اختیار کرنے مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مین ہر ایک عیب سے بری ہون تو ایسا کہنا اُس غلام کے اندر عیب ہونیکا اقرار کرنا نہین ہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے

ایک یا دو عیبون سے برئت کی شرط لگائی تو یہ برئت اُس عیب کے موجود ہونے کے اقرار مین شمار ہی اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہی اور دونون مشتری کو سپرد کر دیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے مین عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا پس دونون غلامون کو صحیح وسالم مان کر ثمن اُن دونون پر تقسیم کیا جائیگا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہی جب اُسکا حصہ معلوم ہوجاے تو اُسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لیگا اور اگر دو غلام ایک ہی ثمن مین اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہی پھر دونون مین سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام مین کہ جسکے ایک عیب سے برائت ہوچکی ہی ایک عیب پایا تو ثمن دونون پر تقسیم کیا جائیگا اس طرح کہ جو غلام حقدار کو گیا اُسکی قیمت صحیح و سالم کی اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونون قیمتون پر ثمن تقسیم کیا جاوے پس جب اُس غلام کا حصہ معلوم ہوجاے جو حقدار نے لیا ہی تو اسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی ولیکن ایک عیب سے اُسنے برئت کر لی اور مشتری نے اسی شرط پر خریدکر قبضہ کر لیا پھر اسمین دو عیب پائے اور کسی سبب سے اُسکا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اُس غلام کے صحیح وسالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اُس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام مین یہ نہ کہا تھا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی کیونکہ ایسی صورت مین اس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگاکر اُسکے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہی اور دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک مین چند عیب پائے تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہوگا پس اگر اُسکے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلے تو اُسکا حصہ ثمن مشتری واپس کر لیگا پس دونون کو بے عیب مان کر ثمن اُنپر تقسیم کیا جائیگا اور اگر دونون کو اس شرط پر خریدا کہ بائع ایک کے سر کے تین زخمون سے بری ہی پھر مشتری نے ایک کے سر مین تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہوا پس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخمون کے ساتھ ثمن دونون پر تقسیم کیا جاے (اور مستحق کا حصہ ثمن مشتری بائع سے واپس کر لیوے) یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور تیسرا شخص اُسکے عیبون کا مشتری کے لیے ضامن ہوگیا پھر مشتری نے اُسمین کچھ عیب پاکر واپس کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قیاس مین ضامن پر ضمانت نہوگی اور یہ عہدہ پر ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ عیبون کا ضامن ہی اور یہ مثل ضمانت درک کے ہی استحقاق مین اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے کسی شخص نے چرایا ہوا ہونے اور آزاد ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اُسکو آزاد یا چرایا ہوا پایا تو ضامن سے ضمانت لیگا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اُسکو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا ثمن لے لیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مرگیا اور بائع پر نقصان عیب ادا کرنے کا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رح

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ یہ جائز ہو پس اگر اُسمین کوئی عیب پاوے اور بائع کو واپس کرے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن ضامن سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے

چھٹی فصل

عیبون سے صلح کرنے کے بیان مین امام محمد رح نے کتاب الاصل مین لکھا ہو کہ اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکا ثمن ادا کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری کے ساتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درم فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دیوے تو یہ صلح جائز ہو اور اگر عیب (یعنی صلح) سے ایک دینار پر صلح کی پس اگر اُس دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہو اور اگر ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اُس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن نقد لے لیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُسکے بائع نے اس عیب سے چند درمون پر صلح کی تو جائز نہین ہو پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مرگیا اور اُسنے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح باطل ہو اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون مین سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جاوے اور دونون قبضہ کر لین پھر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور بائع سے صلح کرے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہووے تو یہ استیفا ہو استبدال نہین ہو - پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہو خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہو پس جہان افتراق از عین بدین پایا جاوے جائز ہو اور جس موقع پر افتراق از دین بدین ہو وہان جائز نہین ہو اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون مین سے معین ہو اور دونون قبضہ کر لین اور پھر کسی قدر ثمن پر اُسکی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ میعادی ہو یا نقد ہو جائز ہو بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہو وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن میعادی پر صلح جائز نہین ہو اور فی الحال ادا کرنے کی صورت مین جائز ہو بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا وہ معین ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اور عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہو پس جو کچھ بائع سے اُسکے بدلے لیا ہو یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہو - وہ اُسکو واپس کر دے گا جبکہ اُس کی ملک مین زائل ہو جاوے اور اگر اُسکی ملک سے نکلجانے کے بعد زائل ہو تو واپس نکرے گا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے ایک درم پر صلح کی تو جائز ہو اگرچہ اُس مین کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کہا کہ مین نے تجھسے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہین ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو - اگر مشتری نے باندی کی آنکھ مین عیب لگایا اور بائع نے اُسکی آنکھ پر کچھ دیکر صلح کر لی تو جائز ہو اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا ہو اور محل عیب کا ذکر کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسوان حصہ گھٹا دے اور کوئی اجنبی بعوض گھٹانے ہوے کے ماسوا سے کے لیوے اور اجنبی اسپر راضی ہو گیا تو جائز ہو اور مشتری کا گھٹانا جائز ہو بائع کا جائز نہین ہو

یعنی بعد گھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دیکر لے لے ۱۲

اور اگر مشتری نے کپڑا دھولایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ وہ دھوبی کے پاس کا ہو یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کر لی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کرلے تو جائز ہو اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم مشتری اور بائع اسکو قبول کرے تو بھی جائز ہو بعض فقہا نے فرمایا ہو کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہو کہ دھوبی پہلے ایک درم مشتری کو دے پھر مشتری اُسکو بائع کو دے یہ فتح القدیر مین لکھا ہو اور فتاوے فضلی رحمہ اللہ مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسمین کوئی عیب پایا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ بائع اسقدر درم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہو اور اگر دونون نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اسقدر درم ادا کردے اور باندی کو بائع لے لیوے تو جائز نہین ہو لیکن اگر مشتری اُس باندی کو اُسکا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اُس سے کم ثمن پر بائع کے ہاتھ فروخت کردے تو جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اور ایسا ہی فتاوے قاضی خان مین ہو - کسی نے ایک کپڑا خرید کر اُسکی قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہو پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ مین اس کپڑے کو لیے لیتا ہون اور ثمن مین سے مشتری مجھسے کم لے تو یہ جائز ہو اور ثمن سے جسقدر بائع کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اُس نقصان کے شمار کیا جاویگا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے مین کر دیا ہو یہ محیط مین لکھا ہو - کتاب الاصل مین لکھا ہو کہ کسی شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور پھر اُسمین کچھ عیب لگایا اور پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو اُنچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہو اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اُسمین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک وہ دینار اسکو حلال نہوگا اور مشتری کو واپس کردینا واجب ہو اور امام ابویوسف رحمہ کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہین ہو اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہو پس اگر وہ عیب ایسا ہو کہ اُسکا مثل نہین پیدا ہوسکتا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکا مثل پیدا ہوسکتا ہو تو بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہو اور اگر بائع نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چُپ رہا تو چپ رہنا اور انکار کرنا دونون کا حکم ایک ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اور اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا لیا اس شرط سے کہ وہ باندی پھیر لینا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کردے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونون برابر ہین اور اگر بجاے کپڑے کے کچھ درہم ہون پس اگر اُسی مجلس مین اُن درہمون پر قبضہ ہو گیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر وہ درم میعادی ادا کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہو اور اگر بجاے درم کے کچھ طعام مثلاً گیہون کہ جسکا وصف بیان کر کے اُسکے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی اور حال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہو اور دونون نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا اور عیب ایسا ہو کہ جسکا مثل پیدا ہوسکتا ہو تو یہ صلح جائز ہو اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو طعام باطل ہوگیا کیونکہ یہ معاوضہ دین کا دین سے ہو اور ثمن کے دینار اُس باندی صحیح کی قیمت پر اور اُسکی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جاوینگے اور جسقدر

ثمن باندی کے مقابل آوے گا اسقدر مشتری کو واپس کردیگا اور جو کچھ نقصان کے مقابل آوے وہ رکھ لیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی بیع کے ساتھ زیادتی مین شمار ہوگی تو وہ ثمن کہ جس سے غلام خریدا ہی وہ غلام اور باندی دونون کی قیمت پر تقسیم ہوگا یہانتک کہ اگر ایک مین کوئی عیب پاوے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کردیگا اور اگر یہ صلح مشتری کے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واقع ہوئی تو باندی عیب کے بدلے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر باندی مین کوئی عیب پایا تو ثمن مین سے جو حصہ غلام کے عیب کے عوض ہوا اسقدر پر باندی واپس کردیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر عیب سے صلح کرلی اور دونون پر مشتری نے قبضہ کرلیا پھر دونون غلامون مین سے ایک کا کوئی حقدار نکلا تو جو غلام کہ حقدار نے لیا اُسکا حصہ ثمن مشتری واپس کرلیگا گویا اُسنے دونون غلامون کو ایکبارگی خریدا ہی اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کرلیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر صلح کی اور ثمن ادا کردیا پھر خریدے ہوے غلام کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو دوسرے غلام کی صلح باطل ہوجائیگی یہ محیط مین اور ایساہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر ایک مہینہ تک اپنی حاجت کے واسطے بائع کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط پر عیب سے صلح کی تو جائز ہے اور فقہا نے فرمایا ہی کہ مراد یہ ہی کہ شہر کے اندر اسکے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط کی ہو اور اگر شہر سے باہر سوار ہونے کی شرط کی یا شہر کے اندر یا باہر کا ذکر نہ کیا مطلق صلح کی تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی مشتری کے پاس سے بیع کسی اُسکے حقدار نے لے لی اور اُسنے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اُسکے بائع نے کچھ قلیل مال پر صلح کی تو اس بائع کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے پورا ثمن واپس کرلے یہ فتاوے صغری کے مسائل استحقاق مین لکھا ہی - کسی مشتری نے باندی کے اندر عیب ہونے کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا پھر کسی قدر مال لیکر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کرے پھر یہ معلوم ہوا کہ اس باندی مین یہ عیب نہ تھا یا تھا لیکن وہ اس عیب سے اچھی ہوگئی تو بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے وہ مال جو اُسنے صلح کے بدلے دیا ہی واپس کرلے یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی - اگر کسی مشتری نے باندی کی آنکھ پر سپیدی ہونے کا عیب لگایا اور بائع کے ساتھ اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری اسکو ایک درم کم دیوے تو جائز ہی پھر اسکے بعد اگر سپیدی جاتی رہی تو درم بائع کو واپس کردے گا اور اسی طرح اگر باندی کے حمل ہونے کا عیب لگایا اور بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درم کم دیوے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکو حمل نہ تھا تو مشتری پر درم واپس کرنا واجب ہی اور اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اُسکو کسی کے نکاح مین پایا اور بائع کو واپس دینا چاہا اور بائع نے کچھ درم دیکر اُس سے صلح کرلی پھر باندی کے شوہر نے اُسکو طلاق بائن دیدی تو مشتری کو وہ درم واپس کردینا واجب ہین یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکی قمیص قطع کرائی اور اُسکو سلایا پھر اُسکے بعد خواہ فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا یا عیب ظاہر ہونے کے بعد اُسکو فروخت کردیا پھر اُس عیب کے عوض چند درم لیکر صلح کرلی تو صلح جائز ہی

اور اسی طرح اگر اُسکو سرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ عیب سے صلح کرلی تو بھی جائز ہی اور اگر اُسکو قطع کرایا اور نہ سلایا یہانتک کہ اُسکو فروخت کردیا پھر عیب سے صلح کرلی تو صلح صحیح نہین ہی اور سیاہ رنگنا امام اعظم رح کے نزدیک فقط قطع کرنے کے مانند ہی اور صاحبین کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گدھا خریدا اور اُسمین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا پھر دونون مین ایک دینار پر صلح کرادی گئی پھر اُسمین دوسرا عیب پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ گدھا مع دینار کے واپس کردے یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون دس درم کو خریدے اور کر پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ کر مین اتنا عیب پایا کہ دسوین حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک کر جو معین دینے پر اُس سے صلح کی تو یہ جائز ہی اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہونگے اور اگر کر جو کا غیر معین ہو اور اُسکا وصف بیان کرکے اُسکی میعاد مقرر کی جاوے تو صلح باطل ہی کیونکہ یہ صورت بمنزلہ ایسی بیع سلم کی صورت کے ہی کہ جسمین راس المال ادا نہ کیا گیا ہو پس اگر اُسنے دسوان حصہ ثمن کا دیدیا اور کہا کہ یہ ایک کر جو کا حصہ ہی تو جائز ہی اور جو سلم مین ہوجائینگے اور اسی طرح اگر اُسکو پورا ثمن دیدیا تو بھی جائز ہی اور اگر اُسکو دسوان حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہی تو جو کچھ ادا کیا ہے وہ منجملہ ثمن کے ہوگا تو دسوان حصہ کر شعیر کا ثابت ہوگا اور نو دسوین حصہ باطل ہوجائینگے یہ محیط مین لکھا ہی

ساتوین فصل وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شری کے بیان مین

اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اُسکا عہدہ اُسکے ذمہ ہی اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کیا جاویگا۔ اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا پھر مشتری سوا سے ثمن کے ایک ہزار درم کا قرضدار ہوکر مرگیا اور سوائے اُس غلام کے اُسکا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اُس غلام مین کچھ عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کردیا تو قرضخواہ اُس تصرف کو نہین توڑسکتا ہی اور وصی بائع سے آدھا ثمن لیکر قرضخواہ کو دیگا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اُسنے اقالہ کرلیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہانتک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرضخواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اُسکو واپس نہ کردیگا بلکہ فروخت کرکے ثمن دونون کو تقسیم کردیگا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہوگا نہ قاضی کی بیع کردینے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد اور اگر قاضی واقف نہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کردیگا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہوجائیگا پس اگر دوسرے قرضخواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جسکو غلام واپس دیا گیا ہی مختار کیا جائیگا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرضخواہ کو غلام کا آدھا ثمن دیدے پس ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا ہوگیا اور چاہے تو واپسی کو توڑدے اور وہ غلام وصی کو واپس کردے تاکہ دونون کے قرضہ مین فروخت کیا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پس اگر قاضی کے واپس کردینے کے بعد غلام مرگیا ہو یا اُسمین کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہوگیا ہو

[illegible]

یا اُسنے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا ہو یا باندی کی صورت مین اُسکو ام ولد بنالیا ہو تو بائع کو آدھا ثمن ادا کرنا متعین ہوکر ضرور ہوگا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اُسکے ثمن سے اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹوٹا اُٹھاتے ہین تو وہ عفو کردی جائیگی اور اگر اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ اُسکو نہین اُٹھاتے ہین تو عفو نہ کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنے صحت مین ہزار درم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ بیمار ہوا اور اُسپر ایک ہزار درم قرض تھے پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اُسنے اقالہ کرلیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہوگیا تو جو کچھ اُسنے کیا ہے سب صحیح ہوگا اور اگر مرض سے اچھا نہوا اور مرگیا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم ہے اور سوا اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو اُسکا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہوگا کہ جب اُسنے غلام قاضی کے بدون حکم کے واپس کردیا تھا یا اُسنے بیع کا اقالہ کردیا تھا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم تھی - اور اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہانتک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت مین قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کردیگا خواہ وہ دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہویا نہو پس اگر مشتری اپنی بیماری مین وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مرگیا تو اُسکا حکم مثل وصی کی اُس صورت کے حکم کے ہے کہ جب اُسنے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف نہوا تھا لیکن اتنا فرق ہے کہ اس صورت مین اگر غلام کی قیمت اُسکے ثمن سے زیادہ ہوگی تو بائع مختار نہ رہیگا بلکہ واپسی توڑ دیجائیگی اور غلام فروخت کردیا جائیگا اور اُسکا ثمن دونون کو آدھا آدھا تقسیم کردیا جائیگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین غلام لیے لیتا ہون اور آدھی قیمت دیتا ہون تاکہ محاباۃ(ف) رفع ہو تو یہ اختیار اُسکو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اُس سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا گیا اور اُسنے مبیع کو بدون حکم قاضی کے قبول کیا تو مبیع وکیل کے ذمہ پڑیگی اور موکل کے ذمہ نہوگی اور مبیع وکیل کی ہوجائیگی اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر اُسمین جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے تو اُسکے گواہ قبول نہ کیے جائینگے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہے اور اگر وہ عیب قدیمی ہو کہ جسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہے تو عامۂ روایات بیوع ورہن و وکالت و ماذون مین یہ مذکور ہے کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑیگی اور یہی صحیح ہے اور اسی کو فقیہ ابوبکر بلخی نے لیا ہے - اور اگر واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو موکل کو لازم ہوگی خواہ عیب قدیمی ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہے تو یہ واپسی موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات کے گواہ قائم کردیے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے تو وہ شے قاضی موکل کو واپس کردیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر وکیل کے پاس گواہ نہون تو اُسکو اختیار ہے کہ موکل سے قسم لیوے پس اگر وہ قسم سے باز رہا

ف یعنی واپسی مین جو محاباۃ لازم آتی ہے کہ زیادہ قیمت کی چیز بعوض کم ثمن کے واپس ہوتی ہے ۱۲ منہ

تو قاضی اسکو واپس کردیگا اور اگر اُسنے قسم کھالی تو وہ شی وکیل کے ذمہ پڑیگی اور یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر مکاتب یا ایسا غلام ہو کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہسے واپس کرنے کا جھگڑا اُنھین دونون کے ساتھ رہیگا اور وہ دونون اپنے موسلے پر ؏ نہین کرسکتے ہین ولیکن وہ غلام کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو اس ثمن کے عوض فروخت ہوگا اور مکاتب کے ذمہ قرض لازم ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہی - عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہی اور اُسی کو واپس بھی دیا جائیگا تاوقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عہدۂ وکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عہدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس طرح کہ مجور غلام ہو یا لڑکا مجور ہو تو موکل کو واپس کیا جائیگا پس اگر وکیل اس عہدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مرگیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو موکل کو واپس کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے واسطے ہزار درم کو خرید اُسنے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجکو میرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے ہزار درم کو فروخت کردے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اُسکی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہی اور وہی غلام اُسمین والی خصومت ہوگا اور خود غلام کو بدون حکم کرنے والے کی راے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی موکل کے واسطے خریدی اور اُسکو موکل کے سپرد نہ کیا یہانتک کہ اسمین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور موکل کو سپرد کردینے کے بعد اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے لیکن اگر موکل حکم کردے تو ہوسکتا ہی پس اگر پہلی صورت مین بائع نے یہ دعوے کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہوگیا ہی اور موکل وہان موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا موکل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کردی پھر موکل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعوے کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول کیے جاوینگے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہوگیا ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہی یہانتک کہ اُسکو جھگڑا کرنے کا حق باقی نہ رہیگا کذا فی فتاوے قاضی خان - اور اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کردیا تو اُسکے اقرار کی اُس کی ذات پر تصدیق کیجاویگی اور بیع اُسکے ذمہ پڑیگی لیکن اگر موکل لینے پر راضی ہوجاوے یا اس بات پر گواہ قائم ہون کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو موکل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر اس مسئلہ مین خرید کے وکیل کی جگہ عیب مین خصومت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعوے کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہوگیا ہی تو وکیل کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہانتک کہ موکل خود حاضر ہو کر قسم کھاے یہ محیط مین لکھا ہی - خرید کے وکیل نے

؏ کا مین راضی نہین ہوا ۱۲

اگر کوئی چیز خریدی اور اُسکو موکل کے سپرد کردیا اور موکل نے اُسمین کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کردے پھر وکیل بائع کو واپس کریگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُسمین قبضہ سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کردیا تو جائز ہی اور بیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو کذا فی الخلاصہ جس شخص نے وکیل سے خریدا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کریگا اگرچہ ثمن موکل کے پاس پہونچ گیا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خریدا جسکے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اُسکے عیب پر واقف ہوا تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اُسنے واپس کردیا تو واپس ہوجائیگا اور اگر عیب پر راضی ہوگیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو بیع موکل پر نافذ ہوگی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور یہ استحسان ہی ولیکن اگر موکل راضی ہوجاے تو بیع کا نفاذ اُسی پر ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر بیع مع عیب کے اُس قدر ثمن کے جس کے عوض خریدی گئی ہی برابر ہو اور وکیل اُسپر راضی ہوجاوے تو بیع موکل کے ذمہ پڑیگی اور زیادات مین ہی کہ اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہوگیا تو بیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہوا تو وکیل کے ذمہ پڑیگی موکل کو لازم نہوگی اور اُسمین تفصیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہین ہی اور صحیح وہ ہی کہ جو منتقی مین مذکور ہی۔ خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ مین اس عیب پر راضی نہین ہوتا ہون پھر وکیل اُسپر راضی ہوگیا تو موکل کو اختیار رہی کہ مبیع اُسکے ذمہ ڈالے یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہی اور یہ معلوم ہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہی یا اُسکے بعد ہی پھر اُسنے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کردیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ وکیل کو واپس کردے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کہ یہ غلام بھگوڑا ہی بیع کرنے سے پہلے سنا تھا پھر وہ غلام اُس سے خرید کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ وکیل کو واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر وکیل سے خرید کرنے والے شخص نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اپنا ثمن وکیل سے لیگا اگر اُسکو ادا کرچکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہی تو موکل سے لیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُسمین عیب پایا اور اُسکو پہلے مشتری کو واپس کردیا پس اگر اُسنے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہی تو پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کرلیا تھا پھر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپسی بقضاے قاضی بگواہان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کردینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ یہ ثابت ہوجاوے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہی اور بقضاے قاضی باقرار عیب کے معنی یہ ہین کہ مشتری اول نے اقرار سے انکار کیا پھر وہ اقرار بگواہ ثابت کیا گیا اور اگر اُسکو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا

تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور صحیح قول یہ ہو کہ جو عیب ایسے ہین کہ پیدا ہو سکتے ہین جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہین پیدا ہو سکتے ہین جیسے زناء انگلی دونون کا حکم یکسان ہو یہ کافی مین لکھا ہو مُنتقی مین مذکور ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے پھر اُس دار مین کوئی عیب پایا تو اُسکو اختیار ہو کہ دار اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر دونون جدا ہوے اور ان دونون نے بیع سلم توڑ دی تو بھی اُسکو یہ اختیار ہو کہ بائع کو واپس کردے اور یہ شبہ ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عقار کی بیع اُن کے نزدیک ناجائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسنے سَو دینار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کرکے پچاس دینار ثمن مین زیادہ کردیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دیدی پھر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اُسی بائع کو واپس کردیا تو اپنا ثمن اور زیادتی واپس کرلے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے بائع کو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہو - اور ایسی صورت مین اگر بائع اور مشتری دونون نے دوبارہ از سر نو پہلے ثمن سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا ہو سکتا ہے یا نہین ہو سکتا ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو - اور ایسی صورت مین اگر دوسرے مشتری نے ثمن مین ایک معین اسباب بڑھا دیا پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کردیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کر سکتا ہو اور اگر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائیگا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک مین آجائیگی پس اگر دوسرے مشتری نے اسکے بعد غلام مین کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کردیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار رہیگا کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کردے اور اگر وہ اسباب تلف نہوا ولیکن مشتری نے تہائی غلام مین بیع کا اقالہ کرلیا پھر باقی مین عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کرلیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہو - تو اُسکو اختیار رہیگا کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کیا اور قسم کھائی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہو تو اُسکو اختیار نہین ہو کہ بائع اول کو واپس کرے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو - اور مشتری کو جب یہ بات معلوم ہو کہ وہ بیع کے دعوے کرنے مین صادق ہو تو اُسکو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک سمجھکر واپس کرنے کی

گنجایش نہین ہو لیکن اگر اُسنے اس بات کا عزم کیا کہ مین اگر کبھی گواہ بھی لاؤنگا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کرونگا تو اللہ کے نزدیک بھی اُسکو واپس کرنے کی گنجایش ہو- یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- اور اسی صورت مین اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونے کی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلجیہ کے تھی یا اُسمین خیار شرط یا خیار رویت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہو اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونون نے اسبات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط تھی پھر اُسکو خیار والے نے توڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر دونون نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونون اپنے اس اقرار سے یون پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہین کیا ہو تو قاضی ان دونونکا انکار بیع کے فسخ مین شمار کرے گا یہانتک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھنے یا آزاد کرنے کا ارادہ کرے تو صحیح ہوگا اور دوسرا بائع پہلے بائع کو عیب کی وجہسے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو- کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہو کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ فلان شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو اور وہ شخص موجود تھا ولیکن دونون خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہین کر سکتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو چکایا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے وہ تجھکو ہبہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو ہبہ کر دیے اور اُسنے اپنے قبضہ مین لے لیے پھر مشتری یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہو اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہو کذا فی القنیہ

نوان باب اُن چیزون کے بیان مین جنکی بیع جائز ہو اور جنکی بیع جائز نہین ہو اور اسمین دس فصلین ہین

فصل اول دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمنون کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جدا ہو جانے کے عقد کے باطل ہو جانے کے بیان مین

دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہو جبکہ دونون بدل پر حقیقۃً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقۃً اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونون شخص مجلس سے جدا ہون خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہو اور دونون بدل پر حقیقۃً قبضہ ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دونون کے حضور مین درم و دینار موجود نہ تھے پھر دونون اُسی مجلس مین ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوے تو یہ بیع جائز ہو اور اسی طرح اگر پیسے یا طعام بعوض درہمون کے خریدا اور یہ بیع صرف نہوئی اور یہ چیزین اُن دونون کے حضور مین موجود نہ تھین پھر اُسی مجلس مین دونون ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوے تو جائز ہے اور دونون بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے اور اُسکا اُسپر ایک دینار قرض تھا

پھر ہر ایک نے اپنا قرض بعوض دوسرے کے قرضہ کے خریدا یہانتک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہو اس طرح ہو کہ کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو اور ایک بدل پر حقیقۃ اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے پس اس قرضدار نے ان قرض کے درہمون کو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو اور اسی طرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گیہون قرض تھے پھر اُن گیہوؤن کے قرضدار نے ان گیہوؤن کو چند درم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے تو جائز ہو اور صلح الفتاوے مین مذکور ہو کہ اس گیہوؤن کے مسئلہ مین بیع جائز نہو گی اگرچہ درم اسی مجلس مین ادا کر دیوے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح الفتاوے مین مذکور ہو یہ اُس صورت پر محمول ہو کہ وہ گیہون اُس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر یہ گیہون بطریق قرضہ کے ہون یا کسی بیع کا ثمن ہون تو جس طرح ہم نے ذکر کیا ہو بیع جائز ہو گی یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر فقط ایک بدل پر حقیقۃ یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونون جدا ہو جاوین پس اگر اُس ایک بدل پر حقیقۃ قبضہ ہونے کے بعد دونون جدا ہوے تو سواے بیع صرف کے اور بیع مین جائز ہو اور بیع صرف مین جائز نہین ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ کسی نے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درم سپرد نہ کیے یا دس درم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پیسے یا طعام بعوض درہمون کے خریدا یہانتک کہ بیع صرف نہ واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقۃ قبضہ کرنے کے بعد دونون جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونون جدا ہوے تو بیع جائز نہین ہو خواہ بیع صرف ہو یا نہو اور اُسکا بیان یہ ہو کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اُس دینار کے قرضدار نے اُسکو دس درم کو مول لیا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درم ادا کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل ہو اور اسی طرح اگر اُسکے پیسے یا طعام قرض تھا اور اُس پیسے یا طعام کے قرضدار نے چند درہمون کو خریدا اور درہم ادا کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اسی فصل کا یاد رکھنا واجب ہو حالانکہ لوگ اُس سے غافل ہین کذا فی الذخیرہ۔ کسی نے دوسرے سے ہزار درم بعوض سو دینار کے مول لیے اور درہمون کے خریدار نے دینار ادا کر دیے اور درم بیچنے والے نے درہمون کو نہ ادا کیا اور اس درم بیچنے والے کے درم خریدنے والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درم قرض تھے پھر اُس درم بیچنے والے نے اُسکے خریدار سے کہا کہ میرے قرضہ کے ہزار درم جو تجھپر واجب ہین اس عقد صرف مین جو درم مجھپر واجب ہوے ہین اُنمین بطور مقاصہ لگا لے اور مشتری اس پر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف استحساناً جائز ہو اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد بسبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اُسکے مقاصہ کر لینے مین اختلاف ہو مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار اُسکو ادا کر دیا اور درہمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اس درم خریدنے والے نے درم فروخت کرنے والے سے بعوض اتنے درہمون کے

ایک کپڑا خریدا پھر درہمون سے بائع نے دو درہمون کے مشتری سے یہ کہا کہ جو میرے درم تجھپر اس کپڑے کے عوض واجب ہوئے ہیں تو ان درہمون مین نکالے جو تیرے درم مجھپر بیع صرف کی وجہ سے واجب ہوئے ہیں اور دونون اسپر راضی ہوگئے تو ابو سلیمان کی روایت مین مذکور ہی کہ یہ بیع جائز ہی اور زیادات مین بھی اسی طرف اشارہ ہی اور ابوحفص رح کی روایت مین مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر ایک معین پیسہ دو معین پیسون کے عوض بیچا تو معین ہونے کے سبب سے بیع جائز ہی یہانتک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہوجاوے تو بیع باطل ہوجاویگی اور اگر دونون مین سے کوئی شخص اُسکے مثل ادا کرنا چاہے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر ایک غیر معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسون کے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اگر یہ دونون اسی مجلس مین قبضہ کر لیوین اور اگر ایک معین پیسہ دو غیر معین پیسون کے عوض بیچا یا اسکا اُلٹا کیا تو جائز نہین تا وقتیکہ جو قرض ہی اُسپر اُسی مجلس مین قبضہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام اجل شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسون کا مذکور ہوا وہی حکم بخارا کے درہمون کا ہی یعنی غطارفہ کا اور ایسا ہی حکم رصاص اور ستوق کا ہی اور مشائخ نے کہا ہی کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - یہانتک کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعوض دو عدالی کے وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر ہاتھون ہاتھ لین دین ہوا تو جائز ہی یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی - اور اگر چند پیسون کو بعوض درہمون کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونون مین سے خیار حاصل ہی اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر خیار دونون مین سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور قدوری نے بھی اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کچھ پیسے بعوض پیسون کے اس شرط پر خریدے کہ دونون کو خیار حاصل ہی اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہی قدوری نے کہا کہ واجب ہی کہ یہ قول امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ دونون کا ہو اور مراد قدوری کی یہ ہی کہ جب خیار ایک کا ہو تو دونون کے نزدیک بیع جائز ہونی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسون کے عوض خیار کی شرط پر فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر بعوض چند غیر رائج پیسون کے ایسے مقام پر خریدا کہ جہان اُن پیسون کا رواج نہین ہی پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہی اور اگر معین نہ تھے تو جائز نہین ہی - امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک کر طعام قرض لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ کر جو اُسپر قرض ہی سو درم کو خرید لیا تو جائز ہی اور اُس قرض دینے والے پر قرض لینے والے کا اُسی کر کے مانند دوسرا کر واجب ہوگا پس اُسکی خرید صحیح ہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر کر کے قرض دار کے سوا دوسرے شخص نے وہ کر خریدا تو جائز نہین ہی اور جب اُس صورت مین خرید جائز ہوگئی پس اگر اُن سو درہمون کو اسی مجلس مین نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہوگئی اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو خرید باطل ہوگئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر قرض لینے والے کا قرض دینے والے پر بھی کوئی کر گیہون کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونون مین سے اپنے قرضہ کو بعوض

دوسرے قرضہ کے خریدا اور دونون جدا ہوگئے کیونکہ ایسی صورت مین بیع جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہوا امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک قرضہ کا کر گیہون کا قرض لینے والے کی ملک نہوگا ہیتک کہ بعد قبضہ کے وہ اسکو نابود نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہین ہی پس خرید صحیح نہوگی اور جب اسنے اسکو نابود کردیا پھر اب اس سے خریدا تو بلا اختلاف خرید ناصحیح ہی پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے درم اسی مجلس مین ادا کردیے پھر اس قرضہ کے کر مین کچھ عیب پایا تو اسکو واپس نہین کرسکتا ہی بلکہ ثمن مین سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر وہ کر قرض کہ جسپر قبضہ ہوچکا ہی تلف ہوگیا ہو تو اسکا حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہی لیکن پہلی صورت مین اختلاف ہوگا اور دوسری صورت مین اجماع ہوگا - اور اسی طرح ہر ناپ یا تول کی چیزون مین سواے درم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہون تو یہی حکم ہی اور اگر قرض لینے والے نے اس کر کو جو اسپر قرض ہی اسی کے مانند دوسرے کر کے عوض خریدا تو خرید جائز ہی بشرطیکہ یہ کر عین نقد ہو اور اگر دین ہوگا تو جائز نہین ہی لیکن اگر اسی مجلس مین قبضہ ہوجاوے تو جائز ہوگا پس اگر قرض لینے والے نے قرض مین کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اسکو واپس نہین کرسکتا اور نہ اسکا نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوے کر کو بعینہ خریدا حالانکہ اسپر اسکا قبضہ ہوچکا ہی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک خرید ناصحیح نہین ہی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک صحیح ہی اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اسی کو خرید لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح ہی اور امام ابویوسف رح کے قول پر صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہین اور اسنے ان پر قبضہ کرلیا پھر اس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درم بعوض دس دینار کے خریدے تو صحیح ہی پھر جبکہ یہان بالاتفاق خرید صحیح ہوگئی پس اگر اسنے دینار اسی مجلس مین ادا نہ کیے اور دونون جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر دینارون پر اسی مجلس مین قبضہ کرلیا تو بیع پوری ہوگئی پس اگر قرض لینے والے نے وہ قرض کے درم زیوف یا بہرہ پائے تو انکو واپس نہین کرسکتا اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - کسی شخص کے پاس دس درم ثابت تھے اور اسنے کسی شخص کے ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہمون کے عوض فروخت کرنا چاہے تو بیع جائز نہوگی اور اگر انکے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے تو حیلہ یہ ہی کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درم پر قبضہ کراکے پھر دو درم اس سے معاف کرالے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعوی کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہی اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز سو دینار کو خریدی پھر باہم دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین آتا تھا تو بیع باطل ہی خواہ وہ دونون جدا ہوے ہون یا نہوے ہون اور اگر درم یا دینار یا پیسے اپنے دعوے مین بیان کیے اور ان کو مدعا علیہ نے بعوض درہمون کے خریدا اور درم ادا کردیے پھر دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین چاہیے تھا پس درم اور دینار کی صورت مین اگر دونون جدا نہوئے اور اسی مجلس مین جو خریدا ہی اسکے مانند لے لیا تو

بیع ہو جائیگی اور اگر مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور پیسون کی صورت مین عقد بیع باطل نہو گا اگرچہ جس چیز کو خرید ا ہو اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اور اگر ایک بڑا درم بعوض چھوٹے درم کے یا ایک جیّد درم بعوض ردی درم کے فروخت کیا تو جائز ہو کیونکہ اسمین اُن دونون کی کوئی ٹھیک غرض ہو لیکن اگر دونون درم مقدار اور صفت مین برابر ہون تو بعضون نے کہا ہو کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ بیع ناجائز ہو اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب مین اشارہ فرمایا ہو اور امام ابو احمد حاکمؒ اسی پر فتوے دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہو - سکہ کے درم تین طرح کے ہوتے ہین ایک یہ کہ دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو یا تین چوتھائی پیتل اور چوتھائی چاندی ہو یا پانچ چھٹا پیتل اور چھٹا چاندی ہو یا پیتل ہی اسمین اکثر ہو اور دوسری قسم اسکی یہ ہو کہ دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یا تین چوتھائی چاندی اور چوتھائی پیتل ہو یا چاندی ہی اسمین اکثر ہو اور تیسری قسم یہ ہو کہ پیتل اور چاندی برابر ہو آدھا یہ اور آدھا وہ پس پہلی قسم کے درم دو مختلف چیزین پیتل اور چاندی کے حکم مین گنے جاوینگے اور دونون مین سے کوئی چیز کسی کی تابع نہو گی اور ہر ایک کا حکم علٰحدہ اعتبار کیا جائیگا اور اگر اس قسم کے درہمون سے خالص چاندی یا جو چیز خالص چاندی کے حکم مین ہو خریدی پس اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہو کم ہو یا علٰحدہ چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہمون مین ہو برابر ہو یا اُسکا وزن معلوم نہو تو ہمارے علما کے نزدیک بیع جائز نہو گی اور اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہو زیادہ ہو تو بیع جائز ہو گی اور چاندی کے مقابل چاندی ہو جاویگی اور خالص چاندی مین جو زیادتی ہو وہ پیتل کے مقابلہ مین ہو جاویگی اور ایسی بیع مین بیع صرف کی شرطین معتبر ہونگی یہانتک کہ اگر کوئی شرط اُسکی شرطون مین سے رعایت نکی گئی تو بیع صرف فاسد اور پیتل کے حق مین بھی باطل ہو جاویگی اور اگر ایسے قسم کے درہمون سے سونا خریدا تو ہر طرح جائز ہو مگر بیع صرف کی شرطون مین سے اگر کوئی شرط فوت ہوئی تو بیع صرف باطل ہو گی اور پیتل کی بیع بھی باطل ہو جاویگی اور اگر اس قسم کے درہمون مین بعض کو بعض کے ساتھ فروخت کیا تو برابری کے ساتھ یا بڑھتی کے ساتھ ہر طرح جائز ہو اور دونون پر قبضہ کر لینا اس بیع کی شرط سے ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو - اور اگر ایسے درم کہ جسمین اکثر میل ہو اور کم چاندی ہو بعوض اسی جنس کے درہمون کے خریدے اور دونون مین سے ایک اُدھار رکھے گئے تو بیع جائز نہین ہے اگرچہ یہ درم رائج ہون اور اسی طرح اگر دو مختلف جنسون کے ہون اور ایک بدل اُدھار رکھا جاے تو بیع جائز نہو گی اور اسی طرح جنکو ادا کیا ہو اگر وہ درم رائج ہون اور جو اُدھار ہین وہ غیر رائج ہون تو بھی جائز نہین ہو یہ عتابیہ مین لکھا ہو - اور دوسری صورت کے درہمون مین کہ جنکے میل مین چاندی غالب ہو اس طرح کہ دو ثلث چاندی اور ایک ثلث پیتل ہو اور وہ خالص چاندی کے بدلے فروخت ہوئے تو برابر برابر کے سواے جائز نہین ہو کذا فی الذخیرۃ - اور اسی طرح بعض درم اس قسم کے اگر اسی قسم کے بعض کے ساتھ فروخت ہون تو سواے برابر برابر کے جائز نہین ہو یہ بدائع مین لکھا ہو اور تیسری

صورت کے درہمون مین کہ جسمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہے اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہوئے پس اگر وہ چاندی جو درہمون مین ہے پیتل سے زائد ہے تو اُسکی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر برابر جائز ہے اور اگر چاندی غالب نہو بلکہ پیتل اور چاندی ٹھیک برابر ہون تو اُسکا حکم پہلی قسم کے حکم کے موافق ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور ان درہمون کے عوض بیع کرنا یا انکا قرض دینا جائز نہین ہے مگر وزن ہی کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت مین انکی طرف اشارہ کر دیا گیا تو یہ اُنکی مقدار اور وصف کا بیان ہو جائیگا جیسا جید کی طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہی ہوتا ہے - اور اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درم تلف ہو جائین تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرف مین ان درہمون کا حکم اُن درہمون کے مانند ہے کہ جنمین میل اکثر ہے یہانتک کہ اگر ان درہمون کو انکی جنس سے فروخت کیا جاوے تو اعتبار کے ساتھ جائز ہے اور اگر خالص چاندی کے عوض فروخت کیا جاوے تو جائز نہوگا تاوقتیکہ خالص چاندی درہمون کی چاندی سے زائد نہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہے - جامع مین ہے کہ اگر درہمون مین دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اسکے عوض کسی شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال مین جائز ہے اور یہ درم متعین نہون گے اور اگر ان درہمون مین سے چند درہمون کے عوض بدون معین کیے ہوے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درم انکے درمیان مین وزن کے حساب سے ہین تو ایسی بیع مین کچھ خیر نہین ہے اور اگر اُنکو معین کر کے گنتی سے خریدا تو اسمین کچھ خوف نہین ہے اگرچہ لوگون مین اُنکے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر اسکے بعد اگر انکے سوا دوسرے درم ادا کیے تو ان درہمون کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انہین درہمون کو ادا کیا تو بدون وزن کے ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ خالص درہمون مین ہوتا ہے اور اگر ان درہمون کو معین کیا اور اُن کا شمار رکھدیا اور کہا کہ مین نے تجھسے یہ اسباب بعوض اتنے درہمون کے خریدا کہ انکا اتنا وزن ہے - اور لوگون مین انکے بوزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی تو یہ وزن پر رہے گا اور اگر لوگون مین ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر انکو بدون معین کیے گنتی کی راہ سے اُن کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہے اگرچہ انہین ہلکے اور بھاری ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر درم اس قسم کے ہون کہ اُسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو یہ درم بمنزلہ زیوف اور نبہرہ کے ہین اور اگر انکے عوض کوئی چیز خریدی پس اگر یہ درم اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید جائز نہین ہے مگر وزن کی راہ سے جائز ہے جیسا کہ کل کھوٹی چاندی ہونے کی صورت مین جائز ہوتی ہے اور اگر ان درہمون کو اشارہ سے معین کر دیا تو بدون وزن کرنے کے انکے عوض خرید کرنا جائز ہے اور اگر درہم ایسے ہون کہ اُنمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو انکا حکم بالکل اُن درہمون کے مانند ہے کہ جن مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایسے درہمون کے ساتھ کوئی اسباب خریدا پھر ان درہمون کا رواج جاتا رہا اور لوگون نے ان درہمون کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی پھر غور کیا جاوے گا کہ اگر مبیع بعینہ موجود ہے تو بائع اسکو لے لیگا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور صاحبین نے

[Interlinear notes: یعنے شرط مذکور کا اعتبار ہوگا ۱۲ منہ — یعنے اُسوقت ہو کہ وزن سے فروخت کی عادت ہو ۱۲ منہ]

[Margin note: ف [illegible] ۱۲ منہ]

کہا کہ بیع جائز ہوگی لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمد رح کے نزدیک اُس آخر دن میں جو قیمت تھی کہ جبتک لوگوں نے ان درہمون کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر پیسون کے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان پیسون کا رواج جاتا رہا تو اسمین بھی اسی قسم کا اختلاف ہو یہ ینابیع مین لکھا ہو اور عیون مین شرط مذکور ہو کہ ناروائی تمام ملک مین ہو اور اگر بعض شہر مین ہو اور بعض مین نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل نہوگی اور مشایخ نے کہا کہ یہ جو عیون مین مذکور ہے یہ امام محمد رح کا قول ہو اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسا نہیں ہو اور واجب ہو کہ بسبب ناروائی اُسی شہر کے کہ جسمین بیع واقع ہوئی ہو بیع منتفی ہو جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہو اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا بعوض چند معین درہمون کے جو اس قسم کے تھے کہ اُنمین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل تھا خریدا اور یہ درم اُن لوگون مین وزن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اُسنے یہ درم ادا نہ کیے یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری بائع کو اُسکے مثل ادا کرے اور یہ حکم اُس وقت ہوگا کہ اُنکی گنتی یا وزن معلوم ہو تا کہ مشتری اُنکے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کر سکے جیسا امام محمد رح نے کتاب مین لکھا ہو اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہو تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر درم اس قسم کے تھے کہ جسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل تھا تو وہ بمنزلۂ نبہرہ اور زیوف درہمون کے ہونگے کہ اُنکے تلف ہونے سے بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری اُنکے وزن کے حساب سے ادا کریگا بشرطیکہ اُنکا وزن معلوم ہو اور اگر معلوم نہوگا تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُنمین بھی یہی حکم ہو اور اگر درہمون مین دو تہائی پیتل ہو اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوے ہون تو واجب ہو کہ معین کرنے سے متعین ہو جاوین پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیع باطل ہو جائیگی ایسا ہی ہمارے مشایخ نے فرمایا ہو کذا فی المحیط اور اگر اس قسم کے درم کا بیان ہوکر ایسے ہو گئے کہ لوگون مین اُنکا رواج نہ رہا تو اُنکا حکم بمنزلۂ فلوس کاسدہ اور زیوف اور رصاص[۱۲] کے ہو یہانتک کہ اُنکے طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائینگے اور اُسی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہانتک کہ اگر ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جاوین تو عقد باطل ہو جائیگا ولیکن مشایخ نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ بائع اور مشتری دونون اُس حال سے واقف ہون اور دونون مین سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دونون نہ جانتے ہون یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونون جانتے ہون لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہو تو عقد ان معین کے ساتھ اور اُسکی جنس کے ساتھ متعلق نہوگا بلکہ جو درم رائج ہین کہ جن سے لوگ اس شہر مین معاملہ کرتے ہین اُن سے متعلق ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ جب یہ درم بالکل رائج نہون اور اگر کچھ رائج ہون کہ کوئی اُنکو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو اُنکا حکم زیوف درہمون کا حکم ہو اور اُنکے ساتھ خرید کرنا جائز ہو اور عقد بیع خاص ان کی ذات سے متعلق نہوگا بلکہ ایسے زیوف درہمون کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع

[۱۲] زیوف جس مین پیتل ملا ہو نسبت چاندی کے کم ۱۲

اُن کے حال سے واقف ہو اور اگر بائع انکے حال کو نہین جانتا ہو تو عقد ان مشارالیہ کی جنس سے متعلق نہوگا بلکہ اس شہر کے جید درہمون کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہو اور خلاصہ اور بزازیہ مین منتقی سے منقول ہو کہ اگر پیسے گران یا (کم قیمت) ارزان ہو گئے تو قول امام اعظم رح اور اول قول امام ابو یوسف رح مین مشتری پر اُنکے سوا دوسرے واجب نہون گے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین بیع کے دن جو قیمت بیع کی تھی وہ دینی پڑیگی اور قرض مین قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑیگی اور اسی پر فتوے ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - اگر درم کے اقسام مختلف ہون بعض اُن مین کے ایسے ہون کہ اُن مین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہو اور بعضون مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو اور بعضون مین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ایک قسم کے درم کے بعوض دوسری قسم درم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ فروخت کرنے مین کچھ نقصان نہین ہو اور اُدھار مین خیر نہین ہو اور اگر اُنکی ایک جنس کو اسی درم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم مین کہ چاندی غالب ہو تو اسمین (یعنی کھوٹے) صرف برابری برابر کے ساتھ جائز ہو اور جس قسم مین کہ پیتل غالب ہو یا چاندی اور پیتل دونون برابر ہین تو اسمین برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونون طرح جائز ہو ولیکن صورۃً چاندی کا لحاظ کرکے یہ شرط ہو کہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کرکے مشائخ نے کہا کہ اگر عدالی جو ہمارے زمانہ مین رائج ہین اُن مین سے اگر ایک بعوض دو کے فروخت کیا تو ہاتھون ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا[1] اور یہ جامع کبیر سے مذکور ہو کذا فی المحیط - اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدالی اور غطارفہ مین اس طرح کی بیع کے جواز پر فتوی نہین دیا ہو کیونکہ یہی مال ہمارے ملک مین بہت بڑھکر ہو پس اگر اسی مین زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جاوے تو سود کا دروازہ کھلجاویگا یہ ہدایہ اور تبیین مین لکھا ہے -

دوسری فصل پھلون اور انگور کے خوشون اور پتون اور فالیزون کی بیع اور کھیتی اور رطبہ اور گھاس کی بیع کے بیان مین - پھلون کی بیع ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہین ہو اور اگر ان کو نفع اُٹھانے کے لائق ہوجانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح ہو اور اگر نفع اُٹھانے کے لائق ہوجانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ بنی آدم یا چوپایون کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہو کہ بیع صحیح ہو (بالاتفاق) اور مشتری پر اُسکا فی الحال توڑ لینا واجب ہو اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختون پر چھوڑ رکھے جاوین تو بیع فاسد ہو اور یہ اُسوقت ہو کہ اُنکا بڑھنا پورا نہولیا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہوگیا ہو اور اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہو اور اگر اُنکو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قیاساً صحیح نہین ہو اور امام محمد رح کے نزدیک استحساناً صحیح ہو اور اسرار مین لکھا ہو کہ فتوے امام محمد رح کے قول پر ہے کذا فی الکافی - اور تحفہ مین لکھا ہو کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول صحیح ہو کذا فی النہر الفائق - اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعضے ظاہر ہوگئے تھے اور بعضے ظاہر نہوے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق یہ بیع صحیح نہین ہو - اور شمس الائمہ حلوائی اور امام فضلی رح دونون شیخ پھلون اور بینگن اور خربزون وغیرہ مین استحساناً

لتعامل الناس جواز کا فتوے دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے اُنکو عقد مین اصل اگردانتے اور جو معدوم ہوتے اُنکو تابع گردانتے اور اصح یہ ہو کہ یہ بیع جائز نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر پھلون کو مطلقاً خریدا اور بائع کی اجازت سے اُنکو درخت پر چھوڑ دیا تو اُنکی زیادتی مشتری کو حلال ہو - اور اگر بائع کی بلا اجازت اُن کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات مین بڑھ گئے تو بقدر زیادتی اُنکی ذات مین ہوئی وہ صدقہ کردے اور اگر اُنکی بڑھاؤ پوری ہونے کے بعد بلا اجازت اُنکو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے اُن کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے اُنکو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلومہ تک اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہو اور اُسکو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی مین لکھا ہو - اور اگر پھلون کو مطلقاً بدون توڑ لینے کی شرط کے خریدا اور اُس درخت مین پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلون کے درمیان تخلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہوجائیگی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہوا تو بیع فاسد نہوگی اور دونون کی شرکت ہوجاوے گی اور زائد پھلون کی مقدار بیان کرنے مین مشتری سے قسم لیکر اُسکا قول معتبر رکھا جاویگا اور یہی حال بیگن اور خربزہ کا ہو اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے آئے ہین وہ میرے ہون تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ بیگن اور خربزہ اور رطبہ کے اصول خریدے تاکہ جو کچھ پیدا ہو وہ اسکی ملک مین پیدا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو اور اگر انگور کے خوشے خریدے اور اُن مین کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین تو بیع جائز ہو اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پک گئے ہین تو جائز نہین ہو اور صحیح یہ ہو کہ بیع دونون صورتون مین جائز ہو اور یہ جواز اُسوقت ہو کہ کل فروخت کردیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اُسمین کے بعض کچے اور بعض پکے ہین یا سب کچے ہین تو جائز نہین ہو اور اسی طرح اگر وہ تاک دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اُسمین کے بعض پکے یا سب کچے ہین تو بیع جائز نہین ہو اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سواے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو رکن الاسلام علی سغدی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ بیع جائز نہین ہو یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہو - اور اسکے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ کل فروخت کردے پھر آدھی یا تہائی وغیرہ حصہ کی بیع فسخ کردے اور اگر انگور کے خوشے سکنے اور گدر ہوجانے کے بعد خواہ مشاع ہو یا غیر مشاع ہو فروخت کیے تو جائز ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہو - اگر انگور مع غلہ کے خریدکیا اور اُسپر قبضہ کرلیا پس اگر کاشتکار راضی ہوا تو بیع جائز ہو اور اُسکو ثمن مین سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہوا تو بیع جائز نہوگی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہو - اگر کچھ پھل خریدے کہ جن مین بعض کی صلاحیت ظاہر ہوگئی ہو اور باقی قریب صلاحیت کے ہین اور اُنکا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جائز ہو اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے بعد ہو تو پکے ہوؤن کی بیع جائز ہو اور باقی کی بیع ناجائز ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو - اگر کسی نے تاک انگور کے عنب اس شرط پر خریدے کہ وہ سو من ہین پھر اُسمین سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہو کہ بائع سے دس من کے حصہ ثمن کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہو - کسی نے شہتوت کے پتے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ عرفاً

معلوم ہو تو صحیح ہو اور اگر شاخین چھوڑدین تو اُسکو دوسرے سال کاٹنے کا اختیار ہو اور اگر انگور ایک مدت تک چھوڑ دیا پھر اُنکے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار ہو بشرطیکہ اُس سے درخت کو نقصان نہ پہونچتا ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہو - اور اگر مرغ شہتوت کے پتے درخت پر ظاہر جانے کے بعد خریدے اور اُنکو قطع نہ کیا یہانتک کہ وقت اُسکا جاتا رہا تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر پتے مع شاخون کے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان کردی تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہو کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے بیع کو واپس کرے اور اُسپر پتے توڑنے کے واسطے جبر کیا جاویگا لیکن اگر شاخون کا کاٹنا درخت کو مضر ہوتا ہو تو بائع کو اختیار دیا جاویگا کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے اور اگر چاہے تو کاٹنے پر راضی ہوجاوے اور اگر صرف پتے بدون شاخون کے خریدے پس اگر اس شرط پر خریدے کہ اُنکو اُسی وقت توڑ لیگا تو جائز ہو اور اگر اس شرط پر خریدے کہ اُن کو تھوڑا تھوڑا کرکے توڑ لیگا یا اس شرط پر کہ اُن کو درخت پر چھوڑ رکھے گا تو بیع جائز نہین ہو اور اگر کسی طرح کی شرط نہ کی اور اُنکو خریدا پس اگر اُسی روز درخت پر سے توڑ لیا تو بیع جائز ہو اور اگر اُسی روز نہ توڑے تو بیع فاسد ہوگئی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو - اور اس باب مین حیلہ یہ ہو کہ درخت کو جڑ سے خرید لے پھر پتون کو توڑ لے پھر درخت بائع کے ہاتھ فروخت کرے یا ہبہ کردے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہو - اور بید کے درخت کی پیڑی بیچنی جائز ہو اگرچہ وہ دمبدم بڑھتے ہین اور کراث کی بیع جائز ہو اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہو اور جو چیزین ایسی ہین کہ اُن مین لوگون کا تعامل نہین ہو اور وہ دمبدم بڑھتی ہین تو اُنہین جائز نہین ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو امام فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہو کہ بید کے درخت کی پیڑی بیچنی نہین جائز ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہو اور اگر خربزون کی فالیز ایک شخص کی تھی اور اُسمین بتیان نکلنے سے پہلے اُس لفظ کے ساتھ فروخت کیا این خیار زار را فروختم تو یہ بیع خربزون کے درختون پر جائز ہو اور جو بتیان نکلتی ہین اُنپر جائز نہین ہوگی ہان پھر کچھ بتیان نکلینگی اُسکی ملک مین ہونگی اور اگر یہ ارادہ کیا کہ اُسکو زمین مین چھوڑ دے اور شرعی طور پر اُسکو ولایت حاصل رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ گھاس اور خربزے کے درخت بعض ثمن کے عوض خریدے اور بعض ثمن کے عوض زمین کو کرایہ پر واسطے چند روز معلوم کے لیوے اور جامع صغیر مین لکھا ہو کہ جائز نہین ہو کذا فی الخلاصہ - اور صاحب حیلہ کو چاہیے کہ درخت یا پھلون یا گھاس کی بیع مقدم کرے اور پیچھے زمین اجارہ پر لیوے کیونکہ اگر اُسنے اجارہ کو مقدم کیا تو جائز نہوگا یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہو - اور اگر خربزے کے درخت فروخت کیے اور زمین کو مستعار دیا تو بھی جائز ہو لیکن عاریت دینا لازمی نہوگا اور اُس شخص کو اپنی عاریت دینے سے رجوع کرلینے کا اختیار ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو - ایک فالیز دو شریکون کی ہو اور ایک نے اپنا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہو کیونکہ اُسکے توڑنے مین بائع کے سوا دوسرے شریک کو ضرر پہونچتا ہو اور کسی شخص پر ضرر اُٹھا لینے کے واسطے جبر نہین کیا جاتا ہو اگرچہ وہ راضی ہوگیا ہو پس لازم یہ ہو کہ تمام فالیز دونون شریکون سے خریدے پھر بیع کو دوسرے شریک کے حصہ مین فسخ کردے یہ محیط مین لکھا ہو - کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ فالیز تیرے ہاتھ دس درم کو فروخت کیا اور یہ کہنا بتیان نکلنے

سے پہلے تھا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور حزبزے کے درختون پر واقع ہوگی اور اسکے بعد جو بتیان نکلین گی مشتری کی ہون گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہین ہی پس اگر وہ فالیز مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اُسمین سے فروخت کر دیا تو جائز نہین ہی پس اگر اسنے اپنا حصہ فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تا وقتیکہ بیع نہ ٹوٹے اور اگر اس شریک نے کہ جس نے فروخت نہین کیا ہی دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اُسکو اختیار ہی کہ راضی نہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے ایک کھیتی جو بقل ہی فروخت کی پس اگر اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کاٹ لے یا اُسمین اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اُسکو چر لین تو بیع جائز ہی اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پکنے کے وقت تک اُسکو کھیت مین چھوڑ دے تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہی اور یہی مختار ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی کہ اُسمین دونون کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے آدھی کھیتی یعنے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدون زمین کے فروخت کر دیا پس اگر کھیتی پک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر پکی نہو تو جائز نہین ہی لیکن اگر اُسکا ساتھی راضی ہو تو جائز ہی خواہ اُسنے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہین ہی اگرچہ اُسکا شریک راضی ہو جاوے اور اگر دونون مین سے ایک نے آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہی اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جاوے گا پھر پہلی صورت مین جبکہ آدھی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اُسنے عقد بیع کو فسخ نہ کیا یہانتک کہ کھیتی پک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو جائیگا اور اگر پہلی صورت مین کھیتی مع زمین کے دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کر دے پس اگر کھیتی نہ پکی ہو تو بیع جائز نہوگی کذا فی المحیط - اور یہی مختار ہی - فقیہ ابو اللیث کا کذا فی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہی کپاس اور تمام قسم کی کھیتیون کا جبکہ وہ دو شخصون مین مشترک ہون اور ایک اپنا حصہ بدون زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدون اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہی اور اجناس مین ہی کہ اگر آدھی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو ظاہر الروایہ مین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی فتاوے صغرے مین مذکور ہی کہ اگر ایک درخت دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہی اور اگر تین شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونون ساتھیون مین سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اگر دونون کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے

کیونکہ وہ سپرد کرنے مین تقسیم کا محتاج نہین ہو اور اگر ایسی کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو جامع الاصغر کی کتاب المزارعت مین لکھا ہو کہ شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہو اور اصل مین لکھا ہو کہ اگر زمیندار نے ایسی زمین بیچی کہ جسمین اُسکی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت مین کاشتکار کی اجازت پر بیع موقوف ہوگی خواہ اُسنے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اُسنے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاویگی اور ثمن زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر زمین کے حصہ مین آوے وہ زمیندار کا ہو اور جو کھیتی کے حصہ مین پڑے وہ زمیندار اور کاشتکار مین آدھا آدھا تقسیم ہوجاویگا اور اس صورت مین اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو کھیتی پکنے تک توقف کرے ورنہ چاہے تو ابھی بیع توڑ دے اگر زمیندار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہیگی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر زمیندار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری زمین کو اور زمیندار کے کھیتی کے حصہ کو پورے ثمن مین لے لیگا (جمیع کھیتی ہوا ہو ۱۲) اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور پختہ ہونے کی صورت مین اگر کاشتکار نے بیع فسخ کرنی چاہی پس اگر بیع کے وقت کھیتی پکی ہوئی تھی تو صحیح یہ ہو کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اسی صورت مین اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیع بلا توقف جائز ہو اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی تو زمین کی اور زمیندار کی کھیتی کے حصہ کی بیع نافذ ہوجاویگی اور کاشتکار کے حصہ کی بیع متوقف رہیگی پس اگر اُسنے اجازت دیدی تو اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوجاویگی اور اُسکی کھیتی کے حصہ کا عوض ثمن مین سے ملیگا اور باقی ثمن زمیندار کا ہوگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا بشرطیکہ خریدنے کے وقت اُسکو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہوا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- ایک زمین مین کھیتی تھی (یعنے واپس کرلینے کا ۱۲) اور زمیندار نے زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے فروخت کردی تو بیع جائز ہو اور اسی طرح اگر آدھی زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہو اور اگر آدھی کھیتی بدون زمین کے فروخت کی تو جائز نہین ہو لیکن اگر ایسی بیع زمیندار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو اور اگر زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہو اور یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ بیج زمیندار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو- اور اس صورت مین اگر کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمیندار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو- جامع الاصغر کے باب مزارعت مین لکھا ہو کہ اگر تہائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو- اور

شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو کہ زمیندار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اُسوقت تک پکی نہ تھی یہانتک کہ اُسکی بیع بسبب اسکے کہ شریک کو ضرر نہ پہونچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اُس شریک نے اسکے بعد اپنا حصہ بھی اُسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا تو وہ پہلی بیع جائز ہو جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - پھر جاننا چاہیے کہ آدھی کھیتی بدون زمین کے بیچنا صرف اُسی موقع پر ناجائز ہو کہ جہان کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت مین کھیتی بوئی ہو لیکن اگر اُسکو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اُسمین کھیتی کر لی تو آدھی کھیتی کی بیع جائز ہو گی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہو کہ اگر آدھی عمارت بدون زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے مین حقدار تھا تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو تتمیہ مین ہو کہ بقالی رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا ہو کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اُسمین کھیتی بوئی اور کھیتی اور زمین مین شریک کر لیا تو جائز ہو اور اگر فقط کھیتی مین شریک کیا تو جائز نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو - اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہو اور اگر ساگ کے کھیت مین لگا ساگ خریدا تو جائز نہین ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو - اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوارے ٹوٹے ہوئے خشک چھواروں کے عوض بدون پیمانہ کے خریدے تو جائز نہین ہو یہ تہذیب مین لکھا ہو - کسی نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اُسمین درخت لگاوے اور اُسنے شہتوت کے درخت اُسمین لگائے پھر مدت گذرنے کے بعد زمیندار نے اپنی زمین اور اپنا پودون کا حصہ فروخت کر دیا تو صحیح ہو پس اگر قبضہ سے پہلے مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہو گی اور یہ حکم ضرور ہو کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول پر ہو اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع صحیح ہو گی کیونکہ عقار کی بیع ان دونون کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ مضمرات مین لکھا ہو - اگر گنّے کو جم کر اونچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہو اور اگر اُسنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہین ہو اسی طرح گیہون کے درخت کا بھی حال ہو اگر اُنکو فی الحال بڑھجانے سے پہلے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہو اور اسی طرح درختون مین اگر اُنکو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹنے یا اُکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - گھاس کا بیع کرنا اور اُسکا اجارہ پر دینا جائز نہین ہو اگرچہ وہ گھاس اُسکی زمین مین ہو سوا اسکے کہ مالک زمین کو یہ اختیار ہو کہ اپنی زمین مین آنے نہ دیوے اور جب اُسنے روکا تو غیر کو یہ حق پہونچتا ہو کہ یون کہے کہ تیری زمین مین میرا بھی حق ہو پس یا تو مجکو اُس تک پہونچنے دے یا اُس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم یعنے گھاس مین غیر کا حق متعلق ہونا اُسوقت ہو کہ وہ گھاس خود اُگی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اُس زمین کو گھاس اُگانے کے واسطے سینچا اور آراستہ کیا ہو اور اُسمین گھاس اُگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین مذکور ہو کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہو کیونکہ یہ اُسکی ملک ہو - اور اسی کو صدر الشہید

اختیار

رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا ہی اور اسی مین مذکور ہی کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اُسکو نرکل اُگانے کے واسطے مہیا کیا اور اُسمین نرکل اُگے تو وہ اُسکی ملکیت ہوجاوینگے اور اسی پر اکثر مشائخ ہین کذا فی بحرالرائق اور اگر اسکو کسی شخص نے اُسکی بلا اجازت کاٹ لیا تو اُسکو واپس کر لینے کا اختیار ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جسقدر اُجرت یا ثمن پر اُسکا مالک راضی ہو اجارہ لیوے پس اس سے دونون کی غرض حاصل ہوجاویگی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی - اور گھاس کے حکم مین سب قسم کے چارے کہ جنکو چوپایہ چرتے ہین خواہ وہ خشک ہون یا تر داخل ہین بخلاف درختون کے کہ وہ داخل نہین ہین کیونکہ گھاس وہ ہی جسکی ساق نہو اور درخت وہ ہی جسمین ساق ہو پس درخت گھاس مین داخل نہوگا یہانتک کہ اگر درخت اُسکی زمین مین اُگے تو اُسکو فروخت کرسکتا ہی اور کماۃ کا حکم گھاس کے مانند ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر اپنی زمین کے شکار کے پرند کے انڈے کہ ہنوز وہ ہاتھ مین نہین آئے فروخت کیے تو انکا بیچنا جائز نہین ہی کذا فی الحاوی

تیسری فصل مرہون اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور ارض قطیعہ اور اجارہ اور اکارہ کی بیع کے بیان مین - مرہون یعنے رہن کی ہوئی چیز کی بیع مین اختلاف ہی عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع موقوف ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی حتے کہ اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کردیا یا رہن رکھنے والے نے اُسکو قرضہ معاف کردیا یا رہن اُسکو پھیر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اُسپر راضی ہوگیا تو پہلی بیع تمام ہوجاوے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہوگی کذا فی الغیاثیہ - اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ بیع میرے سپرد کیجاوے تو قاضی دونون مین عقد بیع فسخ کردے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور جو چیز اجارہ پر دی گئی تھی اُسکی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامۂ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہی اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہی تو اُسکو خیار حاصل ہوگا کذا فی الذخیرہ - اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہی کہ اُسکو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ مین لکھا ہی - اگر اُجرت پر لینے والے نے بائع اور مشتری کے درمیان بیع فسخ کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہید رح نے ذکر کیا ہی کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اسکو یہ اختیار ہی اور طحاوی کی روایۃ مین یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اسمین دونون روایتین آئی ہین اور فتوے اسی پر ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر اجارہ در اتہ ہو اور اُسنے فروخت کردیا پھر فسخ کے ایام آگئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوجاویگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اس بات مین اختلاف ہی کہ مرتہن فسخ بیع کرا سکتا ہی یا نہین پس بعضون نے کہا کہ فسخ کرا سکتا ہی اور بعضون نے کہا کہ نہین اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ مین

لکھا ہو پھر اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت نہ دی یہانتک کہ دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاویگی اور یہی حال مرتہن کا ہو کہ اگر بیع نہ ٹوٹی یہان تک کہ راہن نے قرض ادا کردیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاویگی اور رہن کرنے والے اور اجرت دینے والے کو فسخ کرنے کا حق بالکل نہین ہو لیکن اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاویگی اور بیع اُسکے ہاتھ سے نہ نکالی جاویگی یہانتک کہ اُسکا مال اُس کے پاس پہونچ جاوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر اجرت پر دی ہوئی چیز اجرت پر لینے والے کے قبضہ سے پہلے تلف ہوگئی ہو تو اپنا مال حاصل کرنے کے واسطے روکنے کی صورت مین تلف ہوجانے کا خوف زائل ہو تو بخلاف رہن کے اُس سے قرضہ ساقط نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو گھر کے مالک نے اُسکو اجرت پر دیے ہوئے گھر کو بدون اجرت پر لینے والے کی رضامندی کے فروخت کردیا پھر اجرت پر لینے والے نے اجرت مین کچھ بڑھاکر از سرنو اجارہ کا عقد کرلیا تو بیع موقوف نافذ ہوجاویگی کیونکہ دوبارہ اجارہ کرنا پہلے اجارہ کے فسخ کو شامل ہو لیکن جب وہ فسخ ہوا تو بیع نافذ ہوجاویگی یہ قنیہ مین لکھا ہو اگر اجرت پر دینے والے نے اجرت پر دی ہوئی چیز کسی کے ہاتھ اجرت پر لینے والے کی بلا اجازت فروخت کردی پھر اُسکو اجرت پر لینے والے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ دوسری بیع صحیح ہو اور پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر اجرت پر لینے والے نے دونون بیع کی اجازت دیدی تو پہلی بیع نافذ ہوجاوے گی اور دوسری باطل ہوجاویگی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے اپنا اجرت پر دیا ہوا غلام فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو اجرت پر لینے والے کو یہ اختیار نہین ہو کہ اس سے ضمان لے بخلاف مرتہن کے کہ اُسکو یہ اختیار ہو کہ اُس مرہون کی قیمت کی ضمان لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اجرت پر لینے والے نے یہ سنا کہ اجرت کی چیز فروخت ہوگئی اور مشتری سے یہ کہا کہ یہ چیز میرے اجارہ مین ہو ولیکن تیرا احسان ہوگا کہ تو اتنی مدت تک چھوڑ دے کہ مین اپنی اجرت جو مین نے بائع کو دی ہو لے لون تو یہ اجازت دینے مین شمار ہو اور بیع نافذ ہوجاویگی یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ رہن کرنے والے سے اگر کسی نے غلام خریدکر فروخت کردیا یا آزاد کردیا پھر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا بیع یا آزاد کرنا بلا اختلاف نافذ ہوجاویگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر رہن کرنے والے نے بلا اجازت مرتہن کے مرہون کو فروخت کیا پھر اُسکو مرتہن کے ہاتھ فروخت کیا تو مرتہن کے ہاتھ بیع جائز ہوجاویگی اور پہلی بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر راہن نے رہن کی ہوئی چیز بلا اجازت مرتہن کے کسی کے ہاتھ فروخت کردی پھر مرتہن کی بلا اجازت دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دونون بیع مین سے ایک کی مرتہن نے اجازت دی تو وہ بیع نافذ ہوگی جسکے ساتھ اجازت مرتہن لاحق ہوئی اور ثمن مرتہن کے پاس آویگا کہ وہ اُسمین سے اپنا حق پورا لے لیوے یہ فتاوے صغری مین لکھا ہو۔ اور ایسی صورت مین اگر بجاے دوسری بیع کے رہن یا اجارہ واقع ہوا اور مرتہن اس رہن یا اجارہ کی اجازت دیدے تو بیع جو پہلے واقع ہوئی ہو نافذ ہوجاویگی اور رہن اور اجارہ باطل ہوجاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک رہن کیا ہوا غلام فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو مرتہن سے

لیکن اپنے قبضہ مین لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور مشتری اُسکی قیمت مرتہن کو ضمان دیگا اور بائع کا اُسپر کچھ ثمن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ رہن کر دینے یا اسنے اسے سرہون کو فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کر لیا پھر فک رہن سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر فک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ ہونا اولے ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو بیع موقوف رہیگی اور یہی صحیح ہے پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جاوے گی اور لازم ہو جاوے گی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہین تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اور اگر بائع کے پاس گواہ نہون اور اُسنے مشتری کو سپرد نہ کی یہانتک کہ وہ ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اُسکو دوسرے سے خریدکر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہین اور بیع فاسد نہین بلکہ باطل ہوگی اور صرف اُسی صورت مین جائز ہوگی کہ جب بیع کرنے سے پہلے اُسکی ملکیت کا سبب قائم ہو حتے کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اُس شی کے مالک کو ضمان دیدی تو بیع جائز ہو جاویگی اور اگر غاصب نے مالک سے اُسکو خریدا یا مالک نے اُسکو ہبہ کی یا اُسکو اُس سے میراث مین پہونچی تو اس سے پہلے اُسکی بیع نافذ نہو گی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ بشر رحمہ اللہ تعالے نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اُسکو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکینون کے ہاتھون مین موجود تھا کہ غاصب نے اُسکے مالک سے اُسکو خریدا تو اُسکی خرید جائز ہے اور اپنے صدقہ سے رجوع کرلے اور اُسکی قسم کے کفارہ کے عوض جائز نہوگا اور اگر مسکینون نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اُسکے ضامن ہونگے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اُسکی قیمت کی ضمان دیدی تو اُسکا صدقہ جائز ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائیگا اور صدقہ سے رجوع نہ کرے گا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینون کے ہاتھ مین تلف ہو گیا تو خرید باطل ہے لیکن اگر غاصب یون کہے کہ مین اُس طعام کو خریدتا ہون جو تیرا مجھپر ہے تو خرید جائز ہے اور صدقہ بھی جائز ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین ذکر فرمایا ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اُس غلام کو اُسکے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اُسنے خرید لیا تو خرید صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جاویگا اور اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اُسکو خرید اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ابن سماعہ رح نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اُسکو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اُسکے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہو گی اور اگر کوئی اسباب دیکر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہے پس پہلی بیع باطل ہو جاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر غاصب نے اُسکو آزاد کیا پھر اُسکی قیمت کی ضمان دی تو اُسکا آزاد کرنا جائز نہوگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اگر غصب کرنیوالے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اُسکے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اُسکا عتق نافذ نہوگا

اور یہی امام محمد کا قول ہی اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحساناً اُسکا عتق نافذ ہوجاوے گا اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری کی دوسری بیع نافذ نہوگی اور اُسمین کچھ اختلاف نہین ہی غصب کرنے والے نے اگر مغصوب کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اُسکو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہان تک کہ چند بار دہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو یہی عقد بیع نافذ ہوجائے گا کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک نے غاصب سے ضمان لیلی تو پہلی بیع نافذ ہوجاویگی اور مشتری کی بیع باطل ہوجاویگی کذا فی فصول العمادیہ - اور اگر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اُسکے عوض کا مال لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دیدی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا ہوگا اور جسقدر آدھے ثمن سے زائد ہوگا وہ صدقہ کر دے گا اور اگر غلام مرگیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے اجازت دی تو اُسکی اجازت صحیح نہین ہی اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر اُسکے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملے گا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب کر کے اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکا مالک آیا اور اُسنے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اُسکا مالک غلام کے لے لینے پر قادر تھا تو اُسکی اجازت جائز ہوگی ورنہ نہین اور اگر اس غلام کو شہر رے مین غصب کیا تھا اور غلام کوفہ مین موجود ہی اور غاصب اور غلام کا مالک دونون رے مین موجود ہین اور اُسکے مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکی اجازت جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر اُسکا مالک اُسکو زندہ جانتا ہی تو اُسکا اجازت دینا جائز اور اگر اُسکا زندہ یا مردہ ہونا نہین جانتا ہی تو اُسکا اجازت دینا باطل ہی اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہی کذا فی الظہیریہ - اور اگر مالک نے غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اسکو دینے کا حکم دیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایۃ مین صحیح ہی اور اگر اُس غلام کا قیام نہ جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ بھاگ گیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایۃ مین اُسکی اجازت صحیح ہی اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اُس سے شبہہ سے وطی کرنے کے عوض عقر ملا یا غلام کے ہاتھ کٹنے کے عوض مال ملا تو یہ سب مشتری کا ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - جامع مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور پھر ایک شخص نے اُسی کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونون نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر پہونچی اور اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع باطل ہوگی اور اگر غلام اور باندی کے مالک دو شخص ہون اور اُن دونون کو اُسکی خبر پہونچی اور دونون نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوجاویگی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہوجاویگی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا ہوجاویگا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہوگی کہ اسکو مالک کو ادا کرے اور باندی غصب

کرنیوالے پر باندی کی قیمت اُسکے مالک کو ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایک ہی شخص کے ایک نے کچھ درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسکے کچھ دینار غصب کیے اور دونون نے باہم بیع کر کے قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہو اُسکے مثل کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوجاویگی اور فلوس درم و دینار کے حکم مین ہین اور اگر ایک غاصب نے اُسکے درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسی کی باندی غصب کر لی اور دونون نے باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہو پس اگر باندی غصب کرنے والے نے درم لے لیے پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے تو امانت مین تلف ہو گئے ولیکن باندی خریدنے والا اُن کے مثل درہمون کا خود ضامن ہوگا پس اگر باندی غصب کرنے والے کے درہمون پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی پھر اُسنے (یعنی باندی اپنے غصب کیے ہوئے) درہمون پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہو کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لی تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اُسکے مثل مشتری سے واپس لے گا اور وہ اُسی کے ہون گے اور جب اُسنے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اُس سے لیا ہو وہ اُسکو سپرد کیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ بھاگے ہوے کی بیع ناجائز ہو پس اگر وہ بھاگنے سے لوٹ آیا اور اُسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمد رح سے روایت ہو کہ وہ بیع جائز ہوگی اور اسی کو کرخی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہو اور ایسا ہی قاضی اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہو اور انکی شرح مین یون مذکور ہو کہ اگر بھاگا ہوا غلام حاضر ہوجاوے اور بائع مشتری کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہوجاویگی اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے خواہ بائع سپرد کرنے سے یا مشتری قبضہ کرنے سے تو اُسپر جبر کیا جاوے گا اور از سرنو بیع کرنے کی ضرورت نہوگی لیکن اگر مشتری اس جھگڑے کو قاضی کے روبرو پیش کرے اور بائع سے قبضہ دلانے کی درخواست کرے اور سپرد کرنے سے اُسکا عجز ثابت ہو اور قاضی دونون کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اُس وقت مین نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور دوسری روایت محمد رح سے یہ آئی ہو کہ ایسی بیع جائز نہین ہے اور نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور ایک جماعت مشائخ نے اُسی کو اختیار کیا ہو اور ابو عبد اللہ البلخی اسی پر فتوے دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ مین ایسا ہی ذکر کیا ہو کذا فی المحیط۔ اور فقہا نے فرمایا کہ مختار یہی ہو اور پہلی روایت کی تاویل یہ ہو کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونون پھر باہم راضی ہوجاوین یہ غیاثیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک شخص بھاگے ہوے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہوا غلام میرے پاس موجود ہو اور مین نے اُسکو پکڑ لیا ہو تو اُسکو میرے ہاتھ بیع ڈال اور اُسنے بیع ڈالا تو جائز ہو۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور جبکہ اُسکی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے کہ مین اسپر اسواسطے قبضہ کرتا ہون تاکہ اُسکے مالک کو واپس کرون تو اب قابض شمار نہوگا پس اگر مشتری کے واپس کرنے اور جدید قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور مشتری اپنا ثمن واپس کر لیگا اور اگر

اُسنے گواہ نہین کیے تھے تو غاصب شمار ہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اور اگر اُسنے آن کر یہ کہا کہ وہ غلام فلان شخص (کیونکہ غاصب تھا ۱۲)
کے پاس موجود ہو اور اُسنے اُسکو پکڑ لیا ہو تو میرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈال اور اُسنے اُسکی تصدیق کرکے اُسکے ہاتھ
فروخت کر دیا تو بیع جائز نہین ہو لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر مشتری اسپر قبضہ پایگا تو مالک ہوجائیگا یہ بحرالرائق
مین لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام خریدا اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے فسخ کرنے کا مشتری کو اختیار ہو اور
تاوقتیکہ غلام بھاگا ہوا حاضر نہو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ مین
لکھا ہو۔ اگر بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہو اور اگر اُس بیٹے کو یا کسی
یتیم کو جو اُسکے پاس پرورش پاتا ہو وہ غلام ہبہ کر دیا تو جائز ہو اور بھاگے ہوے غلام کا کفارہ مین
آزاد کرنا جائز ہو بشرطیکہ اُسکا زندہ ہونا اور اُسکی جگہ معلوم ہو یہ نہایہ مین لکھا ہو۔ اگر غصب کیا ہوا غلام
غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اُسی حالت مین کہ وہ بھاگا ہو۔ (تھا) غاصب کے
ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ زمین خراجی کی بیع جائز ہو اور مراد اس سے ارض سواد
ہو اور زمین قطیعہ کی بیع بھی جائز ہو اور قطیعہ وہ زمین ہو کہ اُسکو امام نے (یعنی امام المسلمین خلیفہ وقت نے) کسی قوم کے واسطے جدا کرکے اُنھین کے
واسطے خاص کر دی ہو یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اور واضح ہو کہ ارض اکارہ اُس زمین کو کہتے ہین کہ جو خراب
پڑی تھی اور اُسکو کسی شخص نے اُسکے مالک کے حکم سے لیکر آباد کیا اور اُسمین زراعت کی اور ارض اکارہ
وہ زمین ہو کہ جو کاشتکاروں کے پاس ہو اب ہم کہتے ہین کہ اگر ایسی زمین کو اُسکے مالک نے فروخت کیا تو
جائز ہو اور اگر اُس شخص نے فروخت کیا جسکے پاس اُسکا آباد کرنا یا کاشت ہو تو جائز نہین ہو اگر زمین کو اُسنے
فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت مین تھی تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت مین استحقاق
رکھتا ہو خواہ بیج دونون مین سے کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دیدی تو اُسکے عمل کی کچھ اُجرت
نہ ملے گی اور مجموع النوازل مین لکھا ہو کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونون حصے مشتری
کو ملینگے یعنے جبکہ زمین مین عمل ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہوگی اور یہی
حال تاک انگور کا ہو خواہ پھل ظاہر ہو گئے ہون یا نہوے ہون بعض فقہا نے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم
اس تفصیل سے ہو کہ اگر بیج کاشتکار کے ہون تو اُسکے حق کی بیع جائز نہوگی اور اگر زمیندار کے ہون اور تخم
ریزی ہو گئی ہو تو بھی ناجائز ہو اور اگر زمین مین بیج نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہو اور ایسے ہی تاک انگور مین بھی
اگر پھل ظاہر نہوے ہون تو بیع جائز ہو اور امام ظہیرالدین اسی پر فتوے دیتے تھے کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار
نے ہنوز زراعت نہ کی ولیکن ہل چلا لیا اور نہرین کھود لی ہین تو ظاہرالروایۃ مین اسکی بیع نافذ ہوجاویگی
اور یہی اصح ہو اور اگر تاک انگور کو بیچا تو اُسکی بیع عامل کے حق مین نافذ نہوگی خواہ اُس نے تاک مین
کچھ درستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک گانون خریدا اور اُس سے مسجد اور
مقبرہ کا استثنا نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد بیع اُس صورت مین ہو کہ مسجد آباد ہو اور اگر اُسکا گرد و پیش
خراب ہوگیا اور لوگ اُس سے بے پروا ہو گئے ہین تو بیع فاسد نہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی
اور اُسمین ایک قطعہ وقف کا ہو تو مثل مسجد کے اُسکی بیع بھی ناجائز ہو اُسکو شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی

۴۰

نے ذکر کیا ہی اور رکن الاسلام علی السغدی رح نے فرمایا ہی کہ اُسکی بیع جائز ہی اور تفرید مین مذکور ہی کہ اُن دونون نے
رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہی اور یہی مختار ہی اور اگر ملکی زمین وقفی زمین کے ساتھ فروخت کی
اور ثمن سے وقفی زمین مین سے ملکی زمین کا حصہ استثنا نہ کیا تو دو قولون مین سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع
جائز ہی اور اگر ملکی زمین خریدی اور اُسمین لوگون کا عام راستہ ہی تو بیع فاسد نہوگی اور راستہ ہونا عیب ہی اور
منتقی مین لکھا ہی کہ راستہ اگر محدود نہو اور اُسکی مقدار معلوم نہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور
اُسکے اندر مسجد ہی اور قریہ کی بیع مین مسجد کا استثنا کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے مین یا نہ کرنے مین مشائخ کا اختلاف ہی
اور مختار یہ ہی کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہین ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اور ایسا ہی اختلاف حوضون اور عام لوگون کے
راستہ مین ہی اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضرور ہی ولیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضرور نہین ہی یہ مختار الفتاوے مین
لکھا ہی - ایک پہاڑ مین گوگرد تھا تو اُسکو وہان سے لاکر فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہی اسی طرح اگر پہاڑ کے
احجار مین سے لاکر فروخت کیا جاوے تو بھی کچھ خوف نہین ہی اور اسی طرح اگر اُس پہاڑ مین پستہ کے درخت
تھے اور اُسمین سے پستہ لاکر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہی اور یہی حکم نمک کا ہی اور یہ سب اُس صورت
مین ہی کہ جس جگہ سے لایا جاوے وہ کسی کی ملک نہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہم نے ذکر
کی ہین جائز نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھی فصل حیوانات کی بیع کے بیان مین - جو مچھلی دریا یا کنوئین مین ہی اُسکی بیع ناجائز ہی پس اگر اُس شخص
نے کوئی حظیرہ بنایا ہی اور اُسمین مچھلی آجاوے تو دو حال سے خالی نہین کہ یا اُسنے حظیرہ اسی واسطے بنایا تھا یا
اسواسطے نہین بنایا تھا پس پہلی صورت مین جو چیز حظیرہ کے اندر آجاوے وہ اُسکی ملک ہی اور کوئی اُسکو نہین
لے سکتا ہی پھر اگر اُسکے اندر کی مچھلی بدون شکار کرنے کے پکڑی جاسکے تو اُسکی بیع جائز ہی اور اگر بدون
شکار کے نہ پکڑی جاسکتی ہو تو اُسکی بیع جائز نہین ہی اور دوسری صورت مین جو چیز حظیرہ کے اندر آجاویگی
وہ اُسکی ملک نہوگی تو اُسکی بیع بھی جائز نہوگی لیکن جب مچھلی اُسکے اندر آجاوے اور وہ حظیرہ کو بند کر لے تو
اُسکا مالک ہو جاویگا پس اگر وہ بلاحیلہ پکڑی جاسکے تو اُسکی بیع جائز ہی اور اگر بدون شکار کے پکڑی نجاسکے تو
جائز نہین ہی - اور اگر اُسنے حظیرہ کو اسواسطے نہین بنایا تھا ولیکن اُسنے مچھلی پکڑ کر حظیرہ مین ڈال دی تو اُسکا
مالک ہو جاویگا پس اگر وہ بلا شکار ہاتھ آوے تو اُسکی بیع جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا
ہی - پھر جن صورتون مین پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہی اُن صورتون مین جب مشتری اُس پر قبضہ
کریگا اور اُسکو دیکھے گا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑ کر پانی کے گڑھے مین ڈال دی پس براہ
حکم جو صورتین تفصیل کے ساتھ ہم نے حظیرہ مین بیان کی ہین وہی یہان نکلتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر
مچھلی کسی بڑی نہر مین پڑی ہو تو اُسکی بیع کسی حال مین جائز نہین ہی اگرچہ بیع کے بعد بائع اُسکے سپرد کر دینے
پر قادر ہو جاوے اور یہی حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر اُسنے مچھلی پکڑی پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر مین
جا پڑی مگر اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین فسخ بیع سے پہلے اگر سپرد کر دینے پر قادر ہو جاوے تو بیع جائز رہیگی اور
مشتری کو خیار رویت رہیگا خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اور یہ حکم امام ابو الحسن کرخی کے نزدیک

ہو اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اسکی بیع جائز نہین ہو اگرچہ وہ سپرد کر دینے پر قادر ہو جاوے یہ ینابیع مین لکھا ہو اور اگر خطیرہ کے اندر مچھلی اور قصب ہو اور اُسنے دونون کو ایکبارہ فروخت کر دیا پس اگر مچھلی بدون شکار کرنے کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو کل کی بیع فاسد ہو خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدون شکار کے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اُس نے اس سے پہلے مچھلی شکار نہ کی ہو تو مچھلی کی بیع فاسد ہو اور قصب کی بیع مین فقہا نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق فاسد ہوگی اور صاحبین کے قول کے موافق فاسد نہوگی اور صحیح یہ ہو کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع فاسد ہوگی اور اگر اس سے پہلے اُسنے مچھلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور کبوترون کی اگر گنتی معلوم ہو اور اُنکا سپرد کرنا ممکن ہو تو اُنکی بیع جائز ہو پس اگر وہ اپنے برجون مین موجود ہون کہ جنکا نکلنے کا راستہ بند ہو تو اسکی بیع جائز ہونے مین کوئی اشکال نہین ہو اور اگر وہ اُڑنے کی حالت مین ہون اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ آوینگے تو بھی یہی حکم ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اگر ایک برج کہ جسمین کبوتر رہتا تھا اُسکو مع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات مین فروخت کیا تو جائز ہو منتقی مین مذکور ہو کہ اگر پانی کے اندر کوئی چڑیا یا کوئی مچھلی فروخت کی اور وہ لوٹ کر اُسکے پاس آجاتی ہو یا کوئی ایسا پرند کہ جو آسمان مین اُڑتا ہو اور اُسکے پاس چلا آتا ہو فروخت کیا تو بیع جائز ہو اور جب وہ لوٹ کر اُسکے پاس آوے تو اُسوقت سپرد کر دیگا اور اسی طرح اگر کوئی ہرن پالو کہ وہ تھان سے مانوس ہو اور لوٹ کر اُسکے پاس چلا آتا ہو تو اُسکی بیع بھی جائز ہو اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلا شکار کے ہاتھ نہ آوے اور اُسکو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کوئی مونہار گھوڑا ایسا بدکتا ہو کہ بدون حیلہ کے اُسکا پکڑنا ممکن نہو تو اُسکی بیع ناجائز ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ شہد کی مکھیون کو جبکہ اکٹھا موجود ہون بیع کرنا جائز نہین ہو اور یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو لیکن اگر اُسکے چھتون مین شہد ہو اور چھتّے کو مع اُن مکھیون کے جو اُسکے اندر ہین خرید کرے تو جائز ہو اور امام محمد رح نے فرمایا ہو کہ اگر شہد کی مکھیان اکٹھی جمع ہون تو اُنکا بیع کرنا جائز ہو۔ کذا فی الحاوی۔ اور شہد کی مکھیون کی بیع امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہو۔ اور فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ جونک کا خرید کرنا جائز ہو اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے لیا ہو کذا فی المحیط اور یہی مختار ہو۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اُجرت پر لیا کہ وہ اُسکے جونک لگا دے تو بالاتفاق جائز ہو۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہو اور کرم پیلے کے انڈے بیچنا امام محمد رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ واقعات مین لکھا ہو۔ اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جو اُنکے مانند زمین کے جانور ہین اُنکا بیچنا جائز نہین ہے اور جو چیزین دریا مین ہوتی ہین ان مین سوائے مچھلی کے مینڈک اور کیکڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہین ہو اور نیز ان کی ہڈی اور کھال سے نفع اُٹھانا ناجائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور نوازل مین لکھا ہو کہ سانپ اگر دواؤن کے کام مین آوین تو اُنکی بیع جائز ہو اور اگر کسی کام نہ آوین تو بیع جائز نہین ہو اور صحیح یہ ہو کہ کل

چیزون کی بیع جن سے کچھ نفع حاصل ہو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ سیکھے ہوئے کتے کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے اور ایسی ہی بلی اور وحشی درندہ جانورون اور پرندون اور شکاری جانورون کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے خواہ وہ سیکھے ہوئے ہون یا نہون یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور جو کتا کہ سیکھا ہوا نہو اُسکی بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ سکھلانے کے قابل ہو ورنہ جائز نہین ہے۔ یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ شیر کی بیع مین بھی ہمارا یہی قول ہے کہ اگر وہ تعلیم قبول کرے اور اُس سے شکار کیا جا سکے تو اُسکی بیع جائز ہے کیونکہ چیتے اور باز ہرحال مین سیکھ جاتے ہین تو اُن کی بیع بھی ہرحال مین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ چھوٹے بھیڑیے کی بیع کہ جو تعلیم نہ قبول کرے جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ چھوٹا بھیڑیا اور بڑا دونون برابر ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ہاتھی کا بیچنا جائز اور بندر کے بیچنے مین امام اعظم رح سے دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہے کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور سوائے سور کے تمام حیوانات کی بیع جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ اور مکہ معظمہ کے گھرون کی عمارت بیچنی جائز ہے اور اُن گھرون کی زمین بیچنی جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور بغداد کے گھر اور بازار کی دوکانین جو سلطانی ہین اُنکا بیچنا جائز نہین ہے اور اُس مین کسی کا شفعہ بھی نہین ہے کذا فی التہذیب

پانچوین فصل احرام باندھنے والے کا شکار کو بیع کرنے اور محرمات کی بیع کے بیان مین

محرم یعنی احرام باندھنے والا اگر شکار کو فروخت کرے تو جائز نہین ہے اسی طرح حرم کا شکار بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور حرم کے اندر شکار کا بیچنا جائز نہین ہے خواہ محرم فروخت کرے یا حلال (کہ جسنے احرام نہین باندھا ہے)۔ یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ حرم کے اندر دو حلالون نے کسی شکار کی جو حل مین ہے خرید و فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے ولیکن حرم سے حل کی طرف نکلکر اُسکو سپرد کریگا اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہے۔ یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے احرام باندھا اور اُسکے قبضہ مین دوسرے کا شکار ہے اور اُس شکار کو اُسکے مالک نے فروخت کیا اور وہ حلال تھا تو بیع جائز ہے اور سپرد کر دینے کے واسطے مجبور کیا جاویگا اور اگر اُسنے تلف کر دیا تو اُسپر جزا لازم آویگی اور اگر کسی محرم نے ایک شکار کے بیچنے کے واسطے کسی حلال کو وکیل بنایا اور اُسنے فروخت کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اور اگر حلال نے کسی محرم کو ایک شکار کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہے اگر کسی شخص نے ایک شخص کو کسی شکار بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے احرام باندھا اور وکیل نے شکار فروخت کر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی حلال نے دوسرے حلال سے ایک شکار خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ دونون مین سے ایک نے احرام باندھا تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور جو ذبیحہ کہ مجوسی یا مرتد یا سوائے اہل کتاب کے دوسرے کا ہو اُسکی بیع جائز نہین ہے اور اسی طرح وہ ذبیحہ کہ جسپر

بسم اللہ کہنا عمداً چھوڑدیا گیا ہو اُسکی بیع بھی ناجائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور تجریدمین لکھا ہے۔ کہ اسی طرح ایسے بچہ نے جو نہیں سمجھتا ہو اور مجنون کا ذبح کیا ہوا بیچنا بھی جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جس شکار کو محرم نے ذبح کیا ہو یا حلال نے حرم مین ذبح کیا ہو اُسکا بیچنا بھی جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کا ذبیحہ بیچنا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مجوسی مردار کو آپس مین فروخت کرین تو جائز نہیں ہے اور اگر اپنے ذبیحہ کو باہم فروخت کرین حالانکہ ان کا ذبیحہ یہ ہو کہ بکری کا گلا گھونٹ دین یا اُسکو اسقدر مارین کہ مرجاوے تو اُنکا آپس مین بیع کرنا جائز ہے یہ واقعات مین لکھا ہے اگر دو ذمیون نے شراب یا سور کی باہم خرید و فروخت کرلی پھر قبضہ سے پہلے دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اسلام لایا تو بیع ٹوٹ جاوے گی یعنے فسخ کرنے کا حق ثابت ہوجاوے گا اور اگر دونون نے شراب پر قبضہ کرلیا پھر دونون یا ایک مسلمان ہوا تو بیع جائز ہوگی خواہ ثمن پر قبضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان غلام خریدا تو بیع جائز ہے اور اُسپر جبر کیا جاوے گا کہ اسکو فروخت کردے خواہ یہ ذمی نابالغ ہو یا بالغ ہو یہ تاتارخانیہ مین تجنیس سے منقول ہے اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر سے ایک مسلمان غلام بطور بیع فاسد کے خریدا تو مشتری پر جبر کیا جاویگا کہ واپس کردے اور بائع پر جبر کیا جاویگا کہ اُسکو فروخت کردے اور اگر ذمی نے اس غلام کو آزاد یا مدبر کردیا تو جائز ہے اور وہ سعی کریگا اور یہی حکم ہے اگر وہ باندی ہو کہ اُسکو ذمی نے ام ولد بنایا ہو اور وہ باندی تو دو کسب کی تکلیف پہونچائی جاویگی اور اگر باندی کو اُسنے مکاتب کردیا تو کتابت جائز ہوگی اور نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر ذمی نے قرآن شریف خریدا ہو اور اسی طرح اگر ذمی کسی مسلمان غلام کے ایک حصہ کا مالک ہوا تو ٹکڑے کا حکم پورے کے حکم کے مانند ہے اور اگر دونون عقد کرنے والون مین سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان دونون کے درمیان صرف وہی امر جائز ہوگا جو دو مسلمانون مین جائز ہوتا ہے اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو شراب کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اور اگر چند یتیم نصرانی تھے کہ اُنکا ایک غلام اسلام لایا تو سب پر جبر کیا جائیگا کہ اُسکو فروخت کرین پس اگر اُنکا کوئی وصی ہوگا تو وہ فروخت کرے گا اور اگر نہوگا تو قاضی اُنکا کوئی وصی مقرر کردیگا کہ وہ اُنکی طرف سے فروخت کریگا اور اگر کسی مسلمان نے کوئی مسلمان غلام کسی کافر کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور اُسکے سپرد کردیا تو جائز ہے اور کافر پر جبر کیا جاویگا کہ اُسکو فروخت کردے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ ہاتھی وغیرہ مردارون کی ہڈیان بیچنے مین کچھ خوف نہیں ہے لیکن آدمی اور سور کی ہڈی بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ ہاتھی وغیرہ کی ہڈی پر چکنائی نہ باقی ہو اور اگر باقی ہوگی تو وہ نجس ہے اور اُسکی بیع ناجائز ہے اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ذبح کرکے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کرکے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اس صورت مین مشایخ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ اُنھون نے ذبح ہونے کے بعد اس گوشت کے پاک ہونے مین اختلاف کیا ہے اور صدر الشہید رح نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پاک ہے

اور اگر کسی نے سؤر کو ذبح کر کے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ذبح کیے ہوسے درندون کا گوشت اور ذبح کیے ہوے گدھون کا فروخت کرنا (یعنے گوشت) صحیح روایت کے موافق جائز ہی اور مردار درندون کا گوشت بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور درندون اور گدھون اور خچرون کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوے یا دباغت کیے ہوے ہون تو اُنکی بیع جائز ہی اور جو ایسے نہون تو اُن کی بیع جائز نہین ہی اور یہ حکم اس بنا پر ہی کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہو جاتے ہین سواے آدمی اور سؤر کی کھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہو گئے تو اُنسے نفع اُٹھانا جائز ٹھہرا پس اُن کی بیع ہو سکتی ہی اور مردار کے بال اور اسکی ہڈی اور پشم اور سینگ سے نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہی اور ان سب کی بیع جائز ہی اور پٹھے کے باب مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اُس سے نفع اُٹھانا اور اُس کا بیچنا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور سؤر کے بال بیچنا جائز نہین ہی اور کو نچیان بنا کر اُس سے نفع اُٹھانا موزہ دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالون کا بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ جامع الصغیر مین لکھا ہی اور اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اُسکو بہت بڑا ہدیہ پیش کیا نہ بطور خرید فروخت کے دیا تو اسمین کچھ خوف نہین ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اور عورت کا دودھ اگرچہ کسی پیالہ مین ہو بیچنا جائز نہین ہی خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اُسکے تلف کر دینے والے پر ضمان نہو گی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی۔ اور ملاقیح اور مضامین کے بیع منعقد نہین ہوتی ہی۔ اور ملقوح اُسکو کہتے ہین جو مادہ کے رحم مین ہو قال المترجم مضامین وہ نطفہ ہین جو باپ کی پیٹھ مین ہون۔ اور اس حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہی کہ گابھن کرائی مین نر کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سؤر اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی۔ گوبر اور مینگنی کا بیچنا اور اُن دونون سے نفع اُٹھانا جائز ہی اور گوہ سے کچھ نفع اُٹھانا جائز نہین ہی تاوقتیکہ وہ مٹی سے نہ ملجاوے اور مٹی اُسپر غالب نہو جاوے اور اسی طرح گوہ کا بیچنا بھی جائز نہین ہی تاوقتیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نجاست کا گوبر بیچنا جائز نہین ہی مگر جب اُسکو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اور کبوتر کی بیٹ اگر بہت ہو تو اُس کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ حلال اگر حرام کے ساتھ ملجاوے جیسے شراب اور چوہا گھی یا گوندھے ہوے آٹے مین جا پڑے تو اُسکے فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہی بشرطیکہ بیان کر دیا جاوے کہ یہ اسطرح مخلوط ہی اور یہ جواز اُسوقت تک ہی کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اُسکے برابر نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور سواے کھانے کے اُس سے اور طرح نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہی اور خانیہ مین لکھا ہی کہ اگر ایک قطرہ پیشاب یا خون کا سرکہ یا زیتون کے تیل مین جا پڑے تو اُسکا فروخت کرنا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور جو چیز ایسی ہو کہ اُسمین حرام غالب ہو تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر زیتون کے تیل مین مردار کی چربی پڑ جاوے پس اگر تیل غالب

ہو تو اُسکی بیع جائز ہی اور اگر چربی غالب ہو تو جائز نہین ہی اور واضح ہو کہ حلال کے حرام پر غالب ہونے کی صورت مین نفع اُٹھانے کا حکم جو مذکور ہوا اُس سے یہ مراد ہی کہ سواے بدن کے اور کامون مین نفع اُٹھایا جاوے اور بدن مین نفع اُٹھانا ناجائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور بربط اور طبل اور مزمار اور دف اور نرد اور اسکے مانند چیزون کو بیچنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے قول مین جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ توڑ دینے سے پہلے ان چیزون کا بیچنا جائز نہین ہی اور یہ مسئلہ اجارات اصل مین بلاتفصیل مذکور ہی اور سیر کبیر مین صاحبین کے قول کی اس طرح تفصیل بیان کی ہی کہ ان چیزون کو اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا کہ جو انکو خود استعمال مین نہین لاتا ہی اور نہ ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہی کہ جو انکو استعمال مین لاوے تو توڑ دینے سے پہلے انکی بیع جائز ہی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچا کہ جو ان کو استعمال مین لاتا ہی یا ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہی جو انکو استعمال مین لاوے تو توڑ دینے سے پہلے انکی بیع جائز نہین ہے- اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو حکم اصل کتاب مین مطلقاً مذکور ہی وہ اس تفصیل پر جو سیر کبیر مین مذکور ہی محمول ہوسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور اگر ان چیزون کو کسی شخص نے تلف کر دیا پس اگر تلف کر دینا قاضی کے حکم سے تھا تو کوئی شخص ضامن نہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے نہ تھا تو بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہی حکم ہی کذا فی فتاوے قاضی خان- اور فتوے صاحبین کے قول پر ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی- اور اگر کسی نے اپنا غلام بعوض اسکے فروخت کیا کہ مین اپنے اونٹ مشتری کی زمین مین چراؤن گا یا اسکے عوض کہ مین اُسکے کنوین سے پانی پلیون گا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر غلام بائع یا مشتری کی باندیون مین سے کسی باندی کے عوض فروخت کیا اور اُس باندی کو معین نہ کیا تو بیع منعقد ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ سواے خمر یعنی شراب[1] کے جتنی پینے کی چیزین حرام ہین سب کی بیع جائز ہی اور اُنکے تلف کرنے والون کو ضمان دینی پڑے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ان چیزون کی بیع جائز نہین ہی اور اُنکے تلف کرنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی- اور فتاوے عتابیہ مین ہی کہ شیرہ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین کہ جو اُس سے شراب بنا دیگا کچھ خوف نہین ہی اور زمین ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین کہ جو اُسکا کلیسا[2] بنا دیگا کچھ ڈر نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور مدبر اور ام ولد اور مکاتب[3] اور جس غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو ان سب کی بیع جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی- اور اگر کسی نے ام ولد کو فروخت کرکے سپرد کر دیا تو مشتری اسکا مالک نہوگا اور یہی حکم اُس غلام کا ہی جسکا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اور ایسے ہی مدبر کا بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر مکاتب فروخت ہونے پر راضی ہو گیا تو اس باب مین دو روایتین ہین اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اور مجمع مین لکھا ہے کہ مکاتب نے اگر اپنی بیع کی اجازت دیدی تو فاسد نہو گی اور یہی روایت مختار رہی اور عامۂ مشائخ اسی پر ہین یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی اور اگر آزاد یا ام ولد یا مدبر یا مکاتب مشتری کے پاس ہلاک ہو گئے تو وہ ضامن نہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ امام ابو حنیفہ رح سے

Interlinear glosses:
یعنی نفع اٹھانے کے جواز میں ۱۲
مثلاً لمنا و کھانا ۱۲
یعنی آلات لہو و لعب ۱۲
یعنی مع الاثم ۱۲
نزدیک امام اعظم رح

Marginal notes:
[1] قال المترجم وینبغی ان یکون المراد بالجواز ما یخفف من الضمان اذ عنده یطلق علیہ علی ما قیل وذلک اورد لفظ الجواز ۱۲ المترجم
[2] کلیسا عبادت خانۂ نصرانیان گرجا ۱۲ منہ
[3] [illegible]

بھی مروی ہی بخلاف مکاتب کے کہ اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مرگیا تو بالاتفاق اُسکا ضامن نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک قیمتی مال بعوض مکاتب یا ام ولد کے خریدا اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اُسی کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہی اور ایسے ہی مدبر کو اُسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اُسکا مالک نہوگا کیونکہ یہ مال نہین ہی اسلیے کہ اس سے تموّل نہین ہوتا ہی اور اسی قیاس پر اگر کسی نے مردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اُسکو لوگ دباغت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہین تو بیع منعقد ہوجائیگی اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مرگیا تو سیر کبیر مین لکھا ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور باندیون کی اولاد جو ایسے لوگون سے ہو بمنزلہ اصول کے شمار کی جاتی ہی اور اسی طرح حالت کتابت مین خریدا ہوا بیٹا اور مان باپ کا بھی یہی حکم ہی مگر سواے انکے اور ناتے والے کتابت مین داخل نہین ہوتے ہین اور مکاتب کو اُنکا بیع کر دینا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی

چھٹی فصل

ربوٰا اور اُسکے احکام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ ربوا شرع مین اُس مال کو کہتے ہین کہ جو مال کے عوض مال لینے مین زیادتی ہو کہ اسکے مقابل مین مال نہو اور یہ ربو ہر ناپ یا تول کی چیزون مین جو اپنے جنس کے ساتھ بیچی جاوین حرام ہی اور اُسکی علت مقدار اور جنسیت ہی اور مقدار سے ہماری مراد ناپ کی چیزون مین پیمانہ ہی اور وزنی چیزون مین وزن ہی پس جب ناپ کی چیزین جیسے گیہون اور جَو اور چھوارے اور نمک اور تول کی چیزین جیسے سونا اور چاندی وغیرہ جو وزن کے حساب سے بیچی جاتی ہین اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کیجاوین تو بیع صحیح ہی اور اگر کوئی بڑھتی ہوگی تو بیع صحیح نہین ہی اور اس جنس کی ردی اور جید دونون برابر ہوتی ہین یہانتک کہ جن چیزون مین ربو جاری ہوتا ہی اگر اُن مین کی جید بعوض ردی کے بدون برابری کے بیچی جاوے تو صحیح نہین ہی اور ایک لپ بھر کے چیز بدلے دو لپ بھر کے فروخت کرنا جائز ہی اور ایک سیب دو سیبون کے عوض بیچنا جائز ہی اور جو آدھے صاع سے کم ہو وہ ایک لپ بھر کے شمار مین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سواے کھانے کے ہی اپنی جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے گچ اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور جس چیز مین مقدار اور جنسیت دونون پائی جاوین اُسمین زیادتی سے بیچنا اور اُدھار بیچنا دونون جائز نہین ہین اور اگر دونون مین سے ایک پائی جاوے اور دوسری نہ پائی جاوے تو زیادتی حلال ہی اور اُدھار بیچنا حرام ہی اور اگر دونون نہ پائی جاوین تو زیادتی اور اُدھار دونون حلال ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور جن چیزون مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیل کے حساب سے بڑھتی بیچنی کی حرمت پر صریح حکم فرمادیا ہی۔ وہ ہمیشہ کیلی رہینگی جیسے ناپ کی

چیزون مین رہینگی اگرچہ لوگ اسکا ناپنا چھوڑدین جیسے گیہون اور جَو وچھوارے اور نمک ورجن چیزون مین رسول اللہ صلعم نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہو وہ ہمیشہ وزنی رہینگی اگرچہ لوگ اُنکا وزن کرنا ترک کردین جیسا سونا اور چاندی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو اور جن چیزون مین آنحضرت صلعم کا صریح حکم نہین ہو ولیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے وقت مین پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہیگی اگرچہ لوگ اُسکو وزن کرکے بیچنے کی عادت کرین اور جسکا کہ اسوقت مین وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہیگی اور جس چیز مین کہ کچھ صریح حکم نہین ہو اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اُسکا حال معلوم ہو تو اُسمین لوگون کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگون مین وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی ہو اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہو تو وزنی ہو اور اگر پیمانہ اور وزن دونون کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی اور وزنی دونون ہوگی اھ یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہو کذا فی المحیط پس اس بنا پر جو مذکور ہوا اگر گیہون کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جائز نہوگا اگرچہ لوگون کے عرف مین اسی طرح بکتی ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہین ہو اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی ہو باہم برابر ہون تاوقتیکہ اُنکا برابر ہونا اپنے اصلی طور پر نہ معلوم ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اور شیخ رح نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہو کہ جس چیز کا کیلی ہونا صریح حکم سے ثابت ہوگیا ہو اگر اُسکو وزن کرکے درہمون کے عوض فروخت کرے تو جائز ہو اسی طرح جسکا وزنی ہونا صریح ثابت ہوا ہو اگر پیمانہ کے حساب سے درہمون کے عوض فروخت کیجاوے تو جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور جو چیزین کہ مثل تیل وغیرہ کے منون یا اوقیون کے حساب سے فروخت ہوتی ہین وہ وزنی ہین۔ یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہو۔ پس جو چیز کہ رطلی ہو یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہو اگر اُسکو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر کہ اُسکی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہو اور جسقدر اُس کیل مین سماتا ہو اُسکا وزن معلوم نہووے فروخت کرین تو جائز نہین ہو اور اگر اُن دونون کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کرین اور وزن مین وہ دونون برابر ہین تو بیع صحیح ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو اور مبسوط مین لکھا ہو کہ بدبودار گیہون اور جید گیہون ایک جنس ہین اور ایسے خرما مین سیراب کردہ زمین کا اور بخسی یعنی بے سینچی زمین کا دونون ایک جنس ہین اور فارسی چھوارہ اور دقل دونون ایک جنس ہین باوجودیکہ وصف مین اختلاف ہو اور ایسے ہی علکہ اور رخوہ چھوارہ ایک جنس ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اور فقہاء نے یتیم کے مالون مین سے جن مالون مین ربوا جاری ہوتا ہو اُسمین جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہو پس وصی کو یہ جائز نہین ہو کہ اُسکا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقف کے مال مین بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ ایک انڈے کا دو انڈون کے عوض اور ایک چھوارے کا دو چھوارے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹون کے عوض بیچنا صحیح ہو اور ایک پیسے معین کو دو معین پیسون کے عوض فروخت کرنا امام اعظم و امام ابو یوسف

کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ تر انگور کا خشک کے ساتھ برابر پیمانہ کے حساب سے بیچنا امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے اور اسی طرح ہر پھل کہ جو خشک ہو جاتے ہیں جیسے انجیر اور کشمش اور اخروٹ و کمثری اور انار اور الو بخارا ان میں تر بدلے تر کے اور خشک بدلے خشک کے بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور چھوارے کا حلوا چھوارے کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن اگر یہ بیع ایسی جگہ واقع ہو جہاں چھوارا وزن سے بکتا ہے۔ تو اس طرح اُدھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ واقع ہو کہ جہاں چھوارہ پیمانہ سے بکتا ہے تو اُدھار بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابوالحسن کرخی رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ درخت خرما کے سب پھل ایک جنس ہیں اور باقی پھلوں میں ہر قسم کے درخت کے پھل ایک جنس ہوتے ہیں جیسے کہ انگور سب ایک جنس ہیں اگرچہ اُسکے اقسام مختلف ہیں اور اسی طرح امرود ایک جنس ہیں اگرچہ اُسکے بھی اقسام مختلف ہیں اور یہی حال سیب کا ہے یہاں تک کہ ایک قسم کا انگور دوسری قسم کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہی حال سیب اور امرود کا ہے اور امرود کو سیب کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی سیب کو انگور کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ تازہ انگور کو دو شیرہ کے ساتھ بیچنا ہر طرح جائز ہونا چاہیے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ نمناک گیہوں کو نمناک گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی نمناک کا خشک کے ساتھ بیچنا اور تازہ تر کا تازہ تر کے عوض بیچنا اور تازہ تر کا خشک کے عوض بیچنا بھی جائز ہے اور تازہ تر یا فلا ر کا تر کے عوض بیچنا جائز ہے اور خشک انگور کا بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا اور بھگوئے ہوئے کا بغیر بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے یہ سب امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ دونوں خشک ہو کر برابر ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ بھنے ہوئے گیہوں بغیر بھنے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں پیمانہ سے برابر ہوں اور بھنے ہوئے گیہوں بھنے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ پیمانہ کی راہ سے برابر ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر یا زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ہے اور آٹے کو آٹے کے عوض کیل کی راہ سے برابر بیچنا ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور چوکر کو آٹے کے عوض بیچنا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اعتبار کے طور پر جائز ہے اس طرح لحاظ کیا جاوے کہ خالص چوکر اُس چوکر سے جو آٹے کے اندر ہے زائد ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح اعتبار کے طور پر جائز نہیں ہے بلکہ جب پیمانہ کی راہ سے دونوں برابر ہوں تو جائز ہے یہ فتاوے صغریٰ میں لکھا ہے اگر آٹے کو آٹے کے عوض وزن کرکے بیچا تو جائز نہیں ہے جیسے گیہوں کو گیہوں کے عوض وزن کرکے بیچنا جائز نہیں ہے اور ستو کو ستو کے عوض بیچنا اور چوکر کو ستو کے عوض بیچنا بھی یہی حکم رکھتا ہے اور اگر چھانا ہوا آٹا بے چھانے ہوئے آٹے کے عوض بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں برابر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے آٹے کو چنے کے عوض بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ گیہوں کو روٹی کے عوض اور روٹی کو

گیہون کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضون کے نزدیک برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونون طرح جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ گیہون اور آٹا کیلی ہی اور روٹی وزنی ہی پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہوگی بشرطیکہ دونون نقدادا کیے جاوین اور اگر دونون مین سے کوئی اُدھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب امامون کے نزدیک بیع جائز ہی اور اگر گیہون یا آٹا نقدادا کیا جاوے اور روٹی اُدھار ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے سے بھی روایت آئی ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرص بعوض دو قرصون کے ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ دونون مین بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ امامون کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور مجتبیٰ مین لکھا ہے کہ اگر ایک گردہ روٹی نقد بعوض دو گردون روٹی اُدھار کے بیچا تو جائز ہی اور اگر دونون روٹیان نقدادا کی جاوین اور ایک روٹی اُدھار ہو تو جائز نہین ہی اور اگر روٹیون کے ٹکڑے فروخت کیے تو نقد اور اُدھار ہر طرح جائز ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک روٹی کا قرض لینا جائز نہین ہی نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ وزن اور عدد دونون طرح سے اُسکا قرض لینا جائز ہی کیونکہ تعامل الناس ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وزن سے جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور شرح مجمع مین لکھا ہی کہ فتوے امام محمد رح کے قول پر ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھون ہاتھ ادا کیے جاوین تو برابری اور زیادتی دونون طرح سے بیچنا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اصل مین مذکور ہی کہ گیہون کو گیہون کے عوض اٹکل پر بیچنا ناجائز ہی۔ اور فقہا نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب گیہون اتنے ہون کہ پیمانہ مین ناپے جاسکین اور اگر تھوڑے ہون تو بعض کو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسا ہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہی اور اگر گیہون بعوض گیہون کے اٹکل پر بیچے گئے پھر وہ دونون پیمانہ کیے گئے اور دونون برابر نکلے تو بیع جائز نہ ہوجائیگی اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس جگہ دونون بدلون کا معیار شرعی مین برابر ہونا عقد بیع کے جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہان وقت عقد بیع واقع ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ طعام بعوض طعام مثل کے خریدا اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کردیا اور مشتری نے جو خریدا تھا اُسکو چھوڑ دیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دونون جدا ہوگئے تو ہمارے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور کھانے کو کھانے کے عوض اُسی کی جنس یا اُسکے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے مین دونون کا اسی مجلس مین باہم قبضہ کرلینا ہمارے نزدیک شرط نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر گیہوؤن کو جَو کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ لیکر فروخت کیا تو جائز ہی اگرچہ جَو کے اندر گیہون کے دانہ اسقدر رہون کہ جتنے جَو مین ہوا کرتے

ہین ایسے ہی اگر گیہون کو گیہون کے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہی مگر جبکہ دونون برابر ہون تو جائز ہی اگرچہ ہر ایک مین جو کے دانہ موجود ہون یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ گیہون جو بالیون کے اندر ہین بعوض صاف کیے ہوئے گیہوؤن کے خریدے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ صاف کیے ہوئے گیہون اُس سے زائد ہین تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر گیہوؤن کی چھری گیہوؤن کے عوض پیمانہ یا اٹکل سے فروخت کیا تو جائز ہی بشرطیکہ اُسنے چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اصل مین مذکور ہی کہ اگر زیتون کا تیل بعوض زیتون کے یا تلون کا تیل بعوض تلون کے یا ایسی بکری جسکی پیٹھ پر پشم ہے بعوض پشم کے یا ایسی بکری کو کہ جسکے تھنون مین دودھ تھا بعوض دودھ کے یا شیرہ انگور کو بعوض انگور کے یا تر خرما کو بعوض دوشاب کے یا دودھ کو بعوض روغن کے یا روئی کو بعوض روئی کے بیج کے یا خرما کی گٹھلیون کو بعوض چھوارے کے یا ایسا گھر کہ جسمین سونے کے پتر تھے بعوض سونے کے یا ایسی تلوار کہ جس مین چاندی لگی تھی بعوض چاندی کے یا صاف کیے ہوئے گیہون بعوض ایسے گیہوؤن کے جو بالیون مین ہین فروخت کیا پس اگر خالص یا جدا کیا ہوا پوشیدہ یا ملے ہوئے سے زائد ہو تو بیع جائز ہی اور جو چیز علٰحدہ دی جاتی ہی اگر وہ ملی ہوئی سے کم یا اسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بالاجماع بیع جائز نہین ہی اور یہ حکم یعنے خالص کا زائد ہونا اُسوقت ہی کہ جب دوسرے بدل کا فضلہ کچھ قیمت رکھتا ہو اور اگر اُسکی کچھ قیمت نہو تو بیع جائز ہوگی جیساکہ اگر گھی کو مسکہ کے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہی لیکن جب کہ یہ بات معلوم ہوجاوے کہ خالص گھی اُس گھی کے برابر ہی جو مسکہ مین سے نکلیگا تو بیع جائز ہوگی اور یہ قید یعنے فضلہ کا قیمت دار ہونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صراحۃً روایت کیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کپاس کو بعوض اُسکے سوت کے فروخت کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی اور یہ اظہر ہے اور اگر اوٹی ہوئی روئی کو بے اوٹی ہوئی روئی کے عوض بیچا تو جائز ہی بشرطیکہ یہ بات معلوم ہوجاوے کہ خالص روئی اُس سے زائد ہی جو بے اوٹی ہوئی مین نکلیگی اور اگر بے اوٹی روئی بعوض کپاس کے فروخت کی تو ضرور ہی کہ خالص اُس سے زیادہ ہو جو کپاس مین نکلے گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور کپاس کو روئی کے عوض بالاجماع ہر طرح بیچنا جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور روئی کے سوت کو روئی کے کپڑے کے عوض ہاتھون ہاتھ فروخت کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اسی طرح ہر جنس کا سوت اُسی جنس کے کپڑے کے عوض بیچنا جائز ہی بشرطیکہ ایسے کپڑے وزن سے نہ بکتے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور ایک قفیز تل خوشبو مین بسائے ہوئے کو دو قفیز تل بے بسائے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہی اور زیادتی خوشبو کے مقابلہ مین رکھی جاوے گی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خوشبو کا اعتبار صرف اُسی وقت ہوگا کہ جب اُس سے وزن مین کچھ زیادتی ہو کہ اگر وہ تل خالص رہجاوین تو اُنکا وزن گھٹ جاوے یہ حاوی مین لکھا ہی اور بنفشہ اور خیری کا تیل دو جنس ہین اور مختلف تیلون کے اصول اجناس ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور تل اور زیتون کا تیل دو جنس ہین اور اسی طرح اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلون مین فرق ہوگیا تو اُن کو دو جنس شمار کرینگے اگرچہ اُن کی اصل ایک ہی ہو پس فقہا نے فرمایا کہ بسائے ہوئے تلون کے تیل کی

ایک قفیز کو بے بسائے ہوے تلون کے تیل کی دو قفیزون کے عوض بیچنا جائز ہی اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہی اور زیتون کا ایک رطل تیل کہ جسمین خوشبو ملائی ہو بعوض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا جائز نہین ہی کیونکہ خوشبو زائد ہی پس گویا اُسنے زیتون کا تیل بعوض زیتون کے تیل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر ایک مکوک تل بنفشہ مین پروردہ بعوض پانچ مکوک تل بے پروردہ کے ہاتھون ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہی اور اگر پروردہ پیمانہ مین بے پروردہ کے برابر ہو تو جائز نہین ہی اور اسی طرح جن ستوؤن مین روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو اُنکو بعوض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ایک بکری بعوض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جسکی چربی اور انتڑیان نکال ڈالی گئین ہین خریدی پس اگر دونون برابر ہون تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی۔ اور اگر بعوض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جسکی کھال نہین کھینچی گئی ہی خریدی پس اگر یہ گوشت اُس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی مین ہی یا اُسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہی۔ اور اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہی کہ جائز نہو لیکن جب یہ بات معلوم ہوجاوے کہ یہ گوشت اس بکری کے گوشت سے زائد ہی تو جائز ہی اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی۔ اور استحسانًا ہر حال مین جائز ہی اور یہ قول امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور شرط یہ ہی کہ نقد معین کیا جاوے اور اُدھار جائز نہین ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعوض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہی اور اگر دو زندہ بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز ہی کیونکہ ایسی صورت مین گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جسقدر مسلوختین مین زیادتی ہی وہ غیر مسلوخہ کے سقط کے مقابلہ مین رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز نہین ہی اسلیے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی سود ہوگی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکریان ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدین تو جائز نہین ہے اسواسطے کہ یہان گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہی۔ پس زیادتی سود ہی لیکن اگر دونون وزن مین برابر معلوم ہون تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ گوشت کا اعتبار اپنی اصل پر ہوتا ہے پس گاے اور بھینس ایک جنس ہین کہ ان مین سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہین ہی اور اونٹ مین بختی اور اعرابی ایک جنس ہین اور ایسے ہی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ کچا گوشت پکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہی اور زیادتی حرام ہی لیکن اگر پکے ہوئے گوشت

گوشت مین کچھ مصالح پڑا ہو تو زیادتی حرام نہو گی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اونٹ اور گائے اور بکری کے گوشت اور اُنکے دودھ مختلف جنسین ہین کہ اُنمین بعض کو بعوض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اُدھار مین خیر نہین ہی اور ایسے ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسین ہین کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی سے ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی۔ یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہی اور وہ پیٹ کی چربی اور چکتی کے ساتھ دو جنسین ہین اور ان سب مین اُدھار جائز نہین ہی۔ اور سری اور پائے اور چمڑے کو ہاتھون ہاتھ ہر طرح بیچنا جائز ہی۔ لیکن اُدھار جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور شراب کا سرکہ بعوض شکر کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اور یہی خرمائے دقل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہی۔ یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر سرکہ شیرۂ انگور کے عوض خواہ ایک قسم کا ہو یا زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ شیرۂ انگور ثانی الحال مین سرکہ ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ چھاچ کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھاچ دو حصہ ہو اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہی اور اگر چھاچ ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو اسمین بہتری نہین ہی اس جہت سے کہ تازہ دودھ مین مسکہ زیادہ ہوتا ہی اور یہی کہا گیا ہی کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُسکا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹ جائیگا تو جائز ہی اور اگر کم نہو گا تو اسمین بہتری نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور پرندون کا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور امام ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا ہی کہ اُنھون نے پرند کو بعوض پرند کے گوشت کے اگرچہ دونون ایک قسم کے ہون زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز رکھا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور ایک مرغی کو دو مرغیون کے عوض بیچنے مین کہ جو ذبح کی گئی ہون خواہ وہ بھونی ہوئی ہون یا نہون کچھ ڈر نہین ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی اور مچھلی مین ایک کو دو کے عوض بیچنا جائز ہی کیونکہ مچھلی وزن نہین کی جاتی ہی اور اگر کسی جنس کی مچھلی وزن کی جاتی ہو تو اُسمین سوائے برابر برابر لینے کے بہتری نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور جس شہر مین گوشت وزن سے نہ بکتا ہو وہان ایک تابہ دو تابون کے عوض بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اس باب مین اہل شہر کا حال دیکھا جاویگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض بیچا تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کیونکہ پانی اُن دونون کے نزدیک کیلی یا وزنی نہین ہی تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا اور برف اگر وزن سے بکتا ہو تو اُسکو برف کے عوض بیچنا جائز ہی مگر برابری شرط ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور لوہا اور رانگا اور کانسہ سب مختلف جنسین ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تارون سے بنا ہو اور خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اسمین جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضرور ہی کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور کپڑے کی جنسین اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہین اگرچہ اُنکا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی اور جو مروی

بغداد مین بُنا جاتا ہو وہ اور ہو اور جو خراسان مین بُنا جاتا ہو وہ دوسرا ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور ایسے ہی کتان سے بُنا ہوا اور روئی سے بنا ہوا دو ہین اور ایسے ہی زندیجی اور وذاری دو جنس مختلف ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہو - اور ارمنی نمدا اور طالقانی دو جنس ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - اور روئی کا سُوت کتان کے عوض یا صوف کو بالون کے عوض ایک حصہ کو دو حصون کے ساتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر کوئی اُن مین کا اُدھار ہوگا تو جائز نہوگا کیونکہ یہ وزن سے بکتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اور اسی طرح ریشم کا تاگا روئی کے تاگے کے عوض فقط نقد بیچنا جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اور منتقی مین مذکور ہو کہ روئی کا سوت نرم باریک اسکے کھُرتے کے سوت کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اور جس چھوارے مین سے گٹھلی نکال ڈالی گئی ہو اُسکو بے گٹھلی نکالے ہوئے کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو - اگر نمدے کو صوف کے عوض فروخت کیا پس اگر نمدا ایسا ہو کہ ریختہ ہوجانے کے بعد صوف ہوجائیگا تو اسمین وزن کی برابری کا اعتبار ہوگا اور اگر ایسا نہین ہو تو اعتبار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو - صابون کو صابون کے عوض برابر برابر بیچنا جائز ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو - غلام اور آقا کے درمیان سُود نہین ہوتا ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ غلام پر اتنا قرضہ نہو کہ جتنے کا وہ خود ہو اور اگر ایسا قرضہ ہوگا تو جائز نہوگا اور محیط کی کتاب الصرف مین لکھا ہو کہ غلام اور اُسکے آقا مین سُود نہین ہوتا ہو اگرچہ اس غلام پر قرض ہو کذا فی التبیین اور مدبر اور ام ولد بھی غلام کے مانند ہین بخلاف مکاتب کے کہ اُسکا یہ حکم نہین ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو اور متفاوضین مین سود نہین ہوتا ہو اور ایسے ہی دو شریک عنان اگر مال شرکت مین باہم خرید و فروخت کرین تو بھی سُود نہین ہو اور اگر سوائے مال شرکت کے ایسا کرین تو جائز نہین ہو کذا فی التبیین - اور مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب مین ربوا نہین ہو اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ان دونون مین دار الحرب مین بھی ربوا ثابت ہوتا ہو اور اسی طرح اگر کوئی مسلمان دار الحرب مین امان لیکر گیا اور وہان اُسنے کسی ایسے مسلمان کے ساتھ کہ جو دار الحرب مین ایمان لایا ہو اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی ہو خرید و فروخت کی تو اُسکے ساتھ سود لینا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہو اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز نہین ہو لیکن اگر وہ مسلمان دار الاسلام مین ہجرت کر آیا اور پھر دار الحرب کو لوٹ گیا تو اُس سے سود لینا جائز نہوگا کذا فی الجوہرة النیرہ - اور ایسے ہی اگر دار الحرب مین دو شخص ایمان لائے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو اُنکو باہم سود لینا جائز ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - اور اگر ایسے دو مسلمانون نے دار الحرب مین باہم بطور فاسد بیع کی تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جائز نہین ہو یہ تبیین مین لکھا ہو -

ساتوین فصل - پانی اور برف کی بیع کے بیان مین - جو پانی کنوین اور نہر مین ہو اُسکا فروخت کرنا جائز نہین ہو کذا فی الحاوی - اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ ڈول اور رستی کو اُجرت پر دیدے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور جب اُس پانی کو نکال کر اپنی مشک یا اور کسی برتن مین بھر لیا تو یہ احراز ہو پس اُسکا حقدار ہو گیا

تو مثل پکڑے ہوئے شکار کے اُسمین تصرف اور اُسکو فروخت کر سکتا ہے- یہ ذخیرہ مین لکھا ہے- اور اسی طرح مینھ کے پانی کو اپنے برتن مین محرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور ایسے پانی کا فروخت کرنا جسکو کسی شخص نے اپنے حوض مین جمع کر لیا ہے تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے شرح کتاب الشرب مین ذکر کیا کہ اگر حوض پخۃ کیا ہوا یا تانبے یا پیتل کا ہو تو بیع ہر حال مین جائز ہے پس شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض مین کر لینے کی وجہ سے پانی کا نگاہدار گردانا ہے ولیکن شرط یہ ہے کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جاوے تاکہ مبیع غیر مبیع کے ساتھ مختلط نہو جاوے اور اگر حوض تانبے یا پیتل کا یا پخۃ کیا ہوا نہو تو اسمین مشائخ نے ایسا ہی اختلاف کیا ہے جیسا کہ گرمیون مین برف کے مجمدہ کے اندر برف کے بیچنے مین اختلاف ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مختار اس مسئلہ مین یہ ہے کہ اگر بائع نے اُسکو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اسکے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہین ہے- کذا فی المحیط- اور صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اُسکا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دیوے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے- کسی نے ایک برف کا چہ بچہ بیچا تو اصح یہ ہے کہ بیع جائز ہے خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے- الا پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے مین زیادہ احتیاط ہے- یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے- اور فقیہ ابو نصر محمد بن سلام البلخی سپرد کرنے سے پہلے اور پیچھے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے مین زیادہ مدت نہو جاوے اس طرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دیوے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہین کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ ماوراء النہر کا ہے پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے مین دیکھنے کے وقت خیار رویت ثابت ہوگا پس اگر اُسنے سپردگی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گذرنے پر واقع ہوئی تو اُسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اُسکو خیار رویت حاصل ہے یہ محیط مین لکھا ہے- اگر صرف سینچنے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمد رحمہ نے اس صورت کو ذکر نہین فرمایا ہے اور فقیہ ابو نصر بن سلام نے کہا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر کہتے ہین کہ اسی کی طرف امام محمد رحمہ نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے- کسی نے ایک سقے سے کسی قدر مشکین آب فرات کی خریدین پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگون کا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز استحسانًا اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اُس مشک کی مقدار معلوم نہو تو بیع جائز نہین ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے- اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درم لیکر تو میرے چوپایون کو اتنے مہینہ پانی پلا دے تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکین پلا دے تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکو مشک دکھلا دیوے اور اگر

کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے تیری زمین فراتؔ بھر پانی سے سیراب کر دونگا پھر اسکے لیے نہر کھول کر اُسکو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ اپنے چوپایوں کو میری نہر یا میرے فلان حوض سے پانی پلالے تو یہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

آٹھوین فصل

بیع یا ثمن کے نامعلوم ہونے کے بیان مین جس شخص نے بیع مین ثمن کو مطلق چھوڑ دیا اس طرح کہ مقدار ذکر کی اور صفت ذکر نہ کی تو اُس شہر مین جو نقدی زیادہ چلتی ہوگی اُسی پر بیع واقع ہوگی اور اگر شہر مین نقود مختلف رائج ہون تو بیع فاسد ہو جاوے گی لیکن اگر ان مین سے ایک بیان کر دے تو یا کوئی زیادہ رائج ہو تو وہی لیا جاویگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب ان نقدون کی مالیت مختلف ہو اور اگر مالیت مین برابر ہون تو بیع جائز ہو جاوے گی اور جو مقدار بیان کی ہے وہ ہر قسم کے نقد مین سے لی جا سکتی ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک قسم کے درم آحادی ہون اور دوسری قسم کے ثنائی ہون یا ثلاثی ہون تو ثنائی کے دو یا ثلاثی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہے اور ثنائی یا ثلاثی مین سے ایک کو اُنکے عرف مین درم نہین کہتے ہین بلکہ درم یا احادی مین سے ایک کو یا ثنائی مین سے دو کو یا ثلاثی مین سے تین کو کہتے ہین یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلا ثمن بیچ کر دیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو بیع باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اپنے قرضدار سے کہ جسپر اُسکے دس درم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کپڑا میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین کے باقی دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ کیا یہ کپڑا تو نے میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت مین دس درم مین سے کچھ حصہ مجہول باقی رہا یعنے دس پورے ہونا ضرور نہین بخلاف اسکے پہلی صورت مین دس پورے ہو جاتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ بیع یا ثمن کا نامعلوم ہونا بیع کے جائز ہونے کا مانع ہے جبکہ اس نامعلوم ہونے کے ساتھ سپرد کرنا متعذر ہو اور اگر سپرد کرنا متعذر نہو تو عقد بیع فاسد نہوگا جیسے کہ کسی ڈھیری کے پیمانون کی تعداد معلوم نہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہو کہ یہ کتنے پیمانہ تھی اور جیسے کچھ معین کپڑون کی گنتی نہ معلوم ہو اس طرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور اُن کی گنتی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بیچا اس حساب سے کہ ایک قفیز اُسکی ایک درم کو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسمین سے ایک قفیز کی بیع ایک درم کے عوض جائز ہے اور باقی کی بیع جائز نہین ہے لیکن اُسوقت جائز ہو سکتی ہے کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قفیزین معلوم ہو جاوین پس اُسکو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز کو ایک درم کے عوض سب خریدلے ورنہ سب کو ترک کر دے اور اسکو بیع ایک درم کے عوض لازم ہوگی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح

فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیع ہر قفیز ایک درم کے حساب سے جائز ہے خواہ مشتری کو تمام قفیزین معلوم ہون یا نہ معلوم ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قفیز اسکے دو درم کے حساب سے یا ہر تین قفیز اُسکے تین درم کے حساب سے فروخت کر دی تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ پس اگر مشتری اور بائع مین جھگڑا نہوا یہان تک کہ بائع نے سب کو یا بعض کو ناپ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جسقدر سپرد کیا ہے وہ سب امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو لازم ہوگا اور باقی کی بیع باطل ہوگی اور ایسا ہی اختلاف ہر وزنی چیز مین ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے مین کچھ ضرر نہو جیسے شہد یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور گز سے ناپنے کی چیزون مین اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ سب زمین اسمین سے ہر گز ایک درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ کل کی بیع جائز نہین ہے یعنے نہ ایک گز کی بیع جائز ہے اور نہ باقی کی جائز ہے لیکن اگر مشتری کو تمام گز اسی مجلس مین معلوم ہو جاوین تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر جاننے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع کا فاسد ہونا بڑھ جاویگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی ایک گز ایک درم کے حساب سے سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو کچھ خیار نہین ہے اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ سب کپڑا اسکے ہر دو گز دو درم ہون کے حساب سے یا تین گز اسکے تین درم ہون کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حکم اُن وزنی چیزون کا بھی ہے کہ جنکے ٹکڑے کرنے مین بائع کو مضرت پہونچتی ہو۔ لیکن جو چیزین گنتی کی ہین اُن مین لحاظ کیا جاویگا اگر وہ چیزین باہم قریب برابر کے ہون تو اُنکا حکم وہی ہے جو کیلی اور وزنی مین مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی کی چیزون مین باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا ہر بکری اسکی دس درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اسمین ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ گزون کے ناپنے کی چیزون مین مذکور ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریان اسکی بیس درم کے حساب سے مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو سب کے قول مین بالاتفاق پورے گلہ مین بیع جائز نہین ہے اور اگر مشتری کو اسی مجلس مین سب کی گنتی معلوم ہو گئی اور اسنے بیع کو اختیار کر لیا تو بھی جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر معین ڈھیری مین سے سوائے ایک قفیز کے سب ڈھیری کو بیچا تو سب کی بیع سوائے ایک قفیز کے جائز ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ کہا کہ مین نے اس بکری کے گلہ کو اسمین سے ایک بکری غیر معین کے سوا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک موتی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک مثقال وزن مین ہے پھر مشتری نے اُسکو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد کر دیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ گیہون اور یہ جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزون کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے یہان تک کہ کل قفیزین معلوم ہون اور جب معلوم ہو گئین تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز گیہون کی ایک درم کے حساب سے خرید لے اور صاحبین کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے اور اگر بائع نے کہا

کہ دونون مین سے ایک قفیز ایک درم کو ہی تو ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کہ جسمین آدھے گیہون اور آدھے جَو ہون گے اور باقی کی بیع جائز نہوگی اور جب مشتری کو سب قفیز معلوم ہو گئین تو امام اعظم رہ کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر بائع نے اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دس قفیز ہی اور ہر قفیز ایک درم کو ہی تو ہر ایک آدھے ثمن مین مشتری کو لازم ہوگی یہانتک کہ اگر بعد قبضہ کرنے کے ایک مین عیب پاوے تو فقط اُسکو آدھے ثمن مین واپس کر سکتا ہی۔ اور اگر اس حساب سے بیچا کہ دونون مین سے ایک قفیز ایک درم کو ہی پھر ایک مین عیب پایا تو خاص اُس عیب دار کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی پس اگر گیہون کی قیمت جَو کی قیمت سے دوچند ہو تو جَو کو ایک تہائی ثمن مین اور گیہون کو دو تہائی ثمن مین واپس کرے گا اور اگر بائع نے کہا کہ قفیز دونون مین سے ایک درم کو ہی پس گویا کہ اُسنے یہ کہا کہ ہر قفیز اُن دونون مین سے ایک درم کو ہی اور اگر کسی نے ایک ڈھیری گیہون کی اور ایک گلہ بکریون کا اس شرط پر بیچا کہ ڈھیری دس قفیز ہی اور گلہ مین دس بکریان ہین اس حساب سے کہ ایک بکری اور ایک قفیز دس درم کو ہی پس اگر مشتری نے ہر ایک کو دس پایا تو بیع جائز ہی اور جو گلہ مین گیارہ بکریان پائین تو سب کی بیع فاسد ہی اور اگر گلہ مین دس بکریان پائین اور ڈھیری مین گیارہ قفیزین پائین تو بیع صحیح ہی اور اگر اُسنے ہر ایک کو نو پایا تو بیع جائز ہوگی اور ہر دس کو ایک بکری اور ایک قفیز پر تقسیم کیا جاوے اور جو بکری کہ زائد ہی اُسکے ساتھ ان گیہوؤن مین سے ایک قفیز ملائی جاوے پس جب سب گیہون کا حصہ معلوم ہو جاوے تو اُسمین سے دسوان نکال ڈالا جاوے اور بقیہ ثمن کے عوض سب کو لینے یا ترک کرنے کا وہ مختار ہوگا اور اگر اُسنے گلہ کو نو اور ڈھیری کو دس پایا تو ڈھیری کی ایک قفیز کی بیع فاسد ہوگی کیونکہ اُسکا ثمن معلوم نہین ہی کسواسطے کہ اُسکا ثمن نہین پہچانا جا سکتا مگر اسکے بعد کہ ثمن اُسپر اور اُس بکری پر کہ جو کم ہی تقسیم کیا جاوے اور امام اعظم رہ کے نزدیک جب بعض بیع مین صفقہ فاسد ہو جاوے تو کل مین فاسد ہو جاتا ہی اور صاحبین کے نزدیک کل مین فاسد نہین ہوتا ہی اسلیے نو بکریون اور نو قفیزون مین اُنکے نزدیک بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ قدوری مین لکھا ہی کہ اگر بائع نے کہا کہ یہ گوشت ہر رطل اتنے کے حساب سے مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رہ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ سب کی بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے انگور خریدے اس حساب سے کہ ہر ٹوکرا اتنے کو اور وہ ٹوکرا ان لوگون مین معروف تھا پس اگر انگور ایک ہی جنس کے ہون تو واجب ہے کہ ایک ٹوکرے کی بیع امام اعظم رہ کے نزدیک جائز ہو جیسا کہ ڈھیری مین ہر قفیز ایک درم کے حساب سے بیچنے مین ایک قفیز کی بیع جائز ہوتی ہی اور اگر انگور کی جنسین مختلف ہون تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بالکل بیع جائز نہوگی جیسا کہ بکری کے گلہ مین کسی بکری کی بیع جائز نہین ہوتی اور صاحبین کے نزدیک اگر انگور کی ایک ہی جنس ہو تو سب انگورون کی بیع جس حساب سے اُسنے ذکر کیا ہی جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر جنسین مختلف ہون تو بھی یہی حکم ہی۔ اس طرح صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے اس طرح ذکر کیا کہ

اگر انگور ایک جنس کے ہون تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر کئی جنس کے ہون تو اسمین اختلاف ہی اور فقیہ نے فرمایا کہ مسلمانون پر آسانی کرنے کے واسطے فتوے صاحبین کے قول پر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ اینٹون کا انبار ہر ہزار اینٹ کو دس درم کے حساب سے فروخت کیا تو بیع فاسد ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے ~~تختہ اینٹ~~[12] اسمین سے ایک ہزار اینٹ دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پس اگر اُسنے ہزار اینٹ گن دین تو اُسکی بیع تمام ہو جاوے گی اور جب تک شمار نہین کی ہین تب تک ہر ایک کو دونون مین سے بیع ~~علیحدہ~~[12] سے انکار کرنے کا اختیار رہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور بزازیہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے تاک کے انگور اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک ہزار من ہین پھر معلوم ہوا کہ نو سو من ہین تو بائع کو سومن کا حصہ ثمن حلال ہی اور امام اعظم رح کے قیاس کے موافق باقی کا عقد فاسد ہو جائیگا یہ بحر الرائق ~~لکھتین مین~~[12] لکھا ہی۔ اور اگر بیع کیلی ہو اور سب پیمانون کا شمار بتلادیا تو جسقدر پیمانون کا ذکر کیا ہی اُنھین کے ساتھ عقد متعلق ہوگا مثلاً کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ ڈھیری اس شرط پر فروخت کی کہ یہ سو قفیز ہی کہ ہر قفیز اسمین کی ایک درم کو ہی یا یون کہا کہ سو قفیز سو درم کو ہی اور ہر قفیز کا ثمن بھی علیحدہ بیان کیا یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مشتری نے بائع کے کہنے کے موافق پایا تو بیع ہو اور وہ مشتری کا ہو جاویگا اور اسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے ڈھیری کو سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادتی بیع مین داخل نہوگی بلکہ بائع کی ہوگی اور مشتری کو سو درم کے عوض اُسی قدر ملے گا کہ جسقدر بائع نے بیان کیا ہی اور اس صورت مین بھی اُسکو خیار حاصل نہوگا اور اگر اسکو مشتری نے سو قفیز سے کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکو بعوض حصۂ ثمن کے لے لے ورنہ ترک کر دے اور حصہ نقصان کو خواہ ہر قفیز کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا کل کا ایک ہی ثمن بیان کیا ہو ہر طرح دیدیگا اور مقصود پہلے کیل سے متعین ہو جاویگا اور جو اسکے بعد ہین اُنکا اعتبار نہین اور یہی حکم سب کیلی چیزون مین اور سب وزنی چیزون مین ہی کہ جنکے ٹکڑے کرنے مین مضرت نہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک کپڑا دس درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی یا کوئی زمین سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ وہ سو گز ہی پھر مشتری نے اسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے اُسکو زیادہ پایا تو وہ مشتری کا ہوگا اور بائع کو خیار نہوگا اور کم پانے کی صورت مین وصف مرغوب فوت ہو جانے سے بسبب اختلال رضامندی کے مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہی مگر ثمن ~~مین~~ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا یا یہ زمین تیرے ہاتھ اس شرط پر کہ یہ دس گز ہی ہر گز کو ایک درم کے حساب سے فروخت کیا پھر مشتری نے اُسکو دس گز پایا تو وہ دس درم کے عوض اُسکے ذمہ پڑیگی اور اُسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے اُسکو پندرہ گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو سب کو ہر گز ایک درم کے حساب سے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اُسنے نو گز یا اُس سے کم پایا تو اُسکو اُسکے حصہ ثمن کے عوض اگر چاہے تو خرید لے یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز ایک درم کے حساب سے خریدا پھر اُسکو ساڑھے دس گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو دس درم کو خرید لے ~~اسکو اختیار ہی~~[12]

اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو نو درم کے عوض لے لینے کا اختیار ہے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو گیارہ درم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو دس درم کے عوض لینے کا اختیار ہے اور امام محمد رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو ساڑھے دس درم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو ساڑھے نو درم کو لے سکتا ہے اور ان قولون مین سے امام اعظم رح کا قول صحیح ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم گزون سے ناپنے کی اُن چیزون مین ہے کہ جنکے کنارون مین تفاوت ہوتا ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اسکے کنارون مین تفاوت نہو جیسے کہ کرباس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے بعوض کسی قدر دامون کے خریدے اور اُسکو زائد پاوے تو زیادتی مشتری کو نہ دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور یہی حکم گزون سے ناپنے کی سب چیزون مین ہے جیسے لکڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزنی چیز کا ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہوتا ہے جیسے پیتل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یون کہے کہ مین نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہے پھر مشتری نے اُسکو ناقص یا زائد پایا تو اسکا وہی حکم ہے خواہ بائع نے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارہ سے اس کنارہ تک بیچتا ہون اور وہ تیرہ گز ہے اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور بائع نے کہا کہ مین نے غلطی کی تو اُسکے کہنے پر التفات نہ کیا جاویگا اور یہ کپڑا اُسی ثمن کے عوض جو اُسنے بیان کیا ہے قاضی کے حکم مین مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ ہونی چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اُسکا وزن سو مثقال ہے دس دینار کو خریدی اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے پھر مشتری نے اُسکا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملے گا اور ثمن مین کچھ زیادتی نہ کیجاویگی اور اگر اُسکو مشتری نے اسّی یا نوّے مثقال پایا تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن علٰحدہ بیان کر دیا اور کہا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہے کہ ہر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہے اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُسکا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن مین پانچ دینار زیادہ کرکے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اُسکو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیع باطل ہوجاوے گی اور باقی مین مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دس دینار کے عوض اُسکا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہوجاوے ورنہ سب کو واپس کرکے اپنے دینار پھیر لے اور اگر مشتری نے اُسکو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہوگیا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کرکے اپنے سب دینار پھیر لے یا راضی ہوجاوے اور ثمن مین سے پانچ دینار واپس کر لے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعوض درہمون کے خریدی تو اُسکا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے [illegible] ڈھلی ہوئی چیز کو اُسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو

زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن کو بڑھاوے ورنہ ترک کردے اور اگر جدا ہونے کے بعد اُس سے آگاہ ہوا تو بیع باطل ہوجاوے گی کیونکہ مقدار زائد کے مقابل حصۂ ثمن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسپر راضی ہوکر اپنے ثمن کی زیادتی واپس کرلے ورنہ سبکو واپس کردے خواہ بیع کے وقت ایک درم کے وزن کو ایک درم کے حساب سے بیچنا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہے۔ اور گنتی کی چیزون مین حکم یہ ہے کہ اگر گنتی کی چیزین باہم قریب برابر برابر کے ہون جیسے اخروٹ اور انڈے تو اُسکا حکم کیلی اور وزنی چیزون کا حکم ہے پس اگر سب کا ایک ثمن یا ہر ایک کا علحدہ ثمن بیان کیا ہو تو عقد بیع اُسکی مقدار سے متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزین باہم متفاوت ہون جیسے بکری اور گاے وغیرہ پس اگر اُس نے ہر ایک کا علحدہ ثمن بیان نہ کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سو ہین یا اُسنے ہر ایک کا ثمن علحدہ بیان کردیا مثلاً اسی صورت مین یون کہا کہ ہر بکری دس درم کو ہے پس اگر مشتری نے موافق کہنے کے سو بکریان پائین تو خیر اور اگر زیادہ پائین تو سب کی بیع فاسد ہوجائیگی خواہ ہر ایک کا ثمن علحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اسنے کم پائین پس اگر ہر ایک کا ثمن علحدہ بیان نہین کیا ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علحدہ بیان کردیا ہے تو بیع جائز ہے ولیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو بعوض اُس ثمن کے جو بیان کیا ہے خریدلے ورنہ ترک کردے اور یہی حکم سب عددی چیزون مین جو باہم بہت متفاوت ہون جاری ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا اسکی ہر دو بکریان بیس درم کے حساب سے فروخت کین اور سب بکریون کی تعداد ایک سو تبلائی تو بیع فاسد ہے اگرچہ اُسکو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہے پھر اسکو دس قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہین ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے کم ہے پھر اُسکو دس سے کم پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا زیادہ پایا تو جائز نہین ہے اور امام ابویوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جائز ہے اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے تو سب صورتون مین بیع جائز ہے یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہے۔ اور اگر گیہوؤن کو اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک کُر سے کم ہین یا اُس سے زیادہ ہین پھر اُسکو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر پورا کُر پایا تو بیع فاسد ہوجاویگی اور اگر گیہوؤن کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کُر یا اُس سے کم ہین تو ہر طرح جائز ہے اور مشتری کے ذمہ لازم ہون گے کیونکہ اگر اُسنے پورا کُر یا اُس سے کم پایا تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع مین داخل نہوگی اور اُسکو ایک کُر بعوض سو درم کے ملے گا اور اسی طرح اگر اُن گیہوؤن کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کُر یا اُس سے زائد ہین تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب اُسنے کم پائے تو حصۂ نقصان کو نکال ڈالیگا اور اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر گیہوؤن کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک کُر ہین پھر اُن کو ناپا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا عقد امام اعظم رحمہ کے نزدیک فسخ ہوجائیگا اور یہی صحیح ہے اور اسی بنا پر اگر

سو اخروٹ ہر اخروٹ ایک پیسہ کے حساب سے خریدے پھر بعضے اخروٹ خالی پائے تو عقد بیع جائز نہوگا کذا فی الحاوی - اور فساد بیع باقی کی طرف متعدی ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اسی طرح اگر سو انڈے ہر انڈا ایک دانگ کے حساب سے خریدے اور بعضے انڈے گندے پائے تو گندے انڈون کا عقد فاسد ہو جائیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ فساد باقی کی طرف متعدی ہوگا اور اگر کسی نے کچھ انگور معین کسی خاص انگور کے باغ کے اس شرط پر خریدے کہ یہ اتنے من ہین پھر انکو اسی قدر یا اس سے کم یا زیادہ پایا تو پہلے مسئلہ پر قیاس کرکے اسکی سب صورتون کا حکم نکلتا ہے - یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک کپڑون کی گٹھری اس شرط پر کہ یہ دس کپڑے ہین فروخت کی پھر ایک کپڑا گھٹا یا بڑھا پایا تو بیع فاسد ہوگئی کذا فی الکافی اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کردیا گیا تھا اور پھر گھٹا تو باقی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور اگر بڑھا تو بیع فاسد ہو جاوے گی اور بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک گھٹنے کی صورت مین بھی بیع فاسد ہو جاوے گی اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت مین جائز ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے - کسی شخص کے پاس گیہون یا کوئی ناپ کی دوسری چیز تھی یا تول کی جنس تھی کہ اس شخص کے نزدیک وہ چار ہزار من تھی اور اسنے اسکو چار شخصون کے ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ اس مین سے ایک ہزار من بعوض ثمن معلوم کے فروخت کی پھر اسمین کمی پائی تو بعضون نے کہا کہ چارون مشتریون کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہین تو موجودہ کو بعوض حصۂ ثمن کے لے لین ورنہ ترک کردین اور ٹھیک جواب وہ ہے جو بعضون نے دیا ہے کہ اس مین تفصیل ہے کہ اگر بائع نے ان سب کے ہاتھ ایکبارگی بیچا تھا تو البتہ یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر اسنے آگے پیچھے بیچا تھا تو گھٹی پچھلے مشتری پر پڑے گی پہلون پر نہ پڑیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جسقدر پاتا ہے اسکو لے ورنہ ترک کردے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک مشک زیتون کا تیل سو درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ مشک اور جو کچھ اسمین تیل ہے سب اسکا ہوگا بشرطیکہ اس سب کا وزن سو رطل ہو پھر مشتری نے اسکو وزن کیا تو سب نوے رطل نکلا کہ جسمین بیس رطل کی مشک اور ستر رطل تیل تھا تو نقصان خاص کر تیل مین شمار ہوگا پس ثمن کو مشک کی قیمت اور اسی رطل تیل کی قیمت پر تقسیم کرینگے پس جو کچھ تیل کے حصہ مین پڑیگا اسمین سے نقصان طرح دیکر باقی مشتری پر واجب ہوگا ولیکن مشتری کو باقی مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکو اس ثمن پر جو ہم نے بتلایا ہے خرید لے ورنہ ترک کردے اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک سب کا عقد فاسد ہو جانا چاہیے اور اگر مشتری نے مشک کو ساٹھ رطل اور تیل کو چالیس رطل پایا پس اگر لوگون کی آپس کی خرید و فروخت مین مشک اس مقدار کو نہین پہونچا کرتی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن مین لیلے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری نے مشک کو سو رطل اور تیل کو پچاس رطل پایا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر مشک کا وزن بیس رطل اور تیل کا وزن سو رطل پایا تو مشک اور اسی رطل تیل بعوض پورے ثمن کے مشتری کے ذمہ لازم ہوگا اور باقی بائع کو واپس کردیگا اور اسی طرح اگر مشک علحدہ تھی اور تیل علحدہ تھا پھر مشتری نے ان دونون کو ایک ساتھ ملا کر خریدا تو اسکا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہوگا جو مذکور ہوئی ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کسی شخص نے زیتون کا تیل اس شرط پر خریدا کہ اسکو میرے برتن مین وزن کریگا اور برتن کے

برون کے بدلے پچاس رطل کم لگاتا جائیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر اس شرط پر خریدا کہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہی اُسقدر کم کیا جائیگا تو جائز ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی برتن میں زیتون کا تیل اور دوسرے برتن مین سے گھی خریدا اور دونون کو دونون برتن کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سو رطل ہین پھر گھی کو چالیس رطل اور تیل کو ساٹھ رطل پایا تو تیل مین سے دس رطل بائع کو واپس کر دیگا اور گھی کے ثمن مین سے دس رطل کا ثمن کم کرلے گا اور اسی طرح اگر ایک گون کے گیہون اور دوسری گون کے جو بغیر گون کے اس شرط پر خریدے کہ یہ سب سو من ہین تو اسکا حکم بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر سو کو تین کیل چیزون کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع مین ہر قسم کی چیز سو کی ایک تہائی واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک معین برتن کہ جسکی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جسکی مقدار معلوم نہو دونون کے اندازہ پر بیع کرنا جائز ہی اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جائز نہین ہی اور اول اصح ہی کذا فی الکافی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ برتن منکبس یا منقبض یا منبسط نہوتا ہو اور اگر منکبس ہوتا ہو جیسے زنبیل اور ٹوکری وغیرہ تو جائز نہین ہی لیکن صرف پانی کی مشک مین استحسانا بسبب لوگون کے تعامل کے جائز ہی اور اسی طرح اگر پتھر کے ریزہ ریزہ ٹوٹ کر جھڑتے ہون تو بھی جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر ایسی چیز کے وزن کے اندازہ سے بیچا کہ جو خشک ہوکر کم ہوجاتی ہی جیسے خربزہ ککڑی وغیرہ تو بھی جائز نہین ہے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور ایسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہی کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال پر باقی رہے پس اگر بیع کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہوگیا تو بیع فاسد ہوجاوے گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ کسی شخص کے پاس ایک درم موجود تھا اور اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین مثلا یہ کپڑا تجھ سے اسکے عوض خریدتا ہون اور یہ اشارہ اُس درم کی طرف کیا پھر بائع نے اُس درہم کو ستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہمیانی لایا اور کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اس ہمیانی کے یا بعوض اُس چیز کے جو اس ہمیانی مین ہی خریدی پھر بائع نے جو ہمیانی مین تھا اُسکو اُس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُسکو واپس کرکے جو نقد اُس شہر مین جاری ہی لے لیوے اور اگر اُسنے اُسمین اُسی شہر کا نقد پایا تو اُسکو اختیار نہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اُس چیز کے جو اس خم مین ہی خریدی پھر بائع نے وہ درم جو اُس خم مین تھے دیکھے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور یہ خیار خیار رکیت کہلاتا ہی نہ خیار رویت کیونکہ خیار رویت نقود مین ثابت نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کوئی چیز اُسکی رقم کے ساتھ خریدی (یعنے ایسی علامت بنائی گئی کہ جس سے ثمن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اسکے بعد اُسی مجلس مین معلوم ہوجاوے تو عقد جائز ہوجاویگا اور امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے تھے کہ اگر اُسی مجلس مین اُس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہوجائے گا ولیکن اگر بائع برابر اپنی رضامندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اسکے ساتھ راضی ہوا تو رضامندی طرفین کے سبب سے دونون مین عقد ابتدائی منعقد ہوجاویگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر آگاہی سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو عقد باطل ہوگا اور اسی طرح اگر یون

فروخت کیا کہ مین نے اُسی قدر کو بیچا جتنے کو فلانے نے بیچا ہے اور بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہین جانتا ہے پس اگر مشتری اُسی مجلس مین آگاہ ہو گیا تو عقد صحیح ہے ورنہ باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اُسکی رقم کے ساتھ خریدا پھر بائع نے ثمن بیان کرنے سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے بیع کرنا جائز ہے اور اگر بائع نے پہلے مشتری کو ثمن سے آگاہ کیا اور ہنوز اُسنے بائع کو اجازتی جواب نہ دیا تھا یہان تک کہ بائع نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہے اور اگر مشتری کے ثمن سے آگاہ ہونے سے پہلے اُس کپڑے کو تلف کر دیا تو اُسکو قیمت دینی پڑیگی کذا فی الظہیریہ۔ اصل مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ چیز تجھ سے اتنے کے برابر کہ جتنے کو لوگ بیچا کرتے ہین لے لی تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مثل اتنے دامون کے لیتا ہون جتنے کو فلانے نے خریدا ہے پس اگر دونون کو عقد بیع کے وقت اُن دامون کی مقدار سے آگاہی ہو گئی تو بیع جائز ہوگی اور اگر دونون آگاہ نہوے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر اسکے بعد پھر دونون کو آگاہی ہوئی پس اگر یہ آگاہی اُسی مجلس مین ہوئی تو عقد بیع جائز ہو جاویگا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کیونکہ جو ثمن مشتری پر لازم آتا ہے وہ فی الحال ہی ظاہر ہوا اور ایسے خیار کو خیار تکشیف الحال کہتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور شرح طحاوی مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز مثل اُن دامون کے جتنے کو فلانے نے فروخت کی ہے فروخت کی پس اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جسکے بھاؤ مین فرق نہین پڑتا ہے جیسے روٹی اور گوشت تو جائز ہے اور اگر زطی کپڑون کی گٹھری بعوض اُسکی مانند قیمت یا حکم کے خریدی تو بسبب جہالت کے جائز نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو دہ گیارہ کے نفع پر بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ بائع نے کتنے کو خریدی ہے تو بیع فاسد ہے یہان تک کہ مشتری اس سے آگاہ ہو پھر یا بیع کو اختیار کریگا یا ترک کر دیگا یہ ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے پس اگر مشتری آگاہ ہو کر راضی ہو گیا تو بیع جائز ہو جاویگی اور ابن سماعہؒ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ سے یہ روایت کی کہ یہ بیع فاسد ہے اور اُسکے معنی یہ ہین کہ بیع اجازت پر موقوف ہے اور اگر مشتری نے آگاہ ہونے سے پہلے اُسپر قبضہ کرکے اُسکو آزاد یا فروخت کر دیا یا مشتری مر گیا تو آزاد کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ بیع قرابت کے حکم سے مشتری کی طرف سے آزاد ہو گئی اور مشتری کو قبضہ کر لینے تک اُسکے ثمن سے آگاہی نہوئی تھی تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اور کسی دار یا حمام کے دس گز کا بیچنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے جبکہ دار فقط سو گز ہو اور امام صاحب کے نزدیک اسطرح کہنا کہ دس گز سو گزون مین سے یا نہ کہنا اصح قول کے موافق دونون برابر ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور صاحبین کے قول کے موافق اگر بائع نے تمام گز نہ بیان کیے ہون تو مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی خاص دار کے دس حصون مین کا ایک حصہ فروخت کیا تو اُسکے جائز ہونے پر اجماع ہے اور اگر کہا کہ ایک گز اس خاص دار مین کا فروخت کیا پس اگر یہ بیان کر دیا کہ اس طرف سے لیکن ہنوز یہ نہ بتلایا کہ وہ کس جگہ کا گز ہے تو بیع منعقد ہوگی لیکن نافذ نہوگی حتے کہ بائع پر سپرد کرنے کے واسطے جبر

نہ کیا جاویگا اور اگر اُس گز کا موضع کسی طرف سے معین نہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر بالکل جائز نہین ہی اور صاحبین کے قول پر جائز ہی اور وہ دار ناپا جاویگا اگر دس گز نکلے تو مشتری دار کے دسوین حصہ کا شریک ہوجاویگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ صاحبین کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ یہ بیع اُن کے نزدیک جائز ہی اور اگر ایک دار مین کا ایک حصہ فروخت کیا اور اُسکا موضع معین نہ کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ یہ جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ مین نے اس کپڑے مین سے ایک گز تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا موضع معین نہ کیا یا یہ کہا کہ مین نے اس لکڑی مین سے ایک گز تیرے ہاتھ بیچا اور اُسکا موضع معین نہ کیا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہی کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جیسا کہ دار کے مسئلہ مین مذکور ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی لکڑی یا کپڑے مین سے ایک گز کسی جانب معلوم سے خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر بائع نے اُسکو کاٹ کر مشتری کے سپرد کردیا تو بیع بھی جائز نہین ہی لیکن اگر مشتری اُسکو قبول کر لے تو جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہی کہ یہ جائز ہی [یعنے لازم نہین ہی ۱۲] اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ یہ فاسد ہی لیکن اگر کاٹ کر اُسنے مشتری کے سپرد کردیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے لینے سے انکار کرے یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے کہا کہ مین نے اس گھر مین سے اپنا حصہ تیرے ہاتھ اتنے کو فروخت کردیا تو جائز ہی بشرطیکہ مشتری اُسکے حصہ کی مقدار کو اُس گھر مین سے جانتا ہو اگرچہ بائع اُسکو نہ جانتا ہو ولیکن بائع کا مشتری کے قول کی تصدیق کرنا شرط ہی اور اگر مشتری اسکے حصہ کو نہ جانتا ہو تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہی خواہ بائع کو اُسکا علم ہو [یعنے جسقدر مشتری مقدار بیان کرتا ہی] یا نہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک جزو یا پانچ سہمون مین سے یا دو سہم اُن مین سے یا اپنا نصیب اُن مین سے یا اپنا نصیب پانچ نصیبون مین سے یا ایک جزو یا ایک نصیب اُسمین سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک استحساناً جائز ہی قیاساً جائز نہین ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی - کسی نے دوسرے شخص سے [یعنے دالان یا صحن سے] ایک میدان یا زمین خریدی اور بائع نے اُسکے حدود ذکر کردیے اور طول اور عرض کو گزون کی پیمایش سے ذکر نہ کیا تو جائز ہی - مشتری نے جب حدود کو جان لیا اور ایسا ہی کو نہ جانتا تو جائز ہی اور اگر حدود کو ذکر نہ کیا اور مشتری نے حدود کو نہ پہچانا تو درحالیکہ دونون پوری بیع کو پہچانتے ہون بیع جائز ہی بشرطیکہ دونون باہم اختلاط نہ کرین یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی زمین کے گڑھے کے اندر کچھ گیہون بھرے ہوئے تھے اُنکو کسی شخص نے فروخت کیا حالانکہ مشتری اُن گیہوؤن کی مقدار نہین جانتا ہی اور نہ اُس کھتے کی انتہا جانتا ہی تو مشائخ نے کہا کہ مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر مشتری کو کھتے کی انتہا معلوم ہی ولیکن گیہوؤن کی مقدار نہین معلوم ہوئی تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُس کھتے کے نیچے دکان یا اُسکے مانند کوئی چیز نکلے تو ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سو بکریان بعوض ان سو بکریون کے ہر ایک بکری ایک بکری کے عوض فروخت کی تو بیع فاسد ہی - کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گاے جو زندہ ہی ہر رطل ایک درم کے حساب سے فروخت کی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہوگئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ بکری ہر تین رطل

ایک درم [illegible] اپنا [illegible] اس قدر اسکے [illegible] چیز کے فروخت کی تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر [illegible] اپنا [illegible]
رطل بیان کر [illegible] اور مشتری نے اس سے ہر تین رطل ایک درم کے حساب سے خریدے تو بھی باطل ہے [illegible]
اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ [illegible] اسکے [illegible] ہزار درہمون کے عوض بیچا تو باطل ہے [illegible]
کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ غلام اتنے کو بیچا اور اسکا نام نہ لیا اور نہ اسکو مشتری نے نہین
دیکھا ہے تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچا تو بیع فاسد ہے بشرطیکہ بائع کے
دوسرا غلام بھی ہو پس اگر بائع اور مشتری دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ مبیع یہ غلام ہے تو بیع جائز ہوگی
اور قولہ بیع جائز ہوگی اسکے معنی مین مشائخ کا اسطرح اختلاف ہے کہ بعضون نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلی بیع اتفاق
کے وقت جائز ہوجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ دوسری بیع دست بدست منعقد ہو جاویگی نہ یہ کہ پہلی منقلب
ہوکر جائز ہوجاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور شرح کتاب الاتفاق مین ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ
اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اسکا ایک ہی غلام ہے پس اگر اُسنے کہا کہ اپنا غلام جو فلان مکان مین موجود ہے
فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک
بیع جائز نہین ہے شیخ رحمہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سب
جو کچھ اس دار مین ہے غلام اور چوپایے اور کپڑے سب فروخت کر دیے اور مشتری نہین جانتا کہ دار کے اندر کیا
کیا چیز ہے تو بیع فاسد ہوگی اور بجاے دار کے ذکر جسکا ترجمہ جا بجا گھر کیا گیا ہے) بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی
اپنے حال پر رہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلا ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیریہ۔

نوین فصل اُن چیزون کی بیع کے بیان مین جو دوسری چیز سے متصل ہون اور ایسی بیع کے بیان مین
جس مین استثنا ہو جو دودھ تھنون کے اندر ہے یا جو بچہ پیٹ مین ہے اُسکا بیچنا جائز نہین ہے اور اُس پشم کا
جو بکری کی پیٹھ پر ہے روایت مشہورہ مین جائز نہین ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر عقد واقع ہونے کے بعد
بائع نے پشم یا دودھ کو سپرد کر دیا تو بھی جائز نہین اور وہ عقد صحیح نہوجاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور
جانورون کی جفتی مین بیع بالکل نہین ہوتی ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ گیہون جو بالیون کے اندر موجود ہین انکا
بیچنا ناپ اور تول دونون طرح سے جائز ہے اگرچہ ہنوز دانہ سخت نہ ہوے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور بیع مزابنہ
جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوارے درخت پر لگے ہوے ہین اُنکو ٹوٹے ہوے چھوارون کے عوض انھین کے
کیل کے مثل پر اندازہ کوت سے فروخت کرے اور بیع محاقلہ بھی جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ بالیون کے
گیہوؤن کو اُنھین کے مثل پیمانہ پر اندازہ کوت کرکے گیہوؤن کے عوض فروخت کرے یہ نہر الفائق مین لکھا
ہے۔ اگر ایسے گیہوؤن کا بھوسہ خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر روندنے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے
یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور بیع ملامسہ بھی جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکاوین اور دونون
کا اس بات پر اتفاق ہوجاوے کہ جب مشتری اُس چیز کو چھولے تو بائع کی طرف سے بیع ہوگئی اور کنکری
پھینکنے کی بیع بھی جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ کنکری پھینکے اور وہان چند کپڑے رکھے ہون پس جس
کپڑے پر کنکری جا پڑے وہی مبیع ہے اور اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ وہ معین ہو یا غیر معین ہو سمجھنے یہ

[Right margin note: ۷ [illegible] بطور بیع کے [illegible] مسئلہ [illegible]]

بیع

فرق معتبر نہین ہے ولیکن یہ ضرور چاہیے کہ وہ دونون پہلے سے ثمن پر راضی ہولین اور بیع منابذہ بھی جائز نہین ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونون مین سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکنے کو نہ دیکھا اس بنا پر کہ یہ پھینکنا بیع ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ گیہوں کا درخت بعوض گیہوں کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر سیپ فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر خربوزے کے اندر کے بیج کسی نے خریدنا چاہے اور بائع نے فروخت کر دیے اور خربوزہ والا اس بات پر راضی ہوگیا کہ خربوزہ تراش دے تو بیع باطل ہے بالکل جائز نہین ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور اسی طرح اگر چھوارے کے اندر کی گٹھلی اور تلی کے اندر کا تیل اور زیتون کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بائع نے اسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو بھی جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی جلاہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عمامہ اپنے ریشم سے تیار کر دے اور اسنے بن دیا پھر اس سے وہ ابریشم جو اسنے عمامہ مین بنا ہے خرید کیا تو جائز ہے یہ تتمہ مین لکھا ہے۔ اور عیون مین لکھا ہے کہ اگر مٹکا جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہے کہ جسکا نکالنا بدون دروازہ توڑنے کے ممکن نہین ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لاکر سپرد کرے اور اگر مشتری نے جانا کہ بیت کے اندر بائع اسکو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہین رکھتا ہے پس اگر بدون توڑنے کے قدرت نہین رکھتا ہے تو اسکو توڑیگا اور نکالیگا اور بعضون نے کہا کہ بیع باطل ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر اس خاص کپاس کے جوبٹ فروخت کیے تو جائز نہین ہے اور منتقی مین لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کھال اور اوجھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہین ہے پس اگر اسکے بعد بائع نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جدا کرکے دے دیا تو عقد جائز نہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے شہتیر جو چھت مین پڑا ہوا ہے یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم مین سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ مین سے یا تلوار کی چاندی کہ جو بلا ضرر نہین چھوٹ سکتی ہے یا آدھی کھیتی کہ جو ابھی پکی نہ تھی یا دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہین پس اگر بائع اس بات پر راضی ہوگیا کہ شہتیر اکھاڑ دے یا کپڑے اور لکڑی مین سے ایک گز قطع کر دے یا تلوار مین سے چاندی جدا کر دے یا کھیتی کو جبکہ سب اسی کی تھی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ بائع کوئی ایسا فعل کرے بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے بائع نے کوئی فعل ان مین سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہوجائیگا اور اسکو خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ دیوار مین سے شہتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے۔ اور انگوٹھی کے اندر نگینہ فروخت کرنے کی دو صورتین ہین کہ اگر اسکے نکالنے مین ضرر ہو تو بیع جائز نہو گی اور انگوٹھی اگر مشتری کے قبضہ مین ہو تو امانت رہیگی اور اگر اسکے قبضہ مین تلف ہو جاوے تو کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اسکے نکالنے مین کچھ ضرر نہو تو جائز ہے اور اس صورت مین اگر انگوٹھی اسکے پاس تلف ہو جاوے تو اسپر نگینہ کا ثمن واجب ہوگا

یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے انگوٹھی کے اندر ایک نگینہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان مین سے بدون ضرر کے نہین نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اسکا مالک ہوگا یا یہ بیع موقوف ہی تو امام محمد رح نے جدا کردینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیع موقوف رہیگی مشتری مالک نہوگا تاوقتیکہ بائع کو اسمین خیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنے بیع کے اکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اسکا ایسا حال ہوجاوے کہ بائع اسکے سپرد کرنے سے انکار نہ کرسکتا ہو تو مشتری مالک ہوجاویگا اور اگر مشتری نے اسمین کچھ جھگڑا نہ کیا یہان تک کہ بائع نے پوری انگوٹھی یا بیت دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرکے اسکے سپرد کردیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیع کو توڑ دیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین اس جنس کے مسئلون کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہی کہ جن چیزون مین ہم بائع پر یہ جبر کرسکتے ہین کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا بر اس بیع کے اسپر قبضہ کرلیا اور وہ ضائع ہوگئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور جن چیزون مین ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہین کرسکتے اور بائع نے اسکے سپرد کردی تو مشتری قابض نہوگا اور ضائع ہوجانے کی صورت مین اسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کچھ صوف جو بچھونے مین بھرا ہوا ہو فروخت کیا اور بائع نے اسکے اودھیڑنے سے انکار کیا پس اگر اسکے اودھیڑنے مین ضرر ہو تو جائز نہین ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہی پس اگر اودھیڑنے کے باب مین دونون اختلاف کرین تو بائع پر واجب ہوگا کہ تھوڑا سا اودھیڑ کر مشتری کو دکھلاوے پس اگر وہ دیکھکر راضی ہوگیا تو باقی اودھیڑنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جاویگا اور اسی طرح زمین کے اندر گاجر کی بیع کا بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور دوکان کے اندر کی عمارت اور زمین کے درختون کی بیع کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہی کہ اسکے جدا کرنے مین بائع کی ملک کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے کہا کہ اگر بالفرض مین نے ایک شہتیر غصب کرلیا اور اسکو ایک بیت کی چھت مین ڈالا یا مین نے کچھ پختہ اینٹین غصب کرلین اور اس سے ایک دار بنایا یا مین نے ایک چوکھٹ غصب کرلی اور اسکو ایک دروازہ مین لگایا پھر مین نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کردیا تو کیا ایسی بیع کو آپ جائز سمجھتے ہین اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور مشتری کو اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی کاشتکار کی کسی شخص کی زمین مین عمارت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنا یا درخت تھا تو جائز ہی بشرطیکہ زمین مین چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کھیت کی گوڑائی یا نہر کا اگارنا یا اسکے مثل ہووے تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بیع کوئی دار یا زمین ہو کہ جو دو شخصون مین بلاتقسیم مشترک ہو پھر ایک نے اسمین سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کردیا تو بیع جائز نہین ہی نہ اسکے حصہ کی اور نہ اسکے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اسنے دار یا زمین مین سے اپنا پورا حصہ فروخت کردیا تو بیع جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور پانی بہنے کے راستہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہین ہی

ط کسی قسم کی تقسیم ہوکر حصے آباد و اپنی مقصود ... ۱۲

اور گزرگاہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک ایسی باندی کہ جسکے پیٹ مین بچہ تھا کہ جسکے حق مین یا یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلان شخص کو دیا جاوے فروخت کردی پھر جس شخص کو دیدینے کے واسطے وصیت کی گئی تھی اُسنے بیع کی اجازت دیدی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جنی تو اُس شخص کو ثمن مین سے کچھ نہ ملے گا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی تو ثمن مین سے اُسکا حصہ ہوگا لیکن اگر قبضہ سے پہلے وہ بچہ مرگیا تو کچھ حصہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی اور اُس شخص نے کہ جسکے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیع کی اجازت نہ دی یا بچہ کو آزاد کردیا تو اب مشتری باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا اور بچہ جننے کے بعد اُس شخص کا اجازت دینا کسی حال مین صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر بیع مین سے ایسی چیز کو استثناء کیا کہ جسکا جدا بیچنا جائز ہی تو استثناء جائز ہوگا چنانچہ اگر ایک ڈھیری فروخت کی مگر ایک صاع اُسمین سے یعنے ایک صاع کا استثناء کیا یا یون کہا کہ مین نے یہ مٹکا سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس سیر۔ اسی طرح اگر کوئی عددی چیزین ہون کہ جو باہم قریب ہین اور اُن مین سے استثناء کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر بیع مین سے ایسی چیز کا استثناء کیا کہ جسکا الگ بیچنا جائز نہین ہی تو استثناء صحیح نہوگا جیسے کوئی باندی بدون اُسکے حمل کے یا کوئی بکری بدون اُسکے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریون کا بدون ایک بکری کے یا چاندی چڑھی ہوئی تلوار بدون اُسکے چاندی کے فروخت کی تو بیع جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی عمارت یا دار فروخت کرنے مین اُس مین کی لکڑی کو استثناء کیا یا کچی اور پکی اینٹین اور مٹی کو استثناء کیا تو جائز ہی بشرطیکہ مشتری نے اُسکو توڑڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر درخت پر لگے ہوے پھل فروخت کرنے مین اُس مین سے چند رطل معلومہ کا استثناء کیا تو جائز نہین ہی اور اگر پھل ٹوٹے ہوے ہون اور سب کو فروخت کرنے مین اُسمین سے ایک صاع کا استثناء کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ روایت امام حسن بن زیاد کی ہی اور یہی قول طحاوی کا ہی اور ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہونا چاہیے اور اگر ایک خرما کا باغ فروخت کیا اور اُس مین سے ایک درخت معلوم استثناء کیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک ڈھیری سو درم کے عوض سوا اُسکے دسوین حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے ثمن مین اُسکا نو دسوان حصہ ملیگا اور اگر بائع نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہون کہ اسکا دسوان حصہ میرا رہیگا تو مشتری کو اُسکا نو دسوان حصہ بعوض ثمن کے نو دسوین حصہ کے ملیگا اور امام محمدؒ سے اسکے برخلاف روایت کیا گیا ہی کہ دونون صورتون مین بعوض پورے ثمن کے ملیگا اور امام ابو یوسف رحؒ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ سو بکریان بعوض سو درم کے اس شرط پر بیچتا ہون کہ یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہی۔ اور اگر کہا کہ بدون اس بکری کے بیچتا ہون تو ننانوے بکریان بعوض سو درم کے مشتری کو ملینگی کذا فی فتح القدیر اور اگر کہا کہ یہ سو بکریان تیرے لیے بعوض سو درم کے بدون اسکے آدھے کے ہین تو آدھی بکریان بعوض سو درم کے ہونگی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اُسکی آدھی رہینگی تو مشتری کو اُسکی آدھی پچاس درم کو ملینگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کچھ بکریان یا کپڑے کی گٹھری بعوض سو درم کے فروخت کی اور اُسمین سے ایک غیر معین کو استثناء کیا

تو بیع فاسد ہے اور اگر معین کا استثنا کیا تو جائز ہے کذا فی الخلاصہ - اور یہی حکم ہے بیع عددی چیزون کا ہے جو باہم متفاوت
ہوون یہ فتح القدیر میں لکھا ہے - اور ایسی باندی کی بیع کہ جسکے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ
کی نظیر گیارہ مسائل ہیں ایک وہ ہے کہ عقد اور استثنا دونون جائز ہون اور وہ یہ ہے کہ باندی کے دینے
کی کسی کو وصیت کی اور اسکے پیٹ کا بچہ استثنا کیا یا پیٹ کے بچہ کو دینے کی وصیت کی اور باندی کا استثنا کیا تو
استثنا صحیح ہے اور چار مسئلہ ایسے ہیں کہ جنمین عقد اور استثنا دونون فاسد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر
باندی کو فروخت کیا یا اسکو مکاتب کیا یا اجرت پر دیا یا قرضہ سے اسکے دینے پر صلح کی اور اس کے
پیٹ کے بچہ کا استثنا کیا تو یہ سب عقود فاسد ہیں اور چھ صورتین اس میں سے وہ ہیں کہ جنمین عقد جائز
ہے اور استثنا باطل ہے اور وہ یہ کہ اگر باندی کو ہبہ یا صدقہ کرکے سپرد کر دیا یا اسکو مہر میں دیدیا یا عمداً خون کرنے کی
صلح میں اسکو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے خلع کرانے میں دیدیا یا اس باندی کو آزاد کر دیا اور ان
سب صورتون میں اسکے پیٹ کے بچہ کا استثنا کیا تو ان سب عقود میں استثنا باطل ہے اور عقود نافذ
ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے - اور امالی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے
کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزار درم کو مگر نصف اسکا پانسو درم کو تو پورے غلام کی بیع
ایک ہزار پانچ سو درم کو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اسکا سو درم کو بیچا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار
ایک سو درم کو ملیگا اور یہی امالی میں امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم
کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اسکا آدھا بعوض تین سو درم یا تہائی ثمن یا سو دینار کے رہیگا تو ان سب صورتون
میں بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے - کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اسمین
آمد و رفت کا حق رہیگا تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر دار کے مالک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اسکو
بالاخانہ اسپر برقرار رکھنے کا حق ہے تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اور ابن سماعہ رح نے اپنے نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ
تعالی سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اسمین کا ایک
راستہ اس جگہ سے دار کے دروازہ تک استثنا کیا اور اسکا طول و عرض بیان کر دیا اور اسکو اپنے یا غیر کے
واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہے اور جو ثمن کہ ذکر کیا ہے وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہوگا اور اگر دار کی
فروخت میں یہ شرط کی کہ اسمین ایک راستہ بائع کا ہوگا اور اسکا طول و عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے
یہ محیط میں لکھا ہے - اور اگر کہا کہ میں اپنا یہ دار تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچتا ہون کہ یہ معین بیت میرا رہیگا تو صحیح نہیں ہے اور اگر
کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچتا ہون تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اسکی عمارت کے
فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور بنا دبیع میں داخل نہو گی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اسمین سے ایک
درخت معین کو مع اسکے جائے قرار کے استثنا کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اس درخت
کی شاخون کو اپنی ملک میں لٹکنے نہ دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے - حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں
ابی یوسف و زفر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو
سوائے سو گز کے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسف رح کے

نزدیک بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہو گا جبکہ وہ دار کے تمام گزون کی پیمائش سے واقف ہو پس اسکو اختیار ہے کہ اگر راضی ہو تو بائع اسکے ساتھ زمین سو گز کا شریک ہو گا اور اگر نہ راضی ہو تو بیع کو ترک کر دے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو یہ طعام سوا دس قفیز کے اسمین سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہو گی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہے اور جب اسمین سے دس قفیز نکالی جاوین تو مشتری کو خیار ہو گا اور اگر کسی نے چیز کو بعوض سو دینار کے باستثناء ایک دینار کے (ا) سو دینار و ان سے سے فروخت کیا تو بیع ننانوے دینار پر قرار پاوے گی کذا فی البحر الرائق

دسوین فصل۔ ایسی دو چیزون کے فروخت کرنے کے بیان مین کہ جن مین ایک کی بیع جائز ہی نہ ہو اور فروخت کی ہوئی چیز کو جتنے کو بیچا ہے اس سے کم پر خریدنے کے بیان مین۔ جو شخص آزاد و غلام دونون کو جمع کر کے فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونون کو جمع کر کے فروخت کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون کی بیع باطل ہے خواہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کھال کھینچی ہوئی مذبوحہ دو بکریان خریدین پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی نکلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جسنے اسپر عمداً اللہ کا نام نہین لیا ہے تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونون ہمارے نزدیک برابر ہین کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے محض غلام کو اور مدبر یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو محض غلام کی بیع اسکے حصہ ثمن کے عوض جائز ہو گی اور جسنے وقف اور ملک کو جمع کیا اور ثمن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک کی بیع صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو مشکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک شراب کا ہے پس اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ نہ بیان کیا گیا تو دونون کا عقد فاسد ہو گا اور اگر بیان کر دیا گیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیع جائز ہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ کیا یہانتک کہ دونون کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس طرح پر بیچ ڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانسو درم ہے تو مقبوض کی بیع جائز ہے اور اگر غیر مقبوض کی بیع جائز نہو گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو ہمارے تینون اماموں کے نزدیک فقط اسکے غلام کی بیع جائز ہو گی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی یہانتک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اسی بائع کے ہاتھ ہزار درم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانسو درم کا ہے فروخت کر دیا تو اسکے غلام کی بیع جائز ہو گی اور جو خریدا ہے اسکی بیع جائز نہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ کسی شخص نے ایک دار اور ایک مسلمانون کا راستہ جو محدود و معلوم تھا جمع کر کے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کر لینے کے بعد راستہ کا استحقاق ثابت کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ مختلط تھا تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر راستہ اس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار نہو گا اور دار اپنے

حصہ ثمن کے عوض مشتری کے ذمہ پڑیگا اور اگر راستہ اسطرح محدود نہو کہ اسکی مقدار دریافت ہوجاوے تو بیع فاسد ہوجاویگی اور اگر بجاے راستہ کے مسجد خاص کو ملا کر خریدے تو اسکا حکم راستہ معلومہ کا حکم ہے اور اگر مسجد جامع ہو تو سب کی بیع فاسد ہوجاویگی اسلیے کہ جامع مسجد کی بیع جائز و حلال نہیں ہوا ہے اگر وہ گری ہوئی ہو یا ویران ہو کہ جسمین کچھ عمارت تو نہین موجود ہے مگر دراصل وہ جامع مسجد ہو تو یہی حکم ہے اور اگر زمین دو شخصون میں مشترک ہو کہ دونون مین سے ایک نے پوری زمین اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کردی تو امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے سے ایک ایسے دار پر صلح کی جو دونون مین مشترک تھا تو اس صورت مین بھی یہی فرماتے تھے کہ صلح فاسد ہے اور اگر کسی نے ایک غلام خریدکر پانسو روپیہ نقد دیے اور پانسو وہ جو اسکے فلان شخص پر قرض تھے ثمن مین ٹھہرالیے یا پانسو کی یون میعاد ٹھہرائی کہ جب عطا ہوں تب دونگا تو قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ سب کی بیع فاسد ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے دو شخص سے ایک ... دس درم اور ہزار من گیہوؤن کے عوض کہ جس کا وصف بیان کردیا تھا خریدی لیکن گیہون ادا کرنے کی جگہ بیان نکرنے کی وجہ سے گیہوؤن کے حصہ کی بیع امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگئی پس آیا یہ فساد باقی کی طرف امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق متعدی ہوگا یا نہین تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق شیخ نے فرمایا کہ باقی کی طرف فساد متعدی ہوجانا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ خود کوئی چیز فروخت کی یا اسکی طرف سے اسکے وکیل نے بیچی اور مشتری نے ہنوز ثمن نہین ادا کیا ہے اور مبیع کی ذات مین کچھ نقصان بھی نہین آیا ہے تو ایسی حالت مین اس مشتری یا اسکے وارث سے نہ اس شخص سے جسکو ہبہ کی گئی یا اس کے لیے وصیت کردی گئی ہو بائع کو یہ جائز نہین ہے اور نہ اسکی طرف سے اسکے لیے ایسے شخص کو جائز ہے کہ جس کی گواہی اسکے حق مین مقبول نہو کہ جتنے کو بیچی ہے اسکی جنس سے اس سے کم ثمن پر اپنے واسطے یا غیر کے واسطے مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید کرے اور اس مقام پر اور شفعہ مین درم و دینار ایک جنس شمار کیے جاتے ہین کذا فی الکافی۔ اور اگر مشتری پر ثمن ادا کرنے مین کچھ باقی رہجاوے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر پہلے اسکو دینارون کے عوض بیچا پھر درہمون کے عوض کم پر خرید کیا تو جائز نہین ہے اور اگر پہلے اسکو دینارون کے عوض بیچا پھر چاندی کے پترون کے عوض کمی سے خریدا تو جائز ہے اور اگر پیسون کے عوض کمی پر خریدا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ناجائز ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دوسری جنس ثمن کے عوض خریدی یا عیب دار ہوجانے کے بعد خریدی تو جائز ہے یہ تہذیب مین لکھا ہے۔ اور ایسی صورت مین اگر ثمن اول ادا کرنے سے پہلے یا بعد کو زیادتی کے ساتھ خریدی تو جائز ہے اور اگر نرخ گھٹ گیا اور مبیع مین اس نرخ کی وجہ سے گھٹی آئی پھر بائع نے اسکو جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خرید کیا تو جائز نہین ہے اور نرخ کا اعتبار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے آدھے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر آدھے کو آدھے ثمن سے کم پر خریدا تو جائز نہین ہے

اور اگر بائع نے مشتری پر حوالہ کر دیا پھر اُسکو کمی کے ساتھ خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اول نے دوسرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر وہ چیز پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیع سب لوگون کے حق مین فسخ شمار ہوتی ہے تو پہلے بائع کا خرید کمی کے ساتھ جائز نہو گی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیع صرف اُن دونون کے حق مین فسخ تھا اور تیسرے کے حق مین نئی بیع کا حکم رکھے تو پہلا بائع اُسکو اپنے فروخت کیے ہوے دامون سے کمی کے ساتھ خرید سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر اُن درہمون کو زیوف پایا اور واپس کر دیا تو جواز باطل نہو جاویگا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر ثمن سے صلح کر لی اور بائع نے اُسپر قبضہ بھی کر لیا پھر اُس چیز کو کمی سے خریدا پھر کپڑے مین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہوگی اور اگر بائع نے درہمون کو ستوق پایا ہو تو خرید فاسد ہو جاویگی اور اگر اُس چیز کو کہ جسکو بائع نے فروخت کیا ہے بائع کے باپ یا بیٹے نے کمی کے ساتھ اپنے لیے خرید لیا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دونون حالتون مین جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کمی سے خرید لیا تو جائز نہین ہے اگرچہ اُسمین نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سو درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سو درم کو فروخت کی پھر اُس باندی کو غلام اور سو درم کے عوض خریدا تو آدھی باندی کی بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درم اُدھار پر فروخت کیا اور کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی پھر اُس اجنبی نے بیع کی اجازت دیدی پھر اُس اجنبی نے اُسکو پانسو درم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید لیا تو جائز ہے اور اگر جو شخص بائع ہو وہی خریدے تو جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر اسکے بعد جسکو ہبہ کی ہے اُس نے ہبہ کرنے والے یعنے مشتری کو ہبہ کر دی پھر اُس مشتری سے اُسکے بائع نے کمی پر خریدی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اُس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اُسنے بیچا تھا اُس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً مبیع ہبہ کر کے اُسکے سپرد کر دی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کمی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہے اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درم کو بیچنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے اُسکو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اُس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اُس کے حکم سے جتنے کو بیچا ہے اُس سے کمی پر خریدے تو جائز نہین نہین ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اُسکے مولے کو کمی کے ساتھ خرید کر لینا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اُس نے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو وکیل کیا تاکہ وہ کمی کے ساتھ خریدے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ جو چیز فروخت کی ہے اُسکے ساتھ ملا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کمی کے ساتھ خریدنے مین اُس دوسری چیز کی بیع صحیح

ہوتی ہو مثلاً ایک باندی پانسو درم کو خریدی اور اُسکو اور اُسکی ساتھ ملاکر دوسری کو بائع کے ہاتھ ثمن ادا کرنے سے پہلے پانسو درم کو بیچا تو جس باندی کو نہین خریدا تھا اُسکی بیع جائز ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بحرالرائق مین لکھا ہو- اور قدوری مین لکھا ہو کہ کسی چیز کو بعوض ایسے ثمن کے جو فی الحال ادا کیا جاوے فروخت کرکے پھر اُسکو اسی ثمن کے عوض میعاد مقرر کرکے خرید کرنا جائز نہین ہی اور اگر ایک ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اُسکو ایک ہزار کو دو برس کے وعدہ پر خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر ثمن مین ایک درم یا زیادہ بڑھا دیے تو جائز ہی اور ثمن ثانی کی زیادتی بمقابلہ اُس نقصان کے قرار دیجاوے گی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہو گئی ہی کذا فی المحیط-

دسوان باب- اُن شرطون کے بیان مین جن سے بیع فاسد ہوتی ہی اور جن سے فاسد نہین ہوتی ہی- جاننا چاہیے کہ بیع مین جو شرط کی گئی یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد بیع چاہتا ہی یعنے وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہی پس ایسی چیز کی شرط کرنے سے عقد مین فساد نہین آتا ہی جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ بیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ ثمن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد نہ چاہتا ہو یعنے بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہو لیکن یہ شرط اُس عقد سے مناسب ہو یعنے اس عقد کا استحکام کرتی ہو مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کا کوئی کفیل دیوے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اُس مجلس مین موجود ہو اور کفالت قبول کرلے یا موجود نہو اور دونون کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہوکر کفالت قبول کر لیوے تو استحساناً بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن دیوے اور وہ رہن اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحساناً جائز ہی کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد مین سے نہین ہی مگر موجب عقد کا موکد ہی اور منتقی مین لکھا ہو کہ اگر وہ رہن معین نہو ولیکن اُسکا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہین ہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہو تو جائز ہی اور اگر رہن معین نہو اور اُسکا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونون مین یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہوگی لیکن اگر دونون رضامندی کے ساتھ اُسی مجلس مین وہ رہن معین کر دین اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اُسکو بائع کے سپرد کردے یا یہ کہ مشتری ثمن کو فی الحال ادا کردے اور میعاد کو باطل کردے تو بیع استحساناً جائز ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہو- اور اگر کفیل معین نہو اور نہ اُسکا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اُس مجلس عقد مین موجود ہو خواہ اُسنے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن کفالت قبول نکی یہان تک کہ دونون جدا ہوگئے یا اُسنے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحساناً فاسد ہوجاویگی خواہ اسکے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- اور اگر یہ شرط کی کہ جید گیہون کا ایک کُر رہن کرے تو جائز ہو کیونکہ یہ جہالت مفسد بیع نہین ہو اور اگر بیع مین کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اُسپر جبر نکیا جائیگا ولیکن اُس سے کہا جاویگا کہ یا تو رہن یا اُسکی قیمت یا ثمن ادا کر یا عقد فسخ کردیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو- اگر مشتری نے ان سب صورتون سے انکار کیا تو بائع کو پہونچتا ہو کہ بیع کو فسخ

کرادے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص کفیل بالدرک رہے تو یہ بمنزلہ ایسے شرطیہ خریدنے کے ہے کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل اُس مجلس میں حاضر ہو اور کفالت کرلے یہ فتاوے صغری میں لکھا ہے۔ اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کردیگا کہ ثمن اُس سے لے لیوے تو بیع قیاساً و استحساناً فاسد ہے اور اگر یہ شرط ہوئی کہ مشتری بائع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کردیگا تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور بعض مشائخ نے حوالہ کی صورت میں یہ کہا ہے کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار پر اُترادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اُترا دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور حاکم نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہر طرح جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہیں ہے لیکن شرع میں اُسکا جواز وارد ہوا جیسے شرط خیار اور میعاد یا شرع میں اُسکا ورود نہیں ہوا لیکن لوگون میں متعارف ہے مثلاً کوئی نعل اور اُسکا تسمہ اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دیوے تو بیع استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر چمڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکا موزہ یا قلنسوہ بنادے بشرطیکہ اُسکا استر اپنے پاس سے لگادے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک موزہ کہ جس میں شگاف تھا اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دے یا کوئی کپڑا کہ جس میں چھید تھا کسی گدڑی فروش سے اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دے اور اُسپر پیوند لگادے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کرباس اس شرط پر خریدا کہ اُسکو قطع کرکے سی دے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا عرف نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جسکا شرع میں جائز ہونا کسی صورت میں وارد نہوا اور نہ وہ لوگون میں متعارف ہے پس ایسی شرط میں اگر دونون عقد کرنے والون میں سے کسی کا نفع یا جسپر عقد قرار پایا ہے اُسکا نفع ہو اور وہ غیر پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کردے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کردے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اُسنے بیع کرنے میں ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام مجھے بطور زیادتی کے عطا کر تو بیع جائز ہے اور یہ ثمن کے اندر زیادتی میں شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اُسکو فروخت کرے تو بائع اُسکے ثمن کا زیادہ حقدار ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اسکو لیکر اس نہر سے تجاوز نہ کریگا اور مجھکو پھیر دے گا تو مین اُسکو قبول کرلونگا ورنہ نہیں پھیرونگا تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تا وقتیکہ تو اُسکو لیکر کل تک تجاوز نہ کریگا تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی چیز اسواسطے خریدی کہ بائع کے ہاتھ

فروخت کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر کچھ پھل اسواسطے خریدے تاکہ بائع اسکو توڑ دے یا بائع ایک ہزار درم مشتری
کو قرض دے تو بیع فاسد ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اسکو کچھ ہبہ
کرے یا صدقہ دے یا کوئی چیز اسکے ہاتھ بیچ ڈالے یا اسکو کچھ قرض دے تو بیع فاسد ہوا۔ اگر فلان شخص
اجنبی کے قرض دینے کی شرط کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ جب اسمین
خریدی ہوئی چیز کے نفع کی شرط کی تو عقد کا فاسد ہوجانا صرف اسی کی صورت مین ہے کہ وہ چیز ایسا
رکھتی ہو کہ دوسرے پر اسکا استحقاق حاصل ہو اور ایسی چیز رقیق ہے اور سوائے رقیق کے اور حیوانات
کہ جن کا غیر پر حق ثابت نہین ہوتا ہے اور اسکے نفع کی شرط پر خریدی یعنے ایسی شرط کے ساتھ کہ جس مین
اسکا نفع ہے تو عقد فاسد نہوگا یہان تک کہ اگر کوئی چیز سوائے رقیق کے حیوان مین سے اس شرط پر
خریدی کہ اسکو فروخت نکریگا یا ہبہ نکرے گا تو بیع جائز ہوگی اگرچہ اُس مین معقود علیہ کا نفع مشروط
ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کوئی غلام یا باندی اس شرط پر فروخت کی کہ تو اسکو نہ بیچنا اور نہ اسکو ہبہ کرنا
اور نہ اسکو اپنی ملکیت سے نکالنا تو بیع فاسد ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ
مشتری اسکو کھانا کھلاوے تو بیع جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اسکو خبیص[ف] یا گوشت کھلاوے تو
بیع فاسد ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری
اسکو آزاد کردے تو ظاہر الروایۃ مین بیع فاسد ہوگی یہان تک کہ اگر مشتری نے اُس کو قبضہ کرنے سے پہلے
آزاد کر دیا تو اسکا عتق نافذ نہوگا اور اگر اسپر قبضہ کیا پھر اسکو آزاد کر دیا تو پہلا عقد جائز ہوجائے گا
اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا استحسان ہے حتی کہ مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک عقد جائز نہوجائے گا اور اُسکی قیمت دینی پڑیگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اس بات پر اجماع
ہے کہ اگر وہ غلام مشتری کے پاس آزاد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اسکو قیمت دینی پڑے گی اور
اسی طرح اگر مشتری نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو بھی اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ
تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری اسکو ریشمی کپڑے پہناویگا
یا یہ کہ اسکو نہین ماریگا یا یہ کہ اسکو ویرانہ میں سکنا دیگا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوے قاضی خان
مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اسکو مدبر بنالے یا ام ولد بنالے تو بیع فاسد
ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر منفعت کی شرط دونون عقد کرنے والون مین سے ایک اور دوسرے اجنبی
کے درمیان جاری ہوئی بایں طور کہ مشتری نے اس شرط پر خرید کیا کہ بائع کو اتنے درم فلان اجنبی
قرض دیوے اور مشتری نے اسکو قبول کر لیا تو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الجامع مین ذکر کیا ہے
کہ عقد فاسد نہوگا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہو جائیگا اور جو قدوری نے ذکر کیا ہے اسکی
صورت یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھ سے یہ چیز اس شرط پر خریدی کہ تو مجکو یا فلان
شخص کو قرض دے اور اس صورت مین قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہے یہ ذخیرہ مین
لکھا ہے۔ منتقی مین ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جسکو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہوجاتا تھا جب

[ف] خبیص ایک قسم کا حلوا ہوتا ہے ۱۲ منہ

ف قولہ فی نسخۃ الشرط بالعتق [illegible] المراد قاضی خان [illegible]

اجنبی پر شرط کیجاوے گی، تو عقد باطل ہوگا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط بائع پر لگانی نہین جائز ہے اگر غیر بائع پر عقد مین مشروط ہو تو عقد باطل ہوگا آز انجملہ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کو بیس درم ہبہ کرے تو یہ باطل ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فلان شخص مجکو بیس درم ہبہ کرے تو بھی باطل ہے اور ہر ایسی شرط کہ جسکو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد نہوتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جاوے گی تو عقد فاسد نہوگا اور اسکو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص اجنبی مجھسے اسقدر گھٹا دے تو بیع جائز ہے اور اسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے لے ورنہ ترک کر دے اور ابن سماعہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہے کہ اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع مشتری کے بیٹے یا اجنبی کو ثمن مین سے اسقدر دیوے تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ اسکو مشتری فروخت نہ کرے اور نہ اسکو ہبہ کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو ہبہ یا فروخت نہ کرے یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اسکو نہ کھاوے نہ فروخت کرے تو کتاب المزارعت مین جو مذکور ہے وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی مجرد مین حسن رحمہ اللہ تعالے نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے کذا فی الہدایہ حسن رحمہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو چارہ نہ چرا دے تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ شرط ہو کہ مشتری اسکو نہ بیچ کرے تو بیع جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اسکے ہاتھ فروخت نہ کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ مشتری اسکو فروخت یا ہبہ کر دے اور فلان شخص کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور منتقی مین لکھا ہے کہ اسی طرح ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے۔ اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو بدون اجازت فلان شخص کے فروخت نہ کرے یا کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو نہ گرا دے اور نہ اسکو بناوے بدون اجازت فلان شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اسکو اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز ہوگی اور اگر کہا کہ یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ بعوض سو درم کے حرام کمائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ مین اسکا ثمن اسکے فروخت سے ادا کرونگا تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسکو مسلمانون کے لیے مسجد بناوے تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اسکو فقیرون پر صدقہ کر دے تو بھی فاسد ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو سقایہ یا مسلمانون کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر شیرہ انگور مین یہ شرط کی کہ اسکو شراب بناوے تو بیع جائز ہے یہ تاتار خانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کہا کہ مین یہ غلام تیرے ہاتھ تین سو درم کو اس شرط پر بیچتا ہون

کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو بیچتا ہون اور شرط یہ ہو کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو لیتا ہون اور ایک سال تیری خدمت کریگا تو یہ بیع فاسد ہو کیونکہ اس بیع مین اجارہ کی شرط ہو اور اگر کہا کہ مین اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کیواسطے بیچتا ہون تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو جلاوے یا کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسکو ڈھاوے تو بیع جائز ہو اور شرط باطل ہو یہ بدائع مین لکھا ہو۔ اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس مین نہ نفع ہو اور نہ ضرر ہو مثلاً کچھ کھانا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو کھاے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اُسکو پہن لے تو بیع جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اُس سے وطی کرے یا یہ کہ وطی نہ کرے تو امام محمد رح کے نزدیک دونون صورتون مین جائز ہو اور یہی صحیح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ منتقی مین ہو کہ اگر بائع نے کہا کہ مین اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درم کو جو تیرے فلان شخص پر قرض ہین وہ تجکو اس کی طرف سے ادا کرنے کی غرض سے بیچتا ہون تو بیع جائز ہوگی اور بائع اُس فلان شخص کی طرف سے ادا کرنے مین متطوع قرار دیا جاے گا اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اُس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلان پر ہو اور وہ ایک ہزار درم ہین فروخت کیا اور فلان شخص بھی راضی ہوا تو بیع جائز ہوگی اور وہ مال اُس قرضدار پر جسپر قرضہ تھا بائع کا ہوجاوے گا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکا ثمن بائع کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکی طرف سے اُسکے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیع فاسد ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم اس کام کے دونگا پس اس شخص نے اُس فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا اور بیع مین وہ شرط ذکر نہ کی تو بیع جائز ہوگی اور اُس شخص کو سو درم دینا لازم نہون گے اور اگر اُسنے دیدیے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے رجوع کرلے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دے کہ مین تجکو سو درم ہبہ کرونگا تو بھی یہی حکم ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور منتقی مین ہو کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرا یہ غلام اُن سو درم کے عوض خریدتا ہون جو فلان شخص پر ہین تو یہ بیع فاسد ہو اور اگر کہا کہ مین اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض اُن سو (۱۰۰) درمون کے جو تیرے فلان شخص پر آتے ہین اس شرط پر بیچتا ہون کہ وہ شخص اس سے جو تیرا اُسپر آتا ہو بری ہوجاوے تو یہ جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ مین اُسکے ثمن سے اس قدر کم کردونگا تو یہ بیع جائز ہو اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ مین اُسکے ثمن سے اسقدر تجکو ہبہ کردونگا تو جائز نہین ہو اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ مین نے تیرے ذمہ سے اتنا کم کردیا یا کہا کہ اس شرط پر کہ اس قدر مین نے تجکو ہبہ کیا تو بیع

جائز ہوگی کیونکہ ہبہ قبل واجب ہونے کے کم کرنے کا حکم رکھتا ہے اور پہلی صورت مین ہبہ کی شرط بعد واجب ہونے کے تھی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط خیار کرکے اس شرط پر خریدا کہ اگر مشتری اُسکو بیع کے واسطے پیش کرے یا اُس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا تو یہ بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پر ایک دینار تھا اور اُسنے اُس سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اُس دینار کا مقاصہ نہ کرے تو ظاہر الروایۃ کے موافق بیع فاسد ہوگی یہان تک کہ اگر بجائے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اُسکو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کردیا تو اُسکا عتق نافذ نہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک استحساناً وہ عقد جائز ہوجاوے گا یہان تک کہ مشتری کو اُسکا ثمن دینا پڑیگا اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگا یہان تک کہ اُسکو قیمت دینی پڑے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے انگور کے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع باغ کی دیوارین بنوادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور مین اُسکی دیوارین بنوادونگا تو بیع جائز ہوگی اور دیوارین بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جاویگا لیکن اگر اُسنے نہ بنوائین تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کردے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی چیز کی فروخت مین یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیع مین یہ شرط قرار پائی تو بیع جائز نہوگی اور اگر بیع مین یہ شرط نہ تھی ولیکن بعد بیع کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پہونچتا ہے کہ وہ ایکبارگی لے لیوے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اسکو مشتری کے مکان مین ادا کرے پس لحاظ کیا جاویگا کہ اگر وہ چیز شہر مین ہو اور اُسکا مکان بھی شہر مین ہو تو استحساناً اس شرط کے ساتھ امام اعظم رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر اُسکا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اُسکا مکان شہر مین ہو تو بالاجماع جائز نہوگی اور اسی طرح اگر دونون شہر سے باہر ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکے مکان تک اُٹھوا دینے کی شرط کی تو بالاجماع جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایندھن کسی گانون مین صحیح طور پر خریدا اور الفاظ بیع کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اُسکو اُٹھوا دے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہے اور شرط نہین ہے پس بائع کا جی چاہے تو اُٹھوا دے ورنہ نہ اُٹھوا دے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلان شخص اس بیع کو اُسکے سپرد کرے خواہ اُسکو یہ معلوم ہوا کہ اُس فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہوا تو بیع فاسد ہوگی اور حسن رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہوا کہ فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے پس اگر اُسنے بیع کو سپرد کردیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دیدے ورنہ بیع باطل کردے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے ثمن مین سو درم زیادہ کردیے بشرطیکہ تو اُسکو میرے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچ اور اُسنے ایسا ہی کیا تو بیع جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سو درم پر قرار پائے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ مین تجکو ثمن مین سو درم زیادہ ہبہ کرونگا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کسی نے

ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو بیع فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ثمن فی الحال دینا قرار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی میعاد پر ایک ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درم کے عوض بیع جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اسنے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے شہر کا ذکر فقط ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا اور جگہ معین کرنا ایسی چیزون مین جن مین باربرداری اور خرچہ نہین ہے صحیح نہین ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس مین باربرداری اور مشقت ہوتی ہے تو اسکے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہے اور بیع بھی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقد اتنے کو اور اُدھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے اُدھار پر اتنے کو اور دو مہینے کے اُدھار پر اتنے کو تو جائز نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین یہ مشک اور اسکے اندر جو یہ زیتون کا تیل ہے تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہون کہ مشک پچاس رطل ہے اور زیتون کا تیل پچاس رطل ہے کہ ایک رطل اُن دونون مین کا بعوض ایک درم کے ہے پھر مشتری نے مشک ساٹھ رطل پائی اور تیل چالیس رطل پایا تو ثمن تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا پھر ثمن پر اُن دس رطلون کا حصہ جو اسنے مشک مین زائد پائے ہین بڑھا دیا جاوے گا اور اُن دس رطلون کا حصہ کہ جو اسنے تیل مین سے کم پائے ہین گھٹا یا جاویگا پھر اُسکو اختیار دیا جاویگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کوئی دیسی گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ خوش رفتار ہے تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدی کہ اسکے پیٹ مین بچہ ہے یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدی کہ اسکے پیٹ مین بچہ ہے تو ظاہر الروایت مین جائز نہین ہے جیسا کہ اسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ اسکے ساتھ بچہ ہے تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر دوسرے سے ایک ہزار درم بخارا مین اس شرط پر قرض لیے کہ اسکے مثل سمرقند مین ادا کرے گا یا ایک ہزار درم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا مین اس شرط پر قرض لیے کہ اُسکے مثل سمرقند مین ادا کرے گا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گابھن ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہے تو فقیہ ابو بکر بلخی نے ذکر کیا کہ مشائخ نے اس بیع کے جائز ہونے مین اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ یہ بھی مانند چوپایون مین حمل کی شرط کر لینے کے جائز نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہے اور فقیہ ابو بکر رحمہ نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کی طرف سے ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہے تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی فروخت کی اور اُسکے حاملہ ہونے سے برائت کر لی خواہ اسکو حمل تھا یا نہ تھا تو بیع جائز ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کوئی گائے اس شرط پر خریدی کہ وہ حلوب یا لبون ہے تو طحاوی نے کہا کہ جائز نہین ہے اور شیخ امام اُستاد اسی پر فتوے دیتے تھے اور کرخی نے کہا کہ جائز ہے

اوراسی کو فقیہ ابواللیث رح نے لیا ہے اور اسی پر صدرالشہید نے فتویٰ دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ دودھ والی ہے تو ابوبکر (حسام الدین رح ۱۲) محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ بیع فاسد ہے اور فقیہ ابوجعفر نے ذکر کیا کہ جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ہنر کے ہے پس یہ ایسا ہے کہ گویا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ لکھنے والا یا روٹی پکانے والا ہے اور اس صورت مین بیع جائز ہے پس ویسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہو گی اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی خربوزہ اس شرط پر خریدا کہ وہ شیرین ہے یا زیتون یا تل اس شرط پر خریدا کہ اس مین اتنے من تیل نکلے گا یا دھان خام خریدے بدین شرط کہ ان دھانون مین سے اتنے من سفید چاول نکلینگے یا کوئی بکری یا بیل زندہ اس شرط پر خریدا کہ اس مین اتنے من گوشت نکلے گا تو ان سب کی بیع فاسد ہے کیونکہ شروط کا پہچاننا قبل عمل کے ممکن نہین ہے[ل] یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ اسقدر دودھ دیگی تو سب روایتون کے موافق بیع فاسد ہو گی اور اسی طرح اگر اسکو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک مہینہ بعد بچہ دیگی تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے کہا کہ مین یہ گاے تجھ سے اس شرط پر خریدتا ہون کہ وہ دودھ دیتی ہے اور بائع نے کہا کہ مین بھی اسی طرح بیچتا ہون (یعنے عقد سے پہلے) پھر دونون نے عقد کرتے وقت بلا ذکر اس شرط کے عقد کر لیا پھر اس گاے کو ایسا نہ پایا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ایسا ایسا راگ گاتی ہے پھر وہ ناگاہ ایسی نکلی کہ گانا بھی نہین جانتی تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس صفت کو عیب سے برائت چاہنے کے طور پر ذکر کیا ہو یعنے گانا عیب ہے اور بائع نے جب یہ ذکر کیا تو یہ ذکر کرنا اسکا بطور اظہار عیب کے تھا اور فتاوی مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے قول پر اور دو قولون مین سے امام محمد رح کے ایک قول پر اس شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے اور پہلا حکم اختیار کیا گیا ہے یعنی جواز اور اسی بنا پر لڑنے والے مینڈھے اور لڑنے والے مرغ کی بیع بھی جائز ہو گی جبکہ یہ صفت اس مین بطور عیب کے برائت چاہنے کے ذکر کی ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہے - اگر اخروٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ ناکارہ ہے تو بیع جائز نہو گی مگر اس صورت مین کہ اخروٹ بہت ہون کہ جتنے ایندھن کے واسطے خریدے جا سکتے ہون تو جائز ہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کوئی کبوتر اس شرط پر خریدا کہ وہ ایسی ایسی آوازین بولتا ہے تو بیع فاسد ہو گی کیونکہ ایسی آوازین بولنے کے واسطے کبوتر پر جبر نہین کیا جا سکتا ہے اور مشروط کا فی الحال پہچاننا ممکن نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر کوئی کتا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کٹھا ہے یا کوئی کبوتر اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گرہ باز ہے تو بیع جائز نہو گی لیکن اگر یہ شرط بطور عیب بیان کرنے کے ذکر کی تو بیع جائز ہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کوئی دار خریدا اور اس دار کے ساتھ فنا دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہو گی اگر کوئی زمین فروخت کی اور اسکے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر مشتری اس مین کوئی نئی بات پیدا کریگا اور پھر اس زمین کا کوئی حقدار نکلے گا تو بائع مشتری کی پیدا کی ہوئی چیزون کا ضامن ہوگا تو یہ بیع جائز نہین ہے کیونکہ بائع مثل گڑھے وغیرہ چیزون کا ضامن نہو گا صرف وہ عمارت اور پودون اور کھیتی کا

[ل] نہین یعنی پہچان الا حیوان مین اتنا گوشت ہونا ... صحیح نہین معلوم ہوسکے ... باقی مین بھی یہی بات ہے ۱۲ منہ

ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بانڈی اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہے یا ... کھیتی ہے تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے سالگا کھیتی اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس میں اپنے چوپایہ چرا دے تو استحساناً جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اور قیاس کی دلیل سے ناجائز ہے اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُسکا خراج بائع کے ذمہ ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا پس اگر اصل خراج میں سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر اصل خراج سے زیادتی بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہوگی اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُسکا خراج تین درم ہے پھر معلوم ہوا کہ چار درم ہے یا کہا کہ چار درم ہے پھر معلوم ہوا کہ تین درم ہے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب معلوم ہوا اور اگر وہ جانتا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا اگر چاہے تو اس زمین کو اُسکے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کر دے اور اگر خراجی زمین بغیر خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اسطرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اُسکا خراج اُس زمین پر لگا کر اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسکو معلوم کیا ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکی چوری کا ہمیشہ ذمہ وار رہے[یعنی جانتا ہے۱۲] اور اُسکا مجنون ہونا چاند دیکھنے تک بائع کے ذمہ ہے پھر چاند دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہوگیا اور اُسنے بائع کو واپس کر دیا اور اُسنے اُس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہوگیا تو فقہانے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی پس جب اُسنے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اُسکو اپنے ہاتھ سے گرفت کر سکتا تھا تو مشتری اُسکی ضمانت سے بری ہوگیا اور بائع کا اُسپر کچھ نہیں چاہیے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ امام رکن الاسلام علی السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس درم ہیں اور اُسکے مالک نے اُسکو پندرہ درم خراج پر فروخت کیا کہ اُسپر پانچ درم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھا دیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر کم کر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہو اور بائع اور مشتری اُسکی مقدار میں اختلاف کریں مشتری کم کا دعوی کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اس گانون کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جاوے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلاوے کہ وہ نہیں جانتا کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہے تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے پس امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ خراج کے باب میں مخاصم بادشاہ کا نائب ہوگا پھر رکن الاسلام سے[یعنی علی سغدی۱۲] پوچھا گیا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر گانون خراجی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ اُسپر خراج[یعنی قسم دلا سکتا ہے۱۲] کیونکر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہیں اور ایسے ہی قدیم سے اُن میں چلا آتا ہے پھر ایک شخص نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے پس اُنھوں نے فرمایا کہ یہ عرف حکم شرعی کے مخالف ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ اُٹھا رکھیگا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے یہ گمان کر کے کہ اس شرط کے ساتھ

ط
از سالگا کھیتی یعنی بحث زمین بابیان ...

بیع جائز ہو اس زمین کو شفعہ مین لے لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ بیع فاسد ہو تو امام ابو علی نسفی رح نے فرمایا کہ یہ بیع فاسد ہو اور بیع فاسد مین شفیع کا حق شفعہ ثابت نہین ہوتا جبتک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل نہو جاوے پس اگر شفیع نے اُس زمین کو دونون کی رضامندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیع ہوجاویگی پس اگر شفعہ کے ساتھ لینے مین دونون نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفیع واپس کرسکتا ہو ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ اور اگر اس شرط پر خریدی کہ پڑوسی لوگ اُسکا بار اُٹھاوین تو بیع فاسد ہو اور اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اُسکی جبایت نہ لیجاوے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اس شرط پر خریدی کہ جبایت اول مشتری کے ذمہ نہوگی اور اگر دونون اس بات پر متفق ہوگئے تو بیع جائز ہو گی یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اگر کوئی زمین فروخت کی اور اُسکا خراج ذکر نہ کیا اور اُسکو بیع مین شرط نہ گردانا تو بیع جائز ہو پھر لحاظ کیا جاویگا کہ اُسکا خراج اگر اسقدر زیادہ ہو کہ جو لوگون مین عیب گنا جاتا ہو تو مشتری کو بسبب عیب کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ایسا نہو تو اُسکو خیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر کوئی زمین بیچی اور کہا کہ اسکا خراج اسقدر ہو پھر اُس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اسقدر ہو کہ جسکو لوگ عیب گنتے ہین تو مشتری واپس کرسکتا ہو اور اگر کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ اسپر تو اب نہین بندھے ہین پھر مشتری سے تو اب طلب کیے گئے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بائع زندہ ہو تو اُسکو اور اگر مرگیا ہو تو اُسکے وارثون کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خریدا کہ اُسکا قانون آدھا وانگ ہو پھر وہ زیادہ نکلا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دکان اس شرط پر خریدی کہ اس مین بیس درم کرایہ آتا ہو پھر معلوم ہوا کہ پندرہ درم آتا ہو پس اگر اس سے اُسکی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ مین اُس مین بیس درم کرایہ آتا تھا تو عقد بیع فاسد نہوگا اور اگر یہ مراد تھی کہ آیندہ بھی اُس مین اسی قدر آتا رہیگا تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اُس مین اسقدر درخت ہین اور مشتری نے اُن کو کم پایا تو بیع جائز ہو اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین خریدلے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُس مین اسقدر بیت ہین اور مشتری نے اُن کو کم پایا تو بیع جائز ہو اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہوگا اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین اسقدر درخت ہین کہ اُن پر پھل آگئے ہین اور سب کو مع پھلون کے فروخت کیا اور اس مین ایک درخت ایسا تھا کہ جسپر پھل نہین آئے تھے تو بیع فاسد ہو گی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اُسکا ایک پاؤن ران سے کٹا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین خرما کا درخت اور اور درخت ہین پھر اُسمین کوئی درخت نہ نکلا تو بیع جائز ہو اور مشتری کو خیار ہوگا اور اگر اس زمین کو مع درختون اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اُس مین خرما کے درخت یا اور درخت ہین دونون برابر ہین اور اسی طرح اگر ایک دار مع نیچے کے مکان اور بالا خانہ کے بیچا پھر دیکھا گیا کہ اُس مین بالاخانہ نہین ہو تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ دار مع اُسکے

شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون کے تیرے ہاتھ فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ اس مین شہتیر ہے اور دروازہ ہے اور نہ لکڑی ہے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسمین دروازہ اور دو شہتیر ہون تو اسکو خیار نہوگا اور اگر ایک دروازہ یا ایک شہتیر ہو تو خیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اس دار کو تیرے ہاتھ بیچا اس مین شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون اور درختون سے ہو فروخت کیا پھر مشتری نے ان چیزون مین سے کچھ نہ پایا تو اسکو خیار نہوگا اور اگر کوئی تلوار اس شرط پر خریدی کہ وہ بقدر سو درم چاندی کے محلی ہے یا کوئی جوتا اس شرط پر کہ اُس مین تسمہ لگا ہے یا کوئی انگوٹھی اس شرط پر کہ اُسکا نگینہ یا قوت ہے یا کوئی نگینہ اس شرط پر کہ اُس مین سونے کا حلقہ پڑا ہے پھر دیکھا تو تسمہ وغیرہ نہ نکلے یا یہ چیزین شرط کے موافق تھین لیکن قبضہ سے پہلے تلف ہوگئین تو مشتری کو ان صورتون مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دے لیکن نگینہ کی صورت مین جب یہ شرط کی کہ اس مین سونے کا حلقہ ہے اور حلقہ نہ پایا گیا تو بیع فاسد ہوگی اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر شی جسکی بیع مین اُسکا غیر بتعاً بلا ذکر داخل ہوجاتا ہے جب ایسی شی فروخت کی جاوے اور اُسکے ساتھ اس غیر کی شرط کی جاوے پھر یہ شی بدون اس غیر کے پائی جاوے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس شی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دیوے اور جس شی کی بیع مین اُسکا غیر تبعاً بلا ذکر داخل نہین ہوتا ہے تو ایسی شی جب فروخت کی جاوے اور اُسکے ساتھ اُسکا غیر بیع مین شرط کیا جاوے پھر یہ غیر نہ پایا جاوے تو مشتری اس شی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے یہ محیط مین لکھا ہے۔ **ف** اور جب اُس شی کا حصۂ ثمن معلوم نہو تو بیع فاسد ہوجاوے گی جیسا کہ اوپر کے مسئلہ مین مذکور ہوا فافہم۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کسم سے رنگا ہوا ہے پھر وہ سپید نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا جیسا کہ اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُس مین عمارت ہے اور اُس مین کچھ عمارت نہ نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ سپید ہے پھر وہ کسم کے رنگ کا نکلا تو بیع فاسد ہوجاوے گی جیسا کہ اگر ایک دار اس شرط پر بیچا کہ اس مین عمارت نہین ہے پھر اُس مین عمارت پائی گئی تو بیع فاسد ہوگئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسکی عمارت پختہ اینٹون کی ہے اور وہ کچی اینٹون کی نکلی تو تجرید مین مذکور ہے کہ بیع فاسد ہوجاوے گی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر ایک کپڑا اس شرط پر بیچا کہ وہ عصفر کا رنگا ہوا ہے اور وہ زعفران کا رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اُسکا تانا ایک ہزار ہے پھر وہ گیارہ سو نکلا تو کپڑا مشتری کے سپرد کیا جاویگا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ چھکا ہے اور وہ پنجا نکلا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ کپڑا قز یا خز کا فروخت کیا اور اُسکا بانا سوت ملا ہوا تھا پس اگر تانا شرط کے موافق تھا اور بانا غیر تھا تو بیع باطل ہوگی اور اگر تانا شرط کے موافق تھا تو بیع جائز اور قز کی صورت مین مشتری کو خیار ہوگا اور خز کی صورت مین اختیار نہوگا بشر کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا اس شرط پر لیا کہ وہ کتان کا ہے پھر اس مین ایک تانا سوت نکلا تو فرمایا کہ اسکو واپس کر سکتا ہے اور اگر قطع کر لیا تو پھر واپس نہین کر سکتا ہے

اور اگر اس مین اکثر سوت ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر ستو اس شرط پر خریدے کہ اُس مین ایک سیر مسکہ لتھ کیا ہی اور دونون نے قبضہ کر لیا اور مشتری اُسکو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے آدھ سیر سے لتھ کیا ہی تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہوگا جیسا کہ اگر صابون اس شرط پر خریدا کہ اُس مین اتنے گیہے تیل دیا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اُس سے کم دیا ہی اور مشتری صابون خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلا خیار بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر ایک قمیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہی اور مشتری اُسکو دیکھتا تھا پھر وہ نو گز کی بنی ہوئی نکلی تو بیع بلا خیار جائز ہوگی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ابریشم فروخت کیا اور بائع نے مشتری کو تول دیا اور مشتری اُسکو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ مین نے اُسکو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ کمی ہوا کے سبب سے آگئی ہی یا ایسا نقصان ہو کہ دو دفعہ تولنے سے آجاتا ہی تو بائع پر کچھ لازم نہوگا اور اگر نقصان ہوا سے نہو اور اسقدر نہو کہ جو دوبارہ تولنے سے واقع ہوتا ہی پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہین کیا تھا کہ یہ اتنے من ہی یعنے جسقدر تول دیا اُسکا اقرار نہین کر چکا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ حصہ نقصان کا ثمن نہ دے اور اگر ثمن ادا کر چکا ہو تو واپس لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے من میرے قبضہ مین آگیا ہی پھر کہا کہ مین نے کم پایا تو اُسکو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار نہوگا اگر وا انہا سے گندم کو خرید اپھر اسمین آدھا بھوسا پایا تو اُسکو آدھے ثمن مین لے گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے ایک مٹکا گیہون کا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی پھر اُسنے کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے اسی طرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب النکاح امام محمد رح کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ کتاب الطلاق یا کتاب الطب ہی یا وہ کتاب النکاح تھی مگر امام محمد رح کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ سپید پر سیاہ تحریر یہی کتاب ہی اور یہ امر جنس واحد ہی ہان اختلاف اسمین فقط انواع کا ہوتا ہی اور وہ مانع جواز بیع نہین ہی اور اگر کوئی شاة اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہی پھر وہ بکری نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ چکی چلانیکا ہی پھر اُسکو ایسا نہ پایا تو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی شخص انسان کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی ہی پھر کھلا کہ وہ غلام ہی تو ان دونون مین بیع واقع نہوگی اور یہ استحسان ہی کہ اُسکو ہمارے علما نے اختیار کیا ہی اور اسطرح کے مسئلون مین قاعدہ یہ ہی کہ جب عقد بیع مین اشارہ کے ساتھ نام رکھدیا جاوے اور پھر مشار الیہ اسکے سوا دوسرا پایا جاوے پس اگر وہ باعتبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہوگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ایک نگینہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یاقوت ہی پھر وہ شیشے کا نکلا تو بیع باطل ہوگی اور اگر مشار الیہ اسی جنس کا ہو ولیکن صفت مین فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہوگا چنانچہ اگر ایک نگینہ اس شرط پر خریدا کہ وہ یاقوت سرخ ہی اور دیکھا تو وہ یاقوت زرد نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ٹوپیاں اس شرط پر خریدیں کہ اسمین روئی بھری ہی پھر مشتری نے اُسکو اُدھیڑا تو صوف پایا پس بعضے مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہی اور مشتری اُسکو اور اُسکے ساتھ اُدھیڑنے کے نقصان کو واپس کر دے اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہی اور بقدر نقصان واپس کر لے اور یہ اصح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔

یعنے بائع سے ۱۲

اگر کوئی جبہ اس شرط پر خریدا کہ اُسکا ابرا ایسا ہی اور استر ایسا اور بھراؤ ایسا
استر اور بھراؤ اُسکے برخلاف تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر
ہوگی اور اگر کوئی قبا اس شرط پر بیچی کہ اُسکا استر کوہی ہے پھر وہ مروی نکلا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری
مختار ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اُسکا بھراؤ قز کا ہے پھر وہ روئی کا نکلا تو بھی یہی حکم ہے
کسی نے کچھ زمین خریدی اور اُسکا ثمن ادا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اس
کہ وہ دو جریب ہے پھر وہ کم نکلی اور بائع نے کہا کہ مین نے اُسکو جیسی ہے ویسی بیچی تھی اور کچھ شرط نہین کی تو بائع
کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاویگا اور اگر کوئی گدھا بیچا اور کہا کہ اس شرط پر بیچا ہون کہ اونٹ کا ہے تو مشتری
واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین اس شرط پر بیچا ہون کہ اگر اُسکا کوئی حقدار پیدا ہو تو مجھ سے تو ثمن واپس
نہ کرے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی باندی ثیبہ اس شرط پر خریدی کہ بائع
نے اُس سے تا سپردگی مشتری وطی نہین کی ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُس سے وطی کی تھی تو بیع لازم
ہوگی اور مشتری واپس نہین کر سکتا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ باکرہ
ہے پھر وہ باکرہ نہ نکلی پس اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اسکو باکرہ نہین پایا اور بائع نے کہا کہ مین نے فروخت
کرکے تیرے ہاتھ اُسکو باکرہ سپرد کیا ہے پھر اُسکی بکارت جاتی رہی تو بائع کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بائع
یون قسم کھائیگا کہ مین نے اُسکو بیچا اور سپرد کیا درحالیکہ وہ باکرہ تھی اور یہ مذکور نہین کہ قاضی اُسکو دائیون
کو دکھلائیگا اور کتاب الاستحسان مین مذکور ہے کہ دایہ کو دکھلائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور ان
ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک مچھلی اس شرط پر خریدی کہ وہ دس رطل ہے اور اُسکو قبول کر مشتری
کو دیدیا پھر مشتری نے اُسکے پیٹ مین ایک پتھر پایا کہ اُسکا وزن مثلاً تین رطل تھا اور مچھلی اپنے
حال پر باقی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر
اسکے معلوم کرنے سے پہلے اُسنے مچھلی کو بھون لیا تو مچھلی کے دس رطل وزن کی قیمت اور اُسکے سات رطل
کے وزن کی قیمت دونون کو اندازہ کرکے جو کچھ فرق ہو اُسقدر حصہ مشتری واپس لے اور اگر اُسکے پیٹ
مین مٹی یا اُسکے مانند ایسی چیزین پائی جاوین کہ جنکو مچھلی کھاتی ہے تو بیع بلا خیار مشتری کو لازم ہوگی امام محمد
نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدا کہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کر لیا
پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری
کے پاس اُسمین کچھ عیب آگیا اور بائع نے بسبب عیب کے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس طشت
کے دس سیر ہونے پر اُسکی قیمت بیس درم تھی اور پانچ سیر ہونے پر دس درم تھی اور عیب سے اُسمین ایک درم کا
نقصان آگیا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن بسبب نقصان وزن کے واپس لے اور بھی دسوان حصہ ثمن
کا بسبب عیب کے واپس لے کہ جو ایک درم ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی اونٹ اس شرط
پر خریدا کہ وہ آواز نہین کرتا ہے پھر اُسکو دیکھا کہ آواز کرتا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ واپس کردے اور
یہ جواب اس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ جب اُسکا آواز کرنا عادت سے زیادہ ہو کہ جسکو لوگ عیب شمار

کرتے ہیں ان یہ فتاوے قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جنبی نہیں ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ جنبی ہے تو اُسکو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ اُسکا ثمن میرے ذمہ اور غلام فلان مشتری کا ہوگا تو ظاہر الروایت کے موافق ایسی بیع جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچ ڈال اس شرط پر کہ میں تیرے لیے ثمن میں سے پانچ سو درم کا ضامن ہوں تو بیع جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر خریدا کہ یہ نیشاپوری ہے پھر وہ بخاری کا نکلا یا عمامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہر بناقی ہے پھر وہ سمرقندی نکلا تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوفہ کی پیدائش ہے پھر معلوم ہوا کہ بصرہ کی پیدائش ہے تو واپس کر دیگا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ ہراتی ہے پھر وہ بلخی نکلا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہوگی نوادر بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہے پھر اُسمین سوائے ساکھو کے اور لکڑی پائی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اُسکی درستی کے واسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ثمن میں لے لینا پڑے گی اور خیار نہوگا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی تو ان دونون کے درمیان بیع واقع نہوگی اور بشر رحمہ اللہ تعالی نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہے اور وہ کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اُسنے کہا کہ اتنے کا ہے پھر دونون میں بیع ہو گئی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ یہ کہنا ہراتی ہونے کی شرط کرنے کے مانند ہے اور یہی میرا قول ہے اور مراد امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کی اس سے یہ ہے کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جاویگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر بیع معین میں مدت کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جاویگا اور اگر ثمن میں مدت کی شرط کی اور ثمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی اور منجملہ مجہول مدتون کے نوروز اور مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہے اور امام محمد رح نے نوروز اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیع مطلقاً فاسد ہوتی ہے اور صحیح حکم یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروز مجوس کا یا نوروز سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونون اُسکا وقت پہچانتے ہیں تو بیع فاسد نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور بیع میں حاجیون کے آنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اُسکے روندنے اور روئی چُننے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر نصارے کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہے کہ نصارے نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے تو جائز ہے اور اُنکا روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے پس اگر مدت فاسدہ کو اُس کے گذرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائیگا اور امام زفر رح کے نزدیک جائز نہوگا اور ہمارا قول صحیح ہے اسواسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسد کرنے والی چیز نکال ڈالی جاوے تو جائز ہو جاویگا اور اسکو کرخی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے صریح روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور باقی بیوع فاسدہ کو کرخی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ مفسد کے

دور کرنے سے جائز ہوجاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہوتی ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع کرے تو
ثمن ادا کرنے کی کوئی مدت نہیں مقرر کی پھر بعد اسکے ثمن ادا کرنے کا کوئی وقت ان وقتوں میں سے مقرر کیا
تو بیع جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہے اور اگر رجب کے
مہینے میں کہا کہ میں نے رجب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آیندہ رجب تک ہوگی اور اگر کہا کہ رجب گذرنے تک
کی مدت مقرر کی تو وہ اسی رجب تک ہوگی اور میلاد کے وعدہ تک کی بیع فاسد ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے
کتاب میں ایسا ہی ذکر کیا ہے پس اگر مراد میلاد بہائم ہے تو اسکا جواب ایسا ہی ہے جیسا کتاب میں مذکور ہوا اگر مراد
میلاد عیسی علیہ السلام ہے۔ تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول کیا جاویگا کہ جب دونوں اسکا وقت
نہ پہچانتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک اسباب ہزار درم کو دس مہینہ کے وعدہ سے اس شرط پر خریدا کہ
جس قسم کا نقد اسوقت رائج ہوگا وہی ثمن میں دونگا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک
ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ثمن ہر ہفتہ میں ادا کرے یہانتک کہ مہینہ کے گذرنے پر پانسو درم ادا
کرے تو بیع فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشک کو تول سے خریدا اور اسمیں رانگ ملا ہوا پایا تو اسکو
اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رانگ واپس کرکے بقدر اسکے وزن کے ثمن میں سے کم کرلے اور اگر چاہے تو بیع کو
ترک کردے اور اگر گھی وزن سے خریدا اور اس میں رُب ملا پایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر
اسقدر تھا جو گھی میں ہوا کرتا ہے اور عیب نہیں گنا جاتا ہے تو اسکو پورے ثمن میں لے لینا پڑیگا اور اگر اتنا ہو کہ
عیب گنا جاتا ہے پس اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ گھی میں نہیں ہوتی
پس اگر چاہے تو اسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غیر
ہراتی کپڑوں کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ بائع نے قصد کرکے کپڑے
تھیلی میں سے یا چھوارے زنبیل میں سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کردی اور کپڑے چھوڑ دیئے
یا فروخت نہ کیے ولیکن اس سے نفع اٹھایا تو کپڑے اور چھوارے مشتری کے ذمہ لازم ہونگے اور وہ بسبب
تھیلی یا زنبیل کے انکے لینے سے انکار نہیں کرسکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک دانہ موتی خریدا اور اس میں
وزن کی شرط کرکے دونوں نے قبضہ کرلیا پھر اسکو کم پایا اور وہ اسکو تلف کرچکا ہے تو امام اعظم رح کے
قیاس میں کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے ولیکن امام نے اسکو قبیح جان کر قیاس اپنا اس میں ترک کردیا کیونکہ موتی
کی کمی سے ثمن میں سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہے اور یہ حکم دیا کہ اسکو اختیار ہے کہ نقصان واپس کرلے اور
باب الاجارہ اور آخر کتاب التصرف میں لکھا ہے کہ اگر موتی اس شرط پر بیچا کہ اسکا وزن ایک مثقال ہے
پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلا ثمن مشتری کے سپرد کی جاوے گی اسلیے کہ جن چیزوں میں ٹکڑے کرنا
ضرر کرتا ہے ان میں وزن بمنزلہ وصف کے ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک باغ خریدا کہ جس میں خرما وغیرہ
کے درخت ہیں اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہے اور بدون ناپنے کے اسپر قبضہ کرلیا اور چند سال تک
اسکے پھل کھائے پھر اسکو نو جریب پایا تو امام اعظم رح کے قیاس میں اسکو واپس نہیں کرسکتا ہے
اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ کسی نے ایک زمین خریدی

اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہی اور اسمین انگور کے درخت ہین اور چند سال تک اُسکے پھل کھاے پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ جریب ہی تو امام محمدرح نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاوے کہ یہ زمین پانچ جریب ہوتے مین کتنے کی ہوگی اور اگر دس جریب ہوتی تو کتنے کی ہوتی پھر ان دونون کے درمیان مین جو فرق ہو اُسی قدر بائع سے واپس لیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہون ایک زنبیل مین ہین پھر ایک قفیز ایک درم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اُسنے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اسمین ایک قفیز ایک درم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہوگئی تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک اُن دونون مین سے باقی قفیز کا آدھا آدھے ثمن مین لے لیوے ورنہ ترک کردے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑدیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک درم کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن اگر بائع چاہے تو ہو سکتا ہی اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہین کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز مین کچھ حق نہوگا صرف اُسکو باقی مین لینے یا چھوڑدینے کا اختیار رہی پھر اگر بائع نے دونون قفیزون کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اُس مین کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوا واپس کیے ہوے کے لیوے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونون مین سے آدھا آدھا لیوے تو بائع کو یہ پہونچتا ہی اور اگر باقی قفیز تلف ہوگیا اور واپس کیا ہوا کہ جس مین عیب ہی باقی رہا اور مشتری اول نے اُسکا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پہونچتا ہی اور اگر کل کا لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار رہی اور اگر چاہا کہ اُسکا آدھا لے اور آدھا چھوڑدے تو اُسکو بھی کر سکتا ہی اور اگر تلف ہونے والا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہی اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جسمین عیب نہین ہی تو مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکا آدھا لے اور سب نہین لے سکتا ہی اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہی کہ انکار کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک زمین مع اُسکے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اُسکے سینچنے کا پانی نہین ہی اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصۂ ثمن بائع سے واپس کرلے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کچھ طعام پیمانہ سے خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا تو اُسکا کھانا اور بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہی یہانتک کہ اُسکو دوبارہ پیمانہ کرے اور اسی طرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرکے خریدا تو بھی مشتری کو جائز نہین ہی کہ اُس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اُسکا بیچنا اور کھانا بدون دوبارہ پیمانہ کرنے کے جائز نہوگا کذا فی المحیط۔ پھر عامۂ مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہی کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اُسکا پیمانہ کیا اور مشتری اُسکو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد بیع کے اُسکا پیمانہ کیا تو اُس مین تصرف کرنا جائز ہی اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہی کذا فی التہذیب۔ اور اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت مین اُسکا پیمانہ کیا تو اس مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے

سے کچھ گیہون اندازہ پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے اُنکو دوسرے کے ہاتھ پیمانہ سے فروخت کیا تو ان مین ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہی اور اسی طرح اگر کسی سے ایک کُر گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہین قرض لیا پھر اُن کو پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو اُس مین بھی ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہی خواہ مشتری پیمانہ کرے خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرلے اور اگر کچھ گیہون اندازہ سے خریدے اور اُنکو بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا اپنی زمین مین سے کچھ گیہون یا ہبہ کے طور پر کچھ گیہون پائے اور اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا ثمن مین کچھ گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہین اُسکے قبضہ مین آئے اور پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہی ایسا ہی ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کیا ہی اور اگر کچھ گیہون پیمانہ سے خریدے اور پھر پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمد رح کا کتاب الاصل مین اطلاق دلالت کرتا ہی کہ یہ ناجائز ہی اور ابن رستم نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہی کہ جائز ہی اور اگر اُنکو پیمانہ کرنے سے پہلے پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہو گئین اور واضح ہو کہ جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی تو اسکو ناپنے سے پہلے اُس کی بیع کرنے اور اُس مین تصرف کرنے کا اختیار ہی اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے سے خریدی تو اسکا دوبارہ شمار کرنیکا حکم امام محمد رح نے ظاہر کتابون مین ذکر نہین کیا اور مشائخ کہتے ہین کہ کرخی نے ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رح کے قول پر تصرف جائز ہونے کے واسطے اسکا دوبارہ گننا شرط ہی اور صاحبین کے قول پر شرط نہین ہی اور شرح قدوری مین لکھا ہی کہ گنتی کی چیزون مین دوبارہ شمار کرنا ایک روایت مین واجب ہی اور دوسری روایت مین واجب نہین ہی اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہی اگر کسی نے کچھ مال پیمانہ یا وزن کے حساب سے بطور بیع فاسد کے خریدا اور بدون پیمانہ کے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اسکو فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا تو بیع ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ پیمانہ کا حکم صرف بیع صحیح مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ایک کُر طعام پیمانہ کے حساب سے سو درم کو خریدا پھر اُسکو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کرا لیا پھر اُسنے دوسرے کے ہاتھ پہلے ثمن کے عوض تولیۃً بیچ ڈالا تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ پیمانہ کرنے کے اُسپر قبضہ کرنا جائز نہین ہی اور اگر پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کے سامنے اُسکو اپنے واسطے پیمانہ کر لیا تھا پس اگر دوسرا مشتری پیمانہ کرنے سے اُسکو ایک قفیز زائد پاوے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دے خواہ یہ زیادتی ایسی ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین جاری ہوتی ہی یا ایسی نہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دی تو لحاظ کیا جاویگا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین آگئی تو پہلے مشتری کی ہوگی کہ اُسکو اپنے بائع کو واپس نہ کرے گا اور اگر ایسی نہین ہی تو پہلا مشتری بھی اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار رہوگا کہ پہلے مشتری سے حصہ نقصان لیوے خواہ یہ نقصان دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرتے

ق قولہ اندازہ یعنی بدون پیمانہ کے ڈھیری خریدی ۱۲

ع بیع صحیح ...

آتا ہو تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو اور ایسا ہوتا گواہون سے یا بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا تو اس نقصان کو واپس لے سکتا ہو اور یہ حکم بیع تولیہ کا تھا اور اگر بیع ثانی بیع مرابحہ ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسی مسئلہ مین اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام مین سے ایک قفیز فروخت کرکے مشتری کو دیدی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کر ہی پھر مشتری ثانی نے اسکا پیمانہ کیا اور اسکو پورا کر پایا تو یہ جائز ہو اور اسکو خیار نہوگا لیکن کر کا ثمن اکتالیس حصون پر تقسیم کیا جاویگا پھر جو کچھ ایک قفیز کے حصہ مین پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جاویگا اور باقی اسکو دینا پڑے گا اور امام محمد رح کے نزدیک اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اس مسئلہ مین اگر دوسری بیع مرابحۃً واقع ہووے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک کر سو درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ چالیس قفیز ہو اور اسکو پیمانہ کرلیا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر تری پاکر وہ پچاس قفیز ہوگیا اور اسکو پانی نے فاسد کردیا پھر اس مشتری نے اسکو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہو اور مشتری ثانی کو اسمین سے چالیس قفیز ملیگا اور دس قفیز اسکے پاس باقی رہجاوینگے اور اگر اسنے ان دس زائد قفیزون کو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا تو پانچوین حصہ ثمن پر فروخت کریگا اور یہ صاحبین رح کا قیاس ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک مرابحۃً نہین فروخت کرسکتا ہو اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اسکو پانی پہونچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن مین لے لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو کسی نے ایک کر گیہون سو درم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس قفیز ہین خریدے اور انکو پیمانہ کیا تو چالیس قفیز نکلے پھر مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اسکو پیمانہ کیا پس وہ ایک قفیز بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہو تو زیادتی مع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ رہیگا حتی کہ ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جاوے گا اور اسی طرح اگر اس کر کو پانی پہونچا اور ایک قفیز بڑھ گیا اور بائع اسپر راضی ہوگیا تو یہ سب اسی کا ہوگا لیکن اگر اسکو نہین جانتا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کرکے اقالہ باطل کردے اور پہلی بیع عود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیہون بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا کر تھے پھر خشک ہوکر مشتری کے پاس کم ہوگئے پھر دونون نے اقالہ کیا اور بائع نے اسکا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جیسا تاکہ یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہی یا دونون سچائی سے اسپر متفق ہوے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جاوے گا یہ محیط مین لکھا ہو اور قاعدہ یہ ہو کہ اگر مبیع معین مشار الیہ ہو کہ جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہو تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اسمین پیدا ہو وہ بائع کی ہوگی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہوگی اور اگر مبیع معین مشار الیہ نہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہو اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہوگی اگر کچھ طعام ایک درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک قفیز ہو پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہوگیا پھر

اُسکو پیمانہ کیا پس وہ سوا قفیز نکلا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اُسمین سے ایک قفیز لے ورنہ ترک کرے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے (یعنے ایک قفیز و ایک چہارم یا ایک تہائی) زائد ہو گیا تو زیادتی مشتری کی اور بسبب تری کے اُسکو خیار ہوگا اور اگر ابر پیمانہ کرنے کے کم ہو گیا تو پورے ثمن مین لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن مین لے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے واسطے اُسکے سامنے پیمانہ کر دیا اور وہ ایک قفیز نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین واقع ہوتا ہی تو مشتری کو پورے ثمن مین لازم ہوگا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہو گئی اور پہلے پیمانہ مین خطا ظاہر نہین ہوئی حتے کہ اگر زیادتی یا نقصان اسقدر نہو کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین آجاتا ہے تو اگر زیادتی ہوگی تو بائع کو واپس کیجاویگی اور اگر کمی ہوگی تو حصہ ثمن مین دونون حالتون مین لے گا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز ایک درم مین خریدا اور بائع نے اُس سے ایک قفیز نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اُسکے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا اور ہر قفیز ایک چوتھائی بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو صرف ایک قفیز جس مین سے چاہے دیوے اور مشتری کو اُسکے لینے کا خیار حاصل ہوگا اور اگر ڈھیری اور وہ قفیز کم ہو جاوے اسطرح کہ پہلے نمناک تھی پھر خشک ہو گئی تو مشتری کو پورا قفیز چاہیے اور دونون مین سے کسی کو خیار نہوگا اور جو ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز خریدا اور تمام ڈھیری مین سے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر ایک قفیز معین دوسری قفیز معین کے عوض باہم بیع کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہو کر چوتھائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اُسکو خیار ہوگا اور بیع فاسد نہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جسکا قفیز خشک ہی اُسکو ایک قفیز کے لینے اور ترک کرنے مین امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قفیز معین کو بعوض ایک ڈھیری کے ایک قفیز کے بیع کی اور ڈھیر والے نے ایک قفیز اُس مین سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا تو خشک قفیز والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو ایک قفیز نمناک لیوے ورنہ ترک کردے اور امام محمد رح کے نزدیک بیع فاسد ہو جاویگی اور اگر صرف علیحدہ کیا ہوا قفیز تر ہوا تو اُسپر ایک خشک قفیز کا سونپنا واجب ہی اور دونون مین سے کسی کو خیار نہوگا کذا فی محیط السرخسی

گیارھوان باب

بیع غیر جائز کے احکام مین - واضح ہو کہ بیع دو قسم کی ہی ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہی کہ جسکا محل بیع قیمت دار مال نہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مردار یا دم مسفوح خرید کیا اور ایسی بیع ملک کا فائدہ نہین دیتی اور فاسد وہ ہی کہ جسکے دونون بدل مال ہون مثلاً کوئی چیز بعوض شراب یا سور یا صید حرم یا مدبر یا مکاتب یا ام ولد کے خریدی یا اُسمین کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اُسکے تو ایسی بیع بعوض قیمت مبیع کے منعقد ہوتی ہی اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہی کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ مبیع ضمانت مین رہتی ہی یا امانت مین پس بعضون نے کہا کہ امانت مین اور بعضون نے کہا کہ ضمانت مین رہتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور شرط یہ ہی کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہوا اور بلا اجازت بائع کے بیع فاسد مین قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم مین ہی (اور یہی مختار ہی) اور زیادات مین لکھا ہی

اگر بیع فاسد مین مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے بیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اُسی مجلس مین ہو تو استحسانا صحیح ہوگا اور ملک ثابت ہوجاویگی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاسا اور استحسانا دونون طرح صحیح نہین اور ملک ثابت نہ ہوگی اور اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اُسی مجلس مین یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاسا اور استحساناً ثابت ہوجاوے گی ولیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہے اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اُسمین تملیک یا نفع اُٹھانے کی راہ سے اُسکو تصرف کرنا مکروہ ہے ولیکن باین ہمہ اگر اُسنے اُسمین تصرف کر لیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکے سبب سے بائع کا حق واپسی باطل ہوجاویگا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جا سکتا ہو جیسے بیع وغیرہ یا ایسا نہو جیسے آزاد کرنا وغیرہ ولیکن اجارہ اور نکاح اور تدبیر بائع کے حق واپسی کو باطل نہین کرتا ہے کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا مدبر یا بیع کیا تو فسخ کرنیکا حق باطل ہوگیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ مشتری کی ام ولد ہوجائیگی اور اسپر باندی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور عقر کی نسبت بیوع مین لکھا ہے کہ اُسکا ڈانڈ نہ دے اور کتاب الشرب مین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہے کہ وہ عقر کا ضامن نہین ہے اور اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی پس اگر غلام کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان متقرر ہوگئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر محض مملوک ہوگیا پس اگر یہ امر مشتری پر قیمت ادا کرنیکا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر کسی شخص کو غلام دیدینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہے اور اگر مرگیا تو واپس نہین کر سکتا ہے کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اُسکو اس غلام پر از سر نو ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اسمین اگر مشتری بطور بیع فاسد کے خرید کر مرجاوے تو بائع اُسکے وارثون سے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر بائع مرجاوے تو اُسکے وارثون کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کپڑا قطع کرکے سلایا یا اُسمین استر دیکر کچھ بھروایا تو بائع کا حق فسخ منقطع ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرکے اُسکو قطع کرایا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر بیع ایک زمین خالی تھی کہ اُسمین مشتری نے کوئی گھر بنایا یا درخت لگائے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بائع کا حق فسخ باطل ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک باطل نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور بیع فاسد مین مشتری کے ذمہ بیع کی قیمت واجب ہوتی ہے اگر وہ قیمتی چیزون مین سے ہو یا اُسکا مثل اگر وہ مثلی چیزون مین سے ہو اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب بیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اُسکو تلف کرے یا ہبہ کرکے سپرد کر دے اور بائع کا واپس کرنے کا حق بھی جاتا رہے اور اسی طرح اگر اُسنے رہن کی یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بھی یہی حکم ہے پس اگر اُسنے ملک رہن

کیا یا ہبہ سے رجوع کر لیا یا مبیع اُنکا ایسے سبب سے آگئی کہ جو ہر طرح فسخ ہو تو بائع کو واپس کر لینے کا اختیار ہی
واپس کرنا اسوقت تک ہی کہ قاضی نے مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر ایسا حکم دیا ہو تو بائع کا حق واپسی
جاتا رہا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر مبیع مشتری کے پاس قائم ہو کہ نہ بڑھی ہو اور نہ گھٹی ہو تو مبیع فسخ کرکے بائع کو واپس
دیجاوے گی لیکن اگر فساد بہت قوی ہو کہ بدل یا مبدل مُنہ مین سمایا ہو تو ہر ایک کو دوسرے کے سامنے فسخ
کرنے کا اختیار ہی اور یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر ایک دوسرے
کی موجودگی اور ناموجودگی مین فسخ کر سکتا ہی اور اگر فساد ایسا قوی نہو بلکہ صرف کسی ایسی شرط لگانے سے کہ جس مین
دونون عقد کرنے والون مین سے کسی کا نفع ہی آگیا ہو تو ہر ایک کو قبضہ سے پہلے فسخ کا اختیار ہی اور قبضہ کے بعد
وہی دوسرے کے سامنے فسخ کا مالک ہی جسنے شرط کی ہی اور دوسرا نہین ہی اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین کچھ
زیادتی ہو گئی پس دو حال سے خالی نہین ہی کہ یا وہ زیادتی متصلہ ہو گی یا منفصلہ ہو گی اور ہر ایک کی دو قسمین
ہین متصلہ یا اصل سے پیدا ہو گی جیسے حسن وجمال یا اصل سے پیدا نہو گی جیسے کپڑے مین رنگ یا ستو مین مسکہ
اور منفصلہ بھی یا اصل سے پیدا ہو گی جیسے بچہ اور عقر اور پھل یا اصل سے پیدا نہو گی جیسے کمائی اور ہبہ اور صدقہ
پس اگر وہ زیادتی متصلہ اصل سے پیدا ہو تو اس سے بائع کا حق واپسی نہین جاتا ہی اور اگر متصلہ اصل سے
پیدا نہو جیسے رنگ وغیرہ تو بائع کا حق واپسی جاتا رہے گا اور مشتری پر یا قیمت واجب ہو گی یا اسکا مثل
اگر مثلی ہو اور اسی طرح اگر مبیع روئی تھی کہ اُسکو مشتری نے کاتا یا سوت تھا کہ اُسکو بُنا یا گیہون تھے کہ اُنکو
پیسا تو بائع کا حق جاتا رہا اور مشتری کو قیمت یا مثل دینا پڑے گی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو پس اگر وہ اصل سے
پیدا ہو تو فسخ کی مانع نہین اور مشتری دونون کو واپس کر سکتا ہی اور اگر باندی مین بچہ جننے سے کچھ نقصان آیا
تو مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا کیونکہ اسکا بچہ اس نقصان کو پورا کرتا ہی اور اگر یہ زیادتی مشتری کے پاس تلف
ہو گئی تو مشتری اسکا ضامن نہین ولیکن نقصان ولادت کا ضامن ہو گا اور اگر مشتری نے خود تلف کر دی تو ضمان
دے گا اور اگر مبیع تلف ہو گئی اور زیادتی قائم ہی تو بائع کو اختیار ہو گا کہ زیادتی واپس لے اور مبیع کی جو قیمت
قبضہ کرنے کے وقت تھی وہ مشتری سے لے اور اگر وہ زیادتی منفصلہ اصل سے پیدا نہو تو بائع کو اختیار ہی کہ
مبیع کو مع زیادتی کے واپس کر لے اور یہ زیادتی اُسکو حلال نہو گی اور اگر مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو اُسپر ضمان
نہو گی اور اگر اُسنے خود تلف کر دی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک ضمان نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسپر
ضمان ہو گی اور اگر مشتری نے مبیع کو تلف کر دیا اور زیادتی اُسکے پاس رہ گئی تو اُسپر مبیع کی ضمان واجب اور
زیادتی اُسی کی ہو گی اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین کچھ نقصان آیا پس اگر یہ نقصان آسمانی آفت سے ہو تو بائع کو
اختیار ہی کہ مشتری سے مبیع کو لیکر اس نقصان کا جرمانہ لے اور اگر مشتری کے فعل یا خود مبیع کے فعل سے
نقصان آوے جب بھی یہی حکم ہی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان آیا تو بائع اس سے جرمانہ لے سکتا ہے
اور مشتری سے اجنبی واپس نہ لے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے لے پھر مشتری اجنبی سے لے اور اگر اس اجنبی
نے مبیع کو قتل کر ڈالا تو بائع مشتری سے قیمت لے سکتا ہی اور قاتل سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور مشتری
اُس قاتل کی مددگار برادری سے تین سال مین قیمت وصول کریگا اور اگر بائع کے فعل سے اسمین کچھ نقصان آیا

تو بیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہوجاوے اور اسکی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ پایا جاوے جو روکنے میں شمار ہو تو اسکا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہیگا اور اگر اسکی طرف سے روکنا پایا جائے پھر وہ تلف ہوجاوے تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو بیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن نہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہیں ہوئی تو مشتری اسکا ضامن ہی اور بائع کے جرم کا نقصان اسکے ذمہ سے کم کر دیا جاویگا اور اگر بائع نے اسکو قتل کر دیا یا مبیع ایسے کنوئیں میں کہ جسکو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہیگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کرکے اسکو نفع سے بیچ ڈالا تو اسکا نفع صدقہ کر دے اور اگر اسکے ثمن سے کوئی چیز خرید کر اسمین نفع اٹھایا تو یہ نفع اسکو حلال ہی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہوگیا پھر بائع نے قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کو لے لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں کر لیا پھر اسکو آزاد یا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اسکی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اسپر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام بعوض اپنے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہوجاوے گا اور مکاتب یا مدبر یا ام ولد کا خریدار اسکا مالک نہوگا اگرچہ باجازت بائع کے قبضہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اسکی بلا اجازت خریدا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہوگا تا وقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعوض شرب کے یا ایسے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنوئیں میں جو غیر محرز ہی خریدا یا بعوض دانوں کے جو ہنوز کاٹے نہیں گئے ہیں خریدا تو اسکا بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اسکو وطی کرنا نہ چاہیے پس اگر اس نے وطی کر لی اور اسمین نطفہ نہ ڈالا تو بائع اسکو واپس لے سکتا ہی اور جب اسکو واپس کر لیا تو مشتری اسکا عقر بائع کو دیگا اور اگر اسمین نطفہ ڈال دیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو شمس الائمہ سرخسی کے قول پر عقر مشتری پر نہوگا اور بنا بو آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کتاب البیوع کی روایت سے اسپر عقر نہیں ہی اور کتاب الشرب کی روایت سے اسپر عقر واجب ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا اور بائع نے اسکے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو آزاد نہوگا پھر اگر اسکے بعد کہا کہ وہ آزاد ہی پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد ہوجاویگا

یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کچھ گیہون بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو حکم دیا کہ اسکو پیسے اور اسنے پیسا تو آٹا بائع کا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اسکے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو یہی حکم ہے اور اگر ایک قفیز گیہون بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میرے گیہون میں ملادے اور اسنے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے مین شمار ہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ اسکا مثل بائع کو ادا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی قدر مہر مقرر کرکے اسکا نکاح کردیا اور اسکے شوہر نے اس سے وطی کی اور وہ باندی باکرہ تھی پھر بائع نے نالش کرکے وہ باندی لے لی تو نکاح جائز اور مہر بائع کو ملے گا پھر اگر یہ مہر اتنا ہے جو اس باندی کی بکارت زائل ہونے کے نقصان کو پورا کرتا ہے تو مشتری پر کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہے تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لیگا یہ محیط مین لکھا ہے اور ایک باندی کو بعوض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر ادھار بیچنا جائز نہین ہے اور اگر مشتری نے اسپر قبضہ کیا اور اسکے پاس اسکی آنکھ جاتی رہی تو مشتری اسکو مع نصف قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری کے پاس ... کسی دوسرے نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو بائع کو اختیار رہیگا کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے ضمان لے یا مشتری سے اسکی قیمت لے پھر مشتری آنکھ پھوڑنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بچے جنی اور ایک مرگیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لیگا اور مردہ بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لیگا اور نقصان ولادت کی ضمان اگر اس بچہ سے پورا نہو تو مشتری سے لیگا اور اگر بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہے اور اگر فقط باندی مرگئی تو بائع دونون بچے لے ... باندی کی قیمت لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدے کہ بائع کی اجازت سے اسپر قبضہ کیا اور اسکا ثمن ادا کردیا پھر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے تو مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن پورا لینے تک غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مرگیا اور سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اسکے قرضخواہون مین سے زیادہ حقدار ہے پس اسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جاویگا پھر اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے برابر ہو تو سب مشتری لے لیگا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرضخواہون کے واسطے ہوگی اور اگر دوسرا ثمن کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرضخواہون کے ساتھ جو کچھ ترکہ مین نظر آوے حصہ رسد شریک کیا جاویگا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اسکو قیمت دینی پڑی گی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعوض ایک ہزار درم قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کے ذمہ چاہیے تھا بطور بیع فاسد کے خریدا اور بائع کی اجازت سے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کرلینے کی وجہ سے اسکو روکنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا پس اگر بائع مرگیا اور اسپر بہت سے قرضہ تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت مین کہ جب بیع فاسد واقع ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونون نے بیع توڑ دی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے تجکو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری بری ہوگا کیونکہ جب

عہ کیونکہ آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ نصف قیمت ہے ۱۲

اسنے غلام سے بری کیا تو اُسکی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت مین رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمانت لازم نہ آویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام پانسو کو بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسکی قیمت بھی پانسو تھی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر زیادہ ہوگئی اسطرح سے اُسکی قیمت بڑھکر ایکہزار ہوگئی پھر مشتری نے اُسکو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار کیجاوے گی مشتری کو صرف پانسو دینا پڑیگی اور اگر کسی اپنے غلام کو جسکی قیمت ایکہزار تھی غصب کیا پھر بڑھکر اُسکی قیمت دوہزار ہوگئی پھر اُسکو غاصب نے اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر غلام مرگیا پس اگر خریدنے کے بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اُسپر دوہزار واجب ہونگے اور اگر نہین ملا بلکہ مرگیا تو اُسپر ایک ہزار واجب ہونگے کیونکہ غصب مین زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہوجاتی ہے اور قبضہ یہان نہین پایا گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ غلام کے غصب کرنے والے نے جب اُسکو اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید کرکے آزاد کردیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوجاوے گا کیونکہ اُسنے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو بیع فاسد مین بائع کو واپس کردیا تو جسطرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع یا ہبہ یا صدقہ یا عاریت یا ودیعت کے سب طرح بیع فسخ ہوجاوے گی اور اسیطرح اگر اُسکو بائع کے وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اُسکو سپرد کیا تو اُس کی ضمانت سے بری ہوگیا اور اگر اُسکو بائع کے اپنے غلام کے ہاتھ کہ جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی ہے اور اُسپر قرضہ نہین ہے فروخت کیا تو جائز نہین ہے لیکن بیع فاسد تھی پس پہلی بیع فسخ ہوجاوے گی اور ضمان سے بری نہوگا تاوقتیکہ بیع بائع تک نہ پہونچے اور اگر اُس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہوجاویگی اور اگر ایسے غلام سے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی اور اُسپر قرض ہے خرید کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کرلیا تھا پھر غلام کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز ولیکن پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اُسکے مالک کو واپس کرنے کی وجہسے ضمانت سے بری ہوجاویگا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے اور اگر اُس خریدے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح اور ضمانت لازم ہوجاویگی اور پہلی بیع فسخ نہوگی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اُسنے اپنے اس مشتری سے اپنے موکل کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور اُسکی ضمان پہلے مشتری پر واجب ہوگی پس اگر دونون ثمنون مین برابری ہو تو دونون برابر بدلا سمجھ لین اور اگر کسی مین زیادتی ہو تو وہ دوسرے کو دیدے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر بیع کوئی کپڑا تھا کہ اُسکو مشتری نے مثلاً سرخ یا زرد رنگا کہ جس سے مبیع مین زیادت ہوگئی تو امام محمد رح سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اُس سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری نے اُسکو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تاوقتیکہ اُس مین عمارت نہ بناوے حق فسخ باطل نہوگا اور جب عمارت بنالی تو امام اعظم رح کے نزدیک فسخ کرنے کا حق باطل ہوگیا اور درختون کا بودینا عمارت

ع
یعنی قیمت مبیع میں زیادتی ہوگئی

بتانے کے مانند ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا پھر مشتری نے اُسکو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر قرض ہو گیا پھر بائع نے غلام واپس کر لینے مین مشتری سے جھگڑا کیا تو غلام اُسکو واپس دیا جا دیگا اور قرضخواہون کو اُس غلام سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور مشتری غلام کی قیمت اور قرض مین سے جو کم ہو وہ قرضخواہون کو دیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا پھر بیع فاسد ہونے کی وجہ سے بائع نے چاہا کہ اُسکو مشتری سے واپس لے اور مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے پس اگر بائع نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر تکذیب کی تو اُسکو پھیر لے سکتا ہے پس اگر بائع نے باندی واپس لی پھر وہ شخص جو غائب تھا حاضر ہوا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہے کہ باندی کو بائع سے پھیر لے اور اگر بائع اول نے مشتری کی تصدیق کر کے اس سے قیمت لے لی پھر وہ شخص حاضر ہوا تو بائع کو یہ اختیار نہو گا کہ مشتری سے باندی واپس کرے خواہ اُس شخص نے مشتری اول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اُسکو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور اُسکا نام نہین لیا اور بائع نے اُسکی تکذیب کی تو بائع اُس باندی کو واپس لے سکتا ہے پس اگر اُسنے واپس لی پھر ایک شخص آیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اس شخص کو کہا بیچا تھا پس اگر اس شخص نے مشتری کی تکذیب کی تو واپس ہو جانا صحیح رہا اور اگر تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔

اگر دونون عقد بیع کرنے والے اختلاف کرین اسطرح کہ ایک بیع صحیح ہونے کا دعوی کرے اور دوسرا بیع فاسد ہونے کا دعوی کرے پس اگر فاسد ہونے کا مدعی کسی شرط فاسد یا مدت فاسد کی وجہ سے فساد کا دعوی کرتا ہے تو سب روایتون کے موافق صحت کے مدعی کا قول اور فساد کے مدعی کے گواہ معتبر ہون گے اور اگر فساد کا دعوے کسی ایسے سبب سے کرتا ہے جو نفس عقد مین ہے مثلاً کہتا ہے کہ اس نے اس چیز کو بعوض ایکہزار درم اور ایک رطل شراب کے خریدا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف ایکہزار درم کو خریدا ہے تو بھی ظاہر الروایت کے موافق بیع صحیح ہونے کے مدعی کا قول اور مدعی فساد کے گواہ جیسا کہ پہلی صورت مین ہے معتبر ہون گے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔

بارھوان باب

بیع موقوف کے احکام اور دو شریکون مین ایک کے بیع کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اجازت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ دونون عقد کرنے والے اور جس چیز پر عقد ہوا ہے قائم ہون اور ثمن اگر نقود مین سے ہے تو اُسکا قائم ہونا شرط نہین ہے اور اگر اسباب مین سے ہے تو اُسکا بھی قائم ہونا شرط ہے یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے۔ پھر جب اجازت ایسی صورت مین صحیح ہو کہ جس مین ثمن معین کرنے سے معین ہو سکتا ہے اور وہ ثمن قائم ہو تو ثمن بائع کو ملے گا اجازت دینے والے کو نہین ملے گا اور اجازت دینے والا بائع سے اپنے مال کی قیمت لیگا اگر مال قیمتی چیزون مین سے ہو یا اُسکا مثل لے گا اگر مثلی چیزون مین سے ہو یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر ثمن بائع کے پاس اجازت سے پہلے یا بعد تلف ہو گیا تو امانت مین تلف ہوا اور اگر مبیع مشتری کے پاس تلف ہوئی تو مالک کو اختیار ہو گا کہ دونون مین سے جس شخص سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری

بائع و مشتری ۱۲

ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اسکو ادا کر دیا ہو اور اگر اُسنے بائع سے ضمان لی پس اگر مبیع اُس کے پاس ضمانت مین تھی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر امانت مین تھی پس اگر اُسنے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہو گی اور جو کچھ اُسنے ضمان مین دیا ہو وہ مشتری سے لیگا کذا فی محیط السرخسی - اور اگر مالک مرگیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہو گی اور مالک کی اجازت کے بعد مشتری اُس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہوئی ہو مالک ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے غیر شخص کے واسطے خریدی تو یہ بیع اسپر نافذ ہوگی لیکن اگر یہ مشتری لڑکا یا محجور ہو تو بیع موقوف رہیگی اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کر دی اور یون کہا کہ یہ غلام فلان شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور صحیح یہ ہو کہ بیع موقوف ہونے کے واسطے اسی قدر کافی ہے کہ ایجاب یا قبول کسی مین فلان شخص کی طرف نسبت ہو اور فروق کرابیسی مین لکھا ہو کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے واسطے اتنے کو خریدا اور بائع کہتا ہو کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اصح روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جاویگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہو کہ مین نے قبول کیا یا مین نے خریدا یا کہتا ہو کہ مین نے تجھ سے اس غلام کو فلان شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہو کہ مین نے بیچا تو ایسا عقد مشتری کے ذمہ نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا اور دوسرے مقام پر لکھا ہو کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے قبول کیا یا فلان شخص کے واسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے یہ غلام فلان شخص کے واسطے خریدا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہو کہ یہ عقد موقوف رہیگا اور درمیانی پر نافذ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہو کسی نے دوسرے شخص سے کہ جسکا غلام نہ تھا کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایکہزار درم کو خریدا اور اُس غلام کا مالک حاضر تھا اُسنے کہا کہ مین نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اُس وقت بیع ہو جاویگی کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکی اجازت کے فروخت کیا اور اُس کے مالک نے کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور تجکو اچھی توفیق ملی تو یہ اُسکا کلام بیع کی اجازت مین شمار نہوگا اور مشتری سے اُسکو واپس لے سکتا ہو اور اگر اُسکے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجکو بیع کی مشقت سے بچایا یا اچھا کیا اللہ تجھے جزاے خیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت نہین ہو ولیکن امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا استحساناً اجازت ہو کذا فے فتاوے قاضی خان اور یہی اصح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ جبتک مین زندہ ہون اس بیع پر راضی ہون یا جبتک زندہ ہون مین نے اسکی اجازت دی تو یہ اجازت مین شمار ہو اور اگر کہا کہ مین اُسکو نگاہ رکھون گا جبتک زندہ ہون تو یہ اجازت نہین ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو اور منتقی مین لکھا ہو کہ یہ کہنا کہ تو نے بجہ اکام کیا اجازت مین شمار ہو بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت

کی ہی کہ کسی نے دوسرے کا غلام بلا اُسکی اجازت کے فروخت کیا پھر اُسکو خبر پہونچی اور اُسنے بائع سے کہا کہ میں نے ثمن تجکو ہبہ لیا یا تجکو صدقہ مین دیا تو یہ اجازت مین شمار ہی بشرطیکہ بیع موجود ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ مالک کو خبر پہونچی کہ کسی درمیانی نے اُسکی ملک فروخت کر دی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہین ہی اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مالک کو بیع کی خبر پہونچی اور اُسکے ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے اُسنے اجازت دیدی پھر مقدار ثمن کی معلوم کی اور بیع کا واپس کرنا چاہا تو اُسکا اجازت دینا معتبر ہوگا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اُس شخص نے جسکے پاس ودیعت تھی ودیعت رکھنے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک نے گواہ لایا کہ مبیع کے قائم ہونے کی حالت مین میں نے بیع کی اجازت دی تھی تو مشتری سے ثمن وصول کرنے پر قادر نہوگا لیکن اگر درمیانی کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا وکیل ہوکر آوے تو لے سکتا ہی۔ کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مرگیا پھر مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو بیع کرنے کا حکم کیا تھا تو اُسکی تصدیق کی جاوے گی اور اگر مالک نے کہا کہ مجکو بیع کی خبر پہونچی اور مین نے اسکی اجازت دی تو اُسکی تصدیق نکیجاوے گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا غلام سو درم کو اُسکی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اُس غلام کے مالک کے پاس آیا اور خبر دی کہ فلان شخص نے تیرا غلام اُسکے کو بیچ ڈالا پھر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچا ہی تو مین نے اجازت دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر فلان شخص نے سو یا زیادہ درم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہوگی اور ایسے ہی اگر سو دینار کو بیچا تو بھی جائز نہوگی اور اجازت اُسکی اُسی قسم کے نقد پر رہیگی جو اُسنے اجازت مین بیان کیا ہی اور اسیطرح اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا تو بیع جائز ہی تو اُسکی بھی یہی صورتین ہین جو بیان ہوئین اور اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچے گا تو مین اُسکی اجازت دونگا تو بیع جائز نہوگی اور یہ اجازت نہین ہی بلکہ وعدہ ہی پس اگر اُسنے اسکے بعد بیع کیا تو اسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا کپڑا اُسکی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہی اور اگر اُسکو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے بھی بیع جائز نہوگی کیونکہ بیع تلف ہو گئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اُسکی نسبت نہ کی یہانتک کہ خرید اُسی درمیانی کے واسطے ہو گئی پھر مشتری اور جس شخص کے واسطے خریدی ہی دونون نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اُسی کے واسطے ہی جسکے لیے خریدی ہی پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اُسی ثمن کے عوض کہ جتنے کو خریدی ہی اُس شخص کے سپرد کر دی اور جس شخص کے واسطے خریدی تھی اُسنے قبول کر لی پھر مشتری نے چاہا کہ بدون اُسکی رضامندی کے اُس سے واپس کر لے تو اُسکو ایسا اختیار نہین پہونچتا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اسطرح کہ اُس شخص نے کہا کہ مین نے تجکو خریدنے کا حکم دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے بدون تیرے حکم کے اسکو تیرے واسطے خرید کیا ہی تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا کیونکہ مشتری نے جب یہ کہا کہ مین نے اُسکو تیرے واسطے خریدا ہی تو یہ اُسکی جانب سے اُس شخص کا حکم دینے کا اقرار کرتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایکہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ سو دینار کو بیچ ڈالا پس اگر بائع نے اُسپر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے فسخ کرنے مین

[illegible]

شمار ہوگا اور جبتک قبضہ نہین کیا تب تک بیع فاسد فسخ نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر اُسکو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری ثالث نے اُسکو قبول کر لیا تو دونون عقد موقوف رہینگے اور جب اُسکے مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے دونون عقد کی اجازت دی تو دونون عقد آدھے آدھے ہوجاوینگے اور ہر ایک کو دونون مشتریون مین سے خیار حاصل ہوگا ہکذا فی المحیط۔ اور ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اُسنے دونون کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہی اور کرخی رحمتہ فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے دونون کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونون عقد آگے پیچھے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا فسخ کرنے والا ہوگا اور بعض نے مشائخ حنفیہ مین سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کے واسطے فسخ کرنے والا نہین جانا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اُسکی اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچ ڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہی یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جسکو اُسنے اجازت خرید و فروخت کی دیدی ہی خواہ اُس غلام پر قرض ہی یا نہین ہی پھر اُس بائع نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ مین نے تیرا کپڑا بیچ ڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ہاتھ بیچا ہی تو یہ بیع ناجائز ہوگی مگر ایک صورت کہ جس مین اپنے غلام قرضدار کے ہاتھ بیچا ہی جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہی یعنی بیع اُنپر مقدم رکھی جاویگی یہان تک کہ اگر کسی درمیانی نے کسی شخص کی باندی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اُسکا کسی دوسرے سے نکاح کر دیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونون کی ایک ساتھ اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور اسکے سواے جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اپنے سواے دوسرے عقود پر مقدم ہی اور ہبہ اور اجارہ (یعنی دونون عقد کیے کہ ایک بیع ہی اور دوسرا نکاح ہے یا اجارہ ہے ۱۲) رہن پر مقدم ہی اور عقد ہبہ اجارہ پر مقدم ہی اور دار کے حق مین بیع ہبہ پر مقدم ہی اور غلام کے حق مین دونون برابر ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام اپنے سے اور فلان شخص سے کل کے دن ایکہزار درم کو خرید اتھا پس اُسکے مالک نے کہا کہ مین راضی ہون تو کچھ بیع جائز نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام کل کے دن خرید اآدھا اپنے سے پانسو درم کو اور آدھا فلان شخص سے پانسو درم کو پس اگر مالک کہے کہ مین نے اجازت دی تو اُس آدھے کی بیع جسکو فلان شخص سے خریدا ہی جائز ہوگی کذا فی المحیط۔ اور اجازت مالک سے پہلے مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہی اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور بیع موقوف مین سے ایک اُس مجور لڑکے کی بیع ہی کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہی کہ اسکا خرید فروخت کرنا اُسکے باپ یا وصی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف رہیگا اور ایسے ہی بیوقوف اور اُس مجور لڑکے کی بیع وشرٰی کہ جو بالغ ہوکر بیوقوف رہا وصی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہی اور مجور غلام جسنے اگر مالک کے مال مین سے یا جو اُسکو ہبہ کیا گیا ہی کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرضدار کو جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی تھی بدون قرضخواہون کی اجازت کے فروخت کیا تو قرضخواہون کی اجازت پر موقوف رہیگا اور اگر مالک نے اپنے غلام کو جسکے لیے تجارت

کی اجازت دیگئی ہے بدون قرضخواہون کی اجازت کے فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ تلف ہوگیا پھر قرضخواہون نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ ثمن قرضخواہون کا مال تلف ہوگا اور اگر بعضون نے بیع کی اجازت دی اور بعضون نے غلام اور مشتری کی موجودگی مین بیع توڑ دی تو اجازت صحیح نہین ہے اور بیع باطل ہوجاوے گی اور منجملہ بیع موقوف کے یہ ہے کہ اگر مریض نے اپنے مرض الموت مین کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالون مین سے کوئی مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہے پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہوگیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اس مرض مین مرگیا اور وارثون نے اجازت دی تو بیع باطل ہوجاویگی اور از انجملہ مرتد کی بیع ہے اگر اُسنے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہیگی پس اگر وہ اپنے مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو اُسکا تصرف باطل ہوگیا اور اگر مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع نافذ ہوجاوے گی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو ایک مدت معلومہ کے واسطے اس شرط پر دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسکو بویا یا نہین بویا پھر زمین کے مالک نے اُسکو فروخت کیا تو یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اُسکو کسی دوسرے کے ہاتھ دس درم کی زیادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت سے یہ بیع جائز نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اسکو آزاد کردیا پھر دوسرے شریک نے بیع کی اجازت دی تو اُسکے حصہ کی بیع جائز نہین ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ اگر دو شریکون مین سے ایک نے آدھا دار مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اُسکے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک اجنبی شخص نے دو شخصون کی شرکت کا آدھا دار فروخت کیا تو یہ بیع دونون کے حصون سے متعلق ہوگی پس اگر ایک نے دونون مین سے اجازت دیدی تو اُسکے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رح اور زفر رح نے فرمایا ہے کہ چوتھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک ڈھیری اناج کی دو شخصون مین مشترک تھی ایک نے اُسمین سے ایک قفیز فروخت کرکے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دی یا نہ دی ہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام ثمن بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیز فروخت کیا پھر شریک نے اجازت دی پھر اُسے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہوگیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیز چاہیے ہے اور مشتری کے لینے کی اُسکو کوئی راہ نہین ہے اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری سے آدھا قفیز لے لیگا اور اگر ایک شریک نے ایک قفیز مشترک ڈھیری مین سے جدا کرکے اُسکو فروخت کیا اور دوسرے شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دی تو ثمن دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر شریک نے اجازت نہ دی اور مشتری سے آدھا قفیز لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا قفیز لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے ولیکن اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا ثمن واپس کرلے ورنہ بیع ترک کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ ایک گانون دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اُسمین سے چند گھر اور دو یا تین قراح فروخت کیے تو نصف مین جائز ہے اور اگر آدھا قراح فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اسیطرح اگر ایک حجرہ اُس مین سے فروخت کیا تو بھی جائز نہین ہے اور ایسے ہی دونون کی مشترک زمین کا راستہ بیچنا جائز نہین ہے مگر اُس صورت مین کہ وہ ہمارا مفتی ہو

اور مالک دار مین سے ایک بیت بیچا پھر باقی دار فروخت کیا تو آدھے مین جائز ہی اور اگر آدھی عمارت بدون اُسکی زمین کے فروخت کی تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر گیہون یا کوئی دوسری چیز دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک یا اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر یہ شرکت اس سبب سے ہوئی کہ دونو نے اپنے اختیار سے ملا دیا تھا یا بلا اختیار ملجانے کے سبب سے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اجنبی کے ہاتھ جائز نہین مگر جبکہ اُسکا شریک اجازت دے اور اگر یہ شرکت بسبب میراث یا خرید یا ہبہ کے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اجنبی کے ہاتھ بھی اپنے شریک کی اجازت کے بعد بیچنا جائز ہی اور اپنے شریک کے حصہ مین تصرف کرنے کا مالک نہ ہوگا یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی نوازل مین مذکور ہی کہ ایک شریک نے بدون اپنے شریک کی اجازت کے باغ مین سے اپنا حصہ سوائے زمین کے فروخت کیا پس اگر وہ درخت کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گئے تھے تو بیع جائز ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اور واقعات مین لکھا ہی کہ ایک خرما کا درخت کہ جسپر خرمے پھلے ہوئے تھے دو شخصون مین مشترک تھا یا ایک زمین کہ جس مین کھیتی تھی دو شخصون مین مشترک تھی پس اسکی بیع کا مسئلہ کتاب مین مذکور نہین ہی اور چاہیے کہ جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ اس گھر مین سے اتنے کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری اُسکا حصہ جانتا ہی اور بائع نہین جانتا تو یہ بیع جائز ہی بشرطیکہ بائع نے یہ اقرار کر لیا ہو کہ اسکا حصہ ایسا ہی جیسا کہ مشتری کہتا ہی اور اگر مشتری نہین جانتا ہی تو امام محمد رح اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ بیع جائز نہین ہی خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز ہی خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاویٰ صغریٰ مین لکھا ہی۔ اگر کپڑے یا بکریان یا اُسکے مانند جو چیزین کہ منقسم ہوتی ہین دو شخصون مین مشترک تھین کہ ایک نے اپنا حصہ مثلاً ایک بکری یا کپڑے مین فروخت کیا تو یہ جائز ہی اور شریک اُسکو امام محمد رح کی روایت پر باطل نہین کر سکتا ہی اور حسن بن زیاد رح نے روایت کی کہ بیع جائز نہین مگر جبکہ اُسکا شریک اجازت دے اور اسی کو طحاوی نے لیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک زمین اور کنوان دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ کنوئین مین سے مع اُسکے راستہ کے کہ جو زمین مین ہو کر تھا فروخت کر دیا تو کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور راستہ کی بیع اُسکے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اُسنے اجازت دی تو سب کی بیع جائز ہو جاویگی اور اگر آدھا کنوان بدون راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر آدھی عمارت مع آدھی زمین کے فروخت کی تو جائز ہی خواہ اجنبی کے ہاتھ بیچی یا شریک کے ہاتھ اور اگر آدھی عمارت بدون آدھی زمین کے اجنبی یا شریک کے ہاتھ فروخت کی تو جائز نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ عمارت واجبی حق سے بنائی ہو اور اگر ناحق ہو تو آدھی عمارت کی بیع اجنبی یا شریک کے ہاتھ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک شخص کا غلام بیچا اور مشتری نے غلام پھیر دینا چاہا اور کہا کہ تو نے اسکے مالک کی بلا اجازت فروخت کیا ہی اور بائع نے اُس سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اسکے مالک کے حکم سے فروخت کیا ہی پھر مشتری نے غلام کے مالک کے اس اقرار پر کہ اُسنے بائع کو غلام کے بیچنے کی اجازت نہین دی تھی گواہ پیش کیے یا اس بات پر گواہ پیش کیے کہ بائع نے ایسا اقرار کیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ غلام کے مالک نے اسکو

بیع کی اجازت نہین دی تو بیع باطل ہوجاویگی بشرطیکہ مشتری اُسکا خواستگار رہو اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہوگیا اور بائع نے فسخ کرانا چاہا تو قاضی بیع کو فسخ کردیگا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ فسخ مین تاخیر کی جاوے تاکہ غلام کے مالک سے اُسکے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر نہ کیجاویگی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور اُسنے قسم کھالی تو غلام مشتری سے لے لیا جاویگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو بیع عود کریگی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہین لے سکتا ہی اور بائع کو اختیار رہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کہ واللہ مین نے تجکو اس غلام کے بیچنے کا حکم نہین کیا ہی پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو اُسکا حکم دینا ثابت ہوگیا اور اگر قسم کھالی تو بائع ضامن دیگا یعنے قیمت غلام کا ضامن ہوگا اور اُسکی بیع نافذ ہوجاویگی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے پہلے مرگیا اور اُسکا وارث یہی بائع ہوا اور اُسنے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مرجانے کے بعد اقرار کیا کہ اُس نے بیع کا حکم نہین کیا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسکا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہو اور پھر اگر دوسرے نے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا تو اسکا دعویٰ سنا جاویگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قسم دلاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ غلام کے مالک نے اُسکی بیع کردینیکا حکم اس بائع کو دیا ہی پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہوا اور اگر قسم کھالی تو آدھا غلام لے لیا جاویگا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور باقی آدھے مین اُسکو اختیار ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اُس حکم دینے والے کی ملک ہی اگر اُسنے انکار کیا تو اُس حکم دینے والے کا قول لغو ہوگا تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اُس غلام کا مالک ہی کذا فی الکافی۔

تیرھوان باب

اقالہ کے بیان مین۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اقالہ دونون عقد کرنے والون کے حق مین فسخ اور ان دونون کے سوا دوسرون کے حق مین از سرنو بیع ہوتا ہی مگر اُس صورت مین کہ اُسکا فسخ قرار دینا ممکن نہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کوئی باندی ایک ہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایکہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانسو کا ذکر لغو ہی اور اگر دونون نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر بیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہوا اور اُس مین کچھ عیب نہین آیا ہو تو یہ اقالہ ایکہزار پر صحیح ہوجاویگا اور پانچ سو کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایکہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اُس مین کچھ عیب آگیا ہو تو پانچ سو پر اقالہ صحیح ہی اور یہ کمی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعوض دوسری جنس کے ہو تو عامۂ کتب مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ اقالہ پہلے ثمن پر صحیح ہوجاویگا اور دوسری جنس کا ذکر کرنا لغو ہوگا اور اگر بیع مین زیادتی پیدا ہوگئی پھر دونون نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی متصلہ ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصلہ ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کرلے اور مین تجکو ثمن مین ایک سال تک تاخیر دونگا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کرلے اور مین پچاس درم تجکو چھوڑ دونگا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تاخیر اور کم کردینا صحیح نہین ہی اور امام

ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہی اور اصل یہ ہی کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اقالہ ایسے دو لفظون
کے ساتھ کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل ہو صحیح ہو جاتا ہی مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر لے اور دوسرے
نے کہا کہ مین نے اقالہ کیا تو اُنکے نزدیک صحیح ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ صحیح نہین ہوتا مگر صرف دو ماضی کے لفظون کے
ساتھ مانند بیع کے اور فتاوے مین امام محمد رح کا قول مختار رکھا گیا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر
مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کر لے اور اُسنے کہا کہ مین نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت مین امام
اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رح کے نزدیک یہ اقالہ نہوگا تا وقتیکہ بائع اسکے بعد یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کیا
یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ مین راضی ہوا یا مین نے
اجازت دی تو یہ اقالہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ بائع نے کہا کہ بیع مجھکو پھیر دے اُسنے کہا کہ پھیر دی تو یہ اقالہ
صحیح نہوگا تا وقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے مشتری
سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ ثمن لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہی کہ تو مجھ سے
اقالہ کر لے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ دلال بائع کے مطلق حکم سے بیع ڈالنے کے بعد ثمن لیکر بائع کے پاس آیا اور بائع
نے کہا کہ مین اتنے کو نہین دونگا پھر دلال نے مشتری کو خبر دی اور اُسنے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا ہون تو بیع فسخ
نہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور تعاطی سے اقالہ منعقد ہوتا ہی اگرچہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہی یہ نہر الفائق
مین لکھا ہی۔ مشتری نے طعام پر قبضہ کر لیا اور بعض ثمن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ ثمن گران ہی پس بائع نے
وہ بعض ثمن کہ جسپر قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اُس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہی کہ ایک جانب کی تعاطی سے
بیع منعقد ہو جاتی ہی یہ اقالہ ہی اور یہی صحیح ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کوئی شخص ابریشم خرید کر لے گیا پھر بائع
سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہین ہی تو اسکو لے اور میرا ثمن واپس کر دے بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ مین نے
ثمن سے اسقدر تجکو چھوڑا باقی مجھے پھیر دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہوگا نہ ابتدائی بیع۔ بائع نے
مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اُسنے کہا کہ میرا ثمن دے دے پس بائع نے اُسکو ایک قبالہ
دیدیا اُسنے لیکر مبیع واپس کر دی تو یہ فسخ ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا
اور مشتری نے اُس سے کہا کہ مین نے اُس کپڑے کی بیع مین تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہی تو اُسکی قمیص قطع کرلے
اُسنے دونون کے جدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہو جاویگا یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی۔ اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ دونون اقالہ کرنے والے راضی ہون اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع
صرف کے اقالہ مین دونون بدل پر باہم قبضہ ہو اور مبیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ ہو جیسے کہ خیار
شرط یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اُس مین ایسی زیادتی ہو جاوے کہ ان سببون
کے ساتھ فسخ کرنا ممنوع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ صحیح نہوگا اور یہ شرط ہی کہ اقالہ کے وقت مبیع قائم ہو
پس اگر اُس وقت تلف ہو چکی ہو تو اقالہ صحیح نہوگا و لیکن ثمن کا اُس وقت قائم ہونا شرط نہین ہی اگر کسی معین کو
بعوض دین کے مثل درم و دینار کے خواہ یہ دونون معین کیے جاوین یا نہ کیے جاوین اور فلوس اور کیلی اور وزنی اور عددی
کہ جو وصف کرکے اپنے ذمہ رکھی گئی ہین فروخت کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے پاس

تاکہ دین ہو جاوین ۱۲

موجود ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر اُس معین مال کے تلف ہونے کے بعد اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر مال عین اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے تلف ہو گیا تو بھی تو اقالہ باطل ہوجاویگا اور اسی طرح اگر مبیع دو غلام ہوں اور بائع اور مشتری دونوں نے قبضہ کرلیا پھر دونوں غلام مرگئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر ایک اقالہ کے وقت مرگیا تھا اور دوسرا زندہ تھا اور اقالہ صحیح ہوگیا پھر واپس کرنے سے پہلے دوسرا بھی مرگیا تو اقالہ باطل ہوجاویگا اور اگر دونوں نے ایک معین مال کو دوسرے معین کے عوض باہم بیع کیا اور دونوں نے قبضہ کرلیا پھر ایک کے پاس وہ مال تلف ہوگیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تلف ہونے والے کے خریدار کو اُسکا مثل دینا چاہیے اگر وہ مثلی ہو یا اُسکی قیمت دوسرے کو دیکر اپنا مال معین واپس کرلے اور اسی طرح اگر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ دونوں مال معین اُس وقت موجود تھے پھر اقالہ کے بعد واپس دینے سے پہلے ایک تلف ہوگیا تو اقالہ باطل نہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے- اور اگر دونوں واپس دینے سے پہلے تلف ہوئے تو اقالہ باطل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے- کسی نے انگور کا باغ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کیا اور مشتری نے ایک سال اُس کے پھل کھائے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر زیادتی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تلف ہوجاوے یا اُسکو کوئی اجنبی تلف کرڈالے تو بھی اقالہ صحیح نہیں ہوتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے- اگر اناج کی بیع سلم میں ایک غلام دیا اور اناج پر قبضہ کیا پھر غلام مرگیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح ہے اور اُسکو اُس غلام کی قیمت دینی پڑیگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے- اگر ایک غلام بعوض گداختہ چاندی یا ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز کے خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ چاندی بائع کے پاس موجود تھی تو اقالہ صحیح ہوگا اور بائع کو وہ چاندی پھیر دینی چاہیے اور مشتری سے غلام کی قیمت سونے کی قسم سے لے نہ چاندی کی قسم سے اگر وہ غلام اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے مرگیا تو بائع کو چاہیے کہ وہ چاندی واپس کردے اور غلام کی قیمت میں خواہ سونا لے یا چاندی یہ بدائع میں لکھا ہے- کسی شخص نے ترصابون خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ اُسکے پاس خشک ہوکر بسبب خشکی کے وزن میں گھٹ گیا پھر دونوں نے بیع فسخ کرلی تو فسخ صحیح ہے اور مشتری کو اُس نقصان کے سبب سے کچھ نہ دینا پڑے گا کسی نے گوشت یا مچھلی یا اور کوئی ایسی چیز جو جلدی بگڑ جاتی ہو خریدی پھر مشتری ثمن لانے کو اپنے گھر گیا اور وہاں اُسکو دیر ہوئی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جاوے گی تو استحساناً اُسکو جائز ہے کہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دوسرے کو اُس سے خریدنا بھی جائز ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن سے زائد ہو تو بائع پر واجب ہے کہ زیادتی صدقہ کردے اور اگر کم ہو تو یہ نقصان بائع کے مال میں جائیگا پہلے مشتری کے ذمہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے- کسی نے ایک گدھا خریدکر قبضہ کیا پھر چار روز کے بعد اُسکو لایا اور بائع کو واپس دیا اور بائع نے صریحاً قبول نہ کیا اور بائع اُسکو چند روز اپنے کام میں لایا پھر ثمن واپس دینے سے اور اقالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے- کسی نے ایک باندی بیچی اور مشتری نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو بائع کو اُس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے جبتک کہ ترک خصومت پر عزم نہ کرے کیونکہ مشتری کے انکار سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہے اور اسی طرح

اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعوی کرتا ہے تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے پھر اگر مشتری نے دعوی کرنا چھوڑا اور بائع نے سنا کہ اُسنے جھگڑا چھوڑ دیا ہے تو اُسکو وطی کرنا حلال ہوگیا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے وہ غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازان باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اسی طرح اگر اُسنے غلام فروخت نہ کیا لیکن اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اُسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا پھر باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدیا اور غلام پر قبضہ نہ کیا پھر بائع نے اُس سے ملاقات کے بعد کہا کہ مین نے تجکو غلام اور ثمن ہبہ کیا تو یہ کہنا بیع کا توڑنا ہے اور ثمن کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ ایک قوم کشتی مین سوار تھی اور اُس مین کے کسی شخص سے ان لوگون نے کشتی مین کچھ اسباب خریدا پھر کشتی کے ڈوب جانیکا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی مین سے کچھ اسباب پھینک دینا چاہیے تاکہ کشتی ہلکی ہوجاوے پس اسباب بیچنے والے نے کہا کہ جو شخص تم مین سے اُس اسباب کو جو مجھسے خریدا گیا ہے پھینکے گا تو مین نے بیع کا اقالہ کیا پس انھون نے پھینک دیا تو استحسانًا اقالہ صحیح ہوجاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا پھر دعوی کیا کہ مین نے اسکو ثمن ادا کرنے سے پہلے جتنے کو خریدا تھا اُس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور بائع نے دعوی کیا کہ اُسنے بیع کا اقالہ کر لیا ہے تو انکار اقالہ کے باب مین مشتری کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاویگا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعوی کرتا ہو کہ مین نے اسکو مشتری سے ثمن ادا ہونے سے پہلے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خریدا ہے اور مشتری اقالہ کا دعوی کرتا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو قسم دلائی جاوے گی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ جو شخص بیع کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہے وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم رح اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہے اور وکیل خرید کی نسبت شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے موکل کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہے اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہے اور موصی لہ کا اقالہ جائز نہین ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے اور کیلی چیزون مین بدون کیل کے اقالہ جائز ہے اور اقالہ کا شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہین ہے مثلاً ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اسکو سستا خریدا ہے اور اُسنے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خریدار پاوے تو اُسکے ہاتھ بیچ ڈالنا پھر اُسنے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیع منعقد نہو گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک فاسد شرطون سے اقالہ باطل نہین ہوتا ہے کیونکہ وہ فسخ ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے جبکہ کسی شخص پر میعادی قرض ہو اگر قرضدار نے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو قرض کی میعاد عود نہ کریگی اور اگر اسکو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہر وجہ سے فسخ ہوا تو میعاد عود کریگی اور اگر قرض کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون صورتون مین عود نہ کریگی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہے۔ ایک گاے بیچی اور اپنے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہے پس مشتری نے کہا کہ اگر سستی ہو تو اُسکو بیچ اور اپنے واسطے نفع اُٹھا اور مجکو میری اُس گاے کا ثمن جو تو نے میرے ہاتھ بیچی ہے

پہونچا دے پس بائع نے اسکو بیچا اور نفع اٹھایا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد و لیکن مشتری نے اس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیچ لے تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا ورنہ بیع کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع موکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین جو اسکے اور اسکے نابالغ بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیع کی اجازت دی پھر اس عورت نے بیع کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اس عورت نے بیٹے کی بلا اجازت فروخت کی تو بیٹے کا حصہ اور اسکی اجازت پر موقوف نہو گی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے مبیع عقد کرنے والے کی ملک میں آجاتی ہے موکل اور اجازت دینے والے کی ملک میں نہیں جاتی ہے۔ ایک انگور بعوض سونے کے خریدا اور بجائے اسکے گیہون دیدیے پھر دونون نے بیع فسخ کر دی تو اسکو حکم دیا جاوے گا کہ گیہون طلب کرے اور اگر جید درہمون کے عوض کوئی چیز خریدی اور بجائے ان کے زیوف دیدیے اور بائع نے چشم پوشی کی پھر دونون نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ مشتری بائع سے جید درم واپس کرے۔ ایسی کوئی چیز خریدی کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہے اور مشتری اسکو دوسری جگہ لے گیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو واپس کا خرچ بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اسپر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اسکا دودھ دوہتا تھا اور رکھتا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس سے دودھ کی مثل طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی تو اقالہ باطل ہو جاویگا اور مشتری سے دودھ کی ضمان ساقط نہو گی بسبب اسکے کہ اقالہ موجود کے حق میں ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق میں یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین مع اسکی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اسکے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درم کاسد ہو گئے پھر دونون نے اقالہ کیا تو بائع انھین کاسد درمون کو واپس کریگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی زمین خریدی جس میں درخت تھے کہ انکو مشتری نے کاٹ لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہے اور بائع کو درختون کی قیمت سے کچھ نہ ملیگا اور درخت مشتری کو دیے جاوینگے اور یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بائع درختون کے کٹ جانے سے آگاہ ہو اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کرے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہے و لیکن بیع سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے بیع کا اقالہ کیا پھر اس بائع نے اپنے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیع کیا تو بھی جائز ہے کذا فی محیط السرخسی۔

چودھوان باب - بیع مرابحہ اور تولیہ اور وضیعہ کے بیان مین - بیع مرابحہ وہ ہے کہ مثل پہلے ثمن پر کچھ نفع زیادہ لیکر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن پر بدون زیادتی کے فروخت کرے اور وضیعہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز مرابحۃً بیچی پس اگر ثمن مثلی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہو گی بشرطیکہ نفع معلوم ہو خواہ وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہو اور اگر ثمن مثلی نہو جیسے اسباب پس اگر وہ شی مرابحۃً ایسے شخص کے ہاتھ

فروخت کی جو اُس اسباب کا مالک نہین ہی تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اُس اسباب کا
مالک ہو پس اگر بعوض اُس اسباب کے جو اُسکے ہاتھ مین ہی اور دس کے نفع پر بیچے تو جائز ہی اور اگر دہ یازدہ
کے نفع پر بیچے تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ ثمن اسی مجلس مین معلوم ہو جاوے تو جائز ہی اور اُسکو خیار
حاصل ہوگا پس اگر اُسنے بیع اختیار کر لی تو استحساناً اُسکے ذمہ گیارہ لازم ہونگے اور اسی طرح اگر وہ شی
بتولیہ بیچی اور مشتری نہین جانتا کہ کتنے مین اُسکو پڑے گی تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ ثمن اُسی مجلس مین
معلوم ہو جاوے تو جائز ہی اور اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر
اُسکے عوض ایک دینار ادا کیا اور کپڑا دیا تو راس المال دس ہوگا یہان تک کہ اگر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو دوسرے
مشتری کو دس درم دینے پڑینگے اور اگر ایک کپڑا بعوض دس درم کے جو اُس شہر کے نقد کے برخلاف ہین خریدا اور اُسکو ایک
درم نفع سے بیچا تو دس درم ویسے ہی ملین گے جیسے اُسنے ادا کیے ہین اور ایک درم اُس شہر کے نقد مین سے ملے گا
اور اگر نفع کو راس المال کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مین تیرے ہاتھ دہ یازدہ کے نفع سے بیچتا ہون تو نفع
ثمن کی جنس سے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بجائے جید درمون کے زیوف ادا کیے اور بائع نے
اُس سے چشم پوشی کی تو اُسکو یہ جائز ہی کہ جید کے حساب سے نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا
ہی۔ اور اگر اُسنے ثمن کے عوض کوئی اسباب دیا یا رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا تو درمون پر نفع لے کر مرابحۃً
فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کوئی اسباب مرابحۃً فروخت کیا اور اُسکو خبر دی کہ میرا راس المال سو
دینار ہین پھر مشتری نے اُسکو ثمن ادا کرنا چاہا تو اُسنے کہا کہ مین نے اسکو شامی دینارون کے عوض خریدا ہی
حالانکہ یہ بیع بغداد مین واقع ہوئی ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو سوائے نقد بغداد کے دوسرا نہ ملے گا اور
اگر وہ اُس بات پر گواہ لایا کہ مین نے اسکو شامی دینارون سے خریدا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور مشتری
کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بیع کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو اُسکو
مرابحۃً بیچنا جائز ہی۔ اور اسی طرح اگر اُسنے فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب یا خیار رویت یا اقالہ کے اُسکو واپس مل گئی
ہو تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر وہ بیع تمام ہو جاوے پھر بسبب میراث یا ہبہ کے اُسکے پاس واپس آوے تو اُسکو مرابحۃً
بیچنا جائز نہین ہی اور اگر مبیع سب ایسی ہو جو ناپی یا تولی یا گنی جاتی ہی بشرطیکہ اعداد مین تفاوت نہو تو مشتری
کو اُسمین سے تھوڑی بیچنا جائز ہی اور اگر وہ مبیع پوری مختلف ہو یا اعداد مین تفاوت ہو کہ بعض بڑی اور بعض
چھوٹی ہو پس اگر مرابحۃً بعض کو غیر منقسم فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر معین کر کے فروخت کیا پس اگر ثمن اکٹھا ہو تو
جائز نہین اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا گیا تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُس ثمن پر
جو بیان ہوا ہی نفع لیکر مرابحۃً بیچ سکتا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر ایک جنس کے دو کپڑون کی بیع سلم مین دس
درم دیے اور اُن دونون کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی اور وقت کے آنے
پر اُن دونون پر قبضہ کر لیا پھر اُن دونون کو پانچ پر نفع سے بیچنا چاہا تو تاوقتیکہ بیان نہ کرے مکروہ ہی
اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکا آدھا جل گیا تو یہ جائز
نہین کہ باقی آدھے کو آدھے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اگرچہ باقی کپڑا باعتبار گزون کے آدھا ہو یہ محیط مین

لکھا ہے۔ غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جاوے کہ جو بھاگ گئے کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آوے تو غاصب کو جائز ہے کہ مرابحۃً اُس قیمت پر فروخت کرے جو اُسنے تاوان دی ہے مگر وہ کہے گا کہ یہ غلام مجھکو اتنے مین پڑا ہے ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے عوض خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اُسپر حکم کیا کہ بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے کبریٰ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مال صلح کے مانند اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے لیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عوض مثل ہبہ کی قیمت کے ہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ وہ یون کہے کہ مجھے یہ مال اتنے مین پڑا ہے اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین نے اسکو خریدا ہے کسی کو ایک غلام میراث مین ملا اور اُسنے اسکو ایک ہزار درم کو بیچا پھر دونون نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیع کا اقالہ کر لیا اور اُسکو مرابحۃً بیچنا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر ایک مختوم گیہون دو مختوم جو کے عوض جو غیر معین تھے فروخت کیے اور دونون نے قبضہ کر لیا تو گیہوؤن کو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہے اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیزون کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گیہون کی ایک قفیز کو دو قفیز جو کے عوض جو غیر معین ہین خریدا پھر گیہوون کو جو بھائی گیہوؤن کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہین ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اُسکو ایک درم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو کپڑون کو خریدا اور ہر ایک کا ثمن بیان نہ کیا تو ایک کو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز اور امام محمد رح کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکا ثمن بہت گران دیا پھر اُسی ثمن پر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اُسنے کر دی ہے کہ جتنا نقصان لوگ نہین اُٹھاتے ہین تو مین اچھا نہین سمجھتا ہون کہ اُسکو مرابحۃً فروخت کرے تاوقتیکہ بیان نہ کر دے کہ مین نے ثمن گران دیا ہے۔ اگر دو شخصون نے کیلی یا وزنی چیز یا ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہین خریدی اور اُسکو تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز ہے اور اگر کپڑا یا اُسکے مانند کوئی چیز ہو اور اُسکو دونون نے تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر درمون کے عوض دینار خریدے اور دینارون کو مرابحۃً بیچنا چاہا تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اُسکے ثمن سے زیادہ اُسپر رقم ڈال دیا اور اُسکو اس رقم پر مرابحۃً بیچا تو جائز ہے مگر یہ نہ کہے کہ مجکو اتنے مین پڑا ہے اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میراث مین پایا یا اُسکو ہبہ مین ملی اور اُسپر رقم ڈال کر مرابحۃً بیچا تو بھی جائز ہے اور یہ سب اُس وقت مین جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جانتا ہو کہ مشتری جانتا ہے کہ رقم سوائے ثمن کے ہوتا ہے اور اگر یہ جانتا ہے کہ مشتری کے علم مین ثمن اور رقم برابر ہین تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر آدھا غلام سو درم کو خریدا پھر باقی آدھا دو سو درم کو خریدا تو اُسکو اختیار ہے کہ جس آدھے کو چاہے اُسکے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سو درم پر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور راس المال مین دھلائی اور رنگائی اور نقش کرائی

کی مزدوری اور بٹنے کی مزدوری اور بکریاں ہانکنے کی مزدوری اور حمالی ملانا جائز ہی اور اصل یہ ہی کہ تاجروں کا
عرف بیع مرابحۃ میں معتبر ہی پس جن چیزوں کا راس المال میں ملانا اُنکے عرف میں ہوگا وہ ملائی جاوینگی ورنہ نہیں
ملائی جاوینگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور جو کچھ اُس شخص نے سفر میں اپنی ذات پر خرچ کیا ہی کھانے اور کرایہ وغیرہ سے
وہ اُس میں نہ ملاوے کیونکہ اس عرف کا ہونا ظاہر ہی یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ اور چرواہے کی اجرت اور غلام کو
کوئی ہنر سکھلانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اُجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے
مکان کا کرایہ راس المال میں نہ ملاوے اور اسی طرح غلاموں کے محافظ یا اناج کے محافظ کی اُجرت بھی نہ ملاویگا اور
ایسے ہی طبیب کی اُجرت اور رائض اور بیطار کی اُجرت اور آبق کی مزدوری اور خادموں کی اُجرت اور حمام کا جانا
اور جو اُس سے راہ میں ظلم سے لیا گیا راس المال میں نہ ملاوے مگر اُس صورت میں کہ اُنکے ملانے کی عادت جاری ہو
یہ نہر الفائق میں ہے اور پچھنے لگانے والے کی اُجرت نہ ملاوے اور اناج کے ثمن میں پیمانہ کرنے والوں کی اُجرت
نہ بڑھاوے یہ حاوی میں لکھا ہی۔ اور ظاہر الروایۃ میں دلال کی اُجرت بڑھاویگا اور چوپایوں کی بیع میں جھولوں
یا اُسکے مانند چیزوں کا ثمن نہ ملاوے اور غلام کی بیع میں کھانے اور کپڑے کا خرچ ملاوے مگر وہ نہ ملاوے جو اسراف
اور زیادتی ہو اور چوپایوں کے چارہ کے دام ملاوے لیکن اگر کوئی چیز اُسسے مثل دودھ یا صوف یا روغن کے
پیدا ہوکر اُسکو ملگئی ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اُسکو ملاوے بخلاف اس صورت کے
کہ اگر اُسنے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اُجرت پر دیا اور اُسکی اُجرت لیلی تو باوجود اسکے جو کچھ اُسنے ان چیزوں پر خرچ
کیا ہی وہ راس المال میں ملاکر مرابحۃ فروخت کریگا کیونکہ اُجرت اُن کی ذات سے نہیں پیدا ہوئی ہی ایسے ہی
مرغی کے انڈوں کو حساب کریگا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہوگا اُسکو ملاویگا اور گچ کرانے اور کہگل لگانے
اور کنواں کھدوانے کی اُجرت جبتک یہ چیزیں گھر کے اندر باقی ہوں راس المال میں ملاویگا پس اگر یہ
چیزیں زائل ہوجاویں تو نہیں ملاویگا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو سینچنے کی اُجرت اور اُسکے پیراستہ
کرانے کی اُجرت بھی ملاویگا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کہگل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود
کیے تو کچھ نہ ملاویگا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر یا عاریتاً کردیے تو بھی یہی حکم ہی یہ فتح القدیر
میں لکھا ہی۔ نہر کھودنے اور کاریز بنانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جوتنے اور درخت لگانے میں جو خرچ ہو وہ
ان چیزوں کے باقی رہنے تک ملاویگا اور ایسے ہی پھل جھاڑنے والے اور میوہ چننے والے کی اُجرت بھی ملاوے
اور انکی حفاظت کرنے والے کی اُجرت نہ ملاویگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اگر کوئی بکری خریدی اور اُسکے
ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور نمک دینے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اجرت راس المال میں ملاویگا
اور ایسے ہی اگر تانبا خریدا اور اُسکے برتن بنانے والے کو اُجرت پر مقرر کیا تو اُسکو بھی حساب کرلے اور ایسے
ہی لکڑی کی صورت میں دروازہ بنانے کے واسطے بڑھئی کی اُجرت بھی ملاوے اور ایسے ہی اگر لکڑی
خریدی اور اُسکا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بھٹی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اُجرت
راس المال میں ملاوے ایسا ہی محیط میں لکھا ہی۔ اگر غلام کا نکاح کردیا تو اُسکا مہر راس المال میں نہ ملاوے
اور اگر باندی کا نکاح کردیا تو اُسکا راس المال میں سے مہر کم نہ کرے اگر موتی خریدے اور اُس میں سوراخ کرائے

تو اُسکی اُجرت ملالے اور یاقوت کی صورت مین اگر چھید کرانا اُسکو ناقص کرتا ہو تو چھید کرائی کی مزدوری نہ ملاوے اگر چھید کرانے سے اُسکی قیمت بڑھتی ہو یا چھید کرانا ضروری ہو تو ملاوے اگر ابرہ اور استر خریدا اور دونون کا جُبّہ بنایا اور اُس مین ایسی روئی بھری جو اُسکو وراثت یا ہبہ مین ملی ہو تو دھولائی اور سلائی کو ثمن مین ملاوے اور اگر کپڑا اُسکو وراثت مین ملا اور اُسکے نیچے ایسا پوستین لگایا کہ جسکو اُسنے خریدا ہو یا پوستین میراث مین ملا ہو اور ابرہ اُسنے خریدا تو پوستین کا ثمن اور سلائی راس المال مین ملادے اور اگر دو کپڑے کہ ایک خریدا ہو اور دوسرا میراث مین ملا ہو پھر دونون کو مرابحۃً بیچا اور کہا کہ دونون مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز نہین ہو کیونکہ میراث کا کپڑا اُسنے کسی چیز کے عوض نہین خریدا ہو اور اگر اُسنے اُس میراث کے کپڑے کو ایک درم خرچ کرکے عصفر سے رنگا یا پھر دونون کو مرابحۃً فروخت کیا اور کہا کہ مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر بائع نے بیع مرابحۃ مین خیانت کی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر بیع تولیہ مین اُسنے خیانت کی تو ثمن مین سے کم کردیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہو اور خیانت کی صورت مین اگر مبیع واپس کرنے سے پہلے تلف ہو گئی یا اُس مین کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی کہ جس سے فسخ ممنوع ہوتا ہو اور یہ خیانت ظاہر ہونے کے وقت ہوا تو مشتری کو پورے ثمن پر لازم ہوگی اور اُسکا خیار امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہوجاویگا اور یہی امام محمد رح کا مشہور قول ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ اگر مبیع مین کچھ عیب تھا اور اُسکو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اسکو دیکھا تو اُسپر راضی ہو گیا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہو اور ایسے ہی اگر اُسکو اُسنے مرابحۃً خریدا کیا پھر اُسکو اُسکا مالک لے آیا تو اُسکو اختیار ہو کہ جتنے کو لیا ہو اُسپر نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اور اگر مبیع مین بائع کے پاس یا مشتری کے پاس آسمانی آفت سے یا مشتری کے فعل سے یا خود مبیع کے فعل سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو مرابحۃً پورے ثمن پر بدون بیان کرنے کے ہمارے تینون اماموں کے نزدیک بیچنا جائز ہو اور اگر بائع کے فعل یا اجنبی کے فعل سے اُس مین کچھ عیب پیدا ہوا تو جب تک بیان نہ کرے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہو اور ایسے ہی اگر مبیع مین کچھ زیادتی پیدا ہوئی جیسے پھل یا بچہ یا صوف اور وہ اُسکے پاس موجود ہو پھر اُسکے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے تلف ہو گئی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہو اور اگر آسمانی آفت سے تلف ہوئی تو بدون بیان کے مرابحۃً بیچنا جائز ہے اور اگر کوئی ثیبہ باندی خریدی اور اُس سے وطی کی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو بیچنا جائز ہو اور اگر باکرہ ہو تو بدون بیان کرنے کے اسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ نے جلادیا تو بلا بیان اُسکو مرابحۃً بیچ سکتا ہو اور اگر اُسکے کھولنے یا لپیٹنے مین مسک کر نقصان آوے تو اُسکو بیان کرنا لازم ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ اگر کسی دار یا زمین کو کرایہ پر چلایا بدون اسکے کہ اُس مین کچھ نقصان آوے تو اُسکو جائز ہو کہ بدون بیان کے مرابحۃً فروخت کرے اور اگر کوئی شے اُدھار خریدی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو مرابحۃً فروخت نہ کرے اور یہ حکم ایسی صورت مین ہو کہ جسکی شرط لگائی ہو اور اگر شرط نہ لگائی گئی ہو ولیکن اُسکی رسم تاجرون کے درمیان جاری ہو جیسے کہ اگر بازار مین شے کو فروخت کرکے اُسکے ثمن کا ایکبارگی مطالبہ نہین کرتا ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے ہر مہینہ یا ہر

دن مین بائع لے لیتا ہو تو ایسی صورت مین اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضرور نہین ہو پھر جو مدت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت مین بدون بیان کے فروخت کیا اور مشتری اس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضامند ہوکر اُسکو لے لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہو۔ پس اگر مشتری نے بیع کو تلف کردیا یا خود تلف ہوگئی پھر مدت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہوجاوے گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرضدار سے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان داموں کو نہ لیتا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا بدون بیان کے جائز نہین ہو اور اگر دوسرے سے بھی ان داموں کو لے لیتا تو مرابحۃً بیچ سکتا ہو خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید مین فرق ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ ہر جگہ کہ جہان بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اُس سے آگاہ ہو تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین بیع تمام کرے ورنہ بیع واپس کردے پس اگر بیع اُسکے پاس موجود نہو تو اُسکو پورا ثمن دینا پڑیگا اور خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے گا اور اسی طرح اگر بیچنے کے بعد اُسنے کم کردیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اُسکو مع حصہ نفع کے کم کردیگا اور اگر بائع نے بیع مرابحہ سے اُسکو بیع تولیہ کردیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جاویگا اور اگر مشتری نے ثمن مین زیادہ کردیا تو اُسکو اصل اور زیادتی دونون پر مرابحۃً بیچے گا اور یہ مذہب ایمہ ثلاثہ کا ہو اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکا ثمن نہین ادا کیا ہو پھر اُسکو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہو پس اگر اسکے بعد اسکو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اُسپر یہ واجب نہین ہو کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے مین مہلت دے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری کو پورا ثمن ہبہ کردیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اُسپر مرابحۃً بیچنا جائز ہو یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکو نفع سے بیچا پھر اُسکو خریدا پس اگر مرابحۃً بیچنا چاہے تو جو نفع اُٹھایا ہو اُسکو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مرابحۃً فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مرابحۃً بیچ سکتا ہو۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکو پندرہ درم کو بیچا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اُسکو پانچ درم پر مرابحۃً فروخت کرے اور کہے کہ مجکو پانچ درم مین پڑا ہو اور یہ نہ کہے کہ مین نے پانچ درم مین خریدا ہو اور اگر اُسکو دس درم مین خریدا اور بیس درم مین بیچا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اُسکو مرابحۃً سے بیچنا جائز نہین ہو۔ ایک غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر اتنا قرض تھا کہ جو اُس غلام کی قیمت کو محیط ہے اُسنے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو اُسکا مالک دس درم پر مرابحۃً فروخت کرے گا اگر اُس کے مالک نے دس درم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو وہ غلام دس درم پر نفع سے فروخت کریگا اور مکاتب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہو اور اگر اسکے مالک نے یہ بیان کردیا کہ مین نے اسکو اپنے مکاتب یا قرضدار غلام سے کہ جسکو مین نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا ہو تو اُسکو پندرہ درم کو مرابحۃً بیچنا جائز ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضاربت خریدا تو اُسکے حصہ نفع کے اوپر اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہو ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خریدا جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہو تو بھی

ف یعنی نفع مین سے جتنا حصہ [illegible]

امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اگر ایسے شریک سے جسکو شرکت عنان ہو کوئی چیز خریدی تو اُسکو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ وہ شے خاص شریک کی ہو اور اُسکو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر وہ شے شرکت کی ہو اور اُسکو خاص اپنے واسطے خریدا ہو تو اُسکو جائز ہو کہ شریک کے حصہ کو خریدار مرابحہ سے فروخت کرے اور اپنا ذاتی حصہ پہلے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک ہزار ایک سو درم پر مرابحہ سے فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری کو معلوم ہوا کہ پہلی خرید ایک ہزار درم پر تھی اور اُس نے جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ پیش کیے پس بائع نے کہا کہ پہلے مین نے اسکو ایک ہزار درم مین خریدا تھا پھر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا پھر ایک ہزار ایک سو درم مین خریدا ہو تو اُس کی تصدیق نہ کی جاویگی پس اگر اُسنے مشتری کے علم پر قسم طلب کی اور کہا کہ ہبہ کے وقت اور ایک ہزار ایک سو کی خرید کے وقت یہ حاضر تھا تو اُس سے اسکی آگاہی پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری اول نے یہ دعوی نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ سو درم زائد مین نے اُسکے کھلانے اور بار برداری مین جہان سے خریدا تھا یہان تک لانے مین خرچ کیے ہین پس اگر اُسنے مرابحۃً فروخت کرتے وقت یہ کہا تھا کہ مجھکو اتنے مین پڑا ہو تو اُسکا قول قسم سے معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ مین نے اُسکو ایک ہزار ایکسو کو خریدا ہو تو اُسکا قول اس باب مین کہ یہ ایک سو درم خرچ پڑے ہین مقبول نہوگا کسی نے ایک کپڑا پندرہ درم کو خریدا اور ثمن ادا کر دیا پھر اسکو دہ یازدہ کے نفع پر فروخت کیا اور خبر دی کہ مجھکو دس درم مین پڑا ہو پھر دس درم اور اُسکا نفع لے لیا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے غلطی کی مجھکو پندرہ درم مین پڑا ہو اور مشتری نے اُسکو جھٹلایا تو اس راس المال کے دعوی مین بائع کی دلیل قبول نہوگی اور اگر مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ ساڑھے پانچ درم ادا کرے یا بیع کو واپس کرے اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہو اور امام اعظم کے نزدیک مشتری سے زیادتی نہ لیجاویگی صرف بائع سے کہا جائیگا کہ اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر کے کپڑا لے لے اور جو تونے لیا ہے واپس کر دے اور اگر چاہے تو اتنے دامون مین جو تجکو ملے بیع کو سپرد کر دے کہ اس سے زیادہ نہ دیے جاوینگے اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے پانچ درم مین خریدا اور خیانت کر کے اپنا راس المال دس درم بتلایا اور اسپر اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع پر قسم نہ آوے گی اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میرا راس المال پانچ درم ہین یا اُسپر گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک واپس کیا جاویگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین بلکہ اگر مشتری چاہے تو بیع واپس کرے ورنہ جو ثمن ادا کیا ہو اُسکے عوض لے لے اور اگر ان دونون مسئلون مین بیع تولیہ واقع ہوئی ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک زیادتی اور نقصان مین دونون ایک دوسرے سے واپس لینگے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا نقصان کی صورت مین ہو اور ایسے ہی اُنکے قول کا قیاس زیادتی مین ہو اور اسی طرح اگر اُس کپڑے کو دس درم پر ایک درم کے نفع سے خریدا تو سب صورتون مین اسکا حکم دہ یازدہ کا حکم ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے دہ یازدہ کے نفع سے یا جو اُسکے مانند ہو فروخت کیا پس مشتری ثمن سے آگاہ ہونے کے وقت اگر چاہیگا تو اُسکو لیگا ورنہ ترک کر دیگا اور اگر عقد بیع واقع ہونے سے پہلے ثمن سے آگاہ ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہو اگر کسی نے ایک کپڑا پانچ درم کو خریدا اور دوسرے نے

چھ درم کو دوسرا خریدا پھر دونوں نے دونوں کپڑے ایک ہی صفقہ مین نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو ان دونوں کے راس المال کے حساب سے ثمن دونوں مین تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا جو دس کی مالیت تھا دس درم مین خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس مین خریدا اور اسکو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کردے پس اسنے بیچتے وقت مشتری سے کہا کہ دونوں مجھے بیس مین پڑے ہین اور مین تیرے ہاتھ ان کو دس درم کے نفع سے بیچتا ہون پس اسنے دونوں کو خریدکر قبضہ مین لیا اور حکم دینے والے کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ مین نے دونوں کو ایک صفقہ مین تیس درم کو خریدا ہے اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہوکر یہ کپڑا دو ثلث ثمن پر واپس کرتا ہون اور بائع نے کہا کہ دو صفقہ مین بیع ہوئی پس آدھے مین واپس کر تو مشتری کا قول اسکی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھائیگا کہ واللہ مین نہین جانتا کہ ایسا ہے جیسا بائع کہتا ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اور بائع سے دو ثلث ثمن واپس کریگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درم لیگا اور پانچ درم دیگا اور اگر مشتری نے دو صفقون کا دعوی کیا اور بائع نے ایک صفقہ کا تو بائع کا قول لیا جاویگا اور مشتری کے گواہ یہ کافی مین لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کیا تو دس درم مین واپس کریگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے مین عیب پایا تو اسکو پندرہ درم مین واپس کرے کیونکہ مشتری نے اس مین پندرہ درم کا دعوی کیا ہے اور بائع نے پانچ درم زائد کا اقرار کیا ہے پس اگر چاہے تو تصدیق کرکے اس سے لیوے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہو تو یہ پانچ درم نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی چیز جتنے مین اسکو پڑی ہے دوسرے کو بطریق تولیہ دیدی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اسکو پڑی ہے تو بیع فاسد ہے پس اگر بائع نے اسی مجلس مین اسکو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی مین لکھا ہے اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اسکو دہ یازدہ کی کمی سے بیچ ڈالا تو راس المال کے ہر درم کے گیارہ جزء کیے جاوینگے پس سب ایک سو دس جزء ہونگے پھر اس مین سے گیارہ کا ایک جزء کم کیا جاویگا اور وہ دس درم ہوئے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتون مین جاری کیا جاتا ہے مثلاً اگر دہ دوازدہ کی کمی سے بیچا تو ہر درم کے بارہ حصہ کیے جاوینگے پس کل ایکسو بیس حصہ ہوئے اور اس مین سے بیس ساقط ہوجاوینگے کذا فی المحیط

پندرھوان باب استحقاق کے بیان مین

بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلا عقد حقدار کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق اسکا ٹوٹ جانا اور فسخ ہوجانا واجب نہین ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اس باب مین اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جبتک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہین ہوتی ہے حتی کہ اگر مستحق نے قاضی سے حکم پانے کے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع ایک شی ہو جیسے ایک کپڑا وایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اسکے ٹکڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مشتری کو باقی میں

خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر مبیع دو چیزین ہین جیسے دو غلام یا دو کپڑے اور دونون کے قبضہ سے پہلے ایک کا کوئی حقدار نکلا یا ایک کے قبضہ کے بعد دوسرے کا حقدار پیدا ہوا تو مشتری کو دوسرے مین خیار حاصل ہوگا اور اگر دونون کے قبضہ کے بعد کوئی حقدار نکلا تو اسکو دوسری مین خیار نہوگا اگرچہ صفقہ جدا ہوگیا اور اگر مبیع کیلی یا وزنی چیز ہو اور قبضہ سے پہلے اس مین بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو باقی مین خیار ہوگا اور قبضہ سے بعد اسکے بعض کے حقدار ہونے مین امام اعظم رحمہ اللہ سے دو روایتین آئی ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی کے پاس تین قفیز گیہون ہین کہ اس مین ایک قفیز ایک کا تھا پھر دوسرا دوسرے کے ہاتھ پھر تیسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سب کو تینون قفیزین ناپ دین پھر سب مین سے ایک قفیز کا کوئی حقدار پیدا ہو تو وہ تیسرا قفیز لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر مبیع یا مغصوب کا بکنے یا غصب ہونے کے وقت سے کوئی حقدار نکلا تو مشتری اپنا ثمن واپس کرلے اور غاصب بری ہوگیا اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا یا غصب کرکے اسکا قمیص سلایا یا گیہون خرید کر پسالئے یا بکری خرید کر اسکو بھونا پھر اسکا کوئی حقدار نکلا تو مشتری ثمن واپس نہین کرسکتا ہے اور غاصب بری نہوگا بلکہ مالک اس سے ضمان حلال کرلے سکتا ہے اور اگر نہ سلایا یا نہ بھونا تو مشتری واپس کرسکتا ہے اور غاصب بری ہوگا اور اگر مستحق دلیل لایا کہ اسکا سر میرا ہے اور دوسرا دلیل لایا کہ اسکا گوشت میرا ہے اور تیسرا کہ اسکی کھال میری ہے تو بھی بائع سے ثمن نہین لے سکتا ہے اسی طرح اگر ایک کپڑا خریدا اور اسکو نہ سلایا اور ایک شخص اس بات پر دلیل لایا کہ آستینین میری ہین اور دوسرا اس بات پر کہ کلیان میری ہین اور تیسرا اس بات پر کہ باقی میرا ہے تو بھی مشتری بائع سے ثمن واپس نہین کرسکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے مبیع کا حقدار نکلا اور بائع اور مشتری دونون نے دعوی کیا کہ بائع نے اسکو مستحق سے خریدا اور قبضہ کرلیا پھر مشتری کے ہاتھ بیچا ہے تو ان دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر بائع نے گواہ نہ پائے تو قاضی دونون کے درمیان بیع توڑ دیگا اور بائع مشتری کو ثمن واپس کردیگا پھر اگر بائع نے گواہ پائے تو قاضی کا توڑا ہوا پھر نہ ٹوٹیگا ہان اگر استحقاق مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو اسکو توڑدیگا اور بیع مشتری اخیر کے ذمہ پڑیگی اور اگر بدون حکم قاضی کے دونون نے بیع توڑدی تھی باین طور کہ مشتری نے اس سے ثمن مانگا اور اسنے دیدیا تو انکا توڑنا کسی حال مین مرتفع نہوگا اور اگر مشتری نے بدون بائع کی رضامندی کے بیع توڑی تو نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ قاضی نہ توڑے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے یا بعد بائع نے ثمن مشتری کو ہبہ کیا پھر غلام کا کوئی مستحقدار نکلا تو مشتری کو بائع سے ثمن لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر غلام کے مستحق نے قبل اسکے کہ غلام دلانیکا اسکے واسطے حکم دیا جاوے بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع اور ہبہ دونون جائز ہین اگر ہبہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو بائع اسکے غلام کے مالک کو ضمان دے اور قبضہ کرنے کے بعد ہبہ جائز نہین ہے پس مشتری کو ادا کریگا اور وہ غلام کے مثل مالک کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر اسکو بکر کو ہبہ کردیا پھر بکر نے خالد کے ہاتھ بیچا پھر خالد کے پاس اسکا حقدار پیدا ہوا تو زید اپنا ثمن عمرو سے نہین لے سکتا ہے جبتک کہ خالد اپنا ثمن بکر سے نہ لیوے اور جب اسنے لے لیا تو وہ بھی لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ زید نے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا پھر بکر کو ہبہ یا صدقہ مین دیا پھر خالد نے اگر بکر کے ہاتھ سے اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو زید اپنے بائع سے ثمن واپس کرسکتا ہے

اور اگر زید نے عمرو سے خریدا اور بکر کے ہاتھ بیچ کر سپرد کر دیا پھر بکر کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جب تک مشتری ثانی نے ثمن واپس کرنے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ خریدی ہوئی باندی مشتری کے پاس بچہ جنی جو مشتری کا نہ تھا پھر اس باندی کا گواہوں سے کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اسکا بچہ اسکے تابع ہوگا اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی فلان شخص کی ہے تو بچہ اسکے تابع نہ ہوگا اور اگر حقدار کے واسطے اصل شے کا حکم دیا گیا اور زوائد کا حال نہ معلوم ہو تو زوائد قاضی کے حکم میں داخل نہ ہونگی اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ غائب ہو تو بھی یہ زوائد قاضی کے زیر حکم نہ داخل ہونگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھکو خرید لے کہ میں غلام ہون اور اسنے خرید لیا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اس طرح غائب ہو کہ پہچانا جا سکتا ہے تو اس غلام کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر بائع اس طرح غائب ہو کہ نہیں پہچانا جا سکتا ہے مثلاً اسکا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اپنا مال ثمن اس شخص سے لے گا کہ جسنے اس سے کہا کہ تو مجھکو خرید لے کہ میں غلام ہون پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اسنے مشتری کو واپس دیا ہے اس شخص سے لے کہ جسنے اسکو بیچا تھا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق مجہول کا دعوی کیا یعنی کسی قدر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر سو درم پر صلح کی اور ان کو مدعی نے لے لیا پھر دار کے ٹکڑے کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسنے پورے دار کا دعوی کیا تھا اور سو درم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا ٹوٹ جانا ضروری ہے اور اگر مدعی نے اسپر گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول نہون گے مگر اس صورت میں کہ یہ دعوی کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہے تو دعوی صحیح اور گواہ قبول کیے جاوینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر اس شخص نے کسی مقدار معلومہ کا دعوی کیا مثلاً چوتھائی وغیرہ تو جبتک مدعا علیہ کے پاس اسقدر رہے تب تک مدعی سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے اور اگر اس سے کم رہجاوے تو بحساب استحقاق کے واپس کریگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اسنے دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ یا فلان شخص کی ملک یا آزاد کی ہوئی یا مدبرہ یا اسکی ام ولد ہے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی یا مشتری نے قسم لی اور اسنے انکار کیا تو بائع سے اپنا ثمن نہیں لے سکتا ہے اور اگر فلان شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک ہے تو مقبول نہون گے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہے گواہ لایا تو مقبول ہون گے اور اگر مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہے اور وہ دعوی بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ فلان شخص کی ملک ہے اور بیع واقع ہونے سے پہلے اسنے اسکو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہون گے اور ثمن بائع سے واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور اسپر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعوی کیا کہ میں حرہ ہون پس تیسرے نے بائع اسکے کہنے پر واپس کر دیا اور اسنے قبول کر لیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اسنے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ باندی آزاد ہونے کا دعوی کرتی تھی تو پہلے کو قبول کرنا جائز ہے اور اگر دعوی کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہے پس اگر بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرمانبرداری سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعوی کے ہے اور اگر اس وقت فرمانبردار نہ تھی پھر دعوی کیا کہ وہ حرہ ہے تو پہلے بائع کو قبول نہ کرنا جائز نہیں ہے کسی نے ایک باندی خریدی اور وہ بیچنے کے وقت

حاضر نہ تھی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اُسنے بندہ ہونے کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسکو
بیچا اور وہ اُسوقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر اُسنے کہا کہ مین آزاد ہون تو قاضی
اسکا قول قبول کریگا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا ثمن واپس کر لین پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے
بندہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اسکے اقرار کے گواہ
نہین ہین تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا ثمن لے لیگا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہین لے سکتا ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اُسنے ایک شخص کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کیا
اور سپرد نہ کیا حتے کہ دوسرے کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کرکے آدھا اُسکے سپرد کر دیا پھر ایک شخص گواہون سے آدھے
غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اُسکا استحقاق دونون بیع مین سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے
نے نہین کیا تو استحقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونون نے قبضہ کر لیا ہو تو استحقاق دونون
مین سے ہوگا۔ کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درم کو خریدے اور دونون پر قبضہ کیا پھر ایک معلوم
غلام کے آدھے کا کوئی حقدار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اس
غلام کے آدھے مین امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے آدھا
اُسکے ہاتھ بیچا اور آدھا اُسکے پاس ودیعت رکھا یا آدھا بیچا پھر آدھا بعوض مردار یا خون کے فروخت
کیا تو مشتری اُس حقدار کا مخاصم ہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیچا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت
رکھا تو بکے ہوئے کا آدھا بھی قضاءً دلایا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ کوئی زمین خریدی اور اس مین عمارت
بنائی اور اُسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو جو کچھ اُسنے اُسکی عمارت مین صرف کیا ہے اسکو بائع سے واپس لینے کی کوئی
روایت نہین آئی ہے اور بعضون نے کہا کہ واپس نہ لیگا اور شمس الاسلام اوزجندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی
خریدی پھر کھلا کہ وہ حرہ ہے اور بائع مر چکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اُسکا وارث و وصی ہے مگر اس مردہ بائع کا
بائع موجود تھا تو اُنھون نے فرمایا کہ قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اس سے ثمن واپس
کر لے پھر وصی میت کی طرف سے اُسکے بائع سے ثمن واپس کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکے پاس سے
استحقاق مین لے لیگئی اور مشتری نے بائع سے اپنا ثمن لے لیا پھر کسی سبب سے وہ مبیع مشتری کے پاس پہونچی تو
اُسکو یہ حکم نہ دیا جاویگا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اُسنے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک
ہے اور باقی مسئلہ یہی ہو تو اُسکو حکم دیا جاویگا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے
ایک باندی خریدی کر قبضہ مین لی اور ثمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُسکا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ
اپنا ثمن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ مجکو معلوم ہے کہ یہ گواہ جھوٹے ہین اور باندی میری ہی تھی مشتری
نے کہا کہ ہان مین گواہی دیتا ہون کہ وہ باندی تیری تھی اور گواہ جھوٹے ہین تو اس سے مشتری کا ثمن
واپس لینے کا حق باطل نہوگا ہان اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آوے تو اُسکو حکم دیا جاویگا کہ بائع کے
سپرد کر دے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُس سے دار الحرب کے لوگون نے خریدی پھر اُنسے
اس شخص نے خریدی پھر گواہون سے اُسکا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اُسکے دیدینے کا حکم کیا تو مشتری اپنے سے پہلے

بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اُس سے درک کی ضمانت کر لی اور اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق مین لے لیگئی تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اپنے بائع سے واپس کرے جبتک قاضی اُسپر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل کا ہی تاوقتیکہ قاضی اُسپر حکم نہ کرے پہلا مشتری اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا اگر کسی نے ان مین سے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام بائع کا ہی بعد ازانکہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دیدیا تھا تو اُسکے گواہ قبول نہونگے اور اگر یہ غلام کا کوئی۔ جائے باندی کے حقدار نکلا ولیکن خود اُسنے اسپر گواہ پیش کیے کہ مین اصلی آزاد ہون یا یہ کہ مین فلان شخص کا غلام تھا پھر اسنے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہی اور اُن مین سے کسی امر کا قاضی نے حکم دیدیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہی اور اسی طرح پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کر لے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر کسی نے اُسکا دعوی کیا اُس سے بھی زید نے خرید لی پھر اُسکا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اُسکا بچہ جنی تھی تو امام محمد رحنے فرمایا کہ دونون ثمن ہر دو بائع سے واپس لے اور دوسرے شخص سے خرید نے کے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اُس بچہ کی قیمت جو اُسنے مستحق کو ادا کی ہی واپس لے اگر اُس وقت سے چھ مہینہ سے کم مدت مین جنی تو دونون بائع مین سے کسی سے نہین لے سکتا ہی اور بھی امام محمد رحنے فرمایا کہ اگر خریدی ہوئی زمین مین استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب کی ضمان دیگا اور کھیتی کی ضمانت کی صورت یہ ہی کہ دیکھا جائے کہ اُسکی کیا قیمت ہی وہ بائع ادا کریگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو مستحق سے لیا ہی اور اُسکا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمد رحنے فرمایا کہ مشتری بائع سے کچھ ثمن نہین واپس کر سکتا ہی اور یہ صورت ایسی ہی کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا پھر اُسکا دوسرے نے دعوی کیا پھر اُس سے بھی مشتری نے خرید لیا پس بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو مدعی سے نصف کے استحقاق کے بعد خریدا ہی تو گواہ قبول ہونگے اور وہ بائع سے آدھا ثمن واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحسے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک صاف زمین خریدی اور اُس مین عمارت بنائی پھر وہ زمین استحقاق مین نکل گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اُسنے گرا کر تلف کر دی تو عمارت کی قیمت بائع پر نہ چاہیے یہ تلف کرنا اسنے خود اختیار کیا ہی اور اگر اُسنے تلف نہ کی ولیکن بارش سے اُس مین فساد آیا یا کسی نے اُسکو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہی وہ بائع کو دینا پڑیگا اور بائع اگر چاہے تو اُس ٹوٹی ہوئی کو اُس حال مین لے لیوے اور اُسکی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اُس مین جو نقصان آیا ہی اُسکے ہر طرح کا نقصان اُس قیمت سے کم کر لے پس اگر اُسنے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہی کہ اگر چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آجائے اُس مین مشتری اور بائع دونون کو خیار ہوگا پس ان صورتون مین اگر کسی پر متفق ہونگے تو وہ اُن کے درمیان جاری کی جاویگی اور اگر اختلاف کیا تو وہ مشتری کے قبضہ مین چھوڑ دیجاویگی اور بائع ٹوٹی ہوئی اور بنی ہوئی کے درمیان کی زیادتی ادا کریگا اور

اگر نقصان بدن کسی کے جرم کے آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہو کہ مشتری کو اُسکے روک لینے اور زیادتی لینے کا اختیار ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک دار خرید ا اور اُس مین عمارت بنا کر غائب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلی کی عمارت توڑ کر اُس مین عمارت بنائی پھر پہلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزون سے بنائی ہو تو پہلے مشتری کو اُسکی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور ٹوٹن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُسکو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُسی کی چیزون سے بنائی ہو تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہو کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُسکو دفع نہین کر سکتا ہو پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت مین کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کاریگرون کی قیمت اجرت کے دیدیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیے ہو اور ایسے ہی اگر بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذاً باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کریگا اور یہ آزاد کرنا نہ کرنے مین شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری اُن کی قیمت ادا کریگا اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لیگا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک مطلق کے ساتھ اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیگئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ملک مین میری باندی سے پیدا ہوئی ہو اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہو اور تجھکو مجھسے ثمن واپس لینے کا حق نہین ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ اُسنے مستحق کے سامنے قائم کیے ہون اور ہمارے بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی کا فتوی نقل کیا گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہو۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی کہ دونون نے اُسکو کسی سے خرید ا تھا اور ایک نے اُسکو ام ولد بنایا اور دوسرے کو اُسکی آدھی قیمت اور آدھا عقر ادا کر دیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُسکا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے ام ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونون بچون کی قیمت اور عقر اُسکو ادا کرے تو ام ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُسنے دیا ہو لیگا پھر دونون اپنا ثمن بائع سے لینگے پھر ام ولد بنانے والا بائع سے دونون بچون کی آدھی قیمت بقدر حصہ خرید کے لیگا اور باقی آدھی قیمت نہ لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ کسی نے ایک ساکھو کا لٹھا جو راستہ مین پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان سہاون سے تخلیہ کر دیا اور مشتری نے اُسکو اپنی جگہ سے نہین ہلایا تو اُسپر قابض شمار ہوگا پس اگر اُسکو کسی نے جلا دیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر کوئی اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جلا دینے والے سے ضمان لے یا بائع

بشرطیکہ اسی نے اُسکو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اُسکو کوئی راہ نہیں ہو بشرطیکہ مشتری نے اُسکو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کرکے کسی کے پاس سے بخارا مین لے لیا اور اس شخص نے سجل قاضی بخارا کا لے لیا اور اُسکا بائع سمرقند مین تھا پس قاضی سمرقند کے پاس آکر قاضی بخارا کا سجل دکھلاکر بائع سے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا ولیکن استحقاق اور قاضی کے سجل ہونے سے انکار کیا پھر اُس شخص نے گواہ قایم کیے کہ یہ سجل قاضی بخارا کا سجل ہو تو قاضی سمرقند کو اُسپر عمل کرنا جائز نہین ہو۔ اور نہ اُس شخص کے لیے ثمن واپس کرلینے کا حکم دینا جائز ہو تاوقتیکہ گواہ یہ گواہی نہ دین کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اُسنے اس بائع سے خریدا تھا اُسکو مستحق کو دیدے اور اُسکے پاس سے ولوادیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک مین پیدا ہوا ہو اور اسپر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہون گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہو اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گدھے کا ہونا شرط نہین ہو اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعوی کرنے مین اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہین ہو اور مستحق علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب مین شرط نہین ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔

سترھوان باب

ثمن مین زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان مین۔ جو زیادتی کہ مبیع سے پیدا ہوتی ہو جیسے بچہ اور عقر اور ارش اور پھل اور دودھ اور صوف وغیرہ وہ بھی مبیع ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ پس اگر یہ زیادتیان قبضہ سے پہلے پیدا ہون[۱۲] تو اُن کے لیے ثمن مین سے حصہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہون تو تبعاً مبیع ہون گی اور ثمن مین سے اُنکا کچھ حصہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہو بائع نے تلف کردی تو ثمن مین سے اُسکا حصہ ساقط ہوجاویگا اور ثمن کو مبیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُسکے بچہ کے تلف کردینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جاویگا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو خیار نہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اُسکو خیار ہوگا اور اگر اس زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ مبیع کے ساتھ ملاکر مبیع قرار دیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہو۔ ثمن اور مبیع مین دونون کی موجودگی مین زیادتی کرنا جائز ہو خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملادیجاویگی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد نادم ہوا تو انکار کے وقت اُسپر جبر کیا جاویگا اور عیب وغیرہ سے واپسی مین یہ زیادتی معتبر ہوگی گویا اُسنے مع اُس زیادتی کے فروخت کیا ہو اور اگر ثمن مین زیادہ کیا تو دوسرے کا اُسی مجلس مین قبول کرنا ضرور ہو حتے کہ اگر قبول نہ کیا اور جدا ہوگئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اور زیادتی اُسی صورت مین صحیح ہو کہ جب مبیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اُسکو اُجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُسکی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اُسکا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی ولیکن اگر اُسنے مرتہن یا مستاجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کردیا تو صحیح نہین ہو اور اگر آزاد کردیا یا مکاتب یا مدبر کیا یا ام ولد بنایا یا وہ مرگیا یا قتل کیا یا ہبہ کیا یا بیع کیا یا پسا یا بھنایا یا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان ہوا

[illegible]

تو زیادتی صحیح نہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر آٹا تھا کہ اُسکی روٹی پکائی یا گوشت کا قلیہ یا کباب بنائے پھر ثمن میں زیادتی کی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر شراب کے سرکہ ہو جانے کے بعد زیادہ کیا تو بلاخلاف زیادتی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام ایک ہزار کو خریدا پھر دوسرے کے ہاتھ سو دینار کو بیچا پھر دوسرے نے پچاس دینار اور زیادہ کیے اور بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو ثمن اور زیادتی واپس کرلے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینار کا ہوتا تھا بڑھایا پھر وہ مشتری اول کے قبضہ سے پہلے تلف ہوگیا تو تہائی غلام کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے دو تہائی غلام بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو پورا غلام واپس کرسکتا ہے اور اگر ان دونوں نے ایک تہائی میں اقالہ کرلیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہیں واپس کرسکتا یہ کافی میں لکھا ہے۔ پھر جس صورت میں مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہے وہاں اجنبی کی طرف سے بھی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری پر دینی واجب ہے اور اجنبی پر واجب نہوگی اور اگر اُسکے بلاحکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر مشتری نے اجازت دی تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو باطل ہوجاوے گی اور اگر زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ضامن ہوا یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اُسکو لازم آوے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اُس سے واپس لیگا ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ زیادتی متولدہ زیادتی مشروطہ میں بیع کی مزاحم نہیں ہوتی ہے جبتک بیع قائم رہے یہان تک کہ زیادتی مشروطہ بیع پر زیادتی ہوتی ہے نہ ولد پر اور ثمن پہلے بیع اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جو ثمن بیع کے پرتہ میں پڑے وہ اُسپر اور بچہ پر تقسیم ہوگا اور اصل بیع کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروطہ کی قیمت زیادتی کے دن کی اور بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایکہزار درم کو کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر بائع نے مشتری کے لیے ایک غلام بڑھادیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر مشتری نے اُن سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درم ادا کر دیے پھر بچہ میں کوئی عیب پایا تو اُسکو تہائی ہزار میں واپس کرے اور اگر اُس باندی میں کوئی عیب پایا تو اُسکو ایک چھٹے حصہ ہزار میں پھیر دیگا اور اگر زیادتی میں کچھ عیب پایا تو آدھے ہزار میں واپس دیگا اور اسی طرح اگر باندی نہیں جنی لیکن عقد کے وقت اُسکی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ جاتی رہی پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اُسکی آنکھ پھوڑدی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بسبب جرم کے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ صورت اور پہلی صورت برابر ہے پس جب مشتری اُنپر قبضہ کریگا تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑیگا وہ اُسکی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور دیے ہوئے غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پس اگر اُن میں سے کسی میں عیب پاویگا تو اُسکے حصہ کے عوض واپس کریگا اور اگر باندی کی دونوں آنکھیں بیع کے وقت صحیح ہوں اور اُسکی قیمت

ایک ہزار درم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اُسکی آنکھ مین صدمہ پہونچایا پھر اُس مین سپیدی آگئی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درم کا ہوتا تھا پھر ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑے گا اُسپر اور اُس غلام پر جو واپس کیا گیا ہے برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مرجاوے پھر بائع نے مشتری کو بیع مین ایک گھوڑا بڑھا دیا کہ جو ایک ہزار درم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ بسبب اُسکے قبضہ سے پہلے مرجانے کے ساقط کیا جاویگا اور حصہ ولد و غلام واپس کیے ہوئے کا اُسپر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیے ہوئے غلام کی وہ قیمت لیجاویگی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو اُن مین سے اپنے قبضہ مین نہ لیا یہان تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بعوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیے ہوے غلام کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ خیار سوائے اُس خیار کے ہے جو اُسکو بسبب باندی کے قبضہ سے پہلے مرجانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مرگیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو باندیان ایک ہزار کو خریدین اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرگئی پھر بائع نے ایک غلام بڑھایا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اُن پر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن دونون باندیون پر آدھا آدھا تقسیم کیا جاویگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑا وہ اُسپر اور اُسکے بیٹے پر تین ٹکڑے کرکے تقسیم ہوگا بسبب اسکے کہ بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی اعتبار کیجاوے گی اور اُسکی مان کی قیمت بیع کے دن کی اور اُسکا حصہ بسبب مرجانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دو پانچوان حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچوان حصہ ملایا جاویگا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہے اُسپر اور دو پانچوین زیادتی پر چھ حصہ کرکے باعتبار دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو پانچوین زیادتی کی قیمت چار سو ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سہم گردانا جائیگا پس دو پانچوین زیادتی کا ایک سہم ہوا اور بچہ کے پانچ سہم ہوے پھر زندہ باندی کا ثمن اُسپر اور غلام کے تین پانچوین پر آٹھ حصہ کرکے بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہے اور تین پانچوین زیادتی کی قیمت چھ سو ہین پس ہر دو سو کا ایک سہم گردانا گیا پس باندی کے پانچ سہم ہوے اور تین پانچوین زیادتی کے تین سہم ہوے اور یہ سب آٹھ سہم ہوے پس ظاہر ہوا کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مرگیا تو اُسکے مقابل کچھ نہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن مین ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اُن کی تابع ہے اور بسبب اسکے کہ قبضہ سے پہلے بیع متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اُن کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو بسبب اُس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس اُسکا ثمن اُسپر اور تہائی غلام پر

تقسیم ہوتا کیونکہ وہ غلام بچہ اور زندہ باندی کے درمیان تین حصہ کیا گیا کہ دو ثلث اُسکے تابع اور ایک ثلث بچہ کے بقدر اُن کی قیمت کے چار ٹکڑے کرکے ایک چوتھائی ثلث زیادتی مین اور تین چوتھائی بچہ کے ثمن مین ملایا جاتا اگر زندہ کا ثمن اُسپر اور غلام کی دو تہائی پر پانچ ٹکڑے کیا جاتا تو تین پانچوان زندہ کے ثمن مین اور دو پانچوان دو تہائی زیادتی مین ملایا جاتا یہ کافی مین لکھا ہو۔ کسی نے دو غلام ایک ہزار مین خریدے کہ ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور دوسرے کی پانچ سو پھر پہلے کی قیمت ایک ہزار ہوگئی پھر مشتری نے کچھ زیادتی کی تو زیادتی اُن دونون پر عقد کے روز کی قیمت کے حساب سے تین حصہ کیجاویگی اور اگر دونون مین سے ایک غلام زیادتی کے دن ہلاک ہوجاوے تو بقدر موجود کے زیادتی صحیح ہوگی اور یہی صحیح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ منتقی مین ہو کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے اور دونون نے باہم قبضہ کیا یا نہ کیا پھر مشتری نے ایک سو درم ایک معین غلام کے ثمن مین بڑھا دیے یا کہا کہ دونون مین سے ایک کے ثمن مین زیادہ کرتا ہون اور معین نہ کیا تو زیادتی جائز نہین ہو اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ معلوم ہو اور کسی معین مین بڑھاوے تو جائز ہو اور اس صورت مین غیر معین کے ثمن مین بڑھانا بھی جائز ہو اور کسی ثمن کی طرف اس زیادتی کی نسبت کرنے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اسی کتاب مین دوسرے مقام پر مذکور ہو کہ اگر دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے پھر مشتری نے ایک معین غلام کے ثمن مین زیادہ کیا تو قیاس چاہتا ہو کہ جائز ہو اور ثمن دونون غلامون پر تقسیم کیا جاوے پھر زیادتی اُس غلام معین کے حصہ مین ملائی جاوے اور اسی طرح اگر ایک غیر معین کے ثمن مین ایک باندی بڑھا دی تو جائز ہو اور مشتری کو خیار ہوگا کہ جسکے ثمن کی طرف چاہے ملاوے اور ایسے ہی اگر کوئی اسباب بڑھایا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھا دی پھر پہلی باندی استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری باقی باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ بعض ثمن کا کم کر دینا صحیح ہو اور یہ اصل عقد کے ساتھ ہمارے نزدیک ملایا جاتا ہو خواہ کم کرنے کے وقت بیع مقابلہ کا محل باقی رہی ہو یا نہ رہی ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر قبضہ سے پہلے بعض ثمن مشتری کو ہبہ کیا یا اُسکو بری کیا تو یہ کم کر دینے مین شمار ہو پس اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہو پھر کہے کہ مین نے تجھکو بعض ثمن ہبہ کیا یا بعض ثمن تیرے ذمہ سے کم کر دیا تو صحیح ہو اور بائع پر واجب ہو کہ اُسکے مثل مشتری کو واپس کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو بعض ثمن سے بری کیا تو یہ صحیح نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ پورا ثمن گھٹا دیا یا ہبہ کیا یا اُس سے بری کیا پس اگر یہ قبضہ سے پہلے ہو تو سب صحیح ہو ولیکن اصل عقد کے ساتھ لاحق نہوگا اور اگر ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو کم کر دینا اور ہبہ کر دینا صحیح ہو اور بری کر دینا صحیح نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اقالہ کے بعد ثمن سے بری کرنا جائز ہو اور بعد اقالہ کے مبیع مشتری کے پاس امانت ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام بیع فاسد کے طور پر بیچا پھر بائع نے اسکو قیمت سے بری کیا بعد اسکے کہ دونون قبضہ کر چکے تھے پھر غلام مرگیا تو وہ اُسکی قیمت کا ضامن ہو اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو غلام سے بری کیا تو وہ بری ہوجاویگا یہ سراجیہ مین لکھا ہو

سترھوان باب باپ اور وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اسکے لیے خریدنے کے بیان مین - باپ کو اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اُس سے خریدنا استحساناً جائز ہی اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہون گے اور باپ اُسکے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا بالغ ہوگیا تو اپنے باپ سے ثمن کے مطالبہ کا مالک ہوتا ہی اور اگر باپ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا بالغ ہوا تو خود مطالبہ نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور مشائخ کا اختلاف ہی کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب و قبول شرط ہی یا نہین اور صحیح یہ ہی کہ شرط نہین ہی یہان تک کہ اگر باپ نے کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے فلان کے ہاتھ فروخت کی یا خریدی تو بیع تمام ہوجاوے گی اور یہ شرط ہی کہ کہے کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باپ کی طرف سے یہ بیع بعوض مثل قیمت کے اور بعوض اسقدر ہے کہ لوگ اپنے اندازمین اُس مین ٹوٹا اُٹھاتے ہین جائز ہی اور جب باپ نہ موجود ہو تو باپ کا باپ بیچنے وادا بجاے اُسکے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر باپ نے اپنے لڑکے کی زمین یا عقار مثل قیمت پر فروخت کیا پس اگر اُس شخص کا حال لوگون مین اچھا مشہور ہو یا مستور یعنی پوشیدہ ہو تو جائز ہی اور اگر مفسد مشہور ہو تو بیچنا جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر اُسکا مال منقولہ بیچا اور وہ مفسد ہے تو ایک روایت مین ناجائز ہی مگر اُس صورت مین جائز ہوگا کہ اُس مین نابالغ کی بہتری ہو اور یہی اصح ہی اور بالغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ مجنون ہو اور اُسکا جنون طویل ہو تو باپ کا بیچنا جائز ہی اور اگر طویل نہو تو جائز نہین ہی اور جنون طویل اُسکو کہتے ہین کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر باپ یا وصی نے نابالغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اُس بیع کا توڑ دینا نابالغ کے حق مین بہتر ہو تو اُسکو توڑ سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر باپ نے نابالغ کے ہاتھ کوئی چیز اُسکے مثل ثمن پر بیچی تو قاضی نے اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاوے گی اور اسی طرح اگر بالغ نے کوئی وصی گردانا پھر اُسنے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی- اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہون کہ اُسنے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور جب دونون بالغ ہوجاوین گے تو صحیح مذہب کے موافق عہدہ اُنھین دونون پر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی- باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض نہوجاوے گا حتے کہ اگر اس سے پہلے تلف ہوجاوے کہ باپ اُسپر حقیقۃً قابض ہو سکتا ہی تو باپ کا مال تلف ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور جو ثمن کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہی وہ اُس سے بری نہوگا جبتک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک وکیل نہ قائم کرے کہ وہ باپ سے اپنے قبضہ مین لے کر پھر اُسکو واپس کردے تاکہ بیٹے کی طرف سے اُسکے پاس ودیعت رہے اور اگر باپ نے کوئی گھر اپنے بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باپ اُس مین رہا کرتا ہی تو بیٹا قابض نہوگا حتے کہ باپ اُسکو خالی کرے اور یہ شرط ہی کہ قاضی کے امین کو سپرد کردے کذا فی محیط السرخسی- پھر اگر باپ وہان سے چلے جانے کے بعد اگر اُس مکان مین رہا یا اُس مین اپنا اسباب رکھا یا اپنے بال بچون کو اُس مین بسایا حالانکہ وہ مالدار آدمی ہی تو بمنزلہ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی- کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے کوئی کپڑا یا خادم

خریدا اور اپنے مال سے اُسکا ثمن ادا کیا تو اپنے لڑکے سے نہین لے سکتا ہو مگر اُس صورت مین کہ اِسی بات پر گواہ کرے کہ مین نے اسکو اپنے لڑکے کے واسطے خریدا ہو اور اگر اُسنے ثمن ادا نہ کیا یہان تک کہ مر گیا تو ثمن اُسکے ترکہ سے ولا یا جاویگا پھر باقی وارث اس ثمن کو اُس لڑکے سے نہین لے سکتے ہین بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہون کہ مین نے اسکو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہو اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی پھر ثمن کا ضامن ہو گیا پھر ثمن کو ادا کر دیا تو قیاس چاہتا ہو کہ لڑکے سے لے لیوے اور استحسانًا نہین لے سکتا ہو اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ مین اسکو ادا کرتا ہون تاکہ اپنے لڑکے سے لے لون تو اس سے لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اُسکا ثمن لے سکتا ہو اگرچہ گواہ نہ کیے ہون کیونکہ یہ اُسپر واجب تھا بخلاف گھر یا عقار خریدنے کے کہ وہ واجب نہین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے سپرد کر دیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے بیع کو واپس کر کے روک سکتا ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ کسی عورت نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اُس سے ثمن واپس نہ لیگی تو استحسانًا جائز ہو اور وہ عورت اپنی ذات کے واسطے مشتری ہوگی پھر وہ زمین اُسکی طرف سے اُسکے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے ہبہ ہو جاوے گی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہو کہ وہ زمین اُس لڑکے کو نہ دے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ ایک گھر ایک مرد اور اُسکی عورت مین مشترک تھا اور اُن دونون سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ مین نے یہ گھر تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ مین نے اُسکو بیچا تو جائز ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون سے یہ گھر اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور دونون نے کہا کہ ہم نے بیچا تو جائز ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور ہشام رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اُسکو کام مین لاوے یا اُسپر قبضہ کرے یا اُسکو کسی کام کا حکم دے مر گیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے بیچا پھر باپ نے اُسکو آزاد کر دیا تو جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا بالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ باپ پر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہو بشرطیکہ وہ لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو تعبیر نہ کر سکتا ہو مگر اس صورت مین جائز ہوگا کہ اُس عقد کو وکیل سے اُسکا باپ قبول کرے اور صحیح یہ ہو کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہون گے اور اس بات مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ باپ کا تصرف اپنے واسطے ہوگا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح یہ ہو کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہوگا اور عقد بیع کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہون گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہین وہ وکیل پر ہون گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹون مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز نہین ہے اور اگر دو شخصون کو وکیل کیا اور اُنھون نے باہم بیع کی تو جائز ہو۔ باپ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اُس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو

بیٹے

فتاوا ابن سماعہ مین ہو کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اپنے مرض مین کہا کہ مین نے فلان شخص سے ثمن وصول پایا پھر اُسی مرض مین مرگیا تو اُسکا اقرار جائز نہین ہو اور اگر اُسنے مرض مین کہا کہ فلان شخص سے درم وصول پائے اور وہ ضائع ہو گئے تو تصدیق کیا جاویگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے قبضہ کرکے اُنکو تلف کردیا تو سچا نہ پایا جائیگا اور مشتری اُن درمون سے بری نہوگا اور مشتری کو یہ بھی اختیار نہوگا کہ جب لڑکے کے واسطے اُس سے ثمن لیا جائے تو وہ باپ یا اُسکے ثمن سے وصول کرے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر باپ نے صغیر کا کوئی ذو رحم لڑکے کے مال سے خرید کیا تو یہ بیع باپ پر نافذ ہو گی نہ لڑکے پر یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر بیوقوف لڑکے کے واسطے کوئی باندی خریدی کہ وہ نکاح کے ساتھ اُسکو اپنے تصرف مین لایا تو قیاساً وہ باندی باپ پر لازم ہوگی اور استحسان مین یہ بیع بیوقوف لڑکے پر جائز ہوگی اور یہ اول اصح ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر اپنے بالغ بیوقوف لڑکے کے واسطے اسکے مال سے ایسا شخص خریدا جو اُسکی طرف سے آزاد ہو جاویگا تو یہ بیع اُسپر نافذ نہو گی بلکہ باپ پر نافذ ہو گی پھر اگر یہ خریدا ہوا شخص باپ کا قریب ہو تو اس کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور اگر اجنبی ہو جیسے نابالغ یا بیوقوف کی مان یا بھائی یا بہن تو اُسکی طرف سے آزاد نہو گی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر باپ نے بیٹے کی ملک فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ مین فروخت ہونے کے وقت بالغ تھا میری بلا اجازت فروخت کی ہو اور باپ نے کہا کہ تو نابالغ تھا تو بیٹے کا قول معتبر ہوگا اگر ایک عورت مرگئی اور اُسنے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی پھر نابالغ کے باپ نے ترکہ مین سے کوئی چیز تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کی تو نابالغ کے حصہ مین صحیح ہو گی بشرطیکہ یہ بیع اسکی مثل قیمت پر ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ اُس مین یتیم کی بہتری ہو اور عقار کے سوا چیزون مین شمس الائمہ نے بہتری کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنا مال جو پندرہ درم کا ہوتا ہو دس درم مین دیوے اور یتیم کا مال جو دس درم کا ہوتا ہو اپنے واسطے پندرہ درم مین لے اور عقار مین بہتری بعضون کے نزدیک یہ ہو کہ اپنے واسطے دوگنی قیمت مین خریدے اور یتیم کے ہاتھ آدھی قیمت مین بیچے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو پھر جب وصی کی بیع اپنے واسطے جائز ہوئی جیسا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو تو کیا وصی صرف مین نے خریدا یا مین نے بیچا کہیگا جیسا کہ باپ کہتا ہو یا دونون جزو کہنا چاہیے اور اُسکو امام محمد رح نے کسی کتاب مین ذکر نہین کیا ہو اور ناطفی نے اپنے واقعات مین لکھا ہو کہ اسکو دونون جزو کہنا چاہیے بخلاف باپ کے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ اسکی مثل قیمت پر فروخت کیا تو جائز ہو اور بعضون نے کہا کہ اُسکا تصرف صرف ان تین شرطون مین سے ایک شرط پائی جانے کے ساتھ جائز ہو یا تو دوگنی قیمت پر فروخت کرے یا نابالغ کو اُسکے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرضہ ہو جو بدون اُسکے فروخت کرنے کے ادا نہو سکے اور اسی پر فتوی ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اگر وصی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ یتیم کے مال مین سے کوئی چیز خریدے اور اُسنے اپنے موکل کے واسطے خریدی تو جائز نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر ایسے لڑکے نے کہ جسکو خرید فروخت کی اجازت دی گئی ہو اپنا مال وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو اُسکا فروخت کرنا خود وصی کے فروخت کرنے کے مانند ہو اور اگر ایسے لڑکے نے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہو اجنبی کے ہاتھ کھلے ہوئے خسارہ کے ساتھ

بیچا اتنی کمی کو کوئی اندازہ کرنیوالا اندازہ نکرے

ف ۱ حاصل یہ کہ بیٹے پر مقدار ثمن سے وصول کرنیکا اختیار نہین ہو ۱۲

ف ۲ دونون جز یعنی مین نے خریدا اور بیچا ۱۲

فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہے - وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جسکے بیچنے مین اُسکی بہتری ہی فروخت کیا ولیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اُسکا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا ہو کہ بیع جائز ہی اور اگر اُسنے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہو تو یتیم کو اُسکی ضمان دیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر اُسنے دونون کو تجارت کی اجازت دی تاکہ دونون خرید فروخت کرین تو بھی جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر دونون کے غلامون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی تو بھی جائز نہین ہی اور اگر باپ ولی ہو تو وہ دونون بیٹون یا اُنکے دونون غلامون کے اجازت دینے سے ایسی بیع درست ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - قاضی نے اگر اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اُسکا مال خود خریدا تو جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر قاضی نے یتیم کے مال مین سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہی اگرچہ اسی قاضی نے اُسکو وصی بنایا ہو یہ فتاوے کبرے مین لکھا ہی - ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ خلاصۃ قاضی خان مین لکھا ہی - وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان جسکی قیمت پچاس دینار تھی بیس مین خریدا پھر جب قرض پورا لے لیا تو بیع کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اُدھار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھکر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اُدھار پر نہین فروخت ہوتا ہی تو بیع جائز نہو گی اور اگر ایسا نہو ولیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد پر مُکر جاویگا یا اُس سے ثمن وصول نہو گا تو بھی جائز نہین ہی اور اگر اُن دونون باتون کا خوف نہو تو بیع جائز ہو گی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے سے مالدار ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہون تو اُسکا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا عقار یا اسباب جائز ہی خواہ ورثہ حاضر ہون یا غائب ہون خواہ میت پر قرض ہو یا نہو ولیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے دامون پر کہ جتنا ٹوٹا لوگ اندازہ مین اُٹھاتے ہین فروخت کر سکتا ہی اور شمس الائمہ نے شرح ادب القاضی مین فرمایا کہ یہ فتوی سلف کا ہی اور متاخرین کے نزدیک عقار کی بیع ان تینون شرطون مین سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہو گی یا یہ کہ مشتری اُسکی دوچند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اُسکے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدون اُسکے بیچنے کے ادا نہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہون اور حاضر ہون اور میت پر قرض نہو تو وصی کو ترکہ مین بالکل تصرف کرنے کا اختیار نہین ہی ولیکن میت کے قرضے وصول کر کے وارثون کو دیدے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو گھیر لے تو اُسپر اجماع ہی کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کریگا اور اگر ایسا نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے[له] اور اگر ترکہ پر قرض نہو لیکن میت نے چند وصیتین کی ہون پس اگر وہ وصیت تہائی یا اُس سے کم مین ہو تو وصی اسکو جاری کر دے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثون کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو

ترکہ مین سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اسپر اجماع ہی کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد مین ویسا ہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو نہ ادا کرین اور اگر اُنھون نے ایسا کیا تو وصی کو ترکہ بیچنے کا اختیار بالکل نہ رہیگا اور اگر وارث غائب ہون جسکی میعاد امام محمد رح سے تین دن روایت کی گئی ہی پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہی اور عقار نہین بیچ سکتا ہی اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اُس مین اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ وہ اُسکی بیع کا مالک نہوگا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو اسباب مین حکم یہ کہ اُسکو بقدر دین کے اور اُس سے زائد بالکل فروخت کر سکتا ہی اور عقار کے باب مین وہی اختلاف ہی جو ہم نے ذکر کیا اور اگر وارثون مین بعض نابالغ اور بعضے بالغ ہون پس اگر بالغ غائب ہون اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہو تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہی اور عقار مین سے نابالغون کا حصہ فروخت کر سکتا ہی اور بالغون کے حصہ مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور ایسی صورت مین اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوے ہو تو عقار اور منقول دونون کو بیچ سکتا ہی اور اگر گھیرے ہوئے نہو تو بالاجماع عقار اور مال منقول مین سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہی اور اس سے زیادہ کی بیع مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور اگر بالغ وارث حاضر ہون پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو بالاجماع نابالغون کا حصہ عقار و منقول سے فروخت کر سکتا ہی اور بالغون کے حصہ کی بیع مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوے ہو تو وہ کل کو بیچ سکتا ہی اور اگر گھیرے ہوے نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ مین اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے وصی کا اور دادا یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا اور قاضی کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا بھی حکم ہی پس قاضی کا وصی بھی بمنزلہ باپ کے وصی کے ہی مگر صرف ایک صورت مین فرق ہی اور وہ یہ ہی کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اُسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لیے ایک ہزار درم کو فروخت کیا کہ قیمت اُسکی بھی ہزار درم ہی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اندر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی تو وصی کو بیع کا نافذ کرنا جائز نہین ہی اور یہی قول امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کا بھی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اُسکے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اُسکی طرف سے وصیہ ہی اور اُسکے شوہر کے چھوٹی چھوٹی نابالغ اولاد ہین پھر ایک مدت کے بعد اُس عورت نے کہا کہ مین وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کے حق مین اُس عورت کی تصدیق نہ کیجاویگی اور نابالغون کے بالغ ہونے تک اُس بیع مین توقف ہوگا پس اگر اُنھون نے بالغ ہونے کے بعد اُس عورت کی تصدیق کی کہ یہ وصیہ تھی تو اُسکی بیع جائز ہو گی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہو جاویگی پس اگر مشتری نے اُس خریدی ہوئی زمین مین کھاد وغیرہ اسکو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کر سکیگا اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ عورت نے بیع کرنے کے بعد یہ دعوی کیا ہو کہ مین وصیہ نہ تھی اور اگر کسی لڑکے نے یہ دعوی کیا کہ اس عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو لڑکے کا دعوی قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اُس لڑکے کو تجارت یا خصومت مین ایسے شخص کی طرف سے کہ جو

(حاشیہ بین السطور: امام کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہین ۱۲)

والی خصومت ہو جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اُس عورت سے اُس چیز کی جو اُسنے فروخت کی بھی قیمت کی ضمان لیگا بنا بر اس روایت کے کہ بائع عقار کو بیع کر دینے اور سپرد کر دینے سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ لڑکے یا بیوقوف کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہو اور قاضی نے اُس لڑکے یا بیوقوف کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اُسکی اجازت جائز ہو اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے موخر ہو کذا فی القنیہ

اٹھارھوان باب - بیع سلم کے بیان مین اور اسمین چھ فصلین ہین۔ فصل اول - اُسکی تفسیر اور رکن

اور شرائط اور حکم کے بیان مین - بیع سلم ایک ایسا عقد ہو کہ اُس سے ثمن مین بالفعل ملک ثابت ہوتی ہے اور مثمن مین کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہو اور رکن بیع سلم کا یہ ہو کہ دوسرے سے کہے کہ مین نے تجکو دس درم ایک کر گیہون کے عوض سلم مین دیے یا سلف مین دیئے اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیے اور حسن کی روایت کے موافق بیع سلم لفظ بیع کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہو اور یہی اصح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو - بیع سلم کی شرطین دو طرح کی ہین ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہو اور دوسری بدل کی طرف رجوع کرتی ہو جو شرط کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہو وہ ایک ہو اور وہ یہ ہو کہ دونون عقد کرنے والون کو یا ایک کو اس عقد مین شرط خیار نہو بخلاف مستحق کے خیار کے کہ اس سے بیع سلم باطل نہین ہوتی ہو حتے کہ راس المال کا اگر کوئی شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونون عقد کرنے والے قبضہ کر کے جدا ہو چکے ہون پھر مستحق اجازت دے تو بیع سلم صحیح ہو اور اگر خیار شرط والے نے بدنی جدائی سے پہلے اپنا خیار باطل کر دیا اور راس المال مسلم الیہ کے پاس قائم ہو تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جاویگا اور اگر راس المال تلف ہو گیا یا اُسنے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع جائز نہو جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہو اور جو شرطین کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہین وہ سولہ ہین اُنمین سے چھ راس المال مین اور دس مسلم فیہ مین ہین پس راس المال کی شرطون مین ایک یہ ہو کہ راس المال کی جنس بیان کرے کہ وہ درم ہین یا دینار ہین یا ناپنے کی چیزون مین سے مثل گیہون یا جَو کے ہو اور دوسری یہ کہ اُسکی نوع بیان کرے کہ یہ درم غطریفی ہین یا عدالی یا دینار محمودی ہین یا ہروی ہین اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ اُس شہر مین نقود مختلفہ رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جنس کا ذکر کرنا کافی ہو اور تیسری صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ جید ہو یا ردی ہو یا درمیانی ہو کذا فی النہایہ اور چوتھی راس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزون مین کہ جنکی مقدار سے عقد متعلق ہوتا ہو جیسے کیلی اور وزنی اور عددی چیزین اگرچہ اُسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اُسکی مقدار کا پہچاننا شرط نہین ہو پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ درم ایک کر گیہون کے عوض تجکو سلم مین دیے اور درمون کا وزن نہ معلوم ہوا یا اُسنے کہا کہ مین نے یہ گیہون تجکو اتنے من زعفران کے عوض سلم مین دیے اور گیہوون کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح نہین ہو اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہو کذا فی الکافی - اور اگر راس المال ایسی چیزون مین سے ہو کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہین ہوتا ہو اُن مین مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہین ہو اور بالاجماع اشارہ پر اکتفا کیا جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہو اور اگر دو مختلف چیزون مین بیع سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی چیزون مین سے ہو

[illegible]

تو امام اعظم رح کے قول کے موافق جبتک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ راس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہوگی اور اگر راس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہوگی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ان سب میں جائز ہے کذا فی الکافی۔ اگر دو جنسیں سلم میں دیں اور ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونوں کی سلم صحیح نہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور پانچوین شرط درم اور دینار دونوں کا منتقد ہونا چاہیے اور یہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اور چھٹی یہ کہ راس المال مجلس سلم میں قبضہ میں آنا چاہیے خواہ وہ راس المال دین ہو یا عین اور یہ عامہ علما کے نزدیک استحسانًا شرط ہے خواہ اول مجلس میں قبضہ کیا یا آخر میں کیونکہ مجلس کی سب ساعتوں کا حکم ایک ہے اور ایسے ہی اگر اسپر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی جدائی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور نوادر میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہوا پھر راس المال پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دونوں یا ایک سو گیا پس اگر وہ دونوں بیٹھے تھے تو یہ جدائی میں شمار نہیں ہے کیونکہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے۔ اور اگر دونوں لیٹے تھے تو یہ جدائی میں شمار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ کسی نے دس درم دس قفیز گیہوں کے عوض سلم میں دیے اور درم اسکے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تاکہ درم لاوے پس اگر ایسی جگہ گیا ہے کہ اسکو مسلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہوگی اور اگر اسکی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جاوے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک شخص پانی میں گھسا اور اس میں غوطہ لگایا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو جدائی ثابت نہوگی اور اگر گندلا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو جدائی ثابت ہو جاویگی یہ مختار الفتاوے میں لکھا ہے۔ اگر مسلم الیہ نے راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کیا تو حاکم اسپر جبر کریگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جو شرطیں کہ مسلم فیہ میں ہوتی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گیہوں یا جو بیان کرنا چاہیے اور دوسری اسکی قسم کہ مثلاً خشکی کے گیہوں یا پہاڑی ہیں بیان کرنا چاہیے تیسری گیہوں کی صفت کہ جید ہیں یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گیہوں کے سلم میں بیان کیا کہ گندم نیکو یا نیک یا سرہ یعنی کھرے تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ اور چوتھی یہ کہ مسلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ چاہیے کہ اسکی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار کی لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو اور اگر اسکی مقدار کسی معین پیمانہ سے معلوم کی جاوے جیسے کہا کہ اس خاص برتن کے پیمانہ یا اس پتھر کے وزن سے لونگا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن میں کسقدر سماتا ہے یا اس پتھر کا کیا وزن ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی گزوں سے بکنے کی چیزوں میں چاہیے کہ اسکی مقدار ایسے گزوں سے بیان کی جاوے کہ جنکا لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو پس اگر کوئی معین لکڑی کو بتلایا کہ جسکی ناپ نہیں معلوم ہے یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلاں شخص کے ہاتھ کی ناپ بتلائی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اسکا گز عام لوگوں کے گز اور پیمانہ سے متغایر ہو تو اسکے حساب سے بیع سلم صحیح نہیں ہے اور اگر اسکا گز یا پیمانہ عام لوگوں کے موافق ہو تو

اُسکی قید لگانا لغو ہوگی اور سلم جائز ہوگی یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ اور یہ ضرور ہے کہ پیمانہ ایسا نہو کہ جو پیچ جاتا ہو یا کشادہ ہو جاتا ہو جیسے پیالے اور اگر زنبیل یا تھیلی کے مانند ہو تو سلم جائز ہوگی مگر صرف پانی کی مشک مین بسبب تامل کے جائز ہے ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت کیا گیا ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور پانچوین شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ میعادی اور میعاد معلوم ہو حتے کہ فی الحال کی سلم جائز نہین ہے اور ادنی میعاد کہ بدون اُسکے سلم جائز نہین ہے امام محمد رح کی تقدیر پر ایک مہینہ ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور رب السلم کے مرنے سے میعاد باطل نہین ہوتی ہے اور مسلم الیہ کے مرنے سے باطل ہوجاتی ہے حتی کہ سلم اُسکے ترکہ سے فی الحال لی جاوے گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اور چھٹی یہ کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد آنے تک موجود ہونا چاہیے حتے کہ اگر عقد کے وقت نہو اور میعاد کے وقت موجود ہو یا اُسکا عکس ہو یا عقد کے وقت اور میعاد کے وقت موجود ہو اور درمیان مین موجود نہو تو جائز نہین ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور موجود ہونے کے معنے یہ ہین کہ بازار مین آتی رہے اور موجود نہونے کے یہ معنی ہین کہ بازار مین نہ آتی ہو اگرچہ گھرون مین پائی جاوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر ایسی چیز مین سلم کی کہ جو میعاد تک پائی جاتی ہے اور اُسپر قبضہ نکیا یہان تک کہ وہ بازار سے جاتی رہی تو سلم اپنے حال پر رہے گی اور رب السلم کو اختیار ہے کہ چاہے سلم کو توڑ دے ورنہ اُسکے پائے جانے کا انتظار کرے یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ ساتوین شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہے یہان تک کہ درم و دینار مین سلم صحیح نہین ہے اور پترون مین روایت صرف کے قیاس پر جائز نہین ہے اور کتاب الشرکت کے قیاس پر جائز ہے۔ یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ ان چار جنسون سے ہونا چاہیے کیلی یا وزنی یا عددی کہ جو باہم قریب برابر کے ہین یا گزون سے ناپنے کی چیز ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ پس حیوان اور اُسکی سری پایون مین سلم جائز نہین ہے ایسے ہی غلام اور باندیون مین بھی اس سبب سے کہ اُن کی عقل اور اخلاق جدا جدا ہوتے ہین جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ نوین شرط یہ ہے کہ جن چیزون مین بار برداری وغیرہ ہوتی ہے جیسے گیہون اُن کے ادا کرنے کا مکان بیان کرنا چاہیے کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ شرط نہین ہے ولیکن اگر دونون شرط کرین تو صحیح ہوگی اور اگر شرط نہ کرین تو جس جگہ عقد ہوا ہے وہی سپرد کرنے کی جگہ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے یہ شرط کی کہ سلم کو فلان شہر مین سپرد کرے تو مسلم الیہ جس مقام پر اس شہر مین سے چاہے ادا کر سکتا ہے اور رب السلم کو اختیار نہوگا کہ اُسکو دوسری جگہ سپرد کرنے کے واسطے تکلیف دے کذا فی المحیط۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب وہ شہر بڑا نہو اور اگر بڑا ہو کہ اُسکے دونون کنارون مین ایک فرسخ کا فاصلہ ہو تو جبتک اس کا کوئی کنارہ بیان نکرے جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور جن چیزون مین باربرداری وغیرہ نہین ہے جیسے مشک و کافور اُن مین ادا کرنے کا مکان معین کرنا بالاجماع شرط نہین ہے اور کتاب البیوع و جامع صغیر کی روایت کے موافق جہان عقد ہوا ہے وہی ادا کرنے کے واسطے معین ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے یہ محیط سرخسی مین اور فتاوی بیع مین لکھا ہے۔ اور اجارات مین لکھا ہے کہ وہ مکان متعین نہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جہان چاہے ادا کرے اور یہی اصح ہے یہ کافی اور ہدایہ مین لکھا ہے

پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضون نے کہا ہے کہ متعین نہوگا کیونکہ ایسی چیز کے لیجانے مین کچھ بار برداری نہین ہے اور نہ جگہ کے بدلنے سے اسکی مالیت بدلتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ متعین ہوگا اور یہی اصح ہے یہ عنایہ مین لکھا ہے
اور اگر سمندر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایسی چیزون مین کہ جن مین باربرداری اور مشقت ہے بیع سلم کی تو جو نسا مکان وہان سے قریب ہوگا اُس مکان مین ادا کرے گا یہ نہایہ مین لکھا ہے اور دسوین شرط یہ ہے کہ دونون بدلون کو کوئی وصف علت ربوکا شامل نہو اور وہ قدر و جنس ہے اور یہ ہر جگہ جاری ہے مگر ثمنون مین نہین جاری ہے کہ اُنکا سلم وزنی چیزون مین لوگون کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ بیع سلم کا حکم یہ ہے کہ رب السلم کو مسلم فیہ مین ایک مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہے اور مسلم الیہ کو راس المال معین و موصوف مین فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور جب بیع سلم صحیح ہوگئی اور مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب السلم کو اُس مین خیار نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اپنی شرط کے برخلاف پاوے تو اس صورت مین مسلم الیہ پر جبر کیا جاویگا کہ جس چیز پر عقد ہوا ہے اُسکو حاضر کرے یہ ینابیع مین لکھا ہے۔

دوسری فصل

اُن چیزون کے بیان مین جن مین سلم جائز اور جن مین جائز نہین ہے۔ اگر کوئی ہروی کپڑا ہروی کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز نہین ہے اور اسیطرح اگر ایک قفیز گیہون کو ایک قفیز جو کی سلم مین دیا تو بھی جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کیلی چیز کو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہے بشرطیکہ وزنی چیز مسلم فیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اسطرح کہ اُسکا وصف بیان کر دینے سے بیع متعین ہو جاوے اور اگر ایسا نہو تو جائز نہین ہے حتی کہ اگر گیہون کو سونے یا چاندی کی سلم مین دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہے اور عقد باطل ہوگا اور یہی اصح ہے اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور وزنی کو وزنی کی سلم مین دینا جبکہ دونون عقد مین متعین ہو جاتے ہون جیسے لوہا اور زعفران تو جائز نہین ہے اور اگر درم و دینار کو وزنی کی سلم مین دیا تو جائز ہے اور اگر گلائی ہوئی چاندی یا سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم مین دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر پیسون کو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہے مگر جب پیسون کو اُسی جنس مین دیا تو جائز نہین ہے اگر پیتل کے برتن وزنی چیز کی سلم مین دیے پس اگر یہ برتن وزن سے بکتے ہون تو جائز نہین ہے اور اگر گنتی سے بکتے ہون تو جائز ہے لیکن اگر برتنون کو اپنی جنس کے ساتھ بیچا تو جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز نہین ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہو اور دونون کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اُدھار فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ وہ مسلم فیہ وصف بیان کر دینے سے ایسی ہو جاوے کہ مثلی چیزون کے ساتھ ملجاوے اور اگر ایسی نہو تو جائز نہین ہے حتی کہ اگر ایک ہروی کپڑا ایک جوہر یا موتی کے سلم مین دیا تو جائز نہین ہے اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات مین ہے اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیزین ایک قسم کی ہون تو ہمارے علما کے قول پر دو چیزون کو ایک کے عوض ہاتھون ہاتھ دینا روا ہے اور اُسمین اُدھار بہتر نہین ہے حتی کہ اگر دو کپڑے ہروی ایک ہروی کی سلم مین دیے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا یا کسی چیز کو اُسکی جنس اور غیر جنس کی سلم مین دیا تو امام اعظم رحمہ

نزدیک تمام کا عقد باطل ہو اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور غیر جنس کے حصہ مین صحیح ہو یہ حاوی مین لکھا ہے - اور اگر کسی چیز کو ایک نوع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت کسی وقت ہو اور بعض کی مدت دوسرے وقت ہو تو روا ہو اور دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنے کی احتیاج نہین ہو اور اگر رب السلم نے قبضہ نہین کیا یہان تک کہ مسلم فیہ جاتی رہی اور اُسکا مثل معدوم ہو گیا تو ہمارے تینون اماموں کے نزدیک سلم باطل نہوگی ولیکن رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے مثل موجود ہونے تک انتظار کرکے اُسکو لے ورنہ اپنا راس المال لے لیوے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اور اگر درمون کو زعفران کی سلم مین دیا تو جائز ہے اور پیسون کو لوہے اور رصاص کے مانند چیزون کی سلم مین دینا روا ہے اور اگر پیسون کو پیتل کی سلم مین دیا تو جائز نہین ہو اور پیسون سے مراد رائج پیسے ہین اگر غیر رائج ہون تو اُنکو لوہے اور رانگہ کی سلم مین دینا جائز نہین ہو اور اگر تیر وغیرہ کی پوریان یا تلوار کو لوہے کی سلم مین دیوے تو جائز نہین ہو اور اگر تلوار کو پیتل کی سلم مین دیا تو جائز ہو بشرطیکہ تلوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور گیہون کو میعادی درہمون کی سلم مین دینا ہمارے نزدیک جائز نہین ہو اور جب اُسکا سلم صحیح نہین ہوا تو عیسی بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر کیلی چیزین بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اُس مین دو روایتین ہین اور جائز ہونے پر اعتماد ہے اور اسی طرح اگر وزنی چیزین بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہے یہ بحر الرائق مین ہے - اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اُسمین بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور یہی حکم سرکہ اور شیرہ انگور کا ہے پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ مین وقت کی قید لگانا اُن کے شہرون کے موافق ہے اسلیے کہ اُن کے یہان کبھی کبھی دودھ کا بازار مین آنا موقوف ہو جاتا ہے اور ہمارے ملکون مین موقوف نہین ہوتا تو ہر وقت جائز ہے اور یہی حال سرکہ کا ہے مگر شیرہ انگور ہر وقت نہین پایا جاتا پس اُسکی سلم مین وقت کی شرط کرنی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور گھی کی سلم مین پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے مگر امام محمد رح سے ایک روایت مین آیا ہے کہ وزن سے نہین جائز ہے اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہے اُسکا پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے گیہون کی سلم مین اُنکے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہین ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر کسی خاص مقام مین گیہون مین سلم قرار دی پس اگر اُسکے جاتے رہنے کا گمان نہو تو سلم جائز ہوگی اور اسی طرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج مین سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج مین جائز نہین ولایت کے اناج مین جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اُسکا اناج معدوم نہوتے تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اُسکا اناج معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کوئی خاص زمین یا گاؤن تو اُسکی سلم جائز نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہے - اور اگر قریہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت بیان کرنے کیواسطے ہو جیسے بخارا کی خشرانی تو صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے - اگر ہرات کے گیہوون مین سلم قرار دی تو جائز نہین ہے اور اگر ہرات کے کپڑون مین سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شرطین بیان کین تو جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے

اور نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ بغداد کا مروی کپڑا مرو کے مروی کی سلم مین دینا جائز ہے اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی اہواز اور مروی واسط کی سلم مین دینا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ہرات کی ودی ہراتی کپڑے کی سلم مین دی تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر بالون کو بالون کے موزے یا صوف کے نمدے کی سلم مین دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم مین دیا پس اگر وہ ٹوٹ کر بال نہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور جو گنتی کی چیزین ایسی ہون کہ اُن کے عددون مین فرق ہو جیسے انار اور خربوزہ وغیرہ تو اُن کی سلم گنتی سے جائز نہیں ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور جو گنتی کی چیز مین باہم قریب ہون اُن مین جائز ہے جیسے کہ اخروٹ اور انڈے مین گنتی سے اور پیمانہ اور وزن سے بھی جائز ہے اور زیادات مین لکھا ہے کہ اخروٹ اور انڈے کی سلم مین جبکہ مرغی یا بط کا انڈا بیان کر دیا تو جائز ہے اگرچہ جید اور ردی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جن عددی چیزون کے اعداد جدا جدا قیمت سے بکتے ہون یعنے ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ عددی متفاوت کہلاتی ہین اور جنکے ہر ایک عدد کی قیمت یکسان ہو وہ عددی متقارب ہین یعنے باہم برابر ہین اور بھی امام ابو یوسف رح سے روایت ہے اگر بط کے انڈون کو مرغی کے انڈے کی سلم مین دیا یا نعامہ کے انڈون کو مرغی کے انڈون کی سلم مین دیا تو جائز ہے اور اگر مرغی کے انڈون کو ان دونون مین سے کسی کے انڈون کی سلم مین پس اگر ایسے وقت مین دیا کہ ان دونون کے انڈے ملتے ہین تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کاغذ مین گنتی کی راہ سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو مین نے فتاوے مین دیکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور پیسون مین گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر الروایت مین جائز ہے کذا فی الینابیع اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے بیگنون کی سلم گنتی سے صحیح ہے اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ پیاز اور لہسن کی سلم پیمانہ اور گنتی سے جائز ہے کیونکہ وہ عددی متقارب ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم مین بہتری نہیں ہے مگر اُس صورت مین کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اُسکا وزن معلوم شرط کیا جائے اور یہی حال زجاج کا ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ یتیمیہ مین لکھا ہے کہ اگر سونے اور چاندی کے برتن مین سلم قرار دی اور راس المال مین سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہین اُن کی سلم بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ عددی متفاوت ہین تابہ کی سلم جائز ہے جبکہ اُس کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی جائے اور مٹی کے پختہ برتنون کی بیع سلم اگر اُنکی کوئی ایسی نوع بیان کی جاوے جو لوگون کو معلوم ہے تو جائز ہے اور کوزون کا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کچی اور پکی اینٹون کی بیع سلم روا ہے جبکہ اُسکا پیمانہ معلوم بیان کر دیا جاوے اور پیمانہ معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اُسکا طول اور عرض و عمق عام لوگون کے استعمالی گز سے بیان کر دیا جائے اور اگر اُس شہر کے لوگون نے اینٹون کا ایک ہی پیمانہ کیا ہو تو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ ینابیع مین لکھا ہے اور ایسے ہی کپڑون کی بیع سلم مین اُن کا طول و عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہے خواہ کپڑا سوتی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے مین وزن ذکر کرنا ضرور نہیں ہے اور حریر مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ذکر وزن شرط ہے یہ فتاوے قاضی خان مین

لکھا ہی- اور اگر وزن بیان کیا اور گز نہ بیان کیے تو بیع سلم جائز نہو گی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریر مین وزن شرط کیا اور گز ون کی شرط نہ کی تو بیع کا جائز نہونا اُسوقت ہی کہ جب ہر گز کا ثمن نہ بیان کیا ہو اور اگر ہر گز کا ثمن بیان کردیا تو جائز ہی اور اگر خز کے کپڑے مین سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہی اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہین ہی اور ایک روایت آئی ہی کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہین ہی یہ فتاوئے قاضیخان مین لکھا ہی- اور اگر چند گز ون کی مطلقاً شرط کی تو دونون کا لحاظ کرکے درمیانی گز سے دیا جاویگا اور یہ اصح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہی کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جاویگا کہ نہ بہت کھینچا جائے اور نہ ڈھیلا کیا جاوے اور بعضے مشائخ رہ نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہی اور وہ بازارون مین چھوٹا بڑا اور درمیانی ہوتا ہی پس مراد درمیانی گز ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ جب بیع سلم مین گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دونون معنی کا لحاظ کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اصل مین لکھا ہی کہ انجیر کی سلم مین اگر اُسکا پیمانہ معلوم ہو اور پیمانہ اُسکا وہ جوال ہی جس مین انجیر بھرے جاتے ہین تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہی اور مشائخ نے اُسکے باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ وہ ہر حال مین کیلی ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون مین وزن سے بکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ سے بکنے کا عرف ہو تو کیلی ہی یہ محیط مین لکھا ہی- سنار و ن اور کان کی مٹی مین بیع سلم جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی بچھونے اور چٹائی اور بوریون کی بیع سلم مین اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہی- اور جوال اور موزے اور چادرون کی اگر صفت معلوم ہو اور طول و عرض اور رقعہ معلوم ہو تو جائز ہی اور پوستینون مین جائز نہین ہی کیونکہ اُن مین باہم تفاوت ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اونٹ اور گائے اور بکری کے چمڑے کی بیع سلم مین بہتری نہین پہنچتا روا ہی اور اگر اُس مین سے کسی کی کوئی قسم معلوم بیان کردی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور مبسوط مین ہی کہ چمڑے کی سلم جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ جب اُسکی کوئی ایسی قسم ہو کہ جسکا طول و عرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر چمڑا وزن سے بکتا ہو تو اُسکی سلم مین وزن اس طرح ذکر کرنے سے کہ جس سے لین دین مین جھگڑا نہو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اور سری اور پایون مین نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک گوشت مین سلم صحیح نہین ہی اور صاحبین رہ نے کہا کہ جائز ہی بشرطیکہ اُس کی جنس اور نوع اور اسن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کردی جاوے مثلاً بکری خصی دو دانت والی کے پہلو اور ران مین سے فربہ سو رطل اور ہڈی کے گودہ مین دو روایتین آئی ہین اور اصح یہ ہی کہ ناجائز ہی اور حقائق اور عیون مین لکھا ہی کہ فتوے صاحبین کے قول پر ہی اور جب حاکم نے اسکے جواز کا حکم دیا تو بالاتفاق صحیح ہو جائیگا اور چکتی اور چربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے- اور مچھلی کی سلم مین یا تازہ مچھلی ہو گی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہو گی یا وزن سے پس اگر اُسنے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہین خواہ مچھلی تر ہو یا خشک اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچھلی خشک ہی تو جائز ہی اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اُس مچھلی کے موجود

[illegible]

ہونے کے زمانہ میں واقع ہو اور میعاد تک موجود رہے کہ درمیان میں جاتی نہ رہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر چھوٹی مچھلیوں میں پیمانہ یا وزن سے سلم ٹھہرائی تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الینابیع اور بڑی مچھلیوں میں امام اعظم رحمہ سے دو روایتیں ہیں پس ظاہر الروایت میں جائز ہے اور یہی صاحبین رحمہ کا قول ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ پرندوں میں سے کسی میں سلم ٹھہرانا جائز نہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور جن پرندوں میں تفاوت نہیں ہوتا جیسے کنجشک تو بھی بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور پرندوں کے گوشت میں بھی جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ ان پرندوں کے حق میں ہے جو جمع کرکے انڈے بچوں کے واسطے نہیں رکھے جاتے ہیں ورنہ جو ایسے ہوں انکی نسبت بعض مشائخ نے کہا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک روٹی میں سلم نہ وزن سے جائز ہے اور نہ گنتی سے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وزن سے جائز ہے اور مشائخ نے فتوی کے واسطے قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہے لیکن قبضہ کے وقت احتیاط کرنا واجب ہے کہ اسی جنس سے لے جو اسنے بیان کی ہے تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور روٹی کو گیہوں یا آٹے کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ تہذیب میں لکھا ہے۔ اور آٹے کی سلم پیمانہ اور وزن سے جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور جواہر اور موتیوں کی سلم میں بہتری نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے موتی جو وزن سے بیچے جاتے ہیں اور دوا اون میں ڈالے جاتے ہیں اُن کی سلم وزن سے جائز ہے اور گچ اور چونے کی سلم میں پیمانہ معلوم کے حساب سے کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ اُسکا کیلی ہونا معلوم ہے اور ہر وقت سپرد کیا جاسکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ تیل کی اگر کوئی قسم معلوم شرط کردی تو اسکی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے اور خوشبودار اور غیر خوشبودار کا حکم یکساں ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور صوف کے وزن سے بیع سلم کرنے میں خوف نہیں ہے اور اگر بغیر وزن کے کچھ ڈھیریوں کی شرط کی تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے خاص بکری کے صوف کی سلم کی تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم بکریوں کے دودھ اور گھی کا ہے اور جو گھی یا زیتون کا تیل یا گیہوں کہ اس سال پیدا ہوں اُن کی سلم میں بہتری نہیں ہے طلوار کے پھل کی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ استطول و عرض و صفت معلوم ہو اور صوف کو بالوں کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں علت ربوا کی یعنی وزن مشترک ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بال وزن سے بکتے ہوں اور اگر وزن سے نہ بکتے ہوں تو اُدھار حرام نہیں ہے مترجم کہتا ہے یعنے سلم جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دو ذمیوں کا شراب میں بیع سلم کرنا جائز ہے اور سوروں میں جائز نہیں ہے پس اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہوا تو بیع سلم باطل ہوجاوے گی اور مسلمان اور نصرانی تمام احکام سلم میں سوائے شراب کے برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ روئی اور کتان اور ابریشم اور تانبا اور پیتر اور لوہا اور رانگ اور پیتل اور کانسہ ان چیزوں کی بیع سلم میں خوف نہیں ہے اور یہ چیزیں مثلی ہیں اور حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزیں جو کیلی ہوں انھیں چیزوں کے مانند ہیں اور تر خوشبودار چیزیں اور ساگ اور ایندھن مثلی نہیں ہیں تو ان میں سلم جائز نہ ہوگی اور جبن کا بنانا اگر اس پیشہ والوں کو اس طرح معلوم ہو کہ اس میں فرق نہ پڑے تو اسکی بیع سلم میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر شہتیروں کی کوئی قسم معلوم

بیان کردی اور اُسکا طول اور موٹائی اور میعاد اور وہ مکان کہ جس مین ادا کیے جاوین بیان کر کے بیع سلم کی تو جائز ہی اور یہی حکم سا کھو اور عیدان اور لکڑی اور نرکل کا ہی اور نرکل مین موٹائی بیان کرنے کی صورت یہ ہی کہ بالشت یا گز وغیرہ کے اندازے جس سے اُسکا گٹھا باندھا جاتا ہی بیان کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی- اور رطبہ کی سلم مین بہتری نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور سوت شلی چیزون مین ہی اسکو شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا ہی اور طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ جو وزنی چیز ہی وہ شلی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور طشت اور قمقمہ اور موزون اور ایسی چیزون کی بیع سلم مین کچھ خوف نہین ہی بشرطیکہ اُنکی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اور کٹ کی بیع سلم مین وزن کے حساب سے کچھ خوف نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اور اگر پانی مین وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتلا دیے تو جائز ہی اور جب پانی مین جائز ہی تو برف مین بھی جائز ہو گی کذا فی فتاوے قاضی خان

تیسری فصل

اُن احکام کے بیان مین جو راس المال اور مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے متعلق ہین- مسلم الیہ کو جائز نہین ہی کہ راس المال سے رب السلم کو بری کر دے اور اگر اُسنے بری کیا اور رب السلم نے برائت قبول کر لی تو عقد سلم باطل ہو جاویگا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہو گا یہ محیط مین لکھا ہی- اور یہ جائز نہین ہی کہ راس المال کے عوض کوئی چیز اُسکے غیر جنس کی لیوے اور اگر اُسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے ردی دیا اور مسلم الیہ نے ردی کو اختیار کر لیا تو جائز ہی اور اگر اُسکے حق سے جید دیا تو اُسکے لینے پر مجبور کیا جاویگا اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جاویگا اور اپنی رضامندی سے لیگا اور یہی مختار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور مسلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہین ہی اور اگر مسلم الیہ نے بجائے ردی کے جید دیا تو ہمارے نزدیک رب السلم پر اُس کے قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اگر بجائے جید کے ردی دیا تو جبر نہ کیا جاویگا اور اگر سلم مین جید کپڑا ٹھہرا تھا اور وہ ردی لایا اور کہا کہ تو اُسکو لے اور مین ایک درم تجکو واپس دونگا تو اس قسم کے آٹھ مسئلے نکلتے ہین چار مسئلہ گزوں کی چیزون مین اور چار کیلی اور وزنی چیزون مین پس گزون کی چیزون کے یہ ہین کہ اگر سلم مین ایک کپڑا ٹھہرا تھا پھر مسلم الیہ اُس سے وصف مین بڑھکر یا گز مین بڑھکر لایا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مجکو ایک درم بڑھا دے تو جائز ہی اور یہ درم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی خوبی یا گز کے ہو گی اور اگر ردی کپڑا لایا یا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مین تجکو ایک درم واپس دونگا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسنے ردی دیکر یہ نہ کہا کہ مین تجکو ایک درم واپس دونگا اور رب السلم نے قبول کر لیا تو جائز ہی اور یہ وصف سے درگذر کرنے مین شمار ہوگا اور اگر سلم کیلی یا وزنی چیزون مین ہو مثلاً دس قفیز گیہون کے عوض دس درم دیے تھے اور وہ جید گیہون لایا اور کہا کہ اسکو لے اور ایک درم بڑھا دے تو جائز نہین ہی اور اگر گیارہ قفیز لایا اور کہا کہ اسکو لے اور ایک درم بڑھا دے یا نو قفیز لا کر دین اور کہا کہ ایک درم واپس کرونگا اور اُسنے قبول کر لیا تو جائز ہی اور اگر دس قفیز ردی گیہون لایا اور کہا کہ تو اسکو قبول کر لے اور مین ایک درم واپس دونگا تو جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ سب صورتون مین جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- راس المال کے عوض کوئی شی رہن کرنا یا کسی پر حوالہ کرنا یا اُسکا کفیل کر دینا صحیح ہی پس اگر رب السلم اور مسلم الیہ راس المال پر قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جاویگا اگرچہ جس شخص نے کفالت کی ہی یا جسپر اُترا یا ہی مجلس مین

موجود ہو اور اگر دونون عقد کرنے والے مجلس مین موجود ہون تو کفیل کا یا اُس شخص کا جسپر حوالہ کیا ہو جدا ہو جانا مضر نہین ہی اور اگر راس المال کے عوض کچھ رہن کر لیا اور دونون جدا ہو گئے حالانکہ رہن قائم ہو تو عقد ٹوٹ جاویگا اور اگر رہن اُسی مجلس مین تلف ہو گیا تو عقد سلم اپنی صحت پر رہیگا اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو رب السلم کو اپنا پورا حق ملگیا اور اگر رہن تلف نہوا ولیکن مسلم الیہ مر گیا اور اُسپر بہت سے قرض ہین تو رب السلم اس رہن کا زیادہ حقدار ہی ولیکن یہ رہن اُسکو نہ دیا جاویگا بلکہ اُسکے قرضہ کی جنس مین بیچا جاویگا تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مسلم الیہ رب السلم کے پاس آیا اور اُسکے اور مسلم فیہ کے درمیان سے روک اُٹھا دی تو وہ مانند اور قرضون کے اسپر بھی قابض شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور مسلم فیہ کا کسی پر اُتر انا جائز ہی اور ایسے ہی کفالت کرنا بھی جائز ہی ولیکن اُترا نے کی صورت مین مسلم الیہ بری ہو جاویگا اور کفیل کرنے کی صورت مین بری نہوگا اور رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو مسلم الیہ سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے اور رب السلم کو کفیل سے بدل کرنا جائز نہین ہی اور کفیل کو جائز ہی کہ جو اُسنے رب السلم کو ادا کیا ہی اُسکے بدلے مین مسلم الیہ سے لے لیوے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل تھا پھر اُسنے سلم کو مسلم الیہ سے اقتضا کے طور پر پورا لے لیا پھر اُسکو بیچ کر اُس مین نفع اُٹھایا تو یہ اُسکے لیے حلال ہی بشرطیکہ رب السلم کو اُسکے مثل ادا کر دے اور ایسی صورت مین کچھ اختلاف نہین ہی کہ جب مسلم فیہ پر اُسکی ملکیت بسبب اسکے کہ اُسنے طعام سلم کو ادا کر دیا ہی مقرر ہو گئی صرف خلاف اس صورت مین ہی کہ اگر رب السلم کو طعام سلم ادا کرنے والا خود مسلم الیہ ہو تو کفیل سے جو اُسنے کفیل کو دیا ہی اُسکے مثل واپس لیگا پھر اسی کتاب مین لکھا ہی کہ کفیل نے جو نفع اُٹھایا وہ اُسکو حلال ہی اور یہ قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہی اور امام محمد نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین دیانۃً دوست رکھتا ہون کہ یہ نفع مسلم الیہ کو واپس کر دے اور قضاءً مین اُسپر جبر نہین کرتا اور کتاب الکفالت مین لکھا ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ زیادتی صدقہ کر دے اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ سلم کو کفیل نے اقتضا کے طور پر لیا ہو اور اگر رسول بنکر لیا ہو اس طرح پر کہ مسلم الیہ نے طعام سلم اُسکے سپرد کیا ہو تاکہ اس کو رب السلم کے پاس پہونچا دیوے اور اُسنے اُس مین تصرف کیا اور نفع اُٹھایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نفع اُسکو حلال نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میرا حق جو تجھپر چاہیے ہی اُسکو اپنے تھیلون مین ناپ یا کہا کہ اُسکو ناپ کر اپنے گھر مین جدا رکھدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو رب السلم قابض نہ شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کر گیہون مین بیع سلم ٹھہرائی تھی اور لیتے وقت رب السلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ میرے تھیلون مین اسکو ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُسوقت غائب تھا تو یہ قبضہ نہین ہی حتے کہ اگر وہ تلف ہو جاوے تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم اُسوقت حاضر ہو تو بالاتفاق قابض ہوگا خواہ تھیلے اُسکے ہون یا مسلم الیہ کے ہون یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم نے اپنے تھیلے مسلم الیہ کو دیئے اور اُس مین اناج تھا اور کہا کہ جو میرا تجھپر چاہیے ہی وہ ان تھیلون مین ناپ کر بھر دے پھر اُسنے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُس وقت غائب تھا تو مشائخ کا اس مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ قابض

شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر اسنے رب السلم کے حکم سے اُسکو پہایا تو رب السلم قابض شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی- اور اگر رب السلم نے اُٹھالے لیا تو اُسکو حرام ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور اگر رب السلم نے حکم دیا کہ اسکو دریا مین پھینک دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو مسلم الیہ کا مال گیا یہ عنایہ مین لکھا ہی- اور اگر رب السلم نے مسلم الیہ کے غلام یا اُسکے بیٹے کو سلم پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر رب السلم نے مسلم الیہ کو راس المال دینے کے واسطے کوئی وکیل کیا تو وکالت صحیح ہی پس اگر وکیل نے اُس حال مین دیدیا کہ وہ دونون مجلس مین موجود تھے تو صحیح ہی اور اگر وکیل مجلس سے دیدینے سے پہلے چلا گیا اور وہ دونون ابھی مجلس مین موجود ہین تو سلم باطل نہوگی اور اگر وکیل کے دیدینے سے پہلے رب السلم یا مسلم الیہ مجلس سے چلا گیا تو سلم باطل ہوجاوے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو بھی یہی صورتین ہین- زید نے عمرو کو کچھ درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر عمرو نے بکر سے گیہون اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک کر ہین اور رب السلم کو ادا کردیے تو رب السلم اُس مین کھانے یا بیچنے وغیرہ کا تصرف مباح ہونے کے واسطے دو دفعہ پیمانہ کرنے کا محتاج ہی ایک دفعہ مسلم الیہ کی طرف سے اور ایک دفعہ اپنی طرف سے اور اگر مسلم الیہ نے ناپ لیا ہو تو رب السلم کو اُسکا ناپنا کافی نہین ہی اگرچہ یہ اُسکے ناپ لینے کے وقت حاضر ہو اور اسی طرح اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو اُسپر قبضہ کرلینے کا حکم کیا اور اُسنے قبضہ کیا تو بھی دو دفعہ ناپنے کا محتاج ہی پہلے مسلم الیہ کی طرف سے اُسکا نائب ہوکر پیمانہ کرے پھر اپنے واسطے پیمانہ کرے اور ایک ہی پیمانہ کافی نہین ہی اور اسی طرح اگر مسلم الیہ نے کچھ درم رب السلم کو اپنے واسطے بشرط پیمانہ گیہون خریدنے کو دیے اور اُسنے خرید کر قبضہ کرکے ناپ لیے پھر اُن گیہون کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اُسپر دوبارہ پیمانہ کرنا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گیہون خریدے یا اپنی زمین سے پائے یا میراث یا ہبہ یا وصیت مین پائے اور اُن کو رب السلم کو ادا کردیا اور اُسکے سامنے ناپ دیا تو رب السلم کو یکبار پیمانہ کرنا کافی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اگر اُسنے کچھ اناج پیمانہ سے قرض لیا اور رب السلم کے سپرد کردیا تو دوبارہ پیمانہ کرنے کی حاجت نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی- اور جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر راس المال عین ہو کہ اُسکو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اُسکا کوئی مستحق ہی یا عیب دار پایا پس اگر مستحق نے اجازت نہ دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم باطل ہوجاوے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر مستحق نے اجازت دیدی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم جائز ہوگی خواہ راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہوگئے ہون یا نہوے ہون اور پھر مستحق کو راس المال کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم سے اُسکا مثل لیوے اگر وہ مثلی ہو یہ بدائع مین لکھا ہی- اور اگر راس المال درم اور دینار مین سے ہو اور اُسپر قبضہ کرلیا پس اگر اُس مین کچھ عیب پایا تو یا اُسکو استحقاقی پائیگا یا ستوق پائیگا یا زیوف پائیگا اور یا مجلس مین ایسا پائیگا یا بعد جدا ہونے کے پس اگر اُسنے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اُسکا کوئی حقدار ہی پس اگر مستحق نے اجازت دیدی تو سلم جائز ہوگی بشرطیکہ راس المال قائم ہو یہ جامع صغیر مین مذکور ہی اور اگر اجازت نہ دی تو اُس قدر کا قبضہ ٹوٹ جاویگا اور ایسا ہوجاویگا گویا اُسنے قبضہ ہی نہین کیا پس اگر اُسنے اُسی مجلس مین اُسکے مثل پر قبضہ کرلیا تو جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی محیط السرخسی- اور اگر اُنکو ستوق پایا

اگر مجلس عقد مین پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو سلم جائز ہو گی اور اگر اُنکو واپس کر کے بجائے اُنکے اسی مجلس مین کھرے درم بدلے لیے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوف یا نبہرہ پایا اور مجلس عقد مین ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہی اور اگر واپس کر کے اسی مجلس مین بدل لیتے تو جائز ہو اور اگر بدلنے سے پہلے جدا ہو گئے تو سلم باطل ہو جاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- اور اگر اُن درمون مین سے کچھ درم ایسے پائے جنکا کوئی مستحق ہے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق نے اجازت دیدی اور ہنوز راس المال موجود ہی تو سلم جائز ہو گی اور اگر نہ اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُسکے سلم باطل ہو جاوے گی اور اگر کچھ درم اُن مین سے ستوق پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُسکے سلم باطل ہو جاوے گی خواہ یہ تھوڑے ہون یا بہت ہون خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کر دیا ہو خواہ بجائے اُنکے بدل لیے ہون یا نہ بدلے ہون اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہو جاوے گی کذا فی المحیط- اور اگر اُن مین سے کچھ درم زیوف پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کیا تو بالاجماع اگر اُسنے واپسی کی مجلس مین نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہو جاوے گی اور اگر واپسی کی مجلس مین بجائے اُنکے بدل لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تھوڑے ہون تو باطل نہو گی اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہے اور اگر بہت ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہو جاوے گی اور صاحبین کے نزدیک استحسانًا باطل نہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو- پھر روایات ظاہرہ مشہورہ مین بالاتفاق امام اعظم سے مروی ہو کہ جو نصف سے زیادہ ہو اور نصف کے باب مین دو روایتین آئی ہین اور ایک روایت مین آیا ہو کہ تہائی بہت ہو اور یہی روایت اصح ہو اور احوط ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور حاوی مین لکھا ہو کہ نصیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہین کہ شداد رح فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جدا ہونے کے درمون کو زیوف پاوے تو چاہیے کہ بدل کو پہلے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہو پس اگر اُسنے زیوف کو واپس کیا اور پھر جدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علما کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ یہ زیوف نصف سے کم ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو- اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ راس المال کے برابر رب السلم کا قرضہ ہو تو اُسکی دو صورتین ہین یا یہ قرضہ بسبب عقد کے لازم آیا ہو یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہو پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُسکی بھی دو صورتین ہین یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہو یا اسکے بعد ہو پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس درم مین بیچا تھا اور درمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اسکو دس درم سلم کے گیہون مین دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونون نے اپنا اپنا قرضہ برابر کرین یا بدلا کر لینے پر راضی ہو جاوین تو بدلا ہو جاویگا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہو گا اور یہ استحسان ہو اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہو تو بدلا نہین ہو سکتا ہو اگرچہ دونون باہم بدلا کرنا چاہین اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہو مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہو جاویگا خواہ وہ دونون اسکو بدلا کرین یا نہ کرین بشرطیکہ دوسرا قرضہ اس عقد سے پیچھے ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ دونون قرضہ برابر ہون اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پر راضی ہو تو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جاویگا اور اگر زیادتی والا انکار کرتا ہو تو بدلا نہو گا اور اگر کمی والا انکار کرتا ہے

تو بدلا ہوجاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی- امام محمد نے زیادات مین لکھا ہی کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم مین سنو درم ایک کُر درمیانی گیہون کے عوض ایک میعاد معلوم تک کیواسطے دیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کُر درمیانی گیہون کے بمثل مسلم فیہ کے ہین فروخت کیا اس کُر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُسکے سپرد نہ کیا یہانتک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگون کے حق مین ٹوٹ گیا تو رب السلم پر واجب ہوگا کہ وہ کُر جو اُسنے غلام کا ثمن لیا ہی وہ غلام کی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرے پس اگر غلام بیچنے والے نے یعنے رب السلم نے کہا کہ مین وہ کُر رہنے دیتا ہون اور اُسکا مثل پھیر دونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب السلم نے وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی واپس نہ کیا یہانتک کہ بیع سلم کی میعاد آگئی تو وہ کُر مسلم فیہ کا قصاص ہوجاویگا خواہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور ایسے ہی اگر دونون مین غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی لیکن وہ کُر جو ثمن ہی بعد عقد سلم کے قبضہ مین آیا پھر انھین سببون سے جو ہم نے ذکر کیے عقد بیع دونون مین فسخ ہوگیا تو بیع سلم کی مدت آجانے کے وقت وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی مسلم فیہ کا بدلا ہوجاویگا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہی اُس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضامندی سے واپس کیا یا اقالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ کُر جو ثمن ہی دونون صورتون مین سلم کا بدلا نہوگا خواہ وہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور اگر عقد سلم سے پہلے عقد بیع واقع ہوا اور اُسنے گیہون پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی سلم کا بدلا نہوگا اگرچہ دونون بدلا کرین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر رب السلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ مضمون کے ضمانت مین ہوگیا ہی جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد سلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلا ہوجاویگا اگر عقد سلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُسکے پاس موجود ہی یہانتک کہ سلم کی میعاد آگئی پس بدلا کرلنے سے بدلا ہوجاویگا خواہ وہ دونون حاضر[1] ہون یا نہون بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور اگر عقد سلم سے پہلے یا بعد ایک کُر رب السلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اسکو بدلا کرنا چاہا تو بدلا نہ ہوگا مگر اس صورت مین کہ کُر دونون کے سامنے موجود ہو یا رب السلم اُسپر دوبارہ[2] قبضہ کر لے اور اگر سلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کُر غصب کیا پھر میعاد آگئی تو بدلا ہوجاویگا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلا کرنے سے بدلا ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہی کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت مین بدلا نہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہوجاوے تو بدلا ہوجاویگا اور گھٹیا کی صورت مین بھی رب السلم کی رضامندی سے بدلا ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی- زید نے عمرو کو سو درم ایک کُر کی سلم مین دیے پھر عمرو نے زید سے ایک کُر اُسکے مانند بعوض دوسو درم کے میعادی اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کُر اُسکے پاس ہی اور رب السلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُسپر قبضہ کر لے تو جائز نہین ہی اور اگر اُسنے قبضہ کر لیا اور اُسکو پسایا تو اُسکو اُسکے مانند دینا واجب ہوگا اور یہ واجب سلم کا بدلا نہوجاویگا اگرچہ دونون اُسپر راضی ہوجاوین پس اگر مسلم الیہ نے ضمان لیکر پھر مسلم فیہ کے عوض اُسکو ادا کیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے نہ پسایا ولیکن اُسمین اُسکے پاس عیب آگیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہی کہ چاہے اُسکو لے یا اُسکی ضمان لے پس اگر اُسکا مثل ضمان مین لیا تو بدلا نہوگا اور اگر لیکر پھر ادا کر دیا تو جائز ہی اور اگر اُس

یعنے اختیار ہے تو صرف اختیار سے بدلا نہوگا ۱۲

[1] حاضر ہونا دونون کی موجودگی ایک مجلس مین ہو یا نہ ہو اور ۱۲ ہی یعنی

[2] دوبارہ یعنی واپسی سے یعنی بطور امانت ... قبضہ ضمان ... ۱۲

۱۹

کُر کا بعینہ لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُسکو بدلا کیا تو جائز ہو بشرطیکہ دونون اُسپر راضی ہوجاوین اور اگر بدلا
کر لینے پر دونون نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے توامام محمد رح نے کتاب مین اسکو ذکر نہین
کیا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہو اور اگر اُسنے بدلا نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عیبدار کُر لے لیا پھر رب السلم نے اُسکو
غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلا ہوجاویگا اور مسلم الیہ کی رضامندی نہ دیکھی جاویگی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کُر کسی
اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب السلم کو غاصب پر اُترا دیا کہ اُس سے لیکر سلم مین قبضہ کر لے تو یہ جائز
نہین اور حوالہ کرنا باطل ہو پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیبدار ہوا اور رب السلم اُس سے راضی ہو تو جائز ہوگا
اور ایسے ہی اگر وہ کُر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہو اور رب السلم اُس سے راضی ہوجاوے تو بھی یہی حکم ہو
ولیکن فرق یہ ہو کہ غصب کی صورت مین اگر وہ کُر قبضہ سے پہلے تلف ہوجاوے تو حوالہ باطل نہوگا اور ودیعت
کی صورت مین باطل ہوجاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے سے ترچھوارے کی ایک قفیز مین سلم
ٹھہرائی اور اُسکی میعاد اُسکے پائے جانے کے وقت مین مقرر کی تاکہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجاے
اُسکے ایک قفیز خشک چھوارہ ادا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اُسنے ایک قفیز خشک چھوارہ مین بیع سلم ٹھہرائی اور اُسنے بجاے
اُسکے ایک قفیز ترچھوارہ ادا کیے اور رب السلم نے اُس سے چشم پوشی کی توامام اعظم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین
کے نزدیک اگر مسلم فیہ ترچھوارہ ہون اور بجاے اُنکے خشک ادا کرے تو ہر حال مین ناجائز ہو اور یہ ایسا ہو کہ گویا اُسنے
تین چوتھائی خشک چھوارے مین سلم ٹھہرائی پھر اُسکا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ مین سلم ٹھہرائی
اور اُسنے ایک قفیز ترچھوارے ادا کیے تو صاحبین کے نزدیک اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے اپنا پورا حق لے لینے
کے طور پر قبضہ کیا بایں طور کہ مسلم الیہ نے رب السلم سے کہا کہ اسکو اپنے حق مین یا اپنے حق کے ادا ہونے کے واسطے
یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے لے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسری یہ کہ بطور صلح
یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو بایں طور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اسکو اپنے حق کی صلح مین یا اپنے حق سے ادا
ہونے کی صلح مین لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہو مین اُس سے بری ہون تو پہلی صورت باطل ہو اور
دوسری صورت صلح کی لحاظ کیجاویگی اور غور کیا جاویگا کہ یہ ترچھوارہ خشک ہو کر کسقدر کم ہون گے پس اگر یہ معلوم
ہوگیا تو اسی بنا پر حکم دیا جاویگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جسقدر سے کم نہین ہوتا اُسکی بنا پر حکم دیا جاویگا
پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہوجاوینگے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہون گے اور تین چوتھائی
باقی رہجاوین گے تو پھر لحاظ کیا جاویگا کہ اگر ترچھوارے کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے
کی قیمت کے برابر یا کم ہو تو صلح جائز ہوگی اور اگر اُسکی قیمت زیادہ ہوگی تو صلح باطل ہوگی کسی نے ایک
قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور بجاے اُسکے ایک قفیز بھونے ہوئے گیہون دیئے تو بالاجماع جائز نہین ہے اور
ایسے ہی ایک قفیز گدر چھوارہ سبز یا زرد مین اُنکے موجود ہونے کے وقت مین سلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجاے
اُسکے مطبوخ تیسر کا قفیز دیا یا پکے ہوئے یا ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے مطبوخ گیہون کا ایک قفیز دیا یا اُنکے
کا ایک قفیز دیا تو جائز نہین ہو اور اگر ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے ایسے گیہون کا ایک قفیز دیا جو
پانی مین پڑ کر پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہو اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہے

اور اگر کسی نے زیتون مین سلم ٹھہرائی اور بجائے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہین ہی اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہی جتنا کہ اُسقدر زیتون مین نکلتا ہی کذا فی المحیط

چوتھی فصل - رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین - اگر مسلم فیہ کی جنس مین دونون اختلاف کرین مثلاً رب السلم کہے کہ مین نے تجکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے ہین اور مسلم الیہ کہے کہ ایک کر سبو کی سلم مین دیے ہین پس اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور امام ابو یوسف رح کا پہلا قول یہ ہی کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہی کہ پہلے رب السلم سے لیجاویگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کریگا کہ تم دونون کیا چاہتے ہو پس اگر دونون نے یا ایک نے کہا کہ ہم عقد کو فسخ کرنا چاہتے ہین تو قاضی فسخ کر دیگا اور اگر اُنھون نے فسخ کرنا نہ چاہا تو دونون کو اپنے حال پر چھوڑ دیگا اس امید پر کہ کوئی دوسرے کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ - اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے اُسی پر مدعی کے دعوے کا قاضی حکم کر دے گا کذا فی شرح الطحاوی - اور دونون مین سے جو شخص گواہ قائم کرے اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوئے ہین تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا پس رب السلم پر بیس درم کا حکم دیا جاوے گا اور مسلم الیہ پر ایک کر گیہون اور ایک کر جو کا حکم دیا جاوے گا اور اگر دونون مجلس سے جدا ہو چکے اور رب السلم نے صرف دس درم ادا کر دیے ہین تو رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر صورت مین رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون اختلاف کرین تو اسکا اور مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کرنے کا ایک حکم ہی اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کرین اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہون تو قیاساً دونون سے قسم لیجاوے گی اور استحساناً قسم نہ لی جاوے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہین پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے قول پر قاضی رب السلم کے گواہون پر ایک ہی عقد کا حکم دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیگا اور یہی قیاس ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے ردی گیہون شرط کیے تھے اور رب السلم نے کہا کہ تونے کوئی شرط نہین کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسکا الٹا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک قول رب السلم کا لیا جاوے اور صاحبین رح کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ بدایہ مین لکھا ہی - اور اگر راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہی پس اگر دونون نے اُسکی جنس مین اختلاف کیا مثلاً رب السلم نے کہا کہ مین نے تجکو ایک کر گیہون کی سلم مین دس درم دیے ہین اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہین بلکہ ایک دینار دیا ہی اور دونون کے پاس گواہ نہین تو قیاساً دونون باہم قسم نہ کھائین گے اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون قسم کھائینگے پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور رب السلم پر ایک دینار اور دس درم کا

اور مسلم الیہ پر دو کر گیہون کا بشرطیکہ دونون مجلس سے جدا نہوے ہون اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کا قول کتاب مین مذکور نہین ہے ولیکن ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین دونون سے روایت کی ہے کہ قاضی دو عقدونکا حکم دیگا اور کرخی نے روایت کی ہے کہ مسلم الیہ کی دلیل کے موافق صرف ایک عقد کا حکم دیگا اور یہی صحیح ہے اور اگر راس المال کی مقدار یا اُسکی صفت مین اختلاف واقع ہوا تو اُسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا مسلم فیہ کی صفت اور مقدار مین اختلاف ہونے کا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اگر مسلم فیہ کی جنس یا مقدار یا صفت مین یا راس المال کی جنس یا مقدار یا صفت مین دونون اختلاف کرین اور دونون گواہ پیش کرین تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک جبتک ممکن ہوگا ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور جب نا ممکن ہوگا تو دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور جب متعذر ہوگا تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر مسلم فیہ اور راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز ہے جو متعین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہے پس اگر مسلم فیہ اور راس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ دیے تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے پس اگر وہ دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوئے تو تینون امامون مین کچھ اختلاف نہین ہے کہ قاضی دو عقدونکا حکم دے گا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی کے پاس گواہ نہین تو دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک قاضی دو عقدون کا حکم دیگا بشرطیکہ مجلس سے دونون جدا نہوے ہون اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالی کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیگا اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا تو قسم کھانے کے حق مین قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور دلیل پیش کرنے کی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ مسلم فیہ یا راس المال کی صفت مین اختلاف کرنیکا تھا پس جو حکم وہان معلوم ہوا ہے وہی یہان ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر راس المال معین ہو مثلاً کوئی اسباب ہو پس اگر دونون نے مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کیا تو قیاساً دونون سے قسم نہ لیجاویگی اور مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا ولیکن استحساناً دونون سے قسم لیجاویگی پھر باقی صورتون کا حکم مثل مسئلہ مذکورہ یعنی اختلاف جنس مسلم فیہ یا اُسکی قدر یا صفت یا راس المال کی ایسی ہی اختلاف کے ہے اور اگر دونون مین سے کوئی گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون نے اختلاف کیا تو بالاجماع سب کے نزدیک قسم کھانے اور دلیل پیش کرنیکا ویسا ہی حکم ہے جیسا پہلی صورت مین گزرا اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً دونون قسم کھاوینگے اور استحساناً نہ کھاوینگے اور ہم قیاس کو لیتے ہین اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اُسی پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر راس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً دونون سے قسم نہ لی جاوے گی اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون سے قسم لیجاویگی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور

سو دوم ہو اور سوم ہو … یا صفت میں کہ سوم دوم یا … سیاہ … اسی طرح مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف ہو اگر گیہوں شعیر یا چنے یا گیہوں پر اتفاق ہو لیکن مقدار …

اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور یہ کرخی کی روایت ہے اور یہی اصح ہے اگر راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہ کھائینگے ولیکن استحساناً دونون قسم کھاوینگے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر راس المال کی صفت مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم نہ کھاوینگے اور قول رب السلم کا معتبر ہوگا اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال دونون مین اختلاف کیا پس اگر راس المال و مسلم فیہ دونون کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے گواہ نہ دیے تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے اگر ایک نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو دو عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر دونون کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو مقبول ہوگی اور اگر دونون نے گواہ دیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور ہر ایک کی دلیل زیادتی کے ثابت کرنے مین مقبول ہوگی اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم کھائینگے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اُسپر فیصلہ ہوگا اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور زیادتی دعوی کے اثبات مین ہر ایک کی دلیل مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون نے اقرار کرنے کی جگہ مین اختلاف کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مسلم الیہ کا قول لیا جاویگا اور دونون قسم نہ کھاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ دونون قسم کھاوینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اختلاف اسکے برعکس ہے اور پہلی روایت اصح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ کوئی شخص دلیل نہ پیش کرے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اُسکی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو طالب کی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا اور ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر سلم کی میعاد مین دونون نے اختلاف کیا تو اس مین اختلاف کرنے سے باہم قسم کھانا اور باہم واپس کرنا لازم نہین آتا ہے اور یہ جامع تینون امامون کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ پس اگر اصل میعاد مین اختلاف کیا اور رب السلم میعاد ہونے کا مدعی تھا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مسلم الیہ اُسکا مدعی تھا اور رب السلم منکر تھا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک استحساناً عقد صحیح رہیگا اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور عقد فاسد ہو جاویگا کذا فی الحاوی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب کسی نے دلیل نہ پیش کی ہو اور اگر کسی نے پیش کی تو اُسکی دلیل مقبول ہوگی اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو مدعی میعاد کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر میعاد مقرر ہونے پر دونون نے اتفاق کیا ولیکن اُسکی مقدار مین اختلاف کیا تو رب السلم کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور قول کا معتبر ہونا اُسوقت ہے کہ جب کوئی شخص گواہ پیش نہ کرے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاوے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کے گواہ لیے جاوینگے اور بالاجماع دو عقدون کا حکم نہ دیا جاوے گا یہ ذخیرہ

لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مدت ایک مہینہ تھی ولیکن اُسکے گزرجانے میں اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا کذا فی التہذیب اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کی بینہ لیجاویگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مدت کی مقدار اور اُسکے گزرنے دونوں میں اختلاف کیا تو مقدار میں رب سلم کا قول لیا جاویگا اور گذرنے میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو اس زیادتی کے ثابت کرنے کے واسطے کہ مدت ابھی نہیں گذری ہے مسلم الیہ کے گواہ معتبر ہوں گے کذا فی شرح الطحاوی۔

قال في الحاشيه كذا في جميع النسخ الحاضرة والظاهر ان يقال اثبات زيادة الاجل وانه لم يمض انتهى **قال المترجم** لا وجه لظهوره بل الظاهر ہو ما في النسخ الحاضرة فالمعنى ان البينة في المقدار بينة رب السلم ايضا ولكن عدم المضي زيادة على مقدار الاجل فيقبل فيها بينة المسلم اليه نعم المحشي وہم فافہم۔ اور اگر راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے میں دونوں میں اختلاف ہوا اور رب السلم گواہ لایا کہ راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے اور مسلم الیہ گواہ لایا کہ جدا ہونے سے پہلے (یعنی قبضہ ہوا تھا یا نہیں) راس المال پر قبضہ ہوگیا ہے پس اگر راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ میں ہو تو اُسکی دلیل لیجاویگی اور سلم جائز ہوگی کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ درم معینہ رب السلم کے ہاتھ میں ہیں اور مسلم الیہ کہتا ہے کہ میں نے اسکو قبضہ کے بعد ودیعت دیے ہیں یا اسنے غصب کر لیے ہیں اور قبضہ ہونے پر گواہ قائم ہوچکے ہوں تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور درم ادا کرنے کا حکم دیا جاویگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو رب السلم کے گواہ مقبول نہوں گے اور مسلم الیہ کے گواہ مقبول ہوں گے۔ اور اگر کسی نے بینہ پیش نہ کی پس اگر وہ درم مطلوب کے ہاتھ میں ہیں اور طالب (یعنی مسلم الیہ) اُسپر غصب یا ودیعت کا دعوی نہیں کرتا ہے صرف راس المال پر قبضہ نہ کرنیکا دعوی کرتا ہے تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آویگی اور اگر طالب (یعنی رب السلم) نے مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد غصب یا ودیعت کا دعوی کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ درم رب السلم کے پاس ہوں اور مطلوب نے قبضہ کا دعوی کیا اور طالب (یعنی رب السلم) پر غصب کر لینے یا ودیعت رکھنے کا اسکے بعد دعوی نہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آویگی اور اگر مجلس میں راس المال پر قبضہ کرنے کے دعوے کے بعد مطلوب نے غصب یا ودیعت کا دعوی کیا اور طالب نے انکار کیا تو مشائخ میں سے بعض نے کہا کہ قسم لیکر مطلوب کا قول معتبر ہوگا پس اُس سے قسم لیجاوے گی اور سلم جائز ہوگی اور راس المال کو رب السلم سے لے لیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب طالب نے یہ قول کہ تو نے قبضہ نہیں کیا ہے جدا کرکے اس طرح کہا ہو کہ میں نے تجھکو سلم میں دیے پھر خاموش رہکر کہا مگر تو نے قبضہ نہیں کیا یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو سلم میں دیے اور تو نے قبضہ نہ کیا تو یہی حکم ہوگا اور اگر اُسنے ملاکر کہا کہ تو نے قبضہ نہیں کیا اور مطلوب کہتا ہے کہ میں نے قبضہ کیا تو اس صورت میں طالب کا قول مقبول ہونا واجب ہے اور مطلوب کا قول معتبر نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد مسلم الیہ آدھا راس المال لیکر آیا اور کہا کہ میں نے اسکو زیوف پایا ہے پس اگر رب السلم نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم کو واپس کردے اور اگر اُسکی تکذیب کی اور مسلم الیہ نے دعوی کیا کہ تیرے درموں میں سے ہے پس اگر مسلم الیہ نے اس سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے جید درموں پر قبضہ کیا ہے یا اپنے حق پر قبضہ کیا ہے یا راس المال پر قبضہ کیا ہے یا کہا کہ میں نے درم

پورے پالئے ہین تو ان چار صورتون مین اُسکا دعوی نہ سُنا جاویگا اور رب السلم سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ مین نے درہمون پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ رب السلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اُسنے کہا تھا کہ مین نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ مین نے درہمون پر قبضہ کر لیا ہے پھر دعوی کیا کہ وہ ستوق ہین تو مقبول نہوگا اور اگر قبضہ کرکے کچھ اقرار نہ کیا پھر ستوق ہونے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کچھ راس المال نبہرہ نکلا یا اُسکو کسی حقدار نے لے لیا پھر دونون نے اختلاف کیا اور رب السلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ آدھا تھا تو قسم لیکر رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص نکلا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کپڑے کی سلم مین جید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ جید ہے اور رب السلم نے انکار کیا تو قاضی اُس پیشہ کے دو آدمیون کو دکھلائیگا اور اسمین زیادہ احتیاط ہے اور ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہے پس اگر اُسنے کہا کہ جید ہے تو اُسپر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجکو دس درم ایک کُر گیہون کی سلم مین دیے تھے مگر مین نے اُنپر قبضہ نہ کیا پس اگر اُسنے اپنا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا اپنے کلام مین ملا کر کہا ہے تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جاویگا اور اگر جدا کرکے کہا ہے بایں طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جاویگا اور استحساناً سچا نہ سمجھا جاویگا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم دے کر طالب کا قول معتبر ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُسنے کہا تو نے مجکو سلم مین دیے اور اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجکو دیدیے یا کہا کہ تو نے مجکو نقد دیے ولیکن مین نے اُسپر قبضہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ خواہ وہ ملا کر کہے یا جدا کرکے کہے سچا نہ سمجھا جاویگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ملا کر کہا تو تصدیق کیجاویگی اور اگر جدا کرکے کہا تو نہین یہ محیط مین لکھا ہے اگر رب السلم نے کہا کہ تو نے مجھسے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلان محلہ مین ادا کرونگا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ مین ادا کرونگا تو رب السلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر عقد سلم مین یہ شرط ہو کہ فلان جگہ اسکو ادا کریگا پھر مسلم الیہ کہے کہ تو اُسکو مجھسے فلان جگہ لے لے اور اس جگہ کے سوا جو اور اُس جگہ تک کا مجھسے کرایہ لے لے اور رب السلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے ولیکن کرایہ لینا جائز نہین ہے اور جو کرایہ لیا ہو اسکا واپس کرنا واجب ہے اور اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کر دے تاکہ اُسی جگہ جو شرط کی گئی ہے ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اُسکے پاس تلف ہو گئی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ مسلم فیہ کو پہلے فلان محلہ مین ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر مین ادا کرے تو عامہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہین ہے اور فقیہ ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً سلم جائز ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اُسکو پہلے میرے گھر مین ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہو اور استحساناً جائز ہے اور حاکم شہید رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ یہ قیاس اور استحسان اُس صورت مین ہے کہ جب اُسنے اپنا گھر بتلایا ہو اور مسلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ مین ہے اور اگر اُسنے بیان کر دیا یا مسلم الیہ اُسکو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ رب السلم نے سلم کی میعاد آجانے کے بعد مسلم الیہ سے

اس شہر کے جس مین ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر مین ملاقات کی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس سے مسلم فیہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہ کی قیمت اس شہر مین اتنی ہی ہو جتنی اُس شہر مین ہی کہ جہان ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہی یا اُس سے کم ہو اور شیخ رح نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیون نے یہ فتویٰ دیا کہ اُسکو دوسرے شہر مین مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہ حکم مجکو پسند ہی مگر ایسی جگہ جہان ضرورت واقع ہو تو مطالبہ کرسکتا ہی مثلاً مسلم الیہ کسی دوسرے شہر مین جا رہا تو رب السلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جاویگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔

پانچوین فصل

بیع سلم مین اقالہ اور صلح اور خیار عیب کے بیان مین۔ جاننا چاہئے کہ سلم مین اقالہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر تمام مسلم فیہ مین اقالہ کرلیا تو جائز ہی خواہ بعد میعاد آجانے کے اقالہ کیا ہو یا اُس سے پہلے اور خواہ راس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر راس المال ایسا ہی کہ جو معین کرنے سے متعین ہوتا ہی اور وہ موجود بھی ہی تو مسلم الیہ پر واجب ہی کہ اُسکو بعینہ رب السلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہی کہ اُسکا مثل موجود ہی تو اُسکو مثل واپس کرنا چاہیے اور اگر مثلی نہو تو اُسکی قیمت واپس کرنا چاہیے اور اگر راس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتا ہی تو اُس پر مثل واپس کرنا واجب ہی خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اسی طرح اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کرلیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہی تو اقالہ جائز ہی اور رب السلم پر واجب ہی کہ جسپر اُسنے قبضہ کیا ہی اسکو بعینہ واپس کرے اور اگر دونون نے بعض مسلم فیہ مین اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آجانے کے تھا تو بقدر بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ جسقدر باقی ہی وہ معلوم ہی جیسے کہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد عامۂ علما کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آنے سے پہلے اُسنے اقالہ کیا پس اگر اقالہ مین باقی کا فی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر اُسنے باقی کا فی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہین اور اقالہ صحیح ہی اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیاس ہی کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک فسخ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر اقالہ کرنے کے بعد رب السلم نے راس المال سے کوئی چیز بدلنا چاہی تو استحساناً جائز نہین ہی اور اسی کو تینون اماموں نے اختیار کیا ہی اور فقہا کا اسپر اجماع ہی کہ بیع سلم کے اقالہ مین راس المال پر اُسی مجلس اقالہ مین قبضہ کرلینا اقالہ کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی ایک کر گیہون کی سلم مین دی اور مسلم الیہ نے اُسپر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہی اور اُسکو باندی کی وہ قیمت جو اُسپر قبضہ کرنے کے دن تھی ادا کرنی واجب ہی اور اگر باندی کے مرجانے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہی اور اُسپر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے راس المال سے زیادہ یا بعوض راس المال کے خرید کیا تو کیا بیع سلم کا اقالہ ہوگا تو انھون نے فرمایا کہ خرید تو صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ رب السلم نے مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ہاتھ بعوض راس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر سلم مین دونون نے اقالہ کیا پھر راس المال مین اختلاف کیا تو طالب

قول معتبر ہوگا اور اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہو پھر دونون نے سلم کا اقالہ کیا پھر راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا تو دونون قسم کھاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ فتاوی ابو اللیث مین ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون مین سلم ٹھہرائی پھر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مین نے تجکو آدھی سلم سے بری کیا اور مسلم الیہ نے قبول کر لیا تو اُسپر واجب ہو کہ آدھا راس المال واپس کرے۔ کیونکہ یہ کہنا ادھی سلم کا اقالہ ہے۔ ایسا ہی فرمایا ہو ابو نصر محمد بن اسلام اور فقیہ ابو بکر اسکاف نے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ رب السلم نے اگر مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ سلم کا اقالہ ہو اور اُسکو راس المال واپس کرنا لازم ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو فتاوی عتابیہ مین لکھا ہو کہ اگر دونون نے سلم کو فسخ کیا اور راس المال کوئی اسباب تھا کہ اُسکو رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہو اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہو اور اسی کتاب مین لکھا ہو کہ اگر کسی نصرانی نے شراب مین بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک مسلمان ہو گیا تو یہ مثل اقالہ کے ہو یہان تک کہ بعد فسخ کے راس المال کے عوض بدل لینا جائز نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ نوادر ابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیئے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کر بوعدہ ایک سال کے آتا ہو پس زید نے عمرو سے بیع سلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرض کا کر فی الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہو اور قرض اپنے وقت پر ملیگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر مسلم فیہ گیہون تھے اور راس المال سو درم تھے پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ رب السلم کو دو سو درم یا ڈیڑھ سو درم واپس کرے تو صلح باطل ہو اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے بیع سلم مین سو درم راس المال پر صلح کی تو جائز ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ راس المال مین سے پچاس درم پر صلح کی تو بھی جائز ہو اسلیے کہ باب سلم مین راس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہو پھر اسکے بعد مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ جب اُسنے کہا کہ مین نے تجھ سے راس المال سے پچاس درم پر بیع سلم سے صلح کی تو یہ پوری سلم کا اقالہ ہوگا یا آدھی سلم کا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ راس المال سے دو سو درم پر صلح کی تو جائز نہین ہو اور مراد یہ ہو کہ زیادتی جائز نہو گی ولیکن بقدر راس المال کے اقالہ صحیح ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین اشارہ کیا کہ اس صورت مین بالکل اقالہ باطل ہو جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر دو شخصون نے کسی شخص سے کچھ اناج مین بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک نے اُس سے اپنے راس المال پر صلح کر لی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلح موقوف رہیگی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہو جاویگی اور راس المال مین سے جو قبضہ مین آیا وہ دونون مین مشترک ہوگا اور جسقدر اناج بیع سلم کا باقی رہا وہ بھی دونون مین مشترک ہوگا اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو صلح کرنے والا ہے اُسکے اور مسلم الیہ کے درمیان صلح جائز ہو اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور دونون رب السلم مین سے کسی ایک نے اپنے راس المال پر کفیل سے صلح کر لی تو کفیل سے صلح کرنا اصیل سے صلح کرنے کے مانند ہو اور وہی اختلاف ہو جو ہم نے بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اور یہ اختلاف اس صورت مین ہو کہ جب دونون نے دس درم مشترک کسی شخص کو ایک کر اناج کی سلم مین دیے ہون اور اگر دس درم مشترک نہون بلکہ دونون نے دس دس درم

پس سلم ٹھہرائی پھر ہر ایک نے پانچ درم اگر دیے تو یہ صورت امام محمد رح نے نہین ذکر فرمائی اور بعض مشائخ نے
شرح بیوع مین ذکر کیا ہی کہ ایسی صلح بالاجماع صلح کرنے والے کے حصہ مین جائز ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ
روایت صحیح نہین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر نہین کیا بلکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاصل کی صلح
مین یہ صورت ذکر کی ہی اور اُس مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہی قول ذکر کیا ہی جو پہلی صورت مین ہی اور اگر دونون
رب السلم مین سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے سلم کا اقالہ کیا تو یہ صورت بھی کسی کتاب مین مذکور نہین ہی اور اسمین
بھی مشائخ کا ویسا ہی اختلاف ہی جیسا پہلی صورت مین ہم نے ذکر کیا ہی کذا فی المحیط۔ اگر کسی نے سلم ٹھہرائی اور
اُسکا کوئی کفیل لے لیا پھر کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی خواہ
کفالت اُسکے حکم سے ہو یا بدون اُسکے حکم کے ہو پس اگر اُسنے اجازت دی تو صلح جائز ہو گی ورنہ باطل ہوگی اور
بیع سلم اپنے حال پر باقی رہیگی اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی
اور اگر اجنبی نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہی اور یہ حکم اختلافی اُس صورت مین ہی کہ جب
راس المال از جنس نقود یعنے درم و دینار مین سے ہو کہ جو معین نہین ہوتے ہین اور اگر غلام یا کپڑے وغیرہ کے مانند
معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کفیل نے اقالہ کیا اور رب السلم نے قبول کیا تو
اسمین مشائخ کا اختلاف ہی پس بعضون نے کہا کہ اقالہ اور صلح یکسان ہین اور بعضون نے کہا کہ بالاجماع مسلم الیہ کی
اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر رب السلم نے سلم کے گیہون قبضہ مین لیے اور وہ اُسکے پاس
عیب دار ہو گئے پھر اُسمین کوئی پرانا عیب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیہوون کو نئے عیب
کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کریگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو اختیار رہا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عیبدار کو قبول کرنے سے انکار کرے تو رب السلم مثل اُن گیہوون کے جو اُسنے قبضہ مین لیے
ہین واپس کر دے گا اور جیسے اُسنے سلم مین شرط کیے ہین ویسے لیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ
واپس لینے سے انکار کرے تو رب السلم راس المال مین سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر
رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کر دے اور اگر اُسمین دوسرا عیب پایا
تو مسلم الیہ کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہو کر قبول کرے اور رب السلم کو بے عیب مسلم فیہ
سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب السلم کا عقد واپسی اور نقصان
عیب لینے کا حق باطل ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ عیب کی زیادتی رب السلم کے پاس آسمانی آفت یا رب السلم کے فعل
سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور رب السلم اُس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار
نہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اُسکا قبول کرنا نہین لازم ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی یہ
شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ ہشام نے اپنی نوادر مین لکھا ہی کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع
سلم کے طور پر دس درم دیکر لیا اور اُسکو قطع کرایا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُنھون نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین
لے سکتا ہی اور بھی ہشام نے لکھا ہی کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دو درم بیع سلم مین دیے ایک
درم گیہون مین اور دوسرا جوار مین پھر مسلم الیہ نے ایک درم ستوق پایا تو امام نے فرمایا کہ اگر دونون ایک ساتھ دیے ہون

تو آدھے گیہون اور آدھی جوار کی بیع فاسد ہوگی اور اگر علیحدہ دیے ہون پس اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مسلم الیہ کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون قسم کھائینگے اور پورے [illegible] اور ابراہیم بن رستم نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درم پانچ قفیز گیہون کی سلم مین علیحدہ اور پانچ درم پانچ قفیز جو کی سلم مین علیحدہ دیے پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد اُسنے ایک درم ستوق پایا اور رب السلم نے کہا کہ وہ گیہون کے درم مین ہی اور مسلم الیہ نے کہا کہ جو کے درم مین ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے باہم تصدیق کی کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس مین سے ہی تو مسلم الیہ ایک درم اور واپس کریے اور گیہون اور جو دونون مین سے پانچوان حصہ کم ہوجاویگا اور بشر رحمہ اللہ تعالے نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہون کی سلم دس درم مین ٹھہرائی اور ایک کُر جو کی سلم پانچ درم مین ٹھہرائی اور دس درم گیہون واسطے دیے پھر جو والے پانچ درم ادا کیے پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد اُسنے ایک درم ستوق پایا اور مسلم الیہ نے کہا کہ یہ درم گیہون کے درمون مین سے ہی اور رب السلم نے کہا کہ جو کے درمون مین سے ہی تو امام نے فرمایا کہ اگر مسلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کرچکا ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اُسی کا قول لیا جاویگا اور اگر دونون نے یہ کہدیا کہ ہم نہین جانتے کہ کس مین سے ہی تو امام نے فرمایا کہ آدھا درم گیہون مین اور آدھا جو مین رکھا جاویگا پس بیسوان حصہ گیہون مین سے اور دسوان حصہ جو مین سے کم ہوجاویگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ اُسنے پندرہ درم ایک ہی صفقہ مین ادا کیے ہون تو گیہون کے دسوین حصہ کی دو تہائی اور جو کے پانچوین حصہ کی ایک تہائی کم ہوجاویگی کذا فی المحیط

چھٹی فصل بیع سلم مین وکیل کرنے کے بیان مین - اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کرکے کچھ درم اسواسطے دیے کہ ایک کُر گیہون کی سلم مین دیوے اور اُسنے وہ درم بیع سلم کی شرطون کے ساتھ دیدیے تو جائز ہی یہ شرح تکملہ مین لکھا ہی - اور میعاد پر مسلم فیہ سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کریگا اور وہی راس المال سپرد کریگا پھر اگر وکیل نے موکل کے درم ادا کیے ہین تو مسلم فیہ کو لیکر موکل کو دیگا اور اگر اُسنے اپنے درم ادا کیے ہین اور موکل نے اُسکو کچھ نہین دیا ہی تو بقدر اپنے درم کے موکل سے لیگا کذا فی الذخیرہ - اور وکیل کو اختیار ہی کہ سلم پر قبضہ کرلے اور قبضہ کرکے موکل کو ندے یہان تک کہ اُس سے اپنے پورے درم حاصل کرلے اور اگر مسلم فیہ اُسکے قبضہ مین تلف ہوجاوے پس اگر اُسکا تلف ہونا موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے ہو تو امانت مین تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن کے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہوجاویگا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ یہ قول امام اعظم کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - پس اگر اُسنے راس المال کو موکل کے مال سے دیا اور سلم پر کوئی کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہی پس اگر میعاد آنے کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا مسلم الیہ کو سلم سے بری کردیا یا اُسکو ہبہ کردیا تو جائز ہی اور وکیل اپنے موکل کو ضمان دیگا اور اسی طرح اگر اُسنے کسی غنی یا فقیر غنی پر حوالہ لیا اور پہلے کو اُسنے بری کردیا تو خاصۃً وکیل پر جائز ہی اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دیگا اور اگر اُسنے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹا کر لے لیا تو جائز ہی اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مثل شرط کے اُس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک کردیا تو جائز ہی اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک فسخ کردیا ۱۲

اپنے موکل کے واسطے سلم کا ضامن ہوگا کذا فی الحاوی۔ اگر سلم کا اقالہ کر لیا تو جائز ہے اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک سلم کا مثل موکل کو ضمان مین دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا پھر موکل کو اُسنے راس المال ادا کرنے کا حکم دیا اور وکیل چلا گیا تو سلم باطل ہوجاویگی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو سلم باطل ہوجاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر سلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اُس چیز کے سوا کہ جس مین موکل نے بیع سلم کرنے کو کہا تھا دوسری چیز مین سلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو مسلم الیہ سے ضمان لے پس اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو بیع سلم وکیل کے ساتھ صحیح رہیگی اور اگر مسلم الیہ سے ضمان لی پس اگر ایسی حالت مین ضمان لی کہ وکیل اور مسلم الیہ دونون مجلس عقد مین موجود ہین اور وکیل نے دوسرے درم ادا کر دیے تو سلم جائز رہیگی اور اگر ایسے حال مین ضمان لی کہ دونون مجلس سے جدا ہوگئے ہین تو سلم باطل ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو دس درم اسواسطے دیے کہ ان کو اناج کی سلم مین دیوے پھر وکیل نے ایک شخص کو دیکر بیع ٹھہرائی پس اگر اُسنے بیع کی نسبت موکل کے درمون کی طرف کی ہو تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اُسنے اپنے درمون کی طرف نسبت کی ہو تو اپنے واسطے بیع کرنے والا ہوگا اور اگر مطلق دس درم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کے واسطے اُن کی نیت کی تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت ہی نہوئی اور اُسنے اپنے درم ادا کیے تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر موکل کے درم ادا کیے تو موکل کے لیے ہوگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جبتک وہ عقد کے وقت موکل کی نیت نہ کرے تب تک عقد اُسی کے واسطے ہوگا اور اگر دونون نے نیت مین جھگڑا کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے میری نیت کی ہے اور وکیل نے کہا کہ مین نے اپنی نیت کی ہے تو بالاتفاق سلم کا اناج اُس شخص کو ملیگا جسکے درم اُسنے ادا کیے ہین یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے کچھ درم اناج کی بیع سلم مین دیوے پھر وکیل نے وہ درم لیکر موکل کو دیدیے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہیگا اور وکیل کے یہ درم موکل پر قرض ہون گے اور اگر اُسکے وکیل نے اناج مین بیع سلم ٹھہرادی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا مسلم الیہ کے ساتھ عقد سلم کو فسخ کر دیا تو استحساناً جائز ہے اور مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے انکار کرے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکے لیے بیع سلم ٹھہرادے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہین ہے اور اگر دونون نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہین ہے اور یہ بالاجماع ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درم اناج کی سلم مین علحدہ دیوے اور اُس نے دونون کی سلم ایک ہی عقد مین ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر اُسنے دونون کے درم ملا دیے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اُسکے واسطے ہوگی اور ملا دینے کے سبب سے دونون کے مال کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر اس ایک وکیل نے دونون مین سے ہر ایک موکل کے درم ایک شخص کو علحدہ دیے پھر اُس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونون موکلون مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا حق ہے تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جاویگا اور اگر مسلم الیہ نے وکیل کی تکذیب کی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعوض درمون کے اپنا کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے اُس کپڑے کو بعوض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم بیچا یا

تو یہ بیع [illegible] کے واسطے ہوگی اور اگر موکل نے اسکو فروخت کرنے کا حکم دیا [illegible] کیا ہو اور اسنے [illegible] تک بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک بیع موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز [illegible] ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر [illegible] وکیل کو یہ حکم دیا کہ میرے یہ درم کسی شخص کو سلم میں [illegible] اسنے دوسرے کو سلم میں [illegible] یہ [illegible] میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے بیع سلم کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے عقد سلم میں [illegible] عقد فاسد ہو گیا تو وکیل ضامن ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ [illegible] درم طعام کی سلم میں دیدے تو [illegible] استحسانا طعام سے مراد گیہون اور اسکا آٹا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم [illegible] ہو کہ جب درم [illegible] اور [illegible] ہون تو یہ قول مطلق روٹیون کی طرف [illegible] اور آٹے کے باب میں دو روایتیں [illegible] ایک روایت میں وہ بمنزلہ گیہون کے ہے اور دوسری روایت میں بمنزلہ روٹی کے ہے اور ایسا ہی قیاس خرید کے وکیل میں ثابت ہے پس اگر [illegible] واسطے وکیل کیا کہ میرے درم طعام کی سلم میں دیدے اور اسنے جو وغیرہ کی سلم میں دیدیے تو اسنے مخالفت کی اور موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو [illegible] مسلم الیہ سے لیوے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے [illegible] عقد سلم کے واسطے وکیل کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یہ [illegible] میں لکھا ہے وکیل سلم نے اگر بیع میں [illegible] لیا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وکیل نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ مسلم الیہ سے لیکر قبضہ کرے اور اسنے قبضہ [illegible] تو مسلم الیہ بری ہو جاویگا پس اگر وکیل کا وکیل یا اسکا [illegible] یا اسکا بیٹا [illegible] اسکی [illegible] ہو تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا اور اگر کوئی اجنبی ہو تو پہلا وکیل طعام سلم کا ضامن ہوگا اگر اسکے [illegible] اور اگر اس تک [illegible] جاوے تو وہ اور اسکا وکیل ضامن [illegible] یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور وکیل سلم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے مگر جب موکل [illegible] تو جائز [illegible] یہ [illegible] الاکمل میں لکھا ہے [illegible] اگر اپنے کو یا اپنے مفاوض کو یا اپنے غلام کو مسلم الیہ بنایا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسے شریک کو جو اسکے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے بشرطیکہ سلم [illegible] ان دونوں کی تجارت میں نہو اور اگر اپنے بیٹے یا اپنی زوجہ یا ماں باپ میں سے کسی کو بنایا تو امام اعظم کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین نے خلاف کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر [illegible] ہے وہ ایک کر گیہون کی سلم میں دیدے پس اگر اسنے کسی شخص کو معین کیا تو بالاجماع وکالت صحیح ہے اور اگر معین نہ کیا تو بھی صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وکالت صحیح نہیں ہے یہ ینابیع میں ہے اگر وکیل سلم نے [illegible] سلم ٹھہرانے میں درم اس چیز کی سلم میں دیدیے جسکا موکل نے حکم کیا تھا اور مسلم الیہ کے اس اقرار پر کہ میں نے درم پورے پالیے ہیں گواہ نہیں کیے پھر مسلم الیہ زیوف درم واپس کرنے کو لایا اور کہا کہ میں نے انھین درمون میں پائے ہیں تو اسکی تصدیق کی جاویگی اور اگر وکیل نے مسلم الیہ کے اس اقرار پر گواہ کر لیے ہون تو پھر اسکے دعوے کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے جید درم پورے حاصل کر لیے یا اپنا پورا حق لے لیا یا راس المال پورا لے لیا تو پھر اسکا یہ دعوی کرنا کہ وہ درم زیوف ہیں اسکے اقرار کو توڑتا ہے پس اسکی سماعت نہوگی اور اسکے گواہ بھی مقبول نہون گے اور مدعا علیہ پر قسم آویگی اور اگر اسنے پورے درم

پالینے کا اقرار کیا ہو تو درم کا لفظ زیوف اور جیدہ دونوں کو شامل [illegible] اسکے اقرار کو نہ توڑیگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر قطن میں سلم ٹھہرائی تو استحساناً سلم درست نہ ہوگا [illegible] ہمارے زمانے کے مشائخ متفق ہیں۔ بشر نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو ایک کر گیہوں کی سلم میں ایک غلام دیا پھر مسلم الیہ نے وہ غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اسکے سپرد کر دیا پھر مشتری نے [illegible] غلام میں کوئی عیب پا کر مسلم الیہ کو بغیر حکم قاضی کے واپس کیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے بیع سلم کا اقالہ کرنا چاہا اور رب السلم نے کہا کہ میرا غلام مجھے واپس دے اور میں نے تجھکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے میں نے تجھکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مجھ سے سلم کا اقالہ کرلے تو یہ سلم باطل ہے اور اگر اس نے کہا کہ [illegible] سلم کا اقالہ کرلے اور غلام کا ذکر نہ کیا یا کہا کہ مجھکو سلم سے بری کردے اور اپنا راس المال لے لے اور غلام کا ذکر نہ کیا تو [illegible] واجب ہوگی اور اسکے راس المال میں غلام کی قیمت ملیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کپڑے کے جسکی وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے فروخت کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کپڑے کے ادا کرنے میں میعاد ہو اور دوسری یہ کہ نہو تو دوسری صورت جائز نہیں ہے اور پہلی صورت جائز ہے پس اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو عقد باطل نہوگا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر رب السلم نے راس المال میں کچھ بڑھایا تو فی الحال ادا کرنا جائز ہے اور میعادی جائز نہیں ہے پس اگر اسکو مجلس میں ادا کر دیا تو صحیح ہے اور اگر زیادتی پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو بقدر زیادتی کے سلم باطل ہو جاویگی اور مسلم الیہ نے کچھ زیادہ کیا تو دیکھا جاویگا کہ اگر راس المال معین ہے اور وہ موجود ہے تو فی الحال اور میعادی دونوں طرح جائز ہے اور اگر راس المال غیر معین ہے پس اگر مسلم الیہ نے معین چیز زیادہ کی تو فی الحال اور میعادی دونوں طرح جائز ہے اور اگر درم یا دینار زیادہ کیے تو مجلس میں زیادتی پر قبضہ ہو جانا ٹھہرتا ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اُنیسواں باب - قرض اور قرض لینے اور کوئی چیز بنوانے کے بیان میں

جو چیزیں ایسی مثلی ہیں انکا قرض جائز ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مانند انڈے وغیرہ کے اور جو چیزیں مثلی نہیں ہیں جیسے حیوان اور کپڑے اور عددی متفاوت اُن میں قرض جائز نہیں ہے اور قرض فاسد میں اگر مقروض چیز پر قبضہ کیا تو اُسکا مالک ہوگیا جیسا کہ بیع فاسد میں قبضہ کی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن قرض فاسد میں جس چیز پر قبضہ کیا ہے خاص اسی کو واپس کرے اور قرض جائز میں اگر قرض کی چیز قرض لینے والے کے پاس موجود ہو تو وہی واپس کرنے کے واسطے متعین نہوگا بلکہ اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکو واپس کرے یا اُسکا مثل واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پھر جس جگہ قرض جائز نہیں ہوا تو اس قرض سے نفع اٹھانا بھی جائز نہیں ہے لیکن اسکا فروخت کرنا جائز ہے کذا فی العتابیہ اور روٹی کا وزن کے حساب سے نہ گنتی کے حساب سے قرض لینا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی وغیرہ میں لکھا ہے۔ نوادر ہشام میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ گیہوں اور آٹے کا وزن سے قرض لینا [illegible] اور ایسے ہی خشک چھوارے کا اس طرح قرض لینا ضروری نہیں اور نہ اس میں بہتری ہے اگرچہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں یہ چیزیں وزن کی جاتی ہیں۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اصل میں مذکور ہے کہ اگر اُسکا تول کر قرض لیا تو اُسکو وزن سے نہ واپس کرے ولیکن دونوں قیمت پر صلح کرلیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

ایک روایت میں آیا ہے کہ اسکا وزن سے قرض لینا استحساناً جائز ہے جبکہ لوگون میں اسکا وزنی ہونا رائج ہو جاوے اور اسی پر فتوی ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ ایندھن اور لکڑی اور قصب اور تر خوشبودار چیزین اور ساگ کا قرض لینا جائز نہیں ہے لیکن حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزین کہ جو پیمانہ سے بکتی ہین اُن کے قرض لینے مین کچھ خوف نہیں ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اور کاغذ کا گنتی سے قرض لینا جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اخروٹ کا پیمانہ سے قرض لینا اور بیگنون کا گنتی سے قرض لینا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین ابن سلام سے نقل کیا ہے کہ پکی اور کچی اینٹون کا گنتی سے قرض لینا جائز ہے بشرطیکہ اُن مین تفاوت نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور گوشت کا قرض لینا جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور گوشت کا وزن سے قرض لینا جائز ہے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے۔ اور ہمارے شہرون مین خمیر کو وزن سے قرض لینا جائز اور یہی مختار ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اور زعفران کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور پیمانہ سے جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور برف کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور اگر گرمیون مین قرض لیا اور جاڑون مین ادا کیا تو اسکے عہدہ سے نکل گیا اور برف اُن چیزون مین ہے کہ جسکے عوض قیمت لیتی ہے اور اگر برف والے نے کہا کہ مین اس سال تجھ سے نہ لونگا تو ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ مین اس مقام پر سواے اسکے کوئی حیلہ نہین جانتا کہ جس شخص پر برف آتا ہے وہ اُسکے برابر برف تول کر برف والے کے گھر مین پھینکدے تاکہ قرض سے بری ہو جاوے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک چھٹکارہ اس مین ہے کہ یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ جسقدر اُسپر قرض ہے اُسکے لینے پر قاضی اُسکو مجبور کرے جیسا اس صورت مین کہ کسی نے دوسرے سے گیہون قرض لیے پھر اسکا بھاؤ بدل جانے کے بعد اُن کے مثل گیہون اُسکو دیے تو قرض خواہ کو اُن کے قبول کرنے پر قاضی مجبور کریگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اور سونے اور چاندی کو وزن سے قرض لینا جائز ہے۔ اور عدد سے قرض لینا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر ایسے درم ہون کہ جن مین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہے اور اُن کو کسی شخص نے گنتی سے قرض لیا اور وہ لوگون مین بھی گنتی سے رائج ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر لوگون مین فقط وزن سے رائج ہین تو صرف وزن سے اُنکا قرض لینا جائز ہوگا اور اگر ایسے درم ہون جن مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو اُنکا قرض لینا فقط وزن سے جائز ہے اگرچہ لوگون کا معمول ہو گیا ہو کہ اُن کے ساتھ گنتی سے فروخت کرتے ہون اور اگر درمون مین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُنکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جس چیز کا فروخت کرنا جائز ہے اُسکا قرض لینا بھی جائز ہے **قال المترجم** یعنی گوبر وغیرہ مین سے کھاد کا بیچنا جائز ہے تو اسکا قرض لینا بھی جائز ہے اور واقعات حسامیہ مین لکھا ہے کہ سرگین کے تلف کرنے والے پر اُسکی قیمت واجب ہوتی ہے اور وہ ایسی چیزون مین ہے کہ جسکا مقابل قیمت ہوتی ہے تو اس روایت کے موافق اُسکا قرض لینا جائز ہوگا اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر میعادی قرض دیا یا بعد قرض کے مدت مقرر کی تو مدت باطل ہوگی اور مال فی الحال دینا واجب ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی نے اپنے مال مین سے فلان شخص کو ایک مہینہ کے واسطے قرض دینے کی وصیت کی کذا فی التاتارخانیہ۔ اور قرض کے تلف کر دینے کے بعد مدت مقرر کرنے یا اس سے پہلے مدت مقرر کرنے مین کچھ فرق نہین ہے یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور قرض کی میعاد لازم ہو جانے مین یہ حیلہ ہے کہ قرض لینے والا قرضدار کا

قرض کسی پر اُتراوے پھر قرض لینے والا اُس شخص سے کہ جسپر اُترا یا ہی مدت مقرر کرے پس میعاد لازم آویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ امام محمد رہ نے کتاب الصرف مین فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رہ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرلائے مکروہ جانتے تھے اور کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب نفع قرض لینے مین شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ کے درم اسواسطے دیے کہ اُسکو صحیح درم ادا کردے تو مکروہ ہی اور اگر یہ شرط عقد نہو اور قرض لینے والا قرض سے جید ادا کرے تو اسمین کچھ خوف نہین ہی اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درم یا دینار اسواسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اُسکا کوئی اسباب گران ثمن مین خریدے تو مکروہ ہی اور اگر یہ شرط نہو اور قرض لینے کے بعد اُسنے گران ثمن مین خرید لیا تو کرخی کے قول پر کچھ خوف نہوگا اور خصاف نے اپنی کتاب مین لکھا ہی کہ مین اسکو اچھا نہین جانتا ہون اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہی اور امام محمد رہ نے کتاب الصرف مین لکھا کہ سلف کے لوگ اسکو مکروہ جانتے تھے ولیکن خصاف رہ نے کراہت کو ذکر نہین کیا صرف یہ کہا کہ مین اسکے لیے اچھا نہین جانتا ہون پس یہ کراہت سے قریب ہی ولیکن کراہت سے کم ہی اور امام محمد رہ نے اسمین کچھ خوف نہین جانا کیونکہ اُنھون نے کتاب الصرف مین فرمایا ہی کہ اگر قرض لینے والے نے قرضخواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور امام محمد رہ نے اسکی تفصیل نہین فرمائی پس یہ اسبات کی دلیل ہی کہ اُنھون نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا کہ جو امام محمد رح نے سلف کا قول نقل کیا ہی وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض لینے مین کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہی اور جو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض دینے مین ہدیہ کی شرط نہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہین ہی اور قرض مین بیع کی صورت جو مکروہ لکھی گئی اُسوقت ہی کہ جب قرض بیع سے پہلے ہو اور اگر بیع قرضہ سے پہلے ہو اور اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سو دینار کا معاملہ کیے اور عمرو نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا کہ جس کی قیمت بیس دینار ہین چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اُسکو ساٹھ دینار قرض دیے یہانتک کہ قرضخواہ کے سو دینار زید پر قرض ہوگئے اور زید کو حقیقت مین اسّی دینار حاصل ہوئے ہین تو اس صورت کو خصاف نے ذکر کیا کہ جائز ہی اور محمد بن سلمہ امام بلخ کا یہی مذہب ہی اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سلمہ کے پاس بہت اسباب تھا اور جب کوئی شخص اُن سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اُسکے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اُسکی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اُسکو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہی جو نفع حاصل کراتا ہی اور مشائخ مین سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض اور بیع دونون ایک مجلس مین واقع ہون تو مکروہ ہی اور اگر دونون کی مجلس مختلف ہو تو کچھ خوف نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی خصاف اور محمد بن سلمہ دونون کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی اور قرضدار کا ہدیہ لینے مین کچھ خوف نہین ہی اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہو تو افضل یہ ہی کہ اُسکا ہدیہ قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہین دیتا بلکہ قرابت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہی تو اُس سے پرہیز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرضدار سخاوت اور کرم مین مشہور ہو تو بھی پرہیز نہ کرنا چاہیے کذا فی المحیط السرخسی۔ اور اگر اُن مین سے کوئی بات نہو تو یہ صورت مشکل ہی پس چاہیے کہ اُس سے پرہیز کرے جبتک کہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اُسنے بسبب قرضہ کے ہدیہ نہین بھیجا ہی اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ جسپر قرض ہی اُسکی دعوت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہی اور افضل یہ ہے

کہ اسکی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اُسکو اشتباہ پیدا ہوجاوے اور شمس الائمہ سے نے فرمایا کہ جو امام محمدؒ نے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر محمول کیا جاویگا کہ اگر قرضدار قبل قرض لینے کے اُسکی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اُسکی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اُسکی دعوت نہین کرتا تھا یا پہلے ہر بیس دن مین اُسکی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر دس دن مین اُسکی دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہین ہی اور وہ کھانا خبیث ہوگا اگر قرض کا بدلا رائج ہوتا قرض مین شرط نہ کیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی دوسرے پر کچھ درم قرض تھے اور اُسنے قرضدار کے درمون پر قابو پایا تو اُسکو اُن درمون کے لے لینے کا اختیار ہی بشرطیکہ اُسکے درم جید نہون اور قرض میعادی نہو اگر اُسکے دینارون پر قابو پایا تو ظاہر الروایت مین نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی قرضدار نے اگر قرض کو جیسا اُسپر چاہیے تھا اُس سے جید ادا کیا تو قرضخواہ کو قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جاویگا جیسا کہ گھٹیا ہونے کی صورت مین جبر نہ کیا جاوے اور اگر اُسنے خود قبول کر لیا تو جائز ہی چنانچہ اگر قرضدار نے اُسکی جنس کے برخلاف دیا اور اُسنے قبول کر لیا تو جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر قرض میعادی تھا اور قرضدار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرضخواہ قبول کرنے پر مجبور کیا جاویگا اور اگر قرضدار نے جتنا اُسپر تھا اُس سے زیادہ وزن مین ادا کیا پس اگر اسقدر زیادتی ہی جو دوبارہ وزن کرنے مین آجاتی ہی تو جائز ہی اور اسپر اجماع ہی کہ سو درم مین ایک دانگ ایسا ہی کہ جو دوبارہ وزن مین زیادہ ہوجاتا ہی اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دو تول وزن مین نہین آتی ہی مثلاً ایک درم یا دو درم ہو تو بہت ہی اور جائز نہین ہی اور آدھے درم مین اختلاف ہی ابو نصر دبوسی نے فرمایا کہ سو درم مین آدھا درم زائد ہی پس اُسکے مالک کو واپس کیا جاوے اور اگر قرضدار کو زیادتی کی خبر نہو تو زیادتی کثیرہ اُسکو واپس کی جاویگی اور اگر اُسکو خبر ہو اور اُسنے اپنے اختیار سے دی ہو تو زیادتی اُسکے قبضہ کرنے والے کو حلال نہین ہی اگر یہ دیے ہوئے درم شکستہ ہون یا ثابت ہون کہ جنکو ٹکڑے کرنا ضرر نہین کرتا ہی تو یہ زیادتی جائز نہو گی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اگر یہ درم ثابت ہون اور شکستہ کرنا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اسقدر ہو کہ بدون توڑنے کے اُسکا جدا کرنا ممکن ہی مثلاً اُن درمون مین ایک درم کم مقدار کا ہو اور اُسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہین ہی اور اگر زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنے کے اُسکا جدا کرنا ممکن نہو تو بطریق ہبہ کے جائز ہی اور اگر کوفہ مین اُس شرط سے قرض دیا کہ اُسکو بصرے مین ادا کرے تو جائز نہین ہی کذا فی المحیط اور سفتجہ مکروہ ہی لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرضدار نے دوسرے شہر مین ادا کیا تو جائز ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھکو ہزار درم اس شرط پر قرض دے کہ مین تجھکو اپنی یہ زمین عاریت دونگا تو اس مین کھیتی کرنا جبتک کہ تیرے درم میرے پاس رہین پس قرضخواہ نے کھیتی لی تو کوئی چیز صدقہ نہ کریگا اور مین اُسکے لیے یہ حاصل مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے پیسے یا عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد ہوگئے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اسپر ان کے مثل کاسد ادا کرنا واجب ہین اور اُن کی قیمت کی ضمان نہو یگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُن پر قبضہ کرنے کے دن جو اُن کی قیمت تھی ادا کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کے رائج ہونے کے آخر دن جو ان کی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر فتوی ہی

کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہی اور ہمارے زمانے مین شیخین کا قول قریب بالصواب ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے دوسرے شخص کو بخارا مین بخاری درم قرض دیے پھر قرضدار سے ایسے شہر مین ملا کہ جہان وہ شخص ایسے درمون پر قادر نہ تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہی کہ اُسکو مسافت اندازسے آتے جانے کی مہلت دے اور اُسکی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کرلے ورنہ اُن کی قیمت دے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُس سے ایسے شہر مین ملا کہ جس مین یہ درم چلتے ہین ولیکن پاسے نہین جاتے ہین تو وہ اُسکو بقدر مسافت کے آتے جانے کی مہلت دیگا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس مین یہ درم نہین چلتے ہین تو اُن کی قیمت لے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر قرضدار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت مین ساقط ہونا آیا ہی اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ اسپر شراب کی قیمت واجب ہی اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے یہ بحر الرائق کے متفرقات مین لکھا ہی۔ کسی نے وزنی یا کیلی چیز قرض لی پھر بازار مین اُس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرض خواہ کو مہلت دینے پر مجبور کیا جائیگا یہان تک کہ کھیتی پک جائے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درم قرض تھے اور اُسنے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُنپر راضی ہو گیا تو جائز ہی پس اگر اُسنے اُنکو صرف کیا تو مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ زیوف یا نبہرہ کا قرض لینا مکروہ ہی اور قرضدار پر اُن کے مثل واجب ہون گے پس اگر اُنکا رواج جاتا رہے تو اُسپر اُن کی قیمت واجب ہو گی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر مین قرض لیا کہ جہان وہ طعام ارزان ہی پھر قرضخواہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا کہ جہان یہ طعام گران ہی پھر قرضخواہ نے اُس سے اپنا حق مانگا اور اُسکو پکڑا تو اُسکو پکڑ رکھنے کا اختیار نہوگا اور قرضدار کو حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کی مضبوطی کردے اور اُسکا طعام قرض اُسی شہر مین جہان اُسنے قرض لیا ہی ادا کرے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیئے اور قرضدار نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ اُن درمون کو کہ جو میرے تجھپر ہین بعوض دینارون کے بیع صرف کرلے پس اگر اُسنے کسی شخص کو مثلاً زید کو معین کیا اور کہا کہ اُسکے ساتھ بیع صرف کرلے اور اُس نے بیع صرف کر لی تو بالاجماع جائز ہی ف یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور صاحبین رح سب کے نزدیک بالاتفاق بیع قرضخواہ جائز ہی اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ بیع قرض دینے والے پر جائز نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جائز ہوگی پھر اگر قرض خواہ نے قرضدار سے دینار لینا چاہے اور قرضدار نے اختیار سے اُسکو دیدیے تو بالاجماع جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درم قرض تھے پھر ان مین سے سو درم پر کسی میعاد کے وعدہ پر اُس سے صلح کر لی تو یہ کم کر دینا صحیح ہی اور سو فی الحال دینا چاہیئن اور قرضدار قرض سے انکار کرتا تو یہ سو درم میعاد پر ملین گے۔ کسی نے دوسرے کو ایک کُر گیہون قرض دیے پھر قرضدار نے اُس سے یہ قرضہ بعوض درمون کے خریدا تو جائز ہی خواہ یہ قرضہ اسکے پاس موجود ہو یا نہو کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور جب خریدنا جائز ٹھہرا پس اگر اُسنے درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے تو خرید صحیح ہو گی اور اگر اُسی مجلس مین ادا نہ کیے تو باطل ہو جاویگی اور یہ صورت

اُسکے یہ خلاف ہو کہ جب قرضدار کا بھی ایک کُر گیہون قرض خواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُسپر آتا تھا بعوض اُسکے جو اُسکا وہ مرے پر آتا ہو خریدا تو جائز ہو اگرچہ دونون جدا ہوجاوین پھر اگر مشتری نے وہ درم مجلس مین ادا کر دیے بعد اسکے اُس کُر مین کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ولیکن ثمن مین سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر قرض مقبوضہ کو اُسنے تلف کر دیا ہو تو کل کے نزدیک یہی حکم ہوگا جو ہم نے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیز سوائے درم اور پیسون کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اگر اُس کُر کو جو اُسپر قرض ہو اُسی کے مثل کُر کے عوض خریدا تو جائز ہو بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہین ہو مگر جبکہ اسی مجلس مین قبضہ کر لے پس اگر اُسنے قرضہ کے کُر مین کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہین لے سکتا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر ایک کُر طعام قرض لیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر قرضدار نے یہ کُر بعینہ اپنے قرضخواہ سے خریدا تو بیع باطل ہو اور یہ نقض اقراض کو متضمن نہین ہے ولیکن اگر قرضدار نے یہ کُر بعینہ قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو صحیح ہو یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے کو سو درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ کھرے ہین اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر قرضدار نے قرض خواہ سے دس دینار کے عوض خریدے تو خرید صحیح ہو اور بعد صحت کے اگر دونون بدون بدل پر قبضہ ہونے کے مجلس سے جدا ہوجاوین تو بیع صرف باطل ہوجاویگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دینارون پر اُسنے قبضہ کر لیا تو بیع صرف صحیح ہوگی پس اگر قرضدار نے قرض کے درم زیوف یا نبہرہ پائے تو واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہو اور اگر ستوق یا رصاص پائے تو اُن کو قرض خواہ کو واپس کرے بعد اُسکے اگر وہ دونون مجلس سے جدا نہوے اور کھرے سو درم اُسنے مجلس مین لے لیے اور دینار ادا کر چکا ہو تو بیع صحیح رہیگی اور اگر جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوجاوے گی اور قرضدار کو اختیار ہوگا کہ اپنے دینار واپس کرے کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضدار پر بجائے درم کے دینار یا پیسے قرض تھے اور اُس نے بعوض درمون کے خریدے پھر اُن کو زیوف یا نبہرہ یا ستوق پایا تو دینارون مین سب صورتون مین وہی حکم ہو جو مذکور ہوا ہو اور ایسے ہی پیسون کو اگر زیوف یا نبہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر پیسون کو ستوق پایا اور درمون پر قبضہ کے بعد دونون جدا ہو چکے ہین تو عقد جائز رہیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ خلاصہ مین لکھا ہو کہ قبضہ سے پہلے قرض مین تصرف کرنا صحیح یہ ہو کہ جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ غلام تاجر اور مکاتب اور لڑکے اور بیوقوف کا قرض دینا جائز نہین ہو اور اگر کسی نے لڑکے یا بیوقوف کو قرض دیا اور اُس نے تلف کر دیا تو اُسپر ضمان نہوگی اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا ہو اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک جو اُسنے تلف کیا ہو اُسکا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہو اور اگر ایسے غلام کو قرض دیا کہ جسکو اُسکے مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہو اور اُسنے تلف کر دیا تو اُس سے مواخذہ نہ کرے یہان تک کہ وہ آزاد ہوجاوے اور اس مین ویسا ہی اختلاف ہو جو ہم نے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہین ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک فی الحال مواخذہ کیا جاوے گا جیسا ودیعت مین ہوتا ہے اور اگر قرض دینے والے نے اپنا بعینہ مال ان مین سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُسکا زیادہ حقدار ہو یہ سیر مین لکھا ہو اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلان شخص سے دس درم قرض لے اور اُسنے قرض لیکر قبضہ کر لیا اور کہا کہ مین نے وہ درم حکم دینے والے کو دیدیے تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا اور موکل پر اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی

اور اگر کسی نے اپنے ایلچی کو اپنا خط دیکر کسی کے پاس بھیجا کہ تو مجھے اسقدر درم بھیجدے کہ وہ تیرے مجھپر قرض ہون گے اور اُسنے اُسی کے ہاتھ بھیجدیے جس نے خط پہونچایا تھا تو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی کہ یہ حکم دینے والے کا مال نہوگا جبتک اُس کے پاس نہ پہونچے اور اگر کسی نے اپنا ایلچی دوسرے کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجکو دس درم قرض بھیجدے اُسنے کہا کہ اچھا اور اُسکے ایلچی کے ہاتھ بھیجدیے تو اگر اُس شخص نے اقرار کیا کہ میرے ایلچی نے انپر قبضہ کیا ہے تو اُنکا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کو اسواسطے بھیجا کہ فلان شخص سے ہزار درم قرض لے اور اُس شخص نے اُسکو قرض دیدیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہوگئے پس اگر ایلچی نے یہ کہا تھا کہ فلان بھیجنے والے کے واسطے قرض دے تو یہ درم بھیجنے والے کے ضائع ہوے اور اُسی کو ضمان دینی پڑے گی اور اگر ایلچی نے یہ کہا کہ تو مجکو قرض دے فلان بھیجنے والے کے واسطے اور اُسنے دیدیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہوے تو ایلچی کے ذمہ پڑینگے اور حاصل یہ ہے کہ قرض دینے مین وکیل کرنا جائز ہے اور قرض لینے مین جائز نہین ہے اور قرض لینے مین ایلچی کو بھیجنا حکم دینے والے کے واسطے جائز ہے اور اگر قرض لینے کے وکیل نے ایلچیون کے مانند کلام زبان سے نکالا تو یہ قرض حکم دینے والے (یعنی بھیجنے والے ۱۲) کے ذمہ ہو جائیگا اور اگر وکیل کی طرح کلام کیا باین طور کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کی تو وہ اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا ہوگا اور جو کچھ اُسنے قرض لیا وہ اُسی کا ہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ اپنے موکل کو نہ دے اور اگر موکل نے کوئی چیز اسکو اسواسطے دی تھی کہ اسکو رہن کردے تو وکیل اپنے قرضہ کے عوض رہن کرنے والا ہوگا اور اُس رہن کا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے دس درم قرض مانگے اور اپنے غلام کو بھیجا کہ اسکو قرض خواہ سے لے آوے پھر قرض خواہ نے کہا کہ مین نے وہ درم اُس غلام کو دیدیے اور غلام نے اُسکا اقرار کیا اور کہا کہ مین نے اپنے مالک کو دیدیے اور مالک نے غلام کے دس درم پر قبضہ کرنے سے انکار کیا تو اُسکے مالک کا قول معتبر ہوگا اور اُسپر کچھ نہ آئیگا اور نہ قرض دینے والا غلام سے لے سکتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسکو حکم دیا کہ میری زمین مین بودے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک (زمین ۱۲) مین پہونچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے کچھ درم قرض لیے اور قرض دینے والا اُن کو لایا پھر قرض لینے والے نے کہا کہ ان کو دریا مین پھینکدے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قرض لینے والے پر کچھ نہ آئیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اگر اس شرط پر قرض دیا کہ فلان شخص کفیل ہو تو جائز ہے خواہ فلان حاضر ہو یا غائب ہو (یعنی کفالت) کرے یا نہ کرے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اقرار کرکے کہا کہ مین نے فلان شخص سے ہزار درم زیوف یا نبہرہ قرض لیکر خرچ کیے اور قرض دینے والے نے دعوی کیا کہ وہ کھرے تھے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اگر اُسنے زیوف یا نبہرہ اپنے کلام مین ملاکر کہا اور اگر توڑکر کہا تو اُسکا قول معتبر نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک کر معین گیہون خریدے پھر بائع سے کہا کہ مجھے ایک قفیز گیہون یا یہ قفیز قرض دے اور اُس کر کے ساتھ جو مین نے تجھسے خریدا ہے ملادے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور خرید کو قرض یا قرض کو خرید پر ڈالدیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون کا قابض ہو جاویگا اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے جس شے کا قرض لینا جائز ہے اُسکا عاریت لینا بھی قرض ہے اور (یعنی مشتری ۱۲) جس شے کا قرض لینا جائز نہین ہے

اُسکا عاریت لینا عاریت ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ کسی پر کسی شخص کے ایک ہزار درم قرض ہین پھر اُسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کی بیع صرف کرکے اپنا حق ان مین سے لے اُسنے اُنکو لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئے (قرضخواہ ۱۲) اُس سے پہلے کہ ان کی بیع صرف کرے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر اُسنے بیع صرف کرکے درم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہوگئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُسنے اپنا حق اُس مین سے لے لیا پھر ضائع ہوگئے تو اس طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینار دیے (قرضدار ۱۲) اور کہا کہ اُنکو اپنے حق کی ادا کے واسطے لے اور اُس نے لیے تو وہ اسکی ضمانت مین ہوگئے اور اگر کہا کہ اُنکو اپنے حق کے واسطے بیچ لے اور اُسنے اپنے حق کے برابر درمون کو اُنکو بیچ کر درمون کو لے لیا تو بیع کے بعد قبضہ کے ساتھ اپنے حق کا قابض ہو جاویگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر قرض دینے والے نے یہ چاہا کہ قرضدار اسے اپنا بعینہٖ کُر لے لیوے تو اُسکو اختیار نہین ہو اور قرضدار کو اختیار ہو کہ اسکے سواے دوسرا ادا کرے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو۔ بیس آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے قرض لیکر سب نے کہا کہ ہم مین سے اس ایک شخص کو ادا کردے اور اُس نے دیدیا تو قرضخواہ اُس شخص سے مطالبہ نہین کرسکتا ہو مگر اُسی قدر کہ جتنا اُسکا حصہ ہو اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہو اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہین ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ بنوا کر لینا ہر ایسی چیزون مین جنمین لوگون کا تعامل جاری ہو جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و پیتل کے برتن وغیرہ استحساناً جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو پھر جن چیزون مین لوگون کا تعامل جاری ہو اُن مین بنوا کر لینا صرف اُسوقت جائز ہو کہ جب اُسکا وصف اس طرح بیان کردیا جاوے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہوجاوے اور جن چیزون مین لوگون کا تعامل نہین ہو مثلاً کسی جولاہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کرلا تو جائز نہین ہو یہ جامع صغیر مین لکھا ہو۔ بنوانے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً موزے والے سے کہے کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ اپنے چمڑے سے بنا لا کہ جو میرے پاؤن کے موافق ہو اور اُسکو اپنا پاؤن دکھلا دیا یا کسی سُنار سے کہا کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنا لا اور اُسکا وزن اور صفت بیان کردے اور اسی طرح اگر کسی سقہ سے کہا کہ مجھکو ایک پیسہ مین ایک بار پانی پلادے یا پچھنے لگانے والے سے کہا کہ اُجرت پر پچھنے لگادے تو یہ بھی لوگون کے تعامل کی وجہ سے جائز ہو اگرچہ پینے کی مقدار یا پچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہین ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ استصناع یعنی بنوا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہو اور آخر مین سپرد کرنے سے ایک ساعت پہلے بیع ہوجاتا ہو اور یہی صحیح ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو اور کاریگر کو اختیار نہوگا بلکہ وہ بنانے پر مجبور کیا جاویگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الکافی اور یہی مختار ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ اور بنوانے والا مختار ہو اگر چاہے تو اُسکو لے ورنہ چھوڑ دے اور کاریگر کو خیار نہین ہو اور یہی اصح ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور اصح یہ ہو کہ جسپر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہو جسکا بنوانا ٹھہرا ہو اور اسی واسطے اگر کاریگر اُسکو پوری تیار لے آیا کہ وہ اُسکی کاریگری سے بنی تھی یا اُسی کی بنائی ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہو کذا فی الکافی اور بدون اختیار کر لینے کے متعین نہین ہوجاتی ہو حتے کہ اگر کاریگر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اُسکو فروخت کردیا تو جائز ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہدایہ

مین لکھا ہی- اور اگر میعاد لگادی اُن چیزون مین جن مین لوگون کا تعامل ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک سلم ہوجاوے گی حتی کہ بدون شرائط سلم کے جائز نہین ہی اور اُس مین خیار ثابت نہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک وہ استصناع رہیگا اور مدت کا ذکر جلدی بنانے کے واسطے ہوگا اور اگر ان چیزون مین مدت لگائی جن مین لوگون کا تعامل نہین ہو تو بالاجماع سلم ہوجاویگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی- اور یہ مدت کا اختلاف اُس صورت مین ہی کہ جب مدت کا ذکر مہلت دینے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اسکے مانند مہلت دی اور اگر جلدی کے طور پر ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنواتا ہون کہ تو کل یا پرسون فارغ ہوجاوے تو بالاجماع سلم نہوجاویگی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی- کسی نے دوسرے سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس چیز مین دونون نے اختلاف کیا اور بنوانے والے نے کہا کہ تو نے ویسی نہین بنائی جیسی مین نے کہی تھی اور کاریگر نے کہا نہین بلکہ مین نے ویسی ہی بنائی ہو تو مشائخ نے کہا کہ کسی پر قسم نہین آتی ہی اور اگر کاریگر نے کسی پر دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قسم دلائی جاوے گی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی

بیسوان باب - اُن بیوع کے بیان مین جو مکروہ ہین اور ایسے نفعون کے بیان مین جو فاسد ہین - جاننا چاہیئے کہ وہ عریہ جسکے باب مین اجازت آئی ہی وہ عطیہ ہوتا ہی نہ بیع اور اسکی تعریف یہ ہی کہ کوئی شخص اپنے باغ مین سے ایک درخت کے خرما کسی شخص کو ہبہ کرے پھر ہبہ دار اس شخص کا اُسکے باغ مین آنا بسبب اسکے کہ اُسکے اہل وعیال باغ مین ہین اُسپر گران گذرے اور اُسکو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ اپنے وعدہ مین خلاف کرے اور ہبہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجاے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوئے چھوارے اندازے سے اُسکو دیتا ہے تاکہ اُسکا ضرر اُسپر سے دفع ہوجائے اور خلاف وعدہ بھی نہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور وہ عینہ جسکے باب مین شرعی ممانعت آئی ہی اُسکی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ ایک حاجتمند آدمی دوسرے کے پاس جاوے اور اُس سے مثلاً دس درم قرض مانگے اور قرض دینے والا قرض دینے مین رغبت نہ کرے اور زیادتی مین طمع کی وجہ سے یہ کہے کہ قرض دینے مین تو مجکو آسانی نہین ہی ولیکن مین یہ کپڑا اگر تو چاہے تو تیرے ہاتھ بارہ درم کو بیچتا ہون اور بازار مین اسکی قیمت دس درم ہی تو اُسکو بازار مین دس درم مین بیچ لینا اور قرض لینے والا اسپر راضی ہوجاوے پس قرض دینے والا بارہ درم مین اُسکے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اُسکو بازار مین دس درم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے اس کپڑے کے مالک کو دو درم کا نفع حاصل ہو اور اُس سے قرضدار کو دس درم حاصل ہون اور بعض مشائخ نے اُسکے یہ معنی بیان کیے کہ وہ دونون تیسرا شخص درمیان مین ڈالین پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ بارہ درم مین بیچکر اُسکے سپرد کردے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درم مین بیچکر اُسکے سپرد کردے پھر تیسرا اُس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درم مین فروخت کرکے اُسکے سپرد کردے اور دس درم اُس سے لے لے اور وہ درم قرض مانگنے والے کو دیدے پس قرض مانگنے والے کو دس درم ملین گے اور کپڑے کے مالک کے اُسپر بارہ درم قرض ہون گے یہ محیط مین لکھا ہی- اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ عینہ جائز ہی اور اُسپر عمل کرنے والے کو اجر ملیگا یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی- اور وہ بیع کہ جسکو ہمارے زمانے کے

لوگون نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے اُسکا نام بیع الوفار کہا ہے وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہے اور وہ بیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہے جیسے مرتہن کے پاس مرہون ہوتی ہے کہ نہ وہ اسکا مالک ہوتا ہے اور نہ اُسکے مالک کی بلا اجازت اُس سے نفع اٹھا سکتا ہے اور جو اُسکا پھل اُسنے کھایا یا اُسکا درخت تلف کیا تو اُسکا وہ ضامن ہوگا اور اگر اسکے پاس وہ سب تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جاویگا بشرطیکہ اُس مین قرضہ کی وفا ہو اور اُس مین اگر کچھ زیادتی ہو جاوے اور وہ اُسکے بدون فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اُسپر نہ آویگی اور جب اُسکا بائع قرض ادا کر دیوے تو اُسکو واپس لے سکتا ہے اور ہمارے نزدیک اس مین اور رہن مین کسی حکم مین فرق نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور اسی پر سید ابو شجاع سمرقندی کا فتوی ہے اور قاضی علی سغدی نے بخارا مین اسی پر فتوی دیا ہے اور بہت سے ائمہ کا یہی فتوی ہے کذا فی المحیط۔ اور اُسکی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ شے معین بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہے فروخت کی اس شرط پر کہ جب مین قرض ادا کر دون تو یہ شے میری ہے یا بائع یون کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ چیز اسقدر کو اس شرط پر فروخت کی کہ جب مین تجھکو ثمن دیدون تب تو یہ شے مجھکو واپس کر دے کذا فی البحر الرائق۔ اور صحیح یہ ہے کہ جو عقد اُن دونون مین بندھا اگر وہ لفظ بیع کے ساتھ ہو تو رہن نہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُن دونون نے بیع مین کوئی فسخ کی شرط ذکر کی ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہین ذکر کی بلکہ بیع بشرط الوفا یا لفظ بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ اُن کے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع غیر لازم ہے تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع مین کوئی شرط نہین کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ وفا کرنا لازم ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور نسفیہ مین ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنا گھر ثمن معلوم کے عوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر بائع نے مشتری سے اس گھر کو اجارہ پر بشرائط صحت اجارہ لیکر قبضہ کیا اور مدت گزر گئی تو کیا اُسپر اجرت دینا لازم ہے تو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لازم نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اُسکو بیچ کر سپرد کر دیا اور غائب ہو گیا تو پہلے بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کر کے اپنا باغ واپس کر لے اور اسی طرح اگر پہلا بائع اور دونون مشتری مر گئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہین تو پہلے بائع کے وارثون کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری کے وارثون کے ہاتھ سے اُسکو چھڑا لین اور دوسرے مشتری کے وارث وہ ثمن جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہے اُسکے بائع کے ترکہ مین سے اُسکے وارثون کے قبضہ سے لے سکتے ہین اور پہلے مشتری کے وارث اُسکو بائع کے وارثون سے لیکر اپنے مورث کے قرضہ کے عوض روک سکتے ہین یہان تک کہ بائع کے وارث اُسکا قرضہ ادا کرین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے فتاوے ابو الفضل مین ہے کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ مین ہے اور عورت نے اپنا حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت ثمن لاوے تو مرد اُسکا حصہ اُسکو واپس کر دے پھر مرد نے اپنا حصہ فروخت کیا پس عورت کو اُس مین شفعہ پہونچتا ہے یا نہین تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع معاملہ یعنے بیع الوفا ہو تو اس مین عورت کا شفعہ ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اُسکے قبضہ مین ہو یا مرد کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ بیع الوفا اور بیع المعاملہ ایک ہی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ تلجیہ وہ عقد ہے کہ جو کسی امر کی ضرورت سے

باندھا جاوے پس مشتری بیع کا مالک نہیں ہوتا بلکہ ایسا ہے کہ گویا اسکو دیگئی ہے اور اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ تلجیہ نفس بیع میں ہو مثلاً بائع کسی شخص سے کہے کہ میں ظاہر کرونگا کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کردیا اور فی الحقیقت وہ بیع نہوگی اور اس بات پر گواہ کر لیے پھر ظاہر میں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو مثلاً پوشیدہ دونوں اس بات پر متفق ہوجاویں کہ ثمن ایک ہزار ہے اور ظاہر میں دو ہزار کو بیچیں تو ثمن وہی ہے جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی میں گویا انھوں نے ٹھٹھول کیا اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ پوشیدہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ثمن ایک ہزار درم ہے اور ظاہر میں سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عقد باطل ہو جاوے اور استحساناً سو دینار پر صحیح ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ بیع التلجیہ موقوف رہتی ہے اگر دونوں نے اسکی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر دونوں نے اسکو رد کیا تو باطل ہو جاویگی یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ ایسی بیع کا اقرار کریں کہ جو نہیں واقع ہوئی اور دونوں نے اسکا اقرار کیا تو باطل ہے اور دونوں کی اجازت سے جائز نہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک نے تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے اور منکر پر قسم آویگی یہ تہذیب میں لکھا ہے زنار نصاری کے ہاتھ بیچنا اور ٹوپی مجوس کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہے اور ایسے مکعب کا جس میں چاندی لگی ہوئی ہے ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم نہو کہ وہ اپنے پہننے کے واسطے خریدتا ہے مکروہ ہے اور امرد غلام کا ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار اور اللہ تعالی کا عاصی ہے مکروہ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ میں بیٹھکر چیز فروخت کرتا ہے اور راستہ کی چوڑائی کے سبب سے لوگوں کو اسکا بیٹھنا مضر نہیں ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر لوگوں کو مضر ہو تو مختار یہ ہے کہ اس سے کچھ نہ خریدا جاوے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پاوے گا تو چلا جاویگا پس اس سے خریدنا گویا گناہ پر مدد کرنا ہوگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہے کہ اس سے پوچھے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے پس مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وقت ایسے شہر اور زمانہ میں ہو کہ جن بازاروں میں اکثر حلال بکتا ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں ہے اور ظاہری حال پر کام کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازاروں میں اکثر حرام چیز بکتی ہے یا وہ بائع ایسا ہے کہ حرام و حلال بیچتا ہے تو مشتری احتیاط کرے اور اس سے دریافت کرلے ایک شخص مرگیا اور اسکی کمائی حرام ہے تو وارثوں کو چاہیے کہ شناخت کراویں پس اگر اس مال کے مالکوں کو پہچانیں تو انکو واپس کردیں اور اگر نہ پہچانیں تو اس مال کو صدقہ کردیں یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اسکا عیب جانتا ہے تو اسکو بیان کرنا واجب ہے پس اگر اسنے بیان نکیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہو جائیگا اور اسکی گواہی مردود ہوگی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہیں لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بعوض چھوٹے دس درم کے خریدی اور دس درم اسکو دیدیے اور ان میں بعض بڑے تھے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہیں کہ اسکو لیکر اپنی حاجت میں صرف کرے مشائخ بلخ سے ایسی مٹی کی بیع کا حکم لیا گیا کہ جو کھائی جاتی ہے تو فرمایا کہ ہم کو اسکا بیچنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جبکہ اس سے سوائے کھانے کے کوئی نفع نہو کیونکہ وہ مضر

اور قاتل ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچا جو اُس سے شراب بناتا ہو امام اعظم رح کے نزدیک مکروہ نہین ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہو اور بیع جائز ہو اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین ایسا ہی اختلاف ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اُسکو گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہو یا اُسکے سر پر مارتا ہو یہانتک کہ وہ مرجاتی ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی بیع مین کچھ ڈر نہین ہو۔ کسی نے دوسرے سے بعوض ثمن مثل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اُسکا خریدنا نہین چاہتا ہو ثمن مین کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُسنے اسواسطے کیا کہ مشتری رغبت کر کے ثمن بڑھاوے تو یہ مکروہ ہو اور یہی نجش ہو کہ جو شرع مین منع ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکایا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہو تو دوسرے کو اُس شئے کی پوری قیمت تک بڑھانے مین کچھ خوف نہین ہو تاکہ مشتری رغبت کر کے اُسکی پوری قیمت تک بڑھاوے اور اُس شخص کو اس مین اجر ملے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور ایسے ہی اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اُس سے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُسکی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس مین کچھ خوف نہین ہو اور یہ اچھا ہو بُرا نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اسطرح پر فروخت کرنا کہ وہ کون شخص بڑھاتا ہو اور کون شخص اسپر زیادہ کرتا ہو ایسی بیع مین کچھ خوف نہین ہو اور یہ بیع فقیرون کی اور ایسے شخصون کی ہو جنکا مال کاسد ہو جاوے اور کسی کے چکانے پر چکانا مکروہ ہے اور زیادہ کرنے مین اور دوسرے کے چکانے مین فرق یہ ہو کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آواز دیتا تھا اور اُس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آواز دینے سے رُک رہا اور اس شخص کے ثمن کی طرف اُسنے میل کیا تو غیر شخص کو یہ جائز نہین ہو کہ اسپر بڑھاوے اور یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہو اور اگر مال والا آواز دینے سے نہ رُکا تو دوسرے کو بڑھا دینے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اسی کو بیع مین زیادتی کرنا کہتے ہین اور یہ دوسرے کے چکانے پر چکانا نہین ہو اور اگر اسباب بیچنے پر آواز دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسی قدر داموں کو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ مین مالک سے دریافت کرون تو اُس حالت مین دوسرے کو جائز ہے کہ وہ ثمن پر بڑھاوے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُسنے کہا کہ اتنے کو بیچ کر ثمن لے لے تو اسکے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہین ہو اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ گانون والون کے واسطے اُسکا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہو اور یہ کراہت اُس وقت ہو کہ جب شہر مین قحط ہو اور کافی مین اُسکی صورت یہ بیان کی ہو کہ گانون والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری دامون کے لالچ سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہو اور اگر ایسا نہو تو کچھ ڈر نہین ہو انتہی مترجم کہتا ہو کہ یہ تفسیر جو کافی مین لکھی ہو۔ قولہ کرہ بیع الحاضر للبادی کے ترجمہ مترجم کے موافق نہین ہو اور بعض محققین نے اسکے یہ معنی بیان کیے ہین کہ گانون والا اناج لیکر شہر مین آوے اور شہر والا اُسکی طرف سے وکیل ہو کر اُسکا اناج فروخت کرے اور نرخ گران کر دے اور مجتبی مین لکھا ہو کہ یہی تفسیر اصح ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ ہو اور معتبر وہ اذان ہو کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی مین لکھا ہو اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُسکو فروخت کر کے نفع اٹھایا تو

بیچ صدقہ کردے اور اگر بائع نے ثمن کے عوض کوئی چیز خریدی اور اُس میں نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع جائز ہی کیونکہ باندی معین ہی اور عقد بیع اُس سے متعلق ہوا تو خبث اُسکے نفع میں بھی اثر کریگا اور درم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں پس دوسرا عقد اُن کی ذات سے متعلق نہوگا تو خبث بھی نفع میں اثر نہ کریگا اور یہ تقریر بنا بر اس روایت کے ہی جس میں آیا ہی کہ درم و دینار متعین نہیں ہوتے ہیں کذا فی الغیاثیہ اور غیر معین میں خبث کا نہ اثر کرنا ایسے خبث میں ہی کہ جو بسبب فساد ملک کے ہو اور جو خبث بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہی جیسے غصب کی چیز یا امانت میں خیانت کرنا تو ایسا خبث امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونوں میں اثر کرتا ہی یہ تبیین میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار درم کا دعوی کیا اور اُسنے ادا کردیے اور قابض درم نے اس میں تصرف کرکے نفع اُٹھایا پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اُسکو نفع حلال ہی یہ کافی میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درم اس شرط پر قرض لیے کہ قرضخواہ کو ہر مہینہ دس درم ادا کرے گا اور اُن پر قبضہ کرلیا اور اُس میں نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع حلال ہی اور نوادر ہشام میں ہی کہ میں نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کیے پھر بائع نے اُن کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُن پر قبضہ کرکے تلف کردیا تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے اور اگر چاہے تو دوسرے مشتری کا دامنگیر ہو پس اگر اُسنے دامنگیر ہوکر اُن کے مثل گیہوں کے لیے اور راس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہی پھر میں نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ زیادتی صدقہ کردے پس امام محمد رح نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت میں صدقہ کریگا کہ جب اُن کی قیمت میں درم لیے ہوں اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مرگیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس غلام کی قیمت کی ضمان لے اور ثمن سے زیادہ قیمت کو صدقہ کردے اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک مال ہزار درم کو خرید دے اور اُس نے اُس شہر کے نقد پر خرید لیا پھر حکم دینے والے نے اُسکو [illegible] درم دیے اور [illegible] نے اس مال کے ثمن میں غلہ کے درم دیے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور پھر مامور کے حق میں زیادتی حلال کی تو اُسکو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میرے دل میں اس سے کچھ خدشہ ہی اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط میں لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکو بعوض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعوض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعوض درم کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اُسنے غلام کی قیمت میں ضمانت دی ہی اُس سے جسقدر زیادتی ہی اُسکو صدقہ کردے اور ایسے ہی اگر ہزار درم غصب کیے اور اُن کے عوض ایک غلام خریدا اور اُسکو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اُسکو اس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ کردے اور قاضی ابو یوسف نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ زیادتی اُسکو حلال ہی اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُسکو بعوض ایک باندی کے فروخت کیا تو اُسکو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہی اگرچہ پہلی باندی سے وطی کرنی جائز نہ تھی اور قاضی ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اُسنے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اُسکو

دینی پڑی اس سے جس قدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کردے اور بیع فاسد مین وہ امام اعظمؒ کے موافق ہین اور کہتے ہین کہ اگر
بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعوض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اس قیمت سے جو اُسنے بیع فاسد کی بیع
کی ضمان مین دی ہو زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ کردے اور بیع فاسد کو غصب سے بڑھکر شمار کرتے
ہین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ امام محمدؒ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ جسکو بائع نے کسی شخص کو کرایہ
پر دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہون تو یہ جائز ہو اور اجرت بائع کو ملے گی اور وہ
اُسکو صدقہ کردے یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعوض پانچ معین انڈون کے خریدی اور اس پر قبضہ
نہ کیا یہان تک کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈون کو لیوے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر
بائع نے انڈون کو تلف کردیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہین تو مشتری اس مرغی کو بعوض تین انڈے
اور ایک تہائی انڈے کے لے لیوے اور اگر مرغی کو بعوض پانچ غیر معین انڈون کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے
مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ کردے اور اگر اُن انڈون کو بائع نے تلف کردیا تو مرغی کو بعوض تین
انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لے لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر ایک خرما کا درخت ایک مدتر چھوارہ غیر معین
کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسپر چھوارے پھلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ ایک پیمانہ ہو
چھواروں کی قیمت پر تقسیم کیا جاویگا اور تازہ چھواروں مین سے جسقدر ثمن کے حصہ مین پہونچین اُسکو دیگا اور
زیادتی کو صدقہ کردیگا اور اگر درخت کو تر چھوارہ معین کے عوض خریدا تو یہ جائز ہو اور کچھ صدقہ نہ کرے یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درم بعوض
دو درم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُسکے مالک کو پہچانتا ہو تو زیادتی اُسکو واپس کردے اور
اگر نہین پہچانتا ہو تو صدقہ کردے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدکر اُسپر قبضہ کیا اور اُسکو بیچ ڈالا پھر قاضی
نے حکم دیا کہ بائع اول کو اُسکی قیمت ادا کرے اور اُسنے ادا کردی اور بائع اول نے اُسکو ثمن سے بری کردیا اور دوسرے
ثمن مین اُس قیمت سے جو اُسنے ادا کی ہو کچھ زیادتی ہو تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کردے
اور یہ زیادتی لفظ پر قیاس کرکے صرف مسکینون کو حلال ہو اور کبھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال نہوگی اگرچہ یہ
فقیر ہو کیونکہ اُسنے گناہ سے اُسکو حاصل کیا ہو اور مساکین کے حق مین یہ لفظ سے زیادہ حلال ہو اور اگر اُس نے
زیادتی صدقہ نہ کی یہانتک کہ اُسنے ثمن کے ساتھ کئی بار بیع کی اور ہر ایک مین نفع اٹھایا تو امام نے فرمایا کہ ان
سب کا نفع صدقہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غصب کیا یا ودیعت مین تصرف کیا اور تصرف مین مالک
کی مخالفت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ نفع
اُسکو حلال ہو اور اگر اُسنے بعوض غیر غصب کے بیع ٹھہرائی اور پھر غصب کے درم ادا کیے یا بعوض غصب کے درم کے
بیع ٹھہرائی اور غیر غصب ادا کیے تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی حکم ہو اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا
کہ ایسی صورت مین صدقہ نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ کسی نے ایک باندی
ایک ہزار درم کو خریدی پھر وہ بائع کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور ان دونون مین ثمن پر بہت
زیادتی ہو تو یہ زیادتی اُسکو حلال ہو اور اگر باندی اور اُسکا بچہ دونون بائع کے پاس رہکر مرگئے اور مشتری نے

بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور ثمن دیدیا تو قیمت پر جسقدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کر دے اور اگر فقط لڑکا مارڈالا گیا تو اُسکی قیمت مین جسقدر اُسکے حصۂ ثمن پر زیادتی ہو اُسکو صدقہ کریگا اس جہت سے کہ زیادتی اُسکی ضمان مین نہین واقع ہوئی ہی یہ حاوی مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے کسی غلام نے اُسکو مارڈالا پھر بائع نے اُسکو اُسکے عوض دیدیا اور مشتری نے لے لیا اور اُسکی قیمت مین اُس کے ثمن پر زیادتی ہی تو زیادتی کا صدقہ کرنا (یعنی غلام قاتل) مشتری پر واجب نہین ہی اور اگر مشتری نے اس غلام کو اُس زیادتی سے جو اس مین موجود ہی زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اُس زیادتی سے تجاوز نہ کرے جو اُس مین موجود تھی اور اگر اس غلام کو بعوض اسباب کے بیچا تو کچھ صدقہ نہ کرے اگرچہ اس مین زیادتی ہو پھر اگر اس اسباب کو بعوض درم یا دینار کے بیچا اور اُس مین زیادتی ہی تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو قبضہ کے دن تھی دیکھی جاویگی پس اگر اس سے اس مین کچھ زیادتی نہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر اسکی قیمت مین زیادتی ہو تو اُس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اسکے قبضہ مین ہوا ہی دیکھا جاویگا پھر جو زیادہ ہووے اُسکو صدقہ کر دے یہ محیط مین لکھا ہی - حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون جو پچاس درم کا مال تھا غصب کر لیا پھر اُسکو سو درم پر فروخت کیا پھر گیہون کے مالک کو اُنکا مثل ادا کیا تو زیادتی کو صدقہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس مین نفع حلال تھا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر وہ بائع کے پاس مارڈالا گیا اور مشتری نے اُسکی قیمت لینا اختیار کیا اور اُس مین سے ایک ہزار درم صدقہ نہ کیے یہانتک کہ ایک ہزار ضائع ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ضائع نہوے یہان تک کہ اُسنے اُس سے کچھ ایسی چیز خریدی جس مین نفع اُٹھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار درم اور اُسکا حصہ نفع صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ نہ کرے پس اگر ایک ہزار درم مین تصرف کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اُس پر ایک ہزار درم کا صدقہ کرنا واجب ہی اور اگر مشتری نے قاتل سے ایک غلام لیکر قیمت لینے سے صلح کر لی اور غلام کو آزاد کر دیا تو اس پر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہین آتا ہی اور اگر اُسنے اسکو مال لیکر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہی مگر ایک صورت مین کہ جب غلام قبضہ کیے ہوئے راس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جسکو اُسنے آزاد کیا ہی اُسکے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت مین جو راس المال پر زیادتی ہی اُسکو صدقہ کر دے یہ محیط مین لکھا ہی

فصل احتکار کے بیان مین

احتکار مکروہ ہی اور اُسکی یہ صورت ہی کہ شہر مین سے اناج خرید لے اور اُسکو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگون کے حق مین مضر ہو یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر شہر مین خریدا اور اُسکو روکا اور وہ شہر والون کو مضر نہین تو کچھ ڈر نہین کذا فے التاتارخانیہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خریدا اور اُسکو شہر مین لاکر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو مضر ہی تو یہ مکروہ ہی اور یہ قول امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت مین یہی آیا ہی اور یہی مختار ہی کذا فی الغیاثیہ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - اور جامع الجوامع مین ہی کہ اگر بجلب دور سے خرید لایا اور اُسکو روکا تو منع نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور اگر کسی شہر مین اناج خریدا اور اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا اور وہان اُسکو روکا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اپنی زمین جوتی اور اُسکا اناج رکھ چھوڑا

تو بھی مکروہ نہین ہی کذا فی الحاوی لیکن افضل یہ ہی کہ جو اُسکی حاجت سے زائد ہو وہ لوگون کی شدت حاجت کے وقت فروخت کر دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہین ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو جاوے تو احتکار ہوتا ہی اور ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہی اور اگر اُس سے کم ہو تو تھوڑی ہی اور اناج کو گرانی کے انتظار مین اور قحط کے انتظار مین روکنا دونون مین فرق ہی اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھکر ہی اور حاصل یہ ہی کہ اناج کی تجارت اچھی نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ ہر چیز کہ جسکے روکنے مین عام لوگون کو ضرر ہو احتکار ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ احتکار صرف انھین چیزون مین ہوتا ہی جیسے آدمیون و چوپایون کی روزی ہی یہ حاوی مین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر حاکم وقت کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مرجاوینگے تو اُسکو چاہیے کہ احتکار کرنے والے پر جبر کرے اور احتکار کرنے والے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچتے ہین اُتنے کو بیع اُسقدر زیادتی کے جسکا ٹوٹا لوگ اُٹھاتے ہین فروخت کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور بالاجماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت مین کہ اناج والے تحکم کرتے ہون اور قیمت سے تجاوز کر جاتے ہون اور قاضی مسلمانون کا حق نگاہ رکھنے سے عاجز ہو جاوے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کر دیا جاوے تو اہل راے کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے مین خوف نہین ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی دیا گیا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر ان مین سے کسی نے بعوض اُس ثمن کے جو امام نے مقرر کیا ہی فروخت کیا تو بیع جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر محتکر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اُسکو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل عیال کے کھانے پینے سے زائد ہی اُسکو فروخت کر دے اور احتکار سے اُسکو منع کرے پس اگر وہ باز رہا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اسکو اپنی عادت پر اصرار ہی تو قاضی اسکو سمجھاے و ڈرائیگا پھر اگر وہ سہ بارہ اُسکے سامنے پیش کیا جاوے تو اُسکو قید کرے اور اپنی راے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے مرجانے کا خوف ہو تو محتکرین سے اناج لیکر حاجتمندون مین تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پاوینگے تو اُسکا مثل واپس کرینگے اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور مضمرات مین لکھا ہی کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہی کہ محتکر کی بلا رضامندی اُسکا اناج فروخت کر دے تو بعض نے کہا کہ اس مین خلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ بالاتفاق فروخت کر دے اور ملتقط مین ہی کہ اگر لوگون کے مرجانیکا خوف ہو تو باہر سے لانے والون کو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے جیسا اُسنے محتکر کو حکم کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور تلقی یعنی شہر مین قافلہ آنے سے پہلے شہر سے نکل کر قافلہ والون سے ملکر اُن سے خرید لینا اگر اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہی اور اگر مضر نہو تو مکروہ نہین ہی بشرطیکہ قافلہ والون کو شہر کا بھاؤ ملتبس نہو اور یہ شخص اُن کو فریب دے کہ شہر مین یہ بھاؤ ہی اور وہ لوگ اُسکی تصدیق کر لین اور اگر اُسنے شہر کا بھاؤ اُنپر ملتبس کر دیا تو مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اعرابی مثلاً کوفہ مین آئے اور وہان سے اپنے کھانیکا اناج خرید کر لیجانا چاہا اور یہ اہل کوفہ کو مضر ہی تو اُن کو منع کیا جائیگا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہی اور اگر سلطان نے نان بائیون سے کہا کہ دس سیر ایک درم مین بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی سے دس سیر روٹی ایک درم مین لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دونگا تو بادشاہ مجھکو ماریگا تو مشتری کو اسکا

کھانا جائز نہیں ہی کیونکہ یہ زبردستی لینے مین داخل ہی اور حیلہ یہ ہی کہ مشتری نان بائی سے کہے کہ میرے ہاتھ تو
روٹیان جیسا تو چاہتا ہی فروخت کردے تو بیع صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے موافق مشتری نے
دس سیر خریدین پھر نان بائی نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی تو جائز ہی اور مشتری کو اُسکا کھانا حلال ہی یہ
فتاوی کبریٰ مین لکھا ہی اور یہ مکروہ ہی کہ پیتل مین کوئی دوا ڈال کر اُسکو سپید کرے اور اُسکو چاندی کے حساب سے
بیچے اور ایسی ہی درمون کو ٹکسال کے سوا دوسری جگہ ڈھالنا اگرچہ کھرے ہون مکروہ ہی اور اگر چاندی کو اپنے لوگون
کے واسطے ڈھالا اور اُس مین تانبا ڈال دیا تو کچھ خوف نہین ہی اور بزاز کو جائز ہی کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کرلے جیسا کہ
باندی کے بیچنے والے کو جائز ہی کہ اُسکا منھ دھوکر سنگار کردے اور جید کو ردی کے ساتھ ملتبس کردینا مکروہ ہی اور
ایسے ہی گوشت مین زعفران دینا مکروہ ہی اور ایسے میل کی چیز جسکا میل ظاہر ہو جیسے مٹی ملے ہوئے گیہون بیچنے
مین کچھ خوف نہین ہی اور اگر اُن کو پیسا یا تو بدون بیان کے بیچنا جائز نہین ہی اور یہ مکروہ ہی کہ نان بائی یا قصاب
وغیرہ کے پاس کچھ درم اسواسطے رکھے کہ اُس سے جو چاہیگا سو لیگا و لیکن اُسکے پاس ودیعت رکھے اور اُس سے
جسقدر چاہے بعوض معین داموں کے ان درمون مین سے لیوے اور اگر اُن کو بطور بیع کے دیا تھا تو ضمان لے
اور بائع کو چاہیے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابوبکر بلخی سے روایت ہی کہ فقاعی فقاع کھولتے
وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار ہوتا ہی اور ایسے ہی چوکیدار چوکیداری کے وقت لا الٰہ الا اللہ
کہنے مین گنہگار ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی لڑکا پیسا یا روٹی لیکر دوکاندار کے پاس آیا اور اُس سے
کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام مین آتی ہی جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اُسکے ہاتھ فروخت کردے اور اگر اخروٹ
یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عادۃً لڑکے اپنے واسطے خریدا کرتے ہین تو نہ فروخت کرے ایک لڑکا خرید و
فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد کہا کہ مین بالغ نہین ہون پس اگر بالغ ہونے
کی خبر دینے کے وقت بالغ ہونے کا احتمال رکھتا تھا باین طور کہ اُسکا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو
اُسکا انکار معتبر نہوگا اور اگر اُسکا سن اس سے کم تھا تو بالغ ہونے کی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اُسکا انکار صحیح ہوگا یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے ہاتھ مین ایک کپڑا تھا اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے اُسکے بیچنے کا وکیل
کیا ہی اور مین دس سے کم نہ دونگا پھر اُس سے ایک شخص نے نو درم کو طلب کیا پس اگر مشتری کے دل مین یہ تھا کہ یہ
بات اُسنے اپنے مال کے رواج دینے کو کہی تھی تو اُسکو خریدنا جائز ہی اور اگر یہ بات اُسکے دل مین نہین آئی تو اُس سے
خریدنا جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر بچہ نے مٹی کا بیل یا گھوڑا بچون کے بہلانیکو خریدا تو صحیح نہین ہی اور نہ اسکی کچھ
قیمت ہی اور نہ اُسکا تلف کرنیوالا ضامن ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اُس سے کوئی چیز
خریدی پس اگر پہلے یہ درم بائع کو دیدیے پھر ان کے عوض وہ چیز خریدی تو اُسکو حلال نہین ہی بلکہ صدقہ کردے اور اگر درم
دینے سے پہلے خریدی پھر درم دیے تو بھی کرخی رح اور ابوبکر رح کے نزدیک ایسا ہی ہی اور اسمین ابونصر رح کا خلاف ہی اور
اگر یہ درم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درم دیے یا مطلقاً خریدی اور یہ درم دیے یا دوسرے درم سے خریدی اور یہ
درم دیے تو ابونصر رح نے فرمایا کہ حلال ہی اور اُسپر صدقہ کردینا واجب نہین ہی اور اس زمانہ مین فتوی کرخی رح کے
قول پر ہی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے شہتیرون مین درم پائے تو بعض مشائخ نے

فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور جو بائع نے نہ لیے تو صدقہ کر دے اور یہ اصوب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اگر خانہ کعبہ کا پردہ بعض مجاوروں سے خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا تو اسپر واجب ہی کہ فقیرون پر صدقہ کر دے مسجد کا بوریا اگر پرانا ہو جاوے تو جائز ہی کہ اُسکو بیچ کر اُسکے داموں مین کچھ بڑھا کر دوسرا خرید لیا جاوے ایک شخص اپنے دوست کے باغ مین گیا اور اُس مین سے کچھ انگور کھائے اور اُس دوست نے انگور بیچ ڈالے تھے اور اُسکو نہین معلوم تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر گناہ نہوگا اور چاہیے کہ مشتری سے معاف کرا لے یا اُسکو تاوان دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور ہمکو اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص بازار مین میوہ خریدنے کو جاوے اور اُسمین سے کچھ ایسی چیز اُٹھا کر کھا جاے جسکی کچھ قیمت ہی جبتک کہ اُس سے اجازت نہ حاصل کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- بیع اور ہبہ وغیرہ مین چھوٹے کو بڑے سے یا دو چھوٹون کو اُسکے ناتے کے محرم قرابت والے سے جدا کر دینا مکروہ ہے اور حکماً بیع جائز ہوگی اور اگر ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکے نابالغ لڑکے یا غلام یا مکاتب کا ہو تو مکروہ نہین ہی اور اگر دونون اُسکے ہون اور ایک اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اور اگر دونون اُسکی اولاد کے ہون تو جدا کر کے بیچ سکتا ہی اور اگر دونون مین سے اسکا کچھ حصہ ہو تو مین مکروہ نہین جانتا ہون کہ ایک مین کا حصہ بدون دوسرے کے فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر دونون مین قرابت نہ ہو جیسے دو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی تو اُنکا جدا کرنا مکروہ نہین ہی یا ان مین محرمیت بوجہ رضاعت یا سسرالیت کے ہو تو بھی تفریق مکروہ نہین ہی نہ زوجہ اور شوہر مین جدائی بیع وغیرہ سے مکروہ نہین ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ ایک عیب کی وجہ سے واپس کر دے یا کسی جرم اور قرض مین دیدے اور اگر ایک کو ام ولد یا مدبر بنایا تو دوسرے کا بیچنا مکروہ نہین ہے اور اگر ایک کو مکاتب بنایا تو کچھ ڈر نہین ہی اگر کسی نے کہا اگر مین تجھکو خریدون تو تو آزاد ہی پھر دونون مین سے ایک کو اُسی کے ہاتھ بیچا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر دو مملوک مین ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکی زوجہ یا مکاتب یا غلام تاجر قرضدار کا ہو تو تفریق مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اُسکے مضارب کا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ جو مضارب کے پاس ہی اُسکو وہ فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی- اگر ایک باندی کو اپنی شرط خیار پر خریدا پھر اُسکا بچہ خریدا تو دونون کو جدا بیچنا مکروہ ہو اور اگر باندی کو بشرط خیار خرید اور اُسکا بچہ خریدنے والے کے پاس ہی تو بالاتفاق باندی کو واپس کر سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- کوئی حربی دو بھائیون کو دار الحرب سے لایا تو اُسکو اختیار ہی کہ دونون کو جدا بیچے اور اگر اُسنے دونون کو کسی ذمی سے خریدا تو تفریق جائز نہین ہی اور اُسپر جبر کیا جاویگا کہ دونون کو ایک ساتھ بیچے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دونون کا مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہین ہی خواہ وہ مالک آزاد ہو یا مکاتب یا ایسا غلام جسکو تجارت کی اجازت ہی خواہ اُسپر قرض ہو یا نہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ مملوک دونون مسلمان ہون یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان ہو اگر کوئی حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا اور اُسکے ساتھ دو غلام ہین دونون چھوٹے یا ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہی یا اُسنے دار الاسلام مین ایسے دو غلام اپنے ساتھی سے جو اُسکے ساتھ امان لیکر آیا ہی خریدے پھر ایک کے بیچنے کا ارادہ کیا تو مسلمان آدمی کو اُسکے خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اُس نے دونون کو کسی مسلمان سے دار الاسلام مین یا کسی حربی سے جو امان لیکر اُسکی ولایت کے سوا دوسری ولایت سے آیا ہی خریدا ہو تو مسلمان کو ایک کا خریدنا مکروہ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی- اگر کسی کے ملک مین تین غلام ہون کہ ایک چھوٹا ہی

تو دونون بڑون مین سے ایک کا بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے - اور اگر صغیر کے ساتھ اُسکے دو قریب جمع ہون پس اگر وہ دونون قرابت مین برابر ہون پس اگر دونون جہت مین مختلف ہون جیسے مان باپ اور پھوپھی خالہ تو ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہون یا سب کافر ہون اور یہی حکم باپ کی طرف سے بہن یا مان کی طرف سے بہن کا ہے اور اگر وہ دونون قرابت اور جہت مین برابر ہون جیسے دو بھائی حقیقی اور ایک مان باپ کی طرف سے دو بہنین تو استحساناً ایک کا بیچنا جائز ہے اور اگر دونون مین سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنین جدا جہت سے یا مان اور پھوپھی یا خالہ ہو تو دور کے قرابت والے کے بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ایسے ہی اگر اُسکی دادی اور پھوپھی اور خالہ جمع ہون تو پھوپھی اور خالہ کے بیچنے مین ڈر نہین ہے دار الحرب مین دو کافرون نے ایک باندی کے بچہ کا جو دونون مین مشترک تھی دعوی کیا پھر وہ سب قید ہو کے مملوک ہو گئے تو کوئی دونون باپون مین سے فروخت نہ کیا جاویگا ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہے اُسنے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو تفریق مکروہ ہے اگرچہ نسب ثابت نہین ہوا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور جسطرح آزاد کو تفریق سے بیچنا مکروہ ہے وہ ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہے - یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہین ہے یہ عتابیہ مین لکھا ہے

کتاب الصرف

اور اس مین چھہ باب ہین

فصل اول

بیع صرف کی تعریف اور اُسکے رکن اور حکم اور شرائط کے بیان مین - اُسکی تعریف یہ ہے کہ بعض ثمنون کو بعض کے عوض بیع کرنے کو صرف کہتے ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور اُسکے رکن وہی ہین جو بیع کے ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اور اُسکا حکم شرعاً یہ ہے کہ دونون صرف کرنے والون مین ہر ایک کو اُس چیز مین جو اُسنے دوسرے سے خریدی ہے ابتدائے ملک حاصل ہو جاوے جیسا بیع صحیح مین ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اُسکے شرائط چند ہین از انجملہ جدا ہونے سے پہلے دونون بدل پر قبضہ ہونا شرط ہے کذا فی البدائع خواہ دونون بدل متعین ہون جیسے ڈھلی ہوئی چیزین یا متعین نہون جیسے سکہ یا ایک متعین ہو اور دوسری متعین نہو کذا فی الہدایہ اور قواعد قدوری مین لکھا ہے کہ یہان قبضہ سے مراد ہاتھ سے قبضہ ہونا ہے تخلیہ مراد نہین ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور جدا ہونے کے معنی یہ ہین کہ دونون عقد کرنے والے بدنی جدائی اختیار کرین باین طور کہ ایک ایک طرف چلا جاوے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک چلا جاوے اور دوسرا بیٹھا رہے حتی کہ اگر دونون اپنی جگہ پر ہون اور وہان سے نہ گئے ہون تو جدا ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا اگرچہ بیٹھے ہوے دیر گذری مگر جبکہ ان دونون مین بدنی جدائی ہو جاوے اور ایسے ہی اگر دونون مجلس مین سو جاوین یا دونون بیہوش ہو جاوین یا اپنی جگہ سے ایک ساتھ کھڑے ہون اور ایک طرف ایک ہی راستہ چلین اور ایک میل یا زیادہ جاوین اور ایک دوسرے سے جدا نہو تو متفرق نہ کہلاوینگے یہ بدائع مین لکھا ہے اگر زید کے عمرو پر ایک ہزار درم قرض ہون اور عمرو کے زید پر دینار قرض ہون پھر ایک نے دوسرے کو دیوار کے پیچھے سے یا دور سے آواز دیکر کہا کہ جو تیرا مجھپر ہے وہ بعوض اُسکے جو میرا تجھپر ہے مین نے بیع کیا تو جائز نہین ہے اور ایسے ہی اگر ایلچی بھیجکر بیع صرف کی تو بھی جائز نہین ہے کیونکہ دونون مین بدنی جدائی ہے یہ محیط سرخسی

مین لکھا ہو۔ اور مجلس[1] کا کچھ اعتبار نہین ہو مگر صرف ایک مسئلہ مین اور وہ یہ ہو کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اپنے نابالغ بیٹے سے یہ دینار دس درم کو خریدا ہو پھر دس درم وزن ہونے سے پہلے اُٹھ کھڑا ہوا تو صرف باطل ہو گئی ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہو کیونکہ باپ ہی عقد کرنے والا ہو اور بدنی جدائی کا اعتبار بیان ممکن نہین ہو تو مجلس کا اعتبار کیا جاویگا یہ بحرالرائق مین لکھا ہو پھر جاننا چاہیے کہ درم کو درم کے عوض بیچنے اور دینار کو دینار کے عوض بیچنے مین اور پیسون کو درم یا دینار کے عوض بیچنے مین فرق ہو کیونکہ پیسون کو درم یا دینار کے عوض بیچنے مین دونون بدل پر قبضہ ہونا شرط نہین ہو صرف ایک بدل پر جدائی سے پہلے قبضہ ہونا کافی ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ازانجملہ یہ کہ اس عقد مین خیار شرط کسی کو نہونا چاہیے ازانجملہ یہ کہ اس عقد مین میعاد نہونا چاہیے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون نے میعاد کی شرط کی پھر جدائی سے پہلے باہم قبضہ کر لیا تو یہ میعاد کا ساقط کرنا ہوگا اور بیع صحیح ہو جاوے گی اور اگر خیار کی شرط لگائی پھر جدائی سے پہلے دونون نے باطل کر دی یا خیار والے نے باطل کی تو استحساناً بیع جائز ہو جاویگی اور اگر عقد مین میعاد تھی پھر میعاد والے نے جدائی سے پہلے اسکو باطل کیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اگر درم کو دینار سے بیچنے مین کسی ایک بدل مین اُدھار کی شرط لگائی پھر شرط والے نے کچھ نقد دیدیا اور کچھ نہ دیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہو گی اور اسکی صورت یہ ہو کہ کسی نے ایک دینار بعوض دس درم کے ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا پھر پانچ نقد دیے اور دونون جدا ہو گئے تو پانچ درم کے حصہ کی بیع نہ جاویگی اور اگر بعوض پانچ نقد اور پانچ اُدھار کے خریدا پھر نقد ادا کر دیے اور جدا ہو گئے تو پوری بیع فاسد ہو اور اگر پورے دس ادا کر دیے تو بیع جائز ہو گئی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو پھر خیار رویت کی شرط لگانے سے بیع صرف جڑ سے فاسد ہو جاتی ہو کیونکہ یہ فساد نفس عقد مین ہوتا ہو اور قبضہ نہونے کی وجہ سے عقد صحیح ہونے کے بعد فاسد ہو جاتا ہو کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک قبضہ اسواسطے شرط ہو کہ عقد اپنی صحت پر باقی رہے اور بعضون کے نزدیک ابتداءً صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور پہلا قول اصح ہو اور ثمرہ[2] خلاف کا اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقد صرف بسبب قبضہ نہونے کے فاسد ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک بنا بر قول بعض آخرین کے جو صرف نہین ہو وہ بھی باطل ہو جاویگا اور بنا بر قول بعض اولین کے فاسد نہوگا اور یہی اصح ہو حتی کہ اگر کوئی باندی کہ جسکے گردن مین چاندی کا طوق ہو بعوض چاندی کے خریدی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو قبضہ نہونے کی وجہ سے حصہ صرف کی بیع باطل ہو گئی اور باندی کی بیع فاسد نہو گی اور اگر باندی کو مع چاندی کے طوق کے بعوض چاندی کے خیار رویت کی شرط لگا کر خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک صرف اور بیع دونون فاسد ہین اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد نہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر قبضہ سے پہلے مجلس سے جدا ہونے کی وجہ سے بیع صرف فاسد ہو جائے تو بیع بائع کو واپس دینے سے پہلے مشتری کی ملک سے نہین نکلتی ہو اور اس مسئلہ کی صورت امام محمد رح نے جامع صغیر مین ذکر کی ہو کہ کسی نے چاندی کی چھاگل دو دینار مین خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو آدھی چھاگل کی بیع فاسد ہو گئی اور یہ فساد دوسرے آدھے کی طرف متعدی نہو گا پس اگر بائع غائب ہو گیا اور کسی شخص نے آدھی چھاگل کا اپنی ملک ہونیکا دعوی کیا تو مشتری اُسکا مدعا علیہ ہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور عقد صرف مین اگر معقود علیہ ایک ہی جنس ہو تو وزن مین برابر ہونا بھی شرط ہو کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر ایک جنس نہون مثلاً

سونیکو بعوض چاندی کے بیچا تو برابری شرط نہین صرف دونون پر قبضہ شرط ہے یہ تبیین مین لکھا ہے

دوسرا باب اُن احکام کے بیان مین جو معقود علیہ سے متعلق ہین اور اُس مین پانچ فصلین ہین۔

فصل اول سونے اور چاندی کی بیع کے بیان مین

ہمارے نزدیک معاوضہ کے عقدون مین درم اور دینار متعین نہین ہوتے ہین اور سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنا فقط برابر برابر جائز ہے خواہ وہ تیر ہون یا ڈھلے ہوے یا سکہ ہون اور اگر ان چیزون مین سے کوئی چیز اپنی جنس کے عوض فروخت ہوئی اور دونون عقد کرنے والون نے دونون چیزون کا وزن نہ جانا یا ایک کا جانا دوسری کا نہ جانا یا ایک نے جانا دوسرے نے نہ جانا پھر دونون جدا ہوے پھر دونون نے وزن کیا اور دونون کو برابر پایا تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر جدائی سے پہلے مجلس مین وزن کیا اور برابر پایا تو استحسانًا بیع جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض اسطور پر بیچا کہ ترازو کے دونون پلہ برابر ہو گئے تو جائز ہے اگرچہ ہر ایک کی مقدار نہ معلوم ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور سونے کو چاندی کے عوض اندازہ اور زیادتی پر بیچنا جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ کسی نے ہزار درم بعوض سو دینار کے دوسرے سے خریدے اور ہر ایک نے دوسرے کی وزن بیان کرنے مین تصدیق کی اور تولنے سے پہلے دونون نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور ہر ایک اپنی خریدی ہوئی چیز سے نفع اُٹھا سکتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ درم جو تیرے ہاتھ مین ہین میرے ہاتھ بعوض ان دینارون کے جو میرے ہاتھ مین ہین فروخت کر دے اور دونون نے گنتی اور وزن کا نام نہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور شمار اور وزن کرنے سے پہلے ہر ایک اپنی خریدی چیز سے نفع اُٹھا سکتا ہے اور اسی کو اندازہ پر بیع کرنا کہتے ہین اور اگر اُسنے کہا کہ میرے ہاتھ ہزار درم بعوض ہزار درم کے فروخت کر دے اور اُسنے فروخت کیا اور بغیر وزن کے دونون نے قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے دوسرے کے اس کہنے کی کہ یہ مقبوضہ ہزار درم ہین تصدیق کی پھر ہر ایک نے جدا ہونے کے بعد یا اُس سے پہلے وزن کیا اور دونون کو برابر پایا تو جائز ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کی تصدیق نہ کی اور جدا ہو گئے پھر وزن کیا اور برابر پایا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک چاندی کا کنگن کہ جس مین ایسے درم بھرے ہوے تھے کہ جنکا وزن نہین معلوم ہوا بیچا تو بیع باطل ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور نبہرہ اور زیوف درمون کو کھرے درمون کے عوض بیچنا فقط برابری سے جائز ہے اور اگر ستوقہ کو بعوض خالص درمون کے فروخت کیا تو جائز نہین مگر جب یہ معلوم ہو کہ خالص کی چاندی ستوقہ کی چاندی سے زائد ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر سیاہ یا سرخ چاندی بعوض سپید چاندی کے فروخت کی گئی تو بھی برابر ہونا شرط ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اگرچہ درمون مین چاندی زیادہ ہو تو وہ چاندی ہین اور اگر دینارون مین سونا زیادہ ہو تو وہ سونا ہین پس جو اعتبار کھرے مین ہوتا ہے وہی انمین بھی ہوگا کہ زیادتی حرام ہوگی حتی کہ اگر خالص درم یا دینار ان کے عوض فروخت ہون یا انمین کے بعض بعوض بعض کے فروخت ہون تو فقط وزن مین برابری کے ساتھ جائز ہے اور ایسے ہی انکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے گنتی سے جائز نہین ہے اور اگر انمین میل زیادہ ہو تو درم اور دینار کے حکم مین نہون گے بلکہ اسباب کے حکم مین ہونگے اور مستصفے مین لکھا ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُنسے میل جدا نہو سکے بلکہ ایک دوسرے مین کھپ گیا ہو اور اگر اُس سے جدا ہو سکے تو نہین لکھا ہے پس اگر ایسے میل کے درم بعوض خالص چاندی کے فروخت کیے جاوین تو یہ مانند تانبے اور چاندی کی بیع کے ہے پس بطریق اعتبار جائز ہوگی پس اگر انکو انکی جنس کے عوض زیادتی سے بیچے جاوین تو جائز ہے اور وہ چاندی اور تانبے کے حکم مین ہین ولیکن یہ بیع صرف ہے پس چاندی کی وجہ سے

اسی مجلس مین قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب چاندی مین شرط ہو تو پیتل اور تانبے مین بھی شرط ہوگا اور اگر چاندی اور پیتل برابر ہو تو اُن کو بعوض چاندی کے بیچنا فقط وزن سے جائز ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر ایک دینار اور دو درم بعوض دو درم و دینار کے خریدے تو جائز ہی اور اس طرح اعتبار کیا جاویگا کہ ایک طرف سے ایک دینار بعوض دو درمون کے ہوگا اور دوسری طرف سے دو دینار بعوض دو درمون کے یہ حاوی مین لکھا ہی اور ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کو بعوض دو درم صحیح اور ایک درم غلہ کے بیچنا جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے گیارہ درم بعوض دس درم اور ایک دینار کے بیچے تو جائز ہی اور یہ اعتبار ہوگا کہ دس درم بعوض دس درم کے اور ایک دینار بعوض ایک درم کے ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر ایک کپڑا اور گلائی ہوئی چاندی بعوض ایک کپڑے اور گلائی ہوئی چاندی کے بیچا تو کپڑا کپڑے کے مقابل اور چاندی چاندی کے مقابل ہوگی اور اگر ایک چاندی دوسرے سے زائد ہو تو وہ کپڑے کے ساتھ مل کر دوسرے کپڑے کے مقابل ہوگی پس اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو حصہ صرف ٹوٹ گیا اور کپڑے کی بیع اُسکے مقابل کے عوض جائز رہی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ایک کپڑا اور دینار بعوض ایک کپڑے اور درم کے خریدا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صرف باطل ہوگئی اور باقی کی بیع جائز رہی کیونکہ یہ مختلف چیزین ہین پس برابر ہونا واجب نہین ہی اور یہ کہا جاویگا کہ دینار اور کپڑے کو درم اور کپڑے پر باعتبار قیمت کے تقسیم کیا جاوے پس درم مین سے جسقدر دینار کے حصہ مین پڑے وہی بیع صرف تھی کہ جو باطل ہوگئی اور باقی کی بیع ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک تلوار جو چاندی سے محلی ہی بعوض ایک کپڑے اور دس درم کے فروخت کی اور عوض پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے تلوار پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو پوری بیع باطل ہو جاویگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درم کے عوض سو دینار کی بیع قرار دی اور دونون مین کسی کے پاس نہ درم ہین اور نہ دینار ہین پھر ہر ایک نے اپنے موافق قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے دوسرے کو دیدیا تو جائز ہی اور ایسے ہی سونے کے پتر بعوض چاندی کے پتر کے اور چاندی کے پتر بعوض سونے کے پتر کے بیچنے کا بھی یہی حکم ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب پتر بھی نقدی کی طرح لوگون مین رائج ہون یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر ایک دینار بعوض درمون کے خریدا اور کسی کے پاس نہ درم ہین اور نہ دینار پھر ایک شخص نے اپنا بدل ادا کیا اور دونون جدا ہوگئے تو جائز نہین ہی اگر کسی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے خریدی اور دونون یقیناً جانتے ہین کہ اُسپر قرضہ نہین ہی تو خرید جائز نہین ہی اور یہ گویا بدون ثمن کے خریدنا ہی اور اگر یہ گمان ہو کہ اُسپر قرضہ ہی پھر دونون نے سچ کہا کہ اُسپر قرض نہین ہی تو خریدنا اس قرضہ کے مثل پر صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے ہزار درم بعینہ بعوض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے تھے پھر بجائے اُن کے سیاہ ادا کیے اور بائع رضامند ہوگیا تو جائز ہی اور ایسے ہی اگر درمون پر قبضہ کر لیا اور دینارون مین یہ چاہا کہ جو ٹھہرے ہین اُسکے سوا دوسری قسم کے ادا کرے تو بدون دوسرے کی رضامندی کے جائز نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر دونون نے بیع صرف ٹھہرائی اور نقد کو صاف نہ بیان کیا پس اگر شہر مین ایک ہی نقد چلتا ہی تو وہی رکھا جاویگا اور اگر شہر مین نقود مختلفہ ہون پس اگر رواج مین سب برابر ہون اور کوئی دوسرے سے بڑھکر نہو تو بیع جائز ہی اور اگر کوئی دوسرے سے بڑھکر ہو تو جائز نہین ہی اور اگر بعض بعض سے بڑھکر ہو لیکن ایک زیادہ رائج ہو تو بھی جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی نقد ان مین سے زیادہ معروف ہو اور عقد مین اُسکے سوا دوسرا

نقد شرط کیا تو عقد اُسی نقد پر جو شرط کیا ہو قرار پاویگا پھر اگر دونون نے اختلاف کیا اور ایک نے کہا کہ تو نے مجھسے فلان نقد جو اس نقد معروف سے بڑھکر ہو شرط کیا ہو اور دوسرے نے انکار کیا تو دونون پر قسم آویگی پس جو شخص قسم سے باز رہیگا اُسی پر دوسرے کا دعوی لازم ہوگا اور اگر دونون نے قسم کھائی تو بیع پھیر لینگے اور اگر دونون نے دلیل و گواہ پیش کیے تو جو شخص افضل نقد ہونے کا مدعی ہو اُسی کی دلیل مقبول ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہو

متصلات

لوہے کو لوہے کے عوض اور پیتل کو پیتل کے عوض یا اور ایسی چیزین جنمین ربوا جاری ہوتا ہو وہ فقط برابر ہونے مین بمنزلہ سونے اور چاندی کے ہین نہ قبضہ مین پس اُسی وقت قبضہ ہونا واجب نہین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو لوہا ایک ہی نوع ہو اُسکا جید اور ردی برابر ہو فقط وزن کی برابری سے بیع جائز ہوگی اور اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو جاوین تو بیع باطل نہوگی ولیکن شرط ہو کہ معین بعوض معین کے ہو اور یہی حکم تمام وزنی چیزون مین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور رصاص اور قلعی اور اُسرب یہ سب رانگ ہی کی قسم ہین اور سب وزنی ہین ولیکن بعض سے بعض بڑھکر ہو پس ایک کو دوسرے کے عوض فقط برابری سے بیچنا جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو تانبے کو بعوض کانسے کے اس طرح بیچنا کہ کانسہ ایک حصہ ہو اور تانبا دو حصہ ہو تو ہاتھون ہاتھ جائز ہو اس جہت سے کہ کانسے مین صنعت زیادہ ہو پس تانبے کی زیادتی اُسکے مقابل کیجاویگی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہے کیونکہ وہ ایک نوع ہو اور زیادتی صنعت سے جنس نہین بدلتی ہو اور کانسے کو بعوض سپید پیتل کے ہاتھون ہاتھ اس طرح بیچتے ہین کہ کانسہ ایک حصہ اور پیتل دو حصہ ہو کچھ ڈر نہین ہو اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اسی طرح سفید پیتل کو بعوض سرخ تانبے کے اس طرح بیچتے ہین کہ پیتل ایک حصہ اور تانبا دو حصہ ہو ہاتھون ہاتھ کچھ ڈر نہین اور اُدھار مین بہتری نہین ہو کیونکہ جنس اور وزن دونون کو شامل ہو اور جب ایک کی وجہ سے اُدھار حرام ہوتا ہو تو دونون کی وجہ سے بدرجۂ اولی حرام ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر دو مثقال چاندی اور ایک مثقال تانبا بعوض ایک مثقال چاندی اور تین مثقال لوہے کے خریدا تو جائز ہو اس طور پر کہ چاندی بعوض چاندی کے برابر کی جاوے اور باقی چاندی اور تانبا مقابل لوہے کے رکھا جاوے پس ربوا نہوگا اور ایسے ہی ایک مثقال پیتل اور ایک مثقال لوہا بعوض ایک مثقال پیتل و ایک مثقال رانگ کے خریدا تو جائز ہو کیونکہ پیتل پیتل کے مقابل اور رانگ لوہے کے مقابل ہو گیا یہ مبسوط مین لکھا ہو اور تجرید مین لکھا ہو کہ پیتل اور لوہے کے برتن لوگون کے تعامل سے عددی ہو جاتے ہین پس ایک دوسرے کے عوض ہر طرح فروخت ہو سکتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر لوگون مین ان برتنون کا وزن سے بیچنا رائج ہو نہ گنتی سے تو ان کو اپنی جنس کے عوض بیچنا فقط برابری کے ساتھ جائز ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ اگر تانبے کا برتن بعوض ایک رطل غیر معین لوہے کے خریدا اور کچھ میعاد نہ لگائی اور برتن پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے لوہا اسکو دیدیا ہو اور اگر لوہا دینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے پس اگر اس برتن کے وزن سے بیچنے کی عادت نہو تو بھی کچھ ڈر نہین ہو اور اگر وزن سے بکتا ہو تو اُدھار مین بہتری نہین ہو اور اگر مجلس مین لوہے پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے برتن پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو عقد فاسد نہوا اور اسی طرح اگر ایک رطل لوہا معین بعوض دو رطل رانگ کے غیر معین کے خریدا اور لوہے پر قبضہ کر لیا اور رانگ پر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو گئی اور

اگر دونون غیر معین ہون تو بیع فاسد ہوگی خواہ اُسی مجلس مین باہم قبضہ ہو جاوے یا نہو یہ مبسوط مین لکھا ہی

دوسری فصل چاندی وغیرہ چڑھی ہوئی تلوار یا اور ایسی چیزون کی بیع کے بیان مین کہ جن مین چاندی یا سونا اپنے غیر کے ساتھ فروخت کیا گیا اور اُس چیز کی بیع کے بیان مین کہ جو وزن سے فروخت ہوئی پھر کم یا زیادہ نکلی — اگر کوئی تلوار کہ جسپر چاندی کا حلیہ ہی یا روپہلی لگام بعوض اتنی خالص چاندی کے کہ جسکا وزن تلوار یا لگام کے حلیہ سے زائد ہی خریدی تو جائز ہی اور اگر حلیہ سے کم یا اُسکے برابر ہو یا کچھ نہ معلوم ہو تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر درم ہون کی مقدار بیع کے وقت معلوم نہ ہوئی پھر معلوم ہوئی تو تلوار کی چاندی سے زائد نکلی پس اگر دونون مجلس مین موجود ہونے کی حالت مین معلوم ہوئی تو بیع جائز ہی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد معلوم ہوئی تو جائز نہین ہی اور قدوری نے فرمایا کہ ایسے ہی اگر دانستہ لوگ اس مین اختلاف کرین بعضے کہتے ہون کہ ثمن تلوار کی چاندی سے زائد ہی اور بعضے کہتے ہون کہ برابر ہی تو بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر درم تلوار کے حلیہ سے زائد ہون پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے پس اگر وہ حلیہ تلوار مین سے بدون ضرر کے جدا نہین ہو سکتا تو کل کی بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر بدون ضرر کے جدا ہو سکتا ہی تو حلیہ کی بیع باطل اور تلوار کی جائز ہوگی اور اگر حلیہ سونے کا ہو اور ثمن درم ہون تو ہر طرح بیع جائز ہی اور اگر ثمن ادا کرنے مین میعاد کی شرط کی خواہ وہ ثمن حلیہ کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو تو پوری تلوار کی بیع باطل ہو جاویگی خواہ اس حلیہ کا جدا ہونا بدون ضرر کے ممکن ہو یا نہو اسی طرح اگر دونون جدا ہو گئے اور ایک نے خیار شرط کی تھی تو بھی بیع باطل ہی اور اگر بیع مین ثمن کی مدت قرار دی تھی پھر مشتری نے بقدر حلیہ کے ثمن ادا کر دیا تو استحسانًا بیع جائز ہی اگرچہ صاف ظاہر نہ کیا ہو کہ ثمن مقبوضہ حلیہ کا حصہ ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور جس مکان مین سونے یا چاندی کے پتر ہون تو اُسی جنس کے عوض بیچنے کا حکم مثل چاندی چڑھی ہوئی تلوار کے ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک سونے کا زیور جس مین موتی اور جواہر ہین دوسرے کے ہاتھ بعوض دینارون کے بیچا اور خریدار نے زیور پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ دینار زیور کے سونے کے برابر ہون یا کم ہون یا کچھ معلوم نہو تو پوری بیع جائز نہوگی نہ سونے نہ جواہر کی خواہ جواہر کا جدا کر لینا بدون ضرر کے ممکن ہو یا نہو اور اگر یہ دینار زیور کے سونے کے ثمن سے زیادہ ہون تو زیور کے سونے اور جواہر سب کی بیع جائز ہی پھر اسکے بعد اگر جدا ہونے سے پہلے پورا ثمن ادا کر دیا تو بیع پوری ہو گئی اور ایسے ہی اگر زیور کے سونے کے قدر ادا کیا تو بھی بیع جائز رہی اور اگر جدا ہونے تک کچھ بھی ادا نہ کیا تو زیور کے سونے کی خاص بیع فاسد ہو گئی اور جواہر کی بیع اگر بدون ضرر کے اُنکا نکالنا ممکن نہو تو فاسد ہو گئی اور اگر بدون ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور ایسا زیور کہ جسکے جواہر بدون ضرر کے جدا نہو سکتے ہون اگر اُسکی قیمت مین ایک دینار اُدھار کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ سونے کا حصہ مین عقد صرف واقع ہوا ہی پس میعاد کی شرط سے فاسد ہوگا اور موتی اور جواہرات کا جدا کر کے سپرد کرنا بدون ضرر کے ممکن نہین ہی پس جب تھوڑے کا عقد فاسد ہوا تو کل کا فاسد ہو گیا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر ایسا زیور ہو جسکے جواہرات کا بدون ضرر کے نکالنا ممکن ہی تو اس مسئلہ مین اختلاف ہونا چاہیے امام اعظم کے نزدیک جواہر کی بیع جائز نہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک ایسی تلوار جسپر حلیہ ہی بعوض اسقدر چاندی کے خریدی کہ جسکا وزن حلیہ سے زائد ہی اور ثمن مین سے بقدر حصہ حلیہ کے ادا کر دیا اور کہا کہ دونون کے ثمن مین یا کہا کہ تلوار کے ثمن مین

دیتا ہون یا کچھ نہ بیان کیا تو یہ ثمن حلیہ کا ہوگا اور کل کی بیع جائز رہیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر اس نے کہا کہ یہ ثمن خاص تلوار کے پھل کا ہی تو لحاظ کیا جاویگا کہ اگر حلیہ بدون ضرر کے جدا نہین ہوسکتا ہی تو جو اُسنے ادا کیا ہی وہ حلیہ کا ثمن ہوگا اور پوری بیع صحیح ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا ہوسکتا ہی تو حلیہ کی بیع باطل ہوجاویگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر اُسنے کہا کہ اسکے لے اسکا آدھا حلیہ کا ثمن ہی اور آدھا تلوار کا تو بھی بیع صرف باطل نہوگی اور سب حلیہ کا ثمن رکھا جائیگا یہ تبیین مین لکھا ہی ہشام نے روایت کی کہ امام ابو یوسف رحمتہ فرمایا کہ اگر تلوار کا حلیہ بدون تلوار کے بیچا تو جائز نہین ہی مگر جب اس شرط پر فروخت کیے کہ مشتری اسکو جدا کرلے تو دونون کے جدا ہونے سے پہلے اُسکو جدا کریگا اور اگر بیچنے مین یہ شرط نہ لگائی پھر جدائی سے پہلے بائع نے کہا کہ مین نے تجکو اسکے الگ کرلینے کی اجازت دی تو امام نے فرمایا کہ اگر جدائی سے پہلے اُسنے الگ کرلیا تو بیع جائز ہی اور اگر الگ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوگئی ہشام کہتے ہین کہ مین نے پوچھا کہ اگرچہ مشتری نے تلوار پر قبضہ کرلیا ہو جب بھی نہین جائز ہی تو فرمایا کہ جائز نہین ہی کیونکہ جب تک حلیہ کو تلوار سے الگ نہ کریگا اُسپر قابض نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک ایسی باندی فروخت کی کہ جسکی قیمت ہزار مثقال چاندی ہی اور اُسکے گردن مین ایک چاندی کا طوق ہی کہ جسمین ہزار مثقال چاندی ہی اور اُسکا ثمن دو ہزار مثقال چاندی ٹھہری پھر مشتری نے ایک ہزار مثقال ادا کیے اور پھر دونون جدا ہوگئے تو جو ادا کیا ہی وہ طوق کی قیمت ہی اور اگر دو ہزار مثقال پر اسی طرح خرید کیا کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار اُدھار ہون تو نقد ثمن طوق کے دام ہون گے اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ یہ ایک ہزار دونون کے دامون مین سے تو صرف طوق کے دام سمجھے جاوینگے اور پوری بیع صحیح ہوگی اور اگر اُسنے تصریح کردی کہ ہزار باندی کا ثمن ہی اور قبضہ کے بعد دونون جدا ہوگئے تو طوق کی بیع باطل ہوجاویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر ایک کنگن مع کپڑے کے بعوض بیس درم کے خرید اور کنگن پر قبضہ کیا اور دس درم ادا کردیے پھر دونون جدا ہوگئے تو یہ دس درم استحساناً کنگن کا حصہ رکھا جائیگا اور اگر دس درم ادا کرکے اُسنے کہا کہ دونون کے ثمن مین سے تو بھی پہلی صورت کے موافق رکھا جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ یہ خاص کپڑے کا حصہ ثمن ہی اور دوسرے نے انکار کیا یا اقرار کیا اور اسی پر دونون جدا ہوگئے تو کنگن کی بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر کنگن ایک شخص کا ہو اور اُسکی قیمت دس درم ہو اور کپڑا دس درم قیمت کا دوسرے شخص کا ہو پھر دونون کسی شخص کے ہاتھ بیس درم کو فروخت کرین اور ہر ایک نے اپنا مال فروخت کیا مگر بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی پھر مشتری نے کنگن والے کو دس درم دیدیے تو وہ خالص اسی کے ہون گے دوسرا اس مین شریک نہوگا اور اگر دونون نے کپڑے کو بیچا اور دونون نے کنگن کو بیچا پھر اُسنے کنگن والے کو دس درم دیے پھر دونون جدا ہوگئے تو آدھے کنگن کی بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایک حلیہ دار تلوار بعوض دینار کے خریدی اور اُسپر قبضہ کرکے دینار ادا کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی اور دوسرے نے اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ سب جدا ہوگئے تو دونون بیع باطل ہوجاوینگی اور تلوار پہلے بائع کو واپس ملیگی اور اگر دوسرے مشتری اور اُسکے بائع نے باہم قبضہ کرلیا ہو نہ اول بائع نے تو دوسری بیع صحیح ہوگی اور پہلا مشتری اپنے بائع کو تلوار کی قیمت ادا کرے اور ایسے ہی اگر مشتری نے اُسکا آدھا فروخت کیا تو آدھے کی بیع صحیح ہوگی اور آدھی تلوار پہلے بائع کو واپس ملیگی اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ ٹکڑے ہونے کے عیب کی وجہ سے قبول نہ کرے اور دوسرے آدھے کی قیمت کی ضمان دیگا یعنے مشتری ۱۲

یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک حلیہ دار تلوار دو شخصون مین مشترک تھی پھر ایک نے اپنا نصف حصہ ایک دینار کے عوض اپنے شریک یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہی اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ بیچا اور اُسنے دینار ادا کر دیا اور تلوار گھر مین رکھی ہی پھر اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر ایک حلیہ دار تلوار جسمین سو درم حلیہ ہی بعوض دو سو درم کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اس مین دو سو درم حلیہ ہی تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر دونون کے قبضہ کرنے اور جدا ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا تو پورا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر جدا ہونے سے پہلے معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو ثمن مین سو درم بڑھا دے ورنہ کل کا عقد فسخ کر دے اور اگر دونون کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ اسکا حلیہ دو سو درم بھر ہی اور تلوار کو بعوض دو سو درم بیچا پھر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے سو درم بڑھانا چاہے تو عقد جائز نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ سو درم ہی بعوض سو درم کے بیچا پھر جدائی سے پہلے اُسکو تولا تو زیادہ پایا پس مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو درمون مین بڑھا کر اُسکے برابر وزن مین لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر کم نکلا تو بھی ایسا ہی حکم ہی اور اگر دونون جدا ہو گئے تھے پھر اُسکو ڈیڑھ سو درم پایا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اسکا دو تہائی سو درم مین لے ورنہ چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کم پایا تو بھی اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے مثل وزن پر لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر گلائی ہوئی چاندی سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ یہ سو درم بھر ہی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر وہ دو سو درم نکلی تو مشتری کو اُسکی آدھی ملیگی اور اُسکو خیار نہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور یہ سب حکم اس صورت مین ہی کہ جب خریدنا اُسی جنس کے عوض واقع ہو اور اگر بعوض خلاف جنس کے ہو مثلاً ایک حلیہ دار تلوار اس شرط پر کہ اُسکا حلیہ سو درم ہی بعوض دس دینار کے خریدی یا ایک چاندی کی چھاگل اس شرط پر کہ ہزار درم بھر ہی بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی یا گلائی ہوئی چاندی اس شرط پر کہ وہ ہزار درم بھر ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی تو ان سب صورتون مین بیع جائز ہی اور جب عقد جائز ٹھہرا تو چاندی کی صورت مین جو وزن مشتری سے ٹھہرا ہی اُس سے زیادہ مشتری کو بلا عوض دیا جائیگا اور چھاگل کی صورت مین زیادتی بلا عوض بیچا ویگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ثمن دینار ٹھہرے ہون پھر برتن کو ناقص پایا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ایک موتی اس شرط پر کہ اُسکا وزن ایک مثقال ہی ایک درم کو خریدا پھر وہ بڑھتی نکلا تو مسلم مشتری کو دیدیا جاویگا اور اگر یہ ٹھہر گیا ہو کہ ہر مثقال اتنے درم کو ہی پھر بڑھے تو پورا واپس کرے یا زیادتی کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور اگر چاندی کا کنگن بعوض درمون کے بیچا اور کہا کہ ہر درم اتنے کو ہی یا نہ کہا پھر وہ زیادہ نکلا اور دونون جدا نہین ہوئے ہین تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ زیادتی کے قدر حصہ بڑھا کر لیوے اور بلا عوض نہ بیچا ویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر تلوار پر سونے یا چاندی کا ملمع ہی پھر اُسکے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال مین بیع جائز ہی اور ملمع کا اعتبار نہین ہی کیونکہ وہ کھپ گیا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر چاندی کا پانی پھری ہوئی لگام بعوض درمون کے اس سے کم یا زیادہ پر خریدی تو جائز ہی اور ایسے ہی اگر کسی مکان مین سونیکا پانی پھرا ہو اور اُسکو بعوض میعادی ثمن کے خریدا تو جائز ہی اگرچہ اُسکی چھتون مین ثمن سے زائد سونیکا پانی پھرا ہو یہ حاوی مین لکھا ہی

تیسری فصل۔ پیسون کی بیع کے بیان مین۔ پیسے بھی درمون کے مانند اگر ثمن گردانے جاوین تو عقد مین

تعین نہیں ہوتے ہیں اگرچہ معین کیے جاویں اور نہ ان کے تلف ہونے سے عقد فسخ ہوتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے
اگر کسی نے درموں کے عوض پیسے خریدے اور ثمن ادا کر دیا اور بائع کے پاس پیسے نہ تھے تو بیع جائز ہے پس اگر
بائع نے پیسے کسی سے قرض لیکر جدا ہونے سے پہلے یا بعد اسکے مشتری کو دیدیے تو بیع پوری ہو گئی بشرطیکہ درموں
پر مجلس میں قبضہ کر لیا ہو اور ایسا ہی اگر پیسوں پر قبضہ کر لیا اور درموں پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بھی جائز ہے
یہ مبسوط میں لکھا ہے حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ اگر پیسے بعوض درموں کے خریدے اور نہ اس کے
پاس پیسے تھے اور نہ اس کے پاس درم پھر کسی ایک کے ادا کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور
اگر کسی نے نہ ادا کیا اور جدا ہو گئے تو جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پیسوں کو پیسوں کے عوض بیچا پھر دونوں
کے قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہ کیا۔ یا دونوں
نے قبضہ کیا پھر جدا ہونے کے بعد جو ایک کے قبضہ میں ہے اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا اور اسنے لے لیا تو بیع اپنے
حال پر صحیح رہیگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی یا سونے کی انگوٹھی جسمیں نگینہ تھا یا نہ تھا کسی قدر
پیسوں کے عوض خریدی اور پیسے اسکے پاس نہیں ہیں تو یہ جائز ہے خواہ جدائی سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا ہو یا
نہ کیا ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر چاندی کا پتر بعوض فلوس غیر معینہ کے بیچا اور بہی
قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے اور اگر پتر اسکے پاس موجود نہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر
آدھے درم کے پیسوں پر کوئی چیز خریدی تو صحیح ہے۔ اور اسپر اتنے پیسے واجب ہوں گے جو آدھے درم کو بکتے ہیں
اور ایسے ہی تہائی یا چوتھائی درم کہنا بھی جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر ایک دانگ پیسے یا ایک قیراط پیسے کے
عوض خریدی تو استحسانا درست ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ دانگ اور قیراط لوگوں میں مختلف
نہو اور اگر مختلف ہو کہ بعض دس کا اور بعض نو کا لیتے ہوں تو جھگڑے کی وجہ سے عقد جائز نہوگا یہ محیط سرخسی
میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ بعوض ایک درم پیسوں کے یا دو درم پیسوں کے خریدی تو بھی امام ابو یوسف رح کے
نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہیں ہے ایک درم سے کم میں جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف
کا قول اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ایک درم دیا اور کہا کہ اسکے آدھے کے پیسے دیدے اور
آدھے کا ایک چھوٹا درم دیدے تو جائز ہے پس اگر چھوٹا درم اور پیسے لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں کا عقد قائم
ہے اور حصہ درم کا ٹوٹ گیا اور اگر اسنے بڑا درم نہیں دیا تھا اور جدا ہو گئے تھے تو کل کی بیع ٹوٹ جاویگی یہ ذخیرہ میں
لکھا ہے اور اگر کہا کہ آدھے درم کے پیسے دے اور باقی آدھے کے عوض ایک چھوٹا درم کہ اسکا وزن آدھے درم کے
برابر ہو مگر ایک حبہ یعنے ایک حبہ کم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع باطل ہو جاویگی اور صاحبین کے نزدیک
خاص چھوٹے درم کی بیع باطل ہو گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دینے کا لفظ مکرر کہا تو امام کے نزدیک بھی یہی
حکم ہے جو صاحبین کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر ایک ایسا درم زیف جو نہیں چلتا ہے دوسرے
کے ہاتھ بیچا بعوض پانچ دانگ پیسوں کے اور اسکا عیب معلوم تھا تو یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر آدھے درم
پیسے اور ایک چھوٹے درم کے عوض جسکا وزن دو دانگ ہے بیچا۔ تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے دونوں
قبضہ کریں اور اگر پانچ دانگ چاندی کے عوض یا بعوض ایک درم کے سوائے ایک قیراط چاندی کے بیچا

تو جائز نہین ہو اور اگر کہا کہ بعوض اس چاندی کے میرے ہاتھ اتنے پیسے فروخت کر تو جائز ہو اور اگر اُسکو پانچ چھٹے درم یا آدھے درم کے عوض بیچا تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اگر سو پیسے بعوض ایک درم کے خریدے پھر درم پر قبضہ کیا اور دوسرے نے پیسے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ پیسے کاسد ہو گئے تو قیاساً بیع باطل نہوگی اور مشتری کو اختیار رہوگا کہ اگر چاہے تو اُن کاسد پیسون پر قبضہ کرے ورنہ بیع فسخ کردے اور یہی قول امام زفر کا ہو اور استحساناً بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پچاس پیسون پر قبضہ کیا پھر پیسے کاسد ہو گئے تو آدھے کی بیع باطل ہو جاویگی پس آدھا درم واپس کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر وہ پیسے کاسد نہوے ولیکن ارزان یا گران ہو گئے تو بیع فاسد نہوگی اور باقی پیسے مشتری کو ملین گے یہ حاوی مین لکھا ہے اگر درم کے عوض کچھ پیسے خریدے اور اُن پر قبضہ کر لیا اور درم نہ دیا یہانتک کہ پیسے کاسد ہو گئے تو بیع جائز ہو اور درم اُسپر قرض ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر ایسے درمون کے عوض جنمین میل زیادہ ہو یا پیسون کے عوض کوئی چیز خریدی اور حالانکہ یہ دونون چلتے تھے یہانتک کہ بیع جائز ہو گئی اور ہنوز مشتری نے بائع کو نہ دیے تھے کہ انکا چلن جاتا رہا اور کاسد ہو گئے تو بیع باطل ہو جاویگی اور لوگون کو دستیاب نہونا مثل کاسد ہو جانے کے ہو اور مشتری پر واجب ہوگا کہ بیع اگر باقی ہو تو واپس کرے اور اگر نہ باقی ہو تو اُسکا مثل واپس کرے اگر وہ مثلی چیز ہو ورنہ اُسکی قیمت واپس کرے اور اگر بیع پر قبضہ نہوا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اس بیع کا کچھ فائدہ نہین ہو اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل نہوگی اور جب بیع باطل نہوئی اور سپردگی ناممکن متعذر ہو تو اُسکی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک بیع کے دن کی قیمت اور امام محمد رح کے نزدیک کاسد ہونے کے روز کی قیمت واجب ہوگی اور ذخیرہ مین لکھا ہو کہ امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہو اور محیط اور یتیمیہ اور حقائق مین ہو کہ لوگون پر آسان کرنے کے واسطے امام محمد کے قول پر فتوی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو اگر کوئی معین مال یا معین اسباب یا معین میوہ بعوض پیسون کے خریدا اور پیسے اُسکے پاس نہین ہین تو جائز ہو اور اگر معین مال بعوض معین پیسون کے خریدا تو مشتری ان پیسون کے سوا دوسرے جنکا لوگون مین چلن ہو دے سکتا ہو اور اگر ان فلوس معینہ کو دیا اور دونون جدا ہو گئے پھر اُن مین ایک ایسا پیسا پایا جو نہین چلتا ہو پھر واپس کر کے اُسکو بدل لیا پھر ایسی صورت مین کہ جس مین پیسے مال کا ثمن ہین عقد باطل نہین ہوتا ہو خواہ یہ واپس کیے ہوے پیسے تھوڑے ہون یا بہت ہون اور خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور اگر یہ پیسے درم کا ثمن ہون تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو درم پر قبضہ ہو گیا ہوگا یا نہوا ہوگا پس اگر قبضہ ہو گیا ہو پھر ایسا پیسا واپس کیا جو نہین چلتا ہو اور بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بیع اپنی صحت پر باقی رہیگی اور ایسے ہی اگر سب پیسے اس صورت مین ایسے پاے کہ نہین چلتے ہین اور اُن کو واپس کر کے بدلا یا نہ بدلا تو بھی عقد اپنی صحت پر باقی رہیگا اور اگر درمون پر قبضہ نہین ہوا ہو پس اگر سب پیسون کو ایسا ہی پایا جو نہین چلتے ہین اور واپس کیا تو امام اعظم رح اور زفر رح کے نزدیک عقد باطل ہو جائیگا خواہ اُسنے واپسی کی مجلس مین بدل لیے ہون یا نہ بدلے ہون اور صاحبین نے کہا کہ اگر واپسی کی مجلس مین بدل لیے تو عقد صحیح رہیگا اور اگر نہ بدلے تو ٹوٹ جائیگا اور اگر بعضے ایسے ہون کہ جو نہین چلتے ہین اور اُن کو واپس کیا تو قیاس چاہتا ہو کہ عقد اُن کی مقدار تک خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون ٹوٹ جاے خواہ واپسی کی مجلس مین بدلا ہو یا نہ بدلا ہو اور یہ امام اعظم کے قول

ف کاسد یعنی اسکا چلن جاتا رہا ۱۲

مین سے ہے اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے ولیکن امام اعظمؒ نے قلیل کے باب مین اگر واپس کر کے اسی مجلس مین بدل لیا تو استحساناً کہا ہے کہ عقد نہ ٹوٹیگا اور قلیل کی حد بیان کرنے مین امام اعظمؒ سے مختلف روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہے کہ اگر آدھے سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر آدھے تک پہونچ جاوے تو کثیر ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تہائی سے زائد ہو تو کثیر ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ خواہ تھوڑے واپس کرے یا بہت اگر مجلس واپسی مین اُن کو بدل لیا تو عقد نہ ٹوٹیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب یہ فلوس ایسے ہون کہ کبھی چلتے ہین اور کبھی نہین چلتے ولیکن اگر ایسے پیسے ہون گے جو کبھی نہین چلتے ہین اور بائع اور مشتری جدا ہو چکے ہین پھر اُسنے واپس کیے تو عقد ٹوٹ جائیگا خواہ اُسی مجلس مین بدل لیے ہون یا نہ بدلے ہون اور اگر بعض پیسے اس صفت کے پائے اور اُن کو واپس کر دیا تو بقدر اُن کے عقد ٹوٹ جائیگا خواہ مجلس واپسی مین بدلے ہون یا نہ بدلے ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کچھ پیسے بعوض درمون کے خریدے اور دونون جدا ہو گئے پھر کسی قدر پیسون کا کوئی حقدار پایا اور حقدار نے اجازت نہ دی پس اگر پیسون کے خریدار نے درم دیا ہے تو وہ اُن کے مثل بدل لے اور عقد جائز ہوگا اور اگر اُسنے درم نہین دیا ہے تو بقدر استحقاق کے عقد ٹوٹیگا اگر بعض پیسون کا کوئی حقدار ہوا تو اُسکے قدر اور کل کا کوئی حقدار ہوا تو پورا عقد ٹوٹ جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے

چوتھی فصل کانون مین اور سنارون کی مٹی مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین

- اور کان کی مٹی سے سونے اور چاندی کو پاک کرنے پر مزدور مقرر کرنا بھی اس بیان مین داخل ہے - اگر سونے کی مٹی بعوض سونے کے یا چاندی کی مٹی بعوض چاندی کے خریدی تو جائز نہین ہے مگر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ اس مٹی مین اُس قدر ہے کہ جتنا یہ دیتا ہے اور ایسے ہی اگر بعوض سونے اور چاندی کے بیچی تو بھی جائز نہین ہے اور اگر سونے کی مٹی بعوض چاندی کے یا چاندی کی مٹی بعوض سونے کے خریدی تو ہاتھون ہاتھ جائز ہے اور جو کچھ اس مین سے نکلے اُسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا اور اگر کچھ سونا نہ نکلا تو بیع جائز نہین اور ثمن واپس کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر ایک قفیز مٹی غیر معین کو بعوض کسی مال یا اسباب کے یا سونے کے خریدا یا کوئی اسباب بعوض ایک قفیز مٹی غیر معین کے خریدا تو بیع جائز نہین کیونکہ معقود علیہ مجہول ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے - اور اگر آدھی مٹی یا چوتھائی مٹی خریدی تو جائز ہے اور جو اسمین سے نکلیگا وہ دونون مین بقدر اپنی اپنی ملکیت کے مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر وہ مٹی سونے اور چاندی کی ہو پس اگر سونے یا چاندی کے عوض بیچی جاوے تو جائز نہین ہے اور اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جاوے تو جائز ہے اور ہر جنس اپنے خلاف کے مقابل ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس مٹی مین سونا ہے یا یہ نہ معلوم ہو کہ اس مین دونون چیزین ہین یا ایک ہے پس اگر سونے یا چاندی کے (یعنی دونون کے عوض) عوض بیچی جاوے تو جائز نہین ہے اور ایسے ہی اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جاوے تو بھی جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر اُسکے مثل مٹی کے عوض خریدی جاوے تو بھی جائز نہین اور اگر اُسکے خلاف جنس مٹی کے عوض خریدی جاوے تو جائز ہے اور اگر دونون مین سے کچھ نکلا تو بیع صرف ہوگی اور اگر دونون مین سے یا ایک مین سے کچھ نہ نکلا تو بیع باطل ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر بعوض کپڑے یا کسی قسم کے اسباب کے خریدی تو خرید کرنا جائز ہے اور اس مین بیع صرف کے شرائط ملحوظ نہون گے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور یہی حکم سنارون کی مٹی کا ہے یہ محیط سرخسی

مین لکھا ہی۔ اور شعبی سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ سنارون کی مٹی فروخت کرنے مین بہتری نہین ہی اور یہ بھی مثل پانی کے اندر مچھلی بیچنے کے ایک دھوکا ہی اور ہم اسی قول کو لیتے ہین ولیکن یہ حکم اُسوقت ہی کہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس مین کچھ سونا اور چاندی ہی یا نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر کسی نے سنارون کی مٹی بعوض اسباب کے خریدی اور اس مین کچھ سونا یا چاندی نہ نکلا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس نے صرف مٹی کو نہین خریدا ہی جو کچھ اُس مین ہی وہ خریدا ہی پس اگر اُس مین سونا یا چاندی ہو تو بیع جائز ہوگی اور سنار کو یہ حلال نہین ہی کہ اس مٹی کا ثمن اپنے کھانے مین صرف کرے کیونکہ جو کچھ اس مین ہی وہ لوگون کا مال ہی الا اُس صورت مین کہ اُس نے لوگون کو ادا کرتے وقت جو کچھ انکا مال مٹی مین گر پڑا ہی اُسکے عوض کچھ زیادہ کرکے ادا کیا ہو پس اگر اُسنے ایسا کیا ہو تو اُسکو اس مٹی کا ثمن کھانا حلال ہی اور یہ بھی امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب تک مشتری کو سنار یہ خبر نہ دے کہ مین نے لوگون کو انکا مال پورا کردیا ہی تب تک اُسکو خرید کرنا جائز نہین ہی کیونکہ مشتری یقیناً جانتا ہی کہ سنار اسکا مالک نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی ایسا دار کہ جس مین سونے کی کان تھی بعوض سونے کے خریدا تو جائز نہین ہی اور بعوض چاندی کے خریدا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصون مین مشترک تھی اور اُن دونون نے اٹکل پر تقسیم کرلیا تو جائز نہین ہی اور اگر مٹی مین سے جدا کرکے باعتبار وزن کے تقسیم کیا تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر کسی شخص کا دوسرے پر کچھ قرض تھا پھر اُسنے کوئی معین مٹی ہاتھون ہاتھ دیدی پس اگر قرضہ چاندی تھا اور اُسنے چاندی کی مٹی دی تو جائز نہوگا اور اگر سونے کی مٹی دی تو جائز ہی اور جو کچھ اس مین سے برآمد ہو اُسکے دیکھنے کے وقت قرضخواہ کو اختیار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کسی نے سونے یا چاندی کی مٹی دوسرے سے قرض لی تو اُسپر مثل اُسکے قرض ہوگا جو مٹی سے نکلے اور اُسکی مقدار بیان کرنے مین قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس شرط پر وہ مٹی قرض لی کہ اُسکے مثل مٹی ادا کریگا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کان مین گڑھا کیا پھر اُس گڑھے کو بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر کسی ہی وہ زمین مین کوئی گڑھا کھودا تو وہ اُسکا مالک ہوگا کسی نے کان کی مٹی صاف کرنے کے واسطے اُس کان کی معین مٹی کے عوض کوئی مزدور کیا تو جائز ہی اور جو کچھ اس مین سے اُسکے دیکھنے کے وقت اُسکو خیار ہوگا پس اگر اُسنے واپس کیا تو اُس شخص سے اپنی مزدوری کے مثل لے لے اور اگر اُسکو کسی غیر معین مٹی کے کسی قدر وزن پر مزدور کیا تو جائز نہین ہی اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ کسی کان مین گڑھا کرے اور جو کچھ اس مین سے نکلے اُسکا آدھا مزدوری ہی تو جائز نہین ہی اور اُسکو موافق کام کے مزدوری ملے گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے ایک مزدور کیا کہ جو سونے یا چاندی کو کان کی مٹی یا سنارون کی مٹی سے صاف کرکے اُسکے لیے نکالتا تھا تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو اُس سے کہا کہ مین نے تجھکو اسواسطے مزدور کیا کہ تو ہزار درم چاندی میرے واسطے اس مٹی سے صاف کردے یا کہا کہ ہزار مثقال سونا اس مٹی سے نکالدے اور یہ نہین معلوم کہ اس مٹی سے جسکی طرف اشارہ کرتا ہی اس قدر سونا یا چاندی نکلے گا یا نہین تو ایسی مزدوری جائز نہین ہی اور یا یہ کہا کہ مین نے تجھکو اس واسطے مزدور کیا کہ تو اس مزدوری پر میرے لیے سونا یا چاندی اس مٹی مین سے نکالدے اور یہ جائز ہی اور یا یہ کہے کہ مین نے تجھکو اس واسطے مزدور کیا کہ تو میرے واسطے ہزار درم چاندی مٹی مین سے نکالدے اور کسی مٹی کی طرف اشارہ نہ کیا تو یہ بھی ناجائز ہی جیسا کہ کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ بعوض ایک درم کے ایک قمیص میرے

واسطے سی دے اور کپڑا معین نہ کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی لگام کسی شخص کو اسواسطے دی کہ وہ کسی قدر وزن معلوم کی چاندی اس لگام پر ملمع کر دے کہ وہ اس شخص پر قرض رہیگی اور کسی قدر معلوم مزدوری وہ اُسکو دیگا تو یہ جائز ہی اور اُسپر مزدوری اور قرض لازم آئیگا اور اگر چاندی کی مقدار مین جو ملمع مین صرف ہوئی ہی دونون اختلاف کرین تو لگام کے مالک کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا اور اُسکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر اُسنے کہا کہ تو اسپر سو درم بھر چاندی کا ملمع کر دے اس شرط پر کہ مین تجھکو اُسکا ثمن اور تیرے کام کی مزدوری سب دس دینار دونگا اور اسی قول پر دونون جدا ہو گئے تو یہ فاسد ہی اور جب بعینہ اُسکا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو اُسکا مثل واپس کرنا اسپر واجب ہی اور اُسکو اپنے کام کے موافق دیناروں مین سے اجرت ملیگی مگر جسقدر اُسنے بیان کیا ہی اُس سے تجاوز نہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی

پانچوین فصل عقد صرف مین قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کے تلف کر دینے کے بیان مین

ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے خریدا اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اُسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس مشتری نے کہا کہ مین کنگن لیکر توڑنے والے سے اس کی ضمان لونگا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے خریدا اور دینار دیدیا پھر مجلس مین کسی نے اُسکو جلا دیا تو مشتری کو خیار ہوگا پس اگر اُسنے بیع تمام کرنی چاہی اور چاہا کہ جلانے والے سے کنگن کی قیمت مین سونا لے پس اگر مشتری اور بائع کی جدائی سے پہلے اُسکی قیمت پر قبضہ کر لیا تو جائز ہی اور اگر اُسمین دینار پر کچھ زیادتی ہو تو صدقہ کر دے اور اگر قیمت پر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو جاویگی اور بائع کو چاہیے کہ دینار واپس کرے اور جلانے والے سے کنگن کی قیمت لے یہ قول امام محمد رح کا ہی اور پہلا قول امام ابو یوسف رح کا بھی یہی ہی پھر اُنھون نے رجوع کیا اور کہا کہ جب مشتری نے جلانے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اُس سے قیمت لینے سے پہلے دونون کے جدا ہونے سے صرف باطل نہوگی اور یہی قول امام اعظم کا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک حلیہ دار تلوار کہ جس مین پچاس درم حلیہ ہی بعوض سو درم کے یا بعوض دس دینار کے خریدی اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کسی شخص نے تلوار کی حمائل یا اُسکا نیام کچھ بگاڑ دیا پھر مشتری نے تلوار کا لینا اختیار کیا اور بگاڑنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اُسکو یہ پہونچتا ہی لیکن اگر اُسنے تلوار پر قبضہ کر لیا اور بگاڑنے والے نے جو کچھ بگاڑا ہی اُسکی قیمت کی ضمان پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو کچھ اُسکو مضر نہین ہی اور اگر تلوار پر قبضہ نہ کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو بالاجماع سب کا عقد فاسد ہو جاویگا اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُسنے تلوار مین سے کوئی چیز بگاڑی ہو اور اگر اُسنے پوری تلوار بگاڑی ہو مثلاً اُسکو آگ مین جلا دیا اور مشتری نے اُسکا دامنگیر ہونا اختیار کیا پس اگر بائع سے جدا ہونے سے پہلے مشتری نے پوری تلوار کی قیمت یا فقط حلیہ کی قیمت اُس سے لے لی ہی تو سب کا عقد جائز ہوگا اور اگر حلیہ کی قیمت پر قبضہ نہین کیا ہی اور بائع سے جدا ہو گیا تو مسئلہ مین ویسا ہی اختلاف ہی یعنی امام اعظم رح اور امام ابو یوسف کے نزدیک قول کے موافق عقد بالکل باطل نہوگا اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق باطل ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک تلوار حلیہ دار کہ جس مین پچاس درم چاندی ہی بعوض سو درم کے خریدی پھر کسی نے اُسکے حلیہ کا بکرہ جلا دیا اور مشتری نے بیع کا تمام کرنا اور جلانے والے کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا پھر بکرہ کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو خاصتہً بکرہ کی بیع ٹوٹ جاویگی اور تلوار کی نہ ٹوٹیگی اور یہ امام محمد رح

کے نزدیک ہی اور امام ابویوسف رح کے دوسرے قول مین بکرہ کی بیع بھی نہ ٹوٹیگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

تیسرا باب بعد عقد کے دونون عقد کرنے والون کے تصرفات کے بیان مین اور اس مین چند فصلین ہین۔

فصل اول قبضہ سے پہلے بدل الصرف مین تصرف کرنے کے بیان مین اور اُن چیزون اور صورتون کے بیان مین کہ جو اس کے بدل کا قصاص ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین اگر بدل الصرف کے عوض کوئی چیز اُس سے یا دوسرے شخص سے خریدی یا اُس سے بدلی اور ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی تو جائز نہین ہی اور بیع الصرف اپنے حال پر باقی رہیگی کہ اُسپر قبضہ کرکے عقد بیع تمام کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دونون نے قبضہ کر لیا مگر صرف ایک درم دس مین سے رہ گیا کہ وہ اُسکے بائع کے پاس نہ تھا پس خریدار نے ارادہ کیا کہ دینار کا دسوان حصہ واپس کرلے تو واپس کرسکتا ہی اور یہ حکم اس اطلاق کے ساتھ اُس صورت مین صحیح ہی کہ جب دسوان حصہ ادا کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہون اور اگر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے دینار کا دسوان حصہ واپس کرنا چاہا تو بدون دوسرے کی رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہی ولیکن اگر اُس سے کہا کہ دسوین حصہ دینار کے عوض کسی قدر معین پیسے یا کوئی خاص اسباب میرے ہاتھ فروخت کردے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر دینار بیچنے والے نے کہا کہ کوئی چیز درم کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اُسنے بیچی تو جائز نہین ہی خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک ہزار درم معین بعوض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے تھے پھر بجاے اُن کے سیاہ دیلیے اور بائع راضی ہو گیا تو جائز ہی اور مراد سیاہ سے وہ درم ہین جو سیاہ چاندی کا سکہ ہون اور دراہم بخاریہ نہین مراد ہین کیونکہ اگر ایک دینار سپید چاندی کے درمون کے عوض بیچا اور بجاے ان درمون کے درم بخاری پر قبضہ کیا تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی اگر درمون پر قبضہ کیا اور چاہا کہ سواے معین دینار دو کے دوسری قسم کے ادا کرے تو جائز نہین ہی مگر جب کہ دوسرا راضی ہو جاوے اور اگر وہ راضی ہو گیا تو بدلنے والا نہوگا بلکہ پورا حق لینے والا ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہی کہ جب دوسری قسم کے دینار گھٹے ہوے ہون اور اگر معین دینارون سے بڑھکر ہون تو دینے مین دوسرے کی رضامندی کی حاجت نہین ہی کیونکہ وہ اسکا پورا حق اور زیادہ دیتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر واجبی حق کے درمون سے جید یا ردی درم لے لیے اور یہ درم لوگون کے معاملات مین واجبی درمون کے قائم مقام چلتے ہون تو جائز ہی اور یہ بھی بدلنا نہین ہی بلکہ اپنا حق لے لینا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کتاب الصرف مین ہی کہ اگر ایک ہزار درم بعینہ بعوض سو دینار کے خریدے اور یہ درم سپید تھے پھر درم کے خریدار نے چاہا کہ اپنے بائع کو جید دینار دیکر احسان کرے اور اُسنے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہی اور یہ صورت ویسی ہی جیسی جامع مین مذکور ہی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہون پھر وہ جید ایک ہزار درم لادے اور قرض خواہ قبول نہ کرے تو اُسپر جبر نہ کیا جاویگا اگرچہ وہ اسکا حق اور زیادہ دیتا ہی کیونکہ یہ احسان ہی اور اسکو احسان نہ اُٹھانیکا اختیار ہی اور اسی طرح اگر اُس سے ایک قسم کے دینار خریدے اور بائع سے کہا کہ مجھے ان کے سوا دوسرے دینار دے تو یہ نہین کرسکتا ہی اگرچہ جس قسم کے طلب کرتا ہی وہ اسکے حق سے گھٹ کر ہون

لیکن اگر دوسرا راضی ہو جاوے تو جائز ہی اور منتقی مین لکھا ہی کہ جسپر سیاہ درم آتے ہین اُسکو جائز ہی کہ سپید ادا کرے جو سیاہ کے مانند یا اُس سے جید ہون اور دوسرے پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اسی طرح جس پر سپید درم آتے ہین اگر اُسنے اُسکے مثل سیاہ ادا کیے تو بھی قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا اور یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر دونون بیع صرف کرنے والون مین سے ایک نے دوسرے کو بری کیا یا ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو صرف ٹوٹ جاویگی اور اگر نہ قبول کیا تو نہ ٹوٹے گی اور اگر ہبہ کی اور اُسنے قبول نہ کی اور ہبہ کرنے والے نے اُس چیز کو لینے سے انکار کیا تو اُسپر جبر کیا جاویگا کہ قبضہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک چاندی کا کنگن جو دس درم بھر ہی بعوض دس درم کے بیچا اور کنگن دیدیا اور درم پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ کنگن کے خریدار نے کنگن اُسکو ہبہ کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے کنگن کا ثمن جدا ہونے سے پہلے اُسکو ادا کیا تو بیع صحیح اور ہبہ جائز ہی اور اگر دینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع اور ہبہ دونون باطل اور کنگن اُسکے بائع کو پھر جائیگا اور نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ کسی نے ایک دینار بعوض بیس درم کے دوسرے سے خریدا اور دینار پر قبضہ کیا اور درم نہ دیے یہان تک کہ مشتری نے دینار اُسکے بائع کو ہبہ کیا پھر درم ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گیا تو دینار مین ہبہ جائز ہی اور دینار بیچنے والے کا اُسکے خریدار پر ایک دینار اُسکے مثل چاہیے ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک دینار خریدا اور دینار بیچنے والے پر اُسکے درم چاہیے ہین پھر دونون نے بدلا کر لیا تو استحساناً جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ جب وہ دینار بعوض مطلق دس درم کے بیچا ہو تو ایسا جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر قرضہ بعد بیع صرف کے پیدا ہو ا پس اگر دونون نے بدلا نہ کیا تو بدلا نہوگا اور اگر بدلا کیا تو ایک روایت مین صحیح نہین اور دوسری مین صحیح ہی اور یہی اصح ہی یہ کافی مین لکھا ہی حسن ابن زیاد نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے اُس نے اس سے سو دینار بعوض ہزار درم کے خریدے پھر درمون کا بدلا کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر جدا ہونے سے پہلے بدلا کیا تو جائز ہی اور اگر بدلا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہی اور یہی قول امام اعظم رح کا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اگر دینار بیچنے والے نے درم مشتری سے قرض لیے یا غصب کر لیے تو بدلا ہو گیا اور باہمی رضامندی کی حاجت نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی

متصلات المقاصة کسی شخص کے پاس دوسرے کی ودیعت رکھی تھی اور دوسرے کا اُسپر ودیعت کی جنس کا قرضہ تھا تو ودیعت قرض کا بدلا نہین ہو سکتی ہی اور اگر دونون اس پر متفق ہون جب بھی بدلا نہوگی کہ ودیعت اپنے مالک کے قبضہ مین نہ جاوے اور اگر اُسکے قبضہ مین ہو اور دونون بدلا کرنے پر متفق ہون تو ہو جاویگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز بعینہ قائم ہو تو اُسکا اور ودیعت کا حکم یکسان ہی اور دو قرضہ اگر دونون میعادی ہون تو بدون بدلا کرنے کے بدلا نہون گے اور اسی طرح اگر ایک میعادی ہو اور دوسرا نہو یا ایک غلہ ہو اور دوسرا صحیح ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الذخیرہ

دوسری فصل بیع صرف مین مرابحہ کے بیان مین۔ اگر کچھ سونا دس درم کو خریدا اور ایک درم نفع پر بیچا تو جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر دس درم وزن کا ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے بیچا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر ایک درم یا آدھے دینار نفع سے بیچا تو جائز ہی کیونکہ آدھا دینار نفع کی صورت مین اُسنے چاندی کا کنگن ڈیڑھ دینار کو فروخت کیا تو جنس کے اختلاف سے نفع ظاہر نہوگا پس وہ بیع ہوگی اور جائز ہوگی اور اگر ایک درم

نفع سے بیچا تو اُسنے کنگن بعوض ایک دینار اور ایک درم کے بیچا اور یہ جائز ہو کیونکہ درم کے مقابلہ مین کنگن مین سے اُسی کے برابر رکھا جاوے اور باقی کنگن بمقابلہ دینار کے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ یہ جائز نہین ہو کیونکہ درم کے مقابلہ مین اُسی کے مثل ہوگا اور دینار بمقابلہ نودسوین کنگن کے اور درم بمقابلہ دسوین حصہ کے ہوگا پس بعض جزو جسکو راس المال گردانا ہو وہ نودسوین حصہ کنگن مین نفع ہوگا اور بعض جزو جسکو ربح گردانا ہو دسوین حصہ کنگن مین راس المال ہوگا اور یہ اُن کی تصریح کے برخلاف ہو یہ محیط مین لکھا ہو مختصر خواہرزادہ مین ہو کہ اگر سونا بعوض سونے کے یا چاندی بعوض چاندی کے خریدی تو مرابحۃً بیچنا بالکل جائز نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کے عوض خریدا اور اُسکے ساتھ ایک کپڑا جو اُس کو دس درم مین پڑا ہو ملا کر بیچا اور کہا کہ مجھکو بیس درم مین پڑے ہین اور ایک درم نفع لیا یا دہ یازدہ کے نفع سے بیچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے کے حصہ مین جائز ہو اور کنگن مین جائز نہین ہو اور امام اعظم کے قول پر کسی مین جائز نہین ہو یہ شرح حاوی مین لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر ایک باندی اور سو درم چاندی کا طوق بعوض ہزار درم کے خریدی اور دونون نے قبضہ کیا پھر مشتری نے دہ یازدہ کے نفع سے باندی اور طوق بیچا تو امام اعظم رح کے نزدیک عقد فاسد ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک باندی مین جائز ہوگا طوق مین نہین اور کرخی رح نے ذکر کیا کہ ابو یوسف رح نے طوق کے مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رح کے قول کی طرف رجوع کیا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار کہ جسکا حلیہ پچاس درم ہو بعوض سو درم کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اسکو بیس درم یا دہ یازدہ یا ایک معین کپڑے کے نفع سے مرابحۃً یا انھین صورتون کے ساتھ وضیعۃً بیچا تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر سوائے حلیہ کے صرف تلوار ایک درم نفع سے بیچی تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور ملمع دار لگام کو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم مین خریدا پھر اُسنے یا دوسرے نے ایک کپڑا دس درم مین خریدا پھر دونون کو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے مین جائز ہو کنگن مین جائز نہین ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک کل فاسد ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر دونون کو وضیعۃً اسی طرح فروخت کیا تو وہ بھی مرابحۃً بیچنے کے مانند ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور اگر پچاس درم چاندی پچاس درم کو خریدی اور ایک تلوار مع حمائل اور نیام کے پچاس درم کو خریدی پھر اُس پر پانچ درم خرچ کیے اور پانچ درم کاریگر کو دیے پھر کہا کہ مجکو ایک سو دس درم مین پڑی ہو اور اسکو دہ یازدہ کے نفع سے یا بیس درم نفع سے بیچا تو یہ سب فاسد ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر چاندی پانچ دینار کو خریدی اور تلوار کو مع نیام اور حمائل کے پانچ دینار کو خرید کر کاریگر سے اُسکی ترکیب کرائی اور ایک دینار صرف کیا پھر اُسپر اُسکو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اسی طرح اگر چاندی کا کنگن اُسکو ایک دینار مین پڑا اور دوسرے شخص کا ایک کپڑا جو اُسکو دو دینار مین پڑا ہو دونون ملا کر ایک دینار کے نفع سے فروخت کیے تو نفع ہر ایک کے راس المال کی مقدار پر دونون مین تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہو۔

تیسری فصل

بیع صرف مین زیادتی یا کمی کر دینے کے بیان مین۔ اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کو خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر اُسنے ایک درم کم کر دیا اور کنگن کے مشتری نے قبول کیا پھر مجلس سے جدا ہونے کے بعد یا پہلے اُس درم پر قبضہ کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہو گئی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کمی کرنا باطل ہو اور درم اسکو واپس کر دے اور پہلا عقد صحیح رہیگا اور امام محمد رح کے نزدیک پہلا عقد صحیح ہو اور یہ کمی کرنا بمنزلہ ہبہ کے ہو

اُسکے سپرد نہ کیا ہو اُسکو اختیار ہی کہ نہ دیوے اور اگر ثمن مین ایک درم بڑھا دیا اور اُسکے سپرد کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک عقد فاسد ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی باطل ہی اور عقد اول صحیح ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر دس درم چاندی کا کنگن اور ایک کپڑا بیس درم کو خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر بائع نے ایک درم مجموع دونون کے ثمن مین سے گھٹا دیا تو آدھا درم کپڑے مین رکھا جائیگا اور بیس درم مین سے جو اُسکا حصہ ہی اُس سے آدھا درم کم ہو اُسکی بیع صحیح ہوگی اور یہ بلا خلاف ہی اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا درم کنگن کے حصہ مین سے بھی کم ہو سکتا ہی لیکن کنگن کا عقد فاسد ہو جائیگا مگر چونکہ یہ فساد طاری ہوا ہی اسلیے کپڑے کی بیع فاسد نہو گی اور صاحبین کے نزدیک کنگن کے حصہ مین کمی کرنا صحیح نہین ہی مگر امام محمدؒ اُسکو ازسرنو ہبہ گردانتے ہین اور یہ صورت یعنی دونون کے ثمن کے مجموعہ سے ایک درم کم کرنا برخلاف اس صورت کے ہی اگر اُسنے کہا کہ مین نے دونون کے ثمن مین سے ایک درم کم کر دیا اور دونون اُسکے مجموعہ مین سے نہ کہا تو ساری کمی کپڑے کی ثمن کی طرف پھیر دی جائیگی اور کمی کرنا اور کنگن کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر پچاس درم حلیہ کی تلوار سو درم مین خریدی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر تلوار بیچنے والے نے ثمن سے ایک درم کم کر دیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر جنس مختلف ہو مثلاً دینار کو بعوض درم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو ایک درم بڑھا دیا اور دوسرے نے قبول کیا یا دینار کے ثمن مین سے ایک درم کم کیا تو زیادتی اور کمی بالاجماع جائز ہی مگر زیادتی کی صورت مین جدائی سے پہلے قبضہ شرط ہی حتی کہ اگر زیادتی پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بقدر زیادتی کے بیع باطل ہو گئی اور کمی مین جائز ہی کہ خواہ جدائی سے پہلے قبضہ ہو یا اُسکے بعد ہو مگر اُسپر کم کیے ہوے کا پھیر دینا واجب ہی اور اگر دینار کے خریدار نے ایک قیراط اُس سے کم کر دیا تو دینار بیچنے والا بقدر قیراط کے اُسکا شریک ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر دس درم چاندی کا کنگن بعوض دینار کے خریدا پھر ایک نے دوسرے کو کچھ بڑھا دیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کنگن بیچنے والے نے بڑھایا اور وہ کپڑا ہی اور کنگن کا خریدار راضی ہو گیا تو زیادتی جائز ہی اور اسی مجلس مین قبضہ کر لینا کپڑے پر شرط نہین ہی اور اگر بائع کی طرف سے سونا زیادہ کیا گیا پس اگر یہ زیادتی ایک دینار یا اُس سے زیادہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک یہ زیادتی صحیح ہی اور عقد باطل ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی صحیح نہین ہی اور عقد باقی رہیگا اور اگر اُسنے آدھا دینار زیادہ کیا تو جائز ہی اور اُسی مجلس مین قبضہ کر لینا شرط ہی اور اگر کنگن بیچنے والے نے چاندی زیادہ کی تو جائز ہی اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو اور اگر زیادتی کنگن خریدنے والے کی طرف سے ہو پس اگر کپڑا ہو تو صحیح ہی اور اسی مجلس مین قبضہ شرط نہین ہی اور اگر وہ زیادتی سونا ہو پس اگر ایک دینار یا زیادہ ہو تو بھی زیادتی جائز ہی مگر اُسی مجلس مین قبضہ شرط ہی اور اگر قبضہ نہ کیا تو بقدر زیادتی کے کنگن کا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر زیادتی چاندی ہو پس اگر کنگن کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز نہین ہی اور اگر اُس سے کم ہو تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر پچاس درم حلیہ کی تلوار سو درم مین خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر تلوار کے خریدار نے ایک درم یا دینار بڑھا دیا تو جائز ہی اگرچہ قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے ہون اور اگر تلوار بیچنے والے نے ایک دینار یا چاندی جدائی سے پہلے بڑھائی تو جائز ہی اور اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو ثمن مین سے بقدر حصہ دینار کے کم ہو جائیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر اُسنے درمون مین سے کچھ کم کر دیا تو جائز ہی اور وہ چاندی سے نہو گی یہ حاوی مین لکھا ہی جامع مین ہی کہ اگر چاندی کی چھاگل سو دینار مین خریدی اور باہم قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر دونون

سے ملاقات ہوئی پھر مشتری نے دس دینار ثمن مین بڑھا دیے تو زیادتی صحیح ہے اور اسی مجلس مین اسپر قبضہ کرنا شرط ہے اور چھاگل پر فی الحال قبضہ شرط نہین ہے اگرچہ زیادتی فی الحال چھاگل کے مقابل ہے مگر حقیقۃً مقابل نہین ہے صرف زبانی مقابلہ ہے کذا فی المحیط

چوتھی فصل

بیع صرف مین صلح کے بیان مین۔ ہزار درم چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر چھاگل مین کوئی عیب پایا اور وہ بعینہ موجود ہے یہانتک کہ اسکو واپس کر سکتا ہے پھر بائع نے کچھ دینار پر اس سے صلح کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا یا نہ کیا یہان تک کہ دونون جدا ہو گئے تو صلح پوری ہو گئی یہ مسئلہ کتاب الاصل مین بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور یہ صاحبین کے قول پر درست ہے اور ایسے ہی امام اعظم کے قول پر جسنے انکا قول یہ بیان کیا ہے کہ حصہ عیب کی صلح ثمن مین سے واقع ہوئی کیونکہ اسکے حصہ مین دینار ہین اور بدل صلح بھی دینار ہین تو پہلے اسکے حق کی جنس پر ہوئی پس صرف نہوگی اور اگر صلح دس درم پر واقع ہو پس اگر مشتری نے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی کیونکہ یہ جنس حق کے خلاف پر صلح ہے پس عقد صرف کا اعتبار کیا جائیگا پس جن درمون پر صلح واقع ہوئی ہے اگر وہ حصہ عیب سے زیادہ ہون تو صلح جائز ہے کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک صلح سب اماموں کے نزدیک حصہ عیب سے واقع ہوئی ہے اور حصہ عیب دینار ہین اور دینار کا خریدنا بعوض اتنے درمون کے جو دینار کی قیمت سے زائد ہین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور اسکو عیبدار پایا پھر عیب سے ایک دینار پر صلح کی اور عیب کی قیمت اس سے کم اس قدر ہے جس مین لوگ ٹوٹا نہین اٹھاتے ہین تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے مگر اسی قدر مین کہ جس مین لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک غلام سو دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر غلام مین کوئی عیب پا کر اسکے بائع سے جھگڑا کیا اور بائع نے عیب کا اقرار کیا یا انکار کیا مگر مشتری کے ساتھ اس عیب سے کچھ دینار پر صلح کر لی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بدل الصلح ثمن کے حصہ عیب سے کم ہو اور باہمی قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اسطور پر صلح جائز نہونا چاہیے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ عیب سے زیادہ پر صلح واقع ہو پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ جسکے مانند لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہین تو جائز ہے اور اگر ایسی ہو کہ جسکے مانند لوگ ٹوٹا نہین اٹھاتے ہین تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی قدر معین درمون پر صلح کی اور جدائی سے پہلے انپر قبضہ کیا تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح ٹوٹ جاویگی اور جب صلح ٹوٹ گئی تو وہی جھگڑا جو عیب مین تھا پیش آئیگا اور ایسے ہی اگر درمون کی کچھ مدت مقرر کی اور قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے یا صلح مین خیار کی شرط لگائی اور شرط والے کے شرط باطل کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بھی صلح باطل ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر کسی پر سو درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یا انکار کیا پھر دعوے سے دس درم پر فی الحال یا میعادی صلح کی پھر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس مین کسی کے واسطے خیار شرط ہو اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوے تو صلح باطل نہوگی اور اگر پانچ دینار پر اس سے صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر بعد قبضہ کے جدا ہوے تو صلح صحیح رہیگی

یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اور اگر کسی قدر ادا کرنے کے بعد جدا ہوا تو ادا کیے ہوے حصہ سے بری ہوا اور باقی حصہ اسپر لازم ہوگا اور اگر سو درم نے ایک سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا کہ جسکا وزن نہیں معلوم ہی دیکر صلح کی تو جائز ہی بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جاوے یہ حاوی میں لکھا ہی اگر ایک عورت مری اور اسنے اپنے ترکہ میں غلام اور کپڑے اور سونا اور چاندی اور زیور کہ جس میں موتی اور جواہر جڑے ہین چھوڑے اور اپنے شوہر اور باپ کو وارث چھوڑا اور اسکی پوری میراث اسکے باپ کے پاس ہی پھر باپ نے سو دینار پر شوہر سے صلح ٹھہرائی تو اسکی دو صورتیں ہین اول یہ کہ سونے کے ترکہ میں شوہر کا حصہ معلوم ہو اور اس صورت مین اگر بدل صلح اسکے سونے کے حصہ سے زائد ہو تو صلح جائز ہے اور اگر برابر یا کم ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری یہ ہی کہ اسکا حصہ نہ معلوم ہو تو صلح جائز نہو گی اور ایسے ہی اگر پچھو درم پر صلح ٹھہرائی تو اسکی بھی یہی دو صورتیں ہین اور اگر سو درم اور پچاس درم پر صلح ٹھہرائی تو ہر طرح صلح جائز ہی پس اگر قبضہ پایا گیا تو کل کی صلح صحیح رہی اور اگر قبضہ نہ پایا گیا تو صلح باطل ہو گئی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور واجب یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ حصہ صرف کی صلح باطل ہو جاویگی اور ایسا ہی موتی اور جواہر کی بھی اگر ان کا بدون ضرر کے نکالنا ممکن نہو تو باطل ہو گی ولیکن اسکے سوا کپڑے اور مال و اسباب کی صلح صحیح رہیگی اور اگر شوہر نے درم اور دینار پر جو بدل صلح ہین قبضہ کر لیا اور میراث باپ کے گھر مین ہی اور وہ مجلس صلح مین موجود نہین ہی تو صلح بقدر حصہ سونے اور چاندی کے باطل ہو جاویگی ایسا ہی کتاب مین لکھا ہی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ باپ کے پاس جو مال موجود ہی اس مین شوہر کے حصہ کا اقرار کرتا ہو کہ شوہر کا حصہ اسکے پاس امانت ہو اور امانت کا قبضہ قبضہ خرید کا نائب نہین ہوتا ہی پس جدائی بدون قبضہ کے ہو گی تو صرف کا حصہ اور حصۂ جواہر مرصع جو بلا ضرر نکالے نہین جا سکتے ہین باطل ہوگا اور اگر باپ شوہر کے حصہ سے انکار کرتا ہو تو وہ شوہر کے حصہ کا غاصب ہوا اور غصب کا قبضہ خرید کے قبضہ کا نائب ہوتا ہی پس جب بدل الصلح پر قبضہ کیا تو جدائی دونون کے قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو حصہ صرف کی بھی صلح باطل نہو گی اور ایسے ہی اگر باپ شوہر کے حصہ کا مقر ہی مگر میراث مجلس مین موجود ہی تو کل کی صلح جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار پر جو کسی کے ہاتھ مین موجود ہی ایک شخص نے دعوی کیا اور اس سے دس دینار پر صلح کی اور اس مین سے پانچ دینار پر قبضہ کرکے دونون جدا ہو گئے یا جدائی سے پہلے باقی کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پس اگر دینار بقدر حلیہ کے ادا کیے تو صلح باقی رہیگی اور اگر اس سے کم ہین تو صلح فاسد اور کپڑے کا خریدنا بھی فاسد ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کسی پر دس دینار اور دس درم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا یا اقرار کیا ولیکن مدعا علیہ نے پانچ درم پر اس سب سے صلح کر لی تو یہ جائز ہی خواہ یہ نقدی ہون یا اودھار ہون یہ محیط مین لکھا ہی اگر دس مثقال سونے کا کنگن بعوض سو درم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر اسکو تلف کیا یا نہ کیا پھر اُس مین کوئی ایسا عیب پایا جو تدلیس سے بائع نے اسپر چھپا دیا تھا پھر دس درم اودھار پر صلح کی تو یہ جائز ہی اور اگر ایک دینار پر صلح کی تو جائز نہین ہی مگر جبکہ جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر دس درم چاندی کا کنگن ایک دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر کنگن مین کچھ ایسی شکستگی پائی جس سے نقصان آتا ہی پھر دینار مین سے دو قیراط سونے پر صلح کی اس شرط پر کہ کنگن کا خریدار جو تہائی کر گیہون بڑھا دیگا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہی اور اگر گیہون معین ہون اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو جاوین تو بھی جائز ہی اور اگر باہم قبضہ کے بعد گیہون مین کچھ

عیب پایا تو واپس کر کے اُسکا ثمن لے سکتا ہو اور اُسکا ثمن پہچاننے کی یہ صورت ہو کہ دو قیراط سونا گیہون اور عیب کی قیمت پر تقسیم ہو پھر جو گیہون کے حصہ مین پڑے وہی گیہون کا ثمن ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو منتقی مین ہو کہ اگر کسی کے بخاری درم دوسرے پر قرض ہون اور اُن کے عوض ایسے درمون پر جنکا وزن معلوم نہین ہو صلح کی تو بخاری درم کو دیکھنا چاہیے اگر اُس مین تانبا زیادہ ہو تو صلح قلیل و کثیر پر جائز ہو اور اگر اُس مین چاندی زیادہ ہو تو صلح صرف برابر وزن پر جائز ہوگی اور اگر کسی میعاد پر صلح کی تو جائز نہین ہو اس جہت سے کہ یہ بطریق کمی کرنے کے نہین ہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر اُسپر ہزار درم غلہ کے ہوتے اور اُسنے نوسو سپید درم پر صلح کرتا تو جائز نہ تھا اور اگر ہزار درم سپید قرض تھے اور نوسو درم سیاہ پر صلح کی تو بطریق کم کر دینے کے جائز ہو اور اگر نوسو پر صلح کی اور سپید کی شرط نہ لگائی اور اُسنے سپید دیے تو جائز ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر سیاہ افضل ہون تو سپید سے کم وزن سیاہ پر صلح ناجائز ہو اور اگر دونون برابر ہون تو ایک کے وزن سے دوسرا کم دینا صلح مین جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہے

چوتھا باب بیع صرف کے اقسام خیار کے بیان مین

اگر کسی نے ایک ہزار درم دوسرے سے بعوض سو دینار کے خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی پس اگر اُسنے خیار کو جدا ہونے سے پہلے باطل کر دیا تو بیع جائز ہو اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونون نے قبضہ بھی کیا تو بھی بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر خیار بائع کا ہو یا دونون کا ہو مدت کم ہو یا زیادہ ہو یہی حکم ہو اور یہی حکم ڈھالے ہوے برتن اور حلیہ دار تلوار اور سونے کے طوق کا ہو کہ جسمین موتی اور جواہرات ہون کہ جو بدون طوق توڑنے کے نہ نکل سکتے ہون ولیکن ملمع دار لگام اور اُسکے مانند چیزون کی بیع مین خیار کی شرط صحیح ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر ایک باندی اور پچاس دینار سونے کا طوق ہزار درم مین خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک باندی کی بیع اُسکے حصۂ ثمن کے عوض جائز ہو اور ایسے ہی اگر دونون کو سو دینار کے عوض خریدا تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر دونون کو سو دینار کے عوض خریدا اور میعاد کی شرط لگائی تو میعاد اور خیار کی شرط کا ایک ہی حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اور اگر دونون کو بعوض گیہون یا کسی اسباب کے خریدا تو ایک دن یا زیادہ کے خیار کی شرط جائز ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر ایک رطل تانبا ایک درم کو خریدا تو اُس مین خیار کی شرط جائز ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر کچھ فلوس بعوض درمون کے اس شرط پر خریدے کہ درمون کے بیچنے والے کو خیار ہو پھر درم دیدیے اور پیسون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو اور اگر خیار پیسے بیچنے والے کا ہو اور درمون پر اُسنے قبضہ کر لیا ہو تو بیع جائز ہو اور امام اعظم کے قول پر ایسا عقد جائز نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہو اور درم اور دینار اور تمام دینون مین خیار رویت نہین ہوتا ہو اور جو چیزین معین ہو سکتی ہین جیسے پتر اور زیور ان مین خیار رویت ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور خیار استحقاق کی صورت یہ ہو کہ اگر عقد درم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا پھر آدھے دینار کا کوئی مستحق ہوا تو آدھے درم واپس لے اور اُسکو آدھا درم ملیگا اور خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر درمون کا کوئی مستحق نکلا اور اُسنے لے لیے تو قبضہ باطل ہو جائیگا اور اُسکے مثل واپس کر سکتا ہو اور عقد باطل نہوگا اور اگر مستحق نے بیع کی اجازت دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہو اور

مستحق کو مقبوضہ لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اُسکو اختیار ہی کہ ادا کرنے والے سے لے اور اگر قبضہ سے پہلے اُسکی اجازت ہوئی تو اجازت کا ہونا اور نہونا برابر ہی اور مستحق کو اختیار ہی کہ اپنے درم لے لے اور عقد باطل نہوگا اور اُسکے مثل بھی لے سکتا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب تک جدائی نہوئی ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر سب درم یا تھوڑے کا کوئی حقدار پیدا ہوا اور وہ دونون جدا ہو چکے ہین پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ درم بعینہ قائم ہین تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف باطل ہو جائیگی اگر وہ کل کا مستحق ہی اور اگر بعض کا مستحق ہی تو بقدر اُسکے باطل ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر اُن کو بعد جدا ہونے کے زیوف پایا پھر اُن کو بدل لیا پھر اُن زیوف درہمون کا کوئی مستحق نکلا تو صاحبین کے نزدیک صرف باطل نہوگی اور ایسے ہی امام اعظم رح کے نزدیک بھی اگر زیوف تھوڑے ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کل کو زیوف پایا تو صرف ٹوٹ جائیگی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدلا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر عقد کسی چیز معین پر وارد ہوا مثلاً ایک کنگن خریدا اور اُس مین سے بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو خیار ہی کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اُسکے حصہ کے عوض سے لے پس اگر کوئی حقدار نکلا اور ہنوز قاضی نے اُسکے واسطے حکم نہین دیا کہ اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور یہ ثمن مستحق کا ہوگا کہ بائع اُسکو لیکر مستحق کے سپرد کردے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کوئی ڈھالا ہوا برتن یا کنگن چاندی کا بعوض سونے یا چاندی کے پتر کے خریدا پھر برتن یا کنگن کا کوئی حقدار ہوا تو بیع باطل ہو جاویگی اگرچہ دونون مجلس مین موجود ہون اور یہ اُسوقت ہی کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اُسنے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ تتمہ مبسوط مین لکھا ہی کسی کے دوسرے پر ایک ہزار درم غلہ کے قرض تھے پھر اُن کے عوض نو سو کھرے اور ایک دینار لے لیا اور دونون جدا ہوگئے پھر دینار کا کوئی مستحق نکلا تو وہ قرض دار سے سو درم غلہ کے لے لے اور اگر جدا ہونے سے پہلے اُس دینار کا کوئی مستحق ہو تو اُسکے مثل دینار واپس لے اور اگر بجائے دینار کے پیسے ہون تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا خیار اُس شخص کو ثابت ہوتا ہی کہ جسکے عقد صرف کی چیز مین عیب معلوم ہو یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ایک دینار بعوض دس درم کے یا سونے کی کوئی ڈھلی چیز فروخت کی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر درم کے قبضہ کرنے والے نے اُن کو زیوف یا نبہرہ پایا تو اُن کو واپس کر سکتا ہی پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظم اور زفر رح کے نزدیک صرف باطل ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رح اور محمد رح کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس مین بدل لیا تو جائز ہی اور اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو اجماعاً جائز ہی اور اگر بعض کو زیوف پایا پس اگر یہ بعض تھوڑے ہون تو استحساناً عقد باطل نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر اُن کو ستوق پایا اور مجلس عقد مین واقع ہوا تو اُن سے چشم پوشی جائز نہین ہی پس اگر اُن کے بدلے اُسی مجلس مین جید درم قبضہ مین لے لیے تو جائز ہی اور گویا اُسنے آخر مجلس تک قبضہ کرنے مین تاخیر کی یہ محیط مین لکھا ہی اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اُسنے قبضہ کیا تو جائز نہین ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ واپس کرکے جید بدل لیوے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ ستوق یا رصاص ہین تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیان کر دینے یا نام لینے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہوگی اور عقد بعینہ انھین سے متعلق ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا ولیکن کہا کہ مین نے یہ دینار تجھ سے بعوض ان درمون کے خریدے اور ستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونون کو معلوم ہو کہ یہ ستوق یا رصاص ہین اور ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اسکو جانتا ہی

١ مثلاً کنگن [illegible] ہیں بعض ان [illegible] ستوق [illegible] رصاص [illegible]

٢ قولہ ستوق در اصل درم [illegible] اور رصاص [illegible] علی ہذا القیاس [illegible] ۱۲

تو عقد بعینہ اُن کی ذات سے متعلق ہوگا اور اگر دونون نہ جانتے ہون یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونون جانتے ہون ولیکن ہر ایک کو یہ نہ معلوم ہو کہ دوسرا جانتا ہی تو عقد ان کی ذات سے متعلق نہوگا بلکہ اسی قدر جید درمون سے متعلق ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر پورے درمون کو یا بعض کو جدا ہونے کے بعد ستوق پایا پس اگر سب کو ستوق پایا تو صرف باطل ہو جائیگی اور اگر بعض کو ستوق پایا تو بقدر اُسکے صرف باطل ہوجائیگی خواہ اُس سے چشم پوشی کی یا واپس کیا اور بجاے اُسکے دوسرا بدلا یا نہ بدلا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اگر جدا ہونے کے بعد درمون کو ستوق پایا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئے تو اُسپر اُن کی قیمت واجب ہوگی اور صرف باطل ہو جائیگی اور اپنے دینار واپس کر لے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ دینار کے بدلے درم ہون جو عقد مین متعین نہین ہوتے اور اگر ایسی چیز ہو جو متعین ہوتی ہی مثلاً چاندی کا کنگن بعوض دینار کے یا چاندی کا برتن یا پتر بعوض دینار کے خرید کر دونون نے قبضہ کیا پھر برتن یا پتر مین عیب پایا پس اگر اُسکے عیب پر راضی ہوا تو جائز ہی اور اگر راضی نہوا اور واپس کیا تو عقد باطل ہو جائیگا خواہ جدائی ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور دینار پر قبضہ کرنے والے کو اختیار ہی کہ چاہے عین مقبوضہ واپس کرے یا اُسکا مثل واپس دے مگر اس صورت مین کہ اصل سے عقد فاسد نکلے مثلاً بیع کا کوئی مستحق ہو پس ایسی صورت مین جب عقد فاسد ہوا تو وہ دینار بعینہ واپس کرے بشرطیکہ موجود ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو اُسکا مثل واپس کرے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر بعوض درمون کے کوئی حلیہ دار تلوار خریدے اور اُسکی کسی چیز مین عیب پایا تو کل کو واپس کرے نہ بعض کو اور اسکے بعض کا عیب کل مین اثر کرتا ہی کیونکہ وہ ایک ہی شی ہی پس اگر کل کو بغیر حکم قاضی واپس کیا پھر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو واپس کرنا باطل ہوگیا کیونکہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا تیسرے کے حق مین نئی بیع ہوتی ہی اور صرف مین قبضہ شرعی حق کے طور پر واجب ہی اور یہی ثالث ہی تو گویا دونون حق شرع کے قبضہ سے پہلے افتراق ہوا اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو واپسی باطل نہوگی کیونکہ وہ سب کے حق مین فسخ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دونون نے اقالہ کیا اور بیع کوئی برتن ہی پھر قبضہ سے پہلے اُس شخص نے جو اقالہ کے سبب سے اسکا مالک ہوا ہی پھر مشتری یا دوسرے کے ہاتھ بیچا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رح نے جامع کبیر مین فرمایا کہ اگر مشتری کے ہاتھ بیچا تو جائز ہی اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ہزار درم چاندی کی چھاگل بعوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر کے جدا ہوگئے پھر یہ درم رصاص یا ستوق پا کر واپس کر دیے تو ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اور چھاگل واپس کرنے سے پہلے اُس سے جدا ہونے کا اختیار ہی اور یہی حکم زیوف درمون کا بھی امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک زیوف کو مجلس واپسی سے جدا ہونے سے پہلے بدل لے یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کوئی سونے کا زیور کہ جس مین جواہر ہین خریدا پھر جواہر مین عیب پا کر چاہا کہ فقط جواہر کو واپس کر دے تو ایسا نہین کر سکتا ہی یا تو سب کو واپس کرے یا سب کو لے لیوے اور ایسے ہی اگر چاندی کی انگوٹھی کہ جس مین یاقوت کا نگینہ ہی خریدی پھر نگینہ یا چاندی مین عیب پایا تو دونون کو واپس کرے یا دونون کو لے لے یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کسی نے کوئی طشت یا برتن خریدا مگر یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ وہ کس چیز کا ہی اور اُسکے مالک نے کسی چیز کے ہونے کی شرط بھی نہین کی ہی تو یہ جائز ہی اور اگر چاندی کا برتن خریدا پھر وہ چاندی کے سوا نکلا تو دونون مین بیع نہوئی اور اگر وہ چاندی سیاہ

یا سرخ تھی کہ جسمین رانگہ یا تانبا ملا تھا اور میل نے اُسکو فاسد کر دیا تھا تو مشتری کو خیار ہو چاہے اُسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر چاندی کا کنگن بعوض سونے کے خرید اپھر اُس مین عیب پایا تو واپس کر سکتا ہو پس اگر وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا یا کوئی دوسرا عیب آگیا تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور بائع یہ کہ سکتا ہو کہ مین اسکو ایسا ہی واپس لیے لیتا ہون اور اگر ثمن چاندی ہو تو نقصان عیب نہین لے سکتا یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اور اگر اُس مین عیب پایا ولیکن اُسکے آدھے کا کوئی مستحق پیدا ہوا اور باقی آدھا اُسنے واپس نہ لیا یہانتک کہ ٹوٹ گیا تو باقی اُسکے ذمہ پڑیگا اور آدھا ثمن واپس کر لے یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کر لیا اور وہ درم زیوف ہین پھر انکو اُسکے خریدار نے خرچ کیا اور اُسنے یہ نہ جانا تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع پر اُسکا کچھ حق نہین ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُن کے مثل واپس کر دیوے اور دیکھرے لے لیوے اور امام محمد رح کو قدوری نے امام ابو یوسف رح کے ساتھ کیا ہو اور کرخی رح نے امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور فخر الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح کا قول استحسان ہو اور اُن دونون کا قول قیاس ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اور اگر یہ دس درم قرض ہون یا بیع کا ثمن ہون تبھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر چاندی خریدی اور اُسکو بدون عیب کے ردی پایا تو واپس نہین کر سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اگر درم بیچنے والے نے کہا کہ مین نے تجھسے ہر عیب سے برائت کر لی پھر مشتری نے انکو ستوق پایا تو بری نہوگا اور اگر زیوف پایا تو بری ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہو امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ مین یہ درم تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور درم دکھلا دے پھر اُسنے انکو زیوف پایا تو فرمایا کہ اُن کو بدل لے لیکن اگر اُسنے کہدیا ہو کہ یہ زیوف ہین یا ان کے عیب سے برائت کر لی تو بدل نہین سکتا یہ محیط مین لکھا ہو۔ امام محمد رح سے روایت ہو کہ زید نے عمرو سے کچھ دینار بعوض درمون کے خریدے اور دینارون پر قبضہ کر لیا اور اُن کو بکر کے ہاتھ بیچا پھر بکر نے اُس مین عیب پاکر بدون حکم قاضی کے زید کو واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہو کہ عمرو کو واپس کرے اور یہ بیع اسباب کی بیع کے مشابہ نہین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اگر کوئی چاندی کی انگوٹھی کہ جسمین نگینہ ہو بعوض درم یا دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے چاندی مین سے نگینہ الگ کر لیا اور الگ کرنے سے کچھ ضرر نہوا پھر ایک مین عیب پایا تو اسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اسی طرح اگر نگینہ اُکھاڑنے سے پہلے ایک مین عیب پایا اور دونون کو واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو ولیکن نگینہ کو چاندی سے جدا کرے اور جسمین عیب ہو اُسکو واپس کرے اور اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کیا اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ ایک مین عیب پایا تو اُسکو اختیار ہو کہ چاہے دونون لے یا دونون کو واپس کر دے اور اگر اُسنے کسی مین عیب پایا ولیکن ثمن پر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو چاندی کی بیع باطل ہو جائیگی اور نگینہ اپنے دامون مین مشتری کو لینا پڑیگا اور چاندی اور نگینہ اگر ایسے ہون کہ دونون کو جدا کرنا مضر نہین ہو تو ایک ساتھ فروخت کیے جاوینگے اور یہی حال حلیہ دار تلوار و حلیہ دار پٹی وغیرہ کا ہو پس ہر ایسی چیز کہ جسمین سے جواہر کا نکالنا مضر نہو وہ بمنزلہ علٰحدہ دو چیزون کے ہو یہ محیط مین لکھا ہو **متفرقات** اگر ایک دینار بعوض دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر دینار بیچنے والا کچھ زیوف درم لایا اور کہا کہ مین نے انھین درمون مین پائے ہین اور مشتری نے اپنے درمون مین سے ہونے سے انکار کیا تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین کہ دینار بیچنے والے نے اُس وقت سے پہلے یا یہ اقرار کیا ہوگا کہ مین نے جید پر قبضہ کیا یا اپنے حق پر قبضہ کیا یا راس المال پر قبضہ کیا یا درم بھر پائے یا درمون پر قبضہ کیا یا قبضہ

قبضہ کیا تو پہلی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی صورت مین اُسکا دعوی قابل سماعت نہوگا پس مشتری سے قسم نہ لیجائیگی اور پانچوین صورت مین قول دینار بیچنے والے کا ہوگا اور خریدنے والے پر گواہ لانا چاہیے کہ اُسنے جید درم دیے ہین اور یہ استحساناً ہی اور چھٹی صورت مین بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُن درمون کو ستوق یا رصاص پایا ہی تو پہلی پانچ صورتون مین اُسکا قول قابل سماعت نہوگا اور چھٹی صورت مین قبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی

پانچوان باب عقد صرف کے اُن احکام کے بیان مین جو دونون عقد کرنے والون کے حال سے متعلق ہین اور اُس مین چھ فصلین ہین

فصل اول مرض مین بیع صرف کے بیان مین

امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنے وارث کے ہاتھ دینار بعوض ہزار درم کے فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا تو امام اعظم رہ کے نزدیک جائز نہین ہی مگر جبکہ باقی وارث اجازت دیدین اور غبن کے ساتھ اُسکی وصیت وارث کے واسطے معتبر ہی اور اسی طرح اگر اُسکو مثل قیمت پر یا کم پر بیچا تب بھی یہی حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر مثل قیمت یا زیادہ پر بیچا تو باقی وارثون کی بلا اجازت بیع جائز ہی اگر مریض نے اپنے بیٹے سے ہزار درم بعوض سو دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا اور اُسکے بالغ وارث موجود ہین تو امام اعظم رہ کے نزدیک باقی وارثون کی بلا اجازت جائز نہین ہی خواہ دینارون کی قیمت ہزار درم ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر دینارون کی قیمت ہزار درم یا کم ہو تو باقی وارثون کی بلا اجازت جائز ہی اور اگر ہزار درم سے زیادہ ہی تو باقی وارثون کی اجازت دینے سے بیع جائز ہوگی اور اگر اُنھون نے اجازت نہ دی تو مشتری کا بیٹا مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع توڑ کر دینار واپس کرے اور اپنے درم لے لیوے اور اگر چاہے تو دینارون مین سے اپنے درمون کی قیمت کے برابر لے اور زیادتی کو واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہی اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ ہزار درم بعوض ایک دینار کے بیچے اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مریض مر گیا اور دینار اُسکے پاس ہی اور سوائے اُسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو وارثون کو اختیار ہی کہ جسقدر تہائی سے زائد ہی واپس کرین اور جب اُنھون نے واپس کیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دینار لے لیوے اور ہزار درم واپس کر دے اور اگر چاہے تو ہزار مین سے دینار کی قیمت لے اور ہزار کی پوری تہائی بھی لیوے اور اگر مریض نے دینار کو تلف کر دیا تو مشتری دینار کی قیمت ہزار مین سے لیگا اور باقی کی ایک تہائی لیگا یہ حاوی مین لکھا ہی پھر امام محمد رہ نے مشتری درم کو مریض کے پاس دینار تلف ہوجانیکے بعد اختیار دیا ہی اور اس صورت مین اور دوسری صورت مین کہ جب درم کے خریدار کے پاس ہزار درم تلف ہوگئے اور مریض کے فعل کی وارثون نے اجازت نہ دی اور امام محمد رہ نے فرق بیان کیا ہی کہ اُسمین مشتری درم فسخ اور اجازت مین مختار نہین ہی بلکہ دینار کی قیمت اور ہزار کی تہائی لیگا اور باقی وارثون کو واپس کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر مریض نے سو درم چاندی کے حلیہ کی تلوار کہ فقط تلوار کی قیمت سو درم تھی اور کل کی قیمت بیس دینار ہی بعوض ایک دینار کے فروخت کی اور دونون نے قبضہ کر لیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ مین سے دینار کی قیمت اور اُسکے بعد تہائی تلوار کامل لے لیوے اور اگر چاہے تو کل واپس کر دے اور اپنا دینار لے لیوے اور یہ اور پہلا مسئلہ تخریج مین برابر ہین اور خصوصیت اس مسئلہ مین یہ ہی کہ دینار کی قیمت تلوار اور حلیہ دونون مین سے لیگا اور اگر مریض نے دینار تلف کر دیا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے کل

دینار لیوے اور بیع کو پھیر دے اور یہ میت کے ترکے مین سے ہوگا کہ تلوار فروخت کرکے اُسکا دینار ادا کیا جاوے اور اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ مین سے دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی اُسکو ملیگی اور اگر مشتری نے بھی اپنے مقبوضہ کو تلف کر دیا تو اُسکا دا ہمین سے ایک دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہوگی اور باقی کی دو تہائی وارثون کو دیوے یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک مریض کے پاس نو سو درم ہین اور اُسکے سوا کچھ مال نہین ہی پھر اُن کو بعوض ایک دینار کے کہ جسکی قیمت نو درم ہی فروخت کیا اور مشتری نے دینار پر قبضہ کیا اور دوسرے نے سو درم پر قبضہ کیا پھر دونون جدا ہوگئے اور مریض مرگیا اور دینار و درم ویسے ہی قائم ہین پس یہان وارثون کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہی اور درم لینے والے کو سو درم ویسے جاوینگے بعوض نوین حصہ دینار کے اگرچہ نوین حصہ دینار سے سو درم کی قیمت زیادہ ہو اور باقی آٹھ نوان حصہ دینار اُسکو واپس کرینگے اور اگر درم کے خریدار نے درمون مین سے دو سو یا تین سو درم پر قبضہ کیا تو بھی وارثون کی اجازت یا نہ اجازت برابر ہی اور مشتری کو دو سو درم بعوض دو نوین حصۂ دینار کے یا تین سو درم بعوض تین نوین حصہ دینار کے ویسے جاوینگے اور اگر درمون کے خریدار نے چار سو درم پر قبضہ کیا تو وارثون کی اجازت کی احتیاج ہی پس اگر وارثون نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درم اور وارثون کو چار نوین دینار دیا جاویگا اور وارثون کو لازم ہی کہ پانچ نوان حصہ دینار مشتری کو واپس کرین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے بیع کو توڑ دے اور درم واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درمون مین سے بقدر چار نوین حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو ہوتے ہین لے لیوے اور باقی وارثون کو واپس کر دے اور اگر درمون کے خریدار نے درمون پر قبضہ نہین کیا ہی تو وارث اُسکا دینار واپس کرین اور بعینہٖ یہی دینار واپس کرنا چاہیے یا نہین اس مین دو روایتین ہین اگر دونون جدا نہوے اور نہ مریض مرا اور مشتری نے آٹھ دینار اور بڑھا دیے اور باہم قبضہ کر لیا تو یہ سب جائز ہی بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درم ہون اور اگر مریض نے کوئی وکیل کیا تھا اور اُسنے یہ درم اُسکے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مریض مرگیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نو سو درم نوسے دینار مین لیتا ہون تو یہ جائز ہی اگر وکیل راضی ہوجاوے اور مشائخ نے اس مسئلہ کی تاویل اس طرح بیان کی ہی کہ مریض نے اس شخص کو ان درمون کے بیچنے کا وکیل کرکے اُس کی راے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا کہ اس مین اپنی راے سے کام کر یا یہ کہا کہ جو کچھ اس مین تو کریگا وہ سب جائز ہی تاکہ وکیل کی بیع مریض کے حق مین باوجود محاباۃ کے جائز ہووے پس بمنزلہ مریض کی بیع کے ہوگی پھر جب مشتری نے زیادتی کرکے محاباۃ دور کر دی تو بیع جائز ہوگئی اور اگر مریض نے اُسکی راے پر نہین چھوڑا تو بیع جائز نہوگی دونون مذہبون مین اگرچہ مشتری نے زیادتی کر دی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک مریض سے ہزار درم بعوض سو درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض مین مرگیا تو یہ ربوا ہی اور صحیح و سالم اور مریض سب سے لینا جائز نہین ہی اور جس شخص نے سو درم دیے ہین اُسکو اختیار ہی کہ ہزار مین سے سو درم اپنے سو درم کے عوض لے لے اور باقی واپس کر دے اور اس صورت مین وصیت اُسکے لیے نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس روایت کے موافق ہی کہ جس مین یہ آیا ہی کہ عقد فاسد کی وجہ سے جو چیز قبضہ مین آئی اُسی کا واپس کرنا متعین نہین ہوتا ہی اور جس روایت مین اُسی کا واپس کرنا متعین آیا ہی اُسکے موافق اس شخص کو چاہیے ہی کہ ہزار درم مقبوضہ میت کے وارثون کو واپس کرسکے

اور اپنے سو درم اُن سے واپس لے بشرطیکہ یہ بعینہ قائم ہون یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر اُسنے سو درم پر ایک کپڑا یا دینار زیادہ دیا تھا تو یہ بیع صحیح ہو جاویگی پھر اگر مریض مرگیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور اگر چاہے تو اُسکو ہزار مین سے سو درم اُسکے سو کی جگہ اور دینار اور اسباب کی قیمت بطریق معاوضہ کے اور ہزار کی ایک تہائی بطریق وصیت کے ملیگی بشرطیکہ دینار اور ہزار وارثون کے پاس موجود ہون کذا فی المبسوط اور اگر دونون تلف ہو گئے ہون تو باقی کی تہائی ملیگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر مریض کے پاس سو درم چاندی کی چھاگل کہ جسکی قیمت بیس دینار ہین موجود ہو اور اُسنے اُسکو بعوض سو درم کے کہ جسکی قیمت دس دینار ہین فروخت کیا پھر مریض مرگیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہی۔ چاہے تو بیع واپس کر دے اور اگر چاہے تو دو تہائی چھاگل بعوض سو کی دو تہائی کے لے لیوے اور ایک تہائی وارثون کی ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔

دوسری فصل

اپنے مملوک اور قرابتی اور شریک اور مضارب کے ساتھ بیع صرف کرنے کے بیان مین اور قاضی اور اُسکے امین اور وکیل اور وصی کے یتیم وغیرہ کے مال مین بیع صرف کرنے کے بیان مین۔ مالک اور اُسکے غلام کے درمیان مین ربوا نہین ہوتا ہی پس اگر غلام پر قرض ہو تب بھی ربوا نہین ہی ولیکن مالک پر واجب ہی کہ جو اُسنے لیا ہی غلام کو واپس کرے خواہ ایک درم بعوض دو درم کے یا دو درم بعوض ایک درم کے خریدے ہون یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم ام ولد اور مدبر کا ہی یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر اپنے مکاتب کے ہاتھ ایک درم بعوض دو درم کے یا دو درم بعوض ایک درم کے بیچا تو جائز نہین ہی اور سود ہوگا اور جس غلام کا تھوڑا حصہ آزاد کیا گیا ہو اور وہ امام اعظم رح کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہی اور صاحبین کے نزدیک بمنزلہ ایسے آزاد کے ہی جسپر قرض ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور والدین اور شوہر و زوجہ اور قرابتی اور شریک عنان ایسی چیزون مین جو دونون کی تجارت سے نہین ربوا مین بمنزلہ اجنبیون کے ہین اور مملوک بمنزلہ احرار کے ہین ولیکن متفاوضین مین اگر ایک نے ایک درم بعوض دو درم کے دوسرے سے خریدا تو یہ بیع نہین ہی بلکہ وہ اُنکا مال جیسا بیع سے پہلے تھا اب بھی ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور قدوری نے کہا کہ قاضی اور اُسکے امین کا فعل یتیم کے مال مین اور باپ یا اُسکے وصی کا فعل نابالغ کے حق مین وہی جائز ہوگا جو دو اجنبیون مین جائز ہوتا ہی اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے لڑکے کے مال مین سے اپنے واسطے کچھ خریدا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ کچھ بیچا تو فقط اُسی طرح جائز ہوگا جس طرح دو اجنبیون مین جائز ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر یتیم کے درم ہون اور وصی اُنکو بعوض دینارون کے بازار کے بھاؤ پر اپنے واسطے بیع صرف کرے تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن ہو اور اُسکو اُسکے وزن پر اپنے ہاتھ بیچے تو بھی جائز نہین ہی اور اگر اُسکے پرورش مین دو یتیم ہون کہ ایک کے پاس درم ہون اور دوسرے کے پاس دینار ہون پھر وصی نے دونون مین بیع صرف کر دی تو جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر یتیم کے مال سے کوئی چیز اُسکے واسطے خریدی تو امام نے فرمایا کہ مین اُس مین غور کرونگا اگر یتیم کی بہتری ہوگی تو بیع پوری کر دونگا ورنہ یہ باطل ہی اور یہ قول امام اعظم رح اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور پہلا قول انکا اور امام محمد رح کا یہ ہی کہ بسبب اس اثر کے جو حضرت ابن مسعود رض سے ہمکو پہونچا ہی بالکل بیع جائز نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور بیع صرف مین قاضی اور اُسکے وکیل اور امین کا حکم اور دیگر لوگون کا حکم یکسان ہی یعنی

مجلس مین باہمی قبضہ شرط ہی اور اگر اُسنے ناپ یا یتیم کے مال مین کچھ تصرف کیا تو باہمی قبضہ اُسکی طرف رجوع کریگا اور اگر یتیم کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اُسکے درم اپنے درم یا دینار کے عوض بیع صرف کر لیے تو جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہے۔

تیسری فصل بیع صرف مین وکالت کے بیان مین۔ اگر دو وکیلون نے بیع صرف کی تو قبضہ سے پہلے اُن کو جدا ہونا نہ چاہیے اور اُن کے موکلون کا اُن کے پاس سے غائب ہونا مضر نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے بیع صرف کی اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیے پھر موکلون کے جدا ہونے سے پہلے اُنھون نے قبضہ کر لیا تو بیع جائز ہی اور موکلون کے جدا ہونے کے بعد جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دو شخصون کو کسی قدر درمون کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا کہ ان کی بیع صرف کرین تو ایک کو بدون دوسرے کے صرف کا اختیار نہین ہی اور اگر دونون نے عقد بیع کیا پھر قبضہ سے پہلے ایک چلا گیا تو اُسکا آدھا حصہ باطل ہو جاویگا اور دوسرے کے آدھے کی بیع باقی رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر دونون نے رب المال کو قبضہ کرنے یا ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دونون چلے گئے تو بیع صرف باطل ہو جاوے گی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کچھ درمون کو دینارون کے عوض بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے بیع صرف کی اور باہم قبضہ کیا اور جس شخص نے درمون پر قبضہ کیا اُسنے پورا حق پا لینے کا اقرار کیا پھر اس مین ایک درم زیف پایا اور وکیل نے اُسکو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ یہ میرے درمون مین سے ہی اور موکل نے انکار کیا تو وہ وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے انکار کیا کہ میرے درمون مین سے نہین ہی پھر خریدار نے گواہ پیش کیے کہ انھین مین سے ہی اور اسنے پورے درم پا لینے کا اقرار بھی نہین کیا تھا تو اُس کے گواہ مقبول ہون گے اور درم وکیل کو واپس کریگا اور وہ موکل کے ذمہ پڑین گے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ خطا ہی کیونکہ یہ صورت گواہ قائم کرنے کی نہین ہی بلکہ استحساناً درمون کے خریدار کا قول لیا جائیگا جیسا کہ مسلم الیہ اگر زیوف درم لاوے اور دعوی کرے کہ یہ راس المال مین سے ہین اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اُسکا قول لیا جاتا ہی اور جیسا کہ کسی اسباب کے بیچنے مین اگر بائع زیوف درم لا کر کہے کہ یہ ثمن مین سے ہین اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اُسکا قول استحساناً لیا جاتا ہی پس اسی طرح یہان بھی اُسکا قول لیا جائیگا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہی ولیکن شیخ الاسلام خواہر زادہ نے امام محمد رح کے قول کی تصحیح کی ہی اور کہا استحساناً مشتری کا قول اگرچہ لیا جائیگا ولیکن قسم کے ساتھ لیا جائیگا پس اُسنے یہ گواہ پیش کر کے قسم اپنے اوپر سے ساقط کی اور قسم ساقط کرنے کے واسطے گواہ مقبول ہوتے ہین مثلاً ودیعت جسکے پاس ہی اگر وہ واپس کر دینے یا تلف ہو جانے پر گواہ پیش کرے تو مقبول ہین اور امام ابو عبد اللہ بن الحسن بن احمد فرماتے تھے کہ کتاب مین یہ مذکور نہین ہی کہ درم کے خریدار کو گواہ پیش کرنے کے واسطے تکلیف دیجاویگی صرف اُسمین یہ ہی کہ اگر اُسنے گواہ پیش کیے تو مقبول ہون گے پس شاید وہ اسواسطے پیش کرے کہ قسم اُسکے اوپر سے جاتی رہے پس اُس شخص کے مانند ہو جائیگا جسکے پاس ودیعت رکھی گئی ہی پھر امام محمد رح نے فرمایا اور اسی طرح اگر اُسنے وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور درم اُسکو پھیر دیے گئے تو موکل کے ذمہ پڑین گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بھی خطا ہی کیونکہ

اس صورت مین وکیل پر قسم نہین آتی ہو اور قسم صرف مشتری پر آتی ہو کیونکہ شرعاً اُسی کا قول معتبر رکھا گیا ہو پس اُسی پر قسم آویگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو وہ واپس کر سکتا ہو لیکن وکیل سے قسم لینا نہین ہو سکتا ہو پس صحیح حکم یون بیان کرنا چاہیے کہ اگر درمون کے خریدار نے قسم کھالی اور درم وکیل کو واپس کردیئے تو یہ بعینہ موکل کو واپس کرنا ہو اور جو مشائخ اہل تحقیق ہین اُنھون نے امام محمد رح کے قول کی تصحیح کی ہو اور کہا ہو کہ یہ جو مذکور ہوا بطریق استحسان ہو اور امام محمد کا قول بطریق قیاس ہو کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہو کہ قسم لیکر وکیل کا قول معتبر ہو جیسا کہ بیع عین مین ہوتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درم بعوض دیناروں کے بیع کرے اور اُسنے بیع کی تو وکیل کو دیناروں مین تصرف کرنیکا اختیار نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو اس لیے وکیل کیا کہ اُسکے لیے چاندی کی چھاگل معین بعوض درمون کے خریدے پھر اُسنے بعوض درمون کے اُسکے حکم کے موافق خریدی اور یہ نیت کی کہ چھاگل میرے واسطے ہو تو موکل کے واسطے ہوگی اور اگر بعوض دیناروں یا اسباب کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی اور اگر چاندی کی معین چھاگل خریدنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام اُسکو نہ بتلایا پھر اُسنے درم یا دینار کے عوض خریدی تو چھاگل موکل کی ہوگی اور اگر بعوض اسباب کے یا کیلی یا وزنی چیز کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر بعینہ چاندی فروخت کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام نہ بتلایا پھر اُس نے اس سے زیادہ چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہین ہو اور وہ ضامن نہوگا اور اس سے چاندی کے لینے کا موکل زیادہ مقدار ہو کہ اپنی چاندی کے برابر لے لے وکیل کو چاہیے کہ باقی چاندی اُسکے مالک کو واپس کرے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح کا یہ قول کہ وکیل کے قبضہ مین جو چاندی ہو اُسکے لینے کا موکل زیادہ مقدار ہو اس طور پر ماؤل کیا گیا ہو کہ جب موکل اپنی معینہ چاندی کے لینے پر قادر نہو مثلاً اُسکا قابض غائب ہو گیا ہو یا موجود ہو مگر اُسنے تلف کردی تو ایسی حالت مین موکل کا زیادہ استحقاق ہو کہ اس چاندی مین سے اپنی چاندی کے برابر لے لیوے اور اگر بعینہ اپنی چاندی کے لینے پر قادر ہو تو سوائے اُسکے اس مین سے نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو چاندی کی مٹی بیچنے کا وکیل کیا اور اُسنے چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہین ہو پس اگر مشتری کو معلوم ہوا کہ مٹی مین چاندی ثمن کے برابر ہو اور وہ راضی ہو گیا تو جائز ہو اور اُسکو خیار ہوگا پس اگر اُسنے بلا حکم قاضی واپس کردی تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر مشتری کے جاننے سے پہلے دونون جدا ہوگئے (یعنی بیع کی چاندی کا قبضہ ہو یا نہو) تو بیع فاسد ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اور اگر بعوض اسباب کے بیچی اور مشتری نے جانا کہ اس مین سونا یا چاندی یا دونون ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز ہو اور صاحبین اس مین خلاف کرتے ہین اور اگر یہ نہ جانا کہ اس مین ایک یا دونون ہین اور بعوض اسباب کے بیع کی تو سب کے نزدیک جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر اپنی حلیہ دار تلوار بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُدھار بیچی تو بیع فاسد ہو اور وکیل ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر اسمین خیار کی شرط کی یا جس قدر اس مین چاندی ہو اس سے کم پر نقد بیچی تو بھی فاسد ہو اور وکیل ضامن نہوگا اگر ایسے سونے کے زیور کے بیچنے کے واسطے کہ جس مین موتی اور یاقوت ہین وکیل کیا اور اُسنے درمون کے عوض بیچا پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے پس اگر موتی اور یاقوت بلا ضرر جدا ہو سکتے ہین تو اُن کی بیع جائز ہوگی اور حصۂ صرف کی بیع باطل ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا نہین ہو سکتے ہین تو کسی کی بیع جائز نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر درمون کے عوض کچھ پیسے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے خرید کر قبضہ کیا پھر موکل کے سپرد کرنے سے پہلے وہ کاسد ہوگئے تو یہ موکل کے ذمہ پڑینگے

اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوے تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُن کو واپس کردے چاہے لے لے پس اگر اُسنے لے لیے تو اُسی کو لازم ہونگے نہ موکل کو مگر اُس صورت مین کہ موکل اُنکو لے لینا پسند کرے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک شخص کو ایک معینہ سونے کے طوق کو ہزار درم مین خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ہزار درم اسکو دیدیے پھر وکیل نے طوق ہزار درم مین خریدا اور ثمن ادا کر دیا پھر طوق کو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس کسی نے توڑ دیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو عقد پورا کرے اور توڑنے والے کا دامنگیر ہوکر طوق کی قیمت مین ڈھلی ہوئی چیز اُسکی جنس کے برخلاف لیوے اور اگر چاہے بیع فسخ کردے اور بائع اسکو ہزار درم بعینہ یا ان کے مثل واپس کرے پس اگر وکیل نے عقد پورا کر دیا اور توڑنے والے سے طوق کی قیمت لی تو موکل کو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ قیمت وکیل سے لے لے صرف وہ درم لیگا جو اسنے دیے ہین کذا فی المحیط اور وکیل کو چاہیے کہ اس قیمت مین جو زیادتی ہو اُسکو صدقہ کردے یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک سونے کا طوق بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اُسنے فروخت کرکے ثمن لے لیا اور طوق مشتری کو دیدیا پھر اُسکے بعد مشتری آیا اور کہا کہ مین نے وہ طوق پیتل کا سونے سے ملمع کیا ہوا پایا ہی اور وکیل نے انکار کیا تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وکیل نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے اُسپر گواہ قائم کیے یا وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور قاضی نے طوق اُسکو واپس کر دیا تو اس حالت مین طوق موکل کو لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ ہی کہ وکیل نے اسکا اقرار کر لیا اور اسکی بھی دو صورتین ہین اگر بدون حکم قاضی کے اسکو واپس پا گیا تو یہ واپسی وکیل پر ہوگی اور اُسکو گنجایش نہین ہی کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس پا گیا ہی تو بھی وکیل کو لازم ہوگا ولیکن اُسکو موکل سے جھگڑا کرنے کا استحقاق ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے حق مین مین مکروہ جانتا ہون کہ وہ ذمی یا حربی کو درم یا دینار کی بیع صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اُسنے کیا تو جائز رکھونگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کچھ درمون کی بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے موکل کے غلام کے ساتھ بیع کی تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ غلام پر قرض نہو تو اس صورت مین جائز نہین ہی جیساکہ اگر موکل خود اُس غلام کے ساتھ بیع صرف کرتا تو جائز نہوتا ولیکن وکیل پر ضمان نہوگی اور اگر اُس غلام پر قرض ہو تو جائز ہی جیساکہ اس صورت مین اُسکے مالک کا بیع کرنا اُسکے ساتھ جائز ہوتا ہی ولیکن وکیل کو چاہیے کہ جب تک اپنا ثمن پورا نہ حاصل کرلے بیع غلام کو نہ دیوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ہزار درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے دینارون کے عوض بیچے اور اسقدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہین اُٹھاتے ہین تو یہ بیع موکل پر جائز نہین ہی اگر وہ درم اُن کے نرخ کے موافق اپنے مفاوض کے ہاتھ یا صرف کے شریک کے ہاتھ یا مضارب کے ہاتھ فروخت کیے تو جائز نہین ہی اور اگر موکل کے مفاوض کے ہاتھ فروخت کیے تو بھی جائز نہین ہی اور اگر موکل کے شریک کے ہاتھ جو مفاوض نہین ہی فروخت کیے تو جائز ہی اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر ہزار درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور وہ دونون کوفہ مین موجود تھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی تو کوفہ کے جس کنارہ اُن کی بیع کریگا جائز ہوگی اگر اُن کو حیرہ مین لے گیا اور وہان بیع کیا تو جائز ہی اور وکیل ضامن نہوگا ولیکن یہ حکم ایسی چیزون مین ہی کہ جن کی بار برداری اور خرچ نہو اور اگر اُن کی بار برداری اور خرچ ہو جیسے غلام یا اناج وغیرہ اور اُن کو کوفہ کے سوا دوسرے شہر مین بیچا اور اُس شہر مین نہین لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیع جائز ہی اور اگر دوسرے شہر

مین لے گیا تو کتاب الصرف مین ابوسلیمان کی روایت سے منقول ہے کہ اگر کم مین لے گیا اور اُجرت دی پس اگر ضائع ہو جاوے یا چوری ہو جاوے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز بک گئی اور اُسنے فروخت کر دی تو مین بیع کی اجازت دیتا ہون لیکن موکل پر کچھ اُجرت لازم نہ کریگا اور ابوحفص کی روایت سے منقول ہے کہ جس جگہ اُس کی بیع کی اجازت دی ہے اگر وہین اُسکے مثل ثمن پر فروخت کرے تو مین بیع کی اجازت دیتا ہون اور یہ مسئلہ کتاب الوکالت مین بھی مذکور ہے اور ابوسلیمان اور ابوحفص رح سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ مین استحساناً اُس سے ضمان لون گا اور بیع کی اجازت نہ دون گا پس کتاب الصرف مین ابوسلیمان کی روایت سے جو حکم ہے وہ قیاساً ہے نہ استحساناً پس حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے اگر جن چیزون مین بار برداری اور خرچ ہے اگر اُن کو وکیل نے دوسرے شہر مین لیجا کر بیچا تو قیاساً جائز ہے اور موکل پر کچھ اُجرت لازم نہ آویگی اور استحساناً یہ بیع جائز نہین ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے کذا فی المبسوط اگر کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے ان ہزار کی بیع کر لی پھر وکیل موکل کے گھر آیا اور دوسرے ایک ہزار لیکر بیع کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر پہلے درم باقی ہون اور وکیل نے ان کے سوا دوسرے لیکر صرف کیے تو جائز ہے اور یہی حکم دینار اور فلوس کا ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر موکل نے یہ درم وکیل کو دیدیے اور اُسکے پاس سے چوری گئے یا تلف ہو گئے تو وکالت باطل ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی معین چاندی یا معین سونے کے بیچنے کا حکم دیا اور اُسنے اُسکے سوا دوسری بیع ڈالی تو جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکے درم بعوض دینارون کے بیع صرف کرے اور وہ دونون کوفہ مین موجود ہین اور اُس نے کوفیہ مقطعہ دینارون کے عوض صرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی نے کہا کہ جائز نہین ہے مگر جبکہ شامی دینارون کے عوض صرف کرے تو جائز ہے جاننا چاہیے کہ وکالت اسی شہر کے نقد کی طرف پھیری جایا کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے زمانہ مین نقد شہر کا کوفیہ مقطعہ اور شامیہ دینار تھے پس اُنھون نے اپنے زمانے کے موافق فتوی دیا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے زمانہ مین شہر کا نقد فقط شامی دینار تھے تو اُنھون نے اپنے زمانے کے موافق فتوے دیا ہے پس یہ فی الحقیقت عصر و زمانہ کا اختلاف ہے اگر کوفہ مین کسی شخص کو وکیل کیا کہ ان دینارون کے عوض غلہ کے درم خریدنے تو اس سے کوفہ کا غلہ مراد ہوگا بغداد وغیرہ کا نہین اور اگر اُسنے بغداد یا بصرہ کا غلہ خریدا پس اگر کوفہ کے غلہ کے مانند یا اس سے بڑھکر ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے گھٹکر ہو تو جائز نہین ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ درم بعوض اتنے شامی دینارون کے فروخت کرے اور اُسنے کوفی دینارون کے عوض بیچ ڈالے پس اگر کوفیہ غیر مقطعہ ہون اور اُنکا وزن بھی شامیون کے برابر ہو تو بیع موکل کے واسطے جائز ہوگی ورنہ نہین اور اگر کسی نے وکیل کیا کہ یہ دینار بعوض اتنے درم غلہ کوفہ کے فروخت کرے اور اُسنے غلہ بغداد یا غلہ بصرہ کے عوض فروخت کیے پس اگر بصرہ کا غلہ مثلاً غلہ کوفہ کے مانند ہو تو جائز ہے اور یہ شرط نہین کہ اُسکا وزن بھی برابر ہو اور اگر یہ کہا کہ ان درمون کو بعوض دینارون عتیق کے فروخت کرنے اور اُسنے شامی کے عوض فروخت کیے تو بیع موکل کے واسطے جائز نہوگی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیے اور قرض لینے والے نے اُنپر قبضہ کیا پھر قرضخواہ نے اُس سے کہا کہ میرے درم جو تجھپر ہین اُن کو بیع صرف کردے اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ساتھ

صرف کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک وکیل کرنا صحیح نہین ہو اور یہ بیع قرضدار کے واسطے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک وکیل کرنا صحیح ہو اور بیع قرضخواہ کے واسطے ہوگی اور اگر اُسنے صرف نہ کہا کہ ان کو بیع صرف کر دے اور اسپر کچھ زیادہ نہ کیا تو بالاجماع وکیل کرنا صحیح نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم آتے ہین اُسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو بیع صرف کر کے اپنا حق اس مین سے لے لے پھر وہ دینار بیع صرف کرنے سے پہلے طالب کے پاس تلف ہو گئے تو اُس شخص کا مال گیا جس نے دیے تھے اور اگر اُسنے بیع صرف کر لی اور درمون پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے وہ درم اُسکے پاس تلف ہو گئے تو بھی دینار دینے والے کا مال گیا اور اگر اُسنے اپنا حق اُس مین سے لے لیا پھر تلف ہو گئے تو یہ طالب کے مال مین شمار ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کے ادا کے واسطے لے اور اُسنے لے لیے تو وہ اُسکی ضمانت مین ہو گئے اور اگر مطلوب نے اسکو دینار دیے اور کہا کہ اپنے حق کے عوض بیچ لے اور اُسنے اپنے حق کے برابر درمون کے عوض ان کو فروخت کیا تو بعد بیع کے درمون پر قبضہ کرنے سے اپنے حق پر قبضہ کرنے والا شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر زید کو عمرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور بکر نے اُسکو ایک کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے دونون کو ایک ہی صفقہ مین بعوض ایک دینار اور دس درم کے اس شرط پر کہ دینار کنگن کا ثمن ہے اور درم کپڑے کے دام ہین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے کنگن دیکر اُسکے ثمن پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور کپڑے والا اُسکا شریک نہوگا اور اگر دونون کو بیس درم مین بیچا پھر دس درم نقد لیے تو یہ کنگن کے دام ہون گے اور بیع جائز ہوگی اور سب عمرو کو ملین گے اور بکر اُسکا شریک نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔

چوتھی فصل

بیع صرف مین رہن اور حوالہ اور کفالہ واقع ہونے کے بیان مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار دیدیا اور درم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونون مجلس مین موجود ہین تو اپنے معاوضہ مین تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جدائی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور اگر دونون عقد کرنے والے جدا ہو جاوین اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب سے صرف باطل ہو جائیگی اور اس رہن کا مرتہن ضامن ہوگا بعوض اپنے دام کے کہ جو اُسکی قیمت و دین ان دونون مین سے کم ہو اور اگر مرتہن نے راہن کو قرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہو جائیگی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک حلیہ دار تلوار بعوض ایک دینار کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دینار کے عوض کچھ رہن دیدیا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ مین ہے یعنی اگر دونون کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہو گیا تو بیع صرف باقی رہیگی اور اگر دونون جدا ہو گئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ رہن اپنی قیمت اور قرضہ دونون مین سے جو کم ہے اُسکے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دینار دیدیا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ تلوار اُسکے خریدار کو دیوے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا پانے والا

ف یعنی قرضدار [illegible]

ف بیع صرف مین ادھار جائز نہین تو ادھار مین اُسکے حصہ مین اور نقد مین بیچنے والا شریک نہین ہوگا ۱۲

نہو جاویگا اور مرتہن اپنے راہن کو تلوار کی قیمت اور رہن مین سے جو کم ہو اُسکی ضمان دیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر بجاے تلوار کے پیٹی یا زین پوش کہ جس مین چاندی ہو یا چاندی کا برتن یا پتر ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اور حوالہ اور کفالہ ثمن صرف کے ساتھ جائز ہو پس اگر دونون عقد کرنے والون کے جدا ہونے سے پہلے کفیل یا حوالہ کرنے والا یا جسپر حوالہ کیا ہو اُس نے اُسی مجلس مین ادا کر دیا تو عقد صحیح ہوگا اور اگر دونون عقد کرنے والے یا ایک جدا ہو گیا اور کفیل یا جس شخص پر حوالہ کیا ہو باقی رہا تو صرف باطل ہو جاویگی

یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔

پانچوین فصل غصب اور ودیعت مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین۔ کسی نے دوسرے کا ایک چاندی یا سونے کا کنگن غصب کر کے تلف کیا تو ہمارے نزدیک اُسپر واجب ہو کہ اُسکے جنس کے برخلاف سے اُسکی قیمت مین ڈھالی ہوئی چیز ادا کرے اور وزن اور قیمت کے باب مین قسم لیکر غاصب کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہو اور جب قاضی نے غاصب سے برخلاف جنس سے اُسکی قیمت کی ضمان لی تو وہ کنگن اُسکی ملک ہو گیا اور بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر باہم جدا ہونے سے پہلے کنگن کے مالک نے غاصب سے اُسکی قیمت لے لی تو ضمان لینا بالاجماع صحیح ہو گیا اور اگر قیمت لینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضمان لینا باطل نہوگا اور اسی طرح اگر قیمت پر صلح کی تو بھی جائز ہو اور اگر ایک مہینہ قیمت لینے مین اُسکو مہلت دی تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کا چاندی یا سونے کا پیالہ توڑ دیا تو اُسپر بھی اسکی برخلاف جنس سے اُسکی قیمت وہی واجب ہوگی خواہ اس مین تھوڑا نقصان آیا ہو یا بہت یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر کسی نے دوسرے سے ہزار درم غصب کیے پھر اُن کو بعوض سو دینار کے خریدا اور جدا ہونے سے پہلے سو دینار پر قبضہ کر لیا تو خرید جائز ہو اگرچہ خریدنے کے وقت درم اُسکے ہاتھ مین نہون اور اسی طرح اگر اس سے سو دینار پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے دینارون پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہو اگرچہ درم اُسکے غاصب پاس موجود نہون کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن غصب کیا پھر غاصب نے اُسکو مالک سے خریدا یا اُسی جنس یا برخلاف جنس پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے مالک نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہو اور اگر عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو خریدنا قیاساً و استحساناً جائز نہین ہو خواہ غصب کی ہوئی چیز موجود ہو یا تلف ہو گئی ہو اور صلح کی صورت یہ ہو کہ اگر غصب کی ہوئی چیز حقیقۃً تلف کر دی گئی ہو مثلاً غاصب نے اُسکو جلا دیا یا حکماً مثلاً وہ عیب دار ہو گئی اور غاصب نے قسم کھالی اور عوض پر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو قیاس چاہتا ہو کہ صلح باطل ہو اور استحساناً باطل نہو گی اور اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس موجود ہو اور وہ اُسکا اقرار کرتا ہو اور مالک کو اُسکے لینے سے منع نہ کرتا ہو تو صلح قیاساً و استحساناً جائز نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر ایسے شخص نے جسکے پاس ودیعت ہو اُس ودیعت کو بعوض اسکے خلاف جنس کے خریدا اور ہنوز خریدار نے اُسپر از سرنو قبضہ نہ کیا تھا کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو جائیگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہو اگر کوئی حلیہ دار تلوار ودیعت رکھی اور اُسنے اپنے گھر مین رکھ لی پھر دونون بازار مین ملے اور اُسنے بعوض ایک کپڑے اور دس درم کے وہ تلوار خریدی اور کپڑا اور دس درم اُسکو دیدیے پھر دونون جدا ہو گئے تو کل بیع ٹوٹ جائیگی اور اسی طرح اگر اس تلوار کو بعوض ایک حلیہ دار تلوار کے خرید کر اُسکو دیدی اور ودیعت پر نیا

قبضہ نہ کیا اور دونون جدا ہو گئے تو بیع بھی ٹوٹ جائیگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہی اور ہر ایک کی چاندی دوسرے کی چاندی کے مقابل اور ہر ایک کی حمائل و پھل دوسرے کے حمائل اور پھل کے مقابل ہو گی یہ حاوی مین لکھا ہی پس اگر حلیہ مین کچھ زیادتی ہو تو یہ زیادتی دوسرے کی حمائل و پھل کے مقابل کر دیجائیگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے دوسرے کے پاس ہزار درم ودیعت تھے پھر اس نے اُن کے عوض سو دینار خریدے اور ودیعت کے مالک نے دونون کے جدا ہونے سے پہلے خرید کی اجازت دیدی تو جائز ہی اور مالک کے اس شخص پر جسکے پاس ودیعت ہی ہزار درم واجب ہون گے اور اگر دونون کی جدائی کے بعد اس نے اجازت دی پس ودیعت کے مالک کو اختیار ہی کہ چاہے اپنے مال کی اُس شخص سے ضمانت لے اور بیع جائز ہو گی یا دینار بیچنے والے سے ضمانت لے اور بیع ٹوٹ جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر درم یا دینار کسی شخص کے پاس ودیعت تھے پھر اُس نے درمون کو بعوض دینار کے یا دینارون کو بعوض درمون کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر ودیعت کا مالک آیا اور اُسنے اُسکو بانعت لے لیا پس اگر دونون جدا نہین ہوے ہین تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکے مثل ادا کرے اور اگر دونون جدا ہو گئے ہین تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر مالک نے اُسپر قبضہ نہ کیا اور بیع کی اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک جائز ہی اور اُس شخص پر جس کے پاس ودیعت تھی اُس کے مثل دینا مالک کو واجب ہے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔

چھٹی فصل دار الحرب مین بیع صرف واقع ہونے کے بیان مین

کوئی مسلمان یا ذمی دار الحرب مین امان لیکر یا بلا امان گیا اور کسی حربی کے ساتھ ایسا عقد کیا کہ جس مین سود ہی مثلاً ایک درم بعوض دو درم کے یا ایک درم بعوض ایک دینار کے کسی مدت معلوم کے اُدھار پر خریدا یا اُن کے ہاتھ شراب یا سور یا مردار یا خون بعوض مال کے فروخت کیا تو یہ سب امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہی اور قاضی ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب مین وہی جائز ہی جو دو مسلمانون مین جائز ہوتا ہی کذا فی جواہر الاخلاطی اور صحیح امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہی اور مین نے بعض کتابون مین دیکھا ہی کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہی کہ جب اُن سے دو درم بعوض ایک درم کے خریدے اور اگر ایک درم بعوض دو درم کے خریدا تو بالاتفاق جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور اُسکے ہاتھ مسلمان نے اس طرح بیچا تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک مسلمان نے جو امان لیکر دار الحرب مین گیا ہی ایک شخص کے ساتھ کہ جو وہین اسلام لایا ہی اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی ہی عقد بیع کیا اور ایک درم بعوض دو درم کے بیچا تو جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور دو مسلمان تاجرون مین دار الحرب مین وہی جائز ہی جو دار الاسلام مین جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی دو حربی دار الحرب مین اسلام لاے پھر باہم سود یا شراب یا سور وغیرہ کی بیع کی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی مگر مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی اور سود واپس کرے اور اگر باہم قبضہ سے پہلے دونون دار الاسلام کی طرف نکل آئے تو عقد باطل ہو جائیگا اور جس مین قبضہ ہو گیا ہی اس مین صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر مسلمانون مین سے ایک تاجر نے اہل حرب مین سے کسی شخص کو ہزار درم بعوض ہزار درم کے اُدھار دیے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اہل حرب کے تاجر دار الاسلام مین امان لیکر آئے اور ایک نے دوسرے سے ایک درم بعوض دو درم کے خریدا تو امام نے فرمایا کہ مین اسکی اجازت نہ دون گا صرف وہی جائز رکھون گا جو اہل اسلام مین جائز ہی اور اگر ذمی لوگ ایسا کرین تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور

اور اسی طرح اگر ہمارے دو قیدی یعنی مسلمان دار الحرب مین ایسا کرین تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر حربی نے دوسرے کے ہاتھ ایک درم بعوض دو درم کے بیچا پھر مسلمان یا ذمی ہو کر دار الاسلام مین آئے اور دونون نے قاضی کے روبرو جھگڑا پیش کیا پس اگر باہمی قبضہ کے بعد ہے تو قاضی اسکو باطل نہ کریگا اور اگر اس سے پہلے ہے تو قاضی اسکو باطل کر دیگا اور اسی طرح اگر دونون نے دار الحرب مین سود کا عقد کیا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دار الاسلام مین چلے آئے پھر بیان باہمی قبضہ کیا پھر قاضی کے روبرو پیش کیا تو قاضی سب کو توڑ دیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر مسلمان نے کسی حربی سے دار الحرب مین ایسی بیع کی پھر حربی مسلمان ہوا اور باہمی قبضہ سے پہلے دار الاسلام مین چلا آیا پس اگر اس نے قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قاضی اسکو باطل کر دیگا اور اگر دونون نے دار الحرب مین باہم قبضہ کر لیا تھا پھر جھگڑا کیا تو مین اسمین لحاظ نہ کرونگا یہ مبسوط مین لکھا ہے

چھٹا باب متفرقات مین

منتقی مین ہے کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک دینار بعوض بیس درم کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر مقبوضہ دینار کو اُسنے ایک قیراط کم پایا تو امام نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ ایک درم حصہ قیراط واپس لے کیونکہ دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ اسکو اختیار ہے کہ دینار واپس کر کے اپنے درم لے لیوے کیونکہ وہ عیب دار ہو گیا اور اگر پایا ہے تو اور اسکو بعینہ دینار کے سوا کچھ نہ ملیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ دینار کا نقصان واپس لے پھر چاہے تو بعینہ دینار رکھ لے ورنہ اسکو واپس کرے اور بیس جزون مین سے انیس جز ایک دینار مین سے اور بیس دینار بیچنے والے کا ایک جزو اور اسکو بیس جزو ملین گے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے دس درم چاندی بعوض دس درم کے خریدی اور اسپر ایک دانگ بڑھا کر ہبہ کیا اور اس کو بیع مین شرط نہین کیا ہے تو یہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دانگ کا ہبہ کرنا صرف اسی صورت مین صحیح ہے کہ جب درم کو توڑنا مضر ہو اور اگر توڑنا درم کو مضر نہین ہے تو یہ جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ابو سلیمان نے ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے درمون کو بعوض دینار کے دوسرے سے بیع کر کے باہم قبضہ کیا اور دونون جدا ہو گئے پھر جس قسم کے درم ٹھہرے تھے اسکے سوا دوسری قسم کے پائے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر شرط سے کمتر ہون تو ان کو بدل لے اور اگر اس سے بہتر ہون تو نہین بدل سکتا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ درم بھی موافق شرط کے درمون کے ہر شہر اور ہر بیع مین چلتے ہون اور اگر بعض بیع مین یا بعض شہر مین نہ چلتے ہون تو ان کو بدل سکتا ہے اور چاہے ان سے چشم پوشی کرے اور امام ابو حنیفہ کے قول مین یہ ہے کہ اگر ان مین یہ نقصان ہو تو بمنزلہ نبہرہ کے ہین اور اگر تہائی سے زیادہ ایسے ہون تو ان کے حساب سے بیع ٹوٹ جاویگی یہ محیط مین لکھا ہے ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ کسی نے ایک درم بعوض ایک درم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو راجح دیا پھر راجح والے نے اس کے واسطے حلال کر دیا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ وہ تقسیم نہین ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس مین نگینہ ہے بعوض درم یا دینار کے خریدی پھر اسپر قبضہ کر کے جدا ہونے سے پہلے یا اسکے بعد نگ اور انگوٹھی کو الگ کیا اور یہ جدا کرنا اسکو مضر ہے پھر ثمن دینے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو کل بیع فاسد ہے اور مشتری بائع کو نگینہ اور اسکا نقصان واپس کرے اور اگر اسکے ساتھ چاندی مین بھی نقصان آیا ہے یا فقط چاندی مین نقصان آیا ہے تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے و لیکن اسکی قیمت سونے کی جنس سے ڈھلی ہوئی دیوے اگر اس صورت مین واپس نہین کر سکتا ہے کہ جب بائع فقط اسکو واپس لینا چاہے پس مشتری اس کے ساتھ نقصان نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس مین یاقوت کا نگینہ ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر نگینہ بائع

کے پاس جاتا رہا ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ چاہے اُسکو چھوڑ دے یا اُسکا حلقہ سو دینار مین لے لے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو اور اگر دہنا معوض درموں کے خریدی تھی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ حلقہ اُسکے برابر چاندی ہین لے لیوے یہ محیط مین لکھا ہو اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم قرض دیے اور اُسپر ایک کفیل لے لیا پھر کفیل نے طالب سے دس دینار پر صلح کی اور طالب نے اسپر قبضہ کیا تو یہ جائز ہو اور کفیل اپنے اصول سے درم لیگا اور اگر کفیل نے سو درم پر صلح ٹھہرائی ہو تو اصیل سے بھی فقط سو درم لیگا اور اگر کفیل نے اصیل سے دس دینار پر صلح ٹھہرائی اور ہزار درم اصل کی ضمنیہ سے پہلے کہ کفیل طالب کو کچھ ادا کرے یہ صلح واقع ہوئی تو صلح صحیح ہوگی بشرطیکہ کفیل اصیل سے دس دینار لیکر اپنے قبضہ مین کر لے پھر کفیل کا اصیل سے صلح کر لینا طالب کے مطالبہ کو ساقط نہین کرتا ہو نہ اصیل سے اور نہ کفیل سے پس طالب کو یہ اختیار ہو کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے پس اگر اُسنے کفیل سے مطالبہ کر کے اس سے ہزار درم لیے تو کفیل اپنے اصیل سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے اصیل سے مطالبہ کر کے اس سے لے لیے تو اصیل کو اختیار ہو کہ کفیل سے ہزار درم لے لیوے مگر اس صورت مین نہین لے سکتا ہو کہ جب کفیل یہ چاہے کہ وہ دینار جو اُسنے اصیل سے لیے ہین اُسکو واپس کر دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو نوادر مین ہو کہ اگر دس دینار ثابت بعوض بارہ درم ٹوٹے ہوئے کے بیچے تو جائز نہین ہو کیونکہ یہ سود ہو اور حیلہ یہ ہو کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے پھر اُسکو ثابت دس درم ادا کرے اور دو درم معاف کرا لے اور اگر ایک کپڑا بعوض ٹوٹے ہوئے دس درم کے کسی میعاد پر فروخت کیا پھر جب میعاد آئی تو مشتری ثابت نو درم لایا اور کہا کہ یہ نو بعوض اُن دس کے ہین تو جائز نہین ہو اور اُس مین حیلہ یہ ہو کہ یہ نو درم ادا کر دے پھر بائع باقی ایک درم اُسکو معاف کر دے پس اگر مشتری کو یہ خوف ہو کہ بائع ایسا نہ کریگا تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ یہ نو درم اور ایک پیسہ یا ایسی کوئی چیز حقیر دیکر صلح کر لے اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر درم بعوض درم کے بیچے اور ایک مین وزن کی راہ سے کچھ زیادتی ہو اور دوسرے کے ساتھ کچھ پیسے ہین تو جائز ہو ولیکن مین اُسکو مکروہ جانتا ہون کیونکہ لوگ اس کی عادت کر لین گے اور ناجائز صورتون مین استعمال کرین گے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس مین کچھ ڈر نہین ہو اور اس کی صحت اس طور پر ہو سکتی ہو کہ زیادتی کو پیسون کے مقابل کیا جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو منتقی مین ہو کسی نے ایک پیٹی سو درم کو اس شرط پر خریدی کہ اس پیٹی مین پچاس درم حلیہ ہو اور باہم قبضہ کر لیا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اس کے حلیہ کی چاندی سپید ہو پھر بعد توڑنے کے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ ہو تو یہ جائز ہو اور کچھ واپس نہین لے سکتا اور اگر کچھ حلیہ رانگ کا پایا تو بیع فاسد ہو اور اگر اُسنے حلیہ کو تلف کر دیا ہو تو سونے کی جنس سے اُس کی قیمت دے اور رانگ کی قیمت دے اور تسمہ واپس کرے اور اگر تسمہ مین نقصان آیا ہو تو اُسکا نقصان بھی دے اور اگر حلیہ مین رانگ نہ پایا ولیکن حلیہ چالیس ہی درم نکلا تو چاہے اُسکو کم کر کے یا دس درم پھیر لے اور اگر حلیہ ساٹھ درم پایا پس اگر دونون جدا ہو گئے ہین تو بیع فاسد ہو اور اگر جدا نہین ہوے ہین تو چاہے مشتری دس درم بڑھا دے اور بیع جائز رکھے یا بیع توڑ دے اور اگر ثمن مین دینار ٹھہرے ہون اور دونون جدا ہو جاوین اور مسئلہ یہی رہے تو بیع جائز ہو چنانچہ اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ دس درم بھر ہو بعوض ایک دینار کے بیچا پھر وہ بیس درم بھر نکلا تو بیع جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک بیع صرف کرنے والے نے دو ہزار درم بعوض سو دینار کے بیچے اور اس کے پاس درم نہ تھے تو مین اُسپر جبر کرونگا کہ یا اُسکے لیے خریدے یا جہان سے چاہے دو ہزار قرض لیکر اسکو ادا کر دے اور اسی طرح اگر دوسرے کے پاس دینار نہون تو اُسپر بھی جبر کرونگا

کہ صراف کو سو دینار ادا کرے اور یہ حکم اُس وقت تک ہو کہ دونون متفرق نہوئے ہون اور اگر دونون جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک صراف کے ہاتھ ہزار درم غلہ کے بعوض نوسو درم کھرے اور سو پیسون کے فروخت کیے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد غلہ کے ہزار درم صراف پاس سے استحقاق مین لے لیے گئے تو صرف اُس مشتری سے نوسو درم کھرے جو اُسنے دیے ہین اور سو درم غلہ کے دام اُن پیسون کے جو اُسنے دیے ہین واپس لیگا اور اگر دونون جدا نہوے یہانتک کہ اُن درمون کا استحقاق ثابت ہوا تو صراف اُسکے مثل غلہ کے ہزار درم لے لیگا اور اگر دونون کے جدا ہو گئے کے بعد سو پیسے استحقاق مین لے لیے گئے تو مشتری صراف سے سو پیسے اُسکے مثل لے لیگا اور اگر جدا ہونے کے بعد نوسو کھرے درم کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صراف سے کھرے درمون کا ثمن نوسو درم غلہ کے لیگا اور اگر دونون کے جدا ہونے کے بعد نوسو درم کھرے اور سو پیسے استحقاق مین لے لیے گئے تو صراف سے نوسو درم غلہ کے اور سو پیسے واپس لے اور اگر اُس شخص کے ہاتھ سے کھرے درم اور پیسے سب لے لیے گئے اور صراف کے پاس سے غلہ کے سب درم لے لیے گئے پس اگر دونون کے جدا ہونے کے بعد ہو تو سب کی بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر دونون جدا نہین ہوے تو ہر ایک دوسرے سے اُس کے مثل لے لیگا اور بیع تمام ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ ایسی ایک انگوٹھی کو جس مین نگینہ ہو بعوض دو انگوٹھیون کے کہ جن مین دو نگینے ہین بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اسی طرح اگر ایک حلیہ دار تلوار کو دو تلوارون کے عوض بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ابن سماعہ نے امام ابویوسفؒ سے روایت کی ہو کہ اگر دس درم اور دو دھیا بعوض دس درم تحلہ کے بیچے تو صحیح نہین ہو کیونکہ ان مین کمی ہو اور اُس کے محل کا کچھ ثمن نہین ہو یہ محیط مین لکھا ہو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ جس مین میل ہو اُسکو اگر بیان کرے یا وہ ظاہر معلوم ہوتا ہو تو اُسکے بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور یہی قول امام ابویوسفؒ کا ہو اور اگر کسی نے تانبے پر چاندی چڑھائی تو جب تک اُسکو بیان نہ کرے نہ بیچے اور کہا کہ ستوق درمون کو اگر بیان کرے تو اُن کے ساتھ خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور بادشاہ کو چاہیے کہ اُنکو توڑ ڈالے کیونکہ شاید وہ ایسے شخص کے ہاتھ پڑین کہ جو نہ بیان کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ بشر رح نے امام ابویوسف رح سے روایت کی ہو کہ مین مکروہ سمجھتا ہون کہ کوئی شخص زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا تحلہ یا بخاریہ کو کسی کو دیوے اگرچہ یہ بیان بھی کر دے اور لینے والا چشم پوشی بھی کرے اس جہت سے کہ ان کے رواج سے عوام کو ضرر ہو اور جس سے عوام کو ضرر پہونچے وہ مکروہ ہو اور فرمایا کہ صرف ان دونون لینے دینے والون کا راضی ہونا مفید نہین ہو اس جہت سے کہ شاید جاہل دھوکا کھائے یا فاجر دھوکا دیوے پس جو شی ایسی ہو کہ اُسکا رواج لوگون مین جائز نہو اُس کا رواج توڑ دینا چاہیے اور جو شخص اُسکو جان کر رواج دے اُسکو سزا دینی چاہیے یہ محیط مین لکھا ہو۔

کتاب الکفالۃ

اس مین چند ابواب ہین

باب اول کفالت کی تعریف اور اُس کے رکن و شرائط کے بیان مین

قال المترجم مسائل مین غور کرنے سے پہلے چند الفاظ کا سمجھکر یاد رکھنا چاہیے کفالت اسکی تعریف آتی ہو کفیل کفالت کرنے والا خواہ کفالت بال

کی کرے اُسکو کفیل بالمال کہتے ہین یا ذات کی کفالت کرے وہ کفیل بالنفس ہی یا دونون کا کفیل ہو مکفول عنہ جسکی طرف سے کفیل نے کفالت کی ہی مکفول لہ جس کے واسطے کفالت کی ہو ضامن ضمانت کرنے والا مضمون بہ جس چیز کی ضمانت کی ہی مضمون عنہ جس کی طرف سے ضمانت کی ہی مضمون لہ جس شخص کے واسطے ضمانت کی ہو محتال علیہ جسپر حوالہ کیا گیا یعنی کچھ حق اُترایا گیا ہو کفالت کی تعریف بعضون نے یہ کہی ہی کہ مطالبہ مین اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ ملانا کفالت ہی اور بعضون نے بجاے مطالبہ کے دین کہا ہی یعنی قرض اور اول اصح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور کفالت کا رکن امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک ایجاب و قبول ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہے حتی کہ فقط کفیل سے کفالت تمام نہین ہوتی ہی خواہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی تاوقتیکہ اُسی مجلس مین مکفول لہ کی طرف سے قبول نہ پایا جاوے یا اُسکی طرف سے کوئی اجنبی قبول کرے یا مکفول لہ خطاب کرے یا اُسکی طرف سے کوئی اجنبی خطاب کرے مثلاً طالب دوسرے سے کہے کہ میرے لیے تو فلان شخص کے نفس کا کفیل ہو اور اُس نے کہا کہ مین نے کفالت کی یا کسی اجنبی نے اسکی طرف سے اُس شخص سے کہا کہ تو فلان شخص کے نفس یا مال کا فلان شخص کے واسطے کفیل ہو جا اور اس شخص نے کہا کہ مین نے کفالت کی تو کفالت صحیح ہوگی اور ماسوا مجلس کے کفالت مکفول لہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہی اور جب تک وہ کفالت کی اجازت نہ دے تب تک کفیل کو اختیار ہی کہ اپنے آپ کو کفالت سے نکال لے اور اگر ان مین سے کوئی چیز نہ پائی جائیگی مثلاً کفیل نے کہا کہ مین نے زید کے واسطے عمرو کے نفس کی کفالت کی یا جو زید کا قرضہ عمرو پر چاہیے اُسکی مین نے کفالت کی تو یہ موقوف نہین ہی حتی کہ اگر طالب کو اس کفالت کی خبر پہونچی اور اُس نے قبول کی تو صحیح نہوگی پھر امام ابو یوسف رح نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہا کہ کفالت فقط کفیل سے تمام ہوجاتی ہی خواہ قبول یا خطاب دوسرے کی طرف سے پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف رح کے قول کے معنی مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا ہی کہ اُن کے نزدیک توقف کے ساتھ جائز ہی یعنی طالب اگر اُسپر راضی ہوا تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بعضون نے کہا کہ نافذ ہونے کے ساتھ جائز ہی اور طالب کا راضی ہونا شرط نہین ہی اور یہی اصح ہی کذا فی الکافی اور یہی اظہر ہی کذا فی فتح القدیر اور بزازیہ مین لکھا ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر خطاب یا قبول مکفول عنہ کی طرف سے پایا گیا مثلاً مطلوب نے کسی سے کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میرے نفس کی یا اُس مال کی جو اُسکا مجھ پر چاہیے ہی کفالت کرے یا کسی شخص نے کسی مطلوب کی طرف سے اُس کے نفس یا مال کی کفالت کی اور مطلوب نے قبول کیا پس اگر خطاب یا قبول مطلوب کی طرف سے اُس کی صحت مین پایا گیا تو کفالت امام اعظم رح اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک صحیح نہین ہی اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کا ہی اور مکفول عنہ کے خطاب یا قبول کا وجود بمنزلہ عدم کے ہوگا اور اگر مطلوب کی طرف سے یہ خطاب اُسکے مرض مین پایا جاوے پس اگر اُسنے اپنے وارث کو ایسا خطاب کیا مثلاً کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میری طرف سے جو اُسکا مال مجھ پر چاہیے ہی کفیل ہو جا پھر اسی مرض مین مرگیا تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک کفالت صحیح نہو اور استحسانا صحیح ہی حتی کہ اگر مرگیا تو بحکم کفالت وارث پکڑے جاوینگے اگرچہ مکفول لہ غائب ہو کذا فی المحیط اور اگر بلا ترکہ چھوڑے مرگیا تو وارث اُسکے ادا کے واسطے نہ پکڑے جاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر اُس نے کسی اجنبی سے کہا اور اُس نے ضمانت کرلی تو مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ یہ ضمان صحیح نہین ہی اس واسطے کہ اجنبی سے اُسکے قرض کا مطالبہ بدون التزام کے نہین کیا جا سکتا ہی پس مریض اور تندرست

اس کے حق میں ادا ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ یہ ضمانت ہے کیونکہ مریض نے اس سے پہلے اپنی ذات پر لحاظ رکھا ہے اور اسپر نرمی کی ہے اور اجنبی نے جب اسکے حکم سے قرضہ ادا کیا یا تو اس کے ترکہ سے لے لیگا پس یہ مریض سے صحیح ہے کیونکہ وہ مرض کی حالت میں ہے اور تنگی کے سبب سے اُسنے اس کو طالب کے قائم مقام کیا اور ایسا احوال تندرستی میں نہیں پایا جاتا ہے پس اس میں قیاس کا حکم لیا جاویگا کذا فی الکافی وغیرہ۔ اور یہی ادیہ ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر وارثوں نے مریض سے یہ کہا کہ جو لوگوں کا قرض تجھ پر ہے سب کے ہم ضامن ہوئے اور مریض نے ان سے اپنی ضمانت پر راضی نہ ہوا حالانکہ مطالبہ کی یہی اور قرض خواہ موجود نہ تھے تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر انھوں نے ایسا کلام اُسکے مرنے کے بعد کہا تو استحساناً کفالت صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور کفالت کے شرائط چار قسم ہیں

قسم اول جو کفیل کی طرف رجوع کرتے ہیں ازانجملہ عقل اور بلوغ ہے یعنی عاقل و بالغ ہونا چاہیے اور یہ انعقاد کی شرطوں میں سے ہے پس لڑکے اور مجنون کی کفالت منعقد نہوگی مگر جب کہ ولی نے کوئی دین یتیم کے نفقہ میں لیا ہو اور اُسکو ضمان مال کا حکم دیا ہو تو صحیح ہے اور اگر اُسکو اپنی ذات کی کفالت کی اجازت دی تو جائز نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ اور اگر لڑکے نے نفس یا مال کی کفالت کی پھر بالغ ہو کر کفالت کا اقرار کیا تو وہ اس میں پکڑا جائیگا کیونکہ اُسنے کفالت باطلہ کا اقرار کیا ہے پس اگر لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اس میں اور طالب میں جھگڑا ہوا اور طالب نے کہا کہ تونے ایسے حال میں کفالت کی ہے کہ تو بالغ تھا اور لڑکے نے کہا کہ میں نے نابالغی کی حالت میں کفالت کی ہے تو لڑکے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں کفالت کی ہے کہ میں مجنون تھا یا مجھپر بیہوشی تھی یا مجھے برسام تھا اور طالب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ تونے صحیح اور تندرست ہونے کی حالت میں کفالت کی ہے پس اگر ایسے امراض اس مقر کو پیدا ہونا معہود ہوں کہ اکثر ہوتے رہتے ہوں تو اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر معہود نہوں تو طالب کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور ازانجملہ حریت یعنی آزادی شرط ہے اور یہ اس تصرف کے نافذ ہونے کی شرط ہے پس ایسے غلام کی کفالت جسکو اس کے آقا نے تصرف سے منع کیا ہے یا ایسا غلام ہو جسکو اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہے جائز نہوگی ولیکن کفالت منعقد ہو جاویگی حتی کہ بعد آزادی کے پکڑا جائیگا اور کفیل کی صحت بدنی شرط نہیں ہے پس مریض کا کفالت کرنا تہائی مال سے صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ قسم ثانی میں وہ شرائط ہیں جو اصیل کی طرف رجوع کرتی ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اصیل مکفول عنہ کے سپرد کرنے پر خواہ خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک قادر ہو پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ایسی میت کی طرف سے جو قاضی کے بیان سے مفلس قرار پایا ہے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک صحیح ہے کذا فی البدائع اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا قول صحیح ہے کذا فی الزاد اور اگر اس میت نے کسی قدر مال چھوڑا ہو تو بقدر اسکے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور ازانجملہ اسکا معلوم ہونا چاہیے بشرطیکہ کفالت مضاف ہو وے بیانش کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ تونے کسی سے بیع کی ثمن اسکا تیرے لیے کفیل ہوں تو یہ کفالت باطل ہوگی اور اگر یہ کہا کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر یا دوسرے فلان شخص پر آتا ہے اسکا میں تیرے لیے کفیل ہوں تو یہ جائز ہے اور کفیل کو خیار ہوگا اور یہ کفالت چونکہ مضاف نہیں ہے اگرچہ مکفول عنہ مجہول ہے جائز ہے یہ ذخیرہ اور محیط میں ہے۔ اور یہ شرط نہیں ہے کہ وہ آزاد عاقل اور بالغ ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے کسی لڑکے یا مجنون پر کچھ دعوی کیا اور کسی کفیل نے اس کی ذات کی یا قرض کی اس لڑکے کے ولی کی بلا اجازت کفالت کر لی تو یہ صحیح ہے خواہ وہ لڑکا ایسا ہو کہ جسکو تجارت

کی اجازت دی گئی یا ایسا نہو اور خواہ وہ عاقل ہو یا غیر عاقل ہو پس اگر کفیل [illegible] اُسکے حاضر لانے کا مواخذہ کیا گیا پس اگر
یہ کفالت اُسکے ولی کی اجازت سے ہوئی تھی اور کفیل سے لڑکے [illegible] حاضر کرتا یا [illegible] حاضر کیا جائیگا اور اگر لڑکے کے اور
ولی کی بلا اجازت یہ کفالت ہوئی ہو تو لڑکا حاضر ہونے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر [illegible] لڑکے [illegible] اسکو کفیل سے چاہا تھا پس
پس اگر اُس لڑکے کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو اُسکو [illegible] لینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر کفیل نے اسکی طرف سے مال
ادا کر دیا تو اُس سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ تیسری قسم کی شرطیں وہ ہیں کہ جو مکفول لہ سے متعلق ہیں
ازانجملہ یہ کہ مکفول لہ معلوم ہونا چاہیے یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اس شخص کا
جو قرضہ فلان شخص پر ہے [illegible] کفیل ہوتا ہوں یا جو اُس دوسرے شخص کا اُسپر ہے اُس کا
کفیل ہوتا ہوں تو یہ کفالت بسبب اُسکے کہ مکفول لہ معلوم نہیں ہے باطل ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے
ایک قوم سے یہ کہا کہ جو تم سے [illegible] اور [illegible] بیع کیا وہ [illegible] اُسکا کفیل ہوں تو یہ اُن لوگوں سے
حق میں صحیح ہے جن سے خطاب کرتا ہے غیر [illegible] میں صحیح نہیں ہے یہ [illegible] میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے
ایک شخص سے چند لوگوں کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا کہ جو شخص ان میں سے تیرے ہاتھ بیع کرے میں تیری طرف سے
داموں کا اُس کے لیے کفیل ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ مکفول لہ معلوم ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ ازانجملہ صاحبین
رحمہما اللہ تعالی کے قول پر متفرع ہے کہ مکفول لہ عاقل ہونا چاہیے پس مجنون کا قبول کرنا یا ایسے لڑکے کا جو عقل
نہ رکھتا ہو صحیح نہیں ہے اور ولی کا اُن دونوں کی طرف سے قبول کرنا جائز نہیں ہے اور مکفول لہ کا آزاد ہونا شرط نہیں
ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ چوتھی قسم کی وہ شرطیں ہیں جو مکفول بہ کی طرف راجع ہیں ازانجملہ یہ کہ وہ چیز اصیل کے ذمہ
ضمانت ہو اس طرح پر کہ اصیل اُس کے سپرد کرنے پر مجبور کیا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پس بیع کے سپرد کرنے کی اور قرضوں
کی اور ضمانتی چیزوں کی جیسے غصب یا مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے کا عوض صلح یا بیع فاسد کی بیع کی کفالت
جائز ہے اور چکانے کے طور پر جو چیز قبضہ میں لی گئی ہے اگر اُسکا ثمن بیان کر دیا گیا ہو تو اُس کی کفالت بھی جائز
ہے ورنہ وہ امانت ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور جو چیزیں امانت میں ہوں اُن کی کفالت جائز نہیں ہے
جیسے ودیعت یا مال مضاربت وغیرہ نہ بعینہ اُن چیزوں کی اور اُن کے سپرد کرنے کی کیونکہ ان چیزوں کی
ضمانت نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسے ہی مرہون اور مستعار اور مستاجر کی بعینہ کفالت صحیح نہیں ہے یہ کافی میں
لکھا ہے لیکن ودیعت رکھنے والے کو لے لینے پر قادر کرنے کی کفالت کرنا صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح
قبضہ کے بعد رہن کی سپردگی کی یا جو چیز اجرت پر لی ہو اُسکو مستاجر کے سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہے یہ کافی میں
لکھا ہے۔ اور عاریت کے سپرد کرنے کی کفالت کی نسبت امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع میں لکھا ہے کہ اُس کی
کفالت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور کسی گواہ کے سپرد کرنے کی اس واسطے کہ وہ قاضی کے دربار میں حاضر ہو کر گواہی
دے کفالت جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ کفیل کو اُسکے سپرد کرنے کی قدرت ہو
اور اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ اگر کسی نے کسی سے ایک گھر بنانے یا کسی زمین جوتنے کو قبول کیا اور اُسپر ایک کفیل دیا
پس اگر اُسنے مطلقاً کام کی شرط لگائی ہو پس اگر بعینہ اُسی شخص پر لگائی اور صرف اس کے کام کی کفالت کی تو جائز
نہیں ہے اور اگر اُسکے نفس کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو جائز ہے اور اگر کچھ اونٹ ایک شہر سے دوسرے شہر کو

لیجانے کے واسطے کرایہ کیے اور اُس سے کوئی کفیل لے لیا پس اگر وہ اونٹ غیر معین ہین تو کفالت صحیح ہو خواہ اُس نے باربرداری کی کفالت کی ہو یا اونٹون کے سپرد کرنے کی کفالت کی ہو اور اگر وہ اونٹ معین ہون تو سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہو اور باربرداری کی کفالت صحیح نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے مزدور کیا اور کسی نے اُس کی خدمت کرنے کی کفالت کی تو باطل ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور ایسے ہی حدود اور قصاص کی کفالت صحیح نہین ہو اور اسی طرح اگر کسی غائب آدمی کے نفس کی کفالت کی اور اُسکا مکان معلوم نہین تو کفالت صحیح نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہو کہ وہ قرض صحیح ہو پس بدل کتابت کی کفالت جائز نہو گی یہ نہایہ مین لکھا ہو اور بدل سعایت اور بدل کتابت یکسان ہین پس اُس کی طرف سے کفالت کرنا امام اعظم رحمہ کے نزدیک درست نہین ہو کیونکہ وہ مکاتب کے مانند ہو اور صاحبین کے نزدیک تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا آزاد ہو کہ جس پر قرض ہو تو کفالت صحیح ہوگی یہ کافی مین لکھا ہو اور مقدار معلوم ہونا شرط نہین ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔

باب دوم کفالت کے الفاظ اور اُس کے اقسام اور احکام کے بیان مین اور اس مین چند فصلین ہین

فصل اول

اُن الفاظ کے بیان مین جن سے کفالت واقع ہوتی ہو اور جن سے واقع نہین ہوتی۔ ضمانت اور کفالت اور حمالت اور زعامت اور غرامت الفاظ کفالت کے ہین یا کہے کہ یہ مجھپر ہو یا میری طرف ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو۔ اور جو الفاظ کہ عرف و عادت مین ذمہ داری کے معنی دیتے ہین وہ سب کفالت کے الفاظ ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور مین نے اُس کی طرف سے کفالت کی کہنا صحیح ہو یا ایسا لفظ کہے کہ جس سے حقیقۃً اُسکا بدن مراد لیا جاوے جیسے نفس اور تن یا عرفاً مراد لیا جاوے جیسے اُس کی روح یا سر یا منھ یا آدھا یا تہائی یہ کافی مین لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے اُس کے ہاتھ یا پاؤن کی کفالت کی یا کوئی ایسا لفظ کہا کہ جسکی طرف طلاق کی نسبت کرنا صحیح نہین ہوتی ہو تو کفالت بھی صحیح نہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر اُسکی عین کی کفالت کی تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہو اور فقیہ ابو بکر بلخی رح نے کہا کہ کفالت صحیح نہین ہو اور اگر اُس نے عین سے بدن مراد لیا تو نیت صحیح ہو۔ اور بدون نیت کیے عین کے صرف آنکھ کے معنی لیے جائینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اگر فرج کی طرف نسبت کی تو کتاب الطلاق کے سوا اس مقام پر امام محمد رح نے اسکو ذکر نہین کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ جب فرج کی نسبت عورت کی طرف ہو تو کفالت کی نسبت بھی اُس کی طرف صحیح ہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر کفیل کی طرف کسی جزو کی نسبت کی مثلاً کہا کہ میرے آدھے یا تہائی کی کفالت کر لے تو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب الرہن مین ذکر کیا کہ یہ جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ یہ مجھپر ہو کہ مین تجھ سے اسکو خود ملا دون تو کفیل ہو جائیگا اور یہ کہنا مثل اس کہنے کے ہو کہ یہ مجھپر ہو کہ مین تجھکو اُس کی ذات سپرد کر دونگا اور یہ کہنا کہ یہ مجھپر ہو کہ مین اسکو تیرے ساتھ ملا دونگا یا یہ کہنا کہ یہ مجھپر ہو کہ مین اسکو تیرے پاس لے آؤنگا برابر ہین اور وہ شخص کفیل ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اجناس ناطفی مین لکھا ہو۔ کہ اگر کسی نے کہا کہ تیرا یہ شخص میرے پاس ہو یا کہا کہ میرے پاس اسکو چھوڑ دے تو یہ کفالت ہو اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین اس شخص کو کل کے روز تجھے نہ پہونچا دون تو یہ مال تیرا میرے پاس ہوگا اور اُسنے اُسے نہ پہونچایا تو مال اُسپر لازم آئیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اُسنے کہا کہ یہ مال تیرا میرے نزدیک ہوگا تو اس صورت مین بھی چاہیے کہ وہ شخص کفیل شمار ہوگا کیونکہ میرے نزدیک اور میرے پاس دونون کے ایک ہی معنی ہین یہ محیط مین لکھا ہو مترجم کہتا ہو

کہ یہ لفظ نزدیک اور پاس محاورہ عرب میں ایسے مقام پر مستعمل ہوئے کہ جہاں ملکیت غیر ثابت ہوتی ہو اور تیرا اس کے واسطے کہنے والا کفیل ہو گیا اگرچہ ہمارے محاورہ میں اس طرح نہیں بولتے ہیں لیکن اگر اسکو اس طرح سمجھا جاوے کہ یہ تیرا مال میرے پاس ہے اسکے یہ معنی کہ تو مجھ سے لینا اور یہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور اُس کو طالب کے سپرد کر کے بری ہو گیا پھر طالب نے مطلوب کا دامن پکڑا اس کفیل نے کہا کہ تو اسے چھوڑ دے (حاضر ضامن ہے ۱۲) اور میں اپنی کفالت پر ہوں یا یوں کہا کہ چھوڑ دے میں ویسے ہی اپنی کفالت پر ہوں اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ کفالت اُسپر لازم ہو گی اور وہ اسی طرح جیسے پہلے تھا اسکے نفس کا کفیل ہو گا اور یہ کفالت از سر نو پیدا ہوئی کیونکہ جب طالب نے اُسکے کہنے سے اسکا دامن چھوڑا تو دلالۃً سمجھا گیا کہ اُس نے قبول کیا کذا فی الذخیرہ اور اگر طالب نے اُس کے کہنے سے مطلوب کو نہ چھوڑا تو یہ شخص کفیل نہو جائیگا کیونکہ کفالت بدون قبول طالب کے صحیح نہیں ہوتی ہے اور وہ نہ پایا گیا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ جو تو نے فلاں شخص کے ہاتھ بیچا وہ مجھ پر ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ کفالت کی اضافت سبب وجوب کی جانب ہے اور کفالت کو آئندہ وقت کی طرف نسبت کرنا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی پر کچھ دعوی کیا اور مدعی علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر ایک شخص نے کہا کہ جو تو نے فلاں شخص پر دعوی کیا ہے وہ مجھ پر ہے یعنی میں اسکو دونگا تو یہ شخص ضامن ہو جائیگا اور اگر ایسا لفظ کہا کہ جس کے معنی زمانہ آئندہ کے بھی ہو سکتے ہیں مثلاً عربی میں صیغہ مضارع کے ساتھ دعوے سے بیان کیا تو یہ شخص ضامن ہو جانے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی سے کہا کہ تو ہر روز فلاں شخص کو ایک درہم دیا کر میں تیرے واسطے ضامن ہوتا ہوں اور اس نے دیدیا یہاں تک کہ اسپر بہت مال ہو گیا پھر ضامن نے دینے والے سے کہا کہ اس قدر مال دینا میرا مقصود نہ تھا تو یہ سب مال اُسکو ادا کرنا واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ یہ مال مجھ پر اُس وقت تک ہے کہ جب تک دونوں باہم ملاقات نہ کریں یا باہم یکجا نہوں یا ایک دوسرے کے پاس نہ پہونچیں تو وہ شخص اُسی وقت تک کفیل ہو گا جو اُسنے بیان کیا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں اُس وقت تک ضامن ہوں کہ جب تک دونوں یکجا نہوں یا باہم ملاقات نہ کریں تو کفیل نہوگا کیونکہ اُسنے یہ بیان کیا کہ اُس نے نفس کی کفالت کی ہے یا مال کی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ آشنائی فلاں بر من۔ تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائیگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ کفیل نہوگا مگر لوگوں کا عرف ایسا ہی ہے جیسا فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور واقعات میں ہے کہ فتوی اسی پر ہے کہ وہ کفیل ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص میرا آشنا ہے یا فلاں شخص آشنا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائیگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور کبری میں ہے کہ اسی پر فتوی دیا گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فلان آشنای من است یا فلان آشناست ایسے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں کہ جس سے کفالت ثابت ہو اور اردو محاورہ میں انکا استعمال ایسے معنی پر ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے واسطے اس کی شناخت کی ضمانت کرتا ہوں تو کفیل نہ ہو جائیگا اور یہ کہنا بمنزلہ اسکے ہے کہ کہا میں تیرے لیے اس بات کی ضمانت کرتا ہوں کہ میں تجھے اس کا پتہ دونگا یا تجھے واقف کر دونگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کی شناخت و نشاندہی کرا دینا مجھ پر ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر واجب ہے کہ اُسکا پتہ دے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ انچہ ترا بر فلان ست من بدہم یعنی جو کچھ تیرا فلاں شخص پر ہے اُسکو میں دونگا تو یہ وعدہ ہے کفالت نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ انچہ ترا بر فلان است من جواب گویم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ عرف کی

یا ہ وست یہ کفالت ہے اور امام ظہیر الدین کفالہ نہونے پر فتوی دیتے تھے اور اسی طرح اس قول میں کہ بو اب مال تو بر من یا بر وا مال تو من تکویم بھی فرماتے تھے کہ کفالت نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ پذیرفتم بضمانت صحیح ہے اور سا اگر کہا کہ قبول کردم تو اس میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کفالت نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر کفالت کا ارادہ کیا تو ہو جائیگی اور اگر نہ ارادہ کیا تو وعدہ ہوگا کفالت نہوگی اور اگر کسی نے کہا ہر چہ ترا بر وی آید بر من تو یہ کفالت نہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہر چہ ترا بر فلان بشکند بر من یہ صحیح نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ پذیرفتم فلان را کہ فردا بتو تسلیم کنم تو یہ کفالت مطلقہ ہے کیونکہ اسکا یہ کہنا پذیرفتم فلان را پوری کفالت ہے اور یہ کہنا کہ فردا بتو تسلیم کنم یہ کفالت میں داخل نہیں ہے جو بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے کہا کہ میں کل کے روز فلان شخص کی ذات کا کفیل ہوں تو اس مسئلہ پر قیاس کرکے اگر کہا کہ پذیرفتم تن فلان را ہر گاہ طلب کنی بتو تسلیم کنم یہ کفالت مطلقہ ہوگی حتی کہ اگر اس ... طلب کرنے سے پہلے اسکے سپرد کردیا تو بری ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ ہر گاہ طلب کنی فلان را تن او را پذیرفتم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قبل اسکے طلب کرنے کے کفیل نہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا کہ جس پر فتوی ہو چکا ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر مال تو بر فلان فرو رود من جواب گویم تو یہ کفالت نہوگی اور اگر کہا کہ اگر فلان ترا تا وقت مال تو نگزارد من جواب گویم یا کہا کہ نتواند گزاردن من جواب گویم تو یہ کفالت صحیح ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور شیخ علی ... سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر من فلان را حاضر نتوانم کردن جواب آن مال بر من تو یہ کفالت نہوگی اور فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا قرض فلان شخص پر ہے وہ میں تجھے دیدونگا یا تیرے سپرد کردونگا یا ... تو کفیل نہوگا ... اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور امام ظہیر الدین ... ان لفظوں ... تو کفالت نہوگی اور اگر ... کے ساتھ ... تو ... ویدونگا تو کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک قوم معین کو مخاطب کیا کہ ہر چہ شما را بر فلان آید بر من تو ... واجب نہوگا کیونکہ ... فلان آید مجہول لفظ ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے پھر طالب سے ایک شخص نے کہا کہ ... شخص پر آتا ہے میں تیرے لیے اسکا ضامن ہوں کہ میں اس سے اپنے قبضہ میں لیکر تجھکو دیدونگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر اس ضمان کی وجہ سے یہ واجب نہوگا کہ اپنے پاس سے ادا کرے بلکہ یہ چاہیے کہ تقاضا کرکے اسکو طالب کو دیدے اور یہی نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی نے کسی کے ہزار درم غصب کیے پھر جس کے درم غصب کیے تھے اس نے اس سے جھگڑا کیا اور ... لے لیتا ہے پھر کسی شخص نے اس سے کہا کہ تو اس سے جھگڑا نہ کر میں اس مال کا ضامن ہوں کہ لیکر تجھکو دیدونگا تو یہ مال اس کے ذمہ لازم ہوگا اور یہ قرض کے مشابہ نہیں ہے اور اگر غاصب نے وہ ہزار درم تلف کردیے ہوں اور قرض ہو گئے ہوں تو یہ ضمانت باطل ہوگی صرف تقاضا کی ضمانت ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی پر دعوی کیا کہ اس نے غلام غصب کرلیا ہے پھر کسی شخص نے کہا کہ میں اس غلام کا جس کا کہ تو دعوی کرتا ہے ضامن ہوں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ضامن رہیگا یہانتک کہ غلام کو لاوے اور گواہ پیش کرے پس اگر ... نہ لایا اور مدعی نے گواہی سے اس کا استحقاق ثابت کیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر کسی نے یہ دعوی کیا کہ اس نے میرا غلام غصب کیا ہے اور وہ اس کے پاس مر گیا ہے پھر کسی نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے میں غلام کی قیمت کا ضامن ہوں تو وہ ضامن

ہو جائیگا اور اُسی وقت اُس سے مواخذہ ہو سکتا ہو اور گواہی سے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہی یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔

دوسری فصل نفس اور مال کی کفالت کے بیان میں۔ نفس کی کفالت کرنا جائز ہی کیونکہ کفیل اُسکو سپرد کر سکتا ہے بایں طور کہ طالب کو اُسکا مکان بتلا دے اور دونوں کو دو بدو کر دے یا ان میں موانع سے تخلیہ کر دے یہ ہدایہ میں لکھا ہی یا اس کے دعوے کی سماعت [illegible] یا حاکم کے دربار میں [illegible] اُسکو حاضر کرے اور اگر اُس پر قادر نہو تو قاضی کے پیادون سے مدد لے یہ تبیین میں لکھا ہی اگر کسی نے کسی شخص سے اُسکے نفس پر کوئی کفیل لیا پھر جاکر اُس سے دوسرا کفیل لیا تو یہ دو کفیل ہونگے یہ ہدایہ میں لکھا ہی۔ اور کفیل بالنفس اُسکے حاضر کرنے کا ضامن ہوتا ہی پس اگر مکفول بہ کا کسی خاص وقت میں حاضر کرنا شرط کیا تو اُسکو اُسی وقت کے طلب کرنے پر حاضر کرنا لازم ہی پس اگر اُسنے حاضر کیا تو خیر اور اگر انکار کیا تو حاکم اُسکو قید کریگا کذا فی الکافی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ اُسکا عجز ظاہر نہو اور اگر عجز ظاہر ہوا تو قید کرنے کے کوئی معنی نہیں ہین مگر یہ کہ طالب اُس کے درمیان حائل نہوگا اور طالب اُس سے مطالبہ کرتا رہیگا تا اُسکے اشغال میں حرج نہونے دیگا کذا فی التبیین اور اگر اُسکے ساتھ رہنے سے کفیل کو ضرر ہو تو اُس سے کوئی کفیل مضبوطی کے واسطے لے لیوے یہ نہر الفائق میں لکھا ہی۔ اور اول مرتبہ میں قید نہ کرے بلکہ دو تین مرتبہ کے بعد اور یہ حکم اُس صورت میں ہی کہ جب وہ کفالت کا اقرار کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو پھر گواہ قائم ہوئے یا اُس سے قاضی نے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا تو اول ہی مرتبہ قید کریگا کذا فی الظہیریہ اور یہی ظاہر الروایت ہی یہ نہر الفائق میں لکھا ہی اور یہ حکم کسی موقع پر خاص نہیں ہی بلکہ عام حقوق میں ایسا ہی ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی۔ اگر مکفول بالنفس روپوش ہو گیا تو حاکم کفیل کو آنے جانے کی مہلت دیگا پس اگر مدت گذر گئی اور حاضر نہ کیا تو اُسکو قید کریگا یہ ہدایہ میں لکھا ہی۔ اور اگر وہ ایسا روپوش ہوا کہ اُسکا پتہ نہیں معلوم ہی تو اُس سے مطالبہ نہوگا اور اگر دونون نے اختلاف کیا۔ اور کفیل نے کہا کہ مین اُسکا مکان نہیں جانتا ہون اور طالب نے کہا کہ تو جانتا ہی تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر مطلوب مکفول عنہ ہمیشہ کسی مقام پر تجارت کے واسطے جاتا رہتا ہی اور یہ معروف ہی تو طالب کا قول معتبر ہوگا اور کفیل کو حکم دیا جائیگا کہ اُس مقام کو جاوے اور اگر اُسکا اس طرح جانا معروف نہو تو کفیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر طالب نے گواہ پیش کیے کہ مکفول عنہ فلان مقام پر ہی تو کفیل کو جانے اور اُسکو حاضر کرنے کے واسطے حکم دیا جاویگا یہ تبیین میں لکھا ہی۔ اگر مکفول بہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر کفیل اُسکے واپس لانے پر قادر ہی مثلاً ہمارے اور کافرون کے درمیان یہ عہد ہو کہ اگر کوئی ہم میں سے مرتد ہو کر ان میں جائیگا تو ہمارے حسب الطلب وہ اُسکو واپس کرینگے تو کفیل کو آنے جانے کی مہلت دیجائیگی اور اگر اُس کے واپس کر لانے پر قادر نہو مثلاً ہمارے اُن کے درمیان ایسا وعدہ نہ ہو تو کفیل سے اُسکا مواخذہ نہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ واضح ہو کہ جس مقام پر یہ جائز رکھا گیا ہی کہ کفیل کو مہلت دیکر مکفول عنہ کے لانے کے واسطے اجازت اجازت دی جاوے وہان طالب کو اختیار ہی کہ اپنی مضبوطی کے واسطے اُس سے اُسکا دوسرا کفیل لے لیوے تاکہ کفیل غائب نہو جاوے کہ اُسکا حق ضائع ہو جاوے یہ تبیین میں لکھا ہی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص اور حد قذف اور چوری میں کفالت بالنفس جائز ہی و لیکن اُسپر جبر کیا جاویگا بلکہ اگر اُسکا نفس کفیل دینے پر خوش ہو تو لیا جاویگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی مگر جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہین جیسے شراب خواری کی حد یا حد زنا یا بعضون کے نزدیک چوری کی حد پس ان میں کفالت بالنفس جائز نہیں ہی اگرچہ اُسکا نفس راضی ہو یہ کفایہ میں لکھا ہی۔ اور جبکہ اُسپر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا تو مدعی اُسکا

رد نہ کریگا یہانتک کہ اگر قاضی کی کچہری سے نکلنے تک اُس نے گواہ پیش کیے تو خیر ورنہ اُسکی راہ چھوڑ دیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ خطائے مجروح یا مقتول کرنے یا اسی قسم کے اور جنایتیں جن میں قصاص نہیں آتا ہے اور کل وہ چیزیں جن میں تعزیر واجب ہوتی ہے مطلوب پر جبر کیا جائیگا کہ کفیل دیوے کیونکہ یہ دعوی اور مال کا دعوی یکساں ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور حدود و قصاص میں قید نہو گا یہانتک کہ دو گواہ کہ جنکا حال پوشیدہ ہو یا ایک گواہ عادل کہ جس کے عادل ہونے کو قاضی جانتا ہو گواہی دیدیں کذا فی الکافی۔ اور مال کی کفالت کرنا جائز ہے خواہ مال معلوم ہو یا مجہول ہو خواہ مکفول عنہ کے حکم سے ہو یا نہو اور طالب مختار ہو گا کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اسنے ایک سے مطالبہ کیا تو دوسرے سے مطالبہ کر سکتا ہے اور اُسکو یہ اختیار ہے کہ دونوں سے مطالبہ کرے کذا فی الہدایہ

تیسری فصل۔ کفالت سے بری ہونے کے بیان میں۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کفالت بالنفس جب صحیح ہو گئی تو کفیل کا اس سے بری ہونا ان تین صورتوں میں سے ایک صورت سے ہو سکتا ہے یا تو مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرے یا مکفول لہ کو اس کفیل کو بری کر دے یا مکفول عنہ مر جاوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جب کفیل نے مکفول عنہ کو لاکر مکفول لہ کو ایسے مقام پر سپرد کر دیا کہ جہاں اُس سے خصومت کر سکتا ہے مثلاً شہر ہے کہ جہاں نالش کر سکتا ہے تو کفیل بری ہو جائیگا کذا فی الکافی خواہ طالب اُسکو مان لے یا نہ مانے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو کسی جنگل یا میدان میں مکفول لہ کے سپرد کیا تو بری نہو گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شہر میں کفالت کی اور دوسرے شہر میں اُسکو سپرد کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک بری نہو گا کذا فی الہدایہ اور صاحبین کا قول اوجہ ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ یہ شرط نہوئی ہو کہ جس شہر میں کفالت واقع ہوئی ہے اسی میں سپرد کیا جاوے اور اگر یہ شرط ہوئی ہو تو صاحبین کے نزدیک بری نہو گا اور امام اعظم کے قول میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اس شرط پر کفالت کی کہ قاضی کی کچہری میں سپرد کریگا اور اُس نے بازار میں سپرد کیا تو بری ہو جائیگا کذا فی الکافی اور امام سرخسی نے فرمایا کہ متاخرین مشائخ کہتے ہیں کہ یہ حکم اُس زمانہ کی عادت کے موافق ہے اور ہمارے زمانہ میں جس جگہ سپرد کرنا شرط کیا ہے وہاں کے سوا دوسری جگہ سپرد کرنے سے بری نہو گا کذا فی غایۃ البیان اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کفیل کے ذمہ شرط لگائی کہ اسکو امیر کے پاس مجھے سپرد کرے اور اُس نے قاضی کے پاس سپرد کیا یا قاضی کے پاس سپرد کرنے کی شرط لگائی اور اُس نے امیر کے پاس سپرد کیا یا یہ شرط لگائی کہ اس قاضی کے پاس سپرد کرے پھر اس جگہ دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اُسنے اُسکے سامنے سپرد کیا تو بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابو حامد رح سے پوچھا کہ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول لہ اپنی برادری کے ساتھ خانقاہ میں بیٹھا تھا پھر کفیل مکفول عنہ کو لیکر آیا اور مکفول عنہ نے قوم کو سلام کیا اور کفیل نے اُس سے کہا کہ یہی مکفول عنہ ہے اور مکفول عنہ وہاں نہ بیٹھا بلکہ چلا اور بعد میں سے دروازہ سے نکل گیا تو کیا اس قدر سے سپرد کرنا ہو جاتا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر میں فلاں وقت اسکو طالب کے پاس نہ پہونچا دوں تو جو مال اسکا اسپر ہے وہ کفیل پر ہو گا اور کفیل نے کفالت میں یہ بھی شرط کی کہ اگر جامع مسجد میں اسکو طالب سے ملاقات

تو وہ کفالت سے بری ہوگا پھر اُسی وقت پر اُسی جگہ اُسکو لایا اور اس پر گواہ کر لیے اور طالب روپوش ہو گیا تو
یہ کفیل نفس و مال دونوں کی کفالت سے بری ہو گیا اور اسی طرح اگر فقط کفالت بالنفس ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کل تک کے واسطے
کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل مسجد میں نہ پہونچا دوں تو جو مال اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا اور کفیل نے
طالب سے یہ شرط لی کہ اگر طالب کل کے روز بڑی مسجد میں نہ ملا اور اس سے لیکر اپنے قبضہ میں نہ کیا تو کفیل بری ہوگا پھر کل
کے روز گذرنے کے بعد دونوں ملے پس کفیل نے کہا کہ تو روپوش ہو گیا اور طالب نے کہا کہ میں وہاں پہونچا تو ایک کی دوسرے
پر تصدیق نہ کی جائیگی اور کفالت اپنے حال پر رہیگی اور مال کفیل پر لازم ہوگا اور اگر ہر ایک نے دونوں میں سے گواہ پیش
کیے کہ ہم مسجد میں پہونچے تھے اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ کفیل نے مکفول بہ کو دیدیا ہے تو کفالت بالنفس اپنے حال
پر باقی رہیگی اور مال کفیل پر لازم نہ آئیگا اور اگر کفیل نے مسجد میں پہونچنے پر گواہ پیش کیے اور طالب نے گواہ پیش نہ کیے
تو کفالت مال اور نفس سے بری ہو جائیگا اور وہاں پہونچنے پر طالب کی تصدیق نہ کی جائیگی کسی نے ایک شخص کے نفس کی
کفالت کی اور مکفول عنہ قاضی کے پاس قید تھا پھر کفیل نے قید خانہ میں اُسے طالب کے سپرد کر دیا تو یہ کفیل بری ہو گیا
اور اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید میں تھا پھر چھوٹا پھر قید میں پڑا پھر کفیل نے طالب کے سپرد کر دیا تو
مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ قید ہونا کسی تجارت وغیرہ کی وجہ سے تھا تو سپرد کرنا صحیح اور کفیل بری ہوگا اور اگر کسی سلطانی
امور کی وجہ سے ہو تو کفیل بری نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکفول بالنفس قرض وغیرہ کی وجہ سے قید
کیا گیا تو کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور کتاب الاصل میں مطلقاً ایسے ہی لکھا ہے مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے
کہ وہ دوسرے شہر میں قید ہوا اور اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی اور اسی قاضی کے قید خانہ میں جس کے پاس جھگڑا
پیش کیا ہے قید ہو تو کفیل سے سپرد کر دینے کا مطالبہ نہ کیا جائیگا ولیکن قاضی اُسکو قید خانہ سے نکالے گا تا کہ اپنے مدعی کو جواب دے
پھر اُسکو قید خانہ بھیجدیگا اور اگر وہ اُسی شہر میں قید ہو کہ جس میں کفالت واقع ہوئی ہے ولیکن دوسرے قاضی کے قید خانہ میں
ہو یا حاکم کے قید خانہ میں ہو تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل کے سپرد کر دینے کا مواخذہ کیا جاوے اور استحساناً مواخذہ نہ کیا جائیگا
اور اسکا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہونے کا حکم تھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر
مکفول بالنفس شہر کے دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو قاضی طالب کو حکم دیگا کہ اُس قاضی کے پاس جاوے اور
وہیں نالش کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مکفول بالنفس کفالت کے بعد قید کیا گیا اور کفیل نے قید خانہ میں اُسکو سپرد کیا
تو بری نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہوا اور اگر اسی قاضی کے
قید خانہ میں جسکے یہاں نالش ہے قید ہو تو اختلاف ہے بعض مشائخ نے کہا کہ بری نہوگا اور عامہ مشائخ نے کہا
کہ بری ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے اور مسئلہ گذشتہ کے قیاس پر اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی ہے قید ہو
تو استحساناً بری ہونا چاہیے اگرچہ دوسرے قاضی یا حاکم کے قید خانہ میں قید ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس
صورت میں ہے کہ سوائے طالب کے دوسرے شخص کی وجہ سے قید ہو اور اگر طالب کی وجہ سے قید ہوگا تو دونوں میں
صورتوں میں سپرد کرنے سے لامحالہ بری ہو جائیگا اور فتاوی میں لکھا ہے کہ اگر طالب کے طلب پر قید خانہ میں اُس کو
سپرد کیا تو بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کے نفس کی کفالت کی اور وہ قیدی نہ تھا پھر قید کیا گیا پھر
طالب نے کفیل سے اُسی قاضی کے سامنے جس نے قید کیا ہے جھگڑا پیش کیا اور کفیل نے قاضی سے کہا کہ میں نے

اُس کی کفالت کی اور آپ نے فلاں شخص کے قرضہ کی وجہ سے اُسکو قید کیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی اُسکے حاضر کرنیکا حکم کرے تاکہ کفیل اسکو مکفول لہ کے سپرد کرے پھر اُسکو قیدخانہ بھیجدے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک مکفول بہ قرضہ کی وجہ سے قید تھا پھر اُسکو قاضی نے طالب کی خصومت کی وجہ سے نکالا اور کفیل نے کہا کہ میں نے اسکو تجھے سپرد کیا پس اگر یہ کلام قاضی کے سامنے کہا تو کفالت سے بری ہوگیا اور اگر قاضی کی مجلس کے سوا دوسری جگہ کہا اور اُسپر قاضی کے ایلچی نکا ہیرہ ہو تو بری نہوگا امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور قاضی کی مجلس میں وہ شخص جن لوگوں کے ساتھ قید میں لایا گیا ہے طالب کے سپرد کیا تو بری نہوگا اور اگر کفیل کفالت میں قید کیا گیا پس اگر مکفول بہ خون کے باب میں قید ہو تو کفیل پر مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر کفیل قید کیا گیا اور مکفول بہ کا بعض شہروں میں مسافر ہونا معلوم ہوا تو قاضی اُس طالب کو حکم دیگا کہ اس کفیل کے نفس کا کوئی کفیل لیکر اسکو قیدخانہ سے نکالدے تاکہ وہ مکفول بہ کو لاوے اور اسی طرح اگر کفیل قرضداری کی وجہ سے قید کیا گیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکا کچھ مال اس شہر میں نہیں ہے اور اُسکا مال خراسان میں ہے تو قاضی اُسکو نکالیگا اور اُس کے طالب کو حکم دیگا کہ بقدر دوری سفر اسکے نفس پر کوئی کفیل لے لیوے اور اُسکا مال فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کریگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور یہ نہ کہا کہ جب میں تیرے سپرد کروں تب بری ہونگا پھر اسکے سپرد کردیا تو بری ہوگیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ ولیکن اس کی کئی صورتیں ہیں یا اُسکو طالب کی خواہش کے بعد سپرد کیا یا اُس سے پہلے سپرد کیا پس اگر اُسکے طلب کرنے کے بعد سپرد کردیا تو بری ہوجائیگا اگرچہ یہ نہ کہا ہو کہ میں نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا ہے اور اگر بدون طالب کی طلب کے سپرد کیا تو جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے کفالت کی راہ سے تجھے سپرد کیا ہے بری نہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کردیا اور اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ایک مہینہ تک کے واسطے کسی کے نفس کی کفالت کی پھر مہینہ سے پہلے اسکو سپرد کیا تو بری ہوجائیگا اگرچہ مکفول لہ قبول کرنے سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مطلوب اپنے نفس کو کفالت کی راہ سے خود سپرد کردے تو کفیل بری ہوجاتا ہے اور کفیل کے وکیل اور اُس کے ایلچی کے سپرد کرنے سے بھی بری ہوجاتا ہے یہ کنز میں لکھا ہے اور برائت کی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ سب یہ کہیں کہ ہم نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا یہ تبیین میں لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں یہ بھی شرط لگائی ہے کہ اُس کفیل کا نام لیا جاوے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ کفالت کی جہت سے سپرد کرنا ازبس ضروری ہے لیکن فلاں شخص کی کفالت سے سپرد کرنے کی اُس وقت احتیاج ہوگی کہ جب اُسکے نفس کے دو کفیل ہوں کہ ایک علیحدہ عقد پر کفیل ہوا اور اگر اُسکے نفس کا ایک ہی کفیل ہو تو فلاں شخص کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی اجنبی آدمی نے جسکو سپرد کرنیکا حکم نہیں کیا ہے مکفول بہ کو طالب کے سپرد کیا اور کہا کہ میں نے کفیل کی طرف سے سپرد کیا ہے پس اگر طالب نے قبول کرلیا تو کفیل بری ہوگیا اور اگر خاموش رہا اور قبول کا لفظ نہ کہا تو بری نہوگا اور اگر قاضی یا اُسکے امین نے معاملہ سے کوئی کفیل بالنفس ہی کی خواستگاری یا بدون خواستگاری کے طلب کیا اور کفیل نے قاضی کے سپرد کردیا تو بری ہوجائیگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری نہوگا۔ اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ قاضی یا امین نے یہ کفالت طالب کی طرف منسوب کی ہو اور اگر منسوب کی اور کہا معاملہ سے کہ دے مجھے کفیل بالنفس دیتا ہے اسکو دے اور کفیل نے قاضی یا اُسکے امین کے سپرد کردیا تو بری ہوگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے کسی شخص کو اس واسطے کفیل کیا کہ میرے واسطے مطلوب سے

کفیل بالنفس ہوے تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو وکیل کفالت کو اپنی طرف منسوب کریگا پس اس صورت مین وکیل سے مطالبہ کرنیکا حق وکیل کو ہوگا اور اگر اُسنے کفالت موکل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ موکل کو ہوگا اور اگر وکیل نے مطلوب کو موکل کے سپرد کر دیا تو استحساناً دونوں صورتوں مین بری ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اُسنے وکیل کے سپرد کیا پس اگر وکیل نے اضافت کفالت اپنی طرف نہ کی تھی تو بری ہوگا ورنہ نہین بری ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہے پھر اُن مین سے ایک نے اُسکو حاضر کیا تو سب بری ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ بری نہوں گے یہ بدائع مین لکھا ہے اگر مکفول بالنفس مر گیا تو کفیل بالنفس کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الہدایہ خواہ مکفول بہ غلام ہو یا آزاد ہو دونوں مین کچھ فرق نہین ہے کذا فی فتح القدیر اور ایسے ہی اگر کفیل مر گیا تو بھی بری ہو گیا یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ کفیل بالنفس نے اگر طالب کو اپنے نفس کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل مر گیا تو دونوں کفیل بری ہو جائینگے اور اسی طرح اگر پہلا کفیل مر گیا تو دوسرا کفیل بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مر گیا تو کفالت بالنفس اپنی حالت پر باقی ہے پھر اگر کفیل نے مکفول بہ کو میت کے وصی کے سپرد کیا تو بری ہو گیا خواہ ترکہ مین قرض ہو یا نہو اور اگر اُسنے مکفول بہ کو وارث میت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ مین قرض ہو تو بری نہوگا خواہ وہ قرض تمام ترکہ کو گھیرے ہوے ہو یا نہین اگر ترکہ مین قرض نہو تو جسکے سپرد کر دیا ہے خاصۃ اسی کے حصہ سے بری ہوگا اور اگر ترکہ کا مال قرضہ سے زیادہ ہو اور میت نے تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو پھر کفیل نے مکفول بہ کو کسی وارث یا موصی لہ کے سپرد کیا یا قرضخواہ کے سپرد کیا تو بری نہوگا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح میرے نزدیک یہ ہے کہ بری ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے پس اگر وارثوں نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں کے سپرد کرنا بھی جائز ہے اور بری ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر طالب مر گیا اور کفیل اُسکا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے بری ہوا اور وہ مال مکفول عنہ پر بحالہ باقی رہا اور اگر کفالت اُسکے بلا حکم تھی تو مطلوب بھی بری ہو جائیگا کیونکہ جب طالب مر گیا تو یہ مال اُسکے وارثوں کی میراث ہو گیا اور اگر طالب کی حیات مین کفیل ہبہ وغیرہ سے اس مال کا مالک ہوا تو مکفول عنہ سے لے سکتا ہے بشرطیکہ کفالت اُسکے حکم سے ہو اور اگر اُسکے بلا حکم ہو تو نہین لے سکتا ہے اور ایسے ہی اگر میراث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین تھا کہ جب طالب گیا اور کفیل اُسکا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مر گیا اور مکفول عنہ اُسکا وارث ہوا تو کفیل بری ہو گیا کیونکہ جب اصیل وارث ہوا تو مالک ہوا اور بری ہو گیا اور اصیل کی برات سے کفیل بری ہو جاتا ہے اور اگر مطلوب وارث کے ساتھ طالب کا کوئی دوسرا بیٹا ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوب کے بری ہوگا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اُسپر باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اصیل کے ادا کرنے یا طالب کے اُسکو بری کر دینے سے کفیل بری ہو جاتا ہے کذا فی الکافی اور شرط یہ ہے کہ اصیل اس برات کو قبول کرے اور قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے اُسکا مر جانا قائم مقام قبول کرنے کے ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر اُس نے اس برات کو رد کر دیا تو رد ہو جائیگی اور طالب کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور ہمارے مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کریگا پس بعضوں نے کہا عود کریگا اور بعضوں نے کہا نہین عود کریگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اگر طالب نے مال قرضہ مطلوب کو ہبہ کیا اور قبول انکار کے قرضدار مر گیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر نہ مرا اور اُسنے ہبہ سے انکار کیا

قرضدار

تو اُسکا انکار صحیح ہی اور مال اُسپر اور کفیل پر بحالہ باقی رہیگا یہ محیط میں لکھا ہی اور اگر بری کرنا یا ہبہ کرنا مطالب کی موت کے بعد واقع ہو اور اُس کے وارث قبول کریں تو صحیح ہی اور اگر انھوں نے انکار کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رد ہو جائیگا اور ابراء باطل ہوگا کیونکہ اُسکے مرنے کے بعد بری کرنا وارثوں کے لیے ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے رد کرنے سے رد نہوگا جیسا کہ اگر اُسکی زندگی میں براءت واقع ہوتی پھر وہ قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے مرتا تو وارثوں کے انکار سے رد نہیں ہوتا ہی یہ شرح طحاوی میں ہی اور اگر اُسنے کفیل کو بری کیا تو صحیح ہی خواہ قبول کیا یا نہ کیا اور کفیل اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر قرضہ اُسکو ہبہ کیا یا اُسے صدقہ میں دیدیا تو اُسے قبول کرنے کی احتیاج ہی اور جب اُسنے قبول کر لیا تو اصیل سے لے سکتا ہی کذا فی غایۃ البیان پس کفیل کے حق میں بری کرنا یا اسکو ہبہ کرنا مختلف ہی کہ بری کرنے کی صورت میں اُس کے قبول کی احتیاج نہیں ہی اور ہبہ اور صدقہ میں اُس کے قبول کرنے کی ضرورت ہی اور اصیل کے حق میں بری کرنے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنے کی ایک ہی صورت ہی کہ سب میں قبول کرنے کی حاجت ہی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی اور اگر مریض نے اپنے وارث کو کفالت بالنفس سے بری کیا تو جائز ہی کیونکہ مرض الموت کا مریض ایسے امور میں جن میں وارثوں یا قرضخواہوں کا حق متعلق نہو بمنزلہ تندرست کے ہی اور کفالت بالنفس سے ان لوگوں کا حق متعلق نہیں ہی کیونکہ نفس مال نہیں ہی اور اسی واسطے اگر کفیل بالنفس کوئی اجنبی ہو اور اُسکو مریض نے بری کیا تو براءت فقط تہائی ترکہ سے معتبر نہیں ہوتی اور اسی طرح اگر کفیل بالنفس سوائے وارث کے ہو اور مریض پر اس قدر قرضہ ہو جو تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہو اور اُسنے کفیل کو بری کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اگر طالب نے کفیل کو بری کیا تو وہ بری ہو گیا اصیل بری نہوگا اور اگر کفیل نے اُس حق سے جو اُس نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہی صلح کر لی تو اصیل بری نہوگا یہ کافی میں لکھا ہی۔ اگر کفیل یا اصیل نے ہزار درم سے جو اسپر آتے ہیں پانچ سو پر صلح کر لی پس صلح میں یا دونوں کی براءت ذکر کی تو دونوں بری ہو جاوینگے یا اصیل کی براءت ذکر کی تو بھی یہی حکم ہی یا کچھ شرط نہ لگائی تو بھی یہی حکم ہی یا یہ شرط کی کہ کفیل بری ہی نہ دوسرا تو پانچ سو درم سے فقط وہی بری ہوگا اور ہزار درم اصیل پر رہینگے کذا فی التبیین پس طالب اگر چاہے تو پورا قرضہ اپنا اصیل سے لیوے یا پانچ سو درم اصیل سے اور پانچ سو کفیل سے لیوے اور کفیل نے جس قدر ادا کیا ہی اصیل سے لیگا بشرطیکہ اُسکے حکم سے کفالت کی ہو اور اگر اُس نے بلا حکم صلح کی تو نہیں لے سکتا ہی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہی۔ اگر کفیل نے مکفول لہ کو کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا کہ اُس سے لیوے اور مکفول لہ اور محتال علیہ نے قبول کر لیا تو کفیل اور مکفول عنہ بری ہو گئے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی اگر کسی شخص نے دوسرے کی نفس کی کفالت کی پھر طالب نے اقرار کیا کہ مکفول بہ کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہی تو اُسکو یہ اختیار باقی ہی کہ کفیل سے مکفول بہ کے سپرد کرنے کے لیے مواخذہ کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ مکفول بالنفس کی جانب کچھ حق میری طرف سے نہ غیر کی طرف سے نہ وصیت سے نہ ولایت سے نہ وکالت سے کسی وجہ سے نہیں ہی تو کفیل کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الخلاصۃ اور اگر یہ اقرار کیا کہ میرا کچھ اقرار کفیل کی طرف سے نہیں ہی تو کفیل بری ہو گیا اور جسقدر حقوق کفیل کیجانب طالب کے لیے ثابت تھے سب اس اقرار سے جاتے رہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ کسی شخص نے کسی شخص کے لیے فلان پر ہزار درم قرضہ کی ضمانت کی اور فلان اسپر برہان لایا کہ کفالت سے پہلے میں نے یہ قرضہ ادا کر دیا ہی تو وہ بری ہوگا اور کفیل اور اگر اسپر برہان پیش کی کہ کفالت کے بعد ادا کر دیا ہی تو دونوں بری ہو جائینگے یہ بحر الرائق میں لکھا ہی۔ اگر کفیل نے اصیل کو قرضہ طالب کا ادا کرنے سے پہلے بری کیا یا اُسکو ہبہ کر دیا تو جائز ہی یہاں تک کہ اگر بعد اس کے کفیل نے طالب کو ادا کیا تو اصیل سے نہیں لے سکتا ہی یہ امام قاضیخان و محبوبی نے ذکر کیا ہی یہ نہایہ

لکھا ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ کفیل بالنفس نے وہ قرضہ جو مکفول بہ پر آتا ہے اس شرط پر ادا کیا کہ اُس کو کفالت بالنفس سے بری کردے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو ادا کرنا اور بری کرنا دونوں جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مطلوب نے طالب کا قرضہ ادا کر دیا تو کفیل بالنفس بری نہوگا جب کہ طالب مطلوب پر دوسرے حق کا دعوی کرتا ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کفیل بالنفس نے اگر کسی قدر مال پر کفالت ساقط کرنے کے واسطے صلح کی تو اس مال کا لینا صحیح نہیں ہے۔ اور کفالت ساقط ہوجانے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ساقط ہوجائیگی کذا فی الفصول الاستروشنیۃ اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر نفس اور مال میں دونوں کا کفیل ہوا اور اُس نے کفالت بالنفس سے بری ہونے کی شرط پر صلح کر لی تو اس کفالت سے بری ہوجائیگا یہ فصول استروشنیہ میں لکھا ہے۔ اگر مکفول لہ نے کفیل سے کہا کہ تو نے مال سے میری طرف سے برائت کر لی تو یہ اُسکا اقرار ہے کہ میں نے تمام مال پایا حتی کہ اگر کفیل نے اصیل کے حکم سے کفالت کی ہو تو اس سے وہ مال لے سکتا ہے اور اگر اُس نے کفیل سے کہا کہ میں نے تجھکو بری کیا تو یہ بری کرنا ہے اور اقرار نہیں کہ میں نے کفیل سے مال لیکر قبضہ میں کیا حتی کہ کفیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اصیل سے لیوے۔ اور اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو نے برائت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ صرف برائت ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ قبضہ کر لینے کا اقرار ہے کذا فی الکافی اور امام اعظم رح کی نسبت بعضوں نے کہا کہ وہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے ساتھ ہیں اور اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے اور یہی احتمال اقرب ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جب طالب غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ اس کہنے سے تیری کیا مراد تھی یہ اختیار میں لکھا ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اُس نے نوشتہ میں لکھدیا کہ کفیل نے جس قدر درموں کی کفالت کی تھی اُس سے بری ہوگیا تو یہ قبضہ کا اقرار ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے مہلت میں ہے تو باجماع ائمہ اربعہ یہ قول بمنزلہ اسکے ہے کہ میں نے تجھکو بری کیا کیونکہ یہ لفظ محاورہ میں صرف برائت کر دینے کے معنی میں آیا ہے نہ یہ کہ قبضہ کر لینے کی وجہ سے برائت ہو یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے۔ اگر ثمن کی کفالت کی پھر بیع کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو کفیل بری ہوگیا اور اسی طرح اگر اُسکو عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم قاضی واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو بھی ایسا ہی ہے۔ اگر مشتری نے ثمن بائع کے کسی قرضخواہ کو دیدینے کی کفالت کر لی پھر بیع کا کوئی مستحق نکلا تو کفیل بری ہوگیا اور اگر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم واپس کر دی تو بری نہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اُس کے مہر کا شوہر کی طرف سے کوئی شخص کفیل ہوگیا پھر دخول واقع ہونے سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی واقع ہونے سے تمام مہر ساقط ہوگیا یا دخول سے پہلے طلاق دیدینے کی وجہ سے نصف مہر ساقط ہوگیا تو پہلی صورت میں کفیل تمام مہر سے بری ہوگا اور دوسری صورت میں آدھے مہر سے بری ہوگا اور اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی شخص سے کیا اور ہزار درم مہر قرار پایا اور اپنے شوہر کو حکم دیا کہ میرے قرضخواہ کے واسطے تو اُسکا ضامن ہو یا قرضخواہ کو اُس پر حوالہ کر دیا یا وہ اُسکا کفیل ہوگیا پھر دخول سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی واقع ہوئی کہ جس سے تمام مہر ساقط ہوگیا تو شوہر کفالت سے بری نہوگا اور جب کفالت باقی رہی اور شوہر نے وہ مال ادا کر دیا تو جسقدر ادا کیا ہے اُسکو عورت سے لیگا اسی طرح اگر دخول سے پہلے شوہر نے اُسکو طلاق دیدی تو بھی وہ ضامن رہیگا مگر بقدر نصف کے اُس سے واپس لے سکتا ہے

یہ محیط مین لکھا ہی۔ کفالت سے بری کرنے کو شرط کے ساتھ تعلیق کرنا جائز نہین ہی کذا فی الہدایہ اور یہی ظاہر ہی کذا فی غایۃ
البیان اور بعض روایت مین آیا ہی کہ یہ صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ یہی اوجہ ہی۔ اور عنایہ مین لکھا ہی کہ بعضون
نے اختلاف روایتین کی یہ وجہ بیان کی ہی کہ جائز نہونا اُس صورت مین ہی کہ جب شرط محض شرط ہو کہ اُس سے طالب کا کچھ نفع
نہو مثلاً یون کہے کہ جب کل کا روز آویگا تو تو بری ہی کیونکہ یہ لوگون مین متعارف نہین ہی اور اگر ایسی شرط ہو
کہ جس مین طالب کا نفع ہو اور لوگون کا تعامل بھی ہو تو صحیح ہی انتہی۔ اور اصیل کی براءت کی تعلیق شرط کے ساتھ کرنا
جائز نہین ہی مثلاً اگر مطلوب سے کہا کہ جب کل کا روز آویگا تو تو قرضہ سے بری ہی پس یہ جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا اور اُسنے قرضدار سے کہا کہ اگر مین تجھے اپنا مال لیکر قبضہ نکرون یہانتک
کہ تو مرجائے تو تو اُسکی طرف سے حلت مین ہو گا پس یہ براءت باطل ہی اور اگر طالب نے یہ کہا کہ اگر مین مرجاؤن
تو تو مال سے حلت مین ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ یہ وصیت ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت
ہی کہ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ جب فلان شخص قید خانہ سے نکلے گا یا اپنے سفر سے واپس آویگا تو تو قرضہ سے بری ہی
پس یہ باطل ہی اور اگر مطلوب اُس قیدی کی طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو تو بری کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر مین اسکو کل کے روز
تجھے ملادون تو مین مال سے بری ہون پس یہ جائز ہی کیونکہ لوگون کا اس طرح تعامل ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی۔ ہشام نے ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہی کہ اگر بیٹے کی زوجہ کے مہر کا اس شرط پر ضامن ہوا کہ اگر بیٹا یا
یا اُسکی زوجہ باہم خلوت اور دخول سے پہلے مرگئے تو ضامن بری ہی پس یہ ضمان لازم ہوگی اور شرط باطل ہی یہ
فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر کفیل بالنفس نے کہا کہ جب تم اسکو طالب کو دیکھے یا اُس سے ملاقات کرے تو مین بری ہون
پس یہ جائز ہی اور وہ طالب کے دیکھنے کے وقت بری ہو جائیگا یا ایسے موضع مین اس سے ملا جہان اپنا حق اس سے
لے سکتا ہی تو بھی بری ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ مجرد مین امام اعظم رحمہ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا
کہ مین تیرے واسطے آج دن بھر کفیل ہون اور جب آج کا دن گذرا تو مین بری ہون پس امام نے فرمایا کہ جب دن گذر گیا
تو وہ بری ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی کی طرف سے کسی کے واسطے مال کی کفالت اس شرط پر کی کہ جب مین مطلوب
کا نفس طالب کے سپرد کرون تو مال سے بری ہونگا اور اگر طالب نے ضامن سے نفس مطلوب کے دینے سے پہلے مال لیا
ہو تو ضامن واپس لے لیگا پھر ضامن مطلوب کو لیکر آیا اور طالب کے حوالہ کیا تو جو مال اُسنے دیا ہی واپس لیگا یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی۔ اگر طالب نے کفیل بالنفس کی براءت کسی شرط پر معلق کی تو اس کی تین صورتین ہین ایک وجہ مین تو براءت
جائز ہی اور شرط باطل ہی مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور طالب نے کفیل کو اس شرط پر بری کیا کہ کفیل
دس درم مجھے دیوے تو براءت جائز اور شرط باطل ہی اور کفیل نے اگر مکفول لہ سے براءت کے واسطے کسی قدر مال پر صلح کر لی
تو صلح صحیح نہین ہی اور نہ مال کفیل پر واجب ہوگا اور نہ کفیل کفالت سے بری ہوگا یہ روایت جامع اور ایک روایت حوالہ و
کفالہ مین ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ کفالت سے بری ہو جائیگا اور دوسری وجہ مین براءت اور شرط دونون جائز ہین
اور اسکی یہ صورت ہی کہ کسی نے ایک قرضدار کے قرضہ اور اُسکے نفس کی کفالت کی پھر طالب نے کفیل سے یہ شرط کی کہ مال
طالب کے سپرد کرے اور اس سے کفالت بالنفس سے بری ہو جائے تو براءت اور شرط دونون جائز ہین اور تیسری صورت

یعنی نفع تھا جیسے فلان کفیل ... تو بری ہی ۱۲

مین دونون جائز نہین مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی فقط کفالت کی اور طالب نے اُس سے یہ شرط لگائی کہ مجھے مال ادا کرے اور اُسی قدر مطلوب سے لے لیوے تو یہ باطل ہے کذا فی فتاوی قاضی خان

چوتھی فصل

واپس لینے اور رجوع کر لینے کے بیان مین - کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کے واسطے تو میری طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو یا اُس کو میری طرف سے نقد دیدے یا میری طرف سے ضمان دے ہزار درم یا جو اُس کے ہزار درم مجھ پر آتے ہین اُن کا ضامن ہو یا جو اُسکا مجھپر آتا ہے اُسکو تو ادا کر دے یا میری طرف سے اُسے ادا کر دے یا جو ہزار درم اُسکے مجھپر آتے ہین اُسکو دیدے یا میری طرف سے اُسکو ہزار درم دیدے یا اُسکو وفا کر دے یا اُسکی طرف دفع کر اور مامور نے ایسا ہی کیا تو ان مسائل مین روایت اصل کے موافق رجوع کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے جس صورت مین کفالت صحیح ہو گئی اگر کفیل نے مال کفالت اپنے پاس سے ادا کر دیا تو مکفول عنہ سے لیگا اور ادا کر دینے سے پہلے نہین لے سکتا ہے اور جب اُسنے ادا کیا تو جس قدر مال کی اُسنے کفالت کی ہے اُسی قدر لے سکتا ہے اور وہ مال نہین لے سکتا ہے جو اُسنے ادا کیا ہے یہان تک کہ اگر اُس نے زیوف درم ادا کر دیے اور کفالت جید درمون کی تھی تو جید واپس لیگا اور اگر بجاے دینا رون کے صلح کے طور پر درم یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ادا کر دی اور کفالت دینارون کی تھی تو اُنھین کو مکفول عنہ سے لیگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور حکم دینے والے سے رجوع کر کے لے لینا صرف اُسی صورت مین ہو سکتا ہے جب وہ شخص ایسا ہو کہ جسکا قرضہ کا اقرار اپنے نفس پر جائز ہو حتے کہ اگر مکفول عنہ حکم دینے والا لڑکا ہو کہ تصرف سے منع کیا گیا ہے اور اس نے کسی کو حکم دیا کہ اس کی کفالت کرے اور کفیل نے اُسکی طرف سے ادا کیا تو اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر غلام نے کہ جسکو تصرف سے منع کیا گیا ہے کسی کو اپنی طرف سے کفالت کر لینے کا حکم دیا اور اُسنے کفالت کر کے ادا کیا تو اُس سے نہین لے سکتا ہے مگر جبکہ وہ آزاد ہو جاوے اور اگر ایسے لڑکے کی طرف سے جسکو تجارت کی اجازت ہے اُسکے حکم سے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے لے سکتا ہے یہ عنایہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے کہا کہ اسکی طرف سے قرضہ یا اُس کی ضمانت کر یعنی دیدے یا اُسکے لیے کفالت کر اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا جو اُسکا مجھپر ہے پس اگر یہ کفیل اُسکا خلیط ہو کہ اُس سے لین دین رکھتا ہو اور اپنا مال اُسکے پاس رکھتا ہے یا اُسکے عیال مین سے ہو تو حکم کرنے والے سے لے لیگا ورنہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اصل مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دوست ہم پیشہ صراف کو حکم دیا کہ فلان شخص کو ہزار درم میری طرف سے ادا ئی مین دیدے یا میری طرف سے ادا کر دینے کو ذکر کیا اور صراف نے ایسا ہی کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک صراف اُس سے لے لیگا اور اگر وہ اُسکا ہم پیشہ دوست نہو تو بدون اُسکے کہ کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہین لے سکتا ہے اصل مین ہے کہ ایک نے غیر خلیط سے کہا کہ فلان کو ہزار درم دے - اُس نے دیدیے تو حکم کنندہ سے واپس نہین لے سکتا لیکن قبضہ کنندہ سے پھیر لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اُسکی بلا اجازت سو درم کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے کہا کہ مین تیری کفالت سے راضی ہوا پس اگر یہ رضامندی مکفول لہ کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ادا کرے اپنے مکفول عنہ سے واپس لیوے اور اگر مکفول لہ کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل نے اصیل سے نہین لے سکتا ہے اور نہ اُسکی رضامندی کا اعتبار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اُسنے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اُسکی طرف سے کفالت کی اُسکے حکم سے پھر اُسکے آزاد ہونے کے بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونون مین سے دوسرے سے نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے - اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند کے گھر مین رہتی ہے پس وہان آئی اور اُسکی طرف

سے کرایہ کا ضامن ہوا تو اُس سے نہیں لے سکتا ہے خواہ بیع سلم سے ہو یا بدون سلم کے ہو اور اسکی نظیر یہ ہے کہ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کی طرف سے مہر ضمانۃً ادا کر دیا تو بیٹے پر رجوع نہیں کر سکتا ہے اور باپ کے مسائل میں یہ ضمانۃً مخصوص ہے اگر اُس نے ضمانت اور ادا کے وقت یہ بیان کیا کہ میں ادا کرتا ہوں تا کہ اپنے بیٹے سے لے لوں تو لے سکتا ہے پس عورت کے مسئلہ میں بھی یہی جواب ہو تا چاہئے یعنی شوہر نے ادا کرنے کے وقت اگر شرط کی تو واپس لیگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر بائع کے واسطے کوئی شخص ثمن کا کفیل ہوا پھر بائع نے ثمن کفیل کو ہبہ کر دیا اور اُسکو مشتری سے لیکر اُسنے اپنے قبضہ میں کیا پھر مشتری نے بیع میں کوئی عیب پایا تو امام نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور ثمن اُس سے واپس لیوے اور دونوں میں سے کسی کو کفیل سے لینے کی راہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے بیع سلم کے کپڑے ادا کر دیے تو اُن کی قیمت لیگا اگر بیع سلم میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ شہر میں ادا کیا جائے اور اُس بیع کا کوئی کفیل تھا اور اُس نے مسلم فیہ شہر کے باہر ادا کر دی اور رب السلم راضی ہو گیا تھا تو کفیل اُس سے شہر میں لیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے حکم سے کوئی اُس کا ضامن ہوا اور اُس نے ادا کر دیئے پھر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر کچھ نہیں تھا تو جو کچھ اُس نے لیا ہے واپس کرے اور پھر ضامن مدعا علیہ سے لیوے اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم تھے اور طالب نے مطلوب کو حکم دیا کہ تو میری طرف سے کسی شخص کے لئے ایک ہزار درم نقدی یا میعادی اُدھار کا ضامن ہو جا تو امام ابو یوسف رحؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ہزار درم جو طالب کے مطلوب پر تھے فی الحال واجب تھے اور مطلوب نے اُسکی طرف سے ایک ہزار درم میعادی کی ضمانت کی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ مکفول لہ سے ہزار درم لے لیوے خواہ میعاد آگئی ہو یا نہ آئی ہو۔ اور اگر طالب کے ہزار درم میعادی تھے اور مطلوب نے بھی اسی قدر میعادی اُس کی طرف سے ضمانت کر لی تو میعاد کے آنے پر اُسکو یہ اختیار نہو گا کہ اُسکا مواخذہ کرے اور ایسی ہی اگر اُس کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے ہوں اور طالب نے اُسکو حکم دیا کہ میرے قرضخواہ کی ضمانت ایک ہزار کی کرے تو مواخذہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام محمد رحؒ نے فرمایا کہ عاریت دینے والے نے اگر مستعار چیز کے واپس دینے کے واسطے کوئی کفیل کر لیا یا جس شخص کا مال غصب ہوا ہے اُس نے اُس کے رد کرنے کے واسطے کفیل لیا پھر کفیل نے مکفول بہ کو اٹھوا کر مالک کو پہونچا دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ عاریت لینے والے اور غصب کرنے والے سے بار برداری کی اجرت اُسکے مثل کے اعتبار سے لے لیوے اور یہ استحسان ہے اور اگر عاریت لینے والے یا غصب کرنے والے نے کوئی وکیل کیا کہ اسکو عاریت دینے والے یا مغصوب عنہ کے مکان میں پہونچا دے یا جس جگہ عاریت و غصب واقع ہوا ہے پہونچا دے تو یہ بھی جائز ہے و لیکن وکیل پر جبر نہ کیا جائیگا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاوے اور کفیل پر جبر کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ابو سلیمانؒ نے امام ابو یوسف رحؒ سے روایت کی کہ کسی شخص نے دوسرے کے حکم سے اُس کی طرف سے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر اصیل نے اُسکو کفیل کے سامنے ادا کیا پھر طالب اس سے انکار کر گیا اور قسم کھائی اور دوبارہ کفیل سے لے لیے تو کفیل اپنے مکفول عنہ سے لے سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ کفیل نے اصیل کے سامنے وہ درم طالب کو ادا کر دیے وہ پھر منکر ہو گیا اور قسم کھائی اور دوبارہ اصیل سے لے لیے تو کفیل اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا تو اُس کے ترکہ میں سے لے لیوے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خرید اور مشتری کی طرف سے

ایک شخص ثمن کا کفیل ہو گیا پھر کفیل نے بائع کو ثمن دیدیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر کفیل مشتری سے اپنے درم لینے سے پہلے غائب ہو گیا پھر ایک شخص مستحق آیا اور اُس نے استحقاق میں وہ غلام مشتری سے لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا ثمن بائع سے لیوے تو بدون کفیل کے حاضر ہونے کے نہیں ہو سکتا ہے پھر جب کفیل حاضر ہوا تو وہ مختار ہے کہ چاہے اپنا ثمن بائع سے واپس کرے یا مشتری سے لیوے اور جب اُسنے ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو اُسکو یہ اختیار (یعنی کفیل) نہ ہوگا کہ دوسرے سے ضمان لیوے پس اگر اُس نے بائع سے ضمان لی تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے پہلے ہی مشتری سے ضمان لی تو مشتری کو اختیار ہے کہ جو اُس نے دیا ہے اپنے بائع سے واپس لیوے۔ اور اگر کفیل نے ثمن کو ادا کرتے وقت مشتری سے واپس لیا تھا پھر غائب ہو گیا پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن بائع سے واپس کرے اور اگر اُس غلام میں استحقاق نہ ثابت ہوا بلکہ یہ ظاہر ہوا ہو کہ یہ آزاد یا مکاتب یا مدبر ہے یا باندی کی صورت میں ظاہر ہوا کہ ام ولد ہے تو ان صورتوں کا حکم بھی مثل استحقاق کے ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے کوئی شخص اُس کے ثمن کا کفیل ہو گیا اور ثمن ادا کر دیا اور غائب ہو گیا پھر وہ غلام بائع کے پاس مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے خواہ مشتری سے کفیل نے ثمن لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر غلام نہ مرا و لیکن مشتری نے اُس میں کچھ عیب پایا اور اُسکو قاضی کے حکم سے یا بدون حکم کے واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے اور کفیل کو اس سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم میں خریدا اور کسی نے مشتری کے حکم سے اُس کی طرف سے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع سے اُن ہزار درم سے پچاس دینار پر صلح کر لی تو کفیل اپنے اصیل سے درم لیگا نہ دینار پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے دینار واپس لیگا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درم ادا کیے تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے لے لیوے اور اگر بجائے صلح کے بیع واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس دینار بعوض بائع کے ہزار درم کے بیع کر دیے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع اور صلح دونوں کا یکسان حکم ہے اور مراد امام محمدؒ کی یکسان ہونے سے یہ ہے کہ جب دونوں کی جدائی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی جیسا کہ صلح باطل ہو جاتی ہے اور اگر درموں کا استحقاق اسی مجلس میں ثابت ہو اور وہ دونوں مجلس میں ہیں تو بیع باطل نہیں ہوتی ہے اور صلح باطل ہو جاتی ہے اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہوا بلکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس مر گیا اور کفیل نے پچاس دینار بعوض ہزار درم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے اور بائع نے دیناروں پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درم لے سکتا ہے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر بجائے بیع کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درموں کے عوض پچاس دینار پر صلح کر لی پھر مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع کے مانند اسکا بھی حکم ہے مگر صلح اور بیع میں یہ فرق ہے کہ صلح کی صورت میں غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم واپس کرے اور بیع کی صورت میں اسپر ہزار درم ہی واپس کرنا واجب ہیں۔ پھر صلح کی صورت میں اگر بائع نے دینار واپس دینے چاہے تو اُن کو کفیل اپنے قبضہ میں لائیگا اور اگر درم واپس دینا چاہے تو اس سے مشتری لیگا اگر کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو ثمن ادا کرے اور اُس نے پچاس دینار

بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض فروخت کیے یا صلح مین دیے تو جائز ہے - اور اگر کفیل نے مشتری کی طرف سے بدون اُسکے حکم کے کفالت کی پھر کفیل نے بعوض ثمن کے پچاس دینار فروخت کیے یا بائع کے ساتھ صلح کر لی تو بیع کسی صورت مین جائز نہین ہے اور صلح مین اگر یہ تقریر ہے کہ جو ثمن بائع کا مشتری پر آتا ہے وہ اس متبرع یعنے کفیل کا ہے تو صلح بھی باطل ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بھی ثمن سے بری ہے تو صلح جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑ دیا اور کچھ شرط نہ لگائی تو بھی صلح صحیح ہے پس اگر مشتری کے سپرد کر دینے سے پہلے غلام مرگیا یا اُسکا کوئی حقدار نکلا پس اس صورت مین کہ صلح مین کوئی شرط نہین مطلقاً ہو مشتری کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے لیکن کفیل ہی بائع سے واپس لیگا اور بائع کو اختیار ہے چاہے کہ خواہ درم دیوے یا دینار دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اگر دوسرے شخص کا نائبہ[ف] اُس کے حکم سے ادا کر دیا تو اُس سے لیگا اگرچہ واپس لینے کی شرط نہ کی ہو جیسا کہ قرض کی صورت مین ہوتا ہے یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اُسکو ادا کرنے کے واسطے بدون زبردستی کے حکم دیا ہو اور اگر اُسپر زبردستی کی گئی تو واپس لینے کے باب مین اُسکا حکم دینا کچھ معتبر نہوگا یہ عنایہ مین لکھا ہے - سیر مین مذکور ہے کہ اگر کوئی مسلمان حربیون کے قبضہ مین مقید ہو پھر اُسکو کسی شخص نے حربیون سے خرید کیا پس اگر بدون اُسکے حکم کے خریدا تو اُسپر احسان کیا اور کچھ نہین لے سکتا ہے اور جس کو خرید لایا وہ رہا کر دیا جائیگا - اور اگر اُسنے حکم کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہ لے سکے اور استحساناً پھیر لیگا خواہ قیدی نے اُس سے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے لے لینا یا نہ کہا ہو اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا مال میرے عیال پر خرچ کرے یا میرے مکان کی عمارت مین خرچ کرے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو اُسکو اختیار ہے کہ جس قدر اُسنے خرچ کیا ہے اپنے حکم دینے والے سے لے لے اور اسی طرح اگر قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ فدیہ دیکر اس قیدی کو اہل حرب سے چھوڑا لے تو یہ خریدنے کے واسطے حکم دینے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے - کسی نے کچھ اونٹ غیر معین کرایہ پر لیے اور اُنکا کوئی کفیل لے لیا پھر جمال غائب ہو گیا اور کفیل نے ادا کیا تو ضمانت کے دن کا اجر مثل اُس کرایہ دینے والے سے لیلیوے ایسے ہی اگر سلائی کی کفالت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کفیل نے حقدار کو اُس کے دین کے عوض کسی پر حوالہ کر دیا اور حقدار نے اُسکو بری کر دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے اصیل سے لے لیوے یہ قول امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہین لے سکتا ہے کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم تھے اور اُسنے کسی کو اپنی طرف سے طالب کے واسطے کفالت کرنے کا حکم دیا پھر اصیل نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس کفیل کی ذات کی کفالت کر اور اُسنے ایسا ہی کیا پھر طالب نے کفیل بالنفس سے مواخذہ کیا تو کفیل کو اُس شخص پر جس نے حکم دیا ہے کوئی راہ نہین ہے اور اگر اُسنے کسی شخص کو حکم دیا کہ اُس نے مال کی کفالت کی پھر طالب نے دوسرے کفیل کو پکڑا اور اُس سے اپنا مال لے لیا تو اُسکو اختیار ہے کہ اپنے حکم دینے والے سے وہ مال لے لے یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو میری طرف سے ہزار درم ہبہ کر دے اور اُس نے موافق حکم کے کیا تو یہ ہبہ حکم دینے والے کی طرف ہوگا اور یہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لیگا اور نہ قبضہ کرنے والے سے لیگا اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرلے اور جس نے ادا کیے ہین وہ متبرع ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درم فلان شخص کو ہبہ کر دے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون اور اُس نے ایسا ہی کیا تو ہبہ جائز ہے اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دیدے اور حکم دینے

ف ۱ جو پہرہ و چوکیداری وغیرہ منجانب سلطان کی طرف سے بڑھی ہو ۱۲

ف ۲ قولہ استحساناً یعنی قیاس چاہتا ہے کہ نہین پھیر لیگا لیکن استحساناً حکم یہ ہے کہ پھیر لیگا ۱۲

والے کو اختیار ہی کہ ہبہ سے رجوع کرلے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ اسکو میری طرف سے قرضہ دے یا میری طرف سے اسکو عطا کر تو ان صورتون مین واپس لیگا اگرچہ یہ شرط نہ لگائی ہو کہ مین ضامن ہون اور اگر اُس نے جس چیز کے دینے کا حکم دیا ہی اسکے سواے دوسری دی تو رجوع نہین کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر اُس سے کہا کہ تو فلان شخص کو ہزار درم قرض دے اور اُس نے قرض دیے تو حکم دینے والا کچھ بھی ضامن نہوگا خواہ اُس کا خلیط ہو یا نہو اور اگر کسی شخص نے کچھ مال کسی اجنبی کو ہبہ کیا پھر جسکو ہبہ کیا ہی اُس نے کسی شخص کو حکم کیا کہ اپنے مال مین سے اس ہبہ کا عوض ہبہ کرنے والے کو دیوے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور حکم دینے والے سے رجوع نہین کر سکتا ہی مگر اُس صورت مین کہ اُس نے یہ کہدیا ہو کہ اس شرط پر دے کہ تو مجھسے اسکو لے لینا تو البتہ رجوع کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ اپنے طعام سے میری قسم کا کفارہ ادا کر یا اپنے مال سے میرے مال کی زکوٰۃ ادا کر یا آتا دیکر کسی کو میری طرف سے حج کرا دے یا میرے کفارہ ظہار سے ایک غلام آزاد کر دے تو اس مین رجوع نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم ہبہ کر اس شرط پر کہ فلان شخص اُسکا ضامن ہی اور فلان شخص حاضر تھا اُس نے کہا کہ ہان پھر مامور نے اُسکو ہزار درم ہبہ کر دیے تو یہ ہبہ ضامن کی طرف سے ہوگا اور یہ مال دینے والے کا ضامن پر قرض ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر قرضدار نے کسی سے کہا کہ قرضخواہ کو اُسکا مال ادا کر دے اور مامور نے کہا کہ مین نے اُسکا مال ادا کر دیا اور اب تجھسے لے لونگا اور قرضدار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرضخواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہین کیا ہی تو قسم لیکر قرضخواہ کا قول معتبر ہوگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُس نے اُس کی تصدیق کی ہی اور اسی طرح اگر کسی شخص نے مکفول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ مین نے قرضخواہ کو اُسکا مال ادا کر دیا اور مکفول عنہ نے اُس کی تصدیق کی اور قرضخواہ نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکفول عنہ سے لے لیا تو کفیل مکفول عنہ سے نہین لے سکتا ہی اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ مین نے قرضخواہ کو ادا کر دیا ہی تو مامور اپنے حکم دینے والے سے لے لیگا اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہوگی اگرچہ طالب غائب ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے مامور سے کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین تو اپنا غلام اُس کے عوض فروخت کر دے تو یہ جائز ہی پس اگر اُس نے غلام قرضہ کے عوض بیچا پھر دونون نے اختلاف کیا قرضخواہ نے کہا کہ اس نے بیچا تھا مگر ہنوز مین نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اسی کے پاس مر گیا اور بائع اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرضخواہ کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا لیکن اگر اُس نے قسم کھالی تو ثابت ہوگا کہ بیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہی اور اس سے لازم آتا ہی کہ عقد جڑ سے فسخ ہو جاوے پس بلا کہ بیچا حکم جاتا رہیگا اور قرضخواہ کو اختیار ہوگا کہ قرضدار کی طرف رجوع کرے اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُس نے اُس کی تصدیق کی ہی۔ اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ اُس نے وصول کر لیا تو اُس کے گواہ مقبول ہون گے اور یہ بھی قضاء علی الغائب ہی اور اگر حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ تو فلان شخص سے ہزار درم سے جو اُس کے مجھپر ہین اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اُس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکسان ہی مگر اس

صورت مین غلام کا مالک حکم دینے والے سے غلام کی قیمت لیگا اور بیع کی صورت مین اُس سے قرضہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اُس نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تھی بسبب ہزار درم کے جو مدعی کے اُسپر آتے تھے اگر کل کے روز اسکو نہ پہونچاوے اور اُسپر دو گواہ ہون تے گواہی دی اور یہ بھی گواہی دی کہ مکفول بہ نے کفیل کو اسکا حکم دیا تھا اور کفیل و مکفول عنہ دونون مال سے اور حکم دینے سے انکار کرتے ہین اور قاضی نے اس گواہی کی وجہ سے کفیل پر حکم دیا اور نہ پہونچانے کی وجہ سے مال لے لیا اور ادا کر دیا تو کفیل مکفول عنہ سے لے سکتا ہی اگرچہ اس کے زعم مین یہ تھا کہ مین اصیل سے نہین لے سکتا ہون اور اُن دونون مین کفالت نہ تھی مگر قاضی نے اُسکے زعم کی تکذیب کی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کے پاس ہزار درم یا ایک غلام ودیعت رکھا اور ودیعت رکھنے والے نے اُسکو اجازت دی کہ ہزار درم ودیعت سے اپنا قرضہ ادا کرے یا اپنے قرضخواہ سے غلام پر صلح کرے پس اُس نے کہا کہ مین نے ایسا ہی کیا اور قرضخواہ نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھا کر اپنا حق مدیون سے لے لیا تو مدیون ودیعت کا ضامن ہی اور اگر غلام کے مالک نے قرضدار کو حکم دیا کہ اپنے قرض مین اسکو فروخت کرے اور اُس نے کہا کہ مین نے فروخت کر کے سپرد کر دیا اور قرضخواہ نے اُسکی تکذیب کی اور قسم کھائی تو ودیعت رکھنے والا مدیون سے نہ لیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر زید کے عمرو پر ہزار درم قرض تھے پھر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درم دیدے تاکہ اُن ہزار درم کے عوض جو مجھپر آتے ہین قبضہ کرے اس شرط پر کہ مین تیرے لیے اسکا ضامن ہون پھر بکر نے کہا کہ مین نے دیدیے اور عمرو نے اُس کی تصدیق کی اور زید نے اُسکی تکذیب کی تو زید کا قول معتبر ہوگا اور بکر عمرو سے ہزار درم لے لیگا اور اگر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درم میرے قرضہ کے ادا مین دیدے اس شرط پر کہ جو تو دیگا مین اُسکا ضامن ہون پھر بکر نے کہا کہ مین نے دیدیا اور عمرو نے اُسکی تصدیق کی اور زید نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھالی اور اپنا قرضہ قرضدار سے لے لیا تو بکر عمرو سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر عمرو و زید نے مال دا کر دینے سے انکار کیا اور بکر نے دیدینے پر گواہ پیش کیے تو مامور یعنی بکر عمرو سے جو اُسنے دیا ہی لے لیگا اور پہلے مسئلہ مین زید عمرو سے اپنا قرضہ لیگا اور دوسرے مسئلہ مین بری ہو جائیگا کذا فی المحیط

پانچوین فصل تعلیق اور تعجیل کے بیان مین

کفالت کی تعلیق شرطون کے ساتھ صحیح ہی مثلاً کہا کہ جو تو نے فلان شخص کے ہاتھ بیچ کیا وہ مجھپر ہی یا جو تیرا حق اُسپر ثابت ہو وہ مجھپر ہی یا جو تیرا فلان شخص نے غصب کیا وہ مجھپر ہی پھر اگر یہ شرط مناسب ہو مثلاً حق کے واجب ہونے کی شرط ہو جیسے کہ بیع کے استحقاق پر تعلیق کرنا یا پورا حق لینے کے واسطے مثلاً کہا کہ جب زید آوے اور زید ہی مکفول عنہ ہی یا حق لینا متعذر ہونے کے وقت کی شرط کرنا مثلاً یہ کہنا کہ وہ جب شہر سے غائب ہو جاوے تو اُسکا قرضہ مجھپر ہی پس یہ صحیح ہی اور اگر یہ شرط مناسب نہو مثلاً یہ شرط لگانا کہ اگر ہوا چلے یا اگر مینھ آوے یا اگر زید گھر مین جاوے تو یہ صحیح نہین ہی اور کفالت ایسی چیز ہی کہ جس کا شرط کے ساتھ مین تعلیق کرنا صحیح ہی پس فاسد شرطون سے مثل طلاق اور عتاق کے باطل نہو گی یہ کافی مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ جب تو نے فلان شخص کے ہاتھ کچھ بیچا تو وہ مجھپر ہی پھر اُس نے اُس کے ہاتھ ایک چیز بیچی پھر دوسری چیز بیچی تو کفیل کو پہلا مال لازم ہوگا دوسرا نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک شخص سے کہا کہ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر اور جو کچھ تو بیچے وہ مجھپر ہی پس یہ استحساناً جائز ہے

اور جب اُس نے کوئی چیز کسی جنس کے عوض یا کسی قدر کو اُسکے ہاتھ فروخت کی تو کفیل کو لازم ہوگی پس اگر کفیل نے انکار کیا کہ تو نے کچھ نہیں بیچا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ ایک مال ہزار درم کو بیچا ہے اور اُس نے مجھ سے لیکر قبضہ کیا ہے اور مکفول عنہ نے اُسکی تصدیق کی تو اس صورت میں کفیل پر مال لازم آنے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ مال کہ جس کے بیچنے کا دعوی کرتا ہے اُس کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہو پس اس میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم آوے اور ایسا ہی اسد ابن عمرو نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے روایت کیا ہے اور استحسانا اُسکے ذمہ ثابت ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال تلف ہو گیا ہو اور اس صورت میں کفیل پر کچھ نہ لازم آویگا تاوقتیکہ طالب بیع ہوجانے پر گواہ پیش نہ کرے اور یہ قیاس و استحسان ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ تو نے اُسکو پانسو درم کو بیچا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے اُسکو ہزار درم کو بیچا ہے اور مکفول عنہ نے اسکا اقرار کیا تو استحسانا یہ حکم ہے کہ کفیل سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ جو کچھ تو اُسکے ہاتھ آج کے روز بیچے وہ مجھ پر ہے پھر اُس نے اُسکے ہاتھ دو چیزیں اُسی روز بیچیں تو دونوں کفیل پر لازم ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ جب کبھی تو نے اسکے ہاتھ کچھ بیچا تو میں ضامن ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اگر یا جب کوئی اسباب تو نے اُس کے ہاتھ فروخت کیا تو میں اُس کے ثمن کا ضامن ہوں پس اُس نے کوئی اسباب دو ٹکڑے کر کے ایک دوسرے کے پیچھے پانسو کے حساب سے فروخت کیے تو کفیل کے ذمہ پہلا مال لازم ہوگا اور دوسرا نہیں اور اگر کفیل نے یہ کہا کہ جو تو نے زطی کپڑا بیچا تو وہ مجھ پر ہے پھر اُس نے ہروی کپڑا یا ایک کر گیہوں فروخت کیے تو کفیل پر کچھ نہ لازم آئیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر اس شرط پر کہ جو تجھکو خسارہ ہوگا وہ مجھ پر ہے یا کہا کہ اگر یہ تیرا غلام تلف ہوا تو میں ضامن ہوں تو یہ کفالت صحیح نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ بیع آج کے دن فلاں شخص سے کی میں کفیل ہوں پھر اُس سے ایک سے زیادہ لوگوں نے بیع کی تو کفیل پر کچھ نہ لازم آویگا اور بشر نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کر کہ میں ان ہزار کا ضامن ہوں پھر اُس نے دو ہزار کو فروخت کیا تو کفیل صرف ایک ہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اُسکو پانسو درم کم کو بیچا تو پانسو درم کا ضامن ہوگا اور اگر اسیکا آدھا پانچسو درم کو بیچا تو پانچسو درم کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ جو کچھ تو فلاں شخص کو اُدھار دے وہ مجھ پر ہے تو یہ فقط قرض اُدھار خرید پر ہے اور اگر اُس نے بیع واقع ہونے سے پہلے ضمانت سے انکار کیا یا اُس کے ساتھ بیع کرنے سے منع کیا تو ضامن نہ رہیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر یہ کہا کہ جو تو نے اُس کو آج کے روز قرض دیا وہ میری ضمانت میں ہے پھر اس نے اُس کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا تو کفیل کے ذمہ اُس کا ثمن واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے کہا کہ جو کچھ تیرا اُس پر ہے میں نے اُس کی کفالت کی پھر گواہ قائم ہوئے کہ اُس پر ہزار درم ہیں تو کفیل اُسکا ضامن ہوگا اور اگر گواہ نہ قائم ہوئے تو مقدار کی اقرار میں کفیل کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کیا تو یہ اُس کے حق میں حجت ہوگا اُس کے کفیل کے حق میں تصدیق نہ کیا جائیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ بکر نے اپنی صحت میں کہا کہ جو کچھ زید پانے اور عمرو کا قرضہ اقرار کرے وہ مجھ پر ہے پھر کفیل بیمار ہو گیا اور اُس پر اس قدر قرض تھا کہ تمام مال اُسکا گھیرے ہوئے تھا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کا اُس پر ہزار درم قرضہ ہے تو یہ سب مریض کے ذمہ اُس کے تمام مال میں لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مکفول عنہ نے کفیل کے مرنے کے بعد یہ اقرار کیا تو بھی اُس کے ذمہ لازم کیا جاویگا اور مکفول عنہ کفیل کے قرضخواہوں کا شریک

ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر ثابت ہو وہ مجھپر ہے یا جو اسپر حکم کیا جاوے وہ مجھپر ہے پھر مطلوب نے کسی قدر مال کا اقرار کیا تو کفیل کے ذمہ لازم ہوگا مگر اس صورت مین کہ جو کچھ اسپر حکم کیا جاوے اسکا ضامن ہے بدون حکم قاضی کے صرف اقرار سے ضامن نہوگا۔ اور اگر کہا ہو کہ جو کچھ تیرا ہے یا جو کچھ تیرے لیے مال اقرار کیا ہے اور مطلوب نے کہا کہ مین نے اُس کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہے تو کفیل پر لازم نہ ہون گے اور اگر اُس نے کہا کہ جو تجھے اقرار کیا پس اُس نے فی الحال اقرار کیا تو لازم ہو جائیگا اور اگر اس بات پر گواہ قائم ہوے کہ اُس نے کفالت سے پہلے اسکے واسطے مال کا اقرار کیا ہے تو کفیل پر لازم نہوگا کیونکہ اُس نے یہ نہین کہا ہے کہ جو کچھ اقرار کیا ہوا تھا اُسکا ضامن ہون اور اگر مطلوب نے قسم کھانے سے انکار کیا اور قاضی نے اُس کے ذمہ لازم کیا تو کفیل کے ذمہ لازم نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا حق فلان شخص پر ثابت ہو وہ مجھپر ہے اور طالب اُسپر راضی ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ مجھپر ہزار درم ہین اور طالب نے کہا کہ میرے تجھپر دو ہزار درم ہین اور کفیل نے کہا کہ طالب کا مطلوب پر کچھ نہین ہے تو کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور ہزار درم کفیل پر واجب ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی کے حکم سے جو کچھ اُس پر ثابت ہو اُس کی کفالت کی پھر کفیل کی موت کے بعد مکفول عنہ پر حکم دیا گیا تو کفیل کے ترکہ سے لیا جائیگا اور طالب اُسکے قرضخواہون کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر اصیل مرگیا ہو اور جو باقی رہا اُس مین اگر اصیل مرگیا ہو تو اُس کے ترکہ مین اُس کے وارثون کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر طالب چاہے تو اصیل کے قرضخواہون مین اُس کے ترکہ مین شامل ہوجاوے پھر جو باقی رہا اُس کے لیے کفیل کے ترکہ مین شامل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی کی طرف سے اُس کے حکم سے ہزار درم کی کفالت کی اس شرط پر کہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن دے اور طالب پر یہ شرط نہین لگائی پھر مکفول عنہ نے غلام کے دینے سے انکار کیا تو اُسکو یہ اختیار ہے اور کفیل کو یہ اختیار نہوگا کہ چاہے کفالت کو تمام کرے یا فسخ کردے اگرچہ اُسکو مشروط نہ دیا گیا کیونکہ یہ شرط فقط اُسکے اور مکفول عنہ کے درمیان ہوئی ہے پس خیار اگر ثابت ہو تو مکفول عنہ کی طرف سے ہوگا اور وہ مالک نہین ہے بخلاف اسکے کہ اگر طالب کے درمیان یہ شرط قرار پائی مثلاً یون کہا کہ مین تیرے لیے اس مال کی کفالت کرتا ہون بشرطیکہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن مین دے پس اگر مطلوب دینے سے انکار کرتا تو کفیل کو یہ خیار طالب کی طرف سے جو مالک فسخ ہے حاصل ہوتا۔ اور اسی طرح اگر اُس نے طالب سے کہا کہ مین تیرے لیے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہون کہ مطلوب مجھے اپنا غلام فلان رہن مین دے اور اگر اُس نے نہ دیا تو مین اس مال کی کفالت سے بری ہون پھر مطلوب نے غلام کو رہن مین دینے سے انکار کیا تو وہ کفالت سے بری ہوگا اور اگر مطلوب سے کہا کہ مین تیری طرف سے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہون کہ تو مجھے کفیل دے تو اس صورت مین اُسکو کفالت کے باقی رکھنے اور فسخ کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر اُس نے طالب سے یہ شرط لگائی کہ مین کفالت اس شرط پر کرتا ہون کہ اگر مطلوب نے مجھے کفیل دیا تو مین کفالت کرونگا ورنہ مین بری ہون پھر کفیل دوسرا نہ دیا تو وہ بری ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی اس شرط سے کفالت کی کہ یہ مال طالب کو اُس ودیعت سے جو اُس کے پاس مطلوب کی ہے ادا کریگا تو ضمان جائز ہے اور اُسپر جبر کیا جائیگا کہ ودیعت سے دین ادا کرے اور یہ حکم استحسان ہے پس اگر ودیعت تلف ہوگئی تو کفیل پر ضمان نہ رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر صاحب ودیعت نے اُس شخص سے جسکے پاس

ودیعت ہی یہ خواہش کی کہ ودیعت کا ضامن ہو تا کہ فلان شخص کو اُسکے قرضہ کے ادا مین دیوے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ یکسان ہی اور منتقی مین ہی لکھا ہی کہ اگر اس ضامن نے مال ودیعت اُس کے مالک کو دیدیا یا اُس کے مالک نے اس سے لے لیا تو مال اُس کے ضامن پر رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے واسطے ہزار درم کا ضامن ہوا اس شرط پر ہوا کہ اس کو اس مکان قرضہ کے ثمن سے ادا کریگا پھر اُس مکان کو فروخت نہ کیا تو کفیل پر ضمان نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اس طرح ضمان کر لی کہ اس مکان کے ثمن مین سے ادا کریگا پھر وہ مکان کسی غلام کے عوض فروخت کیا تو اُسپر مال لازم نہوگا اور اُسپر جبر نہ کیا جاویگا کہ غلام کو ضمان مین فروخت کرے پس اگر اسکے بعد اُس نے غلام کو فروخت کیا اور درم اُس کے ثمن مین آ لئے تو استحساناً اُسپر یہ حکم دیا جائیگا کہ یہ درم ضمانت مین ادا کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی کی طرف سے کسی قدر مال کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کریگا اور وہ غلام کفیل کا ہے پھر فروخت کرنے سے پہلے وہ مر گیا تو ضمان کفیل سے ساقط ہو گئی اور اگر اُس نے غلام کو سو درم کو بیچا اور یہی اُس کی قیمت تھی اور قرضہ ہزار درم تھے تو اُس کے ذمہ صرف بقدر قیمت غلام کے لازم آئیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کرونگا اور غلام اُسکا نہو تو ضمان باطل ہی اور اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اپنے غلام کے ثمن سے ادا کرونگا اور اُسکا کوئی غلام نہین ہی تو ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کسی کے واسطے سو درم کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اُسکے آدھے یہان ادا کریگا اور آدھے رے مین اور کوئی وقت نہ مقرر کیا تو جہان چاہے اُسکو لینے کا اختیار ہی اور اگر جس شی کی ضمانت کی ہی اُسکی باربرداری اور خرچ ہی تو شرط کی جگہ لیگا۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے ہزار درم کی ضمانت تیرے واسطے اس شرط پر کی وہ تجھے نہ ادا کریگا تو یہ باطل ہی۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میری زندگی مین تجھے نہ دیگا تو جائز ہی پھر مال بعد موت کے اُس کے میراث سے لیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کی کفالت بالنفس مین کہا کہ مین اسکا ضامن ہون کہ جو مال اسپر قاضی کوفہ کے حکم سے لازم آوے پھر اُسپر مال کا حکم دوسری جگہ کے قاضی نے کیا تو اُس کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر کہا کہ جو تیرے لیے فلان حَکَم کے حکم سے اُسپر واجب ہوگا وہ مجھپر ہی پھر اُسپر دوسرے حَکَم کے حکم سے واجب ہوا تو اس کے ذمہ لازم نہوگا۔ اور یہ سب حکم اُس صورت مین ہی کہ دونون قاضی حنفی المذہب ہون اور اگر حنفی مذہب کی شرط تھی اور شافعی مذہب نے حکم دیا تو وہ پکڑا نہ جائیگا اور ہمارے زمانہ مین تعین کا درست ہونا واجب ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک آدمی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے میرا ایک کپڑا غصب کر لیا ہی اور مدعا علیہ سے ایک کفیل بالنفس لیا اور کفیل سے کہا کہ اگر تو اسکو کل کے روز مجھے نہ واپس دیگا تو تجھپر کپڑے کے دس درم واجب ہون گے پس کفیل نے کہا نہین بلکہ بیس درم پھر مکفول لہ خاموش رہا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہمارے اور امام اعظم رح کے قیاس مین فقط اُس پر دس درم واجب ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی کے دوسرے پر سو درم تھے اور ایک شخص نے قرضدار کے نفس کی کفالت اس شرط پر کر لی کہ اگر مین اسکو کل کے روز نہ طالب سے ملا دون تو قرضہ سو درم مجھپر ہی پھر اگر اُس نے کل کے روز اُسے نہ ملایا تو سو درم کا کفیل ہو گیا اور کفالت بالنفس بھی بحالہ باقی رہی پھر اگر اُس کے بعد یہ سو درم طالب کو دیدیے تو کفالت بالنفس سے بری نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور دوسرا آیا اُس نے کفیل کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین کفیل کو فلان وقت تک تجھسے نہ ملا دون تو جو مال طالب کا مکفول بہ

بلفظ اذا شرط ہوتا ہے پس چاہیئے کہ ... معین ... ۱۲

اول پر ہو وہ مجھ پر ہوگا تو دونوں کفالتین بلا اختلاف صحیح ہیں۔ اگر کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز تجھے نہ پہونچا دون تو ہزار درم جو طالب کے مکفول عنہ پر ہیں مجھ پر ہونگے اور طالب کا مکفول عنہ پر سو دینار کا دعوی ہے نہ درم کا پھر کفیل نے دوسرے روز نہ پہونچایا تو کفیل پر کچھ مال نہ لازم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مکفول بالنفس طالب سے روپوش ہو جاوے تو کفیل اس کے مال کا جو اُسپر ہے ضامن ہے پھر مکفول عنہ کوفہ کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر واپس آیا اور کفیل نے اُسے طالب کو دیدیا تو مال کفیل پر لازم آئیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کے نفس کی اس شرط پر کفالت کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو جو کچھ مطلوب پر ہو وہ کفیل پر ہوگا اور دوسرے روز اُس نے نہ پہونچایا اور طالب نے اُسپر ہزار درم کا دعوی کیا اور مطلوب نے اُس کی تصدیق کی اور کفیل نے انکار کیا تو کفیل سے اُس کے علم پر قسم لیکر اُسی کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر طالب نے دعوے پر گواہ پیش کیے اور کفیل نے قسم سے انکار کیا تو اُسپر ہزار درم لازم آوینگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل نہ پہونچا دون تو مجھ پر اس قدر مال لازم ہوگا جس قدر مطلوب اقرار کرے پھر دوسرے روز اُس نے نہ پہونچایا اور مطلوب نے ہزار درم کا اقرار کیا تو کفیل اسی قدر کا ضامن ہے جسقدر اُسنے اقرار کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ قال المترجم اور خلاصہ فرق یہ ہے کہ مسئلہ اقرار میں کفالت کا مضاف الیہ ہر طرح سبب وجوب ہے اور تعامل سے جائز ہے اور مسئلہ دوسرے میں مضاف الیہ یعنی دعوے اگرچہ مدعی کے حق میں سبب وجوب ہو مگر مدعا علیہ کے حق میں نہیں ہے اور نہ اس میں تعامل ہے اور مجرد دعوے مفید نہیں ہے پس دعوی مثبت بالحجۃ مراد لیا گیا تاکہ سبب وجوب میں کل جہ ہو کذا فی الذخیرۃ ملخصا۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر میں اُسکو کل کے روز تجھے نہ لا دون تو جو اُسپر ہے وہ مجھ پر ہوگا۔ پھر وہ شخص خود طالب سے ملا اور طالب نے اُسکا دامنگیر ہو کر جھگڑا کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا کیونکہ اُس نے اُسکو نہیں ملایا اگرچہ وہ روز تک وہ طالب کے پاس رہا اور اگر اُس شخص نے طالب سے ملکر کہا کہ میں نے اپنے تئیں فلان کفیل کی طرف سے تیرے سپرد کیا تو کفیل مال سے بری ہو گیا خواہ کفالت بالنفس اُسکے حکم سے ہو یا بلا حکم ہو یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اگر کفالت میں یہ شرط کی کہ اگر کل کے روز میں اسکو تیرے پاس پہونچا دون تو جسقدر مال تیرا اسپر ہو وہ مجھ پر ہوگا اور مال کی مقدار نہ بیان کی تو دوسری کفالت مال کی بھی صحیح ہے پس اگر اُس نے دوسرے روز نہ پہونچایا پس اگر کسی قدر مال پر دونوں نے اتفاق کیا یا اسپر گواہ قائم ہوے تو اس قدر کفیل پر لازم ہوگا اور اگر مقدار مال میں کہ جو مکفول عنہ پر ہے دونوں نے اختلاف کیا تو کفیل کا قول معتبر ہے کہ وہ زیادتی سے انکار کرتا ہے اگر کفالت بالنفس میں یہ شرط لگائی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہونچا دون تو مجھ پر سو درم ہیں اور یہ نہ کہا کہ مجھ پر وہ سو درم ہونگے جو مکفول عنہ پر ہیں پھر دوسرے روز نہ پہونچایا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کفیل نے اقرار کیا کہ اسپر سو درم ہیں اور اسکی طرف سے کفالت کی تو یہ شخص کفیل ہو گیا اور یہ ظاہر ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ اسکا اسپر کچھ نہیں تھا لیکن میں نے زبانی طور سے طالب کو سو درم دینے کا اقرار کیا تھا اور طالب نے کہا کہ میرے سو درم اُسپر آتے ہیں اور تونے شرطیہ کل کے روز نہ پہونچانے پر دینے کا اقرار کیا تھا اور کفالت کی تھی تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم ہو اور کفیل کا قول معتبر ہو اور اسی کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا قول ہے اور استحسانا کفیل کے ذمہ مال لازم ہوگا اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا قول امام ابو یوسف

رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے - اگر کفیل نے کہا کہ جب تو اسکو طلب کرے تو میں تیرے پاس پہونچا دونگا تو اسپر سکے سو درم جو ہیں وہ مجھپر ہونگے پھر طالب نے اسکو طلب کیا اور اُس نے اسی مکان میں اسکو سپرد کیا تو مال ساقط نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے اس قول کے معنی کہ اسی مکان میں سپرد کیا اور اس ائمہ سرخسیؒ نے یہ بیان کیے ہیں کہ اسی مجلس میں جس میں طلب کیا تھا سپرد کیا اور شیخ الاسلام نے یہ معنی بیان کیے کہ جیسے ہی اُس نے طلب کیا یہ فوراً اسکے حاضر کرنے اور سپرد کرنے میں مشغول ہوا یہاں تک کہ اسکو حاضر کیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مترجم کہتا ہے کہ عرفی محاورہ کے موافق یہ معنی بعید نہیں ہیں - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر فلاں شخص نے تجھے تیرا مال نہ دیگا تو وہ مال مجھپر ہے پھر طالب نے اُس سے تقاضا کیا اور اُس نے تقاضے کے وقت نہ دیا تو استحساناً کفیل پر لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے

اگر کفیل نے کہا کہ اگر میں اسکو کل کے روز تیرے پاس نہ پہونچاؤں تو مجھپر سو درم سوائے ان سو درموں کے جو تیرے اس شخص پر ہیں لازم ہونگے پھر اُس نے وفا نہ کیا تو یہ مسئلہ امام محمدؒ کے قول کے موافق نہیں بنتا ہے اور امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول کے موافق مشائخ نے بعد جواز کے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دوسرے شخص کی طرف سے کفیل نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے - اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ پہونچادوں تو تیرے سو درم فلاں شخص پر ہیں وہ مجھپر ہونگے تو دوسرے کا کفیل ہونا بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ یہ دوسرا اقرار کرے کہ مکفول عنہ کا قرضہ میں شریک ہے مثلاً دونوں پر ایک ہی سبب سے قرضہ لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو - اور اگر یہ شخص دوسرا مکفول عنہ سے اجنبی ہو تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہے حتی کہ اگر اُس نے وفا نہ کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا - اور امام محمدؒ کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اسکو کل تجھے نہ پہونچاؤں تو جو مال تیرا اسپر ہے وہ فلاں شخص پر ہوگا اور وہ فلاں شخص موجود تھا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر اسکو میں تجھے کل کے روز نہ پہونچادوں تو مجھپر وہ سو درم ہونگے جو تیرے اسپر آتے ہیں اور طالب نے اسپر سو دینار کا دعویٰ کیا ہے نہ سو درم کا پس اگر اُس نے شرط پوری نہ کی تو بلا خلاف اس کے ذمہ مال لازم ہوگا یہ فصول میں لکھا ہے - اگر کہا کہ اگر میں تجھے اسکو کل کے روز نہ پہونچادوں تو جو مال فلاں شخص کا فلاں شخص پر ہے وہ مجھپر ہوگا تو دوسری کفالت صحیح نہیں ہے - اور اگر کہا کہ اگر میں اسکو کل تیرے ساتھ نہ ملاؤں تو جس قدر مال فلاں شخص کا اس مکفول عنہ پر ہے وہ مجھپر ہے تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہیں ہے - اگر کہا کہ کل کے روز زید کو اگر میں تیرے پاس نہ پہونچادوں تو میں عمرو کا جسپر طالب کا کچھ حق تھا کفیل بالنفس ہوں پس دوسری کفالت جائز ہے حتی کہ اگر اُس نے دوسرے روز زید کو نہ پہونچایا تو عمرو کا کفیل بالنفس ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی بدین شرط کہ اگر میں اُسکو فلاں وقت تیرے پاس نہ پہونچاؤں تو جو مال اُسپر ہے وہ مجھپر ہوگا پھر طالب اُس وقت پر غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو تلاش کیا اور نہ پایا کہ مکفول عنہ اُسکے سپرد کرے اور اس امر پر گواہ کر لیے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا - اور اسی طرح اگر کوئی خاص مقام شرط کیا اور کفیل لیکر اُس مقام پر آیا اور طالب غائب ہو گیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا - اور متاخرین کے نزدیک بنا بر قول ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اگر طالب اس وقت یہاں سے غائب ہو جاوے تو چاہیے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ اسکو سپرد کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جامع صغیر میں ہے کہ کسی نے دوسرے کا دامن پکڑا اور اُسپر سو دینار کا دعویٰ کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار

وعدہ کیا اور مقدار بیان نہ کی پھر کسی شخص نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے اور میں اسکے نفس کا کفیل ہوں اور اگر میں اسکو کل تجھے نہ پہونچا دوں تو مجھ کو سو دینار تیرے واجبی دینے پڑینگے اور طالب اسپر راضی ہو گیا اور اس نے دوسرے روز نہ پہونچایا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اسپر بوزن صورتوں میں سو دینار واجب ہوں گے بشرطیکہ واجب حق سو دینار کا دعوی کرے اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہونچا دوں تو جو مال طالب کا اسپر ہے مجھپر ہوگا پھر کل کا روز گذرنے سے پہلے مکفول عنہ مرگیا پھر کل کا روز گذر گیا تو وہ مال کفیل پر لازم نہ ہوگا۔ پس اگر مدت گذرنے سے پہلے کفیل مرگیا پس اگر کفیل کے وارثوں نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کر دیا تو کفیل پر مال لازم نہوگا یا خود مکفول عنہ نے اپنے آپ کو کفالت کی راہ سے مدت گذرنے سے پہلے طالب کو پہونچا دیا تو بھی کفیل پر مال لازم نہوگا کذا فی الظہیریہ اور اگر وارثوں نے اسکو نہ پہونچایا اور کل کا روز گذر گیا تو مال کفیل کے ذمہ ف واجب ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی کے واسطے ایک شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر اختیار کی کہ جب تو اسکے سپرد کرنے کی نسبت مطالبہ کریگا تب سپرد کروں گا ورنہ مجھپر اس قدر مال لازم ہوگا جو اسپر ہے پھر مکفول عنہ مرگیا اور مکفول لہ نے کفیل سے اسکی حاضری کا مطالبہ کیا اور وہ عاجز رہا تو کیا اسپر مال لازم ہوگا اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ چاہئے کہ مال لازم نہ آوے کیونکہ بعد موت کے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے پس شرط پائی نہ گئی کذا فی الظہیریہ۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر تجھکو فلان شخص نے قتل کر ڈالا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں اور اس نے رضامندی ظاہر کی تو یہ جائز ہے اور اگر اس سے کہا کہ اگر اس نے تیرا سر توڑ دیا یا تیرے کھانا یا تیرا غلام قتل کیا یا غصب کیا پس میں اسکی قیمت کا ضامن ہوں اور وہ شخص راضی ہوگیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ لوگوں میں سے جس نے تجھے قتل کیا یا تجھے غصب کیا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کل اسکو نہ لاؤں تو وکیل خصومت ہوں اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہوگا اس کا ضامن ہوں اور اسپر مطلوب راضی ہوگیا پس یہ سب جائز ہے۔ اور اس نے کل کے روز نہ پہونچایا یا اس سے بری ہے اور اگر نہ پہونچایا تو کفیل بالمال اور وکیل بالخصومۃ ہوگا پس اگر بعد اسکے مکفول عنہ کو سپرد کر دیا تو کفالت بالنفس سے بری ہو جائیگا اور اگر سپرد کرتے وقت اس نے وکالت بالخصومۃ اور کفالت بالمال سے براءت نہیں کر لی تو بری نہوگا اور اگر شرط کر لی تو کفالت بالمال سے بری ہوگا اور وکالت بالخصومۃ سے بری نہوگا۔ اگر زید نے عمرو کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ حاضر لاؤں تو بکر وکیل بالخصومۃ ہے اور خالد اسپر ثابت ہو اس کا ضامن ہے اور سب لوگ اسپر راضی ہوگئے تو یہ جائز ہے کیونکہ طالب و مطلوب دونوں کفالتوں میں متحد ہیں صرف کفیلوں میں اختلاف ہے اور یہ مانع جواز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل نہ پہونچا دوں تو اسکا وکیل خصومت ہوں اور طالب اسی سے راضی ہوگیا اور اس نے دوسرے روز اسے نہ پہونچایا تو وہ شخص اسکے ساتھ خصومت کرنے میں وکیل ہے پس اگر قاضی نے اسپر کچھ حکم دیا تو کفیل کے ذمہ نہوگا اور اگر کفیل نے طالب کو اسکا حق ادا کیا تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے نہ لیوے کیونکہ وہ احسان کرتا ہے اور اگر قبول کرے تو مطلوب سے نہ لے سکیگا اگر کسی نے نفس کی کفالت میعاد معلومہ تک اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر اس کو

ف ذمہ یعنی لازم میں ۱۲

مدت پر نہ پہونچا تو اسکے ساتھ وکیل بالخصومۃ ہون اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہو اُسکا ضامن ہون اور طالب اسپر راضی ہوا پھر طالب نے چاہا کہ کفیل بالنفس سے میعاد آنے سے پہلے مواخذہ کرے تو نہیں کر سکتا ہے یہی ظاہر الروایت ہے اور میعاد گذرنے سے پہلے مخاصمہ بھی نہیں کر سکتا ہے اگر کسی نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اُسکو وکیل بالخصومۃ اور ضامن اُس مال کا جو اُسپر ثابت ہووے بنایا اور کفیل راضی ہو گیا پھر کفیل مر گیا تو طالب اور کفیل کے وارثون مین کچھ خصومت نہو گی پس اگر طالب نے مکفول عنہ کو پایا اور قاضی کے سامنے پیش کیا پس جو کچھ مال کا اُسپر حکم دیا جاوے وہ کفیل کے مال مین ہو گا و لیکن طالب کو مطلوب کے ساتھ خصومت کرنی ضرور ہے تاکہ طالب اپنا حق حجت اور قضاے قاضی سے ثابت کرے بعد اسکے اُسکو اختیار ہو گا چاہے مطلوب کا دامن گیر ہو یا کفیل کے ترکہ مین سے لیوے پس اگر اُس نے مطلوب سے لینا اختیار کیا تو ادا کر دینے کے بعد مطلوب اُسکو کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے ترکہ کفیل سے لیا اور اُس کے وارثون نے ادا کیا تو اُسی قدر مطلوب سے واپس لے لین گے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرا قرضدار ادا سے عاجز ہو گا تو مال مجھپر ہے پس عاجز ہونا قید ہونے سے معلوم ہو گا پس اگر قید کیا گیا اور نہ ادا کیا تو کفیل کو دینا پڑیگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر مطلوب نے طالب سے کہا کہ اگر مین خود کل کے روز تیرے پاس نہ پہونچاؤن تو مجھپر ہی مال ہو گا جسکا تو دعوی کرتا ہے پھر وہ نہ آیا تو اُسپر کچھ لازم نہو گا شیخ الاسلام نے شرح جامع صغیر مین لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اس راستہ چلا جا اگر تیرا مال چھین لیا گیا تو مین ضامن ہون پس وہ شخص اُسی رستہ چلا اور اُسکا مال چھین لیا گیا تو ضمان صحیح ہے اور باوجود اسکے کہ مضمون عنہ مجہول ہے ضمان جائز رکھی گئی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھا لیا یا تیرا مال دشمن نے تلف کیا تو مین ضامن ہون پس یہ ضمان باطل ہے یہ فصول استروشنیہ مین لکھا ہے کسی نے دوسرے کی طرف سے قرضہ کی کفالت اس شرط پر کی کہ اس مال سے اس قدر کی فلان و فلان دو شخص کفالت کرین گے اور ان دونون نے کفالت سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلی کفالت لازم ہو گی اور اُس کے ترک کا اختیار نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ تو میرا حق جو تجھپر ہے فلان شخص پر حوالہ کر دے بشرطیکہ تو بھی مثل اُس کے ضامن رہے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور یہ بمنزلہ کفالت کے ہے کیونکہ جس حوالہ مین اصیل کی ضمانت بھی شرط ہو وہ کفالت ہو جاتی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے مال کی جو فلان پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ مین تجھے فلان شخص دیگر پر حوالہ کر دون گا اور طالب راضی ہو گیا پس اگر کفیل نے اُسکو فلان شخص پر حوالہ کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے حوالت قبول کرنے سے انکار کیا تو ضامن جیسا تھا ضامن رہیگا پس طالب کو اختیار رہو گا کہ چاہے اُس سے مطالبہ کرے یا اصیل سے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے مال کی جو فلان شخص پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ مین تجھے فلان شخص پر ایک مہینہ تک حوالہ کر دون گا تو وہ جب چاہے اُس کے حوالے کر دیوے اور محتال علیہ پر ایک مہینہ تک ہو گا کذا فی المحیط اور کفالت کی میعاد مقرر کرنا جائز ہے اور میعاد معلوم ہو اور اگر خفیف سی جہالت ہو تو وہ برداشت کیجاتی ہے اور اُسکو خیال نہیں کرتے ہیں کذا فی التبیین اور تمام مدتیں اس باب مین برابر ہیں اور اگر مدت متعارفہ ہو تو ثابت ہو جائیگی خواہ ایسی مدت ہو جس کے فی الحال واقع ہو جانیکا وہم ہو یا ایسا وہم نہو چنانچہ اس وقت تک کفالت کی کہ مکفول لہ اپنے سفر سے واپس آوے اور اگر وہ

ف کفیل بالنفس [illegible] مخاصمہ [illegible] وکیل بالخصومۃ [illegible] مدت [illegible]

رواج جاری [illegible] سوای [illegible] اس قول [illegible] ۱۲

اور مدت مذکورہ متعارف سے نہو پس اگر ..... ہوا ایسا بالکل مبہم ہو مثلاً کھیتی کٹنے اور دونے وغیرہ تک کی شرط ہو ..... ہو ..... یا ..... کے فی الحال ..... اور تینوں صورتوں ..... ہو تو اسمیں کسی کی کفالت ..... شرط پر کی کہ ..... فی ..... سے کفالت ہے تو یہ مدت ثابت نہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ امام محمدرح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی شخص کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن تک ..... کی مدت پر قرار دی تو یہ جائز ہے اور جب کفالت صحیح ہوئی تو کفیل سے ..... مطالبہ کیا جا سکتا ہے جب ایک مہینہ گذر جاوے اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ میں ہے کہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا ہے کذا فی المحیط ..... سراجیہ میں ہے کہ یہی اصح ہے اور صغریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلان شخص کی کفالت بالنفس اس ساعت سے ایک مہینہ تک کی تو بلا خلاف یہ کفالت مہینہ کے گذرنے پر ختم ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن اختیار کی تو امام محمدرح نے اس صورت کو کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ کہنا اور ..... تک کہنا یکسان ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفیل سے اس صورت میں مدت کے اندر مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور مدت گذرنے پر بری ہو جائیگا اور اسی قول کی طرف امام ابو عبداللہ واحد شیبانی کا میلان ہے یہ ظہیریہ اور محیط میں ہے امام محمدرح سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلان شخص پر آتا ہے اس شرط پر کفالت کی کہ جب تو طلب کریگا تو مجھے ایک مہینہ کی میعاد حاصل ہوگی تو یہ جائز ہے پس جب وہ طلب کریگا تو اسکو ایک مہینہ کی مہلت ملیگی اور جب مہینہ ..... گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ پہلی طلب پر جس وقت چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اگر یہ شرط کفالت میں لگائی ہو تو پہلی طلب پر جب چاہے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ ہرگاہ تو مجھ سے اسکو طلب کرے تو مجھے ایک مہینہ کی مہلت ہوگی پس جب اس نے طلب کیا تو اسی دن سے اسکو ایک مہینہ کی مہلت ملیگی اور جب اس وقت سے ایک مہینہ گذر گیا تو اسکو اختیار ہے کہ پہلی طلب کے موافق جب چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اسکو دوسری بار طلب کرنے پر ایک مہینہ کی فرصت نہ ملیگی اور جب اس نے مکفول عنہ کو طالب کے حوالے کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے براءت کر لی تو وہ اس کی کفالت سے آئندہ بری ہے اور اگر اس نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرنے کے وقت اس سے براءت نہ طلب کی تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے دوبارہ طلب کرے اور ..... آئندہ کے دیدینے سے بری نہ ہوگا۔ اور جب اس نے ایک بار اس کے سپرد کیا اور براءت نہ طلب کی تو پھر دوبارہ طلب کرنے میں بھی کفیل کو ایک مہینہ کی میعاد اسی روز سے دینا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا دوسرے پر میعادی قرضہ ہو اور اس نے اس سے کفیل لے لیا تو کفیل پر بھی میعادی ثابت ہوگا اور اگر اس پر فی الحال ہو اور اسکی کفالت کسی نے میعادی طور سے کی تو کفالت صحیح ہوگی اور دونوں کو تاخیر دیجائیگی مگر اس صورت میں کہ طالب نے کفالت کے وقت شرط کر لی کہ تاخیر خاصۃً کفیل کے واسطے ہے تو اسوقت اصیل سے تاخیر نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کی طرف سے میعادی قرضہ کی کفالت کی اور کفیل مر گیا تو اس کے ترکے سے فی الحال لے لیا جائیگا اور اس کے وارث مکفول عنہ سے ابھی نہیں بلکہ میعاد آجانے پر لینگے۔ اور اگر اصیل مر گیا تو اس کے حق میں قرضہ فی الحال ہو گیا اور کفیل کے حق میں میعادی ہی باقی رہا حتی کہ اگر مکفول لہ نے کفیل سے لینا چاہا اور اصیل کے وارثوں سے نہ لیا تو اسکو انتظار کرنا چاہیے تا کہ میعاد آجائے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم کسی مبیع کے ثمن کے

فی الحال واجب الادا تھے پھر اُن کی کسی شخص نے ایک سال کی میعاد تک کفالت کی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میعاد کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا کہ مجھے مہلت دے تو میعاد صرف اسی کے حق میں ثابت ہوگی اور اگر میعاد کو اُس نے اپنی طرف منسوب نہ کیا بلکہ مطلقاً ذکر کی اور طالب اُسپر راضی ہو گیا تو میعاد کفیل و اصیل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائیگی اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعادی قرض تھے پھر اُن کی کسی شخص نے میعادی کفالت کی خواہ یہی میعاد رکھی یا اُس سے کم یا زیادہ تو یہ جائز ہے۔ اور کفیل کو مال اُسی میعاد پر دینا واجب ہوگا۔ اور اگر مال اصیل پر فی الحال واجب ہو اور کفیل نے اُس سے موخر کر دیا تو یہ تاخیر اُسکے اور کفیل کے حق میں صحیح ہے اور طالب کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور اگر طالب نے مطلوب کو تاخیر دی تو اُسکے اور کفیل دونوں کے حق میں ہوگی اور کفیل کو کسی قدر تاخیر دی تو خاصۃً اُسکے حق میں درست ہوگی کذا فی المحیط اور اگر کفیل نے تاخیر کو رد کر دیا تو رد ہو جائیگی کذا فی خزانۃ المفتین پس اگر ایسی صورت میں کہ طالب نے کفیل کو خاصۃً تاخیر دی ہے کفیل نے قرضہ مدت سے پہلے ادا کر دیا تو جبتک میعاد نہ گزر لے اپنے اصیل سے نہ لیگا اسی طرح عامہ روایات میں آیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر مال قرضہ ثمن بیع یا غصب ہو اور اُسکا کوئی کفیل ہو پھر طالب نے اصیل کو ایک سال کی تاخیر دی اور اُسنے قبول نہ کی تو اُسپر اور کفیل پر مال فی الحال ہوگا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اُس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصیل کو تاخیر دیدی تو دونوں کفیلوں سے بھی تاخیر ہو گئی اور اگر اُس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہو جائیگی اور اصیل پر مال فی الحال رہیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے قرضہ کے عوض طالب کے ہاتھ ایک غلام فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد پر واجب الادا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر طالب مشتری نے بحکم قاضی عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر واپس کر دینا بدون حکم قاضی ہو یا دونوں بیع کا اقالہ کر لیں تو میعاد قرضہ کی عود نہ کریگی۔ اور اگر اُسکے ہاتھ غلام نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کر کے اُسکو قبل میعاد قرضہ ادا کر دیا پھر اُس نے اُسکو ستوق پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر میعاد پر واجب الادا ہوگا اور اسی طرح اگر اُن کو زیوف پایا یا نبہرہ پایا اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے مال ادا کرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیوف ہیں اور باین ہمہ اُس نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصیل نے طالب کے ہاتھ ایک غلام بعوض اس مال کے فروخت کیا اور سپرد کر دیا یہانتک کہ اصیل کی برات کی وجہ سے کفیل بھی بری ہو گیا پھر طالب کے پاس سے غلام استحقاق میں لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اُسنے قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو مال کفیل کے ذمہ عود کریگا اور اگر بدون قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کریگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت میعادی طور سے کی تو کفالت جائز ہے اور کفیل اُسی میعاد پر ہوگا جو اُسنے بیان کی ہے اور اصیل پر فی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کفیل و اصیل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال میں داخل ہو گیا اور ایک سال میں تمام ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ شرط خیار کفالت میں صحیح ہے اور جو امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا اُسکی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے ہزار درم کی کفالت تین روز کے خیار پر کی ہے پس اگر

طالب نے اُس کی تصدیق کی تو خیار ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کی تو جب تک اُسپر گواہ قائم نہوں خیار ثابت نہوگا کذا فی الذخیرہ

تیسرا باب

دعوے او رخصومت کے بیان مین۔ کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی پھر کفیل نے دعوے کیا کہ جس مال کی مین نے کفالت کی ہے وہ قمار ہے یا شراب کا ثمن یا اُسکے مانند کچھ جو واجب نہین ہوتا ہے تو اُسکا قول مقبول نہوگا اور اگر مکفول لہ پر اُس نے گواہ پیش کیے اور وہ انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر اُسنے چاہا کہ طالب کو قسم دلائے تو اُس کی طرف التفات نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے طالب کے اس اقرار پر کہ یہ قمار یا ثمن خمر وغیرہ ہے گواہ پیش کیے کہ اس نے ایسا اقرار کیا ہے تو اُس کی گواہی کی سماعت نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کفیل نے طالب کو مال ادا کر دیا اور چاہا کہ مکفول عنہ سے لیوے اور طالب غائب ہو گیا پھر مکفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کا ثمن تھا یا مردار کا ثمن تھا اور کفیل پر گواہ قائم کرنا چاہے تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی اور حکم کیا جاویگا کہ کفیل کو مال ادا کرے اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے خصم کو تلاش کر کے اس سے مخاصمہ کرے۔ پس اگر کفیل کے مال لینے سے پہلے طالب حاضر ہوا اور اُس نے بحضور قاضی اقرار کیا کہ یہ مال شراب کا ثمن یا مثل اس کے ہے تو اصیل اور کفیل دونون بری ہو جائینگے۔ اور اگر قاضی نے کفیل کو بری کیا پھر مکفول عنہ حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ یہ مال قرضہ یا بیع کا ثمن تھا اور طالب نے اُسکی تصدیق کی تو مال مکفول عنہ کے ذمہ لازم ہوگا اور کفیل پر دونون کی تصدیق نہ کیجائیگی اور حوالہ اس حکم مین بمنزلہ کفالت کے ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ تین شخصون مین سے ہر ایک کے ایک ہزار درم کسی شخص پر بدون باہمی شرکت کے قرض ہین پھر دو شخصون نے تیسرے شخص کے واسطے زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے مطلوب کے نفس کی کفالت کی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر قرضہ اُن مین مشترک ہو تو گواہی مقبول نہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص پر کفالۃ بالنفس کے کفیل ہونیکا دعوی کیا اور دو گواہ لایا کہ اُنھون نے گواہی دی مگر زمانہ یا مکان مین اختلاف کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول کریگا۔ اور اگر زمانہ اور مکان مین دونون متفق ہے اور میعاد مین اختلاف کیا اور دعوی مال کی کفالت مین تھا پس ایک نے کہا کہ ایک مہینہ کی میعاد تھی اور دوسرے نے کہا کہ دو مہینہ کی میعاد تھی پس اگر مدعی دونون مدتون سے کم مدت کا دعوی کرتا ہے تو قاضی دونون کی گواہی قبول کریگا۔ اور اگر مدعی زیادہ مدت کا دعوے کرتا ہے تو دونون کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہون نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے مگر ایک نے قرضہ مین ایک سال کی میعاد بتلائی اور دوسرے نے فی الحال بیان کیا اور طالب بھی فی الحال ہونیکا دعوی کرتا ہے اور کفیل نے کفالت سے انکار کیا یا اقرار کیا اور میعاد کا دعوی کیا تو دونون صورتون مین مال اسپر فی الحال واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور اگر دعوی کفالت بالنفس کا ہے اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ مین بھی تفصیل سے حکم دیا ہے یعنی اگر مدعی کم مدت کا مدعی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زیادہ مدت کا مدعی ہے تو مقبول نہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے بلا تفصیل بیان کیا کہ یہ گواہی مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک معاینہ کا گواہ تھا اُس نے کفالت کا واقع ہونا بالمعائنہ بیان کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ کفیل نے کفالت کا اقرار کیا ہے تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو گواہون نے

ہزار درم کی کفالت واقع ہونے کی گواہی دی مگر لفظ مین دونون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ اُس نے کفالت کی اور دوسرے نے کہ اُس نے ضمانت کی یا ایک نے کہا کہ اُس نے کہا کہ یہ میری طرف ہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھپر ہے تو گواہی جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر مال معین کا دعوی کیا اس سبب سے کہ اُسنے مدعی کے واسطے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی تھی اور مکفول عنہ کا نسب نہ بیان کیا تو کیا یہ دعوی صحیح ہے پس شمس الائمہ اوزجندی نے جواب دیا کہ یہ دعوی صحیح نہین ہے اور اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی بھی فتوی دیتے تھے اور امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اس شخص کے واسطے کسی آدمی کے نفس کی کفالت کی ہے اور اُس آدمی کا ہم نام نہین جانتے ہین ولیکن اسکی صورت پہچانتے ہین تو یہ جائز ہے اور کفیل سے اسکا مواخذہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم اُس کی صورت بھی نہین پہچانتے ہین تو بھی کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اسکو بیان کرے پس اگر کفیل کسی شخص کو لے آیا اور کہا کہ مکفول عنہ یہ ہے اور طالب نے اُسکی تصدیق کی تو خیر ہے اور اُس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اُس کی تکذیب کی تو اس صورت مین دعوی اور انکار کا حکم معتبر رکھا جائیگا۔ پس یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس امر کی دلیل ہے کہ کفالت کے دعوے مین مکفول عنہ کا نام و نسب ذکر کرنا ضروری نہین ہے۔ اور بعضون نے کہا کہ اس مسئلہ کی وضع یہ ہے کہ کفالت ایک شخص معین سے واقع ہوئی ولیکن گواہ اُسکو نہین پہچانتے ہین اور نہ اُسکا نسب جانتے ہین پس یہ کفالت واقع مین اور فی نفسہ شخص معلوم سے ہے اور جو صورت شمس الاسلام سے مذکور ہے یعنی مدعی نے کہا کہ اس شخص نے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی ہے مراد اس سے نکرہ ہے پس یہ کفالت فی نفسہ مجہول ہے پس دعوی صحیح نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر کفالت بالنفس کی گواہی دی مگر ایک نے کہا کہ مکفول عنہ زید ہے۔ اور دوسرے نے کہا کہ عمرو ہے تو گواہی مقبول نہوگی خواہ طالب نے ایک ہی کی کفالت کا دعوی کیا۔ یا دونون کی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دو شخصون کی کفالت بالنفس کا دعوی کیا اور دو گواہ پیش کیے اُنھون نے ایک کی کفالت پر گواہی دی اور دوسرے کی کفالت مین اختلاف کیا اس طرح کہ ایک نے اُس کی طرف سے کفالت کر لینے کا بھی اقرار کیا اور دوسرے نے اُس کے حق مین سکوت کیا اور کہا کہ یہ مجھے نہین معلوم کہ یہ وہی ہے یا اور ہے پس کفیل اُسکی کفالت کے باب مین پکڑا جائیگا جس مین دونون متفق ہوے اور دوسرے کی کفالت کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے ہمارے باپ اور فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت کی ہے تو یہ گواہی باطل ہے کیونکہ اُنھون نے ایک ہی گواہی دی اور اُن کی گواہی اُن کے باپ کے حق مین نامقبول ہے پس دوسرے کے حق مین بھی جاتی رہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی ہے کہ اگر مین کل کے روز اسکو نہ پہونچادون تو جو اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا اور وہ ہزار درم ہین تو ایسی گواہی جائز ہے۔ پس اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُس نے مکفول عنہ کو اسی روز پہونچا دیا ہے تو وہ کفالت سے بری ہوگا۔ اگر دونون نے مال مین اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزار درم تھا اور دوسرے نے پانچسو درم بیان کیے اور دونون کفالت بالنفس پر متفق ہوے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دیوے کیونکہ اُس مین اختلاف نہین ہے اور کفالت بالمال مین دونون نے اختلاف کیا اور امام اعظم رح کے نزدیک گواہون کا مال مین اس طرح گواہی دینا مقبول نہین خواہ مدعی دونون مین سے کم کا دعوی کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونون گواہون نے اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کی گواہی دی اور دوسرے نے دینارون کی تو کچھ بھی

گواہی جائز نہیں ہی خواہ مدعی دونون قسمون کا دعوی کرتا ہو یا ایک قسم کا۔ اور اگر دونون نے مال مین اتفاق کیا کہ ہزار درم ہی مگر اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے کہا کہ قرض ہی اور دوسرے نے کہا کہ ثمن بیع ہی اور مدعی نے دعوی کیا کہ ثمن بیع ہی تو ایسی صورت مین کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ اس طرح توفیق دیجائے کہ درحقیقت میرا اُسپر ثمن بیع تھا مگر اُسنے دوسرے گواہ کے سامنے اقرار کیا کہ مجھپر قرض ہی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ مدعی نے ایک ہی قسم کا دعوی کیا ہی اور اگر دونون قسمون کا دعوی کیا تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون گواہ کم مال کے مدعی کے کفیل ہون تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا۔ ہشام فرماتے ہین کہ مین نے امام محمدؒ سے سوال کیا کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اس نے خالد کی کفالت بالنفس کی ہی اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے کفیل پر گواہ پیش کیے کہ اُسنے خالد کے نفس کی کفالت کی ہی تو امام نے فرمایا کہ کفالت اُس کے ذمہ لازم ہوگی پھر اگر کفیل نے گواہ پیش کیے کہ کفالت اُس کے حکم سے کی ہی تو فرمایا کہ گواہی مقبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے اُس مال کی جو اُسپر قاضی حکم کرے ضمانت کی پھر مکفول عنہ غائب ہوگیا پھر طالب نے کفیل پر گواہ پیش کیے کہ طالب کے غائب پر ہزار درم ہین تو قاضی اسکا حکم نہ دیگا نہ کفیل پر اور نہ اصیل پر کیونکہ اس نے کفالت غیر لازمہ کا دعوی کیا اس لیے کہ کفالت جب لازم ہو کہ اصیل پر حکم دیا جائے اور یہ ہنوز ثابت نہین ہوا حتی کہ اگر طالب نے کہا کہ مین نے بعد کفالت کے مطلوب کو فلان قاضی کے سامنے پیش کیا اور ہزار درم کے اُسپر گواہ پیش کیے اور اُس نے میرے لیے اسکا فیصلہ کیا ہی اور کفیل نے انکار کیا پھر طالب نے اُسپر گواہ پیش کیے تو قاضی اسپر ہزار درم کا حکم دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص کسی شخص پر برہان لایا کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص اُسکی طرف سے اسکے حکم سے میرا کفیل ہی تو قاضی کفیل اور مکفول عنہ پر حکم کریگا اور چونکہ اُسکا حکم ثابت ہوا اس واسطے کہ کفیل نے جو ادا کیا وہ مکفول عنہ سے لے لیگا اور اگر اُسنے کفالت کا دعوی لیا احکم مکفول عنہ کے پیش کیا تو قاضی کفیل پر مال کا حکم دیگا نہ اصیل پر۔ اور اگر یہ دعوی کیا کہ تو نے میرے لیے فلان شخص کی طرف سے جو کچھ میرا اُسپر ہی کفالت کی ہی اور اُسپر میرے ہزار درم ہین پھر مال اور کفالت دونون پر اُسنے برہان قائم کی تو کفیل اور غائب دونون پر مال کا حکم دیا جائیگا خواہ اُسنے کفالت کا اُس کے حکم سے دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن اگر کفالت مکفول عنہ کے حکم سے واقع ہوئی ہوگی تو کفیل اُس سے یہ مال جو ادا کیا ہی واپس لیگا ورنہ نہین لے سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کفالت کے دو گواہون کی گواہی پر دو گواہون نے گواہی دی اور کہا کہ ہم کفیل اور مکفول عنہ کو نہین پہچانتے ہین ولیکن فلان و فلان نے اپنی گواہی پر ہم کو گواہ کیا کہ فلان بن فلان جو مخزومی نسب کا ہی اُس نے اس شخص کی واسطے فلان بن فلان صدیقی کے نفس کی کفالت کی ہی تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی پھر بعد اس کے اگر اس شخص نے جس پر کفالت کا دعوی تھا اقرار کیا کہ مین فلان بن فلان ہون تو اُس سے مواخذہ کیا جاویگا اور اگر انکار کیا تو مدعی کو دوسرے گواہون کی ضرورت ہوگی کہ یہ گواہی دیوین کہ یہی مدعا علیہ فلان بن فلان مخزومی نسب کا ہی کذا فی المحیط۔

چوتھا باب۔ دو شخصون کی کفالت کے بیان مین۔ دو شخصون پر کسی شخص کے ہزار درم قرض کے یا کسی مال کے ثمن کے ہین۔ اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے کی کفالت کی پس جو ایک نے ادا کیا وہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور اپنے شریک سے نہین لے سکتا ہی جب تک کہ نصف سے زائد اُسنے نہ ادا کیا ہو پس اگر جو ادا کیا ہی نصف سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے شریک سے لے سکتا ہی کذا فی الکافی اور اگر اُس نے کہا کہ یہ اُس مین ہی جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہی

تو اُسکا قول مقبول نہوگا جبتک کہ یہ مال اسکے حصہ سے زائد نہو یہ محیط مین لکھا ہے اگر ایک شخص پر ہزار درم تھے پھر کسی شخص نے
پورے ہزار درم کی کفالت اختیار کی پھر دوسرا آیا اور اُسنے بھی پورے ہزار درم کی کفالت کر لی پھر ہر ایک نے دونون
کفیلون مین سے پورے ہزار درم کی دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی پس جو ہر ایک ادا کرے وہ دونون سے شائع ادا
ہوگا پس اسکا آدھا اپنے شریک سے لے سکتا ہے کذا فی شرح النافع پھر دونون اپنے اصیل سے لے سکتے ہین اور اگر چاہے تو
سب مکفول عنہ سے لیلے اور اگر مکفول لہ نے ایک کو بری کیا تو دوسرا پورے مال کی کفالت مین ماخوذ ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے
اگر دو شخصون پر خرید کی قیمت مین ہزار درم واجب ہوے اور ایکنے دوسرے کی طرف سے کفالت کی اور دوسرے نے
اُس کی طرف سے کفالت نہ کی پھر کفیل نے کچھ ادا کیا اور کہا کہ یہ اس مین سے ہے جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اسکا
قول مقبول ہوگا۔ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درم کو اس شرط پر خریدا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر
بائع نے ایک مشتری کو خاصۃً اُس حق سے جو اُسپر ہے تاخیر دی پھر اس شخص نے جس کو تاخیر دی گئی ہے نصف مال ادا کیا اور کہا کہ
یہ مال اس مین سے ہے جو مین نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اُسکا قول قبول ہوگا کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے یا کسی
بیع کا ثمن تھے اور ایک شخص نے آدھے مال کی کفالت کی اور دوسرے نے باقی آدھے مال کی کفالت کی خواہ یہ دونون کفالتین
ایک ہی عقد مین یا جدا واقع ہوئین پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کچھ نہ کہا تو یہ مال دونون کی طرف سے ہوگا اور اگر اُس نے کہدیا کہ یہ
خاص فلان شخص کی کفالت مین سے ہے تو اُسی کا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ہزار درم اصیل پر متفرق طور پر مثلاً دو قرضون مین ہون یا دو بیع
مین یا دونون مال ہون کہ دونون مختلف سببون سے واجب ہوے ہون پھر ایک کفیل نے ایک حصہ کی کفالت کی اور دوسرے
نے دوسرے کی پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کہا کہ یہ فلان اور فلان کفیل کی طرف سے ہے تو اُسکے کہنے کے موافق ہوگا۔ اور
اگر صرف ایک حصہ کا کوئی کفیل ہوا اور اصیل نے کہا کہ یہ اُسکی طرف سے ہے تو قول مقبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ہزار درم اُسپر بیع کی
وجہ سے واجب تھے پھر رب المال نے نصف مال کی ایک ساعت مہلت دی یا نصف مال ابتدا سے ایک سال کی تاخیر پر واجب ہوا
اور آدھا فی الحال واجب ہوا اور ہر نصف کا علیحدہ کفیل ہوا پھر اصیل نے پانچسو درم ادا کیے اور کچھ نہ کہا تو یہ اُس کفیل
کی طرف سے رکھے جائینگے جس کی کفالت فی الحال کی ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر اُس نے کہدیا کہ یہ اُسکی طرف سے ہے جس نے میعادی
قرضہ کی کفالت کی ہے تو اُسکا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت
کی اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہے اس شرط پر کفالت کی کہ ایک کے ذمہ ایک برس کے بعد
مال واجب الادا ہے اور دوسرے پر دو برس کے بعد تو یہ جائز ہے لیکن اگر برس بعد والے کی میعاد آگئی اور اس نے
ادا کر دیا تو اصیل سے لیگا دوسرے کفیل سے نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو متفاوضین جب شرکت سے جدا ہوے تو
قرضخواہون کو اختیار ہے کہ تمام قرضہ کے واسطے جسکو چاہین گرفتار کرین اور ایک دوسرے سے نہین لے سکتا ہے یہانتک
کہ نصف سے زیادہ ادا کرے پس وہ زیادتی کو لے سکتا ہے۔ جب دو مکاتب ایک ہی کتابت کے ہون تو ایک کو
دوسرے کی کفالت کرنا قیاساً صحیح نہین ہے اور استحساناً صحیح ہے پھر اگر ایک نے کچھ ادا کیا تو دوسرے سے اُسکا
نصف لے سکتا ہے اور اگر اُس نے کچھ نہ ادا کیا یہانتک کہ مولے نے دونون مین سے ایک کو آزاد کر دیا تو عتق
جائز اور نصف سے بری ہو گیا اور باقی آدھے کے واسطے مالک کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے ماخوذ کرے پس اگر اُس نے
اُسکو پکڑا جو آزاد ہوا ہے تو وہ دوسرے سے بھی لیگا اور اگر اُس نے دوسرے کو پکڑا تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیگا یہ شرح

جامع صغیر میں ہے تین شخصون نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی پھر ایک نے ادا کر دئیے تو سب بری ہو گئے اور کوئی کفیل دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر ہر کفیل بھی دوسرے کفیل کی طرف سے کفیل ہو اور ایک نے ادا کیا تو ادا کرنے والا دونون سے دو ثلث لے لے گا اور رب المال ہر ایک سے ہزار درم لے سکتا ہے یعنی ایک ہی سے لیگا مگر ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور یہ اُس صورت مین کہ دونون کفیلون پر قابو پایا اور اگر ایک پر قابو پایا تو اُس سے نصف لیگا پھر دونون تیسرے سے ایک تہائی لین گے اور اگر غائب پر قابو پایا تو ہر ایک اُس سے چھٹا حصہ لیگا پھر سب ملکر اصیل سے ہزار درم لین گے اور اگر دوسرے کفیل سے پہلے اصیل پر قابو پایا تو اُس سے کامل ہزار درم لیگا امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دو شخصون نے کسی شخص کے واسطے ہزار درم اقرار کیا اس شرط پر کہ اس مال کے عوض اسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے وصول کرے تو یہ جائز ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت اختیار کی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

پانچوان باب — غلام اور ذمی کی کفالت کے بیان مین

غلام سے کفیل یا مال کی کفالت کرنا بدون مالک کی اجازت کے جائز نہیں ہے مگر آزاد ہو کر ماخوذ ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور تجارت کے واسطے اجازت دینا کفالت کی اجازت نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اُس نے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہے خواہ اُسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اُسپر قرض نہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہے کذا فی المحیط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائیگا مگر جب اُسکا مولیٰ فدیہ دیوے تو نہیں یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر غلام پر قرض ہو اور اُس نے اپنے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جب تک وہ مملوک ہے اُسپر کچھ دینا لازم نہوگا اور جب آزاد کیا گیا تو اُس کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہے خواہ کفالت بالنفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو یہ نہایہ مین لکھا ہے اور مکاتب کو کسی اجنبی کی کفالت کرنا جائز نہیں ہے خواہ مالک نے اسکو اجازت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن عقد کفالت منعقد ہو جائیگا حتی کہ بعد آزادی کے پکڑا جائیگا اور اگر مکاتب نے مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد آزادی کے پکڑا جائیگا پس اگر اُسنے مال تلف کر دینے کا اقرار کیا اور اُس کے مالک نے تکذیب کی یا اُس نے مالک کو وہ مال قرض دیا یا اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف سے باز رکھا گیا ہے اور فی الحال یا میعادی ہونا کچھ نہ بیان کیا تو اُسکا کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اُسکو کچھ ودیعت دی اور اُس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اُس نے شبہہ سے کسی عورت سے وطی کی تو فی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر اسکی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا میعادی ہونا نہ بیان کیا تو کفیل پر فی الحال ادا واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے پھر جب اس کی طرف سے ادا کیا تو بعد آزادی کے اُس سے لیگا بشرطیکہ اُس کے حکم سے ہو یہ تبیین مین لکھا ہے امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا ہے کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعوی کیا اور ایک شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مر گیا تو کفیل بری ہو گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر غلام کے قابض پر نفس غلام کا دعوی کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر لی پھر غلام مر گیا پھر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ وہ غلام میرا تھا تو کفیل پر غلام کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر مدعی کی ملکیت اُس قابض کے اقرار سے یا قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ثابت ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مر گیا تو غلام کی قیمت کا حکم مدعا علیہ پر ہوگا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم

ہوگا اگرچہ وہ بھی مثل اپنے اصیل کے اقرار کرے۔ اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہو کہ غلام کے مرجانے میں قابض کے قول کی تصدیق نہ کیجاوےگی اور وہ اور کفیل قید کیے جاوینگے پھر جب یہ ہوگی تو قیمت کی ضمان لے لیجائیگی یہ ینابیع میں لکھا ہو جاننا چاہیے کہ کفالت کے احکام میں اہل ذمہ اور اہل اسلام برابر ہیں مگر سور اور شراب کے باب میں فرق ہو پس اگر کسی ذمی کی شراب دوسرے پر قرض تھی یا غصب کی تھی اور اُس کی کسی ذمی نے کفالت کی تو جائز ہو۔ پھر اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہوگیا تو اسکی چند صورتیں ہیں یا تو طالب مسلمان ہوا اور اس صورت میں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفیل شراب اور اُس کی قیمت سے بری ہو اور یا مطلوب مسلمان ہوا تو وہ بھی شراب اور اُسکی قیمت سے بری ہوگا اور اسکی براءت سے کفیل بھی بری ہوجائیگا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہو اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہو اور زفرؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہو کہ مطلوب پر شراب کی قیمت ہوگی اور کفیل اپنی کفالت پر ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا ہو اور اگر کفیل خاصۃً مسلمان ہوا تو اس صورت میں شراب بالکل اُسپر سے ساقط ہوجائیگی کہ اُسکو بدل بھی نہ دینا چاہیے اور یہی قول اخیر امام اعظمؒ کا اور قول امام ابو یوسفؒ کا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہو چاہے تو اصیل سے عین شراب لیوے یا کفیل سے شراب کی قیمت لیوے۔ اور اگر سب لوگ مسلمان ہوگئے تو بلا بدلے کے شراب ساقط ہوجائیگی اور اسی طرح اگر طالب اور کفیل یا طالب اور اصیل مسلمان ہوے تو بھی بلا بدل ساقط ہوگی اور اگر کفیل و اصیل مسلمان ہوے تو بھی امام اعظمؒ کے قول اخیر پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا بدل ساقط ہوجائیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہو جس سے چاہے مطالبہ کرے۔ اگر خمر کسی بیع کا ثمن ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہوگئے تو کفیل عین شراب اور اُس کی قیمت سے بالاجماع بری ہوجائیگا اور اگر کفیل مسلمان ہوا تو طالب اپنے مطلوب سے عین خمر کا مطالبہ کریگا اور کفیل شراب اور اُس کی قیمت سے بری ہوگا اور یہ آخر قول امام اعظم اور ابو یوسفؒ کا ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اُس کے حق میں عین شراب سے بدل کر قیمت کی طرف تحویل ہوگی اور طالب اُس سے قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہو۔ اگر شراب بسبب سلم کے واجب ہوئی ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہوگئے تو سلم باطل ہوگئی اور اسکے بطلان سے اصیل بری ہوا تو کفیل بھی بری ہوگیا اور اگر کفیل مسلمان ہوا تو بلا خلاف بری ہوگیا اور طالب کی شراب مطلوب کی طرف اپنے حال پر باقی ہو کذا فی المحیط اور اصل اور قاعدہ یہ ہو کہ طالب کا مسلمان ہونا جڑ سے شراب کو کھو دیتا ہو کیونکہ سپرد کرنا اس کی طرف سے ممنوع ہوا ہو۔ اور مطلوب کا مسلمان ہونا بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی ہو کیونکہ اب اُسکو سپرد کرنا ممنوع ہو۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہیں کرتا ہو بلکہ عین سے تحویل کرکے قیمت کی طرف لاتا ہو کیونکہ امتناع عقد اسکی طرف سے نہیں ہو بلکہ اُس کی طرف سے ہو جسپر حق ہو اور کفیل طالب کے لحاظ سے مطلوب ہو اور مطلوب کی نسبت طالب ہو۔ ایک نصرانی نے دو عورتوں نصرانیہ سے شراب پر اس شرط سے خلع کیا کہ ہر ایک عورت دوسرے کی کفیلہ ہو پھر نصرانی مسلمان ہوا یا سب ساتھ مسلمان ہوگئے تو دونوں عورتیں کفالت سے بری ہوگئیں اور جو اُن پر واجب ہو وہ بدل کر قیمت کی طرف آیا اور اگر ایک مسلمان ہوگئی تو اُسپر قیمت ہوگئی اور دوسری عورت پر شراب رہیگی۔ پس اگر مسلمان ہونے والی عورت نے قیمت ادا کردی تو دوسری سے نہیں لے سکتی ہو۔ اور اگر کافرہ نے تمام خمر ادا کردی تو مسلمہ کے حصہ کی قیمت اُس سے لے لیگی۔ اگر دونوں عورتیں ساتھ مسلمان ہوگئیں اور نصرانی مسلمان ہوا تو ہر ایک پر جو حق کفالت اور اصالت کی راہ سے ہو

تحویل پاکر قیمت کی طرف رجوع کریگا۔ اور جس عورت نے کل قیمت ادا کردی وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتی ہے۔ اگر دونوں کے پیچھے مسلمان ہوئیں تو اُنپر تحویل سے قیمت واجب ہوگی اور اگر دوسری مسلمہ نے سب قیمت ادا کردی تو پہلی سے واپس لے لیگی اور اگر پہلی عورت مسلمہ نے ادا کی تو اس سے نہیں لے سکتی ہے اور اگر ایک مسلمان ہوئی پھر اسکا شوہر مسلمان ہوا پھر دوسری اسلام لائی تو جسقدر حق پہلی عورت پر ہے تحویل ہوکر قیمت کی طرف رجوع کریگا پس جب اس نے قیمت ادا کی تو دوسری سے کچھ نہیں لے سکتی ہے اور جو دوسری عورت پر ہے اصالۃً تحویل پاکر قیمت ہوگی اور کفالت کی راہ سے زوج کا حق اسپر نہیں ہے اگر ایک نصرانی دو نصرانی عورتوں سے ایک خوک سے جو ان دونوں پر ہے شراب پر صلح کرادی اور ہر ایک عورت نے دوسری عورت کی کفالت کی تو اسکی صورتیں بلافرق وہی نکلتی ہیں جو خلع میں مذکور ہوئی ہیں۔ یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر شراب یا سور کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے نفس کی کسی مسلمان نے کفالت کرلی اور اُسکی خصومت کا وکیل ہو اور جو کچھ حکم دیا جاے اُسکا ضامن بنا یا تو کفالت بالنفس جائز ہے ولیکن مکروہ ہے۔ پھر اگر اسپر گواہ پیش ہوکر شراب یا سور کا فیصلہ ہوا تو کفیل پر لازم ہونے کے باب میں دو صورتیں ہیں کہ اگر اسنے شراب اور سور کے تلف ہونے سے پہلے کفالت کی تو کفیل پر کچھ لازم نہوگا اور اگر دونوں کے تلف ہونے کے بعد کفالت کی تو شراب میں اُسپر کچھ لازم نہوگا اور سور کی صورت میں اگر قاضی نے اصیل پر اُسکی قیمت میں درم یا دینار کا حکم دیا تو کفیل پر لازم ہوں گے اور اگر قاضی نے اسپر قیمت کا حکم نہ دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کفیل پر کچھ لازم نہوگا کیونکہ قیمت کی طرف تحویل پانا قاضی کے حکم ہی سے ہے اور وہ یہاں پایا نہ گیا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی کے حکم کی ضرورت نہیں فقط تلف کرنے سے عین شے منتقل ہوکر قیمت ہوجاتی ہے تو وہ قیمت کا کفیل ہوا اور یہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے مرتد کی کفالت بالنفس ابتداءً اسکے دیگر تصرفات کی موقوف رہتی ہے اور عورت مرتدہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے جیسے اس کے اور تصرفات جائز ہیں پس اگر وہ دارالحرب میں جا ملی اور گرفتار ہوئی پس اگر کفالت بالنفس تھی تو باطل ہوجائیگی اور اگر کفالت بالمال تھی اور اسکا مال ہے تو کفالت مال کی طرف منتقل ہوگی کسی حربی نے نفس یا مال کی کفالت کی اور دارالحرب میں جا ملا پھر امان لیکر آیا تو کفالت اسکو لازم ہوگی کسی مسلمان نے کسی مرتد کے واسطے نفس یا مال کی کفالت کی پھر وہ دارالحرب میں جا ملا تو اُسکی کفالت کے حق پر اُسکے ورثہ ہوں گے۔ اور اگر وہ واپس آیا اور اس کے وارثوں نے تمام حق پا لیا ہے تو کفیل بری ہے ورنہ اسکو اختیار رہوگا کہ کفیل کا مواخذہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

متفرقات کفالت بالدرک جائز ہے یعنی بیع کے مستحق ہوجانے کے وقت ثمن مشتری کو واپس دینے کا التزام کرلینا اگر کفالت بالدرک کی اور مبیع استحقاق میں لی گئی تو کفیل سے مواخذہ نہوگا یہانتک کہ بائع پر ثمن کا حکم دیا جاوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور کفالت بالدرک میں نفس بائع کی کفالت کرنا بھی جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور ضمانت عہدہ ظاہر الروایہ کے موافق باطل ہے کذا فی غایۃ البیان اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک غلام کسی شخص سے خریدا پھر اس کے استحقاق میں لیے جانے کے خوف سے مشتری کے لیے ضمان عہدہ کرلی پس نا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ عہدہ کا لفظ مشترک ہے کبھی قدیمی نوشتہ پر بولا جاتا ہے اور عقد پر حقوق عقد پر اور درک ثمن پر اور خیار شرط پر بولا جاتا ہے پس معنی بیان کرنے سے پہلے اُسپر عمل کرنا متعذر ہے پس جہالت کی وجہ سے ضمانت باطل ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضمان خلاص بھی باطل ہے کیونکہ خلاص کے معنی اُن کے نزدیک یہ ہیں کہ خلاص کا ضامن یہ ضمانت کرتا ہے کہ میں مبیع کو اُس کے حقدار سے خلاص کرکے لامحالہ مشتری کے سپرد

کرونگا اور یہ انتہا امر غیر مقدور ہے پس باطل ہے اور اگر اس طرح ضمانت کرتا کہ میں بیع کو خلاص کرا کے سپرد کرون یا ثمن واپس کر دونگا تو صحیح ہوتی کیونکہ اسکو وفا کر سکتا ہے اس طرح کہ اگر مستحق نے اجازت دی تو بیع سپرد کرے ورنہ ثمن یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور کسی شخص نے بائع کی طرف سے مشتری کے واسطے ضمان درک کر لی تو اس کی کفالت کے یہ معنی ہیں کہ بیع سپرد کرے اور یہ اقرار ہے کہ میرا کچھ حق اس مکان میں نہیں ہے یہان تک کہ پھر اگر اس نے دعوی کیا کہ مکان میں میری ملکیت ہے یا شفعہ پہونچتا ہے یا اجارہ پر ہے تو اسکا دعوی قابل سماعت نہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اس نے حاضر ہو کر مہر کر دی اور کفالت نہ کی تو وہ اپنے دعوے پر باقی ہے کذا فی الہدایہ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس نے یہ لکھا کہ فلان شخص (یعنی خود) خرید فروخت میں حاضر ہوا یا یہ لکھا کہ بیع میرے سامنے واقع ہوئی یا یہ کہ خرید فروخت کا اقرار میرے پاس ہوا تو البتہ اسکو دعوی کا اختیار ہے اور اگر اس نے گواہی میں ایسی بات پیش کی کہ جس سے اس بیع کا صحیح ہونا و نافذ ہونا ثابت ہو مثلاً بیعنامہ میں تھا کہ فلان شخص اس مکان میں مالک نے اُسکو فروخت کیا اور اس نے لکھا یا کہ میں اسپر گواہ ہوں تو پھر اسکا دعوی مسموع نہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر کفیل بالدرک نے کچھ رہن لیا تو باطل ہے اور ضمان نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے حکم سے اس کی طرف سے کسی نے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر اصیل نے ایک حریر کی بیع بالعینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہے اُسکا ہوگا بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی تاجر نے دس درم قرض مانگے اس نے انکار کیا اور ایک کپڑا جو دس درم کا ہوتا ہے پندرہ درم میں اسکے ہاتھ بیچا تاکہ قرض لینے والا اس درم کو فروخت کر لے اور پانچ درم میرے برداشت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اُس کے حکم سے ایک ہزار درم قرضہ کی کفالت کی پھر اصیل نے کفیل کو ادا کر دیے پس یا تو ادا ادا کر دینے کے طور پر دیے ہیں مثلاً مال دیکر کہا کہ تو اسکو اپنے قبضہ میں لے کہ مجھے اُسکا اطمینان نہیں ہے کہ طالب اپنا حق تجھ سے لیوے پس تو ادا کرنے سے پہلے لے لے یا اس نے بطور ایلچی کے دیے ہیں مثلاً اصیل نے کفیل سے کہا کہ یہ مال لیکر طالب کو پہونچا دے پس اصیل کو دونون صورتون میں واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی اور کفیل نے اس میں کچھ تصرف کیا اور نفع اُٹھایا تو نفع اُسکا ہے اُسکو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر اصیل نے قرضہ ادا کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اس میں ایک طرح کی خباثت ہے اور اگر کفیل ہی نے ادا کیا تو بالاجماع اس میں کچھ خباثت نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر نفع اُٹھایا تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک نفع اس کو حلال نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حلال ہے اور اگر کفالت ایسی چیز میں ہو کہ جو متعین ہو سکتی ہے جیسے ایک کر گیہون کے کہ اُن کو کفیل نے اصیل سے بطور ادائے قرض کے لیکر قبضہ میں لیے اور اس میں تصرف کر کے نفع اُٹھا تو نفع اُسکا ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہے کہ مکفول عنہ کو واپس کرے اور یہی صحیح ہے اور جب اُسکو واپس دیا اور وہ فقیر ہو تو اسکو حلال ہے اور اگر غنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور رضی الاسلام نے فرمایا کہ حق یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے اور اگر متعین چیز کو اس نے بطور ایلچی ہونے کے لیکر قبضہ کیا تھا تو مثل سابق کے جو غیر متعین میں گذرا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اسکا نفع لے لینا حلال نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک حلال ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ میں کسی شخص کے نفس کی

کفالت کرون اور بالکل کفیل نہون تو ظاہر الروایہ کے موافق اُس مین یہ حیلہ ہے کہ کفیل کفالت [illegible]، کہے کہ مین نے فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ تک کی اس شرط پر کہ بعد مہینہ کے مین کفیل نہونگا تو وہ شخص بالکل کفیل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ مجموع النوازل مین ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درم ہین اور اُسکا کوئی کفیل ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ فلان شخص نے تیرے واسطے میری طرف سے اُس کی کفالت کر لی ہے تو مجھے بری کر دے تاکہ تیرا جھگڑا کفیل سے باقی رہجائے اور مین درمیان مین سے نکل جاؤن اور اُس نے اُس کو بری کر دیا تو کفیل بھی بری ہو گیا کیونکہ اصیل کی برات سے اُس کی برات ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اُس کی اجازت سے مال کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اُس کو کچھ رہن دیا تو جائز ہے پس اگر رہن تلف ہو گیا تو کفیل نے اپنا تمام حق جو مکفول عنہ پر چاہیے تھا رہن کے تلف ہونے کی وجہ سے حاصل کر لیا اور اسکا حکم اور حقیقۃً وصول کر لینے کا حکم ایک ہی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اُسکو ایک سال مین نہ پہنچا دون تو جو مال اسپر ہے وہ مجھپر ہوگا اور وہ ہزار درم تھے پھر مکفول عنہ نے کفیل کو مال کے عوض سال تک کچھ رہن دیا تو باطل ہے اگر کفیل نے طالب سے کفالت کے باب مین کہا کہ اگر مکفول عنہ مرگیا اور اُسنے تجھے مال ادا نہ کیا تو وہ مال مجھپر ہوگا پھر مکفول عنہ نے اُسکو کچھ رہن دیا تو جائز نہین ہے اور اگر طالب نے اُسکو کفالت سے بری کیا تو جائز نہین ہے اور اصیل کا بری کرنا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ جس حق کے عوض رہن درست نہین ہے اُسسے بری کرنا بھی درست نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے ایک شخص نے وکیل کیا کہ موکل کے نفس کے واسطے فلان کفیل کر دے اور جو کچھ موکل پر ثابت ہو اُسکا وہ ضامن ہو پس اُس نے ایک ایسا ہی کفیل دیا پھر موکل پر کسی قدر مال کا حکم دیا گیا تو طالب کو اختیار ہے کہ کفیل کو گرفتار کرے اور کفیل وکیل کو گرفتار نہین کر سکتا ہے کیونکہ وکیل یہان بمنزلہ ایلچی کے تھا کیونکہ اس سے ایجاب قبول نہین پایا گیا بلکہ صرف اُس نے مطلوب کی طرف سے کفالت کا حکم دیا اور عقد کا حکم دینے والا حقوق عقد مین ماخوذ نہین ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ منتقی مین امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین فلان شخص کے واسطے فلان شخص کی طرف سے جو اس تحریر مین ہے یا جو قاضی کی تحریر مین ہے ضامن ہوا تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ جو فلان پر آتا ہے اس تحریر مین اُسکا مین ضامن ہوا تو یہ جائز ہے۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی کے لیے کپڑا فروخت کیا اور ثمن کا ضامن ہوا یا مضارب نے کسی مال کے ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہے اور اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک غلام کو ایک ہی صفقہ مین فروخت کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے حصۂ ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہے کذا فی الہدایہ اور اگر دونون نے دو صفقہ مین مثلاً ہر ایک نے ایک نصف علیحدہ عقد کے ساتھ فروخت کیا اور ایک نے دوسرے کے حصۂ ثمن کی ضمانت کر لی تو جائز ہے وکیل بالنکاح نے اگر عورت کے مہر کی ضمانت کی یا بیع مین ایلچی نے اگر ثمن کی مشتری کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی عورت کے واسطے اُس کے شوہر کی طرف سے ہر مہینہ کے نفقہ کی ضمانت کی تو جائز ہے اور اُسکو شروع ماہ مین رجوع کرنیکا اختیار نہین ہے اور اگر اجارہ مین ہر مہینہ کے اجارہ کی ضمانت کی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ شروع مہینہ مین ضمانت سے رجوع کر لے اور فرق یہ ہے کہ نفقہ مین ہر مہینہ مین سبب از سر نو شروع نہین ہوتا ہے اور اجارہ مین از سر نو شروع ہوتا ہے پس اُسکو اختیار ہے کہ کفالت آیندہ کو چھوڑ دے کذا فی الاختیار پس اگر کفیل مرگیا اور اس کے بعد مستاجر ایک مہینہ مکان مین رہا تو جس قدر اُس پر لازم آئے کفیل کے ترکہ پر لازم ہوگا اور موت سے

یہ کفالت مثل کفالت درک کے باطل نہیں ہوتی ہے بخلاف کفالت بالنفس کے کہ وہ باطل ہو جاتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور اجرت کے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے یہ اختیار نہیں ہے کہ مستاجر سے مواخذہ کرے اور اگر ادا کر دیا تو مستاجر سے لے سکتا ہے بشرطیکہ کفالت اُسکے حکم سے ہو کسی شخص نے ایسے لڑکے کو جو تصرفات سے باز رکھا گیا ہے دس درم دیئے اور کہا کہ اس کو اپنے واسطے صرف کرے پھر ایک شخص نے دینے والے کی ضمانت کی تو صحیح نہیں کیونکہ اُس نے لڑکے کی طرف سے ایسی چیز کی ضمانت کی جو مضمون علیہ نہیں ہے اور اگر دیدینے سے پہلے کسی نے اس طرح ضمانت کی کہ تو اس کو دس درم دے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے ان دس درم کا ضامن ہوں تو یہ صحیح ہے گویا ضامن نے دس درم اُس سے قرض لیے اور حکم دیا کہ تو اس لڑکے کو دیدے اور لڑکا اُس کی طرف سے قبضہ کا نائب ہو جائیگا اور اسی طرح اگر ایسے لڑکے نے جو تصرفات سے منع کیا گیا ہے کوئی چیز فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے مشتری کے واسطے ضمان درک کی پس اگر لڑکے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمانت کی تو کفالت صحیح نہیں ہے اور اگر اس سے پہلے کفیل ہوا تو صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص گونگا ہے اور وہ سمجھتا ہے اور لکھتا ہے اور اُس نے نفس یا مال کی کفالت اپنے اوپر لکھی یا اُس کے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اُس نے تحریر سے قبول کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے رطب یعنی خرماے تر کی کفالت کی اور اصیل پر بوجہ اسکے کہ اُسکا زمانہ منقطع ہو گیا تھا رطب کی قیمت کے واسطے قاضی نے حکم دیا تو کفیل پر رطب باقی رہیں گے اور تغیر نہوگا اور اگر اصیل سے قیمت لی گئی تو کفیل بری ہو جائیگا اور اگر اُس نے رطب ادا کر دیے تو اپنے اصیل سے قیمت لیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ مرض الموت کے مریض نے اگر کسی کی طرف سے مال کی کفالت کی پس اگر اسپر اس قدر قرض ہو جو اُس کے کل مال کو محیط ہے تو کل کفالت باطل ہے اور اگر قرض نہو تو بقدر تہائی مال کے کفالت جائز ہے اور اگر اُس نے کسی وارث کیطرف سے یا کسی وارث کے واسطے کفالت کی تو تہائی بھی جائز نہو گی۔ قال المترجم لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث لیس جب وصیت ارث کے حق میں نہوئی تو کفالت باطل ہوگئی۔ اگر مریض نے کسی کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی اور اُسپر قرض نہیں ہے پھر اُس نے کسی اجنبی کے واسطے اس قدر قرضہ کا اقرار کیا جو اُس کے تمام مال کو محیط ہے پھر کفیل مر گیا تو جسکے لیے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ کفیل کے ترکہ کا اُس سے زیادہ حقدار ہے جسکے لیے کفالت کی ہے۔ اور اگر اُسکا ترکہ اُس قدر قرضہ سے جسکا اقرار کیا ہے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد باقی کی تہائی میں سے کفالت نکل سکتی ہے تو کل کفالت صحیح ہے اور اگر کل کفالت اُس میں سے نہ نکل سکتی ہو تو کفالت بقدر تہائی باقی مال کے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مال اجارہ کی ضمانت کی پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور انھوں نے اُسی مال پر از سر نو عقد کیا تو فرمایا کہ وہ شخص کفیل نہ رہیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعادی قرض تھے اُسنے قرضہ کے واسطے قرضدار سے کوئی کفیل طلب کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق قاضی کفیل دینے کے واسطے اُسپر جبر نہ کریگا اور منتقی میں مذکور ہے کہ اُس سے کفیل دینے کا مطالبہ کریگا اگرچہ قرض میعادی ہو اور اُس کے بعد ذکر کیا کہ میعادی قرض میں قاضی نے اگر اس خصم سے جو غائب ہو جانا چاہتا ہے کفیل لیا تو اُسکو نافذ کریگا اس دلیل سے کہ عورت نے اگر اپنے نفقہ کے واسطے اپنے شوہر کے سفر کو جانے کے وقت کفیل طلب کیا تو استحساناً امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی اُس سے ایک مہینہ کے نفقہ کے واسطے کفیل لیگا اور یہ لوگوں کے حق میں

آسانی کے واسطے ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک استحساناً ہے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ مسئلہ نفقہ میں لوگوں پر نرمی کے واسطے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے پس اگر اور مسائل میں بھی کسی مفتی نے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے ایسا ہی فتویٰ دیا تو بہتر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے [illegible] اس کے اوپر مال آتا ہے اس کی کفالت کی پھر مکفول لہ اور مکفول عنہ اور کفیل نے باہم اختلاف [illegible] کفیل نے [illegible] کا اقرار کیا اور مکفول لہ نے بیس دینار کا دعویٰ کیا اور مکفول عنہ نے ایک کم بیس ہونے کا اقرار کیا تو نتیجہ یہ ہے کہ کفیل اور مکفول عنہ پر نہ ہوگا اور جب ایسا واقع ہوا تو دونوں میں سے ہر ایک سے قسم لی جائے گی پس اگر دونوں کفیل اور مکفول عنہ نے قسم کھا لی تو دونوں بری ہو گئے اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر پر دعویٰ [illegible] اور قسم کھانے والا بری ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کفیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کی جو تیرا فلاں شخص پر آتا ہے ایک مہینہ تک کی کفالت کی تھی اور بعد مہینہ کے کفالت نہیں بلکہ میں نے مطالبہ کفالت سے بری ہوں اور مال کے مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اس شرط سے کفالت کی تھی کہ میں تجھ سے ایک مہینہ مطالبہ نہ کروں گا اور بعد مہینہ کے مطالبہ کروں گا تو مال کے مالک کا قول معتبر ہے اور کفیل کا قول معتبر نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت تیرے واسطے قبول کی اور مکفول لہ اس مکفول عنہ پر کچھ دعویٰ نہیں کرتا تھا تو کفالت جائز ہے اور کفیل کے حق میں مکفول عنہ کا مجلس حکم میں آنا طالب کے لیے مستحق واجب ہو جائے گا پس یہ کفالت کفیل اور مدعی کے زعم میں اصیل پر حق استحقاق کے ساتھ واقع ہوئی اور گویا بمنزلہ اس صورت کے ہوئی کہ کسی شخص نے کسی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مدعا علیہ مال سے انکار کرتا ہو پس اگر کفیل بالنفس پر طالب نے نالش کی اور اس نے قاضی سے کہا کہ مکفول عنہ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے تو اس پر التفات نہ کیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے مال میں سے میرا قرضہ ادا کرے اور اس نے ادا کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جاوے گا مگر جبکہ اس نے کفالت اختیار کی ہو تو اس پر ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار درم ایک تھیلی کے اندر ادا کر دیے پھر اس کو خوف کمی کا ہوا پس دوسرے شخص نے اس کی کمی کی ضمانت کر لی پھر جب اس نے دیکھا تو پورے پائے مگر وہ زیوف تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر کچھ ضمان نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہزار درم جید کا ضامن ہے اور قبضہ کر کے زیوف واپس کرے۔ اگر قرضہ دو شخصوں میں مشترک ہو پس ایک نے دوسرے شریک کے حصہ کی کفالت کی تو باطل ہے۔ اگر ایک عورت کے مہر کے ہزار درم اس کے شوہر پر تھے اور اس کے شوہر کی طرف سے ایک شخص نے اس کی ضمانت کر لی پھر وہ عورت مر گئی اور اس کا وارث اس کا شوہر اور ایک بھائی ہے تو کفیل آدھے مال سے بری ہو جائے گا اور بھائی کے حصہ یعنی نصف کا کفیل رہے گا۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان پر اسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور طالب نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی طرف سے اس کے حکم سے فلاں ذمی نے کفالت کی تھی اور کفیل منکر ہے اور اس پر دو ذمیوں نے گواہی دی تو دونوں کی گواہی ذمی پر جائز ہوگی اور مسلمان مدعا علیہ پر جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کفیل نے مال ادا کر دیا تو یہ روپیہ اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات کتاب الاصل میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کفیل بالنفس یا بالمال نے اگر مکفول لہ و مکفول عنہ کے سامنے اپنے آپ کو عہدہ کفالت سے الگ

کرنا چاہا تو بری نہوگا اور کفیل باقی رہیگا۔ اور وکیل نے اگر اپنے تئیں موکل کے سامنے الگ کرنا چاہا تو وکالت سے خارج ہوجائیگا۔ اور کتاب الحیل مین اشارہ ہے کہ کفیل بھی کفالت سے نکل سکتا ہے اور اُس کی صورت وہان یہ ذکر کی ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادی یا قسط وار قرض تھا پھر ایک شخص نے قرضخواہ سے کہا کہ جب تیرے مال کا جو فلان شخص پر ہے وقت آوے تو مین تیرے لیے اُس کے نفس کا کفیل ہون یا ہر قسط کی میعاد پر مین اُس کے نفس کا کفیل ہون پھر مال کی میعاد آنے سے پہلے کفیل نے چاہا کہ مین اپنے تئین الگ کرون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے پس مسئلہ مین یہ قید لگا تا کہ میعاد آنے سے پہلے ایسا نہین ہو سکتا ہے اشارہ ہے کہ اگر مال فی الحال ہوتا تو اُسکو اختیار رہتا کہ الگ ہوجاوے کذا فی الذخیرہ قال المترجم لعل القید متعلق بالارادۃ فافہم۔ خراج مین کفالت اور رہن جائز ہے کذا فی الہدایہ بعض نے فرمایا کہ خراج سے مراد خراج موظف ہے کذا فی الکفایہ اور نوائب کا حال یہ ہے کہ ان مین جسقدر انصاف سے ہین مثلاً سب کے واسطے مشترک نہر کے کھودنے کا صرف یا محلہ کی چوکیداری یا بیت المال کے خالی ہونے کی صورت مین قیدیون کے فدیہ دینے کے واسطے تحصیل کرنا یا لشکر جہاد کے سامان کے لیے وظیفہ لینا پس اس کی کفالت بالاجماع جائز ہے اور جو نوائب ایسے ہین کہ انصاف نہین ہین جیسے ہمارے زمانہ مین بادشاہ کی طرف سے روزانہ یا ماہواری ٹکسٹ درزیون یا رنگریزون وغیرہ پر بندھا ہے تو یہ ظلم ہے اور اس کے کفالت کے صحیح ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور صحیح ہونے پر فتویٰ ہے یہ شرح وقایہ مین لکھا ہے۔ اور جو مشائخ صحت کی طرف میلان کرتے ہین اُن مین سے شیخ علی بزدوی بھی ہین کذا فی الہدایہ اور نسفی اور شمس الائمہ قاضی خان نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ اس مین مطالبہ سب سے بڑھکر سخت ہے اور باب کفالت مین اسی کا اعتبار ہے اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص ان نوائب کی قسط بندی مین کوشش کرے اُسکو ثواب ہے اگرچہ اُسکا لینے والا ظالم ہے یہ معراج الدرایہ مین ہے۔ جن عقود مین کفالت شرط کی گئی تین قسم ہین ایک قسم یہ ہے کہ اگر کفیل غائب ہو خواہ اُس نے کفالت قبول کی یا نہ قبول کی یا حاضر ہو اور اُس نے نہ قبول کی تو قیاساً و استحساناً عقد فاسد ہوگا اور اگر حاضر ہو اور اُس نے قبول کر لیا تو استحساناً صحیح ہے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جو شروط فاسدہ سے باطل ہوجاتا ہے جیسے بیع اور اجارہ اور سلم وغیرہ۔ اور دوسری قسم وہ کہ جن مین شرط کفالت مفسد نہین ہے خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جس مین شروط فاسدہ مفسد نہین ہین جیسے قرض اور عتق علی المال اور نکاح اور صلح عن دم العمد ولیکن جب کفیل کفالت نہ قبول کرے تو ثابت نہوگی اور اگر قبول کر لی تو ثابت ہوگی اور عقد تو ہر طرح ثابت ہے شرط کفالت سے کسی حال مین فاسد نہوگا۔ تیسری قسم وہ یہ ہے کہ جب کفالت کی شرط لگائی اور کفیل نے قبول کر لی تو صحیح ہے خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو اور اُس کے نہ قبول کی تو صحیح نہین ہے کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم کسی بیع کا ثمن یا سلم کے فی الحال واجب تھے اُسنے درخواست کی کہ اسکی قسط کر دے اس شرط پر کہ فلان شخص کفیل ہے اسنے منظور کیا پس اگر کفیل نے منظور کیا تو تاخیر درست ہے خواہ حاضر ہو یا غائب ہو ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو شخص ایک کشتی پر سوار کسی جگہ کو جہان تھوڑا پانی ہے جاتے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا مال اس شرط سے پانی مین پھینک دے کہ میرا مال ہم دونون مین مشترک ہے تو یہ فاسد ہے اور اُس کے مال کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ یہ شخص اُسکے مال کا جو اُس نے پھینک دیا بعوض نصف مال کے خریدنے والا ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ دو غلام تو کہ من البضاعت دادی و گفتی

کہ اگر شے خیانتی کند در مال تو کہ بضاعت گیرندہ من در ضمانم و عہدۂ آن بر من است و دعوی چندین از مال من خیانت کردہ است بر تو واجب است کہ بدہی تو یہ دعوی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعی نے مدعا علیہ سے مال دعوے پر کفیل طلب کیا تو دعوی یا مال منقولہ ہوگا یا عقار یا دین پس اگر منقولہ ہو اور مثلی چیز ہو تو اُسپر کفیل دینے کے واسطے جبر کیا جاویگا کیونکہ اُسپر مال دعوی کا حاضر کرنا ضرور نہیں ہے اور اگر مثلی چیز نہو جیسے غلام یا گھوڑا یا کپڑا وغیرہ تو کفیل دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر دعوے میں عقار یا دین ہو تو کفیل نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی بکری ذبح کرکے کھالی پھر کسی نے اس بکری کی ضمانت کرلی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُسپر اُس کی ضمانت نہو گی کیونکہ اُسپر بکری واجب نہ تھی بلکہ اُسکی قیمت تھی۔ اسی طرح اگر کسی نے ایک بکری قرض دی اور اُس نے قبضہ کرکے اُسکو تلف کردیا پھر ایک شخص نے اُسکی طرف سے بکری کی ضمانت کی تو ضمانت لازم نہو گی کیونکہ اُسپر بکری لازم نہ تھی لیکن اسی قسم کے یہ مسائل امام اعظمؒ سے صریح اس کی دلیل ہیں کہ غصب کی چیز تلف ہونے کے بعد اُستحقاق اُس کی قیمت سے متعلق ہوتا ہے نہ بعینہ اُس شے سے۔ اور کتاب الاصل کی صلح میں امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ مستہلکؔ علیہ کا حق عین شے سے متعلق ہوتا ہے یہانتک کہ فرمایا کہ غصب کی چیز سے بعد تلف ہوجانے کے اُس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولیکن میرا یہ قول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کی بکری غصب کرکے ذبح کرلی اور دوسرے نے اُس کی ضمانت کی تو میں ضمانت اُسپر لازم کرونگا اور قیاس اس میں چھوڑ دونگا اور فرمایا کہ سب حیوان کا یہی حال ہے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام غصب کیا اور وہ اُس کے پاس مرگیا اور کسی نے اُس کی ضمانت کرلی تو میں اُسکو ضامن قرار دونگا پس یہ مسائل امام ابو یوسفؒ سے اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ غصب کی چیز میں مالک کا حق بعد تلف ہونے کے بعینہ اُس شے سے متعلق ہوتا ہے نہ اُس کی قیمت سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کا غلام یا باندی یا جانور یا کچھ اسباب غصب کرلیا اور اُس کی کسی نے کفالت کی تو صحیح ہے اور کفیل پر بعینہ اُس کا واپس کرنا جبتک وہ قائم ہے واجب ہے اور اگر تلف ہوجاوے تو اُس کی قیمت پھیرنا واجب ہے جیسا کہ اصیل پر یہی حکم ہے اور اُس کی قیمت کی مقدار میں اگر کفیل اور طالب میں اختلاف ہو تو کفیل کا قول معتبر ہے اور اگر غاصب نے اُس شے کی قیمت کفیل کے بیان سے زیادہ اقرار کی تو اُس کے ذمہ لازم ہوگی اور کفیل پر لازم نہو گی۔ اور اگر زیادہ قیمت ہونے پر گواہ قائم ہوئے تو زیادتی کفیل پر بھی لازم ہوگی۔ اور کتاب میں یہ صورت نہیں مذکور ہے کہ اگر اصیل سے قسم لی گئی اور اُس نے انکار کیا تو جو زیادتی اُسپر واجب ہوگئی وہ کفیل پر بھی لازم ہوگی یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہونی چاہیے اسی طرح اگر پہلے اصیل اُس سے قیمت مثلاً پانچسو درم بیان کرتا تھا پھر جب اُس سے قسم لی گئی اور مالک شے نے ہزار درم بیان کیے اور اُس نے قسم نہ کھائی اور اُسپر ہزار درم لازم آئے تو اس صورت میں کفیل پر زیادتی لازم نہوگی اور اگر اصیل سے پہلے خاموش رہا اور کوئی اقرار برخلاف اُس کے نہیں کیا اور اُسپر قسم دلانے سے اور انکار سے ہزار درم واجب ہوئے تو کفیل پر بھی واجب ہونگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی مدعا علیہ سے ایک ثقہ کفیل لیگا جبکہ مدعی اس کی درخواست کرے اور کہے کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور اُس کی معتبر ثقہ کفیل ہوگی اس وجہ سے کہ ہر شہر کے ادنیٰ احکام قضا کے واسطے ضبط تھے۔ اگر مدعا علیہ نے کفیل دینے سے انکار کیا تو مدعی کو حکم دیگا

کہ اُسکا ساتھ نہ چھوڑے اور مدعا علیہ کو قید نہیں کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اور ثقہ وہ ہے کہ جسکا گھر یا دوکان معلوم ہو اور وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ کرسکے اور ایسکے سوائے کفیل کا ہونا یا اور ایسی چیزون کی طرف یعنی التفات نہ کریگا اور جو شخص کسی گھر یا حجرہ مین کرایہ پر رہتا ہے وہ ثقہ نہیں ہے پس اگر اُس نے کہا کہ مجھے کفیل نہیں ملتا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور مدعی کو حکم دیگا کہ اُس کے ساتھ رہے جیسے قرضخواہ قرضدار کا دامنگیر رہتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر کہا کہ دونون گواہ میرے غائب ہین یا ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا غائب ہے تو کفیل نہ لیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - یہ حکم اُس وقت ہے کہ مدعا علیہ مقیم شہر ہو اور اگر مسافر ہو تو کفیل دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا و لیکن مجلس قاضی تک اُسے میعاد دیجاویگی کہ اپنے گواہ لاوے اگر مدعی گواہ لایا تو خیر ورنہ اُسکا راستہ چھوڑ دیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ مین مسافر ہون اور مدعی نے اس سے انکار تو قول مدعی معتبر ہے کیونکہ شہر مین سکونت کرنا اصل ہے - یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر اُس نے کہا کہ مین کل یا پرسون جاؤنگا تو اُسی وقت تک کفالت کریگا اور اگر طالب نے اُس کے باہر جانے سے انکار کیا تو اُسکے لباس مسافرت کو دیکھیگا یا اُس کے دوستون کے پاس آدمی بھیجکر دریافت کریگا پس اگر اُنھون نے بیان کیا کہ ہان بے شک اُس نے ہمارے ساتھ چلنے کا سامان کیا ہے تو اُسی وقت تک کفالت لیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - کتاب الاصل مین کفیل لینے کے واسطے یہ شرط مذکور ہے کہ مدعی اسکو قاضی سے طلب کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس مدعی کے حق مین ہے جو جھگڑے کے معاملات جانتا ہو اور اگر جاہل ہو تو قاضی خود مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ کفیل دیوے اگرچہ مدعی نے نہ طلب کیا ہو یہ محیط مین لکھا ہے - اگر اُس نے کفیل بنفسہ دیا اور وکیل خصومت دینے سے انکار کیا تو قاضی نہ اُسپر جبر کریگا اور نہ اسکے ساتھ رہنے کا حکم دیگا اور اگر اُسنے وکیل بالخصومت دیا اور کفیل بنفسہ دینے سے انکار کیا تو اُسپر کفیل دینے پر جبر کرے گا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - ایک شخص پر قرض ہے اور قرض کا کوئی کفیل ہے اور اس کے عوض رہن ہے اور کفیل قرضدار کے حکم سے ہے پھر کفیل نے اسکا قرضہ ادا کر دیا پھر قرضخواہ کے پاس رہن تلف ہو گیا تو نوازل مین مذکور ہے کہ کفیل نے جس قدر دیا ہے اصیل سے لے لیگا اور یہ ایسی صورت ہے کہ بائع نے کچھ فروخت کیا اور مشتری سے اُسکے حکم سے ایک کفیل لیا اور اُس نے ثمن ادا کر دیا پھر بائع کے پاس مبیع تلف ہو گئی تو کفیل بائع سے مخاصمہ نہ کریگا صرف مشتری سے اپنا مال لیگا اور مشتری پھر بائع سے وہ مال لے لیگا جو کفیل نے ادا کیا ہے - ایک شخص کے ذمہ دوسرے کا قرض ہے اور اسکا کوئی کفیل بھی ہے پھر طالب نے کفیل سے رہن لیا پھر بعد کو اصیل سے بھی رہن لیا اور دونون رہنون سے ہر ایک سے قرضہ ادا ہو سکتا ہے پھر مرتہن کے پاس ایک رہن تلف ہو گیا پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر دوسرا رہن تلف ہوا اور دوسرا رہن کرنے والا رہن کے وقت پہلے رہن سے آگاہ تھا تو دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور نہ اُسکو پہلے رہن کا حال نہ معلوم ہوا تھا تو بعوض تمام قرضہ کے تلف ہوا اور کتاب الرہن مین لکھا ہے - کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اس مین آگاہ ہونے اور نہونے کا ذکر نہیں کہ پہلے رہن سے آگاہ تھا یا نہ تھا اور کتاب الرہن کی روایت صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - کتاب الرہن مین لکھا ہے کہ دو نصرانیون مین ایک غلام مشترک تھا دونون نے ایک ساتھ اسکو مکاتب کر دیا اور شراب عوض کتابت رکھی پھر ایک شخص مسلمان ہو گیا تو کل شراب تحویل ہو کر قیمت ہو جائیگی اور کتابت باقی رہیگی اور اسی طرح اگر غلام ایک ہی نصرانی کا ہو اور وہ مر گیا اور وارثون مین سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے - اور اسی طرح اگر دو غلامون کی ایک ہی کتابت کر دی اور ہر ایک سے

دوسرے کی کفالت کی پھر مالک یا دونون مین سے ایک مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی اور دسی کیا [illegible] مسئلہ ہی کہ اگر ایک نے دو غلامون کو یا دو شخصون نے ایک غلام مشترک کو بعوض رطب کے [illegible] اور [illegible] ہوگیا اور قاضی نے ایک پر قیمت کا حکم دیدیا تو پیچھے دوسرے پر آتا ہی وہ بھی قیمت ہوجائیگا کیونکہ اگر رطب باقی رہے تو تفرق [illegible] لازم آتی ہی کذا فی الکافی۔ اور سفتجہ مکروہ ہی۔ اور وہ ایسے قرض کو کہتے ہین جس سے قرض دینے والا راہ کے کھٹکے سے بےخوف ہوجاوے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قرض دینے سے جس مین نفع حاصل ہو منع فرمایا ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ دس درم کسی تاجر کو دیوے کہ فلان شہر مین میرے دوست کو دیدینا اور اسکو دینا بطور امانت کے نہین بلکہ بطور قرض کے ہی تاکہ راستے کے خوف سے بیخوف ہوجاوے پس اگر یہ شرط مشروط نہو یا ایسا عرف ظاہر نہو تو کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک سفتجہ فلان مقام کے واسطے لکھدے اس شرط پر کہ مین تجھے یہان چند روز مین دیدونگا تو اس مین بہتری نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر سفتجہ کا خط کسی کے پاس اس کے شریک یا خلیط کی طرف سے لایا اور اسکو دیدیا پھر پڑھکر کہا کہ تیرے لیے مجکو لکھا ہی یا خط دینے والے نے کہا کہ اسکو مجھے دے یعنی جو کچھ اس مین لکھا ہی وہ مجھے دے اسنے کہا کہ لکھنے والے نے تیرے لیے میرے پاس ٹھیک لگا دیا ہی یا میرے پاس لکھدیا پس یہ باطل ہی کذا فی الذخیرہ اگر چاہے تو مال اسکو دے ورنہ نہ دے اور طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ جب اس نے کہ جسکو خط دیا گیا لے لیا اور جو کچھ لکھا ہی پڑھ لیا تو مال اسپر لازم ہوگا اور اعتماد پہلی روایت پر ہی کہ مال اسپر لازم نہ آئیگا جب تک کہ اس کی ضمانت نہ کرے یا یہ کہے کہ تیرے واسطے میرے اوپر لکھدیا ہے تیرے لیے مال مجھپر ثابت کردیا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی اور فتویٰ اسی پہلی روایت پر ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنا اجیر کسی شہر کو بھیجا پھر اجیر کے شہر سے نکلنے کے بعد اجیر کو کچھ سود و زیان بھیجا پھر اس شخص نے اپنے اجیر کو ایک سفتجہ کسی آدمی کے نام لکھا اور جب وہ سفتجہ اجیر کے پاس پہونچا تو اس نے قبول کیا اور کچھ مال دیا اور باقی کے بدلے سفتجہ والے کو ایک خط تحریر کردیا پھر اجیر کے پاس آقا کی طرف سے ایک خط پہونچا کہ جو مین نے فلان آدمی کے نام تجھکو ایک سفتجہ لکھا ہی۔ اسکو قبول نہ کرتا اور اگر تو نے قبول کرلیا ہو تو مال نہ دینا اور سفتجہ کا خط اسکو واپس کردے کہ مجکو اس باب مین اپنی راے مین تبدیلی معلوم ہوئی تو کیا اجیر کو اختیار ہی کہ باقی کے ادا کرنے سے انکار کرے پس امام ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر سفتجہ والے نے سفتجہ لکھنے والے کو اس قدر مال دیدیا ہی اور اجیر نے اسکی ضمانت کرلی تو اجیر کو اختیار نہین ہی کہ نہ دے اور ضمان صحیح ہی اور اگر سفتجہ والے نے خط لکھنے والے کو مال نہین دیا تو اجیر کی ضمانت اس کی طرف سے نہین درست ہی اور اسکو اختیار ہی کہ باقی نہ دیوے اور جو دیا ہی اسکو واپس نہین کرسکتا ہی یہ حکم اس صورت مین ہی کہ اجیر نے سفتجہ والے کے واسطے مال کی ضمانت کرلی اور اگر اس نے ضمانت نہین کی تو دونون صورتون مین اسکو اختیار ہی کہ مال کے دینے سے انکار کرے اور یہ بھی فرمایا کہ تحریر کردینا باقی کے واسطے ضمانت نہین ہی ولیکن اگر اس کے ساتھ زبان سے اقرار کرے یا یہ تحریر کرے کہ فلان شخص کا مجھپر اس قدر مال ہی اور اسپر گواہی کرادے تو لازم ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ فتاویٰ فضلی مین ہی کہ ایک شخص نے کسی تاجر کے پاس ایک سفتجہ پیش کیا اور اسنے کسی قدر مال تمام مال مین سے دیدیا اور کچھ باقی رہگیا پس اگر خط لکھنے والے کا مال مکتوب الیہ

کی طرف آتا ہو اور اُس نے لکھا ہو کہ اس سفتجہ والے کو دیدے اور مکتوب الیہ نے خط کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ مال اُسپر قرض ہے تو باقی کے دیدینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر اُس نے یہ اقرار نہ کیا ہو تو مجبور نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کاتب کا مکتوب الیہ کی طرف کچھ مال نہو تو بھی مجبور نہ کیا جائیگا مگر جبکہ اُس نے سفتجہ والے کے واسطے ضمانت کرلی ہو تو مجبور کیا جائیگا کذا فی الذخیرہ

کتاب الحوالۃ

اس مین چند ابواب ہین

پہلا باب۔ حوالہ کی تعریف و رکن و شرائط اور احکام کے بیان مین۔ **قال المترجم** حوالہ کی تعریف بیان ہوگی احالہ کسی کو دوسرے پر حوالہ کرنا۔ محیل حوالہ کرنے والا۔ محتال علیہ وہ شخص ہے جسپر حوالہ کیا گیا۔ محتال لہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو۔ محتال بہ جس چیز کا حوالہ واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو کو بکر پر سو درم اُترا دیئے تو زید محیل بکر محتال علیہ عمرو محتال لہ سو درم محتال بہ ہین۔ قال فی الکتاب حوالہ کی تعریف یہ ہے کہ قرضہ کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ پر نقل کرنا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور اسکا رکن ایجاب و قبول ہے۔ ایجاب تو محیل کی طرف سے ہونا چاہیے اور قبول محتال علیہ اور محتال لہ دونون کی طرف سے چاہیے اور محیل کی طرف سے ایجاب کی یہ صورت ہے کہ وہ طالب سے کہے کہ مین نے اس قدر درم لینے کو تجھے فلان شخص پر حوالہ کیا اور محتال علیہ اور محتال لہ کی طرف سے قبول کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک ان مین سے کہے کہ مین نے قبول کیا یا راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ کہ جنسے رضامندی ظاہر ہوتی ہے بیان کرے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے یہ بدائع مین لکھا ہے حوالہ کے شرائط چند قسم ہین بعضے محیل کی طرف راجع ہوتے ہین اور بعضے محتال لہ کی طرف راجع ہوتے ہین و بعضے محتال علیہ کی طرف اور بعضے محتال بہ کی طرف راجع ہوتے ہین پس جو محیل کی طرف راجع ہوتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے کا جو عاقل نہین ہے حوالہ صحیح نہین ہے از انجملہ یہ ہے کہ بالغ ہو اور یہ شرط انعقاد کی نہین بلکہ شرط نفاذ ہے پس حوالہ عاقل لڑکے کا منعقد ہوگا مگر نفاذ اُسکا موقوف رہیگا اُس کے ولی کی اجازت پر۔ اور محیل کا حر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہین ہے حتی کہ غلام کا حوالہ صحیح ہے اور اگر اُسکو تجارت کی اجازت ہو تو محتال علیہ فی الحال اُس سے لے لیگا اگر اُس کی طرف سے ادا کیا تو غلام پر اسکا اُس کے مثل قرض نہوگا بلکہ اس کے رقبہ سے متعلق ہوگا اور اگر غلام کو تصرفات سے منع کیا گیا ہو تو بعد آزادی کے واپس لیگا اور اسی طرح تندرست ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہین ہے حتی کہ مریض سے حوالہ درست ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور قرضدار کی رضامندی اور اُسکا حکم شرط نہین ہے حتی کہ اگر کسی نے غیر سے کہا کہ تیرے فلان شخص پر اس قدر درم ہین تو اسکو مجھپر حوالہ کردے اور قرضخواہ راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہے پس اگر اُس نے مال ادا کیا تو قرضدار سے نہین لے سکتا ہے اور وہ بری ہو گیا یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ جو شرائط محتال لہ کی طرف راجع ہین از انجملہ عقل ہے کیونکہ اس کی طرف سے قبول پایا جاتا رکن ہے اور غیر عاقل قبول کی اہلیت نہین رکھتا ہے۔ از انجملہ بلوغ شرط نفاذ ہے نہ شرط انعقاد اور عاقل نابالغ کا حوالہ قبول کرلینا اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے یہ بدائع مین لکھا ہے اور طفل صغیر کا حوالہ قبول کرلینا باپ یا اُس کے وصی کو جائز ہے بشرطیکہ دوسرا پہلے سے زیادہ غنی ہو اور اگر غنا مین برابر ہون تو دو قول اختلافی ہین یہ بحر الرائق مین ہے۔ از انجملہ رضامندی سے قبول کیا ہو محتال علیہ اصلی قرضدار ١٢

اور اگر زبردستی قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ از انجملہ مجلس حوالہ اور یہ شرط امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک شرط انعقاد ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک شرط نفاذ ہے حتی کہ اگر محتال لہ مجلس سے غائب ہو پھر اُسکو خبر پہنچی اور اُس نے اجازت دیدی تو دونوں اماموں کے نزدیک نافذ نہو گی اور یہی صحیح ہے کذا فی البدائع مگر اُس صورت میں کہ غائب کی طرف سے کوئی شخص حوالہ کو قبول کرے تو نافذ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جو شرائط محتال علیہ کی طرف راجع ہیں از انجملہ عقل ہے کہ مجنون اور لایعقل لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور از انجملہ بلوغ ہے اور وہ بھی شرط انعقاد ہے پس لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہے اگرچہ سمجھدار ہو خواہ اُس کی تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو اور خواہ محیل کے حکم سے قبول کیا ہو یا بدون اس کے حکم کے اور اگر اسکی طرف سے اُس کے ولی نے قبول کیا تو بھی صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ از انجملہ قبول حوالہ میں اُس کی رضامندی چاہیے خواہ اُسپر حوالہ کرنے والے کا قرض ہو یا نہو یہ جمیع علما کے نزدیک ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ محتال علیہ کا حاضر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں حتی کہ اگر اُسنے ایک شخص غائب کو محتال علیہ بنایا اور اُس نے سنکر قبول کر لیا تو حوالہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جو شرائط کہ محتال بہ میں ہیں از انجملہ یہ کہ قرضہ لازم ہو پس حوالہ اعیان قائمہ یا دین غیر لازم کی صحیح نہیں ہے اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس کی کفالت صحیح نہیں ہے اُس چیز کی حوالت بھی صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ احکام حوالہ ... سے یہ کہ محیل قرضہ سے بری ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس اگر محتال علیہ نے محیل کو قرضہ سے بری کیا یا اُسکو ہبہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر راہن نے مرتہن کو قرضہ کا کسی دوسرے پر حوالہ کر دیا تو راہن واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر حوالہ کیا پھر رہن کیا تو صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر شوہر نے عورت کو اُسکا مہر حوالہ کر دیا تو عورت اپنے نفس کو روک نہیں سکتی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ محتال لہ پھر محیل کی طرف رجوع نہیں کر سکتا مگر اُس صورت میں کہ اُسکا حق ڈوب جائے پھر جب ایسا ہوا تو قرضہ محیل کے ذمہ عود کریگا اور محتال لہ مطالبہ کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک ڈوب جانا دو طرح سے ہوتا ہے یا تو محتال علیہ حوالہ سے انکار کرے اور قسم کھا لے اور محیل و محتال لہ کے پاس گواہ نہوں اور یا وہ مفلس مرا کہ اُس نے کچھ بھی نہ چھوڑا نہ مال عین نہ دین نہ کوئی کفیل یہ تبیین میں لکھا ہے خواہ کفالت اُس کے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے یعنی کسی طرح کا کفیل نہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر اُس نے غائب کو کفیل پر حوالہ کیا تو ڈوب جانے سے اُسپر عود نہ کریگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر محتال علیہ اس طرح مفلس مر گیا مگر محتال علیہ نے کچھ رہن کسی سے لیکر محتال لہ کو دیدیا تھا بعوض مال کے یا کسی شخص نے احساناً محتال عنہ کے پاس کچھ رہن کر کے محتال علیہ کو اُس کے فروخت کرنیکا اختیار دیدیا تھا یا نہ دیا تھا تو مال محیل کے ذمہ عود کریگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر رہن کے مالک نے محتال علیہ کے مرنے کے بعد رہن کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو بعوض اس مال کے گیا جس کے عوض ضمانت میں تھا اگرچہ محتال علیہ کے مفلس مرنے سے اُس سے رہن ساقط ہو گیا تھا پھر اس کے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر راہن نے احساناً رہن کیا تھا تو کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر محتال علیہ کے حکم سے رہن کیا یا محتال علیہ نے اُس سے لیکر رہن کیا تو راہن کو اختیار ہے کہ محیل سے مال لیگا اور یہ محتال علیہ کا ترکہ ہو گا کہ اس سے اُس کے قرضخواہوں کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور راہن بھی منجملہ قرضخواہوں کے ہو گا کذا فی المحیط۔ اگر محتال علیہ مر گیا اور محتال لہ نے کہا کہ مفلس مرا ہے اور محیل نے اس کے برخلاف بیان کیا تو شافی میں لکھا ہے کہ محتال لہ سے اُسکے

علم پر تقسیم لیکر اُسی کا قول لیا جائیگا اور ایسا ہی مبسوط میں ہے کذا فی النہایہ اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا کہ کسی غنی پر اُس کا قرضہ تھا یا ودیعت تھی یا مدفون تھا کہ قاضی کو اُس کے موت کے روز نہ معلوم ہوا کہ اُس نے بطلان حوالہ کا اور قرضہ محیل کی طرف عود کرنیکا حکم دیدیا تو بعد علم کے قاضی اپنے حکم سے رجوع کرے پھر اگر محتال عنہ نے محیل سے کچھ نہیں لیا ہو تو اپنا قرضہ اُس مال میت سے جو محتال علیہ کا نکلا ہے لیوے اور اگر کچھ لیا ہو تو اُس کو واپس کر دے اور اگر قاضی جانتا ہے کہ اس میت کا قرضہ دوسرے مفلس پر ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بطلان حوالہ کا حکم نہ دیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک شخص کو بسبب اُس کے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہے کسی شخص پر حوالہ کر دیا اور محتال علیہ شہر سے غائب ہو گیا اس طرح کہ اُسکا پتہ معلوم نہوتا تھا اور یہ بسبب تنگدستی اور عاجزی کے اُس نے کیا پھر محتال لہ نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے جب تک کہ محتال علیہ کا مرنا ثابت نہو یہ جواہر الفتاوے میں لکھا ہے۔ اگر محیل نے ادا کیا اور محتال لہ نے قبول نہ کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا کذا فی الخلاصہ اور وہ شخص احسان کرنے والا نہیں یعنی اس نے ادا کرنے میں احسان نہیں کیا کیونکہ احسان کرنے والا وہ شخص ہے کہ دوسرے سے نیکی کا قصد کرے بدون اسکے کہ اپنے نفس سے ضرر دور کرے اور واسطے ہر چند کہ بری الذمہ ہو گیا تھا یہ قصد کیا کہ وقت تنگی کے اگر رجوع کرے تو قید اور مطالبہ سے بری ہو کذا فی الکافی اور از انجملہ یہ ہے کہ محتال علیہ کو محیل پر دامنگیری کا حق اُس وقت حاصل ہو کہ جب محتال لہ محتال علیہ کو گرفتار کرے پس جب محتال لہ اسکا دامنگیر ہو تو وہ محیل کا دامنگیر ہو تاکہ اپنے آپ کو گرفتاری سے چھوڑاوے اور جب وہ اسکو قید کرے تو یہ محیل کو قید کرا دے بشرطیکہ یہ حوالہ محیل کے حکم سے ہوا اور محتال علیہ پر اس قدر یعنی بقدر حوالہ کے محیل کا قرض نہو اور اگر حوالہ اُس کے بلا حکم ہو یا محتال علیہ اسکا اُسی قدر قرضدار ہو اور حوالہ میں قرضہ کی قید ہو تو گرفتاری اور حبس میں اُسکو محیل پر یہ حق حاصل نہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

دوسرا باب۔ حوالہ کی تقسیم کے بیان میں حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک حوالہ مطلق دوسرا حوالہ مقید۔ حوالہ مطلق کی یہ صورت ہے کہ مطلقاً حوالہ کر دے اور کسی چیز کے ساتھ جو محتال علیہ کے پاس اس محیل کی موجود ہے مثلاً ودیعت یا غصب یا قرض کے اپنے حوالہ میں مقید نہ کرے کہ میرے قرضہ سے دیدے یا غصب سے حوالہ کر دے یا ودیعت سے حوالہ کرے اور اگر ایسے شخص پر حوالہ کرے جس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے تو یہ بھی حوالہ مطلق ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پس اگر اُس نے مطلقاً حوالہ کیا تو حق محتال لہ کا محیل کے قرضہ یا ودیعت یا غصب سے جو محتال علیہ کے پاس ہے کسی سے متعلق نہوگا بلکہ محتال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہوگا اور اُس پر واجب ہوگا کہ محتال لہ کا قرضہ اپنے مال سے ادا کرے اور محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ اور ودیعت اور غصب اُس سے لے لیوے اور ان چیزوں کے لینے سے حوالہ باطل نہوگا۔ اور اگر محیل مر گیا تو جو کچھ اُسکا قرضہ اور ودیعت اور غصب محتال علیہ کے پاس ہے وہ سوائے محتال لہ کے اُس کے تمام قرضخواہوں میں تقسیم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ پھر مطلق حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک فی الحال دوسرا میعادی پس فی الحال کا حوالہ یہ ہے کہ قرضدار طالب کو کسی شخص پر مثلاً ہزار درم کا حوالہ کر دے تو جائز ہے اور ہزار درم محتال علیہ پر فی الحال واجب ہوں گے اور میعادی کی صورت یہ ہے کہ دوسرے پر ہزار درم بیع کا ثمن ایک سال کی میعاد سے تھا پس اُسپر حوالہ کر دیا اور ایک سال کی میعاد لگائی تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ پر بھی ایک سال کے وعدہ سے ہوگا۔ اور امام محمدؒ نے اس صورت میں ذکر فرمایا کہ اگر حوالہ مبہم واقع ہوا تو محتال علیہ کو میعاد حاصل

ہوگی یا نہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ حاصل ہونا چاہیے جیسا کہ کفالت میں ہوتا ہے پس اگر محیل مرگیا تو محتال علیہ پر بسر دست مال واجب نہوگا اور اگر محتال علیہ میعاد سے پہلے اور محیل دونوں مرگئے تھے کہ مال فی الحال محتال علیہ پر دینا واجب ہوگیا یعنی ورثہ ادا کریں پس اگر وفا ہونا ممکن نہو تو محتال لہ کو اصیل کے پاس واپس کیا جاوے کہ اپنے وقت پر قرض کا خواستگار ہو یہ تتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر قرض کا مال کسی پر فی الحال واجب الادا ہو پھر اسکو کسی شخص پر ایک سال کے وعدہ پر اتر دیا تو جائز ہے اگرچہ اس میں لازم آتا ہے کہ قرضہ میں مدت قرار دی گئی۔ پس اگر محتال علیہ مدت گذرنے سے پہلے مفلس مرگیا تو وہ مال محیل کی طرف پھر فی الحال ادا پر عود کریگا اور اگر بجائے قرضہ کے ثمن بیع یا غصب فی الحال واجب الادا ہو اور باقی تمام مسئلہ اسی طرح واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ زید پر عمرو کے ہزار درم فی الحال ادا کے قرض ہیں اور زید کے بکر پر ہزار درم فی الحال ادا کے قرض ہیں پھر زید نے عمرو کو بکر پر حوالہ کر دیا اور قید لگا دی کہ بعوض اس مال کے جو میرا تجھ پر چاہیے ہے تو حوالہ صحیح ہے۔ پس اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو ایک سال کی تاخیر دی تو محتال کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرض کا تقاضا کر کے لیوے پھر اگر محتال لہ نے تاخیر کے بعد محتال علیہ کو قرضہ حوالہ سے بری کر دیا تو محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرضہ فی الحال لیلیوے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے پر ہیں پھر قرضدار پر اپنے قرضخواہ کو ایک سال کے وعدہ پر حوالہ کیا پھر محیل نے سال گذرنے سے پہلے وہ مال محتال لہ کو خود ادا کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے فی الحال لیلیوے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کر لیا اور اس میں کسی قدر میعاد ہے پھر اس شخص نے اسی قدر میعاد یا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محتال لہ اول کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنا اصیل سے لیوے تاوقتیکہ مال طالب کے قبضہ میں نہ آجاوے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر نابالغ کے قرضہ کا حوالہ باپ یا وصی نے کسی میعاد پر قبول کر لیا تو جائز نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس میں میعاد جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور محتال علیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے محیل سے لے لیوے ولیکن اگر اسکا ساتھ پکڑا جاوے تو یہ بھی محیل کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جاوے تو اس کو اختیار ہے کہ اصیل کو قید کرا دے تاکہ وہ اس کو چھوڑا دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر محتال علیہ نے محتال عنہ کو ادا کر دیا یا اسکو ہبہ کیا یا صدقہ میں دیا یا محتال لہ مرگیا اور محتال علیہ اسکا وارث ہوا تو اب سب صورتوں میں محیل سے واپس لے سکتا ہے اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو بری کیا تو بری ہو جائیگا اور وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر اس نے محتال علیہ سے یہ کہا کہ میں نے تیرے واسطے چھوڑا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ اپنے محیل سے لیوے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرضدار نے قرضخواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرضدار کا اسپر کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درمیانی آدمی آیا اور اس نے محتال علیہ کی طرف سے احسانًا مال ادا کر دیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے لے لیوے چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیتا اور اس پر قرض نہوتا تب بھی یہی صورت تھی۔ اور اگر محتال علیہ پر محیل کا قرض ہو اور اس نے اس مال کا حوالہ اپنے قرضخواہ کو کیا پھر ایک درمیانی آیا اور اس نے محتال لہ کو محیل کی طرف سے جس مال کا قرضہ ہے ادا کر دیا تو محیل کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے۔ اور

اگر محیل اور محتال علیہ میں سے ہر ایک نے اختلاف کر کے دعویٰ کیا کہ فضولی یعنی درمیانی آدمی نے میری طرف سے ادا کیا ہے اور خود فضولی نے ادا کرتے وقت کسی کو معین نہ کیا تھا تو اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ کس کی طرف سے اُس نے ادا کیا۔ پس اگر فضولی بیان سے پہلے مرگیا یا غائب ہوگیا تو یہ ادا کرنا محتال علیہ کی طرف سے شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے اور محتال علیہ اپنے محیل سے فقط محتال بہ کو لے سکتا ہے نہ وہ لے سکتا ہے جو اُس نے ادا کیا ہے مثلاً محتال بہ درم تھے اور اُس نے دینار ادا کیے یا بالعکس اور دونوں نے باہم بیع صرف کی اور اس کے شرائط مرعی رکھے اور بیع صرف صحیح ہوگئی تو محتال علیہ محیل سے درم لے سکتا ہے نہ دینار۔ اور اسی طرح اگر اس نے درم کے عوض کوئی مال فروخت کیا تو درم لے سکتا ہے نہ وہ مال جو اس نے ادا کیا ہے اسی طرح اگر اُس نے بجائے جید درموں کے زیوف عطا کیے اور محتال لہ نے اُس سے چشم پوشی کی تو اپنے محیل سے جید درم لیگا اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ سے صلح کر لی پس اگر صلح جنس حق پر واقع ہوئی اور باقی سے اُس نے بری کر دیا تو محیل سے بقدر ادا کیے ہوئے کے لے سکتا ہے کیونکہ اُس نے اسی قدر قرضہ ادا کیا ہے تو اسی قدر واپس لیگا اور اگر صلح خلاف جنس پر ٹھہرائی مثلاً درم کی صلح دینار پر یا بالعکس قرار دی تو محیل سے پورا قرضہ لے لیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ حوالہ مقیدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ محیل حوالہ میں اُسی قرضہ کی قید لگائے جو محیل کا اُس پر ہے اور دوسری یہ کہ حوالہ میں اُس عین کی قید لگائے جو محیل کی محتال علیہ کے پاس بوجہ غصب یا ودیعت کے موجود ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے جس حوالہ میں عین شے کی قید ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے کے پاس غصب یا ودیعت ہیں اور ودیعت یا غصب کے مالک پر کسی شخص کے ہزار درم قرض ہیں پھر صاحب ودیعت یا غصب نے قرضخواہ کو اُسپر حوالہ کیا کہ جسکے پاس ودیعت یا غصب ہے اور ہزار درم اُس قید سے اترا لئے کہ انھیں ہزار درم سے جو ودیعت یا غصب ہیں ادا کرے پس بعد حوالہ کرنے کے محیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ محتال علیہ سے لیوے اور اگر ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے اُسکو دیدی تو وہ اُسکا ضامن ہوگا پس اگر محیل نے اپنا مال محتال علیہ سے لے لیا پھر محتال لہ نے اپنا مال اس سے لیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے واپس لیوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر حوالہ میں ودیعت کی قید تھی اور ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے کہا کہ مال ودیعت ضائع ہوگیا تو حوالہ باطل ہوگیا اور اگر غصب سے مقید تھا تو صورت حوالہ باطل نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ودیعت یا غصب میں استحقاق ثابت ہوا تو حوالہ باطل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جو حوالہ کہ مقید ایسے دین کے ساتھ ہو جو محیل کا محتال علیہ پر ہے اسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درم قرض ہیں اُسکو اس کے قرضدار نے ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ جس پر اسکے قرضدار کے ہزار درم ہیں اس شرط سے کہ وہی ہزار درم قرضہ کے اسکو ادا کرے یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر حوالہ میں ایسے عین کی قید تھی جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے پھر محتال لہ نے محتال علیہ کو ہبہ کیا تو ملکیت ثابت ہوگئی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو قرضہ سے بری کر دیا اور محیل نے اُسکا اپنے قرضہ کے ساتھ قید لگا کر حوالہ کیا تھا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے۔ اگر اُس نے محتال علیہ کو ہبہ کیا تو محیل اُس سے نہیں لے سکتا ہے اور ہبہ بمنزلہ تمام حق لینے کے ہے۔ اگر محتال علیہ نے محتال لہ کی وراثت میں پایا تو بھی محیل اُس سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر محیل کا محتال علیہ پر کچھ قرضہ نہ ہو تو ہبہ اور میراث کی صورت میں وہ محیل سے لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر محتال لہ نے اپنا مال تقاضے کے طور پر محیل سے لے لیا اور کہا کہ محتال علیہ

مفلس ہو یا دو سرحوالہ مین یہ قید لگی تھی کہ اُس سے ادا کیا جائے جو محیل کا محتال علیہ پر قرض ہو تو صحیح یہ ہو کہ محیل اپنا وہ قرض جو محتال علیہ پر ہے لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اگر ایسی صورت مین کہ حوالہ مین اُس قرضہ کی قید تھی کہ جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے یا اُس ثمن کی جو اُس کی اُس کے پاس ہی محیل مرگیا اور اُس پر بہت قرضے ہین اور اُسنے سواے اُس دین یا عین کے جو محتال علیہ پر ہی کچھ نہ چھوڑا تو محتال لہ کو اس مال کے ساتھ استحساناً زیادہ خصوصیت نہوگی کذا فی الذخیرہ اور وہ بھی محیل کے دوسرے قرضخواہون کے ساتھ یکسان شریک ہوگا۔ یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اگر حوالہ مین اُس ودیعت کی قید ہو جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہی پھر محیل بیمار ہوا اور اُس نے ودیعت محتال لہ کے حوالہ کر دی پھر محیل مرگیا اور بہت قرضے اُسپر ہین تو جس کے پاس ودیعت تھی وہ محیل کے قرضخواہون کے لیے کچھ ضامن نہوگا اور وہ ودیعت فقط محتال لہ کو نہ دیجائیگی بلکہ تمام قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہوجاویگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر ودیعت کو جس کے پاس ودیعت ہی روک لیا اور اُس نے اپنے مال سے ادا کیا تو استحساناً وہ متبرع نہوگا کذا فی الکافی۔ کسی شخص پر ہزار درم قرض ہین اُس نے قرضخواہ کو اپنے ایک ہزار کے قرضدار پر اس شرط سے کہ قرضہ سے ادا کرے حوالہ کیا اور ہنوز اُس نے نہ ادا کیے تھے کہ محیل بیمار ہوا پھر اُس نے ادا کر دیے اور مریض مرض سے مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین اور سواے اس مال کے جو محتال علیہ پر تھا کچھ مال نہ تھا تو یہ محتال لہ کو دیدیا جائیگا اور قرضخواہون کا اُس مین کچھ حق نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اگر حوالہ مین ادا کرنے مین قید یہ تھی کہ اُس غلام کے ثمن سے جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے ادا کرے پھر بسبب خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط کے قبضہ سے پہلے یا اُس کے بعد قاضی کے حکم سے بیع فسخ ہو گئی یا سپرد کرنے سے پہلے غلام مرگیا تو ثمن محتال علیہ کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور استحساناً حوالہ باطل نہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر قرضخواہ کی طرف سے بیع مین کچھ استحقاق ثابت ہوا یا جس قرضہ کے ساتھ حوالہ مقید ہی اُس مین استحقاق پیدا ہوا یا یہ بات ظاہر ہوئی کہ غلام بیع مرد آزاد تھا تو بالاجماع حوالہ باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر مکاتب کے مالک نے کسی اپنے قرضدار کو اُسپر حوالہ کیا پس اگر حوالہ مطلقاً چھوڑا تو جائز نہین ہی اس لیے کہ غلام کی ضمانت باطل ہی اور اگر بدل کتابت کی قید لگائی تو اس صورت مین جائز ہی کہ یہ قرضخواہ اُس کی طرف سے بدل کتابت وصول کرنیکا وکیل ہوجائے اور بدل کتابت وصول کرنیکا وکیل کرنا جائز ہی اور ادا کر دینے سے پہلے مکاتب آزاد نہو جاویگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مالک مرگیا اور اُس پر بہت قرضے ہین تو جسقدر مکاتب پر ہی اُس کی نسبت تمام قرضخواہون مین سے محتال لہ مخصوص ہو کر پاویگا اور اگر مالک نے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ بدل کتابت اُس کے ذمہ سے ساقط ہوگیا تو حوالہ استحساناً باطل نہوگا اور اسی کو ہمارے آئمہ ثلثہ نے اختیار کیا ہی اور جب حوالہ باطل نہوا اور مکاتب نے بدل کتابت محتال لہ کو ادا کر دیا تو اپنے مولیٰ سے واپس لیگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر مالک نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا پھر بدل کتابت کے واسطے کسی قرضخواہ کو اُسپر حوالہ کیا پھر مالک مرگیا تو ام ولد آزاد ہو گئی اور استحساناً حوالہ باطل نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو مکاتب نے اپنے مالک کو بدل کتابت کے واسطے کسی شخص پر مطلقاً حوالہ کیا تو باطل ہی کذا فی الکافی اور وہ آزاد نہوگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر حوالہ کسی قرض یا ودیعت یا غصب کے ساتھ مقید ہو تو صحیح ہو اور یہ محتال لہ کو وکیل کرنا ہی تاکہ مکاتب کے مال سے جو اُس کے پاس ہی بدل کتابت ادا کرے اور جب حوالہ صحیح ہو تو مکاتب بری ہوا اور استحساناً آزاد ہو گیا۔ پھر اگر محتال علیہ کے پاس جو کچھ ہی وہ ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گیا تو حوالہ باطل

ہو گیا اور بدل کتابت مکاتب کے ذمہ آیا اور عتق باقی رہا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر زید قرضخواہ نے اپنے قرضخواہ عمرو کو خالد کفیل پر مال کا حوالہ کیا تو خالد زید کے مطالبہ سے بری ہو گیا اور زید کو اختیار ہے کہ مکفول عنہ کو پکڑے تاکہ اسکو حوالہ سے چھڑائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر محتال لہ نے پورا مال کفیل سے لے لیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور جو کفیل نے ادا کیا ہے وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے ولیکن مکفول عنہ سے لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے محیل کو مال ادا کر دیا تو کفیل کو مکفول عنہ سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے ولیکن وہ محیل کو پکڑیگا تاکہ اس کو حوالہ سے چھڑائے اور محتال لہ کے حق سے کفیل بری نہوگا۔ اور بعد اس کے اگر کفیل نے محتال لہ کو ادا کر دیا تو اسکو اختیار ہے کہ محیل سے لے لیوے نہ اصیل سے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے اپنے قرضخواہ کو مقید حوالہ کے ساتھ اصیل پر حوالہ کیا تو جائز ہے اور محتال لہ کو کفیل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اصیل اور کفیل محیل کے مطالبہ سے بری ہو گئے پھر اگر طالب نے چاہا کہ کسی دوسرے قرضخواہ کو اس کے بعد اسی قرضہ کی قید کے ساتھ کفیل پر حوالہ کر دے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اور خالد اسکا کفیل ہے اور زید پر دو شخصوں کے ہر ایک کے ایک ایک ہزار درم ہیں پھر زید نے ایک قرضخواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا اور دوسرے قرضخواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا۔ پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر دونوں حوالے آگے پیچھے واقع ہوئے دو وجہ سے یا ابتدا کفیل پر حوالہ کیا یا ابتدا اصیل پر حوالہ کیا پس اگر ابتدا کفیل پر حوالہ کیا تو دونوں حوالے صحیح ہیں پس اگر کفیل نے کچھ ادا کیا تو مکفول عنہ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے ولیکن محیل سے لیگا اور اگر کچھ نہ ادا کیا ولیکن مکفول عنہ نے خود ادا کر دیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور کفیل بھی مال کفالت سے بری ہو گیا اور یہ حوالہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مطلق تھا۔ اور اگر کفیل نے مال محتال لہ ادا کیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہے بلکہ محیل سے مطالبہ کرے اور اگر ابتدا اصیل پر حوالہ ہوا پھر کفیل پر تو اصیل کا حوالہ صحیح ہے اور کفیل کا باطل ہے اور اگر دونوں حوالے ایک ساتھ واقع ہوئے تو جائز ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے زید پر عمرو کے درم قرض ہیں اور خالد اسکا کفیل ہے پھر خالد نے عمرو کو بکر پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کر لیا تو اصیل و کفیل دونوں بری ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پس اگر محتال علیہ کے مفلس مرنے کی وجہ سے مال ڈوب گیا تو پھر اصیل و کفیل پر عود کریگا اور طالب جس سے چاہے مواخذہ کرے۔ اگر کفیل نے طالب کو سو درم کا حوالہ اس شرط پر کیا کہ اسے بری کر لے تو اسکو اختیار ہے کہ اصیل و محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں محتال علیہ مفلس مر گیا تو طالب کو اختیار ہے کہ کفیل کو بھی ماخوذ کرے اور اگر کسی نے تبرعاً کہا کہ تو اس مال کا حوالہ مجھ پر قبول کر لے اور اس نے قبول کیا تو یہ اصیل و کفیل دونوں کی طرف سے ہوا یعنی دونوں بری ہوں گے اور اگر اس نے حوالہ میں کفیل کی براءت کی شرط کر لی تو اصیل بری نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے قرضخواہ کو اس کے قرضہ کا حوالہ کسی شخص پر کیا اور اس شخص نے قبول کر لیا پھر قرضخواہ نے اسکو ایک شخص قرضدار پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا تو پہلا حوالہ دوسرے سے ٹوٹ گیا اور طالب کا اس پر کچھ باقی نہ رہا اور دوسرے شخص کو اختیار ہے کہ وہ حوالہ کے موافق اپنے قرض کا اس سے مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے کسی دوسرے پر اس شرط سے حوالہ کیا کہ مال حوالہ اس دار کے ثمن سے ادا کرے تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ اس گھر کے فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ مال دینے پر مجبور کیا جاوے حتی کہ اس گھر کو فروخت کرے اور جب اس نے فروخت کیا تو مال حوالہ کو اس میں سے ادا کرنے پر مجبور کیا جاویگا

اور اگر اس طرح حوالہ کیا کہ یہ مال محیل کے گھر کے ثمن سے بلا اُس کی اجازت کے ادا کرے تو باطل ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے
اور اگر محیل نے اسکا حکم و اجازت دیدی تا کہ حوالہ جائز ہو گیا تو بھی محتال علیہ پر گھر فروخت کرنے سے پہلے ادا کرنیکا جبر کیا
جائیگا لیکن مکان کے فروخت کرنے پر مجبور کیے جانے کے باب مین دیکھنا چاہیے کہ اگر حوالہ مین فروخت کو دینا مشروط
ہو تو اُسپر جبر کیا جاویگا اور اگر پہلی صورت مین محتال علیہ نے اپنا گھر اور دوسری صورت مین محیل کا گھر فروخت کر کے
مال ادا کر دیا تو پھر ضمانت نہوگی کیونکہ ثمن ادا کرنیکا اُس نے التزام کیا تھا اور وہ پورا ادا کر دیا یہ محیط مین لکھا ہے
اگر ایک شخص کے ہزار درم دو شخصون پر تھے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل تھا پھر ایک نے اُسکو ہزار درم کسی شخص پر اُتار دیے
تو محتال لہ کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ہزار درم محتال علیہ سے لے لیوے اور اگر چاہے تو اس سے پانچ سو
لیوے اور جس نے حوالہ نہین کیا اُس سے پانچ سو لیوے اور یہ اُس کو اختیار نہین ہے کہ جس نے حوالہ نہین کیا ہے اُس سے
پانچ سو سے زیادہ طلب کرے اور محتال علیہ اپنے محیل سے پانچسو درم لیگا اور اگر اُس سے پورے ہزار درم لیے
تو ہزار درم لیگا پھر محیل دوسرے سے پانچسو لیگا امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم نبہرہ قرض تھے
اور قرضدار کے دوسرے شخص پر سو درم جید قرض تھے پھر جسپر نبہرہ تھے اُسنے اُسپر جسپر جید تھے حوالہ کیا کہ بجائے نبہرہ
کھرے لے لیوے اور یہ شرط لگائی کہ العوض اپنے درم نبہرہ کے جید درم لے لیوے اور محتال علیہ غائب تھا
پھر اُسکو حوالے کی خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دی تو حوالہ قیاساً و استحساناً باطل ہے اور اگر محتال علیہ حاضر تھا
اور اُس نے حوالہ قبول کیا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ محتال عنہ کے محیل سے جدا ہونے سے پہلے اگر اُسنے
دیدیے تو جائز ہے ورنہ باطل اور حوالہ ٹوٹ جائیگا اور وہی درم نبہرہ عود کرینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر دونون
جدا ہو گئے پھر محتال علیہ نے کھرے ادا کیے تو صحیح ہے کیونکہ حوالہ اگرچہ باطل ہو گیا لیکن ادا کرنیکا حکم باقی ہے اور بدلا ہو جانے
کی وجہ سے محتال علیہ بھی محیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور محیل اپنے محتال لہ سے کھرے درم لے لیگا کیونکہ اُس نے
بیع صرف باطل ہونے کے بعد قبضہ کیا ہے پھر محتال لہ محیل سے اپنا قرضہ یعنی درم نبہرہ لے لیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور
اسی طرح اگر محتال لہ کو محتال علیہ نے حوالہ ادا کی مین کھرے درم ادا کر دیے تو محتال علیہ بری ہو گیا اور محیل کو اختیار
ہے کہ محتال لہ سے کھرے درم واپس لے اور نبہرہ اُسکو ادا کر دے اور اگر اس مسئلہ مین محتال علیہ پر سو درم نبہرہ ہون اور باقی
مسئلہ کی یہی صورت ہو تو محتال علیہ کو اختیار ہوگا کہ محیل سے سو درم کھرے لے لیوے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص
کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہین اور اُسپر زیوف ہین پھر زیوف والے نے کسی کو اُس شخص پر جسپر کھرے درم
ہین اس شرط سے حوالہ کیا کہ اُسکو کھرے دیدے یا یہ شرط کی کہ زیوف دیوے اور کھرے اُسکے ہو لے تو باطل ہے یہ
کافی مین لکھا ہے خواہ محتال علیہ حاضر یا غائب ہو اور اُس نے قبول کیا ہو اور یہی حکم قیاساً و استحساناً ہے یہ محیط مین
لکھا ہے۔ اور اگر اُس نے ادا کر دیا تو محیل سے لے لیگا کیونکہ اُس کے حکم سے ادا کیا ہے یا محتال لہ سے پھیر لیگا کیونکہ
اُس نے بطریق حوالہ فاسد کے ادا کیے ہین یہ کافی مین لکھا ہے اور جب اُس نے محتال لہ سے نبہرہ لے لیے تو محیل اُس سے
کھرے لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر محیل نے محتال علیہ سے جیاد سے زیوف پر اس شرط سے صلح قرار دی کہ زیوف
ادا کرے جیاد اگر ... تو صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور محتال علیہ جیاد درم سے بری ہو گیا اور اُسپر ہزار درم نبہرہ
محتال لہ کے ... صورت مین محیل مر گیا اور اُسپر بہت قرضے ہین سوائے محتال لہ کے ...

ف ۱ نبہرہ ... جس کو ... ف ۲ ... باطل ...

تومحتال علیہ سے ہزار درم بنہرہ لیکر محتال لہ اور باقی قرضخواہون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر محتال علیہ کے پاس جید درم غصب یا ودیعت مین ہون اور وہ موجود ہون پھر محیل نے بنہرہ والے کو غاصب کے اوپر یا اُسپر جس کے پاس ودیعت ہو حوالہ کیا اور محیل نے محتال علیہ سے کہا کہ مین نے اس کو تیرے اوپر جید درم کے واسطے حوالہ کیا کہ بعوض بنہرہ کے اسکو دیدے تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محتال لہ نے محیل کے جدا ہونے سے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا ہو اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ مین نے تجھکو تیرے درم یا بنہرہ کے واسطے فلان شخص پر حوالہ کیا کہ وہ تجھکو جید درم دیگا جو اُس کے پاس موجود ہین تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محیل کے جدا ہونے سے پہلے اُس نے قبضہ کرلیا ہو اور اگر دونون قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو بیع صرف باطل ہوگئی اور اگر دونون جدا نہوئے ولیکن جس کے پاس ودیعت ہو یا غاصب وہ چلا گیا تو حوالہ جائز رہا کیونکہ وہ عاقد نہین ہو کذا فی المحیط۔ کسی کے زیوف چاہیے ہین اور اُسپر جید قرض ہین پس اس شرط پر حوالہ کیا کہ زیوف لے لیوے تو صحیح ہو اور اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے جید کے عوض زیوف پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اُس کو فلان شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہو اور اگر محتال علیہ مرگیا اور مفلس تھا تو محیل سے زیوف لے سکتا ہو۔ محیل پر درم قرض ہین اور محیل کا قرضہ دینار ہین پس حوالہ کیا اس شرط پر کہ اُس کو دینار دیوے یا اُسکو دراہم دیوے بعوض اُن دیناروں کے جو اُسپر ہین تو باطل ہو مگر اس صورت مین کہ وہ اسکے پاس ودیعت یا غصب ہون اور بعینہ قائم ہون یہ کافی مین لکھا ہو۔

تیسرا باب۔ حوالہ مین دعوی و شہادت کے بیان مین۔

مدیون نے زعم کیا کہ اُس نے قرضخواہ کو فلان شخص پر حوالہ کیا اور اُس نے قبول کیا اور قرضخواہ نے انکار کیا پھر قرضدار نے اس حوالہ پر گواہ طلب ہوے پس اگر اُس نے پیش کیے اور محتال علیہ حاضر ہو تو قبول ہون گے اور مدیون بری ہوگا اور اگر غائب ہو تو حق توقیت مین محتال علیہ کے حاضری تک مقبول ہون گے پس اگر حاضر ہوکر مدیون کے قول کا اقرار کیا تو بری ہو ورنہ حکم دیا جائیگا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ غائب ہوگئے یا مرگئے تو محتال علیہ سے قسم لی جائیگی اور اگر مدیون کے پاس گواہ نہون اور اُس نے قسم طلب کی تو محتال علیہ قسم کھائیگا کہ واللہ مجھپر فلان شخص نے مال کا حوالہ نہین کیا اور اگر قسم سے منکر ہوا تو مطلوب بری ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔ محیل غائب ہوا اور محتال علیہ نے زعم کیا کہ جو قرضہ محیل پر ہو وہ شراب کا ثمن ہو تو اُسکا دعوی صحیح نہین ہو اگرچہ وہ اس بات پر برہان پیش کرے جیسا کہ باب کفالت مین ہوتا ہو اور اگر محتال علیہ نے مال محتال لہ کو دیدیا اور پھر محیل سے لینا چاہا اور اُس نے کہا کہ وہ مال شراب کا ثمن تھا تو مسموع نہوگا اگرچہ برہان پیش کرے اور محیل سے کہا جائیگا کہ یہ محتال کو ادا کرے پھر اپنے مخاصم سے جھگڑا کر پھر اگر اُس نے محتال لہ پر برہان پیش کی کہ یہ ثمن شراب کا تھا تو مقبول ہوگی پھر محتال علیہ کو خیار ہوگا کہ چاہے محیل سے واپس لے یا محتال لہ سے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر محتال لہ نے قاضی کے سامنے اقرار کردیا کہ یہ مال شراب کا ثمن ہو تو محتال علیہ کے ساتھ کچھ جھگڑا نہوگا پھر اگر محیل آیا اور کہا کہ نہین بلکہ یہ مال قرض ہو تو مال اُسپر لازم ہوگا بشرطیکہ محتال لہ اُس کی تصدیق کرے ولیکن محتال علیہ کے ذمہ کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر اپنی عورت کو اُس کے مہر کے واسطے کسی سے لے لینے کا حوالہ کیا اور اُس نے قبول کیا پھر شوہر غائب ہوگیا پھر محتال علیہ نے اس امر پر گواہ پیش کیے کہ اسکا نکاح فاسد ہو اور اُسکی کوئی وجہ بیان کی تو محتال علیہ کے گواہ مقبول نہون گے اور اگر یہ دعوی کیا کہ اُس نے اپنا مہر اپنے شوہر کو معاف کردیا

یا زوج نے اس کو دیا ہے بعوض مہر کے کوئی شے اسکے ہاتھ فروخت کی ہے اور راس نے قبضہ کر لیا ہے تو اسکے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر بیع پر قبضہ نہوا ہو تو مقبول نہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شراب ہزار درم کو بیچی پھر بائع نے ایک مسلمان کو مشتری پر حوالہ مقید کر کے کہا کہ ان ہزار درم کے دینے کے واسطے جو تجھپر آتے ہیں میں نے فلان شخص کو حوالہ کیا پھر باہم اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ یہ ہزار درم وہی ہیں جو شراب کا ثمن ہیں اور بائع نے کہا کہ مال کا ثمن ہیں تو بائع کا قول معتبر ہوگا پھر اگر محتال علیہ نے محیل پر اپنے دعوے کے موافق گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہوں گے۔ اور اگر حوالہ میں قید نہو مثلاً یوں کہا ہزار درم کے دینے کے واسطے میں نے تجھپر یہ حوالہ کیا تو حوالہ باطل نہوگا اگرچہ مشتری ثابت کرے کہ یہ ہزار ثمن شراب ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں پھر قرضخواہ نے کسی شخص کو قرضدار پر بقید قبضہ کے حوالہ کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ سے مال لیکر قبضہ کیا پھر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ تیرا مجھپر کچھ نہیں چاہیے تھا میں نے تو تجھکو صرف اس واسطے حوالہ کیا تھا کہ بطور وکیلوں کے قبضہ کر کے میرے سپرد کرے اور راس نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھپر میرے ہزار درم چاہیے تھے اُس کے عوض تو نے ہزار درم کا حوالہ کیا ہے تو محیل کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر محتال علیہ نے قرضہ ادا کیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور محیل نے کہا کہ میں نے اپنے مال کا تجھپر حوالہ کیا ہے اور محتال علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ قرضہ مجھپر نہیں چاہیے تھا میں تجھسے واپس لے لونگا تو قول محتال علیہ کا معتبر ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر محتال لہ غائب ہوا اور محیل نے چاہا کہ محتال علیہ سے اپنا مال لے لے اور کہا کہ میں نے اُس کو بطور وکالت کے حوالہ کیا ہے اور اُسکا مجھپر کچھ قرض نہیں ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ میں اُس کی تصدیق نہ کرونگا اور نہ اُس کی دلیل قبول کرونگا کیونکہ یہ قضاء علی الغائب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قول کہ میں نے اُس کو وکیل کیا ہے مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنے مال کا کسی شخص پر حوالہ کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس شخص نے یعنی محتال علیہ نے بشرط برأت الاصیل اسکی ضمانت کی ہے یا برأت کا ذکر نہ کیا اور طالب کا دعویٰ حوالہ کا تھا تو اس صورت میں اصیل بری ہو جائیگا کیونکہ دونوں گواہ ضامن ہونے کے شاہد ہیں اور اس میں اتفاق ہے اور اصیل کی برأت مدعی کے قول سے کہ حوالہ کا دعویٰ کرتا ہے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر طالب نے کہا کہ بدون حوالہ کے ضامن ہے تو اصیل بری نہوگا اور طالب جسکو چاہے گرفتار کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درم ہوں اور اُن دونوں نے ایسے شخص پر جسپر انکا کچھ مال آتا ہے حوالہ کیا پھر طالب نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور اُسپر اُس کے دو بیٹوں یا باپ یا دادا نے گواہی دی کہ فلاں و شخص نے اُسکو حوالہ کر دیا ہے تو اُن دونوں کی گواہی جائز ہے اور اگر مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی پس اگر دونوں مدعی ہیں تو مقبول نہیں ہے اور اگر منکر ہیں تو مقبول ہے کذا فی المحیط

مسائل متفرقات

جس کفالت میں اصیل کی برأت شرط ہو وہ حوالہ ہے اور جس حوالہ میں اصیل سے مطالبہ شرط ہو وہ کفالت ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ قرضخواہ نے اگر کسی شخص کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا اور راس محتال کا اسپر کچھ قرضہ نہیں ہے تو یہ وکالت ہے حوالہ نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر سو من گیہوں کا حوالہ کیا اور محیل کا

محتال علیہ پر کچھ نہیں آتا ہو اور نہ محتال لہ کا محیل پر ہو اور محتال علیہ نے اس کو قبول کر لیا تو اُسپر کچھ واجب نہیں ہو یہ قنیہ میں لکھا ہو- دلال نے اپنے درم گیہون یا روئی کے ثمن میں دیہاتی کو دے تاکہ یہ درم مشتری سے پھر واپس کر لے پھر مشتری کے افلاس کی وجہ سے دلال اُس کے واپس لینے سے عاجز ہوا تو استحساناً دیہاتی سے واپس کر لے اور یہ ہمارے شہرون کا دستور ہو کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دیدیتے ہین پھر مشتری سے لے لیتے ہین اور بخارا کے شہر مین دلال ایک قوم ہین کہ اُن کی دُکانین اس واسطے تیار ہین کہ اُس مین دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہین لا کر رکھتے ہین اور الگ ہو جاتے ہین کہ دلال اُنکو فروخت کر دیتا ہو پھر کبھی دیہاتی جلدی کرتا ہو کہ لوٹ جاوے تو دلال اپنے پاس سے اُس کو دام دیتا ہو کہ پھر مشتری سے لے لیوے یہ قنیہ مین لکھا ہو- کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اُس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہیں ہو کیونکہ یہ بیع ہو یہ جواہر الفتاوے مین لکھا ہو اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بعوض دس درم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اُسکو دینار دیدیا اور درمون پر قبضہ نہ کیا حتی کہ اُس کے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کر لی تو جائز ہو- پس اگر دونون جدا ہونے تھے کہ درم والے نے سب درمون سے کفیل و اصیل کو بری کیا تو کفیل بری ہو جائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور مکفول عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہو ورنہ نہیں- اور اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درم بیچنے والے نے درمون کا حوالہ ایک شخص حاضر پر کر دیا اور اُس نے قبول کیا تو جائز ہو مگر شرط یہ ہو کہ اُسی مجلس مین قبضہ ہو جاوے اور اگر دونون جدا ہونے تھے کہ محتال لہ نے محتال علیہ کو درمون سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہو اور بیع صرف ٹوٹ جائیگی خواہ اُس نے برات قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درم کے قرضدار کی بلا اجازت ہو تو ابراء سے محتال علیہ بری ہو جائیگا اور درم بیچنے والے کے حق مین اس کی رضامندی پر موقوف رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو- جن صورتون مین حوالہ فاسد ہو اور محتال علیہ نے مال ادا کر دیا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لیوے ورنہ محیل سے یہ خلاصہ مین لکھا ہو- اگر قرضخواہ کو قرضدار پر مال کا حوالہ کر دیا اس شرط سے کہ محتال لہ کو خیار ہو تو یہ جائز ہو اور اُس کو خیار رہوگا کہ چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا محیل سے لے لیوے- اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتال لہ کو اختیار ہو کہ جب چاہے محیل سے لیوے تو بھی جائز ہو اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط مین لکھا ہو اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اپنے کسی قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کریگا تو بیع باطل ہو اور اگر اس شرط پر بیچا کہ ثمن کا حوالہ اُس سے لے لیگا تو صحیح ہو یہ کافی مین لکھا ہو- بائع نے اگر اپنے قرضخواہ کو اس مال کے واسطے جو ثمن ہو مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید بالثمن حوالہ سے بائع کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام ثمن حاصل کرنے کے واسطے مبیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع کو حق حبس باقی ہو- اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ سو درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر بائع کو ثمن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اُس مین کچھ عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اُس کو واپس کیا تو مشتری کو اختیار رہوگا کہ یہ درم بائع سے لیوے لیکن بائع اُنکا حوالہ محتال علیہ پر کر دیگا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب مین قول بائع کا معتبر ہوگا کہ مین نے سو درم محتال علیہ سے نہیں لیے ہین اور اسی طرح اگر بدون حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر بیع فاسد ہو کہ اُسکو قاضی نے فسخ کر کے چوپایہ واپس کر دیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتال علیہ سے حاصل کریگا یہ فتاویٰ

یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر محتال علیہ سے بعد قبول کرنے کے کچھ نوشتہ لے لیا پھر محیل سے کہا کہ وہ مفلس ہے پھر محیل نے اُس سے کہا کہ جو خط تحریری تو نے اُس سے لیا ہے مجھے بھیجدے اور حوالہ چھوڑدے پھر اُس نے وہ نوشتہ بھیجدیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو حوالہ ٹوٹ جائیگا اور اگر اُس نے نوشتہ واپس کرنیکا کچھ ذکر نہ کیا ولیکن اُس نے محیل کا کچھ مال تغلب سے لے لیا پس اگر محیل نے اختیار سے ادا کیا ہے تو مال اپنا محتال علیہ سے لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع کو ثمن کا حوالہ کسی شخص پر کر دیا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار نہوگا اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو حوالہ کیا تو رہن کو روک نہیں سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ مشتری نے اگر ثمن کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل نے مال کے واسطے بائع کو کسی شخص پر حوالہ کیا پھر بائع نے چاہا کہ مال مشتری سے لیوے نہ محتال علیہ سے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کذا فی الذخیرہ۔

کتاب ادب القاضی

اور اس میں چند ابواب ہیں

باب اول

معنی ادب و قضاء کے اور اُس کے اقسام و شرائط کا بیان اور کس کی طرف سے تقلد[1] جائز ہے اور اس کے متصلات کا بیان۔ واضح ہو کہ لوگوں سے برتاؤ اور معاملہ کرنے میں اخلاق جمیلہ اور خصال حمیدہ سے آراستہ ہونے کو ادب کہتے ہیں۔ اور قاضی کا ادب یہ ہے کہ جسکو شرع نے اچھا کہا ہے کہ عدل کو پھیلانا اور ظلم کو دور کرنا اور حق سے تجاوز نہ کرنا اور حدود شرع کی حفاظت کرنا اور سنت طریقہ پر چلنا اختیار کرے اور قضا کے معنی لغت میں الزام اور اخبار اور فراغ اور تقدیر کے ہیں اور شرع میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو ولایت عامہ کے حق سے صادر ہو جسکا اختیار کرنا لازم ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ قضا فریضہ محکمہ اور سنت متبعہ ہے کہ جس کو صحابہ اور تابعین نے کیا ہے اور صالحین اسی راہ پر گزرے ہیں ولیکن فرضیت اُس کی فرض کفایہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور قضا پانچ طرح کی ہے ایک وہ جسکا اختیار کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی خاص شخص اس کے واسطے متعین ہو جاوے فی الواقع اور اس کام کا صالح اُس کے سوا دوسرا نہو دوسری مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اُسکا صالح دوسرا بھی ہو مگر یہ شخص اُس سے بہتر ہو تیسری مخیر وہ ہے کہ یہ شخص اور اور شخص دونوں اُس کے لائق اور اُس کی درستی میں برابر ہوں تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ چاہے قبول کرے یا نہ قبول کرے چوتھی مکروہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص اُسکے لائق ہو مگر دوسرا اس سے لائق تر ہو پانچویں حرام ہے وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کام میں عاجز دیکھے اور نا منصف جانے اس طرح پر کہ وہ اپنے باطنی حالت کو جانتا ہے کہ نفس اُسکا ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے اگرچہ اور لوگ نہ جانتے ہوں تو ایسے شخص پر حرام ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہے جب تک کہ اُسکو جامع اوصاف شہادت نہ پاوے کذا فی الہدایہ یعنی مسلمان ہو مکلف ہو آزاد ہو اندھا نہو محدود القذف نہو گونگا نہو بہرا نہو اور اطرش ہونا یعنی جو بلند آواز سنتا ہے اور پست نہیں سنتا ہے تو امام [illegible] اُسکا تولیہ [illegible] البحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اہل اجتہاد میں سے ہونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ اہل اجتہاد سے ہونا [illegible] کذا فی الہدایہ حتی کہ اگر جاہل قاضی ہوا یعنی جو مجتہد نہ تھا اور اس نے غیر کے

[1] تقلد عہدہ قضا قبول کرنا ۱۲

فتوی پر فیصلہ کیا تو جائز ہی کذا فی الملتقط لیکن با این ہمہ جاہل کو احکام مین قاضی کرنا نہ چاہیے اور اسی طرح ہمارے نزدیک عدالت بھی جواز تقلید قاضی کے واسطے شرط نہین ہو لیکن یہ شرط کمال کے واسطے ہی پس فاسق کی تقلید جائز ہی اور اُسکے قضایا نافذ ہونگے تاوقتیکہ حد شرع سے آن مین تجاوز نہ ہو ولیکن فاسق کو قاضی کرنا نہ چاہیے یہ بدائع مین لکھا ہی- اور اگر ایک شخص قاضی کیا گیا اور وہ عادل تھا پھر فاسق ہو گیا تو معزول کیے جانے کا مستحق ہی ولیکن اِس سے معزول نہ ہوگا اور اسی کو عامۂ مشائخ نے لیا ہی اور سلطان پر واجب ہی کہ اُسکو معزول کر دے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- اور اگر سلطان نے یہ شرط کر دی تھی کہ جب قاضی فسق کو اختیار کرے تو معزول ہی تو معزول ہو جائیگا یہ بزازیہ مین لکھا ہی- اور قضاء کا عہدہ سلطان عادل اور ظالم دونون کی طرف سے اختیار کرنا جائز ہی مگر ظالم سے اُس وقت جائز ہی کہ قاضی حق فیصلہ کر سکے اور ظالم اُس مین شرع کی نظر سے نہ دیکھے اور اُسکو بعض احکام کے جیسا چاہیے نافذ کرنے مین ممانعت نہ کرے اور اگر حق فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو یا ظالم اِس مین شرع کی نظر سے دیکھے یا بعض احکام کو جیسا چاہیے جاری ہونے نہ دے تو قضاء اختیار کرنا نہ چاہیے اور سغناقی مین لکھا ہی کہ ظلم مین اُسکی اطاعت نہ کرے- اور ملتقط مین ہی کہ جس حاکم کی طرف سے عہدہ قضاء اختیار کیا اِس کا مسلمان ہونا شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور اہل بغاوت سے یہ عہدہ لینا جائز ہی چنانچہ کتاب الاصل کے باب خوارج مین لکھا ہی کہ اگر باغی کسی شہر پر قابض ہوے اور اُنھون نے قاضی بنایا اور اُس نے چند قضایا فیصل کیے پھر اہل عدل اُس شہر پر قابض ہوے اور اُنکے قاضی کے سامنے یہ مقدمات پھر پیش ہوے تو جسقدر انصاف سے ہون اُنکو نافذ کریگا اور اسی طرح اگر اُس نے ایسا حکم دیا کہ جو مختلف فیہ ہی مگر کوئی فقیہ اُسطرف گیا ہی تو اُسکو جاری رکھے جیسا اور قاضیون مین حکم ہی اور خصاف رح نے ذکر کیا کہ اگر اہل بغاوت کا قاضی ہوا اور اُس نے فیصلہ کیا تو قاضی اہل عدل اُسکو نافذ نہ کریگا اور واقفیہ مین اشارہ کیا کہ نافذ کریگا چنانچہ یہ لفظ فرمایا ہی کہ وہ بمنزلہ اہل عدل کے فاسق قاضی کے ہی اور فاسق کے حق مین اصح قول یہ ہو کہ قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے ذکر کیا کہ باغی نے اگر کسی شخص کو شہر کی قضاء سپرد کی اور اِس قاضی نے کسی مختلف فیہ حکم مین فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا اگر اُسکی راے کے موافق ہی تو نافذ کرے اور مخالف ہو تو باطل کر دے اور فتاوے مین ہی کہ اہل بغاوت کی طرف سے قضا اختیار کرنا صحیح ہی اور فقط باغیون کے تسلط سے اہل عدل کے قاضی معزول نہو جائینگے اور باغی کا معزول کرنا اہل عدل سے صحیح ہی حتی کہ اگر باغی بھاگ گیا تو اُسکے قاضیون کے فیصلے بعد اُسکے نافذ نہونگے جب تک سلطان عادل اُنکو دوبارہ قاضی نہ کرے اور یہی فتاوے مین لکھا ہی کہ جمعہ کی نماز ایسے باغی کے پیچھے پڑھنے کے واسطے بادشاہی فرمان ہنو جائز ہی بشرطیکہ اُسکا برتاؤ امرا کا ہو کہ والیان حکومت کیطرح اپنی رعیت مین احکام جاری کرتا ہو- پھر اہل بغی کا پہچاننا ضروری ہی پس واضح ہو کہ اہل بغاوت وہ لوگ ہین کہ جنھون نے ناحق امام برحق سے نافرمانی کی ہی اور اُس کی تفصیل یہ ہو کہ مسلمانون نے جب کسی شخص کی امامت پر اجماع کیا اور اُسکے سبب سے بے خوف ہو گئے اور اُسپر کسی فرقہ مسلمانون نے خروج کیا پس اگر یہ نافرمانی اور لڑائی اِس سبب سے تھی کہ امام عادل نے اُنپر ظلم کیا تو وہ لوگ باغی نہین بلکہ اُنپر واجب ہو کہ ظلم کو چھوڑ دے اور انصاف کرے اور لوگون کو نہین چاہیے کہ اُسکے مقابلے مین امام کی اعانت کرین کیونکہ

یہ ظلم کی اعانت ہی اور نہ اس فرقہ کی اعانت کرین کیونکہ اِس سے وہ لوگ زیادہ خروج کرینگے اور اگر اِن لوگون کی نافرمانی اِس سبب سے نہو کہ امام نے اُنپر کچھ ظلم کیا بلکہ وہ لوگ والی ہونے کا اور اپنے حق کا دعوی کرین تو یہ لوگ باغی ہین پس ہر شخص پر جو لڑائی پر قادر ہی واجب ہی کہ امام المسلمین کی مدد کرے اور اِن خارجیون کو زیر کرے اِس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہی کہ فتنہ سوتا ہی اور جو اُسکو جگا دے اُس پر خدا کی لعنت ہی۔ پس اگر اِن لوگون نے کلمات خروج زبان سے نکالے ولیکن خروج کا عزم نہ کیا تو امام کو اِن سے تعرض کرنا نہ چاہیے۔ اور ہمارے زمانہ مین غلبہ پر حکم ہی اور عادل اور باغی معلوم نہین ہو سکتے ہین کیونکہ یہ سب دنیا کے طالب ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ قاضی مقرر کرنا فرض ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور یہ کام مسلمانون کے اہم کامون سے ہی اور اُنپر زیادہ واجب ہی پس جو شخص کہ زیادہ عارف ہو اور زیادہ قادر وہیبت والا و زیادہ وجیہ ہو اور جو اُس کو لوگون سے پہونچے اُسپر خوب صبر کر سکتا ہو تو وہ اِس کام کے واسطے اولی ہی اور قاضی بنانے والے کو چاہیے کہ اس کام کو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو شخص کہ سب سے اولی ہو اُسی کو ولایت قضا سپرد کرے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی کام کسی کے سپرد کیا اور اُس کی رعیت مین اُس سے بہتر موجود ہی تو اُس نے اللہ و رسول اور جماعۃ المسلمین کی خیانت کی کذا فی التبیین قال المترجم تکلموا فی رفعہ وہو ضعیف فان ثبت فالمراد بالعمل عمل من اعمال الشرع فافہم۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ مستحب ہی کہ امام ایسے شخص کو قاضی مقرر کرے کہ جو غنی اور ذی ثروت ہو تاکہ وہ لوگون کے مال مین طمع نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ قاضی امام ابو جعفر رح نے فرمایا کہ کسی شخص کو فتوی دینا نہ چاہیے مگر جو شخص عادل ہو اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور اجتہاد سے واقف ہو لیکن اگر سُنا ہوا حکم بیان کیا اور فتوے دیا تو جائز ہی اگرچہ اُسکو دلیل سے نہ جانتا ہو کیونکہ دوسرے کی حکایت کی پس مثل حدیث کے راوی کے ہوا تو راوی مین عقل اور ضبط اور عدالت اور فہم شرط ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اصولیین کی رائے اسپر قرار پائی ہی کہ مفتی فقط مجتہد ہوتا ہی اور سوائے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدون کے اقوال یاد رکھتا ہی مفتی نہین ہی اور اُسپر واجب ہی کہ جب کوئی مسئلہ اِس سے دریافت کیا جاوے تو بطور حکایت کے کسی مجتہد کا قول مثل امام اعظم رح وغیرہ کے نقل کرے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ مین جو فتوی ہوتا ہی یہ فتوی نہین ہی بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل کیا جاتا ہی تاکہ مستفتی اسکو اختیار کرے اور مجتہد کا قول نقل کرنیکی دو صورتین ہین یا تو اُس شخص کو مجتہد تک کوئی سند حاصل ہو۔ یا کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست چلی آتی ہی نقل کرے جیسے تصانیف امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا ہی رازی رح نے ذکر کیا ہی اور اِس بنا پر یہ کہا چاہیے کہ جو بعض نسخہ نوادر کے ہمارے زمانہ مین دستیاب ہوتے ہین اور وہ مشہور یا متواتر نہین ہین اُنکے مسائل و احکام امام محمد رح یا ابو یوسف رح کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے ہان اگر اِن نوادر سے کسی معروف کتاب مثل ہدایہ و مبسوط وغیرہ مین کچھ نقل کیا گیا ہو تو مضائقہ نہین مگر یہ اعتماد اِس کتاب معروف پر ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور فقہا کا اِسپر اجماع ہی کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور ملتقط مین ہی کہ اگر صواب اُسکے خطا سے زیادہ ہون تو اُسکو فتوے دینا حلال ہی اور اگر وہ

اہل اجتہاد مین سے نہو تو اُسکو فتوی دینا حلال نہین ہو مگر بطور نقل کے پس جو کچھ اِسکو مجتہد کے قول معلوم ہون نقل کر لے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- فاسق مفتی ہو سکتا ہی- اور بعضون نے کہا کہ نہین صالح ہی اور علیؒ نے فرمایا کہ اِسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہی اور مجمع و اُسکی شرح مین اِسی پر یقین کیا ہی- اور اِسمین اختلاف نہین ہو کہ مفتی کے واسطے اسلام اور عقل شرط ہی اور بعضون نے اُسکے لئے بیداری شرط کی ہو کہ غافل نہو ہان اُسکا آزاد ہونا یا مرد کے جنس سے ہونا یا ناطق ہونا کہ جو بات کرتا ہو شرط نہین ہی پس گونگے کا فتوے دینا درست ہی جبکہ اُس کا اشارہ سمجھ مین آجاوے بلکہ جو شخص بولتا ہی اگر اُس نے سوال کے جواب مین سر ہلایا یعنی ہان تو اُس پر عمل کرنا جائز ہی- اور چاہیے کہ خلاف مروت باتون سے پاک ہو اور فقیہ النفس سلیم الذہن ہو اور اپنے تصرفات مین نیک روش ہو اور صحیح یہ ہی کہ اُس کا فتوے دینا مکروہ نہین جو اُسکا اہل ہو- اور حاکمون پر واجب ہے کہ اہل اور نااہل کی تفتیش کرین پھر نااہل کو فتوے دینے سے باز رکھین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- اور فتوی کی شرطون مین سے یہ ہی کہ فتوی طلب کر لینے والون مین انصاف کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھے اور مالدارون اور سلطان و اُمرا کے سپاہیون کی سبقت نہ کرے بلکہ جو شخص پہلے لایا ہی اُسی کا جواب پہلے لکھدے خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر ہو اور مفتی کے آداب مین سے یہ ہی کہ تحریری سوال کو تعظیم سے لیوے اور سوال کو اچھی طرح مکرر پڑھے اور جب اُسپر کھل جاوے تو اُسکا جواب لکھے اور یہ شرط ہی کہ کاغذ کو جیسے بعضے آدمیون کی عادت ہی نہ پھینکے کیونکہ اُس مین اللہ کا نام ہی اور اُسکی تعظیم واجب ہی اور جب مفتی نے جواب لکھدیا تو چاہیے کہ اُسکے پیچھے مثل واللہ اعلم کے کوئی لفظ لکھدے اور بعض نے کہا کہ مسائل اعتقادیہ مین کہ جنپر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہی یہ لکھنا چاہیے اللہ الموفق یا- باللہ التوفیق یا باللہ العصمۃ- یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اور بعضے مفتی پرچہ عورت یا لڑکے کے ہاتھ سے نہین لیتے تھے اور اُن کا شاگرد ان لوگون سے لیکر جمع کر کے اُن کے پاس پیش کرتا تھا اور یہ سب علم کی تعظیم کے واسطے تھا اور عمدہ یہ ہی کہ مفتی تواضع کے ساتھ ہر ایک سے لیوے- اور نوجوان اگر روایتون کا حافظ ہو اور روایات سے واقف ہو اور طاعت الٰہی مین قاصر نہو اور نافرمانی مین سرگرم نہو تو جائز ہی کہ فتوے دیوے اور عالم اگرچہ چھوٹا ہو از راہ علم بڑا ہی اور جاہل اگرچہ بڑا ہو مگر چھوٹا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے- اور واجب ہی کہ مفتی بُردبار بھاری بھرکم نرم زبان ہو کشادہ پیشانی ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہی- اور بدون سوال فتوے نہ دے اور اگر خطا کرے تو اُس سے رجوع کرے اور حیا اور عار نہ کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور تصحیح مسائل کیواسطے حساب جاننے کی شرط نہین ہی اور یہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مذہب کا حافظ ہو اور اُسکے قواعد و اسلوب کو پہچانتا ہو اور جو شخص اصولی ہو اور اُس مین ماہر ہو اور جو شخص خلافیات آئمہ فقہ مین بحث کرتا ہو اُسکو فروع شرعیہ مین فتوے دینا نہ چاہیے اور غیر واقع مین افتاء واجب نہین ہی- اور حرام ہی مفتی پر فتوے دینے مین تساہل کرنا اور غرض فوت ہونے کی وجہ سے حیل کی پیروی کرنا اور ایسے شخص سے جو اِسکو جانتا ہی دریافت کرنا- اور جس وقت اُسکے اخلاق مین تغیر ہو اور اعتدال سے خارج ہو خواہ بسبب شدت خوشی کے یا بسبب غصہ کے تو اُس وقت فتوے نہ دیوے اور اگر اُسکو یہ اعتقاد ہی کہ باینہمہ راہ صواب مین خطا نہوگی تو اُسکا فتوی صحیح ہی- اور اولی یہ ہی کہ فتوے لینے والے سے اُجرت نہ لے بلکہ نیک کام سمجھکر فتوے دیوے پس اگر شہر کے لوگون نے اُس کے لئے رزق مقرر کیا تو جائز ہی یا اگر اُسکو اُجرت دی گئی تو جائز ہی اور امام پر واجب ہی کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت مقرر کر دے- اور

ہر شہر کے لوگون کی اصطلاح جدا ہی پس ایسی اصطلاح نہ لکھنا چاہیئے جو وہ لوگ نہ جانتے ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- پھر فتوے مطلقاً امام کے قول پر ہی پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے قول پر پھر امام محمد رح کے قول پر پھر امام زفر رح کے قول پر پھر حسن بن زیاد کے قول پر و بعضون نے کہا کہ اگر امام ایک طرف ہون اور صاحبین ایک طرف ہون تو مفتی کو اختیار ہی و لیکن اول اصح ہی جبکہ مفتی مجتہد نہو اور حاوی قدسی مین ہی کہ اصح یہ ہی کہ اعتبار قوت مدرک پر ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- اور مفتی اور امام کو جائز ہی کہ ہدیہ قبول کرے اور دعوت خاصہ قبول کرے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی- اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ وہ ایک مسئلہ مین فتوے دینے کے واسطے راست درست ہوے چادر اوڑھی اور عمامہ باندھا پھر فتوے دیا اور یہ فتوی کی تعظیم تھی یہ تبیین مین لکھا ہے-

دوسرا باب قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان مین خصاف رح نے ادب القاضی مین چند احادیث قضاء کے قبول کرنے کے مکروہ ہونے مین پیش کین اور کچھ اسکی قبولیت مین رخصت ہونے کی پیش کین اور لکھا ہے کہ اسکو صالحین نے اختیار کیا ہی اور صالحین ہی نے اس سے انکار کیا ہی اور نہ قبول کرنا ہی مثل و اسلم و اصلح فی الدین ہی اور اس صورت مین کہ ایک شخص مین سب شرطین قضاء کی موجود ہین تو اُس کو قضا قبول کرنا جائز ہی مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ ہی کذا فی المحیط کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قضا کے بلا مین پکڑا گیا گویا بغیر چھُری ذبح کیا گیا قال المترجم قد تکلموا فیہ اور عبد اللہ بن وہب سے روایت ہی کہ اُنکو قاضی بنانا چاہا پس اُنھون نے نہ قبول کیا اور اپنے گھر مجنون بن بیٹھے پھر جو اُسکے پاس جاتا تھا اُسکا مونھ نوچتا تھا اور اُس کے کپڑے پھاڑتا تھا پھر ایک شخص صحابہ مین سے آئے اور کہا کہ اے عبد اللہ اگر تم قضاء کو قبول کرتے اور انصاف کرتے تو بہتر تھا پس عبد اللہ بن وہب نے فرمایا ارے یہ تیری سمجھ ہی تو نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہین سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ قاضی لوگ سلطانون کے ساتھ حشر مین ہونگے اور عالم لوگ انبیا کے ساتھ ہونگے- اور مشہور یہ ہی کہ ابو حنیفہ رح کو قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی تھی اُنھون نے انکار کیا تو ظالم نے نوے کوڑے مارے پھر جب اُنکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اپنے اصحاب سے پوچھا پس قاضی امام ابو یوسف رح نے اُنکے لیے قضاء قبول کرنا تجویز کیا اور کہا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو لوگون کو بہت نفع پہونچاتے پھر امام اعظم رح نے کہا کہ اگر تو مجھے سمندر پیر جانے کو کہتا تو مین اپنے مین اس کام کرنے سے زیادہ قوت و قدرت پاتا اور مین تو تجھے دیکھتا ہون کہ تو قاضی ہو گیا ہی پھر سر نیچا کر لیا اور اُنکی طرف کبھی نہ دیکھا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی- اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے قاضی بنانے کو بلائے گئے اور انکار کیا حتے کہ قید ہوئے پھر مجبور ہوے تو اختیار کر لی یہ عنایہ مین لکھا ہی- کرخی اور خصاف و علماے عراق نے اسی پر کہا ہی کہ جب تک اُس پر جبر نہ کیا جاوے قبول نہ کرے اور مشائخ ہمارے دیار کے کہتے ہین کہ جو شخص صالح ہو اور یہ خوف ہو کہ مجھ سے ظلم نہ صادر ہو گا تو اُسکو قبول کر لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور جو ایسا نہو اُسکو دور رہنا بہتر ہی اور صحابہ اور تابعین نے اُسکو بلا اکراہ منظور کر لیا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی- اور جس شخص کو خوف ہو کہ ظلم صادر ہوگا اُسکو مکروہ ہی اور اگر یہ خوف نہو تو مکروہ نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی- اور ینابیع مین ہی کہ عہدہ قضا کو طلب کرنا یا اُسکا سوال کرنا نہین چاہیے اور طلب کرنے کی یہ صورت ہی کہ امام سے کہے کہ مجھے

قاضی کردے اور سوال کی یہ صورت ہی کہ لوگون سے کہے کہ اگر امام مجھے فلان شہر کا قاضی کرنا چاہے تو مین قبول کر لون اور یہ اس طمع سے کہ یہ خبر امام کو پہونچے اور وہ اِسکو قاضی کردے اور یہ سب مکروہ ہی۔ اور بعضون نے کہا کہ جو شخص بلا درخواست اُسکو قبول کرے تو ڈر نہین ہی اور جس نے درخواست کی اُسکو مکروہ ہی اور عامۂ مشائخ کا یہ مذہب ہی کہ قضا کو اختیار کرنا رخصت ہی اور باز رہنا عزیمت ہی اور سراجیہ مین ہی کہ یہی مختار ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور عہدۂ قضا کو نہ قلب سے طلب کرے اور نہ زبان سے مگر جب کوئی دوسرا اِس لائق نہ ہو تو اس پر واجب ہی کہ لوگون مسلمانون کے حقوق کو نگاہ رکھے اور قضاء کو قبول کرے یہ یتیمی مین ہی۔ اگر شہر مین چند لوگ ایسے ہون جو قاضی ہونے کے لائق ہین اور ایک نے انکار کیا تو گنہگار نہ ہوگا کذا فی المحیط اور اگر سب نے انکار کیا یہان تک کہ ایک جاہل قاضی کیا گیا تو گناہ مین سب شریک ہونگے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ ینابیع مین ہی کہ اگر دو شخص قاضی ہونے کے لائق ہین مگر ایک زیادہ فقیہ ہی اور دوسرا زیادہ پرہیزگار ہی تو یہ فقیہ سے اولی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر سلطان نے ایسے شخص کو قاضی کیا جو صلاحیت نہین رکھتا ہی حالانکہ اُس شہر مین ایسا شخص موجود تھا جو اُسکے لائق ہی تو گناہ سلطان پر ہوگا یہ شرح ادب القاضی للخصاف مین ہی۔ اگر کوئی شخص رشوت دیکر قاضی ہوگیا تو صحیح یہ ہی کہ وہ قاضی نہ اعتبار کیا جاویگا اور اگر حکم دیگا تو نافذ نہوگا۔ اور جس نے رشوت یا سفارش سے قضا حاصل کی اور اُسنے کسی مختلف فیہ مین حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر اُسکی راے کے موافق ہی تو نافذ کریگا اور اگر مخالف ہی تو باطل کردیگا اور راجح یہ ہی کہ جو سفارش سے قاضی ہوا اور جسکو خود قاضی کیا گیا دونون قضاء مجتہدات کے نافذ ہونے مین برابر ہین قاضی نے رشوت لیکر اگر حکم دیا تو اُسکی قضاء نافذ نہوگی اور جس مقدمہ مین رشوت نہین لی اُس مین نافذ ہوگی اِسی کو سرخسی اور خصاف نے اختیار کیا ہی اور اگر قاضی کے بیٹے یا اُسکے محرر یا بعض پیادون نے رشوت لی پس اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لی تو یہ اور قاضی کا خود رشوت لینا برابر ہی اور اُس کا فیصلہ مردود ہی اور اگر اُسکے بلا دانستگی ایسا ہوا تو قضا نافذ ہوجائیگی اور لینے والے پر واجب ہی کہ رشوت واپس کردے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی

تیسرا باب دلائل پر عمل کرنے کی ترغیب۔ قاضی کو چاہیے کہ کتاب اللہ تعالے کے حکم کے موافق عمل کرے اور جو کتاب مین ناسخ و منسوخ ہی اُسکو پہچانے اور ناسخ مین سے جو محکم یا متشابہ مختلف التاویل ہی جیسے اقرا کے معلوم کرے پس اگر اُسنے کتاب اللہ تعالے مین نہ پایا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق عمل کرنے اور چاہیے کہ اُسکے بھی ناسخ و منسوخ معلوم کرے اور اگر احادیث مختلف آئی ہون تو جو حکم حدیث کا اشبہ اور موافق اجتہاد ہو اُسکو اختیار کرے اور اُسپر واجب ہی کہ اقسام حدیث سے آحاد و مشہور و متواتر کو معلوم کرے اور مراتب رُواۃ کا معلوم کرنا واجب ہی پس بعضے رُواۃ جمع راوی ۱۲ فقہ و عدالت مین مشہور رہین جیسے چارون خلفاء راشدین اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر وغیرہ اور بعضے اِسمین مشہور ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدت تک ہمنشین رہے اور جو سُنا ہی وہ خوب محفوظ رکھتے ہین اور جو فقہ جاننے مین مشہور ہی اُسکی روایت کا لینا اولی ہی بہ نسبت اُسکے جو غیر فقیہ ہی اور اسیطرح جسکی ہمنشینی زیادہ رہی اُسکی روایت کا لینا اُس سے اولی ہی جو زیادہ ہمنشین نہین رہا ہی اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آوے کہ جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث نہین آئی ہی تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کرے کیونکہ اجماع صحابہ پر عمل کرنا واجب ہی اور اگر صحابہ

مین باہم اختلاف ہو تو خود کوشش کرکے بعض کے قول کو بعض پر ترجیح دیوے بشرطیکہ خود اہل اجتہاد سے ہو اور اسکو یہ روا نہین ہی کہ ایک تیسرا قول نکالکر سب کی مخالفت اختیار کرے کیونکہ اُنھون نے باوجود اختلاف کے اس پر اتفاق کیا ہی کہ ان دونون قولون کے سوا تیسرا قول نہین ہی اور باطل ہی و خصاف رح کہتے تھے کہ اُسکو تیسرا قول نکالنے کا اختیار ہی کیونکہ انکا اختلاف اسکی دلیل ہی کہ اس واقعہ مین اجتہاد کو گنجائش ہی اور صحیح وہی ہی جو ہم نے بیان کردیا۔ اگر صحابہ نے کسی حکم پر اجماع کیا اور تابعین مین سے کسی نے اختلاف کیا پس اگر یہ ایسا تابعی ہی جس کو صحابہ کا زمانہ نہین ملا ہی تو اُسکے اختلاف کا اعتبار نہین ہی حتے کہ اگر کسی قاضی نے برخلاف اجماع صحابہ کے اُس کے قول کے موافق فیصلہ کیا تو باطل ہوگا اور اگر ایسا تابعی ہی جس نے صحابہ کا زمانہ پایا ہی اور اُنکی فتاوے سے مزاحم ہوا ہی اور صحابہ نے اُسکے واسطے اجتہاد تجویز کیا ہی جیسے شریح اور شعبی وغیرہ تو اُسکی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہوگا اگر کوئی حکم بعض تابعین کی طرف سے پہونچا اور اُسکے سوا دوسرون سے اُس باب مین کچھ منقول نہوا تو امام اعظم رح سے اِس صورت مین دو روایتین ہین ایک روایت مین ہی کہ مین اُنکی تقلید نہ کرونگا اور یہی ظاہر المذہب ہی اور دوسری روایت نوادر مین ہی کہ امام نے فرمایا کہ اگر اُن مین سے ایسے ہونگے جنھون نے زمانہ صحابہ مین فتوی دیا ہی اور صحابہ نے اُسکے حق مین اجتہاد جائز رکھا ہی جیسے شریح و مسروق و حسن بصری تو مین اُنکی تقلید کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی پھر اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جس مین صحابہ سے کچھ روایت نہین ہی اور تابعین کا اجماع ہی تو اِس دلیل سے فیصل کرے اور اگر تابعین مین باہم اختلاف ہو تو بعضے قول کو ترجیح دیکر اُسکے موافق حکم کرے اور اگر انمین سے کچھ بھی روایت نہو پس اگر خود اہل اجتہاد سے ہی تو مشابہ احکام پر قیاس کرکے اور اجتہاد کرکے و صواب کی خواہش کرکے راے کے موافق حکم دے اور اگر خود اہل اجتہاد مین سے نہین ہی تو فتوی طلب کرے اور اُسکے موافق حکم دے اور بلا علم حکم نہ دے اور نہ سوال سے شرمندہ ہو پھر دو باتون کا جاننا ضروری ہی کہ اگر ہمارے اصحاب ابوحنیفہ رح و ابویوسف رح و محمد رح کسی بات پر متفق ہون تو قاضی کو نہ چاہیے کہ اپنی راے سے انکی مخالفت کرے اور دوسری بات یہ ہی کہ اگر انمین اختلاف ہو تو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا قول لیا جاویگا کیونکہ وہ تابعین مین سے تھے اور اُنکے فتوے کے مزاحم ہوتے تھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور اُنکے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملی اور متاخرین سے پائی گئی تو اُنکے موافق حکم دے اور اگر متاخرین مین باہم اختلاف ہو تو کسی کو انمین سے اختیار کرلیوے اور اگر متاخرین سے بھی نہ پائی گئی تو اپنی راے سے اسمین اجتہاد کرے بشرطیکہ وجوہ فقہ کو جانتا ہو اور اہل فقہ سے اسمین مشاورت لے اور شرح طحاوی مین ہی کہ اگر اُسنے اپنی راے سے حکم دیا پھر وہ نص صریح کے مخالف ہوا تو اُسکا فیصلہ جائز نہوگا اور اگر نص کے مخالف نہوا بلکہ اسکے بعد اُسکو دوسری راے ظاہر ہوئی تو جو حکم کر دیا اُسکو باطل نہ کرے اور آیندہ کے واسطے اس راے کے موافق عمل کرے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالی و امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالے کا ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر اول مرتبہ اُسنے اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر دوسری راے [illegible] تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی و امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالی کے کہنے کے موافق ہو [illegible] اختلاف [illegible] اور پھر [illegible] بعد کسی ایک [illegible] اجماع ہوگیا [illegible] امام [illegible] قول [illegible] پہلے اختلاف [illegible] امام محمد [illegible] قول پر [illegible] امام شمس الائمہ سرخسی نے

ذکر کیا کہ یہ اجماع پہلے اختلاف کو رفع کرتا ہی اور اسمین کچھ اختلاف ہمارے اصحاب مین نہین ہی صرف بعضے علما البتہ ہمارے مخالف ہین۔ اگر کسی زمانہ کے لوگ کسی حکم پر متفق ہوے اور وہ زمانہ گذر گیا اور قاضی نے اُن کا قول چھوڑ کر دوسری راے پر حکم دیا بسبب اِسکے کہ اُس کو صواب اِن کے برخلاف معلوم ہوا تو ایسی صورت مین اگر اِس اتفاق سے پہلے اختلاف واقع ہو گیا ہی تو مشائخ نے باہم اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ قاضی کو مخالفت کرنا روا نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ روا ہی اور اگر اِس اتفاق سے پہلے اختلاف نہ تھا تو بالاتفاق قاضی مخالفت نہین کر سکتا ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی کہ ایک قاضی نے فتوی طلب کیا اور فتوی کے جواب سے اُسکی راے مخالف ہی پس اگر وہ اہل راے مین سے ہی تو اپنی راے کے موافق عمل کرے اور اگر اُسنے اپنی راے کو ترک کیا اور مفتی کی راے کے موافق عمل کیا تو صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نافذ ہو جائیگی۔ اگر حکم دینے کے وقت قاضی کی کوئی راے نہ تھی اور اُس نے مفتی کی راے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اُسکے برخلاف ایک راے ظاہر ہوئی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اپنی قضاء توڑے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ قضاء نہ توڑے چنانچہ اِس صورت مین کہ اُسنے اپنی راے سے حکم دیا پھر اُسکو دوسری راے ظاہر ہوئی تو پہلی راے نہ ٹوٹیگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور جس صورت مین کوئی نص مخالف یا اجماع نہین ہی پس قاضی یا اہل اجتہاد سے ہوگا یا نہوگا پس اگر وہ اہل اجتہاد مین سے ہو اور اُسکی راے ایک طرف پہونچی تو اُسکو اپنی راے پر عمل کرنا واجب ہی اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد ور اسکے مخالف ہوں۔ اور اُسکو دوسرون کی راے کی تابعداری جائز نہین ہی کیونکہ جسطرف اُسکا اجتہاد پہونچا ہی وہی اللہ تعالے کے نزدیک ظاہر مین حق ہی اگر اُسکی راے ایک امر کی طرف پہونچی اور وہان کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اُس سے زیادہ فقیہ تھا اور اُسکی راے اِسکے برخلاف تھی اور اِسنے چاہا کہ بلا نظر و غور کے اُسکی راے پر عمل کرے کیونکہ یہ اُسکو زیادہ فقیہ جانتا ہی تو کتاب الحدود مین مذکور ہی کہ امام اعظم کے نزدیک اُسکو گنجائش ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک نہین بلکہ صرف اپنی راے پر عمل کرے اور بعض روایات مین یہ اختلاف اِسکے برعکس مذکور ہی اور اگر واقعہ کا حکم اُسکے عقل پر مشکل ہو جاوے تو اپنی راے کو کام مین لاوے اور اُسپر عمل کرے اور افضل یہ ہی کہ اہل فقہ سے اِسمین مشاورت کرے اور اگر وے اختلاف کرین تو غور کرکے جس طرف اُسکی راے ظاہر مین پہونچے اُسپر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک راے پر متفق ہون اور اُسکی راے اُنکے مخالف ہو تو بھی اپنی راے پر عمل کرے لیکن چاہیے کہ حکم دینے مین جلدی نہ کرے جب تک حق تاویل و کوشش کو پورا کرکے وجوہ حق کو منکشف نہ کرے اور جب اُسکی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی راے سے اُس مین فیصلہ کرے اور جب اُس نے اپنی کوشش اُس مین اظہار حق کے واسطے صرف کر دی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہوے کہ اگر اُس نے جزافاً حکم دیدیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالے جائز نہین ہی اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اُس کا حال دریافت نہ ہو تو محمول کیا جائیگا کہ اُس نے اپنی راے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہوگا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائیگا۔ یہ سب اِس صورت مین ہی کہ قاضی اہل اجتہاد مین سے ہو اور اگر اہل اجتہاد مین سے نہو پس اگر اُس نے ہمارے اصحاب کے اقوال کو یاد رکھا ہو اور مضبوطی اور اتقان کے ساتھ حفظ کیا تو جسکا قول حق سمجھتا ہو اُسپر بسبیل تقلید عمل کرے اور اگر اُنکے اقوال کا حافظ نہین ہی تو جو اُس شہر مین ہمارے اصحاب مین سے اہل فقہ مین سے ہون اُن کے فتوے پر عمل کرے اور اگر شہر مین صرف ایک ہی

فقیہ حنفی ہو تو اُسی کا قول اختیار کرے اور ہمکو اُمید ہی کہ اُس سے بازپرس نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ مقصود حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کو صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہین اور آدمی کے مجتہد ہو جانے کی شرط یہ ہی کہ کتاب اللہ و حدیث رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جسقدر کہ جس سے احکام متعلق ہین جانتا ہو نصائح کا جانتا شرط نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ جسکی رائے مین صواب زیادہ ہون خطا سے اُسکو اجتہاد حلال ہی اور اول اصح ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اصح تعریف مجتہد کی یہ ہی جو بعضون نے بیان کی ہی کہ اُس نے علم کتاب اللہ اور اُس کے وجوہ معانی کو جانا ہو اور علم حدیث کو بھی اُس کے طرق و متون و وجوہ معانی سے پہچانا ہو اور قیاس مین مُصیب ہو اور عرف الناس کو جانتا ہو یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر شہر مین کچھ لوگ اہل فقہ ہون تو اُن سے اِس بات مین مشورہ لے اور مشورہ مین اگر اُس کی اور اِن کی رائے متفق ہووے تو اُس پر حکم کرے اور اگر اختلاف ہوا تو جو قول حق سے قریب معلوم ہو اُس پر نظر ڈالکر اپنے اجتہاد سے عمل کرے بشرطیکہ اسقدر اجتہاد کا صالح ہو۔ اور اِس باب مین بڑی عمر کا آدمی معتبر نہین ہی اور نہ کثرت عدد کا اعتبار ہی بلکہ ایک ہی شخص کو کبھی علاوہ جماعت کے توفیق صواب حاصل ہوتی ہی اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے اور امام محمد رح کے قول پر کثرت عدد کا اعتبار ہی۔ اور اگر اُس کا اجتہاد کسی امر پر نہ قرار پایا اور وہ حادثہ ویسا ہی مختلف اور مشکل رہگیا تو اِس شہر کے سوا جس مین وہ ہی دوسرے شہر کے فقیہون کو لکھے اور خط کے ساتھ مشورت کرنا پرانا طریقہ چلا آیا ہی کہ حوادث شرعیہ مین ایسا ہوتا ہی پس اگر اِن لوگون نے جنکے طرف خط بھیجا ہی کسی بات پر اتفاق کیا اور قاضی کی رائے بھی انکی رائے کے موافق ہوئی اور وہ بھی اہل رائے و اجتہاد مین سے تھا تو اِسی رائے کے موافق اُسپر عمل کرے اور اگر اِن لوگون نے بھی اختلاف کیا پس اگر یہ شخص اہل اجتہاد مین سے ہی تو جو قریب حق کے قول معلوم ہو اُسی پر عمل کرے اور اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر اِس صورت مین قاضی اہل اجتہاد سے نہو تو جو شخص اُس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور بہت پرہیزگار ہی اُس کے قول پر عمل کرے۔ اگر قاضی نے ایک قوم سے مشورہ کیا اور یہ لوگ اہل فقہ تھے اور انکی رائے سے قاضی کی رائے مخالف ہی تو قاضی کو اپنی رائے چھوڑکر انکی رائے پر عمل کرنا نہین جائز ہی اور اگر قاضی نے ایک شخص فقیہ سے مشورہ کیا تو کافی ہی مگر چند لوگون سے فقہا مین مشورہ لینا احوط ہی۔ اگر اِس شخص نے ایک رائے کا مشورہ دیا اور قاضی کی رائے اُس کے برخلاف ہی تو قاضی اپنی رائے نہین چھوڑ سکتا ہی۔ اور اگر قاضی نے اُس کی رائے کو بسبب اِس کے کہ وہ افضل اور افقہ ہی لائق اہتمام و بزرگی جانا تو اِس مسئلہ کو کتاب الحدود مین ذکر کیا اور کہا کہ اگر اِس شخص کی رائے کے موافق اُس نے فیصلہ کیا تو مجھے اُمید ہی کہ اُسکو اتنی گنجائش ہوگی اور اگر اُس نے اُس کی رائے کو ایسا لائق اہتمام نہ جانا تو اُس کو اپنی رائے چھوڑکر دوسرے کی رائے پر عمل کرنا نہ چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی

چوتھا باب اختلاف علما کا اِس بات مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین صحابہ اجتہاد کرتے تھے یا نہین۔ اِس امر مین اختلاف ہی کہ صحابی مجتہد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہین بعضون نے کہا کہ نہین جائز تھا اور اکثر عالمون نے کہا کہ جو شخص آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا اُس کے لیے جائز تھا اور جو نزدیک تھا اُس کے لئے جائز نہ تھا اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اِس مین اختلاف ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن چیزون مین جن مین آپ کو وحی نہین بھیجی گئی تھی اجتہاد کرتے اور حکم دیتے تھے یا نہین پس بعضون نے کہا کہ اجتہاد نہین کرتے تھے بلکہ وحی کا انتظار کرتے تھے۔ اور بعضون نے کہا کہ پہلے انبیا کی شریعت کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ آنکی شریعت جبتک اُسکا نسخ نہ ثابت ہو ہمارے واسطے بھی ثابت ہی اور بعضون نے کہا کہ اُس وقت تک اجتہاد نہین کرتے تھے جب تک کہ وحی کی طمع ہوتی اور جب اُمید منقطع ہو تی تب اجتہاد کرتے پھر وہی ہماری شریعت ہو جاتی تھی پس اگر اُسکے برخلاف وحی آتی تھی تو وہ اُس کی ناسخ ہو جاتی تھی کیونکہ سنت کا کتاب سے منسوخ ہونا ہمارے نزدیک جائز ہی اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فیصلہ جسکو جاری کر دیا ہی نہین توڑتے تھے ہان آیندہ کے واسطے فیصلہ مین دوسرا حکم دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی

پانچوان باب قاضی کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے بیان مین۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو کسی خاص شہر کا قاضی کیا تو وہ اِس شہر کے سواد کا قاضی نہوگا جبتک کہ فرمان قضا مین شہر مع سواد نہو۔ اور یہ جواب روایت نوادر کے موافق ہی کہ نفاذ قضاء کے واسطے مصر شرط نہین ہی قال المترجم یعنی نوادر مین آیا ہی کہ حکم قضاء کے نافذ ہونے کے واسطے شہر کا ہونا شرط نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ یہی مختار ہی۔ ولیکن ظاہر الروایۃ کے موافق نفاذ قضاء کے واسطے شہر کا ہونا شرط ہی تو قاضی گاؤن مین والی نہ ہوگا اگرچہ سلطان نے اپنے فرمان مین لکھدیا ہو۔ اگر سلطان نے امیر بنانا یا قاضی بنانا کسی شرط یا آیندہ وقت پر معلق کیا ہو مثلاً کہا کہ جب تو فلان شہر مین داخل ہو تو تو وہان کا قاضی ہی یا جب تو شہر مکہ مین جاوے تو تو وہان کا امام ہی یا کہا کہ شروع مہینے سے مین نے تجھے قاضی کیا یا شروع مہینے سے مین نے تجھے امیر بنایا تو یہ جائز ہی کذا فی الملتقط اور اسپر اجماع ہی کذا فی الخلاصہ اور قاضی کے معزول ہونے کو بھی تعلیق کرنا جائز ہی۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو ایک دن کا قاضی کیا تو جائز ہی اور اُسکا وقت مقررہ ہوگا اور اگر مکان کی قید لگائی تو بھی جائز ہی اور اُسی مکان کی خصوصیت ہوگی اور اسی بنا پر اگر قاضی نے اپنا نائب کسی خاص مسجد پر معین کیا تو وہ نائب دوسری مسجد مین بیٹھکر وہان کے قضایا فیصل نہین کرسکتا ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اور کسی شخص کے واسطے دو شخصون کے درمیان فیصلہ کرنے کو معلق کرنا اور اضافت کرنا آیندہ زمانہ پر صحیح نہین ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی۔ اور اسی طرح بعض حکم کو استثناء کرنا مثلاً ہمارے زمانہ مین دعوی تلجیہ کی سماعت منع کرنا یا خاص کسی کے مقدمہ مین حکم نہ کرنا ایسا استثناء صحیح ہی اور مستثنے مین وہ شخص قاضی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت اُسوقت تک نہ کرے کہ مین اپنے سفر سے واپس ہون تو اُسکو نہین جائز ہی کہ سماعت کرے یا اُسمین حکم دے جب تک کہ وہ واپس نہو اور اگر اُس نے فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے کسی حادثہ کے حق مین حکم دیا پھر سلطان نے کہا کہ اِس مقدمہ کی دوبارہ علماء کے سامنے سماعت کرے تو یہ قاضی پر فرض نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور شہر حکم قضا کے نافذ ہونے کے واسطے شرط ہی اور یہ ظاہر الروایۃ ہی اور نوادر مین ہی کہ شرط نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ سلطان نے اگر کہا کہ مین نے تجھکو قاضی بنایا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس شہر مین۔ تو جس شہر مین ہی اُس کا قاضی نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہی کہ تمام شہرون

پر جو سلطان کے تحت مین ہین قاضی ہو جائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور یہی ظاہر تر ہے اگر کسی شہر کے لوگون نے جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کیا کہ آن مین فیصلہ کیا کرے تو قاضی نہ ہوگا اور اگر جمع ہو کر ایک شخص کے ہاتھ پر عقد سلطنت و خلافت قرار دیا تو وہ خلیفہ و سلطان ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر بادشاہ نے کسی سے کہا کہ مین نے تجھکو قاضی بنایا تو قاضی کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرون کو اپنا خلیفہ مقرر کرے مگر اُس وقت مقرر کر سکتا ہے کہ جب سلطان نے اُسے صریحاً اجازت دیدی ہو یا دلالۃً مثلاً کہا کہ مین نے تجھکو قاضی القضاۃ بنایا کیونکہ قاضی القضاۃ اُسی کو کہتے ہین جو قاضیون کے مقرر و معزول کرنے مین تصرف رکھتا ہو یہ ذخیرہ مین مذکور ہے نجم الدین نسفی نے ایک محضر کی نسبت کہا کہ غیر صحیح ہے کیونکہ اُسمین لکھا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہے اور اُسمین یہ نہ تھا کہ قاضی القضاۃ کو سلطان کی طرف سے خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور شمس الائمہ اوزجندی فرماتے تھے کہ حاکم کی طرف سے فرمان مین چاہیے کہ خلیفۃ الحکم از جانب فلان و فلان جو خلیفہ گرداننے کی اجازت فلان کی طرف سے بحکم فرمان صحیح حاصل رکھتا ہے تحریر کیا جاوے۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ مین تجھکو اپنا نائب قضاء مین اس شرط سے کرتا ہون کہ تو رشوت نہ لے اور نہ شراب پیے اور نہ کوئی امر خلاف شرع کرے تو مقرر کرنا اور شرط کرنا دونون صحیح ہین اور اگر انمین سے کوئی چیز اُس نے کی تو قاضی نہ رہیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر قاضی مقرر کر دیا پھر اُسکے ساتھ ملا دیا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت نہ کرے تو اُس شخص کے حق مین معزول ہوگا کذا فی الخلاصہ اور خزانہ مین لکھا ہے۔ کہ اگر امام نے کسی شخص کو قاضی مقرر کیا اور اُسکو خلیفہ بنانے کی اجازت دیدی پھر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ اِس حادثہ مین دعوی اور گواہی سن لے اور گواہون سے سوال کرلے اور اقرار کی سماعت کرلے اور خود حکم نہ کرے بلکہ قاضی کو لکھے اور اُسکو خبر دے تاکہ قاضی خود حکم کرے تو ایسے خلیفہ کو اختیار نہین ہے کہ کچھ حکم کرے مگر اُسی قدر جسکا قاضی نے حکم دیا ہے اور جب یہ مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو قاضی صرف اِس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا نہ اِس اقرار پر حکم دیگا بلکہ مدعی اور مدعا علیہ کو جمع کر کے دوبارہ گواہی ادا کرنے کا حکم دیگا پس اگر گواہون نے دونون کے سامنے ہی گواہی دی تو اُسوقت اِس گواہی پر فیصلہ کر دیگا اور اِس مسئلہ مین بہت سے قاضی غلطی کرتے ہین کہ قاضی کسی شخص کو کسی مقدمہ کی گواہی سُننے کے واسطے مقرر کرتا ہے پھر خط خلیفہ کے ساتھ اُسکو لکھتا ہے پھر وہ شخص قاضی کو لکھتا ہے کہ گواہون نے میرے پاس اِس اسطرح گواہی دی اور اُنکے الفاظ شہادت نقل کر دیتا ہے یا یہ کہ مدعا علیہ نے میرے سامنے ایسا ایسا اقرار کیا پھر قاضی بدون اسکے کہ دوبارہ اپنے پاس گواہ سُنے فیصلہ کر دیتا ہے تو ایسی قضاء صحیح نہین کیونکہ قاضی نے خود یہ اقرار وغیرہ نہین سُنا پھر کیونکر اُس نے اِس گواہی اور اقرار پر فیصلہ کر دیا فقط خلیفہ کے خبر دینے سے۔ مگر اُس صورت مین ہو سکتا ہے کہ جب خلیفہ اور ایک دوسرا آدمی اِس اقرار و گواہی کی گواہی دین اور اِس خلیفہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ خلیفہ دیکھ لے کہ مدعی کے پاس گواہ ہین یا وہ جھوٹا ہے پس شائد اُس کے گواہ ہون مگر عادل نہون یا ایسے گواہون کے الفاظ متفق نہین ہوتے ہین پس قاضی خلیفہ کو سپرد کر دیتا ہے کہ اس مین غور کرے۔ سلطان نے اگر کہا کہ مین نے فلان شہر کی قضا زید یا عمرو کو دیدی تو یہ بسبب جہالت کے صحیح نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور اس نے غیر کو خلیفہ کیا تو خلیفہ کا حکم نافذ نہوگا خواہ یہ استخلاف بسبب عذر کے کیا ہو یا مرض یا سفر مین۔ اگر اس نے امام وقت کی اجازت سے خلیفہ کیا تو یہ خلیفہ امام کی طرف سے قاضی ہوگا یہانتک

کہ قاضی کو اُسکے معزولی کا اختیار نہین ہی مگر جبکہ امام نے قاضی سے کہدیا ہو کہ جسکو تیرا جی چاہے مقرر کر اور جسکو چاہے
معزول کر تو اسکو معزول کر سکتا ہی۔ اور یہ صورت قاضی کی اُس شخص کے برخلاف ہی جو جمعہ کے قائم کرنیکے واسطے
مامور ہوا ہی کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہی اگرچہ امام نے اُسکو اجازت نہ دی ہو۔ قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت
نہوا اور اُس نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے قاضی کی مجلس مین اُسکے سامنے حکم دیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے قاضی کے سامنے
حکم نہ دیا بلکہ اُسکے پیچھے حکم کیا اور وہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اُسنے اجازت دی تو نافذ ہوگا یہ ہمارے
نزدیک ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر مجتہدات مین قاضی نے حکم محکم کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہی
یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر لڑکے کو قاضی بنانا چاہا پھر وہ بالغ ہوا تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ اُس حکم کے موافق قاضی ہو۔ اور
غلام سے اگر قضاء طلب ہوئی پھر وہ آزاد ہوا تو اُس حکم کے موافق قضا کر سکتا ہی۔ فتاوی نسفی مین ہی کہ یہ مسئلہ دریافت
کیا گیا کہ ایک سلطان نے وفات پائی اور رعیت نے اتفاق کر کے اُسکے چھوٹے لڑکے نابالغ کو سلطان بنایا تو قاضیون
اور خطیبون وغیرہ کا کیا حال ہوگا اور چونکہ یہ ولایت نہین رکھتا ہی پس قاضی وغیرہ کا تقرر کیونکر ہی تو فرمایا کہ رعیت کو
چاہیے کہ بڑے آدمی پر اتفاق کرین کہ جو والی ہو اور اُسی کی طرف سے تقرر ہوگا اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے
بیٹے کا تابع سمجھے اور درحقیقت وہ والی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ سلطان نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلان شہر مین
قاضی مقرر کرے اور اُسنے مقرر کیا تو بطور اجازت سلطانی کے صحیح ہی اور اگر اُس نے خود حکم کیا تو صحیح نہین ہی یہ
بزازیہ مین لکھا ہی۔ اگر خلیفہ نے کسی والی شہر سے کہا کہ ہر کرا می باید قضا تقلید کن یا عربی مین قلد من شئت یا اردو
مین مترجم کہتا ہی کہ جسکو تیرا جی چاہے قاضی مقرر کردے تو صحیح ہی اور اگر کہا کہ کسی را قضا تقلید کن یا قلد احدا یا
ایک کو قاضی کردے تو صحیح نہین ہی۔ اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت بتو دادم یا تراوادم
تو وہ شخص قاضی مقرر کرنے کا مالک نہین ہی۔ اور اگر اُسکو کسی شہر کا امیر کیا اور خراج اُس کو چھوڑ دیا اور
رعیت مین تصرف کا اختیار علی العموم دیدیا جیسا کہ مقتضاے امارت ہی تو اُس کو قاضی مقرر کرنے اور معزول
کرنے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام اگر عادل نہو تو اُس کے احکام و حکام جائز ہین اور نابالغ ہو تو اُس کا
تولیہ جائز نہین ہی۔ اور امام کو قرشی ہونا چاہیے اور ہاشمی ہونا شرط نہین ہی اور اگر قریش مین سے نہ پایا جاوے
تو چاہیے کہ عادل و امانت دار ہو کہ قاضی کے شرائط جانتا ہو۔ اگر مقرر کیا ہوا سلطان نابالغ تھا اور وہ پھر بالغ
ہوا تو کیا سلطان باقی رہیگا یا از سر نو بیعت چاہیے اور راجح یہ ہی کہ از سر نو بیعت کی حاجت ہی۔ سلطان نے اگر
کسی شخص کو ایک شہر کی قضا سپرد کی اور اُس مین ایک قاضی تھا کہ اُسکو صریح معزول نہ کیا تو شبہہ یہ ہی کہ پہلا قاضی معزول
نہوگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر سلطان نے ایک طرف کی قضا و خصومت کے سپردگی اور فقط ایک نے حکم دیا تو جائز نہین
ہی جیسے دو وکیلون کا حکم ہی اور اگر انکو اس طرح مقرر کیا کہ ہر ایک قاضی فیصلہ کر سکتا ہی تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین
لکھا ہی۔ سلطان کو اختیار ہی کہ بجاے قاضی کے دوسرا بدل دے خواہ کسی شک کی وجہ سے یا بلا شک کے اور امام اعظم رح
سے یہ روایت صحیح ہی کہ انھون نے فرمایا کہ ایک سال سے زیادہ قاضی کو قاضی نہ رکھنا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور
سلطان کو چاہیے کہ جب ایک سال گذر جاوے تو اُس قاضی کی طرف التفات کرنے اور کہے کہ تجھ مین کوئی خساد
نہین ہی ولیکن مجھے خوف ہی کہ تو علم کو بھول جاوے پس اپنے پڑھنے کو تو علم کا دور کر ... پھر ہمارے پاس آ

تاکہ ہم دوبارہ قاضی مقرر کر دینگے یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ سلطان نے اگر کسی قاضی کو معزول کیا تو معزول نہو جائیگا جب تک کہ اُسکو خبر نہ پہونچے حتےٰ کہ اگر اُس نے معزولی کے بعد خبر پہونچنے سے پہلے کچھ قضیہ فیصل کئے تو جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ وہ باوجود اپنی معزولی سے آگاہی کے بھی معزول نہ ہوگا جب تک کہ دوسرا اِسکی جگہ مقرر نہو تاکہ بندگان خدا کے حقوق محفوظ رہین اور امام یوسف رح نے اُس کو امام جمعہ کی معزولی پر قیاس کیا ہی اور یہ سب جو بیان ہوا اُس وقت ہی کہ جب عزل مطلق ہو اور اگر یہ قید ہو کہ جب یہ حکم فرمان قاضی کو پہونچے تو وہ معزول ہی پس ایسی صورت مین جب تک خط و فرمان نہ پہونچے معزول نہوگا خواہ اُسکو اپنی معزولی کا علم فرمان کے پہونچنے سے پہلے ہوا ہو یا نہوا ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر خلیفہ کا انتقال ہوگیا اور اُسکے قاضی اور والی تھے تو وہ اپنے حال پر مقرر رہینگے۔ اور ہدایۃ الناطفی مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اُسکے خلیفہ جو قاضی ہین معزول ہو جائینگے۔ اور اگر صوبہ دار مر گیا تو اُسکے قاضی معزول ہو جائینگے بخلاف خلیفہ کے انتقال کے کہ اُس سے معزول نہونگے کذا فی الملتقط۔ اگر امام کی طرف سے عامل خراسان کو فرمان پہونچا کہ وہان کے فقیہون یا کسی خاص قوم کو لکھا کہ اُنکو جمع کر کے کہے کہ قاضی کے باب مین غور کرین اگر اُنکو پسند ہو تو پھر مقرر کر دے ورنہ اُس کو معزول کر دے پھر اُن لوگون نے جمع ہو کر ناپسند کیا اور عامل نے رشوت لیکر لکھدیا کہ وہ لوگ راضی ہین اور قاضی کو چھوڑ دیا وہ حکم دیتا رہا تو صحیح ہی کیونکہ وہ معزول نہین ہوا ہی اور اگر ابتدائی تقرری مین ایسا ہوا ہو تو اُسکے قضایا نافذ نہونگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ قاضی اگر اندھا ہوگیا پھر بینا ہوگیا تو وہ اپنے عہدہ پر باقی رہیگا جیسے بعد مرتد ہونے کے اسلام لایا و لیکن بحالت مرتد ہونے اور اندھے ہونے کے اُس کے فیصلے نافذ نہونگے۔ چار چیزین ہین کہ اگر وہ قاضی مین پیدا ہون تو معزول ہو جائیگا آنکھ کی بینائی جاتی رہنی اور ایسے ہی سماعت اور عقل جاتی رہنی اور مرتد ہو جانا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ قاضی اگر معزول کیا جاوے تو بعض نے کہا کہ اُسکا نائب بھی معزول ہوگا اور اگر مر جاوے تو نہین معزول ہوگا اور فتوے اس پر ہی کہ قاضی کی معزولی سے نائب معزول نہوگا کیونکہ وہ سلطان کی یا عام لوگون کی طرف سے نائب ہی اور قاضی کی معزولی سے نائب قاضی معزول نہوگا یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ سلطان نے اگر کسی کو مقرر کیا اور اُس نے اُس کو رد کر دیا پس اگر بالمشافہہ مقرر کیا تو اُسکو نہین پہونچتا ہی کہ رد کرنے کے بعد قبول کرے اور اگر غیبت مین مقرر کیا مثلاً اپنا فرمان اُسکو بھیجا اور اُس نے رد کیا پھر قبول کیا تو جائز ہی۔ اور اگر تقرری کسی ایلچی کے ذریعہ سے تھی اور اُس نے رد کر دی تو اُسکو اختیار ہی کہ سلطان کو رد کی خبر پہونچنے سے پہلے قبول کرے۔ قاضی نے جب کہا کہ مین نے اپنے تئین معزول کیا یا مین نے اپنے تئین عہدۂ قضا سے الگ کر لیا اور سلطان نے اسکو سن لیا تو معزول ہوگیا اور بدون بادشاہ کے سننے کے معزول نہوگا اور اسنے اگر بادشاہ کو خط لکھا کہ مین نے اپنے تئین معزول کیا اور یہ خط بادشاہ کے پاس آیا تو قاضی معزول ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔

چھٹا باب سلطان اور امراء کے احکام کے بیان مین اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان مین۔ نوازل مین ہی کہ اگر سلطان نے دو شخصون مین حکم دیا تو نافذ نہوگا اور ادب القاضی خصاف رح مین ہی کہ نافذ ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو امیر کی طرف سے نہ ہو

تو امیر کو اختیار نہین ہی کہ فیصلہ کرے اور اگر اُسنے قضاء کا فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا۔ ہشام کی روایت ہی کہ مین نے
امام ابو یوسف رح سے سُنا ہی کہ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو پھر خلیفہ نے انتقال کیا تو امیر کو اختیار نہین ہی
کہ قاضی مقرر کرے اگرچہ مع عشر و خراج وہان کا امیر ہو اور اگر اِس امیر نے حکم کیا تو اُسکا حکم جائز نہوگا اور اسیطرح
اگر اِس امیر نے کوئی قاضی اپنی طرف سے مقرر کیا تو اُسکا حکم بھی جائز نہوگا اور اگر اِس قاضی کے پاس جسکو امیر نے مقرر
کیا ہی خلیفہ کا خط آیا تو یہ قضاء کا تمام کرنا نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ شیخ الاسلام ابو الحسن سے دریافت
کیا گیا کہ اگر قاضی کی کسی شخص سے خصومت ہو اور اُسنے فیصلہ کیواسطے خلیفہ کے سامنے پیش کیا اور اُس نے حکم دیا تو جائز
ہی انھون نے فرمایا کہ نہین کیونکہ اُسکا حکم قاضی کے حق مین ایسا ہی جیسے اپنے واسطے خود فیصلہ کرکے خود حکم دیدیا ہو اور شیخ
ابو الحسن نے فرمایا کہ جو ایسی بلا مین مبتلا ہو تو چاہیے کہ سلطان سے درخواست کرے کہ دوسرا قاضی مقرر کر دے کہ
اُس سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرا دے یا کسی حاکم حَکَم کے پاس پیش کرکے دونون راضی ہو جائین پھر وہ حکم دیدیوے تاکہ
نافذ ہو جاوے اور بعض مشائخ نے اِسکو جائز رکھا ہی کہ خلیفہ اُسکے واسطے یا اُسکے اوپر فیصلہ کر دے۔ اور نوازل مین
بھی اِسپر دلالت موجود ہی کیونکہ اِسمین مذکور ہی کہ کسی نے سلطان پر قاضی کے سامنے نالش کی پھر قاضی مع سلطان
کے ایک جگہ بیٹھے اور مدعی زمین پر بیٹھا تو شیخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ قاضی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو اور مدعی کو اپنی جگہ
بٹھاوے اور خود زمین پر بیٹھے پھر دونون مین فیصلہ کر دے۔ اور یہ روایت صحت کو پہونچی کہ زمانۂ امام ابو یوسف رح
مین کسی یہودی نے خلیفہ ہارون رشید پر نالش کی اور قاضی ابو یوسف رح نے اُسکی نالش کی سماعت کی۔ اور خصاف رح
نے ذکر کیا ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے شریح کو قاضی کیا۔ اور اپنی ایک نالش اُنکے یہان پیش کی۔ خصاف رح نے کہا کہ اگر
قاضی نے اُس امام کے واسطے جس نے اُسے مقرر کیا ہی کوئی فیصلہ کیا یا اُس کے اوپر حکم دیا تو جائز ہی اور اسیطرح
اگر امام کے بیٹے یا اُسکے باپ یا اُسکی زوجہ کے واسطے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہی اور اسیطرح اگر قاضی القضاۃ نے اپنے
مقرر کیے ہوے قاضی کے سامنے نالش کر دی اور اُسنے اِسکے لیے یا اُسکے اوپر فیصلہ کیا تو جائز ہی۔ اسیطرح اگر امام نے
مثلاً خراسان پر ایک قاضی مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اطراف مین اور قاضی مقرر کر دے اور اُسنے مقرر کر دیے پھر بڑے قاضی
نے اِن قاضیون مین سے کسی کے پاس مقدمہ پیش کیا تو جائز ہی خواہ اُسپر اُسنے حکم دیا یا اُسکے واسطے حکم کیا ہو۔ اور واضح
ہو کہ پہلے قول کی تائید اِس سے نکلتی ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت
کیا کہ ایک قاضی کا شہر جو ارکسی شخص کے ذمہ ثابت ہوا اور اُسنے نہ دیا اور انکار کیا اور اُس شہر کا والی ایسا نہین ہی
کہ جو قاضی مقرر کر سکے۔ تو امام نے فرمایا کہ والی دونون سے کہیگا کہ تم دونون کوئی حکم مقرر کرلو کہ فیصلہ کر دے پھر مین
نے کہا کہ اگر وہ شخص اِسسے نہ مانے تو فرمایا کہ اُس پر جبر کیا جاویگا۔ پس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس صورت مین
حکم مقرر کرنے کی طرف التفات کیا اور یہ نہ کہا کہ خلیفہ یا قاضی مطلق اُن مین فیصلہ کر دے اور حکم مقرر کرنا حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہی کہ انھون نے ایک جھگڑے مین جو اُنکے اور ابی بن کعب کے درمیان مین واقع
تھا زید بن ثابت کو حکم قرار دیا اور دوسرے جھگڑے مین شریح کو حکم بنایا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ہشام کہتے ہین کہ
مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ شہر کا قاضی مرگیا اور وہان کا والی حقوق کی تقرر قضا نہین ہی تو کیا خصوم
پر جبر کیا جاویگا کہ باہم ایک حکم مقرر کرین پس امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن صورتون مین یہ احتیاج

[illegible] اس بات کی ولایت نہین ہو کہ دوسرا قاضی مقرر کرسکے ۱۲

واقع ہو کہ مقضی علیہ [1] دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہی اور مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مثل قرض و غصب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور منتقی مین ہی کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے یہان دوسرے پر نالش کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اُسکے بیٹے کے اوپر ہوتا ہی تو فیصلہ کردے اور اگر اُسکے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہی تو دونون سے کہدے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کرو یہ محیط مین لکھا ہی۔ قاضی کو اُس امیر کیواسطے جس نے اُسکو قاضی کیا ہی فیصلہ کردینا صحیح ہی اسی طرح پہنچے کے قاضی کو اونچے اور نیچے دونون قاضیون کے واسطے فیصلہ کردینا درست ہی اور قاضی کو اپنی عورت کی ماں کے واسطے فیصلہ کردینا درست ہی بشرطیکہ اُسکی عورت مرگئی ہو۔ اور جب تک اُسکی ماں زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہی۔ اور اسیطرح اگر والد کی جورو کے واسطے فیصلہ کردیا تو درست ہی بشرطیکہ والد کا انتقال ہوگیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی

حد القذف اور قصاص اور تعزیر مین امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا یہ سراجیہ مین ہی۔

ساتوان باب۔ قاضی کی نشست اور اُسکے مکان نشست اور متعلقات کے بیان مین۔ قاضی حکم قضا کے واسطے جلوس ظاہری کے طور پر بیٹھے اور مسجد مین تاکہ اُسکا ٹھکانا اکثر مسافرون اور بعض مقیم لوگون پر پوشیدہ نہ رہے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور جامع مسجد اولی ہی پھر جس مسجد مین جماعت قائم ہوتی ہی اگرچہ اُس مین جمعہ نہ پڑھا جاوے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جامع مسجد بیچ شہر مین ہو اور اگر شہر کے کنارے ہو تو چاہیے کہ دوسری مسجد جو بیچ شہر مین ہو اختیار کرے تاکہ بعض مقدمے والون کو شہر کے کنارے جانے مین مشقت نہو۔ اور اگر اپنے قوم کی مسجد مین بیٹھا تو کچھ ڈر نہین ہی اور یہی بعض سلف سے روایت ہی اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم بھی جب ہی کہ اُسکی مسجد قوم بیچ شہر مین ہووے اور بازار کی مسجد مین بیٹھنا اختیار کرے کیونکہ وہ بہت مشہور ہوتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ جب قاضی مسجد مین داخل ہوا تو میرے نزدیک مستحب ہو کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور چار رکعت افضل ہی کہ وہ دن کی نماز ہی پھر اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اُسکو توفیق و سداد عطا کرے اور عصیان سے بچاوے پھر حکم دینے کیواسطے بیٹھے۔ اور اگر اپنے ساتھ اہل فقاہت و کرامت کو بٹھانا چاہے تو اپنے قریب بٹھاوے اور ایسے ہی اہل امانت بھی اُس سے قریب ہونگے۔ اور کچھ ڈر نہین ہی کہ تنہا بیٹھے اگر قضایا کا عالم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر قاضی جاہل [2] ہو تو مستحب ہی کہ اُسکے ساتھ اہل علم بیٹھین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اُن لوگون سے مشاورت کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور خصومت کے وقت مشاورت نہ کرے یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اور رجزدان اپنے داہنی طرف رکھے کیونکہ اُسمین سجل اور محضر اور نوشتہ ہوتے ہین اور اُنکا سامنے ہونا چاہیے اور اُسکا کاتب کچھ ہٹکر اُس سے بیٹھے اس طرح کہ قاضی اُسکو دیکھتا رہے تاکہ وہ رشوت لیکر الفاظ شہادت مین زیادتی و کمی نہ کردے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر اپنے گھر مین بیٹھنا اختیار کیا تو کچھ ڈر نہین ہی اور لوگون کو اُس دار مین آنے کی اجازت دیوے اور جو اُسکے ساتھ بیٹھتے ہون بیٹھین یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اولی یہ ہی کہ دار وسط شہر مین ہو جیسا کہ مسجد کا حکم ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور مبسوط مین مذکور ہی کہ اپنے منزل مین جہانکہ حکم قضا دینے [illegible] آنکا [illegible] کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ قضا کا [illegible] مکان [illegible] ساتھ خصوصیت نہین [illegible] اور اگر اپنے بیت مین بیٹھا تو چاہیے نزدیک [illegible] یہ [illegible] لکھا ہی [illegible]

[1] مقضی علیہ [illegible]
[2] قولہ جاہل [illegible]

اگر قاضی مسجد یا دار مین بیٹھا تو ایک دربان مقرر کرے کہ خصوم کو ازدحام سے منع کرے۔ اور بواب کو حلال نہین ہی کہ اُس سے کچھ لیکر آنے کی اجازت دیدیوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ پھر اگر مسجد مین بیٹھا تو حائض (دربان ۱۲) اور جو یا یہ کے واسطے باہر نکلے اور مسجد مین حد نہ مارے اور نہ تعزیر دے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور راستہ مین بیٹھنے (حیض والی عورت ۱۲) مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ راہ چلنے والون پر تنگ نہو یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر قاضی مسجد مین آیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ خصوم کو سلام کرے اور ارادہ اُس سے عام سلام ہو پھر مشائخ نے اِس مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اُن پر سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور نہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی تاکہ ہیبت باقی رہے اور حشمت زیادہ ہو اور اِسیواسطے والی اور امیر لوگون مین رسم ہی کہ جب داخل ہوتے ہین تو سلام نہین کرتے ہین اور بعض مشائخ نے کہا کہ اُسپر سلام کرنا واجب ہی اور ترک کرنے کی گنجائش نہین ہی اور اسیطرح والی اور امیر پر بھی آنے کے وقت سلام واجب ہی اور ترک کرنے کی گنجائش نہین ہی پھر جب قاضی کسی طرف مسجد مین حکم کے واسطے بیٹھ گیا تو خصوم پر سلام نہ کرے اور نہ وہ لوگ قاضی کو سلام کرین اور بعض مشائخ نے کہا کہ اِسی سے یہ رسم جاری ہوئی کہ لوگ جب والی اور امیرون کے پاس جاتے ہین تو سلام نہین کرتے ہین اور نہ وہ اِن پر سلام کرتے ہین کیونکہ جب قاضی مین یہ حکم ہی تو والی اور امیرون مین بدرجہ اولی ہوگا اور یہ امر ایسا صحیح نہین ہی جیسا کہ ان لوگون نے گمان کیا ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ لوگ آمرا کو سلام کرین اور آمرا لوگون کو بخلاف قاضی کے اور فرق یہ ہی کہ والی و امیر اسواسطے بیٹھا ہی کہ زیارت کرے اور سلام زائرین کا تحیۃ ہی اور قاضی فیصلہ اور حکم دینے کے واسطے بیٹھا ہی نہ زیارت کے واسطے اور اگر با اینہمہ لوگون نے اُسکو سلام کیا تو اُسکو جواب دینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اِس مین اشارہ ہی کہ اُس پر جواب سلام واجب نہین ہی بلکہ مختار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے کذا فی ادب القاضی اور اگر قاضی نے جواب دینا چاہا تو وعلیکم سے زیادہ نہ کرے اور گواہ قاضی کو سلام کرے اور قاضی اُس کو جواب دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ تعالی سے منقول ہی کہ جو شخص اپنے تلامذہ کے فقہ سکھلانے کو بیٹھا اور کسی آنے والے نے اُسکو سلام کیا تو اُسکو گنجائش ہی کہ اُسکو جواب سلام نہ دیوے اور ایسے ہی اِس شخص کے حق مین بھی فرماتے ہین جو ذکر کرنے کے واسطے بیٹھا خواہ کسی طرح یاد آتی ہو پھر کسی آنیوالے نے اسکو سلام کیا تو گنجائش ہی کہ اسکا جواب نہ دے اور جب قاضی فیصلہ مقدمات کے واسطے بیٹھا تو چاہیے کہ ایک آدمی اُسکے سامنے کھڑا ہو کہ لوگون کو بے وقت آگے بڑھنے سے اور بے ادبی سے منع کرے اور ایسے شخص کو صاحب المجلس کہتے ہین اور اُسکو شرطی اور عریف اور جلواز بھی کہتے ہین اور اُسکے ساتھ ادب کا کوڑا بھی ہونا چاہیے اور چاہیے کہ یہ شخص امین ہو اور طامع نہ ہونا چاہیے کہ رشوت لیکر بعضے خصوم کی طرفداری کرے اور بے ادبی کے وقت اُسکی تادیب نہ کرے۔ جب دونون مقدمہ والے قاضی کے سامنے بیٹھین اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ صاحب المجلس چلا جاوے تو اُسکو حکم دیوے کہ اُٹھکر دور بیٹھا جاوے تاکہ اُسکو نہ معلوم ہو کہ دونون مقدمہ والے اور قاضی مین کیا ہوتا ہی کہ کسی مقدمہ والے کو اُس سے اطلاع نہ دیوے اور نہ کسی کو کچھ سکھلاوے پڑھاوے اور قاضی کو ایسا کرنا چاہیے اگرچہ صاحب المجلس امین ہو اور اگر اپنے قریب رہنے دیا تو کچھ ڈر نہین ہی اور ماحصل یہ ہی کہ کل کام جنمین لوگون کی بھلائی اور احتیاط ہو قاضی ملحوظ رکھے اور اِس صاحب مجلس کو یہ نچاہیے کہ کسی مقدمہ والے سے خفیہ باتین کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور اولی ہی

کہ امین کو اپنے بیٹھنے کی جگہ اپنے آنے سے پہلے بھیجے تاکہ وہ یاد رکھے کہ پہلے کون آیا ہی اور پھر کون آیا ہی اسی ترتیب سے تاکہ اسی طرح مقدم کرے اور کسی کو اُسکی منزلت اور سلطنت کی وجہ سے مقدم نہ کرے۔ اور اگر اُسکی راے مین یہ آیا کہ مسافرون کو مقدم کرے (یعنی مقدمہ والون کو ۱۲) تو کر سکتا ہی۔ اور اگر وہ لوگ کثرت سے ہون کہ اُنکی طرف توجہ سے اہل شہر رہے جاتے ہون تو اُنکو اپنے مرتبہ پر لوگون کے ساتھ رکھے اور عورتون کو الگ رکھے اور مردون کو الگ اور اگر عورتون کے واسطے ایک روز علیحدہ مقرر کرے تو اسمین اُنکی زیادہ پردہ پوشی ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص اسی رات اپنے اہل مین پہونچ جاوے وہ بمنزلہ مقیم کے ہی اور جسکی رات غیرون مین گذرے وہ مسافر کے حکم مین ہی و لیکن جو مسافر ہی اُسکا حال سخت ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر قاضی کو بوجہ غربت اور مسافرت کے مقدم کرنے کی راے معلوم ہووے تو صرف اس قول مین کہ مین مسافر ہون اور میرا ارادہ اپنے وطن لوٹ جانے کا ہی اُسکی تصدیق نہ کریگا بلکہ اُس سے گواہ طلب کریگا کہ یہ مسافر ہی ایسا ہی امام محمد رحمہ سے مروی ہی اور عدالت اس شہادت کے واسطے شرط نہین ہی اگر گواہون کا حال مستور ہو (پوشیدہ ہو ۱۲) تو بھی کفایت کرتا ہی اور بعضے اصحاب حنفیہ نے کہا کہ اُن رفیقون سے دریافت کرے جنکے ساتھ اسکا ارادہ جانے کا ہی کہ یہ لوگ کب جاوینگے اور کیا فلان شخص بھی انکے ساتھ جائیگا پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہان تو عذر سفر متحقق ہو جائیگا۔ اگر قاضی کے دروازے پر ارباب شہود و ایمان جمع ہوے اور مسافر اور عورتین جمع ہو گئین پس اگر قاضی نے ارباب شہود کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہی اور اگر مسافرون کو مقدم کیا تو اُسکو اختیار ہی اور اگر عورتون کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور چاہیے کہ قاضی جب دونون مقدمہ والون کو بلاوے تو برابر بٹھلاوے اور دونون کو اپنے سامنے بٹھلاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور دونون کی طرف لحاظ اور کلام مین مساوات ملحوظ رکھے اور کسی ایک سے خفیہ بات نہ کرے اور نہ اُسکی طرف اشارہ کرے نہ ہاتھ سے اور نہ سر سے اور نہ ابرو سے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور کسی ایک کے بالمواجہہ نہ ہنسے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اور مجلس حکم مین مزاح سے مطلقاً پرہیز کرے خواہ دونون کے ساتھ یا ایک کے ساتھ یا غیر کے ساتھ ہو اور غیر مجلس حکم مین بھی زیادہ مزاح نہ کرے کیونکہ اُس سے مہابت جاتی رہتی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح قاضی کو نہ چاہیے کہ کشادگی کے ساتھ ایک سے کوئی ایسی بات بولے جو دوسرے سے نہین بولا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر اُسکے قلب کا میلان دونون مخاصمون سے ایک کی طرف ہو اور چاہیے کہ اُس کی دلیل غالب ہو تو اُس سے مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ بے اختیار امر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور حاصل یہ ہی کہ قاضی برابر کرنے پر مامور ہی مگر جہانتک برابری ممکن ہو پس جتنی چیزون مین دونون مین برابری کر سکتا ہی اُن کے ترک کرنے سے ماخوذ ہوگا اور جن چیزون مین برابری نہین کر سکتا ہی اُن مین معذور ہی اور ماخوذ نہ ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر دونون مخاصمین مین سے ایک سلطان ہو یا عالم ہو پھر سلطان اُس کے برابر بیٹھا اور خصم زمین مین بیٹھا تو قاضی کو چاہیے کہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو اور زمین مین بیٹھے اور اُس خصم کو اپنی جگہ بٹھلاوے تاکہ ایک کی دوسرے پر تفضیل نہ لازم آوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ایک مقدمہ والے کی مہمانداری نہ کرے مگر جبکہ دوسرا بھی اُس کے ساتھ ہو تو جائز ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور ایک کے ساتھ ایسی زبان مین گفتگو نہ کرے کہ جسکو دوسرا نہ جانتا ہو یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور مختصر خواہر زادہ مین ہی کہ اپنی منزل

مین دونون مین سے ایک کے ساتھ تخلیہ نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور قاضی کو ایسا فعل نہ کرنا چاہیے کہ جس سے تہمت لگائی جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور ایک کی طرف سے اپنی گردن پھیر لینا مکروہ ہے اور شرعاً ممنوع ہے اور مکروہ ہے کہ دونون سے ایک کو اپنے مکان مین آنے کی اجازت دیوے۔ اور جس کا مقدمہ نہو اُسکو اجازت دینے کا مضائقہ نہین ہے کہ سلام کرنے یا کسی حاجت کے واسطے آوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور ایک شخص کو داہنی طرف اور دوسرے کو بائین جانب جگہ نہ دے کیونکہ دائین طرف افضل ہوتی ہے اور ایسی برابری چھوٹے بڑے مین کرے حتیٰ کہ اُسپر واجب ہے کہ باپ اور بیٹے اور خلیفہ و رعیت اور ذمی و شریف مین بھی مساواۃ لحوظ رکھے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ صاحب الاقضیہ نے لکھا ہے کہ خصوم کی نشست قاضی سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہونی چاہیے اسطرح کہ دونون کا کلام بدون آواز بلند کرنے کے سُننے مین آوے۔ اور جس وقت مجلس مین بیٹھے تو چاہیے کہ محراب سے تکیہ دے اور خصاف رح وغیرہ کے زمانہ مین قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے اور ہماری رسم بہتر ہے اور قاضی کے پیادے اُس کے روبرو حاضر رہین تاکہ لوگون مین ہیبت ہو مگر اُن کو اتنی دور رکھے کہ جو کچھ مقدمہ والون اور قاضی مین گفتگو ہوتی ہے اُس کو نہ سنین اور بعض مسائل مین قاضی کی راے نہ معلوم کرین اور اُسکے باطل کرنے کے واسطے حیلہ نہ تلاش کرین یہ محیط مین لکھا ہے۔ جب دونون خصم آگے بڑھین تو مدعی سے اُسکا دعوی دریافت کرے اور یہ خصاف رح اور ابوجعفر رح نے ذکر کیا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعضون نے کہا کہ قاضی دعوے دریافت نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور مدعی کا دعویٰ سماعت کرے اور بعضون نے کہا کہ دریافت کرے اسی کو خصاف رح اور ابوبکر رح نے لیا اور ایسا ہی محاضر ابن سماعہ اور منتقی مین ہے اور شیخ الاسلام علی البزدوی نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق قاضی دریافت کرے اور امام محمد رح کے نزدیک خاموش رہے اور خانیہ مین لکھا ہے۔ کہ جب خصوم قاضی کے سامنے بیٹھین تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُنسے دریافت کرے کہ تم مین سے کون مدعی ہے اور جب مدعی معلوم ہوا تو اُس سے کہے کہ کیا دعویٰ ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ایسا نکرے اور قول امام ابو یوسف رح کا ارفق ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جب دونون حاضر ہون تو قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے دونون سے گفتگو شروع کرے اور کہے کہ تم دونون کیا چاہتے ہو اور چاہے اُنھین پر گفتگو چھوڑ دے اور یہی بہتر ہے تاکہ وہ جھگڑے کو چھیڑنے والا نگنا جاوے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ پھر اگر اُس سے سوال کیا یا نہ کیا بلکہ اُس نے خود ہی دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے جواب دعویٰ مدعی دریافت کرے یہ صاحب اقضیہ اور خصاف رح نے ذکر کیا ہے قاضی دعویٰ مدعی کو ایک صحیفہ مین لکھے اور اسمین غور سے دیکھے کہ صحیح ہے یا فاسد ہے اگر فاسد ہو تو مدعی علیہ پر متوجہ نہو لیکن مدعی سے کہے کہ اُٹھ اور اپنے دعوے کی تصحیح کر یہ خصاف رح نے ایک مقام پر ادب القاضی مین ذکر کیا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ ایسا نہ کہے اور اسی کو ہمارے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ کہے کہ تیرے لیئے یہ تقریر دعوے فاسد ہے پس مجھپر اسکی سماعت واجب نہین ہے اور یہ تلقین نہین ہے بلکہ دعوے کے فاسد ہونے کا حکم بیان کرتا ہے اور اگر اُس کا دعوے صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرے خصم نے تجھپر ایسا ایسا دعوے کیا ہے پس تو اُس کے جواب مین کیا کہتا ہے۔ ایسا ہی خصاف رح نے ذکر کیا ہے اور یہی کتاب الاقضیہ مین ہے اور اس مین بھی مشائخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مدعی سے استفسار مین اختلاف ہے یعنی بعضون کے نزدیک مدعا علیہ سے جواب طلب نہ کرے بلکہ

اُس کی طرف دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جب صاحب دعوے نے گفتگو شروع کی تو دوسرے کو خاموش کردے اور صاحب دعوے کی گفتگو سُنے کیونکہ اگر دونون نے یکبارگی کلام کیا تو کسی کا کلام سمجھ مین نہ آوے گا پھر جب وہ کلام کر چکا تو اُس کو حکم دے کہ خاموش رہے اور دوسرے سے دریافت کرے اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دوسرے سے بلا درخواست مدعی بھی دریافت کرے اور یہی ہمارے نزدیک اصح ہی اور بعض قاضیون نے اختیار کیا کہ بدون درخواست مدعی کے جواب نہ لے گا یہ سغناقی مین لکھا ہی۔ اور گواہون کو اس طرح نہ سکھاوے کہ کیا تو اسطرح گواہی دیتا ہی اور امام ابو یوسف رح نے اسکو اُن صورتون مین مستحسن رکھا ہی کہ جنمین تہمت نہو مثلاً وہ شخص امین ہوا اور عالم ہو کہ اسکے سکھلانے کی ضرورت نہو اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ قاضی کے دبدبہ اور ہیبت سے گواہ کی زبان بند ہو جاتی ہی پس اسکے اسطرح پوچھنے سے ایک مسلمان کا حق سرسبز ہوتا ہی اور قنیہ اور خزانہ مین لکھا ہی کہ جو مسائل قضا سے متعلق ہین اُنمین امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی اسلیے کہ اُنکو تجربہ سے زیادہ علم حاصل ہوا تھا کذا فی شرح ابو المکارم۔ قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی کو دونون خصم مین سے حجت سکھلاوے مگر جب ایک سے قسم طلب ہوئی اور قسم لینے کا وقت آیا پس اگر مدعی کے گواہ حاضر نہون تو اس سے دریافت کرے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہین۔ نوازل مین ہی کہ شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصون نے قاضی کے سامنے بذکر مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا کہ میرے اسپر ہزار درم ہین اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے اسکا جواب طلب کرے۔ اور ابو بکر نے فرمایا کہ دو شخص یحیی بن اکثم کے آگے آئے اور ایک نے کہا کہ میرے اس شخص پر ہزار درم ہین پھر یحیی نے اُس سے کہا کہ تو نے مجھے ایک خبر سنائی پھر تو کیا چاہتا ہی اور مراد یہ تھی کہ یہ دعوی صحیح نہ تھا جب تک کہ ایک بار یہ نہ کہے کہ میرا حق دلا یا جاوے یا مثل اُسکے کوئی لفظ کہے اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ یہ ہمارے نزدیک کچھ نہین ہی کیونکہ وہ دونون تو اسی غرض سے آئے تھے۔ پھر جب قاضی نے جواب مدعا علیہ کا سُن لیا تو اسکو ایک کاغذ پر لکھے یا کاتب سے کہے کہ اُسکے سامنے تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان قاضی کے پاس فلان روز فلان مہینہ کی فلان تاریخ فلان سنہ مین حاضر ہوا۔ پھر اگر قاضی مدعا علیہ اور مدعی کو پہچانتا ہی تو اُن کو ایک رقعہ مین شناخت کے طور پر لکھے کہ فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان بن فلان شخص کو لایا اور اگر نہ پہچانتا ہو تو یون لکھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان ہی یعنی باپ و دادا کی طرف اُسنے نسبت کی یا موٹے تھا تو لکھے فلان شخص موٹے فلان بن فلان کا ہی پھر اگر اُسکی کوئی تجارت یا صناعت ہو کہ جس سے پہچانا جاتا ہی تو زیادہ شناخت کے واسطے اُسی کی طرف نسبت کردے اور اسی طرح زیادہ شناخت کیواسطے اُسکا حلیہ ذکر کردے ولیکن حلیہ ایسا ذکر کرے کہ جس سے اُسکی زینت ہو نہ برائی پھر لکھے کہ یہ شخص ایک دوسرے شخص کو لایا کہ یہ فلان بن فلان ہی جیسی صورتین ہم نے مدعی کی طرف ذکر کی ہین سب لکھے۔ پھر لکھے کہ اس مدعی فلان بن فلان نے فلان بن فلان مدعا علیہ پر یہ دعوے کیا ہی اور بدون زیادتی و نقصان کے اُسکا دعوی تحریر کرے۔ پھر لکھے کہ قاضی نے مدعا علیہ فلان بن فلان سے جواب اُس دعوی مذکورہ بالا کا جو فلان بن فلان مدعی نے پیش کیا ہی دریافت کیا پس اگر مدعا علیہ نے اُس کا اقرار کر لیا ہو تو تحریر کردے اور خزانہ مین لکھا ہی کہ مدعا علیہ کو حق ادا کر دینے کا حکم دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُس نے انکار کیا ہو تو اُس کا انکار تحریر کردے تاکہ بعد اس کے دریافت ہو کہ اسپر گواہ طلب

کرنا چاہیے تھا یا نہین اور اس انکار کو بلفظ لکھنا چاہیے نہ یہ کہ اُسکو زبان عربی مین لیجاوے مگر جبکہ بدون زیادتی وکمی
کے بجا لانا ممکن ہو اور بدون اِس کے کہ اُس مین کوئی کلمہ مبہم مشترک داخل کرے کیونکہ انکار کا حکم آسکے اختلاف
انواع کے موافق بدلجاتا ہو مثلاً جسکے پاس ودیعت تھی اگر اُس نے سرے سے ودیعت کے رکھنے سے انکار کیا پھر
واپس کرنے یا تلف کرنے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا اور اگر اسطرح منکر ہوا کہ مجھپر تیرے بسبب ہوے مال کا سپرد کرنا واجب
نہین اور نہ اُسکی قیمت واجب ہو پھر اُس کے واپس دینے یا تلف ہونے کا دعوی کیا تو اس کا دعوی مسموع ہوگا پس اسی
واسطے چاہیے کہ اُسکی عبارت بلفظہ بدون کمی وزیادتی کے تحریر کرے تاکہ اسی کی بنا پر حکم دیا جاوے اور یہ جو ذکر ہوا خصاف
اور ابوجعفر رح کے قاضیون کی رسم تھی اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کی رسم اِس سے بہتر ہو یعنی مدعی قاضی کے دروازہ کے
کاتب کے پاس آتا ہو اور وہ اُسکا دعوی ایک بیاض مین لکھتا ہو اور لکھتا ہو کہ قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اس قاضی
کا نام لکھتا ہو اور تاریخ کی جگہ چھوڑ دیتا ہو پھر مدعی کا نام اور اُسکا نسب تحریر کرتا ہو پھر مدعا علیہ اور اُسکا نسب تحریر
کرتا ہو پھر دعوی مع شرائط تحریر کرتا ہو پھر جواب کی جگہ چھوڑ دیتا ہو پھر جب مدعی یا اُسکا وکیل بیٹھا تو اُسی تحریر کے
موافق سوال پیش کرتا ہو اور قاضی مدعا علیہ سے اُسکا جواب طلب کرتا ہو اور جب اُس نے اقرار یا انکار کا جواب دیا
تو بیاض اُس نے قاضی کو دی کہ اُسنے تاریخ لکھی اور آخر مین جواب بعبارۃ المدعی علیہ تحریر کیا پھر اگر اُسنے اقرار کر لیا تو قاضی
حکم دیگا کہ تو اپنے عہدہ سے نکل گیا اور اگر اُسنے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اسنے انکار کیا تو کیا چاہتا ہو اور یہ خصاف رح
اور ابوجعفر رح نے ذکر کیا اور اسمین اختلاف ہو پس اگر مدعی نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے تو قاضی موافق رائے
خصاف رح اور ابوجعفر رح کے اِس سے کہے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہین اگر اُسنے کہا کہ نہین ہین تو مدعا علیہ سے قسم لیگا
اور اگر اُسنے کہا کہ ہان تو قاضی اُنکے حاضر لانے کا حکم دیگا اور گواہون کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ سب
لکھیگا یا کاتب سے لکھوائیگا پھر جب مدعی نے اپنے گواہ پیش کیئے تو کاتب فقط اُنکی گواہی کے الفاظ بدون کمی یا زیادتی
کے تحریر کریگا پھر جب گواہ قاضی کے سامنے بیٹھے اور گواہی کا وقت آیا تو قاضی بیاض کو لیگا اور اُن کی گواہی دریافت
کرے گا اور اگر خود قاضی نے اُن کے الفاظ شہادت لکھے تو بہت اوثق اور زیادہ احتیاط ہو پھر قاضی اُن کے
الفاظ شہادت دعوے کے ساتھ مقابل کرے گا پس اگر دعوی کے موافق ہون اور قاضی نے گواہون کا عادل ہونا
بھی معلوم کیا تو مدعا علیہ سے کہیگا کہ تیرے پاس اِس کا دفعیہ ہو اگر اُس نے کہا کہ ہان مگر تو مجھے مہلت دے کہ مین اُسے
پیش کرون تو اُسکو مہلت دیگا اور اگر اُس نے کہا کہ نہین تو حکم اُس پر جاری ہوگا۔ اور اگر قاضی نے گواہونکو عادل
نہ جانا تو توقف کرے گا۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہین مگر مین مدعا علیہ سے قسم چاہتا ہون پس اگر یہ
مراد ہو کہ گواہ اسی مجلس مین حاضر ہین تو قاضی اُس کی استدعا قبول نہ کرے اور نہ مدعا علیہ سے قسم لیگا بالاجماع
ایسا ہی قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ شہر مین موجود ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک مدعا علیہ
سے قاضی قسم نہ لیگا اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ لیگا اور امام محمد رح کا قول مضطرب ہو اور جب یہ مسئلہ مختلف فیہ
پس اگر قاضی کے نزدیک حلف لینا روا تھا اور اُس نے حلف لیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی اور پھر قاضی سے طلب کیا
کہ مجھے ایک تحریر چاہیے کہ فلان شخص نے فلان شخص پر دعوی کیا اور اُس نے قسم کھالی تاکہ یہ شخص دوبارہ اسی
قاضی کے یہان یا دوسرے قاضی کے پاس نالش نہ کرے اور بغیر قسم نہ لے تو قاضی اُس کو تحریر کر دیگا اور قاضی کو

بیان کیا ۱۲ م

اختیار ہے کہ چاہے علٰحدہ رقعہ مین لکھدے یا اُسی بیاض مین جس مین دعوی و انکار ہے تاریخ لکھکر دیدیوے پھر واضح ہو کہ دو حال سے خالی نہین یا تو دعوی کسی عین مین واقع ہو گا یا دین مین پس اگر دعوی دین کا کیا اور مدعی بہ کوئی کیلی چیز ہے تو دعوی جب صحیح ہو گا کہ مدعی اُسکی جنس کہ جَو ہے یا گیہون اور نوع سینچی ہوئی پیداوار ہے یا بارانی ہے اور خریفی ہے یا ربیعی اور صفت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور گیہون مین سرخ یا سپید بھی ذکر کرے اور اُسکی مقدار کہ اسقدر قفیز ہے اور قفیز بھی چونکہ فی ذاتہا مختلف ہے فلان قفیز سے بھی ذکر کرے اور اُس کے وجوب کا سبب ذکر کرے کیونکہ قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہین مثلاً اگر قرضہ بسبب سلم کے ہو تو اُسکا بدلنا جائز نہین ہے اور اُسکے ادا کرنیکی جگہ بیان کرنا بھی چاہیے تاکہ اختلاف سے نکل جاوین اور اگر کسی بیع کا ثمن ہو تو اُس سے بدلنا جائز ہے اور اُسمین ادا کرنے کی جگہ شرط نہین ہے اور قرض ہووے تو اُسمین میعاد لازم نہین ہے اور اگر سلم ہو تو مع اُسکی شرائط صحت کے ذکر کرنا چاہیے یعنی جنس راس المال اور اُس کا وزن اگر وزنی ہو اور اُسی مجلس مین اُس کا لے لینا تاکہ امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہو جاوے اور مسلم فیہ کی مدت ایک مہینہ یا زیادہ تاکہ حد اختلاف سے نکل جاوے وایسے ہی سوا اِسکے اور شرطین سلم کی بیان کرے اور قرض مین قبضہ ذکر کرے اور قرض لینے والے کا اپنی حاجت مین صرف کرنا اسواسطے کہ قرضہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر قرض نہین ہوتا جب تک اُسکو تلف نہ کرے اور چاہیے کہ دعوے قرض مین بھی یہ لکھے کہ مین نے اِسکو اسقدر اپنے مال سے قرض دیا کیونکہ جائز ہے کہ شائد وہ مال قرض دینے مین دوسرے کا وکیل ہو اور وکیل قرض محض سفیر ہوتا ہے کہ اُس کو لینے اور ادا کرنے کے مطالبہ کا حق نہین ہوتا ہے۔ اِسیطرح ہر سبب مین اُسکے شرائط ذکر کرے کیونکہ ہر شخص لینے کے شرائط کو نہین دریافت کر سکتا ہے تو قاضی کے سامنے اِسکو بیان کرنا چاہیے تاکہ قاضی اُسمین غور کرے اگر اُسکو صحیح پاوے تو عمل کرے ورنہ واپس کر دے۔ اگر مدعی بہ یعنی جس چیز کا دعوی ہے وزنی ہو تو اُسکی جنس ذکر کرے اگر سونا مضروب ہو تو ذکر کرے کہ اِسقدر دینار اور اُسکی نوع ذکر کرے کہ نیشاپوری کل کے یا بخاری کل کے اور اُسکی صفت ذکر کرے کہ جید یا ردی یا درمیانی اور یہی عامۂ مشائخ کا مذہب ہے اور فتاوے نسفی مین ہے کہ اگر اُس نے احمر خالص ذکر کر دیا تو جید ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بھی ذکر ضروری ہے کہ کس سکہ کا ہے اور کون والی ملک تھا اور بعضون نے یہ شرط نہین لگائی اور اِس مین گنجائش ہے اور مثقال بھی ذکر کرے اور مثقال کی نوع بھی ذکر کرے اور اگر مضروب نہ ہو تو دینار ذکر نہ کرے بلکہ مثقال ذکر کرے پس اگر خالص ہو تو ویسا ذکر کرے اور اگر اُس مین کچھ میل ہو تو اُسی قدر میل ذکر کر دے۔ اور اگر مدعی بہ نقرہ ہو اور مضروب ہو تو اُسکی انواع ذکر کرے یعنی مضاف الیہ اور اُسکی صفت کہ جید یا ردی یا وسط ہے اور اُسکی مقدار ذکر کرے کہ وزن سبعہ سے کس قدر مثقال ہے اور اگر غیر مضروب ہو اور خالص ہو تو فضہ خالصہ ذکر کرے اور اُسکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدعی بہ درم مضروب ہون اور اُن مین میل زیادہ ہو پس اگر وزن سے انکا معاملہ ہوتا ہو تو اُنکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر عدد سے اُن مین معاملہ ہووے تو گنتی ذکر کر دے۔ اور اگر دعوی کسی عین مین ہو پس اگر مدعی بہ مال منقول ہو اور وہ تلف ہو گیا ہے تو فی الحقیقۃ دعوے دین مین ہے یعنی اُسکی قیمت مین تو موافق بیان مذکور کے اُسکی جنس اور صفت اور قدر و نوع بیان کرنا شرط ہے اور اگر تلف نہین ہوا قائم ہے اور اُسکا لانا ممکن ہے تو حاضر کرنا ضروری ہے اور دعوے اور گواہی کے وقت اُسکی طرف اشارہ ہونا چاہیے۔ اور اگر

دعوے کسی عین غائب مین ہو مثلاً کسی نے دعوی کیا کہ ایک کپڑا میرا یا ایک میری باندی اس شخص نے غصب کر لی (یعنی جسکا ٹھکانا نہین معلوم ۱۲) اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ مر گئی یا موجود ہے اور کہان ہے پس اگر ایسی چیز عین کی جنس وصفت اور قیمت بیان کر دی تو اُسکا دعوی مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو عامہ کتب مین اشارہ ہے کہ دعوے مسموع ہوگا مثلاً کتاب الرہن مین ہے کہ اگر کسی نے دعوی کیا کہ مین نے اِسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا اور وہ انکار کرتا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا دعوی مسموع ہوگا اور کتاب الغصب مین ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میری ایک باندی غصب کر لی اور اُسپر گواہ پیش کیے تو دعوی مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت مین دعوی مسموع ہوگا کہ جب اُسکی قیمت بیان کر دی اور فقیہ ابو بکر اعمش فرماتے تھے کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہون نے گواہی دی کہ مدعاعلیہ نے غصب کا اقرار کیا ہے تو حبس اور قضا دونون کے حق مین باندی کا غصب ثابت ہوگا اور عامہ مشائخ اسپر ہین کہ یہی دعوی صحیح ہے اور گواہی مقبول ہے ولیکن حبس کے واسطے فقط اور امام محمد رح کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ جب مسئلہ مین اختلاف ہوا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعی کو بیان قیمت کی تکلیف دے اگر وہ بیان نہ کر سکا تو بھی اُس کے دعوے کی سماعت کرے اور یہ اسواسطے کہ کبھی آدمی اپنے مال کی قیمت نہین جانتا ہے پس اگر اس کو بیان قیمت کی تکلیف لازم کیجاوے تو ضرر دینا ہوگا اور اپنے حق کو نہین پہونچ سکتا ہے۔ اور جب بیان قیمت مدعی کے ذمہ سے ساقط ہوا تو گواہون سے بدرجہ اولےٰ ساقط ہوگا۔ اگر دعوے عقار مین ہو مثلاً دار ہو تو جس شہر مین وہ دار واقع ہے اُس کا بیان کرنا ضرور ہے پھر محلہ کو بیان کرے پھر کوچہ کو بیان کرے۔ پہلے عام سے شروع کرے یعنی شہر سے پھر خاص کی طرف یعنی محلہ وغیرہ کی طرف آوے اور بعضون کے نزدیک خاص سے عام کی طرف جاوے اور عامۂ اہل علم کے نزدیک اُس کو اختیار ہے جس طرح چاہے ذکر کرے ولیکن اِس کے بعد حدود کا ذکر کرنا ضرور ہے اور یہ ذکر کرے کہ فلان کے وارث ملا ہے اور نہ ذکر کرے کہ فلان کا دار ہے کیونکہ اِس سے فلان کا دار بھی دعوے مین شامل ہو جائیگا کیونکہ حد اپنی محدود مین داخل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک دونون یکسان ہین۔ پس اگر اُس نے دو حدین ذکر کر دین تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہین ہے۔ اور اگر تین ہی حدین ذکر کر دین تو کافی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔

آٹھوان باب قاضی کے افعال وصفات کے بیان مین۔ قاضی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصل کرے اور بیجا ہوا وہوس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جاوے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمان برداری اختیار کرے اور اُس کے ثواب عظیم کا خواہشمند رہے اور اُسکے عذاب الیم سے بچے اور خطاب فاصل اور حکمت حکیم کی پیروی کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے قاضی کے فتوے دینے مین چند اقوال ہین اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہین ہے خواہ مجلس قضا مین ہو یا اُس کے علاوہ معاملات مین ہو یا دیانات مین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اِس پر اتفاق ہے کہ خصوم کے پاس فتوے نہ دے تاکہ وہ اُسکی رائے سے واقف ہو کر تلبیس کی فکر نہ کرین اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ دو شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اِس واسطے آئے ہین کہ معلوم کرین کہ آپنے کیا حکم دیا ہے

تو انکو اپنے پاس سے اٹھا دے۔ امام محمد رح نے اصل مین لکھا ہی کہ اُسکو اپنے واسطے مجلس قضاء مین خرید و فروخت نکرنا چاہیے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اِس لفظ مین کہ اپنے واسطے اشارہ ہی کہ اگر یتیم و قرضدار میت کے واسطے خرید و فروخت کرے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر غیر مجلس قضاء مین اپنے واسطے خرید و فروخت کرے تو ہمارے نزدیک جائز ہی اور خانیہ مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ ایسا نہ کرے نہ مجلس قضاء مین اور نہ غیر مجلس قضاء مین کیونکہ لوگ اُسکو معاملہ قضاء مین شبک سمجھینگے اور چاہیے کہ اسکے واسطے کسی دوسرے ثقہ کو مقرر کرے۔ اور اُس کو قرض لینا نہ چاہیے مگر ایسے شخص سے جو اُس کا دوست ہو یا قاضی ہونے سے پہلے اُسکا خلیط ہو۔ اور اسیطرح عاریت لینے کا بھی یہی حکم ہی اور قاضی جنازہ کی مشایعت کرے اور مریض کی عیادت کرے مگر اِس مجلس مین زیادہ نہ ٹھہرے اور نہ کسی خصم کو یہ قدرت دے کہ اُس سے کسی مقدمہ مین کچھ کلام کرے اور سغناقی مین لکھا ہی کہ اُسی مریض کی عیادت کرے جو مخاصم نہ ہووے اور اگر وہ مریض مدعی یا مدعا علیہ سے ہو تو اُسکی عیادت نہ چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور قاضی کو بدخو سخت دل جفاکار لڑاکا نہ ہونا چاہیے اور اُسکی عفت اور صلاحیت اور دانشمندی و عالم حدیث و فقہ ہونے پر لوگون کو اعتماد ہونا چاہیے اور چاہیے کہ امورات شرعیہ مین سخت و شدید ہو مگر نہ بدزبانی کے ساتھ اور لوگون کے ساتھ نرمی کرے مگر نہ ضعف کے ساتھ کذا فی التبیین اور اپنے پیادون کو مہربانی کی تاکید رکھے یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ ینابیع مین ہی کہ حالت غضب مین اُسکو فیصلہ کرنا مکروہ ہی اور بھی ایسی حالت مین کہ اونگھ مین ہو مکروہ ہی اور بھوکھ پیاس کی حالت مین بھی مکروہ ہی اور یہ حکم کراہت اُسوقت ہی کہ جہت قضا واضح نہو اور اگر صاف اور واضح ہو تو مکروہ نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس روز فیصلہ کے واسطے کچہری کرنا چاہیے اُس روز نفل روزہ رکھنا اُسکو نہ چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور ایسی حالت مین کہ اُس کا دل کسی زیادہ خوشی کی طرف ہو یا جماع کی حاجت ہو یا سخت گرمی و سردی سے پریشان ہو یا مدافعہ کی طرف میلان ہو تو فیصلہ نہ کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور ایسی حالت مین کہ دل تنگ یا کھانے سے گران بار ہو فیصلہ کے واسطے نہ بیٹھے اور اگر اُسکو غم یا غصہ یا اونگھ لاحق ہو تو رُک جاوے حتے کہ جب موقوف ہو جاوے تو حکم دے بہرحال فیصلہ کے واسطے اُس وقت بیٹھے جب مزاج اعتدال پر ہو۔ اور اپنی چشم و گوش و فہم و قلب مقدمہ و اون کی جانب متوجہ رکھے اور جلدی اُنکے حق مین نہ کرے اور نہ اُن کو ڈراوے کیونکہ خوف سے آدمی کی مَتْ کٹ جاتی ہی کذا فی الکافی اور عمدہ پوشاک پہنکر باہر آوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور تکیہ دیکر یا چار زانو بیٹھکر فیصلہ کرے یہ بزازیہ مین لکھا ہی ولیکن برابر چار زانو بیٹھکر فیصلہ کا حکم دینا شان قضا کی تعظیم کے مناسب ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہ نہ چاہیے کہ دیر تک بیٹھکر اپنے نفس کو تعب مین ڈالے بلکہ صبح و شام یا جتنے وقت تک خوشی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور یہی حکم فقیہ اور مفتی کو ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی جوان عمر کا ہو تو چاہیے کہ اپنی اہلیہ سے اپنی حاجت سے فارغ ہو کر مجلس قضا مین بیٹھے یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ چلتے وقت یا سواری کی حالت مین فیصلہ نہ کرے اور یہی حکم مفتی کے باب مین بھی مشائخ سے منقول ہی کہ چلتے وقت فتوے نہ دے بلکہ کسی جگہ بیٹھکر جب قرار پاوے تو فتوے دے اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ واضح ہو تو راستہ مین فتوے دینے مین ڈر نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور عیون مین ہی کہ اگر قاضی کے بھائی یا چچازاد بھائی اُس کے پاس مقدمہ پیش کرین تو اُنکے درمیان

جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ تھوڑا اُنکو تاسے شاید باہم صلح کرلین اور کبری مین لکھا ہی کہ یہ حکم رشتہ دارون مین خاص نہین
ہی بلکہ اجنبیون مین بھی ایسا ہی چاہیے کذا فی التاتارخانیہ

نوان باب قاضی کے روزینہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان مین - اگر قاضی محتاج فقیر ہو تو اوسکے لئے ہی کہ اپنا رزق بیت المال مین سے لیوے بلکہ اُسپر لینا فرض ہی و اگر غنی ہو تو اُسمین اختلاف ہی اولے یہ کہ بیت المال سے نہ لیوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اُسی شہر کے بیت المال سے لیگا جہان فیصلہ کرتا ہی کیونکہ وہین کے لوگون کے واسطے فیصلہ کرتا ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی جسطرح قاضی کے واسطے بقدر کفایت بیت المال سے دیا جاتا ہی اُسیطرح اُس کے عیال اور اعوان و میسّٰرکی بھی خبرگیری بیت المال سے ہوگی - اور تعطیل کے روز روزی کے باب مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے منقول نہین ہی اور متاخرین نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُس دن کی روزی بھی لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر قاضی نے بیت المال سے کچھ لیا تو اُجرت پر کام کرنے والا نہوگا بلکہ اللہ کے واسطے کام کرتا ہی اور یہی حکم فقہاء اور علماء اور اُن معلمون کا ہی جو قرآن پڑھاتے ہین - اور روایت ہی کہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفہ ہوے تو اپنی روزی بیت المال مین سے لیتے تھے اور ایسے ہی عمر رض و علی رض سے مروی ہی اور عثمان رض چونکہ غنی اور صاحب ثروت تھے اس واسطے کچھ نہین لیتے تھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور امام کو چاہیے کہ قاضی اور اُسکے عیال پر رزق کی وسعت رکھے تاکہ وہ لوگون کے مال مین طمع نہ کرے اور روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اُسید کو مکہ کا والی کیا تو اُنکو چارسو درم سالانہ دیا کرتے تھے اور بھی روایت ہی کہ صحابہ نے حضرت ابو بکر رض کے واسطے بھی اسی قدر مقرر کیا تھا اور روایت ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ایک کاسہ ثرید ہر روز بیت المال مین سے تھا اور بھی روایت ہی کہ حضرت علی رض کے واسطے پانچسو درم ماہواری تھا یہ بدائع مین لکھا ہی - اور قاضی کے محرر اور قسام کی اُجرت کو اگر قاضی کی رائے مین مقدمہ والون پر ڈالنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے اور اگر بیت المال سے دینا مناسب جانے اور اُسمین گنجائش ہو تو یہ بھی ہوسکتا ہی اور علی ہذا القیاس وہ کاغذ جس مین مدعی کا دعوی اور گواہون کی گواہی لکھتا ہی اگر مدعی سے لینا مناسب ہو تو لیوے ورنہ بیت المال سے بھی درصورت گنجائش ہوسکتا ہی - اور نوازل مین ابراہیم سے روایت ہی کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے سُنا کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر قاضی نے تیس درم کاتب اور کاغذ کے صرف مین لیے پھر بیس درم کاتب کو دیے اور دس درم ایک شخص کو جو اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہی دیئے اور صحیفہ و کاغذ کے دام مدعی پر ڈالے تو ایسا ہوسکتا ہی اُنھون نے فرمایا کہ جس طور پر اُس نے نام بنام لیے ہین اُسکے سوا دوسرے طور پر صرف کرنا میرے نزدیک اچھا نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - واضح ہو کہ ہدیہ وہ مال ہی جو دیا جاوے اور اُس مین کچھ شرط نہو اور رشوت وہ مال ہی جو بشرط اعانت دیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی - پھر قاضی ہدیہ نہ قبول کرے مگر اپنے ذی رحم محرم سے یا ایسے شخص سے جس سے قاضی ہونے سے پہلے سے عادت جاری ہی اور یہ بھی اُس صورت مین ہی کہ جب رشتہ دار قریب یا ہدیہ والے دوست کا مقدمہ نہ ہو اور حاصل یہ ہی کہ قاضی کا ہدیہ چند طرح کا ہوتا ہی ایک اُس شخص کی طرف سے جسکا مقدمہ ہو تو ایسے ہدیہ کو قبول نہین کرسکتا ہی خواہ قاضی ہونے سے پہلے اُس سے رسم ہدیہ جاری تھی یا نہ تھی اور خواہ اُس سے

قرابت ہو یا نہ ہو اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جسکا مقدمہ نہیں ہی اور اس کی بھی دو صورتین ہین یا تو قاضی ہونے سے پہلے اُس سے ہدیہ کی رسم قرابت یا دوستی کی وجہسے جاری تھی یا نہ تھی اگر نہ تھی تو اُس کو قبول نہین کر سکتا ہی اور پہلے سے رسم تھی اور اب بھی اُس نے اُسی قدر بھیجا جسقدر پہلے بھیجتا تھا تو قبول کرے اور اگر اُس نے اب زیادتی کی تو زیادتی کو قبول نہ کرے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اگر بھیجنے والے کا مال بھی اُسی قدر بڑھگیا ہی جس حساب سے اس نے زیادتی کی ہی تو اُسکے قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی- پھر اگر قاضی نے ایسا ہدیہ لے لیا جسکا لینا نہ چاہیے تھا تو مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ اسکو بیت المال مین رکھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر صاحبان ہدیہ کو پہچانے تو اُنکو واپس کردے اور سیر کبیر مین بھی اسی طرف اشارہ ہی کذا فی النہایہ اور یہی ہر مال کا حکم ہی کہ جسکا لینا نہ چاہیے تھا کذا فی الخلاصۃ اور اگر صاحب ہدیہ کو نہین پہچانتا ہی یا پہچانتا ہی مگر بسبب دوری کے واپس کرنا متعذر ہی تو اُسکو بیت المال مین رکھے اور اُسوقت اُسکا حکم لقطہ کا حکم ہی کذا فی النہایہ اور اگر ہدیہ دینے والیکو پھیرنے سے رنج ہو تو قبول کرے اور اس قدر قیمت اُس کو دیدے یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اور قاضی اپنے والی سے جس نے اُس کو مقرر کیا ہی ہدیہ قبول کرے اور اگر اُس کا کوئی مقدمہ ہو تو بعد فیصلہ کے قبول کرے یہ عتابیہ مین لکھا ہی- اگر کسی شخص نے کسی واعظ کو کچھ بھیجا تو قبول کر سکتا ہی اور اُسی کا ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی- اور امام اور مفتی کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہی اور خاص دعوت بھی قبول کرنا درست ہی اور امام محمد رح نے اصل مین لکھا ہی کہ عام دعوت کے قبول کرنے مین قاضی کو بھی کچھ ڈر نہین ہی اور خاص دعوت نہ قبول کرے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور صحیح بات یہ ہی کہ جو دعوت ایسی ہو کہ اگر دعوت کرنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ قاضی اِس مین نہ آوے گا تو وہ دعوت تیار نہ کرے تو یہ خاص دعوت کہلاتی ہی اور پھر بھی تیار کرے تو عام دعوت ہی کذا فی الکافی اور قریب رشتہ دار اور اجنبی کی دعوت خاصہ کی کچھ تفصیل نہین مذکور ہوئی جیساکہ اجنبی کی صورت مین اگر رسم دعوت سابق سے ہو یا نہو اس کی بھی تفصیل نہ معلوم ہوئی- اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ قاضی محرم قرابت والے کی دعوت خاصہ قبول کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی اور طحاوی نے لکھا ہی- کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف رح کے نزدیک محرم قرابتی کی دعوت خاصہ قبول نہ کرے اور امام محمد رح کے نزدیک قبول کرے اور شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر دعوت کرنے والا قاضی ہونے سے پہلے اُسکی دعوت نہین کیا کرتا تھا تو قبول نہ کرے خواہ قریب ہو یا اجنبی ہو اور اگر اس سے پہلے کیا کرتا تھا مگر ہر مہینہ مین ایک بار اور اب ہر ہفتہ مین ایک بار دعوت کرتا ہی تو قبول نہ کرے مگر وہی ہر مہینہ مین ایک بار اور اسی طرح اگر اُس نے اقسام طعام مین زیادتی کر دی تو قبول نہ کرے مگر جب اُسکا مال بھی اسی قدر زیادہ ہوگیا ہو جتنی اُس نے کھانے مین زیادتی کی ہو تو قبول کرنے مین ڈر نہین ہی اور یہ سب حکم اُس صورت مین ہی کہ جب دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ نہو اور اگر ہو تو قبول نہ کریگا خواہ قریب رشتہ دار ہو یا دوست ہو کہ پہلے سے رسم دعوت جاری ہو یا نہو یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر دعوت بدعت ہو تو قاضی کو اُسمین حاضر ہونا نہ چاہیے کیونکہ جب غیر کو اُس مین حلال نہین تو قاضی کو بدرجہ اولیٰ نہین چاہیے اور اگر دعوت سنت ہو جیسے ولیمہ اور دعوت ختنہ تو اُس مین جاوے اور اسمین کچھ تہمت نہین ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی- واضح ہو کہ احکام رشوت بھی اسی سے متصل ہین اور جاننا چاہیے کہ رشوت چند طرح کی ہوتی ہی

ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو کچھ مال دوستی و محبت کی خواہش سے بھیجے اور یہ مہدی اور مہدی الیہ دونون کو حلال ہی اور ایک یہ ہی کہ کچھ مال اس غرض سے دیوے کہ اُس نے اِسکو جان یا مال کا خوف دلایا تھا یا سلطان کو اس غرض سے دیوے کہ اُس سبب اپنی جان یا مال کا ظلم دفع ہو تو ایسی رشوت لینے والے کو حلال نہین ہی اور اگر لیگا تو جو حکم اِس باب مین آیا ہی کہ آتش دوزخ مین جلیگا اُسپر جاری ہوگا اور اس مین اختلاف ہی کہ دینے والے کو دینا جائز ہی یا نہین پس عامۂ مشائخ کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ اپنی جان یا مال کو بچاتا ہی اور ایک یہ صورت ہی کہ کسی کو اِس غرض سے دے کہ اُس کے اور سلطان کے درمیان معاملہ ٹھیک رکھے اور وقت حاجت کے مدد کرے اور اُس کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکی حاجت حرام ہو تو اس صورت مین دینے والے کو دینا نہین جائز ہی اور لینے والے کو لینا بھی نہین جائز ہی اور دوسری یہ کہ اُس کی حاجت مباح ہو اور اُس مین بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دینے مین یہ شرط کردی کہ مددگاری کے واسطے دیتا ہی تو لینا نہین جائز ہی اور دینے مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک دینا حلال ہی اور بعضون کے نزدیک نہین حلال ہی اور سب کے نزدیک لینا و دینا حلال ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ اُسکو مثلاً ایک رات و دن کے واسطے بعوض اُسقدر مال کے جو دینا چاہیے مزدور مقرر کرلے تاکہ اُسکا کام کرے اور اُجرت کا مستحق ہو اور مزدور کرنے والا مختار ہی چاہے اُسکو اِس کام پر رکھے یا کسی اور کام مین لگاوے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حیلہ بھی اُسوقت درست ہوگا کہ جب وہ کام اِس لائق ہو کہ جسپر اُجرت درست ہوتی ہی کذا فی المحیط اور اگر اجارہ مین مدت مقرر نہ ہوئی تو جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بدون اِس حیلہ کے دینا بعضون کے نزدیک حلال نہین ہی اور بعضون کے نزدیک حلال ہی اور یہی اصح ہی اور یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ جب اُسنے کام کی درستی سے پہلے دیا ہو اور اگر کام درست کرنے اور ظلم سے نجات دینے کے بعد ایسا کیا تو دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور دوسری صورت یہ کہ جس مین دینے مین یہ شرط صریح نہ لگائی ہو ولیکن غرض یہ ہو کہ میری مدد کرے سلطان کے یہان اور اِس صورت مین بھی اختلاف ہی عامۂ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور یہ اختلاف اسوقت ہی کہ دونون مین ہدیہ کی رسم پہلے سے کسی وجہ سے نہ ہو اور اگر پہلے سے اُن مین یہ رسم ہو اور اُس نے موافق رسم کے بھیجا اور اِس شخص نے اُسکے کام کی درستی مین کوشش کی تو یہ عمدہ بات ہی کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی اور ایک صورت یہ ہی کہ کسی نے سلطان کو اِس واسطے بھیجا کہ اُسکو کوئی کام مثل قضا وغیرہ کے سپرد کرے تو ایسا دینا نہ دینے والے کو حلال ہی اور نہ لینے والے کو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی

دسوان باب اُن صورتون کے بیان مین جو حکم ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین اور جن سے حکم قضا بعدہٗ کے باطل ہو جاتا ہی اور جن سے باطل نہین ہوتا ہی۔ مشائخ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ جس وقت حکم دینا چاہے تو خصوم سے بیان کرے کہ مین تمھارے درمیان مین حکم کردونگا اور یہ احتیاط ہی تاکہ اگر اس کے قاضی ہونے مین کچھ قصور ثابت ہو تو دونون کے حکم بنانے سے وہ حکم ہو سکتا ہی اور اگر قاضی نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اِس شخص کا اُس پر اِس قدر حق ہی تو قاضی امام ابو عاصم عامری کہتے تھے کہ یہ قاضی کی طرف سے حکم ہوگا اور اِسی کو شمس الائمہ حلوانی اور صدر الشہید رحمہ نے اختیار کیا ہی اور حاشیہ میں ہی کہ اِسی پر فتوے ہی اور قاضی شمس الاسلام

محمود اوزجندی فرماتے تھے کہ ضرور ہی کہ قاضی کہے کہ مین نے یہ حکم قضاء دیا یا یہ حکم دیا یا تجھپر قضاء نافذ کی اور ایسا ہی ناطفی نے اپنے واقعات مین ذکر کیا ہی اور یہ لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ مین اس دار مین تیرا حق نہین دیکھتا ہون تو یہ حکم نہین ہی اور شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی بھی ایسا ہی فتوے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی دار کے حق مین گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ این محدود باین مدعی دہ تو یہ حکم نہ ہوگا اور یون کہنا چاہیے کہ حکم کردم باین محدود بمدعی را اور صحیح یہ ہی کہ یہ کہنا کہ مین نے حکم کیا یا مین نے قضا نافذ کی شرط نہین ہی بلکہ یہ کہنا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا ہی حکم ہونے کے واسطے کافی ہی اور اسیطرح یہ کہنا کہ میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوا یا مین نے معلوم کیا یہ سب حکم ہین اگر قاضی نے کسی حادثہ مین حکم دینے کے بعد کہا کہ مین نے اپنے فیصلہ سے رجوع کیا یا مجھے سواے اسکے اور راے معلوم ہوئی یا مین نے اپنا حکم باطل کر دیا یا مجھے گواہون کی تلبیس معلوم ہو گئی اور اپنا حکم باطل کرنا چاہا تو یہ کلام معتبر نہ ہوگا اور قضا اپنے موقع پر نافذ رہیگی بشرطیکہ دعوے صحیح و گواہی مستقیم و گواہون کی عدالت ظاہر ہو گئی ہو۔ اور فتاوے نسفی مین ہی کہ ایک غلام نے اپنی آزادی کا دعوے کیا اور غلام کے گواہی پیش کرنے سے قاضی نے اُس کی آزادی کا حکم دیا پھر غلام نے کہا کہ مین نے تو جھوٹ کہا تھا اور مین اس شخص کا غلام ہون تو اس صورت مین قضا باطل ہونے کی کوئی روایت نہین آئی ہی اور شیخ نے فرمایا کہ باطل ہونا چاہیے بخلاف اسکے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر مال کا دعوی کیا اور قاضی نے گواہون کی گواہی پر مال کا حکم دیا پھر مدعی نے کہا کہ مین تو اپنے دعوی مین جھوٹا تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ اور حکم قضا کے بعد اگر مدعی نے کہا کہ یہ مقضی بہ یعنی مال مثلاً میری ملکیت نہین ہی تو قضا باطل نہو گی کیونکہ اب ملک نہونے سے یہ نہین لازم آتا ہی کہ پہلے حکم قضا کے وقت بھی ملکیت نہو بخلاف اسکے کہ اگر کہا کہ کبھی میری ملک نہ تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ مقضی لہ یعنی جسکے واسطے فیصلہ ہوا ہی اگر اُس نے کہا کہ جس چیز کا میرے واسطے فیصلہ کیا گیا ہی وہ میرے لیے حرام ہی اور کسی شخص کو حکم دیا کہ مقضی علیہ یعنی مدعا علیہ سے اسکو میرے واسطے خرید کرے تو اس سے حکم قضا باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال معین بسبب خرید کے یا ارث کے میری ملکیت ہی پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اُسکے گواہون کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم قضا باطل ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ میری ملکیت نہین ہی تو حکم باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ قضا سے پہلے مشہود لہ نے اگر اپنے گواہون کی تکذیب کی اور اُنکو فاسق گردانا تو یہ امر مانع قضا ہی اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل وجامع کے حکم قضا باطل ہوگا۔ اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہود لہ نے اپنے گواہون کی تفسیق کی تو قضا باطل نہ ہوگی اور اسکو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے مخالف ہی اور یہ گمان غلط ہی کیونکہ جامع مین جو فاسق گردانتا مذکور ہی اُس سے یہ مراد ہی کہ وہ فسق بسبب گواہی جھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابو علی رحمہ اللہ کی یہ ہی کہ اُسے محض فاسق گردانا مثلاً یون کہا کہ یہ گواہ زانی ہین یا شراب خوار ہین تو اس سے قضا باطل نہ ہوگی **قال المترجم** کیونکہ ممکن ہی بعد حکم قضا کے وہ لوگ ایسے ہو گئے ہون یا اُس نے لغو کہا یہ ملتقط مین مذکور ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے

جامع مین فرمایا کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے سے قاضی نے کسی دار کا فیصلہ اُسکے نام کر دیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ فلان شخص کا دار ہی میرا اسمین کچھ حق نہین ہی اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی پھر مدعا علیہ نے اُس سے کہا کہ اِس اقرار سے تو نے اپنے گواہون کی تکذیب کی اور خطاے قاضی کا مقر ہوا تو اِس صورت مین حکم قضا اپنے حال پر باقی رہیگا اور مدعا علیہ کو کوئی راہ نہ دار پر قبضہ کی ہی نہ مدعی پر۔ اور اگر اُسنے اسطرح اقرار کیا کہ بعد حکم قضا کے کہا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہی اور کبھی میرا نہ تھا یا اُسکا اُلٹا کہا مثلاً یہ دار کبھی میرا نہ تھا اور فلان شخص کا ہی پس اگر اُس فلان شخص نے اِسکی تصدیق کی تو بہرصورت یہ دار مدعا علیہ کو واپس کرے اور فلان شخص کا اس مدعی پر کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر اُس فلان شخص نے اُس کے اِس اقرار کی کہ فلان شخص کا ہی تصدیق کی اور اِسکی کہ کبھی میرا نہ تھا تکذیب کی مثلاً یون کہا کہ فی الواقع یہ دار اُسی کا تھا مگر بعد فیصلہ کے اِسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے اسپر قبضہ کر لیا تو اِس صورت مین یہ دار اِس فلان شخص کو دیدیا جائیگا اور یہ حکم اُس صورت مین ظاہر ہی کہ جب اُسنے فلان شخص کے واسطے ہونے کا اقرار زبان سے نکالا پھر اپنی ملکیت نہ ہونے کی نفی کی کیونکہ اقرار کی صحت ظاہر ہی کہ بعد وہ ابطال کا مدعی ہی اور فلان شخص نے اُس کے ابطال اقرار کی تکذیب کی تو اُسکا اقرار باطل نہ ہوگا اور اِس صورت مین مدعا علیہ کو دار کی قیمت دیدیگا کیونکہ اُس کے زعم مین وہی دار کا مالک ٹھہرا مگر بسبب پہلے اقرار فلان شخص کے واسطے کر لینے کے اُس کے سپرد کرنے سے عاجز ہو تو اُس کی قیمت ادا کرے جیساکہ دار کے منہدم ہو جانے کی صورت مین قیمت دینی پڑتی۔ مگر دوسری صورت مین مشکل ہی کہ جب اُس نے پہلے اپنی ملکیت سے نفی کی اور اِس صورت مین چاہیے کہ اُس کا اقرار درست نہ ہو کیونکہ جب اُس نے پہلے نفی کی تو اپنے گواہون کو جھٹلایا کہ انھون نے اقرار و گواہی دی تھی کہ یہ دار فی الاصل اِسی کا ہی اور یہی اُسنے حکم قضا کے باطل ہونے کا اقرار کیا اور یہ کہ دار مدعا علیہ کی ملک ہی پھر جب اُس نے دوسرے کی ملکیت کا اقرار کیا تو اُس اقرار کے بعد ہوا پس چاہیے کہ صحیح نہ ہو ولیکن اِس اعتراض کا جواب یہ ہی کہ یہ بوجہ تقدیم و تاخیر کے ہی اور تقدیم اقرار سے اُسکا کلام صحیح ہوتا ہی اور تقدیم و تاخیر شائع ہی لہذا ہم نے اُس کے کلام کی صحت کے واسطے اقرار کو مقدم رکھا کہ صحت کلام اصل ہی ولیکن یہ کہنا اُس کا کہ ولیکن یہ فلان شخص کا ہی کلام سابق سے موصول ہونا چاہیے کیونکہ کلام کی تقدیم و تاخیر مین بعض کو بعض سے ملا ہونا چاہیے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ فلان شخص نے جو اقرار کیا کہ اِس نے مجھکو ہبہ کیا اور مین نے اُسپر قبضہ کیا ہی یہ کلام ضروری ہی کہ بعد مجلس قضا کے واقع ہوا ہو تاکہ قاضی کو اُسکے ہبہ کی تصدیق کرنا ممکن ہو اور اگر اُسی مجلس حکم مین ہو تو ظاہر ہی کہ اُتنی مین ہبہ اور قبضہ نہین واقع ہوا تو اُسکا اقرار صحیح نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مدعی دار کی قیمت مدعا علیہ کو دیگا یہ قول امام محمد رح کا ہی اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور بعضون نے کہا کہ یہی سب کا قول ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ دار میرا نہین ہی یہ فلان شخص کا ہی پس یہ کہنا اور یون کہنا کہ یہ دار فلان شخص کا ہی میرا اسمین کچھ حق نہین ہی دونون یکسان ہین کہ قاضی کا حکم باطل نہ ہوگا۔ جامع مین ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مرگیا۔ اور اُس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہی اور اُس نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُس کے لیے فیصلہ کر دیا اور پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اُس نے دعوے کیا کہ یہ میرا دار ہی مین نے اِس کو اِس کے باپ کی زندگی مین اِس سے خرید لیا تھا اور اِس شخص نے اُس کی تصدیق کی تو دار مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور قضا باطل ہو جائیگی

اور خریداری کے دعوے کرنے والے سے کہا جائیگا کہ تو مدعا علیہ پر اپنی دلیل و گواہ قائم کر کہ تو نے اُس کے باپ سے حالت زندگی میں خریدا تھا پھر اگر اُس نے اِس طرح گواہ پیش کیے تو اُس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

گیارھواں باب عدوٰی اور تسمیر اور ہجوم علے الخصوم کے بیان میں۔ **قال المترجم** ہر ایک لفظ کے معنی آگے اپنے موقع پر معلوم ہو جاینگے۔ اگر قاضی کے پاس ایک شخص آیا اور کسی شخص پر اپنے حق کا دعویٰ کیا اور قاضی کو نہیں معلوم کہ یہ حق کہتا ہے یا باطل ہے پھر اُس نے عدوٰی چاہا یعنی قاضی سے طلب کیا کہ اُسکے خصم کو حاضر کرائے پس اِس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدعا علیہ شہر میں ہو اور اُس میں بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ مدعا علیہ مرد ہو تندرست یا عورت ہو تندرست ایسی کہ جو باہر نکلتی ہے اور لوگوں سے ملتی ہے تو اس صورت میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ عدوٰی نہ دے اور استحساناً عدوٰی دیگا۔ اور عدوی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قاضی خود جاوے۔ اور دوسری یہ کہ ایسے شخص کو بھیجے جو اُسکو حاضر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صورتوں پر خود عمل فرمایا ہے مگر ہمارے زمانہ میں قاضی خود نہ جائیگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ شہر میں بیمار ہو یا عورت پردہ نشین ہو کہ جسکا نکلنا معہود نہیں ہے تو قاضی اُنکے حاضر کرانے میں اُسکی التماس کو قبول نہ کریگا اور مشائخ کا باہم اختلاف ہے کہ کسقدر مرض میں قاضی اُسکو عدوی نہ دیگا بعضوں نے کہا کہ ایسا ہو کہ خود بنفسہ حاضر نہو سکتا ہو اگرچہ سواری یا لوگوں کے اٹھالانے سے بدون مرض بڑھنے زیادتی کے آسکتا ہو اور یہی قول ارفق اور اصح ہے پھر جب اُنکو حاضر نہ کرایا تو کیا کرنا چاہیے تو اُس کی دو صورتیں ہیں اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو تو خلیفہ کرکے دونوں کی طرف بھیجدے کہ وہاں مدعی و مدعا علیہ میں فیصلہ کردے اور اگر اُسکو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو اپنا ایک امین جو فقیہ ہو مع دو گواہوں عادل کے بھیجدے تاکہ جو کچھ واقع ہو اُس کی شہادت قاضی کے سامنے گذرے کذا فی الذخیرہ اور ایسے دو گواہ بھیجے جو اُس مریض کو یا عورت کو پہچانتے ہوں کذا فی المحیط اور قاضی کو چاہیے کہ جس وقت امین کو بھیجے تو اُس کو قسم لینے کی صورت اور کیفیت بتلا دے تاکہ جب مدعا علیہ انکار کرے تو موافق رائے قاضی کے اُس سے قسم لے اور قسم لینے کی کیفیت میں لوگ مختلف ہیں اسی واسطے بیان کردینا اور بتلا دینا اُس کو چاہیے۔ پھر جب یہ لوگ مدعا علیہ کے پاس گئے اور امین نے اُس کو دعوے کی خبر دی پس اگر اُس نے اقرار کیا تو اُسپر دو گواہ کرکے اُس سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ قاضی کی مجلس میں اُس کے سامنے گواہ اس اقرار پر گواہی دیں اور قاضی اُس کے وکیل کی حاضری پر فیصلہ کرے اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی سے یوں کہے کہ تیرے پاس گواہ ہیں اگر اُس نے کہا کہ ہاں تو مدعا علیہ سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کر دے کہ اُسکے سامنے گواہ گواہی دیں اور اگر اُسنے کہا کہ نہیں تو امین مدعا علیہ سے حلف لیگا اگر اُسنے حلف کر لیا تو دونوں گواہ قاضی کو خبر دینگے اور قاضی مدعی کو منع کریگا کہ دعوی نہ کرے جبتک کہ اُسکے پاس گواہ نہ ہوں اور اگر اُسنے قسم کھانے سے تین مرتبہ انکار کیا تو امین اس سے وکیل طلب کریگا کہ اُسکے سامنے گواہ قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ اُسنے قسم سے انکار کیا تو قاضی اُسکے انکار پر بحق مدعی فیصلہ کرے ایسا ہی خصاف نے ادب القاضی میں لکھا ہے۔ اور یہ اُس صورت میں تھا کہ مدعے علیہ اُسی شہر میں موجود ہو اور اگر شہر سے باہر ہو تو اُس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ شہر سے قریب ہو اور یہ صورت اور شہر میں ہونے کی صورت

عدوی
[illegible]

یکسان ہی کہ مجرد دعوے سے استحساناً عدوی دیگا۔ اور اگر بعید ہو تو عدوی نہ دیگا۔ اور قریب اسکو کہتے ہین کہ اگر اپنے اہل مین صبح کو موجود ہو پھر اسکو یہ ممکن ہو کہ مجلس حکم مین حاضر ہوکر اپنے خصم کی جوابدہی کرکے اپنے اہل مین رات گذار سکے اور اگر اسکو رات راہ مین گذرے تو بعید ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ پھر اگر مسافت بعید ہو تو اسوقت قاضی کیا کریگا اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ مدعی کو اپنے دعوی کے موافق گواہ گذرانتے کا حکم دیگا اور یہ گواہی حکم تنہا کے واسطے نہ ہوگی بلکہ حاضر کرانے کے واسطے کہ مدعی کا دعوے مع گواہ ہی اور ایسی گواہی مین ایسے گواہ کافی ہین جنکا حال مستور[ل] ہو پھر جب اسنے گواہ پیش کیے تو قاضی کسی آدمی کو حکم کریگا کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے اور جب حاضر ہوا تو مدعی سے دوبارہ گواہی طلب کریگا اور جب گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی تو اسکے موافق فیصلہ کریگا اور بعضون نے کہا کہ مدعی سے قسم لیگا اور اگر اسنے انکار کیا تو اپنے اجلاس سے اٹھا دیگا اور اگر قسم کھا گیا تو کسی کو اسکے خصم کے حاضر کرنے کا حکم دیگا اور یہ اول اصح ہی اور یہی اکثر قاضیون کا مذہب ہی یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے کسی کو مدعا علیہ کے حاضر لانے کو بھیجا اور اسنے نہ پایا اور مدعی نے کہا کہ وہ روپوش ہوگیا اور اس نے درخواست کی کہ اسکے دروازے پر تسمیر اور ختم لگا دیجاوے یعنی میخون سے بند کرکے مہر کیجاوے تو قاضی اس سے گواہ طلب کریگا کہ مدعا علیہ اپنے گھر مین ہی پس اگر اس نے دو گواہ پیش کیے کہ انھون نے گواہی دی کہ وہ اپنے گھر مین ہی تو قاضی دریافت کریگا کہ تم نے کہان سے معلوم کیا پس اگر انھون نے کہا کہ ہم نے آج یا کل یا تین روز ہوے جب دیکھا تھا تو قاضی انکی گواہی قبول کریگا اور اسکے دروازہ پر میخین جڑکر ختم کر دیگا کذا فی المحیط اور اسکا گھر اسکے حق مین قید خانہ بنا دیگا اور اعلی و اسفل سے راہ روک دیگا تاکہ تنگ ہوکر باہر نکلے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی زیادہ دنون کے دیکھنے کی دی تو قبول نہ کریگا اور تین روز سے بڑھکر زیادہ دنون مین شمار ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ یہ قاضی کی راے پر ہی۔ اور اگر گواہون کی گواہی زیادہ دنون کی نکلی مگر تقادم[م] اسوجہ سے ہوا کہ مدعی دعوی نہ کرسکا کیونکہ اس کا قرعہ پیچھے نکلا تھا مثلاً قاضی نے خصوم مین قرعہ ڈالا تھا تاکہ ہر ایک کو پیشی کا روز معلوم ہو جاوے اور اسکا قرعہ پیچھے نکلا تو قاضی گواہی کو قبول کریگا۔ پھر اگر چند روز گذر گئے اور تسمیر پر بھی مدعا علیہ نہ برآمد ہوا اور مدعی نے کہا کہ وہ نہ نکلیگا تو اس کی طرف سے وکیل قائم کردے کہ مین اسکے سامنے گواہ پیش کرون تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ قاضی ایک ایلچی دو گواہون کے ساتھ اس کے دروازہ پر بھیجکر تین روز منادی کراویگا اور ہر روز تین بار کہ ای فلان بن فلان تجھکو قاضی حکم دیتا ہی کہ اپنے خصم فلان بن فلان کے مقابل مین نکل اور کچہری مین حاضر ہو ورنہ مین تیری طرف سے ایک وکیل قائم کرکے اسکے مواجہہ مین گواہی قبول کرونگا۔ پھر اگر اسپر بھی وہ نہ برآمد ہوا تو قاضی اسکی طرف سے وکیل مقرر کرکے اس کے مقابلہ مین گواہی سماعت کرکے اسپر حکم جاری کردیگا۔ خصاف رح نے ذکر کیا کہ سواے ابی یوسف رحمہ اللہ تعالے کے اور امام نے فرمایا کہ اسکی طرف سے وکیل مقرر کرنا میری راے نہین ہی اور خصاف رحمہ اللہ تعالے نے غیر ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کا نام نہ ذکر کیا پس بعض مشائخ نے کہا کہ مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے ہین کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے موافق روایت ہی۔ اور امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعض روایات نوادر مین مین نے دیکھا کہ امام اعظم رح سے بھی موافق قول امام ابو یوسف رح کے روایت ہی اور کبری مین ہی کہ اس مین سب کا اتفاق تھا کہ قاضی اسکی طرف سے

ل مستور جنکا حال تحقیق نہ ہو اور عدالت یا فسق اعلان نہ ہو [illegible]
م تقادم یعنی [illegible]

وکیل مقرر کر کے اُسکے مقابلے مین سماعت کریگا اور خانیہ مین ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اسیطرح اگر قاضی نے کسی دوسرے قاضی کو کسی کے معاملہ مین خط لکھا اور اُس قاضی نے مخاصم پر قابو نہ پایا تو اُسکی طرف سے بھی وکیل مقرر کریگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رحمہ سے پوچھا کہ سلطان پر کسی شخص کا کچھ حق آتا ہی اور وہ اُسکے ساتھ قاضی کے پاس نہین آتا ہی اُنھون نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف رحمہ عدوی دیتے تھے اور یہ قول اہل بصرہ کا ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ قاضی ایک ایلچی اُسکی طرف بھیجے کہ جو اُسکے دروازہ پر پکارا دے کہ قاضی کہتا ہی کہ حاضر ہونا قبول کرے اسی طرح چند روز پکار دے پھر اگر وہ حاضر ہو گیا تو خیر ورنہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اُسکے روبرو فیصلہ کر دے۔ پھر مین نے پوچھا کہ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہان پھر مین نے کہا کہ یہ قضاء علی الغیب نہ ہوگی فرمایا کہ نہین اور امام ابو حنیفہ رحمہ عدوی پر عمل نہین کرتے تھے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ ہجوم علی الخصوم یعنی جو مدعا علیہ مثلاً روپوش ہو جاوے اُسپر ہجوم کر کے اندر مکان سے گرفتار کر لینا قال فی الکتاب اور اُسکی صورت یہ ہی کہ مثلاً زید کے عمرو پر کچھ روپیہ قرض ہین اور قرضدار اپنے مکان مین چھپ گیا اور یہ قاضی کو معلوم ہوا تو اپنے دو امینون کو مع اپنی ایک جماعت پیادون کے اور کچھ عورتون کے اُس کے مکان کی طرف ناگاہ بھیجدے کہ وہ اُسکے مکان پر ہجوم کرین اور پیادے دروازہ پر اور گرد پیش اور چھت کی راہ سب روک لین تاکہ وہ بھاگ نہ سکے پھر بلا اجازت عورتین اُس کے گھر مین داخل ہون اور اُس کے گھر کی عورتون سے کہین کہ تم ایک گوشہ مین ہو جاؤ پھر قاضی کے پیادے گھر مین داخل ہو کر سب تلاش کرین حتے کہ جب پاوین تو اُس کو نکالین اور اگر اُسکو نہ ملا تو عورتون سے کہین کہ تم تلاش کرو کیونکہ اکثر اوقات عورتون کے بھیس مین چھپ جاتا ہی پس یہ صورت ہجوم علی الخصوم کی ہی۔ اگر مدعی نے قاضی سے یہ طلب کیا تو خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اسکے عمل مین لانے کی گنجائش ہمارے اصحاب کی طرف سے ہی اور بعضون نے کہا کہ مراد اس سے ابو یوسف قاضی ہین کہ وہ اپنے زمانہ مین ایسا ہی کرتے تھے اور ہشام نے امام محمد رحمہ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہی۔ اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو شخصون کے گھرون پر ہجوم کیا تھا کہ ایک قریشی تھا اور دوسرا ثقفی تھا اور وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی تھی کہ ان دونون کے گھرون مین شراب ہی پھر فقط ایک کے گھر مین سے نکلی۔ یہین سے ہمارے اصحاب نے نکالا ہی کہ اگر کسی مفسد سے یہ معلوم ہو کہ وہ امر معروف یا نہی منکر مین فساد کرتا ہی تو بلا اجازت اُسکے گھر پر ہجوم کرنا اور بلا پکارے اُسکے گھر مین چلے جانا جائز ہی کچھ ڈر نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہ ہی کہ ہجوم قاضی کو جائز نہین ہی کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے مدعی کو طین[ع] یا خاتم یا قرطاس کا ٹکڑا عنایت کیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور یہ حکم باہر شہر کے واسطے ہی اور شہر مین لوگون کو بھیجے اور خصاف رحمہ نے اسکے برعکس بیان کیا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور قاضی لوگ باہم مختلف ہین کہ بعضون نے طین کو دینا اختیار کیا ہی اور بعضون نے خاتم کو اور بعضون نے قرطاس کے ٹکڑے کو۔ اور اگر قاضی نے اُس کو طین یا خاتم دیدی اور اُس کو مدعا علیہ کے پاس لے گیا اور اُس کو دکھلائی تو چاہیے کہ اُس وقت یہ کہے کہ یہ انگوٹھی فلان قاضی کی ہی کہ وہ تجھکو بلاتا ہی اور تو اسے پہچانتا ہی اگر اُس نے کہا کہ ہان پہچانتا ہون ولیکن نہین حاضر ہوتا تو مدعی اُس پر دو گواہ کرے کہ وہ قاضی کے سامنے اس کی سرکشی کی گواہی دیوین اور جب اُنھون نے گواہی دی تو قاضی ایسے شخص

ع طین گیلی مٹی یعنی مثلاً ٹھپا لگا ہوا اور اس پر آسانی سے ... یعنی بعضون نے کہا ...

کو بھیجے جو اُس کو حاضر لاوے یا والی شہر سے اِس باب مین استعانت طلب کرے اور اس شخص کی اُجرت مین مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ بیت المال مین سے دیجاوے اور بعضون نے کہا کہ مدعا علیہ متمرد کے ذمہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور اُس شخص کا خرچ جسکو قاضی نے مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے اُسکے پیچھے لگا دیا ہی تو قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا کہ مدعا علیہ پر ہی اور اسی کو بعض قاضیون نے اختیار کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی کے ذمہ ہی اور یہی اصح ہی- پھر جب مدعا علیہ مجلس حکم مین حاضر ہوا تو اُسکی سرکشی کے گواہ پھر اُس کے سامنے سننے گا اور اُسکی سرکشی و بے ادبی کی سزا دیگا- اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے ابتداءً یہ کہا کہ مین حاضر ہونگا اور پھر نہ آیا تو بھی سزا دیگا مگر پہلی صورت سے کم پھر اس گواہی مین عادل ہونا شرط نہین ہی یعنی سرکشی کی گواہی مین اظہار عدالت شرط نہین ہی صرف مستور الحال ہونا کافی ہی اور یہ خصاف رح کا قول ہی اور امام اعظم رح سے روایت ہی کہ تعدیل شرط ہی اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی کذا فی الذخیرہ- اور خانیہ مین ہی کہ اسی طرح اگر مدعی کے دیکھنے کے بعد مدعا علیہ خاموش ہوگیا اور کچھ جواب نہ دیا تو بھی اُسکا تعنت ظاہر ہونے سے یہی حکم ہی اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ جب حاضر ہو تو اُسکو مارنے یا قید کرنے کی سزا دیگا اور یہ قاضی کی رائے پر اُسکے حسب حال ہی- اور اگر قاضی نے ابتداءً مدعی سے کہا کہ طین امیر مسلمین کے پاس سے لیکر مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی تدبیر کرے تو جائز ہی- اور فتاوی مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے امیر کے دروازے سے اپنا مال حق لینا چاہا اور قاضی کی کچہری مین نہ حاضر ہوا تو اُسپر شرعًا کوئی قید نہین ہی وہ مطلق چھوڑا گیا ہی ولیکن اسپر فتوی نہین ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکو مطلق چھوڑ دیا جانا اُس صورت مین ہی کہ جب وہ پہلے قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا تمام حق قاضی کے ذریعہ سے حاصل نہ کر سکا ہو اور اگر پہلے سے اُسنے سلطان کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہا اور قاضی کے پاس نہ گیا تو اُسکو اسیطرح مطلق نہ چھوڑا جائیگا اور اسی پر فتوی ہی- اگر یہ شخص بادشاہی دربار مین حاضر ہوا اور چوبدار سے خواہش کی کہ اُسکے مدعا علیہ کو حاضر لاوے اور چوبدار نے مدعا علیہ سے رسم سے زیادہ لیا تو اس زیادتی کو مدعا علیہ مدعی سے لے سکتا ہی یا نہین اسکی دو صورتین ہین اگر مدعی پہلے قاضی کے پاس گیا اور اُسکے ذریعہ سے اپنا حق نہ لے سکا تو مدعا علیہ مدعی سے یہ زیادتی نہین لے سکتا ہی اور اگر پہلے قاضی کے پاس نہین گیا تو لے سکتا ہی- اگر قرضدار کسی مکان مین اجرت پر رہتا ہی اور قرضخواہ نے اُس سے مطالبہ کیا کہ قاضی کی کچہری مین چلے اور اُسنے انکار کیا تو ایسے مکان کی تسمیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ مسمر کر دیگا اور مجموع النوازل مین ہی کہ اگر کوئی شخص زوجہ کے مکان مین رہتا ہی اور اس نے قاضی کی کچہری مین جانے سے انکار کیا تو دروازہ میخ بند کر دیا جاویگا کیونکہ اس باب مین سکونت کا اعتبار ہی حتی کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ اُس نے اپنا اسباب وہان سے منتقل کر لیا تو تسمیر نہ کریگا- اور جامع صغیر مین ہی کہ ایک مکان چند شریکون مین مشترک تھا اور کسی شخص نے ایک شریک پر دعوی کیا پھر مدعی نے استغاثہ کیا یہان تک کہ سلطان نے اُس کے دار کے دروازہ کی تسمیر کر دی تو ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باقی شریک استغاثہ کرین کہ دروازے سے مسمار دور کر دیجاوین تو دور کر دیجاوینگی کیونکہ مشترک مکان مین ایک کی وجہ سے ایسا ہونا انصاف سے بعید ہی اور خانیہ مین لکھا ہی کہ اگر ایسے لڑکے پر جو تصرف سے باز رکھا گیا ہی کسی حق کا دعوے کیا پس اگر اُس کے پاس دعوے کے گواہ نہون تو قاضی اُسکو حاضر نہ کرائیگا کذا فی التاتارخانیہ

بارھوان باب کن صورتون مین قاضی اپنے علم پر فیصلہ کر دیگا اور کن صورتون مین اپنی دانستگی پر فیصلہ نہ کریگا اور دو گواہون کی گواہی سے کم پر فیصلہ کر دینے کا بیان - اگر قاضی نے ایک حادثہ کو جو اسی شہر مین جس مین وہ قاضی ہے واقع ہونا معلوم کیا اور وہ اسوقت قاضی تھا اور خود اس سے واقف ہوا پھر وہ قاضی ہنوز وہان کا تھا کہ وہ حادثہ اس کے سامنے پیش ہوا تو حقوق العباد مین قیاساً و استحساناً اپنے علم پر فیصلہ کر دیگا - واضح ہو کہ امام ابوجعفر رح نے اس مسئلہ مین ذکر کیا ہے کہ قاضی کو اسکا علم حالت قاضی ہونے مین اور مجلس قضا مین ہووے اور خصاف رح نے ذکر کیا ہے کہ خواہ مجلس قضا مین ہو یا غیر مجلس قضا مین ہو یہ محیط مین لکھا ہے - اور جو حدود خالص اللہ تعالے کے واسطے ہین جیسے حد زنا و سرقہ انمین قیاس چاہتا ہے کہ اپنے علم پر حکم کرے مگر استحساناً حکم نہ کریگا اور شرح طحاوی مین ہے کہ فقط چوری مین اسکو چاہیے کہ مال کا حکم دیوے اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اور قصاص اور حد القذف مین اپنے علم پر فیصلہ کرے کذا فی الخلاصہ اگر کوئی مست اس کے پاس لایا گیا تو اس کو تعزیر دے کیونکہ اس مین آثار نشہ کے پائے جانے سے تہمت ہے اور اس سزا سے حد نہ ہوگی اور اگر اسکو کسی حادثہ کا علم ہوا اور وہ اسوقت تک قاضی نہ تھا پھر قاضی ہوا اور قاضی ہونے کی حالت مین وہی حادثہ اس کے پاس پیش ہوا تو امام اعظم رح کے قول پر اس علم پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام محمد و ابویوسف رح کے قول پر اسی علم پر فیصلہ کریگا اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ انھون نے امام ابوحنیفہ رح کے قول کی طرف رجوع کر لیا - اور اگر وہ کسی حادثہ سے واقف ہوا اور قاضی بھی تھا مگر یہ حادثہ ایسے شہر مین تھا کہ جس مین یہ قاضی نہین ہے پھر اپنی شہر مین آیا جس مین یہ قاضی ہے اور اسکے سامنے پیش ہوا تو اپنے علم پر فیصلہ کرنے مین اس مین بھی وہی اختلاف گذشتہ ہے - اور اگر کسی حادثہ سے واقف ہوا اور قاضی بھی تھا ولیکن یہ حادثہ اس شہر کے سواد مین واقع ہوا جس مین یہ قاضی ہے اور اس کے پاس پھر وہ حادثہ اگر شہر مین پیش ہوا تو صاحبین کے قول کے موافق اپنے علم پر فیصلہ کر دیگا ولیکن امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اگر وہ قاضی فقط شہر کا ہے تو اس علم پر حکم اس حادثہ سواد و شہر مین نہین دیسکتا ہے اور اگر شہر اور سواد دونون کا قاضی ہے تو فیصلہ کر سکتا ہے - اور یہ اس مذہب پر ہو سکتا ہے کہ شرط نفاذ قضا مین سے شہر نہین ہے اور یہ امام ابویوسف رح سے مروی ہے - اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگرچہ وہ قاضی سواد بھی ہو تاہم اس علم پر فیصلہ نہین کر سکتا ہے اور مرجع اس قول کا اس پر ہے کہ نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور منتقی مین ہے کہ قاضی اگر کسی وجہ سے باہر شہر کے نکلا تھا اور اسی حال مین اس نے کسی حادثہ کو سُنا اور جانا تو اس بنا پر حکم نہ دیگا مگر جبکہ وہ عیدین کے واسطے نکلا ہو تو حکم دے سکتا ہے گویا اس نے مجلس قضا مین سُنا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و زفر رح کے قیاس پر ہے اگر اس نے قاضی ہونے کی حالت مین کسی حادثہ سے وقوف پایا پھر وہ قضا سے معزول ہو گیا پھر اسکے بعد قاضی ہو گیا تو اسی علم سابق پر فیصلہ کریگا یا نہین پس صاحبین کے نزدیک فیصلہ کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین - اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک حاکم کو خبر ملی کہ فلان شخص نے اپنا غلام آزاد کر دیا یا فلان شخص نے اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دی پس اگر یہ خبر اس کو دو عادل مخبرون نے دی ہو تو چاہیے کہ اس امر مین کمال کوشش کرے اور مراد یہ ہے کہ اس خبر کی تفتیش کرے کہ فلان شخص نے آزاد کیا مگر غلام سے خدمت غلامی لیتا ہے یا اس نے عورت کو طلاق دی مگر تین طلاق کے بعد بھی جدا

نہین ہوتا ہی اور اگر خبر دینے والا ایک شخص عادل ہو اور اُس کی راے مین غالبًا وہ سچا ہی تو بھی اسکو طلب کرنا افضل ہی اور اگر اُس نے تفتیش و طلب نہ کی تو مجھے امید ہی کہ اسکے لیے گنجائش ہی کذا فے المحیط

تیرھوان باب۔ اُن چیزون کے احکام مین کہ قاضی نے اپنی کچہری کے دفتر مین کچھ ایسی تحریر پائی کہ اسے یاد نہین ہی یا اپنے فیصلہ کو بھول گیا یا گواہ اپنی گواہی کو لکھا دیکھتا ہی مگر اُسکو یاد نہین ہی۔ اگر قاضی نے کوئی فیصلہ کیا اور اُس پر ایک زمانہ گذر گیا پھر مدعی یا جس کے حق کی ڈگری ہوئی ہی اُس کو اُس فیصلہ کی ضرورت ہوئی پھر دو گواہون نے قاضی کے سامنے اُسکی گواہی دی کہ تو نے اس شخص کے واسطے فلان شخص پر اتنے مال کا حکم دیا ہی اور قاضی کو یہ فیصلہ یاد نہین ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی اِس گواہی کو قبول نہ کریگا اور سواے اپنے حفظ کے کسی پر فیصلہ نہ کریگا اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالے پہلے قائل تھے کہ قبول کریگا پھر رجوع کر کے کہتے تھے کہ نہین قبول کریگا اور اسپر سب کا اجماع ہی کہ اگر انھون نے مقضی علیہ کو یعنی جسپر فیصلہ کا حکم دیا گیا ہی نہ بیان کیا تو قاضی قبول نہ کریگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے گواہون کی گواہی کسی خریطہ مین جسپر قاضی کی مُہر لگی ہوئی تھی اپنے خط سے یا اپنے کاتب کے خط سے لکھی ہوئی پائی مگر اُسکو یہ گواہی یاد نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر فیصلہ نہ کریگا اور صاحبین کے نزدیک فیصلہ کر دیگا اور اسی طرح اگر قاضی نے کوئی قبالہ کسی خریطہ مین پایا اور خریطہ پر قاضی کی مُہر ہی اور قبالہ اُسکے یا اُس کے نائب کی تحریر سے ہی تو وہ قبالہ قابل عمل درآمد امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک عمل درآمد ہوگا کذا فے المحیط ایک شخص قاضی کے پاس بڑھکر آیا اور دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور کہا کہ تو نے میرے حق مین اسقدر مال یا زمین یا کسی حق کا اِس شخص پر فیصلہ کیا تھا اور قاضی کو یاد نہ آیا پھر اِس نے چند گواہ عادل قائم کیے کہ قاضی نے بروقت فیصلہ ان گواہون کو گواہ کر لیا تھا کہ اِس شخص کے لیے اس دعوی کا فیصلہ اس شخص پر جو اِس کے ساتھ موجود ہی نافذ کیا جاتا ہی تو قاضی اِس فیصلہ کو نافذ نہ کریگا اور نہ حکم دیگا اور یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر گواہ نے اپنی گواہی اپنے خط سے لکھی ہوئی پائی اور اُسکو حادثہ یاد نہین ہی تو عامۂ مشائخ کے نزدیک اس صورت مین اختلاف مذکورہ جاری ہی اور یہی ظاہر ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک گواہی دینا جائز نہین ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک گواہی نہین دے سکتا ہی۔ اور جامع الفتاوے مین ہی کہ بالاجماع گواہی دے سکتا ہی اور ولوالجیہ مین ہی کہ صحیح یہ ہی کہ امام ابویوسف رح اِس مسئلہ مین امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور امام محمد رح مخالف ہین۔ اور نوازل مین ہی کہ ایک شخص کسی شخص کے اقرار پر گواہ تھا اور کہتا تھا کہ مین اپنا خط پہچانتا ہون اور اُس شخص کو پہچانتا ہون فقط مجھے وقت اور مکان یاد نہین ہی تو ابوالقاسم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جب اُس کو معلوم ہی کہ مین اُسپر گواہ ہون اور مقر کو پہچانتا ہی تو وہ گواہی دیوے۔ اور جامع الفتاوے مین ہی کہ اگر وہ شخص بے پڑھا ہوا ہو اور اُسکو لکھکر دیا گیا تو جب تک یاد نہ کرے گواہی دینا جائز نہین ہی اور اسی جنس سے اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت بھی ہی کہ مثلاً ایک شخص نے اپنا سماع شیخ سے لکھا ہوا پایا مگر اُسکو یاد نہین ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے عنہ کے نزدیک اُسکو حلال نہین ہی کہ روایت کرے اور صاحبین کے نزدیک اُسکو روایت کرنا جائز ہی پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالے عنہ کے نزدیک روایت کی شرط یہ ہی کہ سننے کے وقت سے ادا کرنے کے وقت تک اُسکو حدیث یاد ہو اور صاحبین کے نزدیک یاد ہونا

شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ خصاف رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا محضر قاضی کی کچہری سے جاتا رہا اور اُس مین اُسکے کسی حق کے بارہ مین اُسکے گواہون کی گواہیان تھین اور قاضی کو یاد نہین ہی پھر اُسکے دو کاتبون نے گواہی دی کہ قاضی نے گواہون کی گواہی پر فیصلہ کیا ہی تو یہ مقبول نہین ہی اور اِس صورت مین اور دوسری صورت مین فرق ہی کہ اگر کسی شخص کا قبالہ کچہری مین سے جاتا رہا اور اُسکے دو کاتبون نے گواہی دی کہ قاضی نے اسکو امضاء[1] کیا ہی تو یہ مقبول ہی۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے کچھ اقرار کیا پھر دو کاتبون نے گواہی دی کہ اِس شخص نے تیرے پاس اُس شخص کے واسطے اسقدر مال کا اقرار کیا ہی اور ہم نے سنا ہی تو گواہی کو قاضی مقبول کر کے فیصلہ کر دیگا۔ اگر اِس قاضی کی جگہ پہلے دوسرا قاضی تھا اور اُسکی کچہری مین کچھ اقرار یا گواہیان موجود تھین تو انمین سے کسی پر عمل نہ کریگا حتے کہ از سرِ نو مقدمہ اُسکے سامنے پیش کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اجماع ہی کہ جو کچھ اُسکو پہلے قاضی کی کچہری مین گواہیان وغیرہ ملین اُنپر عمل نہ کریگا اگرچہ مہری ہون یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی قاضی معزول کیا گیا پھر اُسی عہدہ پر مقرر کیا گیا تو بالاجماع یہ بات ہی کہ اگر اُسکو اپنے پہلے دیوان کی گواہیان یا حقوق یاد نہون تو اُنپر فیصلہ نہ کرے اور اگر یاد بھی ہون جب بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کا اِس مین اختلاف ہی لیکن اگر کسی شخص کے حق کے دوسرے پر گواہ اُسکے سامنے قائم ہوے اور حکم دینے سے پہلے وہ معزول ہو گیا پھر وہ قاضی ہو گیا اور اُسکے سامنے وہی مقدمہ پیش ہوا تو مدعی کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تاکید کیجاویگی اگرچہ اُسکو یاد ہو یا نہ یاد ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

چودھوان باب اس بیان مین کہ قاضی نے کسی مقدمہ مین حکم دیا پھر اُسکو اس حکم سے رجوع کر لینا ظاہر ہوا اور ناحق قضا واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر قاضی نے کسی مقدمہ مین کچھ حکم دیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ اِس سے رجوع[2] کرنا چاہیے پس اگر اُس سے حکم مین ایسی خطا واقع ہوئی کہ جس حکم مین فقہا کا اختلاف نہین ہی بلکہ سب کے نزدیک خطا ہی (یعنے بالاتفاق مخالف نص ہی ۱۲) تو اُس حکم کو لامحالہ رد کر دے اور اگر اِس مین فقہا کا اختلاف ہی تو اُسکو لامحالہ جاری کر دے اور اِس رائے کو آیندہ مقدمات مین نافذ کرے یہ ملتقط مین ہی۔ واضح ہو کہ ایک رائے سے پھر کر دوسری اختیار کرنا ایسی صورتون مین جنمین اجتہاد کیا گیا ہی جائز ہی اگر قضائے قاضی خلاف واقع جاری ہوئی تو دو حال سے خالی نہین ہی یا تو اُس سے حکم قضا مین خطا واقع ہوئی اور یا اُس نے عمداً ظلم کی راہ سے خطا کی اور اسکا اقرار کر دیا پس اگر اُس نے خطا کی اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ خطا حقوق اللہ تعالے مین واقع ہوئی یا یہ کہ خطا حقوق العباد مین واقع ہوئی۔ پس اگر اُسنے حقوق العباد مین خطا کی اور اُس کا تدارک اور رد ممکن ہی مثلاً کسی کے واسطے مال کا یا طلاق یا عتاق کا حکم دیدیا پھر خطا ظاہر ہوئی اسطرح کہ یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہین یا کفار ہین یا محدود القذف ہین تو اس صورت مین قضا باطل ہو جائیگی اور لینے والے سے مال واپس دلایا جائیگا اور عورت اُسکے شوہر کو واپس ملیگی اور غلام پھر مملوک ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکا تدارک ممکن نہ ہو مثلاً کسی کے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ پورا ہو گیا تو اُسکے عوض مقضی لہ یعنی جسکے واسطے فیصلہ دیا گیا ہی قتل نہ کیا جائیگا اگرچہ بالیقین معلوم ہو گیا کہ وہ ناحق قتل ہوا ہی اور یہی قضائے صوری ایک شبہہ[3] ہی جو وجوب قصاص سے مانع ہی و لیکن دیت واجب ہوگی کہ مقضی لہ سے دلائی جاویگی اور یہ سب حکم اُسوقت ہی کہ جب قاضی کی خطا گواہی یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خود قاضی کے اقرار سے ثابت ہو تو مقضی لہ کے حق مین اس کا اثر نہ ہو

[1] امضا یعنی جاری و نافذ کیا ہو

[3] شبہہ یعنی شبہہ کی وجہ سے بالاتفاق حد ساقط کی جاتی ہے

نہوگا اور نہ اُس کے حق مین قضا باطل ہوگی جیسے شاہد مین ہوتا ہی کہ اگر اس نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مقضی لہ کے حق مین مضر نہین ہوسکتا کہ قضا باطل نہ ہوگی ولیکن خود گواہ ضامن ہوگا اسی طرح یہان بھی یہی حکم ہوگا اور اگر قاضی کی خطا حقوق اللہ تعالے مین واقع ہوئی مثلاً حدزنا یا چوری یا شراب خواری کا حکم دیدیا اور رجم کرنا یا ہاتھ کاٹنا یا حد مارنے کا حکم پورا ہوگیا پھر معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھے یا کفار یا محدود القذف تھے تو اُسکی ضمانت بیت المال سے ہوگی اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کی راہ سے خلاف کیا اور اقرار کیا تو ان سب صورتون مین جو مذکور ہوئی ہین اُسکے مال سے ضمانت دلائی جائیگی اور چونکہ اُسنے جرم عظیم کیا ہی اسواسطے اُسکو تعزیر دیجاویگی اور عہدۂ قضا سے معزول کیا جاویگا کذا فی المحیط

پندرھوان باب قاضی کے اقوال مین اور اُن افعال مین جو قاضی کو کرنا چاہیے ہین اور جو نہ کرنا چاہیے ہین

ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہی کہ قاضی کو یہ کہنا جائز نہین ہی کہ فلان شخص نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہی مثلاً قتل نفس یا مال یا طلاق کا تاکہ قاضی اس اقرار سے اُسپر حکم جاری کرے جب تک کہ قاضی کے ساتھ کوئی گواہ عادل نہ ہو اور بھی امام نے فرمایا کہ مین قاضی کے اس کہنے سے کہ زید نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہی زید پر یا کوئی ہو حد جاری نہ کرونگا جب تک کہ اُسکے ساتھ ایک گواہ عادل نہ ہو پھر جب قاضی میرے نزدیک عادل ہو اور اُسکے ساتھ کا گواہ بھی عادل ہو تو مجھے حد قائم کرنی چاہیے اور اگر وہ دونون غیر عادل ہون تو اُنکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسی حکم دینے والے نے خود ہی اُسکے ہاتھ کاٹنے کا بھی تولیہ اختیار کیا بسبب اُسی اقرار کے جو اُسکے زعم مین حکم کا سزاوار ہی تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ مین بھی اُسکے ہاتھ کاٹنے کے قصاص کا حکم دون ولیکن مین اس سے اس شبہہ پر دفع کرتا ہون کہ فقہا کا اس باب مین اختلاف ہی کہ قاضی کا یہ قول کہ فلان شخص نے میرے سامنے اقرار کیا آیا اُسپر نافذ ہی یا نہین اور بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اُسکی دیت مین قاضی کے مال سے دلواؤنگا ہکذا ذکر ابن سماعہ عن محمد رحمہ اللہ تعالے جاننا چاہیے کہ قاضی کا کسی شخص کے کچھ اقرار سے خبر دینا اس سے خالی نہین کہ یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہی کہ جس سے رجوع درست ہی مثلاً حدزنا و سرقہ و شراب خواری ہین اور ایسی وجہون مین بالاجماع قاضی کا قول مقبول نہ ہوگا اور یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہی کہ جس سے رجوع نہین صحیح ہوتا ہی جیسے قصاص اور حد قذف اور باقی حقوق عباد اور ایسی صورتون مین ظاہر روایات مین اُسکا قول مقبول ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کیا کہ نہین مقبول ہوگا۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ ظاہر روایات مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام ابو یوسف رح اور پہلا قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا مذکور ہی اور ابن سماعہ کی روایت مین امام محمد رح کا پچھلا قول ہی اور ابن سماعہ کے بعض نسخون مین ہی کہ اُسکا قول مقبول نہ ہوگا اور یہ حکم مطلقاً ہی اور بعض نسخون مین قید کے ساتھ ہی یعنی اسکا قول مقبول نہوگا تاوقتیکہ اُسکے ساتھ دوسرا گواہ عادل نہ ہو اور یہی نسخہ صحیح ہی اور ہمارے زمانہ مین بہت سے مشائخ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہی اور بعض مشائخ نے امام محمد رح کا اس سے رجوع کرنا ذکر کیا ہی۔ اور امام ابو منصور ماتریدی نے اس مسئلہ کی چند صورتین کی ہین کہ اگر قاضی عالم و عادل ہو تو اُس کا قول مقبول ہوگا اور اگر عادل غیر عالم ہو تو اُس سے استفسار کیا جاویگا اگر اُس نے اچھی طرح اسکو بیان کیا ہی تو اُسکا قول مقبول ہوگا اور اگر فاسق جاہل ہو یا فاسق غیر جاہل ہو

تو اُسکا قول مقبول نہوگا مگر اُس صورت مین مقبول ہوگا کہ معائنؔ سبب بھی ہو۔ اور بعضے مشائخ نے اِس سے انکار کیا اور کہا کہ باوجود جہل یا فسق کے اُسکا قول بالکل مقبول نہوگا۔ یہ سب جو مذکور ہوا وہ صورت یہ ہی کہ قاضی اقرار سے ثبوت حق کے ساتھ خبر دے اور اگر گواہی اور دلیل سے ثبوت حق کی خبر دی مثلاً یون کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ قائم ہوے اور انکی تعدیل ہوئی اور مین نے انکی گواہی قبول کی تو یہ قول اُسکا مقبول ہوگا اور وہ اسکے موافق حکم کر سکتا ہی اور یہ سب صورتین اُسوقت ہین کہ جب قاضی نے اپنے قاضی ہونے کی حالت مین خبر دی ہو اور اگر اُسنے اپنے معزول ہو جانے کے بعد خبر دی مثلاً یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص آیا اور اُسنے فی الحال جو قاضی ہی اُسکے پاس نالش کی کہ فلان قاضی معزول نے میرا اِسقدر مال فلان شخص کو لیکر ناحق دلا دیا ہی یا یہ دعوی کیا کہ اس نے قضا کے زمانہ مین فلان شخص کو قتل کیا اور بلاحق قصاص تھا اور قاضی معزول نے کہا کہ مین نے کیا ہی اور مین نے اسکے اقرار یا گواہی پر ایسا حکم دیا ہی تو روایۃ ابن سماعہ کے موافق جب اُسکا قول قاضی ہونیکی حالت مین مقبول تھا تو معزولی کی حالت مین بدرجہ اولی مقبول نہوگا ولیکن روایات ظاہرہ کے موافق مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ اگر وہ مال عین جسمین دعوی ہی قائم ہو یا تلف ہوگیا ہو اور ان دونون صورتون مین قاضی پر ضمان نہین ہی۔ اور اسی طرح اگر قاضی معزول نے کہا کہ تجھپر مین نے فلان شخص کے ہزار درم کا حکم دیا اور تجھسے لیکر اُسکو دیدیے اور یہ جب مین قاضی تھا واقع ہوا اور اُس شخص نے کہا کہ نہین بلکہ بعد معزولی کے تو نے ظلم کی راہ سے لیے تو روایات ظاہرہ کے موافق قاضی کا قول معتبر ہوگا اور اسمین تفصیل ہی کہ آیا یہ چیز معین اُس شخص سے جس کے قبضہ مین ہی لیجاویگی یا نہین پس اگر وہ چیز بعینہ قائم ہی اور صاحب قبضہ کہتا ہی کہ یہ چیز اصل مین میری ہی مین نے اِس شخص سے نہین لی ہی اور نہ قاضی معزول نے میرے لیے اِسکا فیصلہ کیا ہی تو اُسکے قبضہ سے نہ لیجاویگی۔ اور اگر وہ کہتا ہی کہ یہ چیز میری ہی اسلیے کہ قاضی معزول نے میرے حق مین اسکو لے لینے کا اس شخص سے حکم دیا ہی جب قاضی تھا تو وہ شے اُس سے لے لیجاویگی اور مقضی علیہ کو دیدیجاویگی۔ ادب القاضی مین لکھا ہی کہ قاضی کو جائز ہی کہ یتیمون کا مال قرض دیوے اور یہ ہمارا مذہب ہی کذا فی المحیط اور واجب ہی کہ ثقہ لوگون کو قرض دیوے اور ثقاہت کے واسطے دو چیزین شرط ہین ایک تو تواَنگری اور لوگون کے معاملہ سے اچھی طرح صاف ہو جانا اور یہ کہ جھگڑالو نہو اور بعضے مشائخ نے ایک تیسری شرط لگائی کہ وہ شہر کا رہنے والا ہو اور اُسکے رہنے کا مکان ہو اور مسافر نہو کہ حجرہ مین رہتا ہو اگرچہ اُسکے پاس مال بہت ہو۔ اور کتاب الاقضیہ مین مذکور ہی کہ قاضی اُس وقت قرض دینے کا اختیار رکھتا ہی کہ جب ایسی چیزین دستیاب نہون جس سے یتیم کے حق مین کمائی حاصل ہووے اور اگر ایسی چیزین دستیاب ہوئین اور اُنکی خریداری ممکن ہوئی تو قرض نہین دے سکتا ہی بلکہ خریداری متعین ہوگی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی اور اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ملا کہ جسکے پاس اس کا مال مضاربت کے طور پر دیا جاوے تب بھی قرض نہ دیوے اور ہشام نے ذکر کیا ہی کہ ہم لوگون نے امام محمد رح کے پاس یہ ذکر کیا کہ اگر قاضی کے پاس بہت سا مال یتیمون کا جمع ہوگیا تو قاضی کو ضمانت مین دینا افضل ہی یا ودیعت رکھنا افضل ہی تو انھون نے ہم کو خبر دی کہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلے اور ابو یوسف رح کی یہ راے تھی کہ ضمانت مین سپرد کرے اور ایسا ہی امام محمد رح کا قول ہی کہ جب اُسنے ضمانت مین دیا تو زندگی اور موت دونون مین ادا ہو سکتا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور قاضی کو جائز نہین ہی کہ اپنے واسطے قرض لیوے

سلہ معانی اتفاقی [illegible]

اور فتاوی عتابیہ مین ہی اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہی روایت کیا گیا ہی کہ اگر امین بہتری (یعنی یتیم کی بہتری کے واسطے ۱۲) ہو تو جائز ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت مین دیا یا اسکی دلالت مین اسکے امین نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر یہ قاضی مرگیا اور بجاے اسکے دوسرا مقرر ہوا اور اسکے سامنے چند لوگون نے گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سُنا کہ مین نے فلان یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہی اور وہ فلان شخص اس سے انکار کرتا ہی تو دوسرا قاضی اس گواہی کو مقبول کریگا اور مشتری یا مستودع کو ماخوذ کریگا اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر انکو گواہ نہ کرلیا ہو۔ مختصر خواہرزادہ مین ہی کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اسنے انکار کیا تو مال کا حکم اسپر جاری کردے اور قاضی کی اسپر تصدیق کی جائیگی۔ اور اسیطرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور اسنے انکار کیا تو قضاء اسپر بیع پوری کردے۔ اور اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ مین لیکر اپنے گھر مین کہین رکھدیا اور اب اسکو نہین معلوم ہوتا ہی کہ کہان رکھا تو قاضی اسکا ضامن ہی۔ اور اگر اسکو معلوم ہی کہ مین نے چند لوگون کو دیدیا ہی اور یہ نہین جانتا ہی کہ کن کو دیا ہی تو ضامن نہین ہی اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ مین نے کسی ولی کو یتیم کے اولیاء مین سے دیدیا ہی اور نہین جانتا کہ کس کو دیا ہی تو بھی ضامن نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر گواہون نے گواہی دی کہ ہم نے قاضی کو کہتے سُنا کہ مین نے یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اسکے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی (خواہ یہی قاضی یا دوسرا ۱۲) اس سے مواخذہ کرے اور اگر اسنے جسکے پاس ودیعت تھی دعوی کیا کہ مین نے ودیعت واپس کردی اور قاضی نے انکار کیا تو اسپر قسم نہ آویگی اور اسیطرح بیع کی صورت مین اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنا چاہا اور قاضی نے ہر عیب سے برات کرلینے کا دعوی کیا تو بلا قسم اسکی تصدیق کیجائیگی۔ اگر نابالغ بالغ ہوگیا اور قاضی نے جو کچھ فروخت کیا تھا اسکا ثمن اسکو دیدیا تو جائز ہی اور یہی حکم اسکے امین کا ہی بخلاف وکیل کے کہ حقوق (بیع ۱۲) اسکی طرف راجع ہوتے ہین۔ اور اگر باپ یا وصی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اسکو ثمن دیدیا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی۔ قنیہ مین ہی کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال (اپنے پسر صغیر کا مال ۱۲) اپنے مال مین ملادیا تو ضامن نہین ہی اور قاضی کو اختیار ہی کہ اگر صغیر کا باپ مسرف (فضول خرچ ۱۲) ہو تو اسکا مال اس سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھدے حتی کہ وہ لڑکا بالغ ہوجاوے یہ شرح ابوالمکارم مین ہی۔ ذخیرہ مین ہی کہ قاضی کو لقطہ (پڑی چیز ۱۲) قرض دینا اسی لقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اسکی ولایت حاصل ہی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہی اور اگر غائب کے مال تلف ہوجانے کا خوف ہو تو اس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہی بشرطیکہ اسکی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کہان ہی اور اگر معلوم ہو تو جائز نہین ہی اور جامع الفتاوی مین ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال منقول فروخت کرے اور اسکا عقار فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہی اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے انداز کا تھا ایک ہزار مین فروخت کیا اور وارثون نے بڑے ہوکر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل و گواہ قائم کیے تو بیع فسخ کردیگا اور اگر اس نے فسخ کردی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اسکی قیمت ایک ہزار تھی تو بعد فسخ کے معتبر نہین ہی اور اگر فسخ سے پہلے ہو اور وہ بھی (یعنی دوسرا قاضی ۱۲) قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور پھر یتیمون کے گواہون کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور ناصری مین ہی کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اسکا کوئی وارث نہین معلوم ہوتا ہی اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کردیا تو جائز ہی پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری رہیگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی

اگر کسی دار کے فروخت کرنے کے واسطے قاضی نے کسی کو وکیل کیا تو اُسکے یا اُسکے باپ یا دادا کی توکیل کا حکم نہ دیگا اور اسی طرح ہر شخص کی جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہی توکیل جائز نہین ہی اور حکم قضا اپنے لیے یا اپنے اوپر جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ قاضی کا طریقہ یہ ہی کہ جھگڑے کا رُخ صلح کی طرف پھیر دے جب کہ اُسکو وجہ حکم قضا واضح نہ ہوا ور اگر واضح ہو تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ حکم قضا جاری کرے اور صلح کی طرف نہ پھیرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر صلح کی طمع ہو اور جہت قضا بھی واضح ہو تاہم اُنکو صلح کی طرف پھیر دے اور جب تک باہمی صلح سے مایوس نہو حکم قضا جاری نہ کرے اور آخر ادب القاضی مین ہی کہ اگر قاضی کو صلح کی طمع ہو تو کچھ ڈر نہین کہ اُنکو صلح کی طرف پھیر دے اور حکم نافذ نہ کرے اور یہ نچاہیے کہ دو مرتبہ سے زیادہ صلح کی طرف پھیرے اور اگر صلح کی طمع نہو تو قضا اُنپر نافذ کرے اگر بدون صلح کی طرف واپس کرنے کے اُسنے حکم قضا نافذ کر دیا حالانکہ صلح کی اُمید تھی تو بھی اُسکو گنجائش ہی فتاوی نسفی مین ہی کہ اگر قاضی خود ہی تقسیم کرنے کا متولی ہی تو اُسکو اُجرت لینا حلال ہی۔ اور کل نکاح جنکا پڑھنا اُسپر واجب تھا جیسے نابالغ بچون یا لڑکیون کا تو اُنکی اُجرت لینا اُسپر حلال نہین ہی اور جس نکاح کا پڑھنا اُسپر واجب نہ تھا اُسکی اُجرت لینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اُجرت مین اختلاف ہی اور فتوی کے واسطے یہ مختار ہی کہ اگر بکر کا نکاح کرے تو ایک دینار اور اگر ثیبہ ہو تو آدھا دینار لیوے اور یہ اُسکو حلال ہی ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہی یہ برجندی مین ہی۔ اگر اُس نے یتیم کی مصلحت کے واسطے اُسکے مال فروخت کرنے کا حکم دیا تو بسبب اِس حکم دینے کے اُسکو روا نہین کہ یتیم کے مال سے اُسکی اُجرت لیوے اور اگر اُسنے اُجرت لی اور بیع کی اجازت دی تو بیع نافذ نہوگی۔ ایک مسافر کسی شہر مین مر گیا اور اُسنے بہت سا مال چھوڑا تو قاضی کو چاہیے کہ اتنے دنون تک انتظار کرے کہ اسکے دل مین یہ بات پیدا ہو جاوے کہ اگر اُسکا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت تک خبر لیتا اور حاضر ہوتا پھر جب اسقدر انتظار کیا اور اُسکا کوئی وارث نہ آیا تو اُسکو بیت المال مین رکھدے اور نفقہ یتیمون وغیرہ مین صرف کرے اور اگر ایسے مصارف مین صرف کرنے کے بعد اُسکا کوئی وارث حاضر ہوا تو اُسکا حق بیت المال سے ادا کرے۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر قاضی کے دل مین گواہون کی طرف سے شک پڑ جاوے تو اُنکو الگ الگ کر دے اور سوا اِسکے کچھ نہین کر سکتا ہی اور اُنسے یہ بھی دریافت کرے کہ یہ کہان تھا یا وہ کب تھا اور یہ سوال بطور احتیاط کے ہی اگرچہ گواہون پر واجب نہین ہی پھر جب اُسکو جدا کیا اور اُسمین اُنھون نے ایسا اختلاف کیا کہ جس سے شہادت فاسد ہوتی ہی تو گواہی رد کر دے اور اگر ایسا اختلاف نہین کیا تو رد نہ کرے اور اگر اُنکو متہم رکھتا ہی تو مجرد تہمت سے گواہی رد نہ ہوگی نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ تہمت کی صورت مین الگ کر دیئے جاوینگے اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ کیا جاویگا کہ اِنکا لباس کیا تھا یا اُنکے ساتھ مردون یا عورتون مین سے کون کون تھا اور جگہ کے اختلاف مین بھی ایسا ہی ہی بشرطیکہ یہ شہادت قولی ہو اور اگر یہ گواہی فعل ہو تو جگہ کا اختلاف گواہی مین معتبر ہوگا۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر گواہون کی طرف سے میرے دل مین شک ہو اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہین تو مین اُنکو الگ الگ کر کے اُنسے جگہ اور لباس اور اُنکے ساتھ کون کون تھا سب دریافت کرونگا اگر اُنھون نے اسمین اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی مین اختلاف ہی مین اُنکی شہادت رد کر دونگا کذا فی المحیط۔

سولھوان باب قاضی معزول کی کچہری سے محضرون پر قبضہ کرنے کے بیان مین۔ قدیم سے جدید سوال کرے یعنی جو شخص قضا پر مقرر ہوا وہ اول اول یہ کام کرے کہ قاضی معزول سے دیوان طلب کرے اور قیدیون کے حال کو دیکھے اور قید خانہ مین کسی کو بھیجکر قیدیون کے نام و تعداد و اخبار[1] منگوائے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ نیا قاضی دو ثقہ آدمیون کو اور ایک کافی ہے بھیجکر قاضی معزول کے دیوان پر قبضہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور دیوان قاضی سے وہ خریطہ مراد ہے کہ جس مین دست آویز اور محضر اور وصیون کی تقرری اور قیام کی تقرری اور نفقات کی مقدار وغیرہ ہوتی ہین یہ محیط مین لکھا ہے پھر جب دونون ثقہ نے قبضہ کیا تو قبالہ وچک و محضر و فرمان تقرری اوصیاء و قوام وغیرہ ہر ایک قسم کے کاغذات چھانٹ کر علحدہ علحدہ خریطون مین رکھین اور تھوڑا تھوڑا کرکے قاضی معزول سے دریافت کرین تاکہ جو اشکال ہو وہ منکشف ہو جاوے اور یہ بھی کہ کب اسکا فیصلہ کیا تاکہ کمی و بیشی سے محفوظ رہے اور اگر قاضی معزول حاضر نہ ہوا تو اسپر جبر نہ ہوگا ولیکن اپنے دو امین اسواسطے بھیجدے کہ قاضی جدید کے دو امینون کو دیوان سپرد کردین اور جدید قاضی کے امین معزول کے امینون سے سب مشکلات حل کر لینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور دیوان پر قبضہ کرنے کے ساتھ ودیعتین اور یتیمون کا مال بھی قبضہ مین لاوین اور یہ جدید قاضی کے پاس رہیگا اور قیدیون کے نام بھی سمجھ لیوین اور جب قاضی نے کسی کو کسی حق مین قید کیا تو چاہیے کہ اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام فہرست مین لکھ لے اور وجہ قید بھی لکھے اور تاریخ قید بھی لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ اپنے تذکرہ مین وہ تاریخ لکھے کہ جسوقت سے قاضی معزول نے اسکو قید کیا ہے نہ اپنی تقرری کے وقت سے۔ اور یہی دونون شخص قاضی معزول سے قیدیون اور اسباب قید کو دریافت کرینگے اور قیدیون سے بھی قید کا سبب دریافت کرینگے اور انکے خصوم کو انکے ساتھ جمع کرینگے اور اگر قیدیون مین ایک جماعت ایسی ہو کہ جنکا کوئی خصم نہ آیا اور انھون نے کہا کہ ہم ناحق قید ہوے ہین تو قاضی مقرر شدہ انکو رہا نہ کریگا بلکہ منادی کرادیگا کہ فلان فلان شخص مقید پائے گئے پس جس کا کچھ حق انپر ہو وہ حاضر ہو پس اگر کوئی حاضر ہوا تو بطور فیصلہ کے فیصلہ ہوگا ورنہ انکو کفیل لیکر رہا کریگا اور اسکی مدت کہ منادی کتنے دن مین اور رہائی کتنے دن مین قاضی کی راے پر موقوف ہے اور بعضون نے کہا کفیل لیکر رہائی صاحبین کی راے پر ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک کفیل نہین ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس جگہ کفیل لینا سب کا قول ہے کذا فی المحیط اور صحیح یہ ہے کہ یہان کفیل لے کر چھوڑنا بالاتفاق ہے یہ عنایہ مین لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ قید کی چند قسمین ہین۔ ایک حبس بالدین یعنی قرضہ کے عوض قید ہوتا اور اسکی چند صورتین ہین اگر قیدی نے کہا کہ مین قرضہ کے عوض قید ہون کہ مین نے قاضی معزول کے سامنے فلان شخص کے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو قاضی جدید اسکو اور اس کے خصم کو جمع کریگا پس اگر اس نے تصدیق کی تو اس کے خصم کی درخواست سے پھر اسکو قید کردیگا اور اگر قیدی نے قرضہ سے انکار کیا کہ یہ شخص ناحق مجھپر دعوی کرتا ہے اور مین ظلم سے قید ہوا ہون اور اسکا خصم کہتا ہے کہ اسپر میرا حق ہے اور انصاف سے قید ہوا ہے تو قاضی اسکے مخاصم سے دوبارہ گواہی طلب کریگا پس اگر قاضی نے گواہون کو عادل جانا تو اسکو قید کریگا اور اگر عادل نہ جانا تو اسکے نفس کا کفیل[2] لیکر رہا کریگا اور اگر کسی قیدی نے کہا کہ مین فلان شخص کے قرضہ مین قید

[2] یعنے حاضر ضامنی ۱۲

[1] ... ۱۲

تو اُسکو حکم دے کہ مجھسے کفیل لیکر رہا کرے تو قاضی اُسکے خصم کو حاضر کریگا اگر اُسنے حاضر ہوکر محبوس کے اقرار کی تصدیق کی اور قاضی اس مقرلہ کو نام و نسب سے پہچانتا ہی یا نہین اور گواہون نے اسکی گواہی دی یا نہین سب صورتون مین قاضی قیدی کو حکم دیگا کہ مال ادا کرے اور رہا نہ کریگا اور ایک منادی کو حکم دیگا کہ وہ بطور مذکور ندا کرے پس اگر اسکا دوسرا مدعی کوئی شخص حاضر نہ ہوا تو سب صورتون مین ۔ رہا کریگا اور خصاف رحنے کفیل لینا پہلی اور دوسری صورت مین ذکر نہین کیا اور تیسری صورت مین ذکر کیا ہی اور بعضے مشائخ نے کفیل سب صورتین مین ذکر کیا ہی اور اگر محبوس مال نہ لایا ولیکن مقرلہ نے کہا کہ مین مہلت دیتا ہون تو اُسکو رہا کردے تو قاضی اُسکو بدون احتیاط کرنے منادی کے اور کفیل لینے کے رہا نہ کریگا اور اگر اُس نے کہا کہ میرا کفیل نہین ہی یا مجھپر کفیل دینا واجب نہین ہی اسواسطے کہ میرا کوئی مدعی نہین ہی کہ جو کفیل طلب کرتا ہو تو قاضی چھوڑنے مین جلدی نہ کرے بلکہ آہستگی کے ساتھ اُسکی منادی کرائے پھر اگر کوئی مدعی نہ پیدا ہوا تو رہا کردے ۔ دوسری قسم قید کی یہ ہی کہ خالص حق العباد کی عقوبت مین قید ہو مثلاً قصاص - اگر کسی قیدی نے کہا کہ مین اسوجہسے قید ہون کہ مین نے فلان شخص کے لیے قصاص کا اقرار کیا ہی اور قاضی نے اُسکو اور اُسکے مدعی کو جمع کیا اور اسنے اس اقرار کی تصدیق کی - تو اِس کی دو صورتین ہین یا قصاص نفس ہوگا یا قصاص عضو - پس اگر قصاص نفس ہو تو قاضی بلا تاخیر اُسکو قیدخانہ سے باہر نکالے اور اُسکے مدعی کو اپنا بدلا لینے کا حکم دے اور اگر قصاص عضو ہو تو بھی نکالکر بدلا دلوادے ولیکن اُسکی رہائی مین جلدی نہ کرے کیونکہ شائد کسی دوسرے کا اُسپر حق نفس ہو کہ اِسنے اس مدعی کے واسطے قصاص عضو کا اقرار کرکے اپنی جان بچائی ہو تیسری قسم کی قید جو خالص عقوبت الٓہی مین قید ہو جیسے زنا یا چوری یا شراب خواری کی وجہ سے اگر قیدی نے کہا کہ مین اسواسطے قید ہون کہ مین نے قاضی معزول کے سامنے چار بار چار مجلسون مین زنا کا اقرار کیا پس مجکو حد مارنے کے واسطے قید کیا ہی پس جدید قاضی اِس اقرار پر اُسکو حد نہ ماریگا اور اگر چار مجلسون مین چار مرتبہ اِس نے اِس کے سامنے بھی اقرار کیا تو حد ماریگا خواہ دیر گذر گئی ہو یا نہ گذری ہو پس اگر محصن تھا تو اُسکو رجم کریگا ورنہ درہ لگائیگا اور اُسکی رہائی مین جلدی نہ کریگا شائد کوئی اُسکے نفس کا مدعی آوے اور اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کرلیا تو رجوع صحیح ہی جیسے قاضی اول کے سامنے صحیح تھا ولیکن قاضی اُسکے رہا کرنے مین جلدی نہ کرے اور اگر اُس نے کہا کہ میرے اوپر زنا کرنے کے گواہ قائم ہوے تھے اِس لیے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے مجھے قید کیا تھا تو وہ گواہ جو قاضی معزول کے سامنے قائم ہوے تھے اس قاضی کے لیے معتبر نہوںنگے پس حد نہ ماریگا اور اگر اِس قاضی کے سامنے بھی اُسکے زنا کے گواہ قائم ہوے تو بھی اگر دیر گذری تو حد نہ ماریگا اور اُس کی رہائی مین جلدی نہ کریگا اور بعد اُسکے کفیل لیکر رہا کریگا - اور اگر بعض قیدیون نے کہا کہ مین نے شراب پینے کا اقرار کیا تھا یا مجھپر شراب خواری کے گواہ قائم ہوے تھے اور مجھے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے قید کیا ہی تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قاضی اُسپر حد نہ ماریگا - اگر قیدی نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے مال کی چوری کا اقرار کیا یا گواہ قائم ہوے تھے اسواسطے قید ہون تو یہ قاضی اِس اقرار یا گواہی پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا اور اُسکو اور اُسکے خصم کو جمع کریگا ولیکن اگر اِس قاضی کے سامنے بھی اقرار کیا تو اِس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیگا خواہ اِس معاملہ کو دیر گذری ہو یا نہ گذری ہو اور اُسکی رہائی مین جلدی

نہ کریگا اور اگر دوبارہ اُسپر گواہ قائم ہوے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا بشرطیکہ دیر گذر گئی ہو پس حد زنا اور حد سرقہ اِس حکم مین یکسان ہین - اور چوتھی قسم کی قید بسبب ایسی عقوبت کے جس مین حق اللہ تعالیٰ وحق العباد دونو ہو اور وہ حد قذف ہی اگر قیدی نے کہا کہ مین اسوجہ سے قید ہون کہ مین نے اس شخص کو زنا کی تہمت لگائی تھی اور اُس شخص نے اِسکے اقرار کی تصدیق کی تو یہ قاضی اُسکو حد قذف کی پوری سزا دیگا اور اُسکی رہائی مین جلدی نہ کریگا اور اگر اُسنے اقرار سے رجوع کیا تو صحیح نہین ہی بخلاف اُن حدود کے جنمین خالص اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہی کہ اُنمین اقرار سے رجوع صحیح ہی - اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے قبضہ مین مین نے اسقدر مال فلان بن فلان کا دیا ہی پس اگر قابض مال نے اس سب کی تصدیق کی تو حکم دیا جاویگا کہ مقرلہ کو دیدے اور یہ ظاہر ہی - اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے فلان قاضی معزول نے اسقدر مال دیا ہی مگر مین نہین جانتا ہون کہ کسکا ہی تو اِس صورت مین بھی مقرلہ کو دلایا جائیگا اور اگر مال کے قابض نے قاضی معزول کی سب باتون مین تکذیب کی تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہی - اور اگر مال کے قابض نے کہا کہ مجھے قاضی معزول نے اسقدر مال دیا ہی اور وہ فلان شخص کا ہی سواے اُس شخص کے جسکا قاضی نے نام لیا تھا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک تو یہی جو مذکور ہوئی اور اِسمین اُسی شخص کو دلایا جائیگا جسکا قاضی نے اقرار کیا ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ یون کہا کہ جو مال میرے قبضہ مین ہی وہ فلان شخص کا ہی سواے اُسکے ایک شخص دوسرے کا نام لیا جسکا قاضی نے اقرار کیا تھا تو قاضی معزول کو دیدے اور وہ اُس شخص کو دیوے جسکے لیے قابض نے اقرار کیا ہی پس اگر پہلے شخص کو بدون حکم قضا دیدیا تو دوسرے کے لیے ضامن ہوگا اور اگر بحکم قضا دیدیا تو بھی امام محمد رح کے نزدیک ایسا ہی ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن نہوگا - اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے پاس ہزار درم فلان یتیم کے ہین کہ اُسکو اُسکے باپ کے ترکہ مین سے پہونچے تھے اور اُس قابض نے اُسکی تصدیق کی پس اگر کسی شخص نے وارثان میت سے اِسمین دعوی نہ کیا تو یہ درم یتیم کے ہونگے اور اگر باقی وارثون نے کہا کہ ہم مین سے کسی نے ترکہ مین سے اپنا حق نہین پایا ہی تو یہ مال تمام وارثون مین مشترک ہوگا اور منجملہ اُنکے یتیم بھی ہوگا - ولیکن جدید قاضی کو چاہیے کہ بنظر یتیم باقی وارثون سے قسم لیوے کہ واللہ تم نے اپنے والد فلان شخص کے ترکہ سے اپنا حق نہین پایا ہی - اور اگر قاضی معزول نے کہا کہ یہ ہزار درم فلان یتیم کے ہین اور یہ نہ بیان کیا کہ اُسکے باپ کے ترکہ مین سے پہونچے ہین اور باقی وارثون نے دعوی کیا کہ یہ اُنکے باپ کے ترکہ مین ہین اور ہم لوگون نے اپنا حق نہین پایا ہی تو یہ مال یتیم کا ہوگا کیونکہ قاضی معزول نے ملک یتیم کا اقرار کیا ہی اور میراث کا اقرار نہین کیا ہی تاکہ وارثون کا حق ثابت ہو پس بلاحجت ودلیل ان وارثون کا حق ثابت نہ ہوگا - اگر موافق ایک تحریر کے یہ مال کسی شخص پر تھا اور قاضی نے نوشتہ مین سبب اُس کا لکھدیا تھا اور گواہی کرا دی تھی کہ یہ فلان یتیم کا ہی اور اُسکو اُسکے فلان والد کے ترکہ مین پہونچا ہی اور باقی وارثون نے اپنا حق لے لیا ہی پس واضح ہو کہ مجرد تحریر حجت نہین ہی اور اسی طرح قاضی کا قول کہ باقی وارثون نے اپنا حق لے لیا ہی حجت نہین ہی اور حجت یہانپر صرف اسطرح ہی کہ کچھ گواہ گواہی دیوین کہ قاضی نے اِن وارثون کے اپنا تمام حق لے لینے پر گواہ کیا تھا یا اس امر کے گواہ ہون کہ ان لوگون نے اپنا تمام حق پا لینے پر اقرار کیا ہی پس ایسے گواہ ہین اور اُنھون نے گواہی دی تو مال یتیم کا ہوگا ورنہ وہ یعنی مثل باقی وارثون کے ہوگا - اگر قاضی معزول نے بیان کیا کہ میرے نزدیک یہ بات گواہون
یعنی یتیم ۱۲

کی گواہی سے ثابت ہوگئی تھی کہ فلان شخص نے اپنی اسقدر زمین اس طور پر وقف کی ہی اور مین نے اسکا حکم دیدیا اور فلان شخص کے قبضہ مین رکھی اور اُسکو حکم دیدیا کہ اِسکا محصول و آمدنی وقف کی شرطون کے موافق صرف کرے اور قابض نے اُسکی تصدیق کی پس اگر وقف کرنے والے کے وارثون نے اسکا اقرار کیا تو قاضی مقرر شدہ اُسکو نافذ کریگا اور اگر وارثون نے وقف سے انکار کیا اور اُنپر گواہ قائم نہ ہوے تو وارثون کے درمیان میراث ہوگی ولیکن وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیجاویگی کہ اُنکے مورث کا وقف کرنا اُنکو نہین معلوم ہی پس اگر اُنھون نے قسم کھالی تو میراث ہی اور اگر انکار کیا تو قاضی اُسکے وقف ہونے کا حکم دیدیگا اور اگر وقف ہونے پر گواہ قائم ہون تو وقف ہونے کا حکم دیدیگا چنانچہ وقف کرنے والے کی زندگی مین بھی یہی حکم تھا - اور اگر قاضی معزول نے یہ نہ کہا کہ اُسنے فلان شخص پر وقف کیا ہی بلکہ کہا کہ اربابِ[1] پر یا مسجد پر یا کسی اور وجہ خیر کا نام لیا کہ اُسپر وقف کیا ہی تو مقرر شدہ قاضی اُسکو نافذ کردیگا اور اُسکی تفصیل دریافت نہ کریگا - اور ہر جگہ جہان استفسار کرنا مضر ہو قاضی مقرر شدہ اجمال پر کفایت کریگا اور تفصیل دریافت نہ کریگا - اور قاضی کو چاہیے کہ امینون سے ہر ششماہی یا سال مین یتیمون کی آمدنی اور مال کا حساب لیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ امین نے امانت کو ادا کیا ہی یا خیانت کی ہی اگر اُس نے امانت داری کی تو مقرر رکھے اور اگر خیانت کی تو موقوف کرکے اُس جگہ دوسرا مقرر کرے اور اسی طرح وقف املاک کے قوام[2] سے بھی حساب کرے اور ماحصل اور مال وقف کی آمدنی مین انھین کا قول قبول کرے اور وصی اور قیم اس باب مین یکسان ہین - اور اصل یہ ہی کہ شرع مین شئے مقبوضہ کی مقدار بیان کرنے مین یا یتیم کے نفقہ کی مقدار یا زمین وقف کے مصرف اور مؤنت کی مقدار بیان کرنے مین قابض کا قول معتبر ہوتا ہی ولیکن اگر وصی ہو تو محتمل مین اُسکا قول مقبول ہی اور غیر محتمل مین مقبول نہین ہی کذا ذکر الخصاف اور وصی اور قیم مین فرق ہی وصی وہ ہی جسکی طرف حفظ اور تصرف سپرد ہی اور قیم وہ ہی جسکو حفاظت سپرد ہی اور تصرف سپرد نہین ہی - اور جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ اگر وصی نے انفاق کا دعوٰی کیا تو اپنے ماتحت چیز کے تصرف کا دعوی کیا تو اُسکا قول محتمل مین قبول ہوگا اور اگر قیم نے ایسا ہی دعوٰی کیا تو اُسنے ایسی چیز کا دعوی کیا جو اُسکے تحت ولایت نہین ہی پس اُسکا قول مقبول نہوگا - اور اکثر مشائخ نے ایسی چیزون مین جیسے زمین کے واسطے چارہ نہین ہی اور ضروری ہین وصی اور قیم کو یکسان شمار کیا ہی اور کہا کہ ایسی چیزون مین قیم کا قول مثل وصی کے قبول ہوگا اور اِس مسئلہ پر قیاس کیا کہ اگر قیم مسجد یا ایک شخص نے اہل مسجد سے مسجد کے واسطے ضروری چیز خریدی مثلاً بوریہ یا تیل یا چٹائی وغیرہ یا کچھ مسجد کی آمدنی اُسکے خادم کو دیدی تو ضامن نہوگا کیونکہ ان چیزون کے نہ کرنے سے مسجد مین نقصان تھا پس گویا اُسکو دلالۃً اجازت حاصل تھی پس اسی قیاس پر یہان بھی اُنھون نے یہی حکم دیا ہی - اور ہمارے زمانہ کے مشائخ نے فرمایا کہ وصی اور قیم مین کچھ فرق نہین ہی کیونکہ ہمارے زمانہ مین قیم بھی وہ ہی جسکو حفاظت اور تصرف دونون کا اختیار ہو - اگر قاضی نے کسی وصی کو متہم جانا اور جو اُسنے یتیم کے نفقہ مین صرف کرنیکا دعوٰی کیا ہی یا وقف کے صرف مین دعوے کیا ہی اُسمین اُسکو شک ہوا تو قاضی اُس سے قسم لیگا اگرچہ وہ امین ہو جیسا کہ اُس شخص کا حکم ہی جس کے پاس ودیعت ہی اور اُس نے ودیعت کے تلف ہوجانے یا واپس کردینے کا دعوٰی کیا تو اُس سے حلف لیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ حلف کے واسطے کسیقدر مقدار معلوم کا دعوی ہونا چاہیے کیونکہ قسم دعوی صحیح پر ہوتی ہی اور مقدار مجہول کا دعوے صحیح نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ ہر حال مین قسم

---

[1] ارباب یعنی اہل وقف و مستحقین ۱۲

[2] قوام جو متولی و قائم وقف ہو [illegible] ۱۲

[illegible]

بیجا ویگی کیونکہ قاضی یتیم کی نظر سے قسم لیتا ہی اور ایسے احتیاط مین ہر طرح قسم لیجائیگی - اگر انھون نے یہ خبر دی کہ ہم نے زمین کے صرف مین یا یتیم کے نفقہ مین زمین کی آمدنی اور مال مین سے اسقدر صرف کیا ہی اور اسقدر ہمارے پاس باقی ہی پس اُن مین سے جو شخص امانت داری مین مشہور ہو تو قاضی اُس سے اجمال کو قبول کریگا اور تفصیل کے واسطے جبر نہ کریگا اور جو شخص متہم ہو اُس سے اجمال قبول نہ کرے گا اور تفصیل کے واسطے جبر کرے گا اور اس مقام پر جبر کے معنی قید کرنے کے نہین ہین صرف یہ ہین کہ قاضی مقرر شدہ اُسکو دو تین دن بلاکر دھمکا دے کہ اُسکی تفصیل بیان کرے اور یہ یتیم کے حق مین احتیاط ہی پس اگر با این ہمہ اُسنے تفصیل نہ بیان کی تو قاضی اُسکی قسم دینے یا قسم سے باز رہنے پر اکتفا کریگا - اگر وصی نے قاضی مقرر شدہ سے کہا کہ قاضی معزول نے مجھسے حساب لے لیا ہی تو بدون گواہی کے اُسکو نہ چھوڑے - اگر وصی یا قیم نے کہا کہ مین نے اپنا اسقدر ذاتی مال یتیم یا وقف کے صرف مین صرف کیا ہی اور قصد کیا کہ واپس لیوے تو بلا حجت اُسکا قول مقبول نہوگا بخلاف اسکے کہ اُسنے مال وقف یا مال یتیم مین سے صرف کرنے کا دعوی کیا تو محل مین اُسکا قول مقبول ہوگا - اگر وصی یا قیم نے دعوی کیا کہ قاضی معزول نے میرے واسطے اسقدر ماہواری یا اسقدر سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اسکی تصدیق کی یا نہ کی تو مقرر شدہ قاضی اسکو نافذ نہ کریگا اور اگر اسپر گواہی گذری تو قبول کرکے نافذ کریگا پھر اگر قاضی کی راے مین یہ اُجرت اُسکے کام کے برابر یا کم ہی تو سب کے نافذ ہونے کا حکم دیگا اور اگر اُسکے کام سے زیادہ ہو تو بقدر اُسکے کام کے دیگا اور باقی کو جو زیادہ ہی باطل کر دیگا اور اگر قیم نے زیادتی کو لے لیا ہو تو حکم دیگا کہ یتیم کو واپس کرے اور اصل مین لکھا ہی کہ مقرر شدہ نے قاضی معزول کے دیوان مین جسقدر گواہیان یا قضا و اقرار پائے سب بیکار ہین اُنپر عمل نہ کریگا ولیکن اگر کسی حکم قضا کے گواہ گذرے کہ اُسنے اسکا فیصلہ کرکے نافذ کیا تھا اور وہ اسوقت تک قاضی تھا تو اُسکو قبول کرے اور عمل کرے کذا فی المحیط

سترھوان باب اُن صورتون کے بیان مین جن مین جھوٹی گواہی پر فیصلہ واقع ہوگیا اور قاضی کو اسکا علم نہ ہوا - یہ صورت عقد اور فسخ مین واقع ہوسکتی ہی - اور اسمین امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے اول قول کے موافق اختلاف ہی - قاضی کی قضا عقد و فسخ مین جھوٹے گواہون کی وجہ سے ظاہراً و باطناً نافذ ہوتی ہی اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق ظاہراً نافذ ہوتی ہی باطن مین نافذ نہین ہوتی ہی عقود مین اس مسئلہ کی بہت سی صورتین ہین از انجملہ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور عورت انکار کرتی ہی اور اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اُسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہی اور عورت کو جائز ہی کہ اُسکو اپنے اوپر قابو دیدے اور امام محمد رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول آخر کے موافق دونون کو یہ بات حلال نہین ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابتدائی نکاح اس صورت مین ثابت ہو جائیگا اگر حکم قضا گواہون کے حضور مین ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس صورت مین حکم قضا کے وقت گواہون کی حاضری شرط نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اسپر اجماع ہی کہ اگر کسی کی معتدہ یا منکوحہ کے حق مین حکم قاضی بسبب جھوٹے گواہون کے نکاح کا جاری ہو تو نافذ نہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور فسخ مین بھی مسئلہ کی بہت صورتین ہین از انجملہ ایک عورت نے

اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعوی کیا اور اسپر جھوٹے گواہ قایم کیے اور قاضی نے دونون مین جدائی کا حکم دیدیا پھر عدت گذرنے کے بعد اُس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور پہلے قول امام ابو یوسف رح کے موافق پہلے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنا ظاہراً و باطناً حلال نہین ہی اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اُس سے وطی کرنا حلال ہی خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اُسکو طلاق نہین دی مثلاً دوسرا شوہر ایک گواہ مین سے ہو یا اُسکو یہ بات نہ معلوم ہو مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو ۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے دوسرے قول کے موافق اور یہی امام محمد رح کا قول ہی کہ دوسرا شوہر اگر اس حال سے واقف ہی تو اُسکو وطی کرنا حلال نہین ہی اور اگر نہین جانتا ہی تو حلال ہی کذا ذکر شیخ الاسلام فی کتاب الرجوع اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین پہلے شوہر کو اس سے وطی حلال نہین باوجودیکہ باطناً جدائی نہین ہوئی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ امام ثانی رح کے دوسرے قول مین باطناً اُس سے وطی کرنا پہلے شوہر کو حلال ہی ۔ اور امام محمد رح کے نزدیک جبتک دوسرے شوہر نے اُس سے جماع نہین کیا تب تک حلال ہی اور جب اُسنے جماع کر لیا تو پھر حلال نہین ہی خواہ دوسرے کو حقیقت حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ حکم امام محمد رح کا اُس صورت مین کہ دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم نہین ہی ظاہر ہی کیونکہ ثانی شخص نے اس سے ایسی حالت مین نکاح کیا ہی کہ وہ دوسرے کی عورت ہی ولیکن دوسرے کو نہین معلوم ہی تو اسکا نکاح امام محمد رح کے نزدیک فاسد ٹھہرا پس جب دوسرے نے اُس سے جماع کیا تو اُسپر عدت واجب ہی پس اول شوہر کو وطی نہین حلال ہی اگرچہ وہ پہلے شوہر کی جورو ہی جبتک کہ عدت نہ گذرے مگر اُس صورت مین مشکل ہی کہ جب دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم ہووے کیونکہ اُسکو معلوم ہوگا کہ دوسرے کی جورو ہی [شوہر دوم سے ۱۲] تو اُسکا نکاح باطل ہوگا ۔ پس یہ وطی زنا سے واقع ہوگی اور کسی کی منکوحہ اگر زنا کرے تو اُسپر عدت نہین واجب ہوتی ہی اور نہ شوہر پر اُس سے وطی کرنا حرام ہوتی ہی ۔ اور منجملہ فسخ کی صورتون کے ایک یہ ہی کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا مقید کر کے دار الحرب سے آئے پھر جب بالغ ہوے تو آزاد کر دیے گئے پھر دونون نے باہم نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہو کر آیا اور اُسنے گواہ پیش کیے کہ یہ دونون اُسکی اولاد ہین اور قاضی نے حکم دیکر دونون کو جدا کر دیا پھر اگر دونون گواہ اپنی گواہی سے پھر جاوین اور معلوم ہو جاوے کہ یہ دونون گواہ جھوٹے تھے تو شوہر کو اُس عورت سے وطی کرنا جائز نہین ہی کیونکہ قاضی نے اُسپر حرام ہونے کا حکم دیا اور قضا ظاہر و باطن نافذ ہو گئی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک بھی وطی حلال نہین ہی کیونکہ حقیقت مین گواہون کے جھوٹے ہونے کا حال اُسکو معلوم نہین ہو سکتا ہی ۔ اور منجملہ صورت عقد کے یہ ہی کہ جب قاضی نے جھوٹے گواہون پر بیع ہو جانے کا حکم دیدیا اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دعوے مشتری کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ تو نے میرے ہاتھ یہ باندی اتنے کو بیچی تھی اور اُسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے وہ باندی مشتری کو دینے کا حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اُسکی قضا باطن مین نافذ ہو جاویگی کہ مشتری کو اُس سے وطی کرنا حلال ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک باطن مین نافذ نہ ہوگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیع امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک تفصیل سے ہونا چاہیے یعنی اگر ثمن مذکور قیمت باندی کے برابر یا اسقدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اندازہ مین اُٹھا لیتے ہین تو اُس بیع کا حکم باطن مین نافذ ہوگا اور نتقی مین اسیطرح

صراحۃً امام اعظم رحمہ سے مروی ہی اور اگر اسقدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھایا کرتے ہین تو قضا باطن مین نافذ نہوگی کیونکہ باطن مین نفاذ قضا کا طریقہ امام کے نزدیک اسطرح صحیح ہی کہ قاضی اپنی قضا مین بسبب ولایت تصرف کے اِس تصرف کا پیدا کرنے والا ہو جاتا ہی اور بیع مین اسکو ولایت تصرف مثل قیمت یا اُس قدر کمی کے ساتھ جتنا لوگ خسارہ برداشت کر لیتے ہین حاصل ہی اور اسکے سوا نہین ہی پس تفصیل ضرور ہوئی اور بعض مشائخ نے کہا کہ قضا ہر حال مین نافذ نہوگی کیونکہ بیع اگرچہ ثمن کے ساتھ ہو مبادلہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ دعوی بائع کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے مجھسے یہ باندی خریدی ہی اور اُسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکا فیصلہ کردیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مشتری کو باندی سے وطی حلال ہی۔ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر مشتری نے ترک خصومت پر عزم کرلیا تو وطی حلال ہی۔ اور مشائخ نے عزم کے معنی مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ قلب سے عزم کرلے اور بعضون نے کہا کہ زبان سے عزم قلبی پر گواہی دیوے اور فقط قلب کی نیت کافی نہین ہی۔ اور منجملہ عقد کی صورتون کے یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہبہ مقبوضہ کا دعوی کیا اور اُسپر جھوٹے گواہ پیش کردیے اور قاضی نے مدعی کے واسطے فیصلہ کردیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک ظاہر مین قضا نافذ ہوگی اور باطن مین نہین حتی کہ اُس سے نفع اٹھانا مدعی کو حلال نہین ہی اور امام اعظم رحمہ سے دو روایتین ہین ایک مین نافذ ہوگی اور دوسری مین نافذ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور صدقہ مین دو روایتین امام اعظم رحمہ سے آئی ہین کذا فی الکافی۔ اور املاک[۹۲] مرسلہ مین اگر یون قضا واقع ہو تو بالاجماع باطن مین نافذ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور یہ بالاجماع ہی کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ گواہ غلام یا محدود القذف یا کفار ہین تو قضا ظاہر مین نافذ ہوگی باطن مین نافذ نہوگی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر اُسنے تین طلاق کا اقرار کیا پھر انکار کیا اور قسم کھالی اور اُسکے واسطے قاضی نے حکم کردیا تو اُسکو وطی کرنا حلال نہین ہی کذا[۹۳] فی الخلاصہ۔ نسب کے باب مین جھوٹی گواہی پر قاضی کا حکم بعضون کے نزدیک موافق اختلاف مذکور کے ہی اور بعضون کے نزدیک بلاخلاف باطن مین نافذ ہوگا اور صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک باندی نے اپنے مالک پر دعوے کیا کہ باندی اُسکی بیٹی ہی اور مالک نے اِسکا اقرار کیا ہی اور اسپر اُسنے جھوٹے گواہ پیش کردیے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو بعضون نے کہا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک اِس سے وطی کرنا مالک کو حرام ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک حرام نہین ہی اور بعضون کے نزدیک بالاتفاق حرام نہین ہی۔ پس اگر وہ شخص باپ مرگیا اور میراث چھوڑی تو اُسکو کھانا حلال ہی اور یہ بلاذکر خلاف کتاب الرجوع عن الشہادۃ مین لکھا ہی۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ بلاخلاف اُسکا کھانا باندی کو حلال نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسکی میراث کا کھانا عورت کو بلاخلاف حلال ہی اور اگر یہ عورت مرگئی تو امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ کو کتاب الرجوع مین لکھا ہی اور کہا کہ خرید کو اُسکی میراث کھانا جائز ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ جواب سب کے قول پر ہی اسواسطے کہ فی الواقع وہ عورت یا اسکی بیٹی تھی یا باندی تھی پس اگر بیٹی تھی تو بالاجماع بیٹی کی میراث اسکو حلال ہی اور اگر باندی تھی تو باندی کی ملک بالاجماع اسکو حلال ہی امام محمد رحمہ نے جامع مین فرمایا کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر شوال مین یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنا غلام رمضان مین آزاد کیا ہی اور غلام کی قیمت گواہی کے دن دو ہزار درم تھی اور رمضان مین اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر اُن گواہون کی ہنوز تعدیل نہ ہوئی یہانتک کہ اُسکی قیمت تین ہزار درم ہوگئی پھر اُنکی عدالت ثابت ہوکر اُن کی گواہی پر فیصلہ کیا گیا پھر اُن

دونون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کو جس روز قاضی نے آزاد کیا اُس روز کی قیمت یعنی تین ہزار درم کے وہ لوگ ضامن ہونگے کذا فی الذخیرہ اور فتاوے عتابیہ مین ہی اگر قاضی نے ایک باندی کو آزاد کیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو باندی آزاد ہوگئی اور گواہون مین ہر ایک کو اختیار ہی کہ ایک اُس سے نکاح کر لے اور منتقی مین موافق قول صاحبین کے یہ شرط لگائی ہی کہ یہ امر اسکے بعد ہوگا کہ جب دونون گواہون سے قاضی قیمت باندی کی دلوا دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعوی کیا کہ اُس نے اِس عورت کو ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ بائن کیا اور زوج نے انکار کیا اور قاضی نے اُسکو قسم دلائی اور اُس نے قسم کھالی پس اگر عورت کو یہ بات معلوم ہو کہ میرا کہنا درست ہی تو اُس کو اُس کے ساتھ بسر کرنا جائز نہین ہی اور نہ وہ مرد اُسکی میراث لیوے یہ نہایہ مین لکھا ہی

اٹھارھوان باب حکم قاضی برخلاف اعتقاد محکوم لہ یا محکوم علیہ کے واقع ہونے کے بیان مین

کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہی اور یہ قول اُسکے گمان مین ایک طلاق ہی کہ جسمین رجعت درست ہی اور اُس نے رجعت کر لی اور اُس عورت نے ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا جسکے نزدیک یہ تین طلاق ہین اُسنے دونون مین جدائی کر دی یا زوج کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق بائنہ تھی کہ اُسنے دوبارہ نکاح کر لیا اور عورت نے مرافعہ کیا اور قاضی نے تین طلاق اعتقاد کر کے دونون مین جدائی کر دی تو یہ قضا ظاہراً و باطناً نافذ ہوگی اور مرد کو اُسکے پاس رہنا حلال نہین ہی اور نہ عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حلال ہی۔ اور اگر زوج کی رائے مین یہ تین طلاق تھین اور قاضی کے نزدیک وہ ایک بائنہ یا ایک رجعیہ تھی اور اُسی کے موافق اُس نے حکم دیا تو یہ حکم بھی امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک باطن مین نافذ ہوگا حتے کہ اُس کو جائز ہوگا کہ عورت سے رجعت یا نکاح کرے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک باطن مین نافذ نہ ہوگا۔ اور حاصل یہ ہی کہ اگر مبتلا بالحادثہ[له] عامی شخص ہی کہ جسکی کچھ رائے نہین ہی تو اُسپر واجب ہی کہ اس حادثہ مین جو قاضی حکم کرے اُسکی اتباع کرے خواہ حکم اُسکے نفع کے لیے ہو مثلاً حلت کا حکم ہو یا حکم اُس کے اوپر ضرر کا ہو مثلاً حرمت کا ہو۔ اور اگر مبتلا بالحادثہ فقیہ صاحب رائے ہو اور قاضی نے اُسکے برخلاف رائے حکم دیا ہو مثلاً اُسکے اعتقاد مین حلت تھی اور قاضی نے حرمت کا حکم دیا تو بلا اختلاف اُسپر واجب ہی کہ اُسکے حکم کی پیروی کرے اور اپنی رائے کو چھوڑ دے اور اگر حکم اُسکے نفع کا ہو مثلاً وہ حرمت کا معتقد تھا اور حکم حلت کا ہوا تو بعض مواضع مین لکھا ہی کہ اپنی رائے کو چھوڑ کر اُسکے حکم کی اتباع کرے اور اسمین اختلاف مذکور نہین ہی اور استحسان مین ہی کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک جس چیز کو خود حرام جانتا ہی اُسمین قاضی کے مباح کرنے کی طرف التفات نہ کرے اور امام اعظم رح و امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ اسپر اجماع ہی کہ اگر مبتلا بالحادثہ عامی ہو اور قاضی نے اُسکے واسطے حکم کیا تو باطن مین نافذ ہو جائیگا اور قضا ایک امر ملزم تمام لوگون کے حق مین ہی پس عالم کے حق مین بھی ہوگی پس اگر عالم ہوگا تو اُسکے حق مین بھی باطن مین نافذ ہوگی اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ یہ الزام مقضی علیہ کی طرف ہی اور مقضی لہ کی طرف نہین ہی اسی واسطے بدون اُسکی طلب کے قاضی حکم نہین دیتا ہی اور قاضی اُسکے نزدیک اُس حکم مین مخطی ہی تو اُسکی اتباع نہ کریگا کذا فی المحیط۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اُسکو جنون مطبق ہو گیا اور اُس شخص کا والد موجود ہی پھر عورت نے

له مبتلا بالحادثہ [illegible]

دعوی کیا کہ اس شخص نے نکاح سے پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی عورت نکاح مین لاوے تو اسپر تین طلاق ہین تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قاضی اسکے باپ کو مخاصم بناوے اور اگر اسنے بنایا اور دیکھا کہ یہ تمام قول کچھ نہین ہی اور اسکو باطل کیا اور نکاح کو باقی رکھا پھر اسکا شوہر اچھا ہوگیا اور اسکے نزدیک اس قول سے طلاق واقع ہوتی ہی تو بھی اس عورت کے ساتھ رہنا اسکو جائز ہی اور امام ابویوسف رح کے قول پر جائز نہین ہی اور حاوی مین لکھا ہی کہ اگر شوہر عالم تھا اور اسنے اس قول سے طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو اسکے ساتھ رہنا جائز نہین ہی اور یہ امام ابویوسف رح کا قول ہی اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک عالم اور جاہل اس باب مین برابر ہین ہرایک کو قاضی کی راے کی اتباع کرنا چاہیے اور خانیہ مین ہی کہ اسکے والد کو مخاصم بنانے کے واسطے امام محمد رح کے نزدیک یہ شرط ہی کہ اسکا جنون مطبق ہو اور جنون مطبق مین روایات مختلف ہین اور ناطفی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا کہ جنون مطبق امام اعظم رح کے نزدیک ایک مہینہ کا ہی و اسی پر فتوی ہی اور روایات ظاہرہ اس بات مین متفق ہین کہ اگر جنون ایک روز یا دو روز کا ہو تو اسکا اعتبار نہین ہی اور غیر شخص اسکی طرف سے خصم نہین ہوسکتا ہی اور بمثل اغماء کے اسکے تصرفات حالت افاقہ مین نافذ ہوتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہی یعنی تجکو البتہ طلاق ہی اور یہ اسکے نزدیک تین طلاق ہین اور اسی راے کو اس نے جاری کیا اور عزم کیا کہ عورت اسکے لیے حرام ہی پھر اسکے بعد اسکی راے اسپر قرار پائی کہ یہ لفظ ایک طلاق رجعی ہی تو اسی راے کو جو جاری کرچکا ہی باقی رکھے اور جو راے بعد کو پیدا ہوئی اسکے موافق اپنی زوجہ نگردانے بخلاف حکم قاضی کے کہ اگر اسنے بخلاف راے حکم دیا تو اسکی راے پر عمل درآمد ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ابتداءً اسکی راے مین ایک طلاق رجعی تھی اور اس کے موافق اس نے عزم کیا کہ وہ اسکی عورت ہی پھر اسکے بعد اسکی راے قرار پائی کہ یہ لفظ تین طلاق ہی تو وہ عورت اسپر حرام نہوگی اور اگر ابتدا مین ایک طلاق رجعی زعم کرکے اسکے موافق اسنے عزم کیا یہانتک کہ اسکی راے مین یہ لفظ تین طلاق معلوم ہوئین تو اسکو جائز نہین ہی کہ اسکے ساتھ رہے اور اگر ابتدا مین اسکے نزدیک تین طلاق تھین مگر اسنے اسپر عزم نکیا اور نہ اپنی راے پر عمل کیا یہانتک کہ اسکی راے مین آیا کہ ایک طلاق رجعی ہی اور اسکے موافق اسنے عمل کیا تو اسکو اسکے ساتھ قیام کرنا جائز ہی اور آیندہ کسی راے سے حرام نہوگی۔ اور اول منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہی البتہ یعنی تجکو البتہ طلاق ہی اور یہ اسکی راے مین ایک رجعی ہی اور یہ عزم کرکے کہ یہ اسکی عورت باقی ہی اس سے مراجعت کرلی پھر کسی دوسری عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہی یعنی تجھپر طلاق ہی البتہ اور ہنوز کہ جسدن کہ دوسری کو طلاق دی اسکی راے مین یہ لفظ تین طلاق تھین تو اس کہنے سے دوسری عورت اس پر حرام ہوگئی پس ایک لفظ کے کہنے سے ایک ہی حادثہ مین ایک عورت اسپر حلال ہی اور دوسری حرام ہوگئی اگر وہ شخص جو حادثہ مین مبتلا ہوا ہی فقیہ صاحب راے ہو اور اسنے دوسرے مفتی سے فتوی لیا اور اسنے اسکی راے کے برخلاف فتوی دیا تو اسکو چاہیے کہ اپنی ہی راے پر عمل کرے اور اگر وہ شخص جاہل ہو تو اسکو چاہیے کہ افضل عالم کی راے پر عمل کرے اور یہ جماعۃ فقہاء کے نزدیک ہی اور یہ اسکے حق مین بمنزلہ اجتہاد کے شمار ہوگا پس اگر وہ شخص جاہل ہو اور اسکو کسی مفتی نے انہی حادثہ مین فتوی دیا اور قاضی نے اسی حادثہ مین برخلاف راے مفتی کے حکم دیا اور وہ حادثہ ایسا ہی کہ جس مین اجتہاد جاری ہوتا ہی پس اگر حکم قضا اسکے

ضرر پر ہوا تو چاہیے کہ قاضی کی رائے پر عمل کرے اور مفتی کے فتوے کی طرف التفات نہ کرے اگرچہ اس حادثہ مین مفتی قاضی سے زیادہ جانتا ہوا ور اگر قضا اُسکے نفع کے طور پر ہو تو اُسمین وہی اختلاف مذکور جاری ہے۔ نوادر ابن رشید مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص غیر فقیہ اپنی عورت کے حادثہ مین مبتلا ہوا پھر ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا اُسنے مثلاً حلال یا حرام ہونے کا حکم دیا اور اُسنے اُسپر عمل کیا پھر اسی فقیہ نے یا دوسرے فقیہ نے اُسکی دوسری عورت کے حادثہ مین بعینہ ایسے ہی حادثہ مین اُسکو دوسرا حکم پہلے کے برخلاف دیا اور اُسنے اُسپر عمل کیا تو دونون حکم اُسکے لیے جائز ہین۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے حادثہ مین کسی فقیہ سے کوئی حکم دریافت کیا اُسنے مثلاً حلت یا حرمت کا حکم دیا پھر اُسنے اِس حکم پر عمل نہ کیا اور دوسرے فقیہ سے دریافت کیا اُسنے پہلے مفتی کے برخلاف دوسرا حکم دیا اور اُسپر اُسنے عمل کیا اور پہلا حکم پہلے مفتی کا ترک کیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے پہلے مفتی کے قول پر عزم کر کے عمل کیا ہوا ور پھر دوسرے مفتی نے اُسکو برخلاف پہلے حکم کے حکم دیا ہو تو اُسکو جائز نہین ہے کہ پہلا حکم کہ جسپر عمل کیا ہے چھوڑ کر دوسرے مفتی کے فتویٰ پر عمل کرے اور امام محمد رح نے کہا کہ یہ بالاجماع امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کا اور ہمارا قول ہے اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر مرد مبتلا بالحادثہ فقیہ نہو اور وہ کسی حادثہ مین کسی فقیہ سے مستفتی ہوا اور اُسنے حرام یا حلال کچھ فتویٰ دیا اور اُسپر اُسنے عزم نہ کیا یہانتک کہ دوسرے نے اُسکے برخلاف فتویٰ دیا اور اُسنے دوسرے کے قول پر عمل کر لیا تو اُسکو چھوڑ کر پہلے کے قول پر عمل کرنا اُسکو جائز نہین ہے کذا فی الذخیرۃ اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم کھائی اور کسی مفتی سے فتویٰ طلب کیا اور اُسنے قسم باطل ہونے کا فتویٰ دیا تو اُسکو جائز ہے کہ عورت کو رہنے دے اور نوازل مین ہے کہ اگر اُسنے اِس مفتی کے فتویٰ کے موافق قسم باطل کر کے اُس عورت کو رہنے دیا پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور دوسرے مفتی سے قسم کا مسئلہ پوچھا اُسنے قسم کو درست کہا تو دوسری عورت کو جدا کر دے کذا فی التاتارخانیہ

انیسوان باب مسائل اجتہادی مین حکم قضا واقع ہونے کے بیان مین۔ قاضی اول کا حکم یا تو ایسی صورت مین واقع ہوا ہے کہ جس مین کوئی نص مفسر کتاب یا سُنت متواترہ یا اجماع سے موجود ہے یا اس صورت مین واقع ہوا کہ جسمین اجتہاد واقع ہوا ہے نصوص ظاہرہ یا قیاس سے پس اگر پہلی صورت ہو اور وہ موافق کتاب و سُنت متواترہ اور اجماع کے ہے تو دوسرے قاضی کو چاہیے کہ اُس کو نافذ کرے اور اُس کا توڑنا اسکو حلال نہین ہے اور اگر مخالف ہو تو رد کر دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی مسئلہ مجتہد فیہ مین حکم قاضی واقع ہوا تو یا وہ صورت ایسی ہوگی جسکے مجتہد فیہ ہونے پر اجماع ہے یا اسکے مجتہد فیہ ہونے مین اختلاف ہوگا پس اگر اسکے مجتہد فیہ ہونے مین اختلاف نہو بلکہ اجماع ہو پس یہ مجتہد فیہ یا تو مقضی بہ ہے یا نفس قضا ہے پس اگر مقضی بہ ہووے اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہووے تو دوسرا قاضی اُسکو رد نہ کرے بلکہ نافذ کرے اور اگر دوسرے قاضی نے اُسکو رد کیا اور وہ تیسرے کے سامنے پیش ہوئی تو تیسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے اور دوسرے کے حکم کو باطل کرے اور اگر نفس قضا مین اجتہاد جاری ہو یعنی اس طور پر مثلاً قضا جائز ہے یا نہین جائز ہے مثلاً حجر الحر یعنی آزاد پر منع تصرف کا حکم یا غائب پر حکم قضا جائز ہے یا نہین ہے تو ایسی صورت مین اگر دوسرے قاضی کے اجتہاد مین پہلے قاضی سے مخالفت ہو تو اُسکو جائز ہے کہ پہلے کے حکم کو رد کر دے اور اگر قضا ایسی صورت مین واقع ہو کہ جس کے محل اجتہاد ہونے مین اختلاف ہے جیسے

ام ولد کی بیع پس ایسی صورت مین امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ ام ولد کی بیع مین صحابہ رضہ مختلف تھے کہ جائز ہی یا نہین اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ نہ ہوگی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد ازان صحابہ رضہ اور تابعین متفق ہوگئے کہ اُسکی بیع ناجائز ہی تو محل اجتہاد ہونے سے نکل گئی پس ایسی صورت مین اگر دوسرے قاضی کی رائے مین وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کریگا اور رد نہ کریگا اور اگر اُسکی رائے مین متفق علیہ ہوگئی ہو تو اُسکی قضا کو نافذ نہ کریگا بلکہ رد کردیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر نفس قضا مین اختلاف ہو چنانچہ قاضی نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لیے کچھ حکم دیدیا تو اسمین اختلاف ہی اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ رح نے اپنی نوادر مین لکھا ہی کہ جس کام کا کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہی اور نہ کرنا اُس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہی یا کسی صحابی رضہ سے کوئی فعل روایت ہی اور واسطے صحابی سے یا دوسرے صحابی رضہ سے اُس کے خلاف بھی مروی ہی اور لوگون نے دونون کامون سے ایک پر عمل کیا یا دونون مین سے ایک کو لیا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اُس کے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ ومتروک ہی اور اگر اُسکے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ مین حکم کرے تو جائز نہین ہی اور اس سے ابن سماعہ رح نے اشارہ کیا کہ اگرچہ اُسنے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع امت سے اُسکا نسخ ثابت ہوا ہی اسطرح کہ کسی نے اسپر عمل نہ کیا پس منسوخ پر عمل کرنا باطل ہی۔ پھر ابن سماعہ رح نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ مین سے اُسکو جائز رکھیگا کہ جس مین لوگونکا اختلاف ہو اور کسی حاکم شہر نے اُسپر حکم لگایا پھر بعضون نے ایک کا حکم لیا اور بعضون نے دوسرے کا اختیار کیا اور اِس کلام مین اشارہ ہی کہ مجرد اختلاف علماء سے کوئی شی محل اجتہاد نہین ہوتی ہی جب تک کہ علماء اُسکو محل اعتبار نہ کرین چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہاء صحابہ مین سے تھے اور اُنھون نے نقود کے ربوا مین گفتگو کی تو اُسکو محل اجتہاد نا معتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے اُسپر بہت انکار کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہین ہی حتے کہ اگر کوئی قاضی حکم دیوے کہ ایک درم بعوض دو درم کے بیچنا جائز ہی تو اُسکا حکم جائز نہوگا اور ابن سماعہ رح نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ مین سے اُسکو جائز رکھیگا کہ جس مین لوگون کا اختلاف ہو۔ اسمین اشارہ ہی کہ کسی محل کے مجتہد فیہ ہونے مین حقیقةً اختلاف کا اعتبار ہی اور اسی کو خصاف رح نے اختیار کیا ہی ولیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہین کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ اُنکے ہم عصر تھے اور بعد اُنکے تابعین سلف مراد ہین۔ اور شیخ علی السغدی نے ایک مسئلہ مین اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہی جو آخر سیر کبیر مین ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پاکر پکڑ لیا اور مسلمانون مین تقسیم کر دیا تو جائز ہی اور اُسکے بعد دوسرے امام کو اُسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہی کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہی کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانا جائز ہی اور اسیطرح شمس الائمہ سرخسی نے قضاء جامع مین ایک مسئلہ مین شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہی وہ واقع ہو کہ خلع کے بارہ مین قاضی کا حکم دینا کہ وہ فسخ نکاح ہی یا طلاق ہی یہ بھی مثل اور مسائل اجتہادیہ کے ہی کیونکہ اسمین پہلے بھی صحابہ مین اختلاف تھا اور منتقی مین ہی کہ یہان اشارہ ہی کہ اختلاف کے بارہ مین اشتباہ دلیل کا اعتبار ہی اور حقیقةً مین اختلاف ہونا ضرور نہین ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی اور ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہی اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہی کہ اگر

کسی مسلمان امام نے یہ اعتقاد کیا کہ مشرکین عرب سے جزیہ لیا جا سکتا ہی اور اُس نے اِس اعتقاد پر جزیہ قبول کیا تو جائز ہی اگرچہ یہ سب کے نزدیک خطا ہی اور اسواسطے جائز ہی کہ یہ محل اجتہاد ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور مسئلہ جس طرح خود اُسمین اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہی اُسی طرح اُس کے مثل مین اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہی یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔ اور مسائل اجتہادیہ مین حکم قاضی نافذ ہو جاتا ہی مگر یہ چاہیے کہ قاضی مواضع اختلاف کو جانتا ہو اور مخالف کے قول کو چھوڑ دے اور اپنی رائے پر حکم دے تاکہ جمیع علماء کے نزدیک صحیح ہو۔ اور اگر مواضع اختلاف و اجتہاد کو نہین جانتا ہی تو اُسکے حکم قضا کے نافذ ہونے مین دو روایتین ہین اور اصح یہ ہی کہ نافذ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر صلح عن الانکار مین کسی مدعی نے بدل صلح کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ سب مجھے دینا واجب نہین آتا ہی کیونکہ صلح انکار سے تھی اور وہ فاسد ہی اور صحیح نہین ہی اور یہی ابن ابی لیلے اور شافعی کا قول ہی پھر اگر قاضی نے قول مخالف کو باطل کیا اور صحت صلح کو ثابت کیا تو بالاجماع باتفاق روایات اُسکی قضا نافذ ہوگی یہ ظہیر الدین نے ذکر کیا ہی۔ اور شرح طحاوی اور جامع الفتاوے مین مذکور ہی کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور اُسنے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اُسکے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اُسکو نہین توڑ سکتا ہی اور وہ خود توڑ سکتا ہی ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہین توڑ سکتا ہی اُسکو وہ خود بھی نہین توڑ سکتا ہی۔ اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی رائے کو جانتا ہی اور اُسنے دوسرے کی رائے پر حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُس کی قضا نافذ ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکی قضا نافذ نہوگی اور اگر وہ اپنی رائے کو بھول گیا اور دوسرے کی رائے پر حکم دینے کے بعد اپنی رائے یاد آئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور صاحبین رح نے کہا کہ حکم قضا کو رد کر دے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور فتوی صاحبین رح کے قول پر ہی کذا فی الہدایہ اور فتاوی صغری مین لکھا ہی کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی ہی پس فتوے مین اختلاف ہوا اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہی کہ صاحبین رح کے موافق فتوی دیا جاوے کیونکہ اپنے مذہب کا عمدًا چھوڑنے والا صرف کسی خواہش نفسانی سے چھوڑیگا کوئی غرض عمدہ نہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہد مین ہی اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اسواسطے قاضی کیا گیا ہی کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثلاً حکم دیا کرے پس اُسنے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم مین معزول ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اگر کسی حادثہ مین جو محل اجتہاد ہی اپنی رائے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اُسکے سامنے پیش ہوا اور اُسکی رائے بدل گئی تو دوسری رائے پر عمل کرے اور اس سے رائے اول کا توڑنا لازم نہین آتا ہی اور اگر تیسری بار اُسکے سامنے پیش ہوا اور پھر اُسکی رائے بدل کر پہلی رائے پر آئی تو اُسپر عمل کرے اور دوسری رائے کی قضا اِس قول سے باطل نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ صاحب الاقضیہ نے لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی ماں سے زنا کیا اور ہنوز اُسنے اُس عورت سے دخول نہین کیا ہی پھر قاضی نے اُسکو درّے مارے اور اُسکی رائے مین وہ عورت اُسپر حرام نہوئی اور اُسنے دونون کو ساتھ رکھا تو اُسکی قضا نافذ ہوگی۔ اور قدوری نے شرح مین ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جسکے ساتھ اُسکے باپ یا بیٹے نے زنا کیا تھا اور قاضی نے اِس نکاح کے نافذ ہونے کا فتوے دیا تو اُسکے نفاذ مین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ نہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ

ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی قاضی نے اپنی عدت کے ساتھ نکاح جائز ہونے کا حکم دیا کہ جسکی مان یا جسکی بیٹی کے ساتھ اس شخص نے زنا کیا ہی تو امام محمد رح کے نزدیک نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کسی قاضی نے ام ولد کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو نافذ نہوگا۔ واضح ہو کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے مین صحابہؓ مین اختلاف تھا حضرت عمرؓ و علی رضی اللہ عنہما دونون اُسکی بیع جائز نہین سمجھتے تھے اور ایسا ہی حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی پھر آخر مین حضرت علی رضہ نے کہا کہ اُسکی بیع جائز ہی پھر متاخرین نے اجماع کیا کہ بیع جائز نہین ہی اور قول علی رضہ کو ترک کیا شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ حکم نافذ نہونا امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ ہوجانا چاہیے اور توجیہ اسکی یہ ہی کہ اختلاف متقدمین کے بعد متاخرین نے اگر دونون قولون سے ایک پر اجماع کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اختلاف متقدم اُٹھ جاتا ہی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین اُٹھتا ہی اسلیے امام محمد رح کے نزدیک یہ محل مجتہد فیہ نہ رہا اور اُن دونون کے نزدیک باقی رہا تو قضا نافذ ہونی چاہیے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ اجماع متاخرین سے اختلاف متقدم اُٹھ جانے مین اتفاق ہی تو عدم نفاذ کا حکم سب کے نزدیک ہوگا اور خصاف رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ قضا نافذ نہوگی اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا ہی۔ اور باب اول اقضیۃ الجامع مین ہی کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے مین قاضی کا حکم دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر متوقف رہتا ہی اور یہی اصح ہی اور اگر دوسرے قاضی نے اُسکو جاری کیا تو پھر کسی کو باطل کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر دوسرے نے باطل کر دیا تو پھر کسی کو اُسکے نافذ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی حکم ہر اُس حادثہ مین ہی جس کے باب مین لوگون مین اختلاف ہی کہ یہ مختلف فیہ ہی یا نہین ہی۔ زیادات مین ہی کہ اگر اہل حرب کو مسلمانون نے قید کر کے دار الاسلام مین رکھا پھر اُنپر مشرکون نے غلبہ کر کے قیدی چھین لیے مگر دار الحرب مین محفوظ نہ کیے پھر اُنپر دوسرا فرقہ مسلمانون کا غالب ہوا اور اُنکے ہاتھ سے دار الاسلام مین چھین لیے تو قیدی پہلے فرقہ مسلمانون کو دیے جاوینگے خواہ فریق ثانی نے اُنکو باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر فریق ثانی کے امام کی راے مین یہ فعل مشرکون کا احراز اور قبضہ و ملک تام ہووے تو البتہ فریق ثانی اُسکے حقدار ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی سیر کبیر مین مذکور ہی کہ اگر مشرکین مسلمانون کے اسباب پر غالب ہوے اور چھین کر اپنے لشکر مین اُسکا احراز کیا اور یہ دار الاسلام مین ہی پھر دار الحرب مین لیجانے سے پہلے ایک جماعت مسلمانون کی اُنپر غالب ہوئی اور وہ مال چھین لیا تو یہ مال اپنے اپنے مالکون کا ہی اور اگر امام کو اس کا علم نہ ہوا یہان تک کہ اس نے اہل غنیمت کو یہ مال تقسیم کر دیا تو قسمت باطل ہوگی اور مال اُسکے مالک کو دیا جائیگا۔ پس اگر امام نے مشرکون کو چھین کر اپنے لشکر مین رکھنا احراز تام اعتقاد کیا ہی اور اسی بنا پر اُسنے غنیمت کے ساتھ ملا کر اہل غنیمت کو تقسیم کیا پھر یہ مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ ایسے قبضہ کو مشرکون کے واسطے احراز نہین سمجھتا ہی تو جو کچھ امام نے حکم دیا جائز ہی اور دوسرا قاضی اُسکو بدل نہین سکتا ہی اور اس کی نظیر یہ مسئلہ ہی کہ اگر کسی نے نامعقولون کی گواہی سے غائب پر فیصلہ کیا یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی پر کسی غائب پر نکاح کا حکم دیدیا تو قضاء نافذ ہو جائیگی اگرچہ یہ شخص قضاء علی الغائب کا قائل ہی وہ یہ سمجھتا ہی کہ نکاح مین عورتون کی گواہی نہین ہوتی ہی اور نہ فاسق کی بالکل گواہی جائز ہی لیکن چونکہ دونون صورتین مجتہد فیہ ہین اسواسطے قاضی کا اجتہاد دونون مین جاری ہوگا اور جو سیر کبیر مین

مذکور ہو اس باب مین صریح ہو کہ کافر کے مالک ہونے کا حکم صرف غلبہ سے بدون اسکے کہ وہ دار الحرب مین کسی مال مسلمان کو لیجاوے اگر قاضی نے دیدیا تو قضا نافذ ہو اور بعضون نے کہا کہ شرح جامع صغیر مین مذکور ہو کہ نافذ نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی قاضی نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا تو نافذ نہوگا اور کتاب الاستحسان مین مذکور ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیان ثوری رح کے نزدیک نافذ ہوگا **قال المترجم** وہو الاصح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافذ نہوگا اور اقضیۃ الجامع مین ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ متوقف رہتا ہو اگر دوسرے قاضی نے نافذ کیا تو نافذ ہو۔ اگر کسی ذبح کیے ہوے جانور کے جسپر قصداً ذابح نے بسم اللہ اللہ اکبر یعنی اللہ کا نام لینا چھوڑدیا ہو حلال ہونے کا حکم دیا تو نوادر مین مذکور ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے وامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافذ ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ نہوگا۔ اگر حد یا قصاص مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی پر حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ جو اُسکی راے کے مخالف تھا تو وہ اسکے حکم کو نافذ کرے اور باطل نہ کرے۔ سیر کبیر مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا خریدا اور اُسپر سوار ہوکر جہاد کیا پھر دار الحرب مین اُسمین کوئی عیب پایا پس اگر بائع لشکر مین اُسکے ساتھ ہو تو اُس سے مقدمہ کرلے اور اگر موجود نہو تو چاہیے کہ اُسپر سوار نہو ولیکن اپنے ساتھ ہانک لاوے یہانتک کہ اُسکو دار الاسلام مین لے آوے اور اگر وہ اپنی حاجت ذاتی کے واسطے سوار ہوا یا اپنا اسباب اُسپر لادا تو واپسی کا حق ساقط ہوجائیگا خواہ اُسکو دوسرا گھوڑا دستیاب ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور اگر وہ شخص امام کے پاس آیا اور اُسکو آگاہ کیا اور اُسنے حکم دیا کہ سوار ہو تو واپسی کا حق باطل ہوگیا۔ اور اگر امام نے اُسکو زبردستی سوار کیا اس جہت سے کہ اُسکے جان کا خوف تھا اور اس سواری سے گھوڑے مین کچھ نقصان بھی نہین آیا تو اُسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہو۔ اور اگر امام نے زبردستی نہ کی ولیکن یہ کہا کہ تو سوار ہوے اور تیرا حق واپسی برقرار ہو اور وہ سوار ہوگیا تو حق واپسی جاتا رہیگا پھر اگر اُسکے بعد دونون نے کسی قاضی کے پاس پیش کیا اور قاضی نے بطریق اجتہاد کے امیر لشکر کے کہنے کی وجہ سے اُسکو بسبب عیب کے واپس کیا پھر یہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا جسکی راے مین پہلے قاضی کا فعل خطا ہو تو وہ پہلے کا حکم جاری کرے گا۔ اگر کسی قاضی نے یہ حکم دیا کہ جس شخص پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کیجاوے اُسکی طلاق باطل ہو تو قاضی کا حکم نافذ ہوگا۔ اگر قاضی نے کسی مختلف فیہ صورت مین حکم دیا اور اُسکو یہ نہین معلوم تھا کہ ایسی صورت ہو تو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ اُسکی قضا نافذ ہوجائیگی اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الاکراہ مین اشارہ کیا ہو اور ایسا ہی حسن رحمہ اللہ تعالے نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالے سے روایت کیا ہو اور عامہ مشایخ نے کہا کہ جائز نہین ہو اور اسی کی طرف سیر کبیر مین اشارہ ہو چنانچہ ابواب الفداء مین مذکور ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک غلام چھوڑا اور اُسپر بہت قرضہ ہو پھر قاضی نے اُسکے غلام کو فروخت کیا اور اُسکا قرضہ ادا کیا پھر گواہ قائم ہوے کہ اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کیا تھا تو قاضی کی بیع باطل ہوگی اور اگر قاضی اُسکے مدبر ہونے سے واقف تھا پھر اُسنے اُسکا مدبر کرنا توڑ دیا اور اجتہاد کیا اور بیچکر اُسکا قرضہ ادا کیا پھر دوسرا قاضی ہوا کہ جسنے اس فعل کو خطا تصور کیا تو پہلے قاضی کی قضا نافذ ہوگی۔ اور ایسا ہی کتاب الرجوع عن الشہادات مین مذکور ہو کہ اگر دو فاسق گواہون نے گواہی دی اور قاضی اُنکی کیفیت سے واقف نہوا اور اُسنے اُنکی گواہی پر

فیصلہ کیا پھر واقف ہوا پس اگر اُسکی یہ راے تھی کہ محدود القذف کی گواہی توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہو تو قضا نافذ ہوگی اور اگر اسکے اعتقاد مین یہ بات نہ تھی تو اپنی قضا کو رد کردے۔ اور اگر اسکو ابتداے شہادت مین شاہد کا محدود القذف ہونا معلوم ہوا پس اگر راے اجتہادی یہ ہو کہ ایسے گواہ کی گواہی حجت ہو تو قضا نافذ کرے ورنہ نہین پس یہ کلام صریح ہو کہ اگر قاضی کو وہ صورت مجتہد فیہ معلوم ہو تو اُسکی قضا نافذ ہوگی ورنہ نہین اور اسی کی طرف جامع مین بھی اشارہ ہو اور ایسا ہی خصاف رحمہ نے ذکر کیا ہو کذا فی المحیط۔ صورت مجتہد فیہ مین اگر قاضی نے حکم کیا اور اسکو اسکا علم نہین ہو تو اصح یہ ہو کہ جائز نہین ہو اور صرف اس صورت مین نافذ ہوگی کہ جب اسکو مجتہد فیہ ہونا معلوم ہو کہ یہ مجتہد فیہ ہو اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہی ظاہر المذہب ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو اور خلاصہ مین لکھا ہو کہ قاضی کو اس صورت کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہونے کی جو شرط ہو اگرچہ ظاہر المذہب ہو ولیکن فتوے اسکے برخلاف ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔ اور یہان ایک شرط مجتہدات مین نفاذ قضا کے لیے اور بھی ہو یہ کہ حکم حادثہ ایسا ہو جاوے کہ جس مین قاضی کے سامنے ایک خصم کی دوسرے خصم کی طرف خصومت صحیحہ جاری ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر محدود القذف کی شہادت پر توبہ کے بعد قاضی نے فیصلہ کیا اور اُسکی راے مین اُسکی گواہی حجت ہو تو اُسکی قضا اسواسطے نافذ ہوگی کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہو۔ اور اقضیۃ الجامع مین مین نے امام عبد اللہ رحمہ اللہ تعالی کی روایت سے تعلیقاً نقل کیا ہو کہ اگر محدود القذف کی شہادت پر بعد توبہ کے قاضی نے فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا قاضی اس قضا کو اُس وقت باطل نہ کریگا کہ جب اول قاضی کے نزدیک یہ شہادت حق ہو اور دوسرے قاضی کو بھی معلوم ہو کہ پہلا قاضی اِسکو حق جانتا ہو یا اُسکو پہلے قاضی کا حق جانتا یا نہ جانتا کچھ معلوم نہوا اور اگر دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذف کی گواہی پہلے قاضی کے نزدیک درست نہین ہو مثلاً پہلے قاضی نے اُسکے سامنے کہا کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا کہ محدود القذف کی گواہی اگرچہ وہ توبہ کرے مقبول نہین۔ صحیح ہو تو دوسرے قاضی کو اختیار ہو کہ پہلے قاضی کے حکم کو باطل کردے کذا فی المحیط۔ اگر کوئی قاضی خود محدود القذف ہو اور اُس نے توبہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کیا تو دوسرا قاضی لامحالہ اُسکو باطل کریگا حتی کہ اگر اُس نے نافذ کیا اور تیسرے کے سامنے پیش ہوا تو تیسرے قاضی کو باطل کرنا چاہیے کیونکہ وہ قاضی بالاجماع صلاحیت نہین رکھتا ہو تو دوسرے کا حکم بھی مخالف اجماع و باطل ہوگا۔ لیکن اگر محدود القذف قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک نافذ ہوگا ولیکن دوسرا قاضی اُسکو نافذ کرسکتا ہو اور اگر اُسنے نافذ کیا اور تیسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ باطل نہین کرسکتا ہو یہ خصاف رحمہ کے ادب القاضی مین مذکور ہو۔ اور قاضی فاسق نے اگر حکم دیا اور دوسرے قاضی نے اُسکو باطل کیا تو تیسرا قاضی اُسکو نافذ نہین کرسکتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر قاضی اندھا ہوا اور اُسنے فیصلہ کیا تو اُسکا نفاذ دوسرے قاضی کے نافذ کرنے پر موقوف ہو اور جب اُسنے نافذ کیا تو تیسرا قاضی اُسکو باطل نہین کرسکتا ہو اور اگر ثانی نے اُسکو باطل کیا اور اُسکی راے مین بھی باطل ہو تو باطل ہوجائیگا اگر قاضی نے احد الزوجین اور دوسرے شخص کی گواہی پر دوسری زوج کے واسطے فیصلہ کیا یا والد کی گواہی پر اُس کے بیٹے کا فیصلہ کیا یا بیٹے کی گواہی پر باپ کا فیصلہ کیا تو نافذ ہوگا یہانتک کہ دوسرے قاضی کو اُس کے باطل کرنے کا اختیار نہین ہو اگرچہ اُس کی راے مین یہ باطل ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک عورت نے میان

اور بی بی دونون مین رضاعت واقع ہونے کی گواہی دی کہ ان دونون کو مثلاً دودھ پلایا ہی اور قاضی نے تفریق کردی تو اُسکی قضا رد کردیجاویگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی قال المترجم ہذا الحکم فی ہذہ المسئلۃ مشکلۃ فانہ لولم یعتبر فیہا مخالفۃ النص فلا اقل من ان تکون مجتہداً فیہا فلیتامل۔ اور قاضی مطلق نے اگر ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی پر حدود اور قصاص مین فیصلہ کیا اور اُسکی راے مین یہ جائز ہی تو نافذ ہوگا کیونکہ اختلاف سحت قضا مین ہی اور بعضے لوگ اُسکو جائز رکھتے ہین اور وہ شریح رحمہ اللہ تعالی تابعی ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی فتاوی قاضی ظہیرالدین مین ہی کہ اگر عورتون کی گواہی پر حد یا قصاص مین فیصلہ کیا تو اُسکی قضا نافذ ہوگی اور غیر کو اختیار نہین ہی کہ اُس کو باطل کردے جبکہ اُس سے یہ خواہش کیجائے کیونکہ ایسا فیصلہ جائز ہونا شریح رحمہ اور ایک جماعت تابعین سے مروی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے دو گواہون کی گواہی پر فیصلہ کیا پھر معلوم ہوا کہ دونون کافر تھے تو فیصلہ رد کردیا جاویگا کیونکہ ظاہر ہوا کہ حکم اُسکا خلاف اجماع ہی اور اگر ظاہر ہوا کہ دونون غلام تھے تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر واضح ہوا کہ دونون اندھے تھے تو شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اُسکا حکم محدود القذف کا ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ غلامون کے مانند ہی اور جو کچھ مختصر مین مذکور ہی ظاہراً اسی پر دلالت کرتا ہی۔ غلام یا لڑکے یا نصرانی سے قضا طلب کی گئی (یعنی قاضی بنایا گیا) اور اُسنے کسی مقدمہ مین حکم قضا دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا اور اُسنے جائز رکھا اور جاری کیا تو جائز نہین ہی۔ اور یہ حکم طفل اور نصرانی کے حق مین ظاہر ہی اور غلام کے حق مین مشکل ہی کیونکہ امام مالک و شریح کے نزدیک غلام گواہی کی صلاحیت رکھتا ہی پس قاضی ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس جب دوسرے قاضی کا نافذ کرنا اس کے ساتھ ملایا گیا تو اُس کی قضا نافذ ہونی چاہیے جیسا محدود القذف کا حکم ہی۔ اگر کوئی عورت کسی مقدمہ مین قاضی بنائی گئی تو اُس کا فیصلہ سواے حدود و قصاص کے سب مین درست ہی اور اگر اُس نے حدود و قصاص مین حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس اُسکا مرافعہ کیا گیا اور اُس نے جاری کیا تو نافذ ہوجائیگا اور خانیہ مین ہی کہ غیر کو اُسکا باطل کرنا نہین پہونچتا ہی اور شیخ الاسلام علی بزدوی رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ نافذ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی قاضی نے قسامت مین قتل کا حکم کیا تو نافذ نہوگا اور صورت اُس کی یہ ہی کہ ایک مقتول کسی محلہ مین پایا گیا اور اولیاء مقتول نے کسی شخص پر قتل کا دعوے کیا تو بعض علماء نے فرمایا اور یہی قول امام مالک کا اور قدیم قول شافعی کا ہی کہ اگر مدعا علیہ اور مقتول مین کھلی عداوت تھی اور سواے مدعا علیہ کے اور کسی کے ساتھ اُس کی عداوت ظاہر نہ تھی اور اُس کے محلہ مین آنے اور مقتول کے پائے جانے مین تھوڑی مدت ہی تو قاضی مقتول کے ولی سے اُسکے دعوی پر قسم لیگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دیگا اور ہمارے نزدیک اِس مقدمہ مین دیت اور قسامۃ ہی کذا فی المحیط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اِسکو باطل کردے کیونکہ یہ حکم اجماع کے مخالف ہی کیونکہ امام مالک اِسکے مین موجود نہ تھے پس اُنکا قول معتبر نہوگا یہ خصاف رحمہ اللہ تعالی کے ادب القاضی مین ہی ذخیرہ مین ہے کہ شیخ الاسلام ابوالحسن السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہوگیا اور غیبت منقطعہ ہی اور عورت کے نفقہ کے واسطے کچھ نہین چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے حاکم کو لکھا کہ جس کے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے جدائی کرادینا جائز ہی اور اُس نے

عورت کو الگ کر دیا تو کیا یہ جدائی واقع ہو جائیگی انھون نے فرمایا کہ ہان اگر نفقہ سے عجز متحقق ہو تو جدائی ہو جائیگی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر شوہر کی زمین اور املاک یہان موجود ہو تو نفقہ سے عجز متحقق ہوگا انھون نے فرمایا کہ ہان اگر جنس نفقہ سے نہین ہی تو متحقق ہوگا کیونکہ ان چیزون کا نفقہ مین فروخت کرنا جائز نہین ہی کیونکہ یہ بمنزلہ قضاء علی الغائب کے ہی۔ اور صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ اس جواب مین اعتراض ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ قضا صحیح نہین ہی اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اُسنے اجازت دیدی تو صحیح یہ ہی کہ یہ قضا نافذ ہوگی۔ مجمع النوازل مین مذکور ہی کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے نابالغ لڑکے سے اُسکا نکاح کر دیا اور باپ نے قبول کیا پھر وہ دونون بڑے ہوے اور دونون مین غیبت منقطعہ تھی اور نکاح مین گواہ فاسق تھے تو کیا قاضی کو جائز ہی کہ شافعی مذہب کے قاضی کے پاس بھیجدے کہ وہ اس نکاح کو باطل کر دے اس سبب سے کہ اِسکے گواہ فاسق تھے تو انھون نے فرمایا کہ ہان جائز ہی اور قاضی حنفی کو جائز ہی کہ خود ایسا کرے اور شافعی کا مذہب لیوے اگرچہ خود اُسکا مذہب یہ نہو۔ اور اسی طرح نکاح بغیر ولی مین اگر اُسکو تین طلاق دی پھر دوسرے زوج محلل کے دخول سے پہلے اُس سے نکاح کر لیا اگر اس صورت مین امام محمد کا مذہب لیکر اس نکاح کی صحت اور عدم وقوع طلاق کا حکم دیا تو جائز ہی اور نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ میرے استاد اِسکو روا نہین رکھتے تھے ولیکن اگر شافعی المذہب کے پاس بھیجدے تاکہ دونون مین عقد کر دے اور صحت کا حکم دیدے تو جائز ہی بشرطیکہ کاتب اور مکتوب الیہ اِسمین رشوت نہ لیوین اور اس قضا سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ پہلا نکاح حرام یا اِسمین شبہہ تھا ایسا ہی فتاوی نسفی مین مذکور ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ اگر بلا گواہ کے نکاح جائز ہونے کا حکم دیا تو اُسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور ایسا ہی جامع الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور ملتقط مین ہی کہ اگر کسی عورت نے ایک محفل مین کہا کہ یہ میرا شوہر ہی اور مرد نے کہا کہ یہ میری عورت ہی تو اس نکاح کے انعقاد مین اختلاف ہی اور اگر قاضی نے اُسکا حکم دیدیا تو بالاتفاق نکاح ہوگیا اگر کسی عورت نے دس دن کے واسطے نکاح کیا اور اُسکو کسی قاضی نے جائز رکھا تو جائز ہی کیونکہ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کسی عورت سے ایک مہینہ کے واسطے نکاح کیا تو صحیح ہی اور مدت کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس اگر اس نکاح کے جواز کا حکم دیا تو نافذ ہوگا اور اگر عورتون کے متعہ جائز ہونے کا حکم کیا تو جائز نہوگا اور اُسکی صورت یہ ہی کہ کسی عورت سے کہا کہ مین تجھسے اتنی مدت بعوض اس مال کے متعہ کرتا ہون بخلاف اِسکے کہ اگر لفظ تزویج و نکاح ذکر کیا مثلاً کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ایک مہینہ تک یا دس دن تک نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہی اگر قاضی اِسکے جواز کا حکم دیدیوے اور اگر رد نکاح عورت کا حکم بسبب نابینائی یا جنون یا مثل اِسکے دیدیا تو اُسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ پانچ عیوب سے رد کرنا عورت کا درست ہی اور اگر انہین سے ایک عیب کی وجہ سے رد نکاح کا حکم کیا تو نافذ ہوگا کیونکہ ہمارے اصحاب مین اسمین اختلاف ہی امام محمد رح رد کا حکم دیتے ہین۔ اگر بلا گواہی کے مہر باطل ہونے کا حکم دیا یا بدون اقرار کے بطلان مہر کا حکم کیا اور بعض لوگون کا مذہب اختیار کیا کہ نکاح کے قدیم ہونے سے مہر ساقط ہوتا ہی تو باطل ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ مہر یا ادا کرنے سے ساقط ہوگا یا بری کرنے سے۔ اگر کسی عنین کے بارہ مین یہ حکم دیا کہ اُسکے لیے مدت نہ دیجائیگی تو قضا باطل ہی۔ اور صغری مین ہی کہ خلع کے باب مین قاضی کا حکم کہ وہ فسخ ہی مثل اور مسائل مجتہدات کے ہی کیونکہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اُس مین اختلاف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین نقل کیا ہی پس اگر فسخ ہونے کا حکم دیا تو قضا نافذ ہوگی - نکاح سے پہلے اگر طلاق باطل ہونیکا حکم کیا یا حیوان مین بیع سلم کا حکم دیا تو جائز ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے بدون عورت کی رضامندی کے رجعت کر لی اور ایسے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا کہ جسکے نزدیک عورت کی رضامندی رجعت مین موافق مذہب شافعی کے شرط تھی پھر اسنے رجعت کو باطل کر دیا تو یہ قضا بعض کے نزدیک نافذ ہونا چاہیے کیونکہ رجعت مین عورت کی رضامندی ظاہر مذہب شافعی کا نہین ہی اور نہ انکی کتابون مین مذکور ہی ہان اصحاب شافعی سوالات مین بطور منع کے پیش کرتے ہین اور فقط اسقدر سے مجتہد فیہ نہین ہوسکتا ہی اور ہمارے اصحاب اجماع کا دعوے کرتے ہین کہ بالاجماع صحت رجعت کے واسطے عورت کی رضامندی شرط نہین ہی پس اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کذا فی الذخیرہ ۔ اگر اپنی عورت کو حالت حیض یا حمل مین طلاق دی یا دخول سے پہلے تین طلاق دین پھر کسی قاضی نے حاملہ یا حائض کے طلاق باطل ہونے کا حکم دیا یا ایک سے زائد طلاق باطل ہونیکا موافق مذہب بعض کے حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور اسیطرح تین طلاق ایک ہی کلمہ سے دینے کو یا اس طہر مین جس مین جماع کیا ہی طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا باطل ہوگی اور اگر باکراہ مجبور کیے گیے شخص کی طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کریگا - اور فتاوے رشید الدین مین ہی کہ اگر مست نشہ کی طلاق نہ واقع ہونے کا حکم کیا تو نافذ ہوگا کیونکہ باہم صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم مین اس مسئلہ مین اختلاف تھا اور یہی فتاوای رشید الدین مین مذکور ہی کہ اگر دوسرے شوہر نے بعد دخول کے طلاق دی پھر دوبارہ اس عورت سے نکاح کیا اور وہ عدت مین تھی پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دی پھر اس سے پہلے شوہر نے نکاح کیا اور ہنوز عدت نہ گذری تھی اور کسی حاکم نے اس نکاح کی صحت کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اجتہاد کو اس صورت مین گنجائش ہی اور وہ زفر رحمہ اللہ تعالی کا مذہب ہی - اگر صغیرہ لڑکی کی طرف سے باپ نے خلع لیا اور اس کے جائز ہونے کا قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہوگا - اگر ممتدۃ الطہر کی عدت مہینون سے گذرنے کا حکم کیا تو منہاج الشریعہ مین امام مالک سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ جس عورت کو اسکے شوہر نے طلاق دی اور چھ مہینے گذر گئے اور اس نے خون نہ دیکھا تو اسکے ایاس کا حکم دیا جائیگا حتی کہ اسکے بعد اسکی عدت تین مہینہ کے حساب سے ختم ہوگی اور ابن عمر سے بھی ایسا ہی مروی ہی پس اس بنا پر اگر ممتدۃ الطہر کے حد ایاس پر پہونچنے سے کچھ پچپن برس ہوتے ہین پہلے پچاس برس یا دو ایک برس پہلے اگر اسکا خون منقطع ہوگیا تو موافق اختیار شیخ الاسلام برہان الدین کے اگر اس کے شوہر نے اسکو طلاق دی اور اسپر چھ مہینے گذر گئے پھر تین مہینے کی عدت کی شمار کی اور اس پر کسی قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہونا چاہیے کیونکہ یہ مجتہد فیہ ہی اور اسکا یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا واقع ہوتا ہی اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو قبل دخول کے طلاق دی اور قاضی نے آدھے سامان جہیز دینے کا اسکے لئے حکم کیا حالانکہ عورت نے مہر پر قبضہ کر لیا اور سامان لے لیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہوگی کیونکہ جمہور کے خلاف ہی اگر ایک شخص نے اپنے غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا اور بیان سے پہلے مرگیا اور قاضی نے قرعہ ڈالنے کا حکم کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اسلیے کہ مجتہد فیہ ہی مالک رح اور شافعی رح قرعہ ڈالنے کے قائل ہین یہ فصول عمادیہ مین ہی کہ ایک شخص نے نصف اپنا آدھا غلام آزاد کیا یا غلام دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے آزاد کیا اور وہ

شخص تنگدست ہو اور قاضی نے دوسرے کو حکم کیا کہ اپنا حصہ فروخت کر لے اور اُسنے فروخت کر لیا پھر دونوں نے کسی اور قاضی کے پاس مخاصمہ کیا کہ جسکی یہ رائے نہ تھی تو خصاف رح نے ذکر کیا کہ دوسرا قاضی بیع اور قضا کو باطل کر دیگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ قول خصاف رح کا ہے اور اس مسئلہ مین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور اگر خصاف رح کا قول موجود نہوتا تو ہم کہتے کہ اُسکی قضا نافذ ہو گی کیونکہ اُسنے مجتہد فیہ مین حکم دیا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر مسئلہ مخمسہ[ع] مین قاضی نے حکم دیا تو اُسکی قضا نافذ ہو گی کیونکہ یہ مختلف فیہ ہے۔ شروط ابو نصر دبوسی مین ہے کہ اگر رہن غیر منقسم واقع ہو تو چاہیے کہ کسی حاکم کا حکم لے لے تاکہ صحیح ہو۔ اگر پانی کی بیع جائز ہونیکا حکم کیا تو دوسرے کو اختیار نہین ہے کہ اسکو باطل کر دے اور اگر اُسنے باطل کیا تو دوسرے کو جائز کرنیکا اختیار نہین ہے۔ جامع الفتاوی اور سیر کبیر مین ہے کہ اگر کسی ایسی بیع کے جائز ہونیکا حکم کیا جو مدت مجہول کی شرط کی وجہ سے فاسد تھی تو اُسکی قضا نافذ ہو گی جبکہ اس باب مین اُسکے پاس مخاصمہ ہوا ہو اور مشتری کو مبیع اپنے پاس رکھنا جائز ہے۔ اگر کسی مدبر کی بیع جائز ہونیکا حکم دیا تو اُسکی قضا نافذ ہو گی۔ اور مکاتب کی بیع اُسکی رضامندی سے جائز ہے اور یہی روایت اظہر ہے۔ اگر ایک نوع کی تجارت کے ماذون غلام مین حکم دیا کہ اُسکو کل نوع کی اجازت نہین ہے تو نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور قاضی لوگ جو یہ فعل کرتے ہین کہ یمین مضاف کو فسخ کرنے یا بیع مدبر وغیرہ مین شافعی مذہب کے سپرد کرتے ہین تو یہ فعل صرف اُسوقت جائز ہے کہ سپرد کرنے والے کی بھی یہ رائے ہو مثلاً اُسکے نزدیک یہ رائے اجتہادی ظاہر ہوا ہو اور اگر اُسکی یہ رائے نہو تو سپرد کرنا صحیح نہین ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ سپرد کرنا درست ہے اگرچہ اُسکی خود یہ رائے نہو اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور اگر قاضی شافعی مذہب کو اسواسطے سپرد کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے یا موافق حکم شرع کے فیصلہ کرے تو یہ تفویض سب کے نزدیک نافذ ہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر ایک دار کے خلاص کرنیکا جو مشتری سے استحقاق مین لے لیا جاوے اور اُسی کے مثل دار کے ضامن ہونیکا کسی قاضی نے حکم دیا کہ جائز ہے پھر وہ دوسرے کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا اُسکو باطل کریگا۔ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا اور بائع یا کوئی اجنبی مشتری کے واسطے خلاص کا ضامن ہوا اور خلاص کے یہ معنی ہین کہ ضامن نے مشتری سے کہا کہ اگر یہ دار تیرے ہاتھ سے استحقاق مین لے لیا گیا پس مین ضامن ہون کہ اس دار کو بیع یا ہبہ سے خلاص کر کے تیرے سپرد کرونگا اور اگر اُسکے سپرد کرنے سے عاجز ہو گیا اور خلاص نکر سکا تو اس کے مثل دوسرا دار خرید کر کے تیرے سپرد کرونگا پس ایسی ضمانت ہمارے نزدیک باطل ہے۔ اور بعضون کے نزدیک یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ تفسیر ضمان خلاص کی جو مذکور ہوئی امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اسی کو صاحب الاقضیہ نے اختیار کیا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ضمان الخلاص اور عہدہ اور درک ایک ہی ہے یعنی وقت استحقاق کے ثمن واپس دلانیکی ضمانت کرنا ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ تفسیر ضمان درک کی ہے اور ضمان خلاص کی وہ تفسیر ہے جو سابق مذکور ہوئی۔ اور ضمان عہدہ کے یہ معنی ہین کہ اُس قدیمی نوشتہ کی طرف سے جو بائع کے پاس ہے ضامن ہونا پس صاحبین کے نزدیک جب ضمان خلاص کے معنی ضمان درک ہین تو اُنکے نزدیک صحیح ہو گی۔ اگر مبیع مشتری کے ہاتھ سے استحقاق مین لے لی گئی تو وہ ضامن سے قیمت لیگا پس ہرگاہ کہ قاضی نے اس ضمان کے صحت کا حکم کیا اور مشتری کے لیے کفیل کے ساتھ حق خصومت ثابت کیا تو یہ قضا نافذ ہو جاویگی اور جب دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوئی تو اسکو باطل نکریگا۔ اور اگر اُسنے دار سپرد کرنے کے لیے ضمانت کی تو ضمانت صحیح نہین پس قضا صحیح نہ ہو گی اگر کسی شخص کی

عورت نے یا اسکی بیٹی نے عمداً خون کرنے سے قاتل کو معاف کیا اور قاضی نے اس معاف کرنے کو باطل جانا کیونکہ اسکی راے مین عورتون کی طرف سے عفو نہین اور نہ انکا قصاص مین کچھ حق ہی جیسا کہ بعض علما کا مذہب ہی اور اُسنے اُس شخص کے قصاص مین قتل کیے جانے کا حکم دیدیا اور قتل ہونے سے پہلے یہ مقدمہ ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا جو عورتون کے عفو کرنے کو صحیح جانتا ہی تو دوسرا قاضی قصاص کے حکم کو باطل کردیگا اور اس عفو کو نافذ کرے گا۔ اور اگر اس شخص کے قتل ہونے کے بعد پیش ہوا تو اُسکا حکم جاری ہوگیا ہی پس دوسرا قاضی اس امر مین کچھ تعرض نہ کریگا ایسا ہی خصاف رح اور صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یون کہنا چاہیے کہ جس شخص کے لیے قصاص لینے کا حکم ہی اگر وہ عالم تھا تو اُس سے قصاص لیا جاوے اور اگر جاہل تھا تو اُس سے دیت لیجاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ خلاصہ مین ہی کہ اگر شی مرہون یا مستاجر کی بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی۔ اور جامع الفتاوے مین ہی کہ اگر قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش ہوے کہ کسی شخص کی باندی اُسکی بیٹی ہی اور اُس نے اسکا حکم دیدیا تو وہ حکم مین اُسکی بیٹی ہی کہ اُس سے وطی کرنا حلال نہین ہی اور اُسکی میراث سے کچھ مال اُسکو کھانا حلال نہین ہی اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مال میراث کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اگر ایک گواہ کی گواہی پر اپنے پسر کے نکاح ہونے کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہوگی۔ اور اگر گواہون کی گواہی پر ایک مہری وصیت پر حکم کیا بدون اس کے کہ وہ وصیت گواہون کے سامنے پڑھی گئی ہو تو دوسرا قاضی اس حکم کو نافذ کردے گا اور اسی طرح اگر اپنے دیوان کے کسی چیز پر فیصلہ کیا اور وہ خود اُسکو بھولا ہوا ہی یا گواہون کی گواہی پر ایک نوشتہ کا فیصلہ کیا کہ گواہون کو نہین یاد ہی کہ اس مین کیا لکھا ہی ولیکن وہ لوگ اپنا خط اور مُہر پہچانتے ہین تو دوسرا قاضی بھی اسکو نافذ رکھیگا مگر اول قاضی کو یہ کرنا نہ چاہیے تھا اور یہ سب امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے اور زفر رحمہ اللہ تعالے کے قیاس پر ہی۔ خانیہ مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی قسم کھائی کہ اگر وہ شخص گوشت کھاوے تو اُسکی عورت پر طلاق یا اُسکا غلام آزاد ہی پھر اُسنے مچھلی کھائی پھر عورت نے قاضی کے سامنے پیش کیا کہ وہ مچھلی کو گوشت مین شامل جانتا تھا اُسنے دونون مین جدائی کردی پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ اُسکے نزدیک مچھلی گوشت مین شامل نہین ہی تو دوسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کریگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر قرضدار نے طالب سے کہا کہ اگر مین تیرا قرض آج نہ ادا کرون تو میری عورت پر تین طلاق ہین اور قرضخواہ روپوش ہوگیا اور قرضدار کو خوف ہوا کہ اگر وہ آج نہ ظاہر ہوا تو مین اپنی قسم مین جھوٹا ہونگا یعنی عورت پر طلاق ہو جاویگی اور اُسنے قاضی کو اطلاع دی پھر قاضی نے غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا اور وکیل کو حکم دیا کہ مطلوب سے مال لیوے تاکہ وہ قسم مین جھوٹا نہو اور اُسپر دوسرے حاکم نے بھی حکم دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جائز نہین ہی کذا فی الاقضیہ اور یہ سب کا قول ہی اگرچہ بالخصوص امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کو ذکر کیا ہی۔ اور ناطقی نے ذکر کیا کہ وکیل مقرر کرے اور اُسکے قبضہ کر لینے سے اُسکی قسم جھوٹی نہوگی اور ناطقی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر امام المسلمین کسی ملک پر غالب آیا اور اہل حرب کے ساتھ جان و مال کا احسان کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اُنکے جانون پر جزیہ مقرر کرے اور زمین پر خراج مقرر کرے ولیکن زمین کی زیادہ پیداوار کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقدار مقررہ سے زیادہ خراج نہ مقرر کرے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور امام

محمد رحمہ اللہ تعالی کا اس مین اختلاف ہی اور اسپر اجماع ہو کہ کمی پیداوار کی وجہ سے کم کردے پھر اگر خراج مقررہ سے کم باندھنے کے بعد وہ زمین ایسی ہوگئی کہ جس مین زیادہ پیداوار ہی تو اُس پر وہی وظیفہ مقررہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر کر سکتا ہی اور اگر امام نے اُس زمین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقررہ خراج باندھا تو بالاجماع اُسکو زیادہ کرنے کی اجازت نہین ہی اگرچہ زمین مین اُس سے زیادہ خراج اُٹھا لینے کی طاقت ہو اور اسی طرح اُسکو تحویل خراج کی اجازت نہین ہی مثلاً پہلا خراج درم تھا تو اب اُسکو بٹائی کر لینا جائز نہین ہو یا اسکا عکس کیا تو بھی روا نہین ہی۔ پھر اگر اُس نے اس وظیفہ مقررہ حضرت عمرؓ پر زیادتی کی یا تحویل خراج کی اور اُسکا حکم اُنپر جاری کر دیا اور اُسکی یہ راے اجتہادی تھی پھر بجاے اُسکے دوسرا والی ملک ہوا اور اُس کی راے برخلاف ہی پس اگر پہلے امام کا فعل ان ذمیون کی خوشی خاطر سے تھا تو دوسرا والی اُسکو جاری رکھے اور اگر بدون اُنکی خوشی خاطر کے تھا تو دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ زمین بزور شمشیر فتح ہوئی تھی پھر امام المسلمین نے اُنپر احسان کیا تو بھی دوسرا والی پہلے کے فعل کو جاری رکھے اور اگر بطور صلح کے فتح ہوئی اور پھر امام اول نے خراج مقررہ مین بڑھایا یا تحویل کی تو دوسرا والی اُس کا حکم توڑ دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

بیسوان باب جسمین قضاے قاضی جائز ہی اور جسمین نہین جائز ہی اُن صورتون کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ انسان کو اپنے نفس کا قاضی ہونا نہین جائز ہی پس اگر قاضی نے اپنے واسطے کسی وجہ سے یا کل وجہ سے حکم کیا تو اُسکی قضا نافذ نہوگی ہان اسقدر فرق ہو کہ اگر کل وجہ سے اُسنے اپنے واسطے حکم کیا تو دوسرے قاضی کے نافذ کرنے سے بھی نافذ ہوگا اور اگر ایک وجہ سے حکم کیا تھا تو نافذ ہوگا۔ اور اگر غیر کے واسطے کل وجہ سے حکم کیا پس اگر قاضی بالیقین قضا کی صلاحیت نہین رکھتا ہی تو قضا نافذ نہوگی اگرچہ دوسرے قاضی نے نافذ کی ہو اور اگر اُسکی صلاحیت مین اختلاف ہوا اور دوسرے قاضی نے نافذ کی تو بالاجماع نافذ ہوگی۔ اور اگر قضاے قاضی مین اختلاف ہوا کہ کل وجہ سے اُسنے غیر کے واسطے حکم دیا ہی یا کسی وجہ سے غیر کے واسطے اور کسی وجہ سے اپنے واسطے حکم کیا ہی تو دوسرے قاضی کے جاری کرنے سے نافذ ہوگی۔ کتاب الوکالۃ مین ہی کہ اگر قاضی نے اپنے ایک دار کے فروخت کرنے یا اجارہ دینے کے واسطے یا اپنے ہر حق کے جو دوسرے کی طرف آتا ہی نالش کرنے کے واسطے یا دوسرے کی نالش کی جوابدہی کے واسطے کوئی وکیل کیا تو جائز ہی مگر قاضی کو جائز نہین ہی کہ اپنے وکیل یا وکیل الوکیل کے واسطے حکم دیوے اور اسی طرح اپنے باپ کے وکیل کیواسطے یا دادا پردادا وغیرہ ایسے بزرگون کے وکیل کے واسطے یا بیٹے یا پوتے یا پرپوتے وغیرہ ایسے خردون کے وکیل کے واسطے حکم نہین دے سکتا ہی۔ اور اسی طرح اپنے غلام یا مکاتب یا اپنے ایسے رشتہ دار کے غلام یا مکاتب کیواسطے جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہی حکم نہین دے سکتا ہی اور اسیطرح اپنے شریک کے واسطے جسکو شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہی حکم دینا درست نہین ہی بشرطیکہ خصومت مال شرکت مین ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایسا شخص وکیل ہوا ہو جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین ہی تو قاضی کو اُسکے واسطے حکم دینا درست نہین ہی جیسے والدین یا اولاد یا زوجہ یا زوج ہمارے نزدیک یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے قاضی کے لیے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی کسی اور شخص کو کیا تو قاضی کو اس میت کے واسطے کسی شی کی قضا درست نہین ہوا اور اسی طرح اگر قاضی میت کے وارثون مین سے ہو تو میت کے واسطے کچھ حکم نہین دے سکتا ہی۔ اور اسی طرح اگر موصی لہ قاضی کا بیٹا یا اُسکی عورت وغیرہ ایسے شخصون مین سے ہو جنکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین یا اُن لوگون کا غلام ہو تو بھی

یہی حکم ہی۔ اور اسی طرح اگر قاضی وکیل ہو وصی کی طرف سے میراث میت کے باب مین تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ ظاہر مین قضا خود قاضی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح اگر قاضی کا قرضہ میت پر آتا ہی تو میت کے لیے کچھ حکم دینا درست نہین ہی۔ اگر دونون مخاصمون مین سے ایک نے قاضی کے غلام یا مکاتب یا ایسے شخص کو جس کے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین ہی وکیل کیا تو قاضی کو جائز نہین ہی کہ وکیل کے لیے اُسکے مخاصم پر کچھ حکم کرے کیونکہ ظاہر مین قضا وکیل کے واسطے ہوگی اگر کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل قاضی ہوگیا تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ اپنی وکالت کے مقدمہ مین کچھ حکم کرے کیونکہ قضا من حیث الظاہر اُسی کے واسطے واقع ہوگی اور اُس کو یہ بھی اختیار نہین ہی کہ اپنے موکل کی طرف سے وکیل قائم کرے کیونکہ اگر اُس نے بحکم قضا وکیل کیا تو قضا رسے علی الغائب ہی اور اگر بحکم وکالت وکیل کیا تو یہ وکیل ایسا ہوا کہ موکل نے اُس سے یہ نہین کہا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی پھر اس نے وکیل مقرر کیا تو جائز ہی مگر قاضی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس وکیل کے واسطے فیصلہ کرے **قال المترجم** اعلم ان فی المسائل کلھا انہ لا یقضی لہ ولیس فی شئی منہا انہ لا یقضی علیہ قال وہذا علی الخلاف الذی قد مر فتذکر واللہ اعلم جامع کبیر مین لکھا ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُس کے مختلف قرضے لوگون پر ہین کچھ قاضی پر ہی اور کچھ قاضی کی جورو یا بیٹے وغیرہ پر جنکی گواہی قاضی کے حق مین قبول نہین ہی پھر ایک شخص نے اس قاضی کے پاس دعوی کیا کہ میت نے مجھے وصی کیا ہی۔ پس واضح ہو کہ یہان تین مسئلہ ہین ایک یہی جو مذکور ہوا اور اس مسئلہ مین یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اُس کی وصایت کا حکم دیا تو استحساناً درست ہی حتے کہ اگر کسی نے ان قرضدارون مین سے اسی وصی کو قرضہ ادا کیا تو بری ہو جائیگا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو جاری رکھیگا اور باطل نہ کریگا اور اگر قاضی نے اُس کی وصایت کا حکم نہ کیا حتے کہ قاضی نے یا کسی دوسرے قرضدار نے قرضہ ادا کیا پھر اُس کے وصی ہونے کا حکم کیا تو اُس کا فیصلہ صحیح نہین ہی حتے کہ وارثون کو اختیار ہی کہ اُس سے اپنے قرض کا مطالبہ کرین اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ حکم باطل کردے گا اور اگر اُس نے جاری کیا تو باطل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے اُس صورت مین قاضی اور اُس کی جورو اور بیٹے کا ایک حکم رکھا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اُس کے ذاتی حق مین ہی جورو اور بیٹے کے حق مین اُسکے برخلاف ہونا چاہیے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اُسکے بیٹے کے حق مین مذکور ہوا وہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول پر درست ہی اور جورو کے حق مین جو جواب ہی وہ بالکل نا مستقیم ہی اور بعض کتاب مین لکھا ہی کہ قاضی کا حکم عورت کے واسطے دوسرے قاضی کے نفاذ پر متوقف ہی۔ اگر کسی نے وصی ہونے کا دعوی نہ کیا حتے کہ قاضی نے اُسکو وصی مقرر کیا پھر قاضی نے یا بعض قرضدارون نے قرضہ اُسکو دیدیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز اور قرضہ دینا جائز ہی اور اگر پہلے قرضہ دیدیا پھر اپنی رائے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہین ہی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر اس صورت مین بجائے وصیت کے کسی نے نسب کا دعوے کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہی اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اُس کے نسب کا حکم دیدیا تو قضا نافذ ہوگی اور اگر ادائے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بجائے وصیت یا نسب کے دعوی کے وکالت کا دعوی ہو مثلاً قرض خواہ غائب ہوگیا اور ایک شخص نے آکر وکالت کا دعوی کیا کہ قرضخواہ

نے مجھے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اُسکے وکیل ہونے کا حکم دیدیا تو جائز نہین ہی خواہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہو یا اِسکے بعد۔ اور اگر اُسنے وکالت کا حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا پس اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد اول نے وکالت کا حکم دیا ہی تو لا محالہ رد کردے اور اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہی اور دوسرے قاضی نے اِسکو نافذ کیا تو نافذ ہوگا۔ اگر قاضی نے غائب کی طرف سے مسخر مقرر کیا تو جائز نہین ہی اور مسخر اُسکو کہتے ہین جسکو قاضی نے غائب کی طرف سے خصومت کی سماعت کے واسطے مقرر کیا ہو اور اسی طرح اگر ایک شخص نے حاضر ہو کر اُس کی طرف سے خصومت کی سماعت کی اور قاضی جانتا ہی کہ مسخر فی الحقیقت خصم نہین ہی تو قاضی خصومت کی سماعت نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰے نے شہادات الجامع مین ذکر کیا کہ زید غائب ہو گیا اور ایک شخص عمرو آیا اور اُسنے خالد پر دعوی کیا اور ذکر کیا یہ خالد زید کا قرضدار ہی اور زید نے مجھے وکیل کیا ہی کہ اسکا تمام قرضہ جو کوفہ مین اُس کے قرضدارون پر ہی وصول کرون اور اُسکی نالش کرون اور خالد اسکی وکالت سے انکار کرتا ہی پھر عمرو نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے تو قاضی اسکی وکالت کا حکم دیگا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اسکی دلیل ہی کہ مسخر پر حکم جائز ہی کیونکہ اُسنے کہا کہ مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور ذکر کیا کہ یہ اُسکا قرضدار ہی۔ اور یہ نہ کہا کہ ایک شخص پر دعوی کیا جو اُسکا قرضدار تھا کذا فی الذخیرہ۔ متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ مسخر پر گواہ قائم کرنا اُسی حالت مین جائز ہی کہ قاضی کو نہ معلوم ہو کہ یہ مسخر ہی اور اگر معلوم ہو تو جائز نہین ہی اور اسی کو برہان الائمہ امام عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰے نے اختیار کیا ہی کذا فی التاتارخانیہ اور بعض نے کہا کہ اِس مسئلہ مین دو روایتین ہونا چاہییے ایک یہ کہ حکم نافذ نہوگا اور دوسرے یہ کہ نافذ ہوگا کیونکہ درحقیقت یہ قضاء علی الغائب ہی اور اِس مین دو روایتین ہین اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہی اور امام ظہیرالدین رح فرماتے ہین کہ قضاء علی الغائب یعنی قضاء علی الغائب[۱۲] مین ناجائز ہونے پر فتوی ہی۔ پس اگر قاضی نے مسخر پر حکم دیدیا اور دوسرے قاضی نے اُسکو نافذ کردیا تو صحیح ہی اور پھر کوئی اُسکو باطل نہین کرسکتا ہی۔ اگر قاضی نے ایک شے معین کا جو کسی کے قبضہ مین ہی کسی کے لیے حکم کیا اور یہ شے قاضی کی ولایت مین نہین ہی تو قضا صحیح ہی اور تسلیم صحیح نہین ہی اور صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ بخاری شخص نے قاضی بخارا کے پاس ایک سمرقندی پر دعوی کیا کہ وہ دار جو سمرقند مین فلان محلہ فلان کوچہ مین ہی ایسا ہی تمام دعوے بیان کر کے کہا کہ جو اِس شخص کے قبضہ مین ہی وہ میری ملک ہی اور اِسکے پاس ناحق ہی اور اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس دار کا مدعی کے لیے فیصلہ کریگا اور صحیح ہی کیونکہ مقضی لہ اور مقضی علیہ دونون حاضر ہین ولیکن سپرد کرنا صحیح نہوگا کیونکہ دار اُسکے ولایت مین نہین واقع ہی تو قاضی سمرقند کو قبضہ دلانے کے واسطے تحریر کریگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر قرضخواہ نے گواہون کے غائب ہونے یا مرجانے کا خوف کیا اور چاہا کہ غائب قرضدار پر اپنا حق ثابت کرلے تو اہل حیلہ نے اسکی صورت یہ نکالی کہ کسی غیر کو اپنا حق لوگون پر ثابت کرنے کے واسطے وکیل کرے اور جو کچھ غائب پر ثابت کرنا چاہتا ہی خواہ قرض یا طلاق یا عتاق یا بیع اُسکو وکالت مین مشروط کردے کہ اگر فلان شخص نے یعنی غائب نے فلان شخص غائب کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا ہی یا غائب نے اپنی عورت کو طلاق دی ہی یا اپنے غلام کو آزاد کیا ہی تو تو میرا وکیل ہی کہ میرے حقوق لوگون پر ثابت کرے پس ایسا ہوگا کہ یہ وکیل مدعا علیہ پر دعوی کریگا کہ فلان غائب نے یہ اپنا غلام فروخت کیا ہی مثلاً اور مین اِسکے موکل کا وکیل ہوگیا ہون اور

میرے موکل کے ہزار درم تجھپر قرض ہین تو مدعا علیہ کہیگا کہ فلان شخص نے مجھے اِس شرط پر وکیل کیا ہی ولیکن مجھے نہین معلوم کہ یہ شرط پائی گئی یا نہین پس وکیل مدعی شرط پائے جانے پر گواہ پیش کریگا پس قاضی شرط پر حکم دیگا ولیکن اس صورت مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ ایسی شرط کے اثبات مین جس مین غائب کا حق ہی کوئی شخص خصم قائم ہو سکتا ہی یا نہین اور صحیح یہ ہی کہ نہین ہو سکتا ہی جبکہ ایسی شرط ہو کہ غیر کو اُس سے ضرر پہونچے اور صحیح صورت وہ ہی جو امام محمد رح نے جامع مین ذکر کی ہی کہ جب کوئی شخص غائب پر قرضہ ثابت کرنا چاہے تو ایک شخص کو چاہیے کہ وہ قرضخواہ سے کہے کہ جو کچھ تیرا فلان شخص غائب پر چاہیے مین نے اُسکی کفالت کی پھر قرضخواہ اُس کفیل کو قاضی کے حضور مین حاضر کرے اور کہے کہ میرے فلان شخص غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص میرے تمام حقوق کی جو فلان غائب پر ہین کفالت کرتا ہی اور اس کی کفالت سے پہلے میرے اُسپر ہزار درم ہین تو کفیل کفالت کا اقرار کریگا اور مال سے انکار کریگا اور اُسکا انکار صحیح ہی پھر جب مدعی نے گواہ پیش کیے کہ مدعی کے ہزار درم فلان غائب پر اس کفیل کی کفالت سے پہلے سے چاہیے ہین تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور کفالت اور مال دونون کا حکم دیا جاویگا۔ اور اسی طرح اگر یہ کفالت اسطرح پر قاضی کے سامنے واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہی۔ اور کفالت غائب کے حکم سے ہونا یا بلا حکم ہونا دونون اس صورت مین یکسان ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غائب پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص نے غائب کیطرف سے ان ہزار درم کی جو اُسپر آتے ہین اُسکے حکم سے میرے واسطے کفالت کی ہی تو یہ صورت اور صورت سابقہ مساوی ہی۔ اور اگر دعویٰ کیا کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہین اور اس شخص نے میرے واسطے اُسکی طرف سے جو میرا اُسپر چاہیے ہی اُسکی کفالت کر لی اور یہ نہ کہا کہ اُسکے حکم سے اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس شخص حاضر پر ہزار درم کا حکم دیگا اور یہ قضاء علی الغائب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ بیان تحریری لینے مین لوگون نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ کسی حال مین اسکو نہ لے اور نہ پڑھے اور بعضون نے کہا کہ جس وقت فیصلہ کیواسطے بیٹھے اُسوقت نہ لیگا اور اگر اپنے مکان یا اُسکے فناء مین ہو تو لے لیوے اور اُسکو پڑھ لے اور یہی ہمارا مذہب ہی کیونکہ خلفاء راشدین بیان تحریری لیتے تھے اور اُنکے بعد کے امیر و خلیفہ بھی لیتے تھے اور یہ اسواسطے ہی کہ یہ ہو سکتا ہی کہ کوئی مخاصم اعجمی ہو کہ وہ قاضی کی زبان کو نہ جانتا ہو اور نہ قاضی اُسکی زبان سمجھتا ہو تو ضرور ہی کہ قاضی کو مقدمہ سمجھانے کے واسطے وہ دوسرے سے حال لکھوا کر پیش کر دیگا۔ اور جب قاضی نے بیان تحریری لیا تو اُسکے خصم سے دریافت کرے کہ یہ تیرا بیان ہی اُسنے کہا کہ ہان پھر پوچھے کہ اسے تونے لکھا ہی اُسنے کہا کہ ہان پھر پوچھے کہ یہ صورت ایسی ہی ہی جیسی اسمین لکھی ہی اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکو پڑھے پس اگر اسمین اقرار ہو تو اس اقرار پر فقط فیصلہ نہ کر دے بلکہ اُسکو آگاہ کرے کہ اسمین یہ اقرار ہی پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ ہان ایسا ہی ہی تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کر دے۔ اور اسی مسئلہ کی نظیر مسئلہ توکیل ہی کہ اگر دونون مین سے ایک خصم نے بغیر رضامندی وکیل کیا پس اگر قاضی کے نزدیک وہ تلبیس یا تدلیس اور تغلب مین متہم ہی تو اُس سے وکالت قبول نہ کرے اور اگر جانے کہ وہ خود بیان کرنے سے عاجز ہی تو قبول کرے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ شمس الائمہ اوزجندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعوی کی سماعت کی اور نائب نے گواہی کی سماعت کی تو نائب بدون اعادہ دعوی کے شہادت پر حکم دے سکتا ہی تو اُنھون نے فرمایا کہ نہین مگر جبکہ قاضی اُسکو حکم دیوے کہ اِن گواہی پر فیصلہ کر دے۔ اور دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے قضیہ سنا ہو پھر گواہی دونون کی سماعت کی اور اپنے [illegible] حکم دے سکتا ہی ۱۲

نائب کو حکم دینے کے واسطے کہا اور قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت بھی ہو تو یہ حکم درست ہی انھون نے فرمایا کہ ہان درست ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ ابواب الشہادات مین ہی کہ ایک شہر کے قاضی نے کسی قدر مال کا حکم کسی پر دیا اور نوشتہ لکھدیا پھر یہ قاضی مرگیا اور مدعی نے محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور گواہ پیش کیے کہ فلان بن فلان قاضی نے اس شخص پر اس قدر مال کا حکم کیا تھا جو اس نوشتہ مین موجود ہی تو دوسرا قاضی اُسپر ادائے مال کے واسطے جبر کرسکتا ہی یعنے قید کرسکتا ہی بشرطیکہ پہلا حکم صحیح واقع ہوا ہو اور اگر گواہون نے دوسرے قاضی کے سامنے یہ بیان کیا کہ کسی قاضی نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس شخص پر مال چاہیے ہی تو دوسرا قاضی اُسپر قید و جبر نکریگا اور ایسا ہی تمام فعلون مین ہی کہ اگر وہ فعل ذکر کیا اور اُس کے فاعل کے نام و نسب سے آگاہ نہ کیا تو گواہی قبول نہوگی کذا فی الخلاصہ

اکیسوان باب ۔ جرح و تعدیل کے بیان مین۔ جرح ایسا طعن کرنا جس سے گواہی مقبول نہو تعدیل گواہون کی عدالت ظاہر کرنا کہ جس سے گواہی مقبول ہو۔ شاہد گواہ۔ مشہود لہ جس شخص کے حق مین گواہون نے گواہی دی۔ مشہود علیہ جس شخص پر گواہون نے گواہی دی۔ مزکی پاک کرنے والا اور مراد جو گواہون کو عیب سے پاک بتلاوے۔ واضح ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک قاضی گواہون کے حال سے سوال نہ کرے گا مگر جبھی کہ خصم اُن مین طعن کرے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک گواہون کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے اُن مین طعن نہ کیا ہو اور فتوے صاحبین رحمہما اللہ تعالے ہی کے قول پر ہی اور یہ اختلاف سوائے حدود وقصاص کے ہی اور حدود و قصاص مین بالاجماع قاضی گواہون کے حال کو دریافت کریگا اگرچہ خصم نے اُن مین طعن نہ کیا ہو جب خصم نے گواہون مین طعن کیا تو ظاہری عدالت پر قاضی فیصلہ نہ کرے گا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی گواہون نے اگر خصم پر گواہی دی اُس کے بعد خصم نے اُن کی تعدیل کی تو اُس کی چند صورتین ہین اگر اُس نے کہا کہ یہ لوگ عدول ہین جو کچھ انھون نے مجھپر اس گواہی مین بیان کیا ہی سچ کہا ہی۔ یا یہ لوگ عدول ہین مجھپر ان کی گواہی جائز ہی یا ان لوگون نے مجھپر حق کے ساتھ گواہی دی یا کہا کہ جو کچھ انھون نے اس گواہی مین بیان کیا حق ہی۔ تو ان چارون صورتون مین جس کی گواہی گواہون نے دی ہی قاضی اُسکا حکم دیدیگا کیونکہ یہ الفاظ اس شخص کی طرف سے مال کا اقرار ہین پس فیصلہ اقرار پر ہی نہ گواہی پر اور اگر اُس نے بیان کیا کہ یہ گواہ عدول ہین ولیکن انھون نے خطا کی یا کہا کہ یہ لوگ عدول ہین اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یعنی اگر مشہود علیہ عدل ہو اہل تعدیل سے ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک قاضی دونون گواہون کی گواہی پر بدون اس کے کہ مزکی سے ان کا حال دریافت کرے فیصلہ کردے گا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جب تک مزکی سے دریافت نہ کرے دونون کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اُسکی تعدیل صحیح نہین ہی اور قاضی حکم نہ دیگا اور یہ اقرار خصم کا کہ یہ لوگ عدول ہین اپنی ذات پر حق ثابت ہونے کا اقرار نہ گردانا جائے گا اور جب کہ اُسکی تعدیل صحیح نہوگی کیونکہ وہ فاسق یا مستور الحال تھا تو قاضی دریافت کرے گا کہ گواہون نے سچ کہا یا جھوٹ کہا پس اگر اُس نے جواب دیا کہ سچ کہا تو یہ اقرار ہو جائے گا تو قاضی اُس کے اقرار پر فیصلہ کرے گا اور اگر اُس نے کہا کہ جھوٹ کہا تو فیصلہ نہ کرے گا۔ مشہود علیہ نے اگر گواہی دینے سے پہلے گواہون کی تعدیل کی کہ یہ لوگ عدول ہین اور جب

انھون نے پھر گواہی دی تو اُس سے انکار کیا اور قاضی سے طلب کیا کہ گواہون کی حالت دریافت کرے تو قاضی اُنکی حالت دریافت کرے گا اور اُس کا گواہی دینے سے پہلے یہ کہنا کہ یہ لوگ عدول ہین اِس درخواست کو مضر نہین ہی کیونکہ وہ کہ سکتا ہی کہ گواہی دینے سے پہلے عادل تھے اور جھوٹی گواہی کی وجہ سے مجروح ہوگئے۔ ایک شخص پر دو شخصون نے کسی حق کی گواہی دی پس ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ وہ عدول ہی مگر اُسنے خطا کی یا اُسے وہم ہوگیا تو قاضی دوسرے گواہ کو اُس سے دریافت کرے پس اگر اُسنے دوسرے گواہ کی تعدیل کی تو قاضی دونون کی گواہی پر فیصلہ کردے اِس واسطے کہ یہ کہنا کہ اُسنے خطا کی یا اُسے وہم ہوگیا جرح نہین ہی اور چونکہ دوسرے کی بھی اُسنے تعدیل کی تو دونون عادل ٹھہرے پس دونون کی گواہی پر فیصلہ جائز ہی۔ اگر کسی شخص پر دو گواہون نے کسی حق کی گواہی دی پھر مشہود علیہ نے گواہی کے بعد کہا کہ جس چیز کی فلان شخص نے مجھپر گواہی دی ہی حق ہی یا کہا کہ جسکی گواہی مجھپر فلان شخص نے دی ہی وہی حق ہی تو قاضی اِسی پر فیصلہ کردیگا اور دوسرے گواہ کو دریافت نہ کریگا کیونکہ اُس نے اپنی ذات پر حق کا اقرار کرلیا تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کردے گا اور اگر گواہی دینے سے پہلے اُسنے یہ کہا کہ جو کچھ فلان گواہ مجھپر بیان کرے گا وہ حق ہی یا کہا کہ جو کچھ یہ شخص مجھپر بیان کرے گا وہ حق ہی پھر جب دونون نے گواہی بیان کی تو اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ اِن کے حال کو دریافت کرے کیونکہ انھون نے میرے حق مین جھوٹ بیان کیا ہی اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسا بیان کرینگے تو قاضی دونون کو دریافت کرے گا پس اگر دونون کی تعدیل کی گئی تو اُنکی گواہی پر حکم دے گا اور اگر تعدیل نہ کی گئی تو فیصلہ نہ کریگا اور دریافت حال سے پہلے حکم دینا جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ تزکیہ کی دو قسمین ہین ایک خفیہ اور ایک ظاہر پس ظاہر تزکیہ و تعدیل یہ ہی کہ معدل قاضی کے دربار مین حاضر ہو اور قاضی گواہون کے سامنے انکا حال اُس سے دریافت کرے پس تعدیل کرنے والا سامنے کہے کہ یہ عدول ہین۔ اور خفیہ تعدیل یہ ہی کہ قاضی تعدیل کرنے والے سے خفیہ دریافت کرے کہ فلان گواہ کیسا ہی اور وہ یا اُسکی تعدیل کرے یا اُس مین جرح بیان کرے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور تعدیل کرنے والے کو یہ کہنا ضرور ہی کہ یہ گواہ عادل اور اُسکی گواہی جائز ہی کیونکہ عادل غلام بھی ہوتا ہی اور اُسکی گواہی جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتیین مین لکھا ہی اور ظہیریہ مین ہی کہ اِسی پر اعتماد ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی کہ یہ کہنا کہ میرے علم کی صورت مین وہ عادل ہی تعدیل نہین ہی اور یہ کہنا کہ میرے علم مین عادل ہی یا مین اُسکو عدل جانتا ہون تعدیل ہی۔ ادب القاضی مین لکھا ہی کہ یہ کہنا کہ وہ لوگ عدول ہین وہ تعدیل نہین ہی اور اگر تعدیل کرنے والے نے کہا کہ یہ لوگ ثقہ ہین تو تعدیل بالیقین نہین ہی اور قاضی اسی پر اکتفا نہ کرے کیونکہ یہ لفظ مستور الحال پر بھی بولا جاتا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تعدیل ہی اور اگر مزکی نے کہا کہ مین اِس شخص سے سوائے خیر کے نہین جانتا ہون تو ادب القاضی مین لکھا ہی کہ یہ تعدیل ہی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ تعدیل نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ تعدیل ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ اگر مزکی عالم ہوشیار ہو تو اُس سے اسی لفظ پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر عالم نہ ہو تو کفایت نہ کیجائے گی۔ اور اگر کہا کہ مین اِس شخص سے سوائے ایک خصلت کے انواع خیر سے تو کچھ نہین جانتا ہون تو یہ تعدیل نہ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ یہ شخص میرے علم کی صورت مین عادل ہی پس بعض علماء نے کہا کہ یہ تعدیل ہی اور ایسا ہی شریح رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی اور اصح یہ ہی کہ تعدیل نہین ہی اور اگر کہا کہ شخص عادل

ہی اگر اُس نے شراب نہ پی ہووے تو یہ تعدیل نہین ہی اور اگر کہا کہ اسے اللہ تعالے خوب جانتا ہی تو تعدیل نہین بلکہ جرح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور خفیہ تعدیل کی یہ صورت ہی کہ قاضی ایک رقعہ مین گواہون کے نام اور نسب اور اُن کا حلیہ اور قبیلہ اور محلہ اور بازار اگر بازاری ہو لکھکر مزکی کے حوالہ کرے اور مزکی اُن کے پڑوسیون مین سے اہل ثقہ و امانت سے اُن کا حال دریافت کرے اور علانیہ کی یہ صورت ہی کہ قاضی طالب کو حکم دے کہ وہ ایک قوم کو حاضر کرے جو لوگ گواہون کی بلفظ شہادت[ف۱] تعدیل کرتے ہون مگر اُس مین عدد شرط ہی کیونکہ یہی شہادت کے ہی اور بدین وجہ ایسے شخص سے یہ تعدیل صحیح نہین ہی کہ جو گواہی کا اہل نہین ہی اگرچہ عادل ہو اور علانیہ تعدیل مین تعدیل کرنے والے اور گواہ کا یکجا جمع ہونا ضرور ہی اور ہمارے زمانہ مین خفیہ تعدیل پر اکتفا کیا جاوے کیونکہ علانیہ تعدیل مین بڑا فتنہ ہی اور بلاے عظیم ہی۔ اور قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت حال کے واسطے ایسے لوگون کو اختیار کرے کہ جو لوگون سے ثقاہت اور امانت مین بڑھکر ہون اور اُن کو آگاہی لوگون سے زیادہ ہو اور تمیز دار ہون اور لوگون مین اس واسطے[ف۲] مشہور نہ ہون کیونکہ اگر لوگ اُن سے واقف ہونگے تو اُن کو ایذا پہونچا دینگے یا دھوکا دینگے اور تعدیل کرنے والے مزکی کو چاہیے کہ گواہون کا حال اُس کے پڑوسیون اور اہل بازار سے دریافت کرے پس اگر اُس کا عدل ہونا ثابت ہو تو رقعہ مین لکھدے کہ میرے نزدیک عادل اور اُس کی گواہی جائز ہی ورنہ لکھدے کہ میرے نزدیک عادل نہین ہی اور رقعہ پر مہر کر کے واپس کردے پس قاضی مدعی سے بیان کرے گا کہ تیرے گواہون مین سستی بیان کی گئی اور جرح بیان کی گئی نہین کہنا چاہیے یا بیان کرے کہ تیرے گواہون کی تعریف نہین بیان کی گئی کیونکہ ایسے الفاظ مسلمانون کی پردہ پوشی کے مناسب ہین اور بقدر امکان مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے تعدیل خفیہ اور تعدیل ظاہر دونون کو جمع کیا تو بہتر ہی اور مراد یہ ہی کہ جب تعدیل کرنے والے نے خفیہ گواہون کی تعدیل کی تو قاضی گواہون اور تعدیل کرنے والے کو اپنی مجلس مین جمع کرے اور تعدیل کرنے والے سے دریافت کرے کہ انھین لوگون کی تو نے تعدیل بیان کی ہی اور کتاب الاقضیہ مین ہی کہ جو معدل خفیہ طور پر تھا وہی علانیہ ہونا چاہیے اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے احتیاط کی اور علاوہ پہلے مزکی کے دوسرے سے دریافت کیا تو اُسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرے جو اُس نے پہلے کے ساتھ کیا ہی اور اُسکو آگاہ نہ کرے کہ مین نے بذریعہ دوسرے کے اُنکا حال دریافت کیا ہی پس اگر پہلے نے اُنکی جرح کی اور دوسرے نے اُنکی تعدیل کی تو تعارض سے دونون ساقط ہوگئے۔ پس تیسرے نے اگر اُنکی تعدیل کی تو عدالت اولی ہی اور اگر جرح کی تو جرح اولی ہوگی اور تعریف مثل تعدیل کے ہی اور عورت کی طرف سے بھی دونون درست ہین یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی تعدیل علانیہ ایسے شخص کے لیے صحیح نہین جسکے لیے گواہی جائز ہی اور تعدیل ظاہری غلام اور مکاتب اور عورت اور محدود القذف کی صحیح نہین ہی اور تعدیل والدین اور مولودین کی بھی صحیح نہین ہی اور خفیہ تعدیل ان لوگون کی صحیح ہی اور علانیہ تعدیل کے واسطے وہی شرطین ہین جو شہادت کی شرطین ہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور کافر گواہون کے معدل مسلمان ہونا چاہیے ہین پس اگر مسلمانون نے اُن کو نہ پہچانا تو مسلمانون سے مشرکون کے عادل لوگ دریافت کرے پھر یہ لوگ مشرکون کے گواہون کی حالت دریافت کرین۔ اور مدعی کا خود

ف۱ قولہ شہادت یعنی اس طرح سے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ شہادت دیتے ہیں کہ ... گواہ عادل ہیں یعنی عدد شرط ہے یعنی دو سے کم نہیں ... شہادت دے

ف۲ قولہ ضروری ہیں اس واسطے یعنی مشہور نہ ہوں کیونکہ ایسے لوگ معدل بنتے گواہوں کی تعدیل کرنے سے بچنے قاضی کی طرف سے متہم ہیں کیونکہ الخ ۱۲

تعدیل کرنا ہیچ ہی۔ اگر ایک جماعت نے تعدیل کی اور دو شخصون نے جرح کی تو جرح اولے ہی مگر جبکہ آن مین باہم تعصب واضح ہو تو ایسا نہین ہی بلکہ آن کی جرح مقبول نہ ہوگی۔ اگر کسی گواہ کا فسق ظاہر ہوا اور ایک سال یا زیادہ غائب رہا اور اُسکی غیبت منقطعہ تھی پھر وہ آیا اور اُس سے سوائے صلاحیت کے اور کچھ ظاہر نہین ہوا تو تعدیل کرنے والے کو اُس پر جرح نہ کرنا چاہیے۔ اگر دونون گواہون کی تعدیل اُن کے مرجانے کے بعد ہوئی تو قاضی آن کی گواہی پر فیصلہ کردے گا اور اسی طرح اگر دونون غائب ہوگیے پھر دونون کی تعدیل کی گئی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون گونگے اندھے ہوگیے پھر آن کی تعدیل ثابت ہوئی تو آن کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ معدل ایسا ہونا چاہیے کہ فقیر یا طامع نہ ہو کہ اُس کو مال سے فریب دیدیوین اور فقیہ ہونا چاہیے کہ اسباب جرح و تعدیل کو پہچانتا ہو۔ اگر قاضی دو معدل پائے ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی تو عالم کو اختیار کرے اور اگر اُس نے ثقہ عالم پایا کہ لوگون سے کم ملتا ہی اور دوسرا ثقہ غیر عالم پایا کہ لوگون سے میل رکھتا ہی تو بھی عالم کو اختیار کرے کیونکہ وہ علم کے ذریعہ سے جرح و تعدیل پر قادر ہی اور غیر عالم عادل و غیر عادل کو نہین پہچانتا ہی تو اسوجہ سے عالم بہتر ہی اور اولے یہ ہی کہ مزکی مغفل نہو اور گوشہ نشین نہو کیونکہ ایسے شخص کو کسی کے معاملہ سے خبر نہین ہو سکتی ہی تو اُس کے نزدیک عادل اور غیر عادل کی تمیز نہوگی اور واضح ہو کہ مزکی اور ایلچی جو قاضی کی طرف سے مزکی کے پاس آیا اور مترجم جو دوسری زبان والے کا ترجمہ کرتا ہی اِن لوگون مین تعداد کہ دو ہون یا چار یا کس قدر شرط نہین ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور ایک شخص کافی ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک عدد شرط ہی اور ایک کافی نہین ہی اگر مشہود بہ ایسا حق ہو جس مین دو گواہون کی گواہی کافی ہی تو دو کافی ہونگے اور اگر ایسا ہو کہ جس مین چار کی ضرورت ہی تو چار کی شرط ہوگی اور عدد کے سوا اجماع ہی کہ سوائے تلفظ بلفظ شہادت کے باقی سب شرطین شہادت کی عدالت اور بلوغ اور بینائی مشروط ہین اور یہ شرط ہی کہ محدود القذف نہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق آزاد ہونا بالاجماع شرط ہی اور اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسلام بالاجماع شرط ہی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ لفظ شہادت بولنا شرط نہین ہی۔ اور عدد کا اختلاف خفیہ تعدیل مین ہی اور اگر علانیہ تعدیل ہو تو بالاجماع عدد شرط ہی۔ اور ابو علی نسفی نے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ خفیہ تعدیل مین آن کے نزدیک عدد شرط نہین ہی ترجمان اگر اندھا ہو تو غیر روایت الاصول مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ اسکا ترجمہ جائز نہین ہی کیونکہ اندھا ہونا جرح ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ جائز ہی۔ اور ایک عورت ثقہ ہو آزادہ ہو تو اسکا ترجمہ مثل مرد کے صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہی اور یہ حکم آن چیزون مین ہی از قسم مال وغیرہ کہ جن مین عورت کی گواہی جائز ہی اور جن صورتون مین اُس کی گواہی مقبول نہین ہی تو اُس کا ترجمہ بھی مقبول نہین ہی۔ کتاب الاقضیہ مین ہی کہ اگر مزکی نے شاہدون کی تعدیل کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ یہ کہے کہ وہ لوگ عادل ثقہ جائز الشہادۃ ہین اور لکھا ہی کہ یہ الفاظ تعدیل مین ابلغ ہین۔ اور مزکی کو چاہیے کہ اپنے شخصون سے دریافت کرے کہ جن مین وہ اوصاف موجود ہون جو ہم نے مزکی مین مشروط کیے ہین اور شمس الائمہ حلوانی کہتے۔ بیان کیا کہ معدل گواہون کا حال آنکے پڑوسیون

۲

سے دریافت کرے بشرطیکہ گواہ اور پڑوسیون مین ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ اسکا ان لوگون پر احسان ہو اور اسی کو امام ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کیا ہے۔ اور منجملہ ان لوگون کے جن سے دریافت کرے ایک گواہ کے رفیق اور اسکے قرابت دار ہین اور اگر اسکے پڑوسیون اور بازاریون مین سے کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے تعدیل ہو سکے تو اس کے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب کو غیر ثقہ پاوے تو تواتر اخبار پر اعتماد کرے اور اگر اس نے پڑوسیون اور محلہ کے سوا غیر لوگون سے دریافت کیا اور یہ سب غیر ثقہ ہین پھر یہ سب اس کی تعدیل یا جرح پر متفق ہوے اور اس کے دل مین پیدا ہوا کہ یہ سچ کہتے ہین تو یہ بمنزلہ تواتر اخبار کے ہوگا اور اگر بعضون نے اس کی تعدیل کی اور بعضون نے جرح کی تو اس کا حکم مثل مزکی کے اختلاف کے ہے کہ باہم دو مزکی جرح و تعدیل مین مختلف ہوے۔ اور اگر گواہ مسافر ہو کہ خفیہ اس کا حال دریافت کرنے سے کوئی اسکو نہ پہچانے تو قاضی اس سے دریافت کرے کہ تیری شناسائی کہان کہان ہے اور جب اسنے انکا نام لیا تو اسکے شناساؤن کا خفیہ حال دریافت کرے پھر جب دریافت ہو جاوے کہ اس کے شناسا لوگ لائق تعدیل ہین تو انسے گواہ کا حال دریافت کرے اور انکی خبر پر جرح و تعدیل مین اعتماد کرے ورنہ اسمین توقف کرے اور اس معدل سے جو اس کے شہر کا یہان موجود ہو دریافت کرے اور اگر موجود نہ ہو تو اسکا حال دریافت کرنے کے واسطے اسکے شہر کے قاضی کو لکھے۔ ہشام رح نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے گواہی دی اور وہ پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پھر قاضی نے اپنا ایک امین اجرت پر روانہ کیا کہ وہان کے معدل سے دریافت کرکے لاوے تو یہ اجرت کس پر ہوگی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعی پر ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ قاضی کو نہ چاہیے کہ گواہ کا حال ایسے شخص سے پوچھے جسکا مشہود لہ پر کچھ مال آتا ہے جبکہ مشہود لہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو یا میت ہو کہ اسکے وصی نے دوسرے پر گواہ قائم کیے ہون۔ اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر گواہ کا مشہود لہ پر کچھ مال آتا ہو اور وہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو تو اسکی گواہی اسکے حق مین اس تہمت کی وجہ سے مقبول نہ ہوگی اور اگر مفلس نہ قرار پایا ہو تو اسکی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر ایک مسافر ایک قوم مین آکر ٹھہرا اور کسی مقدمہ مین اس گواہ نے گواہی دی پھر اس قوم سے قاضی یا معدل نے اس کا حال دریافت کیا اور انھون نے اسکی صلاحیت دریافت کی اور ایسی کوئی چیز نہ پائی گئی جس سے اسکی عدالت ساقط ہو تو امام ابو یوسف رح پہلے فرماتے تھے کہ اگر چھ مہینے ٹھہرا اور اسکی صلاحیت کے سوا کچھ ظاہر نہوا تو انکو جائز ہے کہ اسکی تعدیل کرین اور اگر اس سے کم ہو تو اسکی تعدیل کی گنجائش نہین ہے پھر امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر ایک سال تک قیام کیا اور انکو سواے صلاحیت کے کچھ ظاہر نہوا تو اسکی تعدیل کرین ورنہ نہین اور فتاوی صغری مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ اسکی تقدیر اتنی مدت تک ہے کہ ان لوگون کے دلون مین اسکی عدالت سما جاوے اور ابراہیم رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ انھون نے فرمایا کہ جس نے عدالت کے واسطے مدت مقرر کی اسنے غلطی کی اور اسکی میعاد یہ ہے کہ جب تک انکے دل مین عدالت کا گمان آجاوے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی عدالت دو مہینہ مین معلوم ہو جاتی ہے اور کسی کی عدالت ایک سال مین معلوم نہین ہوتی ہے اور یہ قول فقہ سے مشابہ ہے

اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے قیاس پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مین اُسکے واسطے کوئی وقت نہین مقرر کرتا ہون اور اُس کی میعاد یہی ہے کہ جب دل مین اُس کے عدالت آجاوے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی لڑکا بالغ ہوا اور اُس نے گواہی دی تو اسکا حکم بھی مثل اس مسافر کے ہے کہ ایک قوم مین آکر ٹھہرا کہ وہ لوگ اُس کی تعدیل نہ کرین جب تک کہ اُن کے نزدیک اُسکی عدالت ظاہر نہو اور اُسکی مدت بقیاس قول امام ابو یوسف رح مقدر ہے جیسا کہ بیان ہوا اور امام محمد رح کے نزدیک مقدر نہین ہے اُس کی عدالت دل مین آجانا اُس کا وقت ہے۔ اگر ایک نصرانی اسلام لایا پھر اُس نے گواہی دی پس اگر قاضی حالت نصرانیت مین اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا تامل اُسکی گواہی قبول کرے اور اگر اسکو نہین پہچانتا تھا تو اُس کے پہچاننے والے سے حالت نصرانیت مین اُس کی عدالت دریافت کرے اگر عادل ہو تو بلا تامل وہ شخص اُسکی تعدیل کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو لڑکا بلوغ کو پہونچا اور لڑکپن سے برابر بالغ ہونے تک صلاحیت مین رہا تو اُس کی گواہی مقبول ہے اور معدل کو گنجائش ہے کہ اُسکی تعدیل کرے اور اگر بالغ ہونے تک اُسکی صلاحیت نہ معلوم ہوئی تو اس قدر تامل کرے کہ مثل مسافر کے اُس کی صلاحیت دلون مین آجاوے۔ اور اس قول پر لڑکے اور نصرانی کی عدالت سابقہ یکسان معتبر ہے اور اسی کو ابو علی نسفی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اختیار کیا ہے ولیکن لڑکے کے بارہ مین مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کتاب الاقضیہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور دونون کی نصرانیت مین تعدیل کی گئی پھر مشہود علیہ مسلمان ہوگیا پھر دونون گواہ مسلمان ہوگئے تو قاضی اُس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ وہ دونون گواہی دینے کے وقت کافر تھے پھر اگر بعد مسلمان ہونے کے دونون نے دوبارہ گواہی دی تو قاضی معدل سے جو مسلمان ہو اس کا حال عدالت دریافت کرکے فیصلہ کرے گا۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کبیرہ گناہ کیا جس سے گواہی بے ساقط ہوگیا پھر اُس نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے گواہی دی اور ہنوز کچھ زمانہ نہین گذرا ہے تو معدل کو اُسکی تعدیل نہ کرنی چاہیے تاوقتیکہ اتنا زمانہ نہ گذرے کہ دل مین بیٹھ جاوے کہ اُس کی توبہ صحیح ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور بعضے مشائخ نے اِس زمانہ کو چھ مہینہ مقرر کیا ہے اور بعضون نے ایک سال اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت قاضی اور معدل کی راے پر ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر اس فاسق نے گواہی دی اور ہنوز وہ فاسق ہے پھر توبہ کی اور اسپر ایک زمانہ گذر گیا اور وہ اپنی توبہ پر مضبوط رہا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ اُس کے اعادہ کا حکم کرے گا پس اگر اُسنے گواہی کا اعادہ کیا اور معدل نے اُسکی تعدیل کی تو قاضی اُس کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ اُس گواہی کو جو اُس نے حالت فسق مین ادا کی تھی بسبب فسق کے رد کرچکا ہو۔ اور اگر کوئی فاسق معروف غائب ہوگیا اور غیبت منقطعہ ہے اور ایک سال دو سال غائب رہا پھر آیا اور اُس سے کوئی فعل سواے صلاحیت کے نہ دیکھا گیا اور اُس نے قاضی کے یہان گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اُس کا حال دریافت کیا تو معدل کو نہ چاہیے کہ جو حالت اُس نے پہلے اُس کی دیکھی تھی اُس کے سبب سے اُس مین جرح کرے اور اسکی تعدیل بھی نہ کرنی چاہیے حتی کہ اُسکی عدالت ظاہر ہو اور اُسکا حکم بمنزلہ اُس مسافر کے ہے جو ایک قوم مین آکر ٹھہرا اور اُسکا حکم گذر چکا ہے اسی طرح اگر کوئی ذمی مسلمان ہوا اور قبل اسلام کے اُس سے

ایسا فعل سرزد ہوا کہ جو جرح ہی تو اب معدل کو اُس فعل کی وجہ سے جرح نہ کرنی چاہیے اور نہ تعدیل کرنی چاہیے یہانتک کہ اُسکی عدالت ظاہر ہو۔ اگر کوئی شخص عدل مشہور غائب ہوگیا پھر آیا اور اُسنے گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اُسکا حال دریافت کیا پس اگر غائب ہونا تھوڑے دن اور مسافت تک ہو تو معدل کو چاہیے کہ اُسکی تعدیل کرے اور اگر غیبت منقطعہ ہو مثلاً چھ مہینہ کے راستہ تک پس اگر وہ شخص عادل ہونے مین مثل امام ابو حنیفہ رح اور ابن ابی لیلی کے مشہور ہو تو اُسکی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر ایسا مشہور نہو تو معدل بلا دریافت اُسکی تعدیل نکریگا اگر قاضی کے نزدیک گواہون کی تعدیل کی گئی اور اُسنے اُنکی عدالت پہچانی پھر کسی مقدمہ مین اُنھون نے دوبارہ گواہی دی پس اگر پہلی تعدیل اور دوسری گواہی مین کم مدت گذری ہو تو قاضی بدون دریافت کے اُنکی گواہی پر فیصلہ کریگا اور اگر زمانہ دراز گذرا تو پھر قاضی اُنکا حال دریافت کریگا یہ محیط مین ہی اور قریب مدت مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ چھ مہینے سے کم قریب مدت ہی اور بعضون نے کہا کہ ایک سال سے کم قریب مدت ہی اور صحیح یہ ہی کہ قاضی کی راے پر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر تعدیل کرنے والے نے گواہون کی عدالت معلوم کی مگر اُسکو یہ معلوم ہوا کہ مدعی کا دعوے باطل تھا اور گواہون کو وہم ہوا تو اُسکو چاہیے کہ قاضی کے سامنے بیان کرے کہ مجھے ثابت ہوا ہی کہ گواہ عادل ہین مگر اُنھون نے گواہی مین وہم کیا اور مدعی کا دعوے باطل تھا تو قاضی تعدیل کرنے والے کی خبر کی نہایت تفتیش کریگا پس اگر اُسکو یہ خبر حق معلوم ہووے تو گواہون کی گواہی رد کریگا اور اگر اُسکو یہ خبر راست نہ ثابت ہوئی تو گواہی قبول کرے گا۔ اگر معدل کے نزدیک گواہون مین کوئی جرح ثابت ہوئی تو اُسکو صراحۃً ذکر نہ کرے بلکہ تعریض یا کنایہ سے بیان کرے مثلاً کہے کہ واللہ اعلم یا مثل اسکے تاکہ بقدر امکان پردہ مسلمان کا باقی رہے اور بعضے مشایخ نے کہا کہ جرح اور اُس کا سبب ذکر کرنا ضروری ہی تاکہ قاضی اس مین غور کرے پس اگر وہ واقع مین جرح ہو تو اُنکی گواہی رد کرے ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی قال المترجم دونون قولون مین اس طرح توفیق ممکن ہی کہ اگر معدل عالم ہو تو کنایہ اور تعریض کافی ہی اور اگر جاہل ہو تو جرح اور سبب بیان کرے کہ قاضی اس مین غور کرے کہ یہ واقع مین جرح ہی یا نہین ہی واللہ اعلم اگر معدل گواہ کو نہین پہچانتا ہی اور اُس کے سامنے دو عادلون نے اُس کی تعدیل کی تو اُسکو تعدیل کرنا جائز ہی کہ اس صورت مین معدل بمنزلہ قاضی کے ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی فتاوای ابو اللیث مین ہی کہ دو گواہون نے قاضی کے پاس گواہی دی اور وہ ایک کے عادل ہونے سے واقف ہی اور دوسرے کو نہین جانتا ہی پھر عادل نے دوسرے کی تعدیل کی تو نصیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اُسکی تعدیل مقبول نہوگی اور ابن سلمہ رح سے دو روایتین ہین اور فقیہ ابو بکر بلخی سے روایت ہی کہ تین گواہون نے گواہی دی اور قاضی دو گواہون کی عدالت سے واقف ہی اُنھون نے تیسرے کی تعدیل کی تو تعدیل درست ہی مگر اُس گواہی مین مقبول نہوگی دوسری گواہی مین مقبول ہوگی اور یہ قول نصیر رح کے موافق ہی اور اسی پر فتوی ہی نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ اگر تعدیل کرنے والے سے گواہ کا حال دریافت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ جرح ہی اور بعض اُسکے مین لکھا ہی کہ اگر گواہ خفیہ فسق کرتا تھا اور ظاہر مین عادل تھا اور قاضی نے پایا کہ گواہی پر فیصلہ کرے پھر اُسی نے اپنے حال بنسبت خود خبر دی کہ مین عادل نہین ہون تو اُسکا اقرار صحیح ہی مگر اُسکو اپنے وقت مین یہ کلام روا نہین ہی کیونکہ اُس مین مدعی کا حق باطل ہوتا ہی اور اپنا پردہ فاش ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر گواہون نے حد یا قصاص

مین گواہی دی تو قاضی اُنکے حال سے خوب شافی بحث کرے کہ اچھی طرح معلوم ہو کیونکہ اکثر ایسی بحث مین کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہی جس سے حد ساقط ہو جاوے کیونکہ حدود وقوع شبہات سے ساقط ہو جاتے ہین۔ مدعی کو معلوم ہوا کہ معدل نے آسکے گواہون پر جرح کی اور اُسنے قاضی سے کہا کہ مین اہل ثقہ واہل امانت ایسے لاتا ہون جو ان گواہون کی تعدیل کرین یا قاضی سے کہا کہ مین ایسے لوگ تمکو بتلاتا ہون کہ ثقہ ہین اور وہ لوگ ان گواہون کی تعدیل کرینگے تم آن سے دریافت کرو اور اُس نے ایسے لوگون کے نام لیے جو اس لائق تھے کہ انسے دریافت کیا جاوے تو قاضی اُسکے قول کی سماعت کریگا پھر وہ ایک قوم کو لایا کہ جو عادل تھے اور جب اُنسے گواہون کی کیفیت دریافت ہوئی تو انھون نے تعدیل کی تو طعن کرنے والون سے دریافت کرے کہ تم نے کس چیز سے جرح کی ہو کیونکہ ممکن ہو کہ بعض چیزین اُنکے نزدیک جرح ہون اور قاضی کے نزدیک جرح نہون پس اگر انھون نے ایسی وجہ بیان کی جو سب کے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم ہو گی ورنہ التفات نہ کریگا اور تعدیل کرنے والون کی تعدیل مقدم ہو گی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونون گواہ غلام ہین اور اُنھون نے کہا کہ ہم آزاد ہین کبھی مملوک نہین ہوئے ہین تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر قاضی اُنکو پہچانتا ہو اور اُنکے آزاد ہونے کو پہچانتا ہو تو مشہود علیہ کے قول پر التفات نہ کریگا اور اگر دونون کو نہین پہچانتا ہو اور دونون مجہول ہین تو مشہود علیہ کا قول قبول کریگا اور اُنکی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ آزادی اگرچہ اصل ہو ولیکن چار جگہ اسکا اعتبار نہین ہوتا ہو منجملہ اُنکے ایک یہ مقام ہو کہ یہان اس قاعدہ کا اعتبار نہوگا کہ آزادی اصل ہو ولیکن اگر دونون گواہون نے اپنی آزادی پر گواہ پیش کیے تو اُنکی گواہی مقبول ہو گی یا مدعی اُنکے آزاد ہونے پر گواہ لاوے اور اگر گواہون نے قاضی سے کہا کہ تم ہمارا حال دریافت کرو تو مقبول نہین ہو ولیکن اگر آسکا حال دریافت کرے اور معلوم ہو جاوے کہ آزاد ہین اور گواہی قبول کرے تو اچھا ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ اور شہادات اصل مین ہو کہ اگر قاضی نے صرف آزادی کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہو اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ قاضی کو چاہیے کہ جن گواہون کی تعدیل کی گئی ہو آن کے نام دفتر مین تحریر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ سب گواہون کے نام تحریر کرے پھر جن کی تعدیل ہوئی ہو آن کو لکھے۔ اور عدل کے یہ معنی ہین کہ ایسے فحش کامون سے جن کے عوض حد ماری جاتی ہو احتراز کرے کذا فی خزانۃ المفتین

بائیسوان باب قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہیے اور کب نہ چاہیے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعوے کیا کہ اسنے طلاق دی ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے عادل کے ہاتھ مین سپرد کرے تاکہ مین گواہ لاؤن تو قاضی فقط دعوی پر عادل کے سپرد نہ کریگا۔ اور اگر ایک گواہ لاکر یہ درخواست کی کہ عادل کے سپرد کرے تاکہ دوسرا گواہ لاؤن تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر طلاق رجعی ہی تو عورت اور شوہر کے درمیان مین روک نہ کیجائے گی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح نہین زائل ہوتا ہی۔ اور اگر طلاق بائن ہی پس اگر عورت نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ غائب ہی اور شہر مین نہین ہی تو بھی یہی جواب ہی کہ دونون مین روک نہ کیجاوے گی اور اگر اُس نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین ہی پس اگر یہ گواہ جو حاضر ہی فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ فاسق کی گواہی حق اللہ تعالے اور حق العباد کسی مین مقبول نہین ہی تو اُس کا ہونا یا نہ ہونا یکسان ہی۔ اور اگر یہ گواہ عادل ہو تو قاضی اُس کو تین روز کی مہلت دیگا اور اگر

اُس کے اور شوہر کے درمیان روک کر دی تو بہتر ہی یہ اصل مین مذکور ہی اور جامع مین اس کے برخلاف مذکور ہی کہ اگر ایک عادل نے گواہی دی تو قاضی اُس کے شوہر کو اُس کے پاس جانے سے منع کرے گا اور یہ استحسانا ہی۔ اور اگر اُسنے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے طلاق بائن یا تین طلاق پر گواہی دی تو یہ صورت اصل مین مذکور نہین ہی اور جامع مین ہی کہ قاضی اُس کے شوہر کو اُس کے پاس جانے اور اُس کے ساتھ خلوت مین بیٹھنے سے منع کرے گا جبتک کہ گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول ہو اور یہ حکم استحسان ہی اور قاضی اُسکو اُس کے شوہر کے مکان مین سے نہ نکالیگا ولیکن اُس کے ساتھ ایک امانت دار عورت مقرر کریگا کہ شوہر کو اُس کے پاس آنے سے منع کرے اگرچہ اُسکا شوہر عادل ہو اور اس امانت دار عورت کا خرچ بیت المال سے ملیگا پھر اگر گواہ عادل قرار پائے تو دونون مین تفریق کر دیگا ورنہ عورت اُسکے شوہر کو واپس ملیگی۔ اور اگر مدت دراز ہو گئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا یا ماہواری اُسکا کچھ خرچ مقرر تھا تو قاضی اُسکا نفقہ مقرر کر کے شوہر سے دلائیگا ولیکن صرف بقدر مدت عدت کے نفقہ دلاویگا پس اگر گواہ عادل قرار پائے تو جسقدر اُس نے لیا ہی وہ اُسکا ہی اور اگر گواہی مردود ہوئی اور عورت شوہر کو واپس ملی تو جسقدر اُس نے لیا ہی وہ شوہر واپس لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے اصل مین لکھا ہی کہ اگر باندی یا غلام نے دعوی کیا کہ مالک نے آزاد کیا ہی اور اُنکے گواہ حاضر نہین ہین تو اُنکے اور مالک کے درمیان مین روک نہ کیجاویگی اگرچہ ایک گواہ پیش کرین اور اگر اُنھون نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین نہین ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اُنھون نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر مین ہی پس اگر یہ گواہ حاضر فاسق ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر عادل ہو تو بھی ذکر کیا ہی کہ روک نہ کیجاوے گی اور یہ حکم غلام کے حق مین صحیح ہی اور باندی کے حق مین اگر بنابر روایت اصل کے کہا جاوے کہ روک کرنا اچھا ہی تو مناسب ہی اور جامع کی روایت کے موافق روک کیجاویگی۔ اور اگر دو گواہ مستور الحال قائم کیے تو دونون کے حق مین روک کیجاویگی یہانتک کہ گواہون کی عدالت کا حال کھلے اور یہ حکم باندی مین مطلقا ہی۔ اور غلام کے حق مین ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب مالک خوف دلاتا ہو کہ ہلاک کریگا اور اسمین مشہور ہو اور اگر ایسا نہو تو غلام مین روک نہ کیجاویگی بلکہ صرف مالک سے اُسکے اور غلام کے نفس پر کفیل لیا جاویگا۔ واضح ہو کہ عورت یعنی باندی کے واسطے روک کی یہ صورت ہی کہ ایک عورت ثقہ کے سپرد کیجاوے اور اُس گھر سے نہ نکالی جاویگی پھر اگر اُسنے نفقہ طلب کیا تو مالک کو حکم دیا جاویگا کہ اُسکو نفقہ دیوے اور اگر اُسنے ایک مہینہ نفقہ لیا پھر گواہ غیر عادل قرار پائے اور باندی اُسکے مالک کو واپس ملی تو مالک اُس سے نفقہ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر گواہ عادل قرار پائے پس اگر مولی نے اُسکو نفقہ احسان کے طور پر دیا ہی یا اُسنے مولی کے گھر سے لیا ہی تو مثل اور احسانون کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر قاضی نے اُس سے جبرا دلایا ہی تو مالک واپس لیگا۔ اور اگر دونون گواہ فاسق ہون تو باندی کے حق مین روک کر دیجاوے گی اور غلام کے حق مین روایات مختلف ہین بعض مین روک کیجاوے اور بعض مین نہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور باندی نے دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ ہی تو اُسکی تین صورتین ہین یا تو اُس نے کوئی گواہ پیش نہ کیا یا ایک گواہ پیش کیا یا دو گواہ مستور الحال پیش کیے۔ پس اگر اُسنے گواہ نہ پیش کیے اور قاضی سے درخواست کی کہ گواہ حاضر ہونے تک روک کر دیجاوے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا اور اگر ایک گواہ قائم کیا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر اُسنے کہا کہ میرے پاس اُسکے سوا دوسرا گواہ نہین ہی تو باندی اور قابض کے درمیان روک

نہ کیجاویگی اور اگر کہا کہ میرا دوسرا گواہ شہر میں ہی مین دوسری مجلس مین حاضر کرونگی تو قیاساً روک نہ کیجاویگی اور استحساناً روک کیجاویگی بشرطیکہ وہ گواہ عادل ہو۔ اور اگر اُسنے دو گواہ مستور الحال پیش کیے تو قاضی کو چاہیے کہ باندی ایک ثقہ عورت کے سپرد کرے کہ وہ اُسکی حفاظت کرے یہانتک کہ گواہون کی حالت دریافت ہووے اور اُسکے ہاتھ مین نہ چھوڑے جسکے قبضہ مین ہی خواہ وہ مدعا علیہ عادل ہو یا نہ ہو۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مدعی نے قاضی سے یہ درخواست کی ہو کہ کسی عادل کے پاس سپرد کیجاوے ولیکن بدون اسکی درخواست کے قاضی سپرد نہ کریگا اور یہ حکم بھی اُسوقت ہی کہ باندی کسی مرد کے قبضہ مین ہو اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو اور مرد نے دعوی کیا تو کسی عادل کے سپرد نہ کریگا اگرچہ مدعی درخواست کرے اور اسی طرح اگر کسی بیوہ عورت پر نکاح کا دعوی کیا تو قاضی اُسکا کفیل[ع] بالنفس لے لیگا اور کسی عادل کے قبضہ مین سپرد نہ کریگا کیونکہ آزاد حرہ سے حرام وطی کا خوف نہین ہی کہ وہ اپنے جان کی مالک ہوتی ہی۔ اور اسیطرح اگر باندی اکرہ اپنے باپ کے گھر ہو تو قاضی علیحدہ نہ کریگا۔ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہی کہ دعوی کرتی ہی کہ اسنے بطور نکاح فاسد کے نکاح کیا ہی اور عورت نے گواہ پیش کردیے اور مرد کے گمان مین نکاح درست ہی تو قاضی عورت کو جدا کرکے عادل کے سپرد کرے اسی طرح ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہی یہ دعوی کیا کہ مین نے یہ باندی اس کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کی ہی اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض کہتا ہی کہ مین نے صحیح طور پر خریدی ہی یا کہا کہ مین نے اس سے خریدی ہی نہین کی ہی تو قاضی اُسکو جدا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک غلام زید کے پاس ہی اُس کا عمرو نے دعوی کیا کہ میرا غلام ہی اور اس دعوے پر ایسے دو گواہ پیش کیے کہ جن کو قاضی نہین پہچانتا ہی تو مدعا علیہ سے غلام نہ لیگا ولیکن ایک کفیل بالنفس مدعا علیہ اور غلام کا لیگا اور مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ اپنے کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومة کردے تاکہ اگر وہ غائب ہو جاوے اور کفیل اُسکو حاضر نہ کرسکے تو مدعی کفیل کو مخاصم بناوے اور قاضی اُسپر ڈگری کرے۔ ولیکن اگر مدعا علیہ نے وکیل بالخصومة دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسپر جبر نہ کرے گا بخلاف اس کے اگر کفیل دینے سے انکار کیا تو جبر کریگا۔ اگر مدعا علیہ نے کوئی کفیل نہ پایا تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اس کے اور غلام کے ساتھ رہے پس اگر مدعی سے یہ نہو سکا اور مدعا علیہ نے یہ خوف دلایا کہ غلام کو تلف کردے گا تو قاضی مدعی کا حق نگاہ رکھنے کی غرض سے غلام کسی عادل کے سپرد کردیگا۔ اور اسی طرح اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ لونڈون کے ساتھ اغلام کرنے مین مشہور ہو تو بھی قاضی اُسکو چھینکر عادل کے سپرد کردیگا ولیکن یہ امر ایسی صورت مین کچھ دعوی وگواہی پر موقوف نہین ہی بلکہ جب کوئی غلام کا مالک اس حرکت اغلام مین مشہور ہو تو قاضی بطور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اُس سے غلام چھینکر عادل کے سپرد کردیگا۔ پھر عادل کے پاس اُس غلام کو حکم دیگا کہ خود کماوے اور خود کھاوے بشرطیکہ وہ کچھ کمائی کرسکتا ہو۔ اور یہی حکم باندی کے واسطے نہین مذکور ہوا اور وجہ یہ ہی کہ عورت اس سے عاجز ہوتی ہی سنے کہ اگر عاجز نہ ہو مثلاً باندی نہلانے یا روٹی پکانے مین مشہور ہو تو اُسکو حکم کیا جاسکے گا کہ ان کامون سے کما کھاوے اگر غلام چھوٹے پن یا مرض سے کمائی نہ کرسکے تو مدعا علیہ کو حکم دیا جاسکے گا کہ اُس کو نفقہ دیوے اور اس صورت مین غلام اور باندی مین کچھ فرق نہین ہی ایسا ہی فقیہ ابوبکر بلخی رح اور ابو اسحاق الحافظ رحمہ اللہ تعالے سے منقول ہی نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ زید کے پاس ایک باندی ہی کہ اُس کا عمرو نے دعوی کیا کہ میری ہی اور دعوی پر گواہ پیش کیے اور وہ لوگ عادل قرار پا سکے اور قاضی نے وہ باندی مدعا علیہ سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھی تھی

[ع] کفیل بالنفس وہ شخص جو دوسرے شخص کو بوقت طلب حاضر کردینے کا ذمہ دار ہو جسکو مکفول عنہ کہتے ہیں ۱۲

اور مدعا علیہ بھاگ گیا۔ تو امام محمد رح نے فرمایا کہ عادل کو حکم دونگا کہ اُس سے مزدوری کرا وے اور اُس کو کھلا وے اور اگر باندی مزدوری کے لائق نہین ہی تو حکم دونگا کہ قرض اُس کے نفقہ مین لگا وے۔ پھر جب نا امید ہو جاوے کہ اُس کا مالک نہ آویگا تو باندی فروخت کرا دونگا اور پہلے قرضہ ادا کر دونگا پھر باقی وقف کر دونگا پھر جب اُس کا قابض آیا تو اُسپر باندی کی قیمت دینے کا حکم دونگا اور اگر مقضی علیہ پر قرض ہو تو باندی کا مستحق اِس ثمن کا زیادہ حقدار ہی کیونکہ وہ بمنزلہ رہن کے عادل کے پاس ہی۔ ایک گھوڑا یا کپڑا کسی شخص کے پاس ہی کہ اُسکا دوسرے نے دعوی کیا اور گواہ پیش کیے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اِسکو عادل کے پاس رکھے تو قاضی یہ درخواست نا منظور کریگا ولیکن کفیل بالنفس مدعا علیہ سے اور اُس چیز کی طرف سے جسمین دعوی ہی لے لیگا اور کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومۃ بنا دیگا بشرطیکہ مدعا علیہ راضی ہوا اور ہمارے نزدیک نفقہ دینے کیواسطے قابض پر جبر نہ کیا جائیگا یعنی اس صورت مین بخلاف مملوک کے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میری طرف سے کوئی کفیل نہین ہوتا ہی تو مدعی سے کہا جائیگا کہ رات دون اسکے ساتھ رہا کرے تا کہ اُسکا حق محفوظ رہے پس اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ اُس چیز کے تلف کر دینے کا خوف دلاتا ہو اور کفیل دینے سے اُسنے انکار کیا ہو اور مدعی اُسکے ساتھ نہ رہ سکتا ہو تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ مین مدعا علیہ پر گھوڑے کا نفقہ دلانیکے لیے جبر نہین کر سکتا ہون اگر تو چاہتا ہی کہ مین کسی عادل کے پاس رکھون تو اسکا نفقہ تیرے اوپر ہی ورنہ مین نہ رکھونگا کذا فی الذخیرہ۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے پاس ترچھوارے یا تازہ مچھلی یا مثل اسکے کوئی چیز ہو کہ اُسکا دوسرے نے دعوی کیا کہ میری ہی اور وہ چیز ایسی ہی کہ اگر رکھی جاوے تو بگڑ جاوے اور مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر مین ہین مین اُنکو حاضر کرونگا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اتنا وقفہ نہین دونگا ولیکن مدعی سے کہونگا کہ اگر تو چاہے تو اس سے قسم لیجاوے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو مدعی کو اُسکا پیچھا کرنیکا اختیار نہین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین آج ہی گواہ حاضر کرونگا تو مین اُسکو قاضی کے قیام تک مہلت دونگا اور مدعی علیہ سے کہونگا کہ قاضی کے اُٹھنے تک یہان سے نہ ٹلنا پھر اگر اتنے وقت مین یہ چیز بگڑ گئی تو مدعی ضامن نہوگا۔ عمرو ابن ابی عمرو نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ کسی نے دوسرے سے مچھلی یا گوشت تازہ تر یا خوبانی وغیرہ ایسی چیزین جنمین جلد فساد آجاتا ہی خریدین پھر بائع نے انکار کیا پھر مشتری نے دو گواہ یا ایک گواہ ایسا قائم کیا کہ جسکے دریافت حال کی ضرورت ہی پھر بائع نے کہا کہ اگر گواہون کے حال دریافت ہونے تک یہ چیز اسی طرح چھوڑی جاوے تو بگڑ جاویگی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا گواہ حاضر ہی تو جب تک بگڑنے کا خوف نہو دوسری گواہی کی مہلت دیجاویگی پس اگر دوسرا گواہ حاضر ہو تو خیر ورنہ اُسکی راہ چھوڑ دیجاویگی اور مشتری کو منع کیا جائیگا کہ اُس سے تعرض نکرے۔ اور اگر اُسنے دو گواہ قائم کیے تو جب چیز کے فساد اور بگڑ جانے کا خوف ہو تو بائع کو حکم دیا جاویگا کہ مشتری کے حوالہ کرے پس جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو قاضی اُسکو لیکر اپنے امین کو دیگا کہ اُسکو بیچکر اُسکے دام عادل کے پاس رکھے پس اگر گواہون کی تعدیل کیگئی تو وہ ثمن مشتری کا ہی اور اگر تعدیل نہوئی تو وہ ثمن بائع کو دیا جاویگا۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ رح نے ذکر کیا کہ اگر دعوی کسی مال منقولہ مین ہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اِسکو عادل کے پاس رکھے اور اسپر اکتفا نہ کیا کہ مدعا علیہ اور مال کے واسطے دونون کی طرف سے کفیل بالنفس لیا جاوے پس اگر مدعا علیہ عادل ہو تو یہ درخواست منظور نہوگی اور اگر فاسق ہو تو منظور ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر عقار کا جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور گواہ پیش کیے تو عادل کے سپرد کرنے یا کفیل لینے کا قاضی حکم دیگا مگر جبکہ دعوے کسی زمین کی بابت ہو اور اُس مین درخت ہون اور درختون پر پھل ہون تو کسی عادل کے قبضہ مین

دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ادب القاضی مین ہو کہ اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہو کہ وہ حالت حیض مین میرے پاس سووے اسواسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کرو تو اسطرف التفات نہ کریگا ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی اور اُسکی بابت ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی تھی۔ پھر ایک نے تجویز کیا کہ ایک دن تیرے پاس اور ایک دن میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ ہم کسی عادل کے سپرد کردین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین ہر ایک کے پاس ایک ایک روز رہنے کی اجازت دونگا اور عادل کے پاس نہ رکھونگا۔ مشائخ نے فرمایا کہ فرج کے معاملہ مین سوائے اِس مقام کے ہر جگہ احتیاط کیجاتی ہو مثلاً باندیون کی آزادی مین یا عورتون کی طلاق مین خواہ گواہی ہو یا نہ ہو احتیاط کیجاتی ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

تیئیسوان باب ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خط لکھنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے قاضی کے آگے درخواست کی کہ فلان شخص جو فلان شہر مین ہی اُسپر میرا جو حق ہی اُسکے گواہ سن لیوے تاکہ اُس شہر کے قاضی کو گواہون کی سماعت لکھے تو قاضی اُسکے گواہون کی گواہی کو اُس حق کے بارہ مین جسکا دعوی کرتا ہی سُنیگا اور خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہی کہ قاضی نصف شہادت پر فرمان لکھے اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک گواہ پیش کیا کہ فلان شخص پر اُسکا حق ہی یا عورت نے گواہی دی یا گواہی پر گواہی ہوئی تو قاضی اسکو لکھدیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ جاننا چاہیے کہ قاضی کو قاضی کا خط معاملات مین برخلاف قیاس حجت شرعی ہوگیا ہی اور خلاف قیاس اسواسطے ہو کہ خط کبھی جھوٹا بنالیا جاتا ہی اور ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہوتا ہی اور مہر دوسری مہر سے مشابہ ہوتی ہی ولیکن ہم نے اُسکو بالاجماع حجت گردانا ہی مگر قاضی مکتوب الیہ اسکو تمام شرطین پائے جانے کے وقت قبول کریگا منجملہ اُنکے یہ ہو کہ جبتک گواہون سے یہ نہ ثابت ہو کہ یہ فلان قاضی کا خط ہی اُس وقت تک قبول نہ کریگا۔ اور جن چیزون مین قیاس کے موافق عمل ہی منجملہ اُنکے حدود و قصاص اور منقولات مثل اسباب و کپڑے و لونڈی و غلام ہین کہ ان چیزون مین امام اعظم رح اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق قاضی کے خط کو جائز نہین رکھا پھر امام ابو یوسف رح نے رجوع کرکے فرمایا کہ غلام مین بھاگنے کے باب مین خط جائز ہی اور اورون مین جائز نہین ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف رح سے یہ منقول ہو کہ سب منقولات مین جائز ہی اور بعض مشائخ متاخرین نے اسی کو لیا ہی۔ اور امام اسبیجابی سے روایت ہو کہ وہ قاضی کا خط نکاح اور طلاق اور کل ایسے حکمون مین جن مین قاضی کے خط کے شرائط متحقق ہو سکتے ہین اور مشہود بہ وغیرہ کی تعیین ممکن ہو جائز رکھتے اور فتوی دیتے تھے۔ اور نقلیات یعنی جائداد منقولہ مین امام اعظم رح و محمد رح کے نزدیک اسواسطے قاضی کا خط نہین جائز ہو کہ اِن چیزون مین (مشہود بہ) کو اشارہ سے معلوم کرانا چاہیے اور اشارہ خط مین نہین ہو سکتا ہی پس جب دعوی اور گواہی کی صحت اس سے نہوگی خط بھی اس باب مین ناجائز ہوگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ زینب بن زید بن عمرو نے جو فلان شہر مین ہی میرے ساتھ نکاح کیا اور اب میرے نکاح سے انکار کرتی ہی اور نکاح کے گواہ یہان موجود ہین پس اُسکو اور گواہون کو جمع کرنا مجھے ممکن نہین ہوتا ہو تو قاضی سے کہا کہ تم اس بارہ مین مجھے ایک خط لکھدو پس قاضی اُسکے گواہون کی گواہی سُنکر خط لکھدیگا۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی غائب شخص کی عورت ہونے کا دعوی کیا یا کسی غائب کی ولاء آزادی یا ولاء مولا کا دعوے کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر نسب کا دعوے کیا مثلاً زید نے کہا کہ عمرو بن خالد میرا باپ ہی اور وہ میرے نسب سے انکار کرتا ہی اور میرے گواہ یہان اس بات کے موجود ہین کہ عمرو بن خالد نے اقرار کیا تھا کہ زید اُسکا بیٹا ہی یا اس بات کے کہ اُسنے زید کی ماں سے نکاح کیا اور مین اُسی کے بستر سے پیدا ہوا ہون اور اُسی کی طرف منسوب ہون اور اسپر زید نے گواہ قائم کیے تو قاضی

اُسکو خط لکھدیگا اور اسی طرح اگر کسی نے دعوی کیا کہ مدعی فلان شخص غائب کا باپ ہی اور گواہ پیش کیے اور خط مانگا تو بھی قاضی لکھدے گا۔ اور اگر کسی نے کسی غائب کے بھائی یا چچا ہونے کا دعوی کیا اور خط طلب کیا تو قاضی نہ لکھیگا مگر اس صورت مین کہ میراث یا نفقہ کا دعوی ہو یا لقیط مین پرورش کا دعوی ہو اور باپ بیٹے مین یہ دعوی ہو کہ اسکے باپ یا بیٹے یا لقیط کی پرورش کی ہی تو گواہی قبول کرلیگا خواہ اُسکی زندگی مین ہو یا بعد موت کے۔ اگر ایک مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کا دعوی کیا اور کہا کہ اُسکا نسب ہم دونون سے مشہور ہی اور وہ بالفعل فلان شہر مین فلان بن فلان غائب کے ہاتھ مین ہی اور وہ اُسکو غلام جانتا ہی اور اسپر دونون نے گواہ پیش کیے اور اس باب مین قاضی کا خط طلب کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی اُسکو لکھدیگا اور امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک مسائل نسب مین اگرچہ قاضی خط لکھتا ہی مگر اس مسئلہ مین نہ لکھیگا اور حاصل یہ ہی کہ اگر فرزند ہونے کے دعوے کے ساتھ غلام بنانے کا دعوے ہو تو نہ لکھیگا مگر جبکہ یہ دعوی کرے کہ وہ میرا بیٹا ہی اور اُسکو فلان شخص نے غصب کرلیا ہی تو بالاتفاق لکھدیگا۔ اور مکان اور عقار کے دعوے مین بالاتفاق سب کے نزدیک لکھیگا خواہ وہ دار مدعا علیہ کے شہر مین ہو یا کسی اور شہر مین ہو جس مین قاضی خط لکھنے والا ہی۔ اگر خط کے گواہ راستہ مین بیمار ہوگئے یا اُنکی رائے واپس آنے کی ہوئی یا کسی دوسرے شہر مین جانیکا ارادہ کیا پس اُنھون نے ایک قوم کو اپنی گواہی پر گواہ کرلیا تو جائز ہی اور اُنکے گواہ کرنے کی یہ صورت ہی کہ یون کہے کہ یہ خط فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کے نام اِس شخص مدعی کے دعوے کے باب مین جو فلان بن فلان پر اُسنے کیا ہی لکھا ہی اور ہمین پڑھکر سنایا ہی اور ہمارے سامنے مہر کی ہی اور ہمکو اسپر گواہ کیا ہی تو تم لوگ ہماری اِس گواہی پر گواہ رہو۔ اور یہ بھی جائز ہی کہ یہ لوگ اور تیسرے لوگون کو گواہ کرین یا چوتھے یا پانچوین اگرچہ دور تک بڑھجاوین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف سے جائز ہونے کے واسطے پانچ چیزون کا جاننا شرط ہی۔ ایک یہ کہ قاضی کاتب معلوم ہو دوسرے یہ کہ قاضی مکتوب الیہ معلوم ہو تیسرے دعوی معلوم ہو یعنی جس چیز مین دعوی ہی وہ معلوم ہو چوتھے مدعی معلوم ہو پانچوین مدعا علیہ معلوم ہو اب جاننا چاہیے کہ قاضی کاتب کے معلوم ہونے کی یہ صورت ہی کہ اُسکا نام اور اُسکے باپ کا نام اور اُسکے دادا یا قبیلہ کا نام لکھا جاوے اور اگر باپ اور دادا کا نام لکھا تو بالاتفاق پہچان معتبر نہوگی اور اگر باپ کا نام لکھا اور دادا یا قبیلہ کا نام نہ لکھا تو امام اعظم رح کے نزدیک معرفت حاصل نہوگی اور اگر مشہور ہو تو جس نام کے ساتھ مشہور ہی اُسپر اکتفا کیا جاوے اور اسی طرح اگر لکھا کہ یہ خط ابو فلان کی طرف سے ہی تو کافی ہی بشرطیکہ وہ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور اسیطرح کافی ہی اگر لکھا کہ ابن فلان کی طرف سے ہی بشرطیکہ وہ اس کنیت سے مشہور ہو جیسے ابن ابی لیلے۔ اور قاضی کے نام اور نسب پر گواہون کی گواہی کے مقبول ہونے کی صورت نہین ہی جب تک کہ خط مین نہ لکھا ہو۔ اور اسیطرح قاضی مکتوب الیہ کے معلوم ہونے کی بھی یہی صورت ہی کہ اُسکا نام اور نسب اسطرح ذکر کرے کہ اُسکی پہچان ہو جاوے اور اگر لکھا نہ ہو تو اُسکے نام و نسب پر صرف گواہی کفایت نہ کریگی اور مدعا علیہ کا معلوم ہونا شرط ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے نام اور باپ کے نام سے پہچان نہوگی جب تک اُسکے دادا کا نام مذکور نہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا شرط نہین ہی اور امام محمد رح کا قول مضطرب ہی اور قاضی ابو علی سغدی ابتدائے عمر مین دادا کا نام ذکر کرنا مدعا علیہ کیواسطے شرط نہین کرتے تھے پھر آخر عمر مین اس سے رجوع کیا اور کہا کہ دادا کا نام بھی ذکر کرنا شرط ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور اگر دادا کا نام نہ ذکر کیا بلکہ اسکو اُسکے قبیلہ کیطرف نسبت کردیا پس اگر اُسکا قبیلہ چھوٹا سا ہی اور ادنے فخذ ہی کہ اس

وہ پہچانا جاتا ہی تو بلا خلاف کافی ہی کیونکہ چھوٹے قبیلہ مین اکثر دو شخص ایسے کم ہوتے ہین جنکے نام اور اُنکے باپ کے نام ایک ہون پس ذکر قبیلہ بجاے دادا کے نام کے ہوجائیگا اور اگر بڑا قبیلہ ہی یا اعلیٰ فخذ ہی تو صرف قبیلہ کی طرف منسوب کرنا کافی نہین ہی جیسے بنی تمیم ایک بڑا قبیلہ ہی اُنمین ایسے لوگ نکلینگے جنکے نام اور اُنکے باپ کے نام ایک ہون۔ اور اگر اسکو کسی شہر کی طرف منسوب کیا مثلاً کہا کوفی ہی یا بغدادی ہی تو بدون دادا کے نام ذکر کرنے کے کافی نہین ہی اور اگر اُس کے پیشہ اور کاریگری کی طرف نسبت کی اور دادا اور قبیلہ کا نام ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کافی نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر صناعت اُسکی ایسی ہو کہ جس سے وہ لامحالہ پہچانا جاوے تو جائز ہی۔ اور اگر اُسکے باپ کا نام اور اُسکا لقب ذکر کیا اور اس لقب سے لامحالہ پہچانا جاتا ہی تو کافی ہی اور اگر ایسا نہو تو کافی نہین ہی اور اگر اُسکا اور اُسکے دادا کا نام ذکر کیا اور اُسکے باپ کا نام نہ ذکر کیا تو کافی نہین ہی۔ اور اگر یون تحریر کیا کہ فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کو یہ خط ہی تو بعض مشایخ کے نزدیک بلا خلاف ایسی تحریر کافی ہی کیونکہ قاضی ہونا بھی پہچاننے کا سبب ہی کہ اُسکے ذکر سے دادا کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی اور اگر اسطرح تحریر کیا کہ فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے ہر اس قاضی یا حاکم اسلام کی طرف جسکو یہ خط پہونچے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح اور زفر رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح ظاہرا امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور امام ابو یوسف رح جب قاضی ہوے اور لوگون کا حال دیکھا تو بہت سے مسائل مین استحساناً وسعت دی ازانجملہ یہ مسئلہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی پر آج کل لوگون کا عمل ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر یون کہا کہ فلان شخص کا فلان سندی پر جو غلام فلان بن فلان ہاشمی کا ہی اسقدر قرض ہی تو جائز ہی کیونکہ مملوک مالک کی طرف نسبت کرنے سے پہچانا جاتا ہی پس جب اُسکو اُسکے مشہور مالک کی طرف نسبت کیا یا اُسکا نام اور اُسکے باپ اور دادا یا قبیلہ کا نام لکھدیا تو غلام کی شناخت پوری ہوگئی۔ اگر غلام کا نام ذکر کیا اور اُسکے مالک کا نام اور باپ کا نام ذکر کیا اور اُسکے دادا یا قبیلہ کو ذکر نہ کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہی کہ کافی نہین ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ کافی ہی کیونکہ شناخت تین چیزون کے ذکر سے ہوتی ہی اور وہ پائی گئین ایک غلام کا نام اور ایک مالک کا نام اور ایک اُسکے باپ کا نام۔ اگر غلام کا نام اور مالک کا نام ذکر کیا اور مالک کو اُسکے خاص قبیلہ کی طرف نسبت نہ کیا تو کافی نہین اور اگر نسبت کیا تو شمس الائمہ کے قیاس مسئلہ متقدمہ پر کافی نہین ہی اور موافق شیخ الاسلام کے کافی ہی۔ اگر یون لکھا کہ فلان شخص کا فلان شخص پر کہ جو سندی غلام جولاہہ کہ فلان بن فلان کے ہاتھ مین ہی اسقدر قرض ہی پس اس صورت مین ہاتھ مین ہونے سے اگر یہ مراد ہی کہ وہ اُسکے گھر مین رہتا ہی تو کافی نہین ہی کیونکہ نسبت مین امر لازمی چاہیے اور وہ ملکیت ہوتی ہی اور صرف ہاتھ مین ہونا کبھی بلا ملکیت کے ناحق ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور گواہون کے سامنے خط پڑھکر اُنکو سنا دینا واجب ہی تاکہ اُسکے مضمون سے واقف ہوجاوین یا اگر نہ پڑھے تو اُنکو آگاہ کردے کیونکہ بدون جانے ہوے گواہی نہین ہوتی ہی پھر اُنکے سامنے مہر کرکے اُنکو سپرد کردے تاکہ تغیر کا وہم نہو اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی کیونکہ خط پر حکم کیواسطے یہ شرط کہتے ہین کہ گواہ خط کے مضمون سے واقف ہون اور مہر اُنکے سامنے ہوئی ہو اور اسی طرح ان دونون امامون کے نزدیک خط کے مضمون سننے سے اداکرنے کے وقت تک یاد رکھنا شرط ہی۔ اور آخر مین امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی کہ اسمین سے کچھ بھی شرط نہین ہی بلکہ یہ شرط ہی کہ اُنکو اسپر گواہ کرلے کہ یہ میرا خط اور مہر ہی اور ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے ہی کہ مہر بھی شرط نہین ہی پس اس طرح کی آسانی ایام امام ابو یوسف رح نے قاضی ہوکر کردی کہ لیس الخبر کالمعاینۃ اور شمس الائمہ سرخسی نے امام ابو یوسف رح کے قول کو اختیار کیا ہی یہ کافی مین لکھا ہی خصاف رح نے ذکر کیا ہی کہ اگلے قاضیون کا یہ دستور تھا کہ خادم کے سپرد کرکے بھیجتے تھے

یہی امام ابو یوسف رح کا قول اور یہی فتوی کے لیے بنا بر قول شمس الائمہ کے مختار ہی کذا فی النہایہ۔ جب امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک خط کے مضمون کی گواہی گواہون پر شرط ٹھہری تو قاضی کو چاہیے کہ خط کی ایک نقل گواہون کو دے تاکہ وہ گواہی ادا کرسکین پس قول امام اعظم رح وامام محمد رح کا احتیاط ہی اور امام ابو یوسف رح نے آسانی فرمائی ہی اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک ایک شرط ہی کہ خط پر عنوان ہو اسطرح کہ خط کا عنوان یون لکھے یہ خط فلان بن فلان قاضی کیطرف سے فلان بن فلان قاضی کو ہی۔ اور اگر اُسنے اندر خط کے یہ عنوان نہ لکھا صرف لکھدیا عافانا اللہ وایاکم تو مکتوب الیہ قاضی خط کو قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عنوان شرط نہین ہی صرف یہ شرط ہی کہ گواہ گواہی دین کہ یہ فلان بن فلان قاضی کا خط تیرے نام ہی اور اُسکی مہری۔ جب طرفین کے نزدیک عنوان شرط ٹھہرا تو ہم بیان کرتے ہین کہ اگر عنوان اندر اور باہر ہو تو قاضی ایسے خط پر عمل کریگا اور اگر فقط اندر ہو تو بھی تعمیل کریگا۔ اور اگر فقط باہر ہو تو اُسپر عمل نہ کریگا اور ہمارے بعض مشائخ متاخرین نے صرف عنوان ظاہر پر اکتفا کیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور دونون کے نام ونسب دونون عنوانون مین تحریر کرے اور اگر اندر کے عنوان مین اسکو چھوڑ دیا تو صحیح نہین ہی اور باہر کے عنوان کی صورت ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ بائین ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ لکھنے سے پہلے یہ لکھے کہ از جانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان وفلان اور دائین ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ سے اوپر لکھے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کی طرف جسکو یہ خط قاضیون اور حاکمون سے پہونچے ادام اللہ توفیقہ وتوفیقہم۔ اگر اُسنے لکھا کہ فلان شہر کے قاضی کو پہونچے اور اس شہر مین ایک ہی قاضی تھا تو امام علی بن محمد بزدوی نے فرمایا کہ صحیح ہی اور اگر اُس شہر مین دو قاضی ہون تو جائز نہین ہی۔ پھر باہر خط کے لکھے بائین طرف سے فلان بن فلان قاضی فلان شہر ونواح کے طرف سے پھر داہنی طرف سے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کو قاضیون اور حاکمون مین سے جسکو یہ خط پہونچے ادام اللہ توفیقہ وتوفیقہم۔ پھر بسم اللہ لکھنے کے بعد یون لکھے کہ خط میرا اطال اللہ تعالی بقاء فلان قاضی کو الخ جیسا کہ رسم ہی پھر لکھے اما بعد پھر اگر قاضی مدعی کو شکل اور نام ونسب سے پہچانتا ہو تو لکھے۔ فلان مدعی میری مجلس قضا مین فلان شہر مین حاضر ہوا اور مین اُسمین مقیم ہون اور فلان بن فلان کی طرف سے نافذ قضا ہون جیسے رسم ہی اور مدعی کا قبیلہ اور حلیہ بیان کردے یہ نہایہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ میری مجلس قضا مین لکھنا شرط نہین ہی صرف یہ لکھنا کہ مجلس حکم مین فلان شہر مین حاضر ہوا کافی ہی مگر اُس صورت مین کہ جب اُس شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک ایک طرف کا علٰحدہ ہو یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی اُسکو نہ پہچانتا ہو اور اُسنے کہا کہ مین فلان بن فلان ہون تو گواہون سے دریافت کرکے خط مین لکھے کہ مدعی حاضر ہوا کہ فلان بن فلان نام بتلاتا تھا اور مین نے اُسکو نہ پہچانا اور گواہون سے دریافت کرلیا اور گواہون کے نام ونسب وحلیہ ومسکن اگر ذکر کردے تو بہتر ہی اور اگر نہ ذکر کیا صرف اسپر اکتفا کیا کہ گواہ عادل تھے کہ مجھے اُنکی عدالت معلوم ہوئی تھی یا مین نے دریافت کرلیا اور اُنکی تعدیل کیگئی تو جائز ہی پھر لکھے کہ ان گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص فلان بن فلان ہی اور اُسکی شناخت خوب بیان کرے اور اگر اُسکے قبیلہ کو ذکر کرے تو بہتر ہی ورنہ مضر نہین ہی پھر لکھے بدون کسی مدعا علیہ کے یا نائب مدعا علیہ کے حاضر ہوکر ایک دار کا دعوی کیا جو فلان شہر مین فلان محلہ مین واقع ہی اور اُسکے حدود یہ ہین اور وہ فلان شخص کے قبضہ مین ہی کہ اسکو فلان بن فلان کہتے ہین اور مدعا علیہ کی اچھی طرح پہچان بیان کردیوے اور اگر مدعا علیہ مشہور آدمی ہو تو اُسکی ضرورت نہین ہی صرف یہ لکھدے کہ اُسنے فلان بن فلان پر دعوی کیا مگر یہ ضرور لکھے کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ بقدر مسافت سفر کے اس شہر سے دور ہی اور غائب ہی اسواسطے کہ بہت سے مشائخ مسافت سفر سے کم مین قاضی کا خط جائز نہین کہتے ہین جیسا کہ گواہ ہی

گواہی مین کہتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہو مسافت سفر سے کم مین قاضی کا خط قاضی کے نام ظاہر روایت مین جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ اگر اسقدر دور ہو کہ اگر وہ صبح کو قاضی کے دردولت پر حاضر ہو تو اسی روز پھر اپنے گھر واپس نہ جا سکے تو خط قاضی مقبول ہو گا اور اسی پر فتوی ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی پھر لکھے کہ مدعا علیہ کا غائب ہونا عادل گواہون کی گواہی سے میرے نزدیک ثابت ہوگیا تاکہ قاضی مکتوب الیہ کو معلوم ہو کہ پوری شرطون کے ساتھ یہ خط لکھا ہی پھر تحریر کرے کہ آجکل وہ فلان شہر مین مقیم ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی پھر لکھے کہ وہ مدعا علیہ اس مدعی کے اس دعوی سے انکار کرتا ہی اور صحت دعوی کے گواہ یہان موجود ہین مدعی کو اسکا اور گواہون کا جمع کرنا مشکل پڑا ہی پس اسنے مجھسے درخواست کی کہ مین گواہون کی گواہی سن لون تاکہ جسقدر میرے نزدیک صحت کو پہونچے اسکو فلان قاضی کو لکھون پس مین نے اسکی درخواست منظور کی اور اسنے گواہ پیش کیے اور وہ فلان و فلان ہین۔ پھر ہر ایک کا نام و نسب و قبیلہ و تجارت و مسکن و محلہ تمام لکھے۔ پس ہر ایک گواہ نے مدعی کے دعوے پر گواہی دی و گواہی کے الفاظ و معنی متفق ہین ایسا ہی امام محمد رحمہ سے روایت ہی اور مشائخ نے کہا کہ صرف اسقدر پر اکتفا کرنا نچاہیے بلکہ ہر ایک کی گواہی تفصیلوار بیان کرے اور اسکی تصحیح کرے اور اگر مدعا بہ یعنی جس چیز مین دعوی کیا گیا ہی عقار ہو تو اسکی جگہ اور حدود اربعہ لکھے اور اگر غلام ہو تو اسکا نام اور حلیہ اور صفت اور پیشہ اور اسکے مالک کا نام اور اسکے باپ اور دادا کا نام لکھے اور قرضہ مین اسکی جنس اور مقدار اور صفت جیسا معروف ہی تحریر کرے پس اسطرح تحریر کرے کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی کا فلان بن فلان پر کہ جسکا نام و نسب اس خط مین تحریر ہو چکا ہی یہ دعوی ہی اور اسکی جنس و صفت و نوع تحریر کردے اور مدعا علیہ پر ادا کرنا اس مال کا واجب ہی اور متاخرین نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ قرض کا سبب بیان کرنا شرط نہین ہی تاکہ گواہی دعوی مدعی کے موافق ہو پھر لکھے کہ باقیون نے بھی ایسی ہی گواہی دی اور یہ نہ لکھے کہ اسکے مثل گواہی دی پھر تحریر کرے کہ گواہون نے گواہی کو علی وجہ الشہادۃ ادا کیا یعنی گواہی کے طریقہ سے بیان کیا اور مین نے اسکو سنا اور اپنے دیوان کے دفتر مین لکھ دیا اسکے بعد اگر قاضی گواہون کو پہچانتا ہی تو خط مین لکھدے کہ میرے نزدیک گواہ عدالت مین معروف ہین اور اگر نہ پہچانتا ہو تو ایک مزکی سے دریافت کرنا کافی اور دو سے احتیاط ہی۔ اگر مزکی نے تعدیل کی تو لکھے کہ گواہون کے حال دریافت کرنے مین مین نے اہل تزکیہ و تعدیل سے رجوع کی اور معدل و مزکی فلان و فلان ہین کہ ہمارے نزدیک انکی تعدیل مقبول ہی اور انھون نے تعدیل کی پھر قاضی کا تب بعد گواہون کی گواہی اور عدالت ظاہر ہونے کے مدعی سے یہ قسم لیوے کہ واللہ مین نے یہ مال مدعا علیہ سے نہین لیا اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے وکیل یا ایلچی نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہی پھر جب قاضی کے محرر نے اس خط کو اسطرح جسطرح بیان ہوا تحریر کیا تو آخر خط مین قاضی یون لکھے کہ فلان شہر کا قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ یہ خط میرے محرر نے میرے حکم سے تحریر کیا اور جو ماجرا اسمین ہی وہ میرے سامنے واقع ہوا اور ایسا ہی ہی جیسا اسمین لکھا ہی اور اس خط مین دو مہرین ہین ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور دونون میری مہر لگی ہی اور میری مہر کا نقش ایسا ایسا ہی اور یہ خط تین ٹکڑے کاغذ پر لکھا ہوا ہی اور میری توقیع ہی اسطرح کہ مین نے توقیع صدر پر لکھی ہی اور اسپر گواہ کر لیے ہین اور وہ فلان بن فلان اور فلان بن فلان ہین ہر ایک کے نام و نسب و حلیہ لکھے۔ اور یہ خط مین نے انکو پڑھکر سنا دیا اور اسکے مضمون سے انکو آگاہ کر دیا اور انکے سامنے اپنی مہر لگا دی اور اس سب پر انکو گواہ کر لیا اور یہ چند سطرین الیسے خط ہے فلان تاریخ مین اسکے آخر مین لکھے ہین اور آخر خط مین انشاء اللہ تعالی نہ لکھے۔ اور دو نسخے لکھے ایک مہر کر کے بلا زیادتی و نقصان مدعی کو دیدے اور دوسرا انکو اپنے پاس رکھے کہ وہ دونون گواہون کو موافق شرط امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے یاد کرین کذا فی فتاوی قاضی خان

ف قولہ گواہی دی جہان جہان اشارہ کا موقع ہو وہان اشارہ کرے یعنی اس مدعی کا کہ نام اسکا فلان بن فلان ...

اور اس شرط کی مراد یہی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خط مین تاریخ نہ لکھے تو مقبول نہوگی اور اگر لکھے تو لحاظ کرنا چاہیے کہ وہ اسوقت
قاضی تھا یا نہ تھا اور اگر نہ لکھے تو گواہوں کی گواہی پر اکتفا نہ کیا جاوے اور ایسا ہی جب لکھا نہو تو صرف گواہوں کی گواہی
ہے کہ یہ قاضی کا خط ہے اکتفا نہ کیا جائیگا اور اگر اصل حادثہ پر انھوں نے گواہی دی اور تحریری نہین ہے تو اسپر عمل درآمد نہ ہوگا
یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ جب یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہونچے تو اسکو چاہیے کہ مدعی اور اُس کے مدعا علیہ کو جمع کرے اور
قاضی کا خط ہونے پر گواہی اسیوقت قبول کرنا چاہیے کہ جب مدعا علیہ موجود ہو۔ پھر جب دونون جمع ہوے اور مدعی
نے دعوی کیا تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعوی کی بابت دریافت کرے گا پس اگر اُسنے اقرار کرلیا تو اس اقرار پر فیصلہ ہوا
اور خط کی کچھ ضرورت نہ رہی اور اگر اُسنے انکار کیا تو مدعی حجت قائم کرنے کے واسطے قاضی کا خط پیش کرے اور جب پیش
کیا تو قاضی دریافت کریگا کہ یہ کیا ہے تو جواب دیگا کہ فلان قاضی کا خط ہے تو یہ قاضی کہیگا کہ اسپر گواہ پیش کر کہ یہ اُس قاضی کا خط
ہے یہ محیط مین ہے اور اگر بدون مدعا علیہ کی حاضری کے خط قبول کرلیا تو جائز ہے اور اگر اُسکی ناموجودگی مین قاضی کا خط ہونیکے
گواہ سن لیے تو جائز نہین ہے پس مدعا علیہ کی حاضری خط کی گواہی قبول کرنے کے واسطے شرط ہے صرف خط کے قبول کرنے
کے واسطے شرط نہین ہے پس امام محمد رح نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہین ہے تو جائز ہے اس سے مراد
قبول خط ہے نہ خط کی گواہی کذا فی الملتقط جب گواہوں نے کہا کہ یہ فلان قاضی کا خط تمھارے نام ہے اور اُسپر اُسکی مہر لگی ہے تو
خط کو قبول کریگا اور دریافت کریگا کہ تم کو پڑھ سنایا اور تمھارے سامنے مہر لگائی ہے پس اگر انھوں نے کہا کہ نہین یا ہمارے
سامنے پڑھا ہے اور مہر نہین لگائی یا اسکا اُلٹا کہا تو قبول نہ کریگا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہان ہمکو پڑھ سنایا اور ہمارے سامنے مہر
لگائی اور ہمکو گواہ کیا ہے تو کتاب یعنی خط کو کھولیگا اور یہ کہنا کافی نہین کہ ہمارے نزدیک یا ہماری حضوری مین مہر لگائی ہے
کذا فی النہایہ۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ قاضی کا خط اور اُسکی مہر ہے اور خط کے مضمون کی گواہی نہ دی تو طرفین کے نزدیک
قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قبول کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور جب قاضی نے خط کو کھولا تو دیکھے کہ
ان گواہوں کی گواہی مضمون خط سے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہو تو رد کردے اور اگر موافق ہو پس اگر قاضی کاتب نے انہین
گواہوں کی عدالت لکھدی ہے یا قاضی مکتوب الیہ انکو پہچانتا ہے تو مدعا علیہ پر حق کا فیصلہ جاری کردیگا اور اگر ایسا نہو تو قاضی
گواہوں کی عدالت دریافت کریگا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو انکی گواہی پر فیصلہ کردیگا کذا فی النہایہ اور اولی یہ ہے کہ خط کو
مدعا علیہ کے سامنے کھولے اور اگر بدون اُسکی حاضری کے کھولا تو جائز ہے کذا فی المحیط اور امام محمد رح نے کتاب مین خط کھولنے
کے واسطے گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کی شرط نہین لگائی ہے کیونکہ اسطرح فرمایا کہ جب گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلان
قاضی کا خط ہے کہ اُسنے اپنی کچہری مین ہمین سپرد کیا ہے یہانتک کہ فرمایا کہ پھر قاضی نے اسکو کھولا اور قبول نہ کیا پھر جب گواہوں نے
گواہی دی اور انکی تعدیل کی گئی پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت شرط نہین ہے اور صحیح
یہ ہے کہ گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد خط کھولے اور یہ روایت صدر الشہید کی شرح ادب القاضی کے موافق ہے اور
جو مغنی مین مختار ہوا اُسکے مخالف ہے کیونکہ مغنی مین لکھا ہے کہ خصاف رحمہ نے ادب القاضی مین ذکر کیا کہ قاضی گواہوں کی عدالت
ظاہر ہونے سے پہلے خط نہ کھولے پھر کہا کہ جو امام محمد رح نے فرمایا ہے وہ اصح ہے یعنی مطلق گواہی ہے کہ یہ قاضی کا خط اور
اُسکی مہر ہے خط کھولنا جائز ہے بدون اسکے کہ گواہوں کی عدالت سے آگاہی ہو کسی نے نہایہ مین لکھا ہے ابن سماعہ نے
امام محمد رح سے روایت کی کہ قیاس قول ابی حنیفہ رح پر جب قاضی کا خط آیا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے

پھر جب وہ حاضر ہوا تو خط لانے والے سے دریافت کرے کہ یہی وہ شخص ہے جسپر تو دعوی کرتا ہے اگر اُسنے کہا کہ ہان تو پھر دریافت کرے کہ تو خط لانے کا وکیل ہے یا تو ہی خط لایا ہے پس اگر اُسنے کہا کہ مین خود خط لانے والا ہون تو اُس سے گواہ طلب کرے کہ یہ قاضی کا خط ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین مدعی کا وکیل ہون اور میرا فلان بن فلان نام ہے تو گواہون سے دریافت کرے کہ یہ فلان بن فلان ہے اور فلان شخص نے اسکو وکیل کیا ہے پس اگر وکالت کے گواہ قائم ہوکر حکم ہونے سے پہلے اگر اُسنے خط کے گواہ پیش کیے تو قیاس چاہتا ہے کہ مقبول نہون اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور استحساناً مقبول ہونگے اور یہ قول امام محمد رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح سے دو روایتین ہین۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر وکالت اور خط پر قاضی نے گواہ سنے اور گواہون کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے قاضی کاتب معزول ہوگیا پھر گواہون کی عدالت ظاہر ہوئی تو قاضی وکالت اور خط دونون کا حکم دیگا اور اگر وکالت کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور خط کے گواہون کی تعدیل نہوئی یہانتک کہ قاضی کاتب معزول ہوگیا پھر وکیل نے چاہا کہ خط اور مہر کے گواہ دوسرے پیش کرے تو مقبول نہونگے اور اگر خط کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور وکالت کی نہوئی حتی کہ قاضی معزول ہوا اور وکیل نے دوسرے گواہ پیش کرنا چاہے اور اُنکی تعدیل ہوئی تو گواہی مقبول ہوگی اور وکالت کا حکم دیدیگا اور یہ تفریع امام محمد رح کے قول پر درست ہے اور امام اعظم رح کے قول پر درست نہین ہے پھر جب قاضی نے خط قبول کرلیا اور اُسکو کھولا اور پورے شرائط اُسکے ادا کرلیے تو موافق تحریر خط کے فیصلہ کرنیکی یہ صورت ہے کہ اگر قاضی کو خود معلوم ہوا کہ خط لانے والا فلان بن فلان فلان قبیلہ کا ہے یا خصم نے اقرار کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہی خط لایا ہے تو حکم دیگا اور اگر اسمین سے کوئی بات نہو تو گواہون سے دریافت کرے کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور اگر گواہون سے اس سے پہلے ہی دریافت کرے تو بہت اچھا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ خانیہ مین لکھا ہے کہ جب مدعی قاضی کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس لایا اور اُسنے مدعا علیہ کو بُلایا اور اُسکے سامنے گواہون نے قاضی کے خط اور مہر ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے خط کھولا اور خصم کو سنایا اور جو شرطین خط کی ہین سب بجا لایا ولیکن ہنوز حکم نہ دیا تھا کہ مدعا علیہ کسی دوسرے شہر مین غائب ہوگیا اور مدعی نے اس قاضی سے درخواست کی کہ وہان کے قاضی کے نام لکھدے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ نہ لکھیگا اور امام محمد رح اور امام اعظم رح کے نزدیک لکھدیگا۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس اسکا دفعیہ ہے تو قاضی مکتوب الیہ اسکی سماعت کریگا اور بجائے خط کے ایلچی بھیجنا جائز نہین ہے اگرچہ پورے شرائط پائے جاوین اور قاضی کو اُس شہر کے امیر سے جس نے اسکو قاضی کیا ہے خط یا ایلچی کی مدد مانگنا جسکے ساتھ اپنا امین روانہ کرے بدون خط کی شرطون کے جائز ہے اور اگر وہ امیر دوسرے شہر مین ہو تو ایسی مدد مانگنے کے واسطے خط کے شرائط مثل مہر اور گواہ کے کہ قاضی کا خط ہے معتبر ہونگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے خصاف رح نے ادب القاضی مین ذکر کیا کہ قاضی کی مہر جو خط پر تھی اگر وہ منکسر ہوگئی یا خط منشور تھا یا اُسکے تحت اسفل مین مہر تھی تو قاضی مکتوب الیہ خط کو قبول کریگا جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ یہ خط فلان قاضی کا ہے اور اُسنے ہمکو پڑھکر سنایا ہے خصاف رح نے ان دونون مسئلون کے بعد ذکر کیا کہ یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک جب خط پر مہر نہو گی تو قاضی مکتوب الیہ اسکو قبول نہ کریگا لیکن ابو یوسف رح ایسی صورت مین کہ خط پر مہر نہو فرماتے ہین کہ خط پر گواہی درست نہین ہے جب تک کہ خط کے مضمون پر گواہی نہ ادا کرین اور فقیہ ابو بکر رازی رح اور امام شمس الائمہ حلوانی رح نے ذکر کیا کہ خط کھولا وجود مہر منکسر ہونیکے قبول کرنا سب کا قول ہے کیونکہ زمین ... الا بعد ... اور صحیح یہ ہو کہ یہ سب کا قول ہے ... ایک ... نے ایک قاضی ... دوسرے ... وکیل کیا ... پھر

گواہ کیے اور گواہون نے قاضی شہر کے سامنے گواہی ادا کی تاکہ یہ قاضی وکیل کے شہر کے قاضی کو لکھے کہ وہ وکالت کا حکم دیدے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر مدعی بسبب میراث کے کسی دار کا دعویٰ کرتا ہو تو قاضی کاتب اپنے خط مین لکھیگا کہ یہ ذکر کیا کہ فلان بن فلان بن فلان مرگیا اور اُسنے ایک دار کوفہ مین بنی فلان بن فلان مین چھوڑا آخر تک مثل ہماری تحریر سابق کے لکھے پھر لکھے اور یہ دار ملک اور حق فلان بن فلان کا تھا اور اُس کے قبضہ وتحت تصرف مین رہا یہانتک کہ وہ مرگیا اور فلان شخص کو چھوڑا کہ سوائے اسکے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور یہ دار محدودہ اسکے لیے میراث چھوڑا اور یہ نہ چاہیے کہ مدعی کے ذکر پر کہ مین سوائے اپنے اُسکا کوئی وارث نہین جانتا ہون اکتفا کرے پھر یون ذکر کرے کہ فلان مدعی میرے پاس فلان وفلان کو لایا کہ اُنھون نے گواہی دی کہ فلان بن فلان مرا اور اُس نے آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے۔ اگر دعویٰ کسی عقار مین واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکی بابت اُسکو خط لکھدے تو اُسکی دو صورتین ہین یا وہ عقار مدعی کے شہر مین ہوگا اور مدعا علیہ دوسرے شہر مین ہوگا یا عقار مدعی کے شہر کے سوا دوسرے شہر مین ہوگا اور اُسکی دو صورتین ہین یا ایسے شہر مین ہوگا جسمین مدعا علیہ موجود ہی یا دوسرے شہر مین ہوگا۔ اور ان سب صورتون مین قاضی اُسکو خط لکھدیگا اسواسطے کہ اس باب مین اعتبار مدعا علیہ کے غائب ہونیکا ہی پھر اگر عقار اُسی شہر مین ہو جسمین مدعا علیہ ہی اور خط پہونچا اور مکتوب الیہ نے اُسپر عمل کیا اور مدعی کے واسطے اُسکے دینے کا حکم کیا اور مدعا علیہ سے کہا کہ اُسکے سپرد کردے پھر اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی خود سپرد کردیگا کیونکہ عقار اُسکی ولایت مین ہی۔ اور اگر عقار اُس شہر مین ہو جسمین مدعی ہی تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہی کہ چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ قاضی کاتب کے پاس بھیجدے کہ وہ فیصلہ کرکے عقار مدعی کو سپرد کردے اور اگر چاہے تو حکم خود دیدیوے اور اُسکے لیے ایک تحریر لکھدے اور اُسمین عقار کا فیصلہ مدعی کے نام ہوا اور وہ اُسکے پاس رہنے مگر عقار سپرد نہین کرسکتا ہی کیونکہ یہ اُسکی ولایت مین نہین ہی۔ پھر جب مدعی اس فیصلہ کو قاضی کاتب کے پاس لایا اور اُسکے فیصلہ پر گواہ پیش کیے تو قاضی کاتب اسکو قبول نکریگا کیونکہ یہ حکم نافذ کرنے کے واسطے ہی اور قضا کا نافذ کرنا بمنزلہ قضا کے ہی پس غائب پر درست نہین ہی ولیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اُسنے مدعی کیواسطے فیصلہ کیا اور اسکو تحریر دیدی تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا کوئی امین روانہ کرے کہ وہ عقار کو مدعی کے سپرد کرے پھر اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ کاتب کو ایک خط لکھے اور اُسمین تمام کیفیت خط کی اور پورا ماجرا جو مدعی اور مدعا علیہ مین گذرا اور مدعی کے واسطے عقار کا حکم دینا اور مدعا علیہ کا سپرد کرنے کے واسطے ایک امین دینے سے انکار کرنا سب تحریر کرے پھر لکھے کہ مجھسے مدعی نے ایک خط کی درخواست کی کہ مین اپنے حکم دینے سے جو مین نے اُسکے واسطے فلان شخص پر دیا ہی تجھے آگاہ کرون تاکہ تو یہ عقار اُسکے سپرد کردے پس تو اسپر عمل کر یرحمک اللہ وایانا اور اس عقار کو جو اس خط مین مع حدود تحریر ہی اس مدعی فلان بن فلان کو جو میرا خط تیرے پاس لاتا ہی سپرد کردے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہونچیگا تو وہ عقار کو مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکالکر مدعی کے سپرد کردیگا اور اگر عقار اُس شہر کے سوا جسمین مدعا علیہ ہی دوسرے شہر مین ہو تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہی کہ چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ کرکے اُس شہر کے قاضی کے پاس روانہ کرے جسمین عقار ہی اور اُسکو ایک خط لکھدے تاکہ وہان کا قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے لیے اُس عقار کا حکم دیدے اور اگر چاہے تو خود فیصلہ کرکے مدعی کو بجل دیدے ولیکن عقار اُسکے سپرد نہین کرسکتا ہی اور اگر قاضی نے کسی بھاگے ہوئے غلام کے باب مین لکھنا چاہا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکی صورت یہ ہی کہ مثلاً کسی شخص بخاری کا ایک غلام سمرقند کیطرف بھاگا اور کسی سمرقندی نے

مکتوب الیہ

اُسکو پکڑ لیا اور اُسکے مالک کو خبر ملی اور اُسکے گواہ سمرقند مین نہ تھے بخارا مین تھے اُسنے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ موافق گواہی کے خط لکھدے تو اُسکو منظور کرے اور قاضی سمرقند کو لکھدے جیسا ہمنے قرض مین بیان کیا ہی لیکن فرق یہ ہو کہ غلام مین اُس کا حلیہ اور قد بیان کردے کذا فی المحیط اور اُسکا سن اور مقدار قیمت تحریر کردے کذا فی النہایہ اور تحریر کرے کہ وہ فلان مدعی کی ملک ہی اور سمرقند کو بھاگ گیا اور آج کل وہ فلان شخص کے قبضہ مین بلاحق سمرقند مین ہی اور اپنے خط پر دو گواہ کرے کہ قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین اور مضمون خط پر اُنکو آگاہ کرے کہ مضمون کی قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین پھر جب یہ خط اُسکو پہونچے تو قاضی سمرقند غلام کو مع اُس شخص کے جسکے ہاتھ مین غلام ہی حاضر کرے اور گواہ اِس خط پر مع مضمون گواہی ادا کرین تاکہ بالاجماع دونون کی گواہی مقبول کرے پھر جب اُسنے گواہی قبول کی اور دونون کی عدالت اُسکے نزدیک ثابت ہوئی تو خط کو کھولے پس اگر غلام کا حلیہ اُسکے موافق نہ پایا جیسا گواہون نے قاضی کاتب کے سامنے بیان کیا ہی تو خط واپس کردے کیونکہ ظاہر ہوا کہ یہ وہ غلام نہین ہی جسکی گواہی دی ہی اور اگر اُسکے موافق پایا تو خط کو قبول کرے اور بدون اِسکے کہ قضا کا حکم دے وہ غلام مدعی کے سپرد کردے اور مدعی سے غلام کے نفس کا کفیل لیوے اور غلام کی گردن مین ایک رانگ کی انگوٹھی ڈالدے تاکہ راہ مین چوری کے احتمال سے کوئی اِس شخص سے تعرض نہ کرے اور ایک خط قاضی بخارا کو اِس مضمون کا لکھے اور اپنے خط اور مُہر اور مضمون خط پر دو گواہ کرلے پھر جب خط قاضی بخارا کو پہونچے اور گواہ گواہی دین کہ یہ خط اور مہر قاضی سمرقند کی ہی تو قاضی مدعی کو حکم دے کہ اپنے اُن گواہون کو جنھون نے پہلی مرتبہ گواہی دی تھی حاضر کرے اور وہ لوگ غلام کے سامنے گواہی دین کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہی پھر جب گواہون نے یہ گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کو جو کچھ کرنا چاہیے اُسکے باب مین امام ابو یوسف رح سے مختلف روایتین ہین بعض روایتون مین ہی کہ قاضی بخارا مدعی کے واسطے غلام کے دینے کا حکم نہ کریگا بلکہ ایک دوسرا خط قاضی سمرقند کو لکھیگا اور اسمین یہ ماجرا تحریر کریگا اور اپنے خط پر اور مہر اور مضمون خط پر گواہ کرکے مدعی کو غلام کے ساتھ سمرقند کو روانہ کریگا تاکہ قاضی سمرقند مدعا علیہ کے سامنے مدعی کو غلام کے دینے کا حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچے اور گواہ خط پر اور مہر اور مضمون پر گواہی ادا کرین اور اُنکی عدالت ظاہر ہو جاوے تو قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کیواسطے غلام کے دینے کا حکم جاری کریگا اور مدعی کا کفیل بری ہو جائیگا۔ اور دوسری روایت مین ہی کہ قاضی بخارا خود غلام کے دینے کا حکم دیگا اور قاضی سمرقند کو لکھیگا کہ وہ مدعی کے کفیل کو بری کردے و بنابر اس روایت کے کہ امام ابو یوسف رح نے خط لکھنا باندیون کی بابت بھی تجویز کیا ہی اُسکی صورت مثل غلام کے خط کے ہی صرف یہ فرق ہی کہ اگر مدعی ثقہ امون نہو تو قاضی مکتوب الیہ باندی اُسکے سپرد نہ کریگا بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک شخص ثقہ امون لاوے کہ اُسکے ساتھ باندی کو روانہ کریگا کیونکہ فروج کے باب مین احتیاط واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مکتوب الیہ کے پاس خط پہونچنے سے پہلے قاضی کاتب مرگیا تو ہمارے نزدیک وہ اس خط پر عمل نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح سے امالی مین ہی کہ عمل کریگا اور یہی قول امام شافعی رح کا ہی اور ہمارے نزدیک اگر یا این ہمہ اُسنے قبول کیا اور اُسکے موافق فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اور اُسنے جاری کیا تو جاری ہو جائیگا کیونکہ اُسکا حکم مجتہد فیہ مین واقع ہوا ہی اور اسی طرح اگر خط پہونچنے کے بعد پڑھنے سے پہلے مرگیا تب بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر خط پہونچنے اور پڑھ لینے کے بعد مرگیا تو ظاہر الروایۃ مین آیا ہی کہ عمل کریگا اور یہی صحیح ہی اور اگر قاضی کاتب معزول کیا گیا تو اسکی بھی یہی صورتین ہین جو مرجانے مین بیان ہوئی ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر خط پہونچنے سے پہلے قاضی کاتب قاضی ہونے کے لائق نہ رہا تو مکتوب الیہ اُسکو قبول نہ کریگا۔ کذا فی الکافی اگر مکتوب الیہ مرگیا یا معزول ہوگیا اور بجائے اسکے دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اُسکو خط پہونچا تو اُسکے عمل کرنے کے واسطے یہ

لحاظ رہے کہ اگر اُس خط مین یہ لفظ لکھا کہ اور جس قاضی کو قضاۃ مسلمین سے یہ خط پہونچے (ع) تو عمل کریگا اور اگر یہ لفظ نہین ہین تو ہمارے نزدیک عمل نہ کریگا۔ کتاب الحوالہ مین امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط لیکر دوسرے کے پاس آیا اور وہان اپنے خصم کو نہ پایا اور قاضی سے درخواست کی کہ جو کچھ مین پہلے قاضی کے پاس سے لکھوالایا ہون تو مجھے اور دوسرے کیواسطے لکھدیجیے تو وہ اُسکا کہنا کریگا بشرطیکہ یہ اُسکے نزدیک ثابت ہوجاوے اور ثبوت کی شرطین وہی ہین جو ہم نے بیان کردی ہین کیونکہ جب پہلے کے پاس گواہون نے گواہی دی اور اُسنے وہ تمام مقدمہ اس قاضی کو لکھدیا تو وہ گواہی حکماً منتقل ہوکر اسکے پاس آئی پس گویا حقیقت مین اسی کے سامنے گواہی ادا ہوئی ہی پس اگر حقیقت مین اِسکے پاس گواہی پیش ہوتی تو اِسکو ضرور لکھنا چاہیے تھا ایسا ہی اس صورت مین ہی کہ گویا اسی کے سامنے پیش ہوئی ہی پس لکھنا چاہیے ولیکن صرف اسیقدر لکھیگا کہ جسقدر اُسکو ثابت ہوا اور وہ یہ ہی کہ ایک غائب شخص پر حق کیواسطے قاضی کا خط ہی نہ یہ کہ خود حق بھی اِسکے نزدیک ثابت ہوگیا پس وہ اپنے خط مین قاضی کا خط نقل کردیگا یا اگر چاہے تو اُسکو بطور حکایت بیان کردے۔ اور اسی طرح اگر مدعی نے قاضی اول کے سامنے بیان کیا کہ مجھے ایسے گواہ نہین ملتے ہین جو میرے ساتھ مدعا علیہ کے شہر کو جاوین پس تو ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھدے تاکہ وہ اُس شہر کے قاضی کو لکھے کہ جسمین مدعا علیہ موجود ہی تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا اور اگر مدعی نے قاضی اول سے درخواست کی کہ قاضی مرو اور نیشاپور کو خط لکھدے کہ مین مرو جاتا ہون اگر وہان مدعا علیہ ملگیا تو خیر ورنہ نیشاپور جاؤنگا تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق قاضی یہ درخواست منظور کریگا اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک اسطرح نہین لکھیگا۔ اگر مدعی خط لیکر قاضی اول کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ مدعا علیہ اُس شہر مین نہ ملا اور تو مجھے فلان شہر کو لکھدے تو قاضی جب وہ خط اُس سے واپس لیلے تب دوسرا خط اُسکو لکھدیگا اور اگر بدون واپس کرنیکے لکھنا چاہا حالانکہ یہ نہین چاہیے ہی تو اُسکو لازم ہی کہ خط مین یہ حوالہ لکھدے کہ ایکمرتبہ مین نے یہی خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا اور مدعی کو مدعا علیہ وہان نہ ملا اور یہ اِس غرض سے کہ التباس جاتا رہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایسے شخص کیواسطے جو غائب پر قرضہ کا دعوی کرتا تھا قاضی نے خط لکھا اور مہر کردی پھر مدعی آیا اور کہا کہ خط میرے پاس سے گم ہوگیا اور دوسرے خط کی درخواست کی پس اگر قاضی کے نزدیک متہم ہو تو دوسرا خط نہ دیوے اور اگر متہم نہو تو دیدے مگر دوسرے خط مین قاضی مکتوب الیہ کو لکھدے کہ مین نے تجھے فلان تاریخ اسی معاملہ مین ایک خط لکھا تھا کہ مدعی نے آکر بیان کیا کہ گم ہوگیا اور دوسرا خط طلب کیا اور مین نے یہ خط لکھا اور اُسمین تاریخ لکھدی تاکہ مدعی دو خطون کے ذریعہ سے دومرتبہ حق وصول نکریگا اگر خط لکھنے کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ اُس شہر سے دوسرے شہر مین چلا گیا اور وہان کے قاضی کو خط لکھدے تو قاضی لکھدیگا اور اس خط مین تحریر کریگا کہ مین نے اسی معاملہ مین ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا پھر مدعی نے آکر بیان کیا کہ مدعا علیہ اُس شہر سے فلان شہر مین چلا گیا پھر یہ خط طلب کیا اور یہ تحریر احتیاطاً ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو دوسرے پر حق کا دعوی کرتا ہی ایک خط لکھا اور ہنوز خط اُسکو نہین دیا تھا کہ اُسکا مدعا علیہ جسکے واسطے اُسنے خط لیا تھا حاضر ہوگیا اور اُسنے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اُس گواہی پر فیصلہ نکریگا بلکہ دوبارہ اعادہ کرائیگا۔ اگر قاضی نے اُس امیر کو جسنے اُس کو قاضی کیا ہی خط لکھا اور وہ اُس کے ساتھ شہر مین موجود تھا اصلح اللہ الامیر اور تمام قصہ اور گواہی بیان کردی اور ایک ثقہ کے ہاتھ یہ خط بھیجا کہ جس کو امیر بھیجا چاہتا ہی پس اگر امیر نے اُسکے موافق حکم دیدیا تو جائز ہی اگرچہ اُسپر عنوان اور مہر نہ ہو اور نہ اُسپر دو گواہ ہون اور یہ حکم استحساناً ہی اور قیاس چاہتا ہی کہ ایسا خط مقبول نہ ہو۔ اور اصل مین ہی کہ روستا اور قریہ کے قاضی اور عامل کا خط مقبول نہ ہوگا صرف ایسے شہر کے قاضی کا خط مقبول ہوگا جہان منبر و جمعہ ہو اور یہ حکم بنا بر ظاہر الروایت کے ہی

اور بنا بر اُس روایت کے کہ جس مین نفاذ قضا کے واسطے شہر کی شرط نہین ہے قاضی قریہ و روستا و رُستاق کے عامل کا خط مقبول ہوگا۔ اور اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین تھی اور اُسکا کسی نے دعوی کیا اور اپنی ملکیت کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُسکے نام فیصلہ کر دیا پھر قابض نے کہا کہ مین نے فلان شخص سے خریدی تھی اور وہ فلان شہر مین ہے اور مین اُسکو قیمت دیچکا ہون تو میرے گواہ سُنکر مجھے خط لکھدے تو قاضی اُسکو خط لکھدیگا۔ اگر ایک باندی ایک مرد کے قبضہ مین ہے کہ اُسنے مملوکیت کے اقرار کے بعد اصلی حرّہ ہونے کا دعوی کیا اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اُسکے نام آزادی کا فیصلہ کر دیا پس اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ مین نے اُسکو فلان غائب سے اسقدر دامون کو خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے اور قاضی سے خط کی درخواست کی تو منظور کرے کیونکہ وہ ثمن واپس لینا چاہتا ہے اور وہ قرض ہے۔ اور اگر باندی نے اپنی آزادی کے گواہ نہ پیش کیے ولیکن آزادی کا دعوی کیا اور اپنی مملوکیت کے اقرار سے انکار کیا اور قابض کے پاس اُسکے اقرار مملوکیت کے گواہ نہین تھے تو قاضی اُسکو آزاد قرار دیگا اور بلا قسم امام اعظم رح کے نزدیک اُسی کا قول معتبر ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر قسم ہے۔ اور اگر قابض نے کہا کہ مین نے اِسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے تو میرے گواہون کی سماعت کرلے تاکہ اُس سے ثمن واپس کرون تو درخواست منظور نہ کریگا بخلاف پہلی صورت کے۔ اور اسی طرح اگر باندی نے بعد مملوکیت کے اقرار کے اصلی حریت کا دعوی کیا اور قابض نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری بائع سے ثمن نہین لے سکتا ہے اور اسیطرح اگر ابتداء سے رقیت سے انکار کیا اور حریت اصلی کا دعوی کیا یہانتک کہ اُسکا قول معتبر ٹھہرا تو مشتری کو اختیار نہین ہے کہ بائع سے ثمن واپس کرے۔ اگر مشتری نے ان دونون صورتون مین بائع سے اسطرح قسم طلب کی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ اصلی آزاد ہے اور اس سے مراد یہ تھی کہ اُس سے ثمن واپس کرے تو اُسکو اختیار ہے پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو دعوی مشتری کا اقرار کیا تو اسپر لازم ہوگا کہ پورا ثمن واپس کردے اور اگر مشتری نے ان دونون صورتون مین بائع کو قسم دلانا نہ چاہا ولیکن باندی کے آزاد ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تاکہ بائع سے ثمن واپس کرے تو اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً ایک شخص پر اپنے حق کے واسطے قاضی کی طرف سے دوسرے قاضی کے پاس خط لایا اور شہر مین پہونچ گیا تھا کہ مطلوب مرگیا پھر طالب نے اُسکے بعض وارثون کو یا وصی کو حاضر کیا اور خط قاضی کو دیا اور وصی یا وارثون کے سامنے خط کے گواہ پیش کیے تو قاضی خط کو قبول کریگا اور گواہون کی سماعت کریگا اور اُسکو نافذ کریگا خواہ خط کی تاریخ مطلوب کی موت سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو۔ اگر قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس ایسی صورت مین لکھوا لایا کہ جو اِس قاضی کی راے مین درست نہین ہے اور اس مین اختلاف فقہا کا ہے تو یہ قاضی اُسکو نافذ نہ کریگا اور یہی فرق ہے سجل اور خط مین کہ اگر بعینہ ایسی صورت مین سجل ہو تو قاضی اُسکو جاری اور نافذ کریگا یہ ملتقط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے قاضی کے سامنے قاضی کا خط ایک شخص پر دعوے حق مین پیش کیا اور خط مین مدعا علیہ کا نام اور نسب اور صناعت اور قبیلہ مذکور ہے اور اس صناعت یا اس فخذ مین وہ شخص اس نام و نسب کے ہین تو قاضی خط کو قبول نہ کریگا جب تک کہ اسپر گواہ قائم کرے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے حق مین خط لکھا گیا ہے اور اگر اس قبیلہ یا صناعت مین دو شخص ایسے نہ ہون تو قاضی حکم اُس پر نافذ کرے گا۔ پس اگر مطلوب نے کہا کہ اس قبیلہ یا اس صناعت مین دوسرا شخص اس نام و نسب کا ہے تو بلا گواہ یہ قول مقبول نہوگا اور نہ مدعی نے اُسکا پیچھا چھوڑا ہوگا۔ اور اگر مطلوب نے کہا کہ مین دوسرا شخص ہونے پر گواہ لاتا ہون تو اُس کی دو صورتین ہین ایک یہ ہے کہ کہا کہ مین گواہ قائم کرتا ہون کہ اس قبیلہ یا اس صناعت مین دوسرا شخص اس نام و نسب کا موجود ہے تو یہ گواہی

مقبول ہوگی اور وہ مقدمہ سے چھوٹ جائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ اِس قبیلہ یا صناعت مین دوسرا شخص اس نام و نسب کا تھا اور وہ مرگیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی مگر اُس صورت مین مقبول ہوگی کہ خط کی تاریخ اور گواہون کی گواہی جو خط مین ہی اُسکی تاریخ کے بعد وہ شخص مرگیا ہو۔ اگر وہ خط کسی میت کے اوپر حق کا ہو تو قاضی اُسکے بعض وارثون کو حاضر کریگا اور گواہ سنکر خط کو قبول کریگا۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص کا دوسرے غائب پر کچھ مال میعادی قرض ہی اور اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اس بابت ایک خط لکھدے تو وہ اِسکو قبول اور موافق گواہون کی گواہی کے اُسمین میعاد مندرج کردیگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے دعوی کیا کہ طالب نے مجھے ہر قلیل وکثیر سے بری کردیا ہی یا جو کچھ اُسکا مجھپر آتا تھا مین نے ادا کردیا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے اور قاضی سے کہا کہ مین اُسی شہر کو جانا چاہتا ہون جسمین طالب ہی اور خوف کرتا ہون کہ طالب مجھے گرفتار کرے اور بری کردینے یا وصول پانے سے انکار کرجاوے اور میرے گواہ یہان موجود ہین تو تو گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو قاضی اِس درخواست کو منظور نہ کریگا اور نہ گواہ سنے اور نہ لکھیگا اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ لکھدیگا اور اسپر اجماع ہی کہ اگر اُسنے یہ دعوی کیا کہ اُسنے ایک مرتبہ وصول پانے سے انکار کیا ہی اور میرے ساتھ جھگڑا کیا ہی اور اب مجھے خوف ہی کہ دوبارہ ایسا کرے پس تو میرے گواہ سنکر اُس شہر کے قاضی کو لکھدے تو قاضی اُسکو لکھدیگا غائب شخص پر بری کردینے کے دعوی کے مانند دو اور مسئلے ہین ایک شفعہ کا مسئلہ ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے ایک دار خریدا اور اُسکا فلان غائب شفیع ہی اور اُسنے شفعہ میرے سپرد کردیا ہی اور مجھے خوف ہی کہ جب مین وہان جاؤنگا تو سپرد کرنے سے انکار کریگا اور شفعہ کا دعوی کریگا اور درخواست کی کہ قاضی شفعہ سپرد کرنے کے گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو اسمین بھی اختلاف مذکور جاری ہی اور دوسرا مسئلہ طلاق کا ہی کہ ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دین اور وہ فلان شہر مین آج کل موجود ہی اور مین بھی وہان جانا چاہتی ہون اور خوف کرتی ہون کہ وہ طلاق سے انکار کرجاوے تو تو میرے گواہ سن لے اور وہان کے قاضی کو لکھدے تو اسمین بھی ویسا ہی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہا کا باہم اختلاف ہی جیسا بیان کیا گیا ہی۔ پس اگر اس شخص نے جو حاضر ہی قاضی کو ایک مرتبہ کے انکار اور جھگڑے کی خبر دی تو قاضی اُسکے گواہ سنکر اُسکو خط لکھدیگا اور اسمین اختلاف نہین ہی اگر طالب نے قاضی کے سامنے مطلوب کو بری کردیا یا اُسکے سامنے شفعہ سپرد کیا تو قاضی نے جو کچھ سنا ہی لکھدیگا اور یہ امام محمد رح کے اصل پر ظاہر ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کے قیاس پر چاہیے کہ نہ لکھے واضح ہو کہ اگر قاضی نے اپنے علم پر خط لکھنا چاہا تو اُسکا خط لکھنا بمنزلہ اپنے علم پر حکم قضا جاری کرنے کے ہی پس جہان جہان اُسکو اپنے علم پر حکم قضا دینا جائز ہی وہان خط بھی لکھنا جائز ہی مگر ایک صورت مین امام اعظم رح کے قول پر مشائخ نے خط لکھنے مین اختلاف کیا ہی وہ یہ ہی کہ حادثہ سے اپنے قاضی ہونے سے پہلے واقف ہوا پھر قاضی ہوا تو بعضون نے کہا کہ اِس علم پر خط نہ لکھے اور بعضون نے کہا کہ لکھے۔ امام محمد رح نے کتاب الوکالۃ مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دار کے واسطے جو اُس شہر مین نہین ہی کسی کو اُسکی خصومت یا قبضہ یا اجارہ کا وکیل کیا اور قاضی کا خط طلب کیا تو قاضی اِسکی بابت اسکو لکھدیگا پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہی تو اُسکی معرفت تحریر کرے اور اگر نہین پہچانتا ہی تو لکھے کہ مین نے گواہون سے دریافت کیا کہ یہ فلان بن فلان ہی الے آخرہ جیسا ہم نے سابق مین بیان کیا ہی پھر لکھے کہ اسنے فلان بن فلان کو تحریر کیا اور وکیل کا نام اور نسب جیسا ہم نے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر اگر قبضہ کے واسطے وکیل کیا ہی تو تحریر کرے کہ فلان دار کے قبضہ کے واسطے جو کوفہ مین بنی فلان مین واقع ہی وکیل کیا اور اگر خصومت کے واسطے وکیل کیا ہی تو لکھے کہ فلان دار کی خصومت کے واسطے جو کوفہ مین واقع ہی وکیل کیا اور حاصل یہ ہی کہ جسکے واسطے وکیل کیا ہی وکالت کے ساتھ اُسکو تحریر کرے اور اگر وکیل حاضر ہو تو

زیادہ پہچان کے واسطے اُسکا حلیہ بھی تحریر کرے اور نہ کرے تو کچھ مضر نہین ہی اور اگر غائب ہو تو لکھے کہ ایک شخص کو وکیل کیا اور بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہی اور اس کلام امام محمد رح مین اشارہ ہی کہ غائب کو وکیل کرنا صحیح ہی اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہی ولیکن قبول وکالت سے پہلے وکیل کو وکالت لازم نہوگی جیسا حاضر کی صورت مین ہی تاکہ وہ ضرر سے محفوظ رہے پھر جب خط مکتوب الیہ کو پہونچا تو وہ دار کے قابض کو حاضر کریگا اور اُسکے سامنے خط اور مہر کے گواہ سنیگا پھر بعد گواہی کے خط کو کھولیگا اور گواہون کے سامنے پڑھیگا تاکہ وہ مضمون پر گواہی ادا کرین اور بعد اسکے پھر وکیل سے گواہ طلب کرے کہ تو فلان بن فلان ہی پھر اگر اُسنے گواہ پیش کیے تو جسکے قبضہ مین دار ہی اُس سے دریافت کریگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ یہ فلان یعنی موکل کا ہی تو حکم دے کہ اسکو وکیل کے سپرد کردے اور امام محمد رح کے نزدیک خط کے گواہون سے پہلے اگر وکیل سے گواہ اس بات کے مانگے کہ وہ فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہی تو بہتر ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے قول پر چاہیے کہ پہلے وکیل سے گواہ طلب کرے پھر اس سے خط کے گواہ مانگے۔ اور چوپایون اور غلام اور اسباب اور ودیعت اور قرضہ کی وکالت مین بھی یہی حکم ہی۔ اور فرمایا کہ دار کی خصومت کے وکیل کو ہر شخص سے جو دار مین جھگڑا کرے خصومت کرنیکا اختیار ہی کیونکہ وکالت مطلقہ ہی اور اگر موکل نے کسی خاص شخص کے ساتھ خصومت کا اختیار دیا ہی تو دوسرے سے خصومت نہین کرسکتا ہی اور وکیل بالاجارہ کو صرف یہ اختیار ہی کہ دار کو اجرت پر دیوے اور جسکو اُجرت پر دیا ہی اُسکا مخاصم ہو سکتا ہی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنے مہر اور نفقہ کیواسطے وکیل کیا اور قاضی سے اِس بابت خط طلب کیا تو قاضی کو لکھنا چاہیے کہ عورت نے ذکر کیا کہ اُسکے شوہر فلان بن فلان پر اُسکا اسقدر مہر ہی اور اُسنے فلان بن فلان کو وکیل کیا کہ اس سے مہر وصول کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اُس سے خصومت کرے اور خصومت کرنیکا اختیار بھی صرف اسواسطے تحریر کردے کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہین ہوتا ہی۔ اور یہ بھی تحریر کرے کہ اُسنے اپنے نفقہ کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اگر شوہر انکار کرے تو اُس سے خصومت کرے۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کو پہونچے تو وہ اُسکے شوہر کو حاضر کرے اور اس سے مہر کو دریافت کرے اگر اُسنے اقرار کیا تو وکیل کو دیدینے کا حکم کرے اور اگر عورت نے اُسکو مہر کے واسطے وکیل کیا اور نفقہ مین خصومت کیواسطے وکیل کیا تاکہ ہر مہینہ مین کچھ نفقہ مقرر کرے اور ہر سال کچھ کپڑا مقرر کرے پس جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہونچیگا تو وہ گواہون کو اُسکے شوہر کے سامنے ہی سنیگا پھر جب یہ اُسکے نزدیک ثابت ہوا تو مہر کو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو اُس سے لیگا اور جسقدر اُسکے لائق ہی اسقدر نفقہ اور کپڑا مقرر کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص قاضی کا خط لایا اور قبل اسکے کہ قاضی کے خط ہونے پر گواہ سنے اُسکا مدعا علیہ شہر مین روپوش ہوگیا تو بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے کہ وہ اُسکے دروازہ پر تین روز تک ندا کرے کہ تو نکل ورنہ مین تیری طرف سے ایک وکیل قائم کرکے اُسپر ڈگری کردونگا اور عامہ مشائخ نے اس قول کی تصحیح نہین کی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسکے عیب مین خصومت کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اور اسپر قاضی کا خط لیا تو جائز نہین ہی کیونکہ جب تک موکل خود نہ حاضر ہو یعنی مشتری حاضر ہوکر قسم نہ کھاسکے کہ واللہ مین عیب پر راضی نہین ہوگیا تھا تب تک غلام واپس نہین ہو سکتا ہی۔ پھر اسی کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ وکیل کو واپس کرنیکا اختیار نہین ہی تاوقتیکہ خود مشتری حاضر ہوکر قسم نہ کھاوے کہ واللہ مین عیب پر راضی نہین ہوگیا ہون اگرچہ بائع نے مشتری کی رضامندی کا دعوی نہ کیا ہو ایسا ہی خصاف اور جصاص نے ذکر فرمایا اور ایسا ہی حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہی اور امام محمد رح نے

بمسوط مین ذکر کیا ہی کہ وکیل واپس کرسکتا ہی لیکن اگر بائع مشتری کی رضامندی عیب کا دعوی کرے تو نہین واپس کر سکتا ہو اور دونون روایتون کی توجیہ اسطرح پر ہی کہ قاضی لوگون کے حق کی حفاظت کے واسطے ہی نہ جھگڑا برپا کرنے کے واسطے پس پہلی صورت مین یہ وجہ ہی کہ جب بائع مرگیا ہو اور اسوقت واپس کرنا چاہے تو میت کیطرف سے قاضی حافظ حق ہو کر اصل مشتری سے قسم لیگا اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ وکیل واپس کر دیگا اور جب بائع نے جو زندہ ہی خود یہ دعوی نہ کیا کہ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہی تو قاضی جھگڑا نہ اٹھاویگا بلکہ واپس کر دیگا کیونکہ زندہ بائع اپنے حقوق کا لحاظ کرسکتا ہی بخلاف پہلی صورت کے فافہم ہذا تلخیص ما فی الذخیرہ۔ مسلمانون کے شہرون مین سے کسی شہر یا صوبہ پر جو کوئی شخص والی مقرر ہوا ہی اگر اسنے کوئی حکمی خط لکھنا چاہا پس اگر خلیفہ نے اسکو قضا کا عہدہ دیا ہی تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی اور اگر اس والی نے کسی کو قاضی کرکے خط لکھنے کی اجازت دی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر خلیفہ کی طرف سے اسکو قاضی مقرر کرنیکی اجازت تھی تو اُسکے قاضی کا خط جائز ہوگا ورنہ نہین اور کتاب الاقضیہ مین مذکور ہی کہ اگر خلیفہ نے کسی قاضی کو کسی حکمی معاملہ مین دو گواہون کی گواہی پر مثل قاضی کے قاضی کو خط لکھنے کے خط لکھا تو بدون ان شرائط کے جو ہم نے ذکر کر دی ہین مقبول نہوگا اور احکام سیاست مین اسکا خط مثلاً مین نے فلان کو مقرر یا فلان کو معزول کیا بدون ان شرائط کے مقبول ہی اور مکتوب الیہ اسپر عمل کریگا جبکہ اُسکے ذہن نشین ہو جاوے کہ یہ سچا ہی۔ اصل مین مذکور ہی کہ اگر قاضی نے ایک ذمی کے حق کے واسطے جو دوسرے ذمی پر ہی خط لکھا تو اسپر اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہوگی نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس لایا اور اُسنے گواہون کی گواہی پر خط قبول کر لیا پھر مدعی کے اصل دعوی کے گواہ اُسی شہر مین آگئے تو قاضی مکتوب الیہ خط پر عمل نکریگا اور مدعی کو حکم دیگا کہ اپنے اصل حق کے گواہ حاضر کرے ابراہیم رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر باغی خارجی لوگ کسی شہر پر قابض ہوے اور اہل شہر مین سے کسی کو انھون نے قاضی بنایا اور اُس قاضی نے اہل عدل کے قاضی کو خط لکھا پس اگر مکتوب الیہ قاضی اہل عدل کو معلوم ہی کہ قاضی کاتب کے پاس جن گواہون نے گواہی دی وہ باغی ہین تو خط کو قبول نہ کریگا اور اگر اُسکے علم مین ہی کہ وہ گواہ اہل عدل مین سے ہین تو قبول کریگا اور اگر نہ معلوم ہوا کہ اہل عدل ہین یا باغی ہین تو خط قبول نکریگا کذا فی المحیط

چوبیسوان باب حکم مقرر کرنیکے بیان مین تحکیم کے یہ معنی ہین کہ کسی غیر کو مدعی و مدعا علیہ یعنی دونون خصم اپنے درمیان مین حاکم مقرر کرین پس وہ شخص انھین دونون کے درمیان حاکم ہوگا اور غیرون کے حق مین بمنزلہ مصلح کے ہوگا جیسے قاضی تمام لوگون کے حق مین حاکم ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ جاننا چاہیے کہ حکم بنانا جائز ہی اور اسکی شرط یہ ہی کہ وہ شخص حکم بنائے جانے اور حکم دینے کے وقت شہادت کے لائق ہو یعنی جو شرطین شاہد مین چاہیے ہین اُسمین موجود ہون حتی کہ اگر حکم بنائے جانے کے وقت لائق شہادت نہ تھا پھر حکم دینے کے وقت ہوگیا مثلاً پہلے غلام تھا پھر آزاد ہوگیا یا ذمی تھا پھر مسلمان ہوگیا اور حکم کیا تو نافذ نہوگا اور حکم کا حکم اور قاضی کا حکم اسطرح جدا ہی کہ حکم کا حکم دونون مدعی و مدعا علیہ پر اور جو شخص اُسکے حکم پر راضی ہو نافذ ہوتا ہی بخلاف حکم قاضی کے کہ ہر راضی و ناراضی پر ہر صورت حق ہونیکے جاری ہوتا ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی کافر اور غلام اور ذمی اور محدود القذف اور فاسق اور نابالغ کا حکم مقرر کرنا جائز نہین ہی اور بنا بر فاسق کے اگر فاسق نے جیسے حکم دیدیا تو واجب ہی کہ ہمارے نزدیک جائز ہو اور جب تک اُسنے حکم نہین دیا ہی تو ہر ایک خصم کو اختیار ہی کہ اُسکے حکم بنانے سے رجوع کرلے کذا فی الہدایہ۔ ذمی کی حکومت ناجائز ہونے سے یہ مراد ہی کہ جب وہ دو مسلمانون مین حکم ہو تو جائز نہین ہی اور اگر دو ذمیون مین حکم ہو تو جائز ہی اور مبسوط مین مذکور ہی کہ اگر ذمی نے ذمیون مین حکم دیا تو جائز ہی کیونکہ سواے مسلمانون کے ذمی اہل ذمہ مین گواہی دینے کے لائق ہوتا ہی اور دونون ذمیون کا اُسکے حکم پر راضی ہونا بمنزلہ

آگے ہی کہ سلطان نے اُسے مقرر کیا ہی کیونکہ سلطان کو ذمی کا مقرر کرنا کہ وہ ذمیون مین فیصلہ کرے صحیح ہی اور اگر سلطان نے مسلمانون مین فیصلہ کے واسطے مقرر کیا تو باطل ہی اور یہی حال حکم بنانے کا ہی کذا فی النہایہ ایسے افعال مین جنکو لوگ خود کر سکتے ہین یعنی حقوق العباد مین حکم بنا لینا جائز ہی اور جنکو خود نہین کر سکتے ہین یعنی حقوق اللہ تعالیٰ مین حکم بنا لینا صحیح نہین ہی پس اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور چوری کی ضمانت مین حکم بنانا درست ہی اور زنا اور چوری اور تہمت زنا کے حدود مین حکم بنا لینا صحیح نہین ہی اور خصاف رح نے ذکر کیا کہ حکم کا حکم کسی حد اور قصاص مین جائز نہین ہی اور اصل مین مذکور ہی کہ قصاص مین حکم مقرر کرنا صحیح ہی اور تمام اجتہادی مسئلون مین حکم کا حکم نافذ ہوگا جیسے کنایات اور طلاق اور عتاق اور یہی صحیح ہی ولیکن مشائخ نے اس سے امتناع کیا ہی تاکہ عوام کو جرأت نہو اور خطا سے خون کر ڈالنے مین اسکا حکم جائز نہین ہی کیونکہ عاقلہ و دیگر برادری اُسپر راضی نہین اور اُسکا حکم انھین مین صحیح ہی جو اُس سے راضی ہون اور قاتل پر اُسکا حکم دینا جائز نہین ہی مگر جبکہ قاتل نے اقرار کر لیا ہو کہ مین نے خطا سے قتل کیا ہی تو جائز ہی۔ دو ذمیون نے ایک ذمی کو حکم دیا پھر ایک خصم مسلمان ہو گیا تو دونون کے درمیان حکم نہ رہا اور مراد یہ ہی کہ مسلمان پر حکم نہین دیسکتا ہی حتی کہ اگر ذمی کے لیے مسلمان پر حکم لگایا تو جائز نہین ہی ولیکن اگر مسلمان کے لیے ذمی پر حکم دیا تو جائز ہی اور یہ حکم مبسوط مین چند جگہ صریح مذکور ہی مثلاً مبسوط مین ہی کہ ایک مسلمان اور ذمی نے ایک ذمی کو حکم بنایا تو اُسکا حکم ذمی پر جائز ہی نہ مسلمان پر اور اسی طرح اگر مسلمان اور ذمی نے ایک مسلمان اور ذمی کو حکم ٹھہرایا پس اگر دونون نے مسلمان کیواسطے ذمی پر حکم لگایا تو جائز ہی اور اگر دونون نے ذمی کے لیے مسلمان پر حکم دیا تو جائز نہین ہی چنانچہ اگر ایک غلام اور ایک آزاد کو حکم بنایا تو دونون کا حکم جائز نہین ہی کیونکہ غلام کا حکم ناجائز ہی پس آزاد تنہا رہگیا حالانکہ دونون خصم دونون کے حکم پر راضی ہوئے تھے پس اکیلے کے حکم پر جواز نہوگا۔ ایک ذمی نے دو مسلمانون مین حکم لگایا پھر دونون اسپر راضی ہو گیے تو جائز نہین ہی چنانچہ اگر ابتدا مین دونون اُسکو حکم قرار دیتے تو جائز نہ تھا۔ دو ذمیون نے ایک ذمی کو حکم بنایا پھر حکم فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو وہ ویسا ہی حکم باقی ہی۔ ایک مسلمان اور ایک مرتد نے باہم ایک حکم مقرر کیا اور اُسنے دونون مین حکم لگایا پھر مرتد قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو حکم کا حکم اُسپر جائز نہ ہوگا اور اگر مرتد مسلمان ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی دو مرد اگر اپنے درمیان مین ایک عورت کو حکم قرار دین تو جائز ہی اور مراد یہ ہی کہ سوا حدود و قصاص کے جائز ہی کیونکہ حکم ہونا گواہی کی لیاقت پر ہی اور عورت کی گواہی حدود اور قصاص مین جائز نہین ہی تو اُسکا حکم ہونا بھی جائز نہین ہی۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ حکم مقرر کرنے کو معلق بخطر کرنا یا آیندہ وقت کی طرف مضاف کرنا جائز نہین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جائز ہی اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ ناجائز اور اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ تعلیق کی صورت یہ ہی کہ کسی غلام سے کہا کہ جب چاند نظر آوے تو تو حکم ہونا۔ اور اضافت کی صورت یہ ہی کہ کسی شخص سے کہا کہ ہم نے تجھے کل حکم بنایا یعنی آیندہ کل کے روز یا شروع ماہ مین حکم بنایا۔ اگر کسی شخص کو اس شرط پر حکم کیا کہ فلان فقیہ سے دریافت کرکے حکم دے تو جائز ہی اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فقیہون سے دریافت کرے اور جس حکم پر سب متفق ہون وہ حکم دیوے تو بھی جائز ہی پس پہلی صورت مین اگر اس فقیہ سے دریافت کرکے حکم دیا تو جائز ہی اور دوسری صورت مین اگر ایک فقیہ سے دریافت کرکے حکم کیا تو بھی جائز ہی اگر اس طور پر ایک حکم بنایا کہ آج ہی حکم دے یا اسی جلسہ مین حکم دے تو جائز ہی پس اگر وہ دن گذر گیا یا وہ مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا تو حکم باقی نہ رہا۔ اگر حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اُسمین غور کرے اگر اُس کی راے کے موافق ہو تو نافذ

کرے ورنہ باطل کر دے اگرچہ اس مسئلہ مین فقیہون نے اختلاف کیا ہو وے اگر دونون نے ایسے شخص کو حکم بنایا جسکو وہ دونون نہین جانتے ہین ولیکن اُسنے فیصلہ کیا تو جائز ہی اگر دونون ایک غائب شخص کے فیصلہ کرنے پر راضی ہوے اور وہ غائب آگیا اور اُسنے فیصلہ کیا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر اسپر دونون راضی ہوے کہ فلان شخص یا فلان ہمارے درمیان مین حکم ہی تو دونون مین سے جسنے حکم دیا تو جائز ہوگا اور اگر کسی ایک کے سامنے دونون نے پیش کیا تو اسی کو فیصلہ کے لیے معین کر لیا پھر دوسرا شخص حکم نرہیگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر دونون اسپر راضی ہوے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد مین آوے وہی حکم ہی تو باطل ہی اگر حکم نے سفر کیا یا بیمار ہوگیا یا اسپر بیہوشی طاری ہوئی پھر سفر سے آگیا یا اچھا ہوگیا اور حکم کیا تو جائز ہی اور اگر اندھا ہوگیا یعنی بینائی جاتی رہی پھر اندھا پن جاتا رہا اور اُسنے حکم دیا تو جائز نہین ہی۔ اگر معاذ اللہ اسلام سے مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہوا اور حکم کیا تو جائز نہین ہی اگر حکم نے بطور رو داد مقدمہ کے ایک خصم سے کہا کہ میرے نزدیک جو تجھپر دعوی کیا ہی اُسکی حجت قائم ہوگئی پھر اِس خصم نے اُسکو معزول کر دیا پھر بعد اسکے اُسنے اُسپر حکم دیا تو نافذ نہوگا۔ اگر دونون مین سے ایک نے حکم کو اپنا وکیل خصومت کیا اور اُسنے وکالت قبول کر لی تو حکم ہونے سے خارج ہوگیا اور اقضیہ مین ہی کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام ابو یوسف رح کے قول پر درست ہی اور طرفین رح کے نزدیک درست نہوگا و بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ یہ سب کا قول ہی۔ اگر حکم نے وہ غلام جسمین جھگڑا ہی خرید لیا یا اُسکے بیٹے یا ایسے شخص نے جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہی خرید لیا تو حکم نہ رہا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر حکم نے ایک خصم کی نسبت خبر دی کہ تو نے میرے سامنے اِس شخص کیواسطے اسقدر مال کا اقرار کیا ہی یا یہ خبر دی کہ تجھپر اسکا اسقدر قرض ہونیکے گواہ میرے نزدیک پیش ہوگئے ہین اور اُنکی تعدیل ہوگئی اور مین نے تجھپر ڈگری کر دی پھر اُس شخص نے انکار کیا کہ مین نے کچھ اقرار نہین کیا ہی یا مجھپر کسی بات کے گواہ نہین قائم ہوے تو اسکے قول پر التفات نہ کیا جاویگا اور فیصلہ نافذ ہو جائیگا اور اگر حکم نے خبر دی کہ مین نے اسقدر مال کے لیے تجھپر اسکے حق کا حکم کیا تھا تو حکم کی تصدیق نہ کیجاویگی کذا فی العنایہ۔ اگر دو شخصون کو حکم مقرر کیا تو دونون کا یکجا ہونا ضرور ہی حتے کہ اگر فقط ایک نے حکم دیدیا تو جائز نہین ہی اور بعد برخاست مجلس کے اس حکم پر اُنکی تصدیق نہ کیجاویگی جب تک کہ اور دو گواہ گواہی نہ دین جیسے باقی رعایا کا حکم ہی کذا فی النہایہ۔ دو شخصون نے ایک شخص کو حکم بنایا اور قاضی نے اُس کی اجازت دی اور ہنوز اُس نے حکم نہین کیا تھا پھر اُسنے برخلاف راے قاضی کے حکم کیا تو جائز نہین ہی۔ ایک شخص کو حکم بنایا اور اُس نے کسی ایک کے واسطے فیصلہ کیا پھر دوسرا حکم بنایا پس اگر پہلے کا حکم اُسکے نزدیک جائز ہی تو اُسکو نافذ کرے اور اگر ظلم ہی تو باطل کر دے۔ اگر ایک شخص کو حکم بنایا اور اُسنے کچھ حکم دیا پھر دوسرا حکم بنایا اور اُسنے کچھ حکم دیا کہ جو پہلے کے مخالف تھا مگر پہلا معلوم نہ تھا پھر دونون کا مرافعہ قاضی کے سامنے ہوا تو قاضی اپنی راے سے موافق حکم کو نافذ کریگا اگر ایک شخص کو حکم بنایا اس شرط پر کہ جب تک مجلس مین ہی حکم دیدے پھر دونون اختلاف کیا کہ دونون نے کہا کہ تو نے کچھ حکم نہین کیا اور حکم نے کہا کہ مین نے حکم دیدیا تو جب تک وہ مجلس مین موجود ہی اُس کی تصدیق کیجاویگی اور بعد مجلس کے برخاست کے نہین تصدیق ہوگی۔ اگر دونون مین سے ایک نے حکم پر گواہ پیش کیے کہ اُس نے اُس کے واسطے حکم دیدیا ہی اور حکم انکار کرتا ہی تو گواہ مقبول ہونگے۔ اگر حکم نے گواہی دی کہ مین نے فلان شخص پر فلان شخص کے لیے گواہی پر فیصلہ کیا ہی تو یہ جائز نہین۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ حکم نے فلان کے لیے ہزار درم کا فلان شخص پر حکم لگایا اور دو دوسرے گواہون نے گواہی دی کہ حکم نے دعوی کے ہزار درمون سے اُس کو بری کر دیا ہی خواہ حکم حاضر ہو یا غائب ہو خواہ اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو وے بری ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اگر ایک وارث نے جھگڑا پیش کیا اور دو گواہون نے کہا کہ حکم نے اِسکے واسطے فیصلہ کیا ہی اور دو دوسرے گواہون نے دوسرے کے واسطے یہی گواہی دی پس اگر وہ دار دونون کے

قبضے مین ہو تو دونون مین مشترک ہونیکا حکم ہوگا اور اگر ایک کے قبضہ مین ہو تو اسی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر کسی ایسے اجنبی کے پاس ہو کہ وہ حکم کے حکم پر راضی نہین ہوا ہے تو اسی کے قبضہ مین چھوڑ دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک ہزار درم پر دونون مین جھگڑا ہوا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ سنیچر کے روز حکم نے میرے حق کی ڈگری کر دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ مین نے اس سے پہلے اسکو معزول کر دیا ہے تو یہ فیصلہ باطل ہوگا اور اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے مدعی کیواسطے جمعہ کے دن مال کی ڈگری دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے سنیچر کے روز اسکو بری کیا ہے یا مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے جمعہ کے روز بری کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مجھے سنیچر کے روز ڈگری دی ہے تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور دوسرا حکم باطل ہوگا اور حکم کا خط قاضی کے نام جائز نہین ہے اور اسیطرح قاضی کا خط حکم کے نام جسکو دو شخصون نے مقرر کیا ہے جائز نہین ہے۔ کذا فی المحیط۔ اگر ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو تو حکم اسپر حکم نہ کریگا کیونکہ اسنے حکم کو نہین لکھا ہے ولیکن اگر دونون خصم باہم اسکے حکم نافذ کرنے پر راضی ہو جاوین تو ابتداءً جائز ہے کیونکہ وہ دونون اسکے حکم پر راضی ہو گئے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر حکم نے کچھ گواہون کی گواہی بسبب تہمت کے رد کر دی پھر انھین گواہون نے قاضی یا دوسرے حکم کے پاس گواہی دی تو وہ انکے حال کو دریافت کریگا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو گواہی جائز رکھیگا اور اگر جرح کی گئی تو رد کر دیگا صرف حکم کے رد کرنے سے گواہ رد نہونگے بخلاف اسکے کہ قاضی نے انکی گواہی رد کر دی ہو اگر دونون نے کسی کو حکم بنایا اور اسکے حکم دینے سے پہلے قاضی نے اجازت دی تو یہ قاضی کی اجازت لغو ہے حتی کہ اگر اسنے قاضی کے برخلاف رائے حکم دیا تو قاضی اسکو باطل کر سکتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین صحیح ہے کہ قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہو اور اگر اسکو اجازت ہو تو یہان اسکی اجازت جائز ہوگی اور بمنزلہ خلیفہ کر دینے کے ہوگی پس بعد اسکے اسکے فیصلہ کو رد نہین کر سکیگا کذا فی المحیط حکم کو جائز نہین ہے کہ حکومت دوسرے کے سپرد کر دے کیونکہ دونون خصم اسپر راضی نہین ہوے ہین کہ وہ غیر کو حکم بنا دے پس اگر اسنے دوسرے کے سپرد کر دی اور اسنے حکم دیا اور پہلے حکم نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز نہین ہے مگر جبکہ دونون خصم اس حکم پر راضی ہو جاوین اور اجازت دین تو جائز ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول کہ پہلے حکم نے اسکی اجازت دی تو جائز نہین ہے اقرب بصحت نہین معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اگر پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع کی اجازت دی تو جائز ہو جاتی ہے اور ایسے ہی قاضی کو اگر خلیفہ بنانیکی اجازت نہ تھی پھر اسنے اپنے خلیفہ کے حکم کی اجازت دی تو جائز ہوتا ہے۔ اور سیر مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص کے حکم پر کوئی قوم اتری اور انکی بلا رضامندی دوسرے شخص نے حکم دیا تو جائز نہین ہے اور اگر پہلے شخص نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز ہے۔ پس اس قول کی تاویل کہ اسکی اجازت باطل ہے یہ ہے کہ خود اسکے حکم بنانے اور دوسرے کو سپرد کرنیکی اجازت باطل ہے کیونکہ یہ ابتدا سے صحیح نہ تھی تو آخر تک صحیح نہوگی ولیکن دوسرے کے حکم کی اجازت دینا پس جائز ہے جیسے اسنے خود حکم دیدیا اور بعض مشائخ نے دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح پر کہ حکم کا حکم عبارت ہی سے صحیح ہوتا ہے پس یہ ناجائز ہوگا کہ غیر شخص کی عبارت سے دونون پر حکم نافذ ہو بخلاف وکیل کے کہ بیع مین عبارت ہی کی ضرورت نہین ہے جیسے بیع بالتعاطی وغیرہ پس مقصود یہ ہوتا ہے کہ بیع کے وقت وکیل کی رائے شامل ہو پس جب پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع کی اجازت دی تو اسکی رائے شامل ہو گئی پس عقد صحیح ہو گیا اور قاضی کی صورت مین بھی یہ فرق ہے کہ جو حکم اسکے خلیفہ نے دیا ہے وہی حکم خود قاضی دونون کی بلا رضامندی دے سکتا تھا تو دونون کی بلا رضامندی غیر کا حکم بھی اسپر جائز کر سکتا ہے کذا فی المحیط السرخسی۔ اگر ایک شخص نے دو شخصون مین فیصلہ کیا اور ان دونون نے اسکو حکم نہین بنایا تھا پھر دونون نے کہا کہ ہم اسکے حکم پر راضی ہوئے اور ہم نے اجازت دی تو یہ جائز ہے اگر دو شخص اسپر راضی ہوے کہ ہر ایک اپنے اپنے جھگڑون مین ایک ایک حکم مقرر کر لے پس تو یہ جائز ہے اور اگر ایک حکم نے ایک خصم پر حکم لگایا اور دوسرے نے دوسرے پر تو جائز نہین ہے

اگر ایک خصم سے قسم طلب کی اور اُسنے نہ کھائی اور اُسپر حکم لگا دیا پھر اُسنے کہا کہ مین اسکی حکومت کی اجازت نہین دیتا ہون اور
مین قسم کھاؤنگا تو حکم اُسکا پورا ہوگیا یعنی رد نہین ہوسکتا ہی۔ اگر مدعی نے ابتداء سے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور اُنکی تعدیل
ہوئی اور اُنکی گواہی پر حکم نے مدعا علیہ پر ڈگری کردی تو جائز ہی پس اگر مدعا علیہ نے حکم سے انکار کیا پس اگر اُسنے حکم بنانے سے انکار
کیا اور مدعی نے اسکا دعوی کیا تو مدعی کو اختیار ہی کہ اُسکو قسم کھلاوے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو مدعی کا دعوے اُسپر لازم
ہوگا۔ اور اگر مدعی نے حکم بنانے اور فیصلہ دونون پر گواہ پیش کیے تو دیکھنا چاہیے کہ جن گواہون کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہی اگر اُنکے
سواے حکم بنانے کے گواہ دوسرے ہین تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وہی گواہ ہین تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ زیادات
مین ہی کہ اگر مسئلہ مجتہد فیہا مین حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ اُسکی راے کے برخلاف تھا باوجود اسکے اُسنے وہ حکم
نافذ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ وہ بھی حکم کا حکم لائق رد سمجھا تھا تو دوسرا قاضی اُسکو رد نہین کریگا کذا فی المحیط
ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور کہا کہ اسکی طرف سے فلان غائب نے اس مال کی میرے واسطے کفالت کی ہی
پھر دونون نے ایک حکم مقرر کیا اور کفیل غائب ہی اور مدعی نے دو گواہ اس بات کے پیش کیے کہ میرا اسقدر مال اسپر ہی اور اسکے
حکم سے یا بلا حکم ایک شخص نے کفالت کی ہی پھر اس گواہی پر حکم نے مدعا علیہ کے ذمہ مال کا اور اسکی طرف سے کفیل ہونیکا حکم دیدیا تو
مدعا علیہ پر اس مال کا حکم جائز ہی اور کفیل پر جائز نہین کیونکہ کفیل اسکے حکم مقرر کرنے پر راضی نہین ہوا ہی اور اسی طرح اگر اس صورت مین
کفیل موجود ہوا اور حکم بنانے پر راضی ہو جاوے اور مکفول عنہ غائب ہو تو حکم کفیل پر درست ہوگا نہ مکفول عنہ پر کذا فی البحر الرائق۔ اگر
دونون نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا اور اُسنے اپنے اجتہاد سے ایک کیواسطے حکم کیا پھر اس سے رجوع کرکے دوسرے کیواسطے حکم
دیا تو پہلا حکم نافذ اور دوسرا باطل ہوگا۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو حکم بنایا پھر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے
کہ حکم نے میری ڈگری اس شخص پر کی تھی یعنی مدعا علیہ پر اور مدعا علیہ خواہ انکار کرتا ہو یا اقرار ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو شخصون نے
ایک شخص کو حکم بنایا اور اُسنے تمام دعوی مین سے کسیقدر دعوی کی ڈگری کی پھر باقی دعوی مین مدعا علیہ نے اُسکے حکم بنانے سے
انکار کیا تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور بعد ازان نافذ نہوگا۔ اگر ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے کہا کہ میرے اس شخص پر اور اُسکے کفیل پر جو
غائب ہی ہزار درم ہین اور دو گواہ پیش کیے پھر مدعا علیہ نے جرح کی کہ یہ گواہ غلام ہین تو حکم کو چاہیے کہ اس طعن کی سماعت کرے اور
اگر گواہون نے گواہ پیش کیے کہ دونون کے مالکون نے اُنکو آزاد کردیا تھا اور یہ آزادی کے گواہ عادل قرار پائے تو مدعا علیہ کے حق
مین حکم اُنکی آزادی کا حکم دیگا اور مال کی اُسپر ڈگری کریگا اور کفیل پر نہ کریگا اور حکم کے حکم سے آزادی غلامون کے مالکان کے حق مین
ثابت نہو جائیگی اور اگر ایسا معاملہ قاضی کے حکم سے ہوتا تو مال بھی کفیل پر ثابت ہو جاتا اور غلامون کی آزادی کا حکم مالک پر
بھی جاری ہوتا۔ پس اگر غلامون کا مالک آیا اور آزادی سے انکار کیا اور دونون کو قاضی کے سامنے لے گیا پس اگر شخصین
گواہون نے گواہی دی جنھون نے حکم کے سامنے اُنکے آزاد ہونے کی گواہی دی تھی اور قاضی نے فیصلہ کیا تو گواہی
جائز ہی اور اگر غلامون کے پاس آزاد ہونے کے گواہ نہین ہین اور قاضی نے اُنکے مملوک ہونے کا حکم دیا تو حکم کا فیصلہ باطل
کردیگا اگر ایک شخص نے دو شخصون پر کسی کپڑے یا گیلی یا وزنی چیز کے غصب کرلینے کا دعوی کیا پھر ایک دونون مین سے غائب
ہوگیا اور دوسرے اور مدعی نے ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو اس شخص موجود کے ذمہ آدھا مال
لازم ہوگا اور اس حکم کے فیصلہ پر غائب کے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اسیطرح اگر کسی میت پر دعوی کیا اور اُسکے تمام وارث غائب ہین
فقط ایک شخص موجود ہی اُسنے اور مدعی نے حکم مقرر کیا تو مدعی کی گواہی پر جسقدر حق کا فیصلہ ہو وہ غائبون کے حق مین جاری نہوگا۔ مترجم

فرق یہ ہی کہ مسئلہ وراثت مین حکم پورے قرضہ کا حکم اسی حاضر پر دیگا او جو کچھ اسکے قبضہ مین ہو اس سے وصول کریگا اور مسئلہ غصب مین حاضر پر نصف مال کا حکم دیگا۔ اگر دوسرے سے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا اور ثمن ادا کر دیا پھر اسمین عیب لگایا اور دونون نے ایک حکم ٹھہرایا اور اُسنے فیصلہ کیا کہ غلام بائع کو واپس دیا جاوے تو جائز ہی پس اگر بائع نے چاہا کہ اپنے بائع سے اس باب مین مخاصمہ کرے تو جائز نہین ہی اور اگر مشتری اور پہلا بائع اور دوسرا بائع سب ایک حکم بنانے پر متفق ہوے اور اُسنے غلام دوسرے بائع کو واپس کرنیکا حکم دیا اور دوسرے بائع نے پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا تو قیاساً اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور استحساناً ہی۔ اور اگر دوسرے بائع کو غلام واپس دینے کے بعد پہلے بائع نے قصد کیا کہ حکم کو معزول کر دیوے تو صحیح ہی اور جب معزول ہوگیا تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ اب وہ غلام پہلے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر اُسکے بعد دوسرے بائع نے پہلے بائع کے ساتھ اسی عیب کی وجہ سے کسی قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قیاس چاہتا ہی کہ قاضی پہلے بائع کو واپس نہ دیوے اور استحساناً واپس کر دیگا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا اسباب اُسکے حکم سے فروخت کیا پھر اُسمین مشتری نے عیب لگایا اور موکل کے حکم سے دونون نے اپنے درمیان ایک حکم مقرر کیا اور حکم نے بسبب اس عیب کے واپس کر دینے کا حکم کیا اس وجہ سے کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا یا قسم کھانے سے کہ میرے پاس کا عیب نہین ہی انکار کیا یا کوئی دلیل یعنی گواہ قائم ہوے پس اگر گواہی یا قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے وکیل کو واپس کر دیا گیا تو وکیل اپنے موکل کو واپس کر سکتا ہی۔ اور اگر اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا اور وہ عیب ایسا ہی کہ اتنے عرصہ مین نہین پیدا ہو سکتا ہی یا اُسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہی تو بھی موکل کو واپس کر سکتا ہی اور اگر ایسا عیب ہی کہ پیدا ہو سکتا ہی تو جبتک اسپر گواہ قائم نہ کرے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہی واپس نہین کر سکتا ہی۔ اور اگر حکم مقرر کرنا بدون موکل کی رضامندی کے تھا تو موکل پر اسمین سے کوئی حکم لازم نہوگا سوا اسکے کہ گواہ قائم ہون یا وہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اُسکے حکم سے خریدی اور وکیل نے اسمین عیب لگایا اور موکل کی اجازت سے باہم حکم مقرر کیا اور حکم نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کی وجہ سے وہ چیز اُسکے بائع کو واپس کر دی تو موکل کے واسطے بھی یہ حکم لازم ہوگا اور اگر موکل کی بلا رضامندی باہم حکم مقرر کیا اور اُسنے کسی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہین واپس کرنیکا حکم دیا تو بھی یہ حکم موکل پر لازم ہوگا یعنی موکل کو بھی ماننا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ یتیمیہ مین ہی کہ علی بن احمد رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ نابالغ کے وصی اور اُس کے باپ کے قرضخواہ نے دونون نے باہم ایک حکم مقرر کیا پھر قرضخواہ نے وصی پر گواہ پیش کیے تو کیا حکم کو اختیار ہی کہ اس گواہی پر نابالغ پر حکم دیدے یا خاص قاضی کو یہ اختیار ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اسکو ایسا حکم دینے کا اختیار نہین ہی کہ جس مین نابالغ کو ضرر ہو پس اس جواب سے ظاہر ہی کہ اگر ایسا نہو تو حکم دینا جائز ہی اور شیخ ابو حامد رح سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ حکم کچھ حکم نہین دیسکتا ہی اور شیخ حمید او یری رح سے دریافت کیا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر حکم کے حکم مین نابالغ کی بہتری ہو تو جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ بمنزلہ وصی کے صلح کر لینے کے ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔

انتیسوان باب وکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے دعوی کیا کہ مجھے ایک شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہی کہ جو کچھ اُسکا حق کوفہ مین آتا ہی خواہ کسی شخص پر ہو اُسکو طلب کرون اور اُسپر قبضہ کرون اور اگر نہ دے تو اُس سے مخاصمہ کرون اور وکالت پر اُسنے گواہ پیش کیے اور موکل حاضر نہ تھا او مدعی وکالت اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو نہ لایا کہ جسپر موکل کا کچھ حق آتا ہو صرف اپنی وکالت ثابت کرنا چاہی تو قاضی بدون اسکے کہ وہ اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر کرے اسکے گواہون کی سماعت نہ کریگا اگر وہ اپنے ساتھ کوئی ایسا شخص لایا کہ جسپر موکل کے حق کا دعوی کرتا ہی اور مدعا علیہ اس حق کا مقری

یا منکر ہو تو دونون صورتون مین قاضی اُسکی وکالت کے گواہ سُنکر اُسکی وکالت کو نافذ کردیگا پھر اگر اُسنے دوسرے قرضدار کو پیش کرکے اِسپر دعوی کیا تو وکالت ثابت کرنے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کی حاجت نہین ہی اسی وکالت سے ہر شخص پر جسکی طرف موکل کا کچھ حق آتا ہو قاضی کے سامنے دعوے کریگا اور قاضی سماعت کریگا - اور اگر کسی خاص شخص کی طرف جو حق آتا ہی اُسکے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکالت کی گواہی کو قاضی اسی شخص کے سامنے ہی سُنیگا - اگر اُسکو کسی خاص شخص کی طرف جو کچھ حقوق ہین ان سب کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے حاضر ہوکر کسی خاص شخص پر گواہ قائم کیے پھر حاضر ہوکر وکالت پر گواہ پیش کیے پھر دوسرے شخص کو لایا کہ اُسپر بھی کچھ حق کا دعوی کرتا تھا تو اُس وکیل کو وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ قائم کرنے چاہییے ہین بخلاف پہلی صورت کے جو مذکور ہوئی ہی اگر موکل نے خود حاضر ہوکر قاضی کے سامنے بیان کیا کہ مین نے اس شخص کو اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے واسطے جو کوفہ مین آتے ہین اور اُسمین خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اِن دونون کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا شخص نہ تھا کہ جسپر موکل کا کچھ حق ہی پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہی اور جانتا ہی کہ یہ شخص فلان بن فلان فلانے قبیلہ کا ہی تو قاضی وکالت کو قبول کرکے وکیل کے نام نافذ کردیگا پھر اگر وکیل نے کسی شخص کو حاضر کرکے اُسپر حق موکل کا دعوی کیا اور موکل غائب تھا تو وکیل اُسکا مخاصم قرار پاویگا اور اگر موکل کو قاضی نہین پہچانتا ہو تو اُسکے کہنے سے وکالت قبول نہ کریگا کذا فی ادب القاضی للخصاف رح اور خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور یہ دعوی کیا کہ اسپر ہزار درم فلان بن فلان مخزومی کے نام سے ہین اور حقیقت مین وہ میرا مال ہی اور فلان بن فلان کہ جسکے نام سے وہ مال ہی اُسنے اقرار کیا ہی کہ یہ میرا مال ہی نہ اُسکا اور اُسکا نام صرف رکھدیا گیا ہی اور اُسنے مجھے اس مال پر قبضہ کرلینے اور خصومت کرنیکا وکیل کیا ہی تو قاضی مدعا علیہ سے سوال کریگا اگر اُسنے ان سب باتون کا اقرار کیا تو قاضی حکم دیگا کہ مال مذکور مدعی کو دیدے اسواسطے کہ یہ قرار پاچکا ہی کہ قرضہ درحقیقت مدیون کے مال سے ادا ہوتا ہی اور جب اُسنے اس دعوی پر اقرار کیا تو اپنے مال کے دینے پر خود مقر ہوا پس حکم اقرار اُسپر نافذ ہوگا اور خصاف رح نے اِس مسئلہ مین شرط لگائی ہو کہ مدعی دعوی کرے کہ جسکے نام سے مال ہی اُسنے مجھے قبضہ کرلینے کا وکیل کیا ہی اور خصاف رح نے اسکو ظاہر الروایت کہا ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ یہ شرط نہین ہی بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس اقرار پر کہ یہ مال جو فلان کے نام سے ہی اس مدعی کا ہی یہ حکم دیدیا جائیگا کہ مدعی کو دیدے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعوی کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو دلادیا تو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ نہو گا حتی کہ اگر وہ شخص جسکے نام سے مال بیان کیا گیا ہی حاضر ہوکر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہی - اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعوی سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیجاوے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کریگا کہ تیرے پاس اس دعوی کے گواہ ہین کہ فلان شخص نے کہ جسکے نام سے مال ہی اُسنے اقرار کیا ہی کہ یہ مال تیرا ہی اور اُسنے تجھے اِس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی پھر کتاب مین اس دعوی مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہی اور واضح ہو کہ خصومت ثابت ہونے کیواسطے یہ شرط نہین ہی کہ نفس مال ہونیکے واسطے بھی گواہ پیش کرے صرف یہ شرط ہی کہ وکالت کیواسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کریگا پھر اِسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے اپنے وکیل ہونیکے گواہ پیش نکیے تو اُسکا خصم ہونا درست ہوگیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعوی کے طلب کریگا پس اگر اُسنے گواہ پیش کیا تو مال اُس سے دلادیگا اور یہ حکم اُس شخص غائب پر بھی نافذ ہوگا حتی کہ اگر وہ شخص غائب حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہین لے سکتا ہی اور اگر مدعی کے پاس مال ہونیکے گواہ نہین تھے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے اسطرح قسم لیگا کہ واللہ فلان بن فلان مخزومی کا یہ مال کہ جسکو فلان مدعی بیان کرتا ہی مجھپر

نہین ہے نہ کچھ اس مال مین سے ہے اور نہ اُسکے نام سے ہے۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب مدعی نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے ہون اور اگر اُسکے پاس وکالت کے گواہ نہون اور اُسنے قاضی سے کہا کہ مدعا علیہ جانتا ہے کہ مجھے فلان بن فلان غائب نے اس مال پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا ہے اور مدعا علیہ کو قسم دلائی جاوے تو قاضی اُس سے اسطرح قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ فلان بن فلان مخزومی نے اسکو مال پر قبضہ کرنیکے واسطے موافق اسکے دعوی کے وکیل کیا ہے ایسا ہی خصاف رح نے ادب القاضی مین امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کے نام سے ذکر کیا ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رح کا بھی ہے ولیکن خصاف رح کو یاد نہ تھا اسواسطے اُسنے صرف صاحبین رح کو ذکر کیا اور شمس الائمہ حلوائی نے بھی اسی طرف میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ صرف صاحبین رح کا مذہب ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہے کہ مدعا علیہ سے قسم لینا نہ چاہیے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے مرجح سمجھا ہے۔ پھر جب مدعا علیہ سے قسم لیگی اور اُسنے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر اُسنے انکار کیا تو وکالت کا اقرار ہوا[ف] پس قاضی موافق اقرار کے وکالت کا حکم دیدیگا پھر مدعا علیہ سے قاضی مال کو دریافت کریگا پس اگر اُسنے موافق دعوی کے اقرار کیا تو اسکو حکم دیگا کہ مدعی کو دیدے اور اگر اُسنے مال سے انکار کیا تو مدعی کو اُسکے ساتھ قسم لیکر مال لینے کی خصومت ثابت ہوگی اور گواہی سے ثابت کرنے کا حق نہوگا حتی کہ اگر اُسنے مال ثابت کرنے کے گواہ پیش کرنے چاہے تو قاضی گواہی کی سماعت نہ کریگا۔ اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کے وکیل ہونیکا صریح اقرار کیا ولیکن مال کا انکار کیا تو بھی مدعی کو قسم کے ساتھ مال لینے کا حق خصومت حاصل ہوگا نہ یہ کہ گواہ پیش کرے اور مال ثابت کرے۔ اور اس مسئلہ کی نظیر مین یہ مسئلہ ہے کہ جو ہمارے اصحاب نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ فلان بن فلان ہاشمی نے مجھے وکیل کیا ہے کہ جو کچھ اُسکا حق زید کی طرف آتا ہے اسکو طلب کرون اور اُسکے ہزار درم زید پر ہین مین اُنکا مدعی ہون اور مدعا علیہ نے وکیل ہونیکا اقرار کیا مگر مال سے انکار کیا پھر مدعی نے چاہا کہ اسپر مال ثابت کرنے کیواسطے گواہ پیش کرے تو اُسکو ایسی خصومت کا حق حاصل نہین ہے ولیکن اُس سے قسم لیکر مال لے سکتا ہے یا اقرار سے لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے مال کا اقرار کیا اور وکیل ہونے سے انکار کیا تو قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کریگا پھر اگر اُسنے پیش کیے تو گواہی سے وکالت ثابت ہوگی اور اب اسکو ہر طرح اس سے خصومت کا اختیار ہے یعنی اگر مدعا علیہ اقرار کرے تو مال لے سکتا ہے اور اگر انکار کرے تو قسم لے سکتا ہے یا گواہ پیش کر سکتا ہے۔ اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون اور اپنے وکیل ہونے کی مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی کہ یہ جانتا ہے تو اُس سے قسم لیگا مگر اسمین وہی اختلاف ہے جو ہم نے سابق مین بیان کیا ہے پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہوگیا۔ اور اگر اُسنے انکار کیا تو وکالت ثابت ہوگی ولیکن مال لینے کے حق مین نہ یہ کہ غائب شخص پر حکم ثابت ہوجاوے[ف] اور امام محمد رح نے فرمایا اگر ایک شخص اپنے ساتھ ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور اُسپر دعوی کیا کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا ہے کہ جو اُسکا قرض اس شخص پر آتا ہے اسکو وصول کرون اور اس سے خصومت کرون اور جو اُس کا مال معین اسکے پاس بطور ودیعت کے ہے اسکو لے لون اور مدعا علیہ نے اس سب کی تصدیق کی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ قرضہ اسکے سپرد کرے اور مال عین کے سپرد کرنے کیواسطے حکم نہ دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اُسپر دعوی کیا کہ فلان بن فلان مخزومی کے اسپر ہزار درم آتے ہین اور اُسنے مجھے اس مال کے وصول کرنے اور اسمین خصومت کرنیکا اور جو کچھ اسکا حق آتا ہے سب مین خصومت کا وکیل کیا ہے اور اس سب دعوی پر گواہ پیش کیے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ جبتک وہ اپنے وکیل ہونیکے گواہ نہ پیش کریگا مین اُسکے مال کے گواہ نہ سنونگا اور اگر وکالت اور مال دونون کے ایک ساتھ گواہ دیے تو وکالت کا حکم دونگا اور مال کی گواہی دوبارہ پیش کرکے سنا دے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون کا حکم وکالت اور مال کا حکم دونگا اور قرضہ دوبارہ گواہی کی ضرورت نہین ہے اور امام ابو یوسف رح کا قول مضطرب ہے اور بظاہر ایسا ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک دونون کا حکم دیا جائیگا

ف اقرار سے [illegible] مدعی [illegible] [illegible] وکالت کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ولیکن پہلے وکالت کا حکم دیا جائیگا پھر بدون دوبارہ گواہی کے مال کا حکم دیا جائیگا، ور قاضی حکم دینے مین ترتیب کا لحاظ رکھیگا نہ گواہی کے سننے مین اور یہ استحسان ہی اور امام اعظم رح سے روایت ہو کہ انھون نے فرمایا کہ قیاس کی علت ظاہر ہونے کی وجہ سے مین قیاس کو لیتا ہون اور امام محمد رح نے لوگون کی حاجت کی وجہ سے استحسان کو لیا ہی اور اسی قول پر فتوی ہی۔ اور اسیطرح اگر وصی نے قرضہ اور موصی لہ دونون کے ایک ساتھ گواہ پیش کیے یا وارث نے اپنے نسب اور مورث کے مرنیکے اور قرضہ کے ایکبارگی گواہ پیش کیے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر قرضہ کے وصول کرنیکا وکیل کیا اور تاکید خصومت کرنے سے کچھ تعرض نکیا کہ خصومت کرے یا نکرے اور مدیون نے وکالت اور مال دونون سے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وکیل کے گواہ وکالت اور مال دونون پر سنے جائینگے اور صاحبین رح کے نزدیک وکالت کے مقبول ہونگے مال کے مقبول نہونگے امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنے تمام حقوق مین خصومت کرنے کیواسطے جو اسکے حقوق لوگون پر ہین وکیل کیا پھر وکیل نے ایسے شخص کو جسپر موکل کے حق کا مدعی ہی قاضی کے سامنے پیش کیا اور اسنے حق کا اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا یا اسکے برعکس کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے پھر ہنوز گواہون کی تعدیل نہوئی تھی کہ وہ شخص غائب ہوگیا تو جب تک وہ حاضر نہو قاضی اسکی وکالت کا حکم باوجود تعدیل گواہون کے نہ دیگا پس اگر مدعی نے کسی دوسرے شخص کو حاضر کیا کہ اسپر بھی موکل کے حق ہونیکا دعوی کرتا ہی اور وہ بھی اسکی وکالت سے انکار کرتا ہی اور پہلے گواہون کی گواہی پر قاضی نے اسپر حکم دیدیا تو مدعا علیہ پہلا تمام لوگون کی طرف سے اسپر گواہی کی سماعت ہونے مین خصم ہوگا اس لیے کہ وکالت کا مدعی سب لوگون پر وکالت ثابت کرنا چاہتا ہی کیونکہ وکالت ایک ہی ہی اور جو شخص حاضر کیا گیا وہ سب لوگون کی طرف سے خصم ہوا اور اسپر گواہی قائم ہونا وہی سب لوگون پر قائم ہونا ہوگی اور کاش اگر سب لوگون پر گواہ قائم کرتا اور انمین سے ایک غائب ہو جاتا تو کیا جو لوگ حاضر تھے انپر حکم نہ دیا جاتا بلکہ دیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی دیا جائیگا اور یہی کتاب مین ہو کہ اگر کسی شخص کے وکیل پر گواہ قائم ہوے اور وہ غائب ہوگیا اور موکل خود حاضر ہوا یا اسکے برعکس ہوا یا مورث پر اسکی زندگی مین گواہ قائم ہوے پھر وہ مرگیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا وارث پر قائم ہوے اور وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو ان سب صورتون مین جو شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہی اسپر پہلے کے گواہون کی گواہی پر حکم دیدیا جائیگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور اسپر دعوی کیا کہ فلان شخص جو میرا باپ تھا مر گیا اور اسنے سواے میرے کوئی وارث نہین چھوڑا اور میرے باپ کا اس شخص پر اسقدر مال ہی تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ ہو کہ قرضہ کا دعوی کرے یا کسی مال معین کا کہ جو مدعا علیہ کے پاس ہی دعوی کرے کہ یہ میرے باپ کا تھا اسنے اس سے غصب کر لیا تھا یا اسکے پاس اسنے ودیعت رکھا تھا اور دوسری یہ کہ کچھ تعرض نکرے اور دعوی کرے کہ میرے باپ کا مال ہی اسے میرے واسطے میراث چھوڑا ہی اور اسکا کوئی وارث سواے میرے نہین ہی تو قاضی مدعا علیہ سے اسکو دریافت کریگا پس اگر تمام دعوی کا اسنے اقرار کیا تو صحیح ہی اور اسکو حکم کیا جائیگا کہ قرضہ اور مال معین سب اسکے سپرد کرے اور اگر اسنے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ کو قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کر دینے کا حکم کیا جائیگا۔ اور واجب ہو کہ پہلے مدعی اپنے باپ کے مرنے اور اپنے نسب ثابت کرنے کے گواہ پیش کرے تاکہ خصومت صحیح ہو پھر مال پر گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون اور اسنے مدعا علیہ سے اپنے دعوے پر قسم طلب کی تو خصاف رح نے ذکر کیا ہو کہ ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہو کہ قسم نہ لیجائیگی اور خصاف رح نے فرمایا کہ اسمین ایک روایت قسم لینے کی بھی آئی ہی اور یہ بیان نکیا کہ کس نے فرمایا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا

کہ پہلا قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرا امام محمد رح و امام ابویوسف رح کا ہی اور شیخ علی رازی رح و شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قسم لینا سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی اور دوسرے مقام پر مذکور ہی کہ امام ابوحنیفہ رح پہلے اسکے قائل تھے کہ قسم نہ لیجائیگی پھر اس سے رجوع کر کے قسم لینے کے قائل ہوئے پھر واضح ہو کہ جب اُس سے قسم لیجائے گی تو حاصل دعوی پر قسم لیجاویگی کہ واللہ مجھپر یہ مال کہ جسکا دعوی یہ شخص کرتا ہی جس وجہ سے دعوی کرتا ہی نہین ہی اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ہی۔ اور اگر مدعی نے سوائے مال کے موت اور نسب ثابت کرنیکے واسطے گواہ قائم کیے تو بلا اختلاف مدعا علیہ سے مال پر قسم لیجائیگی اور اگر مال پر سوائے موت و نسب کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے اور اگر نسب پر سوائے موت اور مال کے گواہ پیش کیے تو بھی مقبول نہونگے۔ اور واضح ہو کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کے تمام دعوی کا اقرار کر لیا اور اُسپر حکم جاری کیا گیا کہ قرضہ یا مال معین مدعی کے سپرد کرے تو یہ حکم مدعی کے باپ کے حق مین جاری ہوگا حتی کہ اگر اُسکا باپ زندہ ظاہر ہوا تو وہ مدعا علیہ سے اپنا مال لے سکتا ہی اور یہ مدعا علیہ مدعی کا یعنی بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مدعا علیہ نے مدعی کے باپ کے مرنے اور اُسکے وارث ہونیکا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو قسم لیجائیگی اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی یا امام اعظم رح کا پہلے یہ قول تھا جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے دوسرے مقام پر ذکر کیا ہی اور امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یا امام اعظم رح کے نزدیک موافق دوسرے قول کے جیسا کہ بعض مقام پر ذکر مذکور ہی اُس سے قسم لیجاویگی کہ اپنے علم پر قسم کھاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس شخص کا باپ مر گیا اور میرے اسپر ہزار درم قرض ہین تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ سے اُسکے باپ کے مرنے کو دریافت کرے اور پہلے اسکو مدعی سے جواب دعوے کا حکم نہ کرے پھر اگر اُسنے اپنے باپ کے مرنے کا اقرار کیا تو مدعی کا جواب دعوی دریافت کریگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ میرے باپ پر یہ قرض تھا تو قاضی اُسکے حصے سے دلوا دیگا اور اگر اُسنے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور قرضہ پورے ترکہ مین سے دلوایا جاویگا خاص اس وارث کے حصہ ہی سے متعلق نہوگا ولیکن قاضی اس گواہی پر قرضہ دلوانے کا حکم اُسوقت کریگا کہ جب مدعی پہلے قسم کھالے کہ مین نے یہ قرضہ وصول نہین پایا اور نہ مین نے اسکو معاف کر دیا ہی اگرچہ مدعا علیہ وارث وصول یا معافی کا دعوی نہ کرے بخلاف زندہ شخص پر دعوی کے کہ اُس مین بدون دعوی مدعا علیہ کے قاضی مدعی سے قسم نہ لیگا ایسا ہی خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہی اور اجناس ناطقی مین ہی کہ اگر کسی شخص نے میت کے ترکہ پر قرضہ کا دعوی کیا تو قاضی مدعی سے بدون کسی وارث کے دعوے کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی پس جو خصاف رح نے ذکر کیا ہی وہ صاحبین رح کا قول ہی اور اسی کو خصاف رح نے اختیار کیا ہی پھر قسم دلانے کی یہ صورت ہی کہ واللہ مین نے نہ تمام مال وصول پایا اور نہ اُسمین سے کچھ وصول پایا اور نہ اُس کے عوض کوئی چیز رہن لی اور نہ اسمین سے کسی قدر کے عوض کچھ رہن لیا اور نہ تمام کو اور نہ کسی قدر اُسنے مجھے کسی پر اُترایا اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے کسی ایلچی یا وکیل نے تمام مال یا اُسمین سے کچھ وصول کیا ہی اور اگر ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی کہلا لیا جاوے کہ مجھے کسی وجہ سے نہین پہونچا ہی تو زیادہ احتیاط ہی پھر اگر اس مدعی کے پاس گواہ نہ ہون اور اُس نے اس وارث سے قسم لینا چاہی تو ہمارے علما کے نزدیک اُسکی دانستگی کی قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ پر مدعی کا اسقدر مال یعنی ہزار درم یا اسمین سے کسی قدر قرض ہی پس اگر وارث نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر اُس نے قسم سے انکار کیا تو قرضہ اسی کے حصہ مین سے دلایا جاویگا۔ خزانۃ المفتین میں ظاہر روایت کے موافق لکھا ہی کہ اگر اس وارث مدعا علیہ نے اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کیا یا جب اُس سے قسم لی گئی تو اُسنے انکار کیا اور اسطرح اقرار ثابت ہوا ولیکن بعد

اس اقرار کے اُسنے کہا کہ مجھے باپ کے ترکہ مین سے کچھ نہین ملا ہی پس اگر مدعی نے اس قول مین اُسکی تصدیق کی تو مدعی کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ نہین بلکہ تجھے ہزار درم یا اس سے زیادہ ملے ہین اور قسم طلب کی تو اُس سے قطعی طور پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ مین سے نہ ہزار درم اور نہ اسمین سے کسی قدر کچھ نہین وصول ہوے پس اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسپر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اُسکے ذمہ دینا لازم ہوگا۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت مین ہی کہ مدعی نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب مدعی نے وارث سے قرضہ پر قسم طلب کی تو اُسنے کہا کہ مجھپر قسم نہین آتی ہی کیونکہ مجھے ترکہ مین سے کچھ نہین وصول ہوا ہی اور مدعی نے اسکی تکذیب کی یا تصدیق کی ولیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینا چاہی تو قاضی وارث کے کہنے پر لحاظ نہ کریگا اور اس سے قسم لیگا اور کبری مین لکھا ہی کہ فقیہ ابو جعفر رح ایسی صورتون مین مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو مسموع نہین کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ مین سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اس سب مین اُسکی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونون پر قسم طلب کی تو خصاف رح نے یہ صورت کتاب مین نہین لکھی ہی اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ اُس سے ایک ہی قسم اسطرح لیجاویگی کہ واللہ مجھے ہزار درم یا اسمین سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ مین سے نہین وصول ہوے اور نہ مین جانتا ہون کہ میرے باپ پر اس مدعی کا یہ قرضہ موافق اسکے دعوی کے ہی پس اس صورت مین قطعی[1] اور علمی دونون طرح کی قسم جمع ہوگی اور یہ جائز ہی جیسا کہ حدیث قسامہ مین آیا ہی اور عامہ مشائخ کے نزدیک دوبار کرکے قسم لیجائیگی۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت مین ہی کہ وارث نے باپ کے مرجانے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعضے نسخون مین اس حکم کے ساتھ لکھی ہی کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونون پر ایک قسم لیجاویگی کہ واللہ مجھے نہین معلوم کہ میرا باپ وہان مرگیا اور نہ مجھے ترکہ مین سے کچھ ملا ہی پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور اسی کو بعضے مشائخ نے لیا ہی۔ اور مشائخ کے نزدیک دوبار کرکے قسم لیجاویگی ایک بار موت پر اُسکے علم کے موافق کہ وہ نہین جانتا ہی اور ایک بار قطعی طور پر ترکہ وصول ہونے مین پس اگر وارث نے اسطرح قسم کھانے سے انکار کیا اور مرنا اور ترکہ کا پہونچنا انکار سے ثابت ہوگیا تو پھر اُسکے علم کے موافق اُس سے اس قرضہ کی قسم لیجاویگی۔ اور اگر اُسنے قرضہ کا اور موت کا اور ترکہ ہزار درم کا اقرار کیا ولیکن اپنے ساتھ کچھ لوگون کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہین تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین اگر اُسنے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درم ترکہ مین پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہین تو اس صورت مین حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کے سپرد کرے اور اگر اُسنے ان لوگون کے بھائی ہونیکا پہلے اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو اُسنے ان لوگون کو اپنا شریک ہونیکا اقرار کیا پس ترکہ موافق حصص کے تقسیم ہوگا اور اگر اسکے بعد اُسنے قرضہ کا اقرار کیا تو اسکے اقرار کے موافق قرضہ اُسکے حصے مین سے خاص کر دلایا جائیگا کذا فی المحیط

اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارث نے کسی شخص پر دعوی کیا کہ میرے باپ کے اُسپر ہزار درم قرض تھے اور وہ مجھے میراث مین پہونچے ہین اور مدعا علیہ نے اُسکے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لینا چاہی تو اسطرح قسم لیسکتا ہی کہ قسم کھا کہ واللہ تیرے باپ کے مجھپر تیرے دعوے کے موافق نہ ہزار درم ہین اور نہ اسمین سے کچھ ہی اور اگر وارث نے گواہ قائم کیے تو اس سے قسم لیجائیگی کہ اُسکے باپ نے قرضہ وصول پایا ہی اور اگر قرضدار نے قرضہ کا اقرار کیا اور دعوی کیا کہ اسکے باپ نے مجھسے وصول کرلیا ہی یا وارث کے دعوی پر معارضہ کیا کہ آدمی پر کبھی قرضہ ہوتا ہی اور پھر نہین رہتا ہی کبھی باپ نے کہ قرضخواہ اُس سے وصول کر لیتا ہی اور لوگ کسی چیز کا اقرار کرتا ہی نہین جانتا ہون کہ لازم ہو یا اور قرضدار نے چاہا

[1] قطعی یعنی یقینی نفی کسی بات کی قطعی طور سے اور علمی یعنی میرے علم مین بات یون ہو یا نہین ۱۲

کہ وارث سے قسم لیوے تو ایسی حالت مین وارث سے اسطرح قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ نے یہ قرضہ وصول پایا ہی امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے آکر دعوی کیا کہ مین اس میت کا وارث ہون کہ میرے سواے اسکا کوئی وارث نہین ہی اور فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونیکا حکم دیدیا ہی اور دو گواہ پیش کیے کہ انھون نے گواہی دی کہ فلان شہر کے قاضی نے ہم دونون کو اپنے اس حکم پر کہ یہ شخص فلان میت کا وارث ہی کہ اسکے سوا دوسرا اسکا وارث نہین ہی گواہ کرلیا ہی اور ان گواہون نے یہ بھی کہا کہ ہم کو یہ نہین معلوم کہ کس دلیل سے اُسنے یہ فیصلہ کیا ہی تو دوسرا قاضی بھی اسکو وارث قرار دیگا اور دوسرے قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ تیرا اس میت سے کیا رشتہ ہی اور یہ دریافت کرنا حکم قضا کے نافذ کرنے کیواسطے کچھ ضروری نہین ہی حتی کہ اگر اُسنے نہ بیان کیا تو بھی قاضی پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کریگا لیکن یہ سوال اس احتیاط کی غرض سے ہی کہ اگر شاید دوسرا کوئی وارث پیدا ہو تو قاضی کو معلوم رہے کہ دونون مین سے کون میراث کا زیادہ مستحق ہی پس اگر مدعی نے اپنا کوئی ایسا رشتہ بیان کیا کہ جس سے وارث ہو سکتا ہی تو قاضی میراث اسکو دیدیگا ولیکن اس رشتہ کا حکم نافذ نہ کریگا پھر اگر کوئی شخص دوسرا آیا اور دعوی کیا کہ مین اس میت کا باپ ہون کہ میرے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہی اور اسپر گواہ پیش کیے تو قاضی اس بات کا لحاظ کریگا کہ اگر پہلے مدعی نے ایسا رشتہ بیان کیا تھا کہ جس سے باپ کے ہوتے ہوے وہ وارث نہین ہو سکتا ہی تو قاضی تمام میراث دوسرے کو دلا دیگا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ باپ کے ہوتے ہوے وارث ہو سکتا ہی مثلاً اُسنے اپنے تئین بیٹا ہونا بیان کیا تو قاضی باپ کو چھٹا حصہ دلوا دیگا اور اگر پہلے نے اپنے تئین میت کا باپ بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو قاضی دوسرے کو پانچ چھٹا حصہ میراث دلوا دیگا اور اگر پہلے نے اپنے تئین باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بھی اپنے باپ ہونے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے دوسرے مدعی کے لیے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ ہی تو تمام میراث اُسکا حصہ ہی کیونکہ پہلے شخص کا باپ ہونا صرف اُسکے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرے کا باپ ہونا گواہون سے ثابت ہوا اور اگر ایک شخص آیا اور اُسنے کسی میت کے باپ ہونے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ ہی اور میراث اسکو دلادی پھر دوسرے شخص نے میت کے باپ ہونے پر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہ قبول نکریگا اور نہ پہلے کے ساتھ شریک کریگا اور کتاب مین مذکور ہو کہ اگر قاضی نے دوسرے شخص کے باپ ہونے پر فیصلہ کیا اور اسکو میراث دلوادی اسی وقت پہلے شخص نے کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ مین میت کا باپ ہون تو اُسپر التفات نہ کیا جاویگا اور اگر پہلے شخص نے اسپر گواہ پیش کیے کہ پہلے قاضی نے میرے باپ ہونیکا حکم دیدیا ہی تو دوسرا قاضی تمام میراث اُسکو دلوادیگا اور اگر قاضی نے ہنوز دوسرے شخص کے باپ ہونے کا حکم نہین دیا تھا کہ پہلے شخص نے اپنے گواہ قائم کیے کہ مین میت کا باپ ہون تو قاضی میراث دونون کو تقسیم کردیگا کیونکہ دونون کا دعوی اور حجت برابر ہی۔ اور مولی العتاقہ کا بھی دعوی مثل باپ ہونے کے دعوی کے ہی مثلاً ایک نے کسی غلام کی نسبت دعوی کیا کہ اس غلام میت کا حق آزادی مجھے پہونچتا ہی کہ صرف مین نے اسکو آزاد کیا ہی اور قاضی نے اُسکے واسطے حکم کیا اور دوسرے نے بھی یہ دعوی کیا تو ظاہر ہی کہ دو شخص ایک غلام کو تمام وکمال آزاد نہین کر سکتے ہین پس اسکی صورت بھی مثل نسب کے ہوگی یعنے اگر کسی ایک کے واسطے بسبب ولاء آزادی کے میراث کا حکم دیا گیا تو پھر دوسرے کی نسبت نہ دیا جائیگا اور اگر دونون ایک ساتھ مجتمع ہوے تو دونون کو برابر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے نسب کی صورت مین بیان کردیا ہی۔ اگر پہلے شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور قاضی اول نے اسکے واسطے میراث کا حکم دیدیا اور دوسرے شخص نے بھی ایسا دعوی کیا گواہ پیش کیے تو دونون میراث مین شریک ہونگے کیونکہ ایک کیواسطے پہلے حکم ہو چکا ہی اور اگر پہلے مدعی نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا اور پھر ایک

عورت نے میت کی بیٹی ہونیکا دعوی کیا تو دونوں میں میراث کے تین حصہ ہونگے یعنی دو حصہ بیٹے کو اور ایک حصہ اُس عورت بیٹی کو ملیگا اگرچہ پہلے مدعی کے واسطے پہلے حکم ہو چکا ہی۔ اگر پہلے مدعی نے میت کے باپ ہونے یا بیٹے ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے اپنے بھائی ہونیکے گواہ پیش کیے تو دوسرے کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر پہلے ایک عورت کے واسطے اُسکے دعوی پر کہ وہ میت کی زوجہ ہی حکم دیا گیا تھا پھر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ مین میت کا بھائی ہون تو چوتھائی سے جسقدر زائد ہی یہ شخص اُس عورت سے وصول کریگا اور اگر دوسرے نے اپنے تئین بیٹا ثابت کیا تو عورت سے سوائے آٹھوین حصہ کے سب لے لیگا۔ اگر پہلا شخص جسکے واسطے حکم جاری کیا گیا ہی معتوہ یا طفل نابالغ ہو کہ اپنا رشتہ بیان نہ کر سکے پھر بعض نے اپنے رشتہ دار ہونیکے گواہ قائم کیے پس اگر دوسرا وارث ایسا ہی کہ مثل بھائی و چچا کے بعض صورتون مین محروم ہو جاتا ہی تو قاضی اُسکو ساقط کر دیگا اور اگر محروم ساقط نہین ہوتا ہی تو قاضی پہلے کو زیادہ اور دوسرے کو کم حصہ دیگا یعنی مثلاً پہلا مذکر ہی تو قاضی اُسکو میت کا بیٹا قرار دیکر دوسرے کو مثلاً باپ ہو تو چھٹا حصہ دیگا اور اگر دوسری مدعیہ ہو یعنی میت کی زوجہ ہونے کی مدعی ہو تو اُسکو آٹھوان حصہ دیگا۔ اگر ایک عورت نے اسکے گواہ پیش کیے کہ فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دیا ہی اور تمام میراث مجھے دلائی ہی تو دوسرا قاضی اُسکو نافذ کریگا جیسا مرد مدعی ہونے کی صورت مین نافذ کرتا ہی پھر اگر اسکے بعد کسی مرد نے دعوی کیا اور گواہ لایا کہ مین اس میت کا باپ یا بیٹا ہون یا کسی عورت نے میت کی زوجہ ہونے کے گواہ پیش کیے تو قاضی پہلی عورت سے دریافت کریگا کہ تیرا کیا رشتہ ہی پس اگر اُسنے اپنے کو بیٹی قرار دیا تو اُسکے زعم کے موافق تقسیم کریگا اور اگر پہلی عورت جسکے واسطے حکم ہو چکا ہی کم عقل یا نابالغ ہو کہ اپنے رشتہ کو بیان نہ کر سکے تو قاضی عورتون کے حصون مین سے زیادہ حصہ اسکو دیگا اور ان لوگون کو جو کم حصہ ہوتا ہی دیدے گا کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے ایک میت کے وارثون پر دعوی کیا کہ انکے باپ پر میرا اسقدر مال قرض تھا اور وہ مرگیا اور اپنی زندگی مین خوشی سے اُسنے میرے قرضہ کا اقرار کیا تھا اور اسمین سے کچھ نہ ادا کیا اور مرگیا اور ترکہ ان وارثون کے ہاتھ مین میرے قرضہ کے ادا کے قدر اور زیادہ بھی آیا ہی مگر اُسنے ترکہ کی چیزین نہ بیان کین تو فتوی کے واسطے یہ مختار ہی کہ ترکہ کی چیزین بیان کرنا قرضہ کے ثابت کرنے کے واسطے شرط نہین ہی ولیکن قاضی وارثون کو قرضہ ادا کرنے کا حکم جب دیگا کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ انکو ترکہ وصول ہوا ہی اور اگر انھون نے انکار کیا تو مدعی کو قرضہ لینے کے واسطے اسقدر بیان کرنا ترکہ کی چیزون کا ضرور ہی کہ جس سے اُن کے ہاتھ مین ہونا معلوم ہو۔ ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے شخص کے قبضہ مین ہی اسطرح دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ فلان شخص کا ہی اور وہ مرگیا اور اُسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہی اور میری ایک بہن ہندہ ہی کہ ہم دونون کے سوا اس کا کوئی وارث نہین ہی اور اس دار کے ساتھ کپڑے اور چوپائے وغیرہ میراث مین چھوڑے تھے پھر ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ دار میرے حصہ مین آیا اور اس سبب سے اب یہ دار تمام میری ملکیت ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی پس یہ دعوے اُسکا صحیح ہی ولیکن یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ کسکے کہ میری بہن نے میراث مین سے اپنا تمام حصہ وصول کر لیا ہی تاکہ مدعی کو تمام دار کے حاصل کرنے کا استحقاق صحیح ہو۔ اور اگر اُسنے اپنے دعوے مین بیان کیا کہ میرا باپ مرگیا اور میرے اور میری بہن کے لیے میراث چھوڑا پھر میری بہن نے تمام دار کا میرے لیے ہونے کا اقرار کیا اور مین نے اُس کے قول کی تصدیق کی تو صحیح نہین ہی کہ قاضی ایک تہائی دار کے عوض کی سماعت کرے گا کیونکہ تہائی دار کی ملکیت کا دعوے اقرار پر ہی اور اقرار پر ملکیت کا دعوے صحیح نہین ہوتا ہی اور اسی پر عامہ مشائخ کا فتوے ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر کسی قرضخواہ کا قرضہ دوسرے شخص پر میعادی ہو اور اُس نے قرضہ ثابت کرنا چاہا تو اُس کو ثابت کرنے کا اختیار ہی اگرچہ فی الحال ادا کر دینے کا مطالبہ نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح

اگر عورت نے چاہا کہ اپنے باقی مہر کو شوہر کے ذمہ ثابت کرے تو اختیار ہے اگرچہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتی ہے شمس الاسلام قاضی اوزجندی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مال عین ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ مال میرے باپ کی ملک تھا وہ مرگیا اور اُسنے میرے واسطے اور فلان و فلان وارثون کے واسطے میراث چھوڑا۔ مدعی نے تعداد ورثہ بیان کی مگر اپنا حصہ نہ بیان کیا تو قاضی شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ دعوی صحیح ہے اور اگر اُسنے اپنے دعوے پر گواہ سنائے تو سُنے جائینگے ولیکن جب سپرد کروانے کا مطالبہ کرے تو حصہ کی مقدار بیان کرنی ضرور ہے اور اگر حصہ بیان کیا ولیکن وارثون کی تعداد نہ بیان کی مثلاً کہا کہ یہ مال عین میرے باپ نے میرے واسطے اور چند اور لوگون کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میرا حصہ اسمین سے اسقدر ہے وہ مجھے دلایا جاوے تو اور وارثون کا بیان کرنا ضرور ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُسکا حصہ اُسکے دعوے سے کم ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم قرض ہین اور وہ شخص ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور تیرے پاس اُسکے ہزار درم ہین اور اسمین سے اپنا قرضہ دلانیکا دعوی کیا تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت نہ کریگا اور مدعا علیہ سے قسم بھی نہ لیگا اور اگر گواہ پیش کیے تو نہ سُنے جائینگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک نصرانی مرگیا اور اُسکی عورت مسلمان آئی اور دعوی کیا کہ مین اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہون اور مجھے میراث پہونچتی ہے اور وارثون نے کہا کہ تو اُسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہوگئی ہے پس تجھے میراث نہیں پہونچتی ہے تو قول وارثون کا لیا جاویگا اور اگر ایک مسلمان مرگیا اور اُسکی عورت نصرانی تھی پھر اُسکے مرنے کے بعد آئی اور وہ اُسوقت مسلمان تھی اور دعوی کیا کہ مین اُسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہوئی ہون اور وارثون نے کہا کہ تو بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہے تو بھی وارثون کا قول لیا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکے چار ہزار درم دوسرے شخص کے پاس ودیعت تھے پھر جسکے پاس ودیعت تھے اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور سوا اسکے دوسرا وارث نہیں ہے تو مال اُسکے سپرد کردینے کا حکم کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر اُسنے کسی شخص کے واسطے یہ اقرار کیا کہ یہ شخص ودیعت رکھنے والے کا وکیل قبض ہے یا اُسنے اُس سے خریدا ہے تو اُسکے دیدینے کا حکم نہ کیا جائیگا بخلاف قرضدار کے کہ اگر اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص قرضہ وصول کرنیکا قرضخواہ کیطرف سے وکیل ہے تو حکم کیا جائیگا کہ اُسکو دیدے اور اگر ودیعت کے اپنے پاس رکھنے والے نے کسی دوسرے کیواسطے بھی اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور پہلے شخص نے کہا کہ سوائے میرے اسکا بیٹا نہیں ہے تو پہلے کو مال دلایا جاویگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ فوائد ظہیریہ مین فصل ودیعت مین لکھا ہے کہ اگر سپرد کردینے کا حکم نہ کیا گیا اور یہانتک کہ اُسنے سپرد کردیا پھر واپس لینا چاہا تو شیخ الاسلام علاء الدین نے فرمایا کہ واپس نہیں کرسکتا ہے اور میرے والد رح اپنے استاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت کرتے تھے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب مین متردد تھے اور یہی فصل ودیعت مین لکھا ہے کہ اگر سپرد کردینے کا حکم ہوا اور اُسنے سپرد کردیا یہانتک کہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو بعضون نے کہا کہ ضامن نہوگا اور ضامن ہونا چاہیے تھا اور جب میراث وارثون مین یا قرضخواہون مین تقسیم ہوئی تو قرضخواہ یا وارث سے کفیل نہ لیگا اور بعضے قاضیون نے اسمین احتیاط کی ہے کذا فی النہایہ اور یہ ظلم ہے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جب تک اُنسے کفیل نہ لے مال اُنکو نہ دیگا اور مدعی وارث کو دیدینا اسی وقت صحیح ہے کہ جب وہ ایسا وارث ہو کہ دوسرون کے ہوتے ہوے محجوب نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسا ہو کہ محجوب ہوجاتا ہے تو اسکا حکم اسکے برخلاف ہے اور یہ مسئلہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص آیا اور ایک دار جو دوسرے کے قبضہ مین ہے دعوے کیا کہ یہ میرے باپ کا ہے اور اُسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور گواہون نے وارثون کی تعداد پر گواہی نہ دی اور یہ نہ کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ میت نے اپنے وارثون کے واسطے میراث چھوڑی ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور نہ کچھ اُسکو دلایا جائیگا جبتک وہ وارثون کی تعداد پر گواہ پیش کرے کیونکہ جب تک

وارث نہ معلوم ہون تب تک اِس مدعی کا حصہ نہ معلوم ہوگا اور نامعلوم پر فیصلہ نہین ہوسکتا ہی اور اس مقام پر تین صورتین ہین ایک یہی جو مذکور ہوئی اور دوسری یہ کہ گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہی اور اسکے سواے کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین تو قاضی بلاتوقف تمام ترکہ کا حکم اسکے واسطے دیدیگا اور تیسری صورت یہ ہی کہ گواہون نے کہا کہ یہ شخص فلان میت کا جو اس دار کا مالک تھا بیٹا ہی اور وارثون کی تعداد کی گواہی نہ دی اور نہ یہ کہا کہ ہم اسکے سواے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو قاضی چند روز تک توقف کریگا اگر کوئی دوسرا وارث حاضر ہوا تو قاضی میراث دونون مین بانٹ دیگا ورنہ اِس مدعی کو دیدے گا اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ اِس سے کفیل نہ لیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لیگا۔ اور تمام میراث اس وارث کو اسوقت دیگا کہ جب یہ وارث دوسرے وارث کے ہونے سے محجوب نہوجاتا ہو اور اگر اسکا حصہ مختلف ہوتا ہو جیسے شوہر و زوجہ کو انکے حصہ فرزند کے موجود ہونے اور نہونے کی صورت مین مختلف ہین تو کمتر حصہ اسکے سپرد کردیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادہ حصہ دے گا یعنے شوہر کو آدھا اور زوجہ اگر مدعی ہو تو اُسکو چوتھائی دے گا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ کمتر حصہ اُس کے سپرد کردے گا یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوان حصہ اور امام اعظم رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہی۔ اور یہ اختلاف بابت کفیل لینے کے اُس صورت مین ہی کہ جب قرضہ اور وارث گواہی سے ثابت ہوا ہو اور اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کفیل لے لیگا یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک دار کسی شخص کے قبضہ مین ہی اُسپر دوسرے شخص نے دعوی کیا اور گواہ پیش کیے کہ یہ دار میرے باپ کا ہی اور اُسنے میرے لیے اور میرے فلان بھائی کے لیے جو حاضر نہین ہی میراث چھوڑا ہی تو آدھے دار کا اُسکے لیے حکم دیا جائیگا اور آدھا باقی اُسی کے قبضہ مین چھوڑا جائیگا جسکے پاس ہی اور اُس سے کوئی کفیل نہ لیا جائیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جسکے قبضہ مین ہی یعنی فی الحال جو شخص اس مکان موروث پر قابض ہی اسکو دیکھا جاوے کہ میراث کا مقر ہی یا منکر ہی پس اگر وہ شخص اُس سے منکر ہو تو اُس سے لیکر کسی امانت دار کے سپرد کیا جائے گا اور اگر منکر نہو تو اُسی کے پاس رکھا جاوے۔ اور اگر دعوے کسی مال منقول مین واقع ہو تو بعضے کہتے ہین کہ بالاتفاق کفیل لیا جائے گا کیونکہ اُس کی حفاظت کی ضرورت ہی اور اس مین نزاع اکثر واقع ہوتا ہی بخلاف عقار کے کہ وہ خود محفوظ ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وصی کو وارث بالغ غائب کی طرف سے مال منقول بیچنا جائز ہی اور عقار بیچنا جائز نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ منقول مین بھی اختلاف ہی اور بسبب ضرورت حفظ کے قول امام اعظم رح ظاہر ہی اور جب غائب حاضر ہوا تو گواہی دوہرانے کی ضرورت نہین ہی شیخ علی بزدوی نے فرمایا کہ یہی اصح ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور اس فیصلہ پر آدھا مکان اُسکے سپرد کیا جائے گا اگرچہ دوسرے وارث حاضر نہ ہون کیونکہ ایک وارث میت کی طرف سے جو اُسپر آتا ہی یا اُسکا آتا ہو خصم مقرر ہوسکتا ہی اور وہ سب کی طرف سے ہوتا ہی خواہ مال دین ہو یا عین ہو اور اسکی وجہ یہ ہی کہ فی الحقیقت یہ فیصلہ میت کے واسطے یا میت پر ہوتا ہی اور ایک وارث اُسکی طرف سے خلیفہ ہوسکتا ہی بخلاف ایسے اقرار استیفا کے جو اُس سے متعلق ہو کہ اس مین دوسرے کی طرف سے نائب نہوگا ولیکن واضح ہو کہ کل مال کا استحقاق ایک وارث پر اسوقت ثابت ہوگا کہ جب کل اسکے قبضہ مین ہو ایسا ہی جامع مین مذکور ہی کذا فی الہدایہ
خلاصہ مترجم ۱۲

چھبیسوان باب قید اور پیچھا پکڑنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اُس پر اپنا مال گواہی سے یا اُس کے اقرار سے ثابت کیا تو بدون درخواست مدعی کے قاضی قرضدار کو قید نہ کرے گا اور یہی ہمارا مذہب ہی اور اگر مدعی نے درخواست کی تو پہلی مرتبہ اُس کو قید نہ کریگا بلکہ حکم دیگا کہ اُٹھکر مدعی کو راضی کرلے پھر اگر دوبارہ آیا تو قید کردیگا اور کتاب الاقضیہ مین دونون قرضون مین خواہ اقرار سے ثابت ہوا ہو یا گواہون سے ثابت ہوا ہو کچھ فرق نہین

کیا کہ قید کرنے مین دونون برابر ہین اور اسی کو خصاف رحمہ نے اختیار کیا ہی اور ہمارا مذہب یہ ہی کہ اگر گواہی سے ثابت ہوا تو
اول ہی مرتبہ قید کر دیگا اور اقرار مین اول مرتبہ قید نہ کریگا جب تک کہ اُسکی نادہندگی اور دیر کرنا ظاہر نہ ہو اور دوسری
بار مین بعضے روایت مین ہی کہ قید کرے گا اور بعضے مین ہی کہ نہین بلکہ تیسری بار مین قید کرے گا۔ اور جب قید کرنے کا وقت
آیا اور قاضی اُسکی آسودگی کو جانتا ہی تو اُسکو قید کر دیگا اور اگر نہین جانتا ہی تو اُس سے دریافت نہ کرے گا کہ تیرے پاس
مال ہی یا نہین اور یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہی اور مدعی سے اُسکا حال دریافت کرنے مین ہمارے اصحاب سے ظاہر
مذہب یہ ہی کہ نہ دریافت کریگا مگر اُس صورت مین کہ مدعا علیہ اسکی درخواست کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر قرضدار نے مدعی
سے اپنی آسودگی دریافت کرنے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی بالاجماع اس سے دریافت کریگا پس اگر قرضخواہ نے کہا کہ وہ
تنگدست ہی تو قید نہ کریگا کیونکہ اگر بعد قید کر دینے کے اُسکی تنگدستی کا اقرار کرتا تو قید سے رہا کیا جاتا پھر پہلے سے اقرار کرنے سے قید نہ کیا
جائیگا۔ اگر قرضخواہ نے کہا کہ اسکو اسقدر قدرت ہی کہ میرا قرض ادا کر دے اور قرضدار نے کہا کہ مین تنگدست ہون تو بعضے مشائخ نے
کہا کہ قرضدار کا قول لیا جائیگا اور بعضون نے کہا کہ اگر قرضہ کسی مال کے بدلے واجب ہوا ہی تو جو شخص آسودگی کا مدعی ہی اُسکا قول
معتبر ہوگا اور یہ امام اعظم رحمہ سے مروی ہی اور اسی پر فتویٰ ہی کیونکہ بدل پر وہ قادر تھا تو اب وہ قدرت زائل ہو جانے مین اُسکا قول
مقبول نہوگا اور اگر قرضہ کسی مال کے بدلے نہین واجب ہوا تو قرضدار کا قول معتبر ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ جو قرضہ اُسکے معاملہ عقد سے
واجب ہوا ہو اُسمین اُسکا قول کہ مین تنگدست ہون معتبر نہوگا اگرچہ یہ مال کے عوض نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی اور جب معلوم ہوا
کہ ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کیا جائیگا جو کسی مال کے عوض واجب ہوا ہی تو جاننا چاہیے کہ مفتی یہ قول کے موافق مہر اور کفالت کے
عوض قید نہوگا اور یہ برخلاف اُسکے ہی کہ جو مصنف نے صاحب ہدایہ کی اتباع سے اور طرسوسی نے انفع الرسائل مین لکھا ہی کہ یہی
مفتی بہ ہی بس جو اُسنے اپنے عقد سے اپنے اوپر لازم کیا اور عوض مال نہ تھا اسمین فتوی مختلف ہی پس اُسپر عمل ہوگا جو متون مین ہی کیونکہ جب
متون اور فتاویٰ مین اختلاف واقع ہو تو متون پر عمل ہوتا ہی کذا فی البحر الرائق۔ امام محمد رحمہ نے کتاب الحوالہ مین فرمایا کہ سب قرضون کے عوض کوئی
ہو قید ہوگا خواہ بھائی ہو یا چچا یا ماموں یا شوہر یا زوجہ عورت ہو یا مرد مسلمان ہو یا ذمی یا حربی جو امان سے داخل ہوا ہی خواہ تندرست
ہو یا اپاہج یا لنجا خواہ لنگڑا ہو یا اُسکا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا ہاتھ کٹا ہوا ہو ولیکن ماں و باپ بیٹے کے قرضہ کی بابت قید نہین ہوتے
ہین اور اسیطرح دادی و دادا وغیرہ بزرگ رشتے کے قید نہین ہوتے ہین اور امام ابو یوسف رحمہ سے ایک روایت ہی کہ قید ہونگے اور امام
محمد رحمہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جسپر نفقہ دینا واجب ہوا اور وہ انکار کرے تو قید ہوگا خواہ باپ ہو یا ماں یا دادی یا دادا یا شوہر اور یہ مکاتب
و غلام تاجر اسکی قید کی وہی صورت ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی اور غلام اپنے مالک کیواسطے قید نہین ہوتا ہی اور نہ مالک غلام کیواسطے جبکہ
اُسپر قرض نہو اور اگر قرض ہو تو قید ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور آزاد لڑکے کی نسبت بعضے مشائخ کی راے ہی کہ قید ہو اور انہون
نے اُسکو بمنزلہ بالغ کے ٹھہرایا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اگر اُسکا وصی موجود ہووے تو تادیباً قید ہوگا کہ پھر ایسا نہ کرے اور اپنے وصی کو
حکم کرے کہ جلد قرضہ ادا کیا کرے اور اگر اُسکا باپ یا وصی نہو تو قید نہوگا اور اگر لڑکا ایسا ہو کہ اُسکو تصرفات سے ممانعت ہو تو بعض مقام پر مذکور
ہی کہ اگر اُسکا باپ یا وصی ہو تو باپ یا وصی اُسکے قرضہ کے عوض قید ہوگا اور اگر وصی یا باپ نہو تو قاضی ایک شخص دانستہ کو مقرر کریگا تاکہ
قرضہ کے اُسکا مال فروخت کرا کے قرضہ ادا کریگا یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اور مکاتب اپنے مالک کو قید کرا سکتا ہی مگر سوا اُس قرضہ کے جو
مال کتابت کی جنس سے ہی۔ اور مالک اپنے مکاتب کو قید نہین کرا سکیگا خواہ مال کتابت کے عوض ہو یا غیر مال کتابت کے اور ابن
سماعہ نے ایک روایت کی ہی کہ مال کتابت کے سوا قرضہ مین قید کرا سکتا ہی اور یہ پہلا ہی قول صحیح ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی اور مسلمان

ذمی کے قرضہ کے عوض اور ذمی مسلمان کے قرضہ کے عوض قید ہو سکتا ہے اور یہی حال اُس حربی کا ہے جو امان لیکر آیا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور حدود و قصاص میں اگر گواہ قائم ہوں تو اسوقت تک حوالات میں رہیگا جب تک گواہوں کی تعدیل ہو اور اگر گواہ نہ قائم ہوں تو اُنکے قیام سے پہلے قید نہوگا پس اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں حوالات نہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ دیت اور ارش کے عوض کسی کی مددگار برادری قید نہوگی ولیکن یہ دیت اُنکے عطیات سے وصول کیجائیگی اور اگر اُنکے پاس عطیات نہوں اور نہ اُنکو جاگیر و زمین عطیہ میں ملی ہو اور ادا کرنے سے بھی انھوں نے انکار کیا تو قید کیے جائینگے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر قصاص میں مدعی نے قسم طلب کی اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور قسم نہ کھائی تو امام اعظم رح کے نزدیک قید کیا جائیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر قسامت میں قسم طلب کی اور اُسنے انکار کیا ہو۔ اور دغار وغیرہ جو لوگ مسلمان کو ڈراتے ہیں اور اہل فساد سب قید ہونگے یہانتک کہ وہ توبہ کریں اور ظاہر کریں۔ دغار اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے مال یا جان یا دونوں کے تلف کرنیکا قصد کرے پس جب اُس سے جان و مال کا خوف ہو تو وہ قیدخانہ میں یہانتک پڑا رہے کہ توبہ ظاہر کرے۔ عورتوں کا قیدخانہ علیحدہ ہونا چاہیے تاکہ فتنہ زنا پیدا ہو اور امام اعظم رح سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کے قیدخانہ میں قید ہو لیکن محافظ اُسکا مرد ہوگا۔ منتقی خواہرزادہ رحمہ اللہ میں ہے کہ کیا کفیل بالنفس بھی قید ہوگا جیسا کہ قرضہ میں قید ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں اور جس شخص نے کسی کے حکم سے اُسکی طرف سے مال کی کفالت کی تھی جب وہ قید ہوا تو وہ اصیل کو قید کرا سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جب کفیل سے مطالبہ کیا جاوے تو وہ اصیل سے مطالبہ کریگا اور جب اُسکا پیچھا پکڑا جاوے تو وہ اصیل کا پیچھا پکڑ سکتا ہے اور جب کفیل سے مال لے لیا گیا تو وہ اصیل سے لے لیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور ادا کرنے سے پہلے کفیل اپنے اصیل سے مال نہیں لے سکتا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرضخواہ کو اختیار ہے کہ اصیل اور کفیل دونوں کو قید کرا دے اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ اُسپر فتوی طلب کیا گیا ہے اور اسیطرح کفیل کا کفیل بھی قید ہو سکتا ہے اگرچہ اسی طرح بہت سے لوگ کفیل ہوتے چلے گئے ہوں سب قید ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص قرضہ کے معاملہ میں قید ہوا پھر دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسپر قرضہ کا دعوی کرتا ہے تو قاضی اُسکو قیدخانہ سے نکالکر مدعی کے ساتھ حاضر کریگا پس اگر اُسنے اقرار کر لیا یا مدعی نے عادل گواہ پیش کیے تو پھر اُسکو قید میں بھیجدیگا اور دفتر میں لکھیگا کہ اس مدعی کے قرضہ کے عوض بھی قید ہے یہانتک کہ اگر اُسنے ایک شخص کا قرضہ ادا کیا تو دوسرے کے قرضہ کے عوض بھی قید رہیگا یہ محیط میں لکھا ہے دو شخصوں کا ایک شخص پر اسطرح قرض ہے کہ ایک کا تھوڑا ہے اور دوسرے کا بہت ہے تو تھوڑے والے کو اُسکے قید کرانیکا اختیار ہے اور اُسکی بلا رضامندی زیادہ مال والے کو قرضدار کے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر دونوں اُسکے قید چھٹنے پر راضی ہوے تو پھر ایک کو اُسکی رہائی کا اختیار نہیں یہ بزازیہ میں لکھا ہے قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے عوض مارے اور نہ اُسکو جکڑے اور نہ بیڑی ڈالے اور نہ طوق پہناوے اور نہ پھیلا کر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھے اور نہ اُسکو برہنہ کرے اور نہ آفتاب میں کھڑا کرے اور اگر قرضہ کے قیدی پر قاضی کو بھاگ جانے کا خوف ہو تو اُسکو چوروں کے قیدخانہ میں قید کر دے ولیکن اگر اُسکے اور چوروں کے درمیان عداوت ہو اور اُسکی جان کا خوف ہو اور معلوم ہو کہ اگر وہاں قید کیا جائیگا تو چور اُسکی ایذا کا قصد کرینگے تو وہاں نہ بھیجا جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور بخوف مفسدہ رکھنا اُسکے قرضخواہ کے حق ادا کرنے کے واسطے ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر قیدی قیدخانہ سے بھاگ جاتا ہو تو قاضی اُسکو چند کوڑے مارکر ادب دیگا یہ ملتقط میں لکھا ہے اور جب قاضی کسی قیدی کو قید کیا تو اُسکا نام و نسب دفتر میں لکھے اور مدعی کا نام لکھے اور قرضہ کی تعداد لکھے اور اسطرح لکھے کہ فلان بن فلان ابن فلان کے عوض فلان روز فلان مہینہ میں قید ہوا

مفید ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے کتاب الحوالہ والکفالہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص قرضہ کے بابت دو تین مہینہ قید رہا تو پھر قاضی اسکا حال خفیہ دریافت کرے اور اگر چاہے تو قید ہوتے ہی خفیہ دریافت کرے کذا فی المحیط اور واضح ہو کہ اس مدت قید میں روایتیں مختلف آئی ہیں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ انھوں نے دو سے تین مہینہ تک مدت مقرر کی اور انھیں سے یہ رائے روایت ہے کہ چار مہینہ ہے اور حسن نے امام اعظم رحمہ سے چھ مہینہ کی روایت کی اور طحاوی نے ایک مہینہ کی روایت کی ہے اور بہت سے مشائخ نے طحاوی کی روایت کو لیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی قیدی کو دیکھے کہ اسپر فقیروں کا سا لباس ہے اور اسکے بال بچے قاضی کے پاس اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوں اور قرضدار مدعی کے جواب میں نرمی کرتا ہو تو ایک مہینہ قید کرکے پھر اسکا خفیہ حال دریافت کرے اور اگر وہ شخص اپنے مدعی سے سختی کرتا ہو اور سرکشی اس سے ظاہر ہوتی ہو اور اسپر مالداری پائی جاتی ہو تو چار مہینہ سے چھ مہینہ تک قید کرکے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اگر ان دونوں صورتوں سے بیچ کی راہ چلتا ہو اور درمیانی آثار ظاہر ہوں تو دو سے تین مہینہ تک قید کرکے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اسی پر شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتوی دیتے تھے اور ایسا ہی اپنے چچا شمس الائمہ اوزجندی سے روایت کرتے تھے اور بہت سے مشائخ نے فرمایا کہ اس باب میں کوئی میعاد مقررہ لازم نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے اگر چھ مہینے گذر گئے اور پھر بھی اسکی سرکشی ظاہر ہوئی تو برابر اسکو قید رکھیگا اور اگر ایک ہی مہینہ گذرا اور اسکی عاجزی اور تنگدستی ظاہر ہو گئی مثلاً اسکے مفلس ہونے پر لوگوں نے گواہی دی تو اسکو رہا کر دیگا پھر جب قاضی نے اسکا حال دریافت کرنا چاہا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل معاملہ سے جو خبردار ہوں دریافت کرے کذا فی جواہر الاخلاطی اور پڑوسیوں اور اسکے دوستوں اور بازاریوں میں سے جو لوگ ثقہ ہیں انسے دریافت کرے فاسقوں سے دریافت نہ کرے پس اگر انھوں نے کہا کہ ہم اسکے پاس کچھ مال نہیں جانتے ہیں تو یہ کافی ہے یعنی اس سے اسکی رہائی کر دیجاوے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے شیخ امام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ قید کرنے کے بعد قاضی کا یہ دریافت کرنا بطور احتیاط کے ہے واجب نہیں ہے پھر جب دریافت کیا اور گواہ قائم ہوے کہ یہ مفلس ہے تو قاضی اسکو قیدخانہ سے نکال دیگا اور اس گواہی میں لفظ شہادت یا گواہی کی ضرورت نہیں ہے صرف خبر دینا کفایت کرتا ہے اور اگر ایک ثقہ نے خبر دی تو کافی ہے اور دو میں احتیاط ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر جھگڑے کی حالت ہو مثلاً قرضخواہ و قرضدار میں یہ جھگڑا ہوا ہو کہ مطلوب نے تنگدست ہو جانیکا دعوی کیا ہو اور طالب نے اُسے فراخ دست بتلایا ہو تو ضرور ہے کہ گواہ قائم ہوں اور اگر گواہوں نے کہا کہ یہ تنگدست ہے تو اسکو چھوڑ دیگا اور یہ گواہی نفی پر نہیں ہے کیونکہ بعد فراخی کے تنگدستی پیدا ہو سکتی ہے تو گواہی امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر کذا فی الذخیرہ۔ اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل یا دو عادلوں نے اسکی تنگدستی کی خبر دی تو دو روایتیں آئی ہیں ایک میں قبول کرے اور قید نہ کرے اور خصاف رحمہ کی روایت میں قبول نہ کرے اور قید کرے اور عامہ مشائخ اسی طرف گئے ہیں اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور خزانیہ میں ہے کہ جب وہ چھوڑ دیا گیا تو قرضخواہ کو اسکا پیچھا پکڑنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسکو پیچھا پکڑنے کا اختیار ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ پیچھا پکڑنے کی صورت میں جتنے قول ہیں انمیں سے بہتر یہ قول ہے جو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ آمدورفت میں اسکا پیچھا پکڑے اور اسکو اپنے اہل و عیال میں جانے سے منع نہ کرے اور صبح و شام آنے جانے اور وضو و پانی کھانے سے نہ روکے اور فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اسکے گھر کے دروازے پر بیٹھا رہے حتی کہ وہ نکلے اور یہ قید کے مشابہ ہے کہ اسکو کسی جگہ قید کرے کہ جہاں اسکو نہیں پہنچتا ہے اور ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا کہ اگر اس طرح پیچھا پکڑنے میں قرضدار کے اہل و عیال کو ضرر ہو بایں طور کہ وہ شخص پھیری میں پانی پلایا کرتا تھا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں قرضخواہ کو حکم دونگا کہ اپنا غلام اسکے ساتھ کر دے اور اسکو یومیہ روزی کمانے سے منع نہ کریگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ چاہے تو اسکو چند روز چھوڑ دے پھر اسکا پیچھا پکڑے پھر میں نے دریافت کیا کہ اگر وہ شخص دستکار ہو تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر وہ

ایسا کام ہو کہ باوجود قرضخواہ کے ساتھ چپٹے رہنے کے اُسکو انجام دیسکتا ہو تو اُسکے ساتھ رہے اور جہان بیٹھے وہین وہ اپنا کام انجام دیوے اور اگر ایسا کام کرتا ہو کہ جس مین دوا دوش ہو تو کلا طلب کرے پس اگر قرضخواہ کے ساتھ رہنے مین اُسکے اہل و عیال کے رزق مین نقصان آتا ہو تو مین اس سے کفیل بالنفس لے لونگا اور کہونگا کہ جا کر خدا تعالیٰ سے اپنی روزی ڈھونڈھے اور کتاب الاقضیہ مین ہو کہ اگر اُسکی روزی پانی وغیرہ پلانے پر ہو تو قرضخواہ اس سے منع نہین کر سکتا ہو پس اگر خود اُسکا پیچھا پکڑے یا نائب یا غلام کو حکم دے ولیکن عہ اگر اُسکے عیال کی قدر روزی اپنے پاس سے اُسکو دیدے تو اُسکو منع کر سکتا ہو اور یہی کتاب الاقضیہ مین لکھا ہو کہ قرضدار کو صبح و شام کے کھانے اور پاخانے جانے سے بھی منع نہین کر سکتا ہو ولیکن اگر اُسکو کھانا دیدے اور پاخانے کی دوسری جگہ مقرر کر دے تو منع کر سکتا ہو اور خانیہ مین لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے کہا کہ مین تیرے غلام کے ساتھ نہین بیٹھتا ہون تیرے ساتھ بیٹھونگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہے اور صحیح یہ ہو کہ ساتھ رہنے مین قرضخواہ کو اختیار ہو خواہ خود ساتھ رہے یا دوسرے کو ساتھ کرے اور ذخیرہ مین لکھا ہو کہ قاضی امام ابو علی نسفی رح نے فرمایا کہ ہمارے مذہب مین یہ ہو کہ مسجد مین قرضدار کا دامنگیر ہو کر نہ بیٹھے کیونکہ مسجدین اس واسطے نہین ہین صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے لیے ہین اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہو کہ قرضخواہ رات مین قرضدار کا پیچھا نہ پکڑے اور اگر وہ شخص رات مین کماتا ہو تو رات مین اُسکے ساتھ رہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو خصاف رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو قید کرایا پھر خود غائب ہو گیا پھر قاضی نے اُسکا حال دریافت کیا تو تنگدست پایا پس قاضی اُس سے کفیل بالنفس لیکر اُسکو رہا کر دیگا کیونکہ اکثر قرضخواہ کا اس طرح غائب ہو جانا قرضدار کے ضرر پہونچانے کی غرض سے ہوتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر قرضدار قرضخواہ کے حق کا اقرار کرتا ہو تو قرضخواہ کو اُسکا پیچھا پکڑے رہنے کا اختیار ہو اگرچہ قاضی نے اُسکے ساتھ رہنے کا حکم نہ کیا ہو اور نہ اُسکو مفلس قرار دیا ہو پس اگر قرضدار نے کہا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور مجھے قید کرا دے اور قرضخواہ نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہو کہ قرضدار کو دھوپ مین یا برف پر یا ایسی جگہ جو اُسکو مضر ہو کھڑا کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہو امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت قرضدار ہو تو اُسکا پیچھا پکڑنے کی کیا صورت ہو فرمایا کہ قرضخواہ کو حکم دونگا کہ ایسی عورت مقرر کرے جو ہر وقت اُسکے ساتھ ساتھ اُسکا پیچھا کیے رہے پھر دریافت کیا کہ اگر قرضخواہ کو ایسی عورت نہ ملے تو فرمایا کہ اُسکو حکم دونگا کہ اُسکے ساتھ ایسی عورت کر دے جو اُسکے گھر مین ساتھ رہے اور تو اُسکے دروازہ پر بیٹھا رہیگا یا خود قرضدار عورت فقط تنہا اپنے گھر مین رہے اور قرضخواہ اُسکے دروازہ پر رہے پھر امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت کے بھاگ جانیکا خوف ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مرد کو اس سے زیادہ اختیار نہین ہو اور ابن رستم نے روایت کی ہو کہ جس مقام پر فتنہ کا خوف نہ ہو جیسے مسجد یا بازار وہان چاہے مرد کو اُسکے ساتھ کرے خواہ عورت کو اور یہ حکم دن مین ہو مگر رات مین لامحالہ عورت کو ساتھ کرے اور حاصل یہ ہو کہ عورت کے پیچھا پکڑنے مین ہر طرح فتنہ سے بچنے کا لحاظ رکھا جائیگا ہلال رح نے کتاب الوقف مین ذکر کیا ہو کہ اگر مدت گذرنے کے بعد گواہون نے اُسکے تنگدستی کی گواہی دی تو قاضی اُسکو رہا نہ کریگا جب تک کہ پوشیدہ دریافت نہ کرے اور یہی بہتر ہو پس اگر پوشیدہ خبر گواہی کے مطابق ہوئی تو بھی رہا نہ کریگا جبتک کہ قیدی سے قسم نہ لے پھر رہا کر دیگا اور اگر پوشیدہ خبر اور گواہی مین اختلاف ہوا تو عادل کی پوشیدہ خبر کو لیگا یہ محیط مین لکھا ہو اور امام قاضی خان نے [illegible] مین لکھا ہو کہ اگر قاضی نے قید کرنے [illegible] مہینا گذرنے سے پہلے دریافت کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہو اور [illegible] تو بالاجماع مقبول [illegible] لکھا [illegible] اگر قیدی نے اپنے افلاس کے گواہ پیش کیے اور مدعی نے [illegible]

ہونگے اور امام محمد رح نے افلاس کی گواہی کی کیفیت کسی کتاب مین نہین بیان فرمائی اور خصاف رح نے یون بیان فرمائی ہی کہ گواہ
کو یون گواہی دینا چاہیے کہ ہم اُسکے پاس کوئی ایسا مال یا اسباب نہین جانتے ہین کہ جس سے یہ قرضہ ادا ہو سکے اور فقیہ ابو القاسم نے
اسطرح بیان فرمائی ہی کہ یون گواہی دین کہ یہ مفلس نادار ہی کہ ہمکو سواے اُسکے تن کے کپڑے اور رات کے پہننے کے کپڑے کے اسکے
پاس کچھ نہین معلوم ہی اور ہم نے اسکا حال ظاہر اور پوشیدہ دونون طرح دریافت کیا ہی پھر جب اسکی تنگدستی دریافت ہو گئی تو
پھر قاضی جب تک اسکا کچھ مال دریافت نہو اُسکو قید نہ کریگا اور اگر قید کی میعاد گذر گئی اُسکے بعد گواہ قائم ہوے کہ مفلس ہی اور
قرضخواہ غائب تھا تو قاضی اُسکی حاضری کا انتظار نکریگا اور کفیل لیکر اُسکو رہا کر دیگا کذا فی المحیط۔ اگر قیدی کی مفلسی کے گواہ قائم
ہوے اور پہلے اِس سے کہ قاضی اُسکے افلاس کا حکم دیوے قرضخواہ نے اُسکو چھوڑ دیا مگر قیدی نے قاضی سے کہا کہ میرے
گواہون پر مدعی کے سامنے میرے افلاس کا حکم دے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا تاکہ قرضخواہ اُسی وقت اُسکو پھر قید نہ
کراوے اور تاکہ دوسرا قرضخواہ اسکو قید نہ کراوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص دو شخصون کے قرضہ کی وجہ سے قید ہو پھر
اُسنے ایک کو ادا کر دیا تو جب تک دوسرے کو ادا نہ کر دے قید سے رہا نہوگا اور یہ مسئلہ اسکی دلیل ہی کہ قیدی کو اختیار ہی کہ قرض
ادا کرنے مین بعضے قرضخواہون کو اختیار کرے یعنی بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور فتاوی نسفی مین صریح لکھا ہی کہ ایک شخص
پر تین آدمیون کے ہزار درم قرض ہین ایک کے پانچسو درم اور دوسرے کے تین سو درم اور تیسرے کے دو سو درم
ہین پھر قرضخواہون نے جمع ہو کر اُسکو قاضی کے یہان قید کرا دیا اور اُسکا مال صرف پانچسو درم ہین تو اُسکا مال قرضخواہون پر
تقسیم ہونے کی بابت فرمایا کہ اگر قرضدار خود حاضر ہو تو جس طرح چاہے اپنے خالص ملکیت کو تقسیم کرے اور اُسکو اختیار ہی کہ بعضے
قرضخواہون کو مقدم کرلے اور بعض کو اختیار کرے اور بعض کو نہ دے اور اگر وہ شخص حاضر نہو تو قاضی کو اختیار نہین ہی کہ بعضے
قرضخواہون کو مقدم کرے وہ صرف اُنکے حصہ کے موافق تقسیم کریگا۔ عورت نے اگر اپنے مہر یا قرض کے عوض شوہر کو قید کرایا
پس شوہر نے کہا کہ اُسکو میرے ساتھ قید کر کیونکہ قید خانہ مین ایسا ٹھکانا ہی تاکہ وہ میرے ساتھ رہے تو خصاف رح نے ذکر کیا
ہی کہ اُسکے ساتھ قید کریگا اور ہمارے زمانہ کے بعض قاضیون نے فساد زمانہ کی وجہ سے قید کرنا اختیار کیا ہی کیونکہ جب وہ تنہا ہوئی تو
جہان چاہیگی جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارثون مین بڑے
ہین اور چھوٹے ہین اور میت کا کسی شخص پر قرض ہی اُسکے عوض بڑے بیٹے نے قید کرایا پھر اُسکو رہا کرانا چاہا تو جب تک قاضی
نابالغون کی طرف سے اس سے مضبوطی نکرے رہا نہ کریگا۔ قیدی قید خانہ سے رمضان کا مہینہ آنے کی وجہ سے نہ نکالا جائیگا اور نہ
عید کے واسطے اور نہ بقر عید کے واسطے اور نہ جمعہ کے واسطے اور نہ فرض نماز کے واسطے اور نہ حج فرض کے واسطے اور نہ اُسکے بعضے
رشتہ دارون کے جنازہ کی نماز کے واسطے نکالا جائیگا اگرچہ وہ اپنے نفس کا کفیل دیوے یہ محیط مین ہی اور نہ مریض کی عیادت کے واسطے نکالا جائیگا
یہ خلاصہ مین ہی اگر قیدی کا والد یا کوئی بیٹا مرگیا اور وہان کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہین ہی تو قیدی کو قاضی قید خانہ سے نکالیگا اور یہی صحیح
ہی اور اگر کوئی شخص وہان تجہیز و تکفین کرنے والا ہو تو اُسکے نکالنے کی کوئی وجہ نہین ہی اور بعض نے کہا ہی کہ قیدی سے کفیل لیکر اُسکو
والدین کے اور دادا دادی ایسے بزرگون اور اولاد کی نماز جنازہ کے واسطے باہر نکالا جاوے اور غیرون کے واسطے نہ نکالا جاوے اور
اسی پر فتوی ہی یہ جامع الفتاوی مین لکھا ہی اور کبری مین لکھا کہ بعض نے کہا ہی کہ والدین اور اجداد و جدات اور اولاد کے جنازہ کے
واسطے [illegible] نکالا جاوے اور فتوی اسپر ہی کہ [illegible] کے واسطے کفیل لیکر نکالا جاوے
انتہی [illegible] کہ اگر قیدی قید مین مجنون ہو گیا تو [illegible]

ادب القاضی مین تحریر کیا ہی کہ اگر قیدی مرض مین مبتلا ہوا کہ جس سے وہ بے بس ہوگیا پس اگر اسکا کوئی خدمت کرنے والا ہی تو قیدخانہ سے نہ نکالا جاوے ورنہ علاج کے واسطے نکالا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی یہانتک کہ مروی ہی کہ اگرچہ مرجاوے تب بھی امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط- اور واقعات ناطفی مین ہی کہ اگر ایسے مرض مین کہ بے بس ہوگیا اور اسکا کوئی خادم نہین ہی تو قید سے نکالا جاوے ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ گمان غالب مرجانے کا ہو اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ نہ نکالا جاوے اور قیدخانہ مین مرنا یا باہر مرنا برابر ہی اور فتوی امام محمد رح کی روایت پر ہی کذا فی الخلاصہ- امام محمد رح نے فرمایا کہ قیدی کو نورا دیا جاوے اور حمام کے واسطے نہ نکالا جاوے اور اگر اسکو جماع کی احتیاج ہو تو قیدخانہ مین ایسی جگہ مقرر کرے کہ جسکو کوئی نہ دیکھتا ہو وہان اسکی زوجہ یا باندی کو بھیجدینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر ایسی جگہ قیدخانہ مین نہ پاوے تو جماع نہ کرے اور قیدخانہ مین بعضے مشائخ نے کمائی کرنے کی اجازت دی ہی اور بعضون نے اس سے منع کیا ہی اور یہی اصح ہی اور خصاف رح نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہی اور کبری مین ہی کہ قاضی فخرالدین نے فرمایا کہ آجکل فتوی اسپر ہی کہ کمائی کرنے سے منع نہ کیا جاوے اور قیدی کے پاس اُسکے اہل وعیال و پڑوسی لوگون کو جانے سے منع نہ کیا جاوے ولیکن وہان دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہوگی اور مغناقی مین ہی کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسا قیدی ہو کہ جسکے پاس مال ہی اور وہ قرضہ ادا کرنے سے انکار کرتا ہی تو اسکے واسطے چاہیے کہ کھری جگہ قید کیا جاوے کہ فرش وغیرہ کچھ نہو اور نہ کوئی اُسکے پاس جانے پاوے تاکہ اسکا قلب پریشان ہو پس اگر اسکے پاس مال ہی اور اُسنے قرض ادا کرنے سے انکار کیا پس اگر اسکا مال قرضہ کی جنس سے ہی مثلاً قرض درم ہین اور مال بھی درم ہین تو بلا اختلاف قاضی اُسکے مال سے قرضہ ادا کردے اور اگر قرض کی جنس سے نہو مثلاً قرض درم ہین اور مال اسکا عروض و دینار و عقار ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک عروض و عقار کو فروخت نہ کرے اور دینار کے فروخت کرنے مین ایک روایت قیاس اور ایک روایت استحسان ہی بلکہ قاضی اسکو برابر قید رکھے تاکہ وہ خود اسکو فروخت کرے اور قرضہ ادا کرے اور صاحبین رح کے نزدیک قاضی اُسکے دینار اور عروض کو فروخت کرے اور اس مین ایک ہی روایت ہی اور عقار کے فروخت کرنے مین دو روایتین ہین اور خانیہ مین لکھا ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک ایک روایت مین مال منقول کو فروخت کردے اور یہی صحیح ہی اور فروخت کرنا ترتیب وار ہوگا کہ پہلے دینارون کو فروخت کرے پھر عروض کو علی ہذا القیاس یہانتک کہ پورا قرض ادا ہوجاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کتاب عین والدین مین مذکور ہی کہ دینارون کے قرضخواہ نے اگر قرضدار کے درہمون پر قابو پایا یا جسکے برعکس واقع ہوا تو اسکو اختیار ہی کہ لے لیوے اور یہ امام اعظم رح کا مذہب ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اُسکے مال کو فروخت کرے ولیکن پہلے دینارون کو فروخت کرے پھر اگر قرض پورا نہ ہو تو پھر عروض کو فروخت کرے پھر اگر قرض اس سے بھی پورا ادا نہ ہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدون اسکے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول صاحبین رح کا بنابر ایک روایت کے ہی نہ دوسری روایت کے اور بعضون نے کہا کہ صاحبین رح کے نزدیک عروض مین بھی پہلے وہ فروخت کرے کہ جسکے تلف ہوجانیکا خوف ہو پھر وہ فروخت کرے جسکے تلف ہونیکا خوف نہین ہی پھر عقار کو فروخت کرے اگر قرضدار کے پاس اچھے کپڑے ہین کہ وہ انسے گھٹیے سستے کپڑے پر کفایت کرسکتا ہی تو قاضی انکو فروخت کرکے اور انسے قرضہ ادا کرکے کچھ درمون مین سے ادا کرے اور باقی درمون سے اُسکے لیے دوسرا کپڑا خریدے اور ہمچنین علی ہذا القیاس اگر اسکے پاس مکان ایسا ہو کہ اس سے کمتر پر بسر کرسکتا ہی تو فروخت کرکے انہین سے کچھ دامون سے قرضہ ادا کرے اور باقی سے اسکے لیے کوئی مکان خریدے اور یہی بعضے مشائخون نے کہا ہی کہ قاضی اسکی ہر چیز جو کہ فی الحال ضروری نہ ہو فروخت کرسکتا ہی حتے کہ گرمیون مین نمدہ اور جاڑون مین نطع فروخت کرے اور اگر اسکے پاس ہووے پیتل کی [illegible] تو فروخت کرکے مٹی کی خریدے پھر جسقدر مال

قرضدار کیواسطے چھوڑا جاوے اور کسقدر فروخت کیا جاوے اسکی کوئی روایت امام محمد رح سے کسی کتاب مین نہین آئی ہی اور عمرو بن عبد العزیز سے تین روایات ہین ایک روایت مین اُسکے پہننے کے کپڑے اور گھر رہنے کا اور خادم اور سواری چھوڑ دیجاوے کہ انکی ضرورت ہی اور دوسری روایت مین سواری نہین ہی یعنی نہ چھوڑی جاوے اور اسی کو بعض قاضیون نے اختیار کیا ہی اور تیسری روایت مین ہی کہ تمام مال اُس کا فروخت کیا جاوے اور مزدوری کرائی جاوے اور مزدوری اُس کے قرضخواہون کو دیجاوے اور ظاہر الروایت مین ہمارے اصحاب سے اُس سے مزدوری نہ کرائی جاوے مگر ایک روایت ابو یوسف رح سے آئی ہی ولیکن اگر اسنے خود مزدوری کی تو بقدر اُس دن کی روزی کے اُس کے اہل و عیال کے واسطے اُس کو دیجاویگی اور باقی اُس کے قرضخواہون کو دیجاویگی اور بعضے قاضی کہتے ہین کہ اگر وہ شخص گرم ملک مین ہو اور گرمی ہی تو سوائے اُسکی ازار کے باقی سب فروخت کیا جاوے اور سردی کی جگہ مین ہو تو بقدر ایسکے کہ سردی سے بچے باقی فروخت کیا جاوے حتی کہ اسکا جبہ اور عمامہ کے سوا سب فروخت کیا جاوے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک جوڑا کپڑا اُسکے واسطے چھوڑ دیا جاوے اور باقی فروخت کیا جاوے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ دو جوڑے کپڑے اُسکے لیے چھوڑے جاوین کہ دوسرا انہا کر پہنے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہی۔ حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر قاضی کے امین نے قرضدار کا اسباب قرضہ مین فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کیا اور وہ تلف ہو گیا پھر مبیع مشتری سے استحقاق مین لیگئی تو مشتری قرضخواہ سے لیوے اور قرضخواہ قرضدار سے لیوے اور مشتری قرضدار سے نہین لے سکتا ہی۔ قیدی کا دوسرے شخص کیواسطے قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہی مگر پہلے اُس سے قسم لیجاوے کہ واللہ یہ بات بطور تلجیہ کے نہین ہی اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور اگر قیدی نے کسی چیز کے فروخت کا اقرار کیا تو مشتری سے اللہ تعالی کی قسم لیجاویگی کہ مین نے اُس سے بطور بیع صحیح کے خریدا ہی اور ثمن دیدیا اور بطور تلجیہ کے نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ قرضدار عورت کا اس غرض سے نکاح نہ کیا جاوے کہ اُسکے مہر سے قرضہ ادا کیا جاوے یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص تنگدست ہو اور اسپر قرض ہو اور اسکا قرض ایک شخص مالدار پر ہو تو اس تنگدست پر جبر کیا جاویگا کہ اپنے قرضدار مالدار پر تقاضا کرے پس اگر اُسنے تقاضا کر کے مالدار قرضدار کو قید کرایا تو قاضی اس تنگدست کو قید نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر تنگدست کا قرض کسی پر ہو تو قاضی اُسکے قرضدار کو گرفتار کریگا اور اسکا قرضہ وصول کر کے اُسکے قرضخواہون کو ادا کریگا۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص قرضہ کی بابت قید ہی اور معلوم ہوا کہ اسکا مال اس شہر مین نہین ہی بلکہ دوسرے شہر مین ہی تو قرضخواہ سے کہا جاویگا کہ اسکو قید سے نکالکر اس سے ایک کفیل لیلے اور اس سے کہے کہ جاکر اپنا مال فروخت کر کے قرضخواہ کا قرضہ ادا کرے پس اگر اسکو نکالا اور وہ نہ نکلا اور فروخت کرنے کو وہان نہ گیا تو قید کیا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ قید ہونیکے واسطے کچھ مقدار مال کی مقرر نہین ہی حتی کہ ایک درم اور اس سے کم مین قید ہو سکتا ہی کیونکہ اسکا نہ دینے والا بھی ظالم ہی یہ نہایہ مین مبسوط سے منقول ہی۔ اگر دونون خصم نے قاضی کے سامنے آپہین گالی گلوج کی اور بے ادبی کی تو چاہیے کہ انکو قید کرے یا تعزیر دے تاکہ پھر ایسی حرکت قاضی کے سامنے کوئی نہ کرے اور عفو کرنا بہتر ہی۔ اور اگر ایک نے ایسا کیا تو بدون دوسرے کی [illegible] کے قاضی اسکو تعزیر نہ دے ولیکن اسکو اس حرکت سے منع کرے۔ اگر ایک شخص لوگون کو گالی دیتا ہی پس اگر ایک [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] قاضی [illegible]

ف [illegible]

نہوگا۔ اور اگر ثابت ہو کہ اصل مین کوئی سبب نہ تھا ولیکن ظاہر مین معلوم ہوتا تھا اور اسی بناپر حکم ہوا تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق حکم قاضی باطل نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہی کہ قضا باطل ہوگی دوسری بات یہ کہ اگر مشتری کے پاس مبیع مین استحقاق پیدا ہو تو پہلی بیع متوقف ہوتی ہی یعنی اگر مستحق نے اجازت دی تو جائز ہوتی ہی اور پہلی بیع کا فسخ ہوجانا واجب نہین ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی آدمی نے اپنے استحقاق کے گواہ پیش کیے اور بائع اور مشتری دونون سامنے حاضر تھے اور قاضی نے باندی کا مستحق کے واسطے حکم کیا۔ پھر بائع اور مشتری نے دعوی کیا کہ اس مستحق نے یہ باندی اس بائع کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسکے سپرد کردی تھی پھر اس بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی پس امام محمد رح نے مستحق کے لیے حکم ہونیکے واسطے بائع اور مشتری کا حاضر ہونا شرط کیا ہی اور یہ شرط لازمی ہی حتی کہ اگر فقط بائع حاضر ہوا یا فقط مشتری حاضر ہوا تو قاضی مستحق کو باندی نہ دلائیگا۔ اور اگر مشتری اور بائع کے پاس مستحق سے خریدنے کے گواہ نہ ہوے اور مشتری نے بیع فسخ کردینے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی منظور کریگا۔ پھر اگر قاضی نے بیع فسخ کردی بعد ازان بائع نے مستحق کے اوپر گواہ قائم کیے کہ مین نے مستحق سے یہ باندی خریدلی تھی اور مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے خریدکے قبضہ کرلیا ہی تو قاضی وہ باندی بائع کو دلاویگا اور بائع کو اختیار نہوگا کہ مشتری کے ذمہ لازم کرے اور امام محمد رح کا یہ قول کہ بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے اسمین اشارہ ہی کہ انکے مقبول ہونیکی یہ شرط ہی کہ مستحق پر قائم ہون اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرلیا پھر گواہ پیش کر کے کسی نے اسکا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کیواسطے حکم کیا جائیگا اور صرف مشتری کا حاضر ہونا شرط ہی۔ اور ظاہر روایت کے موافق اگر مشتری نے بیع فسخ کی درخواست کی تو قاضی فسخ کردیگا اور مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لیگا۔ پھر اگر اسکے بعد بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ مین نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اسکو مستحق سے خریدا ہی اور قبضہ کرلیا ہی تو قاضی وہ باندی بائع کو دلائیگا اور پہلا حکم قاضی باطل ہوگا حتی کہ بائع کو اختیار رہوگا کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہی اور یہی قول امام محمد رح کا ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق قضاے قاضی باطل نہوگی اور نہ بائع مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہی پھر امام محمد رح کے نزدیک جب بائع کو پہونچتا ہی کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور بائع نے انکار کیا تو آیا مشتری بھی اسکو بائع سے لے سکتا ہی یا نہین اس صورت کو امام محمد رح نے یہان ذکر نہ کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہ ہونا چاہیے اور اسی باب مین امام محمد رح نے آگے جاکر یہی اشارہ کیا ہی۔ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ قاضی نے بیع فسخ کردی ہو اور اگر صرف بائع اور مشتری نے باہم ملکر بیع فسخ کرلی جبکہ باندی مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لی گئی پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکو باندی دلادی تو بلا اختلاف بائع کو اختیار نہین ہی کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے۔ اور اگر استحقاق پیدا ہونے کے بعد مشتری نے چاہا کہ بدون حکم قاضی و بلا رضامندی بائع کے بیع فسخ کردے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی پس مذہب یہ قرار پایا کہ یہان فسخ صحیح ہونیکے واسطے قاضی کا حکم یا بائع کی رضامندی ضرور ہی۔ اگر استحقاق ثابت ہونے کے بعد مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست نہ کی ولیکن بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اُسنے پھیر دیا پھر بائع نے موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے اور باندی مستحق سے لے لی تو اسکو اختیار نہوگا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر مشتری کے کہنے سے بائع نے ثمن اُسکو نہ دیا یہانتک کہ دونون نے قاضی کے پاس جھگڑا کیا اور قاضی نے بیع فسخ کر کے بائع کو حکم دیا کہ ثمن مشتری کو واپس کرے پھر ہنوز مشتری نے ثمن نہین لیا پایا تھا کہ بائع نے موافق مذکورہ بالا کے مستحق پر گواہ قائم کر کے باندی لے لی تو امام محمد رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف

کے قول اول کے موافق مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام سو دینار کو خریدا اور قبضہ کرکے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر کسی نے دوسرے مشتری پر غلام کا استحقاق ثابت کیا پھر دوسرے مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے غلام استنے داموں کو پہلے بائع کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اُسکے سپرد کر دیا تھا اور بائع اول نے میرے بائع کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا تو ظاہر روایت کے موافق اُسکی گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر دوسرے مشتری نے گواہ نہ قائم کیے ولیکن جھگڑا کرکے اپنے بائع سے اپنا ثمن حکم قاضی سے لے لیا پھر پہلے مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے اسکو بائع اول کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کر دیا تھا اُسکے بعد مین نے اُس سے خریدا ہی اور بحکم قاضی سے وہ غلام مستحق سے لے لیا تو امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول پر اسکو اختیار ہی کہ مشتری ثانی کے ذمہ لازم کرے اور امام اعظم رح کے قول اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول پر اُسکو اختیار نہین ہی اور اگر مشتری اول نے گواہ نہ پائے اور اپنے بائع اول سے قاضی کے حکم سے ثمن واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور موافق مذکورۂ بالا کے غلام اُس سے لے لیا تو امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول پر اُسکو اختیار ہی کہ غلام پہلے مشتری کے ذمہ ڈالے اور ذکر کیا گیا ہی کہ مشتری اول کو امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے اول قول کے موافق اختیار نہین ہی کہ دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرکے ثمن ادا کیا پھر ایک حقدار آیا اور گواہ قائم کرکے مشتری کے ہاتھ سے اُسنے قاضی کے حکم سے وہ غلام لے لیا پھر مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ جس بائع سے مین نے خریدا ہی اُسکو اس مستحق نے اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا تھا یعنی اُسکو وکیل کیا تھا اور اُسنے اسکے حکم سے بیچا ہی تو گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر اُسنے گواہ نہ قائم کیے اور بائع سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور قاضی نے واپس کر دینے کا حکم کیا پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اُس نے مجھے اس غلام کے فروخت کر دینے کا حکم کیا تھا اسکے بعد مین نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہی تو دیکھا جاویگا کہ جو اُسنے مشتری کو دیا ہی وہی ہی جو اُسنے مستحق سے لیا ہی یا اُسکو رکھ لیا اور اُسکے مثل دیا ہی یا جو لیا ہی اُسکو ضائع کیا اور اُسکے مثل ضمان مین دیا ہی تو اُسکی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ثمن وکیل کے پاس تلف ہوا اور وکیل نے مشتری کو اُسکے مثل اپنے مال سے دیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی پس جب اُسکی گواہی مقبول ہوگی تو جو مال اُسنے مشتری کو دیا ہی پھیر لیگا اور مستحق سے غلام لیکر مشتری کو دیدیگا اور یہ امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ہی۔ اور اگر مشتری نے یہ غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اُسکے پاس سے مستحق نے لیا اور اُسنے قاضی کے حکم سے اپنا ثمن مشتری اول سے واپس لیا پھر مشتری اول نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے بائع اول کو بیع کا حکم کیا تھا تو گواہ مقبول ہونگے اور مستحق سے وہ غلام لیکر دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالیگا اور یہ امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے قول اخیر کے موافق ہی۔ اور اگر پہلے مشتری نے اسپر گواہ نہ پائے ولیکن اپنے بائع سے اپنا ثمن خواہ حکم قاضی سے یا بلا حکم قاضی کے واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر اُسکے حکم دینے کے گواہ قائم کیے تو اسمین وہی صورتین نکلتی ہین جو ہمنے پہلے مسئلہ مین بیان کی ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی اور یہ ہزار درم مرتہن کے اسپر آتے تھے اور مرتہن نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر بلا اجازت مرتہن کے راہن نے وہ باندی لیکر کسی کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکے سپرد کر دی پھر مرتہن نے اُسکے رہن ہونے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور آیا مرتہن اس بیع کو فسخ کر سکتا ہی یا نہین اسمین امام محمد رح سے روایت ہی کہ فسخ کر سکتا ہی اور صحیح یہ ہی کہ فسخ نہین کر سکتا ہی ولیکن مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے بیع فسخ کر دے یا اسقدر صبر کرے کہ راہن فک رہن کرے اُسوقت مشتری باندی کو لے لے پس اگر مشتری نے عقد کا فسخ کرنا اختیار کیا اور قاضی نے عقد فسخ کرکے ثمن بائع سے اسکو دلا دیا پھر بائع نے مرتہن کو قرضہ دیدیا اور باندی لے لی تو اسکو اختیار نہین ہی کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر راہن نے زر رہن ادا کر دیا تھا

اور باندی لیکر اس مشتری کے ہاتھ فروخت کی پھر مرتہن نے زر رہن وصول پانے سے انکار کیا اور قاضی نے اسکے پاس باندی رہن ہونیکا حکم دیدیا اور مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست کی اور قاضی نے فسخ کر کے ثمن اسکو دلایا پھر بائع نے گواہ قائم کیے کہ مینے زر رہن ادا کر کے باندی پھیر کر مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور قاضی کے حکم سے باندی مرتہن سے لیلی اور چاہا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے تو کتاب بعضے نسخون مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ہنوز باندی پر قبضہ نکیا تھا کہ مستحق نے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو اب بائع اسکے ذمہ نہین ڈال سکتا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا تھا تو امام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق اسکے ذمہ ڈال سکتا ہی بخلاف قول امام اعظم رح کے اور دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے۔ اور بعضے نسخون مین لکھا ہی کہ اسکو اختیار ہی کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اسمین کوئی تفصیل موافق قول امام محمد رح اور پہلے قول امام ابو یوسف رح کے نہین فرمائی اور یہی صحیح ہی کذا فی الملتقط

اٹھائیسوان باب گواہی قائم ہونے کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث ہونے کے بیان مین

امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک غلام زید کے قبضہ مین تھا پھر عمرو آیا اور دعوی کیا کہ میرا غلام ہی اور زید نے انکار کیا پھر عمرو گواہ لانے گیا پھر زید نے خالد کے ہاتھ وہ غلام بیچکر سپرد کر دیا پھر خالد نے زید کے پاس اسکو ودیعت رکھا اور غائب ہوگیا پھر عمرو زید کو قاضی کے پاس اپنے حق کے گواہ سنانے کو لایا پس اس مسئلہ کی کئی صورتین ہین یا تو قاضی کو زید کے فروخت کر دینے کی خبر ہوئی یا خبر نہ ہوئی ولیکن مدعی نے اسکا اقرار کیا اور ان دونون صورتون مین عمرو کو زید کے ساتھ خصومت کا حق نہ رہا اور ایسے ہی اگر زید نے گواہ پیش کیے کہ عمرو نے بیع واقع ہونے کا اقرار کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اسمین سے کوئی بات نہوئی ولیکن زید نے اپنے فعل پر گواہ قائم کیے اور بیان کیا کہ مقدمہ پیش ہونے کے بعد فروخت کر کے مین نے خالد کی ودیعت مین یہ غلام اپنے پاس رکھا ہی تو قاضی اسکے گواہونکی سماعت نکریگا اور خصومت سے اسکا پیچھا نہ چھوٹیگا اور جب پیچھا نہ چھوٹا اور قاضی نے عمرو کے گواہون پر اسکے حق مین فیصلہ کر دیا تو پھر اگر مشتری اسکے بعد آیا اور اپنے خریدنے کے گواہ سنائے تو سماعت نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس صورت مین اگر بجاے بیع کے ہبہ یا صدقہ کیا اور قبضہ ہوگیا تو مثل بیع کے ہی یہ کبری مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے گواہون پر حکم نہ کیا تھا کہ مشتری حاضر ہوگیا اور زید نے غلام اس کے حوالہ کیا تو قاضی مشتری کو مدعی کا مدعا علیہ بنائے گا اور مدعی کو دوبارہ گواہ سنانے کی تکلیف نہ دے گا اور اگر قاضی نے مشتری پر مدعی کی ڈگری کر دی تو جو بیع مشتری اور زید مین واقع ہوئی تھی باطل ہو جائے گی اور مشتری اپنا ثمن زید سے واپس لیگا۔ اور اسی طرح اگر زید پر ایک گواہ نے گواہی دی تھی پھر مشتری آگیا اور اسنے غلام اس کے حوالہ کر دیا پھر مدعی نے دوسرا گواہ مشتری پر قائم کیا تو گواہون کی گواہی پر غلام اسکو دلایا جائیگا اور پہلے گواہ کے دوبارہ سنانے کی ضرورت نہوگی۔ اسیطرح اگر زید نے وہ غلام مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے اسکے سپرد نہ کیا تھا کہ مدعی آگیا اور زید نے گواہ پیش کیے کہ مین نے یہ غلام خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا ہی اور سپرد نہین کیا ہی تو زید کے گواہونکی سماعت نہوگی جیسا کہ پہلی صورت مین جبکہ اسنے فروخت کرنے اور سپرد کرنے اور ودیعت رکھنے مین گواہ پیش کیے تھے سماعت نہین ہوئی تھی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص کے پاس غلام ہی اسپر دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی مین نے اسی مدعا علیہ سے اسکو خریدا ہی اور ثمن اسکو دیدیے ہین اور اسپر گواہ قائم کر دیے اور قابض نے کہا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی کہ اسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو خصومت سے اسکا پیچھا نہ چھوٹیگا اور مدعی کو غلام دینے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر ہنوز قاضی نے مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ شخص جسکا غلام ہونا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی حاضر ہوا اور اسنے مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو قاضی مدعا علیہ سے کہیگا کہ غلام اس شخص کے سپرد کر دے پھر مدعی کی ڈگری اس شخص پر کر دیگا اور دوبارہ گواہ سنانیکی تکلیف مدعی کو نہ دیگا اور اگر مدعی نے کہا کہ مین اس شخص پر دوبارہ گواہ قائم کرونگا

سناتا ہون تو اُسکو اختیار ہے اور اسوقت جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ وہی شخص ہوگا نہ قابض اور اگر مدعی نے دوبارہ گواہ نہ قائم کیے تو جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ قابض ہوگا نہ یہ شخص۔ اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری اس شخص پر نہ کی تھی کہ اس شخص نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکو قابض کے پاس ودیعت مین رکھا تھا یا ودیعت کے گواہ نہ دئیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مدعی خرید کے گواہ باطل ہو جائینگے۔ پھر اگر مدعی نے غلام کے مالک پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا اور مدعی نے اُس سے ہزار درم کو خریدا تھا اور ثمن ادا کر دیا ہے تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو اُسنے اپنے گواہ اُسوقت کے بعد قائم کیے کہ جب قاضی نے غلام کے مالک ہونے کے گواہون پر غلام اُسکی ملک ہونیکا حکم دیدیا ہے پس اس صورت مین مدعی کے گواہون کی سماعت نہوگی اور یا اس سے پہلے قائم کیے پس اس صورت مین جب اُس شخص پر جو ملکیت کا دعوی کرتا ہے اس مدعی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اس مقام پر تین مسئلے ہین پہلا یہی مسئلہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ خریداری کے مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور ہنوز اسکے لیے حکم نہوا تھا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور اُس شخص نے اسکی تصدیق کی اور دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ مدعی خرید نے ایک گواہ قائم کیا کہ مین نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور دوسرے شخص نے حاضر ہوکر اُسکی تصدیق کی تو قابض پر حکم ہوگا کہ غلام اس شخص کو دیدے پھر اگر خرید کے مدعی نے دوسرا گواہ خرید پر سنایا تو قاضی اُسکی ڈگری کر دیگا اور اُسکو یہ تکلیف نہ دیگا کہ اس شخص پر اپنا پہلا گواہ دوبارہ قائم کرے اور اس صورت مین جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ وہی قابض ہے نہ یہ شخص جو حاضر ہوا ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ خرید کے دعوی کرنے والے نے ہنوز کوئی گواہ قابض پر نہین قائم کیا تھا کہ اُسنے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور اُس شخص نے حاضر ہوکر اسکی تصدیق کی اور قابض نے غلام اُسکے سپرد کر دیا پھر خرید کے مدعی نے اس شخص پر اپنے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُسپر ڈگری کر دی تو اس صورت مین جسپر ڈگری ہوئی ہے وہ وہی شخص ہوگا نہ پہلا قابض۔ جامع مین مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اُس کے قبضہ مین ایک گھر تھا کہ اُسپر دعوی کیا کہ یہ میرا ہے اور قاضی نے اُس سے گواہ طلب کیے پھر دونون قاضی کے پاس سے اُٹھ گئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر فلان کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع صحیح ہے حتی کہ اگر پھر دونون قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ سنائے اور قاضی کو مدعا علیہ کے فروخت کر دینے کا حال معلوم ہے یا مدعی نے اقرار کیا تو ان دونون مین خصومت واقع نہ ہوگی اگرچہ وہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ مین موجود ہو اور اسیطرح اگر مدعی نے ایک گواہ قائم کیا تھا پھر دونون قاضی کے پاس سے چلے گیے پھر مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح ہے حتی کہ اگر دونون پھر قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے دوسرا گواہ سنایا تو اُسکی سماعت نہوگی بشرطیکہ قاضی کو فروخت کر دینے کا علم ہو یا مدعی اُسکا اقرار کرے۔ اور اگر مدعی نے دونون گواہ قائم کیے اور دونون کی تعدیل ہو گئی اور ہنوز قاضی نے اُنکی گواہی پر حکم نہ کیا تھا کہ دونون اُٹھ کر چلے گیے اور مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح نہین ہے حتی کہ اگر دونون قاضی کے سامنے آئے تو قاضی اُسی گواہی پر حکم دیگا اگرچہ فروخت کر دینے کا حال قاضی کو معلوم ہو یا مدعی نے اسکا اقرار کیا ہو اسواسطے کہ ایک گواہ قائم کرنے اور دو گواہ قائم کرنے مین یہی فرق ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف رح نے ایک گواہ کا بھی حکم مثل دو گواہون کے رکھا ہے اور پہلی صورت مین بھی مدعا علیہ کے بیع کرنے کو باطل کہا ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس ایک غلام تھا کہ اسکا دو شخصون نے دعوی کیا اور ہر ایک نے اسکے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا یا نہ انکار کیا نہ اقرار کیا بلکہ ساکت رہا پھر قاضی نے گواہون کی عدالت ظاہر ہونیکی وجہ سے ہنوز کچھ حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے دونون مین سے ایک شخص کے لیے اقرار کیا کہ یہ اس

تو اس شخص کا غلام ہے تو قاضی اُس شخص کو دلوا دیگا۔ پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہو جاوے تو دونون مین آدھا آدھا
تقسیم کر دیگا اور چاہیے تھا کہ تمام غلام اُس شخص کو دلا دیا جاوے جسکے لیے قابض نے اقرار نہین کیا تھا کیونکہ وہ اُسکی
ملک ہو گیا تھا اور گواہی اُسی پر پیش ہوئی ہے اور اسپر قیاس کیا جاوے کہ اگر گواہ قائم ہونے سے پہلے قابض نے کسی کے
واسطے اقرار کیا ہو پھر ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو تمام غلام اُسکو ملیگا جسکے واسطے قابض نے اقرار نہین کیا ہے پس ایسا
ہی یہان بھی ہونا چاہیے اور جواب یہ ہے کہ گواہی قائم ہونے سے پہلے اور بعد مین فرق ہے پس جب اقرار گواہ قائم ہونے کے
بعد ہو تو گواہون کی عدالت ظاہر ہونے پر استحقاق قبل اقرار کے ظاہر ہوگا تو ثابت ہوگا کہ اقرار باطل تھا کیونکہ غیر مالک سے
صادر ہوا اور اسکے بطلان سے تصدیق باطل ہوئی پس اُسکا وجود و عدم برابر ہے اسواسطے دونون مین مساوات رکھی جائیگی اگر
ہر ایک نے دونون مدعیون مین سے ایک ایک گواہ پیش کیا پھر قابض نے ایک کے واسطے غلام کا اقرار کیا تو غلام اُسکے سپرد
کر دیا جائیگا اور ہر ایک کا گواہ بیکار نہوگا پھر اگر اُس شخص نے جسکے واسطے اقرار نہین ہوا ہے دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام اُسکا ہوگا
اور اگر ہنوز غلام اُسکی ملکیت ہونیکا حکم نہوا ہو کہ دوسرے مدعی نے جسکے واسطے غلام کا اقرار ہوا ہے دوسرا گواہ پیش کیا تو
غلام دونون مین تقسیم ہوگا و لیکن اگر اُس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہین ہوا ہے غلام دونون مین تقسیم ہونے
کا حکم ہونے سے پہلے یون کہا کہ مین اپنا پہلا گواہ دوبارہ پیش کرتا ہون اور دونون کو ایک ساتھ پیش کرتا ہون تو تمام غلام اُسکو
دلا دیا جاویگا اور اگر اس شخص نے جسکے واسطے غلام کا اقرار نہین ہوا ہے یون کہا کہ میرا دوسرا گواہ مر گیا یا غائب ہے تو اُس سے
کہا جائیگا کہ لا دوسرا گواہ پیش کر یہ تمام غلام تجھے دلوایا جائیگا پس اگر اُسنے دوسرا گواہ پیش کیا تو پہلے کے ساتھ ملا کر تمام غلام
اُسے دلوایا جائیگا لیکن اگر اُسنے جسکے واسطے غلام کا اقرار کیا گیا ہے دوسرا گواہ پیش کیا یا دو مستقل گواہ لایا تو غلام دونون مین
تقسیم ہوگا۔ ایک غلام زید کے قبضہ مین تھا اسپر بکر اور خالد دو شخصون نے گواہ پیش کیے کہ ہر ایک مدعی تھا کہ میرا غلام ہے مین نے
اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا ہے اور زید انکار کرتا تھا یا چپ تھا اور ہر ایک کیواسطے آدھے غلام کا حکم دیا گیا پھر اگر بکر یا خالد نے وہی گواہ
یا دوسرے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے تو اس گواہی پر قاضی حکم نہ دیگا اور کچھ فائدہ نہوگا اگر ایک کے گواہون کی تعدیل ہوئی
اور دوسرے کی نہوئی یا دوسرے نے کوئی گواہ ہی قائم نہ کیا یا ایک ہی گواہ قائم کیا اور غلام اُس شخص کو دلوایا گیا جسکے گواہون
کی تعدیل ہوئی ہے پھر دوسرا بھی دو گواہ عادل لایا تو اُسکے لیے حکم کیا جائیگا کہ غلام لے لے۔ اور اگر خالد نے مثلاً گواہ قائم کیے
اور ہنوز اُسکے گواہون کی تعدیل نہوئی تھی یہانتک کہ زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام بکر کا ہے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پھر قاضی
نے وہ غلام بکر کو دلوایا پھر خالد کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور خالد نے وہ غلام بکر سے لے لیا پھر بکر نے گواہ عادل پیش کیے
کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور غلام اُسکو دلا دیا جائیگا۔ پھر اگر خالد نے
نے کہا کہ میرے گواہ دوبارہ سُنے جاوین اور مین بکر پر قائم کرتا ہون تو اُس کی دو صورتین ہین اگر اُس نے بکر کے واسطے
حکم دیئے جانے کے بعد پیش کرنا چاہے تو سماعت نہوگی اور اگر بکر کے گواہون کے اوپر حکم دینے سے پہلے پیش کرنا چاہے تو اُس کے
گواہ ہونگی سماعت ہوگی کذا فی المحیط

اٹھیسوان باب۔ ان شخصون کے بیان مین جنکا حاضر ہونا خصومت اور گواہون کی سماعت مین شرط ہے اور حکم قاضی اور اُن
کے متعلقات کے بیان مین۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی کا غلام اپنے مشتری کے پاس سے ملک مطلق کا استحقاق
ثابت کر کے قاضی کے حکم سے لے لیا گیا یعنی مستحق نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور کہا کہ میری ملکیت ہے اور عادل گواہون سے قاضی

... غلام بغیر قابض کو دلا یا جائیگا ۱۲

نے اُسکو دلوادیا اور مشتری کے ہاتھ سے نکل گیا اور مشتری نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت مین میری باندی سے پیدا ہوا ہی اور مستحق کو قاضی نے ناحق دلوادیا ہی اور تو مجھسے ثمن واپس نہین لے سکتا ہی تو بائع کے گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ اُسنے مستحق کے سامنے پیش کیے ہون کذا فی الملتقط اور اسیطرح اگر بائع نے گواہ پیش کیے ہون کہ یہ غلام میرے بائع کی ملکیت مین اُسکی باندی سے پیدا ہوا ہی تو بھی گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ مستحق کے سامنے ہو اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان صورتون مین بائع کے گواہ کیونکر مقبول ہونگے کیونکہ یہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ جب قابض پر کسی کے لیے ملک مطلق کا حکم جاری ہو تو یہ حکم اُسپر واقع ہوتا ہی جسکی طرف سے قابض نے ملکیت حاصل کی ہی اور یہان مشتری نے بائع کی طرف سے حاصل کی تھی تو حکم بائع پر بھی جاری ہا پس اُسکی گواہی کیونکر مقبول ہوئی اور خلاصہ جواب یہ ہی کہ بائع نے ملک مطلق کا دعوی نہین کیا بلکہ اپنی ملک مین پیدا ہونے کا مدعی ہی اور اُسپر حکم ملک مطلق کا ہوا ہی نہ ملک مین پیدا ہونے کا پس دوسری جہت سے اُسکی دلیل مقبول ہوگی اور اسکی طرف سیر کبیر مین اشارہ ہی۔ پھر امام محمد رح نے اس گواہی کے مقبول ہونے مین مستحق کا حاضر ہونا شرط کیا ہی۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ شرط نہین ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط ہی جیسا امام محمد رح نے اشارہ کیا ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ امام محمد رح کے قیاس اور ابو یوسف رح کے دوسرے قول پر شرط ہی اور امام اعظم رح کے قول اور ابو یوسف رح کے پہلے قول پر شرط نہین ہی اور یہ قول اظہر ہی۔ اور جو چیز اجرت پر دیگئی ہی اُسمین اجرت پر لینے والے اور دینے والے کا حاضر ہونا شرط ہی کیونکہ اجرت پر دینے والے کی ملکیت ہی اور لینے والا قابض ہی اور اسیطرح دعوے رہن مین راہن اور مرتہن کا موجود ہونا چاہیے کیونکہ راہن مالک ہی اور مرتہن قابض ہی۔ اور اگر شفیع نے شفعہ سے لینا چاہا اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا ہی تو بائع اور مشتری کا حاضر ہونا حکم شفعہ کے واسطے ضرور ہی۔ اور اگر مستعار چیز کو کسی نے استحقاق ثابت کرکے لینا چاہا تو عاریت پر دینے والے اور لینے والے کا حاضر ہونا چاہیے اور زمین کے دعوی مین کاشتکارون کا حاضر ہونا شرط ہی ولیکن مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر وانہ بیج کا اُنکا ہو تو شرط ہی اور اگر مالک زمین کا ہو تو شرط نہین ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعوے کیا اور اُسکا شوہر دوسرا شخص تھا پہر مین موجود ہی تو دعوی اور گواہی کے سننے مین اُسکا حاضر ہونا شرط ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور ایسی چیزین چھوڑین جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہین یعنی مال منقول ہین اور اُسپر اسقدر قرض ہی کہ تمام ترکہ اُسمین گھرا ہوا ہی اور اُسکا کوئی وارث یا وصی نہین ہی تو قاضی اُسکا ایک وصی مقرر کریگا کہ اُسکا ترکہ فروخت کرے اور وصی مقرر کرنے کے واسطے ترکہ کا سامنے ہونا ضرور نہین ہی اور ترکہ ثابت کرنے کے واسطے بعضون نے کہا کہ ترکہ سامنے ہو اور بعضون نے یہ شرط نہین لگائی ہی۔ اگر قیدی کے مفلس ہونے کے گواہ قائم ہوے تو قرضخواہ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی لیکن اگر قرضخواہ یا اُسکا وکیل حاضر ہو تو قاضی اُسکے سامنے رہا کریگا اور اگر غائب ہو تو کفیل لیکر رہا کریگا۔ اور اگر ایسا نابالغ ہو کہ جسکو تصرفات سے منع کیا گیا ہی اُسپر کسی نے دعوی کیا اور اُسکا وصی موجود ہی تو ایسے نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین بالتفصیل لکھا ہی اور دعوی ایسے دین ہونے یا عین ہونے مین یا یہ دین وصی کے کرنے سے پیدا ہوا ہی یا نہین [illegible] کوئی تفصیل نہین بیان فرمائی ہی [illegible] نابالغ [illegible] ہی کہ اگر یہ قرض ایسا وصی کے فعل سے پیدا ہوا ہی تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی [illegible] ادب القاضی [illegible] اگر نابالغ [illegible] ہو جائے اگر دعوی کے پاس گواہ [illegible] نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور اگر دعوی کے پاس گواہ ہون [illegible] دعوی کیا ہی اُسکے [illegible] کر دینے کا

دعوی کرتا ہی تو وہ نابالغ کو حاضر کرا سکتا ہی ولیکن اُسکے ساتھ اُسکا باپ آویگا تاکہ اگر نابالغ کے ذمہ کچھ لازم آوے تو اُسکے حکم
سے باپ ادا کرے اور کتاب الاقضیہ مین ہی کہ دعوی دین مین نابالغ کا حاضر کرانا شرط ہی اور بعض مشائخ نے یہ شرط لگائی ہی خواہ نابالغ
مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا ہی۔ اگر نابالغ کا کوئی وصی نہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست
کی کہ اسکی طرف سے وصی مقرر کرے تو قاضی منظور کریگا۔ اور وصی مقرر کرنے کے وقت اشارہ کے واسطے نابالغ کا حاضر ہونا
شرط ہی اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر نابالغ جھولے مین ہو تو بھی حاضر کرنا شرط ہی کہ مجلس حکم مین
حاضر ہووے اور پہلا قول اقرب الی الصواب واشبہ بالفقہ ہی کذا فی المحیط۔ اگر دعوی کسی مریض پر یا پردہ نشین عورت پر
واقع ہو تو دونون کا حاضر کرنا شرط نہین ہی کذا فی الذخیرہ۔ ماذون کبیر مین ہی کہ اگر غلام تاجر پر تجارت کا قرضہ ہو گیا اور
قرضخواہون نے درخواست کی کہ یہ فروخت کیا جاوے تو قاضی بدون اسکے مالک کی موجودگی کے فروخت نہ کریگا اور بھی ماذون
کبیر مین لکھا ہی کہ اگر دو گواہون نے غلام تاجر پر گواہی دی کہ اسنے کچھ غصب کر لیا ہی یا ودیعت کو تلف کیا ہی اور غلام نے انکار
کیا یا گواہون نے کہا کہ اسنے غصب یا ودیعت کا اسطرح اقرار کیا ہی یا خرید یا فروخت یا اجارہ کی گواہی دی اور غلام نے انکار
کیا اور اُسکا مالک حاضر نہین ہی تو گواہون کی گواہی مقبول ہوگی اور مالک کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور اگر بجاے غلام تاجر
کے وہ غلام ہو جسکو تصرف کرنے سے اُسکے مالک نے منع کر دیا ہی اور دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مال تلف کر دیا ہی یا کچھ غصب
کر لیا ہی اور غلام نے انکار کیا تو یہ گواہی بدون مالک کی موجودگی کے مقبول نہوگی اور امام محمد رح نے جو اس مسئلہ مین فرمایا ہی کہ یہ
گواہی مقبول نہوگی اسکے یہ معنی ہین کہ مولی سے غلام کے فروخت کرنے کو نہ کہا جائیگا ولیکن غلام کے حق مین مقبول ہوگی حتی کہ وہ
بعد آزادی کے پکڑا جائیگا۔ اگر مالک غلام کے ساتھ موجود ہو پس اگر مدعی نے مال تلف کر دینے یا غصب کا دعوی کیا تو قاضی یہ حکم
مالک پر دیگا اور اگر ودیعت تلف کر دینے یا کوئی اسباب بضاعت تلف کر دینے کا دعوی ایسے غلام پر کیا جسکو مالک نے تصرف سے
منع کیا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اس گواہی کی سماعت نہ کریگا یعنی مالک پر سماعت نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح
نے کہا کہ مالک پر سماعت کریگا اور جو نابالغ ایسا ہو کہ اُسکے باپ نے یا وصی نے تجارت کی اجازت دی ہی وہ بمنزلہ اس غلام کے ہی جسکو
اُسکے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہی اور اگر ایسے غلام پر جسکو تجارت کی اجازت ہی گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے عمداً قتل کیا
ہی یا کسی عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہی یا زنا کیا ہی یا شراب پی ہی اور غلام اس سے انکار کرتا ہی پس اگر اُسکا مالک موجود ہو تو غلام پر بالاتفاق
اس گواہی پر حکم دیا جائیگا اور اگر غلام موجود ہو اور مالک حاضر نہین ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی [illegible] حکم
نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد و قصاص کا حکم دیگا [illegible] تجارت کی اجازت سے پہلے اگر گواہی قائم ہو [illegible]
ہو اگر گواہون نے غلام کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس اگر ایسے حدود کے اقرار کی گواہی دی جو خالص اللہ تعالی کے حق ہین
زنا اور شراب خواری تو بالاجماع یہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر تہمت لگانے یا عمداً قتل کرنے کے اقرار [illegible]
کی موجودگی [illegible] مقبول ہوگی [illegible] کا حکم دیا جائیگا اور اگر مالک [illegible]
ہوا اگر [illegible]
ہی اور [illegible] قتل کر [illegible]
[illegible] گواہی [illegible] اجازت دینے والا [illegible] قتل [illegible] کی گواہی [illegible]
[illegible] دینے والا [illegible] تو گواہی مقبول ہوگی اور [illegible] اجازت [illegible]

ہو تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ اگر اسکے گواہ قائم ہون کہ لڑکے یا کم عقل نے عمداً یا خطا سے کسی کو قتل کیا ہی پس اگر اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی قبول کیجاویگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم کیا جاویگا اور اگر غائب ہو تو قبول نہوگی۔ اور اگر گواہوں نے لڑکے یا کم عقل کے اقرار پر گواہی دی کہ ان چیزون مین سے کسی جرم کا اقرار کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی خواہ اجازت دینے والا حاضر ہو یا غائب ہو۔ اور اگر کسی غلام پر کہ جسکو اجازت ہی گواہی دی کہ اُسنے دس درم یا زیادہ چورائے ہین اور وہ انکار کرتا ہی پس اگر اُسکا مالک حاضر ہو تو گواہی مقبول اور بالاجماع اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور چوری کا مال اگر اُسنے تلف کر دیا ہو تو اُسکی ضمان مالک کو دینی ہوگی اور اگر موجود ہو تو واپس کیا جاوے۔ اور اگر مالک غائب ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور مال مسروقہ کی ضمانت دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جاویگا۔ اور اگر گواہوں نے دس درم سے کم چوری کرنے کی گواہی دی تو قاضی مال دلانے کا حکم دیگا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا خواہ مالک حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر ماذون کے دس درم چوری کرنیکے اقرار پر گواہی دی اور مولی غائب ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک غلام پر مال کا حکم دیگا اور ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قطع کا حکم دیدیگا اگرچہ مالک غائب ہو۔ اور اگر کسی ایسے غلام پر دس درم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی جسکو مولی نے تصرفات سے منع کیا تھا پس اگر اُسکا مالک غائب ہو تو قاضی کچھ حکم نہ دیگا نہ مال دینے کا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ غلام مجور نے اقرار کیا ہو کہ اُسنے چوری کی پس اگر مالک اُسکا حاضر نہین ہی تو قاضی اس گواہی کو بالکل قبول نکریگا اور اگر حاضر ہو تو گواہی کی سماعت مالک پر نہوگی یعنی غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور چوری کے مال کے عوض مالک سے اُسکے فروخت کر دینے کا مواخذہ نہ کیا جائیگا ولیکن غلام سے آزاد ہونے کے بعد مواخذہ کیا جاویگا کذا فی المحیط

تیسوان باب

قاضی کے وصی اور قیم مقرر کرنے اور قاضی کے پاس وصیت ثابت کرنیکے بیان مین۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسی شہر مین مال چھوڑا جہان مرا ہی اور اُسکے وارث دوسرے شہر مین ہین پھر میت پر شہر کے لوگون نے حقوق[لہ] و اموال کا دعوی کیا تو قاضی کو اُسکی طرف سے وصی مقرر کرنیکے باب مین خصاف رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر اُس شہر اور اِس شہر مین انقطاع ہو یعنی اکثر قافلہ یہان سے وہان نہ جاتا ہو اور نہ وہان سے یہان آتا ہو تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اسطرح کا انقطاع نہو تو نہ مقرر کرے گا کذا فی البزازیہ۔ خصاف رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی اور لوگون نے اُسپر قرضہ کا دعوی کیا تو قاضی اُسکے مال کیواسطے وصی مقرر کریگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی تین جگہ مال میت کیواسطے وصی مقرر کرے گا یعنی میت پر قرضہ ہو یا وارث چھوٹے ہون یا میت نے کچھ وصیتین کی ہون تو وصیتون کے نافذ کرنیکے واسطے وصی مقرر کرے پس انھین جگہون مین قاضی وصی مقرر کرے اور اُنکے ماسوا مقرر نکرے اور ظاہرا یہ قول اُسکے مخالف ہی جو خصاف رح نے ادب القاضی مین لکھا ہی ولیکن مخالف نہین ہی اسلئے کہ شمس الائمہ کی مراد یہ ہو کہ ادائے قرض کیواسطے وصی مقرر کرے اور خصاف رح کی مراد یہ ہو کہ اثبات قرض کیواسطے وصی مقرر کرے۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے قرضہ و وقف چھوڑا اور اُسپر چند قرضہ ہین اور اُسکے وارث بالغ ہین اور وارثون نے ترکہ فروخت کرنے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا اور قرضخواہ سے کہا کہ اپنے ترکہ تجھے سونپا اب تو جان اور تیرا کام پس آیا قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا یا نہین بعضون نے کہا کہ مقرر کریگا اور بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ وارثون کو حکم دیگا کہ ترکہ فروخت کریں پس اگر انھون نے انکار کیا تو قید کریگا تاکہ فروخت کرین اور اگر قید کرنے سے بھی فروخت نکیا تو خود فروخت کریگا یا وصی مقرر کریگا [illegible]

اُسکی ولایت مین نہین ہی یا ترکہ اُسکی ولایت مین ہی اور یتیم اُسکی ولایت مین نہین ہین یا بعض ترکہ اُسکی ولایت مین ہی اور بعض نہین ہی تو شمس الائمہ رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ وصی مقرر کرنا ہر صورت مین درست ہی اور تمام ترکہ مین خواہ کہین ہووے وہ شخص وصی شمار ہوگا اور امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا کہ جو ترکہ اُسکی ولایت مین ہی اُسکا وصی ہوگا اور جو نہین ہی اُسکا نہوگا کذا فی المحیط۔ قاضی نے اگر وقف کے واسطے متولی مقرر کیا اور نہ مال وقف اور نہ وہ شخص جسپر وقف کیا ہی دونون اُسکی ولایت مین نہین ہین تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر مطالبہ اس قاضی کی کچہری مین واقع ہوا تو صحیح ہی اور رکن الاسلام رح نے فرمایا کہ صحیح نہین ہی جن لوگون پر وقف کیا گیا ہی اگر وہ لوگ قاضی کے ولایت مین ہیون پس اگر وہ لوگ طالب علم ہین یا گانون والے ہین یا کچھ معدود لوگ ہین یا خانہ یا رباط یا مسجد ہی اور زمین وقف اُسکی ولایت مین نہین ہی اور اُسنے متولی مقرر کیا تو شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ نالش اور مرافعہ معتبر ہی پس مقرر کرنا صحیح ہی اور امام رکن الاسلام نے فرمایا کہ جسپر حکم دیا جاوے اگر وہ حاضر ہو تو صحیح ہی اور اگر حاضر نہو تو صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص کسی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ فلان مرگیا اور اُسنے عروض و عقار چھوڑا ہی اور اُسپر قرض ہی اور کسی کو وصی نہین کیا اور مین اُسکو فروخت نہین کرسکتا تا کہ اُسکا قرضہ ادا کرون کیونکہ مجھے اُسطرف کے لوگ نہین پہچانتے ہین تو قاضی کو روا ہی کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہی تو مال فروخت کرکے ادا کردے پس اگر وہ سچا ہی تو کام ٹھیک رہیگا اور اگر جھوٹا ہی تو قاضی کا حکم کارآمد نہین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے کسی کو وصی مقرر کردیا تھا اور وصی نے اُسکی زندگی مین یا مرنے کے بعد وصی ہونا قبول کیا اور قاضی کے پاس اپنی وصایت ثابت کرنیکو آیا تو قاضی دیکھیگا کہ اگر وہ شخص لائق وصی ہونیکے ہو تو اُسکے دعوی کی سماعت کریگا بشرطیکہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لاوے جو خصم ہوسکتا ہی حتی کہ اگر مدعی غلام یا طفل ہی تو دعوی کی سماعت نکریگا اور غلام اور نابالغ کا تصرف نافذ ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور راجح یہ ہی کہ نافذ نہوگا پس اگر غلام آزاد کیا گیا تو بعد اُسکے قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا اور اُسکی وصایت کا حکم دے گا اور اگر لڑکا بالغ ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سماعت کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک سماعت نکریگا اور ایسے معاملہ مین خصم یا وارث ہوتا ہی یا موصی لہ یا وہ شخص جسپر میت کا قرض ہی یا جسکا میت پر قرض ہی یہ سب کتاب الاقضیہ مین ہی منتقی مین بروایت ابراہیم مذکور ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرض ہی اور اُسنے تہائی مال یا کسیقدر گنتی کے درم کی کسی کے واسطے وصیت کی اور موصی لہ نے یہ مال یعنی تہائی یا گنتی کے درم لے لیے پھر قرضخواہ آیا اور وارث خواہ حاضر تھے یا غائب تھے مگر اُسنے موصی لہ کو لیجا کر قاضی کے سامنے دعوی کیا تو موصی لہ اُسکا مدعا علیہ نہین قرار پا سکتا ہی اور اسمین اشارہ ہی کہ اگر وصیت ایک تہائی مین واقع ہو تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے نہ قرار پاویگا اور اگر تہائی سے زائد مین وصیت ہو اور وہ صحیح ہو جاوے اسطرح کہ وصیت کرنیوالے کا کوئی وارث ہی نہو تو ایسی صورت مین موصی لہ بمنزلہ وارث کے قرار پاکر قرضخواہ کا خصم مدعا علیہ ہوسکتا ہی کیونکہ تہائی سے زائد وارث کا حق ہوتا ہی اور وارث پر غریم یعنی قرضخواہ دعوی کرسکتا ہی تو ایسے موصی لہ پر بھی دعوی کرسکیگا اور کتاب الاقضیہ والے نے بدون تفصیل کے موصی لہ کو مدعا علیہ قرار دیا ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ جو موصی لہ تہائی سے زائد مال کا ہووے۔ پھر جب کسی خصم صالح کے سامنے وصی نے گواہ قائم کیے تو قاضی غور کریگا کہ اگر وصی مرد عادل اور نیک سیرت ہو اور تجارت مین ہوشیار ہی تو قاضی اُسکو وصی بناویگا اور اگر فاسق اور خائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ دیگا اور اگر بودی فکر کا آدمی اور کم ہوشیار ہی تو اُس کو وصی بناویگا مگر اُسکے ساتھ ایک امین ہوشیار تجارت کے کام مین ملادیگا تا کہ کار تجارت مین مددگار ہون اور یتیم کا مال تلف نکرین اور اگر فسق ظاہر ہوا اور نہ معلوم ہوا لیکن قاضی کے نزدیک متہم ہی تو اپنا مشرف اُسکے ساتھ کرے گا یا دوسرا وصی

ساتھ کریگا تاکہ ایک کا منفرد تصرف نہو سکے اور ایسے یتیم کی نگاہبانی ہو سکتی ہے۔ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہی پر وصیت ثابت ہو گئی اور وصیت نامہ میں میت نے چند لوگوں کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے اور کچھ لوگوں کو وصیت کی ہے اور کچھ خیرات کی وصیتیں ہیں پھر بعضے قرضخواہ حاضر ہوے اور اُنکے حق کا فیصلہ کیا گیا پھر دوسرا آیا تو اسی گواہی پر حکم دینے میں اختلاف ہے خیرات کی وصیت میں ایسی گواہی پر بالاجماع اکتفا کیا جاویگا اور قرض اور وصیتوں میں امام اعظم رح کے نزدیک اُسی گواہی پر فیصلہ نہوگا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص قاضی کے پاس آیا اور دعوی کیا کہ میرا بھائی فلان بن فلان مرگیا اور وارثوں میں سے باپ فلان بن فلان کو اور ماں ہندہ بنت فلان اور بیٹے فلان و فلان کو اور بیٹیوں میں سے فلانی و فلانی کو اور فلانی اپنی جورو کو چھوڑا ہے اور انکے سوا اُسکا وارث نہیں ہے اور اُسنے اپنی صحت عقل اور جواز تصرف کی حالت میں مجھے تمام ترکہ کا وصی ٹھہرایا ہے اور میں نے اُسکی وصیت قبول کی اور اُسکا متولی ہوا ہوں اور میرے اس بھائی کا اس شخص پر جو میرے ساتھ آیا ہے اسقدر قرضہ ہے اور میرا بھائی سب قرضہ پانے سے پہلے وصول کرنے سے پہلے مرگیا اور اس شخص قرضدار پر واجب ہے کہ مجھے ادا کرے تاکہ میں میت کے حکم کے موافق اُسکے وارثوں کے خرچ میں لاؤنگا تو قاضی اسکے دعوی کی سماعت کریگا اور پہلے مدعا علیہ سے اُس شخص کے مرنیکو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو اب مطالبہ وصی کی طرف سے درست ہوا پھر قرضہ کو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو پھر اسکے وصی ہونے کو دریافت کریگا اگر اُسنے اقرار کیا تو مال دیدینے کا حکم نہ دیگا جبتک کہ اُسکا وصی ہونا گواہی سے ثابت نہو۔ خصاف رح نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ فلان شخص مرگیا اور اُسنے مجھے وصیت کی تھی کہ جو اُسکا قرضہ اس شخص پر ہے اور جو مال عین اُسکا اسکے پاس ہے دونوں وصول کرون اور مدعا علیہ نے ان سب کی تصدیق کی تو اُسکو حکم نہ دیا جائیگا کہ دین اور عین اسکے سپرد کردے اور جامع کبیر میں ہے کہ پہلا قول امام محمد رح کا یہ تھا کہ مدعا علیہ کو قرض ادا کردینے کا حکم دیا جائیگا نہ مال معین کا پھر انھون نے رجوع کیا اور کہا کہ دونون کا حکم نہوگا پس کتاب الاقضیہ کا قول جامع کے دوسرے قول امام محمد رح کے موافق ہے اگر قرضدار نے اُسکی موت کا اقرار کیا ولیکن مال اور وصیت سے انکار کیا تو مدعی کو پہلے حکم کیا جائیگا کہ وصیت پر گواہ لاوے اور جب گواہی سے وصیت ثابت ہو جاوے تو پھر مال پر گواہ طلب ہونگے اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے سب کا انکار کیا تو پہلے مدعی سے موت اور وصی ہونے پر گواہ طلب ہونگے اور جب گواہ پیش ہو گئے اور ثبوت ہوگیا تب مال کے گواہ طلب ہونگے پس اگر اُسنے پہلے مال کے گواہ پیش کیے پھر وصیت کے گواہ لایا تو مال کے گواہ نامقبول اور دوبارہ قائم کرنے کا حکم دیا جاویگا اور اگر وصیت اور مال اور موت کے ایک ہی گواہ ہون اور ان سب پر گواہی گذری اُسنے یہی گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مال کی گواہی نامقبول اور دوبارہ پیش کرنیکا حکم دیا جائیگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مقبول ہونگے ولیکن قاضی ترتیب وار حکم دیگا یعنی پہلے وصیت کا پھر مال کا یہ خصاف رح نے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک مال کے گواہ نامقبول اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے اور یہان لکھا کہ امام ابویوسف رح کا قول مضطرب ہے۔ اگر مدعا علیہ نے وصیت اور موت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور اُسنے مدعا علیہ کو قسم دلانیکی درخواست کی تو قاضی منظور کریگا اور اگر مال اور موت کا اقرار کیا اور وصیت سے انکار کیا تو خفی [illegible] کہ وصی بمنزلہ وصی بور اگر اسنے نہ مقرر کیا تو مدعی کو قسم لینے کا حق نہیں پہونچتا ہے وہ اگر وصیت اور مال کا اقرار کیا اور موت سے انکار کیا تو یہان قسم لینے کی وہی صورت ہے جو وارث کی نسبت گذر چکی ہے۔ محیط میں لکھا ہے اگر قیم نے

دعوی کیا کہ قاضی معزول نے ہمارا سالانہ یا ماہواری مقرر کیا تھا اور اسقدر ہر ماہ مین مقرر کیا تھا تو قاضی جدید نافذ نہ کریگا اور اگر قاضی معزول نے تصدیق کی تو بھی نافذ نہ کریگا اور اگر اسکے گواہ گذرے کہ جب قاضی معزول قاضی تھا تو اس نے ایسا کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی پھر قاضی غور کرے گا کہ یہ اُجرت اگر کام کے برابر ہی یا کم ہی تو نافذ کرے گا اور اگر زیادہ ہی تو بقدر کام کے دے گا اور زیادتی باطل کرے گا اور اگر وصی یا قیم نے وصول کر لیا ہی تو زیادہ واپس کر دینے کا حکم کرے گا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر صغیر کا باپ مسرف ہو کہ صغیر کا مال تلف کرتا ہو تو اُسکی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کریگا۔ اگر وارث نے اپنے مورث سے کوئی چیز خریدی اور اُسکے مرنے کے بعد مبیع مین عیب پایا تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اُسکو واپس کردے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اسمین عیب پایا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ باپ اُسکو واپس کردے یہ بزازیہ مین لکھا ہی۔

اکتیسوان باب قضاء علی الغائب کے بیان مین اور ایسے حکم قضا کے بیان مین جو دوسرے پر بھی متعدی ہوتا ہی اور گواہ پیش کرنے مین اور بعض اہل حق کے دوسرون کی طرف سے قیام کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ جو شخص کچہری مین نہ موجود ہو اور نہ اُسکو دعوی مدعی کی اطلاع ہو اُسپر حکم دینا قضاء علی الغائب ہی قال فے الکتاب گواہون کی گواہی پر غائب شخص پر حکم دینا یا اُسکے لیے فیصلہ کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر اُسکی طرف سے کوئی خصم حاضر ہو تو جائز ہی اور جو اُسکی طرف سے حاضر ہوا تو وہ قصداً ہو مثلاً غائب نے کسی کو وکیل کرکے بھیجدیا یا حکماً ہو اور حکماً اس طور سے ہونا چاہیے کہ ایک حاضر شخص پر دعوی ہوا اور جو دعوی غائب پر ہی وہ اس حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہی یا شرط ہی اور یہ شیخ الاسلام بزدوی نے ذکر کیا ہے اور شمس الاسلام محمود اوزجندی اسی پر فتوے دیتے تھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ طور کہ غائب پر جو دعوی کیا گیا ہی وہ حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہو اور اسی کی طرف امام محمد رح نے کتابون مین جابجا اشارہ کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور امام خواہرزادہ نے اس صورت کو کہ غائب اور حاضر پر ایک ہی چیز کا دعوی ہو اور اس صورت کو کہ دونون پر دو چیزون کا دعوی ہو یکسان رکھا ہی اور حاضر شخص کے غائب کی طرف سے خصم ہونے مین سبب ہونا دونون مین شرط ہی اور امام ابو زید اور عامہ مشائخ نے ذکر کیا کہ سبب ہونا ایسی صورت مین شرط ہی کہ جب دعوی دو چیزون کا ہو اور یہی قول فقہ سے اشبہ معلوم ہوتا ہی۔ اگر دعوی دونون پر ایک ہی چیز کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان و مثال یہ کہ ایک مکان جو عمرو کے ہاتھ مین ہی اُسپر زید نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو خالد سے خریدا ہی اور خالد غائب ہی اور وہ اُسکا مالک تھا اور مجھسے عمرو نے غصب کر لیا ہی اور عمرو نے کہا کہ یہ مکان میرا ہی پھر زید نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم عمرو اور خالد دونون پر جاری ہوگا اور حاضر غائب کی طرف سے خصم قرار پاویگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا کہ اُسنے فلان شخص کی طرف سے اس طور پر کفالت کی ہی کہ جو میرا اُسپر حق ثابت ہو اُسکا کفیل ہی پھر مدعا علیہ نے کفالت کا اقرار کیا اور حق سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم ثابت ہوے ہین تو کفیل اور مکفول عنہ دونون پر حکم قضا جاری ہوگا حتی کہ اگر فلان شخص غائب آیا اور اُسنے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاویگا۔ اگر زید نے ایک گھر کے شفعہ کا جو عمرو کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور عمرو نے کہا کہ یہ گھر میرا ہی مین نے کسی سے خریدا نہین پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے یہ گھر خالد سے ہزار درم مین خریدا جو اُسکا مالک تھا اور زید اُسکا شفیع ہی تو خرید کا حکم عمرو حاضر اور خالد غائب دونون پر ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر دعوی دو چیزون کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان مثال مین یہ ہی کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص کے حق مین

واسطے دوسرے پر گواہی دی پس مدعا علیہ نے طعن کیا کہ یہ دونون فلان شخص کے جو غائب ہے غلام ہین پھر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلان غائب ان دونون کا مالک تھا مگر اُسنے بحال ملک انکو آزاد کر دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور حاضر اور غائب دونون کے حق مین آزاد ہونا ثابت ہو جائیگا اور یہان دعوی دو چیزون مین ہے یعنی حاضر پر مال کا دعوے اور غائب پر غلامون کے آزاد کر دینے کا مگر غائب پر دعوی ثابت ہونا یعنی غلام کا آزاد ہونا باعث ثبوت حاضر کے دعوی کا ہے کہ حاضر پر مال ان گواہون آزاد غلامون کی گواہی پر ثابت ہوگا کذا فی الذخیرہ اگر زید پر کسی جورو والے آدمی کو زنا کی تہمت لگانے سے حد واجب ہوئی پھر زید نے کہا کہ مین تو غلام ہون مجھپر آدھی حد واجب ہے اُس آدمی نے کہا کہ نہین تجھے اُسنے آزاد کر دیا ہے اور تجھپر پوری حد آویگی اور آزادی پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہو کر حاضر اور غائب دونون کے حق مین حکم نافذ ہوگا حتی کہ اگر غائب آیا اور آزاد کرنے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاویگا۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکے دو وارث ہین کہ ایک غائب ہے پھر حاضر نے دعوی کیا کہ غائب نے قاتل کو معاف کیا اور میرے حق کا اسپر مال واجب ہوا اور قاتل نے اُسکے معاف کرنے سے انکار کیا پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو کر غائب اور حاضر پر حکم دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر دعوی دو چیزون مین واقع ہو مگر غائب پر جو دعوی ہے ضرور نہین ہے کہ وہ حاضر کے دعوے کے ثبوت کا لامحالہ سبب پڑ جاوے بلکہ کبھی نہین ہوتا ہے تو حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم قرار نہ پاویگا اور اُسکے بیان کی مثال یہ ہے کہ زید نے ایک شخص غائب کی عورت سے کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلان شخص نے وکیل کیا ہے کہ مین تجھے اُسکے پاس پہونچا دون پھر عورت نے کہا کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دیچکا ہے اور اسپر اُسنے گواہ قائم کر دیے تو اُسکی گواہی وکیل پر مقبول ہوگی نہ غائب پر تاکہ طلاق ثابت ہو جاوے حتی کہ اگر غائب آیا اور طلاق دینے سے انکار کیا تو عورت کو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص زید کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے آقا زید نے مجھے وکیل کیا ہے کہ مین تجھے اُسکے پاس پہونچا دون پھر غلام نے گواہ سنائے کہ زید نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو وکیل کے حق مین مقبول ہونگے اور آزادی ثابت نہوگی حتے کہ اگر زید آیا اور اُسنے انکار کیا تو غلام کو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی کذا فی البزازیہ۔ اگر حاضر و غائب پر دو چیزون کا دعوی ہو اور غائب کا دعوے سبب ثبوت حاضر کے دعوی کا بھی ہو ولیکن اس طرح سبب ہو کہ اگر وہ مدعی باقی ہے تو سبب ہے اور اپنے نفس ذات سے سبب ثبوت نہین تو قاضی ایسی گواہی پر التفات نہ کر کے حاضر اور غائب کسی پر حکم نہ دیگا اس قاعدہ کا بیان یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر مشتری نے دعوی کیا کہ میرے خریدنے سے پہلے بائع نے اسکو فلان غائب کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور مین نے اُسکو لاعلمی مین خریدا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے گواہ قائم کر کے باندی واپس کرنی چاہی تو قاضی یہ گواہی مقبول نہ کریگا نہ حاضر پر اور نہ غائب پر کیونکہ غائب کا نکاح اگر ابتک باقی ہے تو اُسکو واپسی کا حق پہونچتا ہے اور اُسنے نکاح باقی ہونے کے گواہ نہین قائم کیے اور اگر نکاح باقی ہونے کے گواہ قائم کرے تو بھی مقبول نہونگے کیونکہ باقی رہنا نکاح کے بعد ہے اور جب ثبوت نکاح مین خصم قرار دیا یا تو بقاء نکاح مین بھی قرار نہ پاویگا اور اسیطرح اگر کسی نے بطور بیع فاسد کے کوئی چیز خریدی تھی پھر دعوی کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دی ہے اور وہ شخص غائب ہے اور اس سے اُسکی غرض یہ ہے کہ بائع کا حق واپسی جاتا رہے تو حاضر و غائب دونون کے حق مین گواہی قبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُسکے پہلو مین دوسرا گھر فروخت کیا گیا اُسکو مشتری نے خرید لیا پھر جسکے قبضہ مین گھر ہے اُسنے فروخت کیے ہوئے گھر کو شفعہ مین لینا چاہا پھر مشتری نے کہا کہ یہ گھر تیرے

قبضہ مین ہو یہ تیرا نہین فلان شخص کا ہی اور شفیع نے گواہ قائم کیے کہ جو گھر میرے قبضہ مین ہو میرا ہی مین نے اسکو فلان غائب سے خریدا ہی تو اسکے خریدنے کا حکم حاضر و غائب دونون کے حق مین نہ دیا جاوے گا۔ جامع صغیر مین مذکور ہو کہ زید نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر فلان شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو تو تو طلاق ہو پھر زید کی عورت نے زید پر دعوی کیا کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہی اور فلان شخص غائب ہی اور زید کی عورت نے گواہ پیش کیے تو گواہی مقبول نہوگی اور اسپر طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور بعضے متاخرین نے طلاق واقع ہونے کا فتوی دیا ہی اور گواہی قبول کی ہی اور انھین بعض متاخرین کی راے پر ایک حیلہ سابق مین غائب شخص پر حق ثابت کرنے کا مذکور ہوا ہی کہ وکالت حاضر کی شرط غائب کے کسی قول پر معلق کیجاوے اور اصح یہ کہ گواہی نامقبول اور غائب پر حکم نہ دیا جاویگا اور جہان کہین کسی نے اپنے حق کیواسطے کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کیے اور اسمین غائب کا حق باطل ہوتا ہی تو غائب پر حکم نہ دیا جائیگا یہ تلخیص ما فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی کفالت اختیار کی اور مکفول عنہ غائب ہوگیا اور کفیل نے قرضخواہ پر دعوی کیا کہ جن ہزار درم کی مین نے کفالت کی تھی وہ شراب کا ثمن ہین اور طالب نے کہا نہین بلکہ غلام کا ثمن ہین پس قول معتبر طالب کی طرف سے ہو پھر اگر کفیل نے اسکے گواہ قائم کرنے چاہے تو غائب اسکا خصم نہوگا اور گواہی نامقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر مطلوب حاضر ہوتا اور طالب پر گواہ قائم ہوکر گواہی دیتے کہ بس ثمن کا یہ دعوی کرتا ہی وہ شراب کا ثمن ہی تو گواہی مقبول ہوتی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون پر ایک شخص کے ہزار درم ہین اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی پھر دونون نے مال سے انکار کیا پھر مدعی نے ایک پر گواہ قائم کیے اور اسپر مال اور کفالت دونون کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول نہ کیا یہان تک کہ وہ غائب ہوگیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اسپر پانچسو درم کا جو اسپر تھے حکم کریگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار درم کا اپنے اور غائب کے لیے ہونیکا دعوی کیا کہ یہ غلام یا کسی کپڑے کا ثمن ہو کہ دونون نے اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح کے نزدیک حاضر کے حصہ کی ڈگری کیجاویگی حتی کہ اگر غائب آیا تو اسکو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونون کے حق کی ڈگری کیجاویگی صاحب شرح اقضیہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جو مذکور ہوا ہی وہ دلالت کرتا ہی کہ امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح کے قول کی طرف رجوع کیا ہی اور امام محمد رح ظاہر مین اور بنابر عامۂ روایات کے امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور منتقی مین امام محمد رح کو امام ابو یوسف رح کے ساتھ ذکر کیا ہی اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر یہ ہزار درم جنکا دعوی ہی میراث کے ہون تو بلاخلاف غائب کو دوبارہ گواہی دلانے کی ضرورت نہوگی پھر روایات منتقی کے موافق امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب غائب حاضر ہوگیا اور اسنے مدعی حاضر کی تصدیق کی تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جسقدر حاضر نے وصول کیا ہی اسمین شریک ہو جاوے اور پھر دونون باقی کیواسطے مطلوب کا پیچھا پکڑین ورنہ مطلوب کے پیچھے پڑے اور اپنا حق وصول کرے اور اگر ہنوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہون نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک غائب کا حق باطل ہوگیا مگر غائب حاضر کا شریک ہوگا یعنی جسقدر مدعی حاضر نے وصول کیا ہی اسمین غائب اگر آدھے کا شریک ہوگا قلت و صاحبین کے نزدیک بعد ثبوت قضاء باطل ہوگی قال پھر جب غائب اگر حاضر کا شریک ہوا تو حاضر اپنے مطلوب سے کچھ واپس نہ لے سکیگا۔ اگر کسی شخص نے دعوی کیا کہ مین نے و فلان غائب نے یہ گھر اس شخص سے ہزار درم کو خریدا ہی اور ہم دونون نے ثمن ادا کر دیا ہی اور اسپر گواہ پیش کر دیے تو امام اعظم رح کے قیاس میں

کے واسطے آدھے گھر کا حکم دیا جاویگا پھر جب غائب آیا تو اس سے دوبارہ گواہ قائم کرائے جاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے موافق تمام گھر حاضر و غائب کو دلایا جاویگا اور نصف حاضر کو دیا جائیگا اور نصف کسی ثقہ کے پاس رکھا جاویگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جب تک غائب نہ آجاوے مین تقسیم نہ کرونگا منتقی مین فرمایا کہ اگر بناء خانہ آگ خریدت آنکا کیا تو اس مین سے اسکا حصہ باطل ہوگیا اور حاضر کا باقی رہا اور کہا کہ یہ بلاخلاف ہی اور اصل مسئلہ کو اختلاف کے ساتھ ذکر کیا اور مبسوط مین اس مسئلہ کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ گواہی حاضر کے حق مین مقبول ہوگی نہ غائب کے حق مین اور کچھ اختلاف کا ذکر نہ کیا اور خصاف رح نے موافق منتقی کے اختلاف ذکر کیا جو ہم نے بیان کیا کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب کا حصہ مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال لیا جاویگا پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اسوقت ہی کہ بائع کو ثمن پہونچ گیا ہو جیسا کہ مسئلہ مین مذکور ہی اور اگر نہ پہونچا ہو تو نہ نکالا جاوے گا اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مشتری کے دینے کے واسطے ثمن ادا ہونے کی ضرورت ہی اور ہم مشتری کو نہین دیتے ہین بلکہ عادل کے قبضہ مین رکھتے ہین اور اسکا ہاتھ روک رکھنے مین بائع کے ہاتھ کی نظیر ہی کذا فی المحیط۔ مبسوط مین ہی کہ اگر ایک وارث نے کسی شخص پر قصاص کے دعوی کے گواہ پیش کیے تو تمام وارثون کے حق مین یہ ثبوت کافی ہی کہ انسے دوبارہ گواہی نہ طلب ہوگی اور یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک حاضر کے واسطے حق ثابت ہوگا اور غائب کے حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مبسوط مین ہی کہ ایک مکان ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ گھر میرے اور میرے بھائی کیواسطے جو غائب ہی میراث چھوڑا ہی اور ہم دونون کے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک قاضی حاضر کے حصہ کی ڈگری کرکے مدعا علیہ سے لیکر اسکے سپرد کردیگا اور غائب کا حصہ قابض کے قبضہ مین چھوڑ دیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اگر قابض منکر ہو جیسا مسئلہ مین ہی کہ گواہ قائم کرنیکی ضرورت پڑی تو قاضی غائب کا حصہ اسکے ہاتھ سے نکال کر عادل کے پاس رکھیگا اور اگر مقر ہو تو اسی کے پاس چھوڑ دے پھر جب اسی کے پاس چھوڑا اور غائب آیا تو مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اس سے دوبارہ گواہ طلب کریگا جیسا قصاص مین گذرا اور بعضون نے کہا کہ نہین اور انہین اتفاق بیان کیا اور یہی صحیح ہی اور بعضون نے کہا کہ میراثی قرضہ کا دعوی بھی محتمل ہی کہ مثل قصاص کے اختلافی ہو اور کتاب الاقضیہ واسے نے مطلقاً بلا ذکر خلاف بیان کیا ولیکن یہ صحیح نہین ہی۔ اسی جنس کے مسئلون سے مسئلۃ الہبہ ہی اور اسکی صورت یہ کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے اور فلان شخص غائب کو یہ چیز ہبہ کرکے سپرد کردی ہی پس اگر وہ چیز تقسیم ہوسکتی ہو تو دعوے صحیح ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اسکی گواہی حاضر کے حق مین مقبول ہوگی نہ غائب کے حق مین اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مانند مسئلہ شریہ کے دونون کے حق مین قبول ہوگی اور اگر وہ چیز مثل گھر کے تقسیم ہوسکتی ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک دعوی صحیح نہین ہی کیونکہ انکے نزدیک گھر دو شخصون کو ہبہ کرنا درست نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک درست ہی تو دعوی بھی صحیح ہی۔ اور اسی جنس سے مسئلہ رہن ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین نے اور فلان غائب نے اس شخص سے یہ گھر جو اسکے قبضہ مین ہی ہم دونون نے بعوض قرضہ کے جو ہمارا اسپر آتا ہی رہن رکھا ہی پھر یہ شخص اس گھر پر محیط ہوگیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ گواہی نامقبول ہی کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک اگر مقبول ہو تو حاضر کے حصہ مین مقبول ہوگی اور مقبول ہونے سے رہن مشاع ہوا جاتا ہی اور وہ امام کے نزدیک ناجائز ہی اور جو چیز تقسیم ہوسکتی اور جو چیز نہین تقسیم ہوسکتی ہی ان دونون کا ایک حکم ہی اور اسی جنس سے مسئلہ وصیت ہی اسکی

صورت یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے مختلف لوگون کے لیے مختلف وصیتین ایک وصیت نامہ مین لکھدین پھر جن لوگون کے لیے وصیت کی ہے انمین سے ایک آیا اور کسی وارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح کے نزدیک حاضر کے حق مین ڈگری ہوگی نہ غائب کے حق مین اور امام ابویوسف رح کے نزدیک حاضر و غائب سب کے حق مین ڈگری ہوگی حتی کہ اگر غائب آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہین ہے۔ کتاب الاقضیہ مین امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو شخصون پر ایک مال کا جو دستاویز مین تحریر ہے دعوی کیا اور دونون مدعا علیہ مین سے ایک حاضر ہے انکار کرتا ہے اور دوسرا غائب ہے اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین حاضر و غائب دونون پر ڈگری کردونگا اور امام ابوبکر رازی رح نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قاعدہ پر ٹھیک نہین پڑتا ہے کیونکہ ایسے مسائل مین انکے نزدیک حاضر شخص غائب کیطرف سے خصم نہین ہوتا ہے مصنف کہتا ہے کہ منتقی مین ایک روایت امام اعظم رح سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ حاضر پر نصف مال کی ڈگری کرونگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ تمام مال کی حاضر و غائب پر ڈگری کرونگا سواضح ہو کہ امام محمد رح نے یہ مسئلہ مبسوط مین لکھا ہے اور جواب دیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک حکم صرف حاضر پر اور حاضر کیواسطے ہوگا اور صاحب اقضیہ نے لکھا کہ ان مسائل مین امام اعظم رح کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہوگا اور بعض مسائل مین ذکر کیا کہ حکم حاضر پر متعدی ہوگا اور بعض مین ذکر کیا کہ غائب پر متعدی ہوگا اور کبھی ذکر کیا قول ابویوسف رح کو موافق ابوحنیفہ رح کے اور کبھی برخلاف قول ابوحنیفہ رح کے اور کبھی قول امام محمد رح کا موافق قول ابوحنیفہ رح کے ذکر کیا اور کبھی موافق ابویوسف رح کے مخالف ابوحنیفہ رح کے ذکر کیا پس امام اعظم رح اور ابویوسف رح اور امام محمد رح سے ہر صورت مین دو دو روایتین ہوئین۔ ایک شخص نے ایک غلام دو شخصون کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہووے پھر بائع ایک سے ملا اور اسپر گواہ پیش کیے کہ میرے اسپر اور فلان غائب پر ایکہزار درم قرض ہین اور ہر ایک دوسرے کا اسکے حکم سے کفیل ہے تو حاضر پر ہزار درم کا حکم کیا جائیگا پھر اگر حاضر سے وصول کرنے سے پہلے غائب حاضر ہوا تو مدعی اس حاضر سے سوائے پانچسو درم کے جو اسپر اصلی ہین نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہین اور انکا ایک شخص قرضدار کے حکم سے کفیل ہے پھر قرضخواہ کفیل سے ملنے سے پہلے اصیل سے ملا اور دعوی کیا کہ تجھپر میرے ہزار درم ہین اور تیرے حکم سے اسکا فلان کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو ہزار درم کا حکم کیا جائیگا اور یہ حکم کفیل پر جاری نہوگا حتی کہ اگر کفیل سے ملا تو بدون دوبارہ گواہ قائم کرنے کے اس سے نہین لے سکتا ہے کذا فی الملتقط اگر اصیل سے ملنے سے پہلے کفیل سے ملا اور اسپر دعوی کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم ہین اور تو اسکے حکم سے اسکا کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو کفیل غائب کی طرف سے خصم ہوگا اور ہزار درم کا حکم دونون پر جاری ہوگا اور اصیل اپنے کفیل کی طرف سے خصم نہین ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ تونے و فلان شخص غائب نے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے اور تم دونون باہم ایک دوسرے کے کفیل ہوا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ پر ہزار درم کی ڈگری کی گئی پھر غائب حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ غائب سے ہزار درم لے لے کیونکہ جب حاضر پر حکم دیا گیا تو اس وجہ سے کہ وہ مطلوب اور اس کفیل غائب کی طرف سے کفیل ہے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر دونون کی طرف سے کفیل نہ کیا جاوے تو وہ اصیل سے کیونکر لے سکیگا۔ نوادر بشر بن الولید مین امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کے چند لوگون سے خریدنے کا دعوی کیا اور وہ گھر انہین لوگون کے قبضہ مین ہے اور ان مین سے بعضے حاضر ہین اور بعضے غائب ہین اور حاضر لوگ غائبون کے حصہ دار ہونے کے مقر اور بیع واقع ہونیکے منکر ہین پھر

مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے تو قاضی صرف حاضرون کے حصہ مین ڈگری کریگا اور یہ امام اعظم رح و امام ابویوسف رح کے نزدیک ہے اور اگر حاضر لوگ غائبون کے حصہ دار ہونے سے منکر ہون تو قاضی تمام گھر کی ڈگری مدعی کے نام کر دے گا اور اگر دو شخصون کی طرف سے ہبہ یا صدقہ یا رہن کا دعوے کیا اور ایک شخص غائب ہے اور دوسرا حاضر ہے اور گھر اسی کے قبضہ مین ہے اور مدعی نے ہبہ بقبضہ یا صدقہ بقبضہ یا رہن بقبضہ کے دعوے کے گواہ پیش کیے تو امام اعظم رح کے نزدیک رہن کی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی کیونکہ اسکے نزدیک حکم صرف حاضر کے حصہ پر دیا جائیگا اور وہ ممکن نہین کیونکہ رہن مشاع ہو جاتا ہے اور وہ باطل ہے اور ہبہ کی صورت مین اگر مدعی بہ محتمل قسمت نہین ہے تو گواہی حاضر کے حق پر قبول ہوگی نہ غائب کے حق پر اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابویوسف رح کے نزدیک رہن کی صورت مین گواہی بالکل نامقبول ہے اور ہبہ اور صدقہ کی صورت مین اگر وہ چیز جس مین دعوے ہے قسمت کو محتمل نہین ہے تو حاضر و غائب دونون پر حکم ہوگا اور اگر وہ چیز مدعی بہ تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی تمام چیز کے ہبہ کا حکم دے گا مگر آدھے مین فی الحال نافذ کرے گا اور آدھے مین غائب کے حاضر ہونے تک توقف ہوگا جب وہ حاضر ہوا تو نافذ کریگا۔ ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہون پر قاضی نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور اسنے وارث چھوڑے اور مدعا علیہ کا لوگون پر شہر مین مال ہے کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہین کہ مدعا علیہ کا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین یہ مال مدعی کو نہ دلاؤنگا جبتک کہ مدعا علیہ خود حاضر نہو اگر وہ غائب ہو گیا یا اسکے وارث حاضر نہون اگر وہ مر گیا ہے اس احتمال سے کہ شاید مدعا علیہ نے ادا کر دیا ہو یا وارثون نے ادا کر دیا ہو کذا فی المحیط۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنیکے بعد مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور گواہونکا پوشیدہ و ظاہر عادل ہونا ثبوت ہو گیا تو قاضی حکم نہ دیگا جبتک کہ غائب یا اسکا نائب حاضر نہو یا میت کے وارث حاضر نہون اور جب انمین سے کوئی حاضر ہوا تو قاضی اسی گواہی پر فیصلہ کریگا دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہین ہے اور اگر مدعا علیہ نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر غائب ہو گیا تو قاضی اسکی نسبت مین اسکے اقرار پر حکم دیدیگا پھر جس چیز کا اسنے اقرار کیا ہے اگر مال معین ہے تو جسکے قبضہ مین ہے اگر وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ یہ مدعا علیہ کا ہے تو اسکو حکم دیگا کہ مدعی کے حوالہ کرے۔ اور اگر مال غیر معین درم و دینار ہے اور مدعی نے اسکے جنس حق مین سے قابو پایا تو حکم دے گا کہ لے لے اور قرضہ کے عوض عروض و عقار کو فروخت نہ کریگا اور یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے ذکر کیا کہ امام ابویوسف رح کہتے ہین کہ گواہی اور اقرار دونون صورتون مین جبتک غائب حاضر نہو قاضی حکم نہ دیگا۔ امام محمد رح نے تو امام ابویوسف رح کا قول اسی طرح ذکر کیا ہے ولیکن علامہ کتب مین محفوظ روایت امام ابویوسف رح سے یہ ہے کہ گواہی کی صورت مین بدون مدعا علیہ کی حاضری کے قاضی حکم نہ دیگا اور اقرار کی صورت مین حکم دیگا پھر جب عہدہ قضا انکے سپرد ہوا تو کہتے تھے کہ دونون صورتون مین حکم دیگا اور یہ استحسان ہے تاکہ لوگون کے مال و حقوق محفوظ و مصئون رہین کذا فی الذخیرہ۔ امام محمد رح نے زیادات مین ذکر کیا ہے کہ ایک باندی ایک شخص عبداللہ کے قبضہ مین تھی پھر ایک شخص ابراہیم نامے نے خالد نامے سے کہا کہ اے خالد یہ باندی جو عبداللہ کے پاس ہے میری باندی تھی مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کی تھی ولیکن عبداللہ نے مجھسے غصب کر لی اور خالد نے اسکی تصدیق کی اور عبداللہ اس غصب کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی میری ہے تو باندی کے بارے مین عبداللہ کا قول معتبر ہے ولیکن خالد پر حکم کیا جائیگا کہ ہزار درم ثمن ابراہیم کو دیدے کیونکہ دونون نے بیع واقع ہونے کی باہم تصدیق کی ہے اور سپرد کر دینے کا اقرار کیا ہے لہذا اقرار دونون کا دونون پر حجت ہوگا۔ پھر

ابراہیم کے ثمن وصول کر لینے کے بعد اگر کسی نے عبداللہ کے ہاتھ میں سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور خالد نے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا کہ باندی مبیعہ پر استحقاق ثابت ہوا ہی تو اسکا ثبات نہ پایا جاویگا کیونکہ حکم استحقاق صرف عبداللہ تک مقصور ہوا اس سے تجاوز کر کے خالد تک نہ پہونچیگا اور اصل اس باب میں یہ ہی کہ قابض پر ملک مطلق کا حکم قضا قابض کے ساتھ اسپر بھی جسکے ہاتھ سے قابض نے ملکیت پائی ہی دونوں پر جاری ہوتا ہی اور تمام لوگوں پر جاری نہیں ہوتا ہی اور یہاں قابض یعنی عبداللہ نے خالد کی طرف سے ملکیت حاصل کرنیکا دعوی نہیں کیا ہی پس حکم قضا خالد پر جاری نہوا اور جب اسپر جاری نہوا تو وہ ثمن واپس نہیں کریگا اور اسپر جاری نہونے کی دلیل یہ ہی کہ مثلاً اگر خالد اپنے گواہ مستحق پر قائم کرے کہ یہ باندی میری تھی باندی ہو میں نے ابراہیم سے خریدی ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر اسپر حکم قضا جاری ہوتا تو مقبول نہیں ہو سکتی تھی اور اسیطرح اگر مستحق ملک مطلق کے دعوی سے نیوے بایں دعوے کرے کہ یہ باندی میری باندی سے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہی اور گواہی پر قاضی اُسکے لیے دلانے کا حکم دے تو بھی خالد اپنا ثمن ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی اگرچہ مستحق کی گواہی سے ثابت ہوا کہ ابراہیم نے غیر کی باندی فروخت کی تھی کیونکہ مستحق کا دعوی کہ میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہی بلا ضرورت ہی کیا تو نہیں دیکھتا ہی کہ اگر ملک مطلق کا دعوی ہوتا تو گواہی مقبول تھی پس ملکیت میں پیدا ہونیکا دعوی بے اعتبار ہی صرف ملک مطلق کا دعوی معتبر رہگیا اور ملک مطلق کے دعوی میں خالد پر حکم قضا جاری نہوا تھا اسی طرح اس صورت میں بھی جاری نہوگا پس حکم قضا صرف عبداللہ تک رہا پھر امام محمد نے فرمایا اور اگر خالد گواہ لاوے کہ یہ باندی میری ہی میں نے ابراہیم سے خریدی ہی تو مستحق پر قائم کرنے سے باندی اسکو دلا دیجاویگی پھر اگر مستحق نے خالد پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہی میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہی تو یہ گواہی زیادہ مثبت ہی خالد کی گواہی پر اسکو ترجیح دیکر پھر باندی مستحق کو دلائی جاویگی پھر اس صورت میں خالد پر حکم قضا جاری ہوا پس وہ اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لیگا۔ اگر باندی کا کوئی مستحق نہوا بلکہ باندی نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ میں اصلی حرہ یعنی آزاد ہوں اور قاضی نے اُسکی آزادی کا حکم دیا تو آزادی کا حکم تمام لوگوں پر جاری ہوتا ہی مثلاً ہر شخص پر آزاد شخص لائق گواہی دینے کے ہوتا ہی اسواسطے خالد پر بھی جاری ہوگا اور خالد اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لیگا۔ اور اسی طرح اگر باندی نے گواہ قائم کیے کہ میں عبداللہ کی باندی تھی مگر اُسنے مجھے آزاد کر دیا ہی اور قاضی نے اُسکی ڈگری کی تو خالد اپنا ثمن ابراہیم سے لیگا اور اصلی آزادی کا دعوی اور یہ دعوی یکساں ہی کذا فی المحیط۔ زمین وقف کا حکم قضا با وقف اگر قابض پر جاری ہو تو شمس الائمہ حلوائی اور رکن الاسلام سے منقول ہی کہ دونوں نے اسکو قضاء حریت کے ساتھ لاحق کر کے تمام لوگوں پر جاری کیا ہی اور فتاوی ابو اللیث میں ہی کہ تمام لوگوں پر جاری نہیں ہی حتی کہ اگر کوئی شخص دعوی کرے کہ یہ زمین میری ملک ہی تو اُسکی سماعت ہوگی اور قضاء بملک مطلق کے مثل اسکا حکم رکھا ہی اور اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہی یہ ملتقط میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی دعوی کیا کہ میرا باپ مرگیا اور یہ گھر میرے اور میرے فلاں بھائی کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور اسکا بھائی دعوی سے انکار کرتا ہی اور گھر میں سے اپنا حق نہیں چاہتا ہی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے اور اسکو آدھا گھر دلا دیا گیا پھر اُسکے بھائی نے رجوع کر کے مدعی کی تصدیق کی تو اسکو کچھ نہ دلایا جائیگا پس اسکے بعد اگر میت کا کوئی قرضخواہ آیا اور وارث کے سامنے اُسنے میت پر قرضہ ثابت کیا اور درخواست کی کہ قاضی تمام گھر کا میت کے نام فیصلہ کرے تو قاضی دوبارہ از سر نو تمام گھر میت کے نام پہلی گواہی پر ثابت کر کے حکم کر دیگا اور اگر فروخت کر کے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو بچ رہا اُسکا آدھا مدعی وارث کو ملیگا اور باقی آدھا مدعا علیہ کو واپس دیا جائیگا اور مدعی کے بھائی کو جو انکار کرتا ہی کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں لکھا ہی اگر کسی مال معین پر میت کے ترکہ میں سے کسی

ملک مطلق کے دعوے ... دعوے کا ... بیان

اسنے دعویٰ نہیں کیا تو وہ وارث اسکا خصم قرار پا سکتا ہے جسکے قبضہ میں یہ مال نہیں ہو اور جسکے قبضہ میں نہیں ہو اگر اسکو مدعی نے مدعا علیہ کیا
تو یہ دعویٰ مسموع نہوگا اور قرضہ کے دعوؤں میں کوئی وارث جو میت کی طرف سے خصم قرار پاویگا اگرچہ اسکو ترکہ میں سے کچھ وصول نہ
ہوا ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے واسطے فلاں کی طرف سے اسکے حکم سے ہزار درہم کی کفالت کی تھی جو ہزار
درہم اسکے ذمہ میرے آتے ہیں اور مدعا علیہ نے کفالت سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ سنائے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کر دیگا
حتی کہ اگر اصیل آیا اور اُس نے مدعی کے دعوی سے انکار کیا تو کفیل بدون دوبارہ گواہ سنانے کے اصیل سے وہ مال جو اسنے ادا کیا ہے لیگا۔
پس اگر کفیل کے مال ادا کرنے سے پہلے اصیل آگیا تو مدعی مختار ہے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے۔ اور جس وقت کفیل نے ادا کر دیا اپنے
اصیل سے لیگا اور گواہ دوبارہ سنانے کی ضرورت نہیں ہے اور اصیل کو اختیار نہوگا کہ کفیل کی کفالت اور اپنے حکم سے انکار کرے۔ اور اگر مدعی
نے صرف کفیل کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفالت اصیل کے حکم سے ہونے کا دعویٰ نہ کیا اور قاضی نے کفیل پر حکم جاری کیا اور اصیل حاضر ہوا تو اصیل
سے لینے کی راہ نہ مدعی کو ہے اور نہ کفیل کو تاوقتیکہ پھر دوبارہ گواہ قائم نہ ہوں۔ اور اگر طالب نے کفیل سے جھگڑا کیا اور بخلاف مذکورہ بالا کے
کفالت مبہم رکھی مثلاً دعویٰ کیا کہ جو کچھ مال میرا فلاں شخص پر آتا ہے اسکی تو نے کفالت کی تھی اور مال کی تعیین اور تقدیر نہ بتلائی بلکہ
مبہم چھوڑ دیا اور کفیل نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ سنائے کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم کفالت سے پہلے کے
ہیں تو گواہی مقبول اور کفیل پر ڈگری کر دیجائیگی اور یہ حکم غائب یعنی مکفول عنہ پر بھی جاری ہوگا حتی کہ اگر مکفول عنہ آیا تو اس
سے مطالبہ کر سکتا ہے خواہ اُسکے حکم سے کفالت کا دعوی کیا ہو یا بدون حکم کے صرف فرق یہ ہے کہ اگر مدعی نے بدون حکم مطلوب
کے کفالت کا دعوے کیا ہو تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا وہ اصیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مطلوب کے حکم سے کفالت کا دعوے کیا
تو کفیل بھی اس سے لے لیگا۔ اور جو حکم تفصیلی کفالت کے باب میں بیان ہوا وہی حوالہ میں ہے۔ اگر کفیل اور مکفول عنہ میں جھگڑا ہوا
اور قرضخواہ غائب ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے ہزار درم کی کفالت تیرے حکم سے فلان
شخص کے واسطے کی اور میں نے اسے ادا کر دیا اب میں تجھ سے لونگا اور مدعا علیہ نے سب دعوی سے انکار کیا یا کفالت بحکم کا اقرار کیا
اور مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی بعد ثبوت کے مکفول عنہ پر کفیل کی ڈگری کر دیگا
اور یہ حکم طالب پر بھی متعدی ہوگا حتی کہ اگر وہ حاضر ہوا اور اسنے وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاویگا۔ اور یہی حکم جو کفالہ
میں مذکور ہوا ایسا ہی حوالہ میں ہے حتی کہ اگر محتال علیہ نے بعد حوالہ محیل کی طرف سے ادا کر دے تو بعد اثبات محیل سے لے لیگا و ہذا ظاہر
اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ فلان شخص نے بیچا یا لین دین کیا یا قرض دیا اسکی تو ضمانت میری طرف
سے کر لے اور اسنے کر لی پھر مکفول عنہ غائب ہوگیا پھر مکفول لہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مکفول عنہ کے ہاتھ بعد کفالت کے
فروخت کیا یا قرضہ دیا ہے اور کفیل اس سے انکار کرتا ہے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کریگا اور یہ مکفول عنہ پر بھی متعدی ہوگا
حتی کہ اگر اسنے حاضر ہو کر دعوی سے انکار کیا تو مال اسکے ذمہ لازم ہوگا بدون اسکے کہ مکفول لہ کو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت
ہو۔ اگر مکفول لہ غائب ہو گیا اور کفیل نے مکفول عنہ پر دعوی کیا کہ میں نے مکفول لہ کو ہزار درم ادا کیے ہیں کیونکہ تجھکو اسنے ہزار درم
قرض دیئے تھے اور میں نے تیرے حکم سے تیری کفالت کی تھی اور اصیل نے اس سب سے انکار کیا یا مکفول لہ کے قرض دینے کا
اقرار کیا لیکن کفیل کے ادا کر دینے سے انکار کیا اور کفیل نے گواہ قائم کیے تو قاضی مکفول عنہ پر کفیل کے مال کی ڈگری کر دیگا کیونکہ
عادل گواہوں سے ثبوت ہوا کہ کفیل نے کفالت کا مال جو مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض دیا تھا ادا کیا ہے اور یہ حکم مکفول لہ پر
بھی متعدی ہوگا حتی کہ اگر اسنے وصول پانے سے انکار کیا تو سماعت نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ فتاوی رشید الدین میں مذکور ہے

نہ اگر قرضخواہ نے کفیل سے مطالبہ کیا اور کفیل نے کہا کہ قرضدار ادا کر چکا ہی اور قرضدار غائب ہی پھر کفیل نے قرضدار کے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور کفیل غائب کی طرف سے خصم قرار پاویگا کیونکہ بدون اسکے قرضخواہ کا جھگڑا دور نہیں ہو سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی ہشام نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک گاؤن ایک قوم مین ہی کہ جنمین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہین اور بعضے چھوٹے اور بعضے بڑے ہین پھر مدعی نے گواہ قائم کیے اور بعضون کو حاضر کر کے کہا کہ یہ لوگ بہت ہین مین سب کو جمع نہیں کر سکتا ہوں اور گواہوں نے گواہی اسکے دعوی پر دی کہ ان لوگون نے یہ گاؤن میری زمین مین غصب کر کے بنا لیا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین سب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اسپر ڈگری کر دونگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام کا آدھا سو دینار کو فروخت کیا اور آدھا اسکے پاس ودیعت رکھا پھر بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور گواہ قائم کیے کہ اس غلام کا آدھا میرا ہی تو اسکے اور مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہیں ہی اسلیے کہ تمام جہان میں جتنے بائع ہین جب فروخت کرینگے تو بیع صرف انکی ملکیت سے متعلق ہوگی نہ انکے شریک کی ملکیت سے اور یہان ظاہر ہوا کہ یہی شریک بائع کا ہی پس استحقاق اس نصف پر آیا جو بائع نے ودیعت رکھا ہی اور جسکے پاس ودیعت رکھا جاتا ہی وہ خصم نہیں قرار پاتا ہی پس یہان بھی خصم قرار نہ پاویگا بشرطیکہ مشتری جو کچھ بائع کے ساتھ معاملہ ہوا ہی اسپر گواہ قائم کر دے کذا فی الفصول العمادیہ

فصل متفرقات اگر بالاخانہ ایک شخص کا ہو اور نیچے کا مکان دوسرے کا ہو تو نیچے کے مکان کے مالک کو میخ گاڑنے یا اسمین روشندان بنانیکا بدون اوپر کے مالک کی رضامندی کے اختیار نہیں ہی اور اوپر کے مکان کے مالک کو بالاخانہ پر عمارت بنانیکا اختیار نہیں ہی نہ اسپر کسی شہتیر رکھنے کا جو پہلے نہ تھا نہ کسی پاخانہ بنانیکا اختیار ہی جب تک کہ نیچے کے مالک کی رضامندی نہ حاصل کرے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ہر ایک کو اختیار ہی کہ جو چاہے کرے ولیکن اسمین دوسرے کا ضرر نہو اور بعضون نے کہا کہ یہ کلام قول امام اعظم رح کی تفسیر ہی یعنی امام اعظم رح نے اسیوجہ سے منع کیا ہی کہ اسمین دوسرے کا ضرر ہی پس جسمین ضرر نہو وہ فعل بالاجماع جائز قرار پاویگا اور بعضون نے کہا کہ یہ تفسیر نہیں ہی بلکہ صاحبین رح کے نزدیک محل اباحت ہی کیونکہ اسنے اپنی ملک مین تصرف کیا اور وہ مباح ہی تو منع نہوگا مگر بسبب دوسرے کے ضرر کے پس جب ضرر ہوا تو بالاتفاق منع نہوگا اور اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت مین پیدا ہوگا کہ جس فعل مین عدم ضرر اور ضرر مشتبہ رہے اور شک ہو کہ مباح ہی یا نہیں تو صاحبین رح کے نزدیک منع نہوگا کیونکہ جواز تصرف یقینی ہی پس شک سے زائل نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اصل حظر ہی کیونکہ ایسے محل مین ہی کہ جس سے حق غیر متعلق ہی اور غیر وہ بالاخانہ کا مالک ہی لہذا ڈھا دینے سے بالاتفاق منع کیا جائیگا اور حق غیر متعلق ہونے سے تصرف منع ہوتا ہی جیسے مرہون و مستاجر مین مالک کو تصرف منع ہی پس جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو منع زائل نہوگا کیونکہ وہ یقینی ہی کذا فی العنایہ اور فتوی کے واسطے یہی مختار ہی کہ جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو اسکو اختیار ہی اور جب ضرر یقینی ہو تو منع کیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر کوئی زائغہ مستطیلہ ہو کر غیر نافذہ ہو اور اس سے دوسری زائغہ مستطیلہ چھوٹی ہو اور وہ بھی غیر نافذہ ہو تو پہلے زائغہ والون کو دوسری مین دروازہ پھوڑنے کا اختیار نہیں ہی کیونکہ دوسری انہی کے لوگون کے لیے خاص ہی اسی وجہ سے اسمین اگر گھر فروخت ہو تو اوروں کو شفعہ نہیں پہنچتا ہی بخلاف نافذہ کے کیونکہ اسمین عام کی گذرگاہ ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ ممانعت صرف اسمین راستہ چلنے سے ہی نہ دروازہ بنانے سے کیونکہ دروازہ کھولنا اپنی دیوار توڑنا ہی وہ نہیں منع ہو سکتا ہی اور اصح یہ ہی کہ دروازہ کھولنا منع ہی کیونکہ دروازہ کھولنے کے بعد ہر وقت گذرنے سے روک نہیں ہو سکتی اور اگر زائغہ مستدیرہ ہو جسکے دونون کنارے ملگئے ہین تو وہ لوگ جنکے دروازہ

وصول سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک میدان اُسی کا ہو رہا۔ کا اُسمین گذارا ہوا ہو اور اسکے آگے کوئی گھر اُسکا فروخت ہو تو ان دونوں کا بھی شفعہ پہونچتا ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعویٰ کیا اور قابض مکان نے انکار کیا پھر صلح کر لی تو یا اقرار یا انکار پر صلح کر لینے کا یہی مسئلہ ہی اور جس چیز کا دعویٰ ہی اگرچہ وہ مجہول ہو تو بھی ہمارے نزدیک معلوم چیز پر مجہول سے صلح ہو سکتی ہی۔ اگر ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسپر ایک شخص نے دعوے کیا کہ اُسنے مجھے ہبہ کر دیا فلان وقت پھر جب اُس سے گواہ طلب ہوئے تو اُسنے کہا کہ اُسنے ہبہ سے انکار کر دیا پھر مین نے اُس سے خرید لیا ہی اور مدعی نے ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دونوں قولوں میں صریح تناقض ہی کیونکہ وہ ہبہ کے بعد خریدنے کا مدعی ہی اور گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی دیتے ہیں اور بعد کو خریدنے کی گواہی دیتے تو قبول کیجاتی۔ اور اگر ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ سنائے مگر یہ نہیں کہا تھا کہ اُسنے ہبہ سے انکار کر دیا پھر مین نے اس سے خرید لیا تو بھی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ ہبہ کا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک ہبہ کرنے والے کی ملک قائم ہونیکا اقرار کرنا ہی اور جب ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو اس بات سے رجوع کیا پس تناقض شمار کیا گیا۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ باندی خریدی ہی اور اُسنے انکار کیا پس اگر بائع نے جھگڑا ترک کرنے پر عزم کر لیا تو اُسکو باندی سے وطی کرنا روا ہی۔ جس شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص سے دس درم وصول پائے پھر دعویٰ کیا کہ زیوف ہیں تو تصدیق کیجاویگی بخلاف اسکے کہ اگر جید وصول پانے یا اپنا حق یا ثمن وصول پانیکا اقرار کیا تو صریحًا کھرے درم یا دلالۃً کھرے درم پانیکا اقرار ہی پس تصدیق نہ کیجاویگی اور نبہرہ کا حکم زیوف کے مانند ہی اور ستوق میں تصدیق نہوگی کیونکہ وہ درم کی جنس سے نہیں ہیں واضح ہو کہ زیوف وہ درم ہی جسکو بیت المال نے کھوٹا ٹھہرایا ہی اور نبہرہ وہ ہی جسکو تاجر پھیر دیتے ہیں اور ستوق وہ ہی جس میں میل زائد ہوتا ہی۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھپر تیرے ہزار درم ہیں اُسنے کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہیں ہی پھر وہیں اُسنے کہا بلکہ مجھپر میرے ہزار درم ہیں تو اس اقرار کرنے والے پر کچھ نہیں ہی کیونکہ پہلا قول اُسکا اقرار تھا اور جب دوسرے نے اُسکو رد کیا تو رد ہو گیا اور دوسرا قول دعویٰ ہی بلا حجت یا تصدیق خصم کے ثابت نہوگا بخلاف ایجاب خرید کے کہ نکاح کی تصدیق پھر ہو سکتی ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اُسنے کہا کہ تیرا ہرگز مجھپر کچھ نہیں پھر مدعی نے ہزار درم ہونے پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور ایسے ہی اگر معاف کر دینے کے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہونگے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے کہا تھا کہ تیرا مجھپر ہرگز کچھ نہیں ہی تو یہی حکم ہی اور اگر یوں کہا کہ تیرا ہرگز مجھپر کچھ نہ تھا اور مین تجھے نہیں پہچانتا ہون تو اُسکے گواہ ادا کر دینے یا معاف کر دینے کے مقبول نہونگے اور قدوری نے کہا کہ مقبول ہونگے کیونکہ روپوش پردہ نشین اپنے دروازہ پر غل مچانے سے پریشان ہو کر اپنے وکیلوں کو حکم دیتا ہی کہ راضی کر کے ٹالدو اور اکثر نہیں پہچانتا ہی پھر پہچانتا ہی لہذا توفیق دونوں قولوں میں ممکن ہوئی۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے یہ باندی میرے ہاتھ بیچی ہی اُسنے کہا کہ مین نے ہرگز تیرے ہاتھ نہیں بیچی ہی پھر مدعی نے گواہ قائم کر کے لے لی پھر اُسمیں ایک انگلی زائد پائی یعنی عیب نکالا اور بائع نے گواہ قائم کیے کہ مین نے عیبون سے برأت کر لی تھی تو بائع کے گواہ نامقبول ہونگے۔ ایک یادداشت حق کے نیچے لکھا گیا کہ جو شخص اس یادداشت حق کے کام کیواسطے کھڑا ہو تو جو کچھ اسمین ہی وہ اسکا مدعی ہی انشاء اللہ تعالیٰ یا خرید مین لکھا کہ فلان شخص پر اسکا خلاص کرنا اور سپرد کر دینا واجب ہی انشاء اللہ تعالیٰ تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب یادداشت باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ قیام اور خلاص سے متعلق ہی اور یہ استحسان ہی اور اگر دونوں عبارتوں میں کچھ جگہ خالی ہی تو مشائخ نے کہا کہ عبارت سے ملحق نہوگا کذا فی الہدایہ۔ کسی نے اپنے گھر میں ہمیشہ۔ ولی یا نے کا حق کا اقرار کیا
انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲

ف زیوف وہ جو بیت المال میں نہ لیے جائیں [illegible]

دکانون مین ہوا کرتا ہو یا پیسنے کی چکی یا کندی کرنے والون کی کوٹھی تو جائز نہین ہو اسلئے کہ اس سے ہمسایون کو کھلا ضرر پہونچیگا کہ اس سے بچاو نہین ممکن ہو اور حمام بناوے تو جائز ہو کیونکہ اسکا ضرر کمی ہو اور اس سے بچاو اسطرح ہوسکتا ہو کہ ہمسایہ کی دیوار اور حمام کے بیچ مین بیچ کی دیوار بناوے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ان صورتون مین قیاس تو جواز ہو کہ اپنی ملک مین تصرف ہو دلیکن قیاس چھوڑ کر استحسان اختیار کیا گیا کہ اسمین مصلحت ہو اور کہا کہ میرے والد رح نے فرمایا ہو کہ جس صورت مین کھلا ضرر ہو تو ممانعت کیجاویگی اور اسی پر فتوی ہو۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ کسی نے اپنے گھر مین حمام بنایا اور اسکے دھوئین سے پڑوسیون کو ایذا پہونچی تو وہ ممانعت کرسکتے ہین الا جبکہ اسکا دھوان انکے گھرون کے دھوئین کے برابر ہو تو نہین منع کرسکتے ہین۔ اگر کسی نے اپنے گھر مین بکریون کا خطیرہ بنایا اور مینگنیون کی بدبو سے پڑوسیون نے ایذا پاکر منع کرنا چاہا تو شرعًا ممانعت نہین ہوسکتی ہو۔ اگر اپنے گھر مین کنوان کھودا کہ جس سے پڑوسی کی دیوار نمناک ہوتی ہو تو منع نہین کرسکتا ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر ایسا ہونا یقینًا جانتا ہو تو منع کرسکتا ہو اور یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو۔ دو گھرون کی بیچ کی دیوار گر گئی اور ایک کے یہان پردہ ہو اسنے دوسرے سے اسکے بنانے مین مدد چاہی تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اسپر جبر نہ کیا جاویگا اور فقیہ رح نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین جبر کیا جاویگا اور بعض نے کہا کہ اگر چڑھنے سے پڑوسی کے اندر گھر مین نظر پڑتی ہو تو چڑھنے سے منع کیا جاوے یہانتک کہ پردہ بناوے اور اگر پڑوسی کی چھت پر پڑتی ہو تو منع نہین ہو یہ نہایہ مین منقول ہو۔ شافعی مذہب کا آدمی اگر قاضی کے پاس آیا اور جوار کی راہ سے شفعہ کا دعوی کیا تو یہ مسئلہ کسی کتاب مین مذکور نہین ہو اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ قاضی حکم نہ دیگا اور بعضون نے کہا کہ حکم دیگا اور بعضون نے کہا کہ اگر قاضی کے پاس آیا تو قاضی اس سے دریافت کریگا کہ جوار کی وجہ سے شفعہ واجب ہونیکا تیرا اعتقاد ہو اگر اسنے کہا کہ ہان تو حکم دیگا اور اگر کہا کہ نہین تو وہان سے اٹھا دیگا اور اسکا کلام نہ سنیگا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اچھا قول ہو منتقی مین مذکور ہو کہ مثلاً بغداد مین تین قاضی ہین ہر ایک کی ایک حد مقرر ہو اور ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا اور دونون مین اختلاف ہوا کہ کس قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرین پس اگر دونون کا گھر ایک ہی جگہ ہو تو جو وہان کا قاضی ہو اسیکے پاس پیش کرین اور اگر دونون کا گھر جدا جدا ہو ایک اس طرف رہتا ہو دوسرا اس طرف رہتا ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مدعی کو اختیار ہو جہان چاہے نالش کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعا علیہ کو اختیار ہو جس کے پاس چاہے جاوے اسی طرح اگر ایک خصم لشکر کی چھاونی مین رہتا ہو اس نے کہا کہ ہم چھاونی کے قاضی کے پاس چلینگے اور دوسرا شہر مین رہتا ہو اس نے کہا کہ شہر کے قاضی کے پاس چلینگے تو اس مین بھی اختلاف مذکور جاری ہو کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے کسی شخص سے کہا کہ میرے نزدیک بالضرور ثابت ہوگیا کہ اس نے چوری کی ہو تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈال یا کہا کہ اس نے زنا کیا ہو اس کے حد مار دے یا کہا کہ اس پر قصاص واجب ہوا ہو اس کو قتل کر سکے تو شیخین رح کے نزدیک اس کو روا ہو کہ حدود و قصاص جاری کر دے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو ایسا کرنا روا نہین ہو جب تک کہ قاضی اس کے نزدیک عادل نہ ہوا اور قاضی کے ساتھ دوسرا شخص گواہی نہ دے اگر کسی حق کے مقدمہ مین ہو تو دونون کی گواہی قبول کرے اور اگر زنا کے مقدمہ مین ہو تو قاضی کے ساتھ تین شخص اور چاہیے ہین۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس کی تین صورتین ہین یا تو قاضی حاکم عادل ہوگا یا عالم ظالم ہوگا یا عادل جاہل ہوگا۔ پس اگر عالم عادل ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک بدون استفسار کے اسکا کہنا قبول کرے اور اگر عالم ظالم ہو تو اس کی فرمانبرداری نہ کرے خواہ استفسار کیا ہو

لے قوله ظاہر ضرر یعنی اوّل ضرر بین اور ضرر نادر ہی بعض کہ ان ضرر ہی اسعل مین یہ مسئلہ ہو نہ شرعی جو دیوار وغیرہ اسکا جسکا ہو اصحاب سے مراد امام تینون ہین

عہ یہ مسئلہ دلیل ہو کہ مقلدین مین باہمی اختلاف مین حق وہی ہو کہ مقلد کرین اور وہی مقلد ان مین مختلف ہوکر امام کے قول کا اتفاق کرتے ہون ۱۲

یا نہ کیا ہو اور اگر عادل جاہل ہی تو بدون استفسار کے اُسکے کہنے پر عمل نکرے کیونکہ وہ اکثر خطا کرتا ہی تو حجت دریافت کرے اور مسئلہ جو مذکور ہوا ہی وہ عالم عادل کو فرض کر کے ہی۔ اسی طرح اگر قاضی نے کہا کہ میرے سامنے اس شخص نے اس شخص کے ہزار درم قرض کا اقرار کیا ہی اور اقرار کرنے والا انکار کرتا ہی تو شیخین رح کے نزدیک مقبول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسپر قبول کرنا لازم نہین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر اصل قاضی کے پاس حکم خلیفہ ثابت کرنا چاہا تو خلیفہ قاضی اصل کے سامنے کہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کے واسطے اسقدر مال کا اقرار کیا اور مین نے فلان شخص پر فلان کے واسطے یہ حکم دیا پس فلان شخص کا اقرار اور خلیفہ کا حکم اور جو کچھ خلیفہ نے بیان کیا سب ثابت ہو گیا کیونکہ خلیفہ وہین قاضی ہی جہان قاضی اصل قاضی ہی اور قاضی کا قول اپنے مقام قضا مین مقبول ہوتا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اگر قاضی نے نائب کے وکیل یا میت کے وصی کے سامنے فیصلہ کیا تو غائب اور میت پر حکم ہو گا نہ وکیل اور وصی پر اور قاضی اپنی سجل مین تحریر کرے گا کہ قاضی نے غائب اور میت پر حکم دیا ولیکن اُسکے وکیل یا وصی کے سامنے۔ خصاف رح نے ادب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو مدعا علیہ کے پیچھے لگایا کہ اُسکا مال نکالے تو اُسکی مزدوری مدعا علیہ پر ہو گی ایسا ہی قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا اور اسکو بعض قاضیون نے اختیار کیا ہی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مدعی پر ہو گی اور یہی اصح ہی کیونکہ اُسکا نفع مدعی کو پہونچتا ہی۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اُسکے مرنے کے بعد اُس کے وارثون نے اُس شخص سے جس کے واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے باپ نے جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا اور تجھے معلوم ہی اور وارثون نے اس سے قسم لینا چاہی تو اُنکو قسم لینے کا حق نہین پہونچتا ہی۔ اگر قرضدار نے کہا کہ مین اپنا یہ غلام فروخت کر کے قرضہ ادا کیے دیتا ہون تو شارح مختصر العصام نے ذکر کیا کہ قاضی اُسکو قید نہ کریگا بلکہ دو یا تین روز تک مہلت دیگا کسی نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا پھر دوسری مجلس مین اُسپر دعوی کیا کہ تو نے مجھسے مال ادا کرنے کی مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کیا تھا تو قاضی اُس سے مال پر یا مہلت لینے پر قسم لیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صرف مال پر قسم لیگا کیونکہ مہلت لینے پر قسم لینے سے اقرار مال ثابت ہوتا ہی اور اقرار مدعی کی حجت ہی اور مدعی کی حجت پر مدعا علیہ سے قسم نہین لیجاتی ہی۔ نوادر بن رستم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین پھر اس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو قسم کھائیگا کہ یہ تیرے مجھپر ہین تو مین تجھے ادا کر دونگا پھر مدعی نے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے اُسے ادا کر دیے پس اگر مدعا علیہ نے اسی شرط پر ادا کیے ہین جو شرط بیان کی ہی تو اسکو اختیار ہی کہ جو اُسنے دیا ہی واپس لیوے ایک شخص نے دوسرے کے نام کا اقرار نامہ نکالا کہ اس نے اقرار کیا ہی اور تحریر کر دیا ہی پھر مقر نے کہا کہ مین نے تیرے لیے اس مال کا اقرار کیا تھا ولیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقر لہ یعنی جسکے لیے اقرار کیا تھا اُس سے قسم لیجائیگی جیسے ان صورتون مین کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیع کا دعوی کیا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا مگر تو نے مجھسے اقالہ کر لیا ہی تو خرید کے دعوے کرنے والے سے قسم لیجاویگی۔ ایک شخص نے ایک عورت اور اُسکی بیٹی سے دو عقدون مین نکاح کیا اور کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے کس سے پہلے نکاح کیا ہی تو ہماے تینون رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لیجاویگی کہ مین نے اسکو دوسری عورت سے پہلے اپنے نکاح مین نہین لیا ہی اور قاضی کو اختیار ہی جس سے چاہے پہلے شروع کرے پس اگر ایک سے قسم دلائی اور اُسنے قسم کھائی تو دوسری کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکا نکاح ثابت ہوا اور دوسری کا باطل ہو گیا اور امام اعظم رح کے نزدیک نکاح کے معاملہ مین قسم کافی نہین ہی اگر ایک شخص پر

کسی گھر کا دعوی کیا گیا اور اُسنے کہا کہ یہ گھر مین نے بنایا ہی اور مدعی اسکو جانتا ہی اور مدعی سے قسم طلب کی تو مدعی سے قسم نہ لیجاویگی کیونکہ جائز ہی کہ بنانے والا مدعا علیہ ہو ولیکن عمارت ملکیت مدعی کی ہو اسطرح کہ مدعی کے حکم سے مدعا علیہ نے تیار کی ہو حتے کہ اگر مدعا علیہ نے یون بیان کیا کہ مین نے یہ گھر اپنی ذات خاص کے واسطے بدون حکم مدعی کے بنایا ہی تو مدعی سے قسم لیجاویگی۔ اگر محکم یعنے حکم نے مدعا علیہ سے قسم لی اور اُسنے قسم کھالی پھر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو قاضی اُس سے دوبارہ قسم نہ لیگا کذا فی المحیط۔ اگرچہ حکم فاسق ہو یہ ہمارے نزدیک ہی کذا فی فتاوے قاضی خان۔ ایک گھر کسی کے قبضہ مین تھا اُسپر کسی نے دعوی کیا کہ یہ میرا ہی اس نے مجھسے غصب کر لیا ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا مین نے اسکو اس طرح وقف کر دیا ہی اور مدعی نے اُسکو قسم دلانا چاہی تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکو قسم دلائی جاویگی اور اس مین شیخین رح نے خلاف کیا ہی اور بناء خلاف یہ ہی کہ گھر کا غصب امام محمد رح کے نزدیک متحقق ہوتا ہی اور قسم دلانے مین یہ فائدہ ہی کہ اگر اُسنے انکار کیا تو اُسپر قیمت دینے کا حکم کیا جائیگا اور اگر مدعی نے اس غرض سے قسم دلائی کہ مین بعینہ وہ گھر لیون تو بالاتفاق قسم نہ دلائی جاویگی کیونکہ وہ گھر وقف مین جاتا رہا ہی اور فتوے امام محمد رح کے قول پر ہی اور یہ مثل اُسکے ہی کہ زید کے قبضہ مین ایک غلام ہی اُسنے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی اُسنے خالد سے غصب کر لیا ہی تو زید کے اس اقرار کی کہ یہ عمرو کا ہی تصدیق کیجاویگی اور اسکی تصدیق نہ کیجاویگی کہ عمرو نے خالد سے غصب کر لیا ہی اور اُسکا اقرار اُسپر حجت ہوگا حتی کہ اُسکی قیمت عمرو کو دلائی جاویگی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہی اور اُسکے زعم مین اُسکے دادا نے یہ زمین اپنے بیٹون اور بیٹیون کی اولاد پر خاصۃً وقف کی ہی پھر ایک شخص آیا کہ اس زمین کے وقف کرنیوالے نے اسکو اپنی تمام اولاد پر وقف کیا ہی اور مین بھی اُسکی اولاد مین سے ہون اور قابض سے اُسنے قسم لینا چاہی تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی ولیکن اگر قابض کے پاس زمین کا کچھ حاصل ہو تو قسم لیجاویگی کیونکہ مدعی اس حاصل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہی اور قابض منکر ہی تو قسم دلایا جاویگا اور یہ حکم اُس شخص کے قول پر ٹھیک ہی جو کہتا ہی کہ جسپر وقف کیا جاوے اُسکو خصومت کا حق ہوتا ہی اور جس شخص کے نزدیک نہین ہوتا ہی اُسکے نزدیک یہ حکم ٹھیک نہوگا اور چاہیے کہ دعوی متولی کی طرف سے ہو تا کہ مدعا علیہ سے قسم لیجاوے۔ چھاونی کے قاضی کو سواے چھاونی کے ولایت حاصل نہین ہی اور سواے اہل چھاونی کے اُسکا حکم کسی پر نافذ نہوگا مگر جبکہ تقرری کے وقت اُسنے شرط کر لی ہو تو نافذ ہوگا۔ اگر کوئی شخص چھاونی کا ہو اور وہ بازار مین کا معرفہ کرتا ہو تو وہ چھاونی کا شمار ہوگا۔ شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین علماء خورقند پر وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی پھر متولی پر فساد وقف کا بسبب شیوع کے دعوی کیا اور قاضی خورقند کے سامنے پیش کیا اور اُسنے صحت وقف کا حکم دیا اور قاضی خورقند بھی علماء خورقند مین سے ہی تو اُنھون نے فرمایا کہ اُسکی قضا نافذ ہی کیونکہ جو امین گواہ ہو سکتا ہی وہ قاضی ہو سکتا ہی اور گواہ ہونیکی دلیل یہ ہی کہ ہلال نے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی نے اپنے پڑوسی فقیرون پر کچھ وقف کیا اور بعض فقیرون نے زمین سے وقف پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ قاضی نابالغون کے نکاح کر دینیکا مختار نہین ہی مگر جبکہ اُسکے منشور مین یہ لکھا گیا ہو وے۔ اگر قاضی اپنا رزق بیت المال سے پورا پورا لینے سے پہلے مرگیا تو ساقط ہو جائیگا۔ شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہی فتاوی نسفی مین ہی کہ قاضی کرخ اور قاضی خیبہ سے ملاقات ہوئی پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص نے فلان کیواسطے یہ اقرار کیا ہی تو وہ میرا اُسپر فیصلہ نہ کریگا یہانتک وہ اُسکے پاس کتاب القاضی الی القاضی کے طریقہ پر خزانہ بھیجے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دونون ملکر وقت ہر ایک ایسی جگہ ہو جہان وہ قاضی ہی اور اگر ایسی جگہ ہو تو اس خبر پر فیصلہ کرنا چاہیے کیونکہ زبانی خبر کا اعتبار خط سے زیادہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ قاضی نے یتیم کا مال خود کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا

ودیعت رکھا یا اُسکے حکم سے اُسکے امین نے فروخت کیا اور قاضی اُسکو جانتا ہی پھر یہ قاضی مرگیا اور لوگون نے دوسرے قاضی کے پاس جو بجاے اُسکے مقرر ہوا ہی گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا تھا کہ مین نے اس یتیم کا مال فلان کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ گواہی مقبول ہی اور مشتری سے مال کا مواخذہ کیا جاویگا اور یہی حکم ودیعت کا ہی۔ ملتقط مین ہی کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور اُسکا کوئی وارث معلوم نہین ہوتا ہی اور قاضی نے اُسکا گھر فروخت کردیا تو جائز ہی اور اگر پھر اُسکا کوئی وارث ظاہر ہوا تو بیع تمام ہو چکی ہی توڑی نہوسکیگی یہ فتاوے خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر درم و دینار و زمین وغیرہ کے متفرق دعوے کیے تو سب دعوی یکجا کرکے مدعا علیہ سے سب پر ایک قسم لیجاویگی ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے ایک اقرارنامہ مدعا علیہ کا لکھا ہوا کہ اسقدر مال کا اُسنے اقرار کیا اور تحریر کیا تھا نکالا اور کہا کہ یہ تحریر مدعا علیہ کی ہی اور مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونے سے انکار کیا پھر اُس سے لکھوایا گیا تو دونون خطون مین صاف مشابہت تھی تو اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ قاضی مدعا علیہ پر اس مال کی ڈگری کرے اور بعضون نے کہا کہ نہ کرے اور یہی صحیح ہی اور اگر مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونیکا اقرار کیا ولیکن مال سے انکار کیا کہ مجھپر نہین ہی پس اگر وہ خط عنوان کے ساتھ مصدر ہو تو مدعا علیہ کے قول کی تصدیق نہوگی اور اُسپر مال کی ڈگری کیجاویگی۔ اور صراف اور دلال کا خط عرفاً حجت ہی اور اگر یہ خط مصدر معنون نہو ولیکن لیٹا ہو تمسک کے ہو پس اگر اپنے نفس پر اُسکے مضمون کا اقرار کیا تو مال اُسپر لازم ہوگا۔ اور اگر گواہون کے سامنے خط لکھکر اُنکو پڑھ سنایا تو گواہون کو گواہی دینا حلال ہی اگرچہ کاتب نے اُنکو گواہ نہ کرلیا ہو۔ اور اگر گواہون کے سامنے لکھا اور اُنکو پڑھکر نہ سنایا ولیکن کہا کہ جو کچھ اسمین ہی اُسکی تم مجھپر گواہی دو تو گواہون کو روا ہی کہ گواہی دین بشرطیکہ اُس کے مضمون سے آگاہ ہون اور اگر نہ آگاہ ہون تو انکو گواہی دینا حلال نہین ہی عیون مین لکھا ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُس نے اپنے ایک غلام کو ہزار درم پر مکاتب کردیا ہی اور میت پر کسی کے ہزار درم چاہیے ہین پھر مکاتب نے بدون حکم قاضی کے قرضخواہ کو میت کی طرف سے اُسکے قرضہ کے عوض ہزار درم دیدیے تو قیاساً باطل ہی اور مکاتب آزاد نہوگا جبتک قاضی اُسکو آزاد نہ کرے یہ قانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اُس سے قسم طلب ہوئی پس اُسنے انکار کیا پھر قاضی نے بسبب اُسکے انکار کے اُسپر ڈگری کردی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے انھون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ غلام مدعی سے خریدا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہی تو اُن لوگون پر صدقہ ہوگا جنمین زکوۃ تقسیم ہوتی ہی۔ اور اگر تہائی مال کے صدقہ کی وصیت کی تو ہر شی کی تہائی لیجاویگی اور زمین عشری امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین شامل ہی اور امام محمد رح کے نزدیک شامل نہوگی اور بالاجماع زمین خراجی داخل نہین ہی اور اگر کہا کہ جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر مال کو شامل ہی کیونکہ یہ لفظ اعم ہی لفظ مال سے اور معنی ایجاب شرعی ہی اور وہ مخصوص لفظ مال کے ساتھ ہی اور یہان کوئی مخصص نہوا تو عام باقی رہا اور صحیح یہ ہی کہ دونون لفظ یکسان ہین پھر اگر اسکے سوا اُسکا کچھ مال دوسرا نہ ہو تو اسمین بقدر ہوا ہینکے رکھ لیوے پھر جب کچھ اُسکے پاس آجاوے تو پھر اسقدر صدقہ کردے اور کس قدر رکھ لے اسکی مقدار معین نہین ہی کیونکہ یہ ہر شخص کی لیاقت پر ہی اور بعضون نے بیان کیا کہ عرفہ والا ایک روز کی روزی رکھ لے اور کرایہ والا ایک مہینہ کی اور زمیندار ایک سال کی اور اسی طرح تجارت والا اتنے دنون کی جو وقت لگے جب اُس کا مال اُس کے پاس آجاوے اور اگر کسی کو وصیت کی گئی اور اُسکو وصیت کا علم نہ ہوا یہان تک کہ اُس نے ترکہ مین سے کچھ فروخت کیا تو وہ وصی

ہوگا اور بیع جائز ہی اور وکیل کی بیع جب تک اُسکو وکالت معلوم نہو جائز نہیں ہی اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ وصیت کی صورت مین بھی جائز نہیں ہی۔ اور اگر کسی نے لوگون مین سے اُسکو آگاہ کر دیا تو روا ہی اور وکالت سے ممانعت نہوگی جب تک کہ اُسکے پاس دو یا ایک عادل گواہی نہ دیوسے اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ تصرف کرنا اور تصرف سے ممانعت دونون کا ایک حکم ہی یعنی تصرف روا ہونے کیواسطے عدالت کی اور دو کی شرط نہین ہی ایسے ہی تصرف سے ممانعت کیواسطے بھی شرط نہین ہی اگر قاضی نے یا اُسکے امین نے کوئی غلام قرضخواہون کیواسطے فروخت کیا اور ثمن لے لیا اور وہ ضائع ہوگیا پھر غلام استحقاق ثابت کرکے مشتری سے لے لیا گیا تو قاضی یا امین ضامن نہوگا اور مشتری اپنا ثمن قرضخواہون سے لے لیگا اور اگر قاضی نے وصی کو اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا کہ قرضخواہون کیواسطے فروخت کرے پھر قبضہ سے پہلے مرگیا یا استحقاق ثابت ہوکر مشتری سے لے لیا گیا تو مشتری وصی سے ثمن واپس لیگا اور وصی قرضخواہون سے لے لیگا پھر اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا تو قرضخواہ اپنے قرضہ کو اُس سے لے لیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہی کہ یہ کہا جاوے کہ وہ سو دینار بھی لے لیگا جو اُسنے ڈانڈ دے ہین کیونکہ یہ بھی اُسکو میت کے کام مین دینے پڑے ہین۔ اگر وارث کیواسطے کوئی چیز میت کی فروخت کی گئی تو اُسکا حکم بھی قرضخواہ کا حکم ہی واللہ اعلم بالصواب کذا فی الہدایہ

کتاب الشہادات

اور اسمین چند باب ہین

باب اول شہادت کی تعریف اور اُسکے رکن و سبب ادا و حکم و شرائط و اقسام کے بیان مین

شہادت یعنی گواہی کی تعریف یہ ہی کہ مجلس قضا مین گواہی کے لفظ کے ساتھ حق ثابت کرنے کے واسطے سچی خبر دینے کو شہادت کہتے ہین یہ فتح القدیر مین ہی اور ہر ایسا لفظ جو خبر کے معنی مین ہو نہ قسم کے معنی مین اسکا رکن ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ گواہی ادا کرنیکا سبب یا تو مدعی کی درخواست ہو کہ گواہی ادا کرے یا مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو جبکہ مدعی کو اُسکی گواہی نہ معلوم ہو اور اسکا یعنی گواہی کا اثر و حکم یہ ہی کہ حاکم کو اُسکے موافق حکم دینا پڑے کذا فی العنایہ۔ گواہی کی شرطین دو طرح کی ہین ایک گواہی اٹھانے کی شرطین اور دوسرے اس گواہی کو ادا کر دینے کی شرطین۔ گواہی اٹھانے کی شرطون مین سے ایک یہ ہی کہ اُس وقت عاقل ہو پس ایسے دیوانہ یا ایسے لڑکے کا جو بے عقل ہی گواہی اٹھانا صحیح نہین ہی۔ اور ایک یہ ہی کہ آنکھون والا ہو پس اندھے کا گواہ ہونا صحیح نہین اور ایک یہ کہ جس چیز کی گواہی برداشت کی ہی اُسکو خود دیکھا ہو نہ یہ کہ دوسرے کے دیکھنے پر گواہی کا تحمل ہوا ہو مگر چند چیزون خاص مین لوگون سے سُن لینے سے گواہ ہو سکتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور گواہی برداشت کرنے کے واسطے بالغ اور آزاد اور مسلمان اور عادل ہونا شرط نہین ہی حتی کہ اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت عاقل لڑکا یا کافر یا فاسق ہو پھر جب اس گواہی کے ادا کرنے کا وقت ہوا اُسوقت لڑکا بالغ ہوگیا یا غلام آزاد ہوگیا یا گواہی دینے کے وقت کافر مسلمان ہوگیا یا فاسق نے توبہ کرلی اور قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور گواہی ادا کرنیکی شرطین چند طرح کی ہین از انجملہ خود گواہ مین یہ شرط ہی کہ عاقل اور بالغ اور آزاد اور بینا اور ناطق ہو اور اُسپر حد قذف نہ ماری گئی ہو اور ایسا شخص نہ ہو جس پر تہمت لگانے مین اُسکو حد ماری گئی ہو اور فقط تائب ہوا اور اللہ تعالی کے واسطے گواہی دینے اور اُسکو

کچھ حصول منفعت یا دفع مضرت کی غرض نہو اور خود مخاصم نہو اور امام اعظم رح کے نزدیک جس چیز پر گواہی دیتا ہی اُسکو جانکر وقت
ادا تک یاد رکھتا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک یہ شرط نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور عدالت گواہ کی قاضی کے قبول کرنے کے
واسطے شرط ہی ادا کرنے کے واسطے شرط نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور شرط ظاہری عدالت ہی نہ حقیقی کہ جو تعدیل کرنے
والون سے گواہون کا حال دریافت کرنے سے ہوتی ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہم سے
روایت ہی کہ حقیقی شرط ہی کذا فی البدائع اور فتوی اس زمانہ مین صاحبین رح کے قول پر ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور عدل کی تفسیرون
مین عمدہ تفسیر وہ ہی جو امام ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ گواہی مین وہ شخص عادل ہی کہ جو کبیرہ گناہون سے دور رہے
اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور اُسکی صلاحیت فساد سے زائد اور اُسکے افعال صواب خطا سے زیادہ ہون یہ نہایہ مین ہی
کبیرہ گناہ کی تفسیر مین اختلاف ہی اور اصح وہ ہی جو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ جو فعل مسلمانون مین شنیع ہو اور
اُسکے کرنے مین ہتک حرمت دین اللہ تعالے ہو وہ کبائر مین سے ہی اور اسیطرح جسمین مروت اور کرم کا دور کر دینا لازم
آتا ہو وہ کبائر مین سے ہی اور اسیطرح فسق و فجور پر اعانت کرنا اور ان گناہون پر برانگیختہ کرنا بھی کبائر مین سے ہی اور انکے
ماسوا صغیرہ ہین کذا فی المحیط اور ازانجملہ نفس گواہی مین یہ شرط ہی کہ حقوق عباد پر جو گواہی قائم ہوئی اُسمین مدعی یا اُسکے
نائب کی طرف سے دعوی ہونا شرط ہی اور یہ کہ گواہی دعوی کے موافق ہو اور جن چیزون پر مرد مطلع ہو سکتے ہین عدد
شرط ہی۔ اور دونون گواہون مین اتفاق شرط ہی اور حدود پر گواہی دینے مین مذکر ہونا شرط ہی اور جسپر گواہی قائم ہوئی
ہی اگر وہ مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہی اور تمام حدود پر گواہی دینے مین سواے حد قذف کے یہ شرط ہی کہ مدت
زیادہ نہ گذر گئی ہو ورنہ مقبول نہوگی بخلاف اقرار کے اور یہ کتاب الحدود مین مذکور ہوا ہی اور حدود و قصاص مین گواہ اصالۃً
گواہی ادا کرے کذا فی البدائع اور گواہی پر گواہی ادا کرنے مین اصالۃً حاضر ہونا متعذر ہی یہ بحر الرائق مین ہی ازانجملہ جس چیز
کی گواہی دیتے ہین اُسکا معلوم ہونا شرط ہی اگر مجہول ہوگی تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ قاضی کے حکم قضا کے صحیح
ہونیکے واسطے جس چیز کی گواہی دیتے ہین قاضی کو اُسکا علم ہونا ضرور ہی اور اسی سے نکلتا ہی کہ اگر دو شخصون نے قاضی کے پاس
گواہی دی کہ فلان شخص اس میت کا وارث ہی اُسکے سوا کوئی اسکا وارث نہین ہی تو گواہی نامقبول ہونا اسوجہ سے ہی کہ انھون
نے مجہول کی گواہی دی کہ سبب وراثت مجہول ہی کذا فی البدائع۔ اقسام شہادت کے۔ پس زنا پر گواہی ہی اور اسمین چار مرد معتبر ہوتے
ہین اور باقی حدود و قصاص پر گواہی اور اسمین دو مردون کی گواہی مقبول ہوتی ہی اور ان دونون قسمون مین عورتون کی
گواہی مقبول نہین ہوتی ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ ازانجملہ ولادت اور بکارت اور عورتون کے ایسے عیبون پر گواہی کہ جسپر مرد
مطلع نہین ہوتے ہین اور اسمین ایک مسلمان آزاد عادل عورت کی گواہی مقبول ہی اور دو ہون تو زیادہ احتیاط ہی یہ فتح القدیر
مین لکھا ہی۔ اور مشائخ بلخ اور مشائخ بخارا نے لفظ شہادت کو شرط کیا ہی اور مشائخ عراق نے کہا کہ لفظ شہادت شرط نہین
ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور قدوری نے پہلے قول پر اعتماد کیا اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی جنمین ایک عورت کی گواہی مقبول
ہی اگر ایک مرد نے گواہی دی مثلاً کہا کہ ناگہان میری نظر اُس عورت پر پڑ گئی تو جواب یہ ہی کہ ایسے مواضع مین اسکی گواہی
قبول ہونا چاہیے کذا فی المبسوط اور صحیح یہ ہی کہ عدد شرط نہین کیونکہ جب ایک عورت کی گواہی مقبول ہی تو مرد کی گواہی
اُس سے قوی ہی مقبول ہونی چاہیے یہ نہایہ مین ہی۔ ازانجملہ گواہی سواے حدود و قصاص کے [illegible]
جن پر مرد مطلع نہین ہو [illegible]

ف حقیقی الخ اور ظاہری عدالت یہ ہے کہ مسلمان ہو [illegible]

نکاح اور طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور احصان بھی اسی قسم سے ہے حتے کہ ہمارے نزدیک ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے کذا فی المحیط

دوسرا باب گواہی کو برداشت کرنے اور ادا کرنے اور انکار کرنے کے بیان مین۔ کچھ ڈر نہین ہے کہ انسان گواہی کے برداشت کرنے اور قبول کرنے سے انکار کرے۔ واقعات مین ہے کہ ایک شخص سے اپنی گواہی لکھنے کو یا گواہ ہونے کو کہا گیا اور اُسنے انکار کیا پس اگر طالب کو دوسرا شخص ملتا ہے تو اسکا انکار جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسا ہی حال تعدیل کا ہے کہ اگر کسی سے حال گواہ دریافت کیا جاوے اور وہان دوسرا معدل دستیاب ہو سکتا ہے تو اسکو نہ قبول کرنے کی گنجائش ہے ورنہ روا نہین ہے کہ سچی بات نہ کہے تاکہ کسی کا حق باطل کرنے والا نہ ٹھہرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مدعی نے گواہی طلب کی تو ادا کر دے ورنہ چھپانے سے گنہگار ہوگا اور جب وہ گنہگار ہوگا کہ اُسکو معلوم ہو کہ قاضی میری گواہی قبول کریگا اور اسی پر ادا کرنا ٹھہر جاوے اور اگر جانتا ہے کہ قاضی نہ قبول کریگا یا وہان ایک جماعت ہے کہ بعضون نے گواہی دیدی اور وہ قبول ہوئی تو گنہگار نہوگا اور بعضون کی گواہی مقبول نہوئی اور دوسرے لوگ گواہ لائق قبولیت کے موجود ہین تو جو نہ ادا کریگا گنہگار ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ شخص ایسا ہو کہ بہ نسبت دوسرون کے اسکی گواہی جلد قبول ہووے تو اُسکو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا روا نہین ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر قاضی کی کچہری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کرکے اسی روز اپنے گھر نہین پہونچ سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ گنہگار نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ خلف رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہے تو کیا اسکو جائز ہے کہ بیان نہ ادا کرے اور چھپاوے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ ہان جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ حدود کی گواہی مین گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنیکا اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے ولیکن مال کی گواہی چوری مین ظاہر کرنا واجب ہے پس یون کہے کہ اسنے لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اسنے چرایا ہے کذا فی الہدایہ۔ گواہیان کہ جنکو گواہ برداشت کرتا ہے دو طرح کی ہین ایک وہ کہ بدون گواہ کرنے کے ثابت ہوتی ہین جیسے بیع اور اقرار اور حکم حاکم اور غصب اور قتل پس جب گواہ نے بیع یا اقرار یا حکم حاکم کو سنا یا غصب یا قتل کو دیکھا تو اسکو گواہی دینا روا ہے اگرچہ گواہ نہ کیا گیا ہو اور یون بیان کرے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اُسنے فروخت کیا اور یہ نہ کہے مجھے اسنے بیع مین گواہ کیا تاکہ جھوٹا نہ ٹھہرے اور دوسری قسم وہ کہ بلا گواہ کرنے کے ثابت نہین ہوتی ہین جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اسکو روا نہین ہے کہ اسکی گواہی پر گواہی دیوے ولیکن جبکہ گواہ کیا جاوے تو جائز ہے یہ کافی مین لکھا ہے اگر پردہ کے اندر سے اقرار سنا تو روا نہین ہے کہ کسی شخص پر گواہی دے کیونکہ غیر کا احتمال ہے اس لیے کہ آواز مشابہ ہوا کرتی ہے مگر جبکہ اندر وہی شخص فقط ہو اور گواہ نے جاکر دیکھ لیا ہو کہ کوئی غیر نہین ہے پھر راستہ پر آکر بیٹھا ہو اور وہان جانے کا دوسرا راستہ بھی نہو پھر اسنے اقرار کیا اور اُسنے سنا تو روا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اگر وہ تفصیل وار بھی بیان کرے تو قبول کرے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ جو عورت نقاب ڈالے ہے تو اسکی طرف سے گواہی برداشت کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ بدون اسکا چہرہ دیکھے تحمل شہادت صحیح نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ پہچان بتلانے پر گواہی برداشت کرنا روا ہے اور پہچان بتلانے کے واسطے ایک کافی ہے اور دو شخصون مین احتیاط ہے اور اسی قول کی طرف شیخ الاسلام خواہرزادہ نے میل کیا ہے اور پہلے قول کی طرف شیخ الاسلام اوزجندی اور امام مرغینانی نے میل کیا ہے اور مثل اسی کو چاہیے ہے کیونکہ ہمارے زمانہ مین عورت کے چہرہ کی طرف گواہی کیواسطے دیکھ لینا روا ہے

پھر امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اگر دو عادلون نے گواہ کو خبر دی کہ یہ فلان عورت ہی تو کافی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نسب پر گواہی دینے کیواسطے اسقدر جماعت چاہیے کہ جسکے باہم جھوٹ بولنے کو عقل روا نہ رکھتی ہو کہ سب کے سب جھوٹ بولے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور فقیہ ابو بکر اسکاف رح اس مسئلہ مین صاحبین رح کے قول پر فتوی دیتے تھے اور اسی کو نجم الدین نسفی رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی پس اگر اُس عورت کا نام و نسب دو عادلون نے پہچنوایا تو چاہیے کہ دونون گواہون کو اپنی گواہی پر گواہ کرلین تا گواہ قاضی کے پاس اسم و نسب کے بارہ مین ان دونون کی گواہی پر گواہی دین اور اصل حق پر اصالۃً گواہی دین تو یہ بلا خلاف جائز ہی کذا فی المحیط۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے تھے کہ اگر ایک عورت نے پردہ کی آڑ سے اقرار کیا اور دو شخصون نے اُسکے پاس سے گواہی دی کہ یہ فلان عورت ہی تو جس سے اُس کا اقرار سنا اُسکو اُسکے اقرار کی گواہی دینا جائز نہین مگر جبکہ حالت اقرار مین اُسکی ہیئت شخصیہ کو دیکھے تو جائز ہی اور فقیہ نے اسکی ہیئت شخصی کا دیکھنا شرط کیا نہ اُسکے چہرہ کا دیکھنا کذا فی الذخیرہ اگر کسی عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا کہ مین فلان عورت فلان شخص کی بیٹی ہون تو گواہون کو پہچنوانے والون کی ضرورت نہین ہی پس اگر مر جاوے تو دو گواہون کی ضرورت ہوگی کہ گواہی دین کہ وہ فلان عورت فلان شخص کی بیٹی تھی۔ اور اگر اُسنے اپنا چہرہ نہ دکھایا اور دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ فلان عورت فلان شخص کی بیٹی ہی تو مقدمہ کے گواہون کو حلال نہین ہی کہ گواہی دین کہ فلانی عورت نے اقرار کیا صرف یہ جائز ہی کہ یون گواہی دین کہ ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور ہمارے سامنے دو گواہون نے بیان کیا تھا کہ یہ فلانی عورت ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے ایک عورت پر گواہی دی اور اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت کچہری مین حاضر تھی پس قاضی نے گواہون سے کہا کہ تم اُس عورت مدعا علیہا کو پہچانتے ہو انھون نے کہا کہ نہین تو یہ گواہی مقبول نہین ہی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم نے ایک عورت پر گواہی دینا برداشت کیا تھا کہ اُس کا نام و نسب یہ ہی اور یہ ہم نہین جانتے ہین کہ وہ عورت یہی ہی یا نہین تو اُنکی گواہی اس نام کی عورت پر درست ہی اور مدعی پر لازم ہی کہ گواہ لاوے کہ وہی عورت ہی کہ جسکا نسب گواہون نے بیان کیا ہی کذا فی المحیط۔ ایک عورت کا پہچنوانا ایسے شخص سے درست ہی جسکی گواہی اُسکے حق مین نامقبول ہی جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی جس مین پہچنوائی جاتی ہی اُس عورت کے لیے ہو یا اُس عورت کے اوپر گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اُسکے لیے ہو تو درست نہین ہی اور نجم الدین نسفی رح نے پہلا قول اختیار کیا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ابن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصون کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے یہ باندی آزاد کر دی اور دونون شخصون نے آزاد کرنے والی کا منھ نہین دیکھا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گواہی دینا نہین جائز ہی جب تک اُسکا منھ نہ دیکھین۔ اگر دونون گواہ جب سے اُس عورت نے باندی کو آزاد کیا ہی اُس سے جدا نہین ہوے تو انکو جائز ہی کہ اُسکے آزاد کرنے کی گواہی دین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہی اور قرضدار خفیہ مین اُس سے اقرار کرتا ہی اور علانیہ انکار کرتا ہی اور قرضدار اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہوا اور اُسنے حیلہ کیا کہ چند عادل لوگون کو اپنے گھر مین چھپا دیا پھر اُسکو بلایا اور اپنا قرضہ اُس سے طلب کیا اور اُسنے اقرار کیا اور چلا گیا اور گواہون نے سن لیا تو ہمارے علما کے نزدیک انکو گواہی دینا حلال ہی اور بعض نے کہا کہ حلال نہین ہی کہ یہ بھین تلبیس اور غدر ہی ولیکن صرف اس صورت مین جائز ہی کہ جب گواہ اُسکا چہرہ دیکھتے ہون اور اگر اسکا چہرہ نہین دیکھتے تھے ولیکن کلام سنتے تھے تو گواہی دینا حلال نہین ہی اور اگر گواہی دی اور تفسیر کر دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی مگر جبکہ انکو

علم آگیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ملک کو دیکھا مالک کو نہ دیکھا مثلاً ایک ملکیت محدودہ کو دیکھا کہ فلان بن فلان کے نام سے منسوب ہے اور مالک کو نہ شکل سے پہچانا اور نہ نسب سے واقف ہوا تو اصح مذہب یہ ہے کہ گواہی دیوے اور قبول ہو گی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور اگر ملکیت اور مالک دونون کو نہ دیکھا مگر لوگون سے سُنا کہ فلان شخص کی فلان گانون مین زمین ہے کہ اسکی چہ حدی یہ ہے اور یہ شخص نہ اس زمین کو پہچانتا ہے اور نہ اس شخص کا قبضہ اسپر جانتا ہے تو اسکو ملکیت کی گواہی دینا حلال نہین ہے۔ اور اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور ملک کو نہ دیکھا مگر لوگون سے سُنا کہ اسکی فلان گانون مین زمین ہے اور یہ شخص اس زمین کو خاص کر نہین پہچانتا ہے تو اسکو گواہی دینا نہین روا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر گواہ نے مالک اور ملکیت دونون کو دیکھا مثلاً مالک کو شکل سے اور نام و نسب سے پہچانتا ہے اور ملکیت کو مع حدود و حقوق پہچانتا ہے اور اس ملکیت کو اُسکے قبضہ مین دیکھا کہ مالکانہ تصرف کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ہے اور گواہ کے دل مین یقین آگیا کہ اسی کی ہے تو اسکو حلال ہے کہ اس شخص کی ملکیت کی گواہی دے یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین لکھا ہے کہ اگر تو نے کسی شخص کے ہاتھ مین کوئی اسباب یا گھر دیکھا اور تیرے دل مین سمایا کہ یہ اسی کا ہے پھر اسکے بعد تو نے اسکو دوسرے کے ہاتھ مین دیکھا تو تجھے گنجائش ہے کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز پہلے شخص کی ہے اور جب تو نے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینی چاہی اُسوقت تجھسے دو عادلون نے کہا کہ یہ چیز اسی کی ہے جسکے ہاتھ مین آج کل ہے اسنے پہلے شخص کے پاس ہمارے سامنے ودیعت رکھی تھی تو تجھے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینا حلال نہین ہے بخلاف اسکے کہ ایک عادل نے گواہی دی ہو ولیکن اگر تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ ایک شخص سچا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ واضح ہو کہ جامع صغیر مین اس مسئلہ مین یہ نہین مذکور ہے کہ اُسکے دل مین یقین آگیا کہ یہ چیز اسی کی ہے اور نہ تصرف مع قبضہ مذکور ہے اور صحیح یہی ہے جو منتقی مین ہے۔ اور ایسے ہر امر ظاہر مین کہ جسمین لوگون سے سُنکر گواہی دینا جائز ہے جیسے موت و نکاح وغیرہ جب تیرے دل مین سُنکر یقین آ جاوے کہ یہ خبر مطابق ہے پھر تیرے پاس دو عادل اُسکے برخلاف گواہی دین جو تیرے دل مین سمایا ہے تو تجھے روا نہین ہے کہ جو تیرے دل مین یقین آگیا ہے اُسکے موافق تو گواہی دے ولیکن جبکہ تجھے یقین ہو کہ یہ دونون جھوٹے ہین تو جائز ہے اور اگر ایک عادل نے اُسکے برخلاف گواہی دی تو تجھکو روا ہے کہ وہی گواہی دے جو تیرے دل مین ہے یعنی پہلا امر ولیکن جبکہ تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ شخص سچا ہے تو تو اُسکی گواہی جو پہلے سے تیرے دل مین تھا نہین دیسکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور چاہیے کہ جس طور سے گواہ نے علم حاصل کیا ہے قبضہ کا دیکھنا مثلاً اُسکو بیان نہ کرے اور اگر اُسنے بیان کر دیا تو گواہی رد کر دیجاوے گی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کوئی شے کسی شخص کے قبضہ مین دیکھی کہ وہ اُسمین تصرف کرتا ہے اور لوگ بیان کرتے ہین کہ یہ اسی کی ملکیت ہے ولیکن دیکھنے والے کے دل مین آیا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہے اور یہ شخص دوسرے کے حکم سے اسمین تصرف کرتا ہے تو دیکھنے والے کو حلال نہین ہے کہ ملکیت کی گواہی دیوے اور اسی پر بہت سے مشائخ کا فتویٰ ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام یا باندی کو دیکھا کہ ایک شخص کے قبضہ مین اُسکی خدمت کرتے ہین پس اگر وہ شخص دیکھنے والا دونون کو مملوک جانتا ہے تو اُسکو جائز ہے کہ گواہی دے کہ یہ دونون اس شخص کے مملوک ہین خواہ دونون چھوٹے ہون یا بڑے ہون اور اگر یہ دیکھنے والا دونون کے مملوک ہونے کو نہین جانتا ہے پس اگر وہ دونون ایسے چھوٹے ہون کہ اپنے آپ کو بیان نہین کر سکتے ہین تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ دونون بڑے ہین کہ اپنے آپکو بتلا سکتے ہین خواہ لڑکے عاقل ہون یا بالغ ہون تو اُسکو روا نہین ہے کہ گواہی دے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ واقعات

مین لکھا ہی کہ اگر دونون گواہون کو معلوم ہی کہ یہ گھر مدعی کا ہی پھر دونون کے سامنے دو شخصون عادل نے گواہی دی کہ مدعی نے یہ گھر اسی شخص کے ہاتھ کہ جسکے قبضہ مین ہی فروخت کر دیا ہی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ موافق اپنے علم کے گواہی دین اور بیع کے گواہون کے کہنے پر گواہی نہ دین یہ محیط مین لکھا ہی۔ ناطفی نے ذکر کیا ہی کہ دو شخصون نے نکاح یا بیع یا قتل واقع ہونیکا مشاہدہ کیا پھر جب دونون نے گواہی دینا چاہی تو دو عادلون نے اُنکے سامنے گواہی دی کہ اس شخص نے عورت کو تین طلاق دی یا بائع نے بیع سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا تھا یا ولی نے قاتل کو بعد قتل کے معاف کر دیا تو اِن دونونکو نکاح وغیرہ کسی کی گواہی دینا حلال نہین ہی اور اگر ایک ہی عادل نے یہ گواہی دی تو دونون مین کسی کو گواہی نہ دینا حلال نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو کے سامنے اقرار کیا کہ خالد کا مجھپر مال ہی پھر انکار کیا اور خالد نے عمرو کی گواہی طلب کی اور دو عادلون نے گواہی دی کہ یہ مال جسکا زید نے اقرار کیا تھا وہ بیع یا ہبہ کی وجہ سے اُسی کا ہو گیا تو گواہ اُسکی گواہی دے جو کچھ وہ جانتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی زید نے ایک قوم کے سامنے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین پھر دو عادل یا تین عادل ان گواہون کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عمرو کے واسطے زید پر قرضہ کی گواہی نہ دینا کہ اُسنے جو کچھ قرضہ اُسپر تھا سب ادا کر دیا تو گواہون کو اختیار ہی چاہین گواہی نہ دین اور چاہین گواہی دین اور قصہ قاضی کے سامنے بیان کر دین تاکہ قاضی جھوٹے دعوی پر حکم نہ کرے ایسا ہی امام محمد رح سے روایت ہی اور ایک روایت مین امام محمد رح سے آیا ہی کہ گواہ یہ گواہی دین کہ اسپر قرضہ تھا اور یہ گواہی کہ اسپر قرضہ ہی نہ دین۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اقرار کے سُننے ہوئے گواہون کے سامنے دو عادلون نے گواہی دی کہ قرضخواہ نے اپنا قرضہ پورا وصول کر لیا یا اُسنے قرضدار کو معاف کر دیا تو دونون گواہون کو قرضہ کے اقرار کرنے کی گواہی سے باز رہنا روا نہین ہی مگر جبکہ دونون قرضخواہ کا معاف کرنا یا وصول پانا کانون سے سن لین تو گواہی نہ دین ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے ان مسائل مین یہ اختیار کیا ہی کہ اگر گواہ کے سامنے دو گواہون نے گواہی دی اور اُسکے دل مین یقین آیا کہ یہ دونون سچے ہین تو اصل حق پر اُسکو گواہی دینا نہین[ل] جائز ہی اور اگر اُسکے سامنے ایک یا دو عادلون نے گواہی دی مگر اُسکے دل مین یقین نہ آیا تو اُسکو جائز ہی کہ اصل مین جو حق اُسکو معلوم ہی اُسپر گواہی دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر شوہر نے اپنی بی بی کے طلاق دینے یا مالک نے اپنے غلام کے آزاد کرنیکا گواہ کے سامنے اقرار کیا پھر اسکو نکاح یا بیع کی گواہی کیواسطے بلایا تو باز رہے اور اُسکو گواہی دینا حلال نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک جماعت کے سامنے دو شخصون نے بیٹھکر حساب کیا اور دونون نے لوگون سے کہدیا کہ جو کچھ تم ہم سے سُنتے ہو اُسکی گواہی ہم پر نہ دینا پھر ایک نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا تو گواہ کو جائز ہی کہ جو اقرار اُسنے سنا ہی اُسکی گواہی دیوے اور یہ قول ابن سیرین کا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہی قول امام اعظم رح سے مروی ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دو گواہون کے سامنے کسی قدر مہر معین پر ایک عورت سے نکاح کیا اور اسپر چند برس گذر گئے اور اُسکی چند اولاد پیدا ہوئین اور چند سال گذرے پھر شوہر مر گیا پھر اُس عورت نے گواہی طلب کی کہ اُس مقدار معلوم مہر پر گواہی دین اور گواہون کو یاد ہی تو اُنکو گواہی دینا روا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ جانور دوسرے کے پیچھے ہی اور اُسکا دودھ پیتا ہی تو اُس دیکھنے والے کو حلال ہی کہ گواہی دیوے کہ دودھ پینے والا جانور اُسی جانور کا بچہ اور جانور کے مالک کی ملک ہی کذا فی المحیط اور بچہ ہونیکی گواہی کی یہ صورت ہی کہ کہے کہ یہ بچہ مثلاً اس ناقہ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور پیدا ہونے کی گواہی ادا

[ل] نہین یعنی اصل حق باقی ہونے پر گواہی نہین دیسکتا کیونکہ دو عادل گواہون نے ... کہ خلاف گواہی دی ... پس ... نہین ہوا ...

کرنا شرط نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں منقول ہے۔ ایک عورت نے اپنے باپ یا بھائی کے واسطے مال کا اقرار کیا اور اسکی مراد یہ ہے کہ باقی وارثوں کو ضرر پہونچے اور گواہ اسکو جانتے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ گواہوں کو روا ہے کہ اس اقرار کی گواہی کو برداشت کریں اور گواہی ادا کریں ولیکن اس عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے بادشاہی نوکر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کرنے والے نے کہا کہ میں نے اُسکے خوف سے اقرار کر دیا پس اگر گواہ اُسکے خوف سے واقف ہوا تو گواہی نہ دے اور اگر خوف سے واقف نہ ہوا تو گواہی دے اور قاضی کو آگاہ کر دے کہ یہ ایک سلطانی سپاہی کے قبضہ میں تھا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نخاس کا بازار سلطان سے بطور ٹھیکہ کے بالمقطع کچھ درم معلوم ہر مہینہ دینے کے اقرار پر لیا اور اسکو تحریر کر دیا تو کیا یہ جائز ہے اور گواہوں کو اسکی گواہی دینا جائز ہے تو انھوں نے فرمایا کہ ٹھیکہ لینے والا اور دینے والا دونوں راہ راست سے گمراہ ہیں اور اگر گواہوں نے اسپر گواہی دی تو ان پر لعنت برسے پھر اُنسے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے ٹھیکہ دار کے درموں کے اقرار پر گواہی دی اور سبب کو وہ پہچانتے ہیں تو گواہی دینا جائز ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر سبب پہچاننے کے بعد انھوں نے گواہی دی تو وہ ملعون ہیں اور ایسے معاملات میں گواہی جائز نہیں ہے کذا فی النوازل اور ایسے ہی ہر اقرار پر گواہی دینا کہ جسکا سبب حرام و باطل ہو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے ایک قاضی کو سنا کہ ایک شخص سے کہتا تھا کہ میں نے تجھپر اس شخص کی اتنے مال کی ڈگری کی لیکن قاضی نے انکو اپنے حکم پر گواہ نہیں کر لیا اور دوسرے قاضی کے سامنے انھوں نے اسی طرح بیان کر دیا تو اس سے انکی گواہی میں خلل نہیں آتا ہے اور اگر دونوں نے یہ بیان کیا کہ ہم نے قاضی سے اس شہر کے سوا کہ جہاں وہ قاضی ہے دوسری جگہ ایسا سنا تو انکی گواہی نامقبول ہے اور انکو گواہی نہ دینا چاہیے کذا فی الذخیرہ۔ علی بن احمد رح و ابو حامد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک قاضی نے اسپر گواہوں کو گواہ کیا کہ میں نے فلاں کے اسقدر مال کی ڈگری فلاں شخص پر کر دی ہے اور یہ گواہ انکی مجلس حکم میں حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے پس اگر ان گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دی تو کیا ایسی گواہی مقبول ہے پس علی بن احمد نے فرمایا کہ یہ گواہی باطل ہے اسکا اعتبار نہیں ہے اور ابو حامد رح نے بھی فرمایا کہ یہی حکم ہے اور فرمایا کہ گواہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اُسوقت ہو کہ جس وقت حکم دیتا ہے یہ تاتارخانیہ میں منقول ہے اگر گواہ نے اپنا خط دیکھا اور واقعہ اُسکو یاد نہیں ہے یا گواہی لکھنا یاد ہے اور مال نہیں یاد ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو گواہی دینا روا نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک روا ہے شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد رح کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے نوازل میں ہے کہ گواہ نے اپنا خط پہچانا اور تحریر اُسکے نزدیک محفوظ ہے اور اُسے گواہی لکھنا یاد نہیں تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک گواہی دینا جائز ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر تحریر مدعی کے پاس ہو تو گواہ کو گواہی دینا جائز نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ہمارے اصحاب متاخرین نے فرمایا کہ اگر گواہ کو اپنے خط میں شبہہ نہو تو گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسکو حادثہ یاد نہو خواہ نوشتہ تحریر خصم کے پاس ہو یا دوسرے کے پاس ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر بنا بر قول مفتی بہ کے اگر گواہ نے اپنے خط پر اعتماد کر کے گواہی دی تو چاہیے کہ قاضی دریافت کرے کہ تو اپنے علم پر گواہی دیتا ہے یا خط پر پس اگر اُسنے کہا کہ اپنے جاننے پر گواہی دیتا ہوں تو قبول کرے اور اگر کہا کہ خط پر تو نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے گواہ اگر اپنا خط پہچانتا ہو اور اقرار کرنے والے کا اقرار بھی یاد ہو اور مقر لہ کو بھی پہچانتا ہو ولیکن وقت اور مکان اُسے یاد نہیں ہے تو اُسکو

گواہی دینا حلال ہو یہ واقعات حسامیہ مین ہو۔ ایک شخص نے وصیت نامہ لکھا اور گواہون سے کہا کہ جو کچھ اسمین ہی اُسپر گواہ رہو اور وصیت نامہ اُنکو پڑھکر نہ سنایا تو ہمارے علما نے فرمایا کہ گواہون کو جو کچھ اسمین ہی اُسکی گواہی دینا جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور صرف اُسوقت گواہی حلال ہو کہ جب تین باتون سے کوئی پائی جاوے یا تو اُسنے وصیت نامہ اُنکو پڑھکر سنایا ہو یا غیر نے لکھا ہو اور گواہون کے سامنے اُسکو سنایا اور اُسنے گواہون سے کہا کہ تم اسکے مضمون کے گواہ رہو یا خود اُسنے گواہون کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہین جو کچھ اسمین لکھا ہی پھر وہ کہے کہ تم گواہ رہو۔ اور اگر اُس نے گواہون کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہین جو کچھ اسمین لکھا ہی مگر اُسنے نہ کہا کہ تم اُسکے مضمون پر گواہ رہو تو گواہونکو گواہی دینا روا نہین ہی۔ امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ تحریر نقش کے ساتھ نہو اور اگر تحریر نقش کے ساتھ ہو یعنی جیسے دوات کی روشنائی سے حروف نقش کرکے لکھے ہین اور گواہون کے سامنے لکھا اور گواہونکو اُسکا مضمون معلوم ہی تو اُن کو گواہی دینا روا ہی اگرچہ اُسنے نہ کہا ہو کہ تم اسکے مضمون پر گواہ رہو اور یہ قول اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ تحریر چند وجہ سے ہوتی ہی ایک یہ کہ نقوش ظاہر ہون اور وہ یہ ہی کہ ایک کاغذ پر معنون بعنوان جیسے غائب کو لکھتے ہین لکھے پس اگر اُسنے کہا کہ میری مراد اس سے مثلاً طلاق یا اقرار نہ تھی تو دیانتہً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسکی تصدیق ہوسکتی ہی ولیکن حکم قضا مین اُسکی تصدیق نہو گی حتی کہ گواہ کو جائز ہی کہ اُسکے مضمون پر گواہی دے اگرچہ اُسنے نہ کہا ہو کہ تو اُسکے مضمون پر گواہ رہ یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی منتقی مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خط بھیجا اور لکھا کہ فلان بن فلان کیطرف سے فلان بن فلان کو سلام علیک اما بعد تونے مجھے لکھا تھا اور ہزار درم کا جو تیرے میری طرف آتے تھے تقاضا کیا تھا اور حال یہ ہی کہ تونے پانچسو درم اُمین سے وصول کرلیے تھے اور مجھپر تیرے پانچسو درم باقی رہے۔ پس جو شخص اس سے آگاہ ہوا اُسکو جائز ہی کہ گواہی اداکرے اگرچہ اُسنے گواہ نہ کرلیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور وہ تحریر کہ جو نقش وار نہین ہی یعنی مثل روشنائی کے نقش کے نہین ہوسکتے ہین مثلاً زمین پر یا کپڑے پر یا تختی پر یا بدون سیاہی کے کاغذ پر لکھا مگر وہ ظاہر ہوتے ہین اور گواہون سے کہا کہ تم گواہ رہو تو اُنکو گواہی دینا جائز ہی ورنہ نہین جائز ہی۔ اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے ایک حق کے اقرار کی یادداشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگون کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہین ہی اور نہ ان لوگون کو گواہی دینا جائز ہی کیونکہ احتمال ہی کہ اُسنے مشق کے طور پر لکھی ہووے بخلاف اُس خط کے جو مرسوم ہی اور بخلاف صراف اور دلال کی تحریر کے کہ وہ حجت ہی۔ پس اگر اُسنے تحریر سے انکار کیا اور گواہ پیش ہوے کہ اسی نے لکھی ہی تو جائز ہی جیساکہ اقرار کرکے اگر کوئی شخص مکر جاوے تو گواہ قائم ہونگے اور ایسا ہی اور تصرفات کا حکم ہی بخلاف حدود و قصاص کے کہ اس مین خواہ تحریری مرسوم ہو یا غیر مرسوم سب برابر ہین اور اگر مرسوم و منقوش تحریر مین کسی نے چوری کا اقرار کیا تو مال دلوایا جائیگا اور ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر ایسی تحریر ہو کہ ظاہر نہین ہوتی جیسے پانی یا ہوا پر لکھا پھر لوگون سے کہا کہ مجھپر گواہ رہو تو اُنکو گواہی دینا روا نہین اگرچہ اُنکو معلوم ہوجائے جو لکھا ہی کیونکہ جو تحریر ظاہر نہو وہ ایسی بات کے مثل ہی جو سمجھ مین نہ آوے۔ اور عورت و مرد اور مسلمان و ذمی اسمین یکسان ہین (خزانۃ المفتین) اگر دو آدمیون کے سامنے ایک خط بھیجنے کو لکھا اور وہ دونون نہ پڑھے نہ لکھے اور خط اُنہین کو دیدیا اور دونون نے اُسکی گواہی دی تو طرفین رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی (وجیز کردری) ایک نے کوئی چیز خریدی اور بائع پر عیب کا دعوی کیا اور ثابت نہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے اُسپر اسی عیب کا دعوی کیا اور اُسنے انکار کیا تو جن لوگون نے اسکا پہلا دعوی سنا تھا اُنکو اب حلال ہی کہ فی الحال

گواہی دین یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر غیر شخص کا گھی یا زیتون کا تیل کسی نے گواہون کے سامنے زمین پر ناد یا اور کہا کہ اسمین
چوہا مرگیا تھا تو پاک چیز کے تلف کر دینے سے انکار کرنے مین قسم لیکر اُسکا قول معتبر ہوگا اور گواہون کو روا نہین ہی کہ یہ گواہی
دین کہ اُسنے پاک چیز تلف کر دی اور اگر کسی شخص نے عمداً گوشت کے کباب گواہون کے سامنے تلف کر دیے اور تمام گوشت
تلف ہوگیا اور کہا کہ یہ مردار کا تھا تو اُسکا قول معتبر نہوگا اور گواہون کو جائز ہی کہ گواہی دین کہ ذبح کیا ہوا تھا یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی شہرت پر اور لوگون سے سُنکر گواہی دینا چار جگہ بالاجماع مقبول ہی یعنی نکاح اور نسب اور موت اور حکم قضا مین کذا فی
محیط السرخسی پس اگر کسی نے لوگون سے سُنا کہ یہ فلان بن فلان ہی یا کسی کو دیکھا کہ ایک عورت کے پاس آتا جاتا ہی اور لوگون سے سُنا کہ یہ
عورت فلان شخص کی جورو ہی یا ایک شخص کو دیکھا کہ اُسنے ایک شخص کیواسطے فیصلہ کیا اور لوگون سے سُنا کہ یہ اس شہر کا قاضی
ہی یا لوگون سے سُنا کہ فلان شخص مرگیا یا دیکھا کہ لوگ اُسکے ساتھ مُردون کا برتاو کرتے ہین تو اُسکو گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے
نہ دیکھا ہو کہ فلان شخص زید کی ہمبستری سے پیدا ہوا ہی یا عقد نکاح مین حاضر نہوا ہو یا امام وقت کو قاضی مقرر کرتے نہ دیکھا ہو
یا مرنیکے وقت حاضر نہوا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہی- اسیطرح اگر ایک مرد و عورت کو دیکھا کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور ہر ایک
دوسرے سے کشادہ پیشانی و خوشدلی کے ساتھ جورو خصم کی طرح ملتا ہی تو اُسکو روا ہی کہ گواہی دے کہ یہ اس شخص کی عورت ہی کذا فی
الہدایہ- اور وقف کے باب مین صحیح یہ ہی کہ لوگون سے سُنکر اصل وقف پر گواہی جائز ہی نہ اُسکی شرائط پر یہ کافی مین لکھا ہی اور جس چیز پر وقف
کا صحیح ہونا موقوف ہی وہ اصل مین شمار ہی اور جسپر صحیح ہونا موقوف نہین ہی وہ شرطون مین سے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی امام
ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ وقف مین یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ اُسنے مسجد یا مقبرہ وغیرہ کس پر وقف کیا حتی کہ اگر گواہی مین یہ بیان
نہ کیا تو مقبول نہوگی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی- اور لوگون سے سُنکر جورو خصم کے دخول پر گواہی دینا جائز ہی یہ خصاف رح کی ادب القاضی
کی شرح مین اور ہدایہ اور کنز اور کافی مین ہی اسواسطے کہ یہ امر ایسا ہی کہ مشہور ہو جاتا ہی اور اس سے چند احکام مشہورہ مثل نسب
اور مہر اور عدت وغیرہ کے تعلق ہین یہ نہایہ مین لکھا ہی شہرت پر اور لوگون سے سُنکر مہر پر گواہی دینا منتقی مین لکھا ہی کہ جائز ہی
کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور شہرت پر اور لوگون سے سُنکر آزادی پر گواہی دینا ہمارے نزدیک
حلال نہین ہی کذا فی المحیط اور ولاء آزادی پر لوگون سے سُنکر گواہی دینا امام ابو حنیفہ رح اور محمد رح کے نزدیک مقبول نہین
ہی اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رح کا تھا پھر رجوع کر کے فرمایا کہ مقبول ہی اور صحیح حکم ظاہر الروایۃ کا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور
چاہیے کہ ادائے شہادت کو مطلق چھوڑ دے اور تفسیر نہ کرے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر کر دی کہ مین سُنکر گواہی دیتا ہون تو گواہی
مقبول نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی- اور اگر قاضی کے سامنے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ فلان شخص مرگیا اور ہمکو ایسے شخص
نے خبر دی ہی کہ جسکی ہم توثیق کرتے ہین تو گواہی جائز ہی اور یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر گواہون نے ایسی چیز کی
گواہی دی کہ جس مین سُنکر گواہی دینا جائز ہی اور کہا کہ ہم نے آنکھون سے نہین دیکھا ہی ولیکن ہم مین مشہور ہی تو اُنکی
گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور فتاوی رشید الدین مین ہی کہ وقف کے معاملہ مین سُنکر گواہی دی
تو مقبول ہوگی اگرچہ صاف بیان کر دیا ہو کہ ہمنے سُنکر گواہی دی ہی اور اسی کی طرف امام ظہیر الدین مرغینانی نے اشارہ کیا
ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی فتاوی سغری مین ہی کہ نسب وغیرہ مین شہرت پر گواہی دینا دو طرح ہی ایک حقیقی دوسرے حکمی
حقیقی یہ ہی کہ ایک جماعت کثیر سے سُنا کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہونا خیال مین نہین آتا ہی اور ایسی گواہی مین نہ عدالت شرط
ہی اور نہ لفظ شہادت بلکہ تواتر ہونا چاہیے اور حکمی یہ ہی کہ اُسکے پاس دو شخص مرد یا ایک شخص مرد اور دو عورتین کہ سب عادل

ہون گواہی دین مگر لفظ شہادت کے ساتھ یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون نے بدون اُس شخص کی گواہی طلب کرنیکے گواہی دی ہو اسکو امام محمد رحمۃ نے ذکر کیا ہی اور فرمایا کہ اگر اس شخص نے دو گواہ قائم کیے اور اُنھون نے اسکے پاس گواہی دی تو اُسکو گواہی دینا روا نہین ہی۔ اور اگر ایک شخص ایک قوم مین آکر اترا اور وہ لوگ اُسکو نہین پہچانتے ہین اور اُسنے کہا کہ مین فلان بن فلان ہون تو لوگون کو اُسکے نسب کی گواہی دینی جائز نہین ہی جبتک کہ اُسکے شہر کے دو آدمیون سے ملاقات ہو اور وہ دونون عادل اس بات کی گواہی نہ دین کہ یہ فلان بن فلان ہی اور جصاص نے شرح مین لکھا کہ یہی صحیح ہی اور بعض نے کہا کہ موت کی گواہی مین ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہی اور لفظ شہادت بالاتفاق شرط نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین فلان شخص کے دفن مین شریک تھا یا مین نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ معائنہ ہی اور اگر قاضی نے سنا تو اُسنے تفسیر سے بیان کیا تو قبول کریگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر ایک شخص کے مرنے کی خبر آئی پس ان لوگون نے وہ افعال کیے جو مرنے مین کرتے ہین تو کسی کو گواہی دینا مرنے کی جائز نہین ہی جبتک کہ ایک ثقہ آدمی گواہی نہ دے کہ ہم نے اُسکا مرنا آنکھون دیکھا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے مرنے کو ایک شخص نے دیکھا اور تنہا وہ شخص گواہی دیتا ہی تو فقط اُس کی گواہی پر قاضی حکم نہ دیگا پس وہ یہ کرے کہ ایک شخص ثقہ کو خبر دے پس جب اُسنے سن لیا تو دونون ملکر قاضی کے سامنے گواہی دین کہ دونون کی گواہی پر قاضی فیصلہ کردیگا کذا فی النہایہ۔

تیسرا باب گواہی ادا کرنے اور اسکی سماعت کی صورت کے بیان مین۔ حاضر پر گواہی دینے مین یہ ضرورت ہی کہ مدعا علیہ اور مدعی کی طرف اشارہ کرے اور جس چیز پر گواہی دیتا ہی اگر وہ مال منقولہ ہو تو اُسکی طرف اشارہ کی ضرورت ہی اور اُس چیز کو مشہود بہ کہتے ہین اور میت یا غائب پر گواہی دیتے ہین درحالیکہ اُسکا وکیل یا وصی حاضر ہو گواہون کو چاہیے کہ میت یا غائب کا نام لیوین اور اُن دونون کے باپ اور دادا کا نام لیوین اور خصاف رح نے دادا کا نام لینا شرط کیا ہی اور ایسا ہی شروط مین مذکور ہی۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک باپ کا نام ذکر کردینا کافی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضرور ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور اگر قاضی نے بدون دادا کے نام ذکر کرنے کے فیصلہ کردیا تو نافذ ہوگا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ شخص فقط نام سے مشہور ہو جیسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو صرف اُسکا نام کافی ہی باپ دادا کی ضرورت نہین ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ جس شخص نے دادا کا نام ذکر کرنے کی شرط لگائی ہی اُسکے نزدیک صناعت ذکر کردینا دادا کے نام کے قائم مقام نہوگا مگر جبکہ وہ صناعت ایسی ہو کہ اس سے لامحالہ پہچانا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اسکا نام اور اُسکے باپ کا نام اور اسکا قبیلہ و پیشہ ذکر کیا اور اُسکے محلہ مین کوئی اس نام اور پیشہ کا نہین ہی تو کافی ہی اور اگر اسکے مثل دوسرا ہووے تو کافی نہین ہی جبتک کہ اسکے ساتھ کوئی اور شی ایسی ذکر نہ کرے کہ جس سے تمیز حاصل ہو جاوے یہ ادب القاضی مین مذکور ہی اور حاصل یہ ہی کہ پہچان ہو جانا معتبر ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی اگر گواہون نے ایک شخص کے ایک محدود چیز خرید نے یا فروخت کرنیکے اقرار پر گواہی دی تو ضرور ہی کہ گواہی مین بیان کرین کہ اُسنے خود خرید لے یا فروخت کرنیکا اقرار کیا ہی کذا فی الذخیرہ۔ فتاویٰ ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے دعوی کیا کہ زید نے میرے اسقدر چوپایہ ہلاک کر ڈالے ہین اور گواہ قائم کیے تو گواہون کو چاہیے کہ نر و مادہ کی تفصیل بیان کرین اور اگر یہ بیان نہ کیا تو فقیہ ابو بکر فرماتے ہین کہ مجھے گواہی باطل ہونیکا خوف ہی اور مدعی کو شاید کچھ نہ دلایا جاوے اور اگر نر و مادہ بیان کردیے تو رنگ بیان کرنیکی ضرورت نہین ہی اور گواہی جائز ہی اور شیخ کے نزدیک باوجود نر و مادہ کے قسم

بیان کرنا کہ گھوڑا یا خچر ہے ضرور ہے صرف چوپایہ کہنا کافی نہوگا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہے کذا فی المحیط اگر قاضی نے گواہوں سے رنگ دریافت کیا اور انھوں نے بیان کر دیا پھر دعوی کے وقت گواہی دی اور اسکے برخلاف صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی اور غیر محتاج چیز میں اختلاف مضر نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر بیان کیا کہ یہ فلانی عورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقوں سے حرام ہے اسپر اُس سے الگ رہنا واجب ہے تو اس گواہی میں خلل ہے چاہیے کہ فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کر کے یوں گواہی دیں کہ اُسنے تین طلاق اسکو دی ہیں۔ اسی طرح گواہ کا بیان کہ اسنے عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور قسم ٹوٹ گئی کافی نہیں ہے جب تک کہ قسم اور اُس کے ٹوٹنے کی تفصیل بیان نہ کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر اس کے گواہوں نے اسطرح گواہی دی کہ ہم اسکا کچھ مال سوائے رات و دن کے پہننے کے کپڑوں کے نہیں جانتے ہیں یہ سراجیہ میں ہے ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اُس سے کپڑا چکایا اور بائع کو درم دیدیے اور کپڑا لیا اور دونوں زبانی بیع کی گفتگو کر کے دونوں جدا ہوگئے تو جائز ہے پھر اگر دونوں میں جھگڑا ہوا اور گواہوں کی ضرورت ہوئی تو گواہوں کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اسنے درم دیکر کپڑا لے لیا اور بیع پر گواہی نہ دیں مگر جبکہ دونوں میں پہلے سے کچھ ایسی باتیں پیش آئی ہوں جن سے گواہوں کو یقین ہو کہ بطور بیع کے ثابت ہوا اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہوں کی گواہی دینے کی یہ صورت ہے کہ لین دین پر گواہی دیں اور بیع پر گواہی نہ دیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر بیع پر گواہی دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ این مدعی بہ ملک این مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست این مدعا علیہ بنا حق ست تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کرنیکی درخواست کی ہے تو جبتک گواہ یہ نہ بیان کریں کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تب تک صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور یہی اشبہ واقرب الی الصواب ہے اور اسی قائل کا قول ہے کہ اگر قاضی نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی ملکیت کے دعوی پر قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہے اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ پر واجب ہے کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابو الحسن سغدی رح سے منقول ہے کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ سپرد کرنے کیواسطے یہ کہنا ضرور ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں ہے اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست پر مدعا علیہ سے جبراً اسکے سپرد کرائی جاویگی اور اسی مذہب پر ہم نے بہت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ تو ہے ولیکن میں فتوی دیتا ہوں کہ گواہی میں تصور ہے کذا فی المحیط۔ فتاوے نسفی میں ہے کہ گواہ کو یوں کہنا چاہیے کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملک ہے اور اسکا حق ہے تاکہ اسمین نہیں ملانے کی گنجائش نہ رہے اقول لفظ نفی فارسی میں ملانے کی گنجائش ظاہر ہے اگر کہا جاوے کہ این عین ملک این مدعی ست و حق وے نہ کہ فارسی والے اکثر ربط کا حرف حذف کرتے ہیں اور ہمارے دیار میں اسکا محاورہ نادر ہے اور علم فافہم۔ اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلان چیز میری ملکیت ہے اور میرا حق تو اسقدر پر اکتفا نہ کیا جاویگا اور یوں کہنا چاہیے کہ میرا حق ہے اور کہتے تھے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق ہے اسمین یوں کہنا چاہیے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق ہے تاکہ ایسے الفاظ میں کلمہ نفی نہ ملایا جا سکے اور فرمایا کہ اسمین احتیاط ہے اور یہ احتیاط سپرد کرنے کے دعوی میں ہے کذا فی الذخیرہ۔ شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے فارسی میں کہا کہ گواہی میدہیم کہ این عین مدعی بہ ملک این مدعی ست تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں۔ اور بعض نے کہا کہ نامقبول

یعنی مدعیہ ۱۲

...کی ملکیت ہے ۱۲

ہونا چاہیے کیونکہ ماگواہی دہم عرف میں استقبال یعنی آیندہ زمانہ کے واسطے آتا ہے اور حال کے واسطے ماگواہی می دہم آتا ہے
یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاوے نسفی میں ہے کہ شیخ امام رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ہر ایک گواہ کی گواہی کے یہ الفاظ ہیں
ماگواہی میدہم کہ فلان چیز آن فلان است پس کیا یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ فلان چیز فلان شخص کی ملک ہے تو فرمایا کہ ہاں
اور امام ظہیر الدین مرغینانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ آن فلان است کہنے سے تم نے ملکیت مراد
لی یا کچھ اور مراد ہے پس جو کچھ وہ بیان کریں اُسی کو لینا چاہیے اور اگر کچھ بیان نہ کیا یہانتک کہ غائب ہو گئے یا مر گیے تو قاضی
اُنکی ملکیت کی گواہی پر فیصلہ کرے گا کذا فی الذخیرہ۔ شمس الاسلام اوزجندی کے فتاوے میں ہے کہ اگر گواہوں نے
گواہی دی کہ یہ مال معین اس مدعی کا حق ہے اور یہ نہ کہا کہ اُسکی ملک ہے تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہ مقبول
ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ حق سے تم نے ملکیت مراد لی ہے یا کچھ اور پس جو کچھ بیان کریں اُسپر
عمل کرے اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرا حق ہے اور ملک ہے نہ کہا تو اس دعوی کی صحت میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں
لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور جیسا چاہیے گواہی ادا کر دی پھر دوسرے نے گواہی ادا کرنے میں کہا کہ میں بھی اسی
گواہ کے مثل گواہی دیتا ہوں تو قاضی قبول نہ کریگا جبتک کہ ہر ایک گواہ اپنی اپنی گواہی نہ دے اور شمس الائمہ حلوائی نے
بیان کیا کہ یہ احتیاط ہے کہ گواہ سے اجمال گواہی میں قبول نہو اور ہمارے نزدیک اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرے
نے کہا کہ میں بھی یہی گواہی دیتا ہوں جو اُسنے ادا کی ہے تو کافی ہے۔ پھر شمس الائمہ رح نے بیان کیا کہ مختار یہ ہے کہ اگر گواہ فصیح ہے
کہ گواہی کو خوب بیان کر سکتا ہے تو اس سے اجمالاً مقبول نہوگی اور اگر گنوار غیر فصیح ہے تو اجمال مقبول ہے بشرطیکہ ایسی حالت
ہو کہ اگر قاضی کی کچہری کا رعب اُسپر نہو تو وہ خوب بیان کر سکے اور اگر ایسا نہو تو اُس سے بھی اجمال مقبول نہیں ہے۔ اور امام
ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ اگر قاضی گواہ کی طرف سے کسی قسم کی جھوٹی گواہی دینے کی خیانت جانتا ہو تو ہر ایک
گواہ کو علیحدہ گواہی دینے کی تکلیف دے اور اگر ایسا نہو تو نہیں یہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں ہے۔ شمس الاسلام اوزجندی
نے فرمایا کہ گواہ کی طرف سے مجمل گواہی صرف اسطرح مقبول ہے کہ جب اُسنے گواہی دی کہ اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر ایسا ہے کہ
جیسا اُس گواہ نے بیان کیا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے پھر فرمایا کہ یہ اقوال ایسی صورت میں تھے کہ جب گواہ نے کہا کہ جو پہلے
گواہ نے گواہی دی میں بھی وہی گواہی دیتا ہوں یا جو پہلے نے گواہی دی میں بھی اُسی کے مثل گواہی دیتا ہوں ولیکن اگر گواہ
نے کہا کہ میں پہلے گواہ کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں تو بالاجماع مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی پر گواہی ہے نفس دعوی اور حق پر
گواہی نہیں ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ میں پہلے گواہ کے مثل گواہی پر گواہی دیتا ہوں تب بھی یہی حکم ہے یہ صدر الشہید رحمہ کی شرح ادب القاضی
میں لکھا ہے۔ اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اُسکو یہ کاغذ پڑھکر سنایا گیا اور اُسنے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ اس
تحریر میں نام لیا گیا اور وصف کیا گیا ہے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر واجب ہے یا یون کہا کہ یہ مال دعوے جو پڑھا گیا یہ چیز اس
مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس مدعی کے سپرد کرے پس یہ گواہی صحیح ہے۔ اور شیخ الاسلام سرخسی رح سے
منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کا دعوی کیا جو ایک قبالہ میں تحریر ہے اور وہ پڑھا گیا پھر گواہوں نے جو یہ پڑھے ہیں کہا کہ ہم
بھی اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر ایسی ہی گواہی دیتے ہیں تو اُنکی گواہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے ایک تحریر
کی گواہی دی جسکو اُسنے اپنی زبان سے پڑھا پھر دوسرے شخص نے پڑھا اور دوسرا گواہ اُسکے ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہے تو یہ صحیح
نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ جس زمین یا گھر کا دعوی کیا گیا ہو اسکے حدود کو جیسے مدعی قبالہ میں لکھا ہوا تو بیان

کرتا ہی اور بدون دیکھے جیسا چاہیے نہین بیان کرسکتا ہی تو اُسکی گواہی مقبول ہی یا نہین پس فرمایا کہ اگر دیکھکر اُسکو یاد کرلیتا ہی تو مقبول نہین ہی اور اگر اُس سے کسی قسم کی مدد لیتا ہی جیسے حافظ قرآن مصحف سے لیتا ہی تو مقبول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے دوسرے پر دس درم کا دعوی کیا اور گواہ نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر مبلغ دس درم ہین تو گواہی مقبول ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر فارسی مین دوازدہ درم کا دعوی کیا اور گواہ نے گواہی مین دہ دوازدہ درم کہا تو مقبول نہین ہی اور اسیطرح اگر دہ دوازدہ درم یعنی دس بارہ درم کا دعوی کیا تو دعوی صحیح نہین ہی اور اسیطرح اگر دعوی مین بیان کیا کہ یہ چیز دس بارہ برس سے میری ملکیت ہی تو دعوی کی سماعت نہوگی اور اسیطرح اگر گواہون نے اسطرح گواہی دی تو مقبول نہین ہی یہ وغیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے کسی شخص پر کسی چیز کے قبضہ کر لینے کا دعوے کیا اور گواہون نے بیان کیا کہ اس مدعا علیہ نے یہ کہا کہ اس مدعی نے یہ چیز میرے پاس بھیجدی تو گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ تین شخصون نے ایک معاملہ مین گواہی دی پھر حکم دینے سے پہلے ایک نے کہا کہ استغفر اللہ مین اپنی گواہی مین جھوٹ بولا و قاضی نے اسکو سنا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کس گواہ نے کہا پھر قاضی نے اُنسے دریافت کیا تو سب نے کہا کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا اور سب کو اپنے پاس سے اُٹھا دیگا پھر اگر مدعی دوسرے روز انہین سے دو شخصون کو لایا اور اُنھون نے گواہی ادا کی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر دعوی سے پہلے کسی معاملہ مین گواہی دی پھر دعوی ہونیکے بعد گواہی دی تو اُسکی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے گواہی دی اور ہنوز اپنی جگہ سے نہین ہلا ہی کہ اُسنے کہا کہ مین گواہی کی بعض باتون مین وہم مین پڑگیا یعنی جسکا ذکر کرنا واجب تھا وہ چھوڑ گیا اور جو نچاہیے تھا اُسے بیان کرگیا پس اگر غیر عادل ہی تو قاضی اُسکی گواہی کو مطلقاً رد کردیگا خواہ اُسنے مجلس مین بیان کیا ہو یا بعد مجلس کے خواہ شبہہ کی بات مین کہتا ہو یا غیر شبہہ کی بات مین کہتا ہو اور اگر عادل ہی تو سوا ے شبہہ کی بات کے مقبول ہوگی مثلاً نام مدعی یا مدعا علیہ کا یا دونون کی طرف اشارہ کرنا چھوڑ گیا تو مقبول ہی خواہ مجلس قضا مین واقع ہوا یا دوسری جگہ اور اگر ایسی بات مین کہتا ہی کہ جسمین لبس کا شبہہ ہی پس اگر مجلس قضا مین کہا تو مقبول ہی اور بعض مشائخ کے نزدیک جو اُسنے پہلے بیان کیا تھا مثلاً پہلے ہزار درم بیان کیے تھے پھر کہا کہ پانچسو درم ہین مین نے غلطی سے بیان کیا تو پہلے بیان پر قاضی حکم دیگا اور دوسرے مشائخ کے نزدیک جو اُسنے دوبارہ کمی یا زیادتی بیان کی ہی اُسپر حکم دیگا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہی۔ اور اگر مجلس سے چلے جانے کے بعد گواہ عادل نے ایسا بیان کیا تو مقبول نہین ہی اور اسی طرح اگر دعوے کی شی محدود کے حدود مین غلطی کی مثلاً شرقی حد کو غربی اور غربی کو شرقی بیان کرگیا یا نسب مین غلطی کی مثلاً محمد بن علی بن عمر کی جگہ غلطی سے محمد بن احمد بن عمر بیان کرگیا پس اگر چلے جانے سے پہلے مجلس قضا مین اُسکا تدارک کرلیا تو مقبول ہی ورنہ نہین اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رح سے روایت کیا گیا ہی کہ غیر مجلس قضا مین بھی اُس سے یہ سب باتین قبول کیجائینگی اور ظاہر وہی ہی جو ہم نے پہلے بیان کیا یہ عنایہ اور کافی اور بحر الرائق مین ہی۔ ابن سماعہ رح نے امام ابویوسف رح سے روایت کی کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر مال کی گواہی دی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دو شخصون نے گواہون پر گواہی دی کہ دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا پس اگر رجوع کی خبر دینے والے کو قاضی پہچانتا ہی اور عادل جانتا ہی تو توقف کریگا اور اُنکی گواہی کو نافذ نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر کا دعوی کیا اور گواہ لایا اور قاضی نے اُسکے گواہ باطل قرار دیے پھر اُسنے بیس برس کے بعد اُس گھر کی دوسرے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ گھر زید کا ہی میرا اسمین کچھ حق نہین ہی پھر گواہی

دی کہ یہ عمرو کا ہی مثلاً تو گواہی باطل ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین اور اُسکی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا تو حسن بن زیاد رح سے روایت ہی کہ گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ مقبول نہوگی اسی طرح اگر مدعی نے کہا جو گواہ مین لاؤنگا سب جھوٹے ہین پھر گواہ لایا تو اُس مین بھی وہی اختلاف ہی کہ حسن بن زیاد رح نے جو روایت کیا اُس کے موافق مقبول اور امام محمد رح سے جو روایت ہی اُس کے موافق نامقبول ہین اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ زید کے پاس مثلاً اسکی گواہی جو مین دعوی کرتا ہون نہین ہی پھر جب قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لے لی تو مدعی زید کو لایا کہ وہ گواہی دیتا تھا تو اسمین بھی وہی اختلاف ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ فلان و فلان کے پاس میرے مقدمہ کی گواہی نہین ہی بعد اسکے دونون کے گواہ ہونیکا مدعی ہوا تو اسمین بھی اختلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر مدعی نے کہا کہ جس گواہی کو مین قائم کراؤنگا وہ باطل ہی پس اگر اُسنے گواہی قائم کرائی تو بالاجماع مسموع نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رح سے اس باب مین مختلف روایات ہین اور مشہور وہی قول ہی جیسا حسن بن زیاد رح کی روایت ہی اور امام ابوعلی نسفی کہتے تھے کہ آج کل ہمارا عمل امام محمد رح کی روایت پر ہی کہ مقبول نہوگی اور امام فخرالدین قاضی نے فرمایا کہ فتوی مقبول ہونے پر ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی- دو شخصون نے کہا کہ فلان شخص کی گواہی ہمارے پاس نہین ہی پھر دونون نے اُسکی طرف سے گواہی دی تو منتقی مین مذکور ہی کہ آنکی گواہی جائز ہی اور امام محمد رح سے نوادر مین ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ کسی امر مین فلان شخص کی گواہی میرے پاس نہین ہی یا کہا کہ مجھے معلوم نہین ہی پھر اسکے بعد گواہی دی تو جائز ہی- اسیطرح اگر دو شخصون نے کہا کہ ہم فلان کی طرف سے فلان شخص پر جو گواہی دیوین وہ جھوٹی ہی پھر آنکر گواہی دی اور کہا کہ اُسوقت ہمین یاد نہ تھی پھر یاد ہوئی تو گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہی اُسپر ایک شخص کا دعوی ہی اور اُسکے گواہ موجود ہین پھر ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک غلام کی نسبت قاضی کے سامنے کہا کہ یہ وہ غلام نہین ہی جسمین مدعی نے دعوی کیا ہی پھر مدعی نے بعینہ اُسی غلام مین دعوی کیا اور اُسی گواہ نے جسنے قاضی کے سامنے وہ بات کہی تھی گواہی دی تو بعض نے کہا کہ اُسکی گواہی نہ قبول کرنا واجب ہی اور بعض نے کہا کہ قبول کرنا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی- ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام کا دعوی کیا جو اُسکے قبضہ مین ہی اور کہا کہ تونے میرے ہاتھ اِسکو ہزار درم کو فروخت کیا تھا اور مین نے ثمن ادا کر دیا ہی اور مدعا علیہ نے بیع واقع ہونے اور ثمن لینے سے انکار کیا اور دو گواہون نے مدعی کی طرف سے گواہی دی کہ بائع نے بیع کا اقرار کیا ہی اور ہم غلام کو نہین پہچانتے ہین ولیکن بائع نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میرا غلام زید ہی اور دوسرے دو گواہون نے بیان کیا کہ اس غلام کا نام زید ہی یا بائع نے اقرار کیا کہ اسکا نام زید ہی تو اس گواہی سے بیع تمام نہوگی اور بائع سے قسم لیجائیگی پس اگر اُس نے قسم کھالی تو ثمن واپس کریگا اور اگر انکار کیا تو انکار سے بیع لازم ہو جائیگی- اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا غلام جسکا نام زید ہی فروخت کیا اور گواہون نے زید کی طرف حلیہ یا عیب وغیرہ کوئی ایسی چیز کی نسبت کی جس سے اُسکی شناخت ہوتی ہی اور یہ سب اس غلام مین پورے ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ پہلی صورت اور یہ صورت قیاس مین برابر ہین ولیکن مین استحساناً دوسری صورت مین بیع کی اجازت دیتا ہون اور یہی حکم باندی کا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- منتقی مین ہی کہ دو گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص کا حصہ اس گھر مین ہزار گز ہی پھر جو دیکھا گیا تو گھر فقط پانسو گز ہی یا گواہی دی کہ اِسکا حصہ اِس قراح[1] مین دس جریب ہی پھر دیکھا گیا تو قراح فقط پانچ جریب ہی پس گواہی باطل ہی اور اگر مدعا علیہ نے خود اُسکا اقرار کیا ہو تو مدعی کل گھر لے لیگا- اور اگر دونون گواہون نے یون گواہی دی

[1] قراح زمین [illegible]

کہ اس مدعی کا گھر اس مدعا علیہ کے گھر مین سے ہے اور اُسکی حد نہ بیان کی کہ کہان سے کہان تک ہے تو گواہی باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ عورت اس مدعی کی جورو ہے اور اسپر حلال ہے اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا ہے یا اُسنے مجھسے غصب کر لیا ہے اور گواہون نے اسکی گواہی دی اور کہا کہ ہم کپڑے کو نہین پہچانتے ہین تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور کپڑے کا بیان کرنا غاصب اور مرتہن کے ذمہ ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ اس قرضہ مین میرا نام عاریۃ ہے اور در اصل یہ مال فلان مدعی کا ہے تو یہ جائز ہے کذا فے الملتقط

چوتھا باب اُن لوگون کے بیان مین جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی گواہی نہین مقبول ہے اور اسمین چند فصلین ہین

فصل اول اُن لوگون کے بیان مین جنکی گواہی اس سبب سے نہین مقبول ہو کہ وہ گواہی کے لائق نہین ہین

ہمارے علما کے نزدیک گونگے کی گواہی جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اندھے کی گواہی نہین مقبول ہے خواہ وہ گواہی برداشت کرنے کے بعد اندھا ہو گیا ہو یا اُس سے پہلے خواہ گواہی ایسی چیزون مین ہو جس مین سنکر گواہی دینا جائز ہوتی ہے یا ایسی چیزون مین نہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی چیزون مین جائز ہے کہ جن مین سنکر گواہی دینا جائز ہے اور جن چیزون مین فقط سننا گواہی کے واسطے کافی نہین ہے اُنمین بھی اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت آنکھون والا تھا اور گواہی ادا کرنے کے وقت اندھا ہو گیا تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکے نام و نسب سے واقف ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جس چیز مین گواہی دیتا ہے اُسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہو اور اگر ایسی چیز ہو جسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہے تو بالاجماع ناجائز ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر ادا کرنے کے بعد حکم قضا جاری ہونے سے پہلے اندھا ہو گیا تو حکم دینا ممتنع ہوگا یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اندھے نے اگر گواہی دی اور گواہی رد کر دی گئی پھر وہ بینا ہو گیا اور اسی حادثہ مین اُسنے پھر گواہی ادا کی تو قبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ لڑکون اور مجنونون کی گواہی مقبول نہین ہے اور بیوقوف مثل مجنون کے ہے۔ اگر ایک شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اچھا ہو جاتا ہے اور اُسنے افاقہ کی حالت مین گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ اگر ایک شخص دو دن مجنون رہتا ہے یا اس سے کم پھر اسی قدر افاقہ رہتا ہے اور اُسنے افاقہ کی حالت مین گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے فقط عورتون کی گواہی مقبول نہین ہوتی ہے مگر دائی کی گواہی پیدا ہونے مین نسب کے باب مین مقبول ہوگی نہ میراث کے باب مین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور جو معاملہ کھیل مین باہم لڑکون مین واقع ہوتا ہے اُسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور جو حمام مین واقع ہو اسمین عورتون کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ حاجت پڑے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور ایسے ہی قیدیون مین جو باہم قیدخانہ مین واقع ہوا ایک پر دوسرے کی گواہی نامقبول ہے۔ اور اکیلی عورتون کی گواہی بچہ کی ماں کے پیٹ سے جدا ہونے کے وقت رونے مین یا اُسوقت اُسکے کسی عضو کی جنبش کرنے مین اسپر نماز پڑھی جانے کیواسطے بالاجماع مقبول ہے اور میراث کیواسطے مقبول ہونے مین اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قبول نہوگی اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہونی چاہیے ہین اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ایک عورت عادلہ ہو تو صرف اسی کی گواہی مقبول ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور یہی اوجہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور عورتون کی گواہی ماں کے پیٹ سے جدا ہونے سے پہلے جنبش کرنے پر صاحبین رح کے نزدیک اور ایک مرد دو عورتین یا دو مرد کی گواہی جدا

ہونے سے پہلے بچہ حرکت کرنے پر یا جدا ہونے کے وقت حرکت کرنے پر بالاجماع نہیں مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ چوری کے معاملہ میں ہاتھ کاٹنے کے واسطے عورتون کی گواہی مقبول نہیں ہے اور مال کی ضمانت کے واسطے مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیون تو یہ میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے شراب پینے پر گواہی دی تو اُسکا غلام آزاد ہو جائیگا اور اس گواہی پر حد نہ ماری جاویگی اور اسی طرح اگر چوری کرنے کی شرط لگائی تو بھی غلام آزاد ہو گا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ مملوک کی گواہی خواہ وہ محض غلام ہو یا مدبر ہو یا مکاتب یا ام ولد ہو مقبول نہیں ہے اور جس غلام یا باندی کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہو اُسکا بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے جس شخص کی گواہی بسبب مملوک ہونے یا کفر یا بچپن کے رد کر دی گئی پھر یہ باتین جاتی رہین اور اُسنے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اگر بسبب فسق کے یا میان بی بی ہونے کے یا غلام کی گواہی اپنے مالک کے واسطے یا مالک کی گواہی اپنے غلام کے واسطے تھی اور رد کردیگئی پھر یہ سبب جاتا رہا تو گواہی ادا کرنے سے مقبول نہوگی اور اگر غلام نے اپنے مالک کے واسطے گواہی کو اُٹھایا یا میان و بی بی مین سے ایک نے دوسرے کی گواہی برداشت کی پھر بعد آزاد ہونے یا جدائی ہو جانے کے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر حالت مملوکیت یا کفر یا بچپن مین گواہی کا تحمل کیا پھر ان چیزون کے زائل ہونے کے بعد گواہی ادا کی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ادا کرنے کی حالت کا اعتبار ہے اور اُسوقت کوئی مانع نہیں پایا جاتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنی جورو کے معاملہ مین اُسکی طرف سے گواہی دی اور ہنوز قبول نہوئی تھی اور نہ رد ہوئی تھی کہ دونون مین جدائی واقع ہوگئی تو امام محمد رح نے یہ صورت ذکر نہیں کی ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی اس گواہی پر حکم نہ دیگا مگر جبکہ دوبارہ ادا کرے یہ محیط مین لکھا ہے

دوسری فصل اُن لوگون کے بیان مین جنکی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہیں ہے۔ جو شخص اعلان کے ساتھ کبیرہ گناہ کرے اُسکی گواہی مقبول نہونے پر اتفاق ہے اور بھی اگر صغیرہ گناہ مین فسق کے طور پر اعلان کرے کہ اُسکی شناعت سے لوگ فاسق نام رکھتے ہین تو اُسکی گواہی نامقبول ہے اور اگر ایسا نہو پس اُسکی صلاحیت فساد سے زیادہ اور خطا سے زیادہ صواب ہو اور سادہ دل نہو تو عادل ہے اُسکی گواہی مقبول ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر فاسق لوگون کی نظر مین وجیہ ذی مروت ہو تو اُسکی گواہی مقبول ہے اور راجح یہ ہے کہ نہیں مقبول ہے یہ کافی مین ہے۔ سود کھانیوالے کی گواہی جو سود کھانے مین مشہور اور اُسپر جما ہوا ہو مقبول نہیں ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ جو شخص حرام کھانے مین مشہور ہو اُسکی گواہی مقبول نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ یتیم کا مال کھانے والے کی گواہی ایک بار کھانے سے رد کردیجاویگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ دائمی شراب خوار کی گواہی جائز نہیں ہے یعنی اگر اُسنے ایک مرتبہ شراب پی اور اُسکی نیت مین ہے کہ اگر پھر پاؤنگا تو پیونگا تو وہ دائمی شراب خوار ہے اُسکی گواہی جائز نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اسکے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ لوگون پر ظاہر کرے یا نشہ مین باہر نکلے کہ اُس سے لڑکے مسخرہ پن کرین اور بدون اس شرط کے ایسا نہیں ہے حتی کہ پوشیدہ شراب پینا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے اور اصل مین مذکور ہے کہ ہمیشہ نشہ مین رہنے والے کی گواہی ناجائز ہے اور اس سے مراد شراب کے سوا باقی نشہ ہین یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر دوا کی غرض سے نشہ پیا تو عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور جو شخص بدکارون اور بیباکون اور شراب خوارون کی مجلس مین بیٹھتا ہو اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اُسکی گواہی مقبول نہیں ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ جو شخص ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جسمین حد ماری جاتی ہو تو اُسکی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ جس فرض چیز کا وقت معین ہے جیسے روزہ و نماز جب اُنکو بلا عذر تاخیر کریگا عدالت ساقط ہو جائیگی اور جس

فرض کا وقت معین نہین ہی جیسے زکوۃ وحج تو ہشام رحنے امام محمد رح سے روایت کی کہ اُسکی تاخیر سے عدالت ساقط نہین ہوتی ہی اور اسی کو محمد رح بن مقاتل نے لیا ہی اور بعضون نے کہا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہی اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہی کہ بلا عذر زکوۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اور حج کی تاخیر کرنے سے ساقط نہین ہوتی ہی خصوصًا ہمارے زمانہ مین یہ مضمرات مین لکھا ہی- اور صحیح یہ ہی کہ زکوۃ کی تاخیر سے عدالت نہین باطل ہوتی ہی- اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی بعض مواضع مین مذکور ہی اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہی اور بعض مقام پر ہی کہ اس سے عدالت جاتی رہتی ہی اور تقدیر اور عدد کا ذکر نہین ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب جمعہ کو بیباکی اور بے رغبتی سے ترک کیا ہو کہ اُسمین کچھ عذر نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار ہی یا شہر سے دور ہی یا اس تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا ہی علی ہذا تو اُسکی گواہی مردود نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اگر کسی نے جماعت کی نماز اس وجہ سے ترک کی کہ عام لوگون کے مانند جماعت کی عظمت اُسکے دل مین نہین ہی یا بیباکی یا فسق کی وجہ سے ترک کی تو اُسکی گواہی جائز نہین ہی اور اگر اس تاویل سے ترک کی کہ امام جماعت مرد فاسق ہی اُسکی اقتدا مکروہ ہی اور اُسکا بدلنا اُسکے اختیار مین نہین ہی اسلیے اُسنے تنہا اپنے گھر مین پڑھ لی یا امام کو گمراہ کہتا ہی اور اُسکی اقتدا جائز نہ سمجھتا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہوگی کذا فی المحیط- دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی عورت کو اپنی بیماری مین تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے پہلے گواہ کر لیا تھا ولیکن کہا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونون کی گواہی مقبول نہین ہی کیونکہ دونون نے گواہی چھپانے کا خود اقرار کیا اور فاسق ہوے اور فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہین ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی- ابو القاسم سے روایت ہی کہ ایک عورت کی طلاق یا باندی کی آزادی پر دو شخصون نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال مین واقع ہوا تو گواہی جائز ہی اور تاخیر سے اُنکی گواہی مین خرابی نہین ہوتی ہی اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی آنی چاہیے کیونکہ جب اُنکو معلوم ہوا کہ باوجود طلاق وعتاق کے یہ شخص عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھیگا تو گواہی ادا کرنی فی الفور چاہیے تھی کیونکہ ایسی گواہی کیواسطے دعوی شرط نہین ہی اور جب اُنھون نے تاخیر کی تو فاسق ٹھہرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق العباد مین اگر مدعی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور اُسنے بدون کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اُسکے بعد گواہی دی تو اُسکی گواہی نامقبول ہوگی کیونکہ وہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہو گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- جواری کی گواہی خواہ اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا یا کسی اور چیز سے مقبول نہین ہی اور اگر شطرنج بدون جوے کے کھیلے پس اگر ایسی لت ڈالی کہ اُسکی نمازین بھی غفلت مین جاتی رہتی ہی یا شطرنج مین جھوٹی قسم کھاتا ہی تو اُسکی گواہی مقبول نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی قنیہ مین ہی کہ جو شخص سر راہ شطرنج کھیلتا ہی اُسکی گواہی مقبول نہین ہی کذا فی العینی- اور جو شخص نرد یعنی چوسر کھیلتا ہی وہ ہر حال مین مردود الشہادۃ ہی- اگر کوئی شخص کسی لہو مین مبتلا ہی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کھیل اُسکو فرائض وواجبات سے باز نہین رکھتا ہی پس اگر لوگ اُسکو بدتر جانتے ہین جیسے بانسری اور طنبورہ وغیرہ تو اُسکی گواہی ناجائز ہی اور اگر لوگ اُسکو بدتر نجانتے ہون جیسے خوش آوازی وغیرہ تو گواہی باطل نہوگی لیکن اگر اُسکے ساتھ فسق ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہون تو کبیرہ گناہ مین داخل ہوگا اور عدالت ساقط ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی- امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جو شخص گنیفہ بلا کھیلتا ہی اُسکی گواہی جائز ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی- ناچنے والے اور مسخرہ کی گواہی مقبول نہین ہی یعنی فحش بکنے والے کی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- جو شخص بیہودہ بکتا ہی اُسکی گواہی مقبول نہین ہی مگر جو شخص کبوتر رکھتا ہی کہ

انسیت کے اور رفع وحشت کے واسطے پالتا ہے اور سنانے کی اُسکی عادت نہیں ہے تو وہ عادل اور مقبول الشہادۃ ہے یہ مبسوط اور کافی اور فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے لیکن اگر یہ کبوتر دوسرے کے کبوتروں کو اپنے ساتھ لگالاتے ہوں اور وہ اُنکے گھونسلوں میں بچہ دیں اور یہ شخص اُنکو کھاوے اور فروخت کرے تو گواہی مقبول نہیں ہے۔ اور جو شخص لوگوں کیواسطے گاتا اور اُنکو سناتا ہے اُسکی گواہی مقبول نہیں ہے لیکن اگر اپنے آپ کو سنانے کے لیے ہو تاکہ اُس سے وحشت زائل ہو بدون اسکے کہ دوسرے کو سناوے تو ڈر نہیں ہے اور صحیح قول کے موافق اُسکی عدالت ساقط نہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کو اپنا گانا سناوے اگرچہ اُنکے لیے نہ گاوے مقبول نہیں ہے یہ شرح ابوالمکارم میں لکھا ہے۔ اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کی مصیبت میں نوحہ سے روتی ہے اور یہ اُسنے اپنی کمائی مقرر کرلی ہے مقبول نہیں ہے کذا فی المحیط۔ اور جو عورت اپنی مصیبت میں نوحہ کرتی ہے پس اُسکی گواہی مقبول ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اُس مخنث کی گواہی کہ جو بُرا کام کراتا ہے اور عمداً اپنی آواز کو نرم بناتا ہے مقبول نہیں ہے اور اگر کسی کی آواز میں پیدائشی نرمی ہو اور پیدائشی اسکے اعضا میں تکسر ہے یعنی ڈھیلا پن ہو اور خود مٹک کر نہ چلے اور اُس سے کسی قسم کے برے افعال مشہور نہوے ہوں تو اُسکی گواہی مقبول ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور داعر کی گواہی مقبول نہیں ہے اور داعر اُسکو کہتے ہیں جو فاسق ہو اور بیتک حرمت کرے اور اپنے افعال کی کچھ پروا نہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے قال المترجم پہلے گذرا ہے کہ داعر وہ شخص ہے جس سے لوگوں کے مال وجان کا خوف ہو اور یہاں جو تعریف مذکور ہوئی دونوں کا حاصل ایک ہے۔ جو شخص غافل شدید ہو اُسکی گواہی نامقبول ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اُسکی کچھ عدالت نہیں ہے اور نہ اُسکی گواہی مقبول ہو اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہے اگرچہ اُس نے توبہ کرلی ہو بخلاف ایسے شخص کے جو سہو سے جھوٹ بولا یا ایک بار اسمیں مبتلا ہوا پھر توبہ کرلی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ جو شخص عادل مشہور ہو اگر اُسنے جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کرلی تو بعد کو اُسکی گواہی قبول ہوگی اور اسی قول پر اعتماد ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ فاسق نے اگر توبہ کی تو اُسکی گواہی فی الحال مقبول نہوگی جب تک کہ اسقدر زمانہ نہ گذر جائے کہ توبہ کا اثر کھلے اور اس زمانہ کی مقدار میں صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور غیر عادل نے اگر جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کرلی تو اُسکی گواہی جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے جس شخص کو زنا یا چوری یا شراب خواری میں حد ماری گئی ہو پھر اُس نے توبہ کرلی تو بالاجماع اُسکی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کو زنا کی تہمت لگانے میں حد ماری گئی ہو اُسکی گواہی نامقبول ہے اگرچہ اُس نے توبہ کرلی ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور صحیح مذہب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حد مارے جانے کے بعد اگر چار گواہوں نے اُسکے سچ ہونے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی اور وہ شخص مقبول الشہادۃ ہو جائیگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ تمام ہونے سے پہلے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایت کے موافق پوری حد مارے جانے سے پہلے اُسکی گواہی مقبول ہے۔ اگر زنا کی تہمت لگانے میں کافر کو حد ماری گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول ہوگی بخلاف غلام کے کہ اُسکو حد ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول نہیں ہے لیکن اگر حالت کفر میں اُسنے زنا کی تہمت لگائی اور حالت اسلام میں اُسکو حد ماری گئی تو ہمیشہ کے واسطے اُسکی گواہی مردود رہی اور اگر تھوڑی حد حالت کفر میں ماری گئی پھر باقی حد حالت اسلام میں تو ظاہر روایت کے موافق ہمیشہ کے واسطے اُسکی گواہی مردود نہوگی یہانتک کہ اگر اُسنے توبہ کرلی تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی جوہرۃ النیرۃ اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ٹھیک ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ شاعر اگر ہجو کیا کرتا ہے تو اسکی گواہی

نہین ہی اور اگر مدح کرتا ہی اور اگر مذمت اسکی سچی ہوتی ہی تو مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ مرد صالح نے اگر ایسا شعر پڑھا
کہ جسمین فحش ہی تو اسکی عدالت باطل نہوگی کیونکہ اُسنے غیر کا کلام پڑھا اور جو شخص عرب کے شعرون کی تعلیم کرتا ہی اگر زبان عرب
سکھلانے کی غرض سے پڑھاتا ہی تو اسکی عدالت باطل نہوگی اگرچہ اسکا مضمون فحش ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک
شخص اپنے اہل و عیال و مملوکون کو گالی دیتا ہی پس اگر کبھی اُس سے ایسا امر یعنی بُرا کہنا صادر ہوا تو اُسکی عدالت ساقط نہوگی
کیونکہ کمتر انسان اس سے خالی بچتا ہی اور اگر اُسکی عادت ہی تو عدالت ساقط ہوگی یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی اور یہی حکم اُس
شخص کا ہی جو اپنے جانور مثلاً گھوڑے کو گالیان دیتا ہو۔ یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جو شخص سلف کو اور رد صحابہؓ و تابعینؒ اور
ابو حنیفہؒ اور جو انکے اصحاب ہین بُرا کہتا ہو اور ظاہر مین کہتا ہو اُسکی گواہی مقبول نہوگی یہ نہایہ و فتح القدیر مین لکھا ہی۔ فرمایا کہ اگر
کسی شخص کا حال تعدیل کرنیوالون سے دریافت کیا گیا اور انھون نے کہا کہ ہم اسکو متہم جانتے ہین کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلعم
کو بد کہتا ہی تو مین قبول نکرونگا اور اسکی گواہی کو جائز رکھونگا اور اگر انھون نے کہا کہ ہم اسکو فسق و فجور مین متہم جانتے ہین اور گمان
غالب ہی مگر ہمنے اُسکو کبھی نہین دیکھا تو قبول کرونگا اور اسکی گواہی کو جائز نہ رکھونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ مسلمانون مین جو گمراہ
بدعتی فرقہ ہین انہین سے سوائے فرقہ خطابیہ کے باقی گمراہون کی گواہی مقبول ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ
اہل ہوا کی جو دین مین بدعت کے پابند ہین انکی گواہی مقبول ہی بشرطیکہ اُسکی بدعت کفر نہو اور وہ شخص بیباک نہو اور اپنے دین
مین عادل ہو اور یہی صحیح ہی کذا فی المحیط۔ و جو شخص پاجی کام کرتا ہو جیسے راستہ پر پیشاب کرتا یا کھانا تو اُسکی گواہی مقبول
نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور جو شخص بازار مین لوگون کے درمیان مین کھاتا ہی اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی جس
شخص نے سیری سے زائد کھانا کھایا اکثرون کے نزدیک اُسکی عدالت ساقط ہوئی یہ زاہدی مین ہی۔ مناقب ابو حنیفہ رح مین لکھا ہی کہ
بخیل کی گواہی نامقبول ہی یہ محیط مین ہی کرخی نے ذکر کیا ہی کہ جو شخص فقط پائجامہ پہنے ہوئے راہ مین چلتا ہی اسکی گواہی نامقبول ہی کذا فی
النہایہ۔ جو شخص حمام مین ننگا بے لنگی باندھے جاتا ہی اگر اس حرکت سے اُسکا باز آنا معلوم ہو تو اُسکی گواہی مقبول نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی ابو الحسن رح سے منقول ہی کہ اگر کوئی بڈھا لوگون کے مجمع مین نوجوانون سے کشتی کرے تو اُسکی گواہی نامقبول ہی یہ غایۃ البیان
شرح ہدایہ مین ہی۔ جو بزرگ صلاحیت مین مشہور ہی اگر اُسنے مکہ معظمہ کے راستے مین اپنے بیٹے سے نفقہ کا حساب کیا تو عدالت ساقط
ہوئی یہ زاہدی مین لکھا ہی۔ طفیلی اور گزاف بکنے والے اور مسخرہ کی گواہی بلا خلاف نامقبول ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ قال المترجم
طفیل ایک شخص کوفہ کا شاعر تھا کہ بے بلائے مہمانی مین جاتا تھا اور طفیلی اُسی کی طرف منسوب ہی کفن بیچنے والے کی گواہی مقبول
نہین ہی۔ شمس الائمہ نے فرمایا یعنی جب وہ صبح کو اسی کام مین مشغول ہو اور خریدارون کا انتظار کرے اور اگر وہ کپڑے بیچتا
ہی اور بعض کفن بھی خریدے جاوین تو گواہی جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی جو کوئی شخص تصویرون کے کپڑے فروخت
کرتا یا بُنتا ہی تو اُسکی گواہی نامقبول ہی یہ محیط مین اقضیہ سے لایا ہی اگر کوئی امیر نواب وغیرہ کسی شہر مین داخل ہوا اور لوگ
نکل کر راہون پر اُسکے دیکھنے کو بیٹھے خلف رح نے کہا کہ اگر بدون اعتبار حاصل کرنے کی غرض کے ایسا کیا تو عدالت جاتی
رہیگی بعض نے نہین اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے بھی کہا کہ اگر وہ اسواسطے نہین نکلے کہ جو تعظیم کے لائق ہی اُسکی تعظیم کرین اور شر پیدا کرین تو
انکی عدالت جاتی رہیگی یہ ملتقط مین ہی اور قولو سے قاضی خان مین لکھا ہی جس شخص نے ختنہ کرلینے کو بغیر عذر ترک کر دیا تو اُسکی
گواہی مقبول نہوگی اور خصی مقبول ہی یہ ہدایہ مین ہی خصی کی گواہی مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ولد الزنا کی گواہی زنا وغیرہ مین
مقبول ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ خنثی مشکل کی گواہی جائز ہی اور وہ عورت کے حکم مین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی

اور خنثی مشکل کی گواہی حدود و قصاص مین عورتون کے مانند مقبول نہونا چاہیے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ عامل لوگ اگر عادل ہون لوگون کا مال ناحق نہ لیتے ہون تو انکی گواہی مقبول ہے اور اگر عادل نہون لوگون سے ناحق لیتے ہون تو نامقبول ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ قبالہ نویسون کی گواہی مقبول ہے اور یہی صحیح ہے اگر غالباً انکی حالت صلاحیت کی ہو یہ ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر مین ہے۔ ایسے رئیس اور جابی کی گواہی جو شہر یا محلہ مین سے جبایۃ وصول کرتا ہے نامقبول ہے اور جس صراف کے پاس جمع کرتا ہے اور وہ خوشی سے لے لیتا ہے اسکی بھی گواہی نامقبول ہے ذکرہ الصدر حسام الدین یہ محیط مین لکھا ہے۔ جو لوگ ذلیل پیشہ کرتے ہین جیسے جولاہہ و حجام وغیرہ اصح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے کیونکہ بعض صالحین نے اسکو کیا ہے پس جبتک کوئی طعن کی وجہ ظاہر نہو تو صرف ظاہر پیشہ پر حکم نہوگا اور یہی حکم نخاسیون اور دلالون کا ہے کذا فی فتح القدیر

تیسری فصل ان لوگون کے بیان مین جنکی گواہی بسبب تہمت کے نامقبول ہے یا تناقض کلام یا حکم قضا کے نقض لازم آنے سے مقبول نہین ہوتی ہے۔ والدین کی گواہی اپنے بیٹے یا پوتے پروتے وغیرہ کے واسطے مقبول نہین ہے اور نہ اولاد کی گواہی اپنے باپ اور مان یا دادا دادی وغیرہ کے واسطے جو والدین کی طرف سے ہون مقبول ہے **قال المترجم** والدین کی طرف سے یہ مراد ہے کہ باپ کی طرف سے دادا دادی یا پردادا وغیرہ اور مان کی طرف سے نانا نانی وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور مرد کی گواہی اپنی جورو کے لیے نامقبول ہے اگرچہ وہ مملوکہ ہو اور جورو کی گواہی اپنے شوہر کے لیے اگرچہ مملوک ہو نامقبول ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ مرد کی گواہی ایسی جورو کے حق مین جسکو اسنے طلاق بائن دی اور وہ عدت مین بیٹھی ہے نامقبول ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے کسی حق مین گواہی دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو گئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر رضاعی یعنی دودھ پلائی کے رشتہ سے اولاد یا مان باپ ہون تو انکے حق مین گواہی دینا جائز ہے یہ حاوی مین ہے۔ بہو بیٹے کی گواہی مقبول ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ بھائی کی گواہی اپنی بہن کیواسطے مقبول ہے یہ محیط سرخسی مین ہے بھائی کی گواہی اپنے بھائی کے واسطے اور اسکی اولاد کے واسطے اور چچا اور اسکی اولاد کے واسطے اور ماموں کیواسطے اور خالہ اور پھوپھی کیواسطے جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر اپنی ساس یا خسر یا داماد یا سوتیلی ماں یا اپنی سالی کے واسطے گواہی دی تو جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے پوتے کی طرف سے اپنے بیٹے پر گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے تہمت لگا کر لعان کیا اور دونون مین جدائی ہو گئی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی گواہی یا اسکی ام ولد کا لڑکا جو اسکے فراش سے پیدا ہوا مگر اسنے اس سے انکار کیا اسکی گواہی اس شخص پر جائز نہین ہے کیونکہ اس لڑکے کا نسب شوہر یا مالک باندی سے لعان اور انکار سے پہلے ظاہر مین ثابت تھا اور لعان یا انکار سے اگرچہ میراث یا نفقہ کے احکام مین جاتا رہا ولیکن دوسرے بعض احکام مین لحاظ کیا جائیگا مثلاً گواہی ناجائز ہے یا اس سے نکاح حرام ہے یا اسکو زکوۃ دینی ناجائز ہے یا اگر کوئی شخص اسکو اپنی طرف نسبت کرے تو صحیح نہین ہے اگرچہ وہ اسکی تصدیق کرے اور اگر لعان کرنیوالا یا منکر اسکو اپنی طرف منسوب کر لے تو نسب ثابت ہو جائیگا اور ان احکام مین ہم نے نسب کو امر حرمت کے اعتبار کیواسطے باقی رکھا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور ملاعن کے لڑکے کی اولاد کی گواہی بھی اسکے حق مین جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور لعان کرنے والے کی گواہی اس لڑکے کے حق مین جس سے اسنے انکار کیا ہے نامقبول ہے کذا فی فتح القدیر۔ ایک شخص نے دو جوڑیا لڑکون مین سے ایک کو فروخت کیا پھر اسکے مشتری نے اسکو آزاد کر دیا پھر اسنے بائع کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ پھر اگر بائع نے دوسرے لڑکے جوڑیا کے نسب کا اپنی طرف دعوی کیا تو معتق بھی اسی کا ہو

تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بیع اور آزاد کرنا اور حکم قضا سب باطل ہو جائیگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ کسی شخص کی گواہی اپنے مملوک اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد کے واسطے جائز نہین ہے یہ ہادی مین لکھا ہے۔ اجیر کی گواہی اپنے استاد کی طرف سے جائز نہین ہے اور اجیر سے وہ اجیر مراد ہے جو اسکے ساتھ کھاتا پیتا ہو اور اسکی پرورش مین ہو اور اسکی کوئی اجرت مقرر نہین ہے ولیکن اگر اجیر مشترک ہو اور اسنے مستاجر کے لیے گواہی دی تو قبول ہوگی اور جب اجیر ایسا ہو کہ اسکو روزانہ یا ماہواری یا سالانہ پر مقرر کیا ہو اور اجرت مقرری ہوئی ہو تو استحساناً اسکی گواہی مقبول نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ استاد اور مستاجر کی گواہی مقبول ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ جو شئی اجرت پر لی ہو اسکی گواہی مستاجر کو اجرت پر دینے والے کی طرف سے یا مانگے لینے والے کو مانگے دینے والے کی طرف سے دینا مقبول نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک گھر ایک مہینہ کی اجرت پر لیا اور پورا مہینہ نہین رہا پھر ایک مدعی پیدا ہوا اور مستاجر نے اور اسکے ساتھ دوسرے شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی مدعی سے اجارہ کو دریافت کریگا کہ تیرے حکم سے تھا یا نہ تھا اگر اسنے کہا کہ میرے حکم سے تھا تو مستاجر کی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ اسنے اجرت کی چیز کی گواہی اجرت پر دینے والے کی طرف سے ادا کی اور اگر اسنے کہا کہ میرے حکم سے نہ تھا تو مقبول ہوگی کیونکہ اسکے حق مین وہ مستاجر نہین ہے۔ اور اگر پورا مہینہ نہین رہا ہے تو اسکی گواہی نامقبول ہے اگرچہ مدعی نے اپنے حکم سے اجارہ کا دعوی نہ کیا ہو۔ اگر دو مستاجرون نے یون گواہی دی کہ اجرت کی چیز اسی کی ہے جسنے دونون کو اجرت پر دی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا ثابت کرنا ہے یا دوسرے شخص کی طرف سے کہا کہ اسکی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا فسخ کرنا ہے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے خواہ کرایہ ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فسخ کی صورت مین گواہی نادرست ہے کیونکہ دونون گواہ اپنے اوپر سے کرایہ کو دفع کرنا چاہتے ہین اور اگر دونون بلاکرایہ گھر مین رہتے ہون تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر اجیر نے اپنے استاد کی طرف سے گواہی دی اور وہ ماہواری کا اجیر تھا پھر ہنوز نہ اسکی گواہی رد ہوئی تھی اور نہ قبول ہوئی تھی یہانتک کہ مہینہ گذر گیا پھر اسکی تعدیل ہوئی تو مقبول نہوگی چنانچہ اسی طرح اگر کسی مرد نے اپنی عورت کی طرف سے گواہی دی اور رد و تعدیل سے پہلے اسنے عورت کو طلاق دی تو گواہی مقبول نہو جائیگی۔ اگر ایک شخص نے گواہی دی اور وہ اسوقت اجیر نہ تھا پھر حکم قضا سے پہلے وہ اجیر ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائیگی اگر اجیر نہ تھا اور اسنے گواہی دی اور گواہی رد نہوئی تھی کہ وہ اجیر ہو گیا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو اسی گواہی پر فیصلہ نہوگا اگرچہ گواہی یا قضا کے وقت وہ اجیر نہین ہے۔ اور اگر قاضی نے اسکی گواہی ہنوز نہ رد کی اور نہ قبول کی کہ اسنے دوبارہ گواہی ادا کی یعنی اجارہ کی مدت گذر جانے کے بعد دوبارہ ادا کی تو گواہی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ شرکت کی چیز مین ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کی طرف سے مقبول نہین ہے کیونکہ یہ گواہی ایک طرح سے اپنے واسطے ہے اور اگر شریک کی چیز نہو تو مقبول ہوگی کیونکہ اسمین تہمت نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ ویسے ہی اگر ایک شریک کے اجیر نے دوسرے کی طرف سے گواہی دی تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ ہم دونون کا اور عمرو کا زید پر قرضہ ہزار درم ہے پس اسکی کئی صورتین ہین اول یہ ہے کہ شرکت کو صاف اس طور سے بیان کرین کہ ہمارے اور فلان شخص کے یعنی عمرو کے ہزار درم زید پر مشترک قرض ہین اور اس صورت مین گواہی مقبول نہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ شرکت نہو نہ صاف اسطرح بیان کرین کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ عمرو کے اسپر پانچسو درم علیحدہ سبب سے قرض ہین اور ہمارے پانچسو درم اسپر علیحدہ سبب سے قرض ہین اور اس صورت مین اسکی گواہی عمرو کی طرف سے

مقبول ہی اور تیسری صورت یہ کہ گواہی مطلق چھوڑ دین کچھ تصریح نہ کرین اور اس صورت مین انکی گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی
زید کے تین شخصون پر ہزار درم قرض ہین انمین سے دو شخصون نے گواہی دی کہ زید نے ہمکو اور تیسرے کو قرضہ معاف کر دیا
پس اگر بعض بعض کا کفیل ہو تو گواہی بالکل مقبول نہین ہی۔ اور اگر بعض بعض کا کفیل نہو پس اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ ہمکو اور
تیسرے کو زید نے ایک ہی کلمہ سے معاف کر دیا تو گواہی نامقبول ہی اور اگر گواہی دی کہ ہمکو علیحدہ معاف کیا اور فلان شخص ثالث
کو علیحدہ معاف کیا ہی تو ثالث کے حق مین گواہی مقبول ہوگی۔ اور اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ ہی جو کتاب الحدود مین مذکور ہی کہ اگر
دو شخصون نے گواہی دی کہ زید نے ہم دونون کی مان کو اور ہندہ کو ایک ہی کلمہ سے زنا کی تہمت لگائی ہی تو گواہی مقبول نہوگی
اور اگر کہا کہ ہماری مان کو علیحدہ تہمت لگائی اور اس عورت ہندہ کو علیحدہ تو ہندہ کی طرف سے انکی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین
لکھا ہی۔ تین شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہین پھر دو شخصون نے انمین سے تیسرے پر گواہی دی کہ اسنے قرضدار کو معاف
کر دیا ہی پھر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ معاف کر دیا ہی تو انکی گواہی مقبول نہین ہی اور اسی طرح اگر دونون نے کسیقدر قرضدار
سے وصول کر کے پھر گواہی دی کہ اسنے اپنا حصہ معاف کر دیا ہی تو نامقبول ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ وکیل کی گواہی
بعد معزول ہونیکے موکل کی طرف سے اگر اسنے مخاصمہ کیا تو مقبول نہیں ہی اور اگر اسنے نہ مخاصمہ کیا تو مقبول ہی اور یہ قول امام ابوحنیفہ
کا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اگر قاضی کے سامنے کسی نے ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسقدر حق موکل کا فلان شخص کی طرف آتا ہی انمین
مخاصمہ کرے اور اسنے ہزار درم کی نالش اسپر دائر کی پھر معزول ہوگیا پھر اگر اسنے اسی ہزار درم کی بابت گواہی دی تو رد کر دیجاویگی
اور اگر دوسرے قرضہ مین گواہی دی تو رد نہ کیجائیگی۔ اور اگر قاضی اسکی وکالت کو نہین جانتا ہی اور مدعا علیہ نے وکالت سے انکار
کیا اور اسنے گواہی پیش کر کے وکالت ثابت کی پھر معزول ہوگیا اور گواہی دی تو جسقدر حقوق موکل کے وکیل کرنیکے وقت
ثابت تھے انمین اسکی گواہی رد کر دیجاویگی اور جو حق کہ بعد تاریخ وکالت کے ثابت ہوا انمین اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ کافی
مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے دعوی کیا کہ مجھے فلان شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہی کہ جو حق اسکا اس مدعا علیہ پر
اور فلان و فلان پر آتا ہی اسمین خصومت اور نالش دائر کرون اور موافق دعوی اسنے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے
ہنوز حکم دیا یا نہ دیا تھا کہ موکل نے اسکو معزول کر دیا پھر اس معزول نے موکل کی طرف سے اس مدعا علیہ پر یا باقی دونون
شخصون پر گواہی دی تو مقبول نہین ہی مگر جبکہ ایسے حق کی گواہی دی جو تاریخ وکالت کے بعد اسپر ثابت ہوا ہی یا ان تینون کے
سوا دوسرے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اگر کسی نے اپنے ہر حق کے نالش کرنے اور وصول کرنے کے لیے وکیل کیا خواہ
تمام لوگون سے یا کسی خاص شہر کے لوگون سے اور وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکو
خصم ٹھہرایا پھر موکل نے اسکو معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی موکل کی طرف سے نہ اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی اور نہ دوسرے
کسی شخص پر جسپر موکل کا حق آتا ہی خواہ وہ حق وکالت کے روز کا ہو یا اسکے بعد پیدا ہوا ہو اسوقت تک کے حقوق مین کہ جسوقت
اسکو معزول کیا ہی مقبول نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بعد معزول ہونے کے جو حق پیدا ہوا اسمین گواہی مقبول ہی یہ محیط
مین ہی جو شخص قرضہ وصول کرنیکا وکیل ہی اسکی گواہی قرضہ کی بابت مقبول ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے
تین شخصون کو ایک مقدمہ مین وکیل کیا اور کہا جو شخص تم مین سے نالش کریگا وہی اس مقدمہ مین وکیل ہی پھر دو شخصون
نے تیسرے کیواسطے گواہی دی تو انکی گواہی سے وہ شخص خصم نہ قرار پاویگا اور اگر ہر ایک کو نالش کرنے اور وصول کرنیکا علیحدہ
علیحدہ وکیل کیا پھر دو نے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو نالش اور وصول کرنے دونون کی بابت گواہی مقبول ہوگی

دو شخصون نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اسنے ہم دونون سے اور زید سے کہا تھا کہ جو شخص تم سے میری جورو کو طلاق دیدے جائز ہی یا یہ کہا کہ اسنے کہا تھا کہ اس عورت کا اختیار تمہارے ہاتھ مین ہی جو شخص تم سے طلاق دے جائز ہی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہی تو انکی گواہی جائز نہین ہی۔ اور اگر شوہر نے اپنے کہنے کا اقرار کیا اور دو شخصون نے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو اس باعث سے جائز نہین ہی کہ وہ سب وکالت مین شریک ہین اور شرکت مین نہ اُسپر گواہی جائز ہی اور نہ اُسکی طرف سے جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ بیع کے دو وکیلون نے اور دو دلالون نے کہا کہ ہم نے یہ چیز فلان کے ہاتھ فروخت کی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ دو گواہون نے بیان کیا کہ فلان شخص نے ہمکو حکم کیا تھا کہ ہم فلان عورت سے اُسکا نکاح کردین یا اُسکی فلان عورت سے خلع کرادین یا اُسکے لیے کوئی غلام خریدین اور ہم نے ایسا ہی کیا پس یا تو موکل حکم دینے اور عقد واقع ہونے دونون سے منکر ہی یا حکم کا اقرار کرتا ہی نہ عقد واقع ہونیکا یا دونون کا اقرار کرتا ہی اور ہر ایک کی دو صورتین ہین یا تو خصم وکیلون کے ساتھ عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہی یا انکار کرتا ہی پس اگر موکل منکر ہی تو گواہی سب صورتون مین نامقبول ہی اور اگر موکل دونون کا اقرار کرتا ہی اور خصم عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہی تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کیا جاویگا نہ گواہی پر اور اس مین نکاح اور بیع اور خلع سب برابر ہین اور اگر خصم عقد سے انکار کرتا ہی تو نکاح اور بیع کا حکم نہ دیا جائیگا اور خلع کا حکم دیدیا جائیگا یعنی طلاق بلا مال کا حکم دیا جائیگا کیونکہ زوج نے اقرار کیا اور انکی گواہی پر حکم نہوگا اور اگر موکل نے حکم کا اقرار کیا ولیکن عقد واقع ہونے سے انکار کیا پس اگر خصم نے عقد کا اقرار کیا تو سب صورتون مین حکم وقوع دیا جائیگا مگر نکاح مین امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رحمہ سے نوادر مین روایت ہی کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے ہمکو حکم دیا تھا کہ ہم زید کو خبر پہونچا دین کہ اُسنے زید کو اپنے غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا ہی اور ہم نے اُسکو پہونچا دی یا ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ ہم اُسکی عورت کو یہ خبر پہونچا دین کہ اُسنے تیرا کام تیرے ہاتھ سپرد کیا اور اُسکو ہم نے پہونچا دی اور اُسنے طلاق اختیار کرلی تو دونون کی گواہی جائز ہی اور اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے ہمسے یہ کہا تھا کہ تم میری جورو کو اختیار دو اور ہم نے اُسکو اختیار دیا اور اُسنے طلاق لے لی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ وکیل کے دو بیٹون کی گواہی وکالت پر مقبول نہوگی اور ایسے ہی اُسکے والدین یا دادا وغیرہ کی گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر وکیل کے دو بیٹون نے وکیل کے عقد کرنے پر گواہی دی پس اگر وکیل اور موکل دونون حکم دینے اور عقد کرنے کا اقرار کرتے ہین پس اگر خصم بھی دونون کا اقرار کرتا ہی تو قاضی سب عقود کا حکم دیدیگا ولیکن باہمی اقرار پر نہ گواہی پر اور اگر خصم انکار کرتا ہی تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک انکی گواہی مقبول نہوگی اور کسی عقد کا نکاح اور بیع مین سے حکم نہ کیا جائیگا ہان خلع کی نسبت فرمایا کہ شوہر یعنی موکل کے اقرار پر بلا مال طلاق کا حکم دیا جائیگا نہ انکی گواہی پر اور اگر وکیل و موکل دونون اس سب سے انکار کرتے ہین پس اگر خصم بھی منکر ہی تو اس گواہی کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر خصم دعوی کرتا ہی تو دونونکی گواہی بالاجماع مقبول ہوگی اور اگر وکیل حکم اور عقد دونون کا مقر ہی اور موکل اپنے حکم دینے کا اقرار کرتا ہی اور عقد واقع ہونے سے منکر ہی پس اگر خصم ان سب کا مدعی ہی تو قاضی سب عقود کا حکم دیگا سوائے نکاح کے اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک سب کا حکم دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی جورو کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی اجنبی کے سپرد کردیا اور اُسنے طلاق دیدی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے اپنی جورو کے امر مین ہمارے باپ کو اختیار دیا تھا اور اُسنے طلاق دیدی اور باپ اُسکا زندہ موجود ہی اور اُسکا مقر ہی یا مرگیا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک

انکی گواہی مقبول نہیں ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اسکا غائب ہونا بمنزلہ مر جانے کے ہی یہ محیط میں لکھا ہی اگر موکل کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے اس شخص کو وکیل کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی جبکہ قرضدار وکالت سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہی اگر کسی شخص نے کسی خاص گھر کی نالش اور اسپر قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وہ غائب ہوگیا پھر اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو اس گھر کی نالش کرنے اور اسپر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی خواہ مدعا علیہ وکالت کا اقرار کرے یا انکار کرے یہ صورت تو طالب کے وکیل کرنیکی ہی اور اگر موکل خود مطلوب ہو اور طالب نے گھر کا دعوی کیا اور موکل مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو خصومت کرنیکا وکیل کیا ہی پس اگر وکیل نے وکالت سے انکار کیا تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دعوی سے خالی ہی اور اگر وکیل نے وکالت کا دعوی کیا تو بھی یہ گواہی مقبول ہوگی خواہ طالب نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا انکار کیا ہو کیونکہ یہ گواہی غیر خصم پر قائم ہوئی یہ محیط میں ہی اگر دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک کپڑا خریدا اور ثمن ادا کر دیا یا نہیں ادا کیا پھر ایک شخص نے اس کپڑے کا دعوی کیا اور دونوں خریداروں نے گواہی دی کہ یہ کپڑا مدعی کا ہی یا یہ کہ بائع نے اقرار کیا ہی کہ یہ کپڑا مدعی کا ہی تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہی کذا فی المحیط اگر دو خریداروں نے بطور بیع فاسد کے چیز خریدی ہی بعد قبضہ کے یہ دعوی کیا کہ یہ مدعی کی ہی تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی اگر قاضی نے عقد کو فسخ کر دیا یا دونوں نے رضامندی سے فسخ کیا اور وہ چیز دونوں کے قبضہ میں ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونوں نے بائع کو واپس کر دی پھر گواہی دی تو مقبول ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی بطور بیع صحیح کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا یا مشتری نے بسبب عیب کے بلا حکم قاضی واپس کر دی اور بائع نے اسکو قبول کر لیا پھر ایک شخص آیا اور دعوی کیا کہ باندی میری ہی اور مشتری نے دوسرے شخص کے ساتھ مدعی کی طرف سے گواہی دی تو انکی گواہی باطل ہی خواہ باندی مشتری کے پاس ثمن وصول کرنیکی غرض سے روکی گئی ہو یا اسنے بائع کو واپس کر دی ہو اور اگر عیب کی وجہ سے قبضہ کے بعد بحکم قاضی واپس کی یا قبضہ سے پہلے بلا حکم قاضی واپس کی یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کی پھر مشتری نے مدعی کیواسطے گواہی دی تو گواہی جائز ہی اور اگر اسکو ثمن کے عوض روک لیا ہی تب بھی یہی حکم ہی اور اگر ثمن کے عوض اسکو روکا پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی باطل ہی یہ محیط میں لکھا ہی ایک شخص نے ایک باندی بعوض غلام کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر باندی میں کچھ عیب پایا اور اسکو بحکم قاضی واپس کیا اور غلام کو قیمت لینے لانیکے واسطے روک لیا پھر ایک شخص آیا اور بائع کے سامنے باندی کا دعوی کیا اور مشتری نے اور ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہی تو مشتری کی گواہی نامقبول ہی اور اگر بائع کو دینے کے بعد گواہی دی تو جائز ہی اور اگر باندی بیچنے والے کے پاس غلام مر گیا پھر باندی کے خریدار نے اسمیں کچھ عیب پایا اور قبضہ کے بعد بحکم قاضی وہ باندی بائع کو واپس کر دی تو واپس کرنا صحیح ہی اور بائع سے غلام کی قیمت لیگا پس اگر ایک شخص آیا اور اس حالت میں باندی کا دعوی کیا اور مشتری نے اور دوسرے شخص نے اسکی طرف سے گواہی دی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی اگر ایک شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ بیچا اور اسکے تمام عیبوں کی برات کر لی پھر مشتری نے اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا اور عیب کو چھپایا پھر دوسرے مشتری نے پہلے سے اس عیب کی بابت جھگڑا کیا اور بائع اول اور ایک دوسرے شخص نے اسکی طرف سے گواہی دی کہ یہ عیب اسکے پاس کا ہی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں پہلے مشتری کو واپس کرنے کے واسطے یہ گواہی قبول کرونگا اور اس بارہ میں قبول نہ کرونگا

کہ بائع اول سے براءت کرلی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کردیا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو مشتری سے خریدا ہے اور مشتری نے انکار کیا پھر بائع نے مدعی کیواسطے خریدنے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ اسے فروخت کیا ہے اور زید انکار کرتا ہے اور بائع نے اسکی طرف سے گواہی دیدی تو مقبول نہوگی یہ محیط میں ہے۔ بائع نے اگر دوسرے کی طرف سے اس چیز کی گواہی دی جو فروخت کی ہے تو مقبول نہیں ہے اور یہی حکم مشتری کا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ ایک باندی زید کے قبضہ میں ہے کہ اسکا عمرو نے دعوی کیا کہ میں نے خالد سے سو دینار کو خریدی ہے اور خالد نے مجھسے اسکو ہزار درم کو خریدی تھی قبل اسکے کہ میرے ہاتھ فروخت کرے اسپر قبضہ کرلیا تھا اور زید اور خالد نے اس سے انکار کیا۔ پھر زید کے دو بیٹون نے اسکی گواہی دی تو انکی گواہی انکے باپ او مشتری اول پر مقبول ہوگی کہ بیع واقع ہوئی اور جب مقبول ہوئی تو زید کیواسطے خالد پر ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور خالد کے لیے عمرو دوسرے مشتری پر سو دینار کا حکم دیا جاویگا اور اگر زید اسکا مدعی ہو اور خالد منکر ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور باندی دوسرے مشتری کی ہوگی اور زید کے واسطے خالد پر کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور زید کو یہ اختیار نہوگا کہ عمرو کو باندی دینے سے روکے تاکہ قیمت وصول کرے خواہ عمرو نے خالد سے باندی وصول پانے کا دعوی کیا ہو اور زید نے اسکی تصدیق کی ہو یا نہ دعوے کیا ہو اور اگر عمرو نے دعوی کیا کہ ایک ہزار یا پانچسو کو خریدی ہے تاکہ دونون ثمن ایک ہی جنس کے ٹھہرے اور خالد اس سے انکار کرتا ہے اور زید نے عمرو کے قول کی تصدیق کی پس اگر عمرو نے خالد سے باجازت باندی لیکر قبضہ کرلینے کا دعوی کیا اور زید نے اسکی تصدیق کی تو زید کو باندی روکنے کا اختیار نہوگا اور نہ مشتری ثمن میں سے اسکو کچھ دیگا ولیکن اگر عمرو نے خالد اور ثمن کے درمیان تخلیہ کیا تاکہ خالد اسپر قابض ہوگیا تو زید عمرو کے باہمی تصادق سے زید کو اسکے لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تخلیہ نہ کیا تو تخلیہ کا حکم نہ کیا جائیگا۔ اور اگر عمرو نے اقرار کیا کہ اسنے باندی پر قبضہ نہیں کیا ہے تو استحسانا زید کو روکنے کا حق حاصل ہے تاکہ ہزار درم وصول کرے اگر دوسرے مشتری نے اسکو ہزار درم کو خریدا ہے یا ایک ہزار یا پانچسو کو خریدا ہے اور اگر پانچسو کو خریدا ہے تو اس کو پانچسو درم وصول کرنے تک روکے اور اگر زید و خالد نے پہلے مشتری کے خریدنے اور اسکے سپرد کردینے کا اقرار کیا لیکن دونون نے دوسرے مشتری کے خریدنے سے انکار کیا اور اسنے زید کے دونون بیٹون کو گواہ کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور دوسری بیع ثابت ہوجائیگی پھر اگر دوسرا مشتری قبضہ کا دعوی کرتا ہے تو باندی لے لیگا اور زید کو روکنے کا اختیار نہوگا اور اگر قبضہ کا دعوی نہیں کرتا ہے پس اگر دونون ثمن ایک جنس کے نہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی جنس کے ہون تو استحسانا اسکو روکنے کا حق حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو غلام خریدے اور انکو آزاد کردیا پھر بائع و مشتری میں ثمن کی بابت اختلاف ہوا بائع نے ہزار درم کا دعوی کیا اور مشتری نے پانچسو درم کا دعوے کیا اور دونون آزاد غلامون نے گواہی دی کہ ہزار درم ثمن ہے تو نامقبول ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اسیطرح اگر بیع فاسد میں قبضہ کے روز کی قیمت میں اختلاف ہوا اور ان دونون غلامون نے بعد آزادی کے اپنی قیمت اس دن کی گواہی میں بتلائی تو گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری میں ثمن میں اختلاف نہوا ولیکن مشتری نے ادا کردینے کا دعوی کیا اور دونون آزادون نے مشتری کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ بائع نے ثمن کو معاف کردیا ہے تو جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اور ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو غلام خریدے اور قبضہ کرکے انکو آزاد کردیا اور رہا یہ کہ ایسے عیب کا نقصان کہ جسکو بائع انکار کرتا ہے واپس لیوے اور دونون غلامون نے گواہی دی کہ یہ عیب ہم دونون میں تھا تو گواہی مقبول نہیں ہے اور اسیطرح اگر دونون نے

گواہی دی کہ ہم دونوں میں سے آدھا فلاں شخص کا تھا تو بھی نامقبول ہے اور ایسے ہی اگر کہا کہ مشتری نے ہم دونوں کو آزاد کرنے سے پہلے نصف فلاں شخص کو ہبہ کیا تھا تو بھی نامقبول ہے اسی طرح اگر کسی کی ام ولد تھی وہ شخص اسکو چھوڑ کر مر گیا یا آزاد کر دیا پھر اُسنے اور ایک عورت و ایک مرد نے گواہی دی کہ یہ ام ولد اس شخص میت اور دوسرے کے درمیان مشترک تھی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غلام نے دعوی کیا کہ مشتری نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور مشتری نے انکار کیا اور بائع نے غلام کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے یہ باندی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دی یا کہا کہ یہ غلام فروخت کر دیا اور مشتری نے اسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر انکا باپ اسکا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہوگی ولیکن غلام آزاد ہوگا اور حق ولا یعنی حق آزادی موقوف رہیگا اور اگر باپ نے انکار کیا اور مشتری نے بھی جو غائب ہے انکار کیا اور باندی نے دعوی کیا تو گواہی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے باندی کے دو آزاد کردون نے جو مسلمان ہیں یہ گواہی دی کہ باندی کے مالک نے اسکو ہزار درم پر آزاد کر دیا ہے پس اگر مالک نے یہ اقرار کیا تو آزادی اسکی اقرار پر واقع ہوئی اور محض یہ گواہی مال کی نسبت ہوئی اور مقبول ہوئی اور اگر مالک نے انکار کیا اور باندی نے دعوی کیا تو گواہی نامقبول ہے اور اگر باندی نے انکار کیا تو مقبول ہے اور اگر مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مولے نے اسکا اقرار کیا تو نامقبول ہے اور اگر انکار کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر بجائے باندی کے غلام فرض کیا یا وسے اور مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مالک اور غلام نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول نہوگی اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک غلام عمرو نامی خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر عمرو نے ایک خالد نامی غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالد نے ایک بکر نامی غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالد مر گیا اور زید و عمرو زندہ ہیں پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ خالد میرا غلام ہے اور اسکا ترکہ لینا چاہا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمرو نے خالد کو فلاں شخص سے خریدا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کر دیا ہے تو گواہی جائز ہے اور اگر عمرو بھی مر گیا اور اس نے سوائے زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلے عمرو نے انتقال کیا پھر خالد بھی مر گیا اور سوائے ایک دختر اور زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا اور ایک شخص نے دعوی کیا کہ خالد میرا غلام ہے [illegible] ولا پایا اور اسکی دختر نے دعوے کیا کہ وہ آزاد تھا اور عمرو نے آزاد کیا ہے اور زید اس سے منکر تھا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے گواہی دی کہ عمرو نے اسکو فلاں سے خرید کیا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ گواہی مقبول ہے [illegible] عمرو کی طرف سے اسکو آزاد قرار دونگا اور میراث اسکی بیٹی اور زید کے درمیان میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی [illegible] میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے یہ گھر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا بشرطیکہ ہم دونوں مشتری کے لیے ضامن ہیں یعنی [illegible] تو فرمایا کہ اگر ضمان اصل بیع میں تھی تو گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اصل بیع میں نہو تو گواہی جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنا یہ گھر اس مدعی کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ ہم دونوں ثمن کے کفیل ہیں تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ضمانت اصل بیع میں ہو تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ بیع دونوں کی ضمانت کے ساتھ تمام ہوتی ہے پس گویا دونوں نے فروخت کیا اور اگر ضمانت اصل بیع میں نہو تو گواہی جائز ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دو شخص درک کے ضامن ہوئے پھر دونوں نے گواہی

دی کہ بائع نے ثمن لے لیا ہی تو گواہی نامقبول ہی اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کیواسطے ضمانت کی جو کچھ تو فلان کے ہاتھ فروخت کرے اُسکا ضامن ہوا اور پھر طالب نے کہا کہ مین نے فلان کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا اور ضامن نے اس سے انکار کیا پھر اُسپر اُسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اُسنے ہزار درم کو بیع کی ہی تو دونون کی گواہی جائز ہی اور اسی طرح اگر ضامن نے انکار کیا اور اُسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے تجھے حکم کیا تھا کہ تو اُسکی طرف سے ضمانت کرے اور تو نے ضمانت کر لی تھی اور اُسنے ہزار درم کو اُسکے ہاتھ بیع کی ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہی جائز ہی اور ہزار درم اس سے لے لیے جائینگے اور وہ اُس شخص سے لے لیگا جس نے اُسکو ضمانت کرنے کا حکم دیا تھا یہ محیط مین لکھا ہی۔ دو شفیعون نے اگر مشتری کیطرف سے بائع پر گواہی دی پس اگر دونون شفعہ کے طالب ہین تو بائع منکر پر اُنکی گواہی جائز نہین ہی اور اگر دونون نے شفعہ کا حق دیدیا تو مشتری کیواسطے اُنکی گواہی جائز ہی۔ اگر مشتری نے خرید سے انکار کیا اور بائع نے دعوی کیا تو بھی اُنکی گواہی جائز نہین ہی اگرچہ وہ دونون شفعہ کے طالب ہین ہان وہ دونون بائع کے اقرار سے لے لینگے اور شفیع کے باپ یا بیٹے کی گواہی اس باب مین بمنزلہ شفیع کی گواہی کے ہی۔ اور اگر شفیع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اُسنے شفعہ دیدالا ہی تو جائز ہی۔ مالک کی یا اُسکے بیٹے یا باپ کی گواہی غلام اور مکاتب کی طرف سے بیع واقع ہونے پر جائز نہین ہی جبکہ غلام و مکاتب شفعہ کو طلب کرتے ہون اور شفعہ کا حق دیدالتے پر اگر یہ لوگ گواہی دین تو جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اصل مین مذکور ہی کہ اگر بائع کیواسطے اُسکی اولاد نے گواہی دی کہ شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا اور مشتری انکار کرتا ہی اور گھر مشتری کے قبضہ مین ہی تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی نو۔۔ ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ شفیع آیا اور شفعہ مین جھگڑا کیا پھر بائع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ مشتری نے گھر شفعہ سے شفیع کے سپرد کر دیا پھر اُس سے دامونکو خریدا ہی تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدالا تو بھی نامقبول ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ ان دونون کا باپ یعنی بائع اسکا اقرار کرتا ہو اور یہی دعوی کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول ہی اور اگر مشتری نے بائع سے گھر لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا پھر بائع کے دو لڑکون نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ کی وجہ سے وہ گھر شفیع کے سپرد کر دیا تو دونون بیٹونکی گواہی مقبول نہوگی خواہ بائع اُنکی گواہی کے موافق دعوی کرتا ہو یا انکار کرتا ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ رح نے روایت کی ہی کہ اگر بائع کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدالا تو جائز ہی۔ اور اگر بائع نے یہ گواہی دی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اُسکا غلام ماذون کہ جسپر قرض ہی وہی اُسکا شفیع ہی پھر مالک کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام ماذون نے مشتری کو شفعہ دیدالا تو دونونکی گواہی نامقبول ہی جبکہ وہ گھر بائع کے قبضہ مین ہو۔ اسیطرح اگر غلام ماذون قرضدار نے فروخت کیا اور اُسکا مالک اُسکا شفیع ہی پھر مالک کے دو بیٹون نے غلام پر گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ سے گھر مالک غلام کے سپرد کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر گھر کی بیع مالک نے کی اور اُسکا مکاتب شفیع ہی پھر اگر مالک کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ مکاتب نے شفعہ مشتری کو دیدالا تو دونون کی گواہی باطل ہوگی بعض نے کہا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ گھر بائع کے قبضہ مین ہی اور اگر اُنکے پہلے مشتری کے قبضہ مین تھا تو گواہی بسبب تہمت سے خالی ہونے کے مقبول ہی۔ اور اگر مکاتب فروخت کرنے والا ہو اور اُسکا مولی شفیع ہو اور گھر مکاتب کے قبضہ مین ہی پس اگر مولی کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ مولی نے شفعہ مشتری کو دیدالا تو گواہی جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر ایک گھر کے دو شفیع ہون پھر دو گواہ نے بیان کیا کہ ایک نے شفعہ دیدالا اور یہ نہین جانتے کہ

وہ کون ہی تو گواہی باطل ہی۔ اگر تین شخص شفیع ہون پھر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے شفعہ دیدیا لا اور کہا کہ ہم نے بھی اُسی کے ساتھ دیدیا الا تو گواہی مقبول ہی اور اگر کہا کہ ہم دونون شفعہ کے طالب ہین تو باطل ہی اور اسی طرح اگر دونون نے یہ کہا کہ ہم نے شفعہ دیدیا الا و لیکن انہین سے ایک شخص کا بیٹا یا باپ یا مکاتب یا اُسکی جورو شفیع ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک وارث نے اگر قرضہ کا اقرار کیا پھر اسنے اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ قرضہ میت پر تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس اقرار کرنے والے کی گواہی کی سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ میت کی طرف سے وصی کی گواہی قرضہ وغیرہ مین باطل ہی خواہ وارث نابالغ ہون یا بالغ ہون کذا فی المحیط اور اگر اُس نے میت پر قرضہ ہونے کی گواہی دی تو ہر حال مین گواہی جائز ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر بعض وارثون کی طرف سے میت پر گواہی دی پس جسکی طرف سے گواہی دی ہی اگر وہ نابالغ ہی تو بالاتفاق جائز نہین ہی اور اگر بالغ ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر بڑے بالغ وارث کی طرف سے کسی اجنبی پر گواہی دی تو ظاہر الروایت کے موافق مقبول ہی۔ اور اگر بالغ اور نابالغ دونون یتیمے وارثون کی طرف سے میراث کے سوا دوسرے حق مین گواہی دی تو جائز نہین ہی۔ اگر دو وصیون نے ایک بالغ وارث کی طرف سے گواہی دی کہ میت نے اقرار کیا کہ یہ خاص گھر اسکی ملک ہی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ وصی جب معزول ہوگیا اور اُسنے یتیم کی طرف سے یا میت کی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہوگی اگرچہ خصومت نہ واقع ہووے یہ ادب القاضی کی شرح صدر الشہید مین ہی۔ اگر وصی نے بعد موت موصی کے وصی ہونا نہ قبول کیا اور نہ رد کیا یہانتک کہ قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ تو وصی ہونا قبول کرتا ہی یا رد کرتا ہی پس اگر اُسنے قبول کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر رد کر دی تو گواہی باقی رہیگی اور اگر خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اُسکی گواہی مین توقف کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ دو قرضدارون نے جنپر میت کا قرضہ ہی اگر وصایت یا وصیت یا وراثت کی گواہی دی پس اگر خصم منکر ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر خصم اسکا مدعی ہی تو گواہی مقبول ہوگی خواہ موت ظاہر ہو یا ظاہر نہو اور اگر ایسے دو قرضخواہون نے جنکا میت پر قرض ہی وراثت یا وصایت یا وصیت کی گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہو تو مقبول نہوگی اور اگر موت ظاہر ہو پس جسکی طرف سے گواہی دی ہی اگر وہ اسکا مدعی نہو تو بھی گواہی مقبول نہوگی اگر وہ اسکا مدعی ہو تو استحسانًا مقبول ہوگی اور اگر دو وارثون نے موصی الیہ کی گواہی دی اور موت ظاہر نہین ہی تو گواہی قبول نہوگی خواہ وہ شخص اسکا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص بھی اس امر کا مدعی ہو تو استحسانًا مقبول ہوگی۔ اگر دو وصیون نے اپنے ساتھ تیسرے شخص کے وصی ہونے کے واسطے گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر موت ظاہر ہو اور تیسرا شخص اسکا مدعی ہو تو استحسانًا مقبول ہوگی۔ ایسے دو شخصون نے جنکے لیے کسی چیز کی وصیت کیگئی ہی اگر کسی شخص کے وصی ہونیکی گواہی دی پس اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص اسکا دعوی کرتا ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر موت ظاہر نہو تو گواہی مقبول نہوگی نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہی اور میت کے وارث اسکا اقرار کرتے ہین یا انکار کرتے ہین پس اگر دونون کا باپ وصی ہونے کا مدعی ہی تو گواہی نامقبول ہی اور اگر منکر ہی تو مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر قرضخواہون نے گواہی دی کہ میت نے اسکو وصی کیا ہی اور قاضی کے یہان سے اُسکا حکم ہوگیا پھر دو قرضدارون یا دو وارثون یا دو ایسے شخصون نے جنکے لیے کچھ وصیت ہی دوسرے شخص کے وصی ہونیکی گواہی دی اور وہ اسکا مدعی ہی تو مقبول نہوگی کذا فی الکافی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلے کے وصی کرنے سے رجوع کر کے اُس دوسرے کو وصی کیا ہی اور وہ دوسرا شخص دعوی بھی کرتا ہی تو قاضی اُنکی گواہی قبول کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین غلام ہر ایک برابر قیمت کے

چھوڑے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو اس شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور قاضی نے آدھے دوسرے دینے کا حکم دیدیا پھر وارثوں نے دوسرے غلام کو دوسرے شخص کو دیدینے کی وصیت کی گواہی دی تو مقبول نہوگی رد کردیجائیگی اسواسطے کہ وصیت تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہے اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے انھوں نے گواہی دی اور بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کرلیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائیگا اور پہلے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر میت کا رجوع کرلینا نہ بیان کیا تو ہر ایک کو آدھا آدھا غلام ملیگا اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ دونوں نے دوسرے کے لیے دوسرے غلام کی وصیت کرنیکی گواہی دی اور اگر بعینہٖ اسی غلام میں اس وصیت کی گواہی دی پس اگر پہلے کیواسطے قاضی کے حکم دینیکے بعد گواہی دی اور پہلے کیواسطے وصیت سے میت کا رجوع کرلینا بیان کیا تو رجوع کرلینے کے باب میں گواہی رد کردیجائیگی اور وصیت مقبول ہوگی اور اگر رجوع کرلینا نہ بیان کیا تو رد نہوگی اور دونوں صورتوں میں غلام آدھا آدھا دونوں مدعیوں کو ملیگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے دوسرے شخص کیواسطے وصیت کرنیکی گواہی ادا کی ہو اور اگر پہلے شخص کیواسطے غلام یا تہائی مال کی وصیت کا حکم ہوجانیکے بعد دونوں نے آزاد کرنیکی گواہی دی تو رد کردیجائیگی خواہ اسی غلام کی آزادی کی گواہی دی یا دوسرے کی خواہ وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا یا نہ بیان کیا کذا فی الکافی ولیکن غلام آزاد ہوجائیگا اور اسپر واجب ہوگا کہ سعی کرکے مال (اپنی قیمت) ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے زید کیواسطے تہائی مال کی وصیت ہونیکی گواہی دی پھر دو وارثوں نے پہلے کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد دوسرے شخص کے لیے تہائی مال کی وصیت ہونیکی گواہی دی اور پہلی وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلی وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا تو وصیت کے بارہ میں مقبول ہوگی اور رجوع کے بارہ میں رد کردیجائیگی اور قاضی کا تقسیم کرکے دیدینا بمنزلہ حکم قاضی کے ہے حتی کہ اگر دونوں گواہوں وارثوں نے پہلے وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا ولیکن اسوقت گواہی دی کہ جب قاضی نے مال میت کے وارثوں اور موصی لہ کے درمیان تقسیم کردیا ہے تو گواہی رد کیجائیگی کیونکہ قاضی کا تقسیم کرنا بمنزلہ حکم کے ہے پس گواہی کے قبول کرنے میں حکم کا توڑنا لازم آتا ہے۔ اسیطرح اگر وارث نے اقرار کیا کہ میت نے یہ غلام یا تہائی مال فلان شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور اُسپر حکم ہوگیا پھر اس وارث نے دوسرے گواہ کے ساتھ یہ گواہی دی کہ میت نے اسی غلام کو یا دوسرے کو یا تہائی مال کو فلان شخص کے دینے کی وصیت کی ہے تو مقبول نہوگی اسیطرح اگر وارث نے میت پر کسی شخص کے قرض ہونیکا اقرار کیا اور اسپر حکم ہوگیا پھر دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شخص کا میت پر قرضہ ہونیکی گواہی دی اور دونوں قرضوں کا ترکہ میں پورا نہیں پڑتا ہے تو مقبول نہوگی حتی کہ اگر پہلے کیواسطے گواہوں کی گواہی پر حکم ہونے سے پہلے دوسرے کی قرضہ کی گواہی مقبول ہوگی اور باہم تقسیم کرینگے اور اگر پہلے کیواسطے حکم ہونے سے پہلے دوسرے کے گواہ پیش ہوئے تو بھی دونوں میں مقبول ہوگی مگر جبکہ وارث نے پہلے کیواسطے تہائی مال یا غلام یا قرضہ کا اقرار کیا اور اسقدر پہلے کے سپرد کیا گیا پھر دوسرے کیواسطے یہی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی دوسرے کیواسطے گواہی اسوقت بھی مقبول نہوگی کہ جبکہ قاضی نے خود تقسیم و تسلیم کی ہو کذا فی الکافی۔ اگر وارث نے اجنبی کے ساتھ تہائی مال کی کسی کے واسطے وصیت ہونیکا اقرار کیا پھر تہائی مال کی دوسرے کے واسطے وصیت ہونے کی گواہی دی تو قاضی دونوں گواہیوں کو قبول کریگا خواہ پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی یا پہلے گواہی دی ہو اسد و شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر دو وارثوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کرلیا اور فلان وارث کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ہم سب وارثوں نے بعد موت کے اسکی اجازت

دیدی ہی تو وارثون کی گواہی جائز ہی اور تہائی مال امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ایسے ہی دیا جائیگا اور دوسرے قول کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہی کہ وارثون کی گواہی صرف وصیت سے رجوع کرنے مین قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے مال اور ایک بھائی چھوڑا اور ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور گواہ قائم کیے اور اُنھون نے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی کہ ہم اسکے سوا وارث نہین جانتے ہین اور اس مدعی کے واسطے تمام مال ترکہ دیدینے کا حکم کیا گیا پھر بیٹے نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ان گواہون کو تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی یا اُنکے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہی باطل نہوگی کیونکہ اُسنے بعد حکم قاضی کے اقرار کیا ہی اور اگر گواہون کی گواہی کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ اقرار کرے تو گواہی باطل ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اپنے پڑوسی فقیرون کے واسطے کسی قدر مال کی وصیت کی اور وارثون نے وصیت سے انکار کیا پھر وصیت پر پڑوس کے ایسے دو آدمیون نے گواہی دی کہ جنکی اولاد بھی فقیر ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُنکی گواہی بالکل مقبول نہوگی جیساکہ اس صورت مین کہ دو آدمیون نے اس امر پر گواہی دی کہ فلان شخص نے ہماری مان اور اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہی مقبول نہین ہی اگر اپنے پڑوس کے فقیرون پر وقف کیا پھر پڑوس کے دو فقیرون نے اسپر گواہی دی تو دونون کی گواہی جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہی کہ وصیت مین ایسے پڑوسی کی گواہی جسکی اولاد بھی فقیر ہی اُسوقت مقبول نہوگی کہ جب پڑوسی گنتی کے لوگ ہون اور وقف کے بارہ مین جو مذکور ہی اُسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب پڑوسی فقیر گنتی کے لوگ نہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیرون کے واسطے وصیت کی ہی اور دونون گواہ بھی اسی کے گھرانے کے فقیر آدمی ہین یا انکا کوئی بچہ گھرانے مین فقیر ہی تو گواہی ناجائز ہی اور اگر یہ دونون غنی ہون اور اُنکی کوئی اولاد بھی فقیر نہو تو گواہی مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے کچھ مال ایک گانوُن کے مدرسہ اور وہان کے مدرس پر وقف کیا پھر ایک شخص نے یہ وقف غصب کر لیا پھر بعض گانوُن والون نے کہ جنکی اولاد اس مدرسہ مین نہین ہی گواہی دی کہ یہ زمین فلان بن فلان نے اس مدرسہ پر وقف کی ہی اور مصرف بیان کیا تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر انکے لڑکے بھی مکتب مین ہون تب بھی اصح یہ ہی کہ مقبول ہوگی اسی طرح اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقف پر گواہی دی تو جائز ہی۔ اسی طرح فقیہون کی گواہی کسی وقف کی نسبت کہ مدرسۂ فلان پر اسطرح وقف ہی اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہین اور اسیطرح اگر گواہی دی کہ یہ مصحف مجید اس مسجد پر وقف ہی سب مقبول ہی کذا فی الخلاصہ۔ اگر اپنے مال مین سے کسی قدر اپنے محلہ کی مسجد کیواسطے دینے کی وصیت کی اور وارثون نے اس سے انکار کیا اور بعض اہل مسجد نے اُسکی گواہی دی تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مسجد جامع یا مسافرون کے لیے وقف کی گواہی دی اور دونون گواہ بھی مسافرون مین سے ہین تو بھی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر گانوُن کے بعضے لوگون پر خراج زیادہ ہو گیا کی بعض نے گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر ہر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہون کے واسطے کچھ خراج نہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی فتاوے نسفی مین ہی کہ اگر گانوُن والون نے یا کسی کوچہ غیر نافذ کے رہنے والون نے کسی قدر زمین کی گواہی دی کہ ہمارے گانوُن یا ہمارے کوچہ مین ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر کوچہ نافذ ہو پس اگر اپنی ذات کے واسطے حق ثابت کرنا چاہتا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر کہا کہ مین نہین لونگا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ دو شخصون کے پاس ایک شخص کا مال ودیعت ہی اور ایک شخص نے اُسکا دعوی کیا اور دونون نے جنکے پاس ودیعت ہی اُسکی

طرف سے گواہی دی تو جائز ہے۔ اور اگر مدعی نے سوا ان دونون کے دو گواہ پیش کیے پھر ان دونون نے اس بات پر گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال ودیعت رکھنے والے کا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ عین مال ودیعت تلف ہوگیا ہو یا باقی ہو اور اگر دونون نے پہلے اُس مال ودیعت کو ودیعت رکھنے والے کو واپس کر دیا ہو اور پھر یہ گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہوگی۔ منتقی مین ہے کہ جسکے پاس ودیعت ہے اگر اُسنے گواہی دی کہ ودیعت رکھنے والے نے اقرار کیا کہ یہ غلام ہے تو جائز ہے اور یہی حکم عاریت مین ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ جسنے اس باندی کو ودیعت رکھا یا عاریت دیا ہے اُسنے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو گواہی جائز نہین ہے اگر غلام دو شخصون کے پاس ودیعت ہے اور دونون نے گواہی دی کہ اسکے مالک نے اسکو مدبر یا مکاتب یا آزاد کر دیا ہے اور غلام بھی اسکا دعوی کرتا ہے تو گواہی جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو شخصون کے پاس دو شخصون کی چیز کوئی رہن ہے پھر ایک شخص نے آکر اُس چیز کا دعوی کیا اور دونون مرتہنون نے مدعی کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر دونون راہنون نے رہن کی چیز اپنے سوا دوسرے کی ملک ہونے کی گواہی دی اور دونون مرتہنون نے انکار کیا تو گواہی ناجائز ہے ولیکن دونون راہن چیز مرہون کی قیمت مدعی کو دینگے۔ اگر کوئی باندی رہن ہو اور وہ دونون مرتہنون کے پاس ہلاک ہوگئی اور اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم یا زیادہ ہے پھر دونون نے مدعی کی ملکیت ہونیکی گواہی دی تو رہن کرنے والون پر اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور دونون مرتہن بسبب اپنے اقرار غصب کے باندی کی قیمت مدعی کو دینگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر دونون مرتہنون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ شی مرہون راہن کی ملک ہے تو مقبول نہوگی خواہ شی مرہون تلف ہوگئی ہو یا باقی ہو ولیکن جبکہ مرہون چیز رہن کرنے والے کو واپس کر کے گواہی دین تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر دو غصب کرنے والون نے شی مغصوب کے مدعی کی ملکیت ہونیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر غصب کی چیز جس سے غصب کی تھی اُسکو واپس کر کے یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر شی مغصوب غاصبون کے پاس ہلاک ہوگئی پھر دونون نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ قاضی نے مغصوب منہ کیواسطے غاصب پر قیمت ادا کرنے کی ڈگری کر دی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ دونون نے قیمت ادا کر دی ہو یا نہ کی ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو قرض لینے والون نے مال قرض مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہین ہے نہ ادا کرنے سے پہلے نہ اُسکے بعد اور ایسے ہی اگر بعینہ قرضہ ادا کر دیا جب بھی مقبول نہین ہے۔ اور اگر دو قرضدارون نے گواہی دی کہ جو قرض ہم پر ہے وہ مدعی کا ہے تو مقبول نہین ہے اور اگر قرضہ ادا کر دیا پھر گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر قرضہ تھا اُسکی نسبت دو گواہون نے جنکا اُسپر قرض ہے یہ گواہی دی کہ اسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا ہے اور مالک انکار کرتا ہے پس یا دونون گواہ اُسکو اختیار کرینگے کہ مالک سے اُسکی قیمت کی ضمان لین یا یہ اختیار کرینگے کہ غلام کوشش کر کے کمائی سے قیمت ادا کرے پس اگر اُسنے ضمانت لینا اختیار کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر غلام کی قیمت سے مالک کا پیچھا چھوڑا اور غلام سے قرضہ وصول کرنا چاہا تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے قرضخواہ کی گواہی قرضدار کیطرف سے اُس جنس مین جائز ہے جس جنس کا قرضہ ہے قال رح جب جنس قرض مین جائز ہے تو خلاف جنس مین بدرجہ اولی جائز ہونا اگر قرضدار کے مرنے کے بعد اُسکی طرف سے مال کی گواہی دی تو جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ دو شخص اگر تقسیم کرنے کیواسطے مقرر ہوے تو انکو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ بانٹنے والے اگر قاضی کی طرف سے مقرر ہون یا دوسرے ہون دونون برابر ہین یہ ہدایہ مین لکھا ہے اگر بانٹنے والون نے اگر زمین کی تحریر کی اور تقویم کی پھر اسکو قاضی کے روبرو پیش کیا پھر وارث لوگ حاضر ہوے اور تحریر اور تقسیم کا انکار

کیا اور قاضی نے انمین قرعہ ڈالا پھر دونون تقسیم کرنے والون نے تقسیم کی گواہی دی تو انکی گواہی بلا خلاف مقبول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے دو شخصون پر اپنا مال چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا پھر دو شخصون نے ایک لڑکے کے واسطے جو میت کے بیٹے ہونے کا دعوی کرتا ہے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے ہم اسکے سوا میت کا وارث نہین جانتے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین دونون گواہون کی گواہی جائز رکھونگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص مرا اور اسکے دو شخصون پر ہزار درم قرض ہین پھر دونون قرضدارون نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے ہم اسکے سوا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور دوسرے دو شخصون نے ایک دوسرے شخص کی یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بھائی ہے اور وارث ہے اسکے سوا کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین تو قرضدارون کی گواہی پر ڈگری کیجائیگی اور اگر بھائی کے گواہون پر قاضی نے پہلے فیصلہ کر چکا ہے پھر قرضدارون نے ایک شخص کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تو قرضدارون کی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر قرضدارون نے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم بھائی کو قرضہ ادا کر دیا پھر ایک شخص کے بیٹے ہونیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر قرضدارون نے بھائی کے ساتھ قرضہ کی بیع صرف کر لی یا بھائی نے وہ مال عوض لیکر ہبہ کیا یا دونون نے اس بھائی سے کوئی باندی میت کے ترکہ مین سے خریدی تھی یا بھائی نے عوض لیکر انپر صدقہ کر دیا پھر دونون نے کسی کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تب بھی مقبول نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر بجاے قرضہ کے ان دونون کے پاس غلام تھا کہ اسکو میت سے غصب کر لیا تھا اور بھائی کو دینے سے پہلے گواہی دی کہ یہ اس بیٹے کا ہے تو مقبول نہوگی اور اگر بھائی کو بلا حکم قاضی دیکر پھر یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر یہ غلام میت کی طرف سے دونون کے پاس ودیعت تھا اور بیٹے کیواسطے گواہی دی تو یہ جائز ہے خواہ غلام انھون نے بھائی کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور وارث ایک حقیقی بھائی ماں باپ دونون کی طرف سے چھوڑا اور اسکا ایک شخص پر قرض ہے پھر بھائی نے قرضدار کو قرضہ سے بری کیا یا [illegible] کوئی مال عین ترکہ مین سے اسکو ہبہ کر دیا پھر اس قرضدار نے دوسرے شخص کے ساتھ ملکر ایک شخص کیطرف سے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ کسی قدر مہر معلوم پر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس نکاح کرنے والے نے دوسرے شخص کے ساتھ گواہی دی کہ یہ عورت مثلاً اس شخص زید کی باندی ہے اور زید اسکا دعوی بھی کرتا ہے تو قاضی شوہر کی گواہی قبول نہ کریگا خواہ مدعی یہ کہتا ہو کہ مین نے باندی کو نکاح کر لینے کی اجازت دی تھی یا نہ کہتا ہو خواہ شوہر نے اسکے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ مہر اسکو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے باندی کو نکاح کی اجازت دیدی تھی اور مہر لینے کے واسطے حکم دیدیا تھا پس اگر شوہر نے اسکو مہر نہین دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دیدیا ہے تو مقبول ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ مہر مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح ہوا ہو اور اگر کم پر اور اسقدر کم پر نکاح ہوا کہ جتنا خسارہ لوگ نہین اٹھاتے ہین تو باندی نے مالک کی مخالفت کی پس نکاح صحیح نہوا تو چاہیے کہ گواہی مقبول نہو پھر واضح ہو کہ یہ جو مذکور ہوا احتمال ہے کہ امام محمد رح و ابو یوسف رح کا قول ہو ویسے نہ امام اعظم رح کا کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک وکیل بالنکاح کو اختیار ہوتا ہے کہ جس مہر پر چاہے نکاح کر دے اور صاحبین رح کے نزدیک مہر مثل کی قید [illegible] اور اگر یہ قول سب کا ہووے تو امام اعظم رح کے نزدیک اپنے وکیل کرنے اور اپنی باندی و غلام کو وکیل کرنے مین فرق بیان [illegible] اور وہ فرق یہ ہے کہ وکیل نے اگر کھلا ہوا خسارہ اٹھایا تو موکل کی طرف سے اسوقت جائز ہوگا کہ جب وکیل پر تہمت نہ آتی ہو اور وکیل بالنکاح مین تہمت نہین آتی ہے کیونکہ اسکو کچھ نفع نہین ہے اور غلام و باندی مین تہمت ہے کیونکہ [illegible] نے اپنے

کسی نفع کی غرض سے یہ کام کیا ہووے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دو شخص کے ساتھ گواہی دی کہ اس عورت نے اقرار کیا ہی کہ مین فلان مدعی کی باندی ہون تو مقبول نہوگی مگر اُسوقت مقبول ہوگی کہ جب اُسکو اُسکا مہر ادا کر دیا ہو اور مدعی کہتا ہو کہ مین نے اسکو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے اپنی بہن کے مہر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم دونون نے ہزار درم پر اسکا نکاح کر دیا ہی اور شوہر نکاح سے انکار کرتا ہی یا کہتا ہی کہ مہر پانچسو درم تھے تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور اگر زوج نے مہر اور نکاح کا اقرار کیا اور معافی یا ادا کر دینے کا دعوی کیا اور دونون نے زوج کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے اپنے دو بیٹون کے سامنے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور دونون نے شوہر کے انکار نکاح اور باپ کے دعوی کے وقت گواہی دی تو رد کر دیجائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر لڑکی بالغ ہو تو قبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ ایک مرد اور دو عورتون نے دو عورتون کیطرف سے اُنکے شوہر پر گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورتون کیواسطے کہا تھا کہ تم سب کو طلاق ہی تو گواہی نہ ان دونون عورتون کے حق مین جائز ہوگی اور نہ دوسری عورتون کیواسطے جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں کو طلاق دی پس اگر انکا باپ طلاق کا مدعی ہی تو گواہی کی حاجت نہین ہی اور اگر منکر ہی پس اگر ماں مدعی ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر وہ بھی منکر ہی تو مقبول ہوگی اور فتاوی مولانا شمس الدین مین ہی کہ اگر ماں مدعی ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی اصح ہی اور مولانا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو جامع مین مذکور ہی وہی اصح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پھر دوبارہ اُس سے نکاح کیا پھر اُسکے دو بیٹون نے گواہی دی کہ اُسنے اس عورت کو پہلی مرتبہ تین طلاق دی تھی اور حلالہ کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونون کا باپ اسکا مدعی ہی اور عورت تصدیق کرتی ہی تو دونون کے اقرار سے جدائی کرا دیجاویگی اور تمام مہر ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت نے تکذیب کی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونون کا باپ انکار کرتا ہی تو دونون کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت اقرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی جورو اسلام سے مرتد ہو گئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو پس اگر دونون کی ماں زندہ ہو اور اُنکے باپ کے نکاح مین ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ باپ اُسکے مرتد ہونے کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر دونون کی ماں مر گئی ہو اور باپ اُسکا دعوی کرتا ہو تو بھی مقبول نہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں سے اسپر خلع کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعوی ہی تو گواہی غیر مقبول ہی اور اگر باپ منکر ہی اور ماں اسکا دعوی کرتی ہی تو بھی گواہی نامقبول ہی اور اگر ماں بھی انکار کرتی ہی تو گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی جورو سے خلع کیا ہی اور دونون کی ماں مر چکی ہی پس اگر باپ اُسکا مدعی ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر منکر ہی تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ رح مین امام اعظم رح سے بروایت امام ابو یوسف رح کے مذکور ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دو شخصون کے گھر مین داخل ہوا یا ان دونون کا تو نے کپڑا چھوا تو تو آزاد ہی اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونون نے اگر اُسکی گواہی دی تو جائز ہی بخلاف اِسکے کہ اگر ان دونون سے کہا کہ اگر تم دونون نے میرے غلام سے کلام کیا یا اسکا کپڑا چھوا تو وہ آزاد ہی پھر دونون نے اگر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے کہا کہ ایک شخص نے

اپنی عورت سے کہا تھا کہ تجھکو طلاق ہی اگر تو نے فلان و فلان سے کلام کیا اور دونون نے گواہی دی کہ تم دونون سے اسنے کلام کیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تجھسے فلان شخص نے کلام کیا تو تو آزاد ہی پھر فلان نے دعوی کیا کہ مین نے غلام سے کلام کیا ہی اور اسکے دو بیٹون نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور یہ امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کے باپ کے ساتھ کلام کرون تو میرا غلام آزاد ہی اور اسنے ہمارے باپ سے کلام کیا ہی پس اگر دونون کا باپ خواہ غائب ہو یا حاضر اس امر کا اقرار کرتا ہو تو دونون کی گواہی باطل ہی اور اگر باپ منکر ہو تو گواہی جائز ہی اور اسیطرح اگر مارنے کی شرط لگائی تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ دو شخصون سے کہا کہ اگر تم دونون اس گھر مین داخل ہو تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون مر گئے اور دونون کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ اس گھر مین داخل ہوے تھے تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی نامقبول ہی اور اگر دونون کے باپ زندہ ہون اور داخل ہونے سے انکار کرتے ہون تو بلا خلاف لڑکون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور یہی حکم سب چیزون کی بابت گواہی دینے مین ہی کہ جس مین بیٹون کی گواہی سے کوئی فعل نکاح و طلاق و بیع وغیرہ کا ثابت ہو پس اگر باپ زندہ ہو اور مدعی ہو یا مر گیا ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی غیر مقبول ہی اور اگر زندہ اور منکر ہو تو بلا خلاف مقبول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی اسطرح کہ اگر مین ان دونون شخصون کو مارون تو میری عورت پر تین طلاق ہین پھر اسنے مارا تو گواہون کو جائز ہی کہ اسکی عورت پر تین طلاق کی گواہی دین اور کیفیت سے خبر نہ کرین اور اگر انھون نے کیفیت سے خبر دی تو گواہی مقبول نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہی۔ اگر مین تم دونون کو مارون پھر ان دونون کے سواے دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے دونون کو مارا ہی تو گواہی ناجائز ہی اور اسی طرح اگر مشہود علیہ نے مارنے کا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ کسی نے کہا کہ اگر میرے اس گھر مین کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہی پھر تین یا چار آدمیون نے گواہی دی کہ ہم داخل ہوے ہین تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر انھون نے گواہی مین بیان کیا کہ ہم داخل ہوے اور ہمارے ساتھ وہ بھی تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دو ہون تو مطلقاً مقبول نہوگی۔ دو شخصون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کا بدن چھوؤن تو میری عورت کو طلاق ہی یا میرا غلام آزاد ہی اور اسنے ہم دونون کو چھوا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ اگر مین تم دونون کا کپڑا چھوؤن تو ایسا ہی اور اسنے چھوا ہی تو مقبول ہوگی اور فتاوے مین لکھا ہی کہ ان مسائل مین اگر گواہ گواہی دینا چاہین تو بدون بیان سبب کے طلاق و عتاق کی گواہی دین یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر ایک شخص کی ایک میت کے وصیت نامہ پر گواہی ہی اور تحریر مین اسکے لیے بھی وصیت ہی تو ابو بکر بلخی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یون بیان کیا چاہیے کہ مین اس تمام تحریر پر سواے اس فقرہ کے یعنی جس مین اسکے لیے وصیت ہی ہاتھ رکھکر کہ اسکے سواے گواہی دیتا ہون۔ اور امام ابو القاسم سے روایت ہی کہ ایک عورت نے شوہر کے وارثون پر مہر کا دعوی کیا اور وارثون نے نکاح سے انکار کیا اور گواہ خود متولی نکاح ہی تو فرمایا کہ نکاح کی گواہی دے اور اپنے متولی ہونے کی گواہی نہ دے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دو شخصون سے کہا کہ اگر تم دونون رمضان کا چاند دیکھو تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو امام ابو یوسف رح نے

فرمایا ہے مین انکی گواہی آزادی کے باب مین قبول نہ کرونگا اور روزہ رکھنے کے واسطے قبول کرونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے کہا کہ اگر مجھے فلان وفلان نے اس گھر مین گھستے دیکھا تو میرا یہ غلام آزاد ہی پھر انھون نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو گھستے دیکھا تو مقبول نہوگی جب تک ان دونون کے سوا دو شخص گواہی نہ دین تین شخصون نے ایک شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر کہا کہ ہمکو اسنے معاف کر دیا ہی تو جائز نہین ہی اور اگر انھین سے دو شخصون نے گواہی دی کہ ہم اور اس تیسرے کو اس نے عفو کر دیا ہی تو اس تیسرے کی بابت قبول ہوگی اور یہی قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی حسن بن زیاد نے روایت کی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین کبھی قرض لون تو میرے مملوک سب آزاد ہین پھر دو شخصون نے گواہی دی کہ ہمنے اسکو قرض دیا ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے مانگا تھا اور ہم نے قرض نہ دیا تو قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین فلان شخص سے درم قرض لون تو میرا غلام آزاد ہی پھر فلان شخص نے اسپر قرض کا دعوے کیا اور اسپر غلام کے باپ اور دوسرے شخص کی گواہی گذری تو نوازل مین لکھا ہی کہ مدعی کیواسطے مال کی ڈگری کیجائیگی اور آزادی کا حکم نہ دیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ قسم کھائی کہ اگر ان دونون کو قرض دون تو میرا غلام آزاد ہی پھر دونون نے گواہی دی کہ ہم کو اسنے قرض دیا تو گواہی جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی یہ قسم کھائی کہ مین ان دونون کا گھر نہ گراؤنگا یا انکا ہاتھ نہ کاٹونگا پھر دونون نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے ساتھ ایسا کیا ہی تو گواہی جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ غلام آزاد کر دیا ہی اور اسنے ہمارے ایک کی آنکھ پھوڑ دی ہی اور مالک اسکے آزاد کرنے سے انکار کرتا ہی تو گواہی نامقبول اور جسکی آنکھ پھوڑی ہی اسکا کچھ حق نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور دو آدمیون نے اسکی طرف سے گواہی دی اور یہ بھی کہا کہ مدعی نے ہمکو اسکی عمارت کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تھا تو گواہی جائز ہی اور اگر کہا کہ مدعی نے ہمکو اسکے ڈھا دینے کے واسطے مزدور کیا تھا تو ملکیت کی گواہی نامقبول اور دونون گواہ مدعا علیہ کو عمارت کی قیمت کی ضمانت دین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے ہاتھ مین ایک بکری تھی کہ اسطرف سے ایک شخص گذرا اور بکری والے نے اس سے کہا کہ اسکو ذبح کر دے اسنے ذبح کر دی پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میری بکری ہی اس قابض نے غصب کر لی ہی اور اسپر دو گواہ قائم کیے کہ ایک وہی ذبح کرنے والا تھا تو مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر گواہ بڑھاپے کی وجہ سے چلکر حاضر نہو سکتا ہو اور اسکے پاس نہ سواری ہو نہ سواری کا کرایہ ہو اور مشہود لہ نے اسکو گواہی ادا کرنے کیواسطے سواری بھیجکر بلایا تو گواہی باطل نہوگی۔ اور اگر چل سکتا ہو یا سواری موجود ہو پھر مدعی نے سواری بھیجکر بلایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر مشہود لہ کا کھانا کھایا تو گواہی رد نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر مدعی نے گواہون کے واسطے کھانا تیار نہ کرایا بلکہ موجود تھا جب وہ لوگ آئے تو اسنے پیش کر دیا اور انھون نے کھا لیا تو گواہی رد نہوگی اور اگر انکے واسطے تیار کرایا تو مقبول نہوگی یہ حکم اسوقت ہی کہ گواہی ادا کرنیکے واسطے ایسا کیا ہو اور اگر گواہی کرانے کیواسطے لوگون کو جمع کیا اور انکے واسطے کھانا تیار کرایا یا سواری بھیجکر انکو شہر سے نکالا اور وہ گواہ ہوئے یا کھانا کھایا تو اسمین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی کہ سواری کے باب مین پھر انکی گواہی مقبول نہوگی اور کھانے کی صورت مین مقبول ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین مقبول نہوگی اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی کیونکہ لوگون مین ایسی عادت جاری ہی خصوصاً نکاح مین شربت وچھوارے وغیرہ مہیا کرتے ہین وہ کھلاتے

ہین پس اگر ایسا ہوتا کہ گواہی مین خرابی آتی تو نکاح وغیرہ مین ایسا نہ کرتے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص دعوی
اور مقدمہ لڑانے کو خوب نہین جانتا ہی اور قاضی نے دو شخصون سے کہا کہ اسکو دعوی اور خصومت سکھا دو پھر انہین دونون
نے اس دعوی پر گواہی دی تو جائز ہی بشرطیکہ دونون عادل ہون اور قاضی کو اسطرح تعلیم کرانے مین کچھ تہمت نہین ہی یہ نزدیک امام
ابو یوسف رح کے قول کے موافق ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ خلاصہ مین صاف لکھا ہی کہ لشکریون کی گواہی امیر کے واسطے مقبول نہین
ہی بشرطیکہ وہ معدود ہون اور اگر غیر معدود ہون تو مقبول ہی اور صیرفی مین صاف لکھا ہی کہ سو لشکری یا اس سے کم معدود کہلاتے
ہین اور اگر اس سے زیادہ ہون تو غیر معدود ہین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین لکھا ہی کہ اگر کوئی سریہ
قیدیونکو پکڑکر دار الاسلام مین واپس آیا اور قیدیون نے کہا کہ ہم اسلام مین سے ہین یا ذمی ہین کہ ہمکو ان لوگون نے دار الاسلام
مین پکڑ لیا اور اہل سریہ کہتے ہین کہ ہم نے انکو دار الحرب مین سے گرفتار کیا ہی تو قیدیون کا قول معتبر ہی پس اگر سریہ کے
سپاہیون نے گواہ قائم کیے اور گواہ تاجر لوگ ہین تو معتبر ہی اور اگر سریہ کے لوگون سے ہین تو معتبر نہین ہی اور اگر یہی مسئلہ سریہ
مین نہین بلکہ لشکر مین واقع ہوا اور بعض لشکر نے گواہی دی تو جائز ہی کیونکہ سریہ کے لوگ معدود ہوتے ہین پس بعض کا گواہی دینا
گویا اپنے واسطے گواہی دینا ہی بخلاف لشکر کے کہ وہ ایک جماعت عظیم ہی کہ جسمین یہ اعتبار گواہی کے باب مین نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

پانچوان باب محدود چیز کی گواہی کے بیان مین۔ محدود چیز کی گواہی مین حدود کا ذکر کرنا ضروری ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔
اور اگر عقار مشہور ہو تو حدود کے بیان کی حاجت نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر گواہون نے تین حدود بیان کردین تو
گواہی مقبول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر عقار مشہور نہوا اور گواہون نے تین حدون کی گواہی دی اور کہا کہ چوتھی ہم نہین جانتے
ہین تو استحسانًا گواہی جائز ہی اور مدعی کی ڈگری کیجاویگی اور تیسری حد پہلی حد کے محاذی گردانی جاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہی۔ اگر ایک زمین مثلث کا دعوی کیا اور دعوی مین صرف دو حدین ذکر کین اور گواہون نے صرف دو حدین ذکر کین تو
دعوی اور گواہی دونون جائز ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دعوی مین چارون حدین ذکر کین ولیکن ایک حد مجہول ہی تو مضر
نہین ہی یہ اظہر ہی اور اسکا ترک کردینا دونون برابر ہین اور اگر گواہ نے ایک حد مین غلطی کی تو مقبول نہین ہی ایسا ہی صدر الشہید
نے مطلقًا ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعضون کے نزدیک مقبول اور بعضون کے نزدیک مقبول نہوگی اور یہی
صدر الشہید کے قول کے موافق عدم قبول پر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور گواہ کی غلطی کا ثبوت اسطرح ہوتا ہی کہ مین نے غلطی
کی یا اسکا اقرار کرے ولیکن اگر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ گواہ نے جملہ حدود یا بعض مین غلطی کی تو دعوی مسموع نہوگا اور اگر اسپر
گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی ایسا ہی شیخ سرخسی اور خجندی سے منقول ہی اسیطرح اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ مدعی
نے اقرار کیا کہ گواہ نے غلطی کی تو سماعت نہوگی اور شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر گواہ نے غلطی کی پھر اسی جلسہ یا دوسری مجلس
مین اسکا تدارک کیا اور صحیح حد بیان کیا تو مقبول ہوگی بشرطیکہ توفیق ممکن ہو اور توفیق کی یہ صورت ہی کہ فلان شخص مثلاً
چوتھی حد کا مالک تھا مگر اسنے اپنا گھر فلان کے ہاتھ فروخت کیا اور ہمکو یہ معلوم نہ تھا یا یون صورت ہو کہ فلان شخص اسکا مالک
تھا مگر یہ نام اسکا پیچھے رکھا گیا اور ہمکو معلوم نہوا علی ہذا القیاس یہ محیط مین لکھا ہی گواہون نے کسی شی محدود کی بابت کسی شخص پر گواہی
دی اور حدود بیان کردین اور کہا کہ ہم حقیقت مین انکو نہین پہچانتے ہین اور وہ شی محدود کسی گانوں مین ہی پھر قاضی نے مدعا علیہ سے درخواست کی
کہ گواہون کو اسی گانوں مین جانے کا حکم دے تاکہ اسکے حدود معاینہ کرکے بیان کرین تو قاضی گواہون کے ذمہ یہ امر لازم نکریگا
اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے کسی کیطرف سے ایک گھر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم گھر کو اور اسکے حدود کو پہچانتے ہین

جبکہ ہم اُسکے پاس جاوین واقف کر دینگے ہم اُسکے حدود کے نام نہین جانتے ہین تو قاضی اسکو قبول کریگا بشرطیکہ گواہونکی تعدیل ہوگئی ہو اور گواہون کو مع مدعی و مدعا علیہ کے اور اپنے دو امینون کے بھیجیگا تاکہ امینون کے سامنے گواہ اُسکے حدود پر واقف ہون پھر جب واقف ہوے اور کہا کہ یہ اُس گھر کی حدین ہین جسکی ہم نے گواہی دی ہے کہ یہ اس مدعی کا ہے تو قاضی کے پاس لوٹ آوینگے اور دونون امین گواہی دینگے کہ انھون نے گھر اور اسکے حدود پر واقف کیا تو قاضی دونون کی گواہی پر اُس گھر کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دیگا اور یہی حکم کانون اور دکانون اور زمین کے باب مین ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور یہی اظہر ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے بیان کیا کہ جو گھر فلان شہر کے فلان محلہ مین فلان بن فلان عثمانی کے گھر سے ملحق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے وہ اس مدعی کا ہے ولیکن ہم اُسکے حدود نہین پہچانتے ہین پس مدعی نے قاضی سے کہا کہ مین دوسرے گواہ لاتا ہون کہ جو اُسکے حدود کو پہچانتے ہین اور دو گواہ لایا کہ جنھون نے گواہی دی کہ اُسکے حدود یہ ہین تو اس مسئلہ کے حکم مین اختلاف ہے بعضے نسخون مین لکھا ہے کہ قاضی اسکو قبول کر کے مدعی کی ڈگری کر دے گا اور بعض مین ذکر کیا کہ قبول نہ کریگا اور نہ مدعی کی ڈگری کریگا اور یہی اختلاف گانون اور زمین اور دکانون اور تمام عقارات مین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین اور اظہر یہ ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ اکثر گواہی کو برداشت کرنا اسی صورت سے ہوا کرتا ہے کیونکہ شہر کے اندر یا باغ جب کسی زمین یا باغ کی بیع پر جو سواد شہر مین واقع ہے گواہی کراتا ہے تو بیشتر گواہ اُسکے حدود پر حقیقۃً واقف نہین ہوتے اور نہ پہچانتے ہین ولیکن حدود کا ذکر سنتے ہین پس یہین حدود کی گواہی دیتے ہین اگرچہ درحقیقت اُنکو نہین پہچانتے ہین کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی اصح ہے کذا فی القنیہ اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر مدعی ایسے دو گواہون کو نہ لایا کہ جو اُس گھر کے حدود کی گواہی ادا کرین اور قاضی سے درخواست کی کہ میرے ساتھ اپنے دو امین بھیجے کہ گواہ اُسکے حدود اور پڑوسیون کے نام سے واقف ہون تو قاضی اس درخواست کو منظور کریگا پھر جب قاضی نے دونون امینون کو بھیجدیا اور انھون نے گھر کی حدین اور اُسکے پڑوسیون کے نام پہچان لیے پس اگر امینون کے بیان مین اور اُن حدون مین جو گواہون نے بیان کی ہین مطابقت ہے تو قاضی اس گھر کی ڈگری اس گواہی پر مدعی کے واسطے کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ یہ سب اسوقت ہے کہ یہ گھر مشہور نہو اور اگر کسی کے نام سے مشہور ہو جیسے عمرو بن حریث کا مکان کوفہ مین اور زبیر بن العوام کا گھر بصرہ مین مشہور ہے اور گواہون نے ایسے گھر کی بابت کسی کی طرف سے گواہی دی اور حدود کا ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قبول نہو گی اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہو گی اور زمین بھی اگر مشہور ہو تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے بیان کیا کہ فلان شہر کے فلان محلہ مین فلان مسجد کے ملاصق جو مکان ہے وہ اس مدعی کی ملکیت ہے ولیکن ہم پڑوسیون کے نام نہین جانتے ہین پھر مدعی نے کہا کہ مین دو گواہ لاتا ہون جو حدون کی گواہی ادا کرین تو قاضی اسپر التفات نہ کریگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ گواہون نے اگر حدود کو نہ پہچانا اور ثقہ لوگون سے دریافت کر کے حاکم کے نزدیک تفسیر کے ساتھ بیان کیا تو قبول ہو گی۔ گواہون نے مدعا علیہ کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور گھر کی حدین اپنی طرف سے بیان کر دین اور یہ نہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے حدود کا بھی اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہو گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر گواہ نے بیان کیا کہ ایک حد اُسکی میان دیہی زمین سے ملاصق ہے تو اس سے شناخت نہ حاصل ہو گی کذا فی الخلاصہ کیونکہ میان دیہی مجہول ہے جن زمینون کے مالک غائب ہو جاتے ہین یا مر جاتے ہین اور کوئی وارث نہین ہوتا ہے اُنکو میان دیہی بولتے ہین اسیطرح جس زمین کو اُسکا مالک گانون والون کے پاس

خراج کے عوض چھوڑتا ہو وہ بھی میان دیہی کہلاتی ہی اسیطرح جو اراضی چوپاؤن کے چرانے کیواسطے چھوٹی ہو اور تقسیم
مین نہ آئی ہو میان دیہی کہی جاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور مختار یہ ہی کہ قابض کا نام ونسب ذکر کردینا کافی ہی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی۔ اگر گواہ نے کہا کہ ایک حد اس زمین کی فلان شخص کے وارث کی زمین سے ملاصق ہی حالانکہ ہنوز ترکہ مین تقسیم
واقع نہین ہوئی ہی تو بعضون نے کہا کہ قبول ہوگی اور اصح یہ ہی کہ قبول نہوگی اور اگر بیان کیا کہ زمین وقف سے ملاصق
ہی تو وقف کا مصرف بیان کرنا ضرور ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور اگر بیان کیا کہ فلان حد اسکی زمین مملکت سے ملی
ہوئی ہی پس اگر امیر مملکت دو شخص ہون تو جسکی مملکت ہی اُسکا نام ونسب بیان کرنا چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہی دو شخصون
نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے فلان شخص کے باغ کی دیوار توڑ ڈالی ہی پس اگر دیوار کی حدین اور طول وعرض بیان کیا
تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ قیمت کا ذکر نہ کیا ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ مٹی کی تھی
یا لکڑی کی تو اسکی جگہ بیان کرنا بھی ضرور ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کے احاطہ مین دوسرے کا
دروازہ ہی اُسنے چاہا کہ اس دروازہ سے اپنے احاطہ مین جاوے اور دوسرے مالک نے منع کیا۔ تو دروازہ کا مالک اس
بات کا مدعی قرار دیا جائیگا کہ دوسرے کے احاطہ مین دروازہ سے راستہ کا دعوی کرتا ہی پس چاہیے کہ دلیل سے یعنے
گواہی سے ثابت کرے اور احاطہ کا مالک منکر ہی پس قسم سے اسی کا قول معتبر ہوگا اور دروازہ کشادہ ہونے سے اُسکو کچھ
استحقاق حاصل نہوگا پس اگر مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ مین اپنے احاطہ مین اس دروازہ سے جایا کرتا تھا تو اس گواہی سے
کچھ استحقاق حاصل نہوگا مگر جبکہ گواہی مین یہ بیان ہو کہ مدعی کیواسطے ادھر سے پورا راستہ حاصل ہی تو یہ ثبوت بمنزلہ مدعا علیہ
کے اقرار کے ہوگا اور اگر یہ بیان کیا کہ اس مدعی کے واسطے اس دروازہ سے احاطہ تک کامل راستہ ہی تو گواہی قبول
ہوگی اگرچہ راستہ کی حدین اور طول وعرض نہ بیان کیا ہو۔ اور ہمارے اصحاب مین سے بعضون نے بیان کیا کہ اس سے
مراد یہ ہی کہ اگر گواہون نے مدعا علیہ کے اقرار پر گواہی دی اور حدود وطول وعرض مجہول رہے تو اقرار صحیح ہی و لیکن اگر قطعی
طور پر گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور اصح یہ ہی کہ مقبول ہوگی اور راستہ کا چوڑان بقدر چوڑائی دروازہ کے اور طول
احاطہ تک مقرر کیا جاویگا کذا فی المبسوط۔ اور اسی طرح اگر ایک کوچہ کی دیوار مین اُسکے احاطہ کا دروازہ ہو اور اہل کوچہ
ممانعت کرتے ہون تو بھی یہی صورت ہی اور اگر ایک شخص کا پرنالہ دوسرے کے احاطہ مین گرتا ہو تو بھی یہی صورت ہی۔ اسی
طرح اگر کسی دوسرے کی زمین مین نہر ہو اور دونون نے اختلاف کیا تو بھی یہی صورت ہی و لیکن اگر اختلاف کے وقت
اُسمین پانی جاری ہو تو پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور ایسے ہی اگر اُسوقت جاری نہو و لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس سے پہلے
اس شخص کی زمین کی طرف اسمین سے پانی بہکر جاتا تھا تو بھی پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر پرنالہ مین اختلاف
کے وقت پانی جاری ہو تو اختلاف کے وقت اسی کا قول معتبر ہوگا جسکا پانی جاری ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہون
نے گواہی دی کہ اس مدعی کے لیے پرنالہ سے پانی احاطہ مین بہنے کا راستہ ہی تو گواہی قبول ہی پس اگر کہا کہ مینھ کے پانی کا
راستہ ہی تو مینھ کے پانی کا ہوگا۔ اور اگر کہا کہ نشست وشو کے پانی کا راستہ ہی تو اُسکا ہوگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا اور مطلق
چھوڑ دیا تو قسم لیکر گھر کے مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث نے متاخرین سے نقل کیا ہی کہ
انھون نے استحساناً یہ حکم دیا کہ اگر پرنالہ والے کی چھت اسطرف ڈھال ہو اور قدیمی ایسی ہی بنی ہوئی ہو تو اُسکے واسطے
پانی بہنے کا حق ثابت ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر دعوے یا گواہی مین یون ذکر کیا کہ اس دعوے کی زمین کی ایک

حد فلان شخص کی زمین سے ملاصق ہے حالانکہ اس شخص کی گانون مین جا بجا متفرق زمین ہے تو دعوے اور گواہی صحیح ہے اگرچہ اسمین ایک طرح کی جہالت ہے ولیکن ضرورت کی وجہ سے برداشت کی گئی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی زمین کی ملکیت کی گواہی دی اور اُسکے حدود بیان کر دیے اور کہا کہ اُسمین پانچ من بیج مثلاً پڑتے ہین اور مدعی اسکا دعوی کرتا ہے مگر گواہون نے حدود ٹھیک بیان کیے اور بیج کی مقدار بیان کرنے مین خطا کی مثلاً اسمین تین ہی من بیج پڑتے تھے تو شمس الاسلام ابوالحسن سغدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعوے اور گواہی باطل نہوگی اور انکے زمانہ مین بعض مشائخ نے دعوی و گواہی کے باطل ہونیکا حکم دیا ہے اور بعضون نے کہا کہ اسکے حکم مین تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر زمین کے سامنے موجود ہونیکی صورت مین گواہی دی اور اُسکی طرف اشارہ کیا تو قبول ہے اور سامنے نتھی تو گواہی سے وہ زمین ملکیت مین ثابت نہوگی جسمین پانچ من بیج مثلاً پڑتے ہین اور بعضون نے کہا کہ گواہی ہر حال مین مقبول ہوگی اور یہی اظہر ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔

چھٹا باب میراثون مین گواہی ادا کرنے کے بیان مین - ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین فلان میت کا وارث ہون اور دو گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ یہ فلان میت کا وارث ہے کہ اسکے سوا اُسکا وارث نہین ہے تو قاضی وارث ہونیکے سبب کو دریافت کریگا اور قبل دریافت کے حکم نہ دیگا کیونکہ اسباب میراث مختلف ہونے سے معلوم نہونگے پس حکم دینا متعذر ہوگا پس اگر دریافت کرنے سے پہلے گواہ مرگیے یا غائب ہوگیے تو پھر حکم نہ دیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ اُسکے بیٹے کا بیٹا ہے یعنی پوتا ہے یا اُس میت کا بھائی ہے یا دادا یا دادی ہے یا اُسکا مولی ہے تو بدون بیان کے رد کر دیجاویگی اور بیان اس طور سے کرنا چاہیے کہ پوتا وارث ہے یا بھائی اُسکا حقیقی مان باپ کیطرف سے ہے یا صرف باپ کیطرف سے یا صرف مان کی طرف سے ہے اور دادا اُسکے باپ کا باپ ہے یا نانا اُسکی مان کا باپ ہے یا نانی اُسکی مان کی مان ہے یا دادی اُسکے باپ کی مان ہے اور مولی اُسکا آزاد کرنے والا یا آزاد کرنے والی یا آزاد کیا ہوا اور وارث ہے کہ اُسکے سوا ہم میت کا کوئی وارث نہین جانتے ہین یہ کافی مین لکھا ہے۔ اسیطرح اگر کہا کہ اسکا چچا ہے یا چچا کا بیٹا ہے تو بھی جائز نہین ہے یہان تک کہ میت و وارث کا نسب بیان کرین اور بیان کرین کہ چچا یا اُسکا بیٹا مان باپ دونون رشتون سے یا فقط باپ یا مان کے رشتہ سے چچا ہے کہ اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور بیٹا یا بیٹی یا مان یا باپ کی گواہی مین وارث ہونیکی گواہی دینے کی ضرورت نہین ہے کذا فی الکافی اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے میت کا نام ذکر کرنا الفاظ مین ضرورت نہین ہے حتی کہ اگر گواہی دی کہ یہ میت کا دادا باپ کا باپ ہے اور وارث ہے اور میت کا نام نہ لیا تو مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس میت کو آزاد کیا تھا اور یہ شخص مدعی اُس آزاد کنندہ کا عصبہ ہے تو گواہی نامقبول ہوگی جب تک کہ سبب عصبہ ہونیکا کہ بیٹا ہے یا باپ یا بھائی ہے وغیرہ نہ بیان کرین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب وارث ہونیکا بیان کر دیا اور یہ نہ کہا کہ ہم اسکا کوئی دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو گواہی مقبول ہوگی مگر قاضی فی الحال اُسکو مال نہ دیگا بلکہ چندے ورا ثت کا انتظار کریگا کہ شاید کوئی دوسرا وارث ہو پھر جب انتظار کی مدت گذر گئی تو اُسکو دے دیگا اور ہر ایک کا انتظار کرنا قاضی کی رائے پر موقوف ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر گواہون نے کسی کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب بیان کر دیا اور یون کہا کہ ہم اسکے سوا کوئی دوسرا وارث اسکا نہین جانتے ہین تو یہ گواہی مقبول ہے اور قاضی بلا انتظار کے مال اُسکے حوالہ کر دیگا اور یہ کہنا کہ ہم اسکے سوا کوئی دوسرا وارث میت کا نہین جانتے وارث ہونیکی گواہی مین شرط نہین ہے بلکہ یہ انتظار کے ساقط کرنے کے واسطے ضروری ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ اسکے سوا کوئی دوسرا

وارث میت کا نہین ہی تو استحساناً مقبول ہی اور اُسکے معنی یہی ہین بائینگے کہ ہم نہین جانتے ہین یہ حاوی مین لکھا ہی
اور اگر گواہون نے کہا کہ اس زمین مین اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول ہی اور صاحبین رح نے
اسمین اختلاف کیا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اگر گواہون نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اُس کا سبب
بیان کیا اور یہ شخص ایسا ہی کہ تمام مال کا مستحق ہی اور کسی دوسرے کی وجہ سے محجوب نہین ہوسکتا ہی جیسے بیٹا وغیرہ پس اگر گواہون
نے بیان کیا کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو بلاتوقف قاضی تمام مال اُسکو دیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یہ گواہی دی
کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو قاضی اُسکو تمام مال نہ دیگا اور یہانتک توقف کریگا کہ قاضی کی راے مین یہ
آجاوے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت مین ظاہر ہوتا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ
شخص اس عورت میت کا شوہر ہی یا یہ عورت اس مرد میت کی جورو ہی اور اسکے سوا کوئی وارث ہم نہین جانتے ہین تو قاضی
نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دیگا اور اگر یہ نہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہین جانتے ہین تو بالاجماع بڑا حصہ بھی
کو نہ دیگا جبتک کہ تھوڑا انتظار نہ کرلے اور جب اسقدر انتظار کیا کہ دوسرے وارث پیدا ہونیکا غالب گمان جاتا رہا تو امام محمد رحمہ اللہ
تعالی کے نزدیک بڑا حصہ اُسکو دیدیگا یعنی اگر مرد مدعی ہی تو آدھا حصہ اُسکی جورو کے مال سے یا جورو ہی تو چوتھائی مال ترکہ شوہر
سے دلائیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ دلائیگا اگر مرد ہی تو چوتھائی اور اگر عورت ہی تو آٹھوان حصہ اور طحاوی رح
نے اپنی مختصر مین امام ابو حنیفہ رح کا قول امام ابو یوسف رح کے ساتھ لکھا ہی اور خصاف رح نے امام محمد رح کے ساتھ ذکر کیا ہی یہ محیط
مین لکھا ہی دو شخصون نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی وارث ہی اسکے سوا کوئی
وارث ہم نہین جانتے ہین اور قاضی نے اُسکے لیے میراث کا حکم دیدیا پھر انھین دونون نے دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ
میت کا بیٹا ہی تو مقبول نہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے لیا ہی وہ دونون گواہ بیٹے کو ضمان دینگے اور اگر دوسرے کیواسطے یہ گواہی
دی کہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہی پہلے شخص اور اسکے سوا ہم وارث نہین جانتے ہین تو مقبول ہوگی اور پہلے
بھائی کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور گواہون پر نہ پہلے شخص کیواسطے اور نہ دوسرے کے واسطے ڈانڈ آویگی۔ دو گواہون نے
ایک شخص کے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور کہا کہ اسکے سواے ہم وارث نہین جانتے ہین اور اُسکے لیے
میراث کا حکم ہوگیا پھر دوسرے دو شخصون نے دوسرے کیواسطے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی تو پہلے شخص کیواسطے وراثت کا حکم توڑ
جائیگا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس دے اور اگر تلف ہوگیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہی چاہے بھائی سے ضمان
لے یا گواہون سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی اور اگر گواہون سے لی تو وہ بھائی سے واپس
لینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا دادا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر ایک
شخص آیا اور گواہ لایا کہ مین میت کا باپ ہون تو اُسکی ڈگری کیجائیگی اور وہی میراث کا مستحق تر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور دعوی
دادا اس شخص مدعی کا جو باپ ہونے کا دعوی کرتا ہی باپ قرار دیا جائیگا۔ پس اگر باپ نے کہا کہ یہ شخص جو دادا ہونیکا دعوے
کرتا ہی میرا باپ نہین ہی اسکو دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اسکو منظور نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر دو گواہون نے قاضی
کے سامنے بیان کیا کہ اس شخص کو فلان قاضی نے فلان شہر مین فلان میت کا وارث قرار دیا ہی کہ اسکے سواے دوسرا
وارث نہین ہی تو قاضی اُسکی وراثت کا حکم دیگا نہ نسب کا خواہ نسب بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو پس اگر کسی دوسرے نے
گواہ قائم کئے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے وہ شخص پہلا محجوب ہوتا ہی یا یہ مدعی اُسکا شریک ہوتا ہی تو گواہی مقبول ہوگی

ف قوله ظاهر [illegible] ۱۲

مجوب یا شریک کیا جائیگا حتی کہ اگر پہلے نے بیٹے ہونیکے گواہ سنائے تھے اور دوسرے نے بھی بیٹے ہونے کے گواہ دیے تو دونون شریک ہونگے اور اگر دوسرے نے باپ ہونے پر برہان پیش کی تو اسکو چھٹا حصہ میراث کا ملیگا اور پہلے کو باقی میراث ملیگی اور اگر پہلے نے اپنے تئین دادا ہونا بیان کیا اور دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملیگی اور اگر پہلے نے باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو پہلے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو پانچ چھٹا حصہ میراث ملیگی اور اگر دوسرے نے بھی اپنے تئین باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملیگی اور آزاد کرنیکا حق ثابت کرنا مثل باپ کے مسئلہ کے ہی اور دوسرے شخص کے واسطے جب حکم ہوچکا تو پھر پہلے نے اگر گواہ سنائے تو رد کردئے جاوینگے ولیکن اگر اول نے اسکے گواہ سنائے کہ پہلے قاضی نے اسکے باپ ہونیکا حکم دیدیا تھا تو وہ مقدم ہی اور دوسرے کا نسب باطل ہوگا اور اگر دوسرے کے واسطے حکم نہوا ہو کہ پہلے نے گواہ سنائے تو دونون میراث مین شریک ہونگے حتی کہ اگر ایک مرگیا تو دوسرا شخص باپ ہونیکے واسطے متعین ہوگا اور ولاء کا مسئلہ بھی اسی تفصیل سے ہی اور اگر پہلا شخص معتوہ یا نابالغ ہو کہ بیان پر قادر نہیں ہی تو قاضی اسکو بیٹا قرار دیگا اگر مذکر ہی پس اگر دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو اسکو چھٹا میراث دیا جائیگا اور اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو پہلے کے ساتھ مجوب کیا جائیگا اور اگر پہلا مذکر نہو بلکہ مونث ہو تو قاضی اسکو بیٹی قرار دیگا اور بطریق حصہ فرضی اور باقی رد کرکے تمام مال اسی کو دلاویگا پھر اگر دوسرے نے اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو نصف اسکو دلاویگا اور اگر دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو دو تہائی مال دلاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا چچا ہی اور وارث ہی کہ اسکے سواے ہم دوسرا وارث نہیں جانتے ہین پھر دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا بھائی وارث ہی کہ اسکے سواے دوسرا وارث ہم نہیں جانتے ہین پھر تیسرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی اور ہم اسکے سواے وارث نہیں جانتے ہین اور تینون نے ایکبارگی گواہ سنائے تو میراث بیٹے کو دلادی جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ مین فلان بن فلان بن فلان مخزومی مثلاً ہون اور یہ میت فلان بن فلان مخزومی ہی اور دونون ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہین اور مین میت کا عصبہ اور اسکا وارث ہون کہ گواہ اسکے سواے دوسرا وارث نہیں جانتے ہین تو میراث کا حکم اسکے واسطے دیا جائیگا پھر اگر دوسرا شخص آیا اور گواہ لایا کہ یہ میت کا عصبہ ہی پس اگر دوسرے نے بھی مثل اول کے ثابت کردیا کہ مین فلان بن فلان بن فلان مخزومی ہون اور میت فلان بن فلان مخزومی کہ دونون ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہین تو اسکی گواہی قبول ہوگی اور اگر دونون دو قبیلون سے ہون مثلاً پہلے نے دعوی کیا کہ مین عرب سے ہون اور دوسرے نے دعوی کیا کہ مین عجم مین سے ہون تو دوسرے کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دوسرے نے پہلے سے دور کا رشتہ ثابت کیا مثلاً دوسرے نے ثابت کیا کہ وہ میت کے چچا کے بیٹے کا بیٹا ہی تو قاضی اسپر التفات نہ کریگا اگرچہ دونون کسی دادا مین شریک ہون اور ایک قبیلہ سے ہین اور اگر دوسرے نے پہلے سے بڑھکر نسب ثابت کیا مثلاً دوسرے نے دعوی کیا کہ میت میرا بیٹا ہی میرے فراش پر پیدا ہوا ہی اور مین اسکا باپ ہون کہ میرے سوا کوئی وارث نہیں ہی تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر باپ سے اسی قبیلہ سے جسکا ابن عم دعوی کرتا ہو رشتہ ملایا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اور پہلا حکم ٹوٹ جاویگا یعنی میراث اسے ملیگی اور نسب باقی رہیگا حتی کہ اگر یہ باپ مرجاوے تو یہ ابن عم وارث ہوگا بشرطیکہ اس سے زیادہ قریب کا رشتہ دار کوئی دوسرا نہو اور اگر دوسرے نے دوسرے قبیلہ سے اپنا نسب باپ ہونیکا ثابت کیا تو بھی اسکی گواہی قبول ہوگی اور پہلے کیواسطے

جو حکم ہوا تھا وہ میراث اور نسب دونون کے حق مین ٹوٹ جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ میرا ہی مین نے اپنے باپ کی میراث سے پایا ہی اور گواہ لایا کہ جنھون نے گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اسکے باپ کا تھا اور بعد مرنے کے اسکے واسطے میراث چھوڑ گیا کہ ہم اسکے سوا دوسرا وارث اسکا نہین جانتے ہین یا یہ گواہی دی کہ مرتے دم تک اسکے باپ کا رہا ہی تو قاضی یہ گواہی قبول کریگا اور مدعی کی ڈگری کر دیگا اگرچہ گواہون نے یہ نہ بیان کیا کہ اسکے واسطے میراث چھوڑ گیا ہی اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اسکے باپ کے قبضہ مین تھا یا اسکے باپ کے قبضہ مین تھا جسدن مرا ہی تو قاضی ایسی گواہی قبول کریگا اور مدعی کی ڈگری کریگا اور یہی ظاہر الروایت اور اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مرا اور حالیکہ اسی گھر مین رہتا تھا تو مقبول ہی یہ محیط مین ہی اور اگر یہ گواہی دی کہ اس کا باپ اس گھر مین مرا یا اس کا باپ اس گھر مین تھا یہانتک کہ اسمین مر گیا تو قبول نہ ہو گی اور اسیطرح اگر کہا کہ اسکا باپ اسمین داخل ہوا اور مر گیا تو قبول نہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسکا باپ مر گیا حالانکہ وہ اس قمیص کو پہنے تھا یا اس انگوٹھی کو پہنے تھا تو یہ گواہی قبول ہو گی یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے انگوٹھی کی صورت مین مطلقا حکم دیا ہی اور قاضی ابو الہیثم نے تینون قاضیون سے روایت کی ہی کہ وہ لوگ اس صورت مین تفصیل کرتے تھے کہ گواہون نے اگر خنصر یا بنصر مین موت کے دن انگوٹھی پہنے ہونیکا ذکر کیا تو گواہی قبول ہو گی اور اگر سبابہ مین ہونیکا بیان کیا تو نامقبول ہو گی یا درمیان کی انگلی یا انگوٹھے مین بیان کی تو بھی قبول نہو گی لیکن صحیح یہی ہی کہ حکم مطلقا جاری کیا جاوے جیسا کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر بیان کیا کہ اسکا باپ مر گیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پہ لادے ہوئے تھا تو مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا اور وہ اس گھوڑے کا سوار تھا تو وارث کو دلایا جائیگا اور اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا حالانکہ وہ اس بستر پر بیٹھا تھا یا سویا تھا تو قبول نہو گی اور اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مرا اور یہ کپڑا اسکے سر پر تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ حامل تھا تو گواہی مقبول نہو گی اور وارث کو نہ دلایا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر بیان کیا کہ مرنیکے دن اسکا باپ یہ کپڑا اپنے سر پر ڈالے ہوئے تھا تو گواہی مقبول ہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کی ملکیت تھا یا وہ اسمین رہا کرتا تھا یا اسکا مالک تھا پس اگر اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ اسنے اس مدعی کیلئے میراث چھوڑا ہی تو گواہی قبول ہو گی بالاتفاق مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر میراث چھوڑنیکا ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبول نہو گی اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین مقبول ہو گی اور اگر مدعا علیہ نے انمین سے کسی بات کا اقرار کیا تو وہ مدعی کی ملکیت کا اقرار ہو گا اور اگر قاضی اسکو حکم دیگا کہ مدعی کے سپرد کرے یہ فتاوی قاضیخان و محیط مین لکھا ہی اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کا تھا وہ اسمین مرا ہی تو بھی اختلاف ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ اسکے باپ کا تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ مر گیا اور اسکے واسطے میراث چھوڑا پس بعضون نے کہا کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ ایسی صورت مین بالاجماع مقبول نہین ہی اور اسی کو امام فضلی رح نے اختیار کیا ہی اور یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص مر گیا اور اسکے وارث نے گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اسنے اس قابض کو مانگے یا اجرت پر یا ودیعت دیا تھا تو وہ مدعی کو دلایا جائیگا اور اسکی تکلیف نہ دیجائیگی کہ اسکے گواہ سنائے کہ وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص مر گیا اور یہ گھر اپنے فلان بیٹے کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور ہم اسکے سوائے دوسرا وارث نہین جانتے ہین حالانکہ گواہون نے فلان میت کے زمانہ مین اس سے ملاقات نہین پائی تو انکی گواہی باطل ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مدعی کا نسب

میت سے مشہور ہو اور اگر مشہور نہو اور انھون نے ایسی گواہی دی اور میت سے ملاقات نہین پائی تھی تو یہ صورت منتقی مین اسطرح مذکور ہی کہ نسب کے بارہ مین گواہی جائز اور میراث کے حق مین باطل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر کے بارہ مین جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ فلان شخص اس مدعی کے دادا کا تھا اور اسی کی ملک تھا اور گواہون نے اُسکے دادا کی ملاقات پائی تھی اور مدعی یہ دعوی کرتا تھا کہ یہ میرے باپ کا تھا پس اگر گواہون نے میراث کا ذکر کیا کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا تھا اور وہ مرگیا اور اس مدعی کے باپ کیواسطے میراث چھوڑا اور باپ پھر مرگیا اور اس مدعی کیواسطے میراث چھوڑا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر میراث کا ذکر نہ بیان کیا پس اگر باپ سے پہلے دادا کا مرنا نہ معلوم ہو تو بالاجماع گھر مدعی کو نہ دلایا جائیگا اور اگر معلوم ہو تو بھی امام اعظم رح وامام محمد رح و اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی جواب ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ بلا خلاف اس صورت مین گواہی نامقبول ہوگی اور اگر گواہون نے مدعا علیہ کے اقرار کرنیکی گواہی دی کہ اُسنے اقرار کیا کہ یہ گھر مدعی کے دادا کا تھا اور میراث کا بیان نہ کیا تو قاضی وہ گھر مدعی کو دلائیگا بشرطیکہ اُسکا کوئی دوسرا وارث نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر یون گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا ہی اور یہ نہ کہا کہ اس مدعی کے دادا کی ملکیت تھا پس اگر میراث کا تذکرہ کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر نہ ذکر کیا تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک گواہی مقبول نہوگی ولیکن امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق مشائخ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا مقبول ہوگی اور بعضون نے کہا کہ مقبول نہوگی یہ محیط مین ہی کتاب الاقضیہ مین ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہی اور ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میرے باپ نے اس سے ہزار درم کو خریدا ہی اور میرا باپ مرگیا اور بائع اس سے انکار کرتا ہی تو مین اُسکو اسکی تکلیف نہ دونگا کہ اس بات پر گواہ نہ سنائے کہ میرا باپ مرگیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہی ولیکن اسکے گواہ طلب کرونگا کہ جو اسکے سواے دوسرا وارث نہ جانتے ہون پس اگر ایسے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کو حکم دونگا کہ یہ گھر اُسکے حوالہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ گھر سواے بائع کے دوسرے کے قبضہ مین ہو تو دونون باتون کے گواہون کے واسطے تکلیف دیا جاویگا یعنی باپ کی موت اور میراث چھوڑنے کے اور سواے اسکے دوسرا وارث نہین جانتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کتاب الاصل مین ہی کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہی پس اُسکا بھتیجا آیا اور گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے دادا کا تھا وہ مرگیا اور اُسنے میرے باپ اور اس چچا قابض کے درمیان آدھون آدھ میراث چھوڑا ہی اور پھر میرا باپ مرگیا اور اُسنے اپنا حصہ میرے واسطے میراث چھوڑا تو قاضی یہ گواہی قبول کریگا اور گھر اُسکے اور اُسکے چچا کے درمیان نصف نصف مشترک کر دیگا پس اگر ہنوز قابض کے بھتیجے کے گواہون پر قاضی نے حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے گواہ سنائے کہ میرا بھائی یعنی اس مدعی کا باپ میرے والد کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا اور میرے باپ نے اُس سے چھٹا حصہ میراث پایا پھر میرا باپ مرا اور مین نے تمام گھر اسکی میراث مین پایا تو اسکی دو صورتین ہین۔ اول یہ ہی کہ بھتیجے کے قبضہ مین اپنے باپ کے میراث مین سے کچھ نہو اور اس صورت مین بھتیجے کی گواہی اولے ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اُسکے قبضہ مین باپ کی میراث مین سے کچھ ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو اس صورت مین دادا کی تمام میراث مدعی کے چچا کو ملیگی اور مدعی کے باپ کی تمام میراث مدعی کو ملیگی اور ان دونون کی موت گویا ایک ساتھ قرار دیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر ایک شخص اور اُسکے بھتیجے کے قبضہ مین ہی اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ میرا باپ مرگیا اور اسکو میرے واسطے میراث چھوڑا ہی کہ میرے سوائے وارث نہین ہی تو دونون کو آدھا آدھا دلایا جائیگا پس اگر چچا نے کہا کہ میرے باپ اور بھائی کے درمیان آدھا آدھا تھا اور بھتیجے نے اُسکی تصدیق کی ولیکن بھتیجا نے کہا

کہ میرا بھائی میرے باپ کے انتقال سے پہلے مرگیا تھا پس اُسکا حصہ تیرے اور تیرے دادا کے درمیان چھ حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا پھر تیرا دادا مرگیا اور اسکا چھٹا حصہ بھی مجھے ملا ہے پھر بھتیجے نے کہا کہ دادا نے پہلے انتقال کیا اور دادا کا حصہ میرے باپ اور تیرے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگیا پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور وہ حصہ بھی مجھے ملا پس اگر دونوں نے یا ایک نے گواہ نہ قائم کیے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں چھوٹ گیے اور جیسا پہلے حال تھا وہی بعد قسم کے رہیگا اور قبل قسم کے گھر دونوں میں نصف نصف تھا اور اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو قسم کھا لینے والے کیواسطے ڈگری کردیجائیگی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو اُسکے موافق اُسکی ڈگری کردیجائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو آدھا آدھا تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے گواہ علیحدہ علیحدہ قائم کیے کہ یہ گھر جو زید کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں مدعی میں سے ہر ایک کے باپ کا تھا کہ اُسنے مرتے وقت بعد اسکے واسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور ان دونوں مدعیوں میں سے ایک مدعی اُس قابض کا بھتیجا ہے اور وارث ہے کہ اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے ہنوز گواہوں کی تعدیل نہوئی تھی کہ زید مرگیا اور وہ گھر اِس مدعی کے قبضہ میں آگیا جو اُسکا بھتیجا تھا اور قابض نے کسی کو وصیت بھی نہیں کی تھی یعنی وصی نہیں بنایا تھا پس اگر فریقین گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اگرچہ بھتیجا قابض ہوگیا ہے پس اگر دوسرے مدعی اجنبی نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہے میں نے اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے تو سماعت نہوگی اور اگر زید کی موت کے بعد ایک کے گواہوں کی تعدیل ہوگئی اور دوسرے کی نہوئی اور قاضی نے سب گھر کی ڈگری اسکی کردی پھر دوسرے کے گواہوں کی تعدیل ہوئی تو اُسکے لیے کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ وہ اُن گواہوں کو دوبارہ سناوے یا دوسرے گواہ لاوے اور اُنکی تعدیل ہو اور وہ گواہی دیں کہ یہ گھر بسبب میراث کے اُسی کا ہے تو تمام گھر اُسکو دلایا جائیگا پھر اگر اُس شخص نے جسکے واسطے پہلی ڈگری ہوئی تھی یہ کہا کہ میں دوبارہ گواہ لاتا ہوں کہ یہ گھر میرا ہے تو اُسکی سماعت نہوگی۔ اگر اجنبی نے زید کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور اُسکے بھتیجے نے اُسکے مرنے کے بعد گواہ سنائے اور دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہوئی تو وہ گھر دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر بھتیجے نے گواہ قائم نکیے یہانتک کہ اجنبی کے واسطے ڈگری کردی گئی پھر بھتیجے نے اجنبی پر گواہ قائم کیے تو بھتیجے کو دلادیا جائیگا اور اگر بھتیجے نے چچا کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور اجنبی نے مرنے کے بعد قائم کیے اور دونوں گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو اجنبی کی ڈگری کیجائیگی اور اگر ہر ایک نے زید کی زندگی میں ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مرگیا اور بھتیجا اُسکا جو مدعی ہے وارث ہوا پھر ہر ایک نے دوسرا گواہ قائم کیا اور گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور بعد آدھا آدھا حکم ہونے کے اگر کسی نے دونوں میں سے کہا کہ میں دوسرے پر گواہ قائم کرتا ہوں تو التفات نہ کیا جاویگا اگر ہر ایک نے زید پر ایک ایک گواہ قائم کیا پھر جب زید مرگیا تو مدعی اجنبی نے دوسرا گواہ قائم کیا اور اُنکی تعدیل ہوگئی اور قاضی نے اجنبی کی ڈگری تمام گھر کی کردی پھر بھتیجا دوسرا گواہ لایا تو اُسکی طرف التفات نہ کیا جاویگا اور اگر بھتیجے نے دونوں گواہ دوبارہ اجنبی پر قائم کیے تو بھتیجے کی ڈگری کردیجائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص مرگیا اور دو شخصوں نے اُسکی میراث کا دعوی کیا کہ ہر ایک دعوی کرتا ہے کہ میت میرا آزاد کیا ہوا غلام ہے اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور آزاد کرنیکا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو میراث دونوں میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی اور اگر آزاد کرنیکا وقت مقرر کیا تو جسکا وقت مقدم ہے وہی اولے ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور بشر نے امام ابو یوسف رح سے روایت ہے

کہ دو شخص باپ کی طرف سے بھائی ہین اور دونون کے ہاتھ مین ایک گھر ہی کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میری مان کا تھا اُسنے انتقال کیا اور میرے اور میرے باپ کے درمیان چار حصون پر تقسیم ہو کر مجھے میراث مین ملا یعنی تین چوتھائی مجھے ملا اور ایک چوتھائی میرے باپ کو پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ حصہ چہارم میرے اور تیرے درمیان رہا اور دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے باپ کا ہی اُسنے بعد مرنے کے میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑا ہی تو امام ثانی رحمہ نے فرمایا کہ مین اُسکی گواہی قبول کرونگا جو تین چوتھائی کا دعوی کرتا ہی اور دوسرے کے گواہ قبول نہ کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی

ساتوان باب

دعوی اور گواہی مین اختلاف و تناقض واقع ہونیکے بیان مین اور کن صورتون مین اپنے گواہون کو جھٹلانا ہوتا ہی اور کن صورتون مین نہین ہوتا ہی واضح ہو کہ مشہود لہ وہ شخص جسکی طرف سے گواہی دی مشہود علیہ وہ شخص جسپر گواہی دی مشہود بہ وہ چیز جسکی بابت گواہی دی گواہی اگر دعوی کے موافق ہو تو مقبول ہوگی ورنہ نہین یہ کنز مین لکھا ہی اور موافق ہونا لفظ مین معتبر نہین ہی صرف معنی مین موافق ہونا چاہیے حتی کہ اگر غصب کا دعوی کیا اور گواہون نے مدعا علیہ کے غصب کا اقرار کرنے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ غایۃ البیان مین لکھا ہی۔ اور موافق ہونے مین یا تو ٹھیک مطابق دعوی کے ہو یا اُس سے کم ہو اور اگر دعوی سے زیادہ ہو تو موافقت نہوگی یہ فتح القدیر مین ہی اور اس باب مین چند فصلین ہین۔

فصل اول

دین یعنی مال غیر معین از درم و دینار و قرضہ کے دعوی کے بیان مین۔ اگر مدعی نے ڈیڑھ ہزار کا دعوے کیا اور گواہون نے پانچسو کی گواہی دی تو بدون اسکے کہ مدعی دونون قولون مین توفیق کا دعوے کرے یا گواہ کے بیان سے توفیق ثابت ہووے پانچسو کی ڈگری کر دیجاویگی اسی طرح اگر ایک ہزار کا دعوی کیا اور پانچسو کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے پانچسو درم کا دعوی کیا اور گواہون نے ہزار درم کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی مگر جبکہ دونون قولون مین اسطرح توفیق دے کہ واقعی میرے ہزار درم اُسپر قرض تھے ولیکن اُسنے پانچسو درم مجھے ادا کر دیے یا مین نے اُسکو معاف کر دیے تھے اور گواہون کو یہ بات معلوم نہ تھی تو گواہی قبول ہوگی اور پانچسو درم کی ڈگری کیجاویگی اور جسطرح توفیق دی ہی اُسپر گواہ لانے کی ضرورت نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر پانچسو درم کا دعوی کیا اور گواہون نے ایک ہزار کی گواہی دی پس مدعی نے کہا کہ صرف میرے پانچسو درم اُسپر ہین اور ہزار درم پہلے میرے اُسپر تھے ولیکن مین نے پانچسو درم وصول کر لیے اور اس کلام کو ملا کر بیان کیا یا جدا کر کے تو گواہی جائز ہی اور پانچسو درم دلائے جاوینگے اور اگر یہ بیان کیا کہ میرے صرف پانچسو درم ہی تھے تو گواہی باطل ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر قرضدارون نے دعوی کیا کہ قرضخواہ نے یعنی مالک مال نے مجھے بری کر دیا ہی یا مجھے حلال کر دیا ہی اور چند گواہ لایا کہ انھون نے گواہی دی کہ مالک مال نے بھر پانیکا اقرار کیا تو قاضی قرضدار سے دریافت کریگا کہ بری کرنا یا تحلیل کس طور سے تھی کیا اُسنے ساقط کر دیا تھا یا قرضہ بھر پایا تھا پس اگر اُسنے کہا کہ بھر پایا تھا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر کہا کہ اُسنے ساقط کر دیا تھا تو قبول نہوگی یہ ضیا اگر خاموش رہا تو امام محمد رحمہ نے اصل مین لکھا ہی کہ قاضی اُسپر جبر نہ کریگا ولیکن گواہی قبول نہ کریگا جبتک کہ بیان نکرے کہ توفیق ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ قرضدار نے ... کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مالک مال نے ... کیا ہی تو جائز ہی اور قاضی ... دریافت کریگا ... قرضدار کی ... ثابت ہوگی ... کہ اُسنے تمام مال ادا کر دیا ہی اسوجہ سے بری ہوگیا ... تھا اور ... ادا کر دینے ... اور گواہون نے بری کر دینے کی گواہی دی ... صاحب مال ...

مال اصیل سے لے لیوے اور کفیل کو اختیار نہو گا کہ اصیل سے کچھ مال وصول کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر قرضدار نے ادا کردینے کا دعوی کیا اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو ہبہ یا صدقہ کردیا یا یہ حلال ہوگیا یا حلال کردیا یا مدعی نے ہبہ یا صدقہ وغیرہ کا دعوی کیا اور گواہون نے بھی پانیکی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ منتقی مین لکھا ہی کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ زید کے عمرو پر ہزار درم ہین کہ انمین سے اسنے سو درم وصول پالئے ہین اور طالب نے کہا کہ مین نے کچھ وصول نہین پایا ہی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی کہ ہزار درم قرضہ کا حکم دیا جائیگا اور سو درم وصول پانیکا فیصلہ کیا جائیگا کہ اسنے سو درم وصول پائے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسکے زید پر ہزار درم قرض ہین اور اسنے پانچسو درم وصول پائے ہین اور اسنے ادا کردیے ہین اور طالب نے بیان کیا کہ میرے اسپر ہزار درم ہین اور مین نے کچھ وصول نہین پایا ہی اور گواہون نے ہزار درم قرض ہونا راست بیان کیا اور پانچسو درم وصول پانے مین انکو وہم ہوا ہی تو گواہون کی گواہی اگر عادل ہین قبول ہوگی اور اگر طالب نے یون بیان کیا کہ گواہون کی گواہی قرضہ کی بابت صحیح ہی اور پانچسو درم ادا کردینے کی بابت دروغ اور جھوٹ ہی تو گواہی قبول نہوگی کیونکہ اسنے اپنے گواہون کو خود فاسق ٹھہرایا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسکے زید پر ہزار درم تھے ولیکن اسنے اسکو بری کردیا ہی اور مدعی نے کہا کہ مین نے بری نہین کیا ہی اور مشہود علیہ نے کہا کہ مجھپر کچھ نہین تھا اور نہ اسنے مجھے بری کیا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر گواہی براءت متروک نہ کرتا تو مین ہزار درم کا حکم مدعا علیہ پر جاری کرتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر ہزار درم ہونیکی گواہی دی اور مدعی اسکا دعوی کرتا ہی اور یہ بھی گواہی دی کہ مدعا علیہ کے مدعی پر سو دینار ہین اور مدعی اس سے انکار کرتا ہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنا گھر مجھے کرایہ پر دیا تھا اور مال کرایہ لے لیا تھا اور پھر مر گیا تو اجارہ ٹوٹ گیا اب مجھے اپنا مال ملنا چاہیے پھر گواہون نے گواہی دی کہ اجارہ دینے والے نے مال اجارہ وصول پانیکا اقرار کیا ہی تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ عقد اجارہ واقع ہونیکی گواہی نہ دی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ گواہون نے ایک شخص کیطرف سے گواہی دی کہ اسکے ہزار درم باندی کے مول کے زید پر آتے ہین اور مشہود لہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان گواہون کو اسی بات پر گواہ کیا تھا اور درحقیقت میرے ہزار درم اسپر ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہین تو گواہی جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہی کہ جب گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم باندی کے دام اپنے اوپر قرض ہونیکا اقرار کیا ہووے کیونکہ یہ مسئلہ جو بیان کیا جاتا ہی اسطرح محفوظ ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم ایک اسباب کے درم قرض ہونیکا دعوی کیا اور گواہون نے بیان کیا کہ وہ ایک باندی کی قیمت ہی جو اسنے اس مدعی سے غصب کرلی تھی اور ہلاک ہوگئی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر صورت مسئلہ یہی رہی اور اقرار مدعا علیہ پر گواہی دین تو مقبول ہوگی یہ محیط اور خلاصہ اور ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اسنے انکو گواہ نہین کیا تھا تو قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو قفیز گیہون بسبب بیع سلم ہونے کے دعوی کیا کہ سب شرطین سلم صحیح ہونیکی موجود تھین اور گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اپنے اوپر سو قفیز قرض ہونیکا اقرار کیا ہی اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو بعضون نے کہا کہ گواہی قبول نہوگی اور بعضون نے کہا قبول ہونی چاہیے اور اول اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر قرضہ کا دعوی کیا اور گواہی گذری کہ مدعی نے انکو سو درم دیے تھے اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے قبضہ کیا تو قبضہ مدعا علیہ کا ثابت ہوگا اور اگر وہ کہے کہ مین نے بطور امانت کے قبضہ کیا ہی تو قول اسی کا لیا جاویگا پھر اگر مدعی نے یہ دعوی کیا کہ بطور قرض کے اسنے قبضہ کیا ہی تو اسکے گواہ لانیکی ضرورت

ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ دیناروں کا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو دینار دیے ہین تو گواہی نامقبول ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے قرض کا دعوی کیا اور گواہون نے مدعا علیہ کے مال کا اقرار کرنیکی گواہی دی تو بدون سبب بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر دس دینار قرض کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ذاوروا دنی است یعنی مدعا علیہ کو دینا چاہیے ہین تو اس سے قرضہ ثابت نہوگا اور اگر کہا کہ وا دنی است بسبب قرض یعنی بسبب قرض کے دینا چاہیے ہین تو مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعوی کیا اور سبب نہ بیان کیا اور گواہون نے سبب بیان کیا تو گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ محیط مین لکھا ہے کہ اگر قرض کے مانند سبب کا دعوی کیا اور گواہون نے مطلق درم و دینار کی اُسکے ذمہ ہونیکی گواہی دی تو شمس الاسلام اوزجندی فرماتے تھے کہ ایسی گواہی قبول نہوگی اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبول ہوگی اور اگر ہزار درم کا دعوی کیا اور کہا کہ پانچسو درم ایک غلام کے دام ہین جو اس نے مجھسے خرید کر قبضہ کیا تھا اور پانچسو درم کسی اسباب کے دام ہین جو اُس نے مجھسے خرید کر قبضہ کیا تھا اور گواہون نے صرف پانچسو درم کی مطلق گواہی دی کوئی سبب نہ بیان کیا تو گواہی پانچسو کی مقبول ہوگی اور سبب کا بیان کرنا ضرور نہین ہے اور یہ مسئلہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے دعوے مین اگر سبب بیان ہوا اور گواہون نے مطلقاً گواہی دی تو مقبول ہوتی ہے اور سبب بیان کرنا شرط نہین ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسی پر فتوے دیتے تھے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔

دوسری فصل املاک کے دعوی کے بیان مین۔ اگر مدعی نے نقط وار کے ساتھ دعوی کیا اور گواہون نے لفظ بیت کے ساتھ اُسکی طرف سے گواہی دی تو بعضون نے کہا کہ ہمارے محاورہ عرف کے موافق قبول ہونا چاہیے اور یہی اظہر ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر مدعی نے تمام گھر کا دعوی کیا اور گواہون نے آدھے گھر کی گواہی دی تو جائز ہے اور آدھے گھر کی ڈگری مدعی کو دیجائیگی اور کچھ توفیق کی ضرورت نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی ملک کا مطلقاً دعوے کیا اور گواہون نے کسی سبب معین کے ساتھ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے۔ مگر قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ کیا تو اسی سبب سے ملک کا دعوی کرتا ہے جسکی گواہون نے گواہی دی ہے یا کسی اور سبب سے دعوے کرتا ہے پس اگر گواہون کے بیان کیے ہوے سبب سے دعوی کرنا ظاہر کیا تو اُسکے لیے ملکیت کا حکم دیدیگا اور اگر کسی دوسرے سبب سے دعوی کرنا بیان کیا یا کہا اس سبب سے دعوی نہین کرتا ہون تو اُسکے گواہون کی گواہی قبول نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی پھر مطلقاً ملکیت کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی دی پھر کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز سے میری ملک مین پیدا ہوئی ہے اس سبب سے مین اسکا مالک ہون اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے ملکیت مین ملک سے پیدا ہونیکے سبب سے ملک کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص کے پاس ایک گھوڑے پر دعوی کیا اور کہا کہ میری ملکیت مین ملک سے پیدا ہونیکے سبب سے اور گواہون نے بیان کیا کہ اسنے فلان شخص سے خرید کیا ہے اس واسطے اسکا ہے تو مقبول نہوگی ولیکن اگر یون توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت مین پیدا ہوا تھا پھر مین نے اسکو مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پھر اس سے خرید لیا ہے پس جبتک اسطرح توفیق کا دعوی نہ کرے تب تک گواہی قبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر ملک

مطلق کا دعوی کیا اور گواہون نے بیان کیا کہ اِسنے اِسکو اپنے باپ کی میراث مین پایا ہی یا فلان شخص سے خریدا ہی اور وہ اس کا مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اِسکا فی الحال مالک ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شی معین مدعی کو دلائی جاویگی ولیکن قاضی کو روا ہی کہ گواہون سے دریافت کرے کہ تم جانتے ہو کہ اُسکی ملک سے نکل گئی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث مین ملی ہی اور اُسکے گواہون نے بیان کیا کہ یہ چیز اِسکو اور اِسکے بھائی کو اسکے باپ کی میراث سے ملی ہی تو گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شی پر کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور اُسکی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھسے ایک مہینہ ہوا کہ لیکر قبضہ کر لیا ہی اور گواہون نے ملک مطلق کا بلاتحریر تاریخ گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور اگر اسکا عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہی اور میراث کے سبب سے ملک کا دعوی بمنزلہ ملک مطلق کے دعوی کے ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ دعوی کیا کہ ایک سال سے یہ میرا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ بیس برس سے اسکا ہی تو گواہی باطل ہی اور اگر مدعی نے بیس برس سے ملکیت کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک سال سے اسکا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعوے کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھسے ایک مہینہ سے لیکر قبضہ کر لیا ہی اور ناحق لیکر قبضہ کر لیا ہی اور گواہون نے اسکی ملکیت کی گواہی دی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ کب سے لیکر اُسنے قبضہ کیا ہی تو گواہی قبول نہوگی۔ اسی طرح اگر مدعی نے بلامیعاد مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا یعنی دعوے مین اُسنے کچھ مدت نہ بیان کی اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کر لیا ہی تو بھی قبول نہوگی ولیکن اگر مدعی نے اسطرح توفیق دی کہ میری یہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اُسنے قبضہ کر لیا ہی تو مقبول ہوگی اور بعضون نے کہا کہ بدون توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی مدعی نے دعوی کیا کہ اِسنے اسقدر میرا مال ایسی وجہ سے اپنے قبضہ مین کیا ہی کہ اسپر واپس کرنا ضرور ہی اور گواہون نے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے ایسی وجہ سے قبضہ کیا ہی کہ اسکو واپس کر دینا واجب ہی تو اصل قبضہ کے باب مین گواہی مقبول ہوگی پس واپس دینا واجب ہوگا کذا فی البحرالرائق اور اسیطرح اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہی تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر دعوی کیا کہ اِسنے میرے اسقدر مال پر قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہی اور اُسکے گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے بطریق سود لینے کے قبضہ کیا ہی تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر مدعی نے غصب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا اور گواہون نے سود کی وجہ پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے میرے ہان سے ایک اونٹ ناحق اپنے قبضہ مین کر لیا ہی اور اُسکی قیمت اور رنگ ذکر کر دیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلان شخص کا اونٹ اپنے قبضہ مین کر لیا ہی یعنی مدعی کے سوائے دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہانتک کہ جبراً حاضر لانے کا حکم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر گواہون نے بیان کیا کہ اس شخص نے فلان شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اُسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور مغصوب منہ نے کہا کہ مجھے اُسنے واپس نہین دیا اور اُسی کے پاس مر گیا ہی اور مشہود علیہ نے کہا کہ نہ مین نے غصب کیا اور نہ میرے پاس مر گیا اور نہ ہمین کوئی چیز واقع ہوئی تو فرمایا ہی کہ مین اُسکی قیمت مدعی کو دلاؤنگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اُسکے مالک نے اُس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہی اور مغصوب منہ نے بیان کیا کہ میرے پاس سے اُسنے غصب کر لیا ہی مگر مین نے اُسکے پاس غلام کو قتل نہین کیا اور وہ اُسی کے پاس مر گیا ہی اور مشہود علیہ نے بیان کیا کہ مین نے کوئی غصب نہین کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میرے پاس مار ڈالا ہی

تو اس صورت مین بھی مدعا علیہ پر غلام کی قیمت واجب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے
ہلاک کر ڈالا ہی اور گواہون نے مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو قبول ہوگی۔ مدعی نے دعوے کیا کہ اس نے میرے
مال مین سے اسقدر اسباب تلف کیا اور اسپر اسکی قیمت واجب ہی اور گواہون نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ
فروخت کر کے سپرد کر دیا ہی تو گواہی مقبول ہی اور اگر فقط بیع کر دینا ذکر کیا اور سپرد کرنا نہ ذکر کیا تو یہ گواہی تلف کر دینے پر درست نہوگی
یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر دعوی کیا کہ اسنے میرا گدھا غصب کر لیا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ گدھا مدعی کی ملک ہی اور اس
شخص کے قبضہ مین ناحق ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر دس من آٹا مع بھوسی سلے ہوے کا
دعوے کیا اور گواہون نے آٹے کی بدون بھوسی کے گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر چھنے ہوے آٹے کا دعوی
کیا اور گواہون نے بے چھنے ہوے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر مدعی نے کھری چاندی کا دعوے کیا اور وزن بیان
کر دیا اور گواہون نے چاندی اور وزن کی گواہی دی اور کھری وغیرہ صفت کا بیان نہ کیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور ردی
چاندی دلوائی جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسپر ایک شخص نے
دعوے کیا کہ یہ گھر میرے اور قابض کے درمیان نصف نصف ہی کہ مجھے باپ کی میراث مین ملا ہی اور قابض نے اسکا انکار کیا
اور کہا کہ سب میرا ہی پھر مدعی گواہ لایا کہ جنھون نے گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے باپ کا ہی اور وہ مر گیا اور اس نے اس
مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہی اور اسکے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہی پس امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر پہلے مدعی نے یہ
دعوی نہین کیا کہ اسمین سے آدھا قابض کو میری طرف سے نکل گیا ہی تو اسکے گواہون کی یہ گواہی باطل ہوگی اور اگر مدعی نے
کہا کہ مین نے اسکا آدھا مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو قاضی اسکو بیع کر دینے کے دعوی مین صادق نہ
جانیگا اور نہ اسکو اپنے گواہون کو جھٹلانے والا گردانیگا اور آدھے گھر کی ڈگری اسکے نام میراث کی وجہ سے کر دیگا۔ اور اگر وہ اسکے
گواہ لایا کہ مین نے آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہی یا اسنے اس شرط پر مدعا علیہ سے صلح کر لی ہی کہ آدھا گھر اس
کے سپرد کر دے تو گواہی قبول ہوگی اور تمام گھر کی ڈگری اسکے نام کر دیگا اور آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت ہونے کا حکم
دیگا بشرطیکہ مدعی نے بیع کا دعوی کیا ہو اور مدعا علیہ پر ثمن واجب ہوگا اور اگر صلح کر لینے پر اسنے گواہ قائم کیے تھے تو صلح باطل
کر کے تمام گھر مدعی کے حوالہ کیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ منتقی مین لکھا ہی کہ کسی نے یہ دعوی کیا کہ اس گھر مین سے آدھا بے بانٹا
ہوا میرا ہی اور وہ گھر دو شخصون کے قبضہ مین تھا کہ دونون نے اسکو تقسیم کر لیا تھا اور ایک غائب ہو گیا تھا اور مدعی نے حاضر سے
جھگڑا کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی کا یہی آدھا ہی جو اس حاضر کے قبضہ مین ہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ وجیز کردری
مین لکھا ہی اگر ایک مال معین کسی شخص کے قبضہ مین تھا اسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے پھر مدعی نے
کہا کہ یہ مال ہرگز کبھی میرا نہ تھا تو گواہی باطل، ورنہ مقبول ہوگی اور اگر حکم قاضی ہو چکا تھا تو باطل ہو جاویگا اور اسیطرح اگر ہرگز
کا لفظ نہ کہا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور گواہ پیش کیے
کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ یہ غلام مدعی کی ملک ہی تو گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے
کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مین نے مدعی سے خریدا ہی اور مدعی نے کہا کہ اسنے یہ اقرار کیا ولیکن مین نے اسکے ہاتھ
نہین فروخت کیا ہی تو مدعی غلام کو لے لیگا اسیطرح اگر قبضہ بطور تملیک لینے کے واقع ہونیکا اقرار کیا اور گواہون نے
گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے مجھے کرایہ پر دیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے یہ

ہاتھ اتنے دامون کو فروخت کیا ہی یا یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تب بھی یہی حکم ہی اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا ہی تو قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کر لینے کا اقرار کیا یا یہ اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس رہن کیا ہی تو مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور کہا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ باندی اسکی ہی تو یہ مسئلہ کسی کتاب مین مذکور نہین اور مشائخ نے ایسی گواہی مین اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ قبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہوگی اور یہی اصح ہی یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دعوی کیا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے دعوی کیا کہ یہ میری ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول ہوگی۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوے کیا اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے قبضہ مین تھا تو ظاہر الروایت کے موافق گواہی نامقبول اور ڈگری نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک گھر کا دعوی کیا اور اسمین سے ایک کوٹھری اور اسکے جانے کا راستہ اور تمام حقوق و مرافق کو نکال دیا پھر گواہون نے اسکے واسطے گھر کی گواہی دی اور جو کچھ مدعی نے نکال ڈالا تھا اسکا استثنا نہ کیا تو مقبول نہوگی ولیکن اگر مدعی نے توفیق اسطرح دی کہ سب گھر میرا تھا ولیکن جو کچھ مین نے نکالا ہی وہ اسکے ہاتھ بیچ ڈالا تھا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے ایک دار کی کسی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی اور مشہود لہ نے کہا کہ اسمین سے فلان بیت سوائے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہی میرا نہین ہی تو اسنے اپنے گواہون کی تکذیب کی پس اگر اس نے قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ بیان کیا تو اسکے لیے اور دوسرے مقرلہ کے لیے کسی چیز کی ڈگری نہوگی اور اگر حکم دینے کے بعد بیان کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلان شخص کے واسطے جو اقرار کیا ہی وہ جائز رکھونگا اور فلان شخص کو دلا دونگا اور باقی دار مدعا علیہ کو واپس دلا دونگا اور یہ مدعی اس بیت کی قیمت جو اس نے دوسرے فلان شخص کے واسطے اقرار کیا ہی مشہود علیہ کو ڈانڈ دیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک دار کا دعوے کیا اور گواہ لایا اور عمارت کا حکم تبعًا دیدیا گیا پھر مدعی نے کہا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہی یا مدعا علیہ نے اسپر گواہ پیش کیے تو عمارت اسکو دلا دیجاویگی اور زمین کی بابت جو حکم ہوا ہی وہ باطل نہوگا اور اگر گواہون نے اپنی گواہی مین عمارت کو بھی صاف ذکر کیا تھا اور حکم قضا اس کے ساتھ بھی متعلق ہوا تھا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہی تو حکم قضا باطل ہوگا پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ عمارت اسکی ہی تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی منتقی مین ہی کہ اگر گواہون نے کسی شخص کی طرف سے ایک دار کی گواہی دی پھر جب انکی تعدیل ثابت ہوگئی تو مدعا علیہ نے کہا کہ عمارت میری ہی مین نے بنوائی ہی اور اسپر گواہ پیش کرنے چاہے پس اگر مدعی کے گواہ حاضر ہون تو قاضی ان سے دریافت کریگا کہ عمارت کس کی ہی پس اگر انھون نے کہا کہ مدعی کی ہی تو مدعا علیہ کے قول کی طرف التفات نہ کریگا اور اگر انھون نے کہا کہ ہم نہین جانتے کہ عمارت کسکی ہی ہان اسکی ہم گواہی دیتے ہین کہ زمین مدعی کی ہی تو عمارت مدعا علیہ کو دلائی جائیگی بشرطیکہ گواہ قائم کرے اور حکم دیا جائیگا کہ عمارت گرا کر زمین مدعی کے سپرد کرے اور اگر مدعا علیہ گواہ نہ لایا تو قاضی مدعی کی گواہی پر اسکے واسطے زمین کی ڈگری کر دیگا اور عمارت زمین کے تابع ہوگی بعد ازان اگر مدعا علیہ گواہ لایا کہ عمارت میری ہی تو لے لیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی منتقی مین ہی کہ اگر گواہ مدعی دار کی گواہی دیکر مرگیے یا غائب ہوگیے اور مدعی کو یہ قدرت نہ رہی کہ پھر انکو

حاضر کرے پھر ایک شخص آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ اس دار کی عمارت میری ہے اور اُسکے دو گواہون نے اسپر گواہی دی تو
قاضی دار کے مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کر دیگا اور عمارت دونون مدعیون مین نصف نصف تقسیم ہو گی پھر اگر مدعا علیہ
نے حکم قاضی سے پہلے یا بعد اُسکے گواہ پیش کیے کہ عمارت میری ہے تو مقبول نہین ہے اور اگر مدعی کے گواہون نے بیان کیا
کہ زمین مدعی کی ہے اور ہم نہین جانتے ہین کہ عمارت کسکی ہے تو مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کیجائیگی اور عمارت کی ڈگری خاص
اُسکے مدعی کے لیے ہو گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جس زمین مین خرما وغیرہ کے درخت ہون اور گواہ درختون اور زمین کی
تفصیل نہ بیان کرین تو اُسکا حکم مثل دار کے ہے اور قاضی زمین کی ڈگری مدعی کے واسطے کرے گا اور درخت اُسکے تابع
ہونگے نہ یہ کہ گواہی درختون پر معتبر ہو گی۔ اور اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ یہ انگوٹھی یا یہ تلوار فلان مدعی کی ہے اور نگینہ اور
حلیہ کا ذکر نہ کیا تو قاضی مدعی کے واسطے انگوٹھی مع نگینہ اور تلوار مع حلیہ کے ڈگری کر دیگا بدون اسکے کہ نگینہ اور حلیہ
کی نسبت گواہی کی وجہ سے حکم دینا معتبر ہوا اور اسی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے نگینہ یا حلیہ اپنی ملکیت ہونے کے گواہ
پیش کیے تو اُسکے لیے حکم ہو جائیگا خواہ قاضی نے اسکے لیے مدعی کے واسطے پہلے حکم دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فصول عمادیہ مین
لکھا ہے۔ ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین ہے اور اسکی لڑکی دوسرے کے قبضہ مین ہے پھر ایک مدعی نے باندی کے
قابض پر نالش کی کہ یہ میری ہے اور قاضی نے اُسکی ڈگری کر دی تو اُسکو باندی کی لڑکی لینے کا اختیار اسی حکم سے حاصل
نہو گا اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک درخت ہے اور اُسکے پھل دوسرے کے پاس ہین پھر ایک مدعی نے درخت
کے قابض پر گواہ پیش کر کے قاضی کے حکم سے درخت لے لیا تو اس حکم سے اُسکو پھل لے لینے کا اختیار نہو گا یہ فتاوی قاضیخان
مین منقول ہے اگر گواہون نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے
اور اُسکی ڈگری ہو گئی پھر گواہ غائب ہو گیے یا مر گئے اور معلوم ہوا کہ اس باندی کی کوئی اولاد مشہود علیہ کے پاس ہے کہ
جسکو گواہون نے نہین دیکھا تھا تو مدعی اُسکو لے لیگا اور اسیطرح اگر مدعا علیہ کے پاس باندی کی اولاد ہونا معلوم ہو مگر
گواہون نے صرف باندی کی گواہی دی تو بھی مدعی باندی مع اولاد حکم قاضی سے لے لیگا اور اگر قابض نے کہا کہ مین اسکے
گواہ پیش کرتا ہون کہ یہ اولاد میری ہے تو قاضی التفات نکریگا اور باندی مع اولاد مدعی کو دلا دیگا پھر جب قاضی نے ایسا حکم
دیدیا پھر گواہ حاضر ہوے اور کہا کہ اولاد مدعی کی نہین ہے مدعا علیہ کی ہے تو قاضی اُسکو نہ دلا دیگا اگرچہ گواہ لاوے۔ اور اگر
حکم دینے سے پہلے گواہ حاضر تھے اور قاضی نے اُن سے دریافت کیا کہ اولاد کس کی ملک ہے انھون نے کہا کہ مدعا علیہ کی
ہے یا کہا کہ ہم نہین جانتے ہین تو قاضی اولاد کی نسبت کچھ حکم نہ دیگا اور باندی مدعی کو دلا دیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک
شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور گواہ سنائے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر مدعی
نے اقرار کیا کہ یہ گھر سواے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہے میرا حق اسمین نہین ہے اور فلان شخص نے خواہ اُسکی تصدیق کی یا تکذیب
کی تو اس سے حکم قضا باطل نہو گا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ گھر میرا نہین ہے یہ تو فلان شخص کا
ہے اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی تو گھر اُسکا ہے اور مدعی اپنے مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر
مدعی نے بعد حکم قضا کے یہ بیان کیا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہے میرا ہرگز کبھی نہین تھا پس یا تو اُسنے پہلے دوسرے کے واسطے
اقرار کیا پھر اپنی ملک سے نفی کی یا پہلے اپنی ملک ہونے سے نفی کی پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا پس اگر فلان شخص
نے اُسکی تمام باتون مین تصدیق کی تو حکم قاضی باطل ہوا اور وہ گھر مدعا علیہ کو واپس دیا جائیگا اور اُس فلان شخص کو کچھ

نہ ملیگا اور اگر فلان شخص نے مدعی کے اس قول کی کہ میرا کبھی نہ تھا تکذیب کی اور اقرار کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ گھر اس مدعی کا تھا پھر اسنے بعد حکم قضا کے کسی سبب سے مجھے اسکا مالک کر دیا اور اب فی الحال میری ملکیت ہی تو گھر فلان شخص کو دلایا جائیگا اور مدعی اسکی قیمت کی ڈانڈ مدعا علیہ کو بھریگا خواہ اسنے پہلے اقرار کیا پھر نفی کی ہو یا اسکا عکس ہو کذا فی الجامع اور مشائخ نے اس مسئلہ مین فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب اولا نفی کی ہوا ور پھر اقرار کیا ہو مگر کلام متصل ہو تو اقرار صحیح ہوگا اور اگر بات کو توڑ کر دوبارہ اقرار کیا یعنی نفی اور اقرار مین جدائی کر دی تو اقرار صحیح نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے واسطے دار کی ڈگری نہین کی تھی اور اسنے بیان کیا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہی اسمین میرا کچھ حق نہین ہی یا کہا کہ یہ گھر میرا نہین ہی فلان شخص کا ہی تو قاضی اسکے واسطے گھر کی ڈگری نہین کریگا ولیکن اگر مدعی نے اس صورت مین کہ یہ فلان شخص کا گھر ہی یہ بیان کیا کہ مین نے گواہون کی گواہی کے بعد فلان شخص کے ہاتھ اسکو بیچ ڈالا ہی یا اسکو ہبہ کر دیا ہی اور مجلس قضا سے غائب ہونے کے بعد اسنے قبضہ کر لیا ہی اور یہ کلام اسنے اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا تو قاضی گھر کی ڈگری اسکے واسطے کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کہا میرے قبضہ مین نہین ہی پھر مدعی کے گواہون نے بیان کیا کہ یہ گھر مدعا علیہ کے پاس اور اسکی ملکیت ہی تو قاضی مدعی سے دریافت کریگا اگر اسنے بیان کیا کہ ہان ایسا ہی ہی جیسا گواہون نے بیان کیا کہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ اور ملکیت مین ہی تو مدعی نے گھر مدعا علیہ کی ملکیت ہونیکا اقرار کیا اور اگر اسنے بیان کیا کہ گواہ سچے ہین کہ گھر اسکے قبضہ مین ہی اور مین اسکی تصدیق نہین کرتا ہون کہ اسکی ملکیت ہی تو ہوسکتا ہی اور مدعا علیہ اسکا مخاصم قرار دیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضی خان

تیسری فصل

تیسری فصل۔ ان صورتون کے دعوی کے بیان مین جنمین کسی عقد کا دعوی ہی یا کسی ایسے سبب کا دعوی ہی جو ملک کا سبب ہوتا ہی۔ اگر میراث یا خرید کے سبب سے کسی گھر کا دعوی کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ تبیین اور ذخیرہ اور محیط مین ہی اور مشہور یہ ہی کہ میراث کا دعوی مثل ملک مطلق کے دعوی کے ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اقضیہ مین ہی کہ اگر خرید کے سبب ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو نامقبول ہوگی بشرطیکہ دعوی مین کسی شخص معروف سے خرید نے کو ذکر کیا اور اسکے نام شناخت ذکر کر دی ہو اور اگر کسی غیر معروف سے خرید نے کو ذکر فرمایا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص مشہور سے خرید نے کا دعوی کیا اور ملکو اسکے باپ دادا کی طرف نسبت کر دیا مگر خرید نا مع قبضہ کے ذکر کیا اور گواہون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ مین نے سوائے قابض کے فلان شخص سے خریدا ہی اور دو گواہ لایا کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ فلان شخص نے اسکو ہبہ کیا ہی اور اسنے اس سے قبضہ کیا ہی اور وہ اسکا مالک تھا تو ایسی گواہی قبول نہوگی ولیکن اگر یون توفیق دی کہ مین نے اس سے خریدا تھا مگر اسنے انکار کیا پھر مجھے ہبہ کر دیا اور اسپر گواہ پیش کر دیے تو مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ دعوی کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کیا ہی اور مجھپر صدقہ نہین کیا ہی اور صدقہ کے دو گواہ سنائے اور کہا کہ مجھے کبھی ہبہ نہین کیا ہی حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعوی کیا تھا تو گویا اپنے گواہون کو جھٹلانا اور اپنے کلام مین تناقض ہی پس نہ دعوی مسموع ہوگا اور نہ گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر اس نے ہبہ کا دعوی کیا اور یہ نہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ مین نہین دیا ہی پھر ہبہ اسکے صدقہ کے گواہ لایا اور بیان کیا کہ اس نے ہبہ

ہبہ کر کے دینے سے انکار کیا تو مین نے اُس سے صدقہ مین مانگا پس اُسنے صدقہ دیدیا تو مین اس گواہی کو جائز رکھونگا یہ بسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کی ودیعت رکھنے کا اقرار کیا ہی تو قبول ہوگی جیسے غصب کی صورت مین مقبول ہوتی ہی اور یہی حکم عاریت کا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر شروع ایک سال سے خرید لینے کا دعوی کیا اور گواہون نے خرید کی گواہی دی اور تاریخ کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہوگی اور اگر اُسکا اُلٹا ہو تو نہین مقبول ہوگی اگر مدعی نے تاریخ خرید ایک ماہ ذکر کی اور گواہون نے اُسکا آدھا ذکر کیا تو مقبول ہی اور اگر اُسکا اُلٹا ہو تو غیر مقبول ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ مین ہی اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ قابض نے مجھے ایک سال ہوا کہ صدقہ مین دیا ہی اور مین نے قبضہ کیا ہی اور قابض نے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا کہ انھون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے دو سال سے خریدا ہی تو مقبول نہوگی ولیکن اگر اسطرح توفیق دی کہ پہلے مین نے اُس سے خریدا پھر اُسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر اُسنے ایک سال ہوا کہ مجھے صدقہ مین دیدیا اور اس توفیق پر گواہون نے بیع کی گواہی اور پھر صدقہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور اگر پہلے ہی قابض سے خریدنے کا ابتداے ایک سال سے دعوی کیا اور گواہون نے دو سال کی تاریخ سے صدقہ مین دینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی لیکن اگر یہ بیان کیا کہ ابتداے دو سال سے اُسنے مجھے صدقہ مین دیا پھر مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال ہوا کہ مین نے خرید لیا اور اسپر گواہ بھی پیش کیے تو قبول ہونگے۔ اور اگر ایک سال سے صدقہ کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسنے خریدا ہی تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ سال بھر ہوا کہ اسنے صدقہ مین دیا تھا پھر کسی سبب سے اُسکے پاس پہونچ گیا اور اُسنے صدقہ سے انکار کر دیا پھر ایک مہینہ ہوا کہ مین نے خرید لیا ہی اور اسکو گواہی سے ثابت کر دیا تو مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر مدت ایک سال سے خریدنے کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسنے صدقہ مین دیدیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی ولیکن جبکہ دونون قولون مین موافقت ثابت کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر دعوی کیا کہ مین نے ایک سال سے اپنے باپ کی میراث مین پایا ہی اور گواہون نے کہا کہ قاضی کے پاس سے اُٹھ جانے کے بعد اُسنے قابض سے خریدا ہی تو قبول نہوگی لیکن اگر اسطرح توفیق دی کہ اسنے میری میراث سے مجھے روک دیا پھر اب مین نے اس سے خرید لیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ دوبارہ گواہی کا اعادہ کرے۔ اگر ایک باندی پر جو ایک شخص کے ہاتھ مین ہی یہ دعوی کیا کہ مین نے اسکو اپنے اس غلام کے عوض خریدا ہی اور اسکو ایک مہینہ ہوا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس باندی کو اس مدعا علیہ سے ایک ہزار درم کو قاضی کے پاس سے اُٹھ جانے کے بعد خریدا ہی تو گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر توفیق اسطرح بیان کی کہ پہلے مین نے ایک مہینہ ہوا کہ جب بعوض غلام کے خریدی تھی پھر جب اسنے انکار کیا تو مین نے اب ایک ہزار درم کے عوض خریدی ہی پس اگر اسپر گواہ پیش کیے تو گواہی خرید کی مقبول ہوگی۔ اور اگر پہلے دعوی کیا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ غلام کے عوض یہ باندی خریدی پھر اُسنے جو گواہ پیش کیے انھون نے بیان کیا کہ اسنے ایک سال ہوا یا اس سے زیادہ کہ اسنے خرید کیا ہی تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ موافق گواہون کے بیان کے پہلے ایک سال ہوا کہ مین نے خریدی تھی پھر اسکے ہاتھ بیچ ڈالی پھر ایک مہینہ ہوا کہ اس سے خریدی ہی اور بعد اس بیان کے گواہون نے خرید فروخت کی گواہی دی تو توفیق درست ہوگی اور مدعی کی ڈگری کر دیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو ایک شخص

کے قبضہ میں ہی دعوی کیا کہ مین نے اسکو قابض سے خریدا ہی اور قابض منکر ہی پھر مدعی کے گواہون نے بیان کیا کہ اس قابض نے مدعی کے ہاتھہ یہ غلام فروخت کیا مگر ہم نہیں جانتے ہین کہ یہ بالغ کا ہی یا نہیں ہی تو گواہی جائز ہی اور اگر مدعی ایسے دو گواہ لایا کہ جنھون نے یہ گواہی دی کہ غلام ہمارا ہی مگر اس مدعا علیہ نے اس مدعی کے ہاتھہ فروخت کر دیا ہی تو قاضی انکی گواہی پر مدعی کو دلا دیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گھر خریدنے کا دعوے کیا اور گواہون نے اُسکے وکیل سے خریدنے کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ فلان درمیانی نے فروخت کیا اور اس مدعا علیہ نے بیع کی اجازت دیدی تو گواہی مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ عورت اس سبب سے میری جورو ہی کہ مین نے اسقدر مہر پر اس سے نکاح کر لیا ہی اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ عورت مدعی کی منکوحہ ہی اور نکاح کرنے کا ذکر نکیا تو مقبول ہی اور مہر مثل دلوایا جائیگا بشرطیکہ مہر مثل اُس مقدار کے برابر ہو جو مدعی نے بیان کیا یا کم ہو اور اگر زائد ہو تو زیادتی کا حکم نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنے تئین میرے ساتھ بعوض اس دینار بیاہ دیا ہی اور گواہون نے نکاح کی گواہی دی اور مہر کا ذکر نکیا تو گواہی مقبول ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر مدعی نے کہا کہ یہ میری عورت ہی یا یہ میری منکوحہ ہی اور گواہون نے کہا کہ اسنے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور فی الحال جورو ہونیکا کچھہ ذکر نکیا یا اب اسکی منکوحہ ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر ایک مدعی نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور گواہون نے کہا کہ اسنے کبری سے نکاح کیا ہی ولیکن ہم کبری کو نہین پہچانتے ہین تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کریگا کہ جسپر تو دعوی کرتا ہی یہی کبری ہی۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ اس عورت نے اس مرد کے ساتھہ نکاح کیا تھا مگر ہم نہین جانتے ہین کہ اب یہ اسکی عورت ہی یا نہین یا گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ شی معین اس کے ہاتھہ فروخت کر دی تھی مگر ہم نہین جانتے ہین کہ اب اسکی ملکیت مین ہی یا نہین ہی تو بدلیل استصحاب فی الحال نکاح اور ملکیت کا حکم دیا جائیگا اور نکاح کا گواہ فی الحال کا گواہ ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ حر ہی تو مقبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول ہی اور اگر باندی نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے مجھے آزاد کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ حرہ ہی تو مقبول ہی اور اگر غلام نے اصلی آزادی کا دعوے کیا اور گواہون نے اسکی طرف سے گواہی دی کہ فلان شخص نے اُسے آزاد کیا ہی تو بعض نے کہا مقبول نہین ہی اور بعض نے کہا مقبول ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی

آٹھوان باب گواہون کے اختلاف کے بیان مین۔ امام اعظم رح کے نزدیک گواہون مین لفظاً و معنی اتفاق ہونا معتبر ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ صرف معنی مین اتفاق ہونا معتبر ہی اور لفظ مین متفق ہونے سے یہ مراد ہی کہ بطریق وضع کے نہ بطریق تضمن کے دونون کے الفاظ کے ایک معنی پیدا ہون یہ تبیین مین لکھا ہی حتی کہ اگر غصب کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے غصب کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر ودیعت کا دعوی کیا اور ایک نے ودیعت رکھنے کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار ایداع کی گواہی دی تو مسئلہ غصب کے قیاس پر مقبول نہونا چاہیے اور مسئلہ قرض کے قیاس پر مقبول ہونا چاہیے کذا فی الفصول العمادیہ اور گواہون کے الفاظ ایک معنی کو بطور وضع کے مفید ہون خواہ بعینہا الفاظ ہون یا مرادف الفاظ ہون حتی کہ اگر ایک نے ہبہ کی اور دوسرے نے عطیہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے

نے تزویج کی گواہی دی تو مقبول ہے اسکو محیط مین ذکر کرکے کچھ اختلاف نہین بیان کیا یہ تبیین مین لکھا ہے اور طلاق کی کنایات مین اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو بریہ ہے تو سب کے نزدیک مقبول نہین ہے اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تجھکو مین نے طلاق دی اگر تو اس گھر مین داخل ہوا اور یہ عورت داخل ہوگئی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تجھکو طلاق ہے اگر تو فلان شخص سے کلام کرے اور اُسنے کلام کیا تو سب کے نزدیک مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے تین طلاق دی ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو مجھپر حرام ہے اور تین طلاق کی نیت کی تھی تو سب کے نزدیک غیر مقبول ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک گواہ نے ایک ہزار قرضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام اعظم رح کے نزدیک کسی قدر کیواسطے مقبول نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک ہزار درم پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعوے کرتا ہووے اور علی ہذا سو درم اور دو سو درم یا ایک طلاق اور دو طلاق یا تین طلاق مین اگر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور امام اعظم رح کا قول اس مسئلہ مین صحیح ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور اگر پندرہ کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے پندرہ کی اور دوسرے نے دس کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک کسی قدر کی ڈگری نہ کیجاویگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک نے ہزار کی اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اور مدعی ڈیڑھ ہزار کا دعوی کرتا ہے تو گواہی ایک ہزار پر مقبول ہوگی اور اسکی نظیر ایک طلاق اور ڈیڑھ طلاق ہے اور سو اور ڈیڑھ سو ہے یہ ہدایہ مین ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ فقط ایک ہزار تھے اس سے زیادہ نہ تھے تو جس نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اسکی گواہی باطل ہے اور اسیطرح اگر سواے ہزار کے دعوے کے ساکت رہا تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مدعی نے اسطرح توفیق دی کہ اصل حق میرا ڈیڑھ ہزار درم تھے جیسا کہ گواہ نے گواہی دی ولیکن پانچسو درم مین نے وصول کر لیے یا اسکو معاف کر دیے اور گواہ کو معلوم نہ ہوا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر ایک نے بیس پر اور دوسرے نے پچیس پر گواہی دی تو بالاجماع بیس کی گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مدعی پچیس کا دعوی کرتا ہو اور اگر بیس کا دعوے کرتا ہو تو بالاجماع غیر مقبول ہے اور اگر مدعی نے اس مسئلہ مین یا ایک ہزار اور دو ہزار کے مسئلہ مین اسطرح توفیق دینی چاہی کہ واقعی اُسپر میرے دو ہزار درم آتے تھے مگر مین نے اُسکو ایک ہزار درم معاف کر دیے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہونے کی گواہی دی مگر ایک گواہ نے دودھیا درم بیان کیے اور دوسرے نے کالی چاندی کے بیان کیے حالانکہ دودھیا درم کی چاندی اس سے کھری ہوتی ہے پس اگر مدعی سیاہ چاندی کے درم کا دعوے کرتا ہے تو گواہی بالکل مقبول نہوگی لیکن اگر اسطرح توفیق دی کہ واقعی دودھیا درم تھے جیسا کہ اس گواہ نے بیان کیا مگر مین نے اسکو اس جید درم ہونے کی صفت سے معاف کر دیا تھا اور اس گواہ کو معلوم نہوا اور دوسرے گواہ کو معلوم ہوا تو یہ گواہی سیاہ درم پر مقبول ہوگی اور اگر دودھیا درم کا دعوے کرتا ہے تو سیاہ درم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اقل پر دونون گواہ لفظاً و معنیً متفق ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اسی طرح یہ حکم تمام جگہون مین جاری ہے کہ جب ایک جنس کے قدر یا وصف پر دونون گواہ متفق ہوے اور اس سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو گواہی بقدر اتفاق کے مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی افضل کا دعوے کرتا ہو اور اگر قدر یا وصف مین اتفاق سے کمتر کا دعوے کرتا ہو تو گواہی بالکل مقبول نہوگی اور اگر جنس مین اختلاف کیا مثلاً ایک نے ایک کر گیہون کی اور دوسرے نے ایک کر

جو کی گواہی دی تو خواہ کسی کیفیت سے اختلاف واقع ہو گواہی مقبول نہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دونون نے ہزار درم کی
گواہی دی اور ایک نے کہا کہ اسمین سے مدعا علیہ نے پانچسو درم ادا کردیے ہین تو ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور گواہ کی
پانچسو درم ادا کرنے کی گواہی قبول نہو گی مگر جبکہ اُسکے ساتھ دوسرا گواہ بھی اِسکی گواہی دے تو مقبول ہو گی اور جب
اُسکو معلوم ہو گیا کہ مدعا علیہ نے پانچسو درم ادا کردیے ہین تو جب تک مدعی یہ اقرار نہ کرے کہ اُسنے پانچسو درم ادا کردیے ہین
تب تک اُسپر واجب ہی کہ ہزار درم کی گواہی مدعی کی طرف سے نہ دے تاکہ ظلم پر اعانت کرنے والا نہ شمار ہو یہ تبیین اور کافی
مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم قرض کا دعوی کیا اور دونون گواہون مین سے ایک نے قرض پر اور
دوسرے نے قرض ہونے اور قرضدار کے ادا کردینے پر گواہی دی تو دونون کی گواہی قرض ہونے پر قبول ہو گی اور
ادا کردینے پر ظاہر روایت کے موافق گواہی قبول نہو گی اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ قرض ہونے پر بھی یہ گواہی
مقبول نہو گی اور ظاہر روایت مین جو حکم مذکور ہوا وہ صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر قرضدار نے ادا کردینے کا دعوے کیا
پھر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اقرار کیا ہی کہ مین نے بھر پایا اور دوسرے نے بری کردینے کی گواہی دی
تو مقبول نہو گی اور اگر بری کردینے کے گواہ نے یہ بیان کیا کہ قرضخواہ نے یون اقرار کیا ہی کہ قرضدار نے میری
جانب سے مال کی برات کرلی تو دونون کی گواہی مقبول ہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص پر دوسرے
کے ہزار درم ہین اُس نے دعوے کیا کہ مین نے اُس کا قرضہ ادا کردیا اور دو گواہون مین سے ایک نے ادا کردینے
کی گواہی دی اور دوسرے نے قرضخواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی تو قبول نہو گی اگر قرضدار نے ادا کردینے کا
دعوے کیا اور ایک گواہ نے قرضخواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ کردینے یا صدقہ کردینے
و تحلیل کی گواہی دی تو مقبول نہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی قرضدار نے برات کا دعوے کیا اور ایک گواہ
نے بھی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ قرضخواہ نے اُسکو ہبہ کردیا یا صدقہ مین دیدیا یا عطیہ دیا یا اُسکو حلال کردیا
تو گواہی قبول ہو گی یہ محیط مین لکھا ہی قرضدار نے برات کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے صدقہ کی
گواہی دی تو مقبول نہو گی اور اگر قرضدار نے ہبہ کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے صدقہ کی گواہی
دی تو قبول نہو گی اور اگر ایک نے برات کی اور دوسرے نے عطیہ یا تحلیل و احلال کی گواہی دی تو مقبول ہی یہ محیط
سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر قرضدار نے وفا کردینے کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اُسکو فلان شہر
مین بری کردیا اور دوسرے نے دوسرے شہر مین بری کرنے کی گواہی دی تو گواہی جائز ہی اگر کفیل نے ہبہ کا دعوے کیا
اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے برات کی گواہی دی تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی فتاوے
رشید الدین مین ہی کہ ایک عورت نے طلاق کے بعد مہر کا دعوے کیا اور شوہر نے دعوی کیا کہ اس نے مہر ہبہ کردیا ہی
اور دو گواہ لایا کہ ایک نے ہبہ کی گواہی دی اور دوسرے نے بری کردینے کی تو مقبول ہو گی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ شرح
جامع صغیر مین ہی کہ ہبہ جب ہی کہ عقد کا دعوی نہ کیا پس اگر یہ دعوی عقد مین ہو تو یہ آٹھ مسئلہ ہین بیع اور اجارہ
اور کتابت اور رہن اور مال کے عوض آزادی اور خلع اور عمدا خون کرنے کی صلح اور نکاح یہ خلاصہ مین لکھا ہی
ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اسنے فلان شخص کا غلام ہزار درم کو خریدا ہی اور دوسرے نے
اُسکو پانسو درم کے خریدنے کی گواہی دی تو باطل ہی اور اسی طرح اگر مدعی بائع ہو تو بھی یہی حکم ہی اور کچھ فرق نہیں ہی خواہ

مدعی دونون گواہون کے بیان سے کمتر مال کا دعوی کرتا ہو یا زیادہ کا اور اسیطرح کتابت مین اگر غلام خود مدعی ہو تو ظاہر ہی اور اگر مالک غلام مدعی ہو تو بھی ایسا ہی ہی کیونکہ ادا کر دینے سے پہلے عتق ثابت نہوگا پس مقصود سبب کا ثابت کرنا ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر شفیع نے شفع طلب کیا اور ایک گواہ نے ایک ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کے خریدنے کی گواہی دی اور مشتری کہتا ہی کہ مین نے تین ہزار کو خریدا ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اسی طرح اگر ایک گواہ نے ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کی گواہی دی تو بھی نامقبول ہی اور اسی طرح اگر ایک نے ایک شخص سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے سے خریدنے کی گواہی دی تو بھی غیر مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اجارہ مین اگر اول مدت مین دعوی ہو تو مثل بیع کے ہی خواہ اجرت پر دینے والا مدعی ہو یا لینے والا اور اگر مدت کے گذرنے کے بعد دعوی ہوا اور بعد تسلیم کے خواہ منفعت بھر پائی ہو یا نہ پائی ہو پس اگر اجرت پر دینے والا مدعی ہو تو یہ مال کا دعوی ہی اور اگر لینے والا مدعی ہو تو بالاجماع یہ عقد کا دعوی ہی اور رہن مین اگر راہن مدعی ہو تو غیر مقبول ہی اور اگر مرتہن ہو تو مثل قرض کے دعوی کے ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر خلع یا طلاق بمال یا مال کے عوض آزادی یا عمداً خون کرنے کے عوض مال پر صلح کا دعوی ہو پس اگر شوہر یا مالک یا ولی قصاص مدعی ہو تو یہ مال کا دعوی ہی اور اگر مدعی غلام ہو یا عورت یا قاتل ہو تو یہ عقد کا دعوی ہی پس بالاجماع مقبول نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور نکاح کے باب مین امام اعظم رح کے نزدیک کمتر مال مین مقبول ہی خواہ شوہر مدعی ہو یا جورو مدعیہ ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہی باطل ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف صرف اسی صورت مین ہی کہ عورت مدعی ہو اور اگر شوہر مدعی ہو تو اسکے گواہون کی گواہی بالاجماع مقبول نہوگی اور پہلا قول اصح ہی اور وہ استحساناً ہی یہ تبیین اور ہدایہ اور کافی مین ہی۔ اگر شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنا غلام اجارہ پر دیا ہی اور مالک غلام انکار کرتا ہی پھر مدعی نے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے پانچ درم کو اجرت پر لیا اور مدعی چار درم یا پانچ درم کی اجرت کا دعوی کرتا ہی اور دوسرے نے چھ درم کی اجرت کی گواہی دی تو گواہی باطل ہی مستاجر نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ایک ٹٹو بغداد تک دس درم پر سوار ہونے اور اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تھا اور دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے سواری کیواسطے دس درم پر کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے دس درم پر سواری کیواسطے اور یہ اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو گواہی باطل ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے یہ ٹٹو اجرت معلومہ پر بغداد تک کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ اسباب لادنے کیواسطے بغداد تک دس درم پر کرایہ کیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ مستاجر مدعی ہو یا ٹٹو والا مدعی ہو اور اسیطرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے سواری کیواسطے کرایہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو بھی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دعوی کیا کہ مین نے رنگریز کو کپڑا دیا ہی اور رنگریز نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے اسکو سرخ رنگنے کیواسطے دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے زرد یا سیاہ رنگنے کیواسطے دیا ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر رنگریز مدعی ہو اور کپڑے کا مالک منکر ہو تو بھی ایسی گواہی نامقبول ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے مع عیب خریدا ہی اور دوسرے نے بائع کے مبیع عیب دار بیچنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے فلان کیواسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہی مگر ایک گواہ نے ایک مہینہ کی میعاد ذکر کی اور دوسرے نے فی الحال دینے کی کفالت بیان کی اور طالب نے فی الحال کی کفالت کا دعوی کیا اور کفیل مشہود علیہ نے اس سب سے

انکار کیا یا کفالت کا اقرار کیا اور میعاد کا دعوے کیا تو دونون صورتون مین فی الحال اُسپر مال دینا واجب ہی اگر ایک گواہ اس دعوے پر قائم کیا کہ فلان شخص نے مجھکو اس شخص پر ہزار درم اُترا دیے ہین اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اُسنے اسپر سو دینار اُترائے ہین تو دونون کی گواہی نامقبول ہوگی اور اگر ایک نے ہزار درم کی اور دوسرے نے ہزار درم اور سو دینار کی گواہی دی تو دونون کی گواہی ہزار درم پر مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی درم اور دینار دونون کا دعوی کرتا ہو اور اگر صرف درمون کا مدعی ہو تو گواہی قبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کفالت کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے کفالت کی اور دوسرے نے حوالہ کی گواہی دی تو کفالت کے ثابت ہونے مین گواہی مقبول ہوگی اور کفالت کا حکم دیدیا جاویگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی ایک گواہ نے یون کفالت کی گواہی دی کہ اگر فلان نشناخت شناہ راین مال فلان نہ بدہمن ضامن کردم من این مال را بدہم اور دوسرے نے کہا کہ گواہی میدہم کہ فلان چنین گفت کہ این مال را ضمان کردم این فلان بن فلان را تاشناہ تو ایسی گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اصل مین ہی کہ اگر وکالت کے دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اُسکو فلان شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے اُس گھر کی بابت وکیل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اُس گھر کی بابت اور دوسری چیز کی بابت فلان شخص کے ساتھ خصومت کرنے کیواسطے وکیل کیا ہی تو دونون کی گواہی اُس گھر کی بابت خصومت کرنے مین جائز ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اُسکو فقط زینب کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ موکل نے اسکو زینب کی طلاق اور ہندہ کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہی تو زینب کی طلاق مین یہ گواہی مقبول ہوگی اور اسیطرح کے مسئلہ مین فتوی طلب کیا گیا تھا کہ دونون مین سے ایک نے ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ فلان شخص نے اسکو فلان چیز معین کی بابت وکیل کیا یا اسمین خصومت کرنیکا فلان شخص کے مقابلہ مین وکیل کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ موکل نے اسکو مطلقاً تمام تصرفات کیواسطے وکیل کیا ہی تو جواب دیا گیا کہ وکالت معینہ ثابت ہونی چاہیے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر مدعی وکالت نے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو فلان شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی اور دوسرے نے بیان کیا کہ طالب نے اسکو اس معاملہ مین روان کیا ہی یا اس شخص سے قرضہ وصول کرنے کے واسطے مسلط کیا ہو یا اسکو اپنی زندگی مین وصی بنایا ہی تو دونون کی گواہی جائز ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنیکا وکیل ہو جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک صرف قرضہ وصول کرنیکا وکیل ہوگا اگر ایک شخص نے یہ گواہی دی کہ اُسنے اس مدعی کو اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اپنا قرضہ لینے کیواسطے ارسال کیا ہی یا فلان سے قرضہ لینے کا اُسکو حکم دیا ہی یا قرضہ وصول کرنے مین اپنے قائم مقام یا اپنا نائب بنایا ہی تو گواہی جائز ہی اور یہ وکیل وکیل خصومت سب کے نزدیک نہوگا۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اُسنے وکیل کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے وصی بنایا ہی اور زندگی کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ اُسنے اپنی زندگی مین وصی بنایا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکو وصی بنایا ہی اور زندگی کا لفظ نہ کہا تو ایسی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک شخص کے وصیت کرنے پر یون گواہی دی کہ ایک گواہ نے بیان کیا کہ اُسنے کہا کہ میرے مرنیکے بعد تمام میرا مال فلان شخص کیواسطے ہی اور دوسرے نے بیان کیا کہ اُسنے کہا کہ میرے مرنیکے بعد میرا تمام مال فلان شخص کے لیے صدقہ ہی اور یہ ایک جلسہ یا دو جلسون مین واقع ہوا تو گواہی جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر دو گواہون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے اسقدر بڑھا کر بیان کیا کہ موکل نے اُسکو معزول بھی کر دیا تو وکالت کی گواہی مقبول ہوگی اور معزول کرنیکی مقبول نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک

غلام کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اور دو گواہ لایا کہ ایک نے یہ بیان کیا کہ مالک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیان کیا کہ مولی نے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی۔ امام محمد رح نے ماذون کبیر مین لکھا ہی کہ اگر غلام پر قرضہ ہوگیا پس اُسکے مالک نے کہا کہ میرا غلام محجور علیہ ہی یعنی تصرفات سے منع کردیا گیا ہی اور قرضخواہ نے کہا کہ ماذون ہی یعنی تجارت کی اجازت ہی تو مالک کا قول لیا جائیگا پس اگر اُسنے دو گواہ سنائے کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اُسکو کپڑے خریدنے کی اجازت دی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اناج خریدنے کی اجازت دی ہی تو گواہی جائز ہی اور اسیطرح اگر ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اُس سے کہا کہ کپڑے خرید کرکے فروخت کر اور دوسرے نے بیان کیا کہ اناج خرید کرکے فروخت کر تو گواہی مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی دو گواہون نے ایک چیز کی گواہی دی اور وقت مین یا مکان مین یا انشا و اقرار مین اختلاف کیا پس اگر مشہود بہ محض قول ہو جیسے بیع و اجارہ و طلاق و عتاق و صلح و ابراء وغیرہ مثلاً ہزار درم کے خرید کا دعوی کیا اور دونون گواہون نے ہزار درم کے عوض خریدنے کی گواہی دی مگر دونون نے شہر یا ایام مین اختلاف کیا یا ایک نے بیع کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار بیع کی گواہی دی تو گواہی جائز ہی اور ایسی طلاق کے باب مین اگر ایک نے گواہی دی کہ آج ایک طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ کل دی تھی یا ایک نے یہ گواہی دی کہ اُسنے آج ایک ہزار درم کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ کل اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہی ولیکن اگر گواہ یہ بیان کرین کہ ہم طالب کے ساتھ ایک جگہ ایک ہی روز تھے پھر دن اور جگہ اور شہر مین باہم اختلاف کرین تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مین گواہی جائز رکھونگا اور گواہون پر گواہی کی یادداشت واجب ہی نہ وقت کی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ بات تو یہی ہی جو امام اعظم رح نے فرمائی از روے قیاس کے ولیکن مین استحساناً اس گواہی کو تہمت کی وجہ سے باطل کرتا ہون لیکن اگر ایک ہی روز کے اندر ساعتون مین کسی قدر اختلاف ہو تو روا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی فتاوے رشید الدین مین ہی کہ مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے بشرط وفا بیچا پس قابض نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اُسنے بشرط وفا بیچا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ مین نے بشرط وفا خریدا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پس ایک نے کہا کہ اُسنے جمعہ کے دن بصرہ مین طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے خاص اسی روز کوفہ مین طلاق دی تو گواہی باطل ہی کیونکہ ہمکو یقین ہی کہ ایک ہی آدمی ایک ہی روز کوفہ مین اور بصرہ مین نہین موجود ہو سکتا ہی قلت خلاصہ یہ ہی کہ جو چیز عادۃً محال ہو اُسمین اختلاف مبطل شہادت ہی بخلاف اسکے کہ اگر ایک نے کوفہ مین اور دوسرے نے بصرہ مین طلاق دینے کی گواہی دی اور وقت مقرر نہ کیا تو گواہی مقبول ہو سکتی ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کوفہ اور مکہ مین طلاق دینا دونون نے دو دن متفرق مین بیان کیا کہ ان دونون مین اتنا زمانہ ہی کہ آدمی کوفہ سے مکہ مین جا سکتا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ صلح کے دو گواہ پیش کیے اور قاضی نے اُنسے صلح نامہ کی تاریخ دریافت کی پس ایک نے کہا کہ سات مہینے ہوے اور دوسرے نے کہا کہ میرے گمان مین تین برس یا کچھ زائد ہوے ہین تو بسبب اسقدر فاش اختلاف کے گواہی مقبول نہوگی اگرچہ دونون پر تاریخ کا بیان کرنا ضروری نہ تھا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ اُسمین انشا و اقرار کے صیغے مثل قذف کے مختلف ہوتے ہون تو امام محمد رح نے کتاب الحدود مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر ایک گواہ نے زنا کی تہمت لگانے کی گواہی دی اور دوسرے نے تہمت لگانے کے اقرار کی گواہی دی تو بلا اختلاف آئمہ رح گواہی مقبول نہوگی۔ اور اگر تہمت لگانے کی گواہی مین اتفاق ہو ولیکن زمانہ یا مکان مین اختلاف ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور امام

ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مقبول نہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر اختلاف ایسے فعل مین ہو جو قول سے ملحق ہو جیسے قرض تو اُسکا حکم مثل طلاق کے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر مشہود بہ حقیقۃً یا حکماً فعل ہو جیسے غصب وغیرہ اور گواہون نے زمان و مکان یا انشا و اقرار مین اختلاف کیا یعنی ایک نے اُس فعل کے کرنیکی گواہی دی اور دوسرے نے اُس فعل کرنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر غصب کی ہوئی چیز تلف ہوگئی پس ایک گواہ نے اُسکی قیمت ایک ہزار بیان کی اور دوسرے نے بیان کیا کہ غاصب نے اقرار کیا کہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر ایک نے قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے قاتل کے قتل کرنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر دونون نے قاتل کے اقرار کی دو وقتون یا دو مکانون مختلف مین گواہی دی تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے لاٹھی سے قتل کیا اور دوسرے نے تلوار سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے عمداً قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ خطا سے قتل کیا ہی تو مقبول نہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مجھے یاد نہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ بدون فعل کے تمام نہین ہو سکتا ہی جیسے نکاح اور گواہون نے مکان و زمان یا انشا و اقرار مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایسے عقد مین اختلاف کیا کہ جسکا حکم بدون قبضہ کے ثابت نہین ہوتا ہی جیسے ہبہ یا صدقہ یا رہن پس اگر انھون نے قبضہ واقع ہونے کا معائنہ بیان کیا اور دن اور شہر مین اختلاف کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی جائز ہوگی اور اگر رہن یا ہبہ یا صدقہ کرنے والے کے قبضہ واقع ہونے کے اقرار کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر رہن کے دعوے مین ایک نے قبضہ مین معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے راہن کے اقرار کی کہ قبضہ ہوگیا ہی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اس صورت مین رہن مثل غصب کے ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر طالب و مطلوب کے کپڑون اور سواری مین اختلاف کیا یا ایک نے کہا کہ ہمارے ساتھ فلان شخص تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ نہ تھا تو کتاب الاصل مین مذکور ہی کہ یہ گواہی جائز ہی باطل نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر غصب کی گواہی دی اور گاے کے رنگ مین اختلاف کیا تو مقبول ہوگی اور ملک حادث کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی کہ اُسنے گاے چورائی ہی اور اُسکے رنگ مین اختلاف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور صاحبین رح نے اختلاف کیا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف صورت مین ہی کہ جب دونون رنگ متشابہ ہون جیسے سیاہی و سرخی یا سرخی و زردی نہ ایسی صورت مین کہ دونون متشابہ نہون جیسے سیاہی و سپیدی کہ اسمین اجماعاً ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور صحیح بات یہ ہی کہ اختلاف سب رنگون مین ہی یہ کافی مین لکھا ہی جسکا مال چورایا گیا ہی اگر اُسنے سرخ رنگ معین کر دیا پھر ایک گواہ نے سیاہ رنگ بتلایا تو بالاجماع ہاتھ نہ کاٹا جاویگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور ایسا ہی کپڑے مین بھی اگر یون اختلاف کیا کہ ایک نے ہروی بیان کیا اور دوسرے نے مروی تو امام کے نزدیک قبول اور صاحبین رح کے نزدیک غیر مقبول ہی پس اگر زمانہ یا مکان مین اختلاف کیا تو گواہی غیر مقبول ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے گاے چورائی ہی اور دوسرے نے کہا بیل چورایا ہی یا ایک نے کہا کہ گاے چورائی اور دوسرے نے کہا کہ گدھا چورایا ہی تو مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ملک مطلق کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ملک کسی سبب سے بیان کی اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مدعی نے کسی سبب کے ساتھ ملک کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے ملک بسبب کی گواہی دی

اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہو گی یہ رشید الدین نے ذکر کیا ہی اگر ایک گواہ نے ملک کی تاریخ بیان کی اور دوسرے نے بلا تاریخ گواہی دی پس اگر دعوے مین ملک کی تاریخ بیان ہوئی ہی تو گواہی مقبول نہو گی اور اگر دعوے مین ملک بلا تاریخ مذکور ہی تو مقبول ہو گی اور ملک تاریخی کی ڈگری دیجائیگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی ملک کا دعوی کیا پس ایک گواہ نے ملک کی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ شی مدعی کی ملک ہی تو مقبول نہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی بخلاف قرض کے کہ اگر ایک نے قرض کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار قرض کی گواہی دی تو قبول نہو گی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض غلام نے اقرار کیا ہی کہ یہ غلام مدعی کا ہی اور دوسرے گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے یہ غلام میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو گواہی مقبول ہو گی اگر ایک نے قابض غلام کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہی اور دوسرے نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہی اور اسنے اس قابض پاس ودیعت رکھا ہی گواہی دی تو مدعی کیواسطے حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہی اور دوسرے نے کہا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی نے مجھے دیا ہی تو مقبول نہین ہی اور غلام پر مدعی کی ملکیت ہونیکا حکم نہو گا ولیکن قابض کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کردے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے ہاتھ مین ہی دعوی کیا اور اُسکے ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہی اس سے قابض نے غصب کر لی ہی اور دوسرے نے صرف یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہی تو گواہی قبول ہو گی اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ اسکی باندی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ اسکی باندی تھی تو بھی گواہی مقبول ہو گی بخلاف اسکے کہ اگر ایک نے کہا کہ یہ باندی اسکے قبضہ مین تھی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے قبضہ مین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی گواہی نامقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک گواہ نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے مدعی سے خرید کا اقرار کیا ہی اور مدعی نے کہا کہ قابض نے گواہ سے ایسا اقرار کیا ہی ولیکن مین نے اُسکے ہاتھ کچھ فروخت نہین کیا تو گواہی مقبول ہو گی اور غلام مدعی کو دلایا جاویگا اور اگر مدعی نے کہا کہ قابض نے دونون اقرارون مین سے جو گواہون نے بیان کیے ایک اقرار کیا ہی تو گواہی مقبول نہو گی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا پس ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہین جو مین نے اُس سے خرید کر کے قبضہ مین کیا ہی اور طالب نے کہا کہ صرف میرا مال اُسپر قرضہ کا ہی اور اُسنے فقط قرضہ ہونے پر گواہ کر دیے تھے پس اُسنے اپنے اُس گواہ کو جھٹلایا جس نے اسباب کے درم ہونیکی گواہی دی تھی اور اگر مدعی نے یہ کہا کہ اس شخص نے ان دونون مختلف گواہیون پر گواہ کرا دیے تھے ولیکن اصل مال میرا اُسپر قرض ہی تو مدعا علیہ پر ہزار درم کا حکم دیدیا جاویگا اور اگر یہ کہا کہ اصل مال میرا اُسپر ایک اسباب کے دام ہین کہ مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اُسنے قبضہ کر لیا تھا اور جو کچھ گواہون نے بیان کیا ان دونون طور پر اسنے گواہ کر دیے تھے تو اُسپر کچھ ڈگری نہ کیجائیگی تاوقتیکہ مدعی ایک دوسرا گواہ نہ لاوے کہ جو مثل اُس گواہ کے گواہی دے جس نے اسباب کے دام ہونیکی گواہی دی ہی اور جب مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مال میرا ایک اسباب کے دام ہین تو دو گواہ چاہیے ہین کہ قبضہ ہو جانیکی گواہی ادا کرین یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ایک ضمانت کے سبب سے قرض ہین جو مین نے اسکے لیے ایک شخص کی طرف سے اُسکے حکم سے ضمانت کر لی تھی پس اگر طالب نے بیان کیا

کہ مدعا علیہ نے ان دونون باتون پر گواہ کر دیا تھا ولیکن نہ میرا [illegible] مال اسپر قرض ہی تو مال کی ڈگری کر دیجائیگی اور اگر کہا کہ اسکا مال میرا ضمانت کا ہی تو کچھ ڈگری نہوگی جب تک کہ دوسرا ضمانت کا گواہ نہ لاوے اور ضمانت اور بیع اس باب مین یکسان ہین ولیکن امام اعظم رح کے قول کے قیاس پر دونون صورتون مین مال مدعا علیہ پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام پر جو دوسرے کے ہاتھ مین ہی دعوی کیا اور گواہ لایا اور ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام مدعی کو ہبہ کر دیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھسے یہ غلام سو دینار کو خریدا ہی تو مدعی وہ غلام لے لیگا اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اسنے مجھسے سو دینار کو خریدا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھسے یہ غلام ہزار درم کو خریدا ہی تو بھی مدعی لے لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مدعی نے یہ غلام مجھے ہبہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ مین دیدیا ہی اور مدعی نے بیان کیا کہ قابض نے ان دونون باتون کا اقرار کیا ہی ولیکن مین نے نہ اسکو ہبہ کیا اور نہ صدقہ مین دیا ہی تو غلام مدعی کو دلایا جائیگا اور اسی طرح اگر ایک نے مدعا علیہ کا اقرار بیان کیا کہ مین نے مدعی سے دس درم کی اجرت پر لیا ہی اور دوسرے نے اسکا اقرار بیان کیا کہ ہزار درم کو اس سے مول لیا ہی یا ایک گواہ نے بیان کیا کہ مین نے سنا کہ مدعا علیہ کہتا تھا مدعی سے کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے سنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ مجھے صدقہ مین دیدے یا ایک نے بیان کیا کہ مدعا علیہ کو مین نے سنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ ہزار درم کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے کہتے سنا تھا کہ سو دینار کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے یہ سب اقرار کیا ہی ولیکن نہ مین نے بیع کیا اور نہ اجرت پر دیا ہی تو قاضی ان سب صورتون مین غلام مدعی کو دلاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ غلام مدعی کا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مین نے مدعی سے اجرت پر لیا یا رہن لیا یا غصب کر لیا تو غلام مدعی کو دلایا جاویگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب مدعی نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان سب باتون کا اقرار کیا ہی مگر مین نے بیع و رہن وغیرہ کچھ نہین کیا اور نہ غصب واقع ہوا ہی تاکہ کسی گواہ کا جھٹلانا لازم نہ آوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر قابض نے بیان کیا کہ غلام مدعی کا ہی اور دعوے کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ مین دیا ہی اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ مین نے مدعا علیہ کو صدقہ مین دیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے کہا تھا کہ مین نے مدعا علیہ کو یہ غلام ہبہ کیا تو قاضی یہ گواہی قبول نہ کریگا مگر جبکہ دوسرا گواہ اس مضمون کا لاوے کہ مدعی نے ہبہ یا صدقہ کا اقرار کیا ہی اور یہ حکم برخلاف اسکے ہی کہ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے ہبہ اور قبضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے اقرار کیا کہ مین نے قابض کو عطیہ دیا اور اسنے قبضہ کیا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام مدعی سے لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہی تو مقبول نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام فلان شخص سے لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی تو مشہود لہ کے واسطے کچھ ڈگری نہ کیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو فلان شخص سے لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مجھکو فلان شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہی تو گواہی اس باب مین جائز ہوگی کہ مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ غلام مدعی کے سپرد کر دے ولیکن مدعی کی ملکیت کا حکم نہ دیا جائیگا اور

اسی طرح اگر ودیعت کے گواہ نے ودیعت کا نام نہ لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا تھا تو بھی حکم ہوگا کہ مدعی کو واپس کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا ہی کہ مین نے مدعی سے اسکو غصب کر لیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ اس مدعی نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہی یا یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو اس مدعی سے لیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کردے۔ ولیکن مدعی کے مالک ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور مدعا علیہ کو ملک مین جھگڑا کرنے کی گنجائش باقی رہیگی حتےٰ کہ اگر اسکے بعد مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت ہی تو قاضی اسکی ملکیت کا حکم دیدیگا۔ اور منتقی مین بجاے غلام کا مسئلہ نکو رہا اور بجاے غلام کے کپڑا فرض کرکے یون بیان کیا ہی کہ اگر ایک گواہ نے یون گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مین نے یہ کپڑا مدعی سے غصب کر لیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی بعد اسکے منتقی مین مذکور ہی کہ مدعی نے کہا کہ قابض نے جو کچھ گواہون سے بیان کیا اسکا اقرار کیا ہی ولیکن اسنے واقع مین مجھسے غصب کر لیا ہی تو گواہی قبول کرونگا اور قابض کو مدعی کے مالک ہونیکا اقرار کرنے والا قرار دونگا اور قابض سے اسکے بعد کپڑے کی ملکیت پر گواہی نہ قبول کرونگا پھر منتقی مین فرمایا کہ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ مین نے اسکو مدعی سے غصب کر لیا ہی اسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا کہ مین نے مدعی سے اسکو لیا ہی تو مین مدعی کو دلا دونگا ولیکن مدعا علیہ اپنی حجت پر باقی رہیگا پھر منتقی مین فرمایا کہ اگر ایک گواہ نے کہا کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ مین نے اسکو مدعی سے لیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ اقرار کیا ہی کہ میرے پاس اسنے ودیعت رکھا ہی اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے دونون باتون کا اقرار کیا ولیکن مین نے اس کے پاس ودیعت رکھا ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائیگا یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھپر مدعی کے ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہزار درم ودیعت رکھے ہین تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہی کہ جب مدعی نے مطلقاً ہزار درم کا دعوے کیا ہو اور اگر اسنے دعوے مین قرض یا ودیعت مین سے کوئی سبب ذکر کیا ہو تو اس نے ایک گواہ کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہوگی اور یہ حکم اس وقت ہی کہ جب اقرار پر گواہی دونون نے دی اور صرف سبب مین اختلاف کیا اور اگر یون گواہی دی کہ ایک نے کہا کہ اس مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار درم قرض ہین اور دوسرے نے کہا کہ مدعی کے مدعا علیہ کے پاس ہزار درم ودیعت ہین تو گواہی قبول نہوگی یہ خزانۃ المفتیین مین لکھا ہی۔ اگر مدعی نے خرید کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے اسقدر ثمن پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بائع ازین مشتری بہاے این بندہ طلب میکرد دہ دینار یعنی بائع اس مشتری سے دس دینار اس غلام کے دام مانگتا تھا تو ایسی گواہی قبول ہوگی ایک عورت نے ایک زمین کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ زمین اس عورت کی ملک ہی کیونکہ اسکے فلان شوہر نے مہر کے عوض اسکو یہ زمین دیدی ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہی اسلیے کہ اسکے شوہر نے اقرار کیا کہ یہ زمین اسکی ملکیت ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ اسکے شوہر نے یہ زمین اسکو بجہت مہر کے دیدی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکے شوہر نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ زمین اسکو بجہت مہر کے دیدی ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ایک عقار پر اپنے باپ سے میراث پانے کا

دعوی کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ عقار اسکی ملک ہی اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہی تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ عقار ایسی زمین کو کہتے ہین جسپر عمارت بھی ہو اور زمین مطلق میدان کو بولتے ہین اسی طرح اگر عقار کے دعوے مین بستان کی گواہی دی تو مقبول نہوئی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔

نوان باب نفی پر گواہی کے بیان مین اور بعضی گواہیان بعض کو دفع کرتی ہین۔ دوگواہون نے کسی شخص پر ایسے فعل یا قول کی گواہی دی کہ جس سے کوئی اجارہ یا کتابت یا بیع یا قصاص یا مال یا طلاق یا عتاق کسی مقام یا روز مین جسکو گواہون نے بیان کیا ہی مشہود علیہ پر لازم آتا ہی پس مشہود علیہ نے اس کے گواہ قائم کیے کہ مین اس مقام پر موجود تھا یا اس روز اس مقام پر موجود نہ تھا تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح اگر مشہود علیہ کے گواہون نے یہ بیان کیا کہ مشہود علیہ اس دن فلان مقام پر سواے اس مقام کے جسکو مدعی کے گواہون نے بیان کیا ہی موجود تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اسی طرح ہر گواہی جو اس امر کی مثبت ہو کہ فلان شخص نے یہ نہین کہا یا نہین کیا یا نہین اقرار کیا مقبول نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر گواہون نے بیان کیا کہ یہ شی اسکی نہ تھی یا یہ بیان کیا کہ فلان شخص کا زید پر قرض نہ تھا یا کسی شی کی ڈگری اسکی گواہون کی گواہی پر کسی شخص پر کردیگئی پھر مدعا علیہ نے کہا کہ مین گواہ لاتا ہون کہ یہ شی میری ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایسی دو گواہیان کہ اگر ایک حال مین جمع ہون تو بسبب ایک مین کذب لازم آنے کے دونون ساقط ہو جاوین اگر ایک گواہی پر حاکم نے حکم دیدیا تو دوسری گواہی جھوٹ ہونے کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جورو کو عید کے دن کوفہ مین طلاق دی اور دوسرے اور گواہون نے بیان کیا کہ اُسنے اپنی دوسری عورت کو اُسی روز مکہ مین طلاق دی تو گواہی باطل ہی اور اگر حاکم نے ایک گواہی پر حکم دیدیا پھر دوسری گواہی قائم ہوئی تو دوسری گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونون مقدمہ کے گواہون نے دن طلاق کا جدا جدا بیان کیا اور دونون دنون مین اسقدر فرق ہی کہ آدمی کوفہ سے مکہ مین جا سکتا ہی تو دونون مقبول ہونگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن منٰی مین طلاق دی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ زید نے اسکے بعد اپنے غلام کو کوفہ مین آزاد کیا ہی۔ تو قاضی پہلی گواہی پر حکم دیدیگا پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ کم سے کم مدت جسمین وہ مکہ سے اگر کوفہ مین موجود ہو سکتا ہی اسقدر مدت یہان ہی جو گواہون نے تاریخ بیان کی ہی تو یہ گواہی بھی مقبول ہوگی ورنہ دوسری گواہی باطل ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہی قائم کی کہ میت نے مجھے عید قربان کے دن مکہ مین اپنے نکاح مین لیا ہی اور قاضی نے اُسکی ڈگری کر دی اور دوسری عورت نے گواہی قائم کی کہ میت نے مجھسے اُسی روز خراسان مین نکاح کیا ہی تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے بیان کیا کہ زید نے عمرو کو عید قربان کے دن مکہ مین قتل کیا اور دوسرے گواہون نے بیان کیا کہ زید نے اُسکو اُسی روز کوفہ مین قتل کیا اور دونون گواہیان حاکم کے پاس یکجا جمع ہو کر گذرین تو کوئی قبول نہوگی اور اگر ایک گواہی سابق گذری اور اسپر حکم ہوا تو دوسری مقبول نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اُسنے مجھے عید قربان کے روز مکہ مین زخمی کیا اور یہ زخم ہی اور اسپر حکم دیدیا گیا پھر مدعا علیہ نے کسی گواہ پر یہ گواہی قائم کی کہ اُسنے مجھے اُسی روز کوفہ مین زخمی کیا اور گواہ پیش کیے تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی اور اگر پہلی گواہی پر حکم نہوا ہو حتی کہ دونون دعوے اور دونون گواہیان جمع ہوگئین تو دونون باطل ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ نوادر مین روایت ہی کہ ایک شخص نے

دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عید قربان کے روز مکہ مین قتل کیا اور دوسرے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس دوسرے نے میرے باپ کو عید قربان کے روز کوفہ مین قتل کیا تو دونون گواہیان مقبول ہونگی اور دونون کے واسطے آدھی دیت کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر مقتول دو ہون اور قاتل ایک ہو تو گواہی باطل ہوگی اور اس مسئلہ کی نظیر جامع مین مذکور ہی کہ اگر بڑے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ منجھلے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور منجھلے نے یہ گواہ قائم کیے کہ چھوٹے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ بڑے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو یہ گواہیان مقبول ہین اور ہر ایک کو دوسرے پر تہائی دیت کا حق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرے باپ کا ہی اور وہ فلان روز مرگیا اور مین اُسکا وارث ہون اور گواہون نے بیان کیا کہ اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے فلان روز نکاح کیا یعنی اُس روز کے بعد جسدن مدعی نے اپنے باپ کا مرنا بیان کیا اور یہ اولاد اس سے پیدا ہوئی پھر اسکے بعد وہ مرگیا اور مجھے میراث اور مہر چاہیے ہی تو قاضی میراث اور مہر کی ڈگری کریگا خواہ بیٹے مدعی کی ڈگری کرچکا ہو یا نکی ہو پھر ایک دوسری عورت نے پہلی عورت کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد یہ گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھسے اسوقت کے بعد نکاح کیا ہی تو اُسکی گواہی بھی قبول ہوگی۔ اور اگر وارث نے کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو فلان روز قتل کیا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسکے باپ نے میرے ساتھ اس روز کے بعد نکاح کیا ہی تو گواہی قبول نہوگی اسلیے کہ قتل کا دن قاضی کے حکم مین مقرر ہوچکا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے لڑکے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میرے باپ کو بیس برس ہوے کہ عمداً تلوار سے قتل کر ڈالا ہی اور میرے سواے کوئی وارث نہین ہی۔ اور ایک عورت نے گواہ سنائے کہ اسکے باپ نے پندرہ برس ہوے کہ میرے ساتھ نکاح کیا ہی کہ یہ بچے اُسکی اولاد مجھسے ہین اور اس کے وارث ہین پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ عورت کے گواہون کی گواہی استحساناً مقبول ہوگی اور نسب ثابت ہوگا اور بیٹے کے گواہون کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور عورت نے اگر نکاح کے گواہ سنائے اور کوئی اولاد ساتھ نلائی تو بیٹے کے گواہ مقبول ہونگے اور میراث فقط اُسی کو ملیگی اور قاتل قتل کیا جائیگا اور استحسان صرف نسب مین ہی اور یہی قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہی یہ محیط مین ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میرے باپ کو عمداً ربیع الاول مین قتل کیا اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ ہم نے اسکے باپ کو اسکے بعد زندہ دیکھا یا یہ کہا کہ اسکا باپ زندہ تھا اور گواہ کو اُسنے ہزار درم قرض دیے اور وہ قرض گواہ پر موجود ہی یا یہ صورت واقع ہوئی کہ مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ مین نے مدعا علیہ کے باپ کو کل ہزار درم دیے ہین اور وہ اُسپر قرض ہین اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میرا باپ اس سے پہلے مرگیا یا ایک عورت نے دو گواہ سنائے کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن کوفہ مین طلاق دی اور فلان شخص نے گواہ سنائے کہ مین اس دن منی مین حاجیون مین شریک تھا تو مدعی کے گواہ معتبر ہونگے مدعا علیہ کے گواہون پر التفات نکیا جائیگا ولیکن اگر عام لوگ اس امر کو جانتے ہون تو ان سب کی گواہی باطل ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو سال گذشتہ مین عمداً قتل کر ڈالا ہی اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ اسکے باپ نے کل کے روز ایک غلام ہزار درم کو فروخت کیا ہی تو امام ابو یوسف نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ قصاص کا حکم دیا جائیگا نہ بیع کا اور یہی قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ محیط سرخسی مین

لکھا ہی۔ اگر چار آدمیون نے ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دی پھر دوسرے چار آدمیون نے گواہون پر گواہی دی کہ یہ لوگ
زانی ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک پہلا فریق دوسرے فریق کی گواہی سے حد
مارا جائیگا اور پہلا مشہود علیہ بالاتفاق حد سے رہا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ جو
تم مین سے یہ گردہ روٹی کا کھا گئی وہ طالق ہی پس دو گواہون نے گواہی دی کہ اس عورت نے یہ گردہ کھایا اور دوسرے دو
گواہون نے بیان کیا کہ دوسری عورت نے کھایا تو دونون ف کی گواہی غیر مقبول ہوگی اور اگر ایک فریق کی گواہی پر حکم ہو چکا ہو
تو دوسرے فریق کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے گواہون کو رد کر دیا پھر ایک فریق مر گیا اور
دوسرے فریق نے پھر وہی گواہی دی جو پہلے ادا کی تھی اور گواہی کا اعادہ کیا تو گواہی مقبول نہوگی پس اگر دوسری عورت
دوسرے دو گواہ لائی تو انکی گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام
سے کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض مین مر گیا تو تو آزاد ہی اور ہم یہ نہیں جانتے کہ اسی مرض مین مرا یا نہین مرا اور غلام نے کہا
کہ اسی مرض مین مرا ہی اور وارثون نے کہا کہ اس مرض مین نہین مرا ہی تو قسم لیکر وارثون کا قول معتبر ہوگا اور اگر
دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ معتبر ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اس مرض مین
مرا تو فلان غلام آزاد ہی اور اگر اچھا ہو گیا تو دوسرا فلان آزاد ہی پھر پہلے غلام نے کہا کہ اسی مرض مین مر گیا اور وارثون
نے کہا کہ اچھا ہو گیا تو قسم لیکر وارثون کا قول لیا جائیگا اور تمام مال سے دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا پھر اگر غلام اول نے
اس شرط کے گواہ قائم کیے کہ وہ اسی مرض مین مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور دو تہائی اسکا آزاد ہوگا اور ایک ثلث کے
واسطے وہ سعی کرکے قیمت ادا کریگا جبکہ میت کا کچھ مال سواے ان دو غلامون کے نہو اور دونون کی قیمت برابر ہو اور
اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ سنائے تو مین پہلے غلام کے گواہ جو اس مرض سے انتقال کرنیکا مدعی ہی قبول کرونگا اور دوسرے
کے رد کر دونگا پھر اگر وارثون نے کہا کہ اچھے ہونے سے پہلے اسی مرض مین مر گیا تو تہائی مال سے غلام مقرلہ دوسرے کی آزادی
کے بعد آزاد ہو جائیگا پس ایک تہائی مفت آزاد ہوگا اور دو تہائی کے واسطے وہ سعی کرکے قیمت ادا کریگا بشرطیکہ سوا دونون
غلامون کے میت کا کچھ مال نہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اقرار کیا تھا کہ مین نے اپنا
فلان مدبر کیا اگر مین قتل کیا جاؤن اور وہ قتل کیا گیا اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ وہ اپنی موت سے مر گیا تو مین
تہائی مال سے عتق جائز رکھونگا اور اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ مین نے فلان غلام آزاد کیا اگر مجھے اس سفر یا
مرض مین کوئی حادثہ پیش آوے اور حال یہ گذرا کہ وہ اس سفر یا مرض مین مر گیا اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی
کہ وہ اس سفر سے واپس آکر اپنے اہل و عیال مین مرا ہی تو مین آزادی کے گواہون کی گواہی قبول کرونگا اور اگر دوسرے
دو گواہون نے یہ بیان کیا کہ اسنے کہا تھا کہ اگر مین اپنے سفر سے واپس ہوکر اپنے اہل و عیال مین مرون تو فلان غلام
میرا آزاد ہی اور وہ سفر سے آکر اپنے اہل و عیال مین مرا ہی تو مین پہلے گواہون کی گواہی جائز رکھونگا اور واپس آنے کی
گواہی قبول نکرونگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہ سنائے کہ میرے شوہر نے مجھے عید قربان کے دن
قریب بصرہ کے پانچ تین طلاق دی ہین اور اسکے غلام نے گواہ سنائے کہ اسنے مجھے اسی روز منی مین آزاد کر دیا ہی اور دونون
[illegible] مشہود علیہ دونون سے انکار کرتا ہو [illegible] اور دونون گواہیان ایک ساتھ پیش ہوئین تو دونون باطل ہین اور اگر مشہود علیہ
[illegible] ایک کی تصدیق کی بعد دوسرے سے انکار کیا تو [illegible] طلاق [illegible] دونون کا حکم دیا جانے کا

ف دونون پہلے گواہون کے بعد ان فریق کی گواہی قبول نہین [illegible]

یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہیں یعنی جھوٹی تہمت زنا کی لگانے سے انکو فلان شہر کے فلان قاضی نے فلان وقت میں حد ماری ہے اور ایسا وقت بیان کیا کہ جب وہ قاضی تھا اور جسپر حد قذف واقع ہونے کی گواہی دی اُسنے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ میں نے حد قذف جاری نہیں کی ہے پس قاضی محدود القذف ہونیکا حکم دیگا اور بسبب گواہی اقرار کے محدود القذف ہونیکا حکم دینے سے باز نہ رہیگا۔ پس اگر حد قذف کے گواہوں نے کوئی خاص وقت مقرر کیا اور کہا کہ فلان قاضی نے اسکو سنہ ۸۵۴ ہجری میں حد قذف ماری ہے اور مشہود علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ قاضی سنہ ۸۵۵ھ میں مرگیا یا وہ سنہ ۸۵۴ھ میں اُس شہر کے سوائے فلان شہر میں تھا تو بھی قاضی اُسکے محدود القذف ہونیکا حکم دیگا اور اسکی گواہی پر التفات نہ کریگا لیکن اگر قاضی کا مرنا ایسا مشہور ہو کہ اُسکو ہر کس و ناکس جانتا ہو تو البتہ محدود القذف ہونے کا حکم نہ دیگا اور مشہود علیہ پر مال کی ڈگری کر دیگا۔ اور اسی مسئلہ سے نکالکر ایک مسئلہ کے جواب میں حکم دیا جائے گا اور فتوے یہ تھا کہ ایک نے دوسرے پر دعوے کیا کہ میرے باپ کے سو دینار تجھپر آتے ہیں اور اُسنے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ مرگیا اور میرے سوائے کوئی اُسکا وارث نہیں ہے مجھے ادا کر دے اور مدعا علیہ نے کہا کہ واقعی سو دینار تیرے باپ کے آتے تھے اُنمیں سے اُسنے اپنی زندگی میں اسی دینار وصول کر لیے اور میرے مکان پر سمرقند میں مجھسے یہ اقرار کیا کہ جو سو دینار میرے تجھپر آتے تھے اُنمیں سے اسی دینار میں نے وصول پائے اور میرے تجھپر سوائے بیس دینار کے کچھ باقی نہیں ہیں اور اسکے گواہ پیش کر دیے اور مدعی نے کہا کہ جس دن کا تو اقرار بیان کرتا ہے اُس دن میرا باپ سمرقند میں نہ تھا وہان سے دوسرے شہر میں چلا گیا تھا اور اسکے گواہ پیش کر دیے تو بعض مشائخ نے جواب دیا کہ مدعی کی گواہی مقبول نہوگی ولیکن اگر اسکے باپ کا سمرقند سے چلا جانا ایسا مشہور ہو کہ اُسکو ہر کس و ناکس جانتا ہو تو البتہ اُسکے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں امسال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور کہا کہ میں نے حج کر لیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید قربان کے روز کوفہ میں موجود تھا تو غلام آزاد نہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آزاد ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اور امام محمدؒ کا قول اوجہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں آج گھر میں نہ داخل ہوں تو تو آزاد ہے اور غلام نے گواہ سنائے کہ وہ آج گھر میں نہیں داخل ہوا تو گواہی مقبول ہوگی بعض نے کہا کہ علےٰ ہذا اگر اپنی عورت کے ہاتھ میں اُسکا کام سپرد کر دیا بشرطیکہ اُسکو بے جرم مارے پھر اُسکو مارا اور کہا کہ جرم پر میں نے مارا ہے اور عورت نے گواہ سنائے کہ اُسنے بے جرم مارا ہے تو عورت کی گواہی قبول ہونی چاہیے اگرچہ اُسنے نفی پر قائم کی کیونکہ شرط پر گواہ قائم کیے ہیں کسی نے قسم کھائی کہ اگر میری ساس آج رات میں نہ آئی یا میں نے اُس سے فلان معاملہ میں کلام نہ کیا تو میری جورو پر تین طلاق ہیں پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُسنے یہ قسم کھائی تھی اور اُسکی ساس آج رات نہیں آئی یا اس معاملہ میں اس سے کلام نہیں کیا اور اس قسم کی وجہ سے اسکی عورت پر طلاق ہوگئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اسلام لایا اور اسلام میں انشاء اللہ تعالیٰ کہا اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ اُس نے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تو دوسروں کی گواہی قبول ہوگی مشائخ بخارا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دعوے کیا کہ میری زمین خراجی نہیں ہے اور اسپر گواہ سنائے اور گواہوں نے کہا کہ اسکی زمین آزاد ہے تو اکثروں نے اسکے قبول کرنے کا حکم دیا اور بعضوں نے کہا کہ قبول نہوگی کیونکہ اسکا قصد خراج کی نفی کرنا ہے پھر سب مفتیوں نے اسی قول کی طرف رجوع کیا اور سب نے اتفاق کیا کہ گواہی غیر مقبول ہے

یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے دعوے کیا کہ یہ میری عورت ہی اُس نے کہا کہ مین اسپر بسبب تین طلاق کے حرام ہون کہ اسنے کہا تھا کہ اگر فلان روز لغزہ جاوے اور وہ اسباب مین تیرے پاس نہ لاؤن تو تجھپر تین طلاق ہین اور وہ روز گذر گیا اور یہ شخص وہ اسباب میرے پاس نہ لایا اور اسپر اُس نے گواہ قائم کر دیے تو اُس سے شوہر کی خصومت دور کر دیجاویگی رب السلم نے دعوے کیا کہ بیع سلم صحیح قرار پائی اور مسلم الیہ نے کہا کہ بسبب مدت نہ ذکر کرنے کے فاسد قرار پائی ہی اور گواہ سنائے تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر ملکیت مین پیدا ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ میرا حق اور میری ملک ہی اور میری ملک مین پیدا ہوا ہی اور برابر میری ملک مین۔ ہا اور کسی سبب سے میری ملک سے نہین نکلا تو بعض نے کہا کہ غیر مقبول اور بعض نے کہا کہ مقبول ہی اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اگر دودھ پلائی سے شرط کی کہ خود دودھ پلاوے پس اُس نے بکری کا دودھ پلایا تو اُسکو کچھ اُجرت نہ ملیگی پس اگر اُسنے انکار کیا کہ مین نے کسی چوپایہ کا دودھ نہین پلایا بلکہ اپنا دودھ دیا ہی تو استحساناً قسم لیکر اُسی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکے والون نے اپنے دعوے پر گواہ سنائے تو دودھ پلائی کو اُجرت نہ ملیگی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ تاویل اِس مسئلہ کی یہ ہی کہ گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس دودھ پلائی نے بکری کا دودھ پلایا اور اپنا دودھ نہین پلایا اور اگر صرف اسقدر کہا کہ اسنے اپنا دودھ نہین پلایا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونون نے گواہ سنائے تو دودھ پلائی کے گواہ معتبر ہونگے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ ہم نے سُنا کہ یہ کہتا تھا المسیح بن اللہ اور یہ نہین کہا کہ یہ قول نصاری کا ہی پس اسکی عورت بائن ہوگئی اور وہ شخص کہتا ہی کہ مین نے یہ لفظ بھی ملایا کہ نصارے کا قول ہی تو گواہی قبول ہوگی اور اُسمین اور اسکی جورو مین جدائی کرائی جاویگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم نے سُنا کہ یہ شخص کہتا تھا المسیح بن اللہ اور اس کے سوا ہم نے نہین سُنا تو یہ گواہی غیر مقبول ہوگی یہ خزانۃ الفتاوے مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ اس شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ میرے گدھے کو مار کر اپنے باغ سے نکال دے پھر لڑکے نے اُس کو یہانتک مارا کہ وہ مر گیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ گدھا زندہ ہی تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ بنظر مقصود وہ نفی پر قائم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔

دسوان باب اہل کفر کی گواہی کے بیان مین

کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اہل ذمہ مین سے بعض کی گواہی بعض پر مقبول ہی بشرطیکہ عادل ہون۔ اگرچہ ملتین مختلف ہون یہ بدائع مین لکھا ہی۔ جو حربی کافر امن لیکر آئے ہین اگر ذمی اُنپر گواہی دین تو جائز ہی بخلاف اسکے کہ اہل حرب جو امان لیکر آئے ہین اگر ذمیون پر گواہی دین تو ناجائز ہی۔ بعض حربی امان والے اگر بعض پر گواہی دین پس اگر ایک ہی ملک کے ہین تو مقبول ہی اور اگر جدا جدا ملک کے ہین تو مقبول نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ مرتد مرد یا عورت کی گواہی مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ کافرون پر مقبول ہی اور بعض نے کہا کہ مرتد پر مقبول ہی اور اصح یہ ہی کہ ہر صورت مین غیر مقبول ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر دو کافرون نے دو مسلمانون کی گواہی پر گواہی دی اور دو مسلمانون کی گواہی ایک کافر کی طرف سے دوسرے کافر پر کسی حق مین تھی یا کسی قاضی مسلمین کے حکم پر جو کسی مسلمان یا کافر کے حق مین تھا گواہی دی تھی تو یہ گواہی جائز نہین ہی اور اگر دو مسلمانون نے دو کافرون کی گواہی پر گواہی دی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی ایک کافر کے قبضہ مین ایک باندی تھی کہ اُس کو اُس نے مسلمان سے خریدا ہی پھر اسپر دو کافرون نے یہ گواہی دی کہ یہ

باندی مسلمان یا کافر کی ہی تو گواہی جائز نہوگی اسیطرح اگر وہ باندی اُسکے پاس کسی مسلمان کی طرف سے ہبہ یا صدقہ مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا اور پہلا قول امام ابو یوسف رح کا ہی پھر امام ابو یوسف رح نے رجوع کیا کہ مین اس گواہی پر خاصکر کافر پر حکم کرونگا نہ غیر پر یہ حاوی اور مبسوط مین ہی۔ اگر دو ذمی ایک ذمی پر یہ گواہی دین کہ یہ اسلام لایا ہی تو قبول نہوگی کیونکہ اُنکے زعم مین وہ مرتد ہوگیا اور اہل ذمہ کی گواہی مرتد پر باطل ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک مرد اور دو عورتون نے اہل اسلام مین سے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اسلام لایا ہی اور وہ انکار کرتا ہی تو امام وقت اُسکو اسلام کے واسطے جبر کریگا اور قید کریگا اور قتل نہ کریگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک ذمی مرگیا اور اُسپر دس نصرانیون نے گواہی دی کہ وہ اسلام لایا تھا تو اُنکی گواہی سے اُسپر نماز نہ پڑھی جاویگی اور اسی طرح اگر فاسق مسلمانون نے یہ گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اس میت کافر کا کوئی ولی مسلمان ہو اور باقی اولیا کافر اُس کے دین کے ہون پھر مسلمان ولی نے دعوے کیا کہ وہ مسلمان ہوگیا تھا اور مجھے وصیت کی ہی اور میراث لینا چاہی اور اہل کفر مین سے دو آدمیون نے اُس کی گواہی دی تو اُنکی گواہی سے مسلمان ولی اُس کی میراث نہ لیگا اور ولی مسلم اُسپر نماز پڑھیگا اگر وہ عادل ہی اور اگر سوائے ولی مسلم کے اُس کے اسلام کی کسی نے گواہی نہ دی تو ولی مسلم کے کہنے سے اُسپر نماز پڑھی جاویگی اور میراث اُسکو نہ ملیگی۔ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ ملکر یہ گواہی دی کہ میری عورت نعوذ باللہ مرتد ہوگئی ہی اور وہ عورت انکار کرتی ہی اور اسلام کا اقرار کرتی ہی تو دونون مین جدائی کرائی جاویگی اور آدھا مہر اُس کو دلایا جاویگا اگر مرد نے اُس کے ساتھ دخول نہین کیا ہی اور عورت کا انکار مرتد ہونا اور اقرار اسلام توبہ کرنا شمار ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوگئی اور وہ منکر ہی اور اصل دین اُس کا نصرانیہ تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اُسکا انکار مرتد ہونے مین شمار ہوگا۔ اور اُسکا شوہر آدھے مہر سے بری نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی عمرو بن ابی عمرو نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک ذمی مرگیا پھر ایک مسلمان مرد یا عورت نے جو عادل ہی یہ گواہی دی کہ موت سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا اور اُس کے اولیاء نے انکار کیا تو تمام میراث اُسکے ولیون کو اہل ذمہ مین سے ملیگی اور مسلمانون کو چاہیے کہ اُسکو غسل دیکر کفن دین اور اُسپر نماز پڑھین اسی طرح اگر محدود القذف مسلمان نے گواہی دی اور اب وہ عادل ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرگیا اور اُسکے دو لڑکے ہین ایک نصرانی اور ایک مسلمان پھر مسلمان نے دو نصرانی گواہ پیش کیے کہ وہ مسلمان مرا ہی اور نصرانی نے دو مسلمان گواہ دیے کہ وہ نصرانی مرا ہی تو مسلمان کے لیے میراث کا حکم دیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی اسی طرح اگر اُسنے دو نصرانی پیش کیے تو بھی یہی حکم رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور میت پر نماز پڑھنا اُسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے ہی نہ نصرانیون کی گواہی سے اور اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ میرا باپ موت سے پہلے اسلام لایا ہی [illegible] اور نصرانی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان نہین ہوا تو میراث کے باب مین نصرانی کا قول معتبر ہوگا اور اُسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے اُسپر نماز پڑھی جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ اگر مسلمان بیٹے نے ہنوز اُسکے مسلمان مرنے پر گواہ [illegible] کیے تھے کہ ایک شخص نے اُسپر قرض کا دعوی کیا اور نصرانی گواہ پیش کیے تو مال کا حکم اُسپر دیا جائیگا پھر مسلمان بیٹے نے اُسکے مسلمان ہونے کے گواہ نصرانی سنائے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ [illegible] تھا تو مین اُس کے قرض کی بابت جو حکم ہوچکا ہی باطل نہ کرونگا اور اگر قرضخواہ [illegible]

مسلمان بیٹے کو دلاویگا اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اُسکے بیٹے مسلمان نے نصرانی گواہ اُسکے مسلمان مرنے پر
قائم کیے اور چھوٹے بھائیون کو لینا چاہا تو گواہی اسلیے مقبول نہوگی اور یہ حکم اسی مقام پر مخصوص نہیں ہی بلکہ جہان
کہین میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو کہ جسکے لیے اُسکے اسلام کی گواہی قائم کیجاتی تو اُسکے اسلام کی گواہی مقبول نہوگی اور
نہ اُسکے اسلام کا حکم دیا جاویگا یہ ذخیرہ اور محیط مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ اگر مسلمان
قرضخواہ کے گواہ مسلمان ہون اور نصرانی بیٹے کے سامنے اُنکی گواہی پر ڈگری کی گئی پھر مسلمان بیٹا ذمی گواہ لایا کہ میرا باپ
مسلمان مرا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جو کچھ نصرانی میت کا مال تھا اُسکا وارث اُسکا مسلمان بیٹا ہی اور قرضخواہ پر واپسی
وغیرہ کا کچھ حکم نہوگا۔ پھر ابن سماعہ نے کہا کہ مین نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر قرضخواہ نے اور مسلمان بیٹے دونون نے ذمی
گواہ پیش کیے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دونون گواہ معاینہ ہون تو مدعا علیہ مسلمان وارث قرار پاویگا کیونکہ اُس کے
گواہون سے اُسکا وارث ہونا ثابت ہوا اور جب وہ وارث قرار پایا تو قرضخواہ کے ذمی گواہون کی گواہی اُسپر مقبول نہوگی
پس قرضخواہ کو ایسی گواہی پیش کرنے سے کچھ استحقاق حاصل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک لڑکے نے کہا کہ میرا باپ
مسلمان تھا اور مین بھی اور دوسرے نے کہا بلکہ مین بھی اُسکے مرنے سے پہلے اسلام لایا ہون اور دوسرے نے اُسکی تکذیب
کی تو میراث اُسکو ملیگی جسکے مسلمان ہونے پر باپ کی زندگی مین اتفاق ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مسلمان بیٹے
نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ مسلمان تھا اور نصرانی نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ نصرانی تھا تو مسلمان کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون
نے گواہ قائم کیے تو مسلمان کے گواہ بھی معتبر ہونگے۔ اور اگر مسلمان بیٹے نے مسلمانون مین سے دو گواہ باپ کے
مسلمان ہونے پر کہ اپنے مرنے سے پہلے مسلمان تھا قائم کیے تو مین قبول نہ کرونگا جبتک کہ اسلام کی تفصیل نہ بیان
کرین کہ کیا ہی اور امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے بیان کیا کہ اگر گواہ فقیہ ہو تو اُسکی گواہی بدون اسلام کی تفصیل بیان
کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر جاہل ہو تو جبتک اسلام کی تفصیل اور اُسکا وصف نہ بیان کرے مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین
لکھا ہی۔ ایک مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میرا شوہر مسلمان تھا اور اُس شخص کی اولاد کافر نے بیان کیا کہ نہین بلکہ
کافر تھا اور اُس شوہر مسلمان کا ایک بھائی مسلمان تھا کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرتا تھا تو میراث اُس بھائی اور عورت
کے درمیان تقسیم ہوگی اور اگر ایک بیٹا کافر اور ایک بیٹی مسلمان چھوڑی پھر بیٹی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہی
اور بھائی مسلمان نے اُسکی تصدیق کی اور بیٹا کافر کہتا ہی کہ کافر مرا ہی تو لڑکی کا قول معتبر ہوگا اور اگر جورو شوہر اور
بیٹا اور بھائی ہو اور بھائی اُسکے مسلمان ہونیکا دعوی کرتا ہی اور بیٹا منکر ہی تو بیٹے کا قول لیا جائیگا اور میراث اُسی کو ملیگی
ایک بیٹی اور ایک بھائی ہی اور دونون نے اختلاف کیا تو مدعی اسلام کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم بیٹا اور باپ
موجود ہونے مین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُس نے ایک گھر چھوڑا پس میت کے لڑکے
نے جو مسلمان تھا کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہی اور یہ گھر میرے واسطے میراث چھوڑا ہی اور میت کا بھائی جو ذمی
تھا آیا اور کہا کہ میرا بھائی میرے دین پر کافر مرا ہی تو بیٹے کا قول لیا جائیگا اور اسی کو میراث ملیگی اور اگر دونون
نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو بیٹے کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر بھائی نے ذمی لوگ گواہ قائم کیے اور
مسلمان بیٹے کے گواہ نہین ہین تو بھائی کے گواہ ناجائز ہونگے ولیکن اگر بھائی نے اپنے دعوے پر مسلمان گواہ قائم
کیے تو مقبول ہونگے اور میراث بھائی کو ملیگی یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک نصرانی

مرگیا اور دو بیٹے چھوڑے پھر ایک اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا پھر ایک نصرانی نے اس امر کے نصرانی گواہ قائم کیے کہ مین بھی میت کا بیٹا ہون تو نسب کی گواہی قبول ہوگی اور میراث مین نصرانی بیٹے کا شریک کیا جائیگا اور مسلمان بیٹے کی میراث کے حصہ مین شریک نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اسی طرح اگر ایک نصرانی بیٹا چھوڑا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا پھر ایک نصرانی آیا اور نصرانی گواہ اس امر کے لایا کہ مین نصرانی میت کا بیٹا ہون تو نسب کی گواہی مقبول ہوگی اور جو کچھ مال میراث کا مسلمان بیٹے کے ہاتھ مین ہی اُسمین سے کچھ نہ دلایا جائیگا پس اگر میت کا کچھ مال برآمد ہوا تو سب مسلمان بیٹے کو ملیگا پس اگر مسلمان بیٹا ذمی باپ کی زندگی مین مرگیا تو اُسکی میراث اُسکے ذمی بیٹے کو ملیگی۔ اور ابن سماعہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ذمی بیٹے کو مسلمان بیٹے کی مزاحمت کا حق اُس وقت نہین حاصل ہوتا ہی کہ جب ذمی بیٹے کے نسب ثابت ہونے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا ہو اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے اُسکا نسب ثابت ہوگیا تو ذمی اُس مسلمان کا مزاحم و شریک ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرگیا اور اُسکی مسلمان عورت نے بیان کیا کہ مین اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہون مجھے میراث چاہیے ہی اور وارثون نے کہا کہ بلکہ تو پہلے مسلمان ہوئی ہی اور تجھے میراث نہ ملیگی تو وارثون کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کوئی مسلمان نصرانی عورت کو چھوڑ کر مرگیا اور جھگڑے و نالش کے دن وہ مسلمان تھی پس کہا کہ اُسکے مرنے سے پہلے مین مسلمان ہوئی ہون اور وارثون نے کہا کہ بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہی تو وارثون کا قول معتبر ہوگا یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک ذمی کے قبضہ مین ہی ایک مسلمان اور ذمی نے دعوے کیا اور دونون نے میراث کا دعوی کیا اور دلیل پیش کی تو دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا بشرطیکہ ذمی کے گواہ مسلمان ہون ورنہ مسلمان کے واسطے ڈگری کردیجائیگی اگرچہ اُسکے گواہ کافر ہون یہ محیطین مین لکھا ہی۔ ہر گواہی جو ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر دی ہی اور ہنوز حاکم نے اُسکی گواہی پر حکم نہین دیا ہی یہانتک کہ مشہود علیہ مسلمان ہوگیا تو گواہی باطل ہوجائیگی پس اگر مشہود علیہ حکم کے بعد مسلمان ہوا تو حکم سابق باقی رہیگا اور تمام حقوق مین سوائے حدود کے مواخذہ کیا جائیگا اور قصاص نفس یا مادون النفس مین قیاس چاہتا ہی کہ قاضی نافذ کرے اور استحساناً نافذ نہ کریگا اور چوری مین اگر چور حکم قضا کے بعد ہاتھ کاٹنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو قاضی اس سے مال دلوا دیگا اور ہاتھ کاٹنا دفع کردیگا اور اگر مشہود علیہ پہلے مسلمان ہوا پھر دونون گواہ مسلمان ہوگیے یا پہلے گواہ مسلمان ہوئے پھر مشہود علیہ مسلمان ہوا پس اگر انھون نے ازسرنو گواہی نہ دائی تو تمام حقوق مین ڈگری نہوگی اور اگر پہلی صورت مین بعد دونون کے مسلمان ہونے کے اور دوسری صورت مین بعد مشہود علیہ کے مسلمان ہونے کے دونون نے ازسرنو گواہی دی تو مالون اور قصاص اور حد القذف کے دعوی مین ڈگری کردیجاویگی اور جو حدود خالص اللہ تعالی کے واسطے ہین اُنمین نہ کیجائیگی یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی۔ اگر ایک نصرانی پر چار نصرانیون نے گواہی دی کہ اسنے مسلمان باندی کے ساتھ زنا کیا ہی پس اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ اسنے زبردستی زنا کیا ہی تو فقط مرد کو حد ماری جائیگی اور اگر انھون نے یہ گواہی دی کہ اُس مسلمان باندی نے اپنی رضامندی سے زنا کرایا تو دونون سے حد دفع کیجائیگی اور باندی مسلمان کے حق کے عوض گواہون کو سزا دیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ دو نصرانیون نے ایک مسلمان و نصرانی پر یہ گواہی دی کہ ان دونون نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کرڈالا ہی تو فرمایا کہ مسلمان پر گواہی اُنکی قبول نہ کرونگا اور

سے قصاص نہ لونگا مگر اسپر اسی کے مال سے دیت دینا لازم کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ رح نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان نے عمدًا ایک نصرانی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہ مین ایک نصرانی کا غلام ہون اور ہاتھ کٹے ہوئے نے دعوی کیا کہ مین آزاد ہون اور ایک مرد اور دو عورت مسلمانون کو گواہ لایا کہ اسکے مالک نے ایک سال سے اُسکو آزاد کر دیا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکو آزاد قرار دیکر ہاتھ کا قصاص لونگا اور اگر ہاتھ کٹے ہوئے نے دو نصرانی گواہ پیش کیئے کہ ایک سال سے اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا ہی تو مین اسکی آزادی کے بارہ مین یہ گواہی قبول کرونگا اور قصاص نہ لونگا اور مشائخ نے فرمایا کہ آزادی کی گواہی مسموع ہونا صاحبین رح کے نزدیک ہونا چاہیے نہ امام اعظم رح کے نزدیک کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک بدون غلام کے دعوے کے آزادی کی گواہی مقبول نہین ہوتی ہی اور اس مقام پر وہ منکر ہی نہ مدعی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے اگر کہا کہ اگر فلان نصرانی نے اپنی عورت کو طلاق دی تو میرا غلام آزاد ہی پھر دو نصرانیون نے گواہی دی کہ فلان نصرانی نے اس قول کے بعد اپنی عورت کو طلاق دی تو مین نصرانی کی عورت کے طلاق ہونے کے بارہ مین گواہی قبول کرونگا اور مسلمان کا غلام آزاد نہ کرونگا یہ محیط مین ہی۔ ایک مسلمان نے کہا کہ اگر میرا غلام اس دار مین داخل ہوا تو وہ آزاد ہی اور ایک نصرانی نے کہا کہ میری جورو کو تین طلاق ہین اگر یہ غلام اس دار مین داخل ہو پھر دو نصرانیون نے گواہی دی کہ غلام اس گھر مین داخل ہوا ہی پس اگر غلام مسلمان ہو تو دونون کی گواہی باطل ہی اور اگر نصرانی ہو تو نصرانی کی عورت پر طلاق ہونے مین گواہی جائز ہی اور آزادی[لہ] غلام کے بارے مین ناجائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی کے ہاتھ مین ایک چادر تھی پھر ایک مسلمان و ایک نصرانی نے ہر ایک نے اس کے گواہ نصرانی پیش کیے کہ نصرانی نے اقرار کیا ہی کہ یہ چادر مدعی کی ہی تو فرمایا کہ مین مسلمان کی ڈگری کرونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرد نے ایک نصرانی عورت پر اس امر کے گواہ سُنائے کہ مین نے اس عورت سے فلان وقت نکاح کیا ہی تو فرمایا کہ مین نصرانی عورت کے مدعی کی جورو ہونے کی ڈگری کرونگا پھر ایک مسلمان نے گواہ سُنائے کہ مین نے اس وقت کے بعد اُس سے نکاح کیا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُس کی ڈگری نہ ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک ہوگی اور اگر دونون نے معًا گواہ سُنائے تو امام اعظم رح کے نزدیک مسلم کی ڈگری ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصرانی کی ڈگری ہوگی۔ ایک نصرانی مرگیا اور اُسپر ایک مسلمان کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہی اور اُسپر ایک نصرانی کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہی تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح و زفر رح نے فرمایا کہ مسلمان کے قرضہ سے شروع کیا جائیگا یعنے پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کرنا شروع ہوگا کذا فی محیط السرخسی پس اگر کچھ بچ رہا تو وہ نصرانی کے قرضہ مین دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک نصرانی کے قبضہ مین ایک غلام ہی کہ اُسپر ایک مسلمان اور ایک نصرانی نے ہر ایک نے دعوی کیا اور ہر ایک نے دو نصرانی گواہ پیش کیے تو بالاجماع مسلمان کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک ذمی سو درم چھوڑ کر مر گیا پھر ایک مسلمان نے دو گواہ ذمی اپنے سو درم قرضہ کے پیش کیے اور ایک دوسرے مسلمان اور ایک ذمی نے اپنے دو گواہ ذمی سو درم قرضہ کے پیش کیے تو سو کی دو تہائی اکیلے مدعی مسلمان کو ملیگی اور ایک تہائی دونون شریکون کو ملیگی اور اگر کسی ذمی کے قرضخواہ تھے دو ذمی گواہ تو ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دو ذمی گواہ سنائے کہ سو درم قرضہ مین آدھے برابر ایک کو ایک تہائی ملیگا اسی طرح اگر اس صورت مین دونون شریکون تھے دو مسلمان

گواہ سنائے تو بھی ذمی قرضخواہ کو تہائی اور دونوں شریکون کو دو تہائی ملیگا اور اگر ذمی قرضخواہ نے دو گواہ مسلمان سنائے اور دونون شریکون نے خواہ مسلمان یا ذمی گواہ سنائے تو سو درم کا نصف ذمی کو اور باقی آدھا دونون شریکون کو ملیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ ایک نصرانی مرگیا اور دو سو درم چھوڑے اور دو بیٹے نصرانی چھوڑے پھر ایک مسلمان ہوگیا پھر ایک شخص آیا اور اُسنے میت پر سو درم کا دعوی کیا اور دو گواہ نصرانی قائم کیے تو قاضی اس قرضہ کا حکم وارث نصرانی کے حصہ مین سے دیگا اور نصرانی مسلمان کا شریک نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک نصرانی مرگیا اور ایک مملوک چھوڑا پھر وہ مملوک اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا پھر اُسکی طرف سے دو نصرانیون نے یہ گواہی دی کہ اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کردیا ہی اور مالک کا سوائے اُس غلام کے کچھ مال نہ تھا اور ایک مسلمان نے دو نصرانی گواہ اس امر پر قائم کیے کہ میرے ہزار درم اس میت پر قرض ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین دونون کی گواہی قبول کرونگا پس غلام کو آزاد کرونگا اور وہ قرضخواہ کے واسطے سعی کرکے مال ادا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے کتاب الرہن مین فرمایا کہ ایک ذمی مرگیا اور دوسرے ذمی نے اُسکے بعض اسباب کے رہن کا دعوے کیا اور اہل ذمہ مین سے گواہ قائم کیے اور ایک مسلمان نے اُسپر قرض کا دعوے کیا اور ذمی یا مسلمانون مین سے گواہ قائم کیے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین مسلمان کی گواہی قبول کرکے اُسکا قرضہ دلوانا شروع کرونگا پھر بعد پورا ہو جانے کے اگر کچھ مال باقی رہا تو وہ ذمی کو ملیگا پھر فرمایا یہ رہن جائز نہوگا جبتک کہ مسلمان اپنا قرضہ پورا نہ لیوے پس اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہون اور مسلم کے گواہ ذمی یا مسلمان ہون تو ذمی کو اپنے رہن سے لینے کا زیادہ استحقاق ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک مسلمان نے کافر پر مال کا دعوی کیا اور دعوی کیا کہ ایک مسلمان فلان شخص اُسکا کفیل ہی اور کفارون مین سے گواہ قائم کیے تو اس گواہی سے اصیل پر مال ثابت ہوگا نہ کفیل پر۔ اسی طرح اگر اصل مال کافر پر ہو پھر دو کافرون نے ایک کافر و مسلم پر یہ گواہی دی کہ ان دونون نے اُسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی تھی اور ایک دوسرے کا بھی کفیل ہی تو یہ گواہی اصیل پر اور کفیل کافر پر جائز ہی اور مسلمان کفیل پر جائز نہین۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر مال کا دعوے کیا اور مطلوب نے انکار کیا اور طالب نے دعوے کیا کہ اس ذمی نے مطلوب کے حکم سے اُسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی ہی اور کفیل نے انکار کیا پھر دو ذمیون نے مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی کفیل پر جائز ہوگی نہ اصیل مسلم پر یہانتک کہ اگر کفیل نے ادا کیا تو اُسکو مسلمان سے لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اسی طرح اگر دونون پر مال دستاویز مین ہو اور مسلمان کے نام دستاویز ہی اور ذمی اُسکے نیچے کفیل ہی یا دستاویز دونون کے نام ہی اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی تو بھی یہ گواہی کافر پر حجت ہوگی نہ مسلم پر یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی مسلمان نے کافر کے لیے ہزار درم کی ضمانت کرلی اور کافر اصیل نے کہا کہ مین نے اپنی طرف سے ضمانت کرنے کا حکم اُسکو نہین دیا تھا پھر مسلمان دو گواہ کافر لایا کہ انھون نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے اس کافر کے حکم سے اسکی طرف سے ضمانت کرلی تھی اور طالب نے اقرار کیا کہ مین نے اس کفیل سے مال بھر پایا ہی تو کفیل کو اختیار ہوگا کہ اصیل سے مال وصول کرے۔ اور اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے جان کی یا مال کی جو اُسپر کسی مسلمان یا کافر کا ہی کفالت کی اور اہل ذمہ اُسپر گواہ ہوے پس اگر مسلمان نے اس سے انکار کیا تو اُنکی گواہی اسپر جائز نہوگی اور اگر اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی وجہ سے جائز ہوگی نہ گواہی کی وجہ سے پس اگر اُس نے مال ادا کردیا اور ذمیون نے گواہی دی کہ اس نے ذمی کے حکم سے ضمانت کی تھی تو وہ ذمی سے وصول کرلیگا یہ محیط مین لکھا ہی

کافرون کی گواہی مکاتب کافر یا غلام ماذون کافر پر روا ہی اگرچہ اُسکا مولی مسلمان ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک غلام ماذون نصرانی پر جو مسلمان کا مملوک ہی دو نصرانیون نے گواہی دی کہ اُس نے اس شخص کو یا اُس کے گھوڑے کو قتل کر ڈالا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہین ہی اور گھوڑے مار ڈالنے کی گواہی جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قصاص کے واسطے مقبول ہوگی اور خطا مین مال لینے کے واسطے مقبول نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اُس کا مالک کافر ہو تو کافرون کی گواہی غلام پر مقبول نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو خرید و فروخت کا وکیل کیا تو کافرون کی گواہی وکیل پر جائز نہوگی اور اگر مسلمان نے کسی کافر کو وکیل کیا تو کافرون کی گواہی وکیل پر جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک کافر مر گیا اور اُس نے مسلمان کو وصی بنایا پھر ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور کافر گواہ قائم کیے تو استحسانًا جائز ہی اگرچہ وصی مسلمان ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک مسلمان نے دعوے کیا کہ فلان نصرانی مر گیا اور اُس نے مجھے وصی بنایا ہی اور نصرانی گواہ سنائے پس اگر کسی نصرانی قرضدار کو حاضر کیا تو قیاسًا و استحسانًا گواہی اُسپر قبول ہوگی اور غیر کی طرف متعدی[سلہ] بھی ہوگی اور اگر کسی مسلمان قرضدار کو لایا تو قیاسًا اُسپر گواہی مقبول نہوگی اور یہی پہلا قول امام محمد رح کا ہی اور استحسانًا مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر نصرانی نے نصرانی گواہ قائم کیے کہ فلان شخص مر گیا اور مین اُسکا بیٹا ہون اور وارث ہون اور گواہ سواے اُسکے کوئی وارث نہین جانتے ہین اور میت کا کوئی کافر قرضدار حاضر کیا تو قیاسًا و استحسانًا گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر کوئی مسلمان قرضدار حاضر کیا تو قیاسًا مقبول نہوگی اور استحسانًا مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک مسلمان نے کسی نصرانی کی طرف سے وکالت کا دعوے کیا کہ جو کچھ اسکا حق کوفہ مین ہی اُس کے لیے اُس نے مجھے وکیل کیا ہی اور ایک مسلمان قرضدار کو حاضر کیا اور اُسپر دو نصرانی گواہ قائم کیے تو قبول نہوگی اور اگر نصرانی کو حاضر کیا تو گواہی قبول ہوگی۔ اور جب قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور اُسکی وکالت کا حکم دیدیا تو یہ حکم سب قرضدارون پر خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون جاری ہوگا حتے کہ اگر اُس کے بعد کوئی مسلمان قرضدار کو لایا اور اُس نے اُس کی وکالت سے انکار کیا تو قاضی اُسکو دوبارہ وکالت کے گواہ لانے کے واسطے تکلیف نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک مسلمان نے اپنا غلام نصرانی کے ہاتھ فروخت کیا پھر کسی نصرانی نے اُس کے پاس سے دو نصرانی گواہ قائم کر کے لینا چاہا تو ڈگری نہ کیجائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک نصرانی نے مسلمان سے ایک غلام خریدا اور اُس کو کسی نصرانی کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے قبضہ کے بعد اُس مین عیب پایا اور دو گواہ نصرانی اس امر کے لایا کہ یہ عیب بائع مسلمان کے پاس تھا قبل اس کے کہ اُسکو نصرانی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اُس کو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے بائع نصرانی کو واپس کر دے اگرچہ اُس کے بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس گواہی پر اپنے بائع مسلمان کو واپس کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس کو تیسرے مشتری کے ہاتھ اور تیسرے نے چوتھے کے ہاتھ اسی طرح دست بدست دس نصرانیون کے ہاتھ فروخت ہوا پھر ایک انھین سے مسلمان ہوگیا پھر غلام نے دعوی کیا کہ مین اصلی آزاد ہون اور اسپر نصرانی گواہ سنائے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکے گواہ مقبول نہونگے خواہ اول بائع مسلمان ہوا یا درمیانی یا آخر کا جبتک کہ مسلمان گواہ نہ سنائے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر آخر کا مسلمان ہوا ہی تو گواہی مسموع نہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہوا ہی

تو مقبول ہوگی باہم اپنا اپنا ثمن واپس لیتے جاوینگے یہانتک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہونچے پس اُس سے ثمن نہ لے سکینگے اور نہ اُس کے پہلے والے فروخت کرنے والون سے واپس کر سکینگے اور اگر غلام نے آزاد ہونے کا دعوے کیا پس اگر یہ دعوی کیا کہ پہلے بائع نے مجھے آزاد کیا ہی اور وہی مسلمان ہوگیا ہی اور گواہ نصرانی ہین تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہو اہی تو گواہی اُس کے آزاد کر دینے پر مقبول نہوگی اور نہ اُسکے بعد کے کسی بائع پر آزاد کر دینے کی گواہی مقبول ہوگی اور اُسکے پہلے کسی بائع کے آزاد کر دینے پر گواہی قبول ہوگی اور یہ امام اعظم رح و زفر رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مسلمان بائع کے پہلے یا بعد کسی بائع سے آزاد کر دینے کے یہ گواہ قائم ہونگے مقبول ہونگے ہان اگر خود مسلمان بائع پر قائم ہون تو مقبول نہ ہونگے اور جب غیر مسلمان پر یہ گواہی قائم ہوئی تو باہم ایک دوسرے سے ثمن واپس کرتے چلے جاوینگے یہانتک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہونچے پس نہ اُس سے اور نہ اُسکے پہلے والون سے ثمن واپس لے سکتے ہین مگر اُس صورت مین کہ مسلمان بائع خود اقرار کرے تو واپس کرینگے یہانتک کہ آزاد کرنیوالے تک پہونچکر ختم کرینگے کذا فے المحیط

گیارھوان باب - گواہی پر گواہی دینے کے بیان مین - گواہی پر گواہی دینا ایسے ہر حق مین جائز ہی جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا ہی اور یہ حکم استحساناً ہی پس ایسے حقوق مین جو شبہہ سے ساقط ہوتے ہین مثل حدود و قصاص کے مقبول نہوگی یہ ہدایہ مین ہی - کتاب الاصل مین ہی کہ اگر دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی کہ فلان شہر کے قاضی نے فلان شخص کو حد قذف ماری ہی تو جائز ہی ولیکن اصل کی کتاب الدیۃ مین لکھا ہی کہ یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - نوادر ابن رستم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ گواہی پر گواہی دینا تعزیر مین جائز ہی یہ فتح القدیر مین ہی جیسے ایک درجہ مین جائز ہی ویسا ہی چند درجون تک جائز ہی یہانتک کہ فروع کے گواہون پر گواہیان ایک بعد دوسرے کے جائز ہین تاکہ حقوق تلف ہونے سے محفوظ رہین یہ کافی مین لکھا ہی - اور ایک شخص کی گواہی پر کم دو شخصون یا ایک مرد اور دو عورتون سے گواہ نہونا چاہیے اور ایسا ہی ایک عورت کی گواہی کا حکم ہی اور یہ ہمارے نزدیک ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر دو شخصون نے دو مرد گواہون کی گواہی یا ایک قوم کی گواہی پر گواہی دی تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر ایک شخص نے اپنی گواہی خود ادا کی اور دوسرے گواہ کی گواہی پر دو آدمیون نے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر دو شخصون نے ایک شخص کی گواہی جو خود ادا کرتا ہی وہی گواہی دی تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور گواہ کر لینے کا طریقہ یہ ہی کہ اصل گواہ فرع سے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ زید کا بکر پر اس قدر قرض ہی تو میری اس گواہی پر گواہی دے یا یون کہے کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان بن فلان نے میرے پاس ایسا اقرار کیا یا یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے سُنا کہ فلان شخص زید کے اسقدر حق کا اقرار کرتا تھا پس تو میری اس گواہی پر گواہی دے اور یہ نہ کہے کہ تو اُسکی گواہی دے اور یہ بھی نہ کہے کہ تم دونون میری گواہی کی گواہی دو اور یون گواہی ادا کرے جیسے مجلس قاضی مین گواہی دیتا ہی تاکہ بجنسہ مجلس قضا مین نقل کیجاوے اور اصل کو یہ بیان کرنا ضرور نہین ہی کہ فلان شخص نے مجھے اپنے اوپر گواہ کر لیا ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور اگر دو اصل گواہون نے دو شخصون سے کہا کہ گواہی دو کہ ہمنے سُنا ہی کہ فلان شخص اپنے اوپر زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار کرتا تھا پس دونون ہمپر اُسکی گواہی دو پس دونون فرع نے اسکی گواہی دی تو مقبول نہوگی

اسی طرح اگر دو اصل گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ فلان شخص نے اقرار کیا کہ [illegible] اسپر ہزار درم [illegible]
پس تم گواہی دو کہ ہم ایسی گواہی دیتے ہین یا کہا تم اُسپر گواہی دو کہ ہم اُسپر اُسکی گواہی دیتے ہین یا کہا کہ ہم پر گواہی دو ہم
نے گواہی دی یا یون کہا کہ فلان شخص کے فلان شخص پر ہزار درم ہین پس گواہی دو کہ ہم نے اسپر گواہی دی ہے یا یون کہا گواہی
دو اسپر کہ ہم نے گواہی دی یا اصل گواہ نے فرع سے کہا کہ تو گواہی دے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان شخص نے فلان شخص
کے واسطے اسقدر درم کا اقرار کیا تو ان سب صورتون مین گواہ کر لینا درست نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر
غیر کو اپنی گواہی پر گواہ کرنا چاہا تو چاہیے کہ طالب و مطلوب کو حاضر کرکے دونون کی طرف اشارہ کرے اور اگر دونون کی غیبت
مین گواہ کرنا چاہا تو اُسکا نام و نسب بیان کرے ولیکن اگر مشہود علیہ غائب ہو تو گواہ کر لینے کے واسطے نام و نسب ذکر کر دینا
کافی ہے اور حکم قضا کے واسطے اسقدر کافی نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جب فرع اصل گواہ کی گواہی ادا کرنا چاہے تو یون
بیان کرے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان شخص نے مجھکو اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلان شخص نے اس کے نزدیک اس
حق کا اقرار کیا ہے اور اُس نے مجھسے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کیونکہ ضرور ہے کہ وہ اپنی گواہی ذکر کرے اور اصل
گواہ کی گواہی اور اُسکی طرف سے برداشت کرنا ذکر کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور یہی اصح ہے یہ زاہدی مین ہے۔ اور اگر
فروع نے گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ ہم اُسکی گواہی پر گواہی دیتے ہین تو انکی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خزانۃ الفتاوے مین
ہے۔ اور فرع کو چاہیے کہ اصل گواہ کے نام کو اور اُس کے باپ و دادا کے نام کو ذکر کرے اور اگر اس نے ترک
کیا تو قاضی فرع کی گواہی قبول نہ کرے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور فروع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ اصلی گواہ
مرجاوین یا اسقدر بیمار ہو جاوین کہ مجلس قاضی مین حاضر نہ ہو سکین یا تین رات و دن کے قدر یا زیادہ دور چلے
جاوین تو مقبول ہوگی کذا فی الکافی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف
سے روایت ہے کہ اگر اصل گواہ اتنی دور ہو کہ اگر صبح کو گواہی ادا کرنے کے واسطے آوے تو اُسکو اپنے اہل و عیال مین
رات گذارنا میسر نہ ہو سکے تو گواہ کر لینا درست ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے یہ زاہدی و ہدایہ مین لکھا ہے اور
بہت سے مشائخ نے اس روایت کو لیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوی سراجیہ مین لکھا ہے۔ نوادر ہشام
مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک قوم کی معیت مین نکلا اور اُسکا ارادہ مکہ جانے کا یا
کسی دوسرے سفر کا تھا کہ اسکو اُسنے بیان کر دیا پھر قوم نے اُسکو چھوڑ دیا اور پلٹ آئے پھر ایک قوم نے اُسکی گواہی
پر گواہی دی اور مشہود علیہ نے دعوی کیا کہ وہ حاضر ہے اور انہون نے موافق بیان کے گواہی دی اور کچھ زیادہ نہ
بیان کیا تو کیا یہ گواہی پر گواہی دینا اس شخص کے نزدیک جو حاضر ہونے کے باب مین ایسا قبول نہین کرتا ہے قبول ہے یا نہین
ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہان مقبول ہے کیونکہ غیبت یعنی یہی ہوتی ہے پس اگر اُسنے قوم کو وداع کر دیا اور اپنے گھر وہین
رہا اور ہمنے اُسکو نکلتے نہین دیکھا تو گواہی قبول نہ کرونگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا
کہ امیر یا سلطان کی طرف سے اگر دونون شہر مین موجود ہون تو گواہی پر گواہی دینا درست نہین ہے یہ قنیہ مین
لکھا ہے بیٹے کو باپ کی گواہی پر گواہی دینا درست ہے [illegible] پر نہین درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونون پر
بیٹے کی گواہی درست ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ شہر مین قید ہو اور اُس نے اپنی گواہی پر گواہ کر لیے
تو فروع کو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے یا نہین اور قاضی اُسپر عمل کریگا یا نہین اور اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین

نہین ہی اور مشائخ زمانہ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے قیدخانہ مین قید ہو تو جائز نہین ہی اور اگر والی ملک کے قیدخانہ مین ہو اور نکالنا ممکن نہو تو جائز ہی اور بعض نے کہا کہ جائز نہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی عورت پردہ دار ہو تو اُس کو اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہی اور جو عورت اپنے گھر سے مانند قضاء حاجت حمام وغیرہ کے واسطے نکلتی ہی وہ پردہ دار ہی بشرطیکہ مردون سے مخالطت نہ کرتی ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر اصل گواہ نے اعتکاف کیا ہو تو فروع کی گواہی جائز نہین ہی خواہ اعتکاف نذر ہو یا نذر نہو یہ قاضی بدیع الدین نے فرمایا ہی کذا فی التاتارخانیہ۔ اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہی اگرچہ اصل گواہون کو کچھ عذر نہو حتی کہ اگر انکو کچھ عذر درپیش آیا مثلاً سفر یا مرض یا موت تو فروع گواہی ادا کرینگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر فروع نے گواہی ادا کی پھر حکم قضا سے پہلے اصول حاضر ہوے تو فروع کی گواہی پر حکم نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اصل گواہ نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور اُس نے گواہی کو برداشت نہ کیا اور کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو چاہیے کہ وہ گواہ نہ قرار پائے یہ قنیہ مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا پھر اُسکو منع کر دیا کہ میری گواہی پر گواہی نہ دیوے تو امام اعظم رح وامام ابویوسف رح کے نزدیک منع کرنا صحیح نہین ہی حتے کہ اگر بعد ممانعت کے اس نے گواہی پر گواہی دی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون کی گواہی پر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہی پھر انکی گواہی پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ اصل گواہ حاضر ہوے اور فروع کو گواہی دینے سے منع کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک صحیح ہی اور بعضون نے کہا کہ منع صحیح نہین ہی اور پہلا قول اظہر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اصلی گواہون نے گواہی سے انکار کیا تو فروع کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر دو فروع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی دی پھر اصل گونگا یا اندھا ہو گیا یا مرتد یا فاسق ہو گیا یا اُسکی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت مین ہو گیا کہ اُس کی گواہی روا نہین ہی تو فروع کی گواہی بھی جاتی رہیگی اگر کسی فرع نے اصل کی گواہی پر گواہی دی اور اُس کی گواہی بسبب اصل کے فاسق ہونے کے رد کر دی گئی تو اُس کے بعد دونون مین سے کسی کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان ومبسوط و خلاصہ مین ہی۔ اگر ایک مرد نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا پھر اصل گواہ کی ایسی حالت ہو گئی کہ اُس کی گواہی جائز نہین ہی پھر بدلکر اُس کی ایسی حالت ہو گئی کہ اُس کی گواہی جائز ہی مثلاً فاسق ہو کر اُس نے توبہ کر لی پھر فرع نے اُس کی گواہی پر گواہی دی تو سب کی گواہی جائز ہی اگر دو شخصون نے دو شخصون کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور دونون فرع عادل شخص ہین پھر فاسق ہو گیے پھر دونون عادل ہو گئے اور گواہی دی یا اپنی گواہی پر دوسرون کو گواہ کر لیا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو فرع گواہون نے قاضی کے پاس گواہی دی اور قاضی نے دونون پہلون مین کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو پھر یہ گواہی اُس کے بعد نہ فروع سے قبول ہوگی اور نہ اصول سے اور اگر دونون فرع مین کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو اصول کی گواہی اگر عادل ہین تو جائز رہیگی اور اگر اصول نے دوسرے دو عادل فرع کو گواہ کر لیا تو انکی گواہی بھی جائز رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے دو غلامون یا دو مکاتبون یا دو کافرون کی گواہی پر ایک مسلمان پر گواہی دی اور انھین وجوہ سے قاضی نے گواہی رد کر دی پھر دونون غلام آزاد ہو گئے یا دونون مکاتب آزاد ہو گئے یا دونون کافر مسلمان ہو گئے اور گواہی ادا کی یا اپنی گواہی پر پہلے دونون آدمیون کو یا دوسرون کو گواہ کر دیا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہ اصل گواہ کر لینے کے

وقت فاسق ہو پھر توبہ کرلے تو فرع گواہی نہ دے لیکن اگر دوبارہ اُسی گواہی پر گواہ کرے تو پھر ادا کرنا جائز ہے یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون اصل گواہ مرتد ہوگیے پھر دونون مسلمان ہوگئے تو فروع کو اُنکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین ہے۔ و اگر دونون اصل گواہون نے بعد مسلمان ہونے کے خود گواہی ادا کی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر فروع نے بیان کیا کہ ہمکو اصول نے اپنی گواہی پر جو فلان بن فلان کی طرف سے فلان شخص پر اسقدر مال کی بابت تھی گواہ کر لیا تھا و لیکن ہم فلان مدعا علیہ کو نہین پہچانتے ہین تو قاضی اُنکی گواہی قبول کریگا اور مدعی کو حکم دیگا کہ اس امر پر گواہ لاوے کہ جس شخص کو اُس نے حاضر کیا ہے یہ وہی فلان بن فلان مدعا علیہ ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو فرع نے دو اصل گواہون کی گواہی پر گواہی دی پس اگر قاضی فروع و اصول دونون فریق کو عادل جانتا ہے تو اُن کی گواہی پر حکم دیدیگا اور اگر اصول کو عادل جانتا ہے اور فروع کو نہین پہچانتا ہے تو اُنکا حال دریافت کرے گا اور اگر فروع کو عادل جانتا ہے اور اصول کو نہین پہچانتا ہے تو خصاف رح نے ذکر کیا کہ فروع سے اُنکے اصول کا حال دریافت کرے گا اور قبل دریافت کے حکم نہ دے گا پس اگر اُنھون نے اصول کی تعدیل کی تو ظاہر روایت مین اُنکی تعدیل ثابت ہو جائیگی اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ فروع کی تعدیل کرنے سے اصول کی صداقت ثابت نہ ہوگی اور ظاہر روایت صحیح ہے اور اگر فروع نے وقت دریافت کے کہا کہ ہم اصول کے حال سے آگاہ نہین کرتے ہین تو قاضی اُنکی گواہی قبول نہ کرے گا پس اگر مدعی نے کہا کہ مین ایسے لوگ لاتا ہون جو اصول کی تعدیل کرین گے تو امام محمد رح کے قول کے موافق قاضی التفات نہ کرے گا اور اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کذا فی فتاوے قاضی خان اور اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ اصول کا حال دریافت کرلے کہ وہ لوگ عادل ہین تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا اور یہ ظاہر روایت ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر فروع نے کہا کہ ہم اصول کو نہین پہچانتے ہین کہ آیا وہ عادل ہین یا نہین تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی اُنکی گواہی رد نہ کرے اور اصل گواہون کا حال دوسرون سے دریافت کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر فروع نے قاضی سے کہا کہ مین اصل گواہ کو گواہی مین متہم جانتا ہون تو قاضی فروع سے اُنکی گواہی پر گواہی قبول نہ کرے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اگر فروع نے تعدیل اصول سے سکوت کیا تو صحیح ہے اور قاضی اصول کی تعدیل دوسرے لوگون سے جو تعدیل کرنے کے لائق ہین دریافت کرے گا اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک گواہی قبول نہ کرے گا یہ کافی مین لکھا ہے۔ ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک عادل نے اپنی گواہی پر دو گواہ کر لیے پھر خود غائب ہوگیا کہ زمانہ طویل مثلاً بیس برس تک غائب رہا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ آیا وہ عدالت پر قائم ہے یا نہین اور فروع نے یہ گواہی ادا کی اور حاکم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ جس سے اُس کا حال دریافت کرے پس اگر اصل گواہ ایسا مشہور ہو جیسے امام ابو حنیفہ رح و سفیان ثوری رح تو اُنکی گواہی پر حکم دیدیگا اور اگر غیر مشہور ہو تو فروع کی گواہی پر حکم نہ دے گا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ جامع مین مذکور ہے کہ اگر دو گواہون نے دو گواہون کی قتل خطا کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے برابر دیت کا حکم دیدیا پھر جن کے قتل ہونے کی گواہی دی ہے وہ زندہ چلا آیا تو گواہون فروع پر ضمان لازم نہ آوے گی و لیکن ولی مقتول نے جو لیا ہے وہ واپس کر دے اور اگر اصل گواہ آ گئے اور اُنھون نے گواہی سے انکار کیا تو اُنکا انکار

فروع کے حق مین صحیح نہ ہوگا اور نہ انپر ضمان واجب ہوگی اور اصلی گواہون پر بھی ضمان نہ آویگی اور اگر اصلی گواہون نے کہا کہ ہم نے ان دونون کو ایک باطل چیز کی گواہی پر گواہ کر لیا تھا اور ہم جانتے ہین کہ ہم اُس وقت جھوٹ بولتے تھے تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن نہ ہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مدعا علیہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے اصلی گواہون سے ضمان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصلی گواہون سے ضمان لی تو یہ گواہ ولی سے اُس قدر مال لے لینگے اور اگر ولی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

بارھوان باب جرح و تعدیل کے بیان مین - قاضی کو ضرور چاہیے کہ تمام حقوق مین پوشیدہ و ظاہر گواہون کا حال دریافت کرے خواہ خصم نے اُنمین طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مسلمان مین ظاہری عدالت پر اکتفا کریگا لیکن اگر خصم نے طعن کیا تو دریافت کرے گا ہان حدود و قصاص مین بالاجماع خفیہ دریافت کرے اور ظاہر مین اُنکا تزکیہ کرے خواہ خصم نے طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس زمانہ مین صاحبین رح کے قول پر فتوے ہے یہ کافی مین لکھا ہے - اور اگر خصم نے گواہون مین طعن نہ کیا بلکہ تعدیل کی مثلاً یون کہا کہ یہ لوگ عادل ہین جو کچھ انھون نے مجھپر گواہی دی وہ سچ کہا یا کہا کہ یہ لوگ عادل ہین انکی گواہی میرے واسطے یا میرے اوپر جائز ہے تو قاضی اسکے اقرار حق پر حق مدعی کی ڈگری کر دے گا گواہون کا حال دریافت کرنے کی ضرورت نہین ہے اور اگر مدعا علیہ نے صرف اسقدر کہا کہ یہ عادل ہین یا کہا کہ عادل ہین مگر گواہی مین انھون نے خطا کی پس اگر مدعا علیہ عادل ہو کہ جسکی تعدیل معتبر ہو سکتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ جواب دعوے کے وقت اگر اُس نے مدعی کے دعوی سے انکار نہین کیا بلکہ سکوت کیا یہانتک کہ گواہون نے اسپر گواہی دی پھر اُس نے کہا کہ گواہ عادل ہین تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ قاضی اُنکی گواہی پر مدعی کی ڈگری کر دے گا اور اُنکا حال دریافت نہ کرے گا خواہ دعوی ایسے حق مین ہو کہ باوجود شبہہ کے ثابت ہوتا ہے یا شبہہ کے ساتھ ثابت نہوتا ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قاضی بدون اُنکے حال دریافت کرنے کے حکم نہ دیگا اور اگر مدعا علیہ نے دعوی مدعی سے انکار کیا پھر جب گواہون نے اُسپر گواہی دی تو اُس نے گواہون کی نسبت کہا کہ یہ عدول ہین تو بعض روایات مین ہے کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا مذکور ہوا یعنے امام محمد رح کے نزدیک بدون دریافت حال کے حکم نہ دے اور اُنکے نزدیک حکم دے اور بعض روایات مین امام محمد رح سے مروی ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے اُنکی گواہی مین صدق و کذب کو دریافت کرے اگر اُس نے کہا کہ انھون نے سچ کہا تو اُس نے دعوے کا اقرار کر لیا پس اقرار پر حکم دیدے اور اگر اُس نے کہا کہ انھون نے جھوٹ کہا تو بدون دریافت کے حکم نہ دے اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ اس صورت مین مدعا علیہ کی تعدیل امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہین ہے اور اسکی تعدیل بنزلہ عدم کے ہے اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اسکی تعدیل صحیح نہین ہے اور نہ اُس پر قاضی حکم دیگا اور مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ گواہ عادل ہین دعوے اپنے اوپر حق کے اقرار کرنے مین شمار ہوگا اور اگر قاضی نے اُس سے دریافت کیا کہ گواہون نے سچ کہا یا جھوٹ اور اُس نے کہا کہ سچ کہا تو یہ دعوی کا اقرار ہے پس اقرار پر حکم دیگا اور اگر اُس نے کہا کہ گواہون نے جھوٹ کہا تو قاضی حکم نہ دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر مدعا علیہ

پر گواہی دینے سے پہلے اُس نے گواہوں کی تعدیل کی پھر گواہوں نے گواہی دی اور اُس نے مشہود بہ سے انکار کیا تو قاضی اُسکی تعدیل کرنے پر اکتفا نہ کرے گا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص پر دو گواہوں نے گواہی دی اور اُسنے ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ یہ عادل ہی ولیکن اس نے غلطی کی یا اسکو وہم ہوا تو قاضی اُس سے دوسرے گواہ کا حال دریافت کریگا پس اگر اُس نے دوسرے کی تعدیل کی تو دونون کی گواہی پر قاضی ڈگری کر دے گا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ گواہون نے مدعا علیہ پر گواہی دی اسکے بعد اُسنے کہا کہ فلان شخص نے جو کچھ مجھپر گواہی دی ہی حق ہی تو قاضی بدون دوسرے گواہ کے حال دریافت کرنے کے مدعی کا دعوے جو کچھ گواہ نے بیان کیا ہی قاضی اُسپر لازم کرے گا اور اگر گواہی ادا کرنے سے پہلے اُسنے کہا کہ فلان گواہ جو کچھ مجھپر گواہی دے گا وہ حق ہی یا وہی سچ ہی پھر جب گواہی ادا کی تو اُس نے قاضی سے کہا کہ انکا حال دریافت کیا جاوے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسی جھوٹی گواہی دینگے تو قاضی انکا حال دریافت کرے گا اگر عادل ہوے تو فیصلہ کرے گا ورنہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ شرح ادب القاضی مین ہی فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہی کہ کسی قاضی کے پاس دو گواہون نے گواہی دی اور ایک کو قاضی عادل جانتا ہی اور دوسرے کو نہین پہچانتا ہی کہ عادل ہی یا نہین پھر جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہی اُس نے دوسرے کی تعدیل کی تو نصیر رح نے فرمایا کہ اُسکی تعدیل کرنا مقبول نہین ہی اور ابو سلمہ رح سے دو روایتین ہین اور فقیہ ابو بکر رح سے روایت ہی کہ ایک قاضی کے پاس تین آدمیون نے گواہی دی اور اُس کو تیسرے گواہ کا حال معلوم نہین ہی پس دونون گواہون عادلون نے جنکو وہ پہچانتا ہی اس تیسرے کی تعدیل کی تو دوسرے مقدمہ اور گواہی مین یہ تعدیل مقبول ہوگی اور اسی گواہی مین مقبول نہوگی اور یہ قول نصیر رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص تعدیل کر سکتا ہی اور تعدیل کرنے والے کے پاس قاضی کی طرف سے ایلچی ہو سکتا ہی اور گواہ کے قول کا مترجم ہو سکتا ہی اور یہ امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور دو شخصون کا ہونا افضل ہی اور یہ حکم خفیہ تعدیل کرنے مین ہی اور ظاہری تعدیل کے واسطے بالاجماع عدد شرط ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اجماع ہی کہ عدالت اور بلوغ اور آزادی اور بینائی جو گواہ مین شرط ہی وہی ظاہری تعدیل کرنے والے مین بھی شرط ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور پوشیدہ تعدیل کرنا امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام اور اندھے اور نابالغ اور محدود القذف سے مقبول ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور ترجمان اگر اندھا ہو تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک عورت اگر آزاد ہو اور ثقہ ہو تو اُس کا مترجم ہونا امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مثل مرد کے جائز ہی اور یہ حکم ان صورتون مین ہی جنمین عورت کی گواہی مثل مال وغیرہ کے دعوے کے جائز ہی اور جس صورت مین عورت کی گواہی جائز نہین ہی اُس مین اُس کا مترجم ہونا بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی پوشیدہ تعدیل باپ و فرزند فاسق سے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہوتی ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اسی طرح ہر اُس شخص سے جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہی اگر پوشیدہ تعدیل کرے تو مقبول ہی یہ خلاصہ مین ہی اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہو بشرطیکہ وہ بے پروا [illegible] غلط ملط [illegible] کرتی ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسپر اجماع ہی کہ اگر مشہود علیہ بیان [illegible]

تو اُسکے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور علانیہ تعدیل کے واسطے بالاجماع لفظ شہادت شرط نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور قاضی کو چاہیے کہ گواہون کا حال دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جو عادل اور لوگون کے حال سے خبردار ہو اور طامع نہو اور فقیہ ہو کہ جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو اور غنی ہو اور اگر ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی اور ثقہ پایا یا ایک عالم ثقہ کہ لوگون سے نہ ملتا ہو اور دوسرا ثقہ غیر عالم کہ لوگون سے خلط ملط رکھتا ہو پایا تو تعدیل کے واسطے عالم کا اختیار کرنا اولی ہی اور اولی یہ ہی کہ تعدیل کرنیوالا مغفل نہو اور نہ گوشہ نشین کہ لوگون سے نہ ملتا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور جو معدل پوشیدہ ہو وہی علانیہ کیواسطے ہونا چاہیے اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور علانیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہی کہ قاضی تعدیل کرنے والے اور گواہ کو جمع کرے اور کہے کہ اسی کی تو نے تعدیل کی ہی یا کسی اور کی یہ حکم عادل مقبول الشہادۃ مین یہ نہایہ مین لکھا ہی اور خفیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہی کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس کسی ایلچی کو بھیجے یا پاس خط لکھے کہ اسمین گواہون کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ اور بازار تحریر کرے تاکہ معدل اُس کو پہچان لے پھر اُسکے پڑوسیون اور دوستون آشناؤن سے اُسکا حال دریافت کرے گا یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور اپنے امین کے ہاتھ اس خط کو روانہ کرے گا اور اُسپر اپنی مہر لگا دے گا اور کسی کو مطلع نہ کریگا تاکہ حال معلوم ہو جانے سے دھوکا نہ دیوین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی پھر قاضی کو اختیار ہی چاہے تعدیل ظاہری و باطنی دونون دریافت کرے یا صرف تعدیل پوشیدہ پر کفایت کرے اور ہمارے زمانہ مین ظاہری تعدیل کرانے کو ترک کیا گیا ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور پہلے زمانہ مین صرف تعدیل ظاہری تھی اور اس زمانہ مین فتنہ سے بچنے کے واسطے پوشیدہ تعدیل پر کفایت کی گئی اور امام محمدرح سے مروی ہی کہ ظاہری تعدیل بلا اور فتنہ ہی یہ ہدایہ مین ہی اور تعدیل کرنے والے کو بھی چاہیے کہ خود دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جس مین وہ اوصاف موجود ہون جو تعدیل کرنے والے مین بیان کیے گئے ہین یہ نہایہ مین ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اُسکے پڑوسیون سے اُسکا حال جبھی دریافت کرے کہ اس سے اور اُنسے ظاہری عداوت نہو اور نہ وہ اُنپر احسان کرنیوالا ہو کہ مثلاً اُنکی طرف سے چوکیداری وغیرہ ادا کر دیتا ہو اور اسی کو ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہی اور اسکو امام محمدرح سے روایت کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر پڑوسیون یا بازار والون مین ایسا شخص نہ ملا جو تعدیل کی لیاقت رکھتا ہو تو اُسکے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب غیر ثقہ ہین تو تواتر اخبار پر اعتماد کرے اور اسی طرح اگر اُسکے پڑوسیون اور اہل محلہ سے دریافت کیا حالانکہ سب غیر ثقہ ہین اور انھون نے اُسکی جرح یا تعدیل پر اتفاق کیا اور اُسکے دل مین آیا کہ سچ کہتے ہین تو یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر معدل گواہ کو نہین پہچانتا ہی اور اُسکے سامنے دو معدلون نے اُسکی تعدیل کی اور وہ دونون ثقہ ہین تو اُسکو روا ہی کہ گواہ کی تعدیل کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ پھر جب گواہ کو اُسنے عادل معلوم کیا تو چاہیے کہ قاضی کے خط مین اُس گواہ کے نام کے نیچے لکھدے کہ عادل ہو اُس کی گواہی جائز ہی کذا فی النہایہ اور یہ تعدیل ہی اور اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور امام محمدرح سے روایت ہی کہ قاضی کے خط مین اُسکے نام کے نیچے یون لکھنا چاہیے کہ یہ گواہ میرے نزدیک عادل و پسندیدہ اور اُسکی گواہی جائز ہی اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ تعدیل ہی نہین اسلئے کہ میرے نزدیک کہنے سے وہم پیدا ہوتا ہی کیا تو

نہین دیکھتا ہی کہ اگر گواہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس مدعی کا حق ہی تو گواہی باطل ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور فقیہ ابو اللیث نے اس قول کو ضعیف کیا ہی اور کہا کہ میرے نزدیک یہ قول صحیح ہی اسلیے کہ حقیقت کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی اور دوسرے لوگون سے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا ہی کہ تجھکو کیا معلوم ہی اور تیری کوشش سے کیا معلوم ہوا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جن گواہ کا فاسق ہونا اُسکے نزدیک ثابت ہو تو اُسکے نام کے نیچے کچھ نہ لکھے کہ ہتک حرمت ہی یا لکھدے کہ واللہ اعلم لیکن اگر دوسرون نے اُسکی تعدیل کی ہو اور یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے صریح بیان نہ کیا تو قاضی اُسکی گواہی پر حکم کر دیگا اور حق تلفی ہوگی تو بیان کر دیوے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اُسکے نام کے نیچے لکھدے کہ اسکا حال نہین کھلا پھر اُس خفیہ خط کو قاضی کے امین کے ساتھ پوشیدہ قاضی کو بھیجدے تاکہ ظاہر نہو جاوے اور تعدیل کرنے والے کو اذیت پہونچے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور تعدیل یقینی طور سے کرنی چاہیے اور یہ نہ کہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہین اس لیے کہ ثقات نے مجھے اُنکے عادل ہونے کی خبر دی ہی۔ اور اگر یہ بیان کیا کہ سواے بہتری کے مجھے اُن سے کچھ ثابت نہین ہوا تو اصح یہ ہی کہ یہ تعدیل ہی۔ اور اگر یہ کہا کہ جس امر مین مین نے معلوم کیا اُس مین عادل ہین تو اصح یہ ہی کہ یہ تعدیل نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ادب القاضی مین ہی کہ اگر معدل نے کہا کہ وہ عدول ہین تو یہ تعدیل نہ ہوتی اور اگر کہا کہ یہ ثقات ہین تو بھی قاضی اُس پر اکتفا نہ کرے گا اور اگر کہا کہ اس کی تعدیل کی گئی تو کافی ہی اور اگر کہا کہ مین اس سے سواے ایک نیک خصلت کے کچھ نہین جانتا ہون تو یہ تعدیل نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ اس کہنے پر کہ وہ عادل ہی اکتفا کرنا چاہیے اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر شراب نہ پیتا ہو تو عادل ہی تو یہ تعدیل نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر معدل کو معلوم ہوا کہ گواہ عادل ہین مگر اُس کو معلوم ہوا کہ مدعی کا دعوے باطل ہی یا کچھ گواہی مین گواہون کو وہم ہوا تو اُس کو چاہیے کہ سب معاملہ قاضی کے سامنے بیان کر دے پھر قاضی معدل کے بیان کی نہایت تفتیش کرے گا اور بعد بہت تفتیش کے اگر یہی ثابت ہوا جو معدل نے بیان کیا ہی تو گواہون کی گواہی رد کر دے گا ورنہ قبول کرے گا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک مسافر نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تیری جان پہچان کے یہان کون لوگ ہین پس اگر اُسنے ایسے لوگون کو بیان کیا کہ جو تعدیل کرنے کی لیاقت رکھتے ہین تو اُن سے خفیہ دریافت کریگا پس اگر تعدیل کی تو علانیہ دریافت کریگا پس اگر علانیہ تعدیل کی تو اُسکی گواہی قبول کریگا بشرطیکہ قاضی کو تعدیل خفیہ و علانیہ دونون جمع کرنا منظور ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ لوگ تعدیل کرنے کی لیاقت نہین رکھتے ہین تو جو اُس کے شہر کا معدل موجود ہی اور قاضی کی تحت ولایت مین ہی اُس سے دریافت کرے گا اور اگر نہ ہو تو مسافر کے شہر کے قاضی کو لکھیگا اور اُسکا حال دریافت کرے گا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور وہ قاضی کے شہر سے پچاس فرسخ کا رہنے والا ہی پس قاضی نے ایک امین اُس کے دریافت حال کے واسطے اُجرت پر بھیجا تو اُجرت مدعی کے ذمہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے کسی حد یا قصاص مین گواہی دی تو قاضی اُس کے دوستون اور آشناؤن سے دریافت کرے گا اور خوب چھان پھٹک کرے گا کیونکہ خوب دریافت کرنے مین کبھی کوئی ایسی بات دریافت ہوتی ہی جس سے حد کا ساقط کرنا لازم آتا ہی یہ شرح ادب القاضی مین ہی۔ اگر وہ خط جو اُس نے معدل کے پاس بھیجا تھا تعدیل ہو کر واپس آیا اور اتنا کہ قاضی کو دوسرے سے دریافت کرنا منظور ہوا تو دوسرے کو بھی گواہون کے نام وغیرہ لکھ کر بھیجے

ف: قولہ اس قول یعنی یہ بعض علما کہتے ہین کہ اس طرح کہنا کہ میرے نزدیک یہ گواہ عادل ہین تعدیل نہین ہی ۱۲

اور یہ نہ لکھے کہ مین نے دوسرے سے انکا حال دریافت کر لیا ہو پس اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی لکھا جیسا پہلے نے لکھا ہی تو تعدیل و جرح کو نافذ کرے کذا فی محیط السرخسی اور اگر ایک نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی تو امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جرح مقدم رکھے چنانچہ بالاتفاق اگر دو شخصون نے تعدیل کی اور دو نے جرح کی تو جرح مقدم ہی اور اگر ایک نے جرح کی اور دو شخصون نے تعدیل کی تو بالاتفاق عدالت ثابت ہو جائیگی اور اگر دو شخصون نے جرح کی اور دس نے تعدیل کی تو جرح مقدم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر قاضی نے گواہون کی کیفیت دریافت کی اور انکی جرح کی گئی تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ مدعی سے صاف کہدے کہ تیرے گواہون کی جرح کی گئی ہی بلکہ یون بیان کرے کہ تیرے گواہون کی مدح نہ بیان کی گئی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر مدعی نے کہا کہ مین ایسے ثقہ لوگ لاتا ہون کہ جو انکی تعدیل کرین یا ایسے لوگ بتلاتا ہون جنسے استفسار کیا جاوے اور ایسے لوگون کا نام لیا جو ثقہ اور تعدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہین تو قاضی اسکی سماعت کرے گا پھر اگر خود وہ لایا یا قاضی نے موافق اسکے بتلانے کے دریافت کیا اور ان لوگون نے گواہون کی تعدیل کی تو قاضی طعنہ کرنے والون سے دریافت کرے گا کہ تم نے کس وجہ سے انکو مجروح کہا ہی کیونکہ جائز ہی کہ ایسی وجہ سے انھون نے جرح نکالی ہو کہ جو قاضی اور تعدیل کرنے والون کے نزدیک جرح نہین ہی پھر اگر انھون نے ایسی وجہ بیان کی کہ جو انھین کے نزدیک فقط جرح ہی اور قاضی وغیرہ کے نزدیک نہین ہی تو قاضی اسپر التفات نہ کرے گا اور اگر ایسی وجہ بیان کی کہ جو سب کے نزدیک جرح ہی تو جرح مقدم رہیگی یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی۔ وکذا فے فتاوے قاضی خان والظہیریہ والواقعات والمحیط نقلاً عن العیون۔ اسی طرح اگر معدل نے گواہون کی تعدیل کی اور مشہود علیہ نے انپر طعن کیا اور کہا کہ انکا حال فلان و فلان شخص کچھ صالح لوگون کا نام لیا کہ ان سے دریافت کیا جاوے تو قاضی انسے دریافت کرے گا پس اگر انھون نے جرح معقول بیین بیان کی تو جرح مقدم ہوگی کذا فے فتاوے قاضی خان۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ قاضی مشہود لہ کو یہ حکم نہ کرے گا کہ ایسے لوگون کو لاوے کہ جو اسکے گواہون کی تعدیل کرین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر چند گواہون نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور انکی عدالت ثابت ہو کر حکم ہوگیا پھر دوسرے مقدمہ مین انھون نے گواہی دی پس اگر تھوڑے ہی دن بعد دوسرے مقدمہ مین گواہی دی ہی تو انکی تعدیل کرانے کی ضرورت نہین ہی اور اگر دیر گذری ہی تو تعدیل کی ضرورت ہی اور نزدیک اور دیر زمانہ مین اختلاف ہی اور صحیح اس مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ مہینہ ہون اور دوسرے یہ کہ یہ قاضی کی راے پر ہی کذا فے محیط السرخسی اور صحیح یہ ہی کہ یہ قاضی کی راے پر ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ گواہون نے گواہی دی اور مر گئے پھر انکی تعدیل ہوئی یا غائب ہوگئے پھر انکی تعدیل ہوئی تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گونگے یا اندھے ہو جانے کے بعد انکی تعدیل ہوئی تو فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص عادل جو عادل متقی مشہور تھا غائب ہوگیا پھر آیا اور گواہی دی اور معدل سے اس کا حال دریافت کیا گیا پس اگر تھوڑے دن غائب رہا ہی تو معدل کو اس کی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر چھ مہینے کی راہ غائب رہا پس اگر وہ شخص مثل ابو حنیفہ رح و ابن ابی لیلے کے مشہور ہو تو اس کی تعدیل کرے اور اگر ایسا مشہور نہ ہو تو اسکی تعدیل نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص ایک قوم مین آکر اترا کہ

وہ لوگ اُسکو پہچانتے نہ تھے پھر وہ وہان رہا اور لوگون کو سوائے خوبی اور نیکوکاری کے کوئی بُری حرکت اُسکی نہ معلوم ہوئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکی تعدیل کے واسطے کوئی وقت مقرر نہین کرتا ہون جبتک کہ اُنکے دلون مین اسکا عادل ہونا سما جاوے وہی وقت ہے اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کسی لڑکے نے بعد بالغ ہونے کے گواہی ادا کی تو اسکا حکم بھی اُسی مسافر کا ہی جو کسی قوم مین اُکر اُترا ہو اور اگر ایک نصرانی مسلمان ہوا اور گواہی ادا کی پس اگر نصرانی ہونے کی حالت مین قاضی اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا توقف اُسکی گواہی قبول کرے اور اگر عادل نہین جانتا تھا تو ایسے شخص سے دریافت کرے جو اُس کو نصرانیت مین عادل جانتا تھا اور اُسکو جائز ہی کہ بلا درنگ اُسکی تعدیل کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی امام محمد رح سے روایت ہی کہ دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور نصرانیت مین اُن دونون کی تعدیل کی گئی تھی پھر مشہود علیہ مسلمان ہوگیا پھر دونون گواہ مسلمان ہوگئے تو قاضی اِس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا پھر اگر دونون نے بعد اسلام کے دوبارہ گواہی ادا کی تو قاضی مسلمان معدل سے اُنکا حال دریافت کریگا اور اگر پہلے تعدیل مسلمان معدلون نے کی ہو تو قاضی اُسکی گواہی پر فیصلہ کردے گا کیونکہ تعدیل معتبر ہوئی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی گواہ کا فاسق ہونا ثابت ہوا پھر وہ سال دو سال کے واسطے غائب ہوگیا کہ اسکا پتہ نہ لگا پھر آیا اور اُس سے سوائے نیکوکاری اور خوبی کے کوئی جرم ثابت نہین ہوتا ہی تو معدل کو وہی جرح اُسپر نہ کرنی چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اُسکی تعدیل کرے یہانتک کہ اُسکا عادل ہونا کھلجاوے اسی طرح اگر ایک ذمی مسلمان ہوا اور مسلمان ہونے سے پہلے اُسکا مجروح ہونا معلوم ہوا تھا تو معدل کو اُسکی جرح کرنی نہ چاہیے اور نہ اُسکی تعدیل کرنی چاہیے جب تک کہ بعد اسلام کے اُسکی عدالت یا جرح ثابت نہ ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کبیرہ گناہ کیا کہ جس سے اُس کی عدالت ساقط ہوتی ہی اور اُسکو کوئی زمانہ نہ گذرا کہ اُسنے توبہ کے بعد کسی مقدمہ مین گواہی دی تو معدل کو اُس کی تعدیل نہ کرنی چاہیے یہانتک کہ اُسپر اسقدر زمانہ گذر جاوے کہ دل مین اُسکی توبہ صحیح ہونے کا یقین ہوجاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی گواہی کسی گواہ کے جرح پر حق شرع یا حق عباد سے خالی ہو تو قاضی اُسکی سماعت نہ کرے گا مثلاً یون گواہی دی کہ شہود فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین یا گواہون کے اقرار کی گواہی دی کہ انھون نے اقرار کیا کہ ہم نے جھوٹ گواہی دی یا ہم نے گواہی سے رجوع کیا یا رشوت لی یا مدعی کا دعوی باطل یا ہماری گواہی مدعاعلیہ پر اس معاملہ مین نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر مدعاعلیہ نے گواہ کے مجروح ہونے مین گواہی ایسی جرح پر قائم کی جس سے کوئی حق حقوق عباد سے یا حق شرع متعلق ہی مثلاً اسکے گواہ قائم کیے کہ گواہون نے زنا کیا ہی اور زنا کا حال بیان کردیا یا شراب پی یا میرا مال چورایا ہی اور عرصہ نہین گذرا یا یہ سب غلام ہین یا ایک غلام ہی یا مدعی کا شریک ہی حالانکہ مال مین دعوے واقع ہوا ہی یا اُسنے کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہی حالانکہ وہ شخص قذف کا دعوے بھی کرتا ہی یا ان لوگون کو حد قذف کی سزا دی گئی ہی یا مدعی نے اقرار کیا ہی کہ مین نے انکو اُجرت پر گواہ مقرر کیا ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اگر مدعاعلیہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہین تو قاضی ان گواہون سے حد کا حال دریافت کرے گا کذا فی الاصل اسواسطے کہ اگر سلطان یا اُسکے نائب نے حد جاری کی تو گواہی باطل ہوگی اور اگر کسی رعایا نے حد ماری ہو تو گواہی

باطل نہوگی اسلیے دریافت کرنا ضروری ہی۔ اگر گواہون نے بیان کیا کہ فلان شہر کے قاضی نے اسکو حد قذف کی سزا دی ہی تو امام نے یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی وقت کو دریافت کرے گا یا نہیں اور کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ دریافت کرے گا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قاضی اس وقت مین وہان کا قاضی تھا یا نہ تھا یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر مدعی نے کہا کہ مین اس امر کے گواہ لاتا ہون کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو حد قذف کی سزا نہین دی ہی یا وہ قاضی اس وقت سے پہلے مرگیا ہی یا اُس قاضی نے اقرار کیا کہ مین اُس وقت مین اُس شہر مین موجود نہ تھا تو یہ سب مقبول نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مدعا علیہ کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اُنکو دس درم کی اُجرت پر گواہ مقرر کیا تھا اور جو میرا مال اُسپر تھا اُسی مین سے اُس کو دیا ہی یا مین نے گواہون سے اس قدر مال پر صلح کی تھی کہ یہ لوگ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دوا اور انھون نے گواہی دی پس میرا مال صلح دلوا دیا جاوے یا ان گواہون نے اقرار کیا ہی کہ ہم لوگ اُس مجلس مین جس مین یہ معاملہ واقع ہوا حاضر نہ تھے یا مدعی نے مانند اُسکے اقرار کیا کہ یہ لوگ فاسق ہین تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوے کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مشہود علیہ نے اس کے گواہ سُنائے کہ مدعی کا یہ گواہ بھی اِس گھر کا دعوے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا ہی پس اگر اُس کے گواہون کی تعدیل کیجاوے تو یہ گواہی مدعی کے گواہ مین جرح ہوگی اور اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ گواہ شرکت کا دعوے کرتا تھا تو بھی جرح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشہود علیہ نے اس امر کے گواہ عادل قائم کیے کہ مدعی نے اپنے اِس گواہ کو گواہی دینے سے پہلے اس مقدمہ کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تھا اور اس نے مخاصمت کی ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونون گواہ غلام ہین اور اُن دونون گواہون نے کہا کہ ہم آزاد ہین کبھی مملوک نہین ہوے پس اگر اُن دونون کو قاضی پہچانتا ہی اور اُنکی آزادی کو جانتا ہی تو مشہود علیہ کی بات پر التفات نہ کرے گا اور اگر نہین پہچانتا ہی تو مشہود علیہ کا قول قبول کر کے گواہی نامقبول رکھے گا جب تک کہ مدعی یا خود دونون گواہ اپنی آزادی پر گواہ نہ قائم کرین اور اگر اُنھون نے درخواست کی کہ ہمارا حال دریافت کیا جاوے تو قاضی منظور نہ کرے گا اور اگر منظور کر کے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ آزاد ہین اور گواہی قبول کی تو یہ بہتر ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اِس امر پر گواہ طلب کیے تو زیادہ بہتر ہی پھر اِس کے بعد اگر ایک شخص نے اگر اُس گواہ کے مملوک ہونے کا دعوے کیا کہ میرا مملوک ہی تو اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین نہین ہی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ اگر آزادی کے گواہ نہین قائم ہوے ہین تو اس دعوے کی سماعت کرے ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم غلام تھے ولیکن آزاد ہوگئے تو قاضی اسکو بھی بدون گواہی کے قبول نہ کرے گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اصلی آزاد ہین اور تعدیل کرنے والون نے کہا کہ مملوک تھے مگر آزاد ہوگئے ہین تو اسکو بھی بدون آزاد ہونے کے گواہون کے قبول نہ کرے گا اور اگر مشہود لہ نے مشہود علیہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام فلان کے مملوک تھے اُسنے آزاد کردیا ہی اور قاضی نے آزادی کا حکم دیدیا ہی تو یہ حکم آزادی پر نافذ ہوگا اور مشہود علیہ غلامون کے مالک کی طرف سے خصم قرار پاوے گا

یہ محیط میں ہے متصلات صاحب اقضیہ نے فرمایا کہ جھوٹا گواہ ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جو اقرار کرے کہ میں نے یہ عمداً جھوٹی گواہی دی یا کسی شخص کے مقتول ہونے کی یا مرجانے کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یہ محیط میں لکھا ہے اور گواہی اگر دعوی کے مخالف ہو یا دوسرے گواہ کے مخالف ہو یا مدعی خود اُسکی تکذیب کرے تو اس سے گواہ جھوٹا نہ ٹھہرایا جائیگا کذا فی فتح القدیر اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے غلط کیا یا خطا کی یا تہمت کی وجہ سے اُسکی گواہی رد کردی گئی تو بھی جھوٹا گواہ نہ قرار پاویگا یہ نہایہ میں ہے جھوٹے گواہ کو اجماعاً سزا دی جائیگی خواہ اُسکی گواہی پر فیصلہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ سزا اُسکی فقط اُسکا مشہور کردینا ہے یہ کافی میں لکھا ہے پس شہرت کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ بازاری آدمی ہو تو جسوقت بازار میں ہجوم اور لوگون کے جماؤ کا وقت ہو اُسکو وہان بھیجدے اور اگر بازاری نہو تو اہل محلہ کے پاس بھیجدے اور امین قاضی اُنکو جمع کرکے یہ بیان کرے کہ قاضی تم لوگون کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمنے اسکو جھوٹا گواہ پایا ہے پس تم لوگ اس سے بچتے رہو اور لوگون کو اس سے بچاؤ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو سزاے ضرب نہ دیوے اور اسی پر فتوے ہے اور صاحبین رح نے کہا کہ اسکو سزاے ضرب دیجاوے اور ادب کے واسطے قید کیا جاوے یہ سراجیہ میں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ صاحبین رح کے نزدیک بھی مشہور کیا جائیگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور علمائے امام ابو محمد رح نے فرمایا کہ اگر بطور توبہ اور ندامت کے اُس نے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزا نہ دیجاویگی اور اگر بطور ضرر رسانی کے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزاے ضرب دیجائیگی اور اگر کچھ معلوم نہوا تو اسمین اختلاف ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے عورتین اور مرد اور ذمی لوگ جھوٹی گواہی میں برابر ہین کذا فی التبیین۔

کتاب الرجوع عن الشہادۃ

گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان مین

اس مین چند ابواب ہین

باب اول اُسکی تفسیر اور رکن اور حکم اور شرط کے بیان مین۔ گواہی سے رجوع کرنا اُسکو کہتے ہین کہ جو ثابت کیا ہے اس کی نفی کرے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اُسکا رکن یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ مین نے جس امر کی گواہی دی اُس سے رجوع کیا یا مین نے جھوٹی گواہی دی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور شرط یہ ہے کہ قاضی کے سامنے رجوع کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے خواہ وہی قاضی ہو جس کے پاس گواہی ادا کی تھی یا دوسرا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور قاضی کے سامنے رجوع کرنے کی شرط کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے مشہود علیہ نے یہ دعوی کیا کہ قاضی کی کچہری کے علاوہ دوسری جگہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور گواہ نے انکار کیا اور مشہود علیہ نے اُسپر اسکے گواہ کرنا چاہے یا گواہ سے قسم لینا چاہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا کہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور مطلقاً دعوی کیا تو بھی گواہی کی سماعت نہوگی اور نہ گواہ سے قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر اس امر کے گواہ لایا کہ اسنے فلان قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مجھے مال دیدیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ اور

کافی مین لکھا ہی۔ اگر دونون گواہون نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا تو وہ اُنسے ضمان لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر گواہ نے قاضی کے سامنے اپنے رجوع کرنے کا اقرار کیا کہ مین نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور از سرنو رجوع کرنے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مال کی ضمانت کی اور اپنے نام کا ایک تمسک لکھدیا اور اُس تحریر مین مال اسی وجہ سے لکھا کہ جس وجہ سے وہ واجب الادا تھا پھر قاضی کے پاس رجوع سے انکار کیا تو قاضی اس مال کی ڈگری اُسپر نہ کرے گا اور اسی طرح اگر رجوع کا اقرار کسی عامل یا ایسے شخص کے سامنے کیا کہ جسکے لیے قضا کی اجازت نہیں ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون نے سچے طور سے قاضی پاس اقرار کیا کہ اقرار اسی سبب سے ہی تو بھی قاضی دونون پر ضمان مال لازم نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اور حکم گواہی سے رجوع کرنے کا یہ ہی کہ ہر حال مین اسکو سزا دیجائے گی اور اگر اُس کی گواہی پر مال کی مثلاً ڈگری ہوگئی ہی تو سزا کے ساتھ اس مال کی ضمان بھی اُسپر لازم ہوگی اگر اُس کا ازالہ بلا عوض ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر مشہود بہ مال نہ ہو مثلاً نکاح یا قصاص تو ہمارے علما کے نزدیک اُسپر ضمان نہ ہوگی اگرچہ اُس کی گواہی پر تلف کرنا لازم آیا ہو اور اسی طرح اگر اُس کی گواہی سے تلف مال ایسے عوض کے ساتھ لازم آیا ہو کہ جو عوض اُس کے برابر ہی تو بھی ضمان نہین ہی اور اگر عوض اُس کے برابر نہو تو بقدر عوض کے ضمان نہ ہوگی اور بقدر زیادتی کے ضمان لازم آوے گی یہ محیط مین لکھا ہی اور ضمان اُس وقت ادا کرنی واجب ہوگی کہ جب مدعی نے وہ مال خواہ شے معین ہو یا قرض ہووے وصول کر لیا ہو یہ ہدایہ اور کافی مین لکھا ہی۔ اور ذخیرہ اور مبسوط مین لکھا ہی کہ اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود علیہ کو اختیار ہی کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اُس کی ضمان لیوے خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو بخلاف مال دین کے کہ اُس مین قبضہ سے پہلے ضمان نہین ہی کذا فی الکافی اور بزازی رح نے کہا کہ فتوے اس امر پر ہی کہ اگر اُسکی گواہی پر حکم دیدیا گیا تو ضمان لازم آوے گی خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح عقار مین بھی بعد ڈگری ہو جانے کے اگر رجوع کرے تو ضمان واجب ہی کذا فی فتح القدیر اور دیکھا جائے گا کہ حکم قضا کے دن مشہود بہ کی کیا قیمت تھی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر گواہون نے حکم قضا جاری ہونے سے پہلے رجوع کیا تو قاضی اُن کی گواہی پر حکم نہ دیگا اور نہ اُنپر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُنکی گواہی پر حکم ہوگیا پھر دونون نے رجوع کر لیا تو حکم نہ ٹوٹیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ جس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی اگر اُس کے سوائے دوسرے کے سامنے رجوع کیا اور اس امر کے گواہ قائم ہوے کہ اس نے رجوع کیا اور اس قاضی نے اِسپر ضمان کا حکم دیا ہی تو یہ قاضی اُسپر یہ حکم نافذ کرے گا اور حکم دیگا کہ ضمان ادا کرے اور اگر قاضی کے سامنے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُس نے کسی قاضی کے سامنے رجوع کرنے کا اقرار کیا ہی اور اُسنے اسپر ضمان لازم کی ہی تو پہلا قاضی بھی اس گواہی کو مقبول کر کے اسپر ضمان لازم کریگا کذا فی المحیط

دوسرا باب بعض گواہون کے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر دو گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو اُسپر آدھی ضمان واجب ہوگی اور ضمان کی تقسیم مین اعتبار باقی گواہون کا ہی نہ اُنکا جنھون نے رجوع کیا ہی پس اگر تین گواہون نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو ضامن نہو گا اور اگر دوسرے نے

رجوع کیا تو دونون آدھے کے ضامن ہونگے کذا فی الکنز۔ اگر دو مرد اور ایک عورت نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کیا تو عورت پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دو مردون اور دو عورتون نے گواہی دی اور پھر دونون عورتون نے رجوع کیا تو عورتون پر ضمان نہوگی اور اگر دونون مردون نے رجوع کیا تو آدھے مال کے ضامن ہونگے اور اگر ایک مرد نے رجوع کیا تو اُسپر کچھ نہین ہی اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونون پر چوتھائی مال لازم ہوگا اور اس چوتھائی کے تین حصہ کرکے دو حصہ مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دینا پڑیگا اور اگر سب نے رجوع کیا تو تمام ضمانت کے تین حصہ کرکے دو حصہ مردون کو اور ایک حصہ دونون عورتون کو دینا پڑیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کیا تو اُسپر چوتھائی مال واجب ہوگا اور اگر دونون عورتون نے رجوع کیا تو نصف مال دونون پر لازم ہی اور اگر فقط مرد نے رجوع کیا تو اُسپر آدھا مال واجب ہوگا اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو تین چوتھائی مال لازم ہوگا آدھا مرد پر اور ایک چوتھائی عورت پر اور اگر سب نے رجوع کرلیا تو آدھا مال مرد پر اور باقی آدھا دونون عورتون پر لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر ایک مرد اور تین عورتون نے گواہی دی اور پھر سب نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا اور باقی آدھا تین عورتون پر لازم ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دو پانچوین حصہ مرد پر اور تین پانچوین حصہ تین عورتون پر لازم ہین اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو صرف مرد پر آدھا مال صاحبین رح کے نزدیک واجب ہوگا اور عورت پر کچھ نہین لازم ہوگا اور امام کے نزدیک مرد اور عورت پر مال تین تہائی واجب ہی کذا فی التبیین اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی پھر آٹھ عورتون نے رجوع کرلیا تو آنپر کچھ ضمان نہین ہی پھر اگر ایک اور نے رجوع کیا تو سب پر چوتھائی حق کی ضمانت لازم ہی اور اگر مرد و عورتون نے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ اور عورتون پر پانچ چھٹے حصے لازم ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک مرد پر آدھا اور سب عورتون پر آدھا لازم ہوگا اور اگر تمام عورتون نے رجوع کیا تو بالاتفاق آنپر آدھا حق لازم ہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر مرد کے ساتھ آٹھ عورتون نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا حق لازم ہوگا اور عورتون پر کچھ نہین ضمان ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مرد نے رجوع کیا تو اُسپر آدھا مال بالاجماع لازم ہی اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونون پر نصف مال کے تین حصہ کرکے دو حصہ مرد پر اور ایک حصہ عورت پر لازم کیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی

تیسرا باب مال کے حق مین گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ جامع مین مذکور ہی کہ چار شخصون نے ایک شخص پر چار سو درم مال کی گواہی دی اور ڈگری ہوگئی پھر ایک نے سو درم سے رجوع کیا اور دوسرے نے ان سو درم اور دوسرے سو درم سے یعنی دو سو درم سے رجوع کیا اور تیسرے نے ان دو سو درم اور تیسرے سو درم سے یعنی تین سو درم سے رجوع کیا تو سب رجوع کرنیوالون پر پچاس درم تین حصہ کرکے تقسیم ہوگا پس اگر چوتھے نے سب سے رجوع کیا تو سو درم کے چار حصہ کرکے تقسیم ہوگا اور سوا سے پہلے شخص کے پچاس درم کے تین حصہ کرکے باقیونکو دینا چاہیے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص مرگیا اور ہزار درم

چھوڑے پھر دو شخصون نے ہر ایک نے میت پر سو درم کا دعوی کیا اور دو گواہ وارث کی حاضری مین قائم کیے اور قاضی نے دونون مین سے ہر ایک کی ڈگری کر دی اور سو درم کا ترکہ دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگیا پھر ایک کے دونون گواہ نے پچاس درم سے رجوع کیا اور کہا کہ صرف میت پر پچاس درم کا قرضہ تھا تو دوسرے قرضخواہ کو پچاس کی تہائی یعنی سولہ درم اور دو تہائی درم ڈانڈ بھرینگے۔ اور یہی منتقی مین لکھا ہی یہ ایک شخص مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا پھر دو شخصون نے ہر ایک نے میت پر ہزار درم کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے ہزار درم ترکہ دونون مین نصف نصف تقسیم کرا دیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہر دو گواہ پانچ سو درم ڈانڈ بھرین اور اگر دونون مدعیون مین سے ایک کے دونون گواہ نے رجوع کیا تو وارثون کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور کتاب مین یہ مذکور نہین ہی کہ دوسرے قرضخواہ کو کچھ بھرینگے یا نہین پس مسئلہ مذکورہ بالا کے قیاس پر ڈانڈ بھرنا چاہیے پھر اگر اسکے بعد دوسرے کے گواہون نے بھی رجوع کیا تو ایکبارگی رجوع کرنے کی صورت اور یہ صورت یکسان ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک مرد اور دو عورتون نے ہزار درم پر گواہی دی اور ایک مرد اور دو عورتون نے ان ہزار درم کی اور سو دینار کی گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کی دی پھر ایک مرد اور دو عورتون نے سو دینار کے سوائے ہزار درم سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہونگے اور اگر سب نے درم اور دینار سب سے رجوع کیا تو دینارون کی ضمانت بالخصوص انھین کی گواہی دینے والون پر ہوگی اور درمون کی ضمانت امام اعظم رح کے نزدیک سب پر چار حصون مین تقسیم ہوکر ہر دو عورت پر چوتھائی اور ہر مرد پر چوتھائی ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک تین حصون مین تقسیم ہوکر ہر مرد پر تہائی اور سب عورتون پر ایک تہائی ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر چار گواہون مین سے دو گواہون نے پانچسو درم کی اور دوسرے دو گواہون نے ہزار درم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دیدیا پھر ہزار کے گواہون مین سے ایک نے رجوع کیا تو اسپر ہزار کی چوتھائی ڈانڈ پڑیگی اور اگر اسکے ساتھ پانچسو کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو اکیلے اسپر ہزار کی چوتھائی اور اسپر اور پانچسو درم کے دونون گواہون پر ہزار کی چوتھائی تین تہائی کرکے تقسیم ہوکر ڈانڈ پڑیگی اور اگر پانچسو والے دونون گواہون مین سے ایک یا دونون نے رجوع کیا تو انپر کچھ ضمان نہوگی اور اگر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہزار کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی پانچسو درم کی ضمانت دونون فریق پر چار حصہ کرکے تقسیم ہوگی اور اگر پانچسو درم والا ایک گواہ اور ہزار والے دونون گواہون نے رجوع کیا تو ہزار والون پر پانچسو کی ضمان اور ہزار کی چوتھائی کی ان دونون پر اور پانچسو درم والون پر تین حصہ کرکے تقسیم ہوگی اور اگر پانچسو والے ایک گواہ اور ہزار والے ایک گواہ نے رجوع کیا تو ہزار والے ایک گواہ پر ہزار کا چہارم لازم ہوگا اور پانچسو والے پر کچھ ضمان نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہو پس دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا ہی پھر حکم قاضی کے بعد دونون نے رجوع کیا تو ضامن ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر گواہی دی کہ اسنے ادا کر دیا ہی پھر بعد حکم کے دونون نے رجوع کیا تو ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور دو گواہ قائم کیے اور مشہود علیہ

نے اس امر کے دو گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اسکو اس سے بری کیا ہی یا ہر قلیل و کثیر سے جسکا دعوی کرتا ہی بری کیا ہی پھر سب گواہون کی تعدیل ہوئی اور دونون فریقون کے گواہ قاضی کے پاس مجتمع ہوے تو جن گواہون نے مال کی گواہی دی ہی انکی سماعت نہ کرنا چاہیے۔ پس اگر برارت کے گواہون کی گواہی مقبول کرکے حکم دیدیا پھر انھون نے رجوع کیا پس اگر انکو ضامن کرنا چاہے تو مدعی اپنے گواہ دوبارہ سناوے اور گذشتہ کا اعتبار نہوگا پس اگر اس نے دوبارہ گواہ سنائے تو اسوقت مین اسکا خصم یعنی مدعا علیہ وہی برارت کے گواہ جنھون نے رجوع کیا ہی قرار پاوینگے پس اگر انکو قرضہ کے گواہون نے بیان کیا کہ ہزار درم اصل مین مدعا علیہ پر ہین تو حکم ادا کا برارت کے گواہون پر کیا جائیگا اور یہ گواہ برارت اسکو اس شخص سے جسکے واسطے برارت کی گواہی دے چکے تھے واپس نہ لینگے اور واضح ہو کہ جب برارت کے گواہون نے رجوع کیا تو قاضی مال کے گواہ سنائیگا حکم مدعی مال کو اسطرح دیگا کہ دونون رجوع کرنے والے گواہون کے سامنے اپنے گواہ سناوے کیونکہ پہلے مال کی گواہی ایسی حالت مین ادا ہوئی تھی کہ اسوقت ان گواہون پر مال واجب نہ تھا اور اب رجوع کرنے کے بعد واجب ہوا ہی کذا فی المبسوط اور اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکو ایکسال کی مدت ادا کرنے مین دی ہی پھر میعاد آنے سے پہلے یا بعد اس سے رجوع کر لیا تو طالب کو وہ مال دینا پڑیگا اور میعاد پر وہ مال مطلوب سے واپس لے سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی پھر یہ حکم ایسی صورت مین کہ گواہون نے میعاد آنے سے پہلے رجوع کیا ہو متضح ہی اور اگر میعاد آنیکے بعد انھون نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ گواہون پر ضمان اسی سبب سے واجب ہوئی کہ انھون نے اپنی گواہی سے طالب کا حق قبضہ فوت کر دیا اور میعاد آنے سے یہ ظاہر نہوا کہ یہ اتلاف نہ تھا لہذا اسکو گواہون پر رجوع کا حق حاصل ہوا پھر اسکو اختیار ہی چاہے مطلوب کو پکڑے اور چاہے گواہونکا دامنگیر ہو کذا فی المبسوط پس اگر مطلوب کے تکمی مفلس مرجانیکی وجہ سے وہ مال ڈوبگیا تو دونون گواہ طالب سے واپس نہین لے سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی اور اگر مدیون نے میعاد کو ساقط کر دیا تو دونون ضامن نہونگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر گواہون نے اپنے مرض مین رجوع کیا اور قاضی نے انپر ڈانڈ دینے کا حکم کیا تو یہ بمنزلہ اقرار قرضہ بمرض الموت ہی حتی کہ اگر اسی مرض مین مر گیے اور ان دونون پر حالت صحت کے بہت قرضے ہین تو انھین قرضون کا ادا کرنا شروع کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہی اور قاضی نے ڈگری کر دی اور اس غلام کی آنکھ مین سفیدی تھی پھر وہ سفیدی جاتی رہی یا مدعی کے پاس مر گیا پھر دونون گواہون نے رجوع کر لیا تو جسروز ڈگری ہوئی ہی اسدن جو کچھ غلام کی قیمت تھی وہی وہ ڈانڈ دینگے اور قیمت کے باب مین دونون کا قول معتبر ہوگا کذا فی الحاوی

چوتھا باب بیع اور ہبہ اور رہن و عاریت و ودیعت و بضاعت و مضاربت و شرکت و اجارہ کی گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین۔

اگر کسی چیز کے مثل قیمت یا زیادہ پر بیع ہونیکی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضمان نہ دینگے اور اگر قیمت سے کم پر بیع ہونیکی گواہی دی تو بقدر نقصان کے ضامن ہونگے خواہ بیع قطعی ہو یا اسمین بائع کا خیار ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام اسکے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا ہی اور بائع کے واسطے تین روز کی شرط خیار ہی اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہین اور بائع نے انکار کیا اور قاضی نے گواہی پر بیع کا حکم دیدیا پھر دونون گواہون نے رجوع کر دیا پس اگر بائع نے تین روز کے اندر بیع کو فسخ کر دیا یا اجازت دیدی تھی تو گواہون پر ضمان نہین ہی

اور اگر تین روز گذرنے کی وجہ سے بیع لازم ہوگئی تھی تو دونوں پوری قیمت تک یعنی ہر گواہ ایک ہزار کا ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر کسی شخص پر کسی چیز کے خرید کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر مثل قیمت یا کم پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو مشتری کو کچھ ضمان نہ دینگے اور اگر زائد پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو بقدر زیادتی کے مشتری کو ڈانڈ دینگے۔ اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے شرط خیار کے ساتھ خریدنے کی گواہی دی اور بسبب تین روز گذر جانیکے خرید لازم ہوگئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے خود اس عرصہ میں اجازت دی تو ضامن نہ ہونگے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی ایک باندی ہے کہ اُسکی قیمت سو درم ہیں اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اِس نے اُسکو فلاں شخص کے ہاتھ پانچسو درم کو فروخت کرکے درم لے لیے ہیں اور بائع انکار کرتا ہے اور مشتری مدعی ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو سو درم اُسکی قیمت ادا کرینگے اور اگر پہلے بیع کی گواہی دی تھی اور اُسکا حکم ہوگیا پھر ثمن پر قبضہ کرنے کی گواہی دی اور اُس کا حکم ہوگیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو پانچسو درم ثمن ادا کرینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ میں نے اِس کا غلام دو ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر خریدا ہے اور قیمت اُسکی ہزار درم ہیں اور گواہوں نے اُسکی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے مشتری سے دو ہزار درم سال بھر کے وعدہ سے وصول کرے یا گواہوں سے فی الحال ہزار درم لے لے اور جس سے ضمانت لینا اختیار کرے گا اُسکے سواے دوسرا بری ہوجائیگا پس اگر اُسنے گواہوں سے ہزار درم لے لیے تو میعاد آنے پر وہ لوگ مشتری سے دو ہزار درم لے لینگے مگر ایک ہزار اُنکو حلال ہیں اور باقی صدقہ کردیں یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے غلام میں کچھ عیب پاکر بغیر حکم قاضی کے واپس کردیا تو یہ بمنزلہ ازسرنو بیع ہونے کے ہے پس بائع سے دو ہزار درم لے لیگا اور گواہوں سے لینے کی اُسکو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو بائع سے گواہ ایک ہزار درم لے لینگے اور گواہوں سے مشتری دو ہزار درم لیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ایسے غلام کی بیع کا جسکی قیمت پانچ سو درم ہیں بعوض ایک ہزار درم کے فی الحال ادا کرنے کے بیع کی گواہی دی اور قاضی نے بیع کا حکم دیدیا پھر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ایک سال کی مہلت [یعنی بلا میعاد ۱۲] دی ہے اور قاضی نے اِس کا حکم بھی دیدیا پھر دونوں گواہوں نے دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو بائع کو ہزار درم ڈانڈ دینگے اور اگر مدت کی گواہی اور عقد بیع کی گواہی ایک ہی دفعہ ہوا اور قاضی نے حکم دیدیا ہو تو بائع کو اختیار ہے چاہے گواہوں سے پانچ سو درم فی الحال لے لے کہ جو غلام کی قیمت ہے یا مشتری سے ہزار درم ایک سال کے وعدہ پر سال گذرنے کے وقت لے لے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر پانچ سو درم پر بیع ہونے کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر گواہی دی کہ بائع نے دام لینے میں ایک سال کی مہلت دی ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک پانچ سو درم ثمن کے ڈانڈ دینگے اور یہی امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اُسکا مشتری کی طرف آتا تھا اُسکو بری کردیا ہے اور حکم ہوگیا پھر گواہی دی کہ اِس نے پہلے اِس سے غلام اِس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہوگیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر برات کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ میں

لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اُسکا مشتری کی طرف آتا تھا اُسکو بری کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اُس نے یہ غلام اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر براءت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بائع کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اِسنے اپنا غلام فلان کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور قاضی نے اُسکا حکم دیدیا مگر غلام کے قبضہ وغیرہ کا حال معلوم نہوا پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پس مشتری پر دو ہزار درم ادا کرنیکا حکم دیا گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے قبضہ کے گواہوں سے ثمن کی ضمان لے اور بیع کے گواہ بری ہو جائینگے یا بیع کے گواہوں سے ایک ہزار درم غلام کی قیمت لیکر قبضہ کے گواہوں سے دو ہزار درم لے اور ہزار اُسکو دینے جاوین اور ایک ہزار بیع کے گواہوں کو واپس کیے جاوین اور اگر دونوں گواہوں پر ایکبارگی حکم ہو جاوے یا پہلے بیع کی گواہی پر حکم دیا جاوے تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح جامع کبیر میں لکھا ہے۔ پس اگر خصومت کے وقت مبیع مر گیا تو بیع کے گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ہے ولیکن اگر انکی گواہی پر پیچھے حکم ہوا تو زیادتی کے ضامن ہونگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں نے اپنی یہ باندی اسکے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے پھر مدعی کے دونوں گواہوں پر قاضی نے بیع لازم کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ میں نے اِسکو نہیں خریدا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو بیع ٹوٹ جانے کے واسطے انکی تصدیق نہ کیجاویگی اور امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول اور امام محمد رح کے قول کے موافق اس سے وطی حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر بعد حکم قاضی کے دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے پس اگر مدعا علیہ نے ضمان لے لی تو ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر حکم کے روز اُسکی آنکھ میں سفیدی تھی پھر زائل ہو گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو وہ قیمت ادا کرینگے جو آنکھ کی سفیدی کے ساتھ تھی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہوں سے قیمت نہ لی تو قاضی کے حکم سے اُسکو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور صدقہ کا حکم بھی یہی ہے ولیکن صدقہ کی صورت میں مثل ہبہ کے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو زید کے ہاتھ میں ہے دعوے کیا کہ اِسنے مجھے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور گواہ پیش کر دیے اور دوسرے نے بھی یہی دعوی کیا ہے اور اُسکی طرف سے بھی دو گواہوں نے گواہی دی اور تاریخ معلوم نہیں ہوتی ہے کہ کسکو پہلے ہبہ کیا اور کس کے گواہ پیچھے کی گواہی دیتے ہیں تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا پھر اگر دونوں فریقوں نے رجوع کیا تو ہر فریق ہبہ کرنے والے کو آدھی قیمت دیگا اور دوسرے کو کچھ نہ دیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایسی صورت میں ایک فریق گواہ نے رجوع کیا تو آدھی قیمت ہبہ کرنے والے کو اور آدھی موہوب لہ کو دینگے یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک شخص جسکے دوسرے پر ہزار درم قرض ہیں اُس نے دعوے کیا کہ قرضدار نے اپنا غلام کہ اُسکی قیمت بھی ایک ہزار درم تھی میرے پاس رہن کیا ہے اور قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہے پھر دو گواہوں نے رہن کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہونگے۔ اور اگر قرض سے اُس میں زیادتی ہو تو بھی جبتک غلام زندہ ہو ضامن نہونگے اور

اگر مرتہن کے پاس مرگیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اور اگر راہن نے رہن کا دعوے کیا اور مرتہن نے انکار کیا تو زیادتی کے ضامن نہونگے اور بقدر قرضہ کے مرتہن کو ڈانڈ بھرینگے اور اگر انھون نے اسطرح رجوع کیا کہ اسنے غلام سپرد کر دیا تھا اور رہن نہین کیا تھا تو ضامن نہونگے یہ مبسوط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین اور وہ اقرار کرتا تھا اور قرضخواہ کے قبضہ مین ایک کپڑا ہے جو سو درم کے برابر قیمت کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور قرضدار نے دو گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ مین نے یہ کپڑا اسکے مال کے عوض اسکو رہن مین دیا ہے اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا پھر وہ کپڑا تلف ہوگیا اور سو درم قرضہ مین سے کم ہو گیے پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو سو درم قرضخواہ کو دینگے اور اگر قرضخواہ اقرار کرتا ہو کہ یہ کپڑا قرضدار کا ہے مگر اسنے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے اور قرضدار نے کہا کہ نہین تیرے پاس رہن ہے اور دو گواہون کی گواہی پر قاضی نے رہن کا حکم دیدیا پھر وہ تلف ہوگیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو انپر ضمان نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص کے پاس ودیعت ہونے کی گواہی دی اور وہ شخص مدعا علیہ انکار کرتا ہے پھر قاضی نے اسپر قیمت دینے کا حکم دیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہونگے اور بضاعت و عاریت کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے مضارب نے آدھے نفع کا دعوی کیا اور دو گواہون نے اسکی گواہی دی اور رب المال تہائی نفع کا اقرار کرتا ہے پھر گواہون نے رجوع کیا اور ہنوز نفع پر قبضہ نہین کیا گیا تو گواہ ضامن نہونگے اور اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم قاضی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو چھٹے حصے نفع کے ضامن ہونگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم ہر اس نفع پر ہے جو رجوع کرنے سے پہلے حاصل ہوا اور اگر رجوع کے بعد حاصل ہوا اور راس المال عروض مین سے ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نقد ہے تو رب المال کو فسخ کا اختیار تھا اور جب اسنے فسخ نہ کیا تو گویا وہ نفع پر راضی ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ رب المال نے اسکو تہائی پر دیا ہے تو اس صورت مین انپر ضمان نہوگی اور اگر راس المال تلف ہوگیا تو دونون صورتون مین ضمان نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین کچھ مال ہے پس ایک شخص کی طرف سے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ بطور شرکت مفاوضہ کے اسکا شریک ہے پس آدھے کی ڈگری اسکے لئے کی گئی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ آدھا مال مشہود علیہ کو دینگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ دونون باہم شریک ہین اور راس المال ہر ایک کا ہزار درم ہے اور شرط یہ ہے کہ نفع دونون مین تہائی مشترک ہوا اور تہائی والا نصف نفع کا دعوے کرتا ہے اور گواہی سے پہلے دونون نے نفع اٹھایا ہے پس قاضی نے بنابر گواہی کے تین تہائی کا حکم دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو تہائی والے کو وہ زیادتی جو تہائی اور آدھے مین ہے دینا پڑے گی اور بعد گواہی کے جو کچھ نفع اٹھایا ہے اسکی ضمان ان گواہون پر نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ مین نے اپنا گھر دس درم ماہواری پر اسکو کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے انکار کیا پس دو گواہون نے اسکی گواہی دی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا پس اگر شروع میعاد مین یہ جھگڑا واقع ہوا تو دیکھا جاویگا کہ ایسے گھر کی جسقدر اجرت ہوتی ہے اگر اسی قدر کی گواہی دی تو دونون ضامن نہونگے اور اگر اجرت کم ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اگر مدت گذر جانے کے بعد دعوی ہوا ہو تو تمام کرایہ کے ضامن ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہے اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین نے یہ ٹٹو فلان شخص سے دس درم پر کرایہ لیا ہے اور ایسے ٹٹو کی اجر مثل سو درم ہے

قولہ بضاعت یعنی ... ۱۲ قولہ تہائی یعنی مضاربہ سے ... نہین ... ۱۲ قولہ یعنی ... رب المال کیواسطے ضامن ہونگے ۱۲

اور فلان شخص منکر اس سے انکار کرتا ہے پس دو گواہون کی گواہی پر قاضی نے کرایہ کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اجرت پر دینے والے کے واسطے کچھ ضامن نہوںگے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہوکر مکہ گیا اور وہ اونٹ راستہ مین تھک کر مر گیا پس اونٹ والے نے کہا کہ تو نے مجھسے غصب کر لیا تھا اور سوار ہونیوالے نے کہا کہ مین نے تجھسے کرایہ پر لیا تھا اور اسکے دو گواہ قائم کردئے اور قاضی نے اُسکو ضمانت سے بری کرکے کرایہ دلا دیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو اونٹ کی قیمت دونون کو دینی پڑے گی سوائے اسقدر دامون کے جو اجرت مین دلائے گئے ہین اور اگر پہلے دن سواری کے اونٹ کی قیمت دو سو درم تھی اور جس دن تھک کر مرا ہو اُسدن تین سو درم تھی اور کرایہ پچاس درم تھا تو ہلاک ہونے کے دن کے حساب سے ڈھائی سو درم دینے پڑینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دن کی قیمت کے حساب سے دینا پڑیگی اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے

پانچوان باب نکاح و طلاق و دخول اور خلع کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعوی کیا اور گواہ سنائے اور نکاح کا حکم ہوگیا پھر گواہون نے رجوع کیا پس اگر مہر المثل اسی قدر ہے جتنا بیان ہوا یا اُس سے زیادہ تو کچھ ضامن نہونگے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعوے کرکے گواہ سنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دیدیا اور عورت منکر ہے پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ مہر مثل بقدر مسمی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سو درم پر نکاح کا دعوے کیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اُس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درم ہے پھر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ سو درم مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہونے کی حالت مین یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت مین رجوع کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نو سو درم عورت کو ڈانڈ دینگے اور اگر قبل دخول کے طلاق ہو جانے کی صورت مین رجوع کیا تو بالاجماع کچھ ضمان نہ دینگے پھر دونون اامون کے نزدیک متعہ کے باب مین حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے زیادتی کی ضمانت دینگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے گواہی دی کہ اُس نے عورت کو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور مہر مثل اسکا پانچسو درم ہے اور یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درم وصول کر لیے ہین اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو عورت کو مہر مثل ڈانڈ دینگے نہ وہ جو مقرر ہوا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہزار درم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضۂ مہر کی گواہی نہ دی سے حتےٰ کہ نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر دونون گواہون سے رجوع کیا تو مہر سے یعنے ہزار درم دینا پڑینگے یہ کافی مین لکھا ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا اگر دو گواہون نے ایک عورت کی طرف سے مرد پر یہ گواہی دی کہ اِس نے اِس عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اسکا مہر مثل ہزار درم ہے اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درم وصول کر لیے پھر دو سرے دو گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اُس کو تین طلاق دے دی ہین اور مرد

منکر ہی پس قاضی نے دونون مین تفریق کردی پھر سب گواہون نے رجوع کرلیا تو مرد کو اختیار ہی کہ چاہے
نکاح کے گواہون سے ہزار درم لے یا دخول وطلاق والون سے دوہزار درم وصول کرے پس اگر اُسنے طلاق
و دخول کے گواہون سے دوہزار درم ڈانڈ لیے تو نکاح کے گواہون سے ضمان نہین لے سکتا ہی اور نہ طلاق و
دخول کے گواہ نکاح کے گواہون سے کچھ لے سکتے ہین اور اگر اُسنے نکاح کے گواہون سے ہزار درم ڈانڈ لیے تو
طلاق و دخول کے گواہون سے ایک ہزار درم اور ڈانڈ لیگا اور نکاح کے گواہون کو اختیار ہی کہ طلاق و دخول
کے گواہون سے واپس لیوین اور ان ہزار درم کے قبضہ کی صورت مین روایات مختلف ہین مبسوط مین ہی کہ
نکاح کے گواہ خود وصول کر لینگے اور جامع مین مذکور ہی کہ شوہر وصول کرکے نکاح کے گواہون کو دیدیگا۔ اور اگر
نکاح اور طلاق کے دونون فریق گواہون نے اگر یکبارگی قاضی کے سامنے گواہی دی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ
ہوگا پس اگر پہلے نکاح کے گواہون کی تعدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہی اور اگر طلاق
والون کی پہلے تعدیل ہوئی مثلاً انھون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز بحکم
نکاح وطی کی اور طلاق دیدی اور دوسرے دوگواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے اس
سے پہلے ہزار درم پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونون گواہون کی تعدیل ہوگئی اور قاضی نے مہر مثل یعنے ہزار درم
دینے کا حکم دیدیا پھر نکاح والون کی تعدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درم دیگر کی ڈگری کردی پھر سب گواہون
نے رجوع کیا تو طلاق و دخول کے گواہ فقط ہزار کے ضامن ہونگے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درم کے ضامن
ہونگے اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر دونون فریق کی ایک ساتھ تعدیل ہوئی اور قاضی
نے دونون کی گواہی پر حکم دیدیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والون کی گواہی پر حکم ہونے کی صورت یکسان
ہی اسی طرح اگر دوگواہون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہی کہ مین نے اس عورت سے نکاح کیا
اور اس سے وطی کی اور تین طلاق دیدین اور قاضی نے مہر المثل کا حکم دیا پھر اسکے بعد عورت دوسرے دو
گواہ لائی کہ شوہر نے اقرار کیا ہی کہ مین نے دوہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہی اور قاضی نے عورت کے لیے زیادتی کی
ڈگری کردی پھر سب گواہون نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ اقرار کی صورت اور معائنہ نکاح وطلاق کی صورت
یکسان ہی پس اگر نکاح اور دخول وطلاق کے گواہون کی ایک ساتھ تعدیل و معاً حکم ہوا پھر نکاح کے گواہون
نے رجوع کیا تو اُنسے ہزار درم کی ضمان لیجاویگی اور یہ ہزار درم وہ ہین جو مہر مثل سے زائد ہین پھر اگر اسکے بعد
دخول کے گواہون نے رجوع کیا تو اُنسے دوہزار درم ڈانڈ لیے جاوینگے ایک ہزار اس مین سے شوہر کو ملینگے
اور ایک ہزار شوہر نکاح والے گواہون کو دیدیگا اور اگر دخول کے گواہون نے پہلے رجوع کیا تو اُنسے دوہزار
درم کی ضمان لیگا پس اگر ہنوز شوہر نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ نکاح کے گواہون نے رجوع کیا تو نکاح والے
گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے۔ ایک مرتد عورت نے کسی شخص پر یہ دعوے کیا کہ اسنے مجھسے مسلمان ہونے
کی حالت مین ہزار درم پر نکاح کیا ہی اور وطی کی ہی پھر طلاق دیدی ہی اسکے بعد پھر عورت مذکورہ مرتد ہوئی ہی اور شوہر نے
ان سب باتون سے انکار کیا اور اُس عورت کا مہر مثل ہزار درم ہی پھر اُسکی طرف سے دوگواہون نے دوہزار
درم پر نکاح ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کردیا اور دوسرے دوگواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے

کل کے روز اس سے وطی کی اور طلاق دی اور آج کے روز یہ مرتدہ ہو گئی اور قاضی نے اسپر حکم دیدیا پھر سب گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو نکاح کے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور طلاق کے گواہ دو ہزار درم ضمان دینگے اور اگر دونون فریق گواہون کی گواہی پر ایک ساتھ فیصلہ کیا گیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یعنی جب نکاح کے گواہون پر پہلے حکم ہوا ہو دونون یکسان ہین اور اگر قاضی نے پہلے دخول وطلاق کے گواہون پر حکم دیا پھر نکاح کے گواہون پر حکم دیا پھر سبھون نے گواہی سے رجوع کیا تو دخول کے گواہ مہر مثل کے ضامن ہونگے اور نکاح کے گواہ اور ایک ہزار کے ضامن ہونگے کہ جو مہر مثل سے زائد ہین اور ایک فریق دوسرے فریق سے کچھ نہین لیسکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے حکم دینے کے بعد دونون نے رجوع کیا پس اگر طلاق بعد دخول کے ہو اور شوہر دخول کا اقرار کرتا ہو تو گواہون پر کچھ ڈانڈ نہین ہے اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہونیکا حکم ہوا اور نصف مہر یا متعہ کا حکم قاضی نے دیا ہے تو بعد رجوع کے گواہ اسی مقدار شوہر کو ڈانڈ دینگے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی نہین کی تھی کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس عورت کو طلاق دیدی ہے اور قاضی نے دونون مین جدائی کر دی اور آدھے مہر کا حکم دیا پھر شوہر مر گیا اور گواہون نے گواہی سے رجوع کر لیا تو دونون گواہ شوہر کے وارثون کو آدھا مہر ڈانڈ دینگے اور عورت کے منافع بضع کی کچھ ضمان نہین دینی پڑیگی اور نصف مہر سے زیادہ کی ضمان عورت کو نہ دینگے اور عورت کو میراث نہ ملیگی اور مرد خواہ صحیح ہو یا مریض یہ حکم برابر اسی طرح رہیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر شوہر پر مرنے کے بعد یہ گواہی دی کہ اسنے اس عورت کو اپنی زندگی مین وطی کرنے سے پہلے طلاق دی تھی پھر دونون نے رجوع کر لیا تو وارثون کے واسطے کسی چیز کے ضامن نہونگے اور عورت کو نصف مہر اور میراث کی ڈانڈ دینگے یہ کافی مین لکھا ہے اگر ایک مرد اور دو عورتون نے ایک عورت کی طلاق پر گواہی دی اور دوسرے ایک مرد اور دو عورتون نے یہ گواہی دی کہ اس مرد نے اس سے وطی کی تھی پس قاضی نے مہر اور طلاق دونون کی ڈگری کر دی پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو وطی واقع ہونے کے گواہون پر تین چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور طلاق کے گواہون پر چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور اگر اکیلے ایک مرد گواہ دخول نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا اور اگر اکیلے مرد طلاق کے گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر دخول کے سب گواہون نے رجوع کیا تو آدھے مہر کے ضامن ہونگے اور اگر طلاق ہی کے گواہون نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دینگے اور اگر طلاق کے گواہون کی ایک عورت اور دخول کے گواہون کی ایک عورت نے رجوع کیا تو دخول کے گواہون کی عورت پر آٹھوان حصہ مہر ڈانڈ پڑے گا اور طلاق کی گواہ عورت پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو مردون نے طلاق پر اور دو مردون نے دخول پر گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا پھر اگر اسکے بعد طلاق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دے گا اور اگر طلاق کے دونون گواہون نے اور دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب آدھے مہر کے ضامن ہونگے آدھا اس مین سے دخول کے دونون گواہون پر اور باقی تینون گواہون پر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا یہ حاوی مین

لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اِسنے اپنی عورت کو ایک طلاق دی ہی اور دو سرون نے یہ گواہی دی کہ تین طلاق دی ہین اور اُس سے وطی نہین کی تھی پس قاضی نے دونون کے جدا کرنے اور نصف مہر دلانے کا حکم کیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو آدھے مہر کی ضمان تین طلاق والے گواہون پر ہوگی اور ایک طلاق والون پر کچھ ضمان نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اِسنے سال گذشتہ مین رمضان کے مہینہ مین اپنی عورت کو طلاق دی اور اُس سے وطی نہین کی تھی پس قاضی نے بنابراس گواہی کے نصف مہر اسپر لازم کیا پھر دونون گواہون نے رجوع کیا اور قاضی نے ہنوز اُنسے نصف مہر کی ضمان دلائی تھی یا نہ دلائی تھی کہ دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو قبل وطی کے سال گذشتہ کے ماہ شوال مین طلاق دی ہی تو دوسرے فریق کی گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر شوہر نے اس امر کا اقرار کر لیا تو جو تاوان گواہون سے لیا ہی اُنکو واپس دیگا اور بعض نے کہا کہ یہ امام کے نزدیک نہین ہی بلکہ صاحبین رح کے نزدیک ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر فریق ثانی نے پہلے فریق کے وقت سے طلاق کا وقت مقدم بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے فریق سے ضمان ساقط ہوجائیگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے طلاق پر اور دو گواہون نے دخول پر گواہی دی اور عورت کا مہر مقرر نہین ہوا تھا اور اسپر حکم ہوگیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو طلاق کے دونون گواہ نصف متعہ کے ضامن ہونگے اور دخول کے گواہ باقی مہر کے ضامن ہونگے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ دو گواہون نے گواہی دی کہ اِسنے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا ہی اور اُسکا مہر مثل بھی ہزار درم ہی اور شوہر نے کہا کہ بدون مہر مقرر ہونے کے نکاح کیا ہی اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر شوہر نے اُسکو طلاق دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اُنپر متعہ اور پانچسو درم کے درمیان مین جو زیادتی ہی اُسقدر ضمان دینی ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہون نے دخول واقع ہونے پر گواہی دیکر رجوع کیا تو دخول کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمان لازم ہوگی اور باقی متعہ اور پانچسو درم کے درمیان کی زیادتی دونون فریقون پر آدھی آدھی واجب ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہون نے طلاق کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو دخول کے گواہون پر بالخصوص پانچسو درم کی ضمان لازم ہوگی اور متعہ اور نصف مہر کے درمیان کی زیادتی دخول اور نکاح دونون فریق گواہون پر نصف نصف لازم ہوگی اور تینون فریقون پر مقدار متعہ کے تین حصہ کرکے واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اِسنے ہزار درم پر اس عورت سے نکاح کیا ہی اور شوہر انکار کرتا ہی اور عورت کا مہر مثل پانچسو درم ہی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ قبل دخول کے اِس نے اُسکو طلاق دیدی ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو نکاح اور طلاق کے دونون فریقون پر ڈھائی سو درم واجب ہونگے اور اگر اِن دونون فریق کے رجوع کرنے سے پہلے دو گواہون نے دخول کی گواہی دی اور قاضی نے شوہر پر ہزار درم واجب کیے پھر سبھون نے رجوع کیا تو نکاح کے گواہون پر پانچسو درم جو مہر مثل سے زائد ہین واجب ہونگے اور باقی پانچ سو درم کی تین چوتھائی دخول کے گواہون پر اور ایک چوتھائی طلاق کے گواہون پر واجب ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے قسم کھائی تھی کہ مین اُس سے عید قربان کے روز وطی نہ کرونگا اور دوسرون نے گواہی دی کہ اِسنے عید قربان کے روز اُسکو طلاق دیدی پس قاضی نے اُسکو جدا کر دیا اور اُسکے ساتھ وطی نہین کی تھی پس قاضی نے اُسپر آدھا مہر لازم کیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو ضمان مہر طلاق کے

گواہوں پر لازم ہوگی نہ ایلاء کے گواہوں پر یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ ایسی عورت کی نسبت جس سے اسکے شوہر نے وطی نہیں کی تھی یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے شوہر سے خلع کرالیا ہے اس شرط پر کہ اپنا مہر اُسکو معاف کردیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے اور مرد مدعی ہے اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو آدھا مہر عورت کو ڈانڈ دیویں، اور اگر اس مسئلہ میں اُس عورت سے شوہر نے وطی کی ہو تو تمام مہر کے ضامن ہونگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مرد کے دعوی پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس عورت نے اس سے ہزار درم پر خلع کرالیا ہے اور عورت منکر ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو ہزار درم کی ضمان دیں اور اگر خود عورت ہی مدعی ہو تو کچھ ضمان نہ دینگے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

چھٹا باب آزاد کرنے اور مدبر کرنے اور مکاتب کرنے کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو آزاد کردیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت ڈانڈ دیں خواہ خوشحال ہوں یا تنگ دست ہوں اور غلام کی ولاء اُس کے آزاد کرنے والے کو ملیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنی یہ باندی آزاد کردی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا اور باندی نے اپنا نکاح کیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مالک کو اُس کی قیمت کی ڈانڈ دینگے اور مالک کو اُس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے شوال میں کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے رمضان میں اپنا غلام آزاد کردیا ہے اور گواہی کے روز غلام کی قیمت دو ہزار درم تھی اور رمضان میں اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر گواہوں کی تعدیل ہونے تک غلام کی قیمت تین ہزار درم ہوگئی پھر تعدیل ہوگئی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی اُس قیمت کے ضامن ہونگے جو قاضی کی آزادی کا حکم دینے کے روز ہے یعنی تین ہزار درم کذا فی المحیط اور اُس غلام پر حدود وجزاء جرم کا حکم رمضان سے آزاد کرنے کے وقت تک آزادوں کے مانند ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے رمضان میں اپنا غلام آزاد کردیا اور قاضی نے گواہی پر یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی پھر اگر دونوں نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اُسنے شعبان میں آزاد کیا ہے تو امام کے نزدیک ضمان ساقط نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ساقط ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اُسنے شوال میں آزاد کیا ہے تو بالاتفاق ضمان ساقط نہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام مدبر کردیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا ہے پھر رجوع کیا تو جسقدر مدبر کرنے سے نقصان آیا اُسکے ضامن ہونگے پس اگر مولی مرگیا اور یہ غلام اُسکے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہوجائیگا اور دونوں گواہ اُسکے مدبر ہونے کی حالت کی قیمت ادا کریں اور اگر مولی کے پاس سواے اُسکے کچھ مال نہ تھا تو تہائی آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی مدبر ہونے کی قیمت کے لیے سعی کرے اور دونوں گواہ تہائی قیمت کی ضمان دیں بشرطیکہ غلام دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے اور یہ تہائی قیمت غلام سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر غلام نے دو تہائی قیمت تا معجل نہ ادا کی اور عاجز ہوا تو وارثوں کو اختیار ہے کہ گواہوں سے ... لیں اور گواہ غلام سے وصول کریں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے البتہ اپنا غلام آزاد کردیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے مدبر کردیا ہے اور قاضی نے اُنکی گواہی پر حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کرلیا تو آزادی کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی نہ مدبر کرنیکے گواہوں پر۔ اور اگر مدبر کرنیکے گواہوں نے پہلے گواہی دی اور قاضی نے اُنکی گواہی پر حکم دیدیا پھر دو گواہوں نے

آزاد کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ وہ نقصان ادا کرین جو مدبر کرنے سے غلام مین پیدا ہوا ہی پھر آزادی کے گواہ اُس غلام کی قیمت مدبر ہونیکی حالت کی ادا کرین یعنی مدبر ہونے کی حالت مین جو اُسکی قیمت ہی وہ ادا کرین اور اگر آزادی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے مدبر کرنے سے پہلے اسکو آزاد کردیا ہی اور قاضی نے یہ گواہی مقبول کرلی پھر رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ بری ہوجائینگے اور آزادی کے گواہون پر قیمت لازم ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین رح کے قول کے موافق ہونا چاہیے ورنہ امام اعظم رح کے نزدیک آزادی کی گواہی مقبول نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر ایک سال کی میعاد پر مکاتب کیا ہی اور اسکا حکم ہوگیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا اور وہ غلام ایک ہزار درم کا یا دو ہزار درم قیمت کا ہی تو گواہ اُسکی قیمت ادا کرین اور قسط وار غلام سے وصول کرین اور بدون ادا کرنے کے وہ غلام آزاد نہوگا اور ولاء اُسکی اُسی کو ملیگی جسپر کتابت کی گواہی دی تھی اور اگر غلام وہ مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر غلام کردیا گیا تو اُسکے مالک کو ملیگا اور مالک نے جو کچھ گواہون سے لیا ہی اُنکو واپس کردیگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور یکسال میعاد ہی اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہین اور قاضی نے کتابت کا حکم دیدیا پھر سب نے گواہی سے رجوع کیا تو قاضی اُسکے مالک کو اختیار دیگا پس اگر اُسنے گواہون سے ڈانڈ لینا چاہا تو مکاتب سے پھر کبھی نہین لے سکتا ہی اور جب گواہون نے اس سے ہزار درم وصول کیے تو اُنکو اُنمین سے پانچسو درم حلال ہین اور باقی حلال نہین ہین اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور اگر اُسنے بدون قاضی کے اختیار دینے کے مکاتب سے تقاضا کیا یا لینا اختیار کیا تو پھر گواہون سے کبھی نہین لے سکتا ہی خواہ اُسکو گواہون کے رجوع کرنیکا علم ہوا ہو یا نہوا ہو ولیکن اگر مال کتابت اُسکی قیمت سے کم ہو تو بقدر کمی کے اُنسے مطالبہ کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام پانچسو درم پر آزاد کردیا ہی اور قیمت غلام کی ہزار درم ہین پس قاضی نے گواہی پر اسکو آزاد کردیا پھر دونون نے رجوع کیا تو مشہود علیہ کو اختیار ہی جب چاہے گواہون سے ہزار درم وصول کرے اور گواہ غلام سے پانچسو درم وصول کرسکتے ہین یا غلام سے پانچسو درم لیوے اور جس سے اُسنے ضمان لینا اختیار کیا اُسکے بعد پھر دوسرے سے کچھ کبھی نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام نے یہ دعوی کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور یہی اُسکی قیمت ہی اور مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور اسپر گواہ پیش کیے پس قاضی نے غلام پر دو ہزار درم دینے کی ڈگری کردی اور غلام نے ادا کردیے پھر گواہون نے رجوع کیا تو مکاتب کو ہزار درم دینے پڑینگے اور اگر مولی نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم پر تجھکو مکاتب کیا ہی اور مکاتب نے انکار کیا اور مولی نے اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اس گواہی پر حکم نددیگا اور قاضی غلام سے کہیگا کہ چاہے تو کتابت پوری کر یا غلام ہوجا اور اگر مکاتب نے دعوی کیا کہ مین آزاد ہون پھر مولی دو گواہ لایا کہ اسنے دو ہزار درم پر غلام کو مکاتب کیا ہی اور قاضی نے ڈگری کردی اور غلام نے مال ادا کردیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو مکاتب کو دو ہزار درم ڈانڈ دیوین اگرچہ اُسکی قیمت اس سے کم ہو یہ محیط مین لکھا ہی

ساتوان باب ولاء اور نسب اور ولادت اور اولاد اور میراث کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ مین تیرا بیٹا ہون اور وہ انکار کرتا ہی پھر بیٹے نے گواہ سنائے اور قاضی نے

[illegible]

[illegible]

اسکے بیٹے ہونیکا حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ باپ کی زندگی مین رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے اور اگر بعد مرنے کے اس بیٹے نے ورثہ پایا تو بعد رجوع کرنے کے تمام وارثون کو اس میراث کی ضمان بھی نہ دینگے اسیطرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کی ولاء کا دعوی کیا اور کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا ہی اور وہ منکر ہی پھر مدعی نے گواہ سنائے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہ مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ اُسکی زندگی مین رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس مقتول کا بیٹا ہی کہ اسکے سواے کوئی اُسکا وارث نہین ہی اور قاتل عمداً قتل کرنے کا اقرار کرتا ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور بیٹے نے اُسکو قتل کرڈالا پھر گواہوں نے رجوع کر لیا تو قصاص کی ضمان اُنپر نہ ہوگی اور جو کچھ اس وارث بیٹے نے مقتول کے ترکہ مین سے لیا ہی وہ اس کے معروف وارثون کو ڈانڈ دینگے اور گواہوں کو تعزیر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر آزاد کیے ہوے کی ولاء کی گواہی اُس کے مرنے کے بعد ادا کی پھر گواہی سے رجوع کیا تو جو کچھ آزاد کرنے والے مدعی نے ولاء کے حق مین لیا ہی وہ اُس آزاد کیے ہوے کے معروف وارثون کو ڈانڈ دینگے اگر ایک عورت سے نکاح کی گواہی دی اور قاضی کے حکم دینے کے بعد اُسکا شوہر مرگیا پھر گواہوں نے رجوع کیا یا شوہر کی زندگی مین گواہوں نے رجوع کیا تو اُنپر کچھ ضمان نہین ہی اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد نکاح کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو جو کچھ عورت نے میراث کا حصہ لیا ہی وہ باقی وارثون کو ڈانڈ دینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایسے مسلمان کی طرف سے جس کا باپ کافر تھا یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مسلمان مرا ہی اور میت کا ایک بیٹا کافر ہی پس قاضی نے میت کا مال اُسکے بیٹے مسلمان کو دلایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو کافر بیٹے کو تمام مال میراث ڈانڈ دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک کافر مسلمان ہوگیا پھر مرگیا اور اُسکے دو بیٹے مسلمان ہین کہ ہر ایک اُنمین سے دعوی کرتا ہی کہ مین اپنے باپ کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوا ہون اور اسپر گواہ سنائے پس قاضی نے دونون کو وارث گردانا پھر ایک کے گواہوں نے رجوع کیا تو جو کچھ اس بیٹے نے میراث مین پایا ہی سب دوسرے کو ڈانڈ دینگے اسی طرح اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکا ایک بھائی معروف ہی پس ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور دو گواہوں نے اُسکی طرف سے گواہی دی اور قاضی نے اسکو میراث دلادی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو تمام میراث کی ضمان اُسکے بھائی کو دینگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہی کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ آزاد ہی یا غلام ہی پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی پس قاضی نے اُسکا نسب ثابت کردیا پھر وہ شخص مرگیا اور اُسکی میراث اُس لڑکے کو بحکم قاضی دلائی گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہونگے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا قید کرکے دارالحرب سے لائے گئے اور بڑے ہوکر آزاد ہوے اور باہم دونون نے نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہوکر آیا اور گواہ لایا کہ یہ دونون میری اولاد ہین اور قاضی نے گواہی کے موافق اُسکی اولاد قرار دی اور دونون مین جدائی کردی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو رجوع کرنا مقبول نہوگا اور شوہر سے منع کیا جاوے گا کہ اس سے وطی نہ کرے اگرچہ یہی معلوم ہوگیا کہ گواہون نے جھوٹی گواہی دی تھی اور ہمارے نزدیک گواہوں پر ضمان نہین ہی اور اگر ایک شخص کے پاس ایک باندی تھی کہ وہ اُسکو اپنی باندی گمان کرتا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ یہ میری لڑکی ہی اور قاضی نے اُسکی بیٹی ہونیکا حکم دیدیا تو مالک کو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہین ہی اگرچہ معلوم ہوجاوے

کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی ہی پس اگر گواہون نے رجوع کیا تو اُسکی قیمت کی ضمان دینگے اور اگر وہ عورت مرگئی اور اُسنے میراث چھوڑی تو اُس شخص کو اُسکی میراث کھانی جائز ہی اور اسی طرح اگر وہ شخص مرگیا تو اس عورت کو اُسکی میراث کھانی جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو غلام اور ایک باندی اور اموال چھوڑے پھر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس میت کا مان باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہی اور وارث ہی ہم اِسکے سوا وارث نہین جانتے ہین اور قاضی نے اُسکو دونون غلام اور باندی اور مال دینے کا حکم کیا پھر دو گواہون نے خاص ایک غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اُسکی گواہی جائز رکھکر تمام میراث اُسکو دلادی اور بھائی کو محروم کردیا پھر دوسرے دو گواہون نے دوسرے غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اسکو جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ اسکو وارث بنایا اور مال دونون کو آدھا آدھا تقسیم کردیا پھر گواہون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس باندی کو آزاد کرکے اپنی زندگی مین اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دیدیا اور آٹھوان حصہ میراث اُسکو دلادیا اور ان وارثون مین سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہی پھر پہلے بیٹے کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کرکے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دینگے اور جو کچھ اُسنے میراث مین پایا ہی وہ سب دوسرے بیٹے کو دینگے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دینگے اور اسی طرح اگر دوسرے بیٹے کے دونون گواہون نے رجوع کیا تو بھی یہی صورت ہی اور اگر عورت کے گواہون نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونون بیٹون کو آدھی آدھی ڈانڈ دینگے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تکذیب کرتا ہو اور صرف اپنے آپکو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونیکی تصدیق کرتا ہو تو گواہون پر کسی صورت مین ضمان نہین ہی۔ اسی طرح اگر سب وارثون کی وراثت دو گواہون کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو خواہ ایک ہی وقت مین دونون نے سب کی وراثت کی گواہی دی ہو یا اوقات مختلف مین شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علیحدہ دعوی کی گواہی ہو اسطرح کہ میت نے اِسکو اپنا بیٹا کہا اور پھر اُسکو اپنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر دونون گواہون نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر گواہ ایک فریق ہو یا چند فریق ہون تو بیٹون اور عورت کو ضمان دینے مین کچھ فرق نہین ہی اور فرق صرف بھائی کے ضمان دینے مین ہی پس اگر سب گواہ چند فرقے ہون تو بھائی کو کچھ ضمان نہ دینگے اگرچہ اُسکے وارث ہونے کا اقرار کرین اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لیے ضامن ہونگے اگر اُسکے وارث ہونیکا اقرار کرتے ہون یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی اور دوسرے دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اِسنے اس باندی کو آزاد کیا اور ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہی اور وہ شخص منکر ہی پھر ان سب باتون کا قاضی نے حکم دیدیا پھر وہ شخص دو بیٹے سوائے اس لڑکے کے چھوڑکر مرگیا پس عورت کے واسطے مہر کا حکم ہوا اور میراث کے طور پر سب مال آپس مین تقسیم کیا گیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اُسکی قیمت کے سوائے اسکے حصہ کے ضامن ہونگے اور ایسے ہی باندی کے گواہ اُسکی قیمت کے سوائے میراث کے ضامن ہونگے ولیکن اگر مہر اُسکے مہر مثل سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے مگر حصہ میراث اسمین سے کم کردیا جائیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک شخص کی دو باندیان ہین کہ ہر ایک اُسکی ملک مین ایک بچہ جنی ہی پھر دو گواہون نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی کہ اس شخص نے اِسکو اپنا بیٹا کہا ہی اور وہ شخص انکار کرتا ہی اور دوسرے دو گواہون نے دوسرے بچہ کی نسبت یہی گواہی دی

پس قاضی نے دونون بچون کی نسبت اُسکے بیٹے ہونے اور باندی کی نسبت ام ولد ہونیکا حکم دیا پھر سبھون نے رجوع کیا پس اگر گواہی اور رجوع کرنا اُس شخص کی حیات مین واقع ہوا تو ہر فریق گواہ اُس بیٹے کی قیمت جسکی گواہی دی تھی اور ام ولد کا نقصان قیمت اُس شخص کو ادا کرین پس جب ڈانڈ دیدیا اور اُس شخص نے تلف کر دیا پھر مرگیا اور سواے اُن دونون لڑکون کے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ہر ایک دوسرے سے انکار کرتا ہی تو ہر فریق گواہ اُس لڑکے کی مان کی آدھی قیمت جس کی نسبت بیٹے ہونے کی گواہی دی تھی دوسرے لڑکے کو ادا کرین کذا فی محیط السرخسی۔ اور ہر فریق اس لڑکے کی قیمت جسکی نسبت گواہی دی تھی دوسرے کو نہ دینگے کذا فی المحیط اور ہر فریق نے جو کچھ اُس شخص کو حالت زندگی مین لڑکے کی گواہی مین ڈانڈ دیا ہی اس لڑکے کی میراث کے حصہ سے جو اُسنے باپ کی میراث سے پایا ہی لے لینگے کذا فی محیط السرخسی اور ہر فریق اس لڑکے سے اسقدر مال جو دوسرے لڑکے کو اُسکی مان کی قیمت مین بعد نقصان کے دیا ہی نہین لے سکتا ہی اور نہ اُس مال کی ضمان جو مشہود لہ لڑکے نے میراث مین حاصل کیا ہی دوسرے کو دینگے اور اگر دونون لڑکے وارث ہونے مین ایک دوسرے کی تصدیق کرین تو گواہون پر کچھ ضمان ان لڑکون کے لیے نہ دینا پڑیگی اور ہر فریق اپنے مشہود لہ لڑکے سے اس مال مین سے جو اُسنے اپنے باپ کی میراث سے حاصل کیا ہی اُسقدر مال واپس لیگا جو اُسنے اُسکے باپ کو اُسکی قیمت اور اُسکی مان کے نقصان قیمت کے عوض دیا ہی کذا فی المحیط اور اگر اُس شخص کی زندگی مین گواہی واقع ہوئی اور رجوع کرنا بعد وفات کے واقع ہوا تو ہر فریق گواہ دوسرے لڑکے کو مشہود لہ لڑکے کی آدھی قیمت اور اُسکی مان کی آدھی قیمت ادا کریگا اور ہر فریق مشہود لہ سے وہ مال نہین لے سکتا ہی جو اُسنے دوسرے کو ادا کیا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ ہر لڑکا دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہو اور اگر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہ کسی کے واسطے ضامن نہونگے کذا فی المحیط اور اگر گواہی اور رجوع دونون بعد موت کے واقع ہوئی ہون اور میت کا ایک بھائی مان و باپ کی طرف سے موجود ہو تو ہر فریق گواہ دوسرے کو مشہود لہ کی قیمت ڈانڈ دیگا اور اُسکی مان کی قیمت بھی جو باندی ہونے کی حالت مین تھی وہ ضمان دیگا اور جو کچھ دونون کو میراث مین ملا ہی وہ بھی دیگا اور بھائی کو ڈانڈ مین کچھ نہ دیگا کذا فی المحیط السرخسی اور جو کچھ ضمان مین ادا کیا ہی وہ مشہود لہ کے حصہ میراث سے نہ لیگا اور اگر دونون گواہیان ایک ہی فریق نے ادا کی ہون مثلاً یون کہا کہ مولے نے بکلمۂ واحد کہا تھا کہ یہ دونون میرے بیٹے ان دونون باندیون سے ہین اور دونون لڑکے بڑے ہین کہ باندیون کے ساتھ اسکے مدعی ہین اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھون نے رجوع کیا پس اگر مالک کی حیات مین رجوع و گواہی واقع ہوئی تو گواہ دونون بیٹون کی قیمت اور نقصان ام ولد ہونے کا ادا کرین اور جب مالک نے اُسکو لیکر تلف کر دیا پھر مرگیا تو جو کچھ بیٹون کو میراث ملی ہی اُسمین سے بقدر ڈانڈ کے گواہ دونون لڑکون سے وصول کر لینگے اور اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو اُس کو کچھ ضمان میراث نہ دینگے اور اگر گواہی مالک کی زندگی مین اور رجوع اُس کے مرنے کے بعد واقع ہوا تو گواہ بیٹون یا بھائی کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور اگر گواہی و رجوع دونون بعد وفات مالک کے واقع ہوئین تو بیٹون کو کچھ ضمان نہ دینگے مگر بھائی کو باندیون اور بیٹون کی قیمت اور بیٹون کی میراث ڈانڈ دینگے اور اگر گواہ ایک ہی فریق ہون اور لڑکے گواہی کے وقت چھوٹے ہون تو انکے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاوے گا پس اگر بالغ ہو کر انھون نے گواہون کی گواہی مین تصدیق کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ حالت بالغ ہونے مین گواہی کے وقت گواہون کی تصدیق

یکسان ہی اور اگر بعد بالغ ہونے کے ہر ایک نے اسقدر کی تصدیق کی جو اُسکے واسطے گواہی دی ہی اور جسقدر دوسرے
کے واسطے گواہی دی اُسکی تکذیب کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ ہر ایک کے واسطے ایک فریق گواہ نے علیحدہ
گواہی دی اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی ہی یکسان ہی اور یہ صورت امام محمد رح نے ذکر نہین فرمائی کہ گواہ فریق
واحد ہین اور ہر ایک پسر نے گواہون کی اسقدر گواہی مین جتنی اُسکے واسطے ہی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی
تو یہ گواہی مقبول ہوگی یا نہین پس امام ابو علی نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبول نہوگی اور عامۂ مشائخ نے فرمایا کہ
مقبول ہوگی اور چھوٹے اور بڑون کا ایک حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص پر دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس
نے اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہی اور وہ شخص انکار کرتا ہی اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر مشہود علیہ مر گیا پھر
اُسکے مرنے کے بعد دو گواہون نے ایک لڑکے کی نسبت جو اُسکی باندی سے اُسکے قبضہ مین تھا یہ گواہی دی کہ میت
نے اس لڑکے کی نسبت اپنی حین حیات مین ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس باندی سے میرا بیٹا ہی تو قاضی پہلے بیٹے
کے سامنے اس گواہی کو قبول کرے گا اور نسب ثابت ہوگا اور اُسکی ماں تمام مال سے آزاد ہو جائے گی اور جو کچھ
پہلے بیٹے کے قبضہ مین ہی اُسمین سے آدھا اسکو دلا دیگا پھر اگر دونون فریق گواہون نے رجوع کیا تو دوسرے
کے گواہ دوسرے کی تمام قیمت اور اُسکی ماں کی تمام قیمت [یعنی دوسرے بیٹے کو] اور تمام میراث پہلے بیٹے کو ڈانڈ دینگے اور پہلے بیٹے
کے گواہ اُسکی اور اُسکی ماں کی نصف قیمت دوسرے بیٹے کو دینگے اور میراث کی کچھ ضمان نہ دینگے یہ ذخیرہ مین لکھا
ہی۔ بدائع مین ہی کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ مولےٰ نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ باندی مجھسے یہ بچہ جنی ہی اور وہ
شخص منکر ہی پس قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر اُسکے ساتھ بچہ نہو اور مالک کی زندگی
مین رجوع کیا تو نقصان قیمت کی ضمان دینگے یعنی باندی کی قیمت سے ام ولد ہو جانے مین جسقدر نقصان ہوا وہ
ادا کرین پس اگر مالک مر گیا تو آزاد ہو گئی اور باقی قیمت وارثون کو ڈانڈ بھرینگے اور اگر اُس کے ساتھ بچہ بھی ہو اور
مالک کی زندگی مین رجوع کیا تو نقصان قیمت کے ساتھ بچہ کی قیمت بھی ادا کرینگے پس اگر اسکے بعد مالک مر گیا
اور بچہ کا میراث مین کوئی شریک نہین ہی تو اُس کو کچھ ضمان نہ دینگے اور جو کچھ باپ نے تاوان لے لیا ہی وہ
اس سے واپس لینگے بشرطیکہ ترکہ موجود ہو ورنہ لڑکے پر ضمان نہوگی اور اگر لڑکے کے ساتھ میت کا بھائی ہو تو باقی
قیمت کا نصف اُسکو ڈانڈ دینگے اور بیٹے سے اُسی قدر لینگے جو باپ نے وصول کیا ہی نہ وہ جو بھائی کو ڈانڈ دیا ہی اور
لڑکے نے جو میراث لے لی وہ بھائی کو ڈانڈ نہ بھرینگے پس اگر بعد وفات مالک کے رجوع کیا پس اگر لڑکے کا کوئی شریک
نہو تو گواہون پر ضمان نہین ہی ورنہ بھائی کو باندی کی باقی نصف قیمت اور لڑکے کی نصف قیمت کی ضمان دینگے اور میراث
کی ضمان نہ دینگے اور اس صورت مین لڑکے سے واپس نہ لینگے۔ اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مولی نے انتقال کیا اور
ایک لڑکا اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی اور ترکہ چھوڑا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ غلام اس باندی سے
اُسکے مالک سے پیدا ہوا ہی اور غلام اور باندی نے اُسکی تصدیق کی نہ اُسکے بیٹے نے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونون
نے رجوع کیا تو غلام اور باندی کی قیمت اور نصف میراث کے ضامن ہونگے [بیٹے کے واسطے] یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ عیسی بن ابان
نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہی کہ ایک شخص مر گیا اور باپ کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا اور اُسکے سوائے کوئی وارث نہین معلوم
ہوتا ہی پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہون اور دو گواہون نے اسکی طرف

سے یہ گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہی اور دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ مان کی طرف سے اُسکا بھائی ہی تو قاضی یہ حکم دیگا کہ یہ مدعی مان باپ کی طرف سے اُسکا بھائی ہی پس اگر سب گواہون نے رجوع کیا تو جنھون نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی وہ دو تہائی میراث کے اور جنھون نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہی ایک تہائی میراث کے ضامن ہونگے یہ ظہیریہ و محیطین مین لکھا ہی اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا اور مان کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو آدھے کے ضامن ہونگے اور تین تہائی دونون پر تقسیم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے بھائی ہی پس قاضی نے حکم دیکر آدھی میراث اُسکو دلوائی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ مان کی طرف سے بھائی ہی پس قاضی نے حکم دیکر باقی آدھی بھی اُسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو ہر فریق نصف مال کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چھٹا حصہ[1] میراث اُسکو دلوا دیا پھر دوسرے دو گواہون نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے باقی میراث[2] اُسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو پہلے فریق پر چھٹے حصہ کی اور دوسرے پر پانچ چھٹے حصہ کی ضمان لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر معًا دونون نے گواہی دی مگر ایک فریق کی تعدیل ہوئی اور اُسپر حکم ہوگیا پھر دوسرے فریق کی تعدیل ہوئی اور اُسپر حکم ہوا پھر رجوع کیا تو ترتیب حکم کے موافق ہر فریق اسقدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُسکی گواہی پر دلایا گیا ہی اگر ایک نے دعوی کیا کہ مین مان و باپ کی طرف سے بھائی ہون پس اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ مان و باپ کی طرف سے بھائی ہی اور دوسرے نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور تیسرے نے گواہی دی کہ باپ کی طرف سے بھائی ہی اور قاضی نے میراث اُسکو دلا دی پھر پہلے نے رجوع کیا تو اُسپر نصف میراث کی ضمان ہی اور اگر فقط تیسرے نے رجوع کیا تو اُسپر تہائی مال کی ضمان ہی اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو اُسپر چھٹا حصہ ضمان ہی اور اگر سبھون نے یکبارگی رجوع کیا تو سب پر اسی طرح ضمانت لازم آویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ نوادر عیسی بن ابان مین ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے بھائی معروف اور دو غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر دو گواہون نے ایک غلام کی نسبت یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسرون نے دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسرون نے باندی کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کی بیٹی ہی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور میراث سبھون مین تقسیم کردی پھر گواہون نے رجوع کیا تو بھائی کے واسطے ضامن ہونگے اور ہر فریق گواہ اپنے مشہود لہ کی قیمت اور میراث دوسرون کو ڈانڈ دینگے۔ اور اگر میت نے ایک بھائی معروف اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر غلام کی نسبت دو گواہون نے بیٹے ہونے کی اور دوسرون نے باندی کی نسبت بیٹی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہی پر بیٹے و بیٹی کے درمیان میراث تقسیم کردی پھر گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو نصف میراث اور نصف قیمت غلام کی اور بیٹی کو چھٹا حصہ اور نصف قیمت غلام کی ڈانڈ دینگے اور بیٹی کے گواہ باندی کی قیمت اور میراث خاصتہً بیٹے کو ڈانڈ دینگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور بھی نوادر بن ابان مین ہی کہ ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹی اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے بھائی کو آدھا اور بیٹی کو آدھا دلا دیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہون پھر ایک گواہ نے اُسکے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور تیسرے

[1] چھٹا حصہ باعتبار اولاد الام یعنی سدس کے

[2] باقی میراث یعنی پانچ حصے

۴۰

نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے آدھی میراث اسکو دلادی پس اگر اس گواہ نے رجوع کیا جس نے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھی تو جسقدر میراث اسکو پہونچی ہی اسکے آدھے کا ضامن ہوگا اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو اسکی میراث کے تین آٹھوین حصہ کا ضامن ہی اور اگر ماں کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو آٹھوین حصہ میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک چچازاد بھائی چھوڑا اور اسکے قبضہ مین اپنے ہزار درم چھوڑے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ مین میت کا بھائی ہون اور قاضی نے اسکو ہزار درم دلادیے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ مین میت کا بیٹا ہون اور قاضی نے اسکو وہ ہزار درم دلادیے پھر بھائی کے گواہون نے رجوع کیا تو چچازاد بھائی کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہی پھر اگر اسکے بعد بیٹے کے گواہون نے رجوع کیا تو بھائی انسے ہزار درم کی ضمان لے سکتا ہی اور جب لے لیے تو چچازاد بھائی بھی بھائی کے گواہون سے ہزار درم لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک بیٹا چھوڑا اور اسنے میراث لے لی پھر دوسرے نے اگر میت کے بیٹے ہونے کا دعوی کیا اور بیٹے معروف النسب نے اسکے نسب سے انکار کیا اور اس سے بھی انکار کیا کہ مجھے میراث سے کچھ وصول ہوا ہی پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہ لایا کہ اس معروف النسب بیٹے کو میراث میت سے اس اس قدر ملا ہی پس قاضی نے اسمین سے نصف مال مدعی کو دلایا پھر نسب کے گواہون نے رجوع کیا تو جسقدر مال مدعی کو پہونچا ہی اسکی ضمان دینگے پس اگر ضمان ادا کرنیکے بعد دوسرے گواہون نے بھی رجوع کیا تو نسب کے گواہ انسے واپس لینگے اور اگر سبھون نے یکبارگی رجوع کیا تو معروف بیٹے کو اختیار ہی چاہے نسب کے گواہون سے ضمان لے اور وہ مال کے گواہون سے لے لینگے یا مال کے گواہون سے وصول کرے یہ محیط مین لکھا ہی جامع مین روایت ہی کہ ایک شخص کے ہزار درم کی ودیعت ایک شخص کے پاس ہی اور وہ اقرار کرتا ہی پس وہ شخص مرگیا پھر ایک شخص نے دو گواہ سنائے کہ مین میت کا ماں و باپ کے رشتہ سے چچا ہون اور گواہون نے بیان کیا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی وارث نہین جانتے ہین پس قاضی نے حکم دیدیا پھر دوسرا آیا اور اسنے گواہ سنائے کہ مین ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہون پس قاضی نے حکم دیدیا اور چچا سے مال واپس کراکے اسکو دلادیا پھر اگر دوسرے نے یہ گواہ سنائے کہ مین میت کا بیٹا ہون کہ گواہ میرے سوا وارث نہین جانتے ہین تو بھائی سے واپس کر کے مال اسکو دلا دیا جائیگا پس اگر سب نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو ضمان دینگے اور بھائی کے گواہ چچا کو ضمان نہ دینگے اور چچا کے گواہ اس شخص کو جسکے پاس ودیعت تھی ضمان نہ دینگے اسی طرح اگر سب نے یکبارگی گواہی دی اور رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک لڑکی اور ایک ماں و باپ کی طرف سے بھائی چھوڑا پس بیٹی نے آدھا مال لے لیا اور آدھا مال بھائی نے لے لیا پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ وہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہی اور قاضی نے اسکو بھائی معروف النسب کے ساتھ نصف نصف کا شریک کردیا پھر دونون گواہون نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے یا ماں کی طرف سے بھائی ہونے ایک سے انکار کیا اور دوسرے پر ثابت رہے تو جسقدر میراث اس کو ملی ہی اسکے نصف کے ضامن ہونگے اسی طرح اگر ایک گواہ نے اسکے باپ کی طرف سے بھائی ہونے اور دوسرے نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی

گواہی سے انکار کیا تو ہر ایک گواہ چوتھائی میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو بھائی ماں کی طرف سے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین ماں و باپ کی طرف سے اُسکا بھائی ہوں اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ باپ کی طرف سے اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ ماں کی طرف سے اُسکا بھائی ہی اور قاضی نے حکم دیا پس اُسنے باپ کی طرف سے بھائی کے پاس جو مال تھا اُسکی دو تہائی لے لی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو جنھوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تین چوتھائی اُس مال کا اور جنھوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہی ایک چوتھائی واللہ تعالیٰ اعلم بھرین اور اگر ماں کی طرف سے دو بھائی کے بجاے ایک ہی بھائی اسنے چھوڑا ہو اور پھر ایک شخص نے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کا دعوے کیا اور دو گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور دو نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور اُسنے پانچ چھٹے حصہ میراث کو لیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہوں پر تین چھٹے حصہ کی اور چوتھائی حصہ ششم کی ضمان اور دوسروں پر چھٹا حصہ اور ایک چھٹے کی تین چوتھائی کی ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو بھائی ماں کی طرف سے چھوڑے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے اُن دونوں بھائیوں کو تہائی دیا اور علاتی بھائی کو دو تہائی دیا پھر ایک شخص نے دعوے کیا کہ مین ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس دو گواہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور مدعی نے کہا کہ باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے میرے دونوں گواہ غائب ہین تو قاضی ماں کی طرف سے بھائی ہونے کا حکم دیدیگا اور اُسکو اُن دونوں اخیافی بھائیوں کے ساتھ شامل کر سکتا ہی پس اگر اُسنے شامل کر دیا پھر دونوں غائب گواہ حاضر ہوے تو قاضی اُنکی گواہی پر اُسکو ماں و باپ کی طرف سے بھائی قرار دیگا اور اخیافی بھائیوں سے جو اُسنے لیا ہی وہ علاتی بھائی سے وصول کر کے تہائی پوری کر لینگے اور باقی دو تہائی مال اُسکو دلایا جائیگا پس اگر اُسکے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو جنھوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہی ضامن نہونگے اور جنھوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہی وہ دو تہائی مال اُس بھائی کو جو باپ کی طرف سے معروف ہی ضمان دینگے اور اگر اُسنے پہلے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ سنائے اور قاضی کے حکم سے اُسنے باپ کی طرف سے بھائی کے حصہ سے آدھا لے لیا پھر ماں کی طرف سے بھائی والے گواہ حاضر ہوے اور اُنکی گواہی پر اُسنے باقی آدھا بھی لے لیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر فریق پر نصف ضمان لازم ہوگی کذا فی المحیط

آٹھوان باب وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین

ایک شخص نے دعوی کیا کہ میت نے مجھے تہائی ہر مال کی وصیت کی ہی پس گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم سے اُسکو تہائی مال ہر چیز سے ملگیا پھر اگر گواہوں نے رجوع کیا تو سب تہائی مال کے ضامن ہونگے اسی طرح اگر گواہوں نے زندگی مین تہائی مال کی وصیت کی گواہی دی اور بعد موت کے مخاصم ہوا تو بھی یہی صورت ہوسکتی ہی اور یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر بعد موت کے گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس مدعی کے واسطے اس باندی کی وصیت کی تھی اور وہ باندی تہائی مال ہی اور حکم ہوگیا اور مدعی نے اُسکو ام ولد بنایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو جس روز قاضی نے حکم دیا ہی اُس دن جو قیمت اُس باندی کی ہو اُسکے اور عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہونگے اور اسی طرح اگر اس شخص کے سواے دوسرے سے

بچہ جنی تب بھی وارثون کے لیے عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ پس اگر حکم قاضی کے روز کی قیمت مین کہ باندی کی اُس روز کیا قیمت تھی گواہون اور وارثون مین اختلاف ہوا اور گواہون نے کہا کہ اس دن اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور وارثون نے کہا نہین بلکہ دو ہزار درم تھی پس اگر باندی مرگئی ہو تو گواہون کا قول لیا جائے گا اور اگر زندہ موجود ہو تو زمانہ حال کے موافق اگر اُسکی قیمت دو ہزار ہو تو وارثون کا قول اور اگر ایک ہزار ہو تو گواہون کا قول لیا جائے گا اور اگر فی الحال اُسکی قیمت دو ہزار ہو اور گواہون کے گواہون نے گواہی دی کہ حکم قضا کے روز اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر فی الحال اُسکی قیمت ہزار درم ہو اور وارثون کے گواہون نے حکم قضا کے روز دو ہزار درم ہونا بیان کیا تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی پس اگر دونون فریق نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو وارثون کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص تین ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑ کر مرگیا پھر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور دوسرے دو گواہون نے دوسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور تیسرے دو گواہون نے تیسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور میت کا بیٹا اس سے انکار کرتا ہی اور تینون موصی لہم مین بھی ایک دوسرے کا انکار کرتا ہی پس قاضی نے تہائی مال تینون کو تقسیم کردیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو بیٹے کو کچھ ضمان نہ دینگے کذا فی محیط السرخسی اور ہر فریق گواہ دوسرے دونون موصی لہما کے واسطے سوا اُسکے جسکی طرف سے گواہی دی تھی تہائی کی تہائی مال کے ضامن ہونگے اور اسیطرح اگر ایک کے گواہون کی پہلے تعدیل ہوئی اور اُسکے لیے تہائی مال کا حکم ہوگیا پھر دوسرے کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور اُسکے لیے اُنہین سے آدھے مال کا حکم ہوا پھر تیسرے کے گواہون کی تعدیل ہوئی اور اُسکے لیے بھی دونون کے حصہ سے تہائی دلایا گیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک کے واسطے وصیت کا گواہی پر حکم ہوا پھر دوسرے گواہون نے گواہی دی میت نے اسکی وصیت سے رجوع کرکے اس زید کیواسطے وصیت کی ہی پس قاضی نے پہلے سے مال واپس کرکے زید کو دلا دیا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ زید کی وصیت سے رجوع کرکے میت نے عمرو کیواسطے وصیت کی ہی اور قاضی نے دوسرے سے لیکر تیسرے کو دلا دیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو عمرو کے گواہ زید کو کامل تہائی دینگے اور زید کے گواہ پہلے کو تہائی کا نصف دینگے اور پہلے کے گواہ کچھ ضمان نہ دینگے اور نہ وارثون کے لیے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر گواہون نے رجوع نہ کیا ولیکن دوسرے کا گواہ ایک غلام نکلا تو تہائی مال پہلے اور تیسرے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور تین ہزار درم چھوڑے اور تہائی مال کی ایک شخص کے واسطے وصیت کی اور اُسکو دیدیا گیا پھر دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کرلیا تھا پس وہ مال وارثون کو دلایا گیا پھر انھین دونون گواہون نے گواہی دی کہ میت نے دوسرے شخص کیواسطے یہ وصیت کی تھی پس اُسکو دلا دیا گیا پھر دونون گواہون نے سے رجوع کیا تو تہائی مال کے دو مرتبہ ضامن ہونگے ایک بار وارثون کو تاوان دینگے اور ایک مرتبہ پہلے موصی لہ کو تاوان بھر دینگے اور اگر وصیت اولی سے رجوع کرنے کی اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنیکی گواہی دی اور بعد حکم قاضی کے رجوع کیا یا فقط پہلی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی دی اور ہنوز اسکا حکم نہوا تھا کہ دوسرے کیواسطے تہائی کی وصیت کی گواہی دی اور یہ صورت مسئلہ واقع ہوئی تو صرف پہلے موصی لہ کو تاوان دینگے نہ وارثون کو اور اگر مثلاً رجوع و وصیت کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر دوسری وصیت کی گواہی سے رجوع کیا اور پہلے کی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع

نہ کیا تو اُنسے دریافت کیا جائیگا کہ رجوع وصیت کی گواہی سے رجوع کرتے ہو یا نہین پس اگر سکوت کیا یا گواہی رجوع پر
ثابت رہے تو ایک تہائی وارث کو دینگے پھر اگر پہلے وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو دوبارہ
ایک تہائی پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دینگے اور اگر وقت دریافت کرنے کے انھون نے بیان کیا کہ پہلے رجوع کی گواہی سے بھی
ہم نے رجوع کیا تو صرف ایک تہائی مال موصی لہ کو دینگے نہ وارث کو اور اگر پہلے فقط وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی
سے رجوع کیا اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو پہلے موصی لہ کو تہائی مال کے آدھے کی
ضمان دینگے پھر اگر دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو باقی مال بھی پہلے موصی لہ کو دینگے یہ کافی
مین لکھا ہی۔ ایک شخص تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑ کر مر گیا پس دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے اس غلام کی قیمت
زید کے واسطے وصیت کی ہی اور حکم ہو گیا پھر دوسرے دو گواہون نے اس وصیت سے رجوع کرنے اور دوسرے غلام کی
عمرو کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا اور پہلا غلام وارثون کو واپس دلایا گیا۔ پھر دو گواہون نے
وصیت ثانی سے رجوع کرنے کی اور تیسرے غلام کی بکر کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور یہ حکم ہو گیا پھر سبھون
نے رجوع کیا تو پہلے کے گواہون پر کسی کو ضمان دینا لازم نہین ہی اور دوسرے کے گواہ آدھی قیمت پہلے کو دینگے اور
دوسرے کو تیسرے کے گواہ غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے اور وارث کسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی اور اگر سبھون نے
ایکبارگی گواہی دی اور ایکبارگی تعدیل ہوئی اور تیسرے کے واسطے حکم دیا گیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو تیسرے
کے گواہ وارثون کو ضمان دیوین اور پہلے اور دوسرے کے گواہون پر کچھ ڈانڈ نہین ہی پس اگر دوسرے نے تیسرے
کے گواہون سے ضمان لینی چاہی تو وصیت کے گواہ آپنر قائم کرکے لے سکتا ہی پھر گواہ وارثون سے واپس لینگے
پھر اگر پہلے نے دوسرے کے گواہون سے ضمان لینا چاہی تو دوسرے کے گواہون پر گواہ وصیت قائم کرکے لے سکتا
ہی اور غلام کی نصف قیمت کا حکم آپنر کیا جائیگا کہ اول کو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اُسنے دو غلام چھوڑے کہ
ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درم ہی اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہی پس ہر فریق گواہ نے ایک غلام کی ایک شخص
کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور ہر ایک کے واسطے آدھے غلام کا حکم ہو گیا اور دونون فریق گواہون
نے رجوع کیا تو وارث کے واسطے آپنر ڈانڈ نہو گی اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو غلام کی نصف قیمت ادا کریگا
اور اگر دونون غلام میت کے تہائی مال نکلتے ہون تو ہر فریق وارث کو اُس غلام کی قیمت دے گا جسکی نسبت
اُسنے گواہی ادا کی ہی اور اگر اُسکا تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہووے اور ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی غلام کا حکم دیا
گیا پس اگر رجوع کیا تو ہر فریق پانچسو درم وارثون کو ضمان دینگے اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو ڈھائی سو
درم چوتھائی قیمت غلام کی ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال دو ہزار درم ہو اور قیمت ایک غلام کی دو ہزار درم ہو اور
دوسرے کی ایک ہزار درم ہو تو ہر ایک کے واسطے اُسکے غلام کی دو تہائی کا حکم دیا جائیگا پس اگر رجوع کیا تو دو
ہزار والا فریق ایک ہزار وارثون کو اور تہائی ہزار دوسرے موصی لہ کو ڈانڈ دیگا اور ہزار والا فریق دو تہائی ہزار کی
دو ہزار والے موصی لہ کو دیگا اور وارثون کی ضمانت اُسپر نہین ہی اور اگر ہر ایک غلام ہزار کی قیمت کا ہی اور تہائی
مال ہزار درم ہی اور دوسرے فریق نے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کرکے دوسرے کو وصیت
کی ہی تو بعد رجوع کے پہلے موصی لہ کو اُسکے غلام کی قیمت کی ضمان دینگے اور وارثون کا کچھ حق پہلے یا دوسرے

فریق پر نہین ہی اور اگر دونون غلام تہائی مال سے نکلے اور تہائی مال دو ہزار درم ہی تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اُس کے غلام کی قیمت اور وارثون کو دوسرے کی قیمت ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اُس کے غلام کی قیمت اور وارثون کو دوسرے کی آدھی قیمت کی ڈانڈ دینگے یہ کافی مین لکھا ہی اگر یہ گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ مین سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی سنے حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر وصی نے اُس مین سے کچھ تلف کیا تو دونون گواہون پر کچھ ضمان نہین ہی صرف ضمان وصی پر ہوگی کذا فی الحاوی

نوان باب حدود اور جرمون کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین - اگر دو گواہون نے ایک شخص پر ہزار درم معین کی چوری کی گواہی دی اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اُسکے ہاتھ کی دیت اپنے مال سے دیوین اور دونون پر قصاص ہمارے نزدیک نہین ہوگا اور ہزار کی ضمان بھی دین کیونکہ مشہود علیہ کا مال ضائع کیا ہی اسی طرح نفس یا ما دون النفس مین ہر جگہ یہی حکم ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی - اور اگر اُسپر دو چوریون کی گواہی دی اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک گواہی سے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہین آتی ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی - چار آدمیون نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے اُسکے محصن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کرکے اُسکے رجم کرنیکا حکم دیا پھر سبھون نے رجوع کیا تو زنا کے گواہ دیت کی ضمان دینگے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اُنکو حد قذف ماری جائیگی اور محصن ہونے کے گواہون پر ضمان نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر چار گواہون نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن نہین ہی پس امام نے اُسکو درّے مارے اور وہ زخمی ہوا پھر گواہون نے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُنپر زخمون کی ضمانت نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین خلاف ہی اور اگر درّون سے وہ زخمی نہین ہوا تو بالاتفاق اُنپر ضمان نہوگی اور ایسا ہی اختلاف حد قذف اور حد شراب خواری اور تعزیر مین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر حکم سے پہلے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب کو حد ماری جاویگی اور اگر بعد حکم ہونے کے قبل اسکے کہ حد ماری جاوے ایک گواہ نے رجوع کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسی کو حد ماری جاویگی اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سب کو حد ماری جاویگی اور اگر بعد حد مارے جانے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو فقط اسی کو حد ماری جائیگی یہ حاوی مین لکھا ہی - اگر چار آدمیون نے ایک شخص پر زنا کرنے و محصن ہونیکی گواہی دی پس قاضی نے اُس کے رجم کرنیکا حکم کیا پھر گواہون نے رجوع کیا اور وہ شخص زندہ تھا مگر پتھرون نے اُسکو زخمی کردیا تھا تو قاضی اُس سے حد دفع کریگا اور گواہ اُسکے زخمون کی دیت کے ضامن ہونگے یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اِسنے اپنا غلام آزاد کیا ہی اور اِس غلام پر چار آدمیون نے زنا کرنے اور محصن ہونیکی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کرکے اُسکو آزاد کرکے رجم کیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہون پر مالک کو اُسکی قیمت دینی ہوگی اور زنا کے گواہون پر دیت لازم ہوگی پس اگر غلام کا کوئی وارث عصبات مین سے نہو تو یہ دیت مالک کو ملیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر چارون گواہون مین سے ایک گواہ آزادی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی دینا اُسکو پڑیگا یہ حاوی مین لکھا ہی - اگر چار شخصون نے آزادی اور زنا اور محصن ہونیکی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر دو گواہون نے آزادی سے اور دو گواہون نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنیوالے

کچھ نہین اور زنا سے رجوع کرنے والون پر آدھی دیت اور حد قذف لازم آویگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر گواہون نے اپنے مورث پر یعنی باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے تو وہ رجم کیا جاویگا اور اس تہمت کی وجہ سے ان نے جلدی سے میراث لینے کے واسطے یہ گواہی دی ہے معتبر نہوگی پس اگر وہ رجم کیا گیا اور یہ لوگ اُسکے مقتل مین نہ پہونچے پھر ایک نے رجوع کیا تو چوتھائی دیت ادا کرے اور وارث ہوگا اور اگر مقتل مین پہونچے اور ایک نے رجوع کیا اور رجوع مین دوسرون نے اُسکی تکذیب کی تو ڈانڈ نہ دیگا اور وارث ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو نے جھوٹی گواہی دی کیونکہ تو نے اس کے زنا کرنے کو نہین دیکھا تھا اور ہم نے دیکھا تھا تو اُسکی چوتھائی دیت ڈانڈ دیگا اور وارث نہ ہوگا اور اگر سب نے اُسکی گواہی کی تکذیب کی اور رجوع کرنے مین اُسکی تصدیق کی تو مقتول مرحوم کی دیت سب ادا کرین اور سب کو حد قذف ماری جائیگی اور میراث سے محروم رہینگے اور جو کوئی اُسکا قریب تر رشتہ دار ہوگا اُسکو میراث دلائی جائیگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر قصاص کی گواہی دی پھر بعد قتل کر دینے کے رجوع کیا تو دیت کے ضامن ہونگے اور اُنسے قصاص نہ لیا جائیگا یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے فلان کو خطا سے قتل کیا ہے پھر رجوع کیا تو اپنے مال سے دیت ادا کرین اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا سے فلان کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور قاضی نے حکم دیا پھر رجوع کیا تو ہاتھ کی دیت کے ضامن ہونگے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ تین آدمیون نے عمداً قتل کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے ولی کو قصاص لینے کا حکم دیدیا اور اسنے ضرب سے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر ایک نے رجوع کیا تو قصاص کا حکم بحالہ باقی رہیگا پھر اگر ولی نے قتل کیا اور دوسرے نے رجوع کیا تو ولی پر ضمان نہ آویگی اور پہلا رجوع کرنے والا ہاتھ کی چوتھائی دیت اپنے مال سے اسطرح ادا کرے کہ دو تہائی پہلے سال مین اور ایک تہائی دوسرے سال مین اور دوسرا رجوع کرنے والا جان کی آدھی دیت اپنے مال سے تین سال مین ادا کرے ہر سال مین تہائی دیت دیوے پھر اگر اسکے ساتھ تیسرے نے بھی رجوع کیا تو وہ باقی نصف دیت تین سال مین ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرے اور پہلا راجع چوتھائی دیت دست سے تہائی تک کی زیادتی ادا کرے پس اگر تیسرا گواہ غلام نکلا تو کامل دیت ہاتھ کی پہلے اور دوسرے پر لازم ہوگی اور جان کی دیت ولی کی مددگار برادری پر تین سال مین واجب ہوگی۔ تین آدمیون نے عمداً قتل کرنے کی گواہی دی اور حکم کے بعد ولی نے قاتل کا ایک ہاتھ قطع کیا پھر ایک گواہ نے رجوع کیا اور ولی نے اُسکا پاؤن کاٹ دیا پھر دوسرے گواہ نے رجوع کیا تو عامۂ روایات کے موافق قصاص باطل ہوگیا پس اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو پہلے پر چوتھائی دیت اور دوسرے پر چوتھائی دیت اور آدھا جرمانہ پاؤن کا واجب ہوگا پس اگر تیسرا گواہ غلام ہو تو پاؤن کی دیت ولی پر ہوگی اور اگر دونون زخمون سے مرگیا اور تیسرا گواہ غلام ہے تو دونون پر آدھی دیت اور آدھی ولی کی مددگار برادری پر ہوگی۔ پس اگر تیسرے نے رجوع کیا اور اُسکا غلام ہونا معلوم نہوا پس اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا تو ہاتھ کی دیت سب پر تین حصہ کر کے برابر تقسیم ہوگی اور پاؤن کی دیت دوسرے اور تیسرے پر دو حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر مرگیا تو دیت سب پر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور وہ اس زخم سے مرگیا اور گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ اسنے اُسکے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور اس زخم سے مرجانے کی گواہی نہین دی اور دو دوسرے دو گواہ لایا کہ انھون نے ہاتھ کے زخم سے مرجانے کی گواہی دی اور ہاتھ کاٹنے کی گواہی نہین دی پس قاضی نے اُسکی مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے گواہون

نے ہی خاصکر رجوع کیا تو پوری دیت کے ضامن ہونگے پھر اگر موت کے گواہون نے رجوع کیا تو ہاتھ کاٹنے کے گواہ
اُنسے واپس لینگے اسی طرح اگر ایک شخص نے یہ دعوی کیا کہ اِسنے جوڑ پر سے میری انگلی کاٹ دی خطا سے اور میرا ہاتھ
شل ہوگیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی دو گواہ اس امر کے لایا کہ اسنے انگلی کاٹی مگر شل ہوجانیکی گواہی نہدی
پھر دو گواہ لایا کہ انھون نے انگلی کٹنے سے شل ہونیکی گواہی دی پس قاضی نے انگلی کاٹنے والے کی مددگار برادری پر ہاتھ
کی دیت دینے کا حکم کیا پھر انگلی کاٹنے کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ تمام جرمانہ کف کے ضامن ہونگے پھر اگر شل ہونے
کے گواہون نے رجوع کیا تو پہلے گواہ ان گواہون سے تمام جرمانہ واپس لینگے سوائے ایک انگلی کے جرمانہ کے کہ وہ خاصۃً
انھین پر رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس شخص کے غلام نے خطا سے ایک شخص کو قتل کیا ہی اور دیگر
دو گواہون نے اس غلام کے آزاد کردینے کی گواہی دی خواہ دونون گواہیان معاً گذرین یا قتل کی پہلے گذری اور حکم معاً
ہوا یا قتل کا پہلے ہوا پھر گواہون نے رجوع کیا تو قتل کے گواہ اسکی ہزار درم قیمت کے ضامن ہونگے اور آزادی کے
گواہ دس ہزار درم قیمت کے اور نو ہزار دیت کی ضمان دینگے پس اگر پہلے آزادی کے گواہ گذرے اور حکم ہوگیا پھر دوسرے
گواہون نے یہ گواہی دی کہ اِسنے آزاد ہونے سے پہلے قتل کیا ہی اور مالک اسکو جانتا ہی پھر گواہون نے رجوع کیا تو آزادی
کے گواہ اسکی قیمت کے ضامن ہونگے اور قتل کے گواہ دس ہزار کے ضامن ہونگے کذا فی الکافی۔ اگر عتق معلق کی گواہی دی
مثلاً یون کہا کہ اسکے غلام نے زید کے ولی کو کل سے پہلے قتل کیا ہی اور وہ جانتا ہی اور غلام کی قیمت ہزار درم ہی اور دوسرون
نے گواہی دی کہ اس شخص نے کل کہا تھا کہ اگر میرا غلام گھر مین داخل ہوا تو وہ آزاد ہی اور تیسرے فریق نے گواہی دی کہ اسکا
غلام آج گھر مین داخل ہوا پس قاضی نے حکم دیدیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو قسم کے گواہ جرمانہ کے ضامن ہونگے اور
جرم کے گواہ ہزار درم دینگے اور گھر مین داخل ہونے کے گواہون پر کچھ ضمان نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ
اللہ تعالے سے املاء روایت ہی کہ دو گواہون نے مثلاً زید کے اوپر یہ گواہی دی کہ اسنے اس شخص بکر کے بیٹے کو عمداً قتل
کرڈالا ہی اور انھین دونون گواہون نے اسی زید پر یہ گواہی دی کہ اسنے عمرو کے بیٹے کو بھی عمداً قتل کیا ہی اور دونون مقتولون
کے باپ مدعی ہین اور سوائے باپون کے کوئی وارث بھی نہین ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور اس شخص کو دونون
کے باپون نے قتل کیا پھر گواہون نے ایک بیٹے کے قتل سے رجوع کیا کہ اسکے بیٹے کو اس نے قتل نہین کیا ہی
تو آدھی دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انھون نے گواہی سے رجوع نہ کیا بلکہ ایک بیٹا زندہ موجود ہوا تو مقتول کے
ولی کو اختیار ہی کہ چاہے گواہون سے نصف دیت لیوے اور چاہے اس لڑکے کے باپ سے لیوے جو زندہ نظر آیا ہی اور
اگر دونون لڑکے ایک ہی شخص کے ہون اور قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور باپ نے دونون بیٹون کے عوض زید کو
قتل کیا پھر گواہون نے ایک بیٹے کے قتل کرنے سے رجوع کیا تو دونون پر کچھ ضمان نہوگی کذا فی المحیط

دسوان باب گواہی پر گواہی دیکر رجوع کرنے کے بیان مین۔ امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر دو گواہون
نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی پھر اصول و فروع دونون گواہون نے رجوع کیا تو امام اعظم رح و امام
ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اصول پر ضمان نہین ہی صرف فروع پر ضمان ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مشہود علیہ کو اختیار
ہی چاہے اصول سے ضمان لے یا فروع سے کذا فی الذخیرہ پس اگر اسنے فروع سے ضمان لی تو فروع اپنے اصول سے
نہین لے سکتے ہین اور اگر اصول سے لی تو وہ فروع سے نہین لے سکتے ہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر فقط فروع نے رجوع کیا

تو بالاتفاق انھین پر ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر فروع گواہون نے کہا کہ اصل گواہون نے جھوٹ کہا یا گواہی مین غلط کیا تو اسطرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر فروع گواہون نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور اصل گواہون نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی مین غلط کیا تو فروع گواہون پر ضمان لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر فروع گواہون نے قاضی سے کہا کہ اصل گواہون نے ہمکو اپنی اس گواہی پر گواہ کیا تھا ولیکن اُن دونون نے اس گواہی سے رجوع کیا ہی یا یون بیان کیا کہ ان دونون نے ہمکو اس امر کی خبر دی تھی کہ ہم نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا تو فروع پر کچھ ضمان نہوگی یہ شرح ادب القاضی مین ہی۔ اور اگر اصول نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فروع کو اپنی گواہی پر گواہ نہین کیا تھا تو بالاجماع اصول پر ضمان نہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہم نے اُنکو غلطی سے گواہ کیا تھا یا ہم نے اس سے رجوع کیا تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ وامام ابو یوسف رح کے نزدیک یہی جواب ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس صورت مین ضامن ہونگے یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اگر چار شخصون کی گواہی پر دو شخصون نے گواہی دی اور دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور حق ایک ہی ہی اور حکم ہوگیا پھر سب نے رجوع کیا تو چار کے گواہون پر دو تہائی اور دو کے گواہون پر ایک تہائی امام اعظم وامام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون فریق آدھے آدھے کے ضامن ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہون نے دو شخصون کی گواہی پر اور چار گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونون فریق پر نصف نصف ضمان ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہون نے دو گواہون کی گواہی پر ایک شخص پر ہزار درم کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہون نے ایک گواہ کی گواہی پر بعینہ انھین ہزار کی گواہی دی اور قاضی نے دونون گواہیون پر حکم دیدیا پھر پہلے فریق کے ایک گواہ نے اور دوسرے فریق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو پہلے والے پر ایک چوتھائی اور دوسرے والے پر ایک آٹھوان حصہ ضمان لازم ہوگی اور اگر فقط پہلے والے ایک نے رجوع کیا تو اسپر ایک چوتھائی ضمان ہوگی اور اگر ایک پہلے والے کے ساتھ دونون دوسرون نے رجوع کیا تو چوتھائی مال پہلے والے پر اور ایک چوتھائی دوسرے دونون پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ہر فریق نے دو دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی پھر ایک نے پہلے فریق سے اور ایک نے دوسرے فریق سے رجوع کیا تو جامع مین لکھا ہی کہ ایک چوتھائی اور نصف کے ضامن ہونگے اور مبسوط مین صرف نصف لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ مبسوط مین حکم قیاسی مذکور ہی اور جامع مین حکم استحسانی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر تعدیل کرنے والون نے تعدیل سے رجوع کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہونگے اور صاحبین رح نے کہا کہ اُنپر ضمان نہین ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ کا قول صحیح ہی کذا فی المضمرات

گیارھوان باب متفرقات کے بیان مین

اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے میرے نفقہ کے عوض دس درم ماہواری پر صلح کی ہی اور شوہر نے کہا کہ مین نے پانچ درم پر صلح کی ہی پس دو گواہون نے دس درم پر صلح کی گواہی دی اور قاضی نے حکم کردیا پھر دونون نے رجوع کیا پس اگر ایسی عورت کا نفقۃ المثل دس درم یا اس سے زیادہ ہوا کرتا ہی تو اُنپر ضمان نہوگی اور اگر کم ہوتا ہی تو گذشتہ مہینون سے بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے شوہر پر عورت کا نفقہ کسی قدر ماہواری مقرر کیا اور اسپر ایک سال گذر گیا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو نفقہ سنہ ادا کردیا ہی اور قاضی نے اس گواہی کو جائز رکھا پھر دونون نے رجوع کیا تو

عورت

عورت کو اس نفقہ کی ضمان دینگے اور ایسا ہی حکم والد اور ہر ذی رحم محرم کا ہی جسکے لیے قاضی نے کچھ نفقہ مقرر کر دیا ہووے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کسی نے اپنی عورت کو قبل وطی کے طلاق دی اور اسکا مہر نہین ٹھہرا تھا پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ شوہر نے متعہ کے عوض اپنے غلام دینے پر صلح کر کے غلام عورت کو دیدیا اور اسنے قبضہ کر لیا ہی اور عورت اس سے انکار کرتی ہی پس قاضی نے اسپر حکم دیدیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو عورت کو مال متعہ کی قیمت دینگے نہ غلام کی قیمت بخلاف اسکے اگر غلام دینے پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قبضہ کی گواہی نہ دی اور قاضی نے عورت کو غلام پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر یہ گواہی دی کہ اسنے عمداً خون کرنے سے ہزار درم پر صلح کر لی ہی پھر رجوع کیا تو ضامن نہونگے خواہ مدعی یا مدعا علیہ مین سے کوئی منکر ہوا اور اگر بیس ہزار درم پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قاتل انکار کرتا ہی پھر گواہون نے رجوع کیا تو دیت سے زیادہ کے ضامن ہونگے اور ہر جگہ ما دون النفس مین بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا کے خون سے یا خطاً یا عمداً زخم سے کہ جسمین جرمانہ واجب ہوتا ہی قاتل کو یا جارح کو معاف کیا ہی اور قاضی نے گواہی مقبول کر لی پھر انھون نے رجوع کیا تو دیت کے یا زخم کے جرمانہ کے ضامن ہونگے اور دیت تین برس مین ادا کرنی واجب ہوگی اور زخم کا جرمانہ اگر پانچسو درم سے تہائی دیت تک ہو تو ایک سال مین اور اس سے زیادہ دو تہائی تک دوسرے سال مین واجب الادا ہی اور اگر جرمانہ پانچسو درم سے کم ہو تو فی الحال ادا کرینگے اور اگر دیت ایسی ہو کہ فی الحال واجب ہوئی اور اسنے نہ وصول کی یہانتک کہ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسنے معاف کر دیا ہی اور بری کر دینے کا حکم ہو گیا پھر دونون نے رجوع کیا تو فی الحال ضامن ہونگے یہ حاوی مین لکھا ہی دو گواہون نے مال کی گواہی دی پس قاضی نے مدعی و مدعا علیہ کو صلح کیواسطے طلب کیا اور فہمائش کی کہ صلح کر لین پس کسی قدر اس مال پر صلح کر لی پھر ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا غلام ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مدعی نے کسی قدر مال پر اسکو آزاد کر دیا پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا تو مشہود علیہ کے واسطے کچھ ضمان نہ دینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ دو گواہون نے کسی غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی یہ گواہی دی کہ یہ غلام اس مدعی کا ہی اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر مشہود علیہ نے وہ غلام مشہود لہ سے سو دینار کو خریدا پھر گواہون نے رجوع کیا پس اگر مشہود علیہ نے یہ تصدیق نہین کی تھی کہ انکی گواہی حق ہی تو گواہون سے سو دینار وصول کر لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہی اور قاضی نے ڈگری کر دی اور قابض اس سے انکار کرتا ہی پھر دونون نے گواہی سے رجوع کیا اور قاضی نے انپر قیمت کی ضمان واجب کی پس ہنوز انھون نے قیمت ادا کر دی تھی یا نہین ادا کی تھی کہ مشہود لہ نے وہ غلام مشہود علیہ کو ہبہ کر دیا اور اسنے قبضہ کر لیا تو گواہ ضمانت سے بری ہو جاوینگے اور اگر انھون نے قیمت ادا کر دی ہی تو واپس لینگے پھر اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ پھیر لیا اور غلام پر قبضہ کر لیا تو مشہود علیہ ڈانڈ کا مال گواہون سے واپس لیگا بعد اسکے اگر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وہ غلام وراثت مین پایا تو گواہ اس سے وہ مال قیمت جو انھون نے ڈانڈ دیا ہی واپس لینگے کذا فی الحاوی اسی طرح اگر کسی دین یا عین کی گواہی دی اور مشہود لہ کے واسطے حکم ہو گیا پھر گواہون نے رجوع کیا پھر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وراثت مین وہ چیز حاصل کی تو

[illegible]

گواہ ضمانت سے بری ہوگئے کذا فی المحیط اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور مشہود لہ نے اسکی قیمت وصول کی اور مشہود علیہ نے اس سے میراث مین یہ قیمت یا اسکے مثل حاصل کی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر مشہود علیہ کے ساتھ دوسرا وارث ہو مگر جسقدر مشہود علیہ کو میراث ملی ہے اُس مین قیمت غلام کی وفا ہو تو بھی ضمان ساقط ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے نوادر عیسی بن ابان مین ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے اور ایک اُس باندی کی لڑکی کا دعوی کیا کہ یہ دونون میری باندیان ہین اور قابض نے اس سے انکار کیا کہ یہ باندی مدعی کی ہے یا یہ لڑکی اس باندی کی ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ باندی مدعی کی ہے اور دوسرے دو گواہ لایا کہ یہ لڑکی اسی باندی کی ہے پس قاضی نے وہ باندی اور اُسکی لڑکی مدعی کو دلادی پھر باندی کے گواہون نے رجوع کیا تو قاضی اُنسے باندی اور اُسکی لڑکی کی قیمت ڈانڈ دلوائیگا جیسا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام تاجر کثیر المال ہے وہ غلام مرگیا اور اُسنے مال کثیر چھوڑا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا تھا اور تمام مال لینے کا قصد کیا اور قابض نے انکار کیا کہ یہ غلام مدعی کا نہین ہے اور نہ یہ مال غلام کا ہے پس مدعی نے دو گواہ سنائے کہ یہ غلام مدعی کا ہے اُسنے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور بہت سے گواہ اس امر کے لایا کہ یہ مال اُسی غلام کا ہے پس قاضی نے غلام اور مال کا حکم مدعی کے واسطے دیدیا پھر غلام کے گواہون نے یعنی جنھون نے غلام مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو وہ لوگ اُس مال کے بھی جو غلام کا تھا ضامن ہونگے۔ پھر اگر اُن گواہون نے جنھون نے لڑکی کو باندی کی بیٹی ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو باندی کے گواہ اُنسے بچہ کی قیمت ڈانڈ لینگے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے اپنی ملک ہونیکا دعوی کیا اور قاضی نے وہ باندی اُسکو دلادی اور باندی کی ایک لڑکی مدعا علیہ کے پاس تھی کہ اُسکا حال قاضی کو معلوم نہ تھا پھر مدعی نے اس امر کے گواہ سنائے کہ یہ باندی کی بیٹی ہے تو قاضی اُسکو بھی دلادیگا پھر اگر اسکے بعد باندی کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ لوگ باندی اور اُسکی بیٹی کی قیمت کے ضامن ہونگے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ زید کا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہون نے زید پر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہے اور قاضی نے اُسکی ڈگری کردی پھر دو گواہون نے عمرو پر گواہی دی کہ یہ غلام بکر کا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب گواہون نے رجوع کیا تو ہر فریق مشہود علیہ کو غلام کی پوری قیمت ادا کریگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کو ایک گھر خریدا اور یہی اُسکی قیمت ہے اور ثمن ادا کردیا پھر دو گواہون نے زید کی طرف سے یہ گواہی دی کہ چونکہ اسکا گھر اس گھر سے ملا ہوا ہے اس واسطے زید اُس کا شفیع ہے اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہوگی اور اگر مشتری نے اُس مین کچھ عمارت بنائی تھی اور قاضی نے اُسکے توڑ دینے کا حکم کیا تو وقت رجوع کرنے کے گواہ اُس عمارت کی قیمت کے ضامن ہونگے اور عمارت شکستہ گواہون کی ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ منتقی مین ہے کہ دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کے واسطے ہزار درم قرض کا کل کے روز اقرار کیا ہے اور قاضی کے حکم سے مدعی نے اُسکو وصول کرلیا پھر دونون نے رجوع کیا پھر جب قاضی نے اُنسے ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اُنھون نے کہا کہ ہم گواہ لاتے ہین کہ مدعا علیہ نے ایک سال سے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو قبول نہوگی اور گواہ ان درمون کی ضمان دینگے اور اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے ایک مہینہ سے اپنا غلام آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے ایک سال سے آزاد کردینے کے اقرار کی گواہی دی اور قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا پھر دونون نے رجوع کیا پھر جب اُنسے غلام کی قیمت کی

ضمان لینا چاہی تو اُنھون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ لاتے ہین کہ اِسنے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام دس برس سے آزاد کر دیا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ استحساناً مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اس شخص کو اسواسطے اپنا وکیل کیا ہی کہ زید سے میرا قرضہ وصول کرے اور زید اُسکے قرضدار ہونے کا اقرار کرتا ہی پس قاضی نے وکیل کی ڈگری کر دی اور اُسنے وصول کر کے تلف کیا پھر موکل حاضر ہوا اور اُسنے وکالت سے انکار کیا پھر گواہون نے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہوگی اور وکیل اُس مال کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ودیعت وصول کرنے یا کرایہ یا میراث وغیرہ وصول کرنے کے وکیل کرنے کی گواہی دی اور یہ صورت واقع ہوئی تب بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر ایک ذمی کی طرف سے دوسرے ذمی پر دو ذمیون نے مال یا شراب یا سور کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی سے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سور کی قیمت کے ضامن اور شراب کی مثل کے ضامن ہونگے اور اگر دونون گواہ مسلمان ہوئے پھر رجوع کیا تو سور کی قیمت کے ضامن ہونگے اور شراب مین اختلاف ہی امام محمد رح کے نزدیک اُسکی قیمت دینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ نہ دینگے اور اگر گواہ مسلمان نہوے بلکہ مشہود علیہ مسلمان ہوا تو بعد رجوع کرنے کے سور کی قیمت دینگے اور شراب کے ضامن نہ ہونگے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنے غلام کو یہ کہا تھا کہ اگر تو گھر مین گھسا تو تو آزاد ہی یا اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر مین گھسی تو تجھپر طلاق ہی اور وہ عورت ایسی ہی کہ ہنوز اس سے وطی نہین کی اور دوسرے دو گواہون نے شرط پائی جانے کی گواہی دی پھر حکم ہونے کے بعد گواہون نے رجوع کیا تو پہلے فریق پر ضمان لازم ہوگی یعنی غلام کی قیمت یا آدھا مہر اور وجود شرط کے گواہون پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فقط شرط پائی جانے کے گواہون نے رجوع کیا تو صحیح یہ ہی کہ کسی حال مین اُنسے ضمان نہ لیجائیگی اور اگر دو لون گواہون نے یہ گواہی دی کہ مرد نے اپنی عورت کے ہاتھ مین طلاق دینا تفویض کیا یا غلام کے ہاتھ مین آزاد کر لینا سپرد کیا پھر دوسرے دو گواہون نے عورت کے اپنے تئین طلاق دے دینے یا غلام کے آزاد کر لینے کی گواہی دی تو یہ تفویض بھی بمنزلہ شرط کے ہی یعنی اُس کے وجود کے گواہون کا بھی یہی حکم ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام کے تئین یہ حکم دیا کہ تو اپنا آزاد کرنا کسی شرط پر معلق کر لے اسکی گواہی دی اور دوسرون نے یہ گواہی دی کہ اُسنے معلق کر لیا اور تیسرے فریق نے شرط پائی جانے کی گواہی دی تو تعلیق کے گواہون پر ضمان لازم ہوگی یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر دو گواہون نے کسی شخص کے محصن ہونے کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے یہ ہمارے نزدیک ہی کذا فی الکافی

کتاب الوکالت

اس مین چند ابواب ہین

پہلا باب وکالت کے شرعی معنی اور اُسکے رکن اور شرط و الفاظ و حکم و صفت کے بیان مین۔ وکالت شرعی یہ ہی کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجاے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہو تو وکیل کو ادنی تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے گی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ ہمارے علما نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے

کو اسطرح تمکو وکیل کیا کہ تم نے مجھے اپنے مال کا وکیل کیا تو اس لفظ سے وکیل کو صرف حفاظت کا اختیار حاصل ہوگا یہ کفایہ میں لکھا ہے۔ ورکن وکالت کے وہ الفاظ ہیں کہ جن سے وکالت ثابت ہوتی ہے مثلاً یون کہے کہ میں نے تجھے اس غلام کے فروخت کرنے یا خریدنے کا وکیل کیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ وکیل کا وکالت قبول کرنا استحساناً وکالت کی صحت کے واسطے شرط نہیں ہے ولیکن اگر وکیل نے رد کردی تو وکالت رد ہو جائیگی ایسا ہی امام محمد رح نے اصل میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ چاہے تو اسطرح فروخت کر دے پس وہ خاموش رہا اور اُسنے فروخت کیا تو جائز ہوتی اور اگر کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہون تو باطل ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو اپنی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے قبول وکالت سے انکار کیا پھر طلاق دیدی تو صحیح نہیں ہے اور اگر انکار نہ کیا اور نہ صراحۃً قبول کیا ولیکن طلاق دیدی تو استحساناً صحیح ہے کیونکہ دلالۃً اُسنے قبول کیا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص غائب کو وکیل کیا اور اُسکو کسی نے وکالت کی خبر دی تو وہ وکیل ہو جائیگا خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق ہو خواہ اپنی طرف سے خبر دی ہو یا بطور ایلچی کے خبر کی ہو خواہ وکیل نے اسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ وکالت کی شرطین چند قسم کی ہین بعضی موکل سے متعلق ہین یعنی اسکی ذات کی طرف راجع ہین پس یہ شرط ہے کہ موکل جس فعل کے واسطے وکیل کرتا ہے اُسکے کرنے کا خود مالک ہو پس مجنون یا محض لایعقل لڑکے کی طرف سے وکیل مقرر کرنا درست نہیں ہے اور عاقل لڑکے سے ان کامون مین جنمین وہ تصرف نہین کر سکتا ہے وکیل کرنا بھی درست نہین ہے جیسے طلاق وعتاق وہبہ وصدقہ وغیرہ جنمین محض ضرر ہے اور جن تصرفات مین نفع ہے جیسے ہبہ وصدقہ وغیرہ قبول کر لینا تو بلا اجازت ولی کے درست ہے اور جن چیزون مین نفع وضرر دونون ہو سکتے ہین جیسے خرید وفروخت وغیرہ پس اگر اُسکو تجارت کی اجازت ہے تو وکیل کرنا درست ہے اور اگر اجازت نہین ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے یا ولی کے تجارت کی اجازت دینے پر موقوف ہے یہ بدائع مین ہے۔ یتیم نے وکیل کیا اور وصی نے اجازت دی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ جو مجنون کبھی جنون مین رہتا ہے اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہے اگر اُس نے حالت جنون مین وکیل کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر اُسنے افاقہ کی حالت مین وکیل کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسکے افاقہ کا کوئی وقت معلوم ہو تاکہ اسکا جنون اور افاقہ وقت سے یقیناً پہچانا جاوے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہین ہے اور مرد معتوہ مغلوب نے اگر کسی کو خرید وفروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ جس غلام کو تجارت سے ممانعت ہے اس سے وکیل کرنا درست نہین ہے یہ بدائع مین ہے اور جو امر ماذون ومکاتب کو خود کرنا جائز ہے اُسکے کرنے کیواسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے اور غلام ماذون کو نکاح کرنے یا اپنے غلام کو مکاتب کرنیکا اختیار نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اگر ماذون غلام نے اپنے مولی کو خرید وفروخت وغیرہ کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور ولی کو دوسرے کا وکیل کرنا اس امر مین جائز نہین ہے اور اگر وکیل کیا اور وکیل نے اُسکو نافذ کیا تو جائز ہے بشرطیکہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر ہو تو جائز نہین ہے کذا فی الحاوی۔ اور غلام کو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ خصومت کرنیکے لئے وکیل کرے جو اُسکی ذات کی ملکیت کا دعوی کرتا ہو یا کسی زخم کا دعوی کرتا ہے جو غلام کی طرف سے اُسکو پہونچا ہے یا اُسنے غلام کو پہونچایا ہے اور ان صورتون مین صلح کیواسطے وکیل کرنا درست ہے کیونکہ ان صورتون مین مخاصمت اسکا مالک ہے اور جو چیزین ایسی ہون کہ خود غلام نے حاصل کی ہین انمین مخاصمت وغیرہ کے واسطے وکیل کر سکتا ہے کذا فی المبسوط ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ بغیر شریک کی اجازت کے مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے خرید وفروخت خصومت مین

کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کنندہ کے حصہ میں جائز ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اسکو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونوں حصوں میں جائز ہے اور اگر دونوں کا مکاتب ہوا و کسی معاملہ میں وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہوا اور اس کام کو کیا تو دونوں حصوں میں جائز ہے کذا فی الکافی اگر دو شخصوں کا مکاتب ہوا اور اسکو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا یا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غیر کے ہاتھ خرید و فروخت کرنیکا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر نالش کرنیکا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر مکاتب اور اسکے دونوں مولی کے درمیان خصومت ہوا اور اسنے دونوں میں سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ میں یا خرید و فروخت میں وکیل کیا تو مثل اجنبیوں کے جائز ہے کذا فی المبسوط مرتد کا وکیل کرنا موقوف رہتا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا ورنہ اگر قتل ہوا یا مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے بحر الرائق میں لکھا ہے اگر مرتد دار الحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر آیا پس اگر قاضی نے اسکے دار الحرب میں جاملنے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اسکا وکیل وکالت سے نکل گیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ آگیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر دار الحرب میں ایک مرتد نے کسی کو اپنا مال کہ جو دار الاسلام میں ہے فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہیں ہے کذا فی المبسوط ولیکن مرتدہ عورت کا اس طرح وکیل کرنا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے وکیل کیا تو بعد مرتد ہونے کے وکالت باقی رہیگی ولیکن اگر اس نے مرتد ہونے کی حالت میں اپنے نکاح کر دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو باطل ہے حتی کہ اگر وکیل نے مرتد ہونے کی حالت میں اس کا نکاح کر دیا تو جائز نہوگا اور اگر نکاح نہ کیا یہانتک کہ وہ مسلمان ہوئی پھر اسکا نکاح کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے حالت اسلام میں کسی کو نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اسنے نکاح کرا دیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور ذمی کی طرف سے وکیل کرنا مثل مسلمان کے جائز ہے کذا فی البدائع۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو شراب اسکی فلان ذمی پر قرض ہے اسکو وصول کرے تو مسلمان کو وصول کر لینا مکروہ ہے و با اینہمہ اگر اس نے وصول کر لی تو قرضدار بری ہو جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ کوئی چیز بعوض شراب کے ذمی پاس رہن کر دے یا شراب کو بعوض درموں کے رہن کر دے پس اگر وکیل نے بطور ایلچی کے مرتہن کو خبر دی اور عقد رہن موکل کی طرف سے ہوا تو صحیح ہے اور اگر اپنی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مجھے قرض دے تو جائز نہیں اور رہن نہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر باپ نے کسی کو اپنے نابالغ لڑکے کی کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا یا خصومت میں وکیل کیا تو جائز ہے اور باپ کا وصی ایسے معاملہ میں بمنزلہ باپ کے ہے یہ محیط میں ہے۔ یتیم کا وصی یتیم کے معاملات میں جو کام خود کر سکتا ہے اس میں اسکو دوسرے کا وکیل کرنا درست ہے کذا فی السراجیہ پس اگر یتیم کے دو وصی تھے اور ہر ایک نے کسی معاملہ میں علیحدہ وکیل کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہر وکیل بجائے اپنے موکل کے قائم ہوگا سوائے گنتی کی چند چیزوں کے کہ ان میں ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ منجملہ شرطوں کے بعضی وکیل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس وکیل کا عاقل ہونا شرط ہے اور اسی وجہ سے مجنون یا لڑکے نا سمجھ کا وکیل ہونا صحیح نہیں ہے اور بالغ اور آزاد ہونا وکالت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے پس عاقل لڑکے اور غلام کا وکیل ہونا خواہ دونوں ماذون ہوں یا محجور رہوں صحیح ہے یہ ہدایہ میں

لکھا ہے۔ اگر کسی لڑکے یا غلام کو اپنا غلام مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ اگر وکیل کی عقل شراب نبیذ کی وجہ سے مختلط ہو گئی مگر وہ خریدنا اور قبضہ کرنا سمجھتا رہا تو وکیل باقی ہیگا اور اگر بنگ پینے کی وجہ سے اختلاط عقل ہو گیا تو اُسکی وکالت بمنزلہ معتوہ کے جائز نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہی۔ توکیل کا فی الجملہ علم ہونا بلا خلاف شرط ہی خواہ وکیل کو ہو یا اُس شخص کو ہو جس سے معاملہ کرتا ہی یہانتک کہ اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے وہ غلام کسی کے ہاتھ اپنے جاننے یا اِس شخص کے توکیل کے علم ہونے سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز نہ ہوگی تا وقتیکہ موکل اس بیع کی اجازت نہ دے یا وکیل بعد علم کے اجازت نہ دے ولیکن علی الخصوص وکیل کو توکیل کا علم ہونا پس زیادات میں لکھا ہی کہ شرط ہی اور وکالت میں ہی کہ شرط نہیں ہی یہ بدائع میں ہی اگر کسی شخص نے کہا کہ میرا یہ کپڑا فلاں شخص کے پاس لیجا تاکہ وہ فروخت کر دے یا فلاں شخص کے پاس جا تاکہ تیرے ہاتھ وہ شخص میرا کپڑا جو اُسکے پاس ہی فروخت کر دے تو یہ جائز ہی پس اگر مخاطب نے اس شخص کو مالک کے اس کہنے سے آگاہ کیا تو بیع جائز ہی یہ ایک ہی روایت ہی اور اگر آگاہ نہ کیا تو اسمیں دو روایتیں آئی ہیں اور اگر کہا کہ یہ کپڑا کندی کرنے والے کے پاس لیجا تاکہ وہ کندی کر دے یا درزی کے پاس لیجا تاکہ وہ قمیص سی دے تو یہ قول اُسکا کندی کرنے والے اور درزی کو اجازت ہی پس ہر ایک اپنا کام کرنے کے بعد ضامن نہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا تاکہ تجھکو آزاد کر دے یا تجھکو مکاتب کر دے پس اُس شخص نے اُسکو آزاد کیا تو جائز ہی اور فلاں شخص آزاد کرنے کا وکیل ہو جائیگا خواہ اُسکو علم ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ذخیرہ و محیط میں ہی۔ اسی طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا کہ وہ تجھکو طلاق دیدے پس فلاں نے اُسکو طلاق دیدی اور جانتا نہ تھا تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی وکیل کا وکالت سے واقف ہونا وکالت کا کام کرنے کے واسطے شرط ہی یہانتک کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنا غلام فروخت کرنے یا اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل جانتا نہ تھا اور اُس نے بیع کی یا طلاق دی تو دونوں جائز نہیں ہیں ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہی یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا تو جاننے سے پہلے وہ شخص وکیل نہو جائیگا اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہی اگر مسلمان نے کسی حربی کو جو دار الحرب میں ہی وکیل کیا اور مسلمان دار الاسلام میں ہی تو وکالت باطل ہی اسی طرح اگر حربی نے جو دار الحرب میں ہی کسی مسلمان کو جو دار الاسلام میں ہی وکیل کیا تو باطل ہی اور اگر حربی نے کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کو اپنے قرضہ کے تقاضے کے واسطے جو اُسکا دار الاسلام میں ہی وکیل کیا اور اُسپرد گواہ مسلمان کر لیے پس اُسکا وکیل دار الحرب سے اس کام کے واسطے نکلا تو جائز ہی اسی طرح اگر خرید و فروخت یا ودیعت وصول کرنے یا اُسکے مانند کاموں کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مسلمان یا ذمی نے کسی حربی کو جو امان لیکر آیا ہو خرید و فروخت یا نالش وغیرہ میں وکیل کیا تو جائز ہی اور جب وہ حربی دار الحرب میں جا ملا تو اُسکی وکالت باطل ہو گئی کذا فی الحاوی اور اگر مسلم نے مرتد کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل ہونے کے وقت مسلمان ہو پھر مرتد ہو گیا تو بھی وکیل باقی ہی ولیکن اگر دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہو گئی یہ بدائع میں لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر مضارب نے کسی غلام کو جو اُس نے مال مضاربت سے خریدا تھا کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے رب المال کو اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہی اسی طرح اگر مشتری نے بائع کے شریک کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وہ اُسکا مفاوض ہی یا شریک عنان کو قبضہ کا وکیل کیا اور یہ غلام

دونوں کی تجارت میں سے ہی تو بھی جائز نہیں ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جن لوگوں کا یہ غلام بیچنا جائز ہی انکا قبضہ کے واسطے وکیل ہونا مشتری کی طرف سے جائز نہیں ہی یہ محیط میں ہو اگر مستامن نے دوسرے مستامن کو کسی خصومت میں وکیل کیا اور خود دار الحرب میں چلا گیا اور وکیل ہمین خصومت میں رہا پس اگر وہ وکیل حربی کی طرف سے حق کا دعوے کرتا ہو تو مقبول ہی اور اگر وہ حربی مدعا علیہ ہو تو قیاس چاہتا ہی کہ اس کے دار الحرب میں جانے سے وکالت منقطع ہو جائیگی اور اسی قیاس کو ہم لیتے ہیں اور اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا اسباب فروخت کرنے یا قرض کا تقاضا کرنے کے واسطے سواے خصومت کے وکیل کیا پھر خود دار الحرب میں چلا گیا تو جائز ہی یہ مبسوط میں ہی اور منجملہ شرطوں کے وہ شرطیں ہیں جو موکل بہ کی طرف یعنی اس چیز کی طرف جس کے واسطے وکیل کیا ہی راجع ہوتی ہیں واضح ہو کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک حق اللہ دوسرے حق العبد پھر حق اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جسمین دعوی شرط ہی جیسے حد قذف و حد سرقہ پس اس قسم کے اثبات کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک وکیل کرنا جائز ہی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس قسم کے استیفاء یعنی پورا لے لینے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہی بشرطیکہ موکل حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہی اور دوسری قسم جس میں دعوی شرط نہیں ہی جیسے حد زنا اور حد شراب خواری پس اس قسم کے ثابت کرنے یا استیفاء کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہی پھر واضح ہو کہ اختلاف صرف حد کے ثابت کرنے میں ہی اور اس مال کے ثابت کرنے میں جو چوری میں گیا ہی تو اسمین توکیل بالاجماع مقبول ہی یہ سراج الوہاج میں ہی حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں ایک جسکا استیفاء باوجود شبہ کے جائز نہیں ہی جیسے قصاص تو اسکے اثبات کے واسطے وکیل کرنا امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اسکے استیفاء کے واسطے وکیل کرنا اگر ولی حاضر ہو تو جائز ہی اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہی دوسری قسم وہ کہ جسکا استیفاء باوجود شبہ کے جائز ہی جیسے قرضے و مال معین و باقی حقوق تو ان حقوق کے اثبات میں سواے قصاص کے برضاے خصم وکیل کرنا بلا خلاف جائز ہی اور تعزیرات کے اثبات و استیفاء دونوں کے واسطے وکیل کرنا بالاتفاق جائز ہی اور وکیل کو اختیار ہی کہ سزاے تعزیر پوری کرا لے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو یہ بدائع میں لکھا ہی۔ خرید فروخت و اجارہ اور نکاح و طلاق و عتاق و خلع و صلح و عاریت دینے اور عاریت لینے و ہبہ و صدقہ و ودیعت رکھنے و قبض حقوق و خصومات و تقاضاے دیون اور رہن کرنے اور رہن رکھنے ان سب کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی یہ وغیرہ میں لکھا ہی مباحات میں وکیل کرنا جیسے گھاس لانا یا لکڑی یا پانی لانا یا کانوں سے جواہر نکالنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں ہی پس اگر وکیل کیا اور اُسنے ان چیزوں میں سے کچھ حاصل کیا تو اسی کی ہی ایسے ہی توکیل بتکدی ہی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہی اور جو کچھ وکیل قرض لیگا اسمین موکل کی ملکیت ثابت نہوگی ولیکن اگر بطور ایلچی کے اُسنے پیغام پہونچایا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی اسقدر قرض مانگتا ہی تو البتہ جو قرض لیا اسمین موکل کی ملک ثابت ہوگی اور جو کچھ قرض لیا وہ وکیل کا ہی اسکو اختیار ہی کہ موکل کو نہ دے اور اگر تلف ہو جاے تو وکیل کا مال گیا کذا فی الکافی شفعہ طلب کرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بٹوارہ اور ہبہ مانگنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح ہی بدائع میں لکھا ہی ہبہ کرنے کے وکیل کو ہبہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہی اور نہ یہ اختیار ہی کہ جسکے پاس ودیعت ہی اُس سے وصول کرے یا مستعیر سے عاریت کی چیز لے لے یا قرضدار سے قرضہ وصول کرے یا مرتہن سے رہن کی چیز وصول کرے اور اگر ایسی وکالت اس شخص کی طرف سے ہو جو ان چیزوں کو مالک سے چاہتا ہو مثلاً ایک شخص نے وکیل کیا کہ یہ چیز فلان شخص کے

پاس اُسکے قرضہ کے عوض رہن کر دے یا میرے لیے عاریت مانگے یا ہبہ مانگے تو وکیل کو چاہیے کہ ان صور تون مین موکل کی طرف سے عاریت یا ہبہ وغیرہ طلب کرے کہ فلان شخص یعنی موکل تجھسے یہ چیز عاریت مانگتا ہی یا ہبہ مانگتا ہی اور اگر اُسنے اپنی طرف نسبت کر کے یون کہا کہ یہ چیز مجھے عاریت دے یا ہبہ کر دے یا قرض دے تو وکیل کی ہوگی اور موکل کی ملکیت اسمین ثابت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی

وکالت کے الفاظ وہ ہین جو علی الاطلاق اسپر دال ہون جیسے مین نے تجھکو وکیل کیا یا خواہش کی یا پسند کیا یا راضی ہوا یا چاہا یا ارادہ کیا اور اگر یہ کہا کہ مین تجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہین کرتا ہون تو توکیل نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ موافقت کر میری عورت کے طلاق دینے مین تو یہ توکیل اور امر دونون ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی سے کہا کہ مین نے تجھکو اپنا غلام فروخت کرنے کی اجازت دی تو توکیل صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ تو میرا وکیل ہی اس قرضہ کے وصول کرنے مین تو وکیل ہو جائیگا اسی طرح تو میرا زندگی مین وصی ہی تو وکیل ہی اور یہ کہنا کہ تو میرا وصی ہی توکیل نہین ہی اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز مین وکیل ہی تو فقط مال کی حفاظت کرنے مین وکیل ہوگا اور یہی صحیح ہی اور تو میرا ہر قلیل و کثیر مین وکیل ہی یہی حکم رکھتا ہی اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز مین وکیل ہی تیرا حکم جائز ہی تو تمام تصرفات مالیہ مین مثل خرید و فروخت و ہبہ و صدقہ کے وکیل ہو جائیگا اور عتاق و طلاق و وقف مین وکیل ہو جانے مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ انمین وکیل نہوگا مگر جبکہ سابق کلام وغیرہ اسپر دال ہوا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے جمیع امور مین وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے تیری عورت کو طلاق دی اور تیری سب زمین وقف کر دی تو اصح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اگر وکیل نے اپنا مال موکل کی عمارت مین صرف کیا اور اُسکے عیال کو نفقہ مین دیا تو بعض نے کہا کہ وہ مال موکل سے لے سکتا ہی بشرطیکہ موکل نے اُس سے کہا ہو کہ جو تو کرے جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے کہا کہ مین نے تجھے اپنے جمیع امور مین وکیل کیا اور بجاے اپنے قائم کیا تو یہ وکالت عامہ نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنے تمام امور مین جن مین وکالت جائز ہی وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی بیع و نکاح سب کو شامل ہی اور پہلی صورت مین جب عام وکالت نہوئی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکے امور مختلف ہین اور کوئی صناعت اُسکی معروف نہین ہی تو وکالت باطل ہی اور اگر کوئی تجارت اُسکی معروف ہو تو یہ وکالت اُسی معاملہ مین رکھی جائیگی۔ ایک شخص کے چند غلام ہین اُسنے ایک شخص سے کہا کہ میرے غلامون کے معاملہ مین جو تو کرے جائز ہی پھر اُسنے سب کو آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر سلطان نے کسی شخص پر اپنی عورت کے طلاق دینے کیواسطے وکیل کرنے مین زبردستی کی پس اس بیچارے نے کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہی پھر وکیل نے اُسکی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی تو اُسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بخلاف اسکے کہ اگر پہلے ہی کہا کہ مین نے تجھے وکیل کیا اور مراد میری اس سے طلاق دینا نہین ہی کذا فی المحیط۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو میری طرف سے وکیل ہی جو چاہے وہ کر پس عورت نے کہا کہ اگر مین تیری طرف سے وکیل ہون تو مین نے اپنے تئین تین طلاق دیکر الگ کیا پس شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی پس اگر پہلے کوئی بات ایسی نہوئی کہ جسکا یہ جواب ہوسکے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور اُسکی قسم پر عورت کو اسکی تصدیق کرنی جائز ہی اور اگر پہلے کوئی ایسی بات ہو چکی ہو تو ایک طلاق رجعی پڑیگی اگر وہ عورت مدخولہ ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ ایک طلاق جبب پڑیگی کہ پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہو سکتی ہون اور یہ صاحبین رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہو سکتی ہون تو کوئی طلاق نہ پڑیگی اور اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہوسکتی ہون

تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ مین تیرے شوہر سے خلع کرا دون اُسنے کہا کہ تو جان۔ یا یون کہا کہ مین فلانے سے تیرا نکاح کرا دون یا کسی سے کہا کہ تیرا اسباب فلان کے ہاتھ فروخت کر دون اُسنے کہا کہ تو جان تو یہ قول اجازت او رخلع او رنکاح او ربیع کی توکیل ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور جو کچھ مصلحت دیکھ وہ تو کر تو یہ توکیل نہین ہی اور اگر کہا کہ جو کچھ مصلحت ہو وہ کر سکتا ہی تو یہ توکیل ہی پس مال بضاعت پر دینے وغیرہ کا مختار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے غصہ مین کہا کہ ان کرنی کرتی ہون مرد نے کہا کہ تو کیا کر سکتی ہی عورت نے کہا کہ تیری اجازت سے کرتی ہون اور مرد نے کہا کہ اچھا کر پس عورت نے کہا کہ مین نے تین طلاق اپنے کو دین تو عورت کو طلاق نہوگی کیونکہ اس سے عرف مین طلاق مراد نہین ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہزار درم کو ایک باندی خرید یا کہا ایک باندی خرید تو وکیل نہوگا او راگر یون کہا کہ ایک باندی ہزار درم کو خرید اور تجھکو اس کام پر ایک درم ملیگا تو یہ وکیل ہو جائیگا اور اُسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے زیادہ نہ ملیگا ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جس قدر تجھ پر ہی اُتنے کو میرے لیے ایک باندی خرید تو امام اعظم رح کے نزدیک توکیل صحیح نہین ہی اور اگر یون کہا کہ جسقدر میرا تجھپر ہی میرے لیے اُسکی یہ باندی یا فلان شخص کی باندی خرید تو توکیل ہی بالاتفاق اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہی وہ فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے تو امام اعظم رح کے نزدیک توکیل نہین ہی اور اگر کہا جو میرا مال تجھپر ہی وہ اسطرح بیع سلم مین فلان شخص کو دیدے تو بالاتفاق توکیل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا غلام فروخت نہ کیا تو میری عورت کو طلاق ہی تو یہ شخص بیع کا وکیل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اس کام پر مسلط کیا تو بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مین نے تجھکو وکیل کیا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر دوکانون کے مالک نے مثلاً کسی سے کہا کہ مین نے ان دوکانون کا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اُسنے دوکانین کسی کو کرایہ پر دی تھین تو وکیل کو اُجرت کے تقاضے اور وصول کرنیکا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اپنے قرضون کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو بھی یہ اختیار ہی اور اگر کسی سے کہا کہ مین نے اپنے چوپاؤن اور مملوکون کا کام تیرے سپرد کیا تو وکیل کو اُنکی حفاظت اور چرانے اور چارہ دینے اور روٹی دینے کا اختیار ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے اپنی عورت کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو اُسکو طلاق دینے کا اختیار ہی مگر اسی مجلس مین فقط بخلاف اسکے اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنی عورت کے معاملہ کا مالک کیا تو اُسی مجلس مین موقوف نہین ہی بلکہ غیر مجلس مین بھی طلاق کا مختار ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ وکالت کا حکم یہ ہی کہ جس چیز کے واسطے وکیل کیا ہی اسمین وکیل بجائے موکل کے ہی اور اُس چیز کے حاضر لانے کے واسطے وکیل پر جبر ہو سکتا ہی لیکن اگر ودیعت دینے کے واسطے وکیل کیا مثلاً کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کو دینا اور وکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہوگیا تو وکیل پر جبر کیا جائیگا کہ حاضر کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر آزاد کرنیکا وکیل کیا اور اُس نے قبول کیا پھر آزاد کرنے سے انکار کیا تو اُسپر جبر نکیا جاویگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ وکیل کو یہ اختیار نہین ہی کہ جس امر مین وہ وکیل ہوا ہی اسمین دوسرے کو وکیل کرے و لیکن اگر موکل نے اُسکو مطلقاً اجازت دی یا جسمین وکیل کیا ہی اس مین اختیار دیا ہو تو اختیار ہی یہ شرح طحاوی مین ہی اگر خصومت مین کسی کو وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہی پھر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا تو جائز ہی اور دوسرا وکیل موکل کی طرف سے وکیل ہوگا نہ وکیل کی طرف سے یہانتک کہ اگر پہلا وکیل مرگیا یا موکل نے اُسے معزول کیا یا مجنون ہوگیا یا مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہوگا اور اگر موکل مر گیا یا مجنون ہوگیا تو دونون معزول ہونگے

مذکورہ ظاہر ہوے تو دونون معزول ہو جائینگے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کر دیا تو جائز ہی اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنا جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ غلام تاجر نے اپنے مالک کو اپنے قرضے وصول کرنے کیواسطے وکیل کیا تو مالک کو اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو وکیل کرے پس اگر باوجود اُسکے مالک نے وکیل کیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر غلام پر قرض نہین ہی تو جائز ہی اور اگر قرض ہی تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ صفت وکالت یہ ہی کہ وکالت عقد جائز غیر لازم ہوتا ہی کہ ہر ایک وکیل اور موکل کو یہ دونون دوسرے کے چھوڑ دینے کا اختیار ہی یہ نہایہ مین ہی۔ اور وکیل کے پاس جو کچھ ہی وہ امین امانت دار ہی مثل ودیعت لینے والے کے پس جن صورتون مین ودیعت رکھنے والے پر ضمان ہوتی ہی انہین اسپر بھی ہوگی اور جنمین بری ہوتا ہی انمین بری ہوگا اور اپنے اوپر سے ضمان دفع کرنے مین اُسی کا قول لیا جائیگا۔ اگر موکل نے اُسکو مال دیا کہ اسکو فلان کو میرے قرضہ کے عوض دیدے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کر دیا اور قرضخواہ نے اُسکی تکذیب کی تو بری الذمہ ہونے مین وکیل کا قول معتبر ہوگا اور قرضخواہ کا قول عدم قبضہ مین معتبر ہوگا پس اُسکا قرض ساقط نہوگا کذا فی البحرالرائق اور دونون پر قسم واجب نہوگی صرف قسم اُسپر ہوگی جسنے اُسکی تکذیب کی نہ اُسپر جسنے تصدیق کی پس اگر اُسنے وکیل کی تصدیق کی کہ اُسنے دیدیا تو دوسرے سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے وصول نہین پایا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو قرضہ ساقط نہوگا اور نہ قبضہ ظاہر ہوگا اور اگر انکار کیا تو قبضہ ثابت ہوگا اور موکل کے ذمہ سے قرضہ ساقط ہوگا اور اگر موکل نے عدم قبض کی تصدیق کی تو وکیل سے بالخصوص قسم لیجائیگی کہ مین نے اُسکو دیدیا ہی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا ورنہ ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ تھوڑی سی جہالت باب وکالت مین برداشت کیجاتی ہی اور وکالت فاسد شرطین لگانے سے باطل نہین ہوتی ہی خواہ کوئی شرط ہو اور وکالت مین شرط خیار روا نہین ہوتی ہی کذا فی فتاوے قاضیخان اگر کسی نے کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کیواسطے میرا وکیل ہی اس شرط پر کہ مجھے یا عورت کو تین روز تک خیار حاصل ہی تو وکالت جائز ہوگی اور شرط باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ وکالت کو اضافت کرنا صحیح ہی مثلاً زمان و مکان کی قید لگائی تو جائز ہی پس اگر ایک شخص نے کہا کہ اس غلام کو تو کل کے روز فروخت کردے تو آج بیچنا جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو یا میری عورت کو کل کے روز آزاد یا طلاق دیدے تو وکیل آج کچھ نہین کر سکتا ہی اور اگر کہا کہ میرا غلام آج فروخت کردے یا آج میرے لیے غلام خرید دے یا میرے غلام کو آج آزاد کردے پس وکیل نے کل یہ سب کیا تو دو روایتین ہین اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ وکالت آج کے روز کے بعد باقی نہ رہیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر اپنے شام کے قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو کوفہ کا قرضہ وصول نہین کر سکتا ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی وکالت کو معلق کرنا صحیح ہی اگر کسی نے کہا کہ جب میرے مال کا وقت آجاوے تو تو وصول کر لے یا جب فلان شخص آوے تو تو تقاضا کر یا اگر مین نے اُسکو کوئی چیز دی تو تو اُسکے وصول کرنیکا وکیل ہی یا جب حاجی لوگ آوین تو تو میرے قرضے وصول کر تو ایسی وکالت صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور ہر عقد جس مین موکل کی طرف نسبت کرنیکی احتیاج وکیل کو نہین پڑتی ہی جیسے خرید فروخت و اجارہ وغیرہ تو اُسکے حقوق وکیل کی طرف راجع ہوتے ہین اور ایسے حقوق مین وکیل مثل مالک کے ہوگا اور مالک مثل اجنبی کے ہوتا ہی جیسے مبیع کا سپرد کرنا یا قبضہ کرنا یا ثمن کا مطالبہ کرنا اور قبضہ کرنا اور وقت استحقاق مبیع کے ثمن کو واپس لینا وغیرہ یہ بدائع مین لکھا ہی اور موکل کو بواسطہ نیابت وکیل کے ملک پہلے ہی سے ثابت ہو جاتی ہی اور یہی صحیح ہی حتی کہ اگر وکیل نے کسی اپنے ذو رحم کو خریدا تو وہ وکیل کی طرف سے آزاد نہوگا اسلیے کہ ملک موکل کی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور حقوق اُن صورتون کے جنکی اضافت وکیل نے اپنی طرف کی ہی وکیل کی

زندگی تک موکل کی طرف راجع نہونگے اگرچہ وکیل غائب ہو یہ بحرالرائق مین ہی وکیل بائع نے اگر کوئی چیز فروخت کی تو اسی سے سپرد کرنیکا
مطالبہ کیا جائیگا جبکہ مشتری ثمن ادا کر دے اور بائع سے اسکا مطالبہ نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر موکل نے مشتری سے ثمن
طلب کیا تو اُسکو اختیار ہی کہ انکار کرے اور اگر دیدیا تو جائز ہی اور وکیل دوبارہ اُس سے طلب نہین کر سکتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی
اور اگر مبیع استحقاق ثابت کرکے مشتری کے پاس سے لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن وکیل سے وصول کر لیگا اگر اُسنے وکیل کو ادا کیا
ہو اور اگر موکل کو دیا ہی تو اُس سے پھیر لیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو وکیل سے مخاصمہ کریگا اور عیب
ثابت کرنے کے بعد بحکم قاضی جب اُسنے واپس کیا تو اپنا ثمن وکیل سے لیگا اگر وکیل کو دیا ہی یا اگر موکل کو دیا ہی تو اُس سے واپس
لیگا۔ اسی طرح جو خرید کا وکیل ہی اُسی سے ثمن کا مطالبہ کیا جائیگا نہ موکل سے اور وہی بائع سے مبیع لیکر قبضہ کرے گا نہ موکل اور جب
مبیع مین استحقاق ثابت ہوا تو وہی ثمن واپس لیگا نہ موکل یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین ایلچی ہون
اور بائع نے کہا کہ یہ وکیل ہی اور ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور گواہ لانا بائع کے ذمہ ہی ایک غلام نے کسی سے کچھ
چیز خریدی بائع نے کہا کہ تجھکو تصرفات خرید و فروخت وغیرہ کی ممانعت ہی اسلئے مین تجھے مبیع نہ دونگا اور غلام نے کہا کہ مین
ماذون ہون مجھے اجازت ہی تو اُسکا قول لیا جائے گا اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ سنائے کہ غلام نے خرید کے بعد یہان
مجلس مین آنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ مین مجبور ہون یعنی مجھے ممانعت ہی تو گواہی مقبول نہوگی ایک غلام نے دوسرے کے
ہاتھ کچھ فروخت کیا پھر کہا کہ یہ جو مین نے فروخت کیا میرے مالک کا ہی اور مین مجبور ہون اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ
تو ماذون ہی تو مشتری کا قول لیا جائے گا۔ جو شخص اجارہ کا وکیل ہو اُس کو اجارہ ثابت کرنے مین خصومت کرنے اور
کرایہ وصول کرنے اور کرایہ کے واسطے جو شے کرایہ پر ہی روک رکھنے کا اختیار ہی اور اگر اجرت پر دینے والے نے
لینے والے کو ہبہ یا بری کر دیا تو جائز ہی اگر وہ معین نہو اور اگر معین ہو تو نہین جائز ہی یہ بحرالرائق مین ہی اور ہر عقد کہ جسکی
اضافت موکل کی طرف ہوتی ہی تو اُسکے حقوق موکل کی طرف رجوع کرینگے جیسے نکاح و طلاق بمال و اعتاق بمال
و خلع و صلح خون عمداً وغیرہ کے کذا فی البدائع۔ شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہ ہوگا اور نہ عورت کے وکیل
سے عورت کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کا وکیل مہر پر قبضہ کر سکتا ہی اور اسی طرح کتابت کے وکیل کو کتابت
کے معاوضہ پر جو غلام دیگا قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور خلع کا وکیل اگر شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کے بدل پر قبضہ
نہین کر سکتا اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو وہ بدل خلع کے عوض گرفتار نہین ہو سکتا ہی ولیکن اگر ضمانت کرے تو پکڑا
جائیگا کذا فی السراج الوہاج اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ وکیل اہل عہدہ مین سے ہو کذا فی البدائع اگر کسی نے مجبور لڑکے
کو کوئی اپنی چیز فروخت کرنے یا اپنے لیے خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے خرید و فروخت کی تو جائز ہی بشرطیکہ لڑکا سمجھدار ہو اور
لڑکے پر عہدہ نہین ہی عہدہ اُسکے حکم دینے والے پر ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور ظاہر روایت کے موافق مشتری یا بائع کسی
کو خیار نہوگا خواہ اُس لڑکے کے مجبور ہونے کا علم ہو یا نہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر لڑکا ماذون ہو پس اگر
فی الحال یا میعادی ثمن پر فروخت کرنے کا وکیل ہوا اور اُسنے فروخت کیا تو جائز ہی اور عہدہ اسی پر ہوگا اور اگر خریدنے
کا وکیل ہو پس اگر ادھار میعادی داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاساً و استحساناً عہدہ اُس پر نہین ہی بلکہ موکل پر ہی
یہانتک کہ بائع موکل سے ثمن طلب کرے گا نہ اُس لڑکے وکیل سے۔ اور اگر نقد داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاساً
عہدہ اُس پر نہوگا اور استحساناً ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کو اس واسطے وکیل کیا کہ موکل کے

واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درم نقد کو خرید دے اور یہ ہزار درم خواہ اُسکو دیے یا نہ دیے تو غلام ماذون کا خریدنا موافق حکم موکل کے جائز ہی اور عہدہ اسی غلام ماذون پر ہی اور اگر موکل نے غلام کو اُدھار خریدنے کا حکم دیا تھا اور اُس نے اُدھار خریدا تو تمام مبیع اُس غلام کی ہوگی نہ موکل کی اگر غلام ماذون نے کسی کو اپنی مقبوضہ چیز فروخت کرنے یا کچھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی اور وہ غلام بمنزلہ آزاد کے ہی اور اگر مامور وکیل مرتد ہوا ہو تو اُس کی بیع جائز ہی ولیکن امام کے نزدیک حکم عہدہ کا توقف رہے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسی پر ہوگا ورنہ موکل پر ہوگا کذا فی السراج الوہاج

فصل وکالت کے اثبات کرنے اور اُسپر گواہی دینے اور متعلقات کے بیان مین - قاضی خوارزم کی مجلس مین ایک شخص نے حاضر ہو کر کسی کو اپنے تمام حقوق خوارزم وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہی تو وکیل بنا دیگا پس اگر اسی حاکم کے پاس اس وکیل نے کسی کو حاضر کر کے موکل کے حق کا دعوے کیا تو قاضی گواہی پر ڈگری کر دیگا اور وکالت ثابت کرنے کی احتیاج نہ ہوگی اور اگر قاضی موکل کو نہین پہچانتا ہی تو وکیل نہ بناویگا اور اگر موکل نے اس امر کے گواہ دینے چاہے کہ مین فلان بن فلان چغتائی ہون تو قبول نہ ہونگے کیونکہ کوئی خصم حاضر نہین ہی اور اگر اس غرض سے گواہ سنائے کہ یہ قاضی دوسرے قاضی دشت کو یہ لکھدے کہ فلان بن فلان چغتائی نے فلان بن فلان چغتائی کو اس امر مین وکیل کیا ہی تو قبول کر کے لکھدے گا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھے فلان شخص نے اسواسطے وکیل کیا ہی کہ مین اُسکے تمام حقوق جو کوفہ مین ہین وصول کرون اور نالش کرون اور وکالت کے گواہ لایا اور موکل غیر حاضر ہی اور کسی ایسے شخص کو نہ لایا کہ جسپر موکل کا کچھ حق آتا ہو تو قاضی سماعت نہ کریگا اور اگر کسی مدعا علیہ منکر یا مقر کو لایا تو سماعت کر کے اُسکے وکیل ہونیکا حکم دیدیگا پھر اگر اسکے بعد کوئی دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ وکالت کے گواہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر کسی خاص شخص کی طرف سے حق ہونے کا دعوی کر کے اس کے وصول کرنیکا اپنے آپ کو وکیل قرار دیا تو خاص اُس شخص کا حاضر کرنا وکالت کی گواہی سنانے کے واسطے ضروری ہی اور جب اُس کے سامنے وکالت ثابت ہو گئی اور پھر دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر کسی خاص شخص سے حق موکل وصول و خصومت کرنے کی وکالت کا دعوے کیا پھر اسی پر موکل کے دوسرے حق کا دعوی کیا تو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت نہین ہی ہان اگر دوسرے موکل کی طرف سے وکالت کا دعوے کرے تو اُسکے گواہ سنانے ضرور ہین یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - ایک شخص نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان موکل نے مجھے اور اس شخص فلان بن فلان کو اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اُسکا اس مدعا علیہ پر آتا ہی وکیل کیا ہی اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا ولیکن اُسکی وکالت سے انکار یا دونون سے انکار کیا پھر وکیل نے وکالت اور قرضہ دونون کے گواہ سنائے تو قاضی دونون وکیلون کی وکالت کا حکم دیدیگا اور اس وکیل حاضر کو بدون دوسرے وکیل کے تنہا قرضہ وصول کرنیکا اختیار نہین ہی اور جب وہ غائب حاضر ہو تو دونون وصول کرین اور اُسکو اپنی وکالت کے ثابت کرنے کیواسطے گواہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی یہ محیط مین ہی - وکیل نے دعوی کیا کہ مین فلان شخص کی طرف سے اس مدعا علیہ پر قرضہ کے وصول کرنیکا وکیل ہون اور وکالت اور قرضہ پر گواہ سنائے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وکالت کا حکم دیدیا جائیگا پھر قرضہ کیواسطے دوبارہ گواہونکو سنا دے کذا فی الوجیز للکردری اور شیخ الاسلام محمد [illegible] سے منقول ہے کہ یکبارگی گواہ سنائے تو دونون کا حکم دیدیا جائیگا اور دوبارہ سنانے کی حاجت نہین ہی اور

یہ استحسان ہی اور فتوے امام اعظم رح کے قول پر ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے یہ قصد کیا کہ اپنی وکالت اس طور سے قاضی پاس ثابت کرے کہ اگر موکل آکر انکار کرے تو اُسکے انکار پر لحاظ نہ کیا جاوے پس اسکی چند صورتین ہین ایک یہ ہی کہ وہ مال معین کسی شخص کو دیدے پھر اُسپر دعوے کرے کہ مین فلان کی طرف سے اس مال کو وصول کر کے فروخت کرنیکا وکیل ہون اور وہ شخص کہے کہ مین تیرے وکیل ہونے کو نہین جانتا ہون پس وکیل اس امر کے گواہ سناوے تو قاضی اُس شخص کو حکم دیگا کہ اسکے سپرد کرے پس وکیل اُسکو فروخت کرے پھر اگر موکل نے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا اور دوسری صورت یہ ہی کہ کسی سے کہے کہ یہ فلان شخص کی ملک ہی مین اُسکو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور جب فروخت کر دیا تو اُس سے کہے کہ اسپر قبضہ کر لے پھر مشتری کہے کہ مین تجھسے لیکر قبضہ نہ کرونگا کیونکہ شاید مالک نے آکر تیری وکالت سے انکار کیا اور اکثر میرے پاس چیز تلف ہو جاتی ہی یا اُسمین نقصان آجاتا ہی تو مجھے خواہ مخواہ ضمان دینی پڑے پس وکیل اس امر کے گواہ سنا دیگا کہ مین اُسکی طرف سے فروخت کر دینے اور سپرد کر دینے کا وکیل ہون پس اسپر قبضہ کرنیکا جبر کرے۔ اور تیسری صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ جو گھر تیرے قبضہ مین ہی وہ فلان شخص کی ملک ہی اور تو اُسکی طرف سے فروخت کرنیکا وکیل ہی اور تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا پس یہ وکیل یون کہے کہ ہان مین نے فروخت کر دیا ولیکن مین فلان کی طرف سے وکیل نہین ہون اور مجھے بیع کیواسطے وکیل نہین کیا ہی پھر خریداری کے مدعی نے اسکے وکیل بیع ہونے کے گواہ سنائے تو گواہی مقبول ہو کر اسکے وکیل بیع ہونیکا حکم دیا جائیگا یہ جواہر الاخلاطی مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ فلان سے وصول کرنے اور اُسمین خصومت کرنیکا وکیل کیا پس وکیل نے قرضدار کو حاضر کیا اور اُسنے وکالت کا اقرار کیا مگر قرض سے انکار کیا پس وکیل نے قرضہ ہونے پر گواہ سنائے تو مقبول ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر کسی غائب کا حق ہونے کا دعوی کیا اور گواہ پیش کیے کہ غائب نے مجھے اپنا حق وصول کرنے اور خصومت کرنیکا وکیل کیا ہی پس مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ موکل نے اسکو حضوری یا بلا حضوری مین وکالت سے برطرف کر دیا ہی تو یہ گواہی قبول ہوگی اور وکالت باطل ہو جائیگی اسی طرح اگر وکیل کے اس اقرار کے گواہ دئیے کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ موکل نے مجھے وکالت سے برطرف کر دیا تو بھی وکالت باطل ہوگی اسی طرح اگر یہ گواہ سنائے کہ موکل نے اقرار کیا کہ مین نے وکیل کو نہین مقرر کیا ہی تو بھی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر قرضدار نے مال وکیل کو دیدیا پھر قرضدار نے گواہ دیے کہ یہ وکیل نہین ہی یا اِسنے اقرار کیا ہی کہ قرضخواہ نے مجھے وکیل نہین کیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر اس امر پر اُسنے قسم لینا چاہی تو نہ لیجائیگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قرضخواہ نے وکالت سے انکار کر کے اپنا قرضہ مجھسے وصول کر لیا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ ہونے پر گواہ سنائے اور قاضی نے قرضدار پر یہ حکم دیدیا کہ وکیل کو دیدے اور وکیل نے وصول کر کے ضائع کر دیا پھر قرضدار نے یہ گواہ سنائے کہ مین نے موکل کو ادا کر دیا ہی تو وکیل سے لینے کی اُسکو کوئی راہ نہین ہی ہان موکل سے وصول کریگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو ہر شخص سے خصومت کرنیکا وکیل کیا پھر وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے اُسپر موکل کے کچھ مال کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا پھر وکیل نے کہا کہ مین اپنی وکالت کے گواہ سنا کے دیتا ہون تاکہ دوسرون پر حجت ہو تو قاضی سماعت کر کے اُسکو مقر اور غیر مقر سب پر وکیل قرار دیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ تو فلان شخص کی طرف سے خصومت کا وکیل ہی اور میرا اُسپر اسقدر چاہیے ہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ فلان شخص نے مجھے

خصومت کا وکیل نہیں کیا ہی اور مدعی نے دعوے کے گواہ سنائے تو مقبول ہونگے یہ وجیز کردری مین ہی اگر دو گواہون نے کسی شخص کی وکالت کی گواہی دی اور وکیل کو نہیں معلوم کہ مین وکیل ہوا ہون یا نہیں اور کہا کہ مجھے گواہون نے خبر دی کہ موکل نے مجھے وکیل کیا ہی اس لیے مین طلب کرتا ہون تو یہ جائز ہی اور اگر گواہون کی گواہی پر اُسنے انکار کیا پس اگر طالب کا وکیل ہی تو اِس گواہی پر حق وصول نہین کر سکتا ہی کیونکہ اُسنے اپنے گواہون کی تکذیب کی اور اگر مطلوب کا وکیل ہی پس اگر گواہون نے یہ بیان کیا کہ اس نے وکالت قبول کی تو اُسپر وکالت لازم ہوگی اور اگر گواہون نے قبول کی گواہی نہ دی تو اُسکو قبول کرنے اور نہ قبول کرنیکا اختیار ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر مطلوب غائب ہوا اور طالب نے اُسکے گھر مین اپنے حق کا دعوی کیا اور مطلوب کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ مطلوب نے اس شخص کو وکیل خصومت کیا ہی اور وکیل یا طالب انکار کرتا ہی تو وکالت باطل ہوگی اور مطلوب نے اگر کسی کو مال دیدیا اور دعوی کیا کہ یہ طالب کا وکیل ہی اُسنے قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہی پھر طالب نے اس انکار کیا اور مطلوب کی طرف سے طالب کے دو بیٹون نے وکالت کی گواہی دی تو جائز ہی اور اگر طالب کا وکیل وکالت کا دعوی کرتا ہی اور مطلوب انکار کرتا ہی پس طالب کے دو بیٹون نے وکالت کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ وکالت خصومت ہو یا وصول قرض یا وصول شی معین ہو- اگر مطلوب نے قرض کی وکالت مین اقرار کیا تو اُسکو حکم کیا جائیگا کہ قرض اسکو دیدے کیونکہ خود مقر ہی اور اگر وکیل خصومت نے اقرار کیا تو جائز نہیں ہی کیونکہ احتمال ہی کہ دونون سمجھوتا ہوگیا ہو کہ وکیل جا کر اقرار کرے کہ موکل کا کچھ حق نہیں ہی اور اگر مال معین وصول کرنے کی وکالت مین مطلوب نے اقرار کیا تو ظاہر روایت کے موافق صحیح نہیں ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر مسلمان کے قبضہ مین ایک گھر ہی اُسپر ایک ذمی نے دعوی کیا اور ذمیون کی گواہی سے ایک وکیل کیا تو اُنکی گواہی وکالت پر جائز نہوگی خواہ مسلمان نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مبسوط مین ہی- ایک شخص نے دوسرے کو فلان شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا پھر وکیل نے گواہی سے وکالت ثابت کرنا چاہی پس گواہون نے ایسی ہی گواہی ادا کی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے اور خصومت کرنے دونون کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ قرضخواہ نے اسکو قرضہ وصول کرنے کو بھیجا ہی تو بالاتفاق وکیل خصومت نہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنا قرضہ فلان سے لینے کا اسکو حکم کیا ہی تو بھی وکیل خصومت نہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو بجاے اپنے قرض وصول کرنے مین مقرر کیا ہی تو بھی وکیل خصومت نہوگا اور اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان سے اپنا قرضہ وصول کرنے پر مسلط کیا یا اپنی حیات مین تجھے وصی کیا کہ فلان سے قرضہ وصول کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے دونون کا وکیل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اُسنے قرضہ وصول کرنے کا اسکو وکیل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکو حکم دیا ہی کہ قرضہ وصول کرنے یا قبضہ کرنے کے واسطے بھیجا ہی اور مطلوب قرضہ کا اقرار کرتا ہی تو وکیل اُس سے وصول کر سکتا ہی اور خصومت نہیں کر سکتا ہی تا کہ وہ انکار کرے یہ محیط مین ہی- اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تقاضاے قرض اور طلب کرنے کا وکیل کیا ہی تو گواہی جائز ہی اور ہمارے اصحاب نے استحسان لیا ہی اُسکے موافق گواہی مقبول نہونی چاہیے یہ شرح ادب القاضی مین لکھا ہی- اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ فلان نے اسکو یہ غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی مطلقاً بیان کی اور دوسرے نے کہا کہ فروخت کرنیکا حکم کیا ہی اور کہا ہی کہ بدون میری راے لینے کے فروخت نہ کر دینا پھر وکیل نے

فروخت کر دیا تو جائز ہی۔ اور ایک نے کہا کہ موکل نے اسکو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو اور اس دوسرے شخص کو غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا ہی تو دونون یا ایک اُسکو فروخت نہین کر سکتے ہین اور یہی حکم ایسی صورت مین مال معین وصول کرنیکا ہی اور اگر وکیل خصومت ہو تو جس شخص پر اتفاق کیا ہی وہ خصومت کر سکتا ہی لیکن جب قاضی نے ڈگری کر دی تو یہ وکیل تنہا وصول نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ تو میرا وکیل قبضہ دین ہی اور دوسرے نے کہا کہ تو میری طرف سے اُسکے وصول کی لیاقت رکھتا ہی تو وکالت بالقبض کا حکم دیا جائیگا اور یہی حکم خصومت اور مال معین کے قبضہ کا ہی۔ اور اگر ایک نے گواہی مین وکیل کہا اور دوسرے نے وصی کہا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر زندگی کا وصی مقرر کرنا بیان کیا تو مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو اس گھر مین خصومت کرنے کو فلان شہر کے قاضی کے پاس حکم دیا ہی اور وکیل کیا ہی اور دوسرے گواہ نے دوسرے شہر کے قاضی کا نام لیا تو یہ حکم ہوگا کہ یہ وکیل خصومت ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ صورت حکم مقرر کرنے کی دو فقیہون مین ہو تو اسمین اختلاف سے گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر ایک گواہ نے قاضی شہر کو ذکر کیا اور دوسرے نے کسی فقیہ کو حکم بنانے کے واسطے ذکر کیا تو بھی نامقبول ہی۔ اگر ایک گواہ نے یہ ذکر کیا کہ اسکو فلان عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا ہی اور دوسرے نے اس عورت اور دوسری عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کرنا ذکر کیا تو پہلی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل ہونے کا حکم دیا جائیگا اور ایسی ہی بیع اور کتابت اور آزادی کی صورتون مین بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک نے قبضہ کرنے کا وکیل کرنا اور دوسرے نے قبضہ کرنے پر مسلط کرنا بیان کیا تو ایک ہی معنی ہین کذا فی المحیط۔ دونون نے وکیل کرنے کی گواہی دی پھر ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اُسے معزول کر دیا ہی تو وکالت ثابت ہوگی نہ معزولی یہ مبسوط مین ہی اگر دونون گواہون نے کسی کی وکالت کی گواہی دی اور حکم ہوگیا پھر دونون نے رجوع کیا تو وکالت کا حکم قضا باطل نہوگا اور نہ گواہ ضامن ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گواہی کے ساتھ کسی کو اپنے تقاضاے قرض کا وکیل کیا پھر غائب ہوگیا پھر طالب کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اسکو وکالت سے معزول کر دیا ہی اور مطلوب نے آنکی گواہی کا دعوے کیا تو گواہی جائز ہی اور اگر مطلوب نے آنکی گواہی نہ طلب کی تو جبراً مال وکیل کو دلاؤنگا اور یہی حکم دو اجنبیون کی گواہی کا اس باب مین ہی پھر اگر مال دیدینے کے بعد طالب آیا اور کہا کہ مین نے اُسکو وکالت سے برطرف کر دیا تھا پس اگر دونون گواہ طالب کے دونون بیٹے ہون تو اسکو ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر گواہ اجنبی ہون تو معزول ہونا ثابت ہوا اور طالب کو اختیار ہوگا کہ مطلوب سے مال کی ضمان لیوے یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر طالب کے دونون بیٹون نے اپنے باپ کے آنے سے پہلے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے پہلے وکیل کو معزول کر کے اسکو وکیل کیا ہی پس اگر مطلوب نے انکار کیا تو یہ گواہی نہ پہلے کے معزول ہونے اور نہ دوسرے کے مقرر ہونے کسی پر مقبول نہوگی اور پہلا وکیل برقرار رہیگا اور حکم ہوگا کہ مال اسکو دیوے اور اگر مطلوب نے اقرار کیا تو معزول ہونا گواہی سے ثابت ہوگا اور حکم ہوگا کہ مطلوب دوسرے وکیل اقراری کو مال دیدیوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی وکیل نے یہ دعوی کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ مین ہی میرے موکل کا ہی اور قابض نے دعوے اور وکالت دونون سے انکار کیا پھر قابض کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو خصومت کے واسطے وکیل کیا ہی تو مقبول ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وکیل کے دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے ہمارے باپ کو معزول کر کے اس شخص کو وکیل قبضہ کیا ہی تو جائز ہی اور اگر یہ دونون گواہ دوسرے وکیل کے بیٹے ہون تو دوسرے وکیل

سے وکالت کے باب مین یہ گواہی مقبول نہوگی اور پہلے کے معزول ہونے کے واسطے مقبول ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر طالب ایک ذمی ہی اور دو مسلمانون نے یہ گواہی دی کہ اُس نے اس مسلمان کو اپنا قرضہ فلان شخص سے وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور مطلوب اقرار کرتا ہی اور دو ذمیون نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس وکیل کو معزول کیا ہی اور اس دوسرے کو وکیل کیا ہی تو یہ گواہی پہلے وکیل مسلمان پر مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلا وکیل ذمی ہو تو مقبول ہوگی کذا فی المبسوط

دوسرا باب خریدنے کے واسطے وکیل کرنے کے بیان مین قاعدہ یہ ہی کہ اگر وہ چیز جسکے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اسطرح مجہول ہو کہ وکیل سے فرمانبرداری ممکن نہو سکے اور وہ چیز معلوم نہو سکے تو وکالت صحیح نہین ہو سکتی ہی ورنہ صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جہالت تین طرح کی ہوتی ہی ایک جہالت نہایت مرتبہ کی اور وہ جہالت جنس ہی مثلاً کپڑے یا چوپائے یا رقیق کے خرید کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح نہین ہی اگرچہ دام بیان کر دیے ہون اور دوسری ادنی مرتبہ کی جہالت اور وہ جہالت نوع ہی مثلاً گدھے یا خچر یا گھوڑے یا کپڑے ہروی یا مروی کے خرید کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح ہی اگرچہ مول نہ بیان کیا ہو تیسری جہالت درمیانی ہی یعنی نوع اور جنس کے درمیان کی جہالت جیسے غلام یا باندی یا گھر خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر دام یا نوع بیان کر دی تو صحیح ہی اور اگر دام یا نوع نہ بیان کی تو صحیح نہین ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اگر ہروی کپڑے یا گھوڑے یا خچر کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہی خواہ مول بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو اور اگر غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی بشرطیکہ مول بیان کیا ہو اور اگر مول نہ بیان کیا تو جائز نہین ہی اور اگر کپڑا یا چوپایہ خریدنے کا وکیل کیا تو صحیح نہین ہی اگرچہ مول بیان کر دیا ہو اور یہ سب اسی صورت مین ہی کہ وکالت کی دلالت عموم پر نہو ورنہ اگر وکیل سے کہا کہ جو تیری راے مین آوے میرے لیے خرید کرے تو وکالت جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اسیطرح اگر یہ کہا کہ میرے لیے ہزار درم کے کپڑے یا چوپائے یا کچھ چیزین جو کچھ تیری راے مین آوے یا تجھے پسند ہو یا جو کچھ تیرے سامنے آوے یا جو تجھے ملے خرید لے تو وکالت صحیح ہی اسی طرح اگر کہا کہ میرے واسطے خرید لے مگر ہزار درم سے نہ بڑھانا یا فروخت کر دے یا بضاعت دے تو بھی صحیح ہی کیونکہ وکیل کے سپرد کر دیا یہ کافی مین ہی اسیطرح اگر کہا جو کپڑا تیرا جی چاہے یا جو چوپایہ تیرا جی چاہے یا جو تجھے ملے خرید لے تو صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر کہا میرے لیے کپڑون یا چوپاؤن کو خرید کر تو صحیح نہین ہی کیونکہ کپڑون کا لفظ جمع ہی اور جہالت عدد اسمین بہت ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر خرید کر تو جبتک مول نہ بیان کرے صحیح نہین ہی اور بعد بیان ثمن کے اسی شہر کا گھر مراد ہوگا جسمین وہ دونون ہین اور بعض نے کہا کہ باوجود بیان ثمن کے محلہ بیان کرنا ضرور ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر کوفہ مین ہزار درم کو خرید کر تو بالاتفاق صحیح ہی اور اگر کہا ایک گھر کوفہ مین فلان موضع مین اور یہ موضع جہان ذکر کیا اس جگہ کا بعض بعض سے قریب ہین تو جائز ہی خواہ ثمن ذکر کیا یا نہ کیا اسیطرح بلخ مین ایک گھر خریدنے کا وکیل کیا اور اُس نے بلخ سے خارج خرید اپس اگر موکل شہری لوگون سے ہی تو جائز نہین ہی اور اگر دیہاتی ہی تو جائز ہی یہ بحرالرائق مین ہی اگر کہا کہ میرے لیے ایک گھر شام مین ہزار درم کو خرید کر تو فاسد ہی کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک دانہ موتی یا یاقوت سرخ رنگ کا نگینہ خرید کر دے اور مول بیان نکیا تو جائز نہین ہی اور اگر وکیل نے خریدا تو اسی کا ہوگا نہ موکل کا یہ سراج الوہاج مین ہی اگر گیہون یا کوئی مقداری چیز خریدنے کا وکیل کیا اور مقدار و ثمن کا ذکر نہ کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر کوئی پیمانہ معروف ذکر کیا تو صحیح ہی یہ وجیز کردری

مین ہی - وکیل خرید کو جائز ہی کہ مثل قیمت پر اور اسقدر زیادتی پر کہ جتنا خسارہ اپنے اندازہ مین لوگ برداشت کر لیتے ہین خریدے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُن چیزون مین ہین کہ جنکی قیمت شہر والون مین کثی ہوئی معلوم نہو اور جنکی قیمت شہر والون کو معلوم ہی جیسے روٹی و گوشت وغیرہ مثلاً اگر اُنمین زیادتی کردی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی - اگر کہا کہ میرے واسطے ایک حبشی یا ہندی باندی خرید کر دے اور اُسکا ثمن نہ بیان کیا تو صفت مذکورہ کے ساتھ اُسکا خرید لینا جائز ہی بشرطیکہ ثمن مثل پر خریدی ہو یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایسی ایسی جنس کی ایک باندی خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو یہ اُس طور سے جائز ہو کہ جیسا لوگون کا معمول اس جنس مین خریدنے کا ہی خرید کرے اور اگر کوئی مبیع کثیر الثمن کہ عام لوگون مین ایسا معاملہ نہین رائج ہی خرید لایا تو موکل پر لازم نہوگی - اگر کہا کہ میرے واسطے خز کا کپڑا کوفہ کا خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر کہا کہ خز کا کپڑا سو درم کو میرے واسطے خرید دے اور جنس بیان نہ کی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر ایک دیہاتی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے لیے حبشی باندی خرید دے اور ثمن نہ بیان کیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ اُس قسم کے ثمن مثل پر خرید کر دے کہ جیسے دیہاتی خریدتے ہین اور اگر اس سے بھی تجاوز کیا کہ دیہاتی بھی نہین خریدتے ہین تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک دلال کو ہزار درم دیے کہ ایک چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خریداری مین مشہور ہی تو یہ وکالت اُسی شے سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - خریداری کے وکیل کرنے مین اگر کوئی قید ہو تو بالاجماع اُس قید کا لحاظ کیا جاویگا خواہ وہ قید مشتری سے متعلق ہو یا ثمن سے متعلق ہو یہانتک کہ اگر وکیل نے اُس قید سے مخالفت کی تو خریداری اُسکے ذمہ پڑیگی ولیکن اگر خلاف کرنے مین موکل کی بہتری ہو تو موکل کو لازم ہوگی - اگر کسی وکیل سے کہا کہ میرے واسطے ایسی باندی خرید کر دے کہ مین اُس سے وطی کرون یا ام ولد بنا ؤن پھر اُسنے ایک مجوسی باندی یا موکل کی رضاعی بہن یا مرتد باندی خرید دی تو یہ بیع موکل پر نافذ نہوگی وکیل پر نافذ ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی اگر کہا کہ میرے واسطے اسقدر درامون کو ایک باندی خرید دے کہ مین اُس سے وطی کرون پس وکیل نے موکل کی عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی خرید دی تو موکل کے ذمہ نہوگی بلکہ وکیل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر شوہر دار باندی یا طلاق بائن یا رجعی یا وفات سے عدت مین بیٹھنے والی باندی خرید دی تو بھی موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ وجیز کردری و قاضی خان مین ہی - اگر ایسی باندی خرید دی کہ جس کے رتق کا عارضہ تھا پس اگر وکیل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر وکیل کو معلوم تھا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل کو معلوم نتھا مگر بائع نے اُس سے ہر عیب سے براءت کر لی تو بھی موکل کو لازم نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے کہ مین اُس سے وطی کرون پس وکیل نے ایک لڑکی کہ جو وطی کرنے کے قابل نہین ہی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور یہودیہ یا نصرانیہ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور روایت یہ بھی امام اعظم رح کے قیاس پر موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسی باندی کی بہن خرید دی جو موکل کے پاس موجود ہی اور موکل نے اُس سے وطی کی ہی تو موکل کو لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر کہا کہ مجھے دو باندیان خرید دے کہ مین دونون سے وطی کرونگا پس ایک ہی عقد مین دو بہنین خریدین یا ایک باندی اور دوسری اُسکی پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی ایک ہی عقد مین خریدین تو

ہمارے نزدیک موکل کو لازم نہوگی اور اگر وہ عقد بیع مین خریدین تو ائمہ کے نزدیک موکل کے ذمہ پڑیگی اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر ایسے وکیل نے اُسکے واسطے ایک باندی اور اُسکی بیٹی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی کیونکہ وہ ایک کی وطی پر فی الحال قادر ہی اور دوسری اُسپر بعد ایک کی وطی کے حرام ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خدمت کے واسطے خریدے یا روٹی پکانے کیواسطے خریدے یا کوئی غلام خدمت کیواسطے یا کسی کام کیواسطے خریدے پس اندھی یا دونون ہاتھ کٹی یا دونون پاؤن کٹی باندی خرید دی تو بالاجماع مو... ذمہ نہ پڑیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا ہی کہ ایک گھوڑا میری سواری کے واسطے خرید دے پس اندھا یا بچہ یا ہاتھ کٹا خرید دیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اسواسطے وکیل کیا کہ ایک باندی مجھے اسواسطے خرید دے کہ مین اُسکو کفارۂ ظہار سے آزاد کرونگا پھر اُسنے اندھی یا دونون ہاتھ کٹی یا پاؤن کٹی خرید دی اور موکل کو معلوم نہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کردینے کا اُسکو اختیار ہی اور اگر وکیل نے جانکر خریدی تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ میرے واسطے ایک ترکی باندی خرید دے اور اُسنے حبشی خریدی تو موکل کے ذمہ نہوگی اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک یہودی کپڑا خرید دے کہ مین اُسکی قمیص بناؤن پس اُسنے اسقدر کپڑا خریدا کہ قمیص نہین بن سکتی ہی تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر وکیل سے خریدنے کو کہا کہ میرے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کرے اور اُسنے بدون شرط خیار کے خریدا تو وکیل کے ذمہ بیع لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم کو ایک باندی خرید دے یا ایک باندی ہزار درم کو میرے مال سے یا ان ہزار درم سے یعنی اپنے مال کی طرف اشارہ کیا خرید دے تو یہ صورت وکیل بنانیکی ہی اور اگر وکیل نے خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر یون کہا کہ باندی ہزار درم کو خرید یا یہ باندی ہزار درم کو خرید تو وکیل نہین ہی اور اگر خریدی تو اُسی کے ذمہ پڑیگی نہ کہنے والے کے ذمہ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو خرید اور اشارہ دینارون کی طرف کیا تو یہ وکالت دینارون سے خریدنے کی ہوگی حتی کہ اگر اُس نے درمون سے خریدی تو اُسی کے ذمہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ وکیل نے اگر جنس کی قید مین مخالفت کی تو یہ خریداری موکل کے ذمہ نہوگی اگرچہ جو کچھ اُسنے خریدا ہی اُسمین بہتری ہو مثلاً اُسنے اپنا غلام ہزار درم پر فروخت کرنے کو کہا اور وکیل نے ہزار دینار کو فروخت کیا تو مخالفت ناجائز ہی اور اگر مخالفت وصف یا قدر مین ہو پس اگر وکیل کے کام مین بہتری ہو تو موکل پر نفاذ ہوگا اور اگر ضرر ہو تو موکل پر نفاذ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے پس اُسنے ہزار سے زیادہ کو خرید دی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی نہ موکل کے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم یا سو دینار کو ایک باندی خرید دے پس اُسنے درم یا دینار کے سوائے دوسری چیز کے عوض خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور اگر ہزار درم ادھار پر خریدنے کو کہا اور اُسنے نقد ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر ہزار درم نقد کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم ادھار پر خریدی تو وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع مین ہی اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کا وکیل کیا پس اُسنے آٹھ سو درم کو خریدی اور ایسی باندی ہزار درم کو کافی ہو تو موکل کے ذمہ پڑیگی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اگر ایک خاص باندی سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے اسقدر دینارون کو خریدی جنکی قیمت سو دینار نہین ہی تو مشہور روایت کے موافق سب کے نزدیک موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور حسن نے امام ابو حنیفہ

سے روایت کی کہ موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو زید کا غلام خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر اُس غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر وکیل نے خرید کیا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک باندی خریدنے کے واسطے اُسکو وکیل کیا اور جنس وثمن اُسکا بیان کر دیا پس اُسنے اندھی باندی یا دونون ہاتھ یا دونون پاؤن کٹی یا لنجی باندی خریدی یا مجنونہ خریدی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز اور صاحبین رح کے نزدیک ناجائز ہی اور اگر کانی یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹی ہوئی خریدی تو بالاتفاق جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک ہاتھ اُسکا کٹا ہی اور دوسری طرف سے اُسکا ایک پاؤن کٹا ہی تو موکل کے ذمہ پڑیگی یہ بدائع مین ہی۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک رقبہ خرید دے تو بالاجماع اندھی یا دونون ہاتھ یا دونون پاؤن کٹی جائز نہین ہی اور اگر کانی یا ایک پاؤن کٹی ہوئی خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ پڑیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ثمن وجنس بیان کر دی پس وکیل نے موکل کی ذو رحم محرم خریدی یا ایسی باندی خریدی جسکی نسبت موکل نے قسم کھائی تھی کہ اگر مین اُسکا مالک ہون تو آزاد ہی تو خرید نا صحیح ہی اور وہ آزاد ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو ایک نوخیز وضعدار عورت کے خریدنے یا فروخت کا وکیل کیا پھر وہ بڑھیا ہوگئی اور وکیل نے خریدی یا فروخت کی تو جائز ہی اسیطرح گاے بکری کا بچہ اگر بڑا ہو جاوے تو یہی حکم ہی کذا فی الظہیریہ والمحیط اگر کہا کہ میرے واسطے ایک خادم ہزار درم کو خرید دے تو یہ غلام وباندی دونون کو شامل ہی کذا فی الذخیرہ **قلت** اردو زبان مین صرف غلام پر بولا جائیگا والمذکور اطلاق العرب۔ اگر اسیواسطے وکیل کیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اُسنے بھیڑ یا گاے یا اونٹ کا گوشت خرید دیا تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اوجھ یا تلی یا سری یا پائے یا نمک دار گوشت یا چڑیون کا گوشت یا وحشی جانورون کا گوشت یا زندہ بکری یا ذبح کی گئی یا بے صاف کی ہوئی بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی صاف بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ ہوگی ولیکن اگر ثمن قلیل دیا ہو تو نہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر یہ حکم دیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اُسنے پیٹ یا چکتی کی چربی خرید دی یا چکتی کا حکم دیا تھا اور اُس نے چربی خرید دی یا چربی کا حکم دیا تھا اور اُس نے چکتی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر گوشت خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے بھنا ہوا یا پکا ہوا خرید دیا تو موکل کو لازم نہوگا ولیکن اگر مسافر سراے مین اُترا ہو تو اسی پر محمول ہی اور ایک درم کی مچھلی خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت بڑی تازی مچھلی سے متعلق ہی اور اگر سری خریدنے کا حکم کیا تو صرف بکری کی سری پر محمول ہی نہ گاے واونٹ وغیرہ پر اور کچی پر نہ پکی پر یہ سراج الوہاج مین ہی **قلت** اردو اطلاق مین بھیڑی وبکری دونون کو شامل ہی اور کچی پر محمول ہی الا یہ کہ کسی خاص مقام کا رواج مثل مذکور کتاب کے ہو واللہ اعلم۔ انڈے خریدنے کے واسطے وکیل کرنے مین صرف خاص مرغی کے انڈے مراد ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر دودھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جو دودھ شہر مین متعارف ہو بکری گاے بھینس وغیرہ کا مراد ہوگا اور یہی حکم چربی کا ہی اور اگر سب دودھ یہان بکتے ہون یعنی سب متعارف ہون تو سب پر محمول ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اور اگر تیل خریدنے کا وکیل کیا تو ہر تیل پر جو بازار مین بکتا ہی محمول ہی اور یہی حکم فواکہ کا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو درم دیکر طعام خرید دینے کا حکم کیا تو کتاب امام محمد رح مین لکھا ہی کہ گیہون اور اُسکا آٹا مراد ہوگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اگر درم اسقدر زیادہ ہون کہ اُتنے گیہون ہی خریدے جا سکتے ہین تو آٹے اور روٹی پر حمل نہ کیا جائیگا

اور اگر تھوڑے ہوں کہ اُنسے آٹا یا گیہوں نہیں خریدے جاتے ہیں تو فقط روٹی مراد ہوگی اور اگر اوسط درجہ میں ہوں تو گیہوں اور آٹا مراد ہوگا نہ روٹی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اُنکے عرف کے موافق ہے ولیکن ہمارے عرف میں طعام کا لفظ پختہ چیز پر مثل گوشت پختہ یا بھنے ہوے کے یا جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے بولتے ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور اگر اسکو درم نہ دیے اور کہا کہ طعام خرید دے تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگا کیونکہ اُسنے کیلی چیز خریدنے کا حکم کیا اور مقدار نہ بتلائی یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کپڑا [ف] خریدنے کا حکم کیا اور اُسنے لعبہ خریدی تو موکل اُسکا مالک نہوگا اور اگر عناق خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے جدی خریدی تو موکل کی نہوگی یہ بدائع میں ہے اگر گھوڑا یا برذون خریدنے کا وکیل کیا اور ثمن بیان کر دیا پس وکیل نے گھوڑوں یا برذونوں کی مادہ خرید دی تو شہری موکل پر نافذ نہوگی اور دیہاتیوں کے واسطے جو ادیان پاتے ہیں نافذ ہوگی اور خچروں میں اگر مادہ خرید دے تو شہری و دیہاتی دونوں موکلوں کے واسطے جائز ہے مگر آنکہ موکل نے نر کہا اور وکیل نے مخالفت کر کے مادہ خریدی یا بالعکس تو البتہ نا جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور بقر کی وکالت اور بروایۃ الجامع بقرہ کی وکالت نر و مادہ دونوں پر واقع ہوگی اور یہی صحیح ہے قال المترجم اردو میں گلے کے نام سے مادہ اور بیل کے نام سے نر مراد ہوگا نہ مادہ واللہ اعلم۔ دجاج نر و مادہ دونوں کو شامل ہے اور دجاجہ یعنی مرغی صرف مادہ پر بولی جائیگی اور بعیر کی وکالت صرف اونٹ پر اور ناقہ کی وکالت صرف اونٹنی پر واقع ہوگی اور بقر کی وکالت جاموس یعنی بھینس پر واقع نہوگی اگرچہ جاموس اسی جنس سے ہے کذا فی البدائع اگر کسی فالیزی نے دوسرے کو ایک گدھا خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے سواری کا خچر جو شہر والوں کے کام آتا ہے اور اسکا کام کاج میں نہیں چلایا جاتا ہے خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہوگا پس اگر ثمن بتلا دیا اور وکیل نے اس ثمن سے ایک گدھا خریدا کہ جسکی قیمت ثمن کے برابر یا کم ہے یا اسقدر زیادہ ہے کہ جسقدر خسارہ لوگ اسمین اُٹھا لیتے ہیں تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر قربانی کے جانور خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت ایام قربانی تک مقید ہوگی یعنی ان تین دن تک خریدا تو موکل کا ہے ورنہ وکیل کا ہے اور کوئلا اور برف خریدنے کی وکالت اسی سال کے اپنے اپنے موسم کے ساتھ مقید ہوگی یعنی برف مثلاً گرمیوں کے دنوں تک ہوگا اور اگر دوسرے سال اس کے موسم میں خرید دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر قربانی کی گائے سیاہ خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے سپید یا سرخ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر مادہ گائے کا حکم کیا اور اس نے نر خریدا تو نہیں اور یہی حکم بکری کا ہے اور اگر صرف بقر کا لفظ کہا اور بقر یا بیل خریدا تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر سینگوں دار مینڈھا قربانی کے واسطے خریدنے کا حکم کیا اور اس نے بے سینگوں والا خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو دس درم دیکر حکم کیا کہ اسکے گیہوں بونے کیواسطے خرید دے اور اسکو درم دیدیے تاکہ بو دیوے پس وکیل نے گیہوں خریدے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے گیہوں بونے کے دنوں میں خریدے اور انکو بے وقت بویا تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور وکیل پر اسی قدر گیہوں لازم ہونگے اور اگر وکیل نے بے وقت گیہوں خریدے تو اُس نے اپنے واسطے خریدے اور موکل کے درم اسکو واپس دیوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کو اپنے واسطے ایک گدھا خریدنے کا حکم کیا تو یہ حکم ایسے گدھے کی نسبت سمجھا جاتا ہے جسپر حکم دینے والا سوار ہوتا ہے پس اگر حکم دینے والا حتیٰ قاضی ہو اور وکیل نے ایک دم کٹا اور کان کٹا گدھا خرید دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر قاضی نے [illegible] منتقی میں لکھا ہے اگر حبشی غلام خریدنے کا کسی شخص وکیل

وکیل ہوا اور اُسنے غلام کے دام اپنے صرف مین کر لیے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار ہی اور اگر غلام خرید کر موکل کو دیدیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ مین لانے کے بعد دوسرے درم ادا کردئے تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اُسنے آدھا خریدا پھر موکل نے باقی آدھا خریدا تو وکیل کا آدھا موکل کے ذمہ لازم نہین ہوسکتا ہی اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہی پھر اگر وہ آدھا جو موکل نے پہلے خریدا تھا استحقاق ثابت کرکے لیا گیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقی آدھا وکیل کا خریدا ہوا واپس کردے اور اگر موکل سب گھر مول لیوے پھر آدھا استحقاق مین لیا جاوے تو باقی واپس کرسکتا ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے آدھا خرید کیا تو خرید موقوف رہیگی اگر خصومت سے پہلے اُسنے باقی آدھا بھی خرید دیا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے وکیل سے خصومت کی اور وکیل نے ہنوز باقی نہین خریدا ہی اور قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم کیا پھر وکیل نے باقی خریدا تو بالاجماع وکیل کے ذمہ پڑیگا اور یہی حکم ہر چیز مین ہی جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر یا عیب آجاتا ہی جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا کہ جس کے ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہین ہی پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک توقف نہوگا مثلاً سو درم ایک کر گیہون کیواسطے دیے اور وکیل نے آدھا کر پچاس درم کو خرید دیا تو جائز ہی اور اگر ایک ہزار درم دو غلامون کے خریدنے کے واسطے دیے پس ایک پانچسو درم کو خریدا تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک جماعت غلامون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ایک خریدا تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دو معین غلامون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو خرید دے پھر اُسنے ایک غلام چھہ سو درم کو خریدا تو موکل کو لازم نہوگا بشرطیکہ ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خریدا ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خریدا ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی دامون کو خرید دیا تو دونون موکل کو لینے پڑینگے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو ایک گھر ہزار درم پر خریدنے کیواسطے حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خریدا جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار درم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور بائع کے ساتھ بٹوارہ کرلیا تو خرید جائز ہی اور قسمت باطل ہی اور اگر ایسی چیز مین وکالت ہو جو ناپی یا تولی جاتی ہی تو خریدنا اور بانٹنا سب جائز ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک دار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے ایسا دار جسمین عمارت نہتھی خرید لیا تو جائز ہی اسواسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ ایسا میدان خریدا جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہوگیا اور میدان ہوگیا اور اگر ایسا میدان خریدا جسپر کبھی عمارت نہ تھی تو جائز نہین ہی کیونکہ وہ دار نہین کہلاتا ہی قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونون صورتون مین موکل کے ذمہ لازم نہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف مین کسی صورت مین دار نہین کہلاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر دس رطل گوشت ایک درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے بیس رطل ایک درم کو خریدا حالانکہ ویسا گوشت دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسمین سے دس رطل آدھے درم کو موکل کو لینا پڑیگا اور اگر اُس گوشت کے دس رطل ایک درم کو نہ بکتے ہون تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑیگا اور صاحبین نے کہا کہ بیسون رطل موکل کو لازم ہونگے یہ کافی مین ہی ایک شخص کو ایک ٹکڑا درم دیکر حکم کیا کہ اسمین سے بکری کی ران اور پٹھے کا گوشت خرید دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت

من جملہ یہ ہے کہ قصاب سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدھے درم کی روٹی خرید لا پھر وکیل اُس سے آدھے درم کی روٹی یا آدھے درم کا گوشت خرید کر کے پورا درم اُسکو دیدے یا روٹی والے کو آدھے درم کا گوشت اپنے واسطے خریدنے کا حکم کرے پھر اسی طور سے اُس سے خریدے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دس درم کو ایک ہروی کپڑے کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اُسنے دو ہروی کپڑے دس درم میں خریدے کہ ہر ایک دس درم کا ہوتا ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک کوئی دونوں میں سے موکل کو لینا لازم نہو گا اور اگر اُسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ یہی ہے تو دونوں کو وہ کپڑا اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص گیہوں کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جسکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم دیا گیا ہے اگر اُسکو ثمن اشارہ کر کے اور نام لیکر دونوں طرح بتلایا اور مشارٌ الیہ اُسکے برخلاف نکلا جو اُسنے نام لیا تھا پس یا تو دونوں مشارٌ الیہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونوں خبردار تھے پس پہلی تین صورتوں میں وکالت اُس قسم سے متعلق ہوگی جو ثمن اُسنے نام لیکر تبلایا ہے تاکہ دونوں یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت میں مشارٌ الیہ سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ میں پہچان زیادہ ہوتی ہے اور اگر مشارٌ الیہ وہی جنس ہو جو اُسنے نام لیا ہے تو وکالت مشارٌ الیہ سے متعلق ہوگی ولیکن اگر اسمین وکیل کا ضرر ہو مثلاً بدون اسکی رضامندی کے ثمن اُسکے ذمہ مقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا نہو گا دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اسکے جو اس تھیلی میں ہے ہزار درم سے خرید دے اور تھیلی وکیل کو دیدی اُسنے ہزار درم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو اُسمیں ہزار دینار یا ہزار پیسے نکلے یا نو سو درم نکلے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونوں ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہے یا ایک ناواقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہے اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھکر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب باقی رہی تو اُس سے متعلق ہوئی تھی جو اُسنے نام لیا تھا یعنی ہزار درم سے اسی طرح اگر تھیلی میں ڈیڑھ ہزار درم نکلے اور موکل نے باندی ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے لیے ایک باندی ہزار درم کو نقد بیت المال سے جو اس تھیلی میں ہے خرید دے پس موافق حکم کے اُسنے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی میں ہزار درم غلہ کے نکلے یا یوں کہا کہ میرے واسطے ہزار درم غلہ کے عوض جو اس تھیلی میں ہے خرید دے اور اُسنے اسیطرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار درم نقد بیت المال تھیلی میں نکلے تو بھی خریداری موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر موکل نے ہزار درم وکیل کے سامنے تول دیے اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے باندی خریدی تو خریداری اُسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر انہیں درموں کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر وکیل کو اُسنے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو جو اس تھیلی میں ہیں خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ اُسمین تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہو گئی پھر وکیل نے ہزار درم کو ایک باندی موکل کے واسطے خریدی اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درم ستوق یا رصاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور اس صورت میں کہ دونوں تھیلی دینے کے وقت ناواقف تھے کہ اُسمین کیا ہے یا ایک نہیں واقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقوف کا علم نہ تھا اور اگر دونوں واقف تھے کہ اُسمین کیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کا وقوف تھا تو وکالت مشارٌ الیہ کے ساتھ متعلق ہوگی یہانتک کہ اگر اُسنے مشارٌ الیہ کے تلف ہونیکے بعد خریدی تو خریداری اُسکی ذات کیواسطے ہوگی اور اگر

وکیل ہوا اور اُسنے غلام کے دام اپنے صرف مین کر لیے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار
ہی اور اگر غلام خرید کر موکل کو دیدیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ مین لانے کے بعد دوسرے درم ادا کر دئے تو جائز ہی یہ
خلاصہ مین لکھا ہی- اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اُسنے آدھا خریدا پھر موکل نے باقی آدھا خریدا تو وکیل کا
آدھا موکل کے ذمہ لازم نہین ہوسکتا ہی اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہی پھر
اگر وہ آدھا جو موکل نے پہلے خریدا تھا استحقاق ثابت کر کے لیا گیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقی آدھا وکیل کا خریدا ہوا واپس
کر دے اور اگر موکل سب گھر مول لیوے پھر آدھا استحقاق مین لیا جاوے تو باقی واپس کر سکتا ہی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی
اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے آدھا خریدا تو خرید موقوف رہیگی اگر خصومت سے پہلے اُسنے باقی آدھا بھی
خرید دیا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے وکیل سے خصومت کی اور وکیل نے ہنوز
باقی نہین خریدا ہی اور قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم کیا پھر وکیل نے باقی خریدا تو بالاجماع وکیل کے ذمہ پڑیگا اور یہی حکم ہر چیز
مین ہی جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر یا عیب آجاتا ہی جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا کہ جس کے
ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہین ہی پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک
توقف نہوگا مثلاً سو درم ایک کر گیہون کیواسطے دیے اور وکیل نے آدھا کر پچاس درم کو خرید دیا تو جائز ہی اور اگر ایک ہزار درم دو
غلامون کے خریدنے کے واسطے دیے پس ایک پانچسو درم کو خریدا تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا- اسی طرح اگر ایک جماعت
غلامون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ایک خریدا تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین لکھا ہی- اور اگر دو معین غلامون
کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو خرید دے پھر اُسنے ایک غلام چھ سو درم کو خریدا تو موکل کو لازم نہوگا بشرطیکہ
ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خریدا ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خریدا ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی
دامون کو خرید دیا تو دونون موکل کو لینے پڑینگے یہ حاوی مین لکھا ہی- ایک شخص کو ایک گھر ہزار درم پر خریدنے کیواسطے
حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خریدا جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین
لکھا ہی اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار درم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور شریک
کے ساتھ بٹوارہ کر لیا تو خرید جائز ہی اور قسمت باطل ہی اور اگر ایسی چیز مین وکالت ہو جو ناپی یا تولی جاتی ہی تو خریدنا اور
بانٹنا سب جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اگر کسی نے ایک دار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے
ایسا دار جسمین عمارت نہتھی خرید لیا تو جائز ہی اسواسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ ایسا
میدان خریدا ہو جو اصل مین بنا ہوا تھا پھر خراب ہوگیا اور میدان ہوگیا اور اگر ایسا میدان خریدا جسپر کبھی عمارت ہی نہتھی
تو جائز نہین ہی کیونکہ وہ دار نہین کہلاتا ہی قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونون صورتون مین موکل کے ذمہ
لازم نہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف مین کسی صورت مین دار نہین کہلاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر دس رطل گوشت
ایک درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے بیس رطل ایک درم کو خریدا حالانکہ ایسا گوشت دس رطل ایک درم کو بکتا
ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسمین سے دس رطل آدھے درم کو موکل کو لینا پڑیگا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک
درم کو نہ بکتے ہون تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑیگا اور صاحبین نے کہا کہ بیسون رطل موکل کو لازم ہونگے بجائے واقعہ
مین ہی ایک شخص کو ایک ٹکڑا درم دیکر حکم کیا کہ اسمین سے کچھ کی سری اور کچھ کا گوشت خرید دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت

مین حیلہ یہ ہی کہ قصاب سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدھے درم کی روٹی خرید لا پھر یہ وکیل اُس سے آدھے درم کی روٹی اور آدھے درم کا گوشت خرید کرکے پورا درم اُسکو دیدے یا روٹی والے کو دیدے درم کا گوشت اپنے واسطے خریدنے کا حکم کرے پھر اسی طور سے اُس سے خریدے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دس درم کو ایک ہروی کپڑے کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اُسنے دو ہروی کپڑے دس درم مین خریدے کہ ہر ایک دس درم کا ہوتا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک کوئی دونون مین سے موکل کو لینا لازم نہوگا اور اگر اُسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ یہی ہی تو دونو کو وہ کپڑا اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص گیہوون کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ ان مسائل مین جسکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم کیا گیا ہی اگر اُسکو ثمن اشارہ کرکے اور نام لیکر دونون طرح بتلایا اور مشار الیہ اُسکے برخلاف نکلا جو اُسنے نام لیا تھا پس یا تو دونون مشار الیہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونون واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونون خبردار تھے پس پہلی تین صورتون مین وکالت اُس قسم سے متعلق ہوگی جو ثمن اُسنے نام رکھکر بتلایا ہی تاکہ دونون یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت مین مشار الیہ سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ مین پہچان زیادہ ہوتی ہی اور اگر مشار الیہ وہی جنس ہو جو اُسنے نام لیا ہی تو وکالت مشار الیہ سے متعلق ہوگی ولیکن اگر اسمین وکیل کا ضرر ہو مثلاً بدون اسکی رضامندی کے ثمن اُسکے ذمہ متقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا نہوگا۔ دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اسکے جو اس تھیلی مین ہی ہزار درم سے خرید دے اور تھیلی وکیل کو دیدی اُسنے ہزار درم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو اسمین ہزار دینار یا ہزار پیسے نکلے یا نوسو درم نکلے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونون ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہی یا ایک ناواقف تھا یا دونون واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہین جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہی اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھکر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب پائی گئی تو اُس سے متعلق ہوئی تھی جو اُسنے نام لیا تھا یعنی ہزار درم سے اسی طرح اگر تھیلی مین ڈیڑھ ہزار درم نکلے اور موکل نے باندی ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر یون کہا کہ میرے لیے ایک باندی ہزار درم کو نقد بیت المال سے جو اس تھیلی مین ہی خرید دے پس موافق حکم کے اُسنے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی مین ہزار درم غلہ کے نکلے یا یون کہا کہ میرے واسطے ہزار درم غلہ کے عوض جو اس تھیلی مین ہی خرید دے اور اُسنے اسیطرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار درم نقد بیت المال تھیلی مین نکلے تو بھی خریداری موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر موکل نے ہزار درم وکیل کے سامنے تول دیے اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے باندی خریدی تو خریداری اُسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر انھین درمون کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر وکیل کو اپنے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو جو اس تھیلی مین ہین خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ اسمین تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوگئی پھر وکیل نے ہزار درم کو ایک باندی موکل کے واسطے خریدی اور دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درم ستوق یا رصاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور اس صورت مین ہی کہ دونون تھیلی دینے کے وقت ناواقف تھے کہ اسمین کیا ہی یا ایک نہین واقف تھا یا دونون واقف تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقوف کا علم نہ تھا اور اگر دونون واقف تھے کہ اسمین کیا ہی اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کا وقوف تھا تو وکالت مشار الیہ کے ساتھ متعلق ہوگی [illegible] لیکن اگر اُسنے مشار الیہ کے تلف ہونے کے بعد خریدی تو خریداری اُسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر

دونون مین سے ایک نے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اُسی کا قول لیا جائیگا
اور اگر دونون نے راست بازی سے کہا کہ درم زیوف یا نبہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی پس اگر دونون کو تھیلی دینے کے
وقت وقوف نہوا یا صرف ایک نے جانا یا دونون نے جانا مگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل
کے ذمہ پڑیگی اور اگر زیوف درم موکل کے پاس بعینہ قائم ہون پھر اُسنے ایک باندی ہزار درم کھرے دیکر خریدی تو خریداری موکل
کے ذمہ ہوگی ولیکن اگر دونون نے تھیلی دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کی خبر ہی تو وکالت مشار الیہ سے
متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشار الیہ کے اُسنے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی دوسرے سے
کہا کہ یہ غلام خرید لے اور مال دیدیا تو عرف مین یہ وکیل کرنا ہی اگرچہ اُسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خرید دے یا اس مال کے عوض خرید دے
اور وکیل کو اپنے واسطے خریدنا روا نہین ہی اور اگر اپنے واسطے نیت کر لی تو بھی موکل کیواسطے ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر کسی غلام معین
یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکیل وموزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدا تو
بلا خلاف جائز نہین ہی اور اگر مکیل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل مین مذکور نہین ہی اور مشائخ نے
اسمین اختلاف کیا ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کے واسطے کسی قدر داموں معین کے عوض
حکم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کر لی پھر خریداری کے وقت گواہ کر لیے کہ مین اپنے واسطے خریدتا ہون پھر غلام کو مثل اس ثمن
مسمی کے عوض خریدا تو وہ موکل کے واسطے ہوگا اور اگر اس ثمن سے زیادہ کو یا دوسری جنس ثمن کے عوض خرید کیا تو اُسی کیواسطے
ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے خریدا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کے واسطے نہوگا اور یہ
حکم اسوقت ہی کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدون پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہی پس اگر دوسرے
موکل نے کوئی دوسرا ثمن بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار درم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا
اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدا تو دوسرے موکل کے واسطے ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر موکل نے کسی معین غلام
کے خریدنے کا حکم کیا اور ثمن بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے درم یا دینار سے خریدا تو موکل کیواسطے ہوگا اگرچہ اپنے لیے نیت کی
یا تصریح کر دی ہو اور اگر سوائے درم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدا تو ہمارے علماء کے نزدیک اسی کے واسطے ہوگا اور
اگر وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اسکو پہلے وکیل کے واسطے خریدا تو پہلے
کے واسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کے واسطے ہونے کی اس صورت مین یہی صورت ہو سکتی ہی کہ پہلا وکیل دوسرے
سے یہ کہدے کہ میرے واسطے خرید کر یا یہ خرید کر اور اگر یون کہا کہ میرے موکل فلان کے واسطے خرید کر اور دوسرے وکیل
نے خریدا تو دوسرے وکیل کے واسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کے واسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور مین خریدا پس
اگر مثل اس ثمن کے عوض خریدا جو پہلی توکیل مین بیان ہوا ہی یا اس سے کمتر پر خریدا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور
اگر پہلے ثمن سے زیادہ پر یا دوسری جنس کے عوض خریدا تو پہلے وکیل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل
سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اُسنے پہلے کی غیبت مین مثل ثمن مذکور کے
عوض خریدا تو پہلے موکل کے واسطے ہوگا پہلے وکیل کے واسطے نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے
واسطے فلان شخص کی باندی خرید دے اُسنے ہان کہا پس نہ کچھ کہا اور جا کر خرید لی پھر اگر کہا کہ مین نے موکل کے لیے خریدی تو
اسکی ہوگی اور اگر کہا کہ اپنے لیے خریدی تو اپنے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے خریدی اور موکل کے لیے یا اپنے لیے

کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلان موکل کے لیے خریدی ہی پس اگر یہ قول باندی کے ہلاک ہونے یا اسمین عیب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو اسکی تصدیق کیجائیگی اور اگر ہلاک یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہی کسی شی معین کے خریدنیکے وکیل نے اگر اسکو خریدا پھر موکل نے اسکے بعد خواہش نہکی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہوسکیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ فلان غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خریدلے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے جاکر خریدا اور گواہ کرلیے کہ مین نے اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو موافق شرط کے دونون مین مشترک ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خریدلے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ملکر یہی کہا اور وکیل نے قبول کرلیا پھر تیسرا شخص وکیل سے ملا اور اُسنے بھی مثل پہلے کے اُس سے کہا اور اُسنے قبول کرلیا پھر وکیل نے وہ غلام خریدا پس اگر تیسرے کی وکالت کو وکیل نے دونون پہلے موکلون کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے دونون کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بدون پہلے دونون کی موجودگی و علم کے خریدا تو فقط پہلے دونون مین نصف نصف مشترک ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک معین غلام کو پانچسو درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ اسکو ملاکر ہزار درم کو ایک ہی صفقہ مین خریدا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دونون وکیل کے ہونگے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم نہوگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونون مین وہ ہوگا جسکو اُسنے معین کردیا تھا بشرطیکہ اُسکا حصہ ثمن پانچسو درم یا کم ہو اور یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ موکل نے وکیل کرتے وقت ثمن بیان کردیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالاجماع جائز ہے بشرطیکہ جو غلام موکل کے واسطے خریدا ہی اُسکا حصہ ثمن اُسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زائد ہو کہ جسقدر خسارہ ایسے معاملہ مین لوگ برداشت کرلیتے ہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان شی معین اسقدر ثمن کو خریدے اُسنے اسی قدر ثمن کو خریدی یہانتک کہ خرید موکل کے واسطے ہوگئی پھر اسمین کوئی عیب پاکر بائع کو واپس کردی پھر چاہا کہ اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بحکم قاضی یا قبضہ سے پہلے بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہوا تو وکیل اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہی ہان اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اُس ثمن سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو ہوسکتا ہی اور اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس ثمن سے چاہے خریدلے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ایک ہزار ایک سو درم کو خریدا پھر بائع نے سو درم ثمن مین سے کم کردیے تو غلام مشتری کا ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی

فصل غیر معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل مین اختلاف ہونے کے بیان۔ ایک نے دوسرے کو ایک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو اسی واسطے وکیل کیا اور دونون نے اسکو دام دیدیے پس اُسنے ایک غلام خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کی نیت سے اسکو خریدا ہی تو اُسکا قول مقبول ہوگا کہ دونون مین سے ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام مین آدھا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُس نے خریدا اور دونون ثمن ایک ہی جنس کے ہین اور اُسنے کہا کہ مین نے فلان کے واسطے نیت کی ہی تو اُسکا قول لیا جائیگا اور اگر ثمن دونون سے جدا جدا ایک نے ہزار درم کہا اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام ہزار درم کو موکل کی طرف سے خریدا تو خریداری وکیل کی ذات کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے کوئی غلام خریدا پس یا تو عقد بیع مین ثمن معین کی طرف اضافت کی یا مطلق ... پس اگر ثمن معین

دونوں میں سے ایک نے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائیگا
اور اگر دونوں نے راست بازی سے کہا کہ درم زیوف یا نبہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے پس اگر دونوں کو تسلیم دینے کے
وقت وقوف نہوا یا صرف ایک نے جانا یا دونوں نے جانا مگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل
کے ذمہ پڑیگی اور اگر زیوف درم موکل کے پاس بعینہ قائم ہوں پھر اسنے ایک باندی ہزار درم کھرے دیکر خریدی تو خریداری موکل
کے ذمہ ہوگی ولیکن اگر دونوں نے تسلیم دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کی خبر ہو تو وکالت مشارالیہ سے
متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشارالیہ کے اسنے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے دوسرے سے
کہا کہ یہ غلام خریدلے اور مال دیدیا تو عرف میں یہ وکیل کرنا ہے اگرچہ اسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خرید دے یا اس مال کے عوض خریدکر
اور وکیل کو اپنے واسطے خریدنا روا نہیں ہے اور اگر اپنے واسطے نیت کرلی تو بھی موکل کیواسطے ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی غلام معین
یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکیل وموزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدا تو
بلاخلاف جائز نہیں ہے اور اگر مکیل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے
اسمیں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کے واسطے کسی قدر داموں معین کے عوض
حکم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کرلی پھر خریداری کے وقت گواہ کرلیے کہ میں اپنے واسطے خریدتا ہوں پھر غلام کو مثل اس ثمن
مسمی کے عوض خریدا تو وہ موکل کے واسطے ہوگا اور اگر اس ثمن سے زیادہ کو یا دوسری جنس ثمن کے عوض خرید کیا تو اسی کیواسطے
ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے خریدا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کے واسطے نہوگا اور یہ
حکم اسوقت ہے کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدون پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہو پس اگر دوسرے
موکل نے کوئی دوسرا ثمن بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار درم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا
اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدا تو دوسرے موکل کے واسطے ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے کسی معین غلام
کے خریدنے کا حکم کیا اور ثمن بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے درم یا دینار سے خریدا تو موکل کیواسطے ہوگا اگرچہ اپنے لیے نیت کی
یا تصریح کردی ہو اور اگر سوائے درم ودینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدا تو ہمارے علماء کے نزدیک اسی کے واسطے ہوگا اور
اگر وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اسکو پہلے وکیل کے واسطے خریدا تو پہلے
کے واسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کے واسطے ہونے کی اس صورت میں یہی صورت ہوسکتی ہے کہ پہلا وکیل دوسرے
سے یہ کہدے کہ میرے واسطے خرید کر یا یہ خرید کر اور اگر یوں کہا کہ میرے موکل فلان کے واسطے خرید کر اور دوسرے وکیل
نے خریدا تو دوسرے وکیل کے واسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کے واسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور میں خریدا پس
اگر مثل اس ثمن کے عوض خریدا جو پہلی توکیل میں ہے یا اس سے کم پر خریدا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور
اگر پہلے ثمن سے زائد پر یا دوسری جنس کے عوض خریدا تو پہلے وکیل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل
سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اسنے پہلے کی غیبت میں مثل ثمن مذکور کے
عوض خریدا تو پہلے موکل کے واسطے ہوگا پہلے وکیل کے واسطے نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے
واسطے فلاں شخص کی باندی خرید دے اسنے ہاں یا نہیں کچھ نہ کہا اور جاکر خرید لی پس اگر کہا کہ میں نے موکل کے لیے خریدی تو
اسکے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ اپنے لیے خریدی تو اپنے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے خریدی اور موکل کے لیے یا اپنے لیے

کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلان موکل کے لیے خریدی ہے پس اگر یہ قول باندی کے ہلاک ہونے یا اسمین عیب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو تصدیق کیجائیگی اور اگر ہلاک یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہے کسی شی معین کے خریدنے کے وکیل نے اگر اسکو خریدا پھر موکل نے اسکے بعد خواہش نہ کی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہو سکیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ فلان غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خریدے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے جاکر خریدا اور گواہ کر لیے کہ مین نے اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو موافق شرط کے دونون مین مشترک ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خریدے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ملکر یہی کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا شخص وکیل سے ملا اور اسنے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اسنے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خریدا پس اگر تیسرے کی وکالت کو وکیل نے دونون پہلے موکلون کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے دونون کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بدون پہلے دونون کی موجودگی و علم کے خریدا تو فقط پہلے دونون مین نصف نصف مشترک ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک معین غلام کو پانچسو درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ اسکو ملاکر ہزار درم کو ایک ہی صفقہ مین خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون وکیل کے ہونگے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونون مین وہ ہوگا جسکو اسنے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اسکا حصہ ثمن پانچسو درم یا کم ہو اور یہ اختلاف اسوقت ہے کہ موکل نے وکیل کرتے وقت ثمن بیان کر دیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالاجماع جائز ہے بشرطیکہ جو غلام موکل کے واسطے خریدا ہے اسکا حصہ ثمن اسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زائد ہو کہ جسقدر خسارہ ایسے معاملہ مین لوگ برداشت کر لیتے ہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان شی معین اسقدر ثمن کو خریدے اسنے اسی قدر ثمن کو خریدی یہانتک کہ خرید موکل کے واسطے ہوگئی پھر اسمین کوئی عیب پاکر بائع کو واپس کر دی پھر چاہا کہ اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بحکم قاضی یا قبضہ سے پہلے بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہوا تو وکیل اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہے ہان اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اس ثمن سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو ہو سکتا ہے اور اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس ثمن سے چاہے خرید لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے ایک ہزار ایک سو درم کو خریدا پھر بائع نے سو درم ثمن مین سے کم کر دیے تو غلام مشتری کا ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

فصل غیر معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل مین اختلاف ہونے کے بیان۔ ایک نے دوسرے کو ایک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو اسی واسطے وکیل کیا اور دونون نے اسکو دام دیدیے پس اسنے ایک غلام خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کی نیت سے اسکو خریدا ہے تو اسکا قول مقبول ہوگا دو شخصون مین سے ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام میں آدھا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے خریدا اور دونون ثمن ایک ہی جنس کے ہین اور اسنے کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے نیت کی ہے تو اسکا قول لیا جائیگا اور اگر ثمن دونون سے جدا ہون مثلاً ایک نے ہزار درم کو اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام [illegible] کو خرید کر کہا کہ موکلون کی نیت سے خریدا تو خریداری وکیل کی ذات کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے ایک غلام خریدا پس اگر عقد بیع مین ثمن معین کی طرف نسبت کی یا عقد مطلق کر کے ثمن بیان کیا پس اگر ثمن معین

بیان کیا تو بیع اس ثمن والے کو ملیگی اگرچہ نیت اُسکی برخلاف ہو اور اگر مطلق ثمن بیان کیا پس یا تو نقد دینا قرار پایا یا اُدھار میعادی ہی پس اگر نقد فی الحال ہی تو اس صورت مین یا کسی کے واسطے نیت کرنے کا یا عدم نیت کا دونون نے سچا اقرار کیا یا دونون نے اختلاف کیا پس اگر کسی کے واسطے نیت کرنے کا دونون نے اقرار کیا تو بیع اُسی کو ملیگی اور اگر نیت مین اختلاف کیا تو جسکا مال نقد دیا ہی اُسی کے واسطے ہوگی اور اگر عدم نیت پر اتفاق کیا تو امام محمد رح کے نزدیک عقد کرنے والے کو ملیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال جو ادا کیا ہی وہی حاکم ہو جائیگا پس جسکا مال ادا کیا اُسی کو ملیگی اور اگر ثمن میعادی ہو تو بیع وکیل کو ملیگی۔ اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے غلام کو خریدا کہ اُسکو موکل نے کبھی دیکھا ہی اور وکیل نے دیکھا نہین ہی تو وکیل کے واسطے خیار رویت باقی رہیگا اور اگر غیر معین غلام خریدنے کا وکیل کیا گیا پس اُسنے ایسا غلام خریدا کہ جسکو اُسنے دیکھا ہی تو وکیل و موکل دونون کے واسطے خیار رویت حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ کسی نے ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام دیدیے پس وکیل نے خرید دی اور موکل نے کہا کہ تو نے پانچسو درم کو خریدی ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے ہزار درم کو خریدی ہی تو وکیل کا قول لیا جائیگا بشرطیکہ باندی ہزار کی قیمت کی ہو اور اگر پانچسو درم قیمت کی ہو تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر موکل نے اُسکو دام نہین دیے ہین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو موکل کا قول لیا جائیگا اور باندی وکیل کے ذمہ پڑیگی مگر پہلے دونون ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھائینگے یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر کسی معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدی پھر وکیل اور موکل مین اختلاف ہوا وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا اور مین نے تیرے حکم کے موافق خریدی اور موکل نے کہا کہ مین نے پانچسو درم کو خریدنے کے واسطے حکم کیا تھا اور تو نے ہزار درم کو اپنے واسطے خریدی ہی تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور باہم دونون سے قسم نہ لیجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر خاص اس غلام کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے خریدا پس وکیل نے کہا کہ مین نے ہزار درم کو خریدا ہی اور بائع نے اسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ پانچسو درم کو خریدا ہی تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اسی کو شیخ ابو منصور رح نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ قسم نہ لیجائیگی اور اسی کو فقیہ ابو جعفر رح نے اختیار کیا ہی اور ظاہر اپہلا ہی قول صحیح ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لیے اپنا بھائی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے خریدا پس موکل نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہین ہی تو قسم لیکر اُسکا قول لیا جائیگا اور بیع وکیل کے ذمہ پڑیگی اور غلام آزاد ہو جائیگا کیونکہ اُسکے اقرار پر موکل کا بھائی اور اُسکی طرف سے آزاد ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر دوسرے کو ایک ہندی غلام خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے موافق حکم موکل کے ہندی غلام خریدا پس موکل کے پاس اُسکو لایا اور موکل نے کہا کہ یہ تو میرا غلام ہی مجھسے فلان شخص نے غصب کر لیا تھا اور وکیل نے کہا کہ یہ فلان شخص کا غلام ہی مین نے تیرے واسطے خریدا ہی پس اُسکی دو صورتین ہین اگر وکیل کو ثمن دیا گیا ہی تو موکل کا قول قبول نہوگا اور اگر نہین دیا ہی تو اُسکا قول لیا جائیگا کہ وکیل کو یہ اختیار نہین ہی کہ جبتک اپنے دعوی پر گواہ نہ لاوے موکل سے ثمن لے لیوے اور اگر اُسنے گواہ سنائے تو اُسکا دعوے مقبول ہوگا اور اگر موکل نے بھی غلام اپنی ملک ہونے کے گواہ سنائے تو وکیل کی گواہی مقدم رکھی جائیگی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم کسی غلام کے خریدنے کے واسطے دیے پھر وکیل ایک غلام لایا اور کہا کہ مین نے اسے ہزار درم کو خریدا ہی اور موکل نے کہا کہ تو نے اسکو نہین خریدا ہی اور مین نے تجھکو وکالت سے برطرف کر دیا پس جسکے واسطے کوئی چیز نہ خریدنا تو وکیل کا قول مقبول ہی اسی طرح اگر یون کہا کہ مین نے تیرے لیے اس شخص سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر لیا تھا پھر وہ مر گیا تو جانتے ہو اور ہزار درم

ف یعنی ... ۱۲

ف مقبول یعنی یہ غلام موکل کا ... لازم ہزار درم ... کا دعوی وکیل مقبول ہوگا ... ۱۲

اُسکو دلائے جاوینگے اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے تیرے پیسے ہزار درم کو ایک غلام ایک شخص سے خریدا اور کسی ایسے شخص کو نہ بتلایا جو پہچانا جاوے پس موکل نے کہا کہ تو نے میرے واسطے کچھ نہین خریدا ہی اور مین نے تجھکو وکالت سے برطرف کیا تو وکالت سے خارج ہو جائیگا پس اگر اسکے بعد کسی خاص شخص کا نام لیا تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ غلام ہزار درم کو فلان شخص کے مال سے خریدا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے تجھے اسواسطے حکم کیا تھا پھر اُسنے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہین دیا تھا بلکہ مین نے تیرے ہزار درم غصب کر کے اُسکا یہ غلام خرید دیا تو دونون کے مالک کا قول لیا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے دو ہزار درم کو خرید کر موکل کے پاس بھیجدی اور اُسنے اُسکو ام ولد بنایا پھر وکیل نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم کو خریدی تھی پس اگر وکیل نے اُسکو بھیجدینے کے وقت یہ کہا کہ یہ وہی باندی ہی جسکے خریدنے کے واسطے تو نے مجھے وکیل کیا تھا اور مین نے تیرے پیسے خریدکر دی ہی پھر کہا کہ دو ہزار کو خریدی ہی تو اُسکی بات کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر گواہ پیش کیے تو سماعت نہوگی اور اگر وقت ارسال کے کچھ نہین کہا تھا پھر دو ہزار درم پر خریدنے کا دعوے کیا تو اُسکا قول لیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی مع عقر اور بچہ کی قیمت کے موکل سے واپس کر لے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کے واسطے ہزار درم دیے اور کہدیا کہ اپنے پاس سے پانچسو درم تک زیادہ بڑھا دے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے ڈیڑھ ہزار درم کو خریدی ہی اور موکل نے کہا کہ ایکہزار کو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور پہلے وکیل کی طرف سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو باندی کی ایک تہائی وکیل کی اور دو تہائی موکل کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر وکیل نے کہا کہ مین نے یہ چیز موکل کیواسطے خریدی ہی اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدی ہی پس اگر کسی خاص معین غلام کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے اُسکے خریدنے کی خبر دی ہو اور غلام زندہ موجود ہو تو بالاجماع وکیل کا قول لیا جائیگا خواہ ثمن نقد دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر خبر دینے کے وقت غلام مر چکا ہو اور کہا کہ بعد خریدنے کے غلام مر گیا اور وکیل نے انکار کیا پس اگر ثمن نقد ادا نہین کیا ہی تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر نقد دیا ہو تو قسم لیکر وکیل کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر غلام غیر معین خریدنے کا وکیل کیا اور غلام زندہ موجود ہی پس وکیل نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے خریدا ہی اور موکل نے کہا کہ بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہی پس اگر ثمن نقد دیا تو وکیل کا قول اور اگر نہین دیا تو موکل کا قول امام اعظم رح کے نزدیک لیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر غلام مر گیا ہو پس اگر ثمن نقد دیا ہی تو وکیل کا قول اور اگر نہین دیا ہی تو موکل کا قول لیا جائیگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اُسکی باندی یا کوئی چیز معین خرید دے پس وہ دام وکیل کے پاس تلف ہو گئے پھر اُسنے خریدی تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور اگر بعد خریدنے کے دام دینے سے پہلے تلف ہو گیے پس اگر وکیل کے پاس تلف ہوے تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اسیقدر موکل سے لیلیگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ خریداری سے پہلے یا بعد تلف ہو جانے پر دونون مین اتفاق ہو اور اگر اختلاف ہو تو موکل کا قول اُسکی دانست پر قسم لیکر معتبر ہوگا اور اگر درم تلف نہ ہوے یہانتک کہ وکیل نے ادا کر دیے پھر ایک نے استحقاق ثابت کر کے بائع کے قبضہ سے لے لیے تو بائع وکیل سے اور وکیل موکل سے پھر اسی قدر وصول کر لیگے اور اگر بعد خریداری کے وکیل کے پاس تلف ہو گیے اور اُسنے موکل سے پھر وصول کر لیے پھر دوسری بار بھی وہ وکیل کے قبضہ مین تلف ہوے تو موکل سے پھر وصول نہین کر سکتا ہی اسی طرح اگر خریدنے کے بعد بھی اُسنے موکل سے ہزار درم ابتدا مین وصول کیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہو گیے تو موکل

سے نہیں لے سکتا ہی اور بائع کو اپنے پاس سے ادا کریگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ انکا ایک غلام خرید دے پھر وکیل درمون کو اپنے گھر رکھکر بازار گیا اور جاکر موکل کے لیے ایک غلام خرید کرکے اپنے گھر بائع کے ساتھ لایا تاکہ بائع کو وہ درم دیدے جاکر دیکھا تو درم کوئی شخص چرا لے گیا تھا اور غلام اُس کے گھر مین مر گیا پھر بائع نے اُس سے دام مانگے اور موکل نے غلام مانگا تو مشائخ نے فرمایا کہ وکیل موکل سے دام لیکر بائع کے سپرد کرے اور پہلے دام اور غلام وکیل کے پاس امانت مین ضائع ہوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ گواہون سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اُسنے غلام خریدا تھا اور وہ مر گیا اور اگر صرف اُسکے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس امر مین اُسکی تصدیق کیجائیگی کہ اُسپر ضمان نہیں ہی اور اسکی تصدیق نہ کیجائیگی کہ موکل دوبارہ دام دیوے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ایک باندی خریدنے کیواسطے دیے اور اُسنے خریدی پھر وکیل نے وہ درم زیوف یا نبہرہ یا ستوق یا رصاص پائے اور بائع کو دینے لایا اور اُسنے نہ لیے پھر وہ وکیل کے پاس ضائع ہو گیے تو موکل کا مال گیا اور وکیل موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع کو دیگا اور اگر بائع نے وہ درم وکیل سے لیکر ایسے پائے اور وکیل کو پھیر دیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوے پس اگر اُسنے زیوف یا نبہرہ پاکر واپس کیے تھے تو تلف ہونا وکیل کے ذمہ ہوگا پھر وہ ہزار درم کھرے اپنے پاس سے ڈانڈ دیگا اور موکل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر ستوق یا رصاص پاکر واپس کیے تو تلف ہونا موکل کے ذمہ پڑیگا اور وہ موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع کو دیگا اور اگر کھرے لینے کے بعد اُسکے پاس تلف ہو گیے تو وکیل کا مال گیا پھر موکل سے نہیں لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے اور وکیل نے خریدی اور ہنوز نہ اُسپر قبضہ کیا تھا اور نہ درم دیے تھے کہ موکل نے اُسکو دام دیے کہ جاکر ادا کر دے پھر وکیل نے ثمن تلف کر دیا اور وہ تنگدست ہی تو بائع کو اختیار ہی کہ ثمن وصول کرنیکے عوض باندی کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہی کہ موکل سے مواخذہ کرے اور وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر موکل نے دوبارہ ثمن دیدیا حالانکہ اُسپر دینا واجب نہیں ہی تو وہ باندی لے لیگا اور بائع انکار نہیں کر سکتا ہی پھر موکل وکیل سے اپنے درم واپس کریگا اور اگر موکل نے درم نہ دیے تو بالاتفاق قاضی اُس باندی کو درمون کے عوض فروخت کریگا اگر بائع اور موکل راضی ہون اور اگر دونون یا موکل راضی نہوا تو بھی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور جب قاضی نے اُسکو فروخت کیا اور دوسرے ثمن مین بہ نسبت پہلے کے زیادتی ہی تو وہ موکل کو ملیگی اور اگر نقصان ہو تو بائع اپنا نقصان وکیل سے لیگا نہ موکل سے پھر موکل بائع سے اپنے درم جو اُسنے دیے ہین واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ان ہزار درمون کی ایک باندی خرید دے اور درم دکھلا کر اُسکو دیے نہین ہین یہانتک کہ وہ درم چوری گیے پھر وکیل نے باندی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر چوری نہ گیے لیکن موکل نے اُسکو اپنی ضرورت مین خرچ کر ڈالا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر موکل نے وکیل کو دیدیے اور اُسکے پاس سے چوری گیے تو اُسپر ضمان نہیں ہی پھر اگر اُسکے بعد وکیل نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی خواہ وکیل کو درم تلف ہونے کی خبر ہو یا خبر نہو اور اگر اُسکو ہزار درم دیکر باندی خریدنے کا حکم کیا پھر اُنمین سے پانچسو درم وکیل کے پاس تلف ہو گیے اور پانچسو باقی رہے پھر وکیل نے ایک باندی خریدی اور ہزار درم ثمن ہی تو وکیل کی ہوگی اور اگر پانچسو درم کو خریدی پس اگر پانچ سو درم قیمت کی ہی تو وکیل کی ہوگی اور اگر ہزار درم قیمت کی ہی یا اسقدر کم ہی کہ لوگ اتنا خسارہ اُٹھا لیتے ہین تو موکل کی ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دوسرے کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپ کو میرے واسطے اپنے مالک سے خرید لے اور غلام

نے قبول کیا پھر اپنے مالک کے پاس جاکر اپنے آپ کو خریدا پس اگر اُسنے یہ کہا کہ مجھے میرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کردے اُسنے فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو وہ آزاد ہی اور اُسپر ہزار درم واجب ہونگے اور اُس کی ولاء اسکے مالک کو ملیگی اسی طرح اگر کلام کو مطلق چھوڑا کہ مجھے فروخت کردے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ مجھے فلان شخص کے واسطے ہزار درم پر فروخت کردے اُسنے فروخت کیا اور غلام نے خریدا تو وکالت صحیح اور بیع موکل کی ہوگی اور مال غلام کی گردن پر ہوگا کہ اُسکو موکل سے لیگا اور اگر بائع نے ثمن کے عوض غلام کو روکنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا پس اگر موکل نے اُسمین عیب پاکر بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر یہ عیب خرید کے روز غلام کو معلوم تھا تو واپس نہین ہوسکتا ہی اور اگر غلام اس عیب کو نہین جانتا تھا تو واپس کرسکتا ہی اور وہی والی خصومت اس غلام کا ہی اور غلام کو اختیار تھا کہ بدون موکل کی راے دریافت کرنے کے واپس کرے اور اگر اپنے آپ کو مالک سے موکل کے واسطے ہزار درم کو عطیہ و صول ہونے کے وعدہ پر خریدا تو عقد فاسد ہی اور اگر عقد بیع کے بعد غلام مرگیا تو موکل اُسکی قیمت جہانتک پہونچتی ہو ادا کریگا اور اگر غلام نہ مرا ولیکن بائع نے اُسکو اپنے کسی کام مین لگایا تو یہ نقض بیع ہی یہانتک کہ اگر پھر مرگیا تو بائع کا مال گیا اور اگر غلام نے اپنے نفس کو موکل کیواسطے ایکہزار درم کو بوعدہ عطیہ یعنی میعاد مجہول کے یا کسی میعاد معروف کے خریدا اور موکل نے ہزار کا حکم دیا تھا تو بیع کے وقت سے آزاد ہی یہ محیط مین ہی اگر غلام نے کسی کو اپنی ذات کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو اُسکے مالک سے خریدے اور وکیل کو ہزار درم دیدیے پس وکیل نے خریدنے کیوقت اُسکے مالک سے کہا کہ مین تیرا غلام تجھسے اسی کے واسطے خریدتا ہون اور اُسنے فروخت کردیا تو وہ آزاد ہوگیا اور اُسکی ولاء اُسکے مالک کو ملیگی اور اگر خریدنے کا نام لیا اور کسی کو بیان نہ کیا تو غلام وکیل کی ملک ہوگا اور ہزار درم جو وکیل سے لیے ہین مولے کو مفت ملینگے اور مشتری یا غلام پر ہزار درم ثمن یا بدل عتق کے واجب ہونگے اور اس صورت مین کہ وکیل نے کسی کو بیان نہ کیا تو مالک مشتری سے ہزار درم لیگا کیونکہ وہی عاقد و مالک غلام ہی اور اگر بیان کردیا کہ غلام کیواسطے اُسکو خریدتا ہون تو امام محمد رح نے فرمایا کہ غلام آزاد ہوجائیگا اور مال غلام پر واجب ہوگا نہ وکیل پر اور یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر ایسا غلام مدبر ہو تو وہ خریدنیکے وقت سے آزاد ہوجائیگا خواہ وکیل نے مطلقاً خریدا ہو یا اپنی طرف نسبت کیا ہو یا مدبر کی طرف منسوب کیا ہو اور اگر مال کو عطیہ وصول ہونے تک اُدھار رکھا ہو تو اُسی وقت ملیگا اور سب صورتون مین مال غلام آزاد پر ہوگا اور کسی صورت مین وکیل پر نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی خریداری کے وکیل نے اگر مبیع مین کچھ عیب پایا تو بدون دریافت راے موکل کے واپس کرسکتا ہی بشرطیکہ وہ چیز اسی کے قبضہ مین موجود ہو یہ خلاصہ مین ہی خریداری کے وکیل نے اگر مبیع موکل کے سپرد کردی پھر بائع کے پاس اگر عیب مین جھگڑا کیا تو واپس نہین کرسکتا ہی ولیکن اس امر کے گواہ سُنائے کہ موکل نے واپس کرنیکا حکم دیا ہی تو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر موکل نے مبیع پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وکیل نے اسمین عیب پایا پھر واپس کرنیکا حکم موکل نے اُسکو دیا پس وکیل عیب پر راضی ہوگیا اور بائع کو اُس عیب سے بری کردیا تو موکل کو اختیار ہی چاہے مبیع کو اُس عیب کے ساتھ قبول کرلے اور کچھ اُسکو نہ ملیگا یا وکیل کے ذمہ ڈالے اور اپنا ثمن واپس کرلے پس اگر موکل نے ہنوز باندی کا لینا یا وکیل کے ذمہ ڈالنا کچھ نہین اختیار کیا تھا یہانتک کہ باندی وکیل کے پاس مرگئی تو اُسکا مال گیا اور موکل وکیل سے بقدر حصہ عیب کے واپس لیگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر باندی نہ مری ولیکن کانی ہوگئی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اُسکو اختیار رہوگا کہ وکیل سے اُسقدر حصہ نقصان عیب کی قیمت جسپر وہ راضی ہوگیا ہی واپس لے اور اگر کانی نہوئی اور موکل نے وکیل کے ذمہ ڈالنا اختیار کیا اور اُسکے ذمہ ڈالی اور ثمن وصول کرلیا پھر وکیل نے اُسمین سواے اُس عیب کے جسپر وہ راضی ہوا ہی دوسرا عیب پایا اور یہ عیب بائع کے پاس کا ہی تو اس عیب کیوجہ سے

اُسکو نہ موکل نہ بائع کسی کو واپس نہیں دے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ خریداری کے وکیل نے اگر مبیع مین عیب پاکر اُسپر راضی ہوکر قبضہ کیا پس اگر وہ عیب مثلاً اندھے ہونے وغیرہ کے مثل استہلاک نہیں ہی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر ایسا عیب ہی کہ بمنزلہ ہلاک کے شمار ہی کہ ویسا نقصان لوگ نہیں برداشت کرتے ہین تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور وکیل کے ذمہ ڈال سکتا ہی اور یہ صاحبین رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتین یکسان ہین اور اگر باینہمہ عیب اُسکی قیمت اسقدر ہو کہ جتنے کو خریدی ہی یا اتنا نقصان ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کے حکم سے اُسکے لیے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین عیب پایا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا پس موکل نے کہا کہ چونکہ تو نے عیب سے بری کر دیا اسلیے مین نے اسکو تیرے ذمہ ڈالا اور وکیل نے قبول نہ کیا تو بدون حکم قاضی کے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر قاضی نے حکم دیدیا تو ایسا ہی گویا اُسنے موکل سے اسکو خریدا ہی پھر اگر اُسنے دوسرا عیب پایا تو بدون اسکے کہ پہلے موکل کو واپس کرے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر خریداری کے وکیل کے پاس خریدی ہوئی باندی موجود ہی اور اُسنے عیب کی وجہ سے واپس کر دینی چاہی اور بائع نے دعوی کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہوگیا ہی تو بدون گواہی کے مقبول نہوگی اور اگر یہ قسم دلانا چاہے کہ موکل کے راضی ہونیکو وکیل جانتا ہی تو بائع کو یہ اختیار نہین ہی پس اگر بائع کے پاس موکل کے عیب پر راضی ہونے کے گواہ نہون اور وکیل نے باندی واپس کر دی پھر موکل نے حاضر ہوکر رضامند ہونے کا دعوی کیا اور باندی لینا چاہی اور بائع نے انکار کیا اور کہا کہ قاضی نے بیع توڑ دی اب تو نہین لے سکتا ہی تو قاضی اس قول کی طرف التفات نہ کرکے باندی موکل کو دلائیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صرف امام محمد رح کا ہی اور بعض نے کہا کہ نہین سب کا یہی قول ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے باندی واپس کرکے ثمن لے لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو وکیل کا مال گیا اور وہ اُسی قدر مال موکل کو ڈانڈ دیگا پھر اگر بائع کی تصدیق موکل نے اس امر مین کی کہ مین عیب پر راضی ہوا اور باندی پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اپنے پاس سے ثمن دیگا اور خود ہی ثمن ادا کرے گا اور باندی پر قبضہ کریگا اور موکل کو یہ اختیار نہین ہی کہ بائع سے کہے کہ ایک مرتبہ تو نے وکیل سے ثمن وصول کرنے کا اقرار کیا ہی اور دوسری بار مجھسے لے نہین سکتا ہی پھر اگر موکل نے اُسمین دوسرا عیب پایا تو خود ہی خصومت کرنے اور واپس کرنے کا متولی ہوگا اور اگر بعد قاضی کے بیع فسخ کرنے اور وکیل کے باندی واپس کرنے کے وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہوگیا تھا تو بائع کو اختیار ہی کہ چاہے باندی رہنے دے یا وکیل کو پھیر دے اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ مین عیب پر راضی ہوگیا ہون تو باندی موکل کی ہوگی کہ وکیل بائع سے لیکر اُسکے سپرد کرے اور بائع کا ثمن وکیل پر ہوگا اگر وکیل نے باندی واپس کرتے وقت بائع سے ثمن وصول کر لیا ہو وسے اور اگر باندی مین دوسرا عیب نکلا تو وہی اُسکا مخاصم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کو ایک باندی خریدنے کا حکم دیا اور وکیل نے خریدی اور قبضہ نکیا تھا تک کہ اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور موکل اس عیب پر راضی ہوگیا تو یہ جائز ہی اور اگر موکل نے عقد بیع کو توڑ دیا تو اُسکے توڑنے سے کچھ کام نہین چلتا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ خریداری کے وکیل نے اگر ہزار درم کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت تین ہزار درم ہی پھر اسمین عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر خیار رویت یا خیار شرط مین ایسا ہوا تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی غیر معین غلام خریدنے کے وکیل نے اگر ایسا غلام خریدا کہ جس مین ایک عیب ہی کہ جسکو موکل جانتا ہی اور وکیل کو اسکا علم نہین ہی تو وکیل اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ خریداری کا وکیل اگر مر گیا پھر موکل نے مبیع مین کچھ عیب پایا تو وکیل کا وارث یا وصی اُسکو واپس کرے اور اگر اُسکا وارث یا وصی نہو تو موکل

خود واپس کرے گا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ خریداری کے وکیل سے ثمن کا مطالبہ اُسکے ذاتی مال سے کیا جائےگا اگرچہ ہنوز موکل نے اُسکو نہ دیا ہو اور وکیل کو اختیار ہی کہ موکل سے ثمن لے لیوے اگرچہ اپنے مال سے اُس نے ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اُسکو اختیار ہی کہ جسقدر دام اُسنے دیے ہین اُنکو وصول کرنے کے واسطے مبیع کو موکل کو دینے سے روک لے اور اگر روک لینے سے پہلے مبیع وکیل کے پاس ہلاک ہوگئی تو موکل کا مال گیا اور وکیل پر ضمان نہین ہی اور اگر بعد روکنے کے تلف ہوئی تو ثمن کے عوض گئی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر وکیل نے دام نہ ادا کیے اور بائع نے اُسکو مبیع سپرد کردی تو اس صورت مین بھی وکیل کو روکنے کا اختیار ہی کہ موکل کو دام لینے سے پہلے نہ دیوے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ اِسکو یہ اختیار ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ خرید کے وکیل نے اگر ثمن اپنے پاس سے ادا کر دیا پھر موکل اُسکو دوسرے شہر مین ملا اور مبیع اُس کے پاس نہین ہی اور موکل سے ثمن طلب کیا اور اُسنے بغیر مبیع کیے ثمن دینے سے انکار کیا پس اگر پہلے ایسا ہوا ہو کہ جب مبیع دونون کے سامنے موجود تھی اُس وقت موکل نے مانگی ہو اور وکیل نے بدون ثمن لینے دینے سے انکار کیا ہو تو اب اُسکو اختیار ہی کہ بدون مبیع لیے ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر ایسا نہین ہوا ہی تو انکار نہین کرسکتا ہی کیونکہ ثمن اُسکے ذمہ قرض ہوگیا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ہزار کو خرید کر دام دیکر اُسپر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے منع نہین کیا یہان تک کہ موکل نے اُسکو پانسو درم دیکے پھر باندی طلب کی اور اُسنے روکی اور اُسکے ہاتھ مین مرگئی تو وکیل کو وہ پانسو درم جو اُسنے قبضہ کیے ہین دیے جائینگے اور باقی طلب کریگا اور اگر اُسنے پہلے ہی سے روک لی ہو تو اُسپر قبضہ کیے ہوے درم بھی واپس کردینا واجب ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر بعد روکنے کے اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور موکل کو اختیار ہی چاہیے پورے ثمن مین لے لے ورنہ چھوڑ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ وکیل نے اگر ہزار درم کو ایک غلام ایک سال کے وعدہ پر خریدا اور قبضہ کیا اور موکل نے اُسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ میعاد آگئی اور بائع نے وکیل کو مال کے واسطے پکڑا پھر وکیل نے چاہا کہ ثمن وصول کرنے کے واسطے موکل کو دینے سے روکے تو اُسکو اختیار نہوگا اور اگر روکا تو ضامن ہوگا اور اگر موکل نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے اگر موکل کی بلا موجودگی اُسکو لیلیا اور یہ نہ کہا کہ جب تک ثمن نہ دیگا نہ دونگا اور وہ وکیل کے پاس مرگیا تو موکل سے ثمن ساقط ہوگیا اور وکیل کا لے لینا گویا موکل کو بدون ثمن لیے دینے سے منع کرنا شمار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ دو باندیان ہر ایک ہزار درم کی یا دونون ہزار درم کی خرید دے پھر وکیل نے خرید کر کے دونون پر قبضہ کیا پھر موکل نے خاص ایک اُس مین سے طلب کی اور وکیل نے انکار کیا یہان تک کہ مرگئی تو فقط اُسی کا ثمن باطل ہوگیا پھر اگر موکل نے کہا کہ مجھے دوسرے کی ضرورت نہین ہی تو اُسکے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا اور بقدر حصہ کے موکل کو لازم ہوگی اور اگر وہ نہ مری جسکے دینے سے وکیل نے انکار کیا تھا بلکہ دوسری مرگئی تو باقی اُسکو لینی پڑیگی اور دونون کے دام اُسکو دینے پڑینگے اور اگر موکل نے یہ حکم دیا کہ میرے واسطے دو باندیان ایک ہی صفقہ مین ایک باندی ہزار درم نقد کو اور دوسری ایک ہزار درم اُدھار ایک سال کے وعدہ پر خرید دے اور اُس نے موافق حکم کے خرید دین اور قبضہ کر لیا اور موکل نے طلب کین پس اُس نے دونون کے دینے سے انکار کیا یعنے ثمن لیکر دونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور چاہیے کہ

وہ باندی جو ایک سال کے وعدہ پر ہی اسکو دیدے ہاں نقد قیمت والی دامون کے لینے کے واسطے روک سکتا ہی اور اگر اُدھار باندی کو اُسنے روکا اور وہ مرگئی تو وکیل کو اُسکی قیمت دینی پڑیگی اور اگر نقد دامون والی کو روکا یہانتک کہ مرگئی پھر موکل نے کہا کہ مجھے دوسری اُدھار والی کی ضرورت نہین ہی تو اُسکا کہنا مقبول نہوگا اسی طرح اگر اُسنے دونون کو دو ہزار درم نقد دینے پر خریدنے کے واسطے حکم دیا اور اُسنے اسی طرح خریدین اور موکل کو دینے سے منع نکیا یہانتک کہ بائع نے مشتری کو ایک باندی کے دامون کے واسطے پکڑا تو یہ صورت اور پہلی صورت سب باتون مین جو ہم نے بیان کردین یکسان ہی یہ محیط مین ہی اگر خریداری کے وکیل نے اپنے مال سے دام ادا کر دینے کا دعوی کیا اور موکل نے اُسکی تصدیق کی اور بائع نے تکذیب کی تو وکیل موکل سے نہین لے سکتا ہی یہ بحر الرائق مین ہی وکیل خرید نے اگر کوئی شے معین جسکے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا خریدی اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ بائع نے اسکو کچھ مہلت دیدی تو صحیح ہی اور یہ مہلت موکل کے واسطے بھی ثابت ہوگی اور وکیل کو اختیار نہوگا کہ موکل سے میعاد آنے سے پہلے مواخذہ کرے اور اگر بائع نے وکیل سے کچھ دام گھٹا دیے تو وہ موکل سے گھٹا کر لیوے اور اگر بائع نے سب دام وکیل کے ذمہ سے گھٹا دیے تو یہ موکل کے حق مین ثابت نہوگا یہانتک کہ وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے سب دام لیوے اور اگر کچھ ثمن ہبہ کر دیا ہو تو موکل سے بھی اُسیقدر دام کم ہو جائینگے اور اگر کل دام ہبہ کیے تو یہ موکل کے حق مین ثابت نہوگا اور اگر بائع نے سب دام سے بری کر دیا تو سب ہبہ کرنیکے مانند حکم ہی یہ محیط مین ہی اور اگر بائع نے وکیل کو پہلے پانچسو درم ہبہ کر دیے پھر باقی پانچسو درم بھی ہبہ کر دیے تو وکیل اپنے موکل سے پہلے پانچسو درم نہین لے سکتا ہی اور دوسرے پانچسو درم لے لیگا اور اگر نوسو درم پہلے ہبہ کر دیے پھر سو درم تو وکیل فقط سو درم موکل سے لے سکتا ہی اور یہ سب امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی کذا فی فتاوے قاضی خان

تیسرا باب بیع کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بیان مین - وکیل بیع کو تھوڑے یا بہت دام یا اسباب کے عوض بیع فروخت کر دینا جائز ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسقدر خسارہ کے ساتھ بیچنا کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین جائز نہین ہی اور سواے درم و دینار کے دوسری چیز کے عوض بیچنا بھی جائز نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی اور صاحبین رح کے قول پر نفیس چیز ہو یا خسیس ہو فتوے ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اور یہ اختلاف مطلقاً وکالت مین ہی ورنہ اگر موکل نے کہدیا کہ ہزار درم کو یا سو دینار کو فروخت کر دے تو کم پر بیچنا بالاجماع جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کسی غلام کو بعوض کسی اسباب کے جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہی فروخت کر دینے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے بعوض اسباب کے کھلا ہوا خسارہ اُٹھا کر فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - وکیل بیع کو اُدھار بیچنے کا اختیار ہی اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ حکم تجارت مین ہی اور اگر حاجت کے واسطے ہو مثلاً ایک عورت نے اپنا سوت بیچنے کو دیا تو یہ وکالت نقد بیچنے کے واسطے ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی - بیع مطلق کے واسطے جو شخص وکیل ہی اگر اُسنے اسباب کو کسی میعاد کی اُدھار پر فروخت کیا پس اگر یہ مدت ایسے اسباب مین تاجرون مین معروف ہی تو ہمارے علما کے نزدیک جائز ہی اور اگر یہ مدت تاجرون مین متعارف نہین ہی مثلاً پچاس برس کے وعدہ پر فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہین ہی **قلت** اس زمانہ مین صاحبین رح کے قول پر فتوی ضرور ہی مشائخ نے فرمایا اُدھار بیچنا اُسوقت جائز ہی کہ اُس شخص کے فروخت کرنے مین یعنی وکالت مین کوئی ایسا لفظ نہو جو نقد بیچنے پر دلالت کرتا ہو اور اگر ہوگا تو اُدھار بیچنا جائز نہوگا مثلاً کسی سے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دے یا کہا کہ جا اس غلام کو فروخت کر دے

کہ قرضخواہ میری جان کھائے جاتے ہیں یا مجھے اپنے بال بچون کے کھانے پینے کی ضرورت ہی تو ان صورتون مین اُدھار بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اُدھار بیچنے کے واسطے وکیل کرنا ایک مہینہ اور اُس سے زیادہ اُدھار کیواسطے لیا جائیگا اور اگر ایسے وکیل نے نقد بیچڈالا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اُسنے نقد اسی قدر دامون کو دیا جتنے کو اُدھار بکتا تھا تو جائز ہی اور اگر اُس سے کم کو بیچا تو جائز نہین ہی اور دوسرے مشائخ نے کہا کہ مطلقاً جائز ہی اسی طرح اگر کہا کہ مت بیچ مگر نقد تو بھی یہی حکم ہی اگر کسی ایسی چیز کے بیچنے کے واسطے جسپر خرچہ اور بار برداری پڑتی ہی وکیل کیا تو وہ اسی شہر تک ہوگی جسمین وکیل اور موکل دونون موجود ہین اور اگر موکل اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا اور چوری ہوگئی یا ضائع ہوگیا تو وکیل ضامن ہوگا اور اگر وکیل اُسکو دوسری جگہ نہ لے گیا اور خود جا کر وہان فروختکیا تو جس جگہ بیع واقع ہوئی ہی اُسی جگہ سپرد کرنا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسی چیز نہو جسکی بار برداری یا خرچہ پڑتا ہی تو وکالت اُسی شہر کے واسطے مخصوص نہوگی یعنی اگر دوسرے شہر مین لیجاوے اور چوری ہو تو وکیل ضامن نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی بیع مطلق کے وکیل نے اگر بطور بیع فاسد کے بیچا تو بیع اور تسلیم سے ضامن نہوگا اور وکیل واپس لے سکتا ہی اور جو شخص بیع فاسد کے واسطے وکیل ہی اگر اُسنے صحیح طور سے بیع کیا تو استحساناً جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ وکیل بیع مبیع کو اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہی کیونکہ ایک ہی شخص مشتری اور بائع نہین ہوسکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر موکل نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ خرید یا فروخت کر دے تو بھی نہین جائز ہی اسی طرح اگر وکیل نے اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ فروختکیا تو بھی بیع جائز نہین ہی اور اگر اپنے مکاتب یا غلام کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی وکیل بیع نے اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جسکی گواہی وکیل کے حق مین درست نہین ہی پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا تو بلا خلاف جائز ہی اور قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہین ہی اور اگر غبن بہت زیادہ نہو کم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مثل قیمت کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم رح سے دو روایتین اور ظاہر روایت یہ ہی کہ ناجائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر موکل نے وکیل کو ایسے لوگون کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم دیا یا اس طرح اجازت دی کہ جسکے ہاتھ تیرا جی چاہے فروخت کر دے تو بالاجماع ایسے لوگون کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی ولیکن اگر اپنے ہاتھ خود فروخت کر دے یا اپنے نابالغ لڑکے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ جس پر قرض نہین ہی فروخت کر دے تو قطعاً جائز نہین ہی اگرچہ موکل نے صراحۃً ان لوگون کے ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت دی ہو اور یہی حکم خرید کے وکیل کا ہی جبکہ ان لوگون سے خرید کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر وکیل نے موکل کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام ماذون کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر غلام کے وکیل نے اُسکو اُس کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اپنا اسباب بیچنے کے واسطے وکیل کیا اُس نے کہا کہ کتنے کو فروخت کرون پس موکل نے کہا تو جان یا اسکو واسطے مول کو تو جان پس اُسنے ناچیز دامون کو فروخت کر دیا تو اُس کو واپس کر دینے کا اختیار ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی موکل نے اگر وکیل سے کوئی شرط کی اور شرط مین ہر وجہ سے مقید کیا مثلاً یون کہا کہ تو اس کو اس طرح فروخت کر دے کہ مجھکو ہر وجہ سے نفع ہو تو وکیل کو ہر طرح اِس کا لحاظ رکھنا چاہیے خواہ نفی کے ساتھ تاکید لایا ہو یا نہ لایا ہو چنانچہ اگر کہا کہ اِس کو خیار کے ساتھ فروخت کر دے اُس نے بلا خیار فروخت کیا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کو اپنا غلام

دیدیا

فروخت کرنیکا وکیل کیا اور کہا کہ تین روز تک میرے واسطے خیار کی شرط کر لے یہ بھی حکم دیا پس اُسنے بلا شرط خیار فروخت کیا
تو بیع جائز نہین ہی اور اگر فروخت کرنے مین موکل کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار وکیل اور موکل دونون کے واسطے
ثابت ہو جائیگا اور اگر موکل نے مطلقاً بیع کے واسطے حکم کیا اور وکیل نے فروخت مین موکل یا اجنبی کے واسطے خیار کی
شرط کی تو صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ جو اُسکے حق مین بالکل نافع نہین ہی بلکہ مضر ہی تو وکیل
پر اُسکا لحاظ رکھنا واجب نہین ہی خواہ نفی سے تاکید کی ہو یا نہ کی ہو چنانچہ اگر یون کہا کہ اسکو ہزار درم اُدھار پر فروخت کر دے
یا یون کہا کہ نہ فروخت کر مگر ہزار درم اُدھار پر پھر وکیل نے ہزار درم نقد پر فروخت کیا تو موکل کی طرف سے جائز ہوگی اور
اُس پر نافذ ہوگی اور اگر ایسی شرط لگائی کہ ایک وجہ سے اُس کے حق مین نافع ہی اور ایک طرح سے نافع نہین ہی
پس اگر نفی کے ساتھ اُسکی تاکید کی تو لحاظ رکھنا واجب ہی چنانچہ اگر کہا کہ اس بازار مین فروخت کر اُس نے دوسری
بازار مین فروخت کیا پس اگر نفی کے ساتھ نہ موکد کیا تو موکل پر نافذ ہوگی اور اگر موکد کیا ہی تو یہ بیع اُس پر نافذ نہ ہوگی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ میرا یہ غلام فروخت کر اور گواہ کر لینا اُس نے فروخت کیا اور گواہ نہ کر لیے تو جائز
ہی اور اگر کہا کہ بدون گواہ کر لینے کے فروخت نہ کرنا اور اُس نے بدون گواہ کے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اسی طرح
اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اس غلام کے فروخت کرنے کا اس شرط سے وکیل کیا کہ تو اُس کے فروخت کرنے پر گواہ
کر لے پھر اُس نے بدون گواہ کیے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر یون کہا کہ گواہون کے ساتھ اسکو فروخت
کر تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی بیع کے واسطے وکیل کیا اور منع کر دیا کہ فروخت نہ کرے مگر جبکہ
فلان شخص موجود ہو تو بدون اُسکی موجودگی کے فروخت نہ کرے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر یہ حکم دیا کہ اس غلام
کو رہن یا کفیل لیکر فروخت کرے پس وکیل نے بدون رہن یا کفیل کے فروخت کیا تو جائز نہین ہی خواہ موکل نے
نفی کے ساتھ تاکید کی ہو یا نہ کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ نہ فروخت کرنا مگر رہن یا کفیل لیکر یا نہ کہا ہو اور اگر یون کہا ہو کہ ایسا
رہن لیکر فروخت کرے کہ جس مین مضبوطی ہی تو بیع نہین جائز ہی مگر جبکہ ایسی چیز رہن لی ہو جسکی قیمت سے مبیع کے دام
پورے حاصل ہو سکتے ہون یا صرف اسقدر کمی پڑتی ہو کہ جسقدر لوگ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر موکل
نے مطلقاً رہن لیکر کہدیا تو تھوڑا سا رہن لیکر فروخت کرنا بھی جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اسکو
فروخت کر دے اور کفیل سے لے یا یون کہا کہ اس کو فروخت کر دے اور رہن لے لے تو بھی بدون کفیل یا رہن
لیے جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ پھر اگر وکیل و موکل نے وکالت مین کسی قسم کی شرط ہونے یا
نہونے مین اختلاف کیا تو موکل کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر بغیر اس ثمن کے فروخت کرنے کا حکم دینے کا دعوی
کیا تو بھی موکل کا قول لیا جائیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ہزار درم کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور
اُس نے زیادہ کو بیچا تو بیع نافذ ہوگی اور اگر کم کو بیچا تو نافذ نہوگی اور اگر سوائے درم کے کسی چیز کے عوض بیچا تو بھی نافذ
نہوگی اگرچہ اسکی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہو یہ سراج الوہاج مین ہی کسی نے دوسرے کو اپنا ایک غلام ہزار درم کو
بیچنے کا حکم دیا اور اُس نے آدھا ہزار درم کو بیچا پھر باقی آدھا سو دینار کو تو پہلے آدھے کی بیع جائز اور دوسرے کی
ناجائز ہی اور اگر پورا غلام ہزار درم اور سو دینار کو بیچا تو کل کی بیع جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر آدھا غلام ایک درم
کم ایک ہزار درم اور ایک کر گیہون کے عوض بیچا تو باطل ہی اور اگر غلام بعوض ہزار درم اور ایک کر معین گیہون کے

بیچا تو موکل کو اختیار ہے چاہے کل بیع باطل کر دے یا اجازت دے اور اگر وکیل کا ہوگا اور اُسپر بقدر اُس کے حصہ قیمت کے واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت مین ادا کرے اور اگر اُسکو ہزار درم پر بیچا پھر مشتری نے ایک گز معین یا غیر معین زیادہ کیا تو بلا اختیار بیع جائز ہی اور گز موکل کو ملیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے نصف یا کوئی حصہ معلومہ کسی کے ہاتھ بیچا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز ہی خواہ باقی اُس مشتری کے ہاتھ بیچا ہو یا نہ بیچا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے اور یہی حکم ہر ایسی چیز مین جاری ہی جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر اور ٹکڑے ہونا اسمین عیب شمار کیا جاتا ہی اور اگر یہ دونون باتین نہون جیسے کیلی اور وزنی چیزین آنکی وکالت مین اگر تھوڑی فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہی اسی طرح اگر چند ایسی چیزین جو گنتی سے بکتی ہین اور باہم قریب برابر کے ہین اُنکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے ایک فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہی کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر حکم دیا ہو کہ یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ قرض فروخت کر دے اُسنے دوسرے شخص کے ہاتھ قرض بیچ ڈالا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسنے فلان شخص اور دوسرے شخص دونون کے ہاتھ بیچا تو امام اعظم رح کے نزدیک اس نصف کی بیع جو دوسرے کے ہاتھ بیچا ہی جائز نہین ہی اور جو نصف فلان شخص کے ہاتھ بیچا ہی اُسکی بیع جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر ہزار درم مین دو باندیان فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا گیا اور اُسنے ایک باندی پانسو درم یا کم یا زیادہ کو فروخت کر دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین ہی مگر جبکہ دوسرے کو بھی فروخت کر کے ہزار درم پورے کر دے یا زیادہ کر دے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے اور فلان کے ہاتھ فروخت کر دے تو اُسکو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالنے کا اختیار ہی اور اگر کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور وکیل نے دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام ہزار درم کو ایک سال کی اُدھار پر فروخت کر دے اور وکیل نے ہزار یا زیادہ کو نقد بیچا تو جائز ہی اور اگر ہزار درم سے کم نقد پر بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر دو ہزار درم کو ایک سال و ایک ماہ کی اُدھار پر بیچا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ بیع کے واسطے مطلقاً وکیل کیا پھر کہا کہ آج اسکو نہ بیچنا پھر دوسرے روز وکیل نے بدون تجدید وکالت کے فروخت کر دیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام دیدیا اور منع کر دیا کہ بعد بیع کے جب تک ثمن نہ لے غلام نہ دے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ممانعت باطل ہی اور اگر بعد بیع کے وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری کا مال گیا اور وکیل ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے دامون کی ضمانت لے یہ محیط مین ہی اور اگر وکیل نے دام لینے سے پہلے سونپ دیا اور وہ دام ڈوب گئے تو وکیل پر تاوان نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر موکل نے غلام وکیل کو دیدیا اور کہا کہ جب تک دام نہ لے مشتری کے ہاتھ غلام نہ بیچے اور اُسنے دام لینے سے پہلے فروخت کیا تو بیع باطل ہی مبیع مشتری سے پھیر لے اور اگر غلام وکیل کو نہین دیا اور وہ اُسنے موکل کے ہاتھ مین ہونے کی حالت مین ہزار درم نقد فی الحال مین بیچ ڈالا تو جب تک دام نہ لے غلام سپرد کر دیگا اُسکو اختیار نہین ہی خواہ موکل نے دام لینے سے پہلے دینے سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر ہزار درم کو ایک مہینے کی اُدھار پر بیچا اور غلام موکل کے ہاتھ مین ہی تو بیع صحیح ہی اور موکل کو مشتری کو دے دینے کا اختیار نہین ہی کیونکہ یہ غلام موکل کے تحت حکم داخل ہی پس گویا خود اُسی نے فروخت کیا اور خود اُدھار فروخت کرنے پر سپرد

کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہی ہکذا فی المحیط اگر غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا اور غلام دیدیا پھر وکیل نے اُسکو فروخت کیا اور ہنوز مشتری کے سپرد نہ کیا تھا کہ موکل نے وکیل کے گھر سے اُسکو لے لیا اور وکیل کو دام لینے سے پہلے دینے سے منع کردیا تو صحیح ہی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل کے گھر سے لیکر دام لینے سے پہلے مشتری کو دیدے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام موکل کے پاس ہی اور موکل نے وکیل کو نہ لینے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس وکیل نے فروخت کیا پھر اُسکو موکل کے گھر مین سے مشتری کو دینے کے واسطے لے لیا اور اُسکے ہاتھ مین مشتری کو دینے سے پہلے مرگیا تو وکیل پر تاوان نہین ہی کیونکہ دام ادا ہونے کے وقت سپرد کرنیکے لیے وکیل کو ضرورت ہی کہ غلام پر قبضہ کرے تاکہ سپرد کرسکے ولیکن اگر موکل منع کردے تو البتہ نہین لے سکتا ہی اور یہان موکل نے منع نہین کیا اور اگر غلام نہین مرا اور دام لینے سے پہلے وکیل نے مشتری کو دیدیا تو موکل کو اختیار ہی کہ تاوقتیکہ دام نہ ادا ہون مشتری سے لے لے اور اگر موکل نے غلام پھیر لیا پھر مشتری دام لایا تو موکل غلام کو وکیل کے سپرد کردیگا اور حکم دیگا کہ مشتری کے حوالہ کرے اور وہ ثمن لے لیگا کذا فی المحیط پس اگر اُسنے ثمن نہ لیا یہانتک کہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو موکل کسی وکیل یا مشتری سے قیمت کی ڈانڈ نہین لے سکتا ہی ولیکن وکیل مشتری سے دام لیکر موکل کو دیدیگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر اُسکو بیچنے کا حکم دیا اور قبضہ کرنے سے منع کیا اور اُسنے بیع سے پہلے قبضہ کرلیا اور بیع کرنے سے پہلے اُسکے پاس مرگیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر غلام نہین مرا ہی جسوقت اُس نے فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی اگرچہ اُسپر غلام کی ضمانت ہی اور اگر نہ مرا یہانتک کہ اُسنے مشتری کے سپرد کردیا اور اُسکے پاس مرگیا تو وکیل قیمت کا ضامن نہین ہی اگرچہ بیع سے پہلے قبضہ کرلینے سے غاصب ٹھہرا ہی کیونکہ بعد غصب کے بھی بیع کا حکم باقی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک وکیل دامون کا ضامن نہوگا بلکہ مشتری سے لیکر موکل کو دیدیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس نہ مرا یہانتک کہ موکل نے اگر مشتری سے لے لیا پھر دام ادا ہونے سے پہلے وکیل نے موکل کے گھر مین سے مشتری کو دینے کیواسطے اُسکو لے لیا اور دینے سے پہلے وکیل کے پاس مرگیا تو وکیل ضامن نہین ہی کیونکہ وہ بیع کے بعد قبضہ کرسکتا ہی۔ اور بیع ٹوٹ گئی یہ محیط مین لکھا ہی اگر ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کا حکم دیا اور ثمن پر قبضہ کرنے سے منع کیا مگر فلان شخص کے سامنے یا گواہ کرکے قبضہ کرے تو اُسکا منع کرنا صحیح نہین ہی اور وکیل کو اختیار ہی کہ بدون فلان شخص یا بدون گواہون کے وصول کرلے اور اگر موکل نے خود ہی غلام بیچا اور وکیل کو ثمن پر قبضہ کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر منع کردیا کہ بدون فلان شخص یا گواہون کے وصول نہ کرے تو بیع صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کیا اور اُسنے غیر کے ہاتھ بیچا اور وکیل نہین ہی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو اپنا غلام سو دینار کو بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم کو فروخت کیا اور موکل کو معلوم نہوا کہ کتنے کو فروخت کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے غلام بیچ ڈالا اور موکل نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو بیع ہزار درم کو جائز ہوگی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل نے کہا کہ مین نے جسطرح تجھے حکم دیا تھا اسی بیع کی اجازت دی تو درمون سے بیچنا جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی دینارون کے بیچنے کے وکیل نے اگر دینار خود رکھ لیے اور اپنے دینار بیچے تو جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی اگر غلام وکیل کو دیا اور کہا کہ اسکو ہزار درم کو سات مثقالی وزن کے درمون سے فروخت کردے اور وکیل نے دو ہزار درم مثقالی درمون کو بیچا تو جائز ہی کیونکہ اُسنے جسقدر دامون کو موکل نے کہا تھا اُسی جنس کے زیادہ دامون کو بیچا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی

ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کرے اور قیمت اصلی ہزار درم ہی ہے پھر بھاؤ بدل گیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہوگئی تو وکیل کو ہزار درم میں بیچنے کا اختیار نہیں ہی اور اگر وکیل نے اپنی خیار پر فروخت کیا پھر مدت خیار کے اندر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اپنی بیع تمام کردینے کا اختیار رہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور اگر وکیل نے بیع تمام نہ کی بلکہ خاموش رہا یہانتک کہ مدت خیار گذر گئی تو امام محمد رح کے نزدیک بیع باطل ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کذا فی الخلاصہ اسی طرح اگر حاملہ باندی شرط خیار پر بیچی کہ وہ بچہ جنی اور بچہ ہزار درم کا ہی اور اسی طرح اگر درخت میں پھل آگئے تو بھی یہی اختلافی حکم ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام لے اور غلام کے عوض اس کو فروخت کردے یا اس کے عوض کوئی غلام خرید دے پس اگر خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے غیر معین غلام خریدا تو جائز نہیں ہی اور اگر معین خریدا پس اگر اُسکی قیمت اِس غلام کی قیمت کے برابر یا اسقدر کم ہی کہ جسقدر خسارہ لوگ اٹھا لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر کم ہی کہ لوگ اُتنا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو جائز نہین ہی اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے غلام غیر معین کے عوض بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر معین کے عوض بیچا پس اگر قیمت اس غلام کی مثل قیمت اس غلام کے یا اس قدر کم ہی کہ لوگ برداشت کرلیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر کم ہی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر یہ حکم دیا کہ میرا یہ غلام بعوض ایک کر گیہون یا بعوض دس ہروی کپڑون کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہی کہ مسمی کے عوض مسمی کو بیان کرکے ذمہ ٹھہرا کر میعادی اُدھار پر فروخت کردے اور شرط یہ ہی کہ کر غلام مبیع کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط مین ہی اگر اناج بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر کر بعوض پچاس درم کے بیچے اور وکیل نے سب معًا بیچڈالا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر یون کہا کہ ہر کر اُس قدر کو بیچے جتنے کو فلان شخص نے بیچا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے کر چالیس درم کو بیچا ہی اور وکیل نے اسی حساب سے بیچا پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص نے پچاس کے حساب سے بیچا ہی تو بیع واپس ہوجائے گی کیونکہ اُس نے اِس واسطے وکیل کیا ہی کہ جتنے کو فلان نے بیچا ہی فروخت کرے نہ جو فلان شخص خبر دے اتنے کو فروخت کرے اور اگر فلان نے کوئی کر چالیس کو اور کوئی کر پچاس کو بیچا ہی اور وکیل نے سب اناج چالیس کے حساب سے بیچا تو استحساناً جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ہراتی کپڑون کی گٹھری بیچنے کو دی اور دونون کوفہ مین موجود ہین تو کوفہ کے جس بازار مین فروخت کردے تو جائز ہی اور اگر بصرہ مین لے گیا تو استحساناً مخالف شمار ہوگا حتی کہ اگر وہان گٹھری تلف ہوجائے تو ضامن ہوگا اور اگر تلف نہوئی یہانتک کہ اُس نے بصرہ مین فروخت کردی تو وکالت الاصل مین ہی کہ موکل پر بیع نافذ نہوگی اور کتاب الصرف مین بروایۃ ابو سلیمان یہ ہی کہ بیع جائز ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت بحکم استحسانی ہی اور یہی قول امام اعظم رح کا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور اسی طرف شیخ الاسلام کا میلان ہی اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کوفہ مین فروخت کرے پھر وہ بصرہ مین لے گیا تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور اگر اُسنے بصرہ مین بیچا تو مشائخ عامہ کے نزدیک بیع موکل پر نافذ جائز نہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ ہروی یا زطی کپڑون کی گٹھری فروخت کرے پس اگر اُسنے پوری گٹھری ایک ہی عقد مین بعوض مثل قیمت کے یا اس قدر کم کہ لوگ برداشت کرلیتے ہین فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر اسقدر کمی ہی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین

تو اختلاف ہے اور اگر اُسنے ایک ایک کپڑا کر کے سب گٹھری بیچ ڈالی پس اگر ایک ایک کپڑے کی قیمت ملا کر اسی قدر ہو جاتی ہے جتنی کل گٹھری کی قیمت ہے اگر کل گٹھری یکبارگی فروخت کردیتا یا صرف اسقدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر صفقات متفرقہ کی فروخت گٹھری کی فروخت کو نہیں پہونچتی اور اسقدر کمی رہتی ہے کہ لوگ اُسکو نہیں برداشت کرتے ہیں تو امام اعظم رح کے قول پر جائز ہے اور صاحبین رح کے مذہب پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے صرف ایک کپڑا فروخت کردیا اور باقی نہیں تو امام اعظم رح کے قول کے موافق جواز ذکر کیا ہے خواہ باقی کے حق میں ایسا ضرر ہو کہ لوگ اُٹھا لیتے ہیں یا نہیں اُٹھاتے ہیں اور صاحبین رح کے قول کے موافق اگر باقی کو ضرر نہ پہونچے یا ایسا ضرر ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہیں مثلاً بعضے اندازہ کرنے والے اتنے کو بھی اندازہ کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسا ضرر ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم مذکور کپڑوں کی بابت ہے اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کی بیع کیواسطے جو ایک برتن میں ہے وکیل کیا اور اُسنے تھوڑی فروخت کردی اور باقی رہنے دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو اپنے غلام کو ہزار درم میں بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم یا پانچسو درم ہیں اور اس نے ہزار درم کو بوعدۂ عطا کے بیع کردیا اور مشتری کے سپرد کردیا اور وہ مشتری کے پاس مرگیا یا اُسنے آزاد کردیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور قیمت پر قبضہ کرنیکا حق وکیل کو ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کردے اور وکیل نے پانچسو درم کو بوعدۂ عطا کے فروخت کیا اور اسکی قیمت ہزار یا پانچسو درم ہیں اور مشتری نے قبضہ کیا تو مالک نہوگا اور اگر مشتری کے ہاتھ میں مرگیا تو موکل کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قیمت لے یا وکیل سے پس اگر اُسنے مشتری سے لی تو وہ غیر سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے لی تو مشتری سے لے لیگا۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو اول عطا کے وعدہ پر بیچ ڈالے اور اُسنے دوسری عطا کے وعدہ پر فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور اُسکے ہاتھ میں مرگیا تو موکل پر نافذ نہوگی اور اگر کسی میعاد معین کے وعدہ پر سواے وعدۂ عطا کے بیچا تو موکل پر نافذ ہوگی یہانتک کہ وکیل ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنا غلام ہزار درم کو بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم اور ایک رطل شراب غیر معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری قیمت کا ضامن ہے اور وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر ہزار درم اور ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرا تو امام اعظم رح کے قول پر چاہے موکل مشتری سے غلام کی قیمت ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں پھیر سکتا ہے یا وکیل سے ضمان لے اور اس صورت میں غلام ہزار درم اور شراب کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ہزار درم کے حصے میں پڑے اُسکا ضامن فقط مشتری ہو سکتا ہے اور شراب کی قیمت کے حصے میں جسقدر پڑے اُسمیں موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے اسقدر لے یا مشتری سے سب قیمت لے لے پس اگر اُسنے بائع سے ضمان لی تو وہ مشتری سے پھیر لیگا اور یہ سب امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے حصہ کا ضمان لے یا مشتری سے سب قیمت لے اور اگر ہزار درم اور معین یا غیر معین سور کے عوض بیچا تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہزار درم اور معین شراب کے عوض بیچنے کا ہے اور اگر ہزار درم اور مردار یا خون یا ایسی چیز کے عوض جسکی قیمت نہیں ہو فروخت کیا اور وہ مشتری کے پاس مرگیا تو بالاتفاق بائع پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی [illegible] وکیل ہی قیمت لیکر موکل کو دیگا اور اگر ایک کر گیہوں سو درم میں بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے سو درم و ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور اناج مشتری کے پاس تلف ہوا تو بالاتفاق وہی حکم ہے جو امام اعظم رح کے نزدیک غلام کو ہزار درم و معین شراب کے عوض فروخت

کرنیکا ہی۔ محیط مین ہی۔ اگر اپنا غلام سو رطل شراب کے عوض بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے سو رطل کے عوض بیچا یا سو رطل کے عوض بیچنے کے وکیل نے سو رطل شراب کے عوض بیچا تو مشتری اُسکا مالک نہوگا حتے کہ اگر بعد قبضہ کے اُسنے آزاد کیا تو عتق نافذ نہوگا اور اگر مشتری کے پاس مرگیا تو موکل مختار ہی چاہے بائع سے قیمت لے اور وہ مشتری سے پھیر لیگا یا مشتری سے قیمت لے اور وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی۔ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرا غلام فروخت کردے اور مشتری نے بعد مدت کے اُسمین عیب پاکر وکیل کو پھیر دیا اور اُسنے قبول کر لیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر بعد قبضہ کے عیب پاکر پھیرا اور وکیل نے قبول کر لیا تو وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ وکیل بیع اگر مرگیا اور مشتری نے مبیع مین عیب پایا تو وکیل کے وصی یا وارث کو واپس کرے اور اگر وصی یا وارث نہو تو موکل کو واپس کرے اور فتاوے صغری مین ہی۔ کہ وکیل اگر غائب ہو تو جبتک زندہ ہی تب تک حقوق موکل کی طرف راجع نہونگے کذا فی الخلاصہ ایک نے دوسرے کو اپنا غلام بیچنے کا حکم کیا اور اُسنے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا اور ثمن خواہ وصول کیا تھا یا نہ کیا تھا یہانتک کہ مشتری نے اُسمین عیب پایا کہ اُسکے مثل عیب پیدا نہین ہوتا ہی جیسے انگلی یا دانت کا زیادہ ہونا اور گواہون پر قاضی کے حکم یا قسم یا وکیل کے اقرار کی وجہ سے اُسنے واپس کیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ موکل کو پھیر دے اور اگر ایسا عیب ہی کہ اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہی پس اگر گواہی پر واپس کیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر قسم سے باز رہنے کی وجہ سے واپس کیا تو بھی اور اگر وکیل کے اقرار عیب پر واپس کیا تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور اگر مشتری نے خود ہی بدون حکم قاضی واپس کیا اور عیب ایسا ہی کہ پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہی تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور کسی حال مین وہ موکل سے مخاصمہ نہین کر سکتا ہی اور اگر عیب ایسا ہو کہ پیدا نہین ہو سکتا ہی اور واپسی بدون حکم قاضی کے وکیل کے اقرار سے واقع ہوئی تو ایک روایت مین بلا خصومت موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور عامہ روایات مین یہ ہی کہ موکل سے خصومت نہین کر سکتا ہی اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک وکیل اپنی زمین بیچنے کے واسطے مقرر کیا اور اُسنے فروخت کر دی اُسمین ایک قطعہ زمین وقف نکلی اُسکو مشتری نے وکیل کو پھیرنا چاہا اور وکیل نے اقرار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کر سکتا ہی پھر وکیل موکل کو واپس نہین دے سکتا ہی۔ اور اگر گواہون کی گواہی پر وکیل کو واپس دی گئی تو موکل کو واپس دے سکتا ہی اور باقی کی مقدار بیع کی نسبت عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مقدار بیع باقی فاسد نہوگا یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی وکیل بیع نے اگر موافق حکم موکل کے ہزار درم کو غلام فروخت کر دیا اور سب ہی قبضہ کے بعد ثمن اُسکے پاس تلف ہوا یا اُسنے موکل کو دیدیا پھر مشتری نے اُسمین ایسے عیب کا دعوی کیا جسکے مثل پیدا ہو سکتا ہی اور وکیل نے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا تو اُسکے اقرار سے بیع نہ ٹوٹیگی اور اُسکے اور وکیل کے ذمہ کچھ لازم نہوگا۔ اسیطرح اگر مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور اُسنے عیب سابق کا نقصان لینا چاہا اور باقی صورت یون ہی واقع ہوئی جیسی بیان ہوئی تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کریگا اور اُسکا اقرار اُسکے حق مین صحیح ہی نہ موکل کے حق مین۔ مگر وہ عیب اگر ایسا ہو کہ اتنی مدت مین اُسکے مثل نہین پیدا ہو سکتا ہی تو موکل کے حق مین بھی صحیح ہوگا کیونکہ یہ عیب یقیناً اُسی کے پاس کا ہوگا اور اگر اس مدت مین اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہی تو موکل کو بدون دلیل اس بات کے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہی واپس نہین کر سکتا یا اُس سے قسم لے پس اگر قسم سے باز رہا تو واپس کر دے ورنہ وکیل کے ذمہ پڑیگا اور اُسی کو واپس ہوگا جبتک زندہ عاقل موجود ہی پس اگر وکیل مرگیا ہو اور کوئی خلیفہ نہ چھوڑا یا لائق لزوم عہدہ کے نہین ہی مثلاً مجور رہا ہو تو موکل کو واپس کرے اور وہ موکل کو وکیل

مخاصمہ کی گنجائش نہوگی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو اپنا ثمن مشتری وکیل سے لیگا اگر اسکو دیا ہی اور اگر موکل کو ادا کیا ہی تو اُس سے لیگا اور اگر استحقاق مین نہ لی گئی ولیکن مشتری نے اسمین عیب پایا تو وہ موکل سے مخاصمہ کر سکتا ہی اور جب بمقابلہ اُسکے عیب ثابت ہوگیا تو بحکم قاضی اُسکو واپس کرے اور اپنے دام وکیل سے لیوے اگر اُسکو دیئے ہین اور اگر موکل کو دیئے ہین تو اسی سے واپس لیوے یہ شرح طحاوی مین ہی اگر مشتری نے خرید کا وکیل پر دعوے کیا اور وکیل نے اس سے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا کہ وکیل سے خریدا ہی اور قاضی نے عہدہ موکل کے اوپر رکھا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر وکیل نے دونون کی تصدیق کی تو عہدہ موکل سے اٹھکر وکیل پر آجائے گا اور موکل اس سے بری ہو جائیگا۔ پھر اگر مشتری نے کسی عیب کا دعوے کیا کہ اُسکو بائع نے چھپا ڈالا تھا اور بائع نے چھپاؤ سے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور موکل نے مشتری کی عیب کے دعوی مین تصدیق کی تو مشتری اور موکل کے درمیان کچھ خصومت قرار نہ پاویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ وکیل بیع سے اپنے مال سے ثمن ادا کرنیکا مطالبہ نہین کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور تقاضا کرنے اور ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے تقاضا کر کے وصول کیا تو بہتر ورنہ اُس سے کہا جائیگا کہ موکل کو مشتری پر اُترا دے یا اُسکو تقاضا کرنے کے واسطے وکیل مقرر کر دے پھر اگر وکیل بیع نے کہا کہ مین تقاضا کرونگا اور موکل نے کہا مین تقاضا کرونگا تو تقاضا کرنا وکیل کے اختیار مین رہیگا اور موکل کو مشتری پر حوالہ کر دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ بلا اُجرت وکیل قرار پایا ہو اور اگر مثل دلال وغیرہ کے اُجرت پر وکیل ہو تو ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اُس پر جبر کیا جائے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور موکل مالک نہوگا اگرچہ اُسکے نام کا تمسک لکھدیا جاوے یہ ذخیرہ مین ہی وکیل بیع نے اگر فروخت کر کے مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح نہین ہی اور دام وصول کرنے کی وکیل نے اگر مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بری کرنا صحیح نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر موکل نے احتیال ثمن وکیل پر کیا تو حوالہ باطل ہی اور اگر موکل نے اُن دامون سے جو مشتری پر آتے ہین وکیل کے کسی معین غلام پر صلح کر لی یا مشتری کی طرف سے وکیل نے دام دیدیے تو جائز ہی اور مشتری بری ہو جائے گا اور غلام موکل کا ہو جائے گا اور وکیل کسی سے یعنی موکل یا مشتری سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر وکیل نے باندی کو موکل کے ہاتھ اُن دامون کے عوض جو موکل کے مشتری پر ہین فروخت کیا تو بیع باطل ہی اسی طرح اگر وکیل نے موکل سے اپنی باندی دیکر اس امر پر صلح کی کہ جو دام موکل کے مشتری کے ذمہ ہین وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہی۔ اسی طرح اگر وکیل نے موکل کو دام اس شرط پر ادا کیے کہ جو اُس کے دام مشتری پر آتے ہین وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہی اور اگر مشتری پر اس ثمن کو اُترا دیا اور مشتری راضی ہوگیا تو صحیح ہی اور یہ وکالت ہی حوالہ نہین ہی پس اگر موکل نے مشتری سے دامون کا مطالبہ کیا تو اُس کو ادا کرنے کے واسطے مشتری پر جبر کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مطالبہ کیا تو بھی ادا کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مشتری کو منع کر دیا کہ موکل کو نہ دے تو ممانعت صحیح ہی حتے کہ مشتری پر موکل کو دینا واجب نہ ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی وکیل بیع نے اگر مشتری کو دام ادا کرنے مین تاخیر کر دی یا دامون سے بری کیا یا حوالہ قبول کیا یا زیوف درمے لیے اور چشم پوشی کر لی تو امام اعظم رح کے قول مین جائز ہی اور وکیل کو موکل کو ثمن دینا ہوگا اور اس بات پر اجماع ہی

کہ اگر ثمن مال معین ہو اور وکیل نے مشتری کو ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہی اور اسی طرح اگر ثمن دین ہو اور وکیل نے وصول کر کے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح نہیں ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر وکیل نے بیع کا اقالہ کر لیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہی اور ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اقالہ کرنے سے وکیل خود خریدنے والا شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے وکیل کو باندی دیکر فروخت کرنے کا حکم کیا اور وکیل نے ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی کہ جسکا موکل پر قرضہ ہزار درم آتا ہی اور باندی اُس کو دیدی تو بیع جائز ہی اور بالاتفاق قرضہ ثمن کا بدلا ہو جائے گا اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جسکا وکیل پر ہزار درم کا قرضہ ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل کے قرضہ کا بدلا ہو جائے گا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایسے وکیل نے بیع کو سپرد نہ کیا یہان تک کہ اُسکے پاس تلف ہو گئی تو بدلا باطل ہو گیا اور وکیل پر موکل کے لیے تاوان نہین آتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اس وکیل نے ایسے کے ہاتھ بیچا جسکا موکل و وکیل دونون پر قرضہ آتا ہی تو موکل کے قرضہ کے عوض بدلا ہو جائیگا وکیل کے قرضہ کے عوض بدلا نہوگا اور موکل وکیل سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی قاعدہ یہ ہی کہ وکیل بیع نے اگر موکل پر ایسی چیز کا اقرار کیا کہ جو مشتری کے واسطے داموں سے موجب برارت کا ہی اور موکل نے اسکی تکذیب کی پس اگر مقربہ ایسی شی ہو کہ اگر اپنے نفس پر اقرار کرتا تو صحیح ہوتا اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کے واسطے کچھ ضمان نہ دیتا تو جب موکل کی ذات پر ایسا اقرار کریگا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر مقربہ ایسی چیز ہو کہ اگر اُسکا اپنی ذات پر اقرار کرتا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہوتا اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کو اُسکی مثل ضمان دیتا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بری نہوتا تو جب موکل پر ایسا اقرار کریگا تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ وکیل نے ایسے امر کا جسکا خود مالک ہی دوسرے کی طرف نسبت کر کے اقرار کیا اور انسان کا اقرار ایسی چیز کا جسکا خود مالک ہی دوسرے کی طرف نسبت کر کے حالانکہ وہ بھی اُسکا مالک ہی بمنزلہ اپنی ذات پر اقرار کرنے کے ہوتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اقرار کیا کہ بائع نے اسکو بیع سے پہلے آزاد کیا ہی تو بمنزلہ ایسکے ہی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فی الحال اسکو آزاد کیا ہی پس ایسا ہی یہان بھی ہی یہ محیط مین ہی غلام بیچنے کے وکیل نے اگر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے دام وصول کر لیے ہین تو قسم لیکر اُسکا قول لیا جائیگا اور مشتری داموں سے بری ہو جائیگا پس اگر وکیل نے قسم کھالی تو اُسپر ضمان نہین ہی اور اگر باز رہا تو موکل کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے خریداری سے پہلے ہزار درم قرض لیے یا غصب کر لیے ہین تو مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا اور وکیل اس کے لیے ثمن کا ضامن ہوگا اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا ہی پھر ان دونون اماموں کے نزدیک موکل سے قسم لیجائیگی کہ اگر باز رہا تو وکیل بری ہو گیا اور اگر قسم کھالی تو وکیل ضمان ادا کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے بعد خرید کے مشتری سے ہزار درم قرض لیے یا غصب کر لیے ہین تو قسم سے اُسکا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو خرید کے بعد یا پہلے عمدا اسطرح زخمی کیا ہی کہ ایک ہزار درم اسکا جرمانہ خالص موکل پر لازم ہی تو یہ مثل بری کر دینے کے اقرار کے ہی اور اسیطرح اگر مشتری کوئی عورت تھی اور وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے اس سے ثمن کے برابر ہزار درم مہر پر نکاح کیا ہی اور عورت نے اسکا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو ثمن کے عوض بیع داموں پر مزدور رکھا ہی اور اُس نے کام پورا کر دیا یہانتک کہ ثمن مزدوری کے عوض بدلا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی

اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے سو دینار بعوض ثمن کے خریدے ہیں اور وصول کر لیے ہیں تو بھی ایسا
ہی حکم ہی یہ محیط میں ہی۔ زید و عمرو میں ایک باندی مشترک ہی زید نے عمرو کو اُسکے بیچنے کا وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم میں
بیچا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے درم وصول کر لیے اور عمرو نے انکار کیا تو مشتری زید کے حصہ سے بری ہوا اور عمرو کو آدھا
ثمن دیدیگا کیونکہ زید کا اقرار اُسکے حق میں صحیح ہی پھر زید عمرو سے قسم لیگا کہ واللہ میں نے دام جس طرح مدعی دعوی کرتا ہی وصول
نہیں پائے ہیں پس اگر قسم کھالی تو اُسپر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائی تو زید کا حصہ دینا اُسپر لازم ہوگا اور اگر خود عمرو نے اقرار کیا کہ زید نے
دام وصول کر لیے ہیں اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی اور زید نے انکار کیا تو بھی مشتری آدھے داموں سے بری ہوگیا اور باقی نصف
مشترک سے عمرو وصول کریگا اور خاصۃً اُسی کو نہ ملیگا بلکہ زید کی شرکت میں ملیگا اور ہر ایک موکل و وکیل سے دوسرے کے دعوی پر قسم
لیجائیگی اور یہی صحیح ہی یہ محیطین میں ہی۔ وکیل بیع سے اگر موکل نے یہ نہ کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہی تو اُسکو دوسرا وکیل کرنیکا اختیار
نہ ہوگا اور اگر دوسرا وکیل کیا اور اُسنے پہلے وکیل کے سامنے بیچا تو جائز ہی اور اصل میں مذکور ہی کہ حقوق دوسرے وکیل
کی طرف راجع ہونگے۔ اور یہی صحیح ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر پہلا وکیل حاضر نہ ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر وکیل کے
سوائے کسی نے فروخت کیا اور وکیل کو خبر پہنچی اور اُسنے مبیع سپرد کی تو جائز ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ اپنی
رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر تو دوسرے کو تیسرے وکیل کرنے کا اختیار نہیں ہی یہ
محیط میں ہی اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور دام بتلا دیے اور وکیل نے دوسرے کو حکم دیا اور دام بتلا دیے تو جائز ہی کیونکہ دام
بتلا دینے سے پہلے وکیل کی رائے موجود رہی اور یہی غرض تھی یہ محیط سرخسی میں ہی عدل نے بیع رہن کے واسطے وکیل کیا اور
اُس نے سامنے فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر عدل حاضر نہ ہو تو بدون اُسکی اجازت کے جائز نہیں ہی اور اگر عدل نے ثمن
مقرر کر دیا اور اُسکے وکیل نے سامنے بیچا تو جائز ہونا ظاہر ہی اور اگر وہ موجود نہو تو کتاب الوکالۃ کی روایت کے موافق بسبب
اُسکی رائے موجود ہونے کے جائز ہی اور اسکے سوائے روایت میں جائز نہیں ہی جبتک اجازت نہو یہ وجیز کردری میں ہی نوادر
ابن سماعہ میں ہی کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور اسکے کام کو اس باب میں جائز رکھا اور اُسکو
وکیل کرنیکا اختیار دیدیا اور وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے دوسرے سے غلام خرید لیا تو جائز ہی کیونکہ دوسرا
بھی موکل کا وکیل ہوگیا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے بلا حکم اُس کا غلام فروخت کیا پھر غلام کے مالک نے مشتری
سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور جسکو تیرا جی چاہے وکیل کر دے اور مشتری نے کسی کو غلام بیچنے
کا وکیل کیا اور اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہی یہ محیط میں ہی وکیل بیع یا نکاح یا ہر ایسے عقد کا جو معاوضہ ہی اگر وکیل
کے سامنے دوسرے کے اس کام کے کر دینے کے بعد اجازت دیدی تو جائز ہوگا اور اگر وہ موجود نہ ہو اور دوسرا اس
کام کو کرے تو جائز نہیں ہی اور طلاق و عتاق بلا معاوضہ کے وکیل نے اگر بدون موجودگی وکیل کے دوسرے
نے یہ کام کیا پھر وکیل نے اجازت دی تو بھی جائز نہیں ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں
نے تجھے حکم کیا تھا کہ میرا غلام نقد فروخت کر دے اور تو نے اُدھار بیچ ڈالا اُسنے کہا کہ تو نے مجھے بیچنے کا حکم کیا تھا اور کچھ نہیں کہا
تھا تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا غلام اپنی شرط خیار پر فروخت کرنیکا حکم کیا تھا اور وکیل
نے کہا کہ تو نے خیار کی شرط کرنیکا مجھے حکم نہیں دیا تھا تو وکیل کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے بیع فاسد کے
طور پر بیچنے کا حکم کیا تھا تو بھی وکیل ہی کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں ہی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے

[illegible] حاصل ہوگی ۱۲

اور غلام اُسکو دیا اُسنے کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دام وصول کر لیئے اور وہ میرے پاس تلف ہوگیے یا مین نے موکل کو دیدیے اور موکل نے بیع سے انکار کیا یا بیع کا اقرار کیا اور دام وصول کرنیکا انکار کیا تو وکیل کا قول لیا جائیگا اور اُسپر قسم نہین ہی کذا فی الذخیرہ اور بیع مشتری کو دیا جائیگا اور ثمن وکیل پر ہوگا نہ مشتری پر پس اگر وکیل نے اپنے قول پر قسم کھالی تو وہ بھی بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو موکل کو ثمن ڈانڈ دیگا پھر اگر مشتری سے غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو اپنے دام وکیل سے واپس لے اور اگر وکیل نے قبض ثمن مین اُسکی تصدیق نہین کی ہو تو واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ وکیل کی تصدیق اُسیسے ڈانڈ اُٹھانے مین ہی نہ موکل سے واپس لینے مین اور وکیل کو یہ اختیار ہی کہ موکل سے قبضہ کے عدم علم پر قسم لے پس اگر قسم سے انکار کیا یا قبضہ کا اقرار اور دینے اور تلف ہونے سے انکار کیا تو جو وکیل نے ڈانڈ دیا ہی وہ موکل سے واپس لے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مشتری نے وکیل کے قبضہ کا اقرار کیا اور اگر موکل کے قبضہ کا اقرار کیا تو مشتری وکیل اور موکل کسی سے نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے بیع مین کوئی عیب پاکر بحکم قاضی وکیل کو واپس کیا پس اگر موکل نے دام وصول پانیکا اقرار کیا ہی تو اُس سے واپس کرے اور وکیل اپنے موکل سے لے لیگا بشرطیکہ موکل نے ثمن وصول کرنے مین اُسکی تصدیق کی ہو اور بیع موکل کی ہوگی اور اگر موکل نے اُسکی تکذیب کی ہی تو رجوع نہین کر سکتا ہی ولیکن موکل سے اُسکے علم پر قسم لیگا پس اگر قسم کھالی تو نہین لے سکتا ہی اور اگر قسم سے انکار کیا تو دام واپس لیگا اور پہلی صورت مین غلام فروخت کرکے دامون کو پورا کرلیگا اور اگر کچھ بڑھا تو اُسکو موکل کو دیدے گا اور اگر کم پڑا تو وکیل ڈانڈ بھریگا اور یہ ڈانڈ کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی کذا فی الوجیز للکردری اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر موکل کے مشتری سے دام وصول کرنے کا اقرار کیا تو وقت واپسی کے وکیل اور موکل کسی سے نہین لے سکتا ہی اور موکل سے یقینی قسم لیگا اگر اُسنے انکار کیا تو دام اُس سے پھیر لیگا اور مبیع اُسکو دیگا اور اگر قسم کھا گیا تو نہین لے سکتا ہی اور غلام فروخت کرکے اُس سے دام پورے کریگا جیسا کہ مسئلہ مذکورہ بالا مین گذرا ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر موکل نے وکیل کو باندی نہ دی اور اُسنے دعوی کیا کہ مین نے فروخت کرکے دام وصول کر لیے ہین اور وہ تلف ہوگئے یا مین نے موکل کو دیدیے اور موکل نے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہی کہ دام وصول ہونے تک اُسکو روک لے اور مشتری سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اُسکو دوسرے ہزار درم دے یا بیع توڑدے کذا فی الخلاصہ پس اگر اُسنے ہزار درم دیکر موکل سے باندی لے لی تو وکیل سے اپنے پہلے ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی پس اگر موکل مرگیا اور وارثون نے کہا کہ تو نے غلام فروخت نہین کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے فروخت کیا اور دام لے لیے اور وہ میرے پاس تلف ہوگئے اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور یہ حکم استحساناً ہی اور اگر غلام تلف ہوا تو بدون اس امر کے گواہون کے کہ اُسنے موکل کی زندگی مین غلام فروخت کیا تھا وکیل کی تصدیق نہ کیجائے گی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام فروخت کردے اور غلام دیدیا پھر وہ غلام کسی شخص کے ہاتھ مین پایا گیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کردیا ہی اور اُسنے وکیل کی تصدیق کی مگر موکل نے دونون کی تکذیب کی تو اُسکو اختیار ہی کہ غلام لے لے اور اگر غلام اُسکے بعد اس شخص کے پاس مرگیا تو وکیل سے ضمان لینے کی بابت اُسکی تصدیق نہ کیجائے گی اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے کہا کہ مین نے تجھے وکالت سے برطرف کیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے یہ غلام کل کے روز فروخت کردیا ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی حالانکہ

وکیل وکالت سے خارج ہوگیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ شی بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا - وکیل بیع نے اگر موکل کے مرنے کے بعد دعوے کیا کہ مین نے وہ شی فروخت کر دی ہی اور وارثون نے انکار کیا پس اگر وہ شی بعینہ قائم ہو تو وارثون کا قول لیا جائیگا اور اگر تلف ہوگئی ہی تو وکیل کا قول معتبر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ عقد صرف مین اور عقد سلم مین رب السلم کی طرف سے وکیل کرنا درست ہی ولیکن مسلم الیہ کی طرف سے وکیل کرنا جائز نہین ہی اور اگر وکیل دوسرے نے قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہوگیا تو عقد باطل ہوجائیگا اور موکل کا جدا ہونا اگر وہ بعد بیع کے قبضہ سے پہلے آیا ہو تو معتبر نہین ہی ولیکن اگر مجلس عقد مین آگیا تو حقوق عقد اُسکی طرف منتقل ہو جائینگے اور اُسکی جدائی معتبر ہوگی اور بیع صرف ایلچی کے ساتھ درست نہین ہی اگر دو شخصون نے بیع صرف قرار دی پھر دونون مین سے ہر ایک نے ایک شخص کو دام کی تنقید کا حکم کیا پھر ایک شخص حکم دینے والا مجلس سے اُٹھکر چلا گیا تو بیع صرف باطل ہوجائیگی اگرچہ وکیل مع دوسرے کے حاضر رہے اور اگر وکیل اُٹھ گیا تو بیع صرف باطل نہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک چاندی کی چھاگل جو معین تھی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام نہ بتلائے پس وکیل نے بوزن اُسکے درم یا دینار سے خریدی تو جائز ہی اور اگر چاندی کی چھاگل کو درمون سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دینارون سے خریدی تو وکیل کی ہوگی اگر کسی شخص کو سوناری کی مٹی فروخت کرنے کا وکیل کیا اور اُسنے درم و دینار کے سوائے کسی چیز کے عوض فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر موکل نے ہزار درم معین کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اُنپر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے ہزار درم موکل کے مال سے لیکر بیع صرف کر دی تو جائز ہی اور اگر ہزار درم معین پر قبضہ کرکے پھر دوسرے ہزار درم لیکر اُنکی بیع صرف کی تو جائز نہین ہی۔ ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز معین فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دوسری فروخت کی تو جائز نہین ہی اور پیتل کی بابت دو روایتین آئی ہین انمین سے ایک روایت مین یہی حکم اُسکا بھی ہی کوفہ مین دینارون کو بعوض درمون کے فروخت کرنے کا حکم کیا اُسنے کوفی درمون کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ ان درمون کو شامی دینارون کے عوض فروخت کرے اُسنے کوفی دینارون کے عوض بیچے حالانکہ شامی اور کوفی دینار وزن مین برابر ہوتے ہین تو جائز ہی۔ اور اگر وکیل نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع صرف کی تو ضامن نہوگا خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو خواہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ موکل کا غلام ہی یا نہین اور اگر موکل کے مفاوض کے ساتھ یا وکیل یا شریک وکیل یا مضارب کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز نہین ہی اور اگر موکل کے شریک غیر مفاوض کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز ہی اور اگر اُسکی ماں یا باپ یا لڑکے یا جورو کے ساتھ بیع صرف یا سلم قرار دی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی۔ اگر فلوس خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور بعد قبضہ کے وہ کاسد ہوگئے تو موکل کے ذمہ پڑینگے اور اگر قبضہ سے پہلے کاسد ہوئے پھر بھی اُسنے قبضہ کر لیا تو وکیل کے ہونگے کیونکہ کاسد ہونا بمنزلہ تلف ہونے کے ہی پس بیع ٹوٹ گئی اور جب وکیل نے قبضہ کیا تو دونون مین از سر نو بیع تعاطی منعقد ہوگئی تو اُسکو موکل کو نہ دینے کا اختیار ہی۔ اور اگر اُسنے موکل کو دیدیے تو باہم بیع جدید منعقد ہو جائیگی ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے دس درم ایک کر گیہون کی بیع سلم مین دیدے تو جائز ہی اور اگر اپنے پاس سے ادا کیے تو موکل سے لے سکتا ہی اور اگر اُسکو حکم کیا کہ میرے واسطے دس درم اُنمین سے

عوض لے لے اور وکیل نے لے لیے تو وکیل کے ذمہ پڑینگے کیونکہ اُسنے ایسی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا جو اُسکے پاس نہین ہی اور اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُسکو ایک کر گیہون کی سلم مین دیدے تو امام اعظم رح کے نزدیک موکل پر نافذ نہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُسکو فلان شخص کو سلم مین دیدے تو بالاجماع موکل پر بیع نافذ نہوگی۔ مضارب نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے بیع سلم کردے تو جائز ہی۔ ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا ہر ایک نے کچھ درم دیدئیے کہ میرے واسطے بیع سلم ٹھہرادے پس اُسنے دراہم خلط کردیے تو اُسنے مال تلف کیا اسواسطے وکیل نہ رہا اور اگر خلط نہ کیے اور ایک ہی عقد مین سب دیدیے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر سونے کی انگوٹھی یاقوت کا نگینہ جڑی ہوئی بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے چاندی کے عوض یا انگوٹھی کے سونے سے زیادہ سونے کے عوض یا بعوض سونے کی انگوٹھی کے جسمین سونا اس سے زیادہ اور نگینہ نہ تھا فروخت کردی تو جائز ہی اور اگر ویسی سونے کی انگوٹھی کے عوض جسمین سونا زیادہ یا کم تھا اور نگینہ جڑا ہوا تھا فروخت کردی اور باہم قبضہ کرلیا تو جائز ہی اور اگر وکیل کو دس درم کسی کپڑے کی بیع سلم مین دیے اور کپڑے کی جنس نہ بتلائی تو جائز نہین ہی اور اگر وکیل نے انکو کسی کپڑے کی جنس بیان کرکے اُسکے سلم مین دیدیا تو بیع سلم وکیل کی ہوگی پھر موکل کو اختیار ہی چاہے وکیل سے ضمان لے یا مسلم الیہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو سلم وکیل کے حق مین جائز رہیگی اور اگر بعد افتراق کے مسلم الیہ سے ضمان لی تو سلم باطل ہو جائیگی۔ اور اگر موکل نے کپڑا یہودی بیان کردیا تو جنس بیان کرنے کی وجہ سے توکیل جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی بیع سلم کے وکیل کو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اقالہ کا اختیار ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔

فصل ہبہ کے واسطے وکیل کرنے کے بیان مین۔ ہبہ کرنے والے کو اختیار ہی کہ سپرد کرنے کے واسطے وکیل کرے اور موہوب لہ یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کرے اور یہی حکم صدقہ مین ہی۔ واہب کے وکیل کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر وکیل نے بحکم موکل ہبہ کیا ہو تو بھی رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر ہبہ کرنیوالے نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا درحالیکہ وہ شی موہوب لہ کے وکیل کے ہاتھ مین ہی تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور یہ وکیل اُسکا مخاصم نہین ہوسکتا ہی یہ حاوی مین ہی اگر ایک ذمی نے دوسرے کو شراب یا سور ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا یا واہب نے موہوب لہ کو دینے کیواسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا تو جائز ہی اگر موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کرنیکے واسطے دو شخصون کو وکیل کیا اور ایک نے قبضہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر واہب نے دینے کے واسطے دونون کو وکیل کیا اور ایک نے دیدیا تو جائز ہی وعلی ہذا اگر وکیل نے دوسرے کو دینے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہی اور اگر موہوب لہ کے وکیل نے دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہی لیکن اگر موکل نے اس سے کہدیا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ روا ہی تو اُسکو دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہی اگر ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ یہ کپڑا فلان شخص کو عوض لیکر ہبہ کردے اور عوض اُس سے وصول کرلے پس وکیل نے ایسا ہی کیا مگر عوض اُس سے قیمت مین کم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہین ہی مگر جبکہ عوض اُسکے برابر یا اسقدر کم ہو کہ لوگ اتنی کمی برداشت کرلیا کرتے ہین تو جائز ہی۔ اگر وکیل سے کہا کہ اپنے مال مین سے میری طرف سے عوض اس شرط پر دیدے کہ مین اُسکا ضامن ہون اور وکیل نے دیدیا تو جائز ہی اور وکیل اُس سے اُسکے مثل لے لیگا اگر عوض مثلی تھا یا اُسکی قیمت لے لیگا اگر مثلی نہین تھا اور اگر عوض دینے کا حکم دیا کہ عوض اپنے مال سے دیدے اور اپنے ضامن ہونیکی شرط نہ کی تو وکیل بعد عوض دینے کے اس سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی واہب کو اختیار ہی کہ ہبہ

سے رجوع کرنیکے واسطے وکیل مقرر کرے اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک غلام یا گھر ہبہ کیا پھر دونون نے ایک شخص کو دینے کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر دو شخصون کو وکیل کیا یا ہر ایک نے ایک شخص کو علیحدہ وکیل کیا تو بھی جائز ہی پس اگر دونون وکیلون مین سے ایک نے موہوب کو دیدیا یا خود اُسنے قبضہ کرلیا تو جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی موہوب لہ نے عوض دینے کیواسطے وکیل کیا اور عوض کو متعین نہ کیا پس وکیل نے عوض دیا تو جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میری طرف سے جو چاہے عوض دیدے تو جائز ہی کیونکہ جب اُسکی راے پر چھوڑا تو جسقدر عوض دیگا اُسکی نسبت موکل نہین کہہ سکتا ہی کہ اسقدر میری مراد نہ تھی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر دو شخصونکو ہبہ سے رجوع کرنیکے واسطے وکیل کیا تو ایک بدون دوسرے کے متفرد نہین ہو سکتا ہی یہ سوا مین ہی

چوتھا باب اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان مین اور اسمین تین فصلین ہین

فصل اول اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور کھیتی اور معاملہ کی وکالت کے بیان مین۔ گھر کو اجارہ پر دینے کا وکیل اجارہ کے ثابت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور گھر کو بسبب کرایہ کے روک لینے مین خصم قرار پاویگا کیونکہ یہ اُسکے حقوق عقد سے ہی اگر وکیل اجارہ نے اجارہ لینے والے کو کرایہ معاف کردیا پس اگر کرایہ مال معین ہو تو بری کرنا صحیح نہین ہی اور اگر مال دین ہو پس اگر بعد مال واجب ہوجانے کے بری کیا مثلاً مدت گذر گئی یا تعجیل شرط تھی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اُسکے مثل موکل کو ضمان دے اور اگر واجب ہو جانے سے پہلے معاف کردیا تو ظاہر الروایت مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی جو شخص گھر کے قیام و اجارہ پر دینے اور کرایہ وصول کرنیکے واسطے وکیل مقرر ہوا ہی اُسکو کچھ عمارت بنانے یا اسمین مرمت کا اختیار نہین ہی اور اُسکی خصومت کے واسطے وکیل شمار ہوگا اور اگر اسمین سے کسی نے کوئی بیت گرا دیا تو اُسکے بارہ مین مخاصم ہو سکتا ہی کیونکہ اُسکے قبضہ کی چیز اُسنے تلف کی اسیطرح اگر کسی کو اُسنے کرایہ دیا اور اُسنے انکار کیا تو اُسپر اجارہ ثابت کرنیکے واسطے خصم قرار پاویگا۔ اور کرایہ دینے کے واسطے دوسرے کو وکیل کرنا اُسکو جائز نہین ہی اور وکیل نے اگر ایسے شخص کو جو اُسکی پرورش مین نہین ہی کرایہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی اور کرایہ پر لینے والا بری ہو جائیگا اور جس وکیل نے کرایہ پر دیا ہی وہی کرایہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسی کے وکیل نے وصول کیا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اجارہ کے وکیل کو جائز نہین ہی کہ اسباب یا لونڈی غلام کے عوض کرایہ پر دیدے اگر کسی زمین کرایہ دینے کے واسطے وکیل کیا گیا کہ جسمین بیوت اور عمارات ہین اور موکل نے اُنکی تفصیل نہ بیان کی تو اُسکو اختیار ہی کہ زمین کو مع بیوت کے کرایہ پر دیدے۔ اسی طرح اگر اسمین پن چکی ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر زمین کو درمون پر کرایہ دینے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے دیناروں کے عوض کرایہ دی یا آدھے کی بٹائی پر کھیتی کے واسطے دیدی تو جائز نہین ہی اسی طرح اگر کرایہ دینے کے واسطے حکم کیا اور عوض ذکر نہ کیا اور وکیل نے آدھی بٹائی پر کھیتی کیواسطے دیدی تو بھی جائز نہین ہی۔ اسی طرح اگر آدھے کی بٹائی پر دینے کے واسطے حکم کیا اور وکیل نے درم یا دیناروں کے عوض کرایہ پر دیدی تو بھی جائز نہین ہی اور اگر گیہون یا جو ایسی چیزون کے عوض جو زمین سے پیدا ہوتی ہین کرایہ پر دیدی تو اسی باب مین مذکور ہی کہ جائز نہین ہی اور باب مزارعت مین لکھا ہی کہ جائز ہی بشرطیکہ جسقدر گیہون پر اجارہ دیا ہی وہ اسمین نصف کے برابر ہون جو اس زمین سے پیدا ہوسکتے ہین کذا فی الذخیرہ۔ اجارہ لینے کا وکیل درم و دینار و کیلی و وزنی کے عوض اجارہ لے سکتا ہی بشرطیکہ غیر معین ہو اور اسباب معین یا کیلی و وزنی معین کے ساتھ اجارہ نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر موکل کے بیان درم سے زیادہ درم پر اجارہ دیا تو جائز ہی اسیطرح اگر وکیل مقرر ہوا کہ اس سے علاوہ کیک

اسقدر درہم پر اجارہ لیوے اور اُسنے کم پر اجارہ لیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اگر برس روز کیواسطے کرایہ لینے کا وکیل ہوا اور اُسنے دو برس کے واسطے کرایہ لیا تو پہلا سال موکل کا اور دوسرا سال وکیل کا ہوگا اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے یا بعد کسی قدر مکان گر گیا پھر موکل نے کہا کہ یہ مجھے پسند نہیں ہے تو مکان موکل کے ذمہ لازم نہوگا بلکہ وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ حاوی میں لکھا ہے کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے اجارہ لینے کے بعد اُسکے مالک سے خرید لی اور اُسکو اجارہ کا حال نہیں معلوم ہے پھر معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور کرایہ اُس کے پاس رہیگی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹٹو دس درم کو کوفہ تک کرایہ کر دے اُسنے پندرہ درم کو کرایہ کیا اور موکل کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے دس درم کو کرایہ کیا ہے وہ سوار ہو گیا تو موکل پر کچھ کرایہ نہیں واجب ہوگا اور ٹٹو والے کا کرایہ وکیل پر ہوگا ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درم کو کرایہ کو دیدے اُسنے پندرہ درم میں دے دیا تو اجارہ فاسد ہے اور اگر درم لے لیے ہیں تو پانچ درم صدقہ کر دے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کے واسطے سو درم میں کرایہ پر لے اور وکیل نے کرایہ لیکر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے انکار کیا کہ جبتک کرایہ نہ وصول کرے نہ دیگا پس اگر اجارہ مطلقاً ہو تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے پس اگر وکیل نے یہانتک روکا کہ سال گذر گیا تو بحکم عقد کرایہ وکیل پر لازم ہوگا پھر وکیل موکل سے لیگا اسی طرح اگر کرایہ بوعدہ ایک سال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہے ایسا ہی یہ مسئلہ بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وکیل استحساناً موکل سے کرایہ نہیں لے سکتا ہے اور قاضی امام جمال الدین رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اسی طرح اگر موکل نے وکیل سے لیکر قبضہ کیا پھر وکیل نے اُسپر زبردستی کر کے گھر اُسکے قبضہ سے نکال لیا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ پر دینے والے کو وکیل سے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے پھر وکیل موکل سے لیگا اور اگر وکیل کی سکونت میں مکان منہدم ہو گیا تو اُسپر ضمان نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر موکل کو دینے سے روکا پھر ایک اجنبی آیا اور اُسنے وکیل کے پاس سے وہ گھر غصب کر لیا اور وکیل موکل کو نہ دیسکا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل اور موکل دونوں سے ساقط ہو گیا اور اگر وکیل نے اجرت کی تعجیل کی شرط کر لی تھی تو اُسپر اور موکل پر صحیح ہو گئی پس اگر وکیل نے گھر پر قبضہ پایا اور کرایہ خواہ دیا یا نہ دیا تو اُسکو اختیار ہے کہ جب تک پوری اجرت نہ لیوے گھر کو موکل کے سپرد نہ کرے پس اگر منع کیا اور روکا یہانتک کہ سال گذر گیا اور گھر وکیل کے قبضہ میں ہے تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور اسصورت میں وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے گھر طلب نہ کیا یہانتک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور وہ موکل سے لیگا اور اگر آدھا سال گذر گیا پھر موکل نے طلب کیا اور وکیل نے روکا یہانتک کہ سال پورا ہو گیا تو سب کرایہ وکیل پر واجب ہوا اور وکیل آدھے سال کا کرایہ یعنی جسقدر حصہ عدم طلب میں گذرا ہے وہ موکل سے لیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اجارہ لینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ خود ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مواخذہ کرے کہ کرایہ مجھے ادا کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اجارہ دینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ کھلے خسارہ کے ساتھ کرایہ پر دیوے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے اور اگر اپنے باپ یا بیٹے یا ایسے شخص کو جسکی گواہی اُسکے حق میں مقبول نہیں ہے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اجارہ فاسد میں وکیل ضامن نہوگا اور اجر المثل مستاجر کو دینا پڑیگا۔ اجارہ طویلہ کے وکیل سے اجارہ کا مال فسخ اجارہ کے وقت طلب کیا جائیگا اگر وکیل کو اجرت میں تاخیر دیگی یا معاف کر دیگی تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے لیوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر زمین چند لوگوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنے حصہ کے اجارہ دینے

کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے انھین سب کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو جائز ہی اور اگر ایک کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر کسی اجنبی شخص کو کرایہ پر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اجارہ دینے کے وکیل نے اگر تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے مستاجر سے اجارہ توڑ لیا تو توڑنا صحیح ہی خواہ کرایہ مال دین ہو یا عین ہو لیکن اگر وکیل نے کرایہ وصول کیا ہو تو نہین صحیح ہی کیونکہ مقبوض ملک موکل ہوگیا و بواسطہ وکیل اُسپر موکل کا قبضہ ہوگیا اور وصول ہونے سے پہلے اگر کرایہ مال معین ہو تو نفس عقد سے ملک موکل ثابت نہوئی اور تعجیل کی شرط پر موکل کا قبضہ ثابت نہوا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر وکیل مستاجر نے زمین کے مالک سے اجارہ توڑ لیا حالانکہ زمین اُجرت پر دینے والے کے قبضہ مین ہی تو جائز ہی پس اگر اسکو موکل یا وکیل کو دیدیا ہی تو استحساناً جائز نہوگا یہ خلاصہ مین ہی کھیتی کیواسطے زمین دینے کے وکیل نے اگر ایسے شخص کو زمین دی جو اسمین دانہ کی چیز گیہون وغیرہ بوتا ہی تو جائز ہی اور اگر ایسے شخص کو دی جو اسمین درخت لگاتا ہی تو جائز نہین اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ زمین ایسے شخص کو دے جو اسمین خرما کے درخت لگاوے اُسنے ایسے کو دی جو اسمین دوسرے قسم کے درخت لگاتا ہی یا اسکے برعکس ہو تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ میری زمین بٹائی کھیتی پر دیدے اُسنے اسقدر خسارہ پر دی کہ جو اندازہ نہین کیا جاتا ہی تو جائز نہین ہی اور جو کچھ پیدا ہو وہ کاشتکار اور وکیل کے درمیان اُنکے شرط کے موافق تقسیم ہوگا اور زمیندار کو اسمین کچھ نملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک زمیندار دونون مین سے جس سے چاہے زمین کا نقصان لیوے اور امام اعظم رح کا قول اسکے خلاف ہی اور اگر کھیتی سے کچھ نقصان نہین آیا ہی تو امام محمد رح نے اسکو صاف صریح ذکر نہین کیا ہی عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت جائز ہی اور پیداوار وکیل اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوگی اور اسمین موکل کو کچھ نہ ملیگا اور اگر اسقدر خسارہ پر دیا کہ جو اندازہ مین آتا ہی تو جائز ہی اور پیداوار موکل اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور حصہ موکل کا وکیل کو اپنے قبضہ مین لینا جائز ہی اور اگر بیج زمیندار کا ہو اور وکیل نے اسقدر خسارہ پر زمین دی جو برداشت ہو سکتا ہی تو روایت مزارعت کے موافق زمیندار ہی اپنے حصہ پر قبضہ کرنیکا متولی ہوگا اور ایسا ہی معاملہ مین درخت کا مالک خود ہی اپنے حصہ پر قبضہ کریگا اور روایت وکالت مین یہ ہی کہ وکیل کو اُسکے حصہ پر قبضہ کرنیکا حق ہی اور اگر اسقدر نقصان کے ساتھ دی کہ جو برداشت نہین ہوتا ہی تو وکیل بیج اور زمین کا غاصب ہی اور زمیندار کو نقصان زمین لینے کا اختیار ہی اور کاشتکار کو جو کچھ ملا اسمین صدقہ نہ کریگا اور وکیل زیادتی صدقہ کریگا یہ محیط السرخسی مین لکھا ہی۔ مزارعت و معاملت کے وکیل کو اختیار ہی کہ حاصلات مین سے مالک کا حصہ وصول کرلے اور اگر مالک کو ہبہ کیا یا اُسکو بری کردیا تو جائز نہین ہی اور اُس شخص کے قول مین جو مزارعت و معاملت کو جائز رکھتا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر اپنی زمین مزارعت و کاشتکاری بٹائی پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل کو وقت نہ بتلایا تو پہلے سال و پہلی کھیتی کے واسطے جائز ہی پس اگر وکیل نے اس سے زیادہ کے واسطے یا سوائے اس سال کے دی اور اس سال نہ دی تو استحساناً جائز نہین ہی اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اس سال کے واسطے اس شرط پر لیوے کہ بیج موکل کی طرف سے ہو پس وکیل نے اس طرح لی کہ جس مین نقصان اسقدر ہی کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر نقصان کے ساتھ لی کہ لوگ نہین برداشت کرتے ہین تو جائز نہین ہی ولیکن اگر موکل راضی ہوجاوے اور اسمین زراعت کرے تو جائز ہی اور وکیل ہی سے مالک زمین کے حصہ کا مواخذہ ہی تاکہ اُسکو سپرد کرے پس اگر وکیل نے اسقدر نقصان سے لی کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین

اور موکل نے اجازت اسوقت تک نہ دی کہ اُسنے زراعت کی اور وکیل نے اُسکو زراعت کی اجازت دی تو جو کچھ پیداوار
ہوئی وہ موکل کی ہی اور وکیل پر زمین کے مالک کو اُس زمین کے مثل کی پیداوار کے موافق دینا لازم ہی اور مالک
زمین کا موکل پر کچھ نہیں ہی اور کاشتکار پر زمین کا نقصان اُسکے مالک کو دینا واجب ہی اور اگر اُسنے اجازت نہ دی اور
زراعت کے واسطے کاشتکار کو بھی حکم نہ کیا تو جسقدر پیداوار ہو وہ کاشتکار کی ہی اور وکیل پر زمیندار کا کچھ حق نہیں ہی
اور کاشتکار اسکو نقصان زمین دیگا اور وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر وکیل کو حکم کیا کہ کوئی زمین بٹائی پر
یا کوئی درخت ساجھے پر لیوے اور بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہی اور اگر زمین بیان کر دی اور بیج نہ بیان کیے تو جائز
ہی اور اگر وکیل کو زمین بٹائی پر یا درخت ساجھے پر دینے کا حکم کیا اور وہ شخص بیان نہ کیا جسکو دیگا وے تو جائز ہی
ایک شخص کو حکم دیا کہ زمین کھیتی بٹائی پر دیدے اور اُسنے ایک کر گیہوں درمیانی پر کرایہ دیدی تو جائز ہی۔ اور کاشتکار
کو اختیار ہی کہ جو کچھ اُسکا جی چاہے گیہوں کی قسم سے یا جو اس سے کم مضر ہو اُسمین بووے اور اگر سوائے گیہوں کے
کسی چیز کے عوض دی تو جائز نہیں ہی اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ تہائی بٹائی پر دیدے اور اُس نے ایک کر گیہوں وسط کے
عوض اُجرت پر دیدی تو اُسنے خلاف کیا اور مستاجر نے اگر اُسمین بویا تو پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُسپر ایک کر گیہوں درمیانی
اُجرت پر دینے والے کو دینا واجب ہونگے اور مالک زمین کو نقصان دیگا اور اُجرت پر دینے والے سے واپس لیگا اور اگر مالک
زمین چاہے تو اُجرت پر دینے والے سے نقصان زمین وصول کرے اور وہ اُسی کر میں سے جو اُسکو اُجرت میں ملا ہی نقصان
ادا کریگا اور باقی کو جو زیادہ ہی صدقہ کر دیگا ایک شخص کو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین تہائی بٹائی پر لیوے
اور وکیل نے ایک کر گیہوں درمیانی کے عوض لی تو جائز نہیں ہی ولیکن اگر موکل راضی ہو تو جائز ہی اور اگر اسواسطے
وکیل کیا کہ یہ خرما کا درخت میرے واسطے معاملت پر لیوے اور اُسنے اس شرط پر لیا کہ جو کچھ پھل پیدا ہوں وہ مالک درخت کے
ہیں اور عامل کو کھرے فارسی چھوہارے خشک ایک کر ملینگے تو جائز ہی اور اگر دقل چھوہارے کی شرط کی پس اگر درخت میں
ناکارہ دقل پیدا ہوتے ہیں تو جائز ہی ورنہ نہیں جائز ہی۔ اور اگر ایک کر گیہوں کی شرط کی تو جائز نہیں ہی اور اگر اسواسطے
وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان شخص کا درخت خرما تہائی کے ساجھے پر لیوے اور اُسنے ایک کر خشک چھوہارے فارسی کی شرط پر
لیا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگا ولیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک کر تہائی سے کم یا برابر ہی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی میں ہی

فصل دوسری

مضارب و شریک کو وکیل کرنے کے بیان میں۔ قاعدہ یہ ہی کہ جو ایسی تجارت ہی کہ اگر اُسکا مضارب
عمل میں لاوے تو رب المال پر صحیح ہوتی ہی جب ایسے معاملہ میں وکیل کریگا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب کو
خرید و فروخت اور قبضہ اور خصومت میں وکیل کرنا جائز ہی۔ مضارب نے قرضہ کے خصومت کے واسطے دوسرے کو
وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کر لیا ہی تو جائز ہی پھر اگر مضارب نے کہا کہ میں نے وصول نہیں
کیا ہی تو وکیل پر ضمان نہوگی اور قرضدار بری ہو گیا چنانچہ اگر مطلوب سے وصول کرنیکا اقرار کیا اور مضارب نے انکار کیا تو بھی یہی
ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ مضارب کو ایک غلام مضارب سے خریدنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے رب المال کا بھائی خرید
تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے لیا پس اگر اُسمین زیادتی نہیں ہی تو مضاربت میں جائز
ہی اور اگر زیادتی ہو تو فاصتہ مضارب کے حق میں جائز ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر مضاربت کا مال رب المال سے وصول کر لیا
اسکو دینے کیواسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینے کا حکم کیا

اور مضارب نے نفقہ دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہی پس اگر وکیل نے کہا کہ مین نے سو درم ان لوگون پر خرچ کیے اور اتنی مدت مین اسقدر درم اتنے لوگون پر خرچ ہوسکتے ہین۔ اور مضارب نے کہا کہ دو سو درم خرچ کیے اتنی مدت مین کہ اسقدر درم اتنی مدت مین اتنے لوگون پر خرچ ہوسکتے ہین اور رب المال نے کہا کہ تو نے کچھ نہین خرچ کیا ہی تو مضارب کا قول لیا جائیگا حالانکہ مال مین سے دو سو درم جاتے رہے ہین اور وکیل کچھ ضامن نہوگا۔ اور مضارب کے قول کی تصدیق اسی وجہ سے کیجاتی ہی کہ مال اُسکے قبضہ مین ہی۔ اسی طرح ہر وکیل کہ جسکو کچھ مال دیا جاوے کہ اسکو فلان چیز مین صرف کرے تو بطریق معروف اسکی اس بارہ مین تصدیق کیجاویگی یہ حاوی مین ہی۔ اگر مضاربت کے غلامون کی خوراک کیواسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا اور اسکو کچھ مال نہ دیا پھر وکیل نے کہا کہ مین نے اپنا اس اسقدر خرچ کیا ہی اور مضارب نے اسکی تکذیب کی تو وکیل کی تصدیق نہ کیجاویگی۔ اسی طرح اگر اپنی ذاتی چیز پر صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا تو یہ صورت بھی مثل صورت سابقہ کے ہی اور اگر مضارب نے مضاربت کے غلامون مین سے کسی غلام کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر رب المال نے مضارب کو بیع سے منع کر دیا اور مضاربت توڑ دی پھر وکیل نے اسکو فروخت کیا اور اسکو ممانعت کا علم ہی یا نہین ہی تو اسکی بیع جائز ہی کیونکہ مال عروض ہو جانے کے بعد مضارب کے لیے اسکی بیع کی ممانعت کرنے کا اختیار رب المال کو نہین ہی اسی طرح اگر رب المال مر گیا پھر وکیل نے بیچا یا مضارب نے اسکی موت کے بعد وکیل کیا اور اس نے بیچا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اگر دو متفاوضون مین سے ایک نے کسی کو ایسی چیز کے بیچنے کے واسطے جسکا وہ ولی ہی وکیل کیا پھر دونون جدا ہوگیے اور اپنا اپنا مال بانٹ لیا اور گواہ کر لیے کہ ہم دونون مین شرکت نہین رہی پھر وکیل نے جس کام کے واسطے وکیل ہوا تھا اسکو پورا کیا اور اسکو اسکا علم ہی یا نہین ہی تو دونون کے حق مین یہ کام جائز ہوگا اسی طرح اگر دونون نے وکیل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر دو شریک عنان مین سے ایک نے کسی شریک کی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا تو دونون پر استحساناً جائز ہی اسلیے کہ ہر ایک دوسرے کے حق مین بمنزلہ وکیل مختار عام کے ہی یہ مبسوط مین ہی اگر کسی چیز کی بیع یا خرید یا اجارہ یا قرضہ کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے شریک نے اسکو وکالت سے برطرف کیا تو سب چیزون سے سوائے تقاضائے قرض کے برطرف ہوجائیگا اسلیے کہ اگر ادائے موکل ہی کی طرف سے تھی تو دوسرے کا نکالنا باطل اور اگر نہین تھی تو وکالت ناجائز ہی کذا فی الحاوی دونون متفاوضون مین سے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اسمین عیب پایا پس اس کی واپسی کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اگر اس کا شریک بھی مخاصم ہو تو ضرور ہی کہ جس نے خریدا ہی وہ حاضر ہو تاکہ اس سے قسم لیجاوے کہ وہ عیب پر راضی ہوا ہی یا نہین اور اگر خریدار خود حاضر ہو تو وہی مخاصم قرار پاویگا اور بائع کو اختیار نہین ہی کہ اس کے شریک سے عیب پر راضی ہونے کی قسم لے دونون شریکون مین سے ایک نے ایک غلام مین خصومت کے واسطے جس کو فروخت کیا تھا وکیل کیا اور مشتری نے اس مین عیب لگایا اور موکل غائب ہوگیا تو وکیل پر قسم نہین آتی ہی اور اگر مشتری نے دوسرے شریک سے جھگڑا کرنا چاہا اور اسکے علم پر اس سے قسم لینی چاہی تو ہوسکتا ہی کیونکہ متفاوضہ کا ہر ایک شریک معاملہ ہونے مین بجائے دوسرے کے ہی یہ مبسوط مین ہی۔

فصل تیسری بضاعت کے بیان مین اگر ایک نے دوسرے کو ہزار درم بضاعت دیے اور کہا کہ اس کے عوض میرے لیے کپڑے کو یا کپڑون کو یا تین کپڑون کو خرید دے تو جائز ہی اسی طرح اگر ہزار درم بضاعت دیکر کہا کہ میرے

لیے اُسکی کوئی چیز خرید دے تو بھی جائز ہی اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میرے واسطے ہزار درم بضاعت قرار دیکر اسکی کچھ چیز خرید دے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور جو کچھ خریدیگا وہ حکم دینے والے کی ہوگی اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت کے لے تو جائز ہی اور خریداری کی اجازت اُسکو اسی کلمہ سے حاصل ہوگی۔ اگر کہا کہ یہ کپڑا بضاعت مین لے تو جائز ہی اور فروخت کی اجازت اُسکو حاصل ہوگی۔ پھر کپڑے کی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک ہر عزیز و خسیس کے عوض اور ہر ثمن کو فروخت کردیگا بیع نافذ ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک صرف درم و دینار سے جائز اور اگر خسارہ ہو تو بقدر اتنے خسارہ کے جائز ہوگی کہ لوگ برداشت کرسکتے ہین اور درمون کی صورت مین اُس کی خریداری موکل پر نافذ ہوگی الا مثل قیمت کے عوض یا اسقدر کمی سے کہ لوگ برداشت کرلیا کرتے ہین اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت لے اور میرے لیے کچھ خرید و فروخت کر شاید اللہ تعالے مجھے کچھ نفع نصیب کرے تو جائز ہی اور اُسکو خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین شہر مین جایا چاہتا ہون کہ کپڑے اور غلام خریدون پس اُسنے کہا کہ میرے یہ ہزار درم بضاعت لے یا کہا کہ میرے لیے اپنے مال سے ہزار درم بضاعت کرے تو جائز ہی اور اُسکو غلام و کپڑے خریدنے کی اجازت حاصل ہوئی ہو اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم راسے پر بضاعت مین لے کپڑے کے واسطے یا غلام کو کہا یا اناج کے واسطے کہا پھر اس شخص نے جسکو حکم کیا تھا تمام مال سے وہ شی جسکا حکم کیا تھا خریدی پھر اُسکو لدوایا اور اپنے مال سے خرچ کیا یہانتک کہ مالک کے پاس لایا تو اس خرچ مین وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہوگی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ مین خرچ کرکے لایا تو جائز ہی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر مین رہتا ہون یہین خرید دے پھر اُسنے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا باقی کرایہ مین خرچ کیا تو جائز ہی اور اگر تمام مال سے اسی شہر مین وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کرکے اُسکے گھر تک پہونچائی تو استحساناً رب المال سے واپس لیگا اور اگر اس شخص نے جسکو حکم کیا ہی تھوڑے مال سے یہ چیزین خریدین اور باقی مال خرچ کرایہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہوا یہانتک کہ رب المال مرگیا پھر باقی اُسنے خرچ کیا پس اگر اسکو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو جسقدر خرچ کیا ہی اُسکا ضامن ہی اور اگر علم نہ تھا تو استحساناً ضامن نہین ہی اور جب تک اُسکو علم نہو معزول نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیز نہ خریدی یہانتک کہ رب المال مرگیا پھر اُسنے خریدی تو ضامن ہوگا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعت مین اگر تھوڑے سے مال سے غلام خرید چکا ہی پھر اُسکو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اُسکے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اُسکو خوف ہی کہ اگر غلامون کو کھانا نہین دیتا ہی تو مرجاوینگے تو چاہیے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تاکہ قاضی کو جو کچھ مصلحت معلوم ہو یعنی بیع کردینا اور اُسکا ثمن رکھ لینا یا باقی مال سے اُنکو نفقہ دینا وہ اُسکو حکم کرے ولیکن جب تک گواہ نہ قائم ہون قاضی حکم نہ دیگا اور اگر اُسکے پاس گواہ نہوئے اور قاضی کی رائے مین آیا کہ یون گواہ کرلے کہ اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہی پس اگر اُسنے سچ کہا تو مین نے اسکو نفقہ دینے یا بیع کردینے کی اجازت دی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مرگیا پھر باقی مال سے خریدا یا نفقہ و کرایہ وغیرہ مین صرف کیا تو خریدنے کی صورت مین ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو یا نہوا ہو اور نفقہ کی صورت مین اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہوگا اور یہ حکم استحساناً ہی کذا فی الصغری۔ ایک شخص کو ہزار درم بضاعت کسی خاص چیز کے خریدنے کے لیے جسکو بیان کر دیا ہو جیسے انواع یا

کہ جسکو چاہے وکیل کرلے پس اس وکیل نے دوسرے کو دیکر حکم دیا کہ جس اسباب کے خریدنے کے واسطے رب المال نے حکم کیا ہے وہ خرید کیسے اور اُسنے خریدا تو پہلے وکیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے متاع اپنے قبضہ مین لے اور اگر پہلا وکیل مرگیا تو دوسرے کی وکالت باطل نہوگی اور اگر درم دینے کے وقت کہا کہ مین نے تجھکو فلان شخص کے واسطے وکیل کیا کہ تو اُس کے واسطے اِن ہزار درم کی فلان متاع خرید دے تو یہ شخص رب المال کا وکیل ہوگا اور جس نے درم دیے ہین اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس مشتری سے متاع لیکر قبضہ کرے اسی طرح اگر درم دوسرے کو دیے اور کہا کہ مین نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کی فلان شخص کے واسطے فلان چیز خرید دے اور یہ نہ کہا کہ فلان شخص کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کے عوض فلان چیز خرید دے پھر باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ دراہم فلان شخص کے تھے اور اس نے فقط اسواسطے وکیل کیا تھا کہ فلان مالک کے واسطے خرید دے اور فلان شخص نے اس کو حکم دیا تھا کہ جسکو چاہے وکیل کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم بضاعت کسی متاع کے خریدنے کے واسطے دیے اور اس شخص نے جسکو درم دیے گیے ان درمون کو ایک دلال کو دیا اُس نے متاع خرید کرکے وکیل کے پاس روانہ کی اور وہ راستہ مین ضائع ہوئی تو وکیل اُس کے لیے ضامن نہ ہوگا اور اگر درم والے نے یہ نہین کہا تھا کہ بضاعت ہین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو ضامن ہوگا مگر دلال نے اُسکے سامنے اگر خریدا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔

پانچوان باب رہن کے معاملہ مین وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص کو اسباب دیا اور کہا کہ اسکو میرے واسطے فروخت کردے اور داموں کے بیسے رہن لے لینا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اگر رہن دامون سے اسقدر کم ہو کہ لوگ اندازہ مین اُسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور اگر کہا کہ اسکو فروخت کرکے مضبوطی کے لائق رہن لے اُسنے ایسا رہن لیا جو دامون سے اسقدر کم ہے کہ لوگ برداشت کرلیتے ہین تو جائز ہے اور اگر اسقدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ نہین برداشت کرتے ہین تو نہین جائز ہے۔ اور اگر وکیل نے رہن لیکر پھر راہن کو پھیر دیا تو واپس کرنا جائز ہے اور موکل کے واسطے ضامن نہوگا اور بیع اپنے حال پر رہیگی۔ اور اگر وکیل نے رہن کو کسی عادل کے قبضہ مین رکھا ہے تو جائز ہے اور موکل کو اسپر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہے۔ اگر کسی کو کچھ درم دیے اور کہا کہ اسکو فلان شخص کے پاس لیجا اور کہہ کہ فلان شخص نے تجھے اس شرط پر قرض دیا ہے کہ تو اُسکے عوض رہن دے اور مجھے رہن پر قبضہ کرنیکا حکم کیا ہے پس اُسنے ایسا ہی کیا اور رہن پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ رہن وکیل سے لیکر اپنے قبضہ مین کرلے اور اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا۔ اور اگر یون کہا کہ یہ دراہم لے اور انکو قرض دے اور انکے عوض رہن لے لے اُسنے ایسا ہی کیا تو راہن وکیل سے رہن نہین لے سکتا ہے اور اگر وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا یہ حاوی مین ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا جو دس درم کے اندازہ کا ہے دیا اور حکم دیا کہ دس درم میرے واسطے قرض لیکر اسکو رہن کردے پس اگر موکل نے کلام ایلچی بھیجنے کے طور پر کہا کہ فلان کے پاس جا اور اُس سے کہہ کہ فلان شخص تجھسے دس درم قرض چاہتا ہے اور یہ کپڑا تجھے رہن دیتا ہے پھر اگر وکیل نے بھی بعد اسکے بطور ایلچی کے کلام کیا کہ قرض و رہن کو موکل کیطرف نسبت کیا اور درم لیکر رہن دیدیا تو قرض موکل کا ہوگا یہانتک کہ اُسکو اختیار ہے کہ جو دراہم ایلچی نے لیے ہین انکو ایلچی سے لے لے اور قرض دینے والے کا مطالبہ ایلچی سے نہوگا بلکہ بھیجنے والے سے ہوگا اور وہی فک رہن کراویگا اور اگر وہ دراہم ایلچی کے وصول کر لینے کے بعد اُسکے پاس تلف ہوگیے تو بھیجنے والے کا مال گیا۔ اور اگر ایلچی نے وکیلون کیطرح کلام کیا یعنی قرض و رہن کو اپنی طرف نسبت

کیا اور کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن میں لے پس قرض دینے والے نے دیے اور رہن لے لیا تو ایلچی اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا شمار ہوگا اور بھیجنے والا اس سے درم نہیں لے سکتا ہے اور جو کپڑا اسنے قرض دینے والے کو دیا ہے اسکا ضامن ہے اور اگر قرض دینے والے کے پاس وہ کپڑا تلف ہوا تو مالک کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت ہو اسکو چاہے قرض دینے والے سے لیوے یا قرض لینے والے سے جسنے کپڑا دیا ہے لیوے پس اگر اسنے ایلچی سے ضمان لی تو رہن جائز رہا اور قرضخواہ کا قرضہ ساقط ہوا اور اگر قرض دینے والے سے ضمان لی تو وہ ایلچی سے اپنا قرضہ اور کپڑے کی قیمت لے لیگا۔ اور اگر موکل نے وکالت کے طور پر کلام کیا یعنی وکیل کر کے بھیجا اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے وکیل کیا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درم قرض لے اور یہ کپڑا اسکو رہن میں دیدے پھر اگر وکیل نے اسکے بعد ایلچیوں کے مانند کلام کیا اور اس شخص سے جا کر کہا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس دس درم اپنے واسطے قرض لینے کو بھیجا ہے اور یہ کپڑا اسکے رہن میں دیا ہے اور قرض دینے والے نے اسپر عمل کیا تو جو کچھ اسنے قرض لیا وہ موکل کا ہے حتی کہ وکیل اسکے لینے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور رہن موکل کی طرف سے جائز ہوگا یہاں تک کہ یہ شخص وکیل اسکا ضامن نہوگا اور فک رہن کرانا موکل کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح جا کر کلام کیا یعنی جا کر کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا میری طرف سے رہن لے تو قرض کے درم وکیل کے ہونگے اور اسکو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور کپڑے کا ضامن نہوگا اگرچہ اسنے اپنے قرض میں دیا ہے اور اگر مرتہن کے پاس وہ تلف ہوگیا تو وکیل کپڑے کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہے اسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا دیا اور حکم کیا کہ اسکو قرض درموں کے عوض رہن کردے اور درموں کی تعداد بتلادی پھر وکیل نے اس تعداد سے زیادہ یا کم درم لیے پس اگر موکل نے بطور ایلچی بھیجنے کے کلام کیا تھا یعنی فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ یہ کپڑا رہن رکھ لے اور دس درم قرض دے پھر اگر وکیل نے بطور ایلچی کے کلام کیا اور قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت کیا ولیکن تعداد میں درم زیادہ یا کم کہے تو خلاف کرنے والا شمار ہوگا اور جو اسنے قرض لیا اسی کا ہوگا موکل کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور رہن کا ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جہاں تک اس کپڑے کی قیمت ہو خواہ تعداد جو اسنے بیان کی تھی اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اسکو ایلچی سے لیوے یا مرتہن سے لیوے پس اگر اسنے ایلچی سے ضمان لی تو رہن صحیح رہا اور اگر مرتہن سے لی تو مرتہن اسکی قیمت اور اپنا قرضہ ایلچی سے بھر لیگا اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا یا زیادہ یا کم تعداد بیان کی تو مخالف شمار ہوگا اور کپڑے کا ضامن ہوگا اور اگر موکل نے بطور وکالت کے کلام کیا یعنی میں نے تجھے فلاں سے دس درم قرض لینے کے واسطے وکیل کیا اور یہ کپڑا رہن کردے پس اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا اور کہا کہ مجھے درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن لے اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو جو اسنے قرض لیا اسی کا ہوگا اور بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اگر کپڑا تلف ہو جاوے تو چاہے وکیل سے ضمان لے یا مرتہن سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو رہن صحیح ہوگیا اور جو ضمان دی وہ مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسنے مرتہن سے ضمان لی تو مرتہن اپنے قرضہ و کپڑے کی قیمت کو وکیل سے بھر لیگا۔ اور اگر اسنے تعداد سے کمی کی پس اگر قرضہ کپڑے کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کپڑے کی قیمت سے کم ہو تو ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہو چاہے قرض دینے والے سے ضمان لے یا کپڑا رہن دینے والے سے ضمان لے اور اگر وکیل نے ایلچیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو ہر حال میں ضامن ہوگا پھر اگر وکیل موکل کے پاس بقدر اسکی تعداد بیان کیے ہوئے کے درم لایا اور اسکو دیدیے تو یہ وکیل کا قرضہ اس پر ہوا اور یہ کپڑا رہن نہوگا

اور مرتہن کو اختیار ہی کہ جو وکیل نے اُس سے وصول کیا ہی اُسکو پھیر لے یہ محیط و ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مرتہن نے اُسکے ایلچی ہونے مین تصدیق کی تو وکیل امانت دار ہی پس اگر اُسکے ہاتھ مین درم تلف ہو گئے تو مرتہن کو کچھ ڈانڈ نہ دیگا۔ پس اگر وکیل نے کہا کہ مین نے کپڑے کے مالک کو دیدیے تو اُس سے ضمان دفع کرنے کے حق مین اُس کا قول لیا جائیگا اور کپڑے کے مالک پر ضمان لازم ہونے کے واسطے اس قول کا اعتبار نہین ہی۔ اگر وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے پندرہ درم مین رہن کرنے کے واسطے حکم کیا تھا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دس یا بیس درم مین رہن کے واسطے حکم دیا تھا تو دونون صورتون مین قسم لیکر موکل کا قول لیا جائیگا پس اگر قسم کھائی تو یہ اور صورت سابقہ یکسان ہوگی اور اگر کچھ رہن کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس چیز رہن کو نہ بتلایا تو جو چیز رہن کرے جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ وکیل رہن کو دوسرے کو وکیل کر دینا جائز نہین ہی اور نہ مرتہن کو اُسکی بیع کا اختیار دینا جائز ہی۔ اور اگر موکل نے وکیل سے کہدیا کہ جو تو کرے سب جائز ہی تو یہ روا ہی پس اگر وکیل نے دوسرے کو رہن کرنیکا حکم دیا ہی تو جائز ہی اور وکیل نے اگر خود رہن کیا اور مرتہن کو اُسکے بیچنے کی قدرت دیدی تو بھی جائز ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر کسی نے کسی قدر تعداد معلوم درمون پر رہن کرنے کے واسطے ایک کپڑا دیا اور وکیل نے اپنے پاس ہی رہن کر لیا اور وہ درم موکل کو دیدیے اور اُس سے بیان نہ کیا تو کپڑا رہن نہوگا اور وہ اُس کپڑے کا امانت دار ہی اگر تلف ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور درم اُسکے موکل پر قرض ہین اسیطرح اگر اپنے چھوٹے نابالغ لڑکے کے پاس رہن کیا۔ یا کسی اپنے غلام کے پاس جسپر قرض نہین ہی رہن کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا مکاتب یا اپنے غلام تاجر قرضدار کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل اس معاملہ مین غلام تاجر یا مکاتب یا لڑکا ہو پس اگر اُسنے یہ کہا کہ فلان شخص تجھسے کہتا ہی کہ مجھے اسقدر قرض دے اور یہ کپڑا رہن کرے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو ٹھیک ہے اور غلام محجور کی صورت مین جائز نہین ہی اور دوسرون کی وکالت سے جائز ہی۔ اور اگر غلام تاجر ہو اور قرضدار ہو اور اُس نے اپنے مالک کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر قرضدار نہو پس اگر اُس نے کہا کہ فلان شخص کو قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم مین رہن کر دے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے پاس رہن کیا اور مال اُس سے لے لیا اور مین نے دیدیا اور مال میرے پاس تلف ہو گیا اور مین نے اُس سے کہا تھا کہ فلان شخص کو قرض دے کہ اُس نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی اور موکل نے اُس سے یون ہی کہا تھا اور مرتہن نے اُسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ تو نے یہ قرض میرے واسطے نہین وصول کیا اور نہ غلام رہن کیا ہی تو قسم لیکر موکل کا قول لیا جاویگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر وکیل نے خود ہی مال قرض لیا اور غلام رہن کر دیا اور مالک غلام نے یون ہی حکم کیا تھا تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا نہ موکل پر یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ رہن کے واسطے وکیل کیا اُس نے رہن کر کے بیعنامہ لکھدیا اور وکیل و مشتری دونون اقرار کرتے ہین کہ اُس نے رہن رکھا ہی اور بیعنامہ وکلا نے سنانے کو لکھا ہی تو استحسانا یہ رہن ہی کیونکہ دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ رہن کیا اور بیعنامہ وکلا نے سنانے کو تھا اور ظاہر ہی کہ عقد دونون کا حق ہی دوسرے کی طرف تجاوز نہین کریگا تو کیفیت عقد مین انھین کا قول لیا جائیگا اور جو اُنکے قول سے ثابت ہوا مثل معائنہ کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر وکیل نے مرتہن کو رہن پر سواری لینے یا خدمت لینے کی اجازت دی اور مرتہن نے ایسا ہی کیا تو وہ ضامن ہی اور رہن کا کھانا و چارہ موکل پر ہی۔ اور اگر وکیل نے مال اپنے واسطے قرض لیا تو مرتہن سے کہا جائیگا یا تو نفقہ دے اور نفع اُٹھایا اُسکے مالک کو واپس کر دے کہ وہ نفقہ دے۔ اسی طرح بالغ کا یا

اور بکریون کی چرائی موکل پر ہی بخلاف اُجرت نگہبان و مکان حفاظت کے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔

چھٹا باب

اُن عقود مین جن مین وکیل سفیر محض ہوتا ہی اور حقوق اُس کی طرف راجع نہین ہوتے مانند نکاح و طلاق وغیرہ کے

اور اس مین دو فصلین ہین

فصل اول وکالت بالنکاح کے بیان مین۔ کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ مین اپنے شوہر سے خلع کرانا چاہتی ہون جب خلع کراون اور عدت گذر جاوے تو تو مجھے فلان شخص کے ساتھ نکاح کردے تو صحیح ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ نکاح کرانے کے وکیل کو دوسرے کا وکیل کرنا روا نہین ہی اور اگر اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور اُسنے پہلے کے سامنے نکاح کرایا تو جائز ہی۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتین ایک عقد مین نکاح کرادے اُسنے تین عورتون سے اسطرح نکاح کردیا تو بعض روایات مین مذکور ہی کہ یہ اجازت پر متوقف رہیگا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور تین کی جگہ چار عورتین کردین اور بعض روایات مین ہی کہ جائز نہین ہی اور یہی ظاہر ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرادے پھر اُسنے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کرادیا کہ امر عورت اُس عورت کے اختیار مین ہی یعنی طلاق دے لینا اُسکے اختیار مین ہی تو نکاح جائز اور شرط باطل ہی۔ عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اُسکا نکاح کرادے اور کہدیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہی پھر وکیل نے ایک شخص کو اُسکے نکاح کرانے کی وصیت کردی اور مرگیا تو وصی کو اُسکے نکاح کرادینے کا اختیار ہی اور یہی حکم تمام وکالتون مین ہی۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلان شہر یا فلان قبیلہ سے ایک عورت نکاح کرادے اور اُسنے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاہ دی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ غلام مجور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اُسکو نکاح کی اجازت دیدی یا غلام آزاد ہوگیا تو وکیل وکیل ہوگیا اور اگر اُس نے کسی عورت سے نکاح کرادیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی کسی خاص عورت سے نکاح کرادینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا پھر وکیل نے دعوی کیا کہ مین نے حالت اسلام مین اُسکا نکاح کرایا تھا اور وارثون نے اور موکل نے جب مسلمان ہوکر آگیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہوگا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہی کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہوکر اسکی استیناف کا مالک نہین ہی اور اگر دونون فریق نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہون کی گواہی معتبر رکھی جائیگی۔ اور اگر دونون کے پاس گواہی نہو تو وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیجائیگی کیونکہ اگر اُنھون نے عورت کے دعوے پر اقرار کیا تو اُنپر دعوی لازم ہوگا پس اگر وارثون کے قسم کھا لینے سے انکار کے بعد قاضی نے میراث کا حکم اُنکے واسطے دیدیا پھر موکل مرتد مسلمان ہوکر واپس آیا اور عورت نے اُس سے بھی قسم لینا چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہی کیونکہ وہ مہر اُسکے ذمہ قرضہ ہونے کا دعوے کرتی ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔

دوسری فصل طلاق و خلع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سنت طریق پر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وہ عورت ایسی ہی کہ اُسکو حیض آتا ہی اور توکیل حالت حیض مین یا ایسے طہر مین جس مین وطی ہوچکی ہی واقع ہوئی پس وکیل نے حالت حیض مین یا اسی طہر مین طلاق دی تو طلاق واقع نہوگی کذا فی المحیط اور اُسکی وکالت باطل نہوگی یہانتک کہ اگر اسوقت کے بعد اُسنے وقت سنت پر اُسکو طلاق دی تو طلاق واقع ہوجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر یہی حالت حیض مین اُس عورت سے کہا کہ تجھکو بطور سنت طلاق ہی یا جب طاہر ہو تو طلاق ہی یا دوسری صورت مین یعنی جائی طہر کی توکیل مین کہا کہ تجھکو طلاق ہی جب تجھکو

حیض آوے اور تو طاہر ہو جاوے تو طلاق واقع نہوگی اور پہلی صورت مین جب پاک ہوگئی یا دوسری صورت مین جب حیض آکر پاک ہوگئی اور وکیل نے طلاق دی تو واقع ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت تین طلاق دیدے پس وکیل نے اُس عورت سے ایسے طہر مین جس مین وطی نہین ہوئی ہی کہا کہ تجھپر بطور سنت تین طلاق ہین تو فی الحال ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر بعد حیض سے پاک ہونے کے بدون از سر نو طلاق واقع کرنے کے کچھ واقع نہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق دیدے اور ایک دوسرے شخص سے بھی یہی کہا پس دونون نے ایسے طہر مین جسمین جماع نہین ہوا ہی معًا اُسکو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اسمین خیار نہوگا پھر دوسرے طہر مین جب تک دونون طلاق نہ دین طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر وکیل اور شوہر نے معًا ایک طہر مین اُسکو طلاق دی پھر وکیل نے دوسرے طہر مین اُسکو طلاق دی تو ایک دوسری طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق بائن دیدے اور دوسرے سے کہا کہ اسکو بطور سنت ایک طلاق رجعی دیدے پس دونون نے ایک ہی طہر مین اُسکو طلاق دی تو اُسپر ایک طلاق واقع ہوگی مگر شوہر کو اختیار ہی کہ چاہے بائن مقرر کرے یا رجعی متعین کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر وکیل کو طلاق دینے کا حکم دیا پھر شوہر نے اُسکو طلاق دی تو جب تک وہ عورت عدت مین ہی وکیل کی طلاق اُسپر واقع ہو جائیگی اور اگر عدت گذر گئی پھر اُس سے نکاح کیا پھر وکیل نے طلاق دی تو وکیل کی طلاق اُسپر واقع نہوگی اور اگر عورت مرتد ہوگئی یا شوہر مرتد ہوگیا تو جبتک وہ عورت عدت مین ہی وکیل کی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر شوہر مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا پھر وکیل نے حالت عدت مین عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی اسی طرح اگر مسلمان ہوکر آیا اور اُس سے نکاح کر لیا تو بھی پھر وکیل کی طلاق واقع نہوگی یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص کو ایک طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے دو طلاق دی تو امام اعظم رح کے نزدیک کوئی نہ واقع ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ایک واقع ہوگی ایک نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے وکیل نے تین طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہو جائینگی ورنہ کوئی واقع نہوگی اور یہ قول امام اعظم رح کا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک ایک واقع ہوگی۔ ایک شخص کو ایک طلاق بائن دینے کیواسطے وکیل کیا اُسنے ایک رجعی طلاق دی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اسیطرح اگر ایک رجعی طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے بائن دی تو ایک رجعی واقع ہوگی اور یہ اسصورت مین ہی کہ وکیل نے کہا کہ مین نے اُس عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اگر یون کہا کہ مین نے اُسکو بائن کر دیا تو کوئی طلاق واقع نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر اپنی دو عورتون سے کہا کہ تم دونون اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے اپنے آپ کو اور دوسری سوت کو تین طلاق (قلت لعلہ علی قول الامام ۱۲) دی تو دونون کو طلاق ہو جائیگی لیکن چاہیے کہ آپ کو اُسی مجلس مین جسمین شوہر نے یہ الفاظ کہے ہین طلاق دیدے پھر دوسری عورت کا طلاق دیدینا اُس مجلس اور غیر مجلس مین جائز ہی۔ اگر ایک شخص کو اپنی عورتون کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پس اُس نے اُنمین ایک خاص عورت کو طلاق دی تو صحیح ہی اور شوہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس عورت کے سوائے دوسری عورت کی طرف یہ طلاق پھیر دے اور اگر ایک غیر معین کو اُسنے طلاق دی تو بھی صحیح ہی اور معین کرنیکا اختیار شوہر کو ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر اس طرح وکیل کیا کہ میری عورت کو طلاق دیدے اور اُسکی چار عورتین ہین اور کسی کو معین نہ کیا پس اگر اُس نے ایک کو طلاق دیدی تو جائز ہی اور اگر سب کو طلاق دی تو بھی ایک عورت پر جائز ہوگی اور شوہر کو اختیار رہی کہ جسکو چاہے معین کرے یہ حاوی مین ہی۔ اگر دو عورتون سے کہا کہ اگر چاہو تو تم دونون اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے طلاق دی تو واقع نہوگی تا وقتیکہ دونون

اسی مجلس مین تین طلاق پر مجتمع نہون یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اگر کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے میرا وکیل ہی بشرطیکہ وہ عورت چاہے یا پسند کرے یا خواہش کرے تو یہ شخص وکیل نہوگا جب تک کہ وہ عورت اس طلاق کو اسی مجلس مین پسند نہ کرے اور اگر اُسنے پسند کیا تو وکیل ہوگیا اور طلاق دینے سے پہلے اگر وکیل مجلس سے اُٹھ کھڑا ہو تو وکالت باطل ہوگئی اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل ہی پس اگر اُسنے اُسی مجلس مین چاہا تو جائز ہی اور اگر قبل چاہنے کے مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا تو وکیل نہین ہی یہ حاوی مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جب مین فلان عورت سے نکاح کرون تو تو اُسکو طلاق دیدے پس اُسنے نکاح کیا اور وکیل نے طلاق دیدی تو صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی- وکیل طلاق نے اگر دوسرے کو وکیل کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر غیر کو وکیل کیا اور اُسنے پہلے وکیل کے سامنے طلاق دی یا کسی اجنبی نے طلاق دی پھر وکیل نے اجازت دی تو اجنبی کی طلاق واقع نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے غیر کی عورت سے کہا کہ جب تک تو اس گھر مین داخل ہو تو تجھکو طلاق ہی پس شوہر نے اسکی اجازت دیدی اور بعد اجازت ہوجانے کے وہ اُس گھر مین گئی تو طلاق ہوجائیگی اور اگر قبل اجازت ہوجانیکے گئی تو طلاق نہ پڑیگی پھر اگر دوبارہ بعد اجازت ہونیکے گئی تو طلاق پڑجائیگی یہ محیط مین ہی اگر اپنے غلام کو اپنی عورت نے طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا پھر غلام کو فروخت کیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے یہ امر مین نے تیرے سپرد کیا تو اس امر کا قبول کرنا فقط اسی مجلس تک رہیگا- ایک شخص کو طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے علم سے پہلے اُس عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- وکیل طلاق نے اگر مال پر خلع کیا پس اگر وہ عورت ایسی ہی کہ شوہر نے اُس سے وطی کرلی ہی تو وکیل نے بڑی مخالفت کی اور اگر ایسی ہی کہ اُس سے وطی نہین کی ہی تو مخالفت اچھی ہی اور یہی مذہب اکثر مشائخ کا ہی- اور اسی کو صفار رح نے اختیار کیا ہی اور امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ اُس عورت مین بھی جس سے وطی نہین کی ہی نہین جائز ہی کیونکہ یہ بھی اُسکی بڑی مخالفت ہی یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص کو وکیل کیا کہ تین طلاق عورت کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کردے پس وکیل نے ایک طلاق تہائی ہزار درم کو بیچی تو کوئی طلاق واقع نہوگی ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو جسقدر اموال کو چاہے اپنی طلاق مجھسے خریدلے مین نے تجھے اُس معاملہ کا وکیل کیا اُسنے کہا کہ اسقدر کو مین نے خریدا تو یہ باطل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری عورت کو بعوض ہزار درم کے یا ہزار درم پر تین طلاق دیدے اُس نے ایک یا دو طلاق دی تو واقع نہوگی اور اگر ہزار درم یا زیادہ پر طلاق دی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر خلع کے واسطے وکیل کیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ اس عورت سے اس مجلس یا غیر مجلس مین جب تک معزول نہو خلع کرادے یہ حاوی مین ہی وکیل خلع کو بدل [illegible] کا اختیار نہین ہی کذا فی فتاوے قاضی خان- خلع مطلق کے وکیل کو امام اعظم رح کے نزدیک قلیل وکثیر پر خلع کرنیکا اختیار ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مہر مثل سے کم پر خلع کرنا نہین جائز ہی کذا فی التاتارخانیہ- اگر کسی شخص کو خلع کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر خلع لینے سے انکار کرے تو طلاق دیدے پس اُسنے خلع سے انکار کیا اور وکیل نے طلاق دیدی پھر عورت نے کہا کہ مین خلع کرتی ہون پس اگر عدت مین اس سے خلع کیا اور طلاق رجعی تھی تو جائز ہی کذا فی الحاوی- ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے خلع کرا لے پھر شوہر نے خود اُس سے خلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہوگئی پھر عدت مین یا اُسکے بعد اس سے نکاح کیا تو وکیل خلع نہین کرا سکتا ہی- اگر کوئی شخص دونون طرف سے خلع کا وکیل ہو تو دو روایتون مین ایک روایت یہ ہی کہ وہ دونون طرف سے عقد کا متولی نہین ہو سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- وکیل خلع نے اگر ہزار درم پر اس

سے خلع کیا کہ مین ضامن ہون تو صحیح ہی اگرچہ عورت نے اُسکو ضمانت کا حکم نہ دیا ہو اور جب وکیل نے ادا کیا تو عورت سے پھیر لیگا اسی طرح ادا کرنے سے پہلے بھی لے سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر مرد نے اپنی عورت کو وکیل کیا کہ اپنی ذات کا مجھسے خلع کرالے پس عورت نے مال یا عوض پر خلع کر لیا تو جائز نہین ہی لیکن اگر شوہر راضی ہو تو جائز ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو مجھسے ہزار درم پر خلع کرلے تو یہ توکیل ہی اسلیے اگر عورت شوہر کو اس سے ممانعت کردے تو صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سور پر خلع کرانے کا وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر شوہر وزوجہ دونون مین سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کافر ہو تو خلع جائز ہی اور جعل باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کرادے یا بلا مال اُسکو تین طلاق دیدے پھر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا یا مرگیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرنیکے بعد یا دار الحرب مین جا ملنے کے بعد کیا ہی اور وکیل و وارثون نے کہا کہ یہ اُسکی زندگی اور اسلام مین ہوا ہے تو عورت کا قول لیا جائیگا اور طلاق باطل اور اُسکا مال اُسی کو پھیر دیا جائیگا اور اسکو میراث ملے گی یہ مبسوط مین ہے۔ عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اسکو مال پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور صرف اُسی مجلس تک یہ توکیل مقصور نہین ہی۔ اعتاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکاتب کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہی اور ایسے ہی تعلیق بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہین ہی پس مالک کے مدبر کردینے سے توکیل بعتق باطل نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہے تو جائز نہین ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے کل آزاد کردیا تو جائز نہین ہے اور کچھ آزاد نہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز ہے اور کل آزاد ہوجائیگا۔ اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے آدھا آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا آزاد ہوجائیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک کل آزاد ہوجائیگا کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصون مین سے ہر ایک کا غلام ایک ہی اور ایک ہی شخص کو دونون نے اپنا اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے علحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ مین نے دونون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو قیاساً کوئی آزاد نہوگا اور استحساناً دونون آزاد ہوجائینگے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا۔ کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کرنیکے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو کل کے روز آزاد کردیا ہے تو بدون گواہی کے اُسکی تصدیق نہ کی جائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کرنیکے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اُسکے بچہ کو آزاد نہین کرسکتا ہے اور اگر اپنے غلام کو جعل پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے شراب یا سور پر آزاد کیا تو عتق جائز ہے اور غلام کو اپنی ذات کی قیمت دینا واجب ہی اور اگر مردار یا خون کے عوض آزاد کیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر موکل نے کہا کہ غلام کو اسی غلام کے عوض آزاد کردے اُسنے اسی طرح آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد نکلا تو عتق جائز ہے اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہی اور اگر اسکو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو عتق جائز ہی اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہے اور یہ امام اعظمؒ کا دوسرا قول ہی اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے کذا فی الحاوی اور اگر اسکو ذبح کی ہوئی بکری کے عوض آزاد کیا پھر وہ بکری مردار ثابت ہوئی تو جائز نہین ہی اور اگر اسکو جعل پر آزاد کرنے کا حکم کیا اُسنے ہزار درم پر آزاد کردیا تو جائز ہی بشرطیکہ

ایسا غلام اتنے پر آزاد ہوتا ہوا ور یہ حکم استحساناً ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اپنے کو آزاد کر جس عوض پر
چاہے اُسنے درمون پر آزاد کر دیا تو جائز ہو بشرطیکہ مالک اُسپر راضی ہو کیونکہ جب بدل کی تعداد بیان نہو تو ایک ہی
شخص جانبین سے وکیل نہین ہوتا ہے اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو کہ ہوسکتا ہو اگرچہ بدل کی تعداد
بیان نہو اور بعضے مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اور اگر اس صورت مین بدل کی تعداد بیان ہوا ور غلام نے
کہا کہ مین نے اسقدر پر اپنے کو آزاد کیا تو جائز ہو پھر مالک کی رضامندی شرط نہین ہوگی یہ محیط مین ہو۔ کہا کہ مال پر آزاد
کر دے اُسنے ایک درہم پر آزاد کر دیا تو امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبینؒ نے خلاف کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر
وکیل کیا کہ کسی چیز کے عوض آزاد کر دے تو جسقدر پر اصناف مال مین سے آزاد کرے جائز ہو اور اگر وکیل و مالک نے جنس بدل
یا اسکی مقدار مامور بہ مین اختلاف کیا تو مالک کا قول لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے غلام کے مکاتب کرنے
اور بدل کتابت وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے مکاتب کیا اور بدل وصول کر لیا اور مالک نے
انکار کیا تو مکاتب کرنے مین وکیل کا قول لیا جائیگا نہ بدل وصول کرنے مین اور اگر مکاتب کیا پھر کہا کہ مین نے بدل لیکر تجھے دیدیا ہو تو اسکی
تصدیق کیجائیگی یہ خلاصہ مین ہو اگر مکاتب کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے مکاتب کر دیا تو اسکو بدل کتابت وصول کرنے کا اختیار
نہین ہو اور اگر مکاتب نے اسکو دیدیا تو مکاتب بری نہوگا اور اگر مکاتب کرنیکے واسطے وکیل کیا اُسنے اسقدر مال پر مکاتب کیا
کہ لوگ اسقدر خسارہ نہین اٹھاتے ہین تو امام اعظمؒ کے قول پر جائز ہو اور اگر غنم یا وصیف یا کسی قسم کے کپڑون یا مکیل یا موزون
پر مکاتب کیا تو جائز ہو یہ مبسوط مین ہو اور اگر اپنے دو غلام مکاتب کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے ایک کو مکاتب کیا تو جائز
ہو اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ دونون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کرے اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل بناوے اور اُسنے
ایک کو مکاتب کیا تو جائز نہین ہو اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ غلام کو مکاتب کرے یا بیع کرے پھر غلام نے کسی کو خطاءً قتل
کر ڈالا پھر وکیل نے یہ فعل کیا اور اسکو اس جرم کا علم ہو یا نہین ہو تو وکیل کا فعل جائز ہو کیونکہ بسبب جرم کے غلام کا مستحق ہوجانا
موکل کو تصرف سے نہین روکتا ہو خواہ بطور بیع یا بطور کتابت ہو اور وکیل کا معزول ہوجانا بھی اس سے واجب نہین
اور مالک پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا مال
پر آزاد کر دے تو جو فعل انمین سے وکیل کریگا جائز ہوگا اور اگر کہا کہ اسکو یا اسکو مکاتب کر دے تو وکیل جسکو چاہے مکاتب کر دے
یہ حاوی مین ہو اور اگر وکیل نے ہر ایک کو علیحدہ مکاتب کیا تو پہلے کی کتابت جائز ہو اور اگر ایک ساتھ مکاتب کیا تو کتابت
باطل ہو اور اگر وکیل کیا کہ جمعہ کے روز میرے غلام کو مکاتب کر دے پھر وکیل نے سنیچر کے روز کہا کہ مین نے وکالت کے بعد
اسکو کل اسقدر مال پر مکاتب کر دیا اور مالک نے اسکی تکذیب کی تو قیاساً مالک کا قول معتبر ہو ولیکن استحساناً اقرار وکیل
جائز ہو کیونکہ جس کام پر اسکو مسلط کیا تھا اسکو اسی وقت معلوم پر عمل مین لانے کی اُسنے خبر دی۔ اگر مکاتب کرنے
کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے کل وکیل کیا تھا اور مین نے بعد وکالت کے آخر دن مین اُسے
مکاتب کر دیا اور مالک نے کہا کہ مین نے تجھے آج وکیل کیا تو مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط مین ہو اور اگر کہا کہ ان دو شخصون
مین سے جسنے غلام کو مکاتب کر دیا روا ہو تو جو شخص دونون مین سے مکاتب کر دے جائز ہو۔ اور اگر ایک شخص کو غلام
مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اسکو قبول کر لینا مصلحت معلوم ہوا اور وکیل نے مکاتب
کر دیا تو جائز ہو کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو اپنے غلام کے مکاتب کرنے یا مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا

پھر موکل مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا یا مرگیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے اسکی حالت اسلام مین ایسا کیا ہی اور وارثون نے اسکی تکذیب کی تو وارثون کا قول لیا جائیگا کیونکہ غلام پر انکی ملکیت ظاہر ہی اور وکیل ایسے امر کی خبر دیتا ہے جو انکی ملکیت کو باطل کرے اور ایسے امر کے ایجاد کرنے کا اسکو کسی حال مین اختیار نہیں ہی پس اس کا قول قبول نہوگا کذا فی المبسوط

ساتوان باب - خصومت و صلح وغیرہ مین وکیل کرنے کے بیان مین خصومت کے واسطے وکیل کرنا بدون خصم کی رضامندی کے لازم نہین ہوجاتا ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ لازم ہوجاتا ہی - پھر امام کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ توکیل کی صحت کے واسطے خصم کی رضامندی شرط نہین ہے بلکہ اسکے لازم ہونیکے واسطے شرط ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی حتی کہ خصم پر وکیل کے مقابلہ مین حاضر ہونا اور جواب دہی لازم نہین ہی کذا فی المحیط اور فقیہ ابو اللیث نے فتوی کے واسطے صاحبین کا قول اختیار کیا ہے کذا فی خزانۃ المفتین - اور عتابی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور اسی کو صفار رحمہ نے لیا ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور اس مسئلہ مین جو حکم مختار ہے وہ یہ ہے کہ اگر قاضی کو ثابت ہو کہ مدعی ازراہ سرکشی توکیل سے انکار کرتا ہے تو اسکو یہ قدرت نہ دے اور خصم سے توکیل قبول کرلے اور اگر یہ ثابت ہو کہ موکل اس توکیل مین خصم کی ضرر رسانی چاہتا ہے تو بدون اسکی رضامندی کے قبول نہ کرے کذا فی المبسوط اور اس پر اجماع ہی کہ اگر موکل بقدر ادنی مسافت سفر کے غائب ہو یا شہر مین موجود ہو مگر مریض ہو کہ اپنے پانون سے قاضی کے دروازہ تک نہین حاضر ہوسکتا ہی تو اسکو وکیل کردینے کا اختیار ہی خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اگر ایسا ہو کہ اپنے پانون نہین چل سکتا ہی ولیکن چوپایہ یا آدمی کی پیٹھ پر سوار ہوکر حاضر ہوسکتا ہی پس اگر اسطرح آنے سے اسکے مرض مین زیادتی ہو تو وکیل کردینا جائز ہی اور اگر زیادتی نہ ہوتی ہو تو اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ توکیل جائز ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی قول اصح وارفق ہی کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون تو توکیل اسکی طرف سے لازم ہوگی خواہ طالب ہو یا مطلوب ہو ولیکن مطلوب اپنا کفیل دیدے تاکہ طالب اپنا قرضہ وصول کرسکے - اور اگر خصم نے اسکے ارادہ سفر مین اسکو جھوٹا بتلایا - تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ قاضی اس سے ارادہ سفر پر قسم لے گا - اور اسی کو خصاف نے اختیار کیا ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکے رفیقون سے پوشیدہ دریافت کریگا - اگر قاضی مسجد مین بیٹھکر فیصلہ کرتا ہو تو منجملہ عذرون کے ایک حیض و نفاس کا عذر ہی اور اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ عورت طالبہ ہو دوسری یہ کہ مطلوبہ ہو پس اگر وہ عورت معذورہ طالبہ ہو تو توکیل اس سے مقبول ہوگی اور اگر مطلوبہ ہو پس اگر طالب نے اسکو اسقدر تاخیر دی کہ قاضی مسجد سے باہر آوے تو توکیل اسکی طرف سے مقبول نہوگی اور اگر اسقدر تاخیر نہ دی تو قبول کرلیگا - اور اگر موکل اسی قاضی کے قیدخانہ مین قید ہو کہ جسکے سامنے مقدمہ پیش ہوا ہی تو توکیل قبول نہ کریگا اور اگر حاکم شہر والی ملک کے قیدخانہ مین ہو کہ وہ اسکو قیدخانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہین دیتا ہو تو اسکی طرف سے توکیل قبول کرلیگا یہ ظہیریہ مین ہی اور پردہ دار عورت سے توکیل مقبول ہوگی خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور پردہ دار وہ عورت ہی کہ جو کبھی مردون سے مخالط نہین ہوئی ایسا ہی ابوبکر رازی نے ذکر کیا ہی اور بعد ان مشائخ نے اسی کو لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتاوی قاضی خان مین سے اگر قاضی کو ثابت ہوا کہ موکل خود مقدمہ مین بیان کرنے سے عاجز ہو تو اسکی طرف سے توکیل قبول کریگا یہ نہایہ مین ہی قال المترجم اور یہی قاضی خان مین بھی ہی اور اگر عورت نے اپنی طرف سے وکیل خصومت مقرر کیا اللہ تعالی اعلم تسلیم واجب ہوئی اور اسکا نکلنا معلوم

نہین ہوا تو حاکم اُسکے پاس تین آدمی عادل بھیجے گا کہ ایک اس سے قسم لیوے اور دو اسکی قسم کے گواہ ہون اسی طرح مریض معذور کا جو حاضر نہین ہو سکتا ہی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر اُسکے پردہ نشین ہونے مین اختلاف کیا پس اگر وہ اشراف کی بیٹی ہے تو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اسی کا قول لیا جائیگا کیونکہ اُسکے حال سے یہی بات ظاہر ہی کہ پردہ نشین ہے اور اگر درمیانی لوگون سے ہو تو اگر باکرہ ہی تو اُسکا قول لیا جائیگا اور نیچے ادنی لوگون مین اُسکا قول کسی صورت مین مقبول نہوگا اور ضرورت کے واسطے نکلنا اُسکی پردہ داری مین قادح نہین ہی جبتک وہ عورت اکثر نہ نکلتی ہو یعنی بلا حاجت بھی نکلتی ہو یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص اشراف کا مقدمہ ایک وضیع کے ساتھ پیش ہوا اور اُسنے چاہا کہ مین خود نہ جاؤن اور اپنا وکیل بھیجدون تو مشائخ نے اختلاف کیا فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہماری رائے ہی کہ ہم وکالت قبول کرلین خواہ موکل شریف ہو یا وضیع ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک عورت مستورہ اپنے شوہر کے گھر مین ہی کہ اسکو کوئی ایسی علت ہے کہ شوہر کے گھر سے اُسکا نکلنا بن نہین پڑتا ہی اسپر ایک شخص نے بدون گواہون کے کچھ دعوی کیا تو اس مدعی کو اُسکے شوہر سے خصومت کا اختیار نہین ہی اور شوہر کو بھی اختیار نہین ہی کہ مدعی کو عورت کے وکیل یا عورت سے خصومت کرنے سے منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے فلان شہر کے لوگون پر اپنے تمام حقوق مین خصومت کے واسطے تجھے وکیل کیا تو وہ شخص تمام حقوق مین جو توکیل کے روز ہین یا پیدا ہون استحساناً اُسی شہر کے لوگون سے خصومت کر سکتا ہی اور اگر کہا کہ فلان شخص پر اپنے حق کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تو ہر حق مین جو فقط توکیل کے روز موجود ہی خصومت کر سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کہا کہ مین نے تجھکو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو وکیل نہوگا اور اگر کہا کہ جو ہمارے درمیان جھگڑا ہی اُسکے واسطے تجھے وکیل کیا یا ہمارے درمیانی جھگڑے کی خصومت کیواسطے توکیل ہی یا اسکے مشابہ بیان کیا تو شیخ الاسلام خواہر زادہ و امام احمد طواویسی نے فرمایا کہ وکیل ہو جائیگا اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مال معین پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا تو بالاتفاق وہ وکیل خصومت نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی شفعہ کے طلب کرنے اور بسبب عیب کے واپس کرنے اور بٹوارہ کے واسطے جو وکیل ہو وہ بالاجماع وکیل خصومت ہی کذا فی الحاوی یہان تک کہ وکیل شفعہ کو لے گا اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ موکل نے شفعہ دیدیا ہی اور وکیل پر اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسیطرح اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور ایک شخص کو واپس کرنے کا وکیل کیا اور بائع نے کہا کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا ہی اور وکیل نے انکار کیا اور بائع نے اسکی رضامندی کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسی طرح ہبہ واپس کرنے کے وکیل پر اگر موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ واہب نے عوض لے لیا ہی یا ہبہ یعنی شی موہوبہ زیادہ ہو گئی ہے تو مقبول ہونگے اور ایسے ہی وکیل تقسیم سے اگر ایک شریک نے جسنے اسکو وکیل نہین کیا ہی کہا کہ میرے شریک نے اپنا حصہ لے لیا اور وکیل نے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ سنا لیے تو مقبول ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ قرضہ وصول کرنیکے لیے وکیل کرکے طالب غائب ہو گیا اور مطلوب پر قرضہ کے گواہ قائم ہو گئے اُسنے کہا کہ مین طالب سے اس امر کی قسم لینا چاہتا ہون کہ اُسنے مجھسے وصول نہین پایا تو اسکو وکیل کو ادا کر دینا لازم ہوگا اسی طرح شفعہ طلب کرنیکے وکیل کا حکم ہی کہ اگر شفیع پر دعوی ہو کہ اُسنے شفعہ دیدیا تو حکم ہوگا کہ وکیل کو گھر سپرد کیا جاوے پھر جب شفیع حاضر ہوگا تو اُس سے قسم لیجائیگی اسی طرح استحقاق ثابت کرنے والے کے وکیل قبض پر اگر یہ دعوی ہو کہ مشتری نے کہا کہ مستحق نے اجازت دیدی ہے تو اسکو حکم کیا جائے گا کہ مبیع وکیل کے سپرد کرے پھر جب مستحق حاضر ہو تو مشتری اس سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جو قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہو امام اعظمؒ کے نزدیک وکیل

خصومت ہوتا ہی حتی کہ اگر اُسپر اِس امر کے گواہ پیش ہون کہ موکل نے وصول کرلیا یا مطلوب کو معاف کردیا تو امام کے نزدیک مقبول ہونگے اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ خصم نہین قرار پائیگا اور اسکو حسن نے امام اعظم سے بھی روایت کیا ہے کذا فی الھدایہ اور اگر قرضدار نے قرضہ سے انکار کیا اور قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے قرضہ ثابت کرنے کے واسطے گواہ سنائے تو امام اعظم رح کے قول پر مقبول ہونگے اور صاحبین کے قول پر مقبول نہونگے اور قاعدہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ اگر توکیل ایسی چیز کے وصول کے واسطے ہو جو موکل کی ملک ہی تو وکیل اُسکے اثبات کے واسطے خصم قرار نہ پاویگا اور اگر ایسی چیز کے واسطے ہو جو ہر وجہ سے غیر کی ملک ہی اور توکیل اُسپر حق موکل کی وجہ سے ہے تو اثبات کیواسطے وکیل خصم قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ قاضی نے اگر غائب شخص کے قرضون کے وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو ائمہ رح کے نزدیک ایسا وکیل وکیل خصومت نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر خصومت کے واسطے کسی کو وکیل مقرر کیا تو اسکی چند صورتین ہین اول یہ کہ اسکو خصومت کے واسطے وکیل کردے اور کسی دوسری چیز سے تعرض نہ کرے اور اس صورت مین بالاجماع انکار کا وکیل ہوا اور تینون امامون کے نزدیک اقرار کا بھی وکیل ہے پھر ہمارے علما نے اختلاف کیا کہ امام اعظم رح و امام محمد نے فرمایا کہ توکیل خصومت مجلس حکم مین توکیل باقرار ہی حتی کہ اگر مجلس حکم مین اپنے موکل پر کسی امر کا اقرار کیا تو صحیح ہی اور اگر غیر مجلس حکم مین اقرار کیا تو صحیح نہین ہی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مجلس حکم و غیر مجلس حکم دونون مین اُسکا اقرار صحیح ہے مگر ان دونون امامون کے نزدیک اگر غیر مجلس حکم مین اقرار کیا اور اُسکا اقرار صحیح نہ ٹھہرا تو وہ شخص وکیل نہ باقی رہے گا یہان تک کہ اسکے بعد خصومت کرنے سے منع کردیا جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر وکیل خصومت نے حد قذف و قصاص کا اقرار کیا تو صحیح نہین ہے کذا فی التبیین۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ ایسی خصومت کا جو جائز الاقرار نہین ہی وکیل کرے اور اس صورت مین انکار کا وکیل ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہی کہ خصومت مین بلا جواز انکار وکیل کرے اور اس صورت مین اقرار کا وکیل ہوگا اور استثنا ظاہر روایت مین صحیح ہی اور چوتھی یہ کہ خصومت مین بجواز اقرار وکیل کرے اور اس صورت مین خصومت اور اقرار کا وکیل ہوگا حتی کہ اگر اُسنے موکل پر اقرار کیا تو ہمارے نزدیک صحیح ہی اور پانچوین یہ ہی کہ وکیل سے کہا کہ مین نے تجھے خصومت کا وکیل بلا جواز اقرار و انکار مقرر کیا اور اس صورت مین متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ یہ توکیل اصلا صحیح ہی نہین اور قاضی امام صاعد نیشاپوری سے منقول ہی کہ توکیل صحیح ہی اور یہ وکیل وکیل سکوت ہی تاکہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر گواہون کو سنے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اقرار کیواسطے وکیل کرنا جائز ہی اور موکل فقط وکیل کرنے سے مقر نہوگا اور اقرار کے واسطے وکیل کرنے کے معنی یہ ہین کہ وکیل سے یون کہے کہ مین نے تجھے خصومت کا اور اپنے اوپر سے مذمت دفع کرنے کا وکیل کیا پس جب تو دیکھے کہ انکار سے مجھپر مذمت آتی ہے اور اقرار کرنا تیری راے مین صواب معلوم ہو تو مجھپر اقرار کرے کہ مین نے تجھے اسکی اجازت دیدی۔ اور اگر خصومت اور اپنے حقوق لوگون سے لینے کے واسطے اس شرط پر وکیل کیا کہ موکل پر جو دعوی ہون اُنمین وکیل نہین ہی تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی پس اگر وکیل نے موکل کے واسطے مال ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکا دفعیہ کرنا چاہا تو وکیل پر اسکی سماعت نہوگی ایسا ہی صدر الشہید برہان الدین کا فتوی ہی کذا فی المحیط کتاب الاقضیہ مین ہی کہ اور اگر خصومت کیواسطے وکیل مقرر کر نیوالا مطلوب ہو اور اُسنے طالب سے خصومت کے واسطے ایک شخص کو وکیل مقرر کیا مگر یہ شرط کی کہ اسکا اقرار صحیح نہین ہے تو امام ابو یوسف کے قول مین یہ جائز ہی اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے ایسا وکیل مقرر کیا

اور طالب نے کہا کہ مجھے سوائے اسکے پسند نہیں ہے کہ تو میری خصومت کے واسطے اپنے قائمقام کوئی شخص مقرر کر کہ اُس کا اقرار مثل تیرے اقرار کے جائز ہو یا خود حاضر ہو کر روبکاری کر تو مطلوب سے کہا جائے گا کہ یا ایسا شخص مقرر کر یا خود حاضر ہو اسی طرح اگر موکل طالب ہو۔ اور اُسنے ایسا وکیل کیا اور مطلوب نے کہا کہ مین راضی نہیں ہون مگر اس صورت مین کہ یا خود تو روبکاری کر یا ایسے شخص کو مقرر کر کہ میری حجت کی اُسپر سماعت ہو اور تیرے مال وصول پانے کا اُسکا اقرار تجھپر صحیح ہو تو اسکو یہ اختیار ہے بشرطیکہ طالب حاضر ہو اور اگر غائب ہو اور اُسنے ایسا وکیل کر دیا جسکا اقرار صحیح نہیں ہے تو مطلوب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وکیل سے خصومت کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ مین تجھسے اُسوقت تک روبکاری نہ کرونگا کہ جبتک تیرا اقرار تیرے موکل پر جائز نہ ہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص پر کسی کا دعوی اور نالش دائر تھی اُسکے طلب کے موافق مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے کسی کو وکیل خصومت کیا اور وکیل حاضر ہے پس اسنے قبول کیا پھر جب قاضی کے پاس سے دونون باہر آئے تو مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ مین نے اسکو وکالت سے برطرف کیا اور فلان بن فلان مخزومی کو وکیل خصومت مقرر کیا اور یہ فلان شخص غائب ہے تو طالب کو اختیار ہے کہ یہ وکالت قبول نہ کرے۔ کسی نے ایک شخص کو ایک شخص کی نالش مین وکیل کیا پھر موکل مع وکیل قاضی کے پاس آیا اور ایک دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور قاضی سے موکل نے کہا کہ مین نے فلان شخص کی نالش مین اسکو وکیل کیا تھا اور یہ سفر کو جانا چاہتا ہے اور مجھے اسکی طرف سے بدگمانی ہے کہ شاید مجھپر کسی چیز کا اقرار کر دے کہ میرے ذمہ لازم ہو جاوے اسلیے مین نے اسکو وکالت سے برطرف کر کے اس دوسرے کو وکیل کیا تو قاضی بدون خصم کے حاضر ہونے کے اپنے حکم سے اسکو قبول نہ کریگا اور اپنے یاد نہین ہے کسی کو خصم کی طلبی کیواسطے مقرر کریگا پس اگر انھون نے خصم کو پایا تو اُسوقت پہلے کو برطرف کر کے دوسرے کو وکیل مقرر کر دیگا اور مدعا علیہ سے سند وکیلی کرے گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر کسی کو اپنے حقوق طلب کرنے اور وصول کرنے اور انہین خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا بشرطیکہ وکیل کی صلح یا کسی گواہ کی تعدیل یا ایسے امر کی اسپر گواہی دے جس سے حق باطل ہوتا ہے جائز نہین ہے تو وکالت اس شرط کے ساتھ جائز ہے پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ قرضخواہ موکل نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کر لیا ہے تو جائز نہین ہے اور اگر یون کہا کہ مین نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کیا اور وہ ضائع ہو گیا یا مین نے طالب کو دیدیا تو اقرار صحیح ہے اور قرضدار بری ہو گیا یہ ادب القاضی مین ہے۔ اگر اپنی نالش مین ایسے وکیل کیا پھر چاہا کہ اُسکا اقرار مستثنی کر دے پس اگر طالب کی حاضری مین ایسا کیا تو جائز ہے ورنہ اگر وہ حاضر نہین ہے تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔ اور ایسا ہی خلاف ہے اس صورت مین کہ اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کرنیکی اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اسکو روک دے تاکہ وکیل کوئی دوسرا وکیل نہ کر سکے تو امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اگرچہ بدون موجودگی طالب کے ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اپنے گھر کی بابت نالش دائر کرنے اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پس قابض نے وہ گھر فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا تو وکیل کو مشتری سے مخاصمت کا اختیار ہے اور اگر خاص فلان شخص سے اس گھر کی بابت نالش کرنے کا وکیل تھا اور اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے خصومت نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر قابض نے خدمت کیواسطے وکیل کیا اور وہ گھر فروخت نہین کیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قابض کے وکیل سے مخاصمہ کرے اور اگر کہا کہ فلان شخص سے اس گھر کی بابت مخاصمہ کرے پھر وہ گھر دوسرے شخص کے قبضہ مین نکلا تو وکیل ان دونون مین سے یعنی فلان شخص اور دوسرے شخص کسی سے مخاصمہ نہین کر سکتا ہے اور اگر موکل نے کسی کا نام نہین لیا تو جسکے قبضہ مین گھر پایا جاوے وکیل اُسی سے

مخاصمہ کر سکتا ہے اور اگر وہ گھر کسی غلام کے قبضہ مین تھا اور اُسنے کسی کو خصومت کے واسطے کہ فلان مدعی سے خصومت کرے وکیل کیا پھر دوسرے شخص نے اسپر دعوی کیا تو غلام کا وکیل اس دوسرے مدعی سے خصومت نہین کر سکتا ہے بلکہ پہلے مدعی اور اسکے وکیل سے خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے اگر فلان قاضی کے پاس خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا تو اس کو دوسرے قاضی کے پاس خصومت کا اختیار ہے اور اگر فلان فقیہ کے پاس خصومت پیش کرنے کا وکیل کیا تو دوسرے فقیہ کے سامنے پیش کرنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے ۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کل جو زمین میری خراسان مین ہے اسکی خصومت کے واسطے تو میرا وکیل ہے اور جسکے قبضہ مین زمین تھی وہ خراسان سے کوفہ مین آیا ہے تو اسکو کوفہ مین خصومت کا اختیار ہے اور اگر وکالت قرضہ کی بابت ہو تو کوفہ مین مخاصمت نہین کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضہ جو کوفہ مین ہے پھر چند لوگ خراسان سے کوفہ مین آئے اور موکل کا اُنپر قرضہ ہے تو وکیل اُنسے کوفہ مین مخاصمہ کر سکتا ہے ۔ ایک شخص نے اپنے ہر حق کے طلب کیواسطے اور اسمین خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے ایک دار موکل کے قبضہ مین سے غصب کر لیا تو وکیل اسمین خصومت کر سکتا ہے اور اگر کوئی گھر فروخت ہوا اور اسمین موکل کا حق شفعہ ہے تو یہ وکیل اسکو طلب نہین کر سکتا ہے ہان اسکو یہ اختیار ہے کہ جس شفعہ کی نسبت موکل کے واسطے حکم قاضی ہو گیا ہے اُسپر قبضہ کرے کذا فی الحاوی ۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے کہ کہتا ہے کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اُسکی ملکیت مین پیدا ہوا ہون اور اُسنے مجھے اپنے نفس کی بابت تجھسے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو یہ اختیار نہین ہے کہ غلام کو منع کرے بشرطیکہ غلام کے پاس وکالت کے گواہ موجود ہون اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور ثمن پر قبضہ نہین کیا اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو اختیار ہے کہ خصومت سے منع کرے کیونکہ اس صورت مین وہ قابض کی ملکیت کا اقرار کرتا ہے اور پہلی صورت مین منکر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان ۔ مطلوب نے فلان مدعی کے دعوے مین خصومت کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور اجازت دی کہ جسکو اسکی راے مین آوے وکیل کرے تو یہ جائز ہے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا اور طالب نے اُسپر کوئی حق ثابت کیا یا نہ کیا یہان تک کہ اول نے دوسرے کو وکالت سے برطرف کر دیا تو جائز ہے خواہ طالب موجود ہو یا نہو اور اگر پہلے وکیل نے طالب کی موجودگی مین کسی کو مطلوب کی طرف سے اس طالب کے ساتھ خصومت کرنیکے واسطے وکیل کیا اور دوسرے نے وکالت قبول کر لی پھر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرا وکیل اپنے حال پر وکیل باقی ہے یہ ادب القاضی مین ہے ۔ اگر کسی کو خصومت مین وکیل کیا اس شرط کے ساتھ کہ جسکو وکیل چاہے وکیل کرے پھر مدعا علیہ نے بدون موجودگی مدعی کے گواہ کر دیے کہ مین نے وکیل سے دوسرے وکیل کرنے کا اختیار نکال لیا تو جائز ہے اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی قاضی خان منجملہ وکیل خصومت کے احکام کے یہ ہے کہ جب حق موکل پر ثابت ہو جاوے تو اسپر لازم نہوگا اور نہ وہ قید کیا جاوے گا اگرچہ عام وکیل ہو کیونکہ ادا کرنا اور ضمان دینا اس سے انتظام نہین پاتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے ۔ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے دوسرے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل پہلے وکیل کا وکیل نہین بلکہ موکل کا وکیل ہوگا اور اگر پہلا وکیل مر گیا یا مجنون ہو گیا یا معزول ہو گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہو گا اور اگر موکل اول مر گیا یا مجنون ہوا یا مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا تو دونون وکیل معزول ہو جاوینگے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کیا تو جائز ہے کذا فی فتاوی قاضی خان

فصل تقاضائے قرض اور اُسکے وصول کرنے کے وکیل کے احکام مین۔ اگر کسی شخص کو اپنے تقاضائے قرض کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہے خواہ مطلوب راضی ہو یا نہو خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ صحیح ہو یا مریض ہو۔ مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ مطلوب قرض کا اقرار کرتا ہو اور اگر منکر ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر موکل صحیح حاضر ہو تو بدون رضامندی خصم کے وکیل کرنا صحیح نہین ہے اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ حلوائیؒ نے میلان کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ہر حال مین توکیل صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ تقاضے کا وکیل وصول کرنے کا بھی وکیل ہوتا ہے کیونکہ تقاضا بروزن تفاعل ماخوذ اقتضا سے ہے جسکے معنی وصول کرنے کے ہین پس تقاضے کی توکیل وصول کرنے کی توکیل صریح ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تقاضے کے وکیل کو وصول کرنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ ہمارے ملک مین اُسکے برخلاف عادت جاری ہے اور اسمین مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے کہ اسکو خصومت کرنے کا اختیار ہے یا نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اسکو خصومت کا اختیار حاصل ہونا ضرور ہے اور یہی اصوب واشبہ ہے کیونکہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ کے بعد کتاب الوکالت مین ذکر کیا کہ تقاضے کا وکیل خصومت کا وکیل ہوتا ہے اور جس شخص پر کسی کا مال آتا ہے اُسکی ملازمت اور پیچھا پکڑنے کیواسطے اگر کوئی وکیل کیا تو وہ وکیل قبضہ کرنے کا وکیل نہین ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرنا ہمارے اصحاب ثلثہؒ کے نزدیک قرض وصول کرنے کا وکیل مقرر کرنا ہے اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے کا وکیل نہوگا اور صدر الشہیدؒ نے جامع صغیر مین لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین ہمارے اصحاب کے قول پر فتوی نہین ہے بلکہ امام زفرؒ کے قول پر فتوی ہے اور نوازل مین ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ اسکو وصول کرنے کا اختیار نہین ہے اور ایسا ہی متاخرین نے اختیار کیا ہے اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر اُسکو ہر قرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا یا اسکو اپنے ہر حق کے واسطے جو لوگون پر ہے وکیل کیا یا اُسکو اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے جو فلان شہر مین پائے جاتے ہین وکیل کیا تو یہ توکیل اُن حقوق سے جو موجود ہین اور اُن حقوق سے جو پیدا ہون استحساناً متعلق ہوگی اور اگر اُسکو اپنے قرضہ کے وصول کرنے کے واسطے جو فلان شخص پر ہے یا کل قرضہ کے واسطے جو فلان و فلان شخصون پر ہے وکیل کیا تو زیادات مین لکھا ہے کہ یہ توکیل موجودہ قرضہ سے متعلق ہے اور جو آیندہ پیدا ہو اُس سے متعلق نہین ہے نہ قیاساً اور نہ استحساناً یہ فتاوی مین ہے اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ہر قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اور اُسکا آج کے روز کچھ کسی پر قرض نہ تھا پھر اُسکا قرض ہو گیا تو یہ وکیل اُسکے وصول کرنے کا وکیل ہوگا کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے ہر حق کے وصول کرنے مین جو پیدا ہوا اور اسمین خصومت کے واسطے تو وکیل ہے اور تیرا فعل جائز ہے تو اسمین قرض اور ودیعت اور عاریت اور ہر حق کہ جسکا موکل مالک ہے داخل ہے ولیکن نفقہ منجملہ اُن حقوق کے ہے کہ اُسکا مالک نہین ہے کذا فی البحر الرائق۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہر حق وصول کرنے کیواسطے جو لوگون پر آتا ہو اور اُنکے پاس ہے اور اُنکے ساتھ اور اُنکے قبضہ مین اور جو حق آیندہ پیدا ہو اور شریکون مین باہمی تقسیم کیواسطے اور جس چیز کا رد کرنا مصلحت جانے رد کر دے یا جسکو دینا اسکی رائے مین آوے فلان سے رد کر دے اُٹھا دے ان سب کے واسطے وکیل کیا اور اسکی ایک تحریر لکھدی اور آخر مین تحریر کر دیا کہ یہ وکیل خصومت کرنیوالا اور خصومت کیا گیا دونون ہو سکتا ہے پھر ایک قوم نے موکل کی طرف اپنے مال کا دعوی کیا اور موکل غائب ہے اور وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین اُسکا وکیل ہون اور مال سے انکار کیا پس مدعیون نے چاہا کہ گواہ موکل پر قائم کرے تو اُنکو وکیل سے قبض کرلینے کا اختیار نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک مکاتب دو شخصون مین مشترک ہے

پھر ایک نے اسکو اپنا قرضہ دوسرے شریک یا غیر سے وصول کرنیکے واسطے یا دوسرے سے خرید و فروخت یا غیر سے خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک نے اسکو ایک غلام دوسرے کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ بیچنے یا شریک یا غیر کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر اسکے اور اسکے دونوں مالکوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور اسنے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس خصومت کے واسطے وکیل کیا یا خرید و فروخت کیلیے وکیل کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنیکے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ قرضدار نے اگر کسی پر اترا دیا تو یہ حوالہ قبول کرلے کذا فی الخلاصۃ وکیل قبض دین کو قرضہ قرضدار کو ہبہ کردینے یا مدت میں تاخیر دینے یا اسکو بری کردینے یا رہن لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اسنے مال کا کفیل لے لیا تو جائز ہے اور اگر کفیل اس شرط پر لیا کہ قرضدار بری ہے تو برات جائز نہیں ہے اور اگر طالب نے قرضدار سے کفیل لے لیا تو وکیل کفیل سے تقاضا نہیں کرسکتا ہے کذا فی الحاوی۔ اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہوگیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وکیل نے کہا کہ مجھے طالب نے رہن لے لینے کا حکم کیا اور مطلوب نے اسکو رہن دیدیا تو اس صورت میں مطلوب کو اختیار ہے کہ وکیل سے قیمت رہن یا قرض سے جو کم ہو اسقدر ضمان لے یہ مسئلہ اصل میں مطلقاً مذکور ہے اور شیخ الاسلام نے اسکی شرح میں فرمایا کہ اگر مطلوب نے وکالت میں اسکی تکذیب کی یا ساکت رہا یا تصدیق کی اور اسپر ضمان کی شرط ہونا بیان کیا تو ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تصدیق کے ساتھ ضمان کی شرط نہ بیان کی تو ضمان نہیں لے سکتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے کہا کہ مجھے موکل نے رہن لینے کا حکم نہیں کیا باوجود اسکے مطلوب نے اسکو رہن دیدیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا قرضہ دوسرے پر کسی وجہ سے واجب ہوا پس اسنے اسکے وصول کرنیکے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز ہے اور جب اسنے وصول پا لیا تو قرضدار بری ہوگیا اور جو کچھ وکیل نے وصول پایا وہ موکل کی ملک ہے اور وکیل کے پاس امانت ہے پس جس صورت میں ودیعت میں ضمان آتی ہے اسمیں بھی آئے گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ فلاں شخص سے میرا قرضہ لیکر فلاں شخص کو میری طرف سے ہبہ کردے تو جائز ہے اور اگر قرضدار نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو دیدیا اور موہوب لہ نے اسکی تصدیق کی تو جائز ہے اور اگر تکذیب کی تو قرضدار کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر قرضدار سے وصول کرنے اور فلاں شخص کو ہبہ کردینے کے واسطے وکیل کیا پس قرضدار نے کہا کہ میں نے وکیل کو دیدیا اور وکیل نے تصدیق کی پھر وکیل نے کہا کہ میں نے موہوب لہ کو دیدیا تو قرضدار اور وکیل دونوں بری ہیں قرضدار تو وکیل کی تصدیق سے اور وکیل ادائے امانت سے ولیکن وکیل کی اس بارہ میں تصدیق نہ ہوگی کہ موہوب لہ کو ثبوت ہبہ ہو یعنی ہبہ کرنے والا اس سے اس ہبہ کو واپس کرسکے۔ اسی طرح اگر کسی نے وکیل کیا کہ جو کچھ میرا میرے مکاتب پر ہے اسکو وصول کر کے فلاں شخص کو ہبہ کردے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ وصول کیا پھر دوسرا وکیل قرضہ وصول کرنے کا آیا تو اسکو پہلے وکیل سے لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ دوسرا وکیل ہر چیز موکل کی قبضہ کرنیکے واسطے وکیل ہے تو اسکو اختیار ہے کہ پہلے وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کرلے اور پہلے وکیل کو دوسرے وکیل سے کوئی چیز لے لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا پس اسنے وصول کیا یا وصول کرکے تلف ہوجانے کا اقرار کیا پھر مرتد اپنے مرتد ہونیکے جرم میں قتل کیا گیا تو اسکا وصول کرلینا جائز رہے گا اسی طرح اگر وکیل حربی تھا اور اسنے وصول کیا پھر وہ دار الحرب میں جا ملا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر قرضدار غلام کو کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ جو مالک پر آتا ہے وصول کردے تو جائز ہے اور اگر ایسے غلام

نے وصول کرنے اور تلف ہوجانے کا اقرار کیا تو مالک بری ہوجائیگا اور اگر کسی نے ایسے قرضدار غلام کے مالک کو وکیل کیا کہ اپنے غلام سے قرضہ وصول کرلے تو وکیل کرنا اور وصول کرنا دونون جائز نہیں ہیں یہ بحر الرائق مین لکھا ہے محتال لہ نے اگر محیل کو وکیل کیا کہ محتال علیہ سے قرضہ وصول کرلے تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر قرضخواہ نے قرضدار ہی کو وکیل کیا کہ اپنی ذات سے میرا قرضہ وصول کرلے تو بھی صحیح نہیں ہے نوادر بشر مین روایت ہے اگر مال کا کوئی شخص کفیل ہو اور طالب نے اسکو مطلوب سے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اُسنے وصول کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اُسکے پاس تلف ہوگیا تو ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ غلام قرضدار کو اُسکے مالک نے آزاد کیا حتی کہ قرضخواہون کو اُسکی قیمت کی ضمان دی اور جمیع قرض کا مطالبہ غلام سے ہے اگر طالب نے اسکو غلام سے مال وصول کرنے کا وکیل کیا تو باطل ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کے دو شخصون پر ہزار درم قرض ہین اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پس قرضخواہ نے خاص ایک قرضدار سے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے دوسرے سے وصول کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہین اور اُسکا ایک کفیل ہے پس طالب نے ایک شخص کو اصیل سے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور اُسنے کفیل سے وصول کیا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا پھر اُسکے بعد وکیل نے جاکر قرضہ قرضدار سے وصول کیا تو قرضدار بری نہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اُسکا وصول کرلینا مثل اجنبی کے وصول کرنے کے ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ کسی کو اپنے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے قرضدار سے وصول کیا اور اسکو زیوف یا ستوقہ یا بہرہ یا رصاص پایا اور واپس کردیا تو قیاساً ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا اور صحیح یہ ہے کہ یہ قیاس اور استحسان ایسی صورت مین ہے کہ قرض کو زیوف یا بہرہ پاکر واپس کرنا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ بدون رائے یعنے موکل کے واپس نہ کرے اور اگر اُسکو آگاہ نہ کیا اور واپس کردیا تو ضامن ہوگا اور استحساناً بدون رائے یعنے موکل کے واپس کرسکتا ہے اور جب واپس کیا تو ضامن نہوگا اور ستوق و رصاص کی صورت مین بدون آگاہی رائے موکل کے واپس کرسکتا ہے اور واپس کرکے قیاساً و استحساناً ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ قرضہ وصول کرنیکے وکیل نے اگر قرضدار سے عروض لے لیے اور موکل راضی نہین ہے اور عروض نہین لیتا ہے تو وکیل کو اختیار ہے کہ قرضدار کو عروض واپس کردے اور اس سے قرض کا مطالبہ کرے یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہین اُسنے اُنکے وصول کرنیکے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اسکو آگاہ کردیا کہ درم کھرے ہین پس وکیل نے ہزار درم نبہرہ کے جان بوجھ کر وصول کرلیے تو موکل پر جائز نہین ہونگے اور اگر ضائع ہوگئے تو وکیل ضامن ہوگا موکل پر کچھ ضمان نہین ہے اور اگر بدون جانے ہوے قبضہ کرلیا تو قبضہ جائز ہے اور ضامن نہوگا اور واپس کرسکتا ہے اور کھرے لے سکتا ہے اور اگر اُسکے ہاتھ مین تلف ہوے تو گویا موکل کے پاس تلف ہوے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُنکے مثل واپس کرکے کھرے لے سکتا ہے کذا فی الحاوی قرضہ وصول کرنیکے وکیل نے اگر کہا کہ مین نے قرضہ وصول کیا اور وہ میرے پاس تلف ہوا یا مین نے موکل کو دیدیا اور موکل نے اُسکی تکذیب کی تو قرضدار کی برارت کے باب مین اُسکی تصدیق کیجائیگی اور اس باب مین تصدیق نہ کی جائیگی کہ استحقاق ثابت ہوجائیگا مقبوضہ مین موکل سے کچھ لیا جاوے یعنی مقبوضہ وکیل مین کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور وکیل سے ضمان لے لی تو وکیل اپنے موکل سے نہین لے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ قرضدار نے اگر قرضخواہ کو کوئی مال معین دیا اور کہا

کہ اسکو فروخت کرکے اپنا حق اسمین سے لے لے اُسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا تاوقتیکہ قرضخواہ اسپر اپنی ذات کے واسطے قبضہ نہ کرے اور اگر کہا کہ اسکو بعوض اپنے حق کے فروخت کر اُسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے تو اپنے حق کا قابض ہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد تلف ہو جاوے تو قابض کا مال گیا اگر قرضدار نے قرضہ سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے اور مجلس تک وکالت مقصور نہ ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر قرضدار نے کہا کہ میرے دس درم جو تجھپر آتے ہین میری طرف سے فقیرون کو صدقہ کر دے یا کہا کہ جو میرا تجھپر ہو اُس سے میری قسم کا کفارہ ادا کر دے یا کہا کہ میرے دس درم سے جو تجھپر آتے ہین میرے مال کی زکوٰۃ دیدے تو بالاجماع وکالت صحیح ہو ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہو اور کتاب الاجارات مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے ایک جانور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کرنیوالے سے کہا کہ کرایہ سے ایک غلام خرید دے کہ اسکو چلا دے تو وکالت صحیح ہو اور اسمین کسی کا خلاف ذکر نہین کیا اور اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہو کہ اگر کوئی گھر کرایہ لیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ لینے والے سے کہا کہ کرایہ جو تجھپر چڑھا ہو اس سے اسکی مرمت کر دے تو وکالت صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے اُس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اُسکا تجھپر قرض ہو وکیل کیا ہو تو تین حال سے خالی نہین یا تو قرضدار اسکی تصدیق کریگا یا تکذیب کریگا یا خاموش رہیگا پس اگر اسکی تصدیق کی تو اسکو ادا کر دینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اسکے بعد اُس سے پھیر لینے کا اسکو اختیار نہین ہو اور اگر تکذیب کی یا خاموش رہا تو ادا کر دینے پر مجبور نہ کیا جاویگا ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے ادا کر دیا تو پھر واپس نہین لے سکتا ہو پھر اگر موکل آیا اور اُسنے وکالت کا اقرار کیا تو یہ جو گذرا پورا ہو گیا کذا فی الخلاصۃ اور اگر وکالت سے انکار کیا اور قرضدار سے اپنا قرض لینا چاہا اور قرضدار نے اُسپر دعوی کیا کہ اسنے وصول کرنیوالے کو وکیل کیا تھا اور گواہ سُنائے یا قسم لی اور اُسنے انکار کیا تو توکیل ثابت اور قرضدار بری ہو گیا اور اگر قسم کھائی اور مال قرضدار سے لے لیا تو قرضدار کو وکیل سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہو لیکن جو اُسنے وکیل کو دیا ہو اگر باقی ہو تو واپس کر لے یہ کافی مین ہو اور اگر وکیل نے خود تلف کر دیا تو اسکے مثل تاوان دے۔ اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا پس اگر قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی تھی تو اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اسکی تصدیق کی اور ضمان کی شرط کر لی یا تکذیب کی یا ساکت رہا تو واپس لے سکتا ہو اور دوبارہ وکیل سے نہین لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے موکل سے یہ قسم لینا چاہی کہ واللہ مین نے اس شخص کو وکیل نہین کیا تھا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور اگر سکوت کے ساتھ دیدیا ہو تو موکل سے قسم نہین لے سکتا ہے مگر جبکہ تصدیق کی طرف عود کرے اور اگر انکار کے ساتھ قرض ادا کیا ہو تو طالب سے قسم لینے کا اختیار اسکو کسی حال مین حاصل نہوگا خواہ تصدیق وکیل کی طرف عود کرے یا نہ کرے ولیکن وکیل سے واپس لیگا اور وکیل کو اختیار ہو کہ قرضدار سے انکار اور سکوت کی صورت مین یون قسم لے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ قرضخواہ نے اسکو وکیل کیا ہو پس اگر قرضدار نے یہ قسم کھالی تو جو کچھ معاملہ گذرا وہ ٹھیک ہو اور اگر انکار کیا تو وکیل پر ضمان نہین ہو۔ اور اگر چاہے تو قرضدار سے قسم لے کہ واللہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا ہو پس اگر اُسنے قسم کھالی تو وکیل پر تاوان آگیا اور اگر منکر ہوا تو وکیل طالب سے لے لیگا یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ اُسنے وکیل ہونے کا دعوی کیا ہو اور اگر یون کہا کہ اُسنے مجھے وکیل تو نہین کیا ولیکن تو مجھے قرضہ دیدے کہ وہ میرے وصول کر لینے کو عنقریب جائز کر دیگا اور تجھپر اسکی ضمان ہو تو اسکو دیدینا نہین لازم ہو اور اگر دیدیا تو ضامن قرار پاویگا اور جسکو دیدیا ہے

اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اگرچہ آپنے ضامن ہونیکی شرط کر دی ہو کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل حاضر نہوا اور اُسکا انکار کرنا معلوم نہ ہوا یہانتک کہ مرگیا اور قرضدار ہی اُسکا وارث ہوا اور وکیل سے کہا کہ اُسنے تجھے وکیل نہیں کیا تھا اور اب مین اس کا وارث اور اُسکے قائم مقام ہوا ہون اور وہ تجھکو جھوٹا کہہ سکتا تھا پس مین بجاے اُسکے تجھے جھوٹا کہتا ہون اور تجھسے ضمان لونگا تو اُسکو یہ اختیار حاصل نہوگا اور اگر قرضدار نے وکیل سے یہ قسم لینی چاہی کہ واللہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو یہ بھی اختیار نہیں ہے اور اگر وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے فلان شخص نے وکیل نہیں کیا تھا تو اسکا اقرار صحیح ہے اور قرضدار اُس سے مال کی ضمان لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے کہا کہ مین اس امر کے گواہ لاتا ہون کہ فلان شخص نے اسکو وکیل خصومت نہیں کیا تھا یا اس امر کے کہ وکیل نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے ہکذا فی المحیط اور اگر موکل نے قرضدار کو قرضہ ہبہ کر دیا اور وہ وکیل کے ہاتھ مین موجود ہے تو سب صورتون مین اس سے لے لیگا کیونکہ اسکی ملک ہے اور اگر تلف ہوگیا تو ڈانڈ بھر لیگا مگر جس صورت مین کہ اُسکی وکالت کی تصدیق کی ہو تو نہیں ڈانڈ لے سکتا ہے کذا فی التبیین اور اگر موکل مرگیا اور قرضدار اور ایک دوسرا شخص دونون اُسکے وارث ہین تو اجنبی کے آدھے حق کی نسبت وہی حکم ہے جو درصورت طالب کے حاضر ہونے اور وکالت سے انکار کرنیکے تھا پس آدھا قرض قرضدار سے لے لیگا اور وہ وکیل سے لیگا اور قرضدار کے آدھے حصہ کی نسبت وہی حکم ہے جو ہمنے ذکر کر دیا اور اگر قرضدار ہی اکیلا وارث ہو تو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ مال وکیل کے ہاتھ مین موجود ہو تو اُس سے لے لیگا پس اگر وکیل نے تلف ہونے کا دعوی کیا اور یہ امر صرف اُسکے کہنے سے معلوم ہوتا ہے اور قرضدار نے دعوی کیا کہ تلف نہیں ہوا ہے تو اسکو وکیل سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو یہ آدھا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نہ مرا اور نہ قرضدار کو مال ہبہ کیا ولیکن حاضر ہوکر وکالت سے انکار کیا اور ہنوز قرضدار کو قاضی کے پاس تک نہیں لایا تھا کہ مرگیا اور قرضدار ہی اُسکا وارث ہے یا مال اسکو ہبہ کر دیا پس قرضدار نے قاضی کے سامنے موکل کے وکالت سے انکار کرنیکے گواہ پیش کیے تو اُسکی طرف سے مقبول نہونگے اور اسکو وکیل سے ضمان لینے کا حق نہ ہوگا اور اگر اُن چیزون مین سے جو اُسنے وکیل کو دی تھین کوئی چیز بعینہ اُسکے پاس موجود پائی تو اسکو لے سکتا ہے اور اگر موکل نے قاضی کی مجلس مین وکالت سے انکار کیا اور قاضی نے قرضدار پر اُسکے پھر حکم نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو قرضدار کو اختیار رہے کہ وکیل سے لیوے اور اُسپر واجب ہے کہ قرضدار کو پھر دیوے بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو اُسکی قیمت واپس دے اور اگر اسکے بعد موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا یا اُسنے قرضدار کو ہبہ کیا یا اسکو بری کر دیا تو قرضدار کو اختیار ہے کہ مال کیواسطے وکیل کو پکڑے جیسا کہ قبل موت کے حکم تھا ولیکن قرضدار سے قسم لے گا کہ واللہ وہ نہیں جانتا ہے کہ طالب نے اسکو قبضۂ مال کا وکیل کیا ہو۔ اور اگر قرضدار نے وکالت کے دعوی مین وکیل کی تصدیق کی اور ضمان کی شرط پر مال اسکو دیدیا پھر موکل حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور قاضی نے قرضدار پر مال کی ادائی کی ڈگری کر دی پھر وصول کرنے سے پہلے موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا یا اُسنے قرضدار کو مال ہبہ کر دیا تو قرضدار وکیل سے پھر نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے حاضر ہوکر قرضدار سے مال لے لیا تھا اور قرضدار نے بحکم کفالت وکیل سے واپس لیا پھر موکل مرگیا اور قرضدار اُسکا وارث ہوا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کی میراث سے جسقدر اُسنے ڈانڈ بھرا ہے لے لیوے اور اگر دو شخص اُسکے وارث ہوے کہ ایک اُنمین سے وہی قرضدار ہے تو وکیل کو قرضدار کے

حصۂ میراث میں سے لینے کا اختیار رہے گا۔ اگر طالب نہیں مرا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو اور طالب نے قرضدار کو ہزار درم
ہبہ کیے اگر وہی ہزار درم ہبہ کیے ہوں جو اسنے قرضدار سے لیے تھے تو جو کچھ اسنے ادا کیا ہو قرضدار سے پھیرے گا اور اگر دوسرے
ہزار درم دیئے تو کچھ نہیں لے سکتا ہے اور وہ مرگیا اور پھر قرضدار کیواسطے ہزار درم کی وصیت کر گیا تو وکیل قرضدار سے
پھیرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنے مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور قرضدار نے دعوی کیا کہ صاحب مال نے
مجھ سے سب وصول کر لیا ہے تو قرضدار وکیل کو مال ادا کرے اور رب المال کا دامنگیر ہو کر اس سے قسم لیوے اور وکیل سے
قسم نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی کو فلاں شخص سے اپنا مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر موکل
نے اسمیں سے کچھ وصول کیا پھر وکیل نے قرضدار سے خصومت کی اور قرضدار نے کچھ مال ادا کرنیکا دعوی کیا اور وکیل
منکر ہوا اور قرضدار کے پاس اسکے گواہ نہیں ہیں اور وکیل نے اس سے سب مال وصول کر لیا پھر موکل حاضر ہوا پھر قرضدار
نے ادا کر دینے کے گواہ سنائے تو اسکو وکیل سے مواخذہ کرنے کا اختیار ہے اگر اس صورت میں کہ یہ مال قرض بعینہ وکیل کے
ہاتھ میں موجود ہو تو وکیل سے لے لیگا اور اگر وکیل کے ہاتھ میں ضائع ہو چکا ہو یا وکیل یہ کہتا ہے کہ میں نے طالب کو دیدیا ہے تو
اسکو طالب سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہے۔ اسی طرح اگر طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے وصول کر لیا ہے تو بھی یہی حکم
ہے اور اگر بعد وصول حق کے اسکو وکیل کیا تو وکیل سے اسکو واپس لیگا بشرطیکہ اس امر کے گواہ لاوے کہ میں نے طالب کو
وکیل کرنے سے پہلے اسکا حق ادا کر دیا ہے اور بالاتفاق طالب پر کچھ لازم نہیں آتا ہے اور اگر طالب نے اس امر کا اقرار کیا تو
کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر اس صورت میں وکیل سے لے سکتا ہے کہ یہ مال بعینہ اسکے ہاتھ میں موجود ہو۔ اگر فلاں شخص
سے اپنا مال وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور دستاویز اسکو دیدی حالانکہ اس سے پہلے وصول کر چکا ہے اور باقی مسئلہ اپنے
حال پر ہے تو واپس لے سکتا ہے خواہ طالب سے یا وکیل سے پس اگر وکیل سے واپس لیا تو وکیل طالب سے پھیر لیگا یہ محیط میں ہے
اگر قرضخواہ نے قرضدار کے کسی شخص پر اترانے کو قبول کر لیا تو وکیل بقبض کو محتال علیہ سے وصول کرنے کا اختیار نہیں اور محیل
یعنی قرضدار سے لے سکتا ہے پھر اگر محتال علیہ پر مال ڈوب گئے اور قرضہ عود کر کے محیل پر آگیا تو وکیل کو اس سے طلب کرنے کا
اختیار حاصل ہوا اسی طرح اگر موکل نے مطلوب سے بعوض مال قرض کے کوئی غلام خرید کیا اور اسکے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا
گیا یا بعد قبضہ کے بحکم قاضی یا قبل قبضہ کے خود ہی بسبب عیب یا خیار کے واپس کیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے۔ اسی طرح
اگر خود درم وصول کر لیے اور انکو زیوف پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ دو قرضخواہوں میں سے ایک نے اگر کسی اجنبی کو
وکیل کیا کہ میرا حصہ وصول کرے اور اسنے وصول کیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ اسکے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا ولیکن اگر تلف
نہ ہو بلکہ اسکے پاس موجود ہو تو شریک کو اسمیں شرکت کا اختیار ہے جیسا کہ اگر شریک نے خود وصول کیا ہو تو دوسرے کو شرکت کا
اختیار ہوتا ہے اور اگر تلف ہوا تو خاصۃً اسی کا حصہ جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوا اور
وکیل پر قرضدار کا جنس قرض سے کچھ حق واجب ہوا تو بدلا ہو جائیگا کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ
وصول کرنے اور قرضدار کو قید کرانے کے واسطے ایسا وکیل کیا جو خصومت کرنیوالا اور مدعا علیہ ہو سکے پس وکیل نے کسی
قرضدار کو موکل کے واسطے قید کرایا پھر اسکو قید سے رہا کر کے اسکی ذات کے واسطے کفیل لے لیا پھر وکیل مرگیا پھر صاحب مال
نے کفیل کو گرفتار کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہے کہ قاضی سے درخواست کرے کہ کفیل کو حکم دے کہ مکفول عنہ کو حاضر کرے یہ
فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ انکو فلاں شخص کو دیدے

پھر اُس سے کہا کہ فلان فلان شخص کو نہ دینا اور قرضدار نے کہا کہ مین نے اُسے دیدیے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو یہ جائز ہی اور قرضدار بری ہوگیا یہ محیط مین ہی - ایک شخص کے دوسرے پر کچھ درم قرض ہین اُسنے دوسرے سے کہا کہ میرے مال کی زکوۃ اُس مال سے جو میرا فلان شخص پر قرض ہی وصول کرلے اُسنے بجاے درمون کے دینار وصول کیے تو جائز نہین ہی اور اگر قرضخواہ نے کہا کہ مین نے تجھکو وہ مال جو میرا فلان شخص پر قرض ہے ہبہ کیا تو اُس سے وصول کرے اُسنے بجاے درم کے دینار وصول کیے تو جائز ہے کذا فی فتاوی قاضی خان

فصل ایک شخص کا دوسرے پر قرض آتا ہی اُسنے قرضدار کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ میرا جو کچھ قرض تجھپر ہی وہ بھیج دے پس اگر اُسنے ایلچی کے ہاتھ بھیجدیا تو وہ قرضخواہ کا مال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - قرضدار سے کہا کہ مال قرض فلان شخص کے ہاتھ یا میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور وہ ضائع ہوا تو مطلوب کا مال گیا کیونکہ یہ شخص مطلوب کا ایلچی تھا اور وہ قرضخواہ کا یہ کہنا کہ فلان کے ہاتھ بھیجدے توکیل نہین ہی اور اگر یون کہا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کو دیدے کہ وہ مجھے پہونچا دیگا تو یہ توکیل ہے اور اگر ضائع ہوا تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کے دوسرے پر سو درم قرض ہین پس اُسکے پاس ایک آدمی سو درم وصول کرنیکے واسطے بھیجا اور مطلوب نے اسکو ایک ہی صفقہ مین دو سو درم تول دیے اور ایلچی نے اُنپر قبضہ کرلیا اور وہ ضائع ہوگئے تو قرضدار پر مال جیسا تھا ویسا ہی باقی ہے اور ایلچی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایلچی کو ایک سو درم علیحدہ اور دیے اور اُسنے دونون کو ملا دیا تو وہ ایک سو درم کا ضامن ہوگا اور مطلوب ایک سو درم سے بری ہوگیا یہ محیط مین لکھا ہے اگر یہ کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر قرض ہی وہ فلان شخص کے ایلچی کو دیدینا پھر قرضدار نے کہا کہ مین نے اسکو دیدیا اور ایلچی نے تصدیق کی کہ مین نے وصول پایا تھا مگر وہ ضائع ہوگیا اور موکل نے دینے اور پانے دونون کی تکذیب کی تو قرضدار بری ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص کے پاس قرض لینے کے لیے ایلچی بھیجا اُسنے کہا کہ مین نے قرض وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہوگیا تو اس کی تصدیق کی جائیگی اور اسپر ضمان نہوگی اور ضمان بھیجنے والے مستقرض پر ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کسی بزاز کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ فلان فلان کپڑا اس دام کا بھیجدے پس بزاز نے اپنے ایلچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیجا اور راہ مین تلف ہوا اور طلب کرنیوالے تک نہ پہونچا اور ان مردی سب نے باہم تصدیق کی اور اقرار کیا تو ایلچی پر کچھ ضمان نہین ہے اور اگر بزاز نے بھیجنے والے کے ایلچی کے ہاتھ بھیجا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگی اور اگر بزاز کا ایلچی ہی تو جب بھیجنے والے کے پاس کپڑا پہونچ گیا تو بھیجنے والا ضامن ہوگا - اور اگر کسی شخص نے ایک ایلچی کے ہاتھ کسی شخص کو خط بھیجا کہ میرے پاس فلان کپڑا فلان دامون کا بھیجدے اُسنے ایسا ہی کیا اور جو شخص خط لایا تھا اُسکے ہاتھ روانہ کیا تو جب تک خط بھیجنے والے کے پاس نہ پہونچے گا وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ شخص فقط خط پہونچانے کا ایلچی تھا اور یہی حکم قرض اور قرض وصول پانے کا ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا ایلچی میرے پاس آیا اور پیغام پہونچایا کہ تو نے کہلا بھیجا ہی کہ فلان کپڑا اسقدر دامون کا میرے پاس بھیجدے مین نے بھیجدیا پس اُسنے کپڑا اپنے پاس پہونچنے سے انکار کیا اور ایلچی نے کہا کہ مین نے پہونچا دیا ہی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر بھیجنے والے نے اقرار کیا کہ ایلچی نے کپڑا وصول کیا اور اپنے پاس پہونچنے سے انکار کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ایلچی کے وصول کرنے سے انکار کیا تو قول اُسی کا لیا جائیگا اور اسپر ضمان نہین ہے - ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایک شخص کے پاس ایلچی بنکر اسواسطے آیا کہ مجھے پانسو درم دیدے اُسنے کہا کہ جبتک مجھے اور

بھیجنے والے سے ملاقات نہوگی اور نہ وہ خود مجھسے نہ کہے گا مین تجھے نہ دونگا پھر ایلچی سے کہا کہ مین اُس سے ملا تھا اُس نے مجھے دینے کا حکم کیا ہے پھر دینے سے انکار کیا یا کہا کہ اسکے بعد اُسنے مجھے تجھکو دینے سے منع کر دیا ہے تو اُسکو اس امر کا اختیار ہے ولیکن اگر یہ مال اُسپر قرض ہو تو منع کر دینے کے باب مین اسکی تصدیق نہ کی جائیگی کذا فی فتاوے قاضی خان

فصل۔ اگر کسی شخص کو اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور وکیل نے جسقدر ادا کیا وہ موکل سے لیگا اور اگر کسی سے کہا کہ میری قسم کے کفارہ مین محتاج کھلادے یا میری زکوٰۃ ادا کر دے تو اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے مگر درصورتیکہ موکل نے یہ کہدیا ہو کہ اس شرط پر کہ مین ضامن ہون تو لے سکتا ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی سے کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم دیدے تاکہ اُسکا قرض ادا ہو یا صرف یہی کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم ادا کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا اس شرط پر کہ مین ضامن ہون یا اس شرط پر کہ وہ درم تیرے مجھپر ہونگے پس وکیل نے موافق حکم کے اسکو دیدیے پس اگر وکیل اس موکل کا شریک یا خلیط ہو تو بالاجماع اُس سے لے سکتا ہے اور خلیط اُسکو کہتے ہین کہ بازار کے معاملات مین دونون مین لین دین جاری ہو اور ایک دوسرے کے پاس رکھدیتا ہو جب دوسرے کا ایلچی آوے تو اُسکے ہاتھ بیع کرے یا قرض دے۔ اور یہی حکم ہے اگر وکیل اُن لوگون مین سے ہو کہ اسکی عیال مین موکل کے عیال ہین یا وکیل موکل کے عیال کو نفقہ دینے کے واسطے مقرر ہو پس ان صورتون مین بالاجماع واپس لے سکتا ہے اگرچہ اُسنے ضامن ہونے کی شرط نہ بیان کی ہو کیونکہ اسمین عرف معتبر ہے اور اگر ان صورتون مین سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک واپس نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو میری طرف سے ہزار درم نقد دیدے یا ادا کر دے یا دیدے یا عطا کر دے اور میری طرف یہ لفظ ذکر کیا یا یہ نہ کہا ولیکن یون کہا کہ وہ ہزار درم جو اُسکے مجھپر آتے ہین اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو وکیل کو موکل سے واپس لینے کا اختیار ہے اگرچہ واپس لینا یا ضمان کی شرط نہین کی تھی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میری طرف سے میرے مال کی زکوٰۃ دیدے یا میری طرف سے دس مسکین کھلا دے یا میری طرف سے دس درم صدقہ کر دے یا میری طرف سے فلان شخص کو دس درم ہبہ کر دے اُسنے ایسا ہی کیا تو بدون شرط ضمان کے اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے اگر کہا کہ میری طرف سے یہ درم زید یا عمرو کو قرضہ ادا کر دے تو جسکو ادا کر دیگا جائز ہے یہ حاوی مین ہے۔ ائمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے قرض ادا کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے آن کر بیان کیا کہ مین نے ادا کر دیا اور موکل نے اسکی تصدیق کی پھر جب وکیل نے جو کچھ دیا تھا اُسکے لینے کا مطالبہ کیا تو موکل نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ قرضخواہ آوے اور میرے وکیل کے ادا کر دینے سے انکار کر کے دوبارہ مجھسے وصول کرے تو موکل کے اس کلام کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم دیا جائیگا کہ وکیل کا حق اسکو ادا کرے پھر اگر قرضخواہ نے آکر موکل سے قرضہ لیا تو موکل وکیل سے جسقدر دیا ہے واپس لے گا اگرچہ ادا کر دینے مین اسکی تصدیق کی ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل کے ادا کر دینے سے انکار کیا پھر وکیل نے ادا کر دینے کے گواہ سُنائے تاکہ موکل سے مال وصول کرے اور قرضخواہ غائب ہے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی حتی کہ اگر قرضخواہ نے حاضر ہو کر وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کذا فی المحیط اور یہ جائز نہین ہے کہ ایک ہی شخص مطلوب کی طرف سے ادا کر دینے کا اور طالب کی طرف سے وصول کر لینے کا وکیل ہو یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر قرض ادا کرنے کے وکیل نے بلا گواہون کے مال ادا کر دیا اور رسید نہ لکھوائی تو اُسپر ضمان نہین ہے ولیکن اگر موکل نے اُس سے کہدیا تھا کہ بدون گواہون کے نہ دینا پھر اُسنے بدون گواہون کے دیدیا تو ضامن ہوگا۔ پس اگر وکیل نے کہا کہ مین نے گواہ کر لیے تھے اور طالب نے انکار

لیا اور وکیل کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وکیل ضمان سے بری ہوگا بشرطیکہ اس بات پر قسم کھا لے اور اگر موکل نے کہا کہ بدون موجودگی فلان شخص کے نہ دینا اُسنے بدون اُسکی موجودگی کے دیدیا تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ قرضدار نے اگر اپنا مال کسی شخص کو دیا تاکہ اُسکا قرضہ ادا کر دے اور اُس سے کہدیا کہ یہ مال فلان شخص کو اُس قرضہ کے ادا میں دیدے جو اُسکا مجھپر آتا ہے اور تمسک لے لے اُسنے دیکر تمسک نہ لیا تو ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ جب تک تمسک نہ لیوے نہ دیوے اُسنے بدون تمسک لینے کے دیدیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم دیدیے کہ اسکو میرے قرض کے ادا کے واسطے فلان شخص کو دیدے تاکہ میری طرف سے ادا ہو جاوے پھر وکیل نے انکو رکھ لیا اور اُنکے سوائے دوسرے درم دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ جو درم اُسنے رکھ لیے ہیں موکل کو واپس کرے اور قرضہ ادا کرنے میں وکیل نے موکل پر اپنی طرف سے احسان کیا یعنی موکل پر واجب نہیں ہے کہ اسکو دیوے اور استحساناً یہ حکم نہیں ہے اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ موکل کا مقصود اپنی جان چھڑانا ہے اور یہ مقصود دونوں طرح سے حاصل ہوتا ہے خواہ وکیل وہی ہزار درم جو موکل نے دیے ہیں ادا کرے یا اُسکے مثل ادا کرے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ درم اسواسطے دیے کہ میری طرف سے فلان شخص کا قرضہ ادا کرے پھر طالب اسلام سے مرتد ہو گیا اور وکیل نے اُسکے مرتد ہونے کی حالت میں ادا کر دیا اور طالب اسی حالت میں مر گیا پس اگر وکیل کو فقہ سے خبر تھی کہ اس مرتد کو اسکا دینا جائز نہیں ہے تو جسقدر درم وکیل کو دیے گئے تھے وکیل اُسکا ضامن ہے اور اگر یہ بات اُسکو نہیں معلوم تھی تو ضامن نہیں ہے اور اسکا جہل ہی عذر ہوگا کیونکہ یہ بات اکثر فقیہوں پر مشتبہ ہے تو عام لوگوں پر کیونکر مشتبہ نہوگی یہ واقعات میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے قرضہ ادا کرنے کا حکم کیا پھر موکل نے خود ہی قرضخواہ کو ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا تو وکیل اپنے مال کو اُس سے لیوے جسکو دیا ہے موکل سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ جب موکل نے خود ادا کیا تو وکیل معزول ہوا کیونکہ خود ادا کرنا وکیل کو معزول کرتا ہے اور وکیل کا علم ہونا کہ موکل نے ادا کیا ہے شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ وکالۃ الاصل میں مذکور ہے اُسمیں وکیل کا علم شرط ہے اور اگر وکیل نے اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے حکم دینے کے بعد موکل کے ادا کرنے سے پہلے ادا کیا ہے تو اُسکو اختیار ہے چاہے موکل سے واپس لے یا قابض سے یہ محیط میں ہے۔ جو شخص دوسرے کے قرض کے واسطے وکیل ہوا اور اُسنے جس قسم کا قرض ادا کرنے کا حکم تھا اُس سے جید ادا کیا تو ویسا ہی لے سکتا ہے جیسا حکم کیا گیا تھا اور اگر ردی ادا کیا تو جیسا ادا کیا ویسا ہی موکل سے لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم دیا کہ یہ درم میرے قرضخواہ کو دیدے اُسنے سوائے اُنکے دوسرے درم اپنے پاس سے دیدیے یا اُسکے ہاتھ ان داموں کو کوئی غلام فروخت کر دیا یا وکیل کے اُسپر ہزار درم آتے تھے اُنکے عوض بدلا کر لیا تو یہ سب جائز ہے اور وہ احسان کرنیوالا شمار نہ ہوگا یعنی یہ نہوگا کہ موکل کے ہزار درم واپس کرے اور یہ جو اُسنے ادا کیا اُسمیں اُسنے احسان کیا اور اگر وکیل کو کوئی غلام دیا کہ اسکو فروخت کر کے اُسکے داموں سے فلان شخص کا قرض جو مجھپر آتا ہے ادا کر دیں پس وکیل نے غلام فروخت کرنے سے پہلے اُسکے داموں کے برابر درم اپنے پاس سے لیکن موکل کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا تو اس صورت میں احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے حکم کیا کہ فلان شخص کا قرض جو مجھپر آتا ہے تو ادا کر دے اُسنے ادا کر دیا پھر وکیل کے پاس جسقدر اُسنے ادا کیا ہے اُسکو لینے آیا پس موکل نے اُس سے کہا کہ اُس شخص کا مجھپر قرض ہی نہ تھا اور نہ میں نے تجھکو ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور جو تو نے ادا کیا ہے اور قرضخواہ غائب ہے پس وکیل نے قرضہ ہونے اور ادا کرنے کا حکم دینے کے گواہ سنائے تو قاضی قرضخواہ غائب کا موکل پر قرضہ ہونے کا حکم دیگا اور وکیل کے موکل سے واپس لینے کا حکم دیگا

اگرچہ قرضخواہ غائب ہو یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کو دینے کے واسطے مال وکیل کو دیا اُسنے کہا کہ میں نے دیدیا مگر موکل اور اُس شخص نے جسکو دینے کے واسطے حکم کیا تھا دونوں سے اُسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول اُسکی برائت کے واسطے لیا جائیگا اور قرضخواہ کا قول قبضہ نہ کرنے میں لیا جائیگا اور قرض ساقط نہ ہوگا اور دونوں پر قسم نہیں آتی ہے صرف اُسپر واجب ہوگی جسنے تکذیب کی نہ اُس شخص پر جسنے تصدیق کی اور اگر وکیل کے دینے میں تصدیق ہوئی تو دوسرا قسم کھا دے کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا پس اگر قسم کھائی تو اُسکا قرضہ ساقط نہوگا اور اگر قسم سے باز رہا تو ساقط ہوگا اور اگر دوسرے کی تصدیق کی کہ اُسنے وصول نہیں پایا تو وکیل سے قسم لے گا کہ اُسنے دیدیا ہے پس اگر قسم کھائی تو بری ہے ورنہ ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی مال مضمون ہو مثلاً مال مغصوب غاصب کے پاس یا قرض پس صاحب قرض یا مغصوب منہ نے اسکو حکم کیا کہ فلان شخص کو دیدے اور وکیل نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اور فلان شخص نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں پایا تو وکیل کی تصدیق واقع پر بدون گواہوں کے نہ کیجائیگی مگر اُس صورت میں کہ دینے میں موکل نے اُسکی تصدیق کی ہو تو اس وقت میں ضمان سے بری ہو جائیگا ولیکن قابض پر دونوں کی تصدیق نہ کیجائیگی اور عدم قبض میں اُسی کا قول لیا جائیگا مگر قسم کے ساتھ۔ اور اگر وکیل کی موکل نے تکذیب کی کہ اُسنے نہیں دیا ہے اور وکیل نے اُس سے قسم طلب کی تو اُسکے علم پر قسم لی جائیگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسنے دیا ہے پس اگر قسم کھائی تو وکیل سے ضمان لیگا اور اگر انکار کیا تو ضمان ساقط ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر دو شخصون کے مکاتب نے کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اسکو دیدے اور غائب ہو گیا تو دوسرا شخص وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وکیل اُسکے حصہ کے دینے کی بابت اسکی طرف سے وکیل نہیں ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے قرض ادا کرنے کا وکیل کیا اور مال قرض وکیل کو دے گیا پس اُسکے دونون مولی یا غیرون نے وکیل سے اسکو لینا چاہا تو انکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کذا فی المبسوط فی باب وکالۃ العبد الماذون والمکاتب

فصل مال عین پر قبضہ کرنے کے وکیل کے احکام میں۔ مال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے حتی کہ اگر کسی نے اپنے غلام پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اور قابض حال نے گواہ سنائے کہ موکل نے میرے ہاتھ اسکو فروخت کیا ہے تو موکل کے حاضر ہونے تک توقف کیا جائیگا اور یہ استحسان ہے یہان تک کہ اگر غائب حاضر ہوا تو بیع کے گواہ دوبارہ پیش کیے جاوینگے۔ اسی طرح اگر وکیل نے بیان کیا کہ عورت کے شوہر یا باندی یا غلام کے مالک نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں اُسکی عورت یا باندی یا غلام کو اُسکے پاس پہونچادون پس عورت نے گواہ سنائے کہ وہ مجھے طلاق دے گیا ہے یا باندی و غلام نے آزاد کر دینے کے گواہ سنائے تو استحساناً وکیل کا ہاتھ روکنے کی بابت مقبول ہونگے اور طلاق و عتاق کی بابت مقبول نہ ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ کسی مال معین پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے آکر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو تلف کر دیا تو وکیل اُس سے قیمت لینے کے واسطے خصومت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعد قبضہ کے تلف کی تو کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اسواسطے وکیل کیا کہ میری امانت فلان شخص سے لے اور فلان شخص نے کہا کہ میں نے موکل کو دیدی تو اُسکا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے دعوی کیا کہ میں نے وکیل کو دیدی تو بھی اُسی کا قول لیا جائیگا کہ وہ بری ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے پھر جسکے پاس ودیعت رکھے تھے اُسکی غیبت میں کہا کہ میں نے فلان شخص کو حکم کیا کہ میری ودیعت جو فلان شخص کے پاس ہے وصول کرے اور وکیل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ولیکن

اُسنے ودیعت وصول کرلی اور وہ ضائع ہوگئی تو صاحب ودیعت کو اختیار ہے چاہے دینے والے سے ضمان لے یا لینے والے سے ضمان لے۔ اور اگر ودیعت پاس رکھنے والے کو توکیل کا علم ہوا اور وکیل کو نہوا پس جسکے پاس ودیعت ہے اُسنے وکیل کو دیدی تو جائز ہے اور وہ دونون مین سے کسی پر ضمان نہوگی اور اگر دونون مین سے ایک کو وکالت کا علم نہوا اور وکیل نے کہا کہ فلان شخص کی ودیعت مجھے دیدے کہ مین اُسکے مالک کو پہونچا دون یا مجھے دے کہ میرے پاس اُسکی ودیعت رہیگی اُسنے دیدی اور وہ ضائع ہوگئی تو ودیعت کے مالک کو اختیار ہے جس سے چاہے دونون مین سے ضمان لے یہ قول امام ابویوسف رح و امام محمد رح کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر کسی کو ودیعت پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اُسنے تھوڑی ودیعت پر قبضہ کیا تو جائز ہے ولیکن اگر اُسنے کہدیا تھا کہ قبضہ نہ کرے مگر سب ودیعت پر تو البتہ تھوڑی ودیعت پر قبضہ نہین جائز ہے اور ضامن ہوگا اور اگر بعض مقبوضہ ودیعت کے تلف ہونے سے پہلے اُسنے باقی پر قبضہ کرلیا تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا[سلہ] یہ مبسوط مین ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس ودیعت ہے اُسکے قبضہ کے واسطے وکیل کیا اور وہ غلام خطا سے قتل کیا گیا تو جسکے پاس ودیعت ہے وہی اُسکی قیمت لے سکتا ہے وکیل نہین لے سکتا ہے اسی طرح اگر غلام پر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جسکے عوض جرمانہ حاصل ہوا تو وکیل کو غلام پر قبضہ کرنے کا اختیار ہے جرمانہ پر قبضہ نہین کرسکتا ہے اور یہی حال باندی کے مہر یا مزدوری کا ہے اور اگر وکیل نے غلام پر قبضہ کیا پھر وہ اُسکے قبضہ مین خطا سے قتل ہوا تو اسکو قیمت لینے کا اختیار ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کسی باندی یا بکری پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوا پھر وہ بچہ جنی تو وکیل بچہ کو مع مان کے اپنے قبضہ مین لے سکتا ہے اور اگر وکیل کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو وکیل کو بچہ پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور باغ کے پھلون کا حکم بچہ کے مانند ہے اور درختون کے پھل اگر مالک زمین کے حکم سے ودیعت ہون تو وکیل قبضہ نہین کرسکتا ہے اور یہی حکم باندی کے بچہ کا ہے کذا فی البحر الرائق اگر اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے جو کسی کے پاس رکھی ہے وکیل کیا پھر خود ہی وصول کرلی پھر اُسکے پاس ودیعت رکھی تو وکیل اُس سے وصول نہین کرسکتا ہے خواہ اس معاملہ سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو اسی طرح اگر وکیل نے پہلے اسکو وصول کیا اور موکل کو دیدیا پھر موکل نے دوبارہ اُسی کے پاس رکھی تو وصول نہین کرسکتا ہے اور اگر وصول کیا اور ضائع ہوگئی تو مالک ودیعت کو اختیار ہے چاہے جس سے ضمان لے پس اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل کسی سے نہین لے سکتا ہے اور اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ وکیل سے پھیر لیگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ دوبارہ اُسکے وکیل ہونے کی تصدیق نہ کی ہو یہ مبسوط مین ہے کیلی یا وزنی ودیعت کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اسکو کسی نے تلف کردیا تھا اور اُسکے مثل مستودع نے تلف کرنیوالے سے لے لی تھی تو استحساناً وکیل اسکو وصول کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر آج کے روز کسی ودیعت پر قبضہ کرنیکے واسطے کسی کو وکیل کیا تو اسکو اختیار ہے کہ کل کے روز وصول کرلے اور اگر کل کے روز قبضہ کرنے کا وکیل کیا تو آج کے روز وصول نہین کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ اسی ساعت وصول کرے تو اس ساعت کے بعد وصول کرسکتا ہے اور اگر کہا کہ فلان شخص کی موجودگی مین وصول کرے اُسنے بدون اُسکی موجودگی کے وصول کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ گواہون کے سامنے وصول کرے اُسنے بدون گواہون کے قبضہ کیا تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر کہا کہ بدون فلان شخص کی موجودگی کے قبضہ نہ کرے اور اُسنے قبضہ کرلیا حالانکہ فلان شخص موجود نہ تھا تو جائز نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین فلان کی طرف سے تجھسے ودیعت وصول کرنے کا وکیل ہون اور مدعا علیہ نے وکالت اور ودیعت دونون کی تصدیق کی پھر دینے سے انکار کیا تو اُسپر جرمانہ کیا جائے گا کذا فی السراجیہ۔ اگر ایک شخص نے

[سلہ] یعنی موکل کے حق مین نافذ ہوگا [illegible]

کسی کی ودیعت وصول کی پھر مالک ودیعت نے قسم سے کہا کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا تھا اور اپنا مال اُس سے لیا جسکو ودیعت دیا تھا تو وہ قبضہ کرنیوالے سے لے لیگا بشرطیکہ بعینہ اُسکے پاس قائم ہو اور اگر اُسنے کہا کہ میرے پاس تلف ہو گیا یا مین نے موکل کو دیدیا پس اگر وکالت مین اسکی تصدیق کر چکا ہو تو اُس سے کچھ نہین لے سکتا ہو۔ اگر تصدیق نہین کی بلکہ تکذیب کی یا کچھ تصدیق یا تکذیب نہین کی یا بشرط ضمانت تصدیق کی ہو تو اُس سے ضمان لے سکتا ہو اور اگر سپرد کرنے کا حکم نہین کیا گیا تھا ولیکن اسنے سپرد کر دیا یا بعد دیدینے کے اُس سے واپس لینا چاہا تو یہ اختیار اسکو نہوگا کیونکہ وہ اس کام کو توڑنا چاہتا ہو جسکو اُسنے خود تمام کیا ہو اور اگر بعد انکار کے ودیعت اُسکے پاس تلف ہو گئی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ ضامن نہوگا اور چاہیے یہ ہے کہ ضامن ہو کیونکہ مودع کے وکیل سے انکار کرنا اُسکے زعم مین بمنزلہ مودع سے انکار کرنے کے ہو یہ نہایہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور مستودع نے سوائے متاع موکل کے دوسری متاع وکیل کو دی اور وکیل نے موکل کو دیدی اور موکل کے پاس تلف ہو گئی تو اُسکا ضامن موکل ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر ایک چوپایہ کسی سے مستعار لیا اُسپر قبضہ کرنیکے واسطے ایک وکیل کیا اُسنے قبضہ کر کے سواری لی تو وہ ضامن ہو اگر مر جاوے اور موکل سے رجوع نہین کر سکتا ہو کیونکہ موکل کیطرف سے سواری کے واسطے مامور نہ تھا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو مین چلا جاتا ہے اور اگر ایسا ہو کہ بدون سوار ہونیکے نہین قابو مین آتا ہو تو موکل گویا اسکی سواری پر راضی ہو چکا ہو کذا فی المبسوط اگر قرضدار کی کسی شخص کے پاس ودیعت ہو اُس شخص نے قرضدار سے کہا کہ اپنی ودیعت کو قرضخواہ کے قرض مین ادا کر دے اور عنقریب وہ میرے قبضہ کو جائز کر دیگا قرضدار نے ایسا ہی کیا اور اپنے قرضہ مین دی اور اُسی شخص کو جسکے پاس ہے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کرنے کا حکم کیا پھر قرضخواہ آیا اور اس معاملہ کو جائز رکھا پھر ودیعت کے مالک نے اس شخص کو جسکے پاس ہو منع کیا کہ قرضخواہ کو نہ دے اور نہ اُسپر اُسکا قبضہ کر تو ممانعت صحیح ہو بشرطیکہ اس شخص نے جسکے پاس ودیعت ہو قرضخواہ کی طرف سے قبضہ نہ کیا ہو اگرچہ اُسنے مستودع سے لیکر قبضہ کیا ہو اور اگر مستودع نے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کر لیا ہو تو وہ ودیعت قرضخواہ کی ہو گئی یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اگر مستودع نے ودیعت کسی شخص کو دیدی اور دعوی کیا کہ مین نے صاحب ودیعت کے حکم سے دی ہو اور صاحب ودیعت نے انکار کیا تو اسی کا قول کہ مین نے حکم نہین دیا ہو قسم سے معتبر ہوگا کذا فی البدائع۔ اپنا غلام فلان شخص کو دینے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اُسکے پاس آکر کہا کہ مالک غلام نے غلام تیرے پاس ودیعت رکھا ہو اُسنے قبول کیا اور وکیل کو واپس دیا پھر وہ وکیل کے پاس مر گیا تو مالک غلام کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے۔ اور اگر وکیل نے کہا کہ مالک نے مجھے حکم دیا ہو کہ اس سے جدا کر لے یا فلان شخص کو دیدے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور وہ مر گیا تو وکیل ضامن نہین ہو کیونکہ وکیل سے فقط جھوٹا قول فریب پایا گیا اور فریب دہندہ پر فقط فریب سے بدون کسی معاوضہ لینے کے ضمان واجب نہین ہوتی ہے اور ضمانت لینے والا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے پرائے غلام سے بدون اسکی اجازت کے خدمت لی کذا فی محیط السرخسی

فصل وکیل صلح کو خصومت کا اختیار نہین ہوتا ہے اور نہ دوسرے کو صلح کے واسطے وکیل کر سکتا ہے پس اگر اُس نے وکیل کر دیا اور دوسرے نے صلح کی پس اگر موکل کے مال سے درم دیے تو موکل اُس سے لیگا اور اگر اپنے پاس سے دیے ہین تو پہلے موکل پر کچھ لازم نہین آئیگا اور یہ صلح پہلے وکیل پر جائز ہو گی اور اُسنے احسان کیا اسی طرح اگر

دو آدمیوں کو صلح کیواسطے وکیل کیا پھر ایک نے اپنے مال سے صلح کری تو اسی پر جائز ہوگی اور یہ اسکا احسان ہوا اسی طرح اگر ہزار درم پر صلح کیواسطے وکیل کیا اور کہا کہ مال کی ضمان دے اسنے دو ہزار درم یا سو دینار پر صلح کی اور اپنے پاس سے ادا کر دیے یا کسی عروض یا کیلی یا وزنی چیز پر اپنے پاس سے دیکر صلح کی تو صلح جائز ہے اور موکل سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر ہزار سے کم پر صلح کی اور مال دیدیا تو یہ صلح موکل پر جائز ہوگی۔ اور ہر صورت مین کہ وکیل کو جس چیز پر صلح کرنے کا حکم کیا گیا تھا اسکے جنس یا وصف مین خلاف کیا تو صلح وکیل پر جائز ہوگی موکل پر نہین کذا فی الحاوی اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری طرف سے فلان شخص سے جس نے اسپر کسی عین یا دین کا دعوی کیا تھا صلح کرلے اور اس معاملہ مین اپنی رائے پر عمل کرے پس وکیل نے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اور مال موکل پر ہوگا نہ وکیل پر یہ مبسوط مین ہے مدعا علیہ کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہے اگر اسنے بدل صلح دیدیا یا مال صلح کو اپنی طرف نسبت کیا تاکہ اسپر لازم ہوگیا اگر اسنے ادا کر دیا تو موکل سے پھیر لیگا اگرچہ ضمان بدون حکم موکل ہو۔ قتل عمد مین مطلوب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح مقرر ہوا وہ بمنزلہ خریدنے نفس کے وکیل کے ہے اگر اسنے اسقدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس سے کم ہے یا اسقدر زیادتی ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر اسقدر زیادتی پر صلح ٹھہرائی کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت نہین کرتے ہین تو بلا خلاف ناجائز ہے۔ اور قتل عمد مین طالب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو وہ بمنزلہ کسی نفس کے فروخت کرنیکے وکیل کے ہے اگر اسنے اسقدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اسقدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر سکتے ہین تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر اسقدر کمی پر صلح کری کہ لوگ اتنا خسارہ نہین اٹھاتے ہین تو اسکے جواز مین اختلاف ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک قتل عمد سے جسکا اسپر دعوی کیا گیا ہے کسی کو صلح کرنیکے واسطے وکیل کیا اسنے اگر کسی ایسی جنس پر جو دیت مین دی جاتی ہے صلح کی خواہ کوئی چیز ہو تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر اسمین اسقدر زیادتی کی کہ لوگ اتنا خسارہ نہین برداشت کرتے ہین اور مال صلح دیدیا تو وکیل پر جائز ہوگی نہ موکل پر۔ اور اگر طالب قصاص نے صلح کیواسطے وکیل کیا پس وہ جس جنس پر چاہے اس دیت سے صلح کرے جائز ہے پس اگر اسنے دیت سے کم پر صلح کری تو امام اعظمؒ کے نزدیک موکل پر جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگی مگر جبکہ کمی صرف اسقدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ایک کر گیہون پر صلح کرے اسنے ایک کر جو یا درمون پر صلح کی تو وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر۔ اور اگر کسی معین غلام پر صلح کرنیکے واسطے وکیل کیا پس اسنے اس شرط پر صلح کی کہ یہ وکیل کا ہے تو صلح وکیل پر جائز ہوئی خواہ ضمان دے یا اسکو دے اور موکل پر جائز نہوگی۔ اور اگر مدعا علیہ نے اسواسطے وکیل کیا کہ اس دار کے فلان بیت معین پر صلح کرے اسنے اسی بیت پر صلح کی اور صلح مین کہا کہ دوسرا بیت نہ ملے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ اسنے ایک اچھی بات کہدی۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ اس بیت کے دعوی سے سو درم پر صلح کرے اسنے اس بیت اور ایک دوسرے بیت سے سو درم پر صلح کی اور وکیل مدعا علیہ کی طرف سے ہے تو یہ صلح بقدر اس بیت کے حصہ کے جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اگر وکیل کو حکم کیا کہ اس کر گیہون معین پر صلح کردے اسنے اسکے سوائے اسی نصف کے ایک کر گیہون پر جو اس سے کھرے ہین صلح کی اور دیدیے تو صلح وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر ایک کر درمیانی گیہون پر صلح کی اور معین نہ کیے اور جو کہ وکیل کو فرمایا گیا ہے وہ بھی درمیانی ہے تو استحسانًا جائز ہے اور اگر کسی دار کے دعوے مین صلح کیواسطے وکیل کیا اور جسپر صلح کی جائے اسکا نام نہ لیا پس وکیل نے مال کثیر پر صلح ٹھہرائی اور اسکو دیدیا تو وکیل پر لازم ہوا پھر اگر ...

لحاظ کیا جائیگا اگر اسقدر زیادتی کی ہو کہ جسکو لوگ برداشت کر لیتے ہین تو صلح موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو اُسپر جائز نہ ہوگی کذا فی الحاوی پس اگر وکیل مدعی کی طرف سے ہو اور اُسنے تھوڑی سی چیز پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح مدعی پر جائز ہوئی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین مگر جبکہ ایسا ہو جاوے کہ لوگ اتنا خسارہ اُٹھا سکتے ہین اور اگر دعوی ایسا ہو کہ اُسین مدعی کے پاس حجت نہ ہو اور مدعا علیہ خصم انکار کرتا ہو تو صلح ہر حال مین جائز ہو یہ مبسوط مین لکھا ہے خون کے مقدمہ مین اگر مطلوب مدعا علیہ کے وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ مدعی میرے موکل سے سچے حق کا مطالبہ کرتا ہو۔ تو قیاساً اقرار جائز نہیں اور استحساناً جائز نہین ہو۔ اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور اُسمین عیب لگایا اور عیب سے صلح کیواسطے کوئی وکیل مقرر کیا اُسنے اقرار کر دیا کہ مشتری نے عیب باطل کر دیا اور راضی ہو گیا تھا تو اسکا اقرار موکل پر روا نہ ہوگا۔ اگر مطلوب کے وکیل نے مطلوب کے کسی غلام پر صلح ٹھہرائی اور مطلوب نے صلح کی چیز معین نہین کی تھی تو جائز ہے اور مطلوب کو اختیار ہوگا چاہے وہی غلام دیدے یا اُسکی قیمت دے اور یہی حکم ہر مال معین مین جسکا مثل نہین ہے جاری ہے اور اگر ایسے مال معین پر صلح ٹھہرائی جسکا مثل موجود ہو تو مطلوب کو اختیار ہو چاہے وہی مال معین دے یا اُسکا مثل دے پس اگر کسی شخص نے کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کسی شخص کو مدعی کے ساتھ صلح کرنیکے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسکو ضمان دینے کا حکم کیا پس اُسنے مدعی سے کسی قدر مال پر میعادی اُدھار پر صلح کی تو وکیل بھی موکل سے اسی میعاد پر لے گا اور اگر نقد دینے کی شرط پر صلح کی اور دیدیا تو موکل سے بھی فی الحال لے لیگا اور اسکو اختیار ہے کہ چاہے ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مطالبہ کرے اور اگر وکیل نے طالب سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ یہ مال وکیل کے سوائے موکل پر ہو تو جائز ہو اور اگر طالب نے کسی کو صلح اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو مال صلح پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو۔ اور اگر طالب نے کسی کو وکیل کیا کہ مطلوب سے صلح کرے اور مطلوب نے وکیل کیا کہ طالب سے صلح کرے پھر دونون وکیلون سے ملاقات ہوئی اور باہم صلح کر لی تو جائز ہو۔ اور اگر خون کا حق ہو اور چند وارث اُسکے ولی ہون پھر ایک نے اپنے حصہ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے چند درمون پر صلح کر کے درم وصول کر لیے تو باقی وارثون کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے اسمین شریک ہو جاوین اور اگر یہ مال وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو گویا موکل کے پاس تلف ہوا اور وارث اُس وکیل سے مطالبہ نہین کر سکتے ہین ہان موکل سے بقدر حصہ کے لے سکتے ہین کیونکہ گویا اسی نے وصول کیا تھا اور اگر دیت مین اونٹون کا حکم ہوا اور طالب نے کسی کو اُنپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا اُسنے قبضہ کر کے انکو دانہ چارہ دیا تو یہ اُسکا احسان ہو اور اگر دیت مین کسی جنس کے مال دینے کا حکم ہوا اور وکیل نے علاوہ اُس جنس کے دوسری جنس کا مال وصول کر لیا تو بسبب مخالفت کرنے کے جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر مطلوب نے کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اُسنے اپنے پاس سے مال ادا کر دیا تو موکل سے نہین لے سکتا ہو اور اگر مطلوب نے دیت مین کچھ درم دو شخصون کو دیے اور کہا کہ میری طرف سے تم دونون ادا کر دو پس دونون نے طالب سے دینار یا عروض پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہو اور اگر دونون نے سوائے اُن درمون کے جو دیے گئے تھے دوسرے ادا کر دیے تو قیاس چاہتا ہے کہ اُن درمون کو واپس کرین اور استحساناً اُن دونون کو اُن درمون کے مثل دینا چاہیے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی شخص پر دعوی ہوا کہ اسنے سر مین زخم ڈالا ہو اُسنے کسی کو وکیل کیا کہ صلح کرے اور مال صلح کا ضامن ہو

پس وکیل نے پانچسو درم سے زیادہ پر صلح قرار دی پس اگر وہ زخم خطا سے ڈالا ہو تو صلح پانچسو پر جائز ہو اور زیادتی باطل ہو اور اگر عمداً زخمی کیا ہو تو زیادتی بقدر اسکے جائز ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہین اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بالاجماع جائز نہین ہو اور اگر وہ شخص جسکے سر مین زخم آیا تھا مر گیا تو صلح دونون صورتون مین باطل ہوگی یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہو پس اگر وکیل نے جرم سے صلح کی پھر زخم اچھا ہوگیا تو امام کے نزدیک صلح باطل ہوئی اور اگر مر گیا تو صلح خاصةً وکیل پر جائز ہوگی اگر ضامن ہوا ہو سر زخمی کے وکیل نے اگر موضحہ زخم سے صلح مین پانچسو درم سے کم لیا ہو تو صلح بالاجماع جائز ہو بشرطیکہ اسقدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین اور اگر اس سے زیادہ کمی ہو تو نہین جائز ہے اور اگر وکیل نے اس زخم اور دوسرے زخم سے جو اسکے مثل ہو صلح کی تو موکل پر آدھے کی صلح جائز ہوگی بشرطیکہ دونون کی ارش برابر ہو اور اگر ارش مین اختلاف ہو تو بحساب اسکے لازم ہوگی اور زیادتی وکیل کے ذمہ ہے اگر اسنے ضمان دی ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر موضحہ زخم سے اور جو کچھ اس سے نقصان پیدا ہوا صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے دو موضحہ زخمون اور انکے نقصانون سے صلح کی اور ضامن ہوا تو آدھی موکل پر اور آدھی وکیل پر جائز ہوئی خواہ وہ شخص زندہ رہے یا مر جائے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی کے زخم سر کا ایک شخص پر دعوی کیا گیا اسنے ایک شخص کو صلح کیواسطے وکیل کیا اور کہا کہ بدل کی ضمانت کرے اسنے وصیف غیر معین یا دس بکریون یا پانچ اونٹون پر صلح کی تو جائز ہے اور وکیل پر اوسط مرتبہ کے واجب ہونگے جیسا موکل کے خود صلح کرنے مین درمیانی واجب ہوتے اگر مطلوب نے کسی سر کے زخم سے جو اسنے عمداً زخمی کیا ہے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے موکل کے غلام کی دس برس خدمت کرنے پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر شراب یا سور پر صلح قرار دی تو یہ عفو ہو اور وکیل یا موکل پر کچھ واجب نہوگا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین تجھسے اس غلام یا اس سرکہ پر صلح کرتا ہون پھر وہ غلام آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلی تو وکیل پر زخم کا ارش واجب ہوگا اور اگر دو غلامون پر صلح کی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو صلح کرنے والے کے واسطے سوائے باقی غلام کے اور کچھ نہین ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر کسی غلام پر صلح کی اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا کسی باندی پر صلح کی اور وہ ام ولد نکلی اور وکیل نے اسکے سپرد کرنے کی ضمانت کی ہے تو اپنے مال سے اسکی قیمت ادا کرے اور موکل سے واپس لے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کے سر مین موضحہ زخم ڈالا اور دونون نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہماری طرف سے صلح کرے اسنے ایک معین کی طرف سے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے پر آدھا ارش واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی طرف سے صلح کی اور اسکو معین نہ کیا تو جائز ہے اور معین کرنا اسی کے بیان ہو۔ اسی طرح اگر دو شخصون کے سر مین زخم ڈالا اور وکیل کیا کہ دونون سے صلح ٹھہرائی پھر اسنے ایک معین سے صلح کی تو جائز ہو اور اگر کسی ایک سے صلح کی اور بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے اور بیان کرنا اسی پر ہے اور اگر ایک آزاد اور ایک غلام نے کسی کا سر زخمی کیا اور زخم موضحہ ہو پھر آزاد اور مالک غلام نے کسی کو صلح کیواسطے مقرر کیا اسنے دونون کی طرف سے پانچسو درم پر صلح ٹھہرائی تو مالک غلام پر نصف اور آزاد پر نصف درم لازم ہونگے اگرچہ غلام کی قیمت پچاس درم کیون نہو یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا پھر مالک غلام نے اور ولی آزاد نے کسی کو قاتل کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مقرر کیا پس اگر عمداً قتل کیا اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہے اور صلح گیارہ ہزار درم پر واقع ہوئی تو بدل صلح دونون مین تقسیم

ہوگا آزاد کے وارثون کو دس ہزار درم اور مالک غلام کو پانچسو درم دیے جائینگے تو اکیس حصہ ہونگے اور اگر دونون خون خطا سے ہون تو آزاد کے وارثون کو دس ہزار درم اور باقی غلام کے مالک کو ملے گا اور اگر غلام کا خون عمداً اور آزاد کا قتل خطا سے ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وارثان آزاد کو کل ہزار درم اور باقی مالک غلام کو ملے گا اور اگر غلام کا قتل خطا سے اور آزاد کو عمداً قتل کیا ہو تو اسکا حکم وہ ہے جو دونون عمداً ہونے کی صورت مین مذکور ہوا یہ مبسوط مین ہے اگر کوئی غلام خطا سے مقتول ہوا اور مالک نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اُسنے دس ہزار درم پر صلح کی تو جائز ہے اور مالک دس درم واپس کر دے اور اگر اُس کی آنکھ پھوڑدی گئی اور چھ ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے اور اگر بجائے آنکھ پھوڑنے کے سر مین موضحہ زخم کیا ہو اور ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے اور اگر دس ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اسمین سے دس درم کم کیے جاوینگے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک آنکھ پھوڑنے مین سوائے پانچ درم کم پانچ ہزار درم کے واجب نہین ہوتے ہین اور موضحہ زخم مین سوائے نصف درم کم پانچ سو درم کے واجب نہین ہوتے ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اسکے غلام پر کسی جرم کا دعوی ہوا اور اُسنے کسی کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر مکاتب عاجز ہوا اور غلام ہو گیا اور وکیل کو معلوم نہ تھا اُسنے صلح کی اور بدل صلح کی ضمانت کر لی تو مکاتب کی ذات پر یہ صلح جائز نہین ہے پس وکیل سے مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ اُسنے ضمانت کر لی ہے اور جب مکاتب آزاد ہو جاوے تو اس سے پھیر لیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کے سر مین زخم ڈالا گیا اُسنے کہا کہ مین نے تجھکو اپنے سر کے زخم مین وکیل کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وکیل کو صلح کرنے یا عفو کرنے یا خصومت کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر زخم کا پورا اُرش لے لیا پس اگر زخم خطا سے آیا ہے تو استحساناً جائز ہے اور اگر عمداً ہوا ہے تو اسکو ارش پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر مشجوج نے کہا کہ جو کچھ تو میرے اس زخم کی بابت کرے وہ جائز ہے اُسنے صلح کر لی تو استحساناً جائز ہے اور اگر زخم ڈالنے والے کو بری کر دیا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو بری کرنا اور صلح وغیرہ سب کرنا جائز ہے کذا فی المبسوط۔

آٹھوان باب۔ دو شخصون کو وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر دو شخصون کو وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے اسمین تصرف کرنے کا اختیار نہین ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ ایک ہی کلام سے دونون کو وکیل کیا مثلاً کہا کہ مین نے تم دونون کو اپنے پاس غلام کے فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اگر دونون کو علیحدہ علیحدہ وکیل کیا تو جس شخص نے دونون مین سے اُسکو فروخت کیا جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے نکاح کرا دینے کیواسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی واسطے وکیل کیا پھر ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کرا دیا پھر دونون عورتین بہنین نکلین پس اگر دونون نکاح آگے پیچھے واقع ہوئے تو پہلا نکاح جائز اور دوسرا باطل ہوا اور اگر دونون معاً واقع ہوئے تو دونون نکاح باطل ہوئے۔ دو شخصون کو ایک عورت سے نکاح کرانے کے واسطے وکیل کیا یا ایک عورت نے دو وکیلون کو اسی واسطے مقرر کیا پھر ایک وکیل نے ایسا کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ موکل نے مہر مقرر کر دیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ طلاق وعتاق کے دو وکیلون مین سے

ایک منفرد ہو سکتا ہے بشرطیکہ بغیر مال کے ہو اور ایسے ہی ودیعت اور عاریت اور غصب اور مبیع بیع فاسد کے واپس کرنے مین دو وکیلون کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر دو شخصون کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور ایک شخص نے طلاق دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جائز ہے کیونکہ ایقاع طلاق کے واسطے رائے کی حاجت نہین ہے۔ اور یہی حکم غلام کے آزاد کرنے مین ہے۔ اور اگر طلاق کے واسطے دو شخص وکیل مقرر کر کے کہا کہ ایک بدون طلاق دوسرے کے ہرگز طلاق نہ دے پس ایک نے بدون دوسرے کے طلاق کے طلاق دی یا ایک نے طلاق دی اور دوسرے نے فقط اجازت دی تو جائز نہین ہے۔ اور یہی حکم عتق کے دو وکیلون کا ہے۔ اور اگر کہا کہ تم دونون عورت کو تین طلاق دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقین دین تو کچھ واقع نہوگی جبتک کہ تین طلاقون پر اجتماع نہ ہو۔ اور اگر دونون کو ایک غیر معین عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا یا غیر معین غلام کے آزادی کے واسطے وکیل کیا تو طلاق یا اعتاق دونون کا جبتک کہ مجتمع نہون جائز نہین ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خلع کیواسطے دو شخصون کو وکیل کیا پھر ایک نے خلع کرایا تو جائز نہین ہے اور اگر بدل خلع معین کر دیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اسی طرح اگر ایک نے خلع کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی تو بھی جائز نہین ہے جبتک کہ دوسرا یہ نہ کہے کہ مین نے اس عورت سے خلع کیا کذا فی فتاوی قاضی خان۔ ایسے مسائل مین قاعدہ یہ ہے کہ جس تصرف مین رائے کی احتیاج ہے اگر اسمین دو شخص کو وکیل کیا اور ایک نے وہ کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہین ہے اور جس تصرف مین رائے کی ضرورت نہین ہے اسمین ایک کے تصرف سے بدون دوسرے کے جائز ہو جائیگا۔ اگر اپنی عورت کا کام دو شخصون کے ہاتھ مین دیا یعنی اسکو طلاق دین یا نہ دین پس فقط ایک نے طلاق دی تو جائز نہین ہے۔ اگر دو شخصون کو ہزار درم بضاعت کسی شخص کو دینے کیواسطے وکیل کیا اور ہزار درم دونون کو دیدیے پس ایک نے بدون دوسرے کے وہ درم اس شخص کو دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ ڈانڈ بھرے اور استحساناً ضامن نہوگا اور اگر دونون وکیلون نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسکو مالک نے کہا ہے اسکو یہ درم دیدے اسنے دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ دونون ضامن ہون اور استحساناً ضامن نہونگے کیونکہ جو شخص اس مال پر قبضہ کرنیکے واسطے مالک کی طرف سے بیان کیا گیا تھا اسکو مال پہونچ گیا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دو شخصون کو اپنا قرضہ فلان شخص سے وصول کرنیکے واسطے وکیل کیا اور موکل غائب ہوگیا اور ایک وکیل بھی غائب ہوگیا پھر دوسرا وکیل جو حاضر ہے قرضدار کے پاس آیا اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا پس وکیل نے گواہ سنائے کہ اس شخص کو فلان شخص نے اپنا قرضہ وصول کرنیکے واسطے جو اس مدعا علیہ پر ہے وکیل کیا ہے تو قاضی دونون کی وکالت کا حکم دیدیگا حتی کہ اگر غائب وکیل آوے تو اسکو اپنی وکالت کیواسطے دوبارہ گواہ سنانیکی ضرورت نہوگی کذا فی الذخیرہ۔ اگر دو شخصون کو ایک قرض کے دعوی مین خصومت کرنے اور قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے خصومت کا اختیار ہے۔ ولیکن ایک بدون دوسرے کے قبضہ نہ کریگا پس اگر ایک نے قبضہ کیا تو قرضدار بری نہوگا جبتک دوسرے وکیل کے ہاتھ مین بھی یا موکل کے پاس نہ پہونچے کذا فی الحاوی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر ایک شخص نے دعوی کیا اور اسمین خصومت کیواسطے دو شخصون کو اور اسپر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پس دونون نے مخاصمہ کیا پھر ایک وکیل مرگیا تو امام رحمہ نے فرمایا کہ مین زندہ وکیل سے گھر کے مقدمہ مین گواہ قبول کرونگا اور موکل کی ڈگری کر دونگا ولیکن گھر اسکے قبضہ مین دینے کا حکم نہ دونگا بلکہ جب وہ وکیل کے

طرف سے ایک وکیل اس وکیل کے ساتھ مقرر کرکے دونون کے قبضہ مین گھر سپرد کرنیکا حکم دونگا۔ اسی طرح اگر ایک ہی وکیل مقرر ہوا ہو اور اُسنے گواہ سنائے اور مین نے موکل کی ڈگری کردی پھر وہ وکیل مرگیا تو اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے مدعا علیہ کو حکم دونگا کہ گھر اُسکے قبضہ مین سپرد کرے اور مدعا علیہ غاصب کے ہاتھ مین نہ چھوڑونگا کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصون کو بیع کے واسطے وکیل کیا اور ایک انمین غلام مجبور ہی تو اکیلا دوسرا بیع نہین کرسکتا ہی کیونکہ موکل ایک کی رائے پر راضی نہین ہی پس اگر ایک وکیل مرگیا یا اسکی عقل جاتی رہی تو دوسرا اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہی۔ اگر دو شخصون کو ایک غلام فروخت کرنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے یہ کام کیا تو جائز نہین ہی جبتک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے خواہ دام مقرر کردیے ہون یا نہ مقرر کیے ہون اور خواہ دوسرا وکیل غائب ہو یا حاضر ہو لیکن خرید اور فروخت مین ایک فرق ہی وہ یہ ہی کہ اگر اکیلے نے خریدا تو خریداری اسکے ذمہ پڑ جائیگی بخلاف بیع کے کہ یہ موکل یا دوسرے وکیل کی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اسی طرح مکاتب کردینے یا مال لیکر آزاد کردینے کے دونون وکیلون مین اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہین ہی جبتک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے۔ اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اسکی سپرد کرنے کیواسطے دو وکیل کیے اور ایک نے بدون دوسرے کے سپرد کیا تو ہبہ صحیح ہوگیا اور اگر ادائے قرض کیواسطے دو وکیل کیے اور قرض انکو دیدیا پھر ایک نے بدون دوسرے کے قرض ادا کیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے دو شخصون کو وکیل کیا کہ میری دونون عورتون کو اسقدر مال پر خلع کراؤ یا میرے دونون غلامون کو اسقدر دامون پر فروخت کرو پھر دونون نے ایک عورت سے خلع کیا یا ایک غلام کو ثمن معلوم پر فروخت کیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر دو شخصون کو وکیل کیا کہ دونون یہ مال ہبہ کردو اور موہوب لہ کو متعین نہ کیا تو سب کے نزدیک ایک منفرد ہو سکتا ہی کذا فی البحر الرائق۔ رہن کے دو وکیلون مین سے ایک منفرد نہین ہو سکتا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر دو وکیلون کو کوئی گھر یا زمین اجارے پر لینے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے اجارے پر لیا تو یہ عقد اُسی کے لیے ہوا اور اگر اُسنے موکل کو دیا تو دست بدست دونون مین از سر نو اجارہ منعقد ہوا کذا فی المحیط۔ اگر دو شخصون کو اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کیواسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے قبضہ کیا تو وہ ضامن ہی اور اگر دونون نے ایک ساتھ قبضہ کیا تو جائز ہی اور ہر ایک کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھدینے کا اختیار ہی اور دونون کو اختیار ہے کہ ایک کے عیال کے پاس ودیعت رکھدین کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصون سے کہا کہ مین نے دونون مین سے ایک کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک ہی باندی ہزار درم کو خرید دے پس ایک نے خرید دی پھر دوسرے نے خریدی تو دوسرا اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دونون نے ایک ہی وقت مین موکل کے واسطے باندی خریدی تو دونون کی دونون باندی موکل کی ہونگی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی غلام کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے ایک شخص کے ہاتھ بیچا اور دوسرے نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پس اگر پہلا مشتری معلوم ہو تو غلام اُسی کا ہوگا اور اگر اول نہ معلوم ہو تو ہر ایک کو آدھا غلام ملیگا اور آدھے دام دینے پڑینگے اور ہر ایک اس سے خدمت لیگا اور اگر غلام کسی ایک وکیل کے قبضہ مین ہو یا موکل کے قبضہ مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کسی مشتری کے قبضہ مین ہو تو وہ اولی شمار ہوگا اور اُسی کو ملیگا ولیکن اگر دوسرے مشتری نے اپنے خریدنے کی تاریخ اس سے پہلے لکھی دکھائی تو ایسا نہین ہی اور اگر ایک نے

ہوسکتی ہو کہ ایک وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اور خود موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا ایک ہی وکیل تھا اُسنے ایک کے ہاتھ اور موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور شک نہین ہے کہ اگر اول معلوم ہو تو وہی اولی ہوگا اور اگر معلوم نہ ہو تو حسنؒ نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ موکل کی بیع اولی ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ غلام دونون خریدارون مین آدھا آدھا مشترک ہوگا یہ محیط مین ہے اگر دو شخصون کو ہزار درم اسواسطے دیے کہ فلان شخص کو دیدین پھر ایک نے اسکو دیے تو قیاساً وہ نصف کا ضامن ہوگا ولیکن استحساناً ضامن نہوگا کیونکہ غیر کو مال پہونچا دینے مین راے کی ضرورت نہین ہو یہ مبسوط مین ہے اگر کسی شخص سے کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار درم فلان یا فلان کو ادا کردے اُسنے دونون مین جسکو چاہا ادا کردیا تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک غلام معین کی بیع کے واسطے وکیل کیا اور اسی غلام کی بیع کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر ایک نے اسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے مشتری کے ہاتھ اُس سے زیادہ دامون کو فروخت کیا تو امام ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ دوسرے کی بیع جائز ہے کیونکہ پہلے کے فروخت کرنے سے دوسرا وکالت سے خارج نہین ہوا اور دوسرے کی بیع اُسی مشتری کے ہاتھ پہلی بیع کیواسطے فسخ بھی نہین ہو تاکہ ناجائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر دو شخصون کو دو غلامون کو ہزار درم مین فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا پس ایک نے ایک غلام چارسو درم کو بیچا پس اگر یہ دام ہزار درم مین سے اُس غلام کا حصہ ہو تو جائز ہو کیونکہ دونون غلامون کے جدا بیچنے مین موکل کا ضرر نہوا اسی طرح اگر اُسکے حصہ سے زیادہ دامون کو بیچا تب بھی موکل کا نفع ہو اور اگر کم دامون کو دیا تو جائز نہین ہو۔ اور کتاب مین مذکور ہو کہ تھوڑا اور بہت نقصان یکسان ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر نقصان خفیف ہو تو جائز ہو اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو۔ دو شخصون کو رہن کرنیکے واسطے وکیل کیا اور حکم دیا کہ مرتہن کو رہن کی بیع کیواسطے قابو دیدین پس دونون نے رہن کیا اور ایک نے مرتہن کو بیع کیواسطے اختیار دیا تو مرتہن کو بیع کا اختیار حاصل نہ ہوگا کیونکہ ایک اُنمین سے بیع کا اختیار علیحدہ نہین رکھتا ہے تو دوسرے کو بھی بیع کا اختیار نہین دے سکتا ہو پس اگر دونون نے کہا کہ فلان شخص تجھسے قرض مانگتا ہو اور دونون نے اُسکو رہن دیدیا پھر ایک نے کہا کہ ہمکو بھیجنے والے نے حکم دیا تھا کہ ہم مرتہن کو بیع کا اختیار دیدین اور دوسرا خاموش رہا تو مرتہن کو اختیار حاصل ہوجائیگا کیونکہ ایک ایلچی بیع کے واسطے منفرد ہوسکتا ہو تو بیع کا اختیار دیدینے پر بھی منفرد ہوسکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو

نوان باب۔ اُن صورتون کے بیان مین جنسے وکیل وکالت سے باہر ہوجاتا ہے ازانجملہ یہ ہو کہ جس امر کیواسطے وکیل کیا تھا اُسمین وکیل کے تصرف سے پہلے خود موکل تصرف کرے مثلاً اپنا غلام بیچنے کیواسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود بیچا یا مدبر کردیا یا مکاتب کردیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اسی طرح اگر اُسمین استحقاق ثابت ہوا یا وہ اصلی آزاد ہو تو بھی وکالت سے خارج ہوا کذا فی البدائع۔ اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا پھر غلام یا باندی کو ہبہ یا صدقہ کیا یا اُس سے وطی کی اور ام ولد بنایا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اور اگر وطی کی اور ام ولد نہ بنایا یا خدمت لی یا تجارت کی اجازت دی تو وکالت پر باقی ہو اور اگر رہن کیا یا کرایہ دیکر سپرد کیا تو ظاہر الروایہ مین ہو کہ وکالت سے باہر نہوگا اگر موکل یا وکیل نے غلام فروخت کیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو وکیل اسکو فروخت کرسکتا ہو اور اگر ۹۹

موکل سنے فروخت کیا اور اپنے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کی پھر بیع توڑ دی تو وکیل فروخت کرسکتا ہو اگرچہ موکل واپس
کرنے کا مختار ہو جبکہ خیار اُسکے واسطے ہو کذا فی المحیط اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کا وکیل کیا پھر مالک سنے
اُسکو فروخت کر دیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوگیا پھر اگر وہ غلام مالک کی ملک مین آگیا پس اگر وہ ایسے سبب سے آیا کہ
جو اصل سے بیع کے واسطے فسخ ہو تو اُسکی قدیمی ملک عود کر آئی پس وکیل بھی اپنی وکالت پر ہو اور اگر ایسے سبب سے اُسکی
ملک مین آیا جو ازسرنو ملکیت پیدا کرتی ہو جیسے بعد قبضہ کے بدون حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے واپس لیا یا اقالہ یا میراث
کی وجہ سے ملا تو وکالت عود نہ کرے گی۔ اور اگر اہل حرب نے اسکو قید کیا اور اپنی ملک مین لے گئے پھر موکل نے اسکو خریدا اور
ازسرنو ملکیت حاصل ہوئی تو وکالت عود نہ کرے گی۔ اور اہل حرب نے خرید نیوالے سے لے لیا یا اُس شخص سے لیا جسکے حصہ مین
مال غنیمت مین آیا تھا اور قیمت ادا کر دی تو وکیل اپنی وکالت پر رہے گا۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا
پھر اسکو مالک نے آزاد کیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلی گئی اور پھر قید ہوئی اور موالی اُسکا مالک ہوا تو اسکو وکیل کا
آزاد کرنا جائز نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر اپنا غلام ہبہ کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود ہبہ کر دیا پھر ہبہ سے رجوع کر لیا
تو وکالت عود نہ کریگی حتی کہ وکیل کو ہبہ کر دینے کا اختیار نہین ہے۔ اسی طرح اگر کسی چیز کی خریداری کے واسطے وکیل
کیا اور خود خریدی تو بھی ایسا ہی ہے یہ بدائع مین ہو۔ اگر کسی کو معین گیہون کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل کیا
پھر وہ آٹا یا ستو بنا ڈالے گئے تو وکالت سے نکل گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر کسی دار معین کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا حالانکہ
وہ پڑپٹ زمین تھی پھر اُسپر عمارت بنائی گئی پھر وکیل نے اسکو خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر عمارت بنی ہوئی تھی اسمین ایک
دیوار بڑھائی گئی یا پختہ کی گئی یا کہگل لگائی گئی اور وکیل سنے خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گا۔ اسی طرح بیع کی وکالت مین
بھی یہی حکم ہو اور اگر کہا کہ میرے واسطے یہ پڑپٹ زمین یا یہ قراح خرید دے یا کہا کہ فروخت کر دے پھر اسمین خرما کے
درخت یا اور درخت لگائے گئے یا دار یا حمام یا حانوت بنائی گئی یا باغ چہار دیواری کا کر دیا گیا تو اُسکی خرید و فروخت
موکل کے ذمہ نہین پڑے گی اسی طرح اگر گیہون کی کھیتی یا انگور کے تاک لگائے گئے تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا
ہے۔ اگر کسی کو مال اسواسطے دیا کہ میرا قرضہ ادا کر دے پھر موکل سنے خود ادا کر دیا پھر وکیل سنے ادا کیا پس اگر وکیل کو
موکل کے فعل کی خبر نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور موکل قرضخواہ سے وہ مال جو وکیل سنے دیا ہو واپس لے گا اور اگر خبر تھی تو ضامن
ہوگا اور اگر خبر نہ ہونے مین قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر اپنا غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل
کیا اُسنے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہو کر غلام ہوگیا تو وکیل کو دوبارہ مکاتب کرنے کا اختیار نہین ہے۔ اسی طرح اگر ایک
عورت سے نکاح کرا دینے کا وکیل کیا اُسنے ایک عورت سے نکاح کرا دیا پھر موکل سنے اسکو بائن کر دیا تو وکیل
دوبارہ نکاح نہین کرا سکتا ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر موکل سنے اس عورت کی مان یا ذات رحم محرم سے نکاح کر لیا یا
اسکی سوائے چار عورتون سے نکاح کر لیا تو وکیل معزول ہوگیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر اپنی عورت کو خلع کرنیکے واسطے وکیل
کیا پھر اسکو خود خلع دیدیا یا خلیعہ کر دیا تو وکیل معزول ہوگیا کیونکہ وہ خلع کا محل نہین رہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی خاص
عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود اس عورت سے نکاح کر لیا پھر اسکو طلاق دیدی
پھر وکیل نے اُسکے ساتھ نکاح کرا دیا تو جائز نہین ہے ایک عورت نے کسی کو اپنا نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل
کیا پھر عورت نے خود ہی نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے نکل گیا خواہ اسکو خبر ہو یا نہو کذا فی المحیط۔ ایک شخص کو اپنی

عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اپنی عورت کو بائن یا رجعی طلاق دی اور اسکی عدت گذر گئی پھر وکیل نے طلاق دی تو واقع نہوگی۔ اسی طرح اگر اسکے بعد پھر موکل نے اُس سے نکاح کیا تو وکیل اسکو طلاق نہین دے سکتا ہے۔ اور اگر موکل نے بعد توکیل کے ایک طلاق دی پھر عدت مین وکیل نے اسکو طلاق دی تو طلاق پڑجائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر خود اس سے خلع کر لیا تو جب تک وہ عدت مین ہے وکیل کی طلاق اُسپر پڑجائے گی کیونکہ شوہر کی طلاق اس حالت مین اُسپر واقع ہوسکتی ہے پس وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہ تبیین مین ہے۔ اگر کسی کو رہن کے واسطے وکیل کیا پھر خود ہی رہن کیا پھر فک رہن کر لیا تو وکیل رہن نہین کر سکتا ہو۔ اور اگر ایک دوسرے شخص کو رہن کیواسطے وکیل کیا اور پہلے وکیل نے رہن کر دیا ہے پھر اُسنے فک رہن کیا تو دوسرا رہن کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب اُسنے پہلے وکیل کے رہن کے بعد وکیل کیا تو یہ دلیل ہے کہ بعد انفکاک رہن کے اسکو رہن کا اختیار ہو بخلاف اسکے کہ اگر دوسرے کو پہلے کے رہن کرنے سے پہلے وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے رہن کیا کیونکہ اس صورت مین دوسرے کو رہن کرنے کی اجازت فی الحال حاصل ہوئی تو گویا رہن کے واسطے دو وکیل ہوے پس جسنے رہن کر دیا جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور زکوۃ کے وکیل نے اگر موکل کے خود ادا کر دینے کے بعد ادا کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ اسکو موکل کا ادا کر دینا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر معلوم ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہین یہ محیط مین ہے۔ از انجملہ خود موکل کے معزول کرنے سے معزول ہوجاتا ہو اور عزل کے صحیح ہونے کی دو شرطین ہین ایک یہ ہو کہ وکیل کو اسکا علم ہوجاوے کیونکہ معزول کرنا ایک عقد کا فسخ کرنا ہو پس مثل فسخ کے اسکا حکم بدون علم کے ثابت نہوگا پس اگر وکیل کی موجودگی مین اسکو معزول کیا تو صحیح ہو اور اگر غائب ہو اور اسکو خط لکھ بھیجا اور وہ خط اسکو پہونچا اور اُسکے مضمون سے واقف ہوا تو معزول ہوگیا اسی طرح اگر ایک ایلچی بھیجا اور اس ایلچی نے پیغام معزولی پہونچا دیا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو کہتا ہو کہ مین نے تجھے وکالت سے معزول کیا تو معزول ہوجائیگا خواہ ایلچی عادل ہو یا غیر عادل آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر ہو بشرطیکہ پیغام اسی طور سے پہونچاوے جیسا ہمنے بیان کیا اور خط یا ایلچی نہ بھیجا لیکن وکیل کو دو شخصون نے خواہ عادل ہون یا غیر عادل یا ایک شخص نے یہ خبر دی کہ تو معزول ہوگیا تو بالاتفاق معزول ہوجائیگا خواہ وکیل نے اسکی تصدیق کی ہو بشرطیکہ یہ خبر سچی ثابت ہو کیونکہ ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہوتی ہو اگرچہ عادل نہ ہو اور اگر ایک شخص غیر عادل نے اسکو خبر دی پس اگر اُسنے تصدیق کی تو بالاجماع معزول ہوگا اور اگر تکذیب کی تو معزول نہوگا اگرچہ خبر کا صدق ہونا ظاہر ہو اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر خبر کا صدق ظاہر ہو تو معزول ہوگا اگرچہ تکذیب کی ہو اور اگر موکل نے اسکو معزول کیا اور اسکی معزولی پر گواہ کر لیے اور اسکو برطرف کرنے کی خبر کسی نے نہ دی تو معزول نہ ہوگا اور بعد معزول ہونیکے خبر نہ پہونچنے سے پہلے اُسکا تصرف ویسا ہی جائز ہوگا جیسا کہ معزول ہونے سے پہلے جائز تھا کسی امر مین احکام مین سے فرق نہ ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہو کہ وکالت سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کا حق متعلق ہو تو بدون حقدار کی رضامندی کے اُسکا معزول کرنا صحیح نہین ہو چنانچہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی درخواست سے ایک شخص کو انکی خصومت کیواسطے وکیل کیا پھر بدون مدعی کی موجودگی کے اسکو معزول کیا تو معزول نہ ہوگا یہ بدائع مین ہو ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کیا اور اسکو معلوم نہین ہوا پس اُسنے غلام فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے ہاتھ مین تلف ہوگیا اور غلام بھی سپرد کرنے سے پہلے اُسی کے پاس مرگیا تو

مشتری کو اختیار ہے کہ ثمن وکیل سے لیوے اور وکیل کو اختیار ہو کہ موکل سے لیوے - اسی طرح اگر مالک غلام نے اسکو مدبر یا مکاتب یا بیع کیا اور وکیل کو معلوم نہ ہوا - اسی طرح اگر اسمین استحقاق ثابت ہوا یا ظاہر ہوا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی مین ہو - ایک شخص کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کے واسطے وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہو مگر اس صورت مین اختیار نہ ہوگا کہ اس سے وکیل کا حق متعلق ہو مثلاً اسکو حکم دیا کہ یہ مال فروخت کرکے اسکے دامون سے اپنا قرض لے لے کذا فی الذخیرہ - اگر خصم کی غیر حاضری مین وکیل معزول ہوا پس یا یہ وکیل طالب کا تھا تو معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ مطلوب حاضر ہو یا مطلوب کا وکیل تھا پس یا توکیل بدون کسی کے التماس کے تھی اور اس صورت مین بھی معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ طالب غائب ہو یا قاضی یا طالب کے التماس سے تھی پس اس صورت مین اگر توکیل کے وقت وکیل غائب تھا اور اسکو توکیل کی خبر نہوئی تو ہر حال مین اسکا معزول کر دینا صحیح ہو اور اگر وکیل حاضر تھا یا غائب تھا مگر اسکو توکیل کا علم ہوا اور اسنے رد نہ کیا پس اگر طالب کے التماس سے یہ توکیل تھی تو اسکی غیبت مین معزول کرنا صحیح نہین ہو اور اسکی موجودگی مین صحیح ہو خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش ہو اور اگر قاضی کے التماس سے توکیل تھی اور طالب غائب تھا تو قاضی کے سامنے اسکا معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ طالب غائب ہو اور اگر طالب کے سامنے معزول کیا تو بھی صحیح ہو یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا اسکی عورت نے کہا کہ اگر تو فلان مدت تک نہ آوے تو میری طلاق کیواسطے کسی کو وکیل مقرر کردے کہ مجھے اسوقت پر طلاق دیدے اسنے ایسا ہی کیا پھر اسنے وکیل کو لکھا کہ مین نے تجھے وکالت سے خارج کر دیا تو نصیر بن یحیی رح نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح ہے اور محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - از انجملہ موکل کے مرجانے سے معزول ہوجاتا ہو کیونکہ توکیل موکل کے حکم سے تھی اور مرجانے سے حکم دینے کی اہلیت باقی نہ رہی پس وکالت باطل ہوگئی خواہ وکیل کو اسکے مرنے کی خبر ہو یا نہو یہ بدائع مین ہو - اور اگر طالب مرگیا اور طالب کے مرنے کی خبر مطلوب کو نہ ہوئی اسنے وکیل کو مال دیدیا تو بری نہ ہوگا اور اسکو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر موکل کے مرنے کی خبر تھی تو وکیل سے ضمان نہین لے سکتا ہے اگر اسکے پاس ضائع ہو جائے کذا فی الخلاصۃ وکیل نے بطور بیع الوفار کے فروخت کیا پھر اسکا موکل مرگیا تو اسکے مرنے سے وکیل معزول نہ ہوگا کذا فی البحر الرائق - ایک شخص پر دعوی کیا گیا کہ اسنے سر زخمی کر دیا ہے اسنے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا تو وکالت باطل ہوگئی پس وکیل نے صلح کی اور اپنے مال سے ضمانت دی تو خاصۃً وکیل پر صلح جائز ہوئی اور اگر موکل نہ مرا اور طالب مرگیا اور وکیل نے طالب کے وارثون سے صلح کی تو جائز ہے کیونکہ طالب کے وارث بجائے اسکے قائم ہوکر مطالبہ کر سکتے ہین کذا فی المبسوط - از انجملہ موکل کا مجنون ہوجانا وکالت کو باطل کرتا ہے بشرطیکہ جنون مطبق ہو کیونکہ اس سے اہلیت حکم باقی نہین رہتی ہو کذا فی البدائع اور جنون مطبق امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک مہینہ ہو اور امام محمد رح کے نزدیک ایک سال کامل ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ جنون مطبق کا جو حکم ذکر کیا وہ ایسی وکالت کے حق مین محمول کیا جاتا ہو کہ جو لازمی نہو کہ ہر ساعت موکل اسکو معزول کر سکتا ہو جیسے طالب کی طرف سے وکیل خصومت ہوتا ہو اور اگر وکالت لازمہ ہو کہ موکل ہر ساعت اسکو معزول نہ کر سکتا ہو مثل عدل کے کہ بیع رہن پر مسلط ہوا اور مسلط کرنا عقد رہن مین مشروط ہو تو موکل کے جنون کی وجہ سے وکیل معزول نہ ہوگا اگرچہ جنون مطبق ہو اور اگر وکیل کو جنون مطبق ہوا اور ایسا ہو گیا کہ نیابت اور خرید و فروخت کو نہین سمجھتا ہو تو وکالت سے باہر ہو جائیگا

حتی کہ اگر اس حالت میں خرید و فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسی حالت ہو کہ نیابت و خرید و فروخت سمجھتا ہو تو وکیل باقی رہیگا اور معزول نہ ہوگا پس اگر خرید و فروخت کی تو اصل میں مذکور ہے کہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہے وہ ایسی صورت میں گمان کیا جاتا ہے کہ جب موکل اس سے راضی ہوا اور اگر موکل پسند نہ کرے تو اسکا تصرف وکیل پر نافذ نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ از انجملہ موکل کا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملنا وکیل کو وکالت سے خارج کرتا ہے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں خارج کرتا ہے۔ اور اگر موکل عورت ہے۔ اور مرتد ہوگئی تو وکیل اپنی وکالت پر رہیگا یہاں تک کہ عورت مرجائے یا دار الحرب میں چلی جائے اور یہ بالاجماع ہے کیونکہ عورت کا مرتد ہونا مانع نفاذ تصرف نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اگر وکیل نے کہا کہ یہ فعل میں نے اس عورت کی حیات میں کیا ہے تو خرید و فروخت و تقاضائے قرض و ادائے قرض وغیرہ جسکے ایسی چیزوں میں جو تلف ہوچکی ہیں اسکی تصدیق کیجائیگی اور جو بعینہ قائم ہے اسمیں اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس عورت کا قرض فلان شخص سے وصول کیا تو بدون گواہوں کے اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ بعینہ قائم ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ مجھے جو مال فلان عورت نے دیا اسکو میں نے وصول کیا اور موکل عورت نے اسکو اسکا علم کیا تھا تو اسکی تصدیق کیجاویگی بشرطیکہ مال بعینہ قائم نہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ اس عورت سے میرا نکاح کرادے پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جاملی پھر قید ہو کر اسلام لائی پھر وکیل نے موکل سے اسکا نکاح کرادیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا کہ ہم دونوں کے واسطے فلان باندی خرید دے پھر دونوں میں سے ایک مرتد ہو کر دار الحرب میں جاملا پھر وکیل نے وہ باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ آدھی اور آدھی دوسرے موکل کے ذمہ پڑیگی اگر مرتد کے وارثوں نے کہا کہ تو نے ہمارے مورث کے مرتد ہونے سے پہلے خریدی ہے اور وکیل نے انکی تکذیب کی تو قسم لیکر اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر وکیل نے مرتد کا مال بائع کو دیا ہے تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے باندی مرتد کے دار الحرب میں جاملنے سے پہلے خریدی ہے اور وارثوں نے تکذیب کی تو وارثوں کا قول لیا جائیگا بشرطیکہ مال وکیل کو دیا گیا ہو اور وہ مال بعینہ اسکے یا دوسرے کے ہاتھ میں قائم نہ ہو اور اگر مال نہیں دیا گیا تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم ہے اگر وہ مال بعینہ وکیل یا بائع کے پاس قائم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ از انجملہ موکل کے عاجز یا مجبور ہوجانے سے وکیل معزول ہوتا ہے مثلاً مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ماذون نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ مجبور ہوگیا تو وکالت باطل ہوگئی کذا فی البدائع۔ اگر مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ماذون نے وکیل کیا پھر مجبور ہوا تو وکالت باطل ہوگئی خواہ وکیل کو خبر ہو یا نہ ہو اور مستصفی میں لکھا ہے کہ عاجز یا مجبور ہونے سے فقط خرید و فروخت کی وکالت باطل ہوتی ہے اور اگر تقاضے یا ادائے قرض کا وکیل ہو تو وکالت باطل نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے از انجملہ دو شریکوں کے جدا ہوجانے سے وکالت باطل ہوتی ہے اگرچہ وکیل کو علم نہ ہو کیونکہ یہ عزل حکمی ہے اور عزل حکمی میں علم شرط نہیں ہے کذا فی التبیین۔ از انجملہ خود وکیل کا مرجانا یا جنون مطبق ہوجانا مبطل وکالت ہے اور اگر مرتد ہو کر دار الحرب میں جاملا تو اسکا تصرف جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ مسلمان ہو کر عود کرے ولیکن جب تک اسکے دار الحرب میں جاملنے کا حکم نہ ہوجاوے تب تک اسکا کام موقوف رہیگا اگر مسلمان ہو کر عود کر آیا تو گویا مرتد ہی نہیں ہوا اور اگر اسکے دار الحرب میں جاملنے کا حکم ہوگیا پھر وہ مسلمان ہو کر عود کر آیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وکالت عود نہ کریگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ عود کریگی اور اگر وکیل مرتد ہو کر دار الحرب میں جاملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو ظاہر الروایت میں وکالت عود نہ کریگی یہ

بدائع میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو طلاق کیواسطے وکیل کیا اور وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر آیا تو اپنی وکالت پر باقی رہیگا کذا فی الحاوی اور معزول ہونے کی صورتوں میں سے ایک اُس غلام کا مر جانا ہے جسکی بیع یا ہبہ یا مدبر یا مکاتب کرنیکے واسطے مثلاً وکیل ہوا تھا کیونکہ محل تصرف کے ہلاک ہو جانے کے بعد تصرف متصور نہیں ہو سکتا ہے کذا فی البدائع۔ از انجملہ جس چیز کی وکالت کے واسطے مقرر ہوا تھا وہ متغیر ہو جاوے مثلاً فلاں شخص کے درخت خرما کے کفری بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا پھر وہ کفری گدر یا پختہ یا خشک چھوہارے ہو گئے اور اسکا نام کفری نہ رہا بلکہ بسر یا رطب یا تمر ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی ایسے ہی اگر بسر پک کر رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر بعض بسر پک کر رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت اسی قدر میں باطل ہوئی ولیکن اگر قلیل بسر سے رطب ہوئے مثلاً دو یا تین تو وکالت کل کی باقی رہیگی اور اگر رطب خشک ہو کر تمر ہو جائیں تو خرید و فروخت کی وکالت استحساناً باطل نہوگی بخلاف عنب کے اگر وہ زبیب ہو جاوے تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر چھوٹا بسر بڑا ہو جاوے تو بیع و شراء کی وکالت باطل نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اگر انڈون کے خرید و فروخت کیواسطے وکیل ہوا پھر اُسمیں سے چوزے نکل آئے یا خرما کے بوٹ بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ بڑھکر تمر ہو گئے یا عصیر یا عنب کی بیع کیواسطے وکیل ہوا اور وہ سرکہ یا زبیب یا عصیر ہو گیا یا دودھ بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ مکھن یا گھی ہو گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا۔ ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر مرغی کے انڈے تین روز کی شرط خیار پر فروخت کیے پھر انھین تین دن مین انمین سے چوزے پیدا ہوئے تو بیع باطل ہو گئی اور یہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر لبن حلیب معین خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وہ ترش ہو گیا پھر وکیل نے خریدا تو موکل پر جائز نہیں ہے اور اگر حلیب کا نام نہ لیا تو جائز ہے کیونکہ دودھ اسکو بھی کہتے ہیں قلت[له] فرق فی الاصطلاح۔ اور اگر تازہ شیرین دودھ بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر ترش ہو گیا پھر فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ محل مفقود نہیں ہوا اسلیے کہ مقصود بیع سے درم حاصل کرنا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا اور وہ سرکہ ہو گئی تو اسکو قبضہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی الحاوی۔ اسی طرح اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شیرہ انگور معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا پھر وہ سرکہ ہو گیا تو قبضہ کر سکتا ہے اور اگر شراب ہو جاوے تو اسکا حکم کتاب میں ذکر نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر خاص ستوون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ گھی یا روغن زیتون میں لت کیے گئے یا شکر یا شہد میں شیرین کیے گئے تو اسکی خریداری موکل پر جائز نہ ہو گی اور بیچنا جائز ہے اور اگر معین تلون کے خریدنے کے واسطے وکیل ہوا پھر وہ تل بنفشہ یا خیرے میں بسائے گئے تو اسکی خریداری موکل پر نا جائز اور بیع جائز ہے اور اگر معین سپید کپڑے کی خریداری کا وکیل کیا پھر وہ سرخ رنگا گیا تو خریداری موکل پر نا جائز اور بیع جائز ہے اسی طرح اگر سپید کو زبان سے نہ کہا ولیکن اشارے سے بتلایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر تازہ مچھلی معین خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وہ مچھلی نمکین کی گئی تو خریداری موکل پر نا جائز اور بیع جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے اپنے قرض کے تقاضے کیواسطے وکیل کیا پھر مالک نے اسکو باجازت قرضخواہ کے فروخت کیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا خواہ اسکو اسکا علم ہو یا نہ ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو اور اگر اسپر قرض نہو تو مالک اسکا تقاضا کرے اور اگر قرض ہو تو قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل تقاضائے قرض کے واسطے مقرر کرے تا کہ اس سے قرضخواہوں کا قرض

[له] [illegible] ۱۲

ادا کرے۔ اور اگر مالک نے اسکو آزاد کردیا تو وکیل اپنے وکالت پر باقی ہو اسی طرح اگر قرضخواہوں کی اجازت سے اس کو مکاتب کردیا تو بھی یہی حکم ہو اگر مکاتب نے اپنے ہبہ پر قبضہ کرنیکے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے مکاتب کے عاجز ہونے یا آزاد ہونیکے بعد قبضہ کیا تو جائز ہو کذا فی المبسوط۔ اگر غلام تاجر نے خرید یا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر مولے نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا تو یہ کچھ نہیں ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہو۔ اگر دو شخصوں کا مکاتب ہو اسنے خرید یا فروخت یا خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر ایک کے حصہ ادا کرنے سے عاجز ہوا اور وکیل نے وہ کام کیا تو دونوں کے حصہ مین جائز ہوگا کذا فی المبسوط

متفرقات ۔عزل وغیرہ کے اگر عورت کو وکیل کرنے کے بعد تین طلاق دیدے تو معزول نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق اگر اپنے غلام کو فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر غلام اور موکل دونوں مرگئے اور وکیل کو معلوم نہوا اس نے فروخت کرکے دام وصول کرلیے اور اسکے پاس تلف ہوگئے تو وکیل ثمن کا ضامن ہوگا اور موکل سے نہین لے سکتا ہی اگر غلام مرگیا ہو اور موکل کے ترکہ سے نہین لے سکتا ہو اگر موکل مرگیا ہو کذا فی المحیط۔ اگر حربی نے دوسرے حربی کو دار الحرب مین وکیل کیا پھر دونوں مسلمان ہوئے یا ایک مسلمان ہوا تو وکالت باطل ہو یہ مبسوط مین ہو۔ وکیل نے اگر وکالت رد کردی تو رد ہو جائیگی اور یہ اسوقت ہو کہ موکل کو معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو رد نہ ہوگی حتی کہ اگر کسی غائب کو وکیل کیا اور اسکو خبر پہونچی اسنے قبول نہ کی بلکہ رد کردی مگر موکل کو خبر نہ ہوئی تھی کہ اسنے پھر قبول کرلی تو صحیح ہو اور وکیل ہو جائیگا اسی طرح اگر وکالت کرے پھر موکل نے اس سے کہا کہ وکالت رد کرے اسنے کہا کہ مین نے رد کردی تو وکالت سے باہر ہو جائیگا یہ محیط مین ہو اگر موکل نے وکالت سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اسکو وکیل نہیں کیا ہو تو یہ معزول کرنا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ گواہ رہو کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا ہو تو یہ کذب ہو اور وہ شخص وکیل رہا معزول نہ ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین معزول ہو جانا ہمین اور یہی صحیح ہو کذا فی الذخیرہ۔ باپ نے اگر کسی کو لڑکے کا مال فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا پھر باپ ویسی مرگیا تو وکیل معزول ہوگیا جبکہ باپ لڑکے کا وارث ہو اور یہ ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہو کذا فی الخلاصۃ۔ اور اگر وکیل کے کسی فعل کے کرنے سے پہلے لڑکا بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوگیا اور باپ کا وکیل اور وصی کا وکیل ایک حکم رکھتا ہو۔ اگر کسی کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جب مین تجھکو معزول کرون تو میرا خصومت کے مقدمہ مین وکیل ہو تو وکالت مستقبلہ پس مشائخ نے ایسی وکالت کی جواز مین اختلاف کیا ہو عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہو جسطرح ہو اور ایسا ہی بزدوی فرماتے تھے یہ محیط مین ہو پھر جب اس شرط سے وکالت جائز ٹھہری اور موکل نے وکالت سے خارج کرنا چاہا تو جس لفظ سے خارج کرے اسمین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ موکل یون کہے کہ مین نے اپنے اس قول سے کہ جب مین تجھے وکالت سے خارج کرون تو تو میرا وکیل ہو رجوع کرلیا تو رجوع صحیح ہوا پھر اسکے بعد کہدے کہ مین نے تجھے اس وکالت سے معزول کیا پس جب وکالت معزرہ سے خارج کردیا تو وکیل نہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہو کہ یون کہے کہ مین نے تجھے ان وکالتوں سے برطرف کیا تاکہ معلق و منجز دونوں کو شامل ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر کسی کو کسی شرط پر معلق میں نزدیکے وکیل کیا پھر وجود شرط سے پہلے اسکو معزول کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک صحیح نہین ہو اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہو اور اسی پر فتوی ہو۔ اگر کہا کہ جب مین تجھے معزول کردون تو تو میرا وکیل ہے پھر کہا کہ جب تو میرا وکیل ہو جائے تو مین نے تجھے معزول کیا اسمین بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور مختار یہ ہے کہ وکیل کی موجودگی مین اسکو وکالت سے

برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے مگر سوائے طلاق و عتاق و سوائے اُس توکیل کے جو بدرخواست خصم واقع ہوئی اور یون کہے کہ مین نے تجھے وکالات مطلقہ سے معزول کیا اور وکالتون معلقہ سے رجوع کیا اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر مطلوب نے خصومت کیواسطے اس شرط پر کوئی وکیل کیا کہ وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار ہے پھر بدون موجودگی طالب کے وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کے اختیار سے ممنوع کیا یا یون کہا کہ مین نے تجھکو اقرار سے منع کیا اگر تو اقرار کردے تو تیرا اقرار مجھپر روا نہ ہوگا تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسی ممانعت صحیح ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون موجودگی طالب کے صحیح نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی ایک باندی خرید دے اور کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی پس وکیل نے اس کام کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل اول کو معزول کیا پھر دوسرے وکیل نے باندی خریدی تو جائز ہے خواہ وکیل ثانی کو پہلے وکیل کا معزول ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو خواہ اُسنے دوسرے وکیل کو دام دیے ہون یا نہ دیے ہون اسی طرح اگر پہلا وکیل مرگیا پھر دوسرے نے خریدی تو خریداری موکل پر جائز ہوگی اور اگر موکل نے دوسرے وکیل کو وکالت سے برطرف کیا تو صحیح ہی خواہ وکیل اول زندہ ہو یا مرگیا ہو اور اگر وکیل اول نے اپنے معزول ہونے اور دوسرے وکیل کے خریدنے سے پہلے باندی خریدی تو خریداری موکل پر روا ہو پس اگر اسکے بعد دوسرے وکیل نے خریدی تو اسکی ذات کے واسطے ہوگی خواہ اسکو پہلے وکیل کے خریدنے کا علم ہو یا نہ ہو خواہ اسکو دام دیدیے گئے ہون یا نہین اور اگر دونون نے ایک ایک باندی علیحدہ علیحدہ ایک ہی وقت مین خریدین تو دونون موکل کی ہونگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر مضارب نے کسی کو ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور مال دیدیا پھر رب المال مرگیا یا مجنون ہوگیا پھر وکیل نے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا چنانچہ اگر غلام خرید کرنے کا وکیل کرکے مال دیدیا پھر عقد مضاربت توڑ دیا اور وکیل بیخبر ہے اسنے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرضدار نے ایک شخص کو مال دیکر وکیل کیا کہ قرضخواہ کو دیدے پھر طالب نے قرضہ قرضدار کو ہبہ کردیا تو وکیل دینے سے ضامن ہوگا اور اگر یہ حال اسکو معلوم نہ ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے غلام نے ایک شخص کو اپنی ودیعت وصول کرنیکے واسطے جو اسکے آقا یا غیر کے پاس ہی وکیل کیا پھر مالک نے غلام کو آزاد یا بیع کردیا یا باندی تھی کہ اسکو ام ولد بنا لیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے کیونکہ جو معاملہ پیش آیا یہ ابتداءً توکیل کے منافی نہین ہی تو بدرجہ اولی بقاے توکیل مین منافی نہ ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خصومت یا بیع یا خرید مین وکیل کیا پھر غلام بھاگ گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوگیا اور اگر وکیل غلام تھا اور بھاگ گیا تو اپنی وکالت پر باقی ہے ہان اُسپر عہدہ کسی چیز کا نہ ہوگا کذا فی المبسوط

دسوان باب متفرقات کے بیان مین

خریداری کے وکیل نے اگر کوئی مال چکانے کے طور پر بائع سے لے لیا اور دام بیان کردیے اسکو موکل نے ادا کردیا پھر موکل اس سے راضی نہ ہوا اور ناپسند کرکے واپس کیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل بائع کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر موکل نے اسکو چکانے کے طور پر لینے کا حکم کیا تھا تو وکیل اُس سے بھر لے گا اور اگر حکم نہین کیا تھا تو نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو میرا قرض وصول کرنے مین وکیل ہے اور جسکو چاہے وکیل کردے پس وکیل نے اس کام کے واسطے ایک وکیل کیا تو اسکو اختیار ہے کہ جب چاہے اس وکیل کو خارج کردے اور اگر کہا کہ تو میرے قرض وصول کرنے مین وکیل ہی اور

فلان شخص کو وکیل کردے اُسنے وکیل کردیا تو یہ وکیل اسکو معزول نہین کرسکتا ہے اگر کہا کہ فلان شخص کو اگر تیرا جی چاہے وکیل کردے اُسنے وکیل کیا تو معزول کرسکتا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے غلام خریدا اور گواہ کرلیے کہ مین فلان شخص کے واسطے خریدتا ہون اور فلان شخص سے کہا کہ مین راضی ہون تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے اسکو نہ دے پس اگر مشتری نے اسکو دیکر دام اس سے لے لیے تو یہ دونون مین بیع تعاطی ہوگئی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی جس شخص کے دوسرے پر ہزار درم آتے ہین اُسنے حکم دیا کہ اسکے عوض یہ غلام خرید دے اُسنے خرید دیا تو جائز ہی اور اگر حکم کیا کہ اُسکے عوض غیر معین غلام خرید دے اُسنے خریدا پھر موکل کے قبضہ سے پہلے اسی کے ہاتھ مین مرگیا تو مشتری کا مال گیا اور اگر موکل نے قبضہ کرلیا تو اُسکا ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے قول مین وہ موکل کا ہی جسوقت کہ وکیل نے اُسپر قبضہ کیا کذا فی الهدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دینار فروخت کرنے کے واسطے دیا اُسنے اپنا دینار موکل کے واسطے بیچا اور موکل کا اپنے واسطے رکھ چھوڑا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جائز نہین ہی اور اگر اُسکو ایک دینار کپڑا خریدنے کے واسطے دیا اُسنے اپنے پاس کے دینار سے خرید دیا تو خریداری موکل کے واسطے ہوگی اور دینار وکیل کا ہے یہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غیر کے دینار سے خریدا اور موکل کا دینار ادا کیا تو خریداری وکیل کیواسطے ہوگی اور موکل کو اُسکے دینار کی ضمان دے کذا فی الخلاصہ۔ وکیل خرید نے اگر خریدا اور اپنے مال سے درم دیے اور قبضہ کرکے موکل کو دیدیا اور اُس سے دام لے لیے پھر مبیع موکل کے ہاتھ سے استحقاق مین لے لی گئی پھر موکل نے قصد کیا کہ اپنے دام وکیل سے قبل اسکے کہ وکیل بائع سے لیوے وصول کرلے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر موکل نے دام نہ دیے ہون تو وکیل کو اختیار ہی کہ داموں کا اُس سے مواخذہ کرے پھر جب بائع سے وصول کرلے تو اُسکو واپس کردے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کپڑا جسکا وصف بیان کردیا بعوض دراہم کے جو اُسکو دیدیے ہین خریدے پس وکیل نے خریدا اور درم ادا کردیے پھر بائع نے یہ درم یہ کہکر کہ زیوف ہین وکیل کو واپس کردیے اور وکیل نے اُسکی تصدیق کی یا تکذیب کی اور موکل نے درم اپنے درم ہونے سے انکار کیا تو وکیل کو اختیار ہی کہ موکل کو پھیرے اور اس باب مین بائع کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم دینارون کا ہی مگر عروض کا یہ حکم نہین ہی کذا فی المحیط ایک کے قبضہ مین دوسرے کا غلام ہی قابض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ یہ غلام اُسکے مالک سے خرید دے پھر وکیل نے کہا کہ مین نے یہ غلام خریدا اور دام اپنے پاس سے دیدیے اور موکل نے اُسکی تصدیق کی تو موکل کو حکم دیا جائیگا کہ دام وکیل کو ادا کرے اور اسکے اس عذر پر کہ مجھے خوف ہی کہ غلام کا مالک اگر بیع سے انکار کرکے غلام مجھسے واپس لے التفات نہ کیا جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص کی جورو کسی شخص کی باندی ہی اُسنے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری جورو اُسکے مالک سے مجھے خرید دے پس وکیل نے خرید دی پس اگر شوہر نے اُس سے وطی نہین کی ہی تو نکاح باطل ہوگیا اور مہر شوہر سے ساقط ہوگیا کیونکہ یہ جدائی ایسے شخص کی طرف سے ہوئی جو مہر کا مالک تھا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مالک کو یہ بات معلوم ہو کہ وکیل اُسکے شوہر کے واسطے خریدتا ہی اور اگر مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کردی پھر شوہر نے اُس سے خریدی اور شوہر نے اُس باندی سے وطی نہین کی ہے تو آدھا مہر دینا پڑیگا کیونکہ مالک مہر کی طرف سے فرقت پیدا نہین ہوئی ہے۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ مولی اقرار کرتا ہو کہ مشتری اُسکے شوہر کی طرف سے وکیل تھا یا یہ امر گواہون سے ثابت ہوا اور اگر صرف وکیل کے اقرار سے خریدنے کے بعد

وکالت ثابت ہوئی ہو تو اس باب میں بائع کا قول اُسکے علم پر قسم لیکر معتبر رکھا جائیگا مگر اس صورت میں نہیں کہ جب شیٔ ہو وکیل کرنے کے گواہ قائم کرے - ایک شخص نے وکیل کیا کہ اپنے غلام کے عوض میرے واسطے فلان شخص کا غلام خرید دے اُسنے خرید دیا تو وہ غلام موکل کا ہوگا اور موکل پر وکیل کے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور توکیل صحیح ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو - ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور خریدنے سے پہلے یا بعد اس امر کے گواہ کر لیے کہ مین نے فلان شخص کے واسطے اُسکے حکم سے خریدا ہے پھر اس امر کے گواہ کر لیے کہ مین نے فلان شخص دیگر کیواسطے اُسکے حکم سے خریدا ہے اور اُسکے مال سے خریدا ہی پھر وہی دوسرا شخص آیا اور پہلا نہ آیا تو اُسی کے واسطے بیع کا حکم دیا جائے گا ولیکن پہلا شخص اپنی حجت پر باقی ہی پھر اگر وہ آیا اور اُسنے دعوی کیا تو اُسکی ڈگری کر دی جائیگی اسی طرح اگر پہلے شخص کے گواہ ہون تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی اتنے دامون کو خرید دے اُسنے خریدی اور وہ استحقاق مین لے لی گئی تو وکیل ضامن نہوگا اور اگر ایک باندی خریدی اور ظاہر ہوا کہ وہ حرہ ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر آٹا خریدنیکے واسطے وکیل کیا اور دام دیدیے پھر ایک شخص نے وکیل کو چونا دکھلایا اور وکیل نے گمان کیا کہ یہ آٹا ہے پس اس سے اس بات پر کہ یہ آٹا ہو چونا خرید لیا اور دام دیدیے تو وکیل دامون کا ضامن ہوگا اسی طرح ہر چیز مین بھی یہی حکم ہے جسمین مخالفت واقع ہوئی اگرچہ نہین جانتا ہو کذا فی المحیط - اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہون خرید دے اُسنے اُسکے واسطے خریدے اور ایک اونٹ کرایہ کرکے اُسپر لادے پس اگر اسطرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر مین دونون موجود ہین اسی کے نواح مین گیہون یا اناج خرید دے تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ باربرداری مین وکیل احسان کرنیوالا شمار ہو اور اُجرت اسکو نہ ملے اور استحسانًا وہ ضامن نہ ہوگا اور کرایہ لے لیگا - اور اگر اسطرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر مین دونون موجود ہین اُسکے کسی گانون مین خرید دے تو وکیل احسان کرنیوالا شمار ہوگا اور یہ قیاسًا و استحسانًا کرایہ نہین لے سکتا ہو - اور اگر کسی دوسرے شہر مین خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو بھی قیاسًا و استحسانًا کرایہ نہین لے سکتا ہو - اور اگر موکل نے اسطرح وکیل کیا کہ میرے واسطے اناج خرید دے اور ایک درم کو ایک اونٹ اجارہ کر لے اُسنے ڈیڑھ درم کو اجارہ لیا تو کرایہ مستاجر پر ہوگا اور اگر موافق حکم کے ایک ہی درم کو کرایہ کرتا تو موکل پر جائز ہوتا اور مستاجر کے عوض اناج روک لینے کا اُسکو اختیار نہین ہے جیسا کہ کرایہ کیواسطے روک سکتا تھا کذا فی الذخیرہ - ایک معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کر دیا اُسنے اسی کیواسطے خرید کر کے اس سے وطی کی تو حد نہ ماری جائیگی اور نسب ثابت ہوگا اور باندی اور اُسکا بچہ موکل کا ہوگا اور یہ کتاب مین مذکور نہین کہ عقر لازم آئیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر ثمن کے واسطے روک لینے سے پہلے ایسا کیا تو عقر لازم ہوگا اور اگر اُسکے بعد ایسا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک عقر لازم نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک ثمن باندی اور اُسکے عقر پر تقسیم کیا جاوے پس جسقدر دام عقر کے پڑتے ہین وہ ساقط ہو اور جو باندی کے پڑتے مین پڑتے ہین وہ باقی رہینگے یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر اسکو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے اُسنے بعوض ہزار درم کے بوعدہ عطار خریدا اور غلام وکیل کے ہاتھ مین مرگیا تو وکیل پر قیمت واجب ہوگی پھر جسقدر قیمت تو اندی ہے وہ موکل سے لیگا اگرچہ ہزار درم سے بڑھ جاوے اور اگر غلام نہین مرا یہانتک کہ موکل نے اُسے آزاد کر دیا تو صحیح ہو اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر وکیل نے ایک ہزار درم درم کو بوعدہ عطار خریدا اور باقی مسئلہ

اپنے حال پر ہو تو جو کچھ قیمت وکیل نے ڈانڈ دی ہو وہ موکل سے نہیں لے سکتا ہو کیونکہ اسکے واسطے نہیں خریدا ہو یہان تک کہ اگر
مرنے سے پہلے موکل نے اسے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح ہو یہ محیط مین ہو-ایک شخص نے دوسرے
کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے پس وکیل نے ہزار درم مین ایسا غلام جسکی قیمت ہزار درم تھی
خریدا اس شرط پر کہ وکیل کو تین روز کے اندر خیار حاصل ہے پھر اسکی قیمت گھٹکر پانچسو درم رہ گئی اور وکیل نے غلام کا لینا
اختیار کیا تو امام محمد رح کے نزدیک وہ وکیل کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی قیاس قول امام اعظم رح کا ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہو-ایک شخص نے غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ اسکے آزاد کرنیکے واسطے ایک وکیل کیا اسنے آزاد
کر دیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے منتقی مین بروایت بشر رح کے امام ابو یوسف رح سے آیا ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے کو کسی چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز کو بیان کر دیا اور اسکی جنس وصفت بتلا دی
اور موکل کی ملکیت مین وکیل کرنے کے دن ایسی کوئی چیز موجود تھی پھر اسنے فروخت کر دی پھر وکیل نے اسی کو موکل
کیواسطے خریدا تو جائز نہین ہوا اور اگر وکیل کی ملکیت مین تھی اور اسنے فروخت کر دی پھر موکل کے واسطے خریدی
تو جائز ہو یہ محیط مین ہو ایک شخص کو فلان شخص کا غلام ہزار درم مین خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل بائع کے
پاس آیا اور بیع کی درخواست کی اسنے کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام فلان شخص یعنی موکل کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا وکیل نے
کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ وکیل اس صورت مین درمیانی فضولی ہوگیا
پس بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا یہ محیط مین ہو-ایک شخص کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا
اور اسکی جنس بیان کر دی ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے ایک باندی خرید کر کے موکل کے پاس بھیجدی اسنے اس سے
وطی کی اور اسکو حمل رہگیا پس وکیل نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے نہین خریدی تھی تو اسی کا قول لیا جائیگا اور موکل کا
نسب ثابت ہوگا اور ام ولد بنانا ثابت نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے -ایک شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہون
سو درم کو خرید دے اور اپنے پاس سے دام دے اسنے ایسا ہی کیا پھر موکل پر اسکو قابو نہ ملا یعنی اسنے موکل کو نہ پایا اور
قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو قاضی گیہون فروخت کر کے اسکے دام وکیل کے پاس موکل کی طرف سے ودیعت
رکھ دیگا اور یون نہ دیگا کہ جس ثمن کو اسنے گیہون خریدے ہین یہ اسکے دام ہین یہ محیط مین ہو ایک شخص کو حکم کیا کہ
میرے واسطے ایک کر طعام سو درم کو خرید دے اسنے ایسا ہی کیا اور سو درم ادا کر دیے پھر وکیل نے بائع کو پچاس درم
اس شرط پر دیے کہ بائع ایک کر طعام زیادہ کر دے اسنے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ پہلا کر موکل کا ہوگا اور دوسرا
کر وکیل کا ہوگا اور وکیل موکل کو پچیس درم ضمان دے گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے -اگر حکم کیا کہ کسی قدر
معین طعام مسمی کی بیع سلم مین کچھ درم معین میرے واسطے لیوے اسنے لیے اور موکل کو دیدیے تو طعام سلم
وکیل پر لازم ہوگا اور موکل پر اسکے درم قرض ہونگے کذا فی النہایہ -ایک شخص کے پاس ہراتی کپڑون کی ایک
گٹھری تھی اسنے دو شخصون سے کہا کہ جو تم مین سے فروخت کر دے جائز ہے تو جو شخص فروخت کر دیگا جائز ہے
اسی طرح اگر کہا کہ جس کسی نے ان دونون مین سے بیچا جائز ہے پس جو فروخت کر دے جائز ہے اور اگر کہا کہ مین نے
اسکو یا اسکو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا تو جو شخص اکیلا فروخت کر دے جائز ہے اور یہ حکم استحساناً
ہے یہ محیط مین ہے اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دے اسکو مین نے اجازت دی

تو وہ وکیل نہین ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ یہ غلام فلان شخص کے واسطے فروخت کر دے اُسنے فروخت کر دیا پھر انکار کیا کہ مجھے فلان شخص نے حکم نہین کیا تھا تو فلان شخص اُسکو لے سکتا ہے کیونکہ قول سابق سے وکالت کا اقرار ثابت ہو اور اگر فلان شخص نے کہا کہ مین نے حکم نہین دیا تھا تو نہین لے سکتا ہو مگر مشتری اُسکو سپرد کرے تو بیع تعاطی ہو جائیگی یہ سراج الوہاج مین ہو۔ کسی نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا آزاد کر دے تو انمین سے جو کام وکیل کر گذرے جائز ہو اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی تعلیق شروط سے جائز ہے وہ مجہول مین بھی منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بیان سے معلوم مین منعقد ہو سکتی ہے پس مجہول مین انعقاد ہونے سے فائدہ متصور ہو اور جسکی تعلیق شروط سے جائز نہین ہو وہ مجہول مین منعقد نہین ہوتی ہے کیونکہ مفید نہین ہے۔ وکیل کیا کہ یہ غلام یا وہ غلام فروخت کر دے یا اس عورت یا اُس عورت سے نکاح کرا دے اُسنے دونون کو معاً ایک ہی دامون یا مختلف دامون مین فروخت کیا یا معاً دونون عورتون سے نکاح کرا دیا تو ایک مین بھی جائز نہین ہے کیونکہ ایسی جہالت موجب فساد ہو کہ جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہو۔ اگر دو عورتون مین سے ایک کی طلاق یا دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنے کے لیے وکیل کیا اُسنے دونون کو مال پر یا بلا مال طلاق دیا یا آزاد کیا تو ایک مین جائز ہے اور موکل مختار ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے کیونکہ اسکی تعلیق شروط سے جائز ہے پس تعلیق بشرط بیان بھی جائز ہو اور ایسا ہی خلع مین بھی ہو سکتا ہو۔ اگر دو عورتون مین سے کسی ایک کے خلع کیواسطے وکیل کیا اُسنے دونون کا ایک غیر معین مال یا دو مالون پر معاً خلع کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ ایک کا خلع جائز ہو اور شوہر بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر کہا کہ اس غلام یا اُس غلام کو مکاتب کر دے اُسنے دونون کو معاً مکاتب کر دیا تو جائز نہین ہو اگر ایک نجم مین ہون ورنہ ایک مین جائز ہے جسکو چاہے اختیار کرے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ دو شخصون نے ایک غلام کی آزادی پر گواہی دی اور بسبب تہمت کے قاضی نے دونون کی گواہی رد کر دی پھر مالک نے ایک کو غلام کی بیع کیواسطے وکیل کیا اُسنے دوسرے گواہ کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہو اور مشتری کی جانب سے آزاد ہو جائیگا اور بائع ثمن کا ضامن ہے اور مشتری امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ثمن سے بری ہو اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہو اور دام لیگا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر بائع کے دام وصول کر لینے کے بعد مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو بری ہو جانا صحیح ہوا اور غلام آزاد ہو گیا اور بائع اپنے مال سے مشتری کو دام ادا کرے اور اگر بائع کے دام وصول کرنے سے پہلے تصدیق کی تو مشتری بری ہو گیا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بائع موکل کو دام ڈانڈ دے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے غلام کو اُسی کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے اُسنے بوعدہ عطا یا حصاد دیا اس کے ان دامون کو فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو جائز ہو اور غلام آزاد ہو گیا اور مولی خود ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور انہی میعاد پر ملین گے یہ محیط مین ہو۔ اگر وکیل نے غلام فروخت کیا اور مالک نے اُسے قتل کر ڈالا تو بیع باطل ہوگی علی ہذا اگر مالک نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مگر مشتری کو اختیار ہو چاہے آدھے دامون مین اُسکو لے یہ محیط مین ہو۔ اگر وکیل نے غلام فروخت کیا پھر خود اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہین کیا ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے پورا ثمن دیکر غلام لے لے اور وکیل سے اُسکی آدھی قیمت بھر لے ورنہ بیع فسخ کر دے اور وکیل موکل کو آدھی قیمت دیگا اور وہ زیادتی صدقہ کر دیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مین اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اُسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر وکیل نے مشتری کو

ایک گھر بنا دیا تو جائز ہے اور گھر و غلام مشتری کا ہوگا اور اس زیادتی مین وکیل احسان کرنیوالا شمار ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس گھر کو ہزار درم مین جسقدر اُسکا حصہ پڑتا ہو خرید لے اور اگر گھر استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری وکیل سے بقدر حصہ اس گھر کے واپس لیگا اور وکیل موکل سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر غلام استحقاق مین لیا گیا تو وکیل پورے ہزار درم موکل سے لیگا پھر مشتری کو انمین سے بقدر حصہ غلام کے دیگا اور گھر کا حصہ وکیل کیواسطے رہے گا۔ وکیل بیع نے اگر فروخت کیا پھر مشتری سے اپنے واسطے خرید اور مشتری قبضہ کر چکا ہے پھر مبیع مین استحقاق ثابت ہوا تو وکیل مشتری سے لیگا پھر مشتری وکیل سے پھر وکیل موکل سے لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ وکیل بیع نے اگر کہا کہ مین نے غلام ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا اور مین اسکو پہچانتا نہین ہون اور دام مجھے وصول نہ ہوے کہ مجھے اس سے وصول کرنے کی قدرت نہین ہے تو وکیل ضامن ہوگا۔ وکیل بیع نے اگر مبیع کسی شخص کو دیکر فروخت کرنیکے واسطے بھیجا ہے وکیل دے پھر وہ شخص بھاگ گیا اور مبیع لے گیا یا اُسکے پاس تلف ہوگئی تو وکیل ضامن ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور یہی اصح ہے اور میرے والد فرماتے تھے کہ جسکو دی ہے اگر وہ ثقہ ہو تو وکیل ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک طشت دیا کہ اسکو فروخت کر دے اُسنے توڑ ڈالا اور پھر فروخت کیا پس اگر اسطرح توڑا ہے کہ جس سے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وکیل موکل کو نقصان ادا کرے تو بیع جائز ہے اور اگر اسقدر توڑ ڈالا ہے کہ یہ حکم دیا جاتا ہے کہ یہ طشت وکیل کے حوالہ کر دے اور اُس سے اپنی قیمت لے لے تو یہ بیع بھی موکل کی طرف سے جائز نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے کپڑا فروخت کرنیکے وکیل نے اگر گندی کرنے والے کو کپڑا دیا تو ضامن ہوگا پھر اگر کپڑا اُسکے پاس آگیا تو ضمان سے چھوٹ گیا حتی کہ اگر پھر اُسکے پاس تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اسکے بعد فروخت کر دیا تو جائز ہے اور تمام دام موکل کے ہونگے اور اسکو اختیار نہ ہوگا کہ گندی کی اُجرت موکل سے لے سکے اور نہ اُسکے مقابلہ مین کچھ اُجرت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو فروخت کر دے اُسنے فروخت کیا اور دام وصول نہ کیے یہان تک کہ موکل سے ملا اور کہا کہ مین نے تیرا کپڑا فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مین اُسکی طرف سے تجھے ادا کرتا ہون پس اُسکی طرف سے سب دام دیدیے تو اُسنے احسان کیا اور مشتری سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر یون کہا کہ مین تجھے اس شرط سے ادا کرتا ہون کہ جو تیرا مال مشتری پر ہے تو وہ میرا ہوگا تو جائز نہین ہے اور جو اُسنے ادا کیا ہو وہ موکل سے پھیر لے اور مشتری پر وہ دام بحالہ باقی رہے کہ وکیل اُس سے لیکر موکل کو دے اور اگر وکیل نے کپڑے کے مالک کے ہاتھ کوئی اسباب اُسی قدر دامون کو جو اُسکے مشتری پر آتے ہین فروخت کیا اور کہا کہ ان دامون کا اُن دامون سے بدلا کر لے اور یہ نہ کہا کہ اس شرط پر کہ جو مال تیرا مشتری پر ہے وہ میرا ہے تو جائز ہے اور اُسنے مشتری پر احسان کیا کذا فی الذخیرہ۔ باندی فروخت کرنیکے وکیل نے اگر اسکو ہزار درم مین فروخت کیا جیسا کہ موکل نے حکم کیا تھا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے اس شرط پر خریدی تھی کہ وہ لکھنا جانتی ہے یا روٹی پکانا جانتی ہے یا اس شرط پر کہ باکرہ ہے اور اب مین نے اسکو ایسا نہین پایا اور بائع نے اسکی تکذیب کی اور موکل نے تصدیق کی تو موکل کی تصدیق سے بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ بائع نے اپنے واسطے تین دن کی شرط خیار کی کر لی تھی اور اُسنے تین ہی دن کے اندر بیع توڑ دی اور بائع نے انکار کیا مگر موکل نے اقرار کیا تو قاضی حکم دے گا کہ باندی موکل کو واپس دی جاوے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے لیگا اسی طرح اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرنے سے پہلے دعوی کیا کہ مین نے باکرہ ہونے کی شرط کر لی تھی اور اب مین نے

اُسے عیب پایا پس مجھے اُسکے لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور مین نے بیع توڑ دی اور بائع نے یہ شرط ہونے سے انکار کیا مگر موکل نے تصدیق کی تو قاضی حکم دیگا کہ باندی موکل کو دی جاوے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے لیگا اسی طرح اگر قبضہ سے پہلے یہ شرط بیان کی کہ مین نے اس شرط سے خریدی تھی کہ وہ روٹی پکانا جانتی ہے یا لکھنا جانتی ہو اور اب مین نے اُسے ایسا نہ پایا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین ہو- اگر ایک ہراتی کپڑون کی گٹھری فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا اُسنے فروخت کر دی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر خیار رویت کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور موکل نے کہا کہ یہ میری گٹھری نہیں ہو تو وکیل کا قول لیا جائیگا- اور اگر وکیل نے اُسمین سے ایک کپڑا فروخت کیا اور باقی نہ فروخت کیے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہیں ہو بشرطیکہ اس سے پوری گٹھری مین نقصان آتا ہو یہ مبسوط مین ہو- وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک قمقمہ کسی شخص کو درست کرنیکے واسطے دیا پھر اسکو یاد نہ رہا کہ کہ مین نے کسکو دیا ہی تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے- ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیکر حکم کیا کہ انکو صدقہ کر دے پس وکیل نے انکو خرچ کر ڈالا پھر اپنے مال سے دس درم موکل کی طرف سے صدقہ کر دیے تو جائز نہیں ہو اور دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر وہ درم قائم ہون اور وکیل نے انکو رکھ لیا اور بجاے انکے دس درم اپنے پاس سے صدقہ کر دیے تو استحساناً جائز ہے اور یہ دس درم اُسکے دس درم کے عوض اُسکے ہو گئے- ایک شخص کو کچھ مال دیکر حکم کیا کہ اسکو صدقہ کر دے اُسنے موکل کے بالغ بیٹے کو صدقہ مین دیدیے تو بالاتفاق جائز ہو- ایک شخص نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جو گیہون میرے تیرے پاس ہین انمین سے اسقدر قفیز فلان شخص یعنی زید کو مثلاً دیدے اور زید نے اُسی کو وکیل کیا کہ انکو میری طرف سے فروخت کر دے اُسنے فروخت کر دیے تو بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا اور زید کے وکیل کرنے سے وہ شخص وکیل نہوگا کیونکہ قبضہ سے پہلے صدقہ کا وہ مالک نہیں ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو- اگر ایک شخص نے وکیل کیا کہ تو میرا خرچ اُٹھا اُسنے اُٹھایا تو موکل سے بھر لے گا اگرچہ لینے کی شرط نہ کی ہو- اسی طرح اگر کہا کہ میری اولاد کا خرچ اُٹھا تو بدون شرط کرنیکے جو صرف کیے وہ اُس سے لے لیگا اور ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے اہل وعیال کو دس درم ماہواری خرچ دے اُسنے کہا کہ مین نے اسی قدر خرچ کیا ہو اور موکل نے تکذیب کی اور وکیل نے اس سے قسم لینا چاہی تو قاضی یون قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اُسنے میرے اہل وعیال پر اسقدر ماہواری خرچ کیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی قرض لینے کے وکیل نے کہا کہ مین نے قرض دینے والے سے ایک ہزار قرض لیے ہین اور قرض دینے والے نے اُسکی تصدیق کی مگر موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موکل کا قول لیا جائیگا- اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس باب مین وکیل کا قول لیا جائیگا- ایک شخص نے وکیل کیا کہ میرے غلام کو مکاتب کر کے اُسکا بدل کتابت وصول کرے اور وکیل نے کہا کہ مین نے ایسا ہی کیا ہو اور موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب کرنے مین وکیل کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اسکو کچھ فائدہ نہین ہو اور بدل کتابت وصول کرنے مین معتبر نہوگا کیونکہ اسمین متہم ہو سکتا ہے- اور اگر مکاتب کر دیا پھر کتابت ثابت کر کے کہا کہ مین نے بدل کتابت وصول کر لیا ہو اور تجھکو دیدیا ہے تو اسکی تصدیق کی جاویگی اسلیے کہ وہ امین قرار دیا گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے- ایک شخص کی موت قریب آئی اُسنے کہا کہ یہ دراہم لیجا کر میرے بیٹے اور بھائی کو دیدے اور اسکے سوا کچھ نہ بیان کیا تو یہ شخص وکیل ہے اور اسکو حلال نہیں ہے کہ وارثان کو دے بلکہ قرضخواہون کو ادا کرے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو منتقی مین مذکور ہے کہ وکیل کو حکم کیا کہ میرے قرضدار سے ہزار درم لیکر صدقہ کر دے

اُسنے ہزار درم صدقہ کردیے تاکہ مدیون سے خود وصول کرلے تو استحساناً جائز ہو یہ بحر الرائق مین ہے معلیٰ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو آزاد کرنے کے واسطے غلام دیا اُسنے آزاد نہ کیا یہانتک کہ غلام کے مالک نے دریافت کیا تو اُسنے انکار کیا کہ تو نے مجھے کوئی غلام نہین دیا ہے پھر اسکو آزاد کیا تو اعتاق باطل ہے یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک اونٹ کرایہ کیا اور اُسپر بار برداری لادکر بلخ تک بھیجا اور حمال کو حکم دیا کہ اسکو وکیل کے سپرد کرکے اُس سے کرایہ وصول کرلے اُسکے وکیل نے قبول کیا اور کچھ کرایہ دیا اور باقی کے دینے سے انکار کیا پس اگر کرایہ کرنیوالے کا وکیل پر قرضہ آتا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مجھپر قرضہ ہے اور موکل نے کرایہ دینے کا حکم کیا ہو تو باقی دینے کے واسطے اُسپر جبر کیا جائیگا۔ اور اگر موکل کے حکم سے اُسنے انکار کیا تو حمال اُس سے قسم لے سکتا ہو کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اُسنے وصول کرنے کا حکم دیا ہو اور اگر وکیل پر اُسکا قرضہ نہو تو باقی ادا کرنے کے واسطے اُسپر جبر نکیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ وکیل نے اگر وکالت قبول کرنے کے بعد یون کہا کہ لعنت بر وکیلے باد یا کہا کہ مین ایسی ایسی وکالت سے بری ہون یا کہا کہ افتادم بوکیلے اور موکل اُسکا حاضر ہو تو وکالت سے خارج نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے　　ف اعتاق آزاد کرنا ۱۲

کتاب الدعوے

اسمین چند ابواب ہین

باب اول - دعوے کی تفسیر شرعی اور رکن اور شروط جواز اور حکم اور انواع اور مدعی کو مدعا علیہ سے پہچاننے کے بیان مین - دعوے کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ جھگڑے کی حالت مین کسی شی کو اپنی طرف منسوب کرے اور یہی اُسکا رکن ہو مثلاً یون بیان کرے کہ یہ مال میرا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے - دعوے صحیح ہونے کی شرطون مین سے ایک یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے غیر عاقل کا دعوی صحیح نہین ہو سکتی کہ جوابدہی لازم نہین ہو اور گواہون کی سماعت نہوگی - اور ایک یہ ہو کہ خصم حاضر ہو پس بدون موجودگی خصم کے دعوی اور گواہون کی سماعت نہوگی، لیکن اگر حکم قضا کے واسطے حکمی خط کی درخواست کی تو قاضی منظور کریگا اور دوسرے قاضی کو جو کچھ اُسکا دعوی اور گواہی سنی ہو خط لکھکر اُسکے ہاتھ مین دیدیگا تاکہ دوسرا قاضی اُسکے موافق حکم کرے یہ بدائع مین ہو۔ اور ایک یہ ہو کہ مدعی کو وہ چیز معلوم ہو اور اُس سے کوئی حکم مطلوب سے متعلق ہوتا ہو حتی کہ اگر مدعی یہ مجہول ہو یا مطلوب پر کوئی حکم لازم نہ آتا ہو مثلاً یون دعوی کیا کہ مین اس خصم کے کامون مین سے کسی کام کا وکیل ہون اور خصم نے انکار کیا تو قاضی ایسے دعوے کی سماعت نہ کریگا کذا فی النہایہ - اور ایک یہ کہ قاضی کی کچہری مین دعوی ہو پس سوائے قاضی کی کچہری کے اگر دعوی کیا تو صحیح نہین ہو حتی کہ مدعا علیہ پر جوابدہی واجب نہین ہو کذا فی الکافی - اور ایک یہ ہو کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی کو کچھ عذر نہین ہو اور وہ معذور نہین ہو تو خود اپنی زبان سے دعوی کرے ولیکن اگر مدعا علیہ دوسرے کو وکیل خصومت کرنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہو اور صاحبین رح کے نزدیک یہ شرط نہین ہو پس اگر مدعی نے بلا عذر کسی کو نالش کرنے کے واسطے وکیل کیا اور مدعا علیہ راضی نہین ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک دعوی صحیح نہین ہے پس جوابدہی لازم نہوگی اور گواہون کی سماعت نہوگی لیکن صاحبین رحمہما کے نزدیک دعوی صحیح ہے اور جوابدہی لازم اور گواہون کی سماعت ہوگی

یہ بدائع میں ہے۔ اگر مدعی اپنے دعوے کو زبان سے بیان کرنے سے عاجز ہو تو اپنا دعوی تحریر کر کے پیش کرے کہ اسکی سماعت ہوگی اور اگر مدعی کی زبان قاضی کی زبان سے جدا ہو تو درمیان میں کوئی مترجم مقرر کر لے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ دعوی میں تناقض نہ ہو سوائے نسب اور حریت کے دعوے کے اور تناقض کی یہ صورت ہے کہ پہلے اُس سے کوئی ایسی بات نہ ہو چکی ہو کہ جو اسکے دعوی کی مناقض ہے مثلاً اپنی ملکیت ذاتی کا اقرار کیا پھر مدعا علیہ سے خرید نے کا اس سے پہلے دعوے کیا اور اگر بعد یا مطلقاً خرید کا دعوی کیا تو مناقض نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعوی کرتا ہے وہ ثابت ہو سکتی ہو حتی کہ اگر کسی نے ایک ایسے شخص پر اپنا بیٹا ہونے کا دعوی کیا کہ جو اُس مدعی سے پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو اسکے دعوے کی سماعت نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور دعوی کا حکم یہ ہے کہ خصم پر جوابدہی ہاں یا نہیں کہنا لازم ہوتی ہے پس اگر اُسنے اقرار کر لیا تو دعوی ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو قاضی مدعی سے دریافت کریگا کہ تیرے پاس گواہ ہیں پس اگر اُسنے کہا کہ نہیں ہیں تو اس سے کہے گا کہ تو اس سے قسم لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ نے ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اُسکو منکر شمار کر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کریگا اگر اُسنے گواہ پیش کئے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دعوی دو قسم ہے ایک صحیح دوسرا فاسد دعوی صحیح وہ ہے جسکے ساتھ اُسکے احکام مثل خصم کا حاضر کرنا اور مطالبہ جواب اور اُس پر جوابدہی واجب ہونا وغیرہ متعلق ہوں اور فاسد وہ ہے جسکے ساتھ یہ احکام متعلق نہ ہوں یہ کافی میں ہے۔ اگر دعوی غیر صحیح ہے اور مدعا علیہ نے دفع دعوی کیا تو کیا اُسکی سماعت ہوگی اور بدون تصحیح دعوی کے اُسکے دفعیہ کا اثبات ممکن ہے یا نہیں پس اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب الرجوع عن الشہادات میں مذکور ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دفعیہ کے مدعی سے تصحیح دعوی کا مطالبہ کیا جائیگا پھر اسکے دعوے کا اثبات ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مدعی کو مدعا علیہ سے پہچاننے کی یہ صورت ہے کہ جو شخص خصومت کے واسطے اگر ترک کر دے تو مجبور نہ کیا جائیگا وہ مدعی ہے اور مدعا علیہ وہ ہے جو خصومت کے واسطے مجبور کیا جاوے اور یہ تعریف عام سب کو شامل ہے اور صحیح ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ مدعا علیہ وہ ہے جو منکر ہو اور یہ صحیح ہے مگر اسکی شناخت اس اعتبار سے اُن لوگوں کو ہو سکتی ہے جو معرفت فقہ میں نہایت ہوشیار ہیں کیونکہ ظاہری انکار سے مدعا علیہ نہ ہوگا بلکہ باعتبار معانی کا ہوتا ہے پس اگر ودیعت رکھنے والے نے مثلاً کہا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی تو قسم سے اسی کا قول لیا جاتا ہے حالانکہ ظاہر میں اُسنے واپس کر دینے کا دعوی کیا ہے ولیکن حقیقت میں وہ ضمانت اور ڈانڈ دینے سے انکار کرتا ہے ہذا حاصل ما فی الہدایہ

دوسرا باب اُن چیزوں کے بیان میں جن میں بیچ سکے ساتھ دعوی صحیح ہے اور جن میں نہیں مسموع ہوتا ہے اور اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول دین اور قرض کے دعوے کے بیان میں۔ اگر مدعی بہ دین ہو تو مذکور ہے کہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کذا فی الکافی لہذا دعوی قرض کا صحیح نہیں ہوتا ہے مگر قدر و جنس و صفت کے بیان کر دینے کے بعد صحیح ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے پس اگر کیلی چیز ہو تو دعوی اسوقت صحیح ہوتا ہے کہ جب مدعی اسکی جنس ذکر کرے کہ گیہوں ہے یا جو ہے پس اگر ذکر کیا کہ گیہوں ہے تو اسکے ساتھ اسکی قسم ذکر کرے کہ سقی ہے یا بری ہے یا خریفی ہے یا ربیعی ہے اور اسکی صفت ذکر کرے

کہ گندم سفید ہے یا سرخ ہے اور جید ہیں یا درمیانی ہیں یا ردی ہیں اور پیمانہ سے اُسکی مقدار ذکر کرے کہ اس قدر قفیز ہیں اور یہ بھی ذکر کرے کہ فلان قفیز سے اس قدر قفیز ہیں کیونکہ قفیزین فی ذاتہا متفاوت ہوتی ہیں کذا فی الذخیرہ **قلت** یہ صورتیں جو منتم اور صورتیں بیان کی گئی ہیں موافق رسم اُس ملک کے ہیں اور ہمارے ملک میں ہمارے ملک کے موافق قسم اور صفت اور مقدار ذکر کرنا چاہیے۔ اور سبب وجوب کا بھی ذکر کرے کہ کیون واجب ہوئے یہ محیط میں ہے اگر دس قفیز گیہون قرض ہونے کا دعوی کیا اور یہ نہ ذکر کیا کہ کس سبب سے واجب ہوئے تو سماعت نہو گی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور بیع سلم میں اُسکے صحیح ہونے کی شرطین بھی ذکر کرے اور اگر دعوی میں کہا کہ بسبب سلم صحیح کے واجب ہوئے اور اُسکی شرائط صحت نہ بیان کی تو امام شمس الاسلام اوزجندی اس دعوے کو صحیح کہتے تھے اور دوسرے مشائخ اسکو صحیح نہیں کہتے ہیں اور اگر بیع کے دعوے میں کہا کہ بسبب بیع صحیح کے واجب ہوئے تو بلا خلاف صحیح ہے وعلی ہذا ہر ایسے سبب میں جسکے شرائط بہت ہیں دعوے میں عامہ مشائخ کے نزدیک اُن شرائط کا ذکر کرنا ضروری ہے اور جس سبب کی شرطین کم ہیں اُس میں صرف سبب کہدینا کافی ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور قرض کے دعوے میں قبضہ کرنا اور مستقرض کا اپنی ضرورت میں صرف کرنا بھی ذکر کرے تاکہ بالاجماع یہ مال اُسپر قرض ہو جاوے اور بھی دعوے قرض میں بیان کرے کہ میں نے اپنے ذاتی مال سے اس قدر قرض دیا کذا فی الذخیرہ۔ صدر الاسلام نے فرمایا کہ قرض میں مکان ایفا اور تعیین مکان عقد بیان کرنا ضرور نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا اس مدعا علیہ پر اس قدر مال بسبب باہمی حساب کے جو ہمارے درمیان ہے واجب ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ حساب کچھ مال واجب ہونے کا سبب نہیں ہوتا ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر دعوی وزنی چیز میں ہو تو صحت کے واسطے جنس بیان کرنا مثلاً چاندی ہے یا سونا ہے ضرور ہے پس اگر سونا بیان کیا اور وہ مضروب ہے تو اشرفی جیپوری یا کلدار وغیرہ بیان کرنا چاہیے اور بیان کرے کہ اس قدر اشرفیاں ہیں کذا فی المحیط اور دیناروں کے دعوے میں دہی یا دہنی بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی صفت کہ جید یا وسط یا ردی ہے بیان کرنا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور یہ دعوی اگر بسبب بیع کے ہو تو صفت ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے بشرطیکہ شہر میں ایک ہی نقد رائج و معروف ہو مگر اس صورت میں بیان کرنا چاہیے کہ جب وقت بیع سے دعوے کے وقت تک اس قدر زمانہ گذر گیا کہ معلوم نہیں کہ شہر میں کون نقد رائج ہے پس اس طرح بیان کرے کہ خوب شناخت میں آجاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر شہر میں نقود مختلف چلتے ہوں اور سب کا رواج یکسان ہو کوئی زیادہ نہ چلتا ہو تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے چاہے جس نقد کو ادا کرے ولیکن دعوی میں کسی نقد کا تعین ضرور ہے اور اگر سب کا رواج برابر ہے ولیکن بعض کا بعض پر زیادہ صرف ہے جیسے ہمارے ملک میں غطریفی اور عدالی میں تھا تو بدون بیان کے بیع جائز نہیں ہے اور نہ بدون بیان کے دعوی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک نقد زیادہ رائج ہو اور دوسرا اُس سے افضل ہو تو بیع جائز اور نقد رائج ملے گا اور میں نے استروشنی کے ہاتھ کی تحریر دیکھی کہ اگر شہر میں چند نقود کا رواج ہو اور ایک زیادہ رائج ہو تو دعوی بدون بیان کے صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دعوے بسبب قرض اور تلف کر دینے کے ہیں تو ہر حال میں صفت بیان کرنا ضرور ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اگر یون ذکر کیا کہ اس قدر دینار نیشاپوری منتقد اور جید ذکر نہ کیا تو مشائخ نے

اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ جید کی ضرورت نہین ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر جید ذکر کیا اور منتقدہ نہ کہا تو بھی دعوی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور نیشاپوری یا بخاری ذکر کرنے کے بعد احمر ذکر کرنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ سوائے احمر کے وہان دوسرے نہین ہوتے ہین ہان جید ذکر کرنا ضرور ہے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے اور فتاوی نسفی مین ہے کہ اگر احمر خالص ذکر کیا تو جید بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس بادشاہ کے وقت کا سکہ ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ شرط نہین ہے صحیح یہ ہے کہ اس مین وسعت ہے اور ذکر کرنے مین زیادہ احتیاط ہے کذا فی الذخیرہ اگر سونا مضروب نہو تو دینار نہ کہے بلکہ مثقال کے وزن سے بیان کرے اور اگر میل نہو تو بیان کر دے اور اگر اُس مین میل ہے تو وہ دہی یا دہ ہشتی وغیرہ بیان کر دے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر چاندی ہو اور مضروب ہو تو اُسکی نوع یعنے جس طرف منسوب ہے اور اُسکی صفت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور اُسکا وزن مثلاً وزن سبعہ سے اس قدر درم مین بیان کر دے کذا فی المحیط اور اگر چاندی مضروب ہو اور اُس مین میل غالب ہو پس اگر لوگون مین وزن سے اُسکا معاملہ ہوتا ہے تو اُسکی نوع و صفت و وزن ذکر کرے اور اگر شمار سے معمول ہے تو گنتی ذکر کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر چاندی غیر مضروب ہے اور اُسمین میل نہین ہے تو خالص ہونا اور اُسکی قسم ذکر کر دے مثلاً نقرہ فرنگ یا روس یا طمغاجی اور صفت کہ جید ہے یا ردی ذکر کرے اور بعض نے کہا کہ طمغاجی ذکر کرنے کے بعد جید وردی ذکر کرنے کی ضرورت نہین ہے اور سفید چاندی ذکر کرنا کافی نہین ہے تا وقتیکہ طمغاجی یا کلیجی ذکر نہ کرے کذا فی الوجیز الکردری اور درم سے اُسکی مقدار بیان کرے کذا فی المحیط اگر گیہون یا جو کا منون سے دعوی کیا تو فتوی کے واسطے مختار یہ ہے کہ مدعی سے دریافت کیا جاوے اگر اُسنے بسبب قرض و تلف کر دینے کے دعوی کیا ہے تو دعوی کی صحت کا فتوی نہ دیا جاوے اور اگر بسبب اپنے مال معین فروخت کرنے کے یا بسبب سلم کے دعوی کیا ہے تو دعوی صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر گیہون مین پیمانہ کے انداز سے دعوی کیا حتی کہ بلا خلاف دعوے صحیح ٹھہرا اور گواہ لایا کہ مدعا علیہ نے اس قدر گیہون یا جو کا اقرار کیا ہے اور اقرار مین صفت کا ذکر نہین ہے تو گواہی اس باب مین مقبول ہوگی کہ اُس سے بیان صفت کے واسطے جبر کیا جاوے نہ یہ کہ حق ادا مین جبر کیا جاویگا یہ محیط مین ہے۔ اور گنگنی اور ماش مین عرف معتبر ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر آٹے کا دعوی کیا اور قفیز کے ساتھ اُسکا وزن بیان کیا تو صحیح نہین ہے۔ اور جب وزن بیان کر دیا تاکہ دعوی درست ہو گیا تو اُسکے ساتھ خشکہ آٹا شستہ بیان کرنا اور پختہ یا ناپختہ بیان کرنا اور جید یا وسط یا ردی بیان کرنا چاہیے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک نے دوسرے پر سو عدالی کے غصب کر لینے کا دعوی کیا اور عدالی دعوے کے وقت مفقود ہین تو اُنکی قیمت کا دعوی کرنا چاہیے اور امام اعظم رح کے نزدیک دعوی و خصومت کے روز کی قیمت لگائی جاوے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمد رح کے نزدیک اُس روز کی قیمت کہ جب وہ مفقود ہوئے ہین اور ایسی صورت مین درمون کے واجب ہونے کا سبب بیان کرنا ضرور ہے۔ یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر میت پر قرض کا دعوی کیا اور کہا کہ اس قرضہ مین سے کچھ ادا نہین کرنے پایا تھا کہ وہ مرگیا اور ان وارثون کے ہاتھ مین اسقدر ترکہ چھوڑ گیا ہے کہ یہ قرض ادا ہو جاوے اور کچھ بچ رہے اور ورثہ کے اموال معینہ بیان نہ کیے تو فتوی یہ ہے کہ دعوے کی سماعت ہوویگی ولیکن وارث پر ادائے قرض کا حکم جب تک اُسکے پاس ترکہ نہ پہونچے نہ کیا جاویگا پس

اگر اُسنے وصول ترکہ سے انکار کیا اور مدعی نے اثبات کرنا چاہا تو جب تک اموال معینہ ترکہ کے اس طرح بیان نہ کرے کہ اُس سے آگاہی حاصل ہو جاوے تب تک اُسپر قادر نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر مدیون نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو اس قدر درم بھیجے ہیں یا میرے بلا حکم فلان شخص نے اسکو قرضہ ادا کر دیا ہے تو دعوی صحیح ہے اور تسمیں بجا لائیگا اگر اُسپر ہزار درم قرض کا دعوی کیا اور کہا کہ تیرے ہاتھ میں فلان شخص کے ہاتھ سے پہونچے ہیں اور وہ میرا مال ہے تو اُسکے دعوے کی سماعت نہ ہوگی جیسے عین میں غیر مسموع ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر بسبب کفالت کے مال کا دعوی کیا تو بیان سبب ضرور ہے اور اسی مجلس کفالت میں مکفول عنہ کا قبول کر لینا بیان کرے اور اگر بیان کیا کہ مکفول لہ نے اپنی مجلس میں قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد وارثون پر مال کا دعوے کیا تو بدون بیان سبب کے صحیح نہیں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ بیع یا اجارہ وغیرہ کے سبب سے مال لازم ہونے کے دعوے مین یہ بھی بیان کرے کہ یہ عقد خوشی خاطر سے اُس حال میں کہ اُسکے تصرفات اُسکے نفع و نقصان کی راہ سے نافذ ہوتے تھے واقع ہوا تاکہ دعوی بوجوب صحیح ہو جاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر اجارہ بسبب اجارہ دینے والے کی موت کے فسخ ہوگیا اور مال کا دعوی کیا پس اگر اجرت درم یا عدالی ہیں تو یون بیان کرنا چاہیے کہ اس قدر درم یا عدالی کہ وقت عقد سے وقت فسخ تک رائج رہے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے قاضی کے پاس دوسرے پر دس درم کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے اُسپر دس درم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ دعوی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ جب تک ایک بار بھی قاضی سے نہ کہے کہ مجھے اس سے دلائے جاوین تب تک صحیح نہیں ہے اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اُسنے مبیع پر قبضہ کر لیا مجھے ثمن دلایا جاوے اور مبیع کو بیان نہ کیا یا محدود کے حدود بیان نہ کیے تو جائز ہے اور یہی اصح ہے اسی طرح کرایہ مکان کے دعوے میں جسکا اجارہ فسخ ہو گیا ہے اس مکان کے حدود بیان کرنا شرط نہیں ہے۔ اور اگر دعوی کیا کہ اس شخص نے مجھے فلان چیز کی کہ جسکا یہ وصف ہے حفاظت کے واسطے اس قدر ماہواری پر مزدور کیا تھا اور مین نے اس قدر مدت اُسکی حفاظت کی پس مجھے مزدوری ماہواری چاہیے اور یہ چیز معین اُس مجلس دعوی میں موجود نہیں ہے تو بھی دعوی صحیح ہونا چاہیے۔ اگر مبیع غیر مقبوض کے ثمن کا دعوے کیا تو مجلس قضا میں مبیع کو حاضر کرنا چاہیے تاکہ قاضی کے سامنے بیع ثابت ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ میرے وصی نے میری صغر سنی میں تیرے ہاتھ میرا فلان و فلان مال اس قدر دامون کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے کچھ دام نہیں پائے تھے کہ وہ مر گیا تو وہ دام تو مجھے ادا کر دے پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ دعوی صحیح نہیں ہے کیونکہ وصی کے مرنے کے بعد دام وصول کرنے کا حق اُسکے وارث یا وصی کو ہے اور اگر اُسکا کوئی وصی یا وارث نہ ہو تو قاضی اُسکی طرف سے مقرر کریگا شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ وکیل بیع کے انتقال کے بعد ثمن وصول کرنے کا استحقاق موکل کو حاصل ہو جاتا ہے اُنکے موافق یہان بھی لکھنا چاہیے کہ لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اُسکو دام وصول کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے پس دعوی صحیح ہوگا یہ محیط میں ہے

دوسری فصل دعوی عین منقول کے بیان میں

جس مال معین منقول پر مدعی دعوی کرتا ہے اگر مجلس قضا میں حاضر ہو تو اُسکی طرف ہاتھ سے اشارہ کرے کہ یہ میرا ہے اور زبان سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ اُسکے

اس طرح اشارہ سے وہی چیز معلوم ہو جاوے جسپر دعوی کرتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر وہ چیز مدعا علیہ کے قبضہ مین ہو تو اُسکے حاضر لانے کے واسطے حکم کیا جائیگا تاکہ دعوے مین مثل گواہی وغیرہ کے اُسکی طرف اشارہ کرے کذا فی الکافی - اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعضے منقولات کا قاضی کے سامنے حاضر لانا ممکن نہین ہے جو جیسے اناج کی ڈھیری یا بکریون کا گلہ تو اُس مین قاضی کو اختیار ہے اگر اُس سے ممکن ہو تو خود اس مقام پر چلا جاوے ورنہ اگر اُسکو خلیفہ کرنے کی اجازت ہے تو اپنا خلیفہ وہان بھیجدے یہ محیط مین ہے - اگر مدعا علیہ منکر ہوا ور دعوی کیا کہ جس چیز مین دعوی ہے حاضر کرے تو یون چاہیے کہ کہے کہ اس مدعا علیہ کو لازم ہے کہ وہ چیز حاضر کرے تاکہ مین حجت مین پیش کرون اور اگر مدعا علیہ منکر نہ ہوا اقرار کرتا ہو تو حاضر کرانا کچھ ضرور نہین ہے بلکہ مقر لہ اُس سے لے سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک شخص کے قبضہ مین ایک مال معین ہے اُسپر دعوی کیا اور مجلس قضا مین اُسکو حاضر کرانا چاہا اور مدعا علیہ نے وہ مال اپنے ہاتھ مین ہونے سے انکار کیا پھر مدعی دو گواہ لایا کہ اُنھون نے گواہی دی کہ آج سے ایک سال پہلے وہ مال اسکے پاس تھا تو سماعت ہوگی اور مدعا علیہ پر جبر کیا جاویگا کہ حاضر لاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر ایسے مال معین پر دعوی کیا کہ جو غائب ہے اور اُسکی جگہ معلوم نہین ہے مثلاً کسی پر ایک کپڑے یا باندی غصب کر لینے کا دعوی کیا اور معلوم نہین کہ وہ موجود ہے یا ضائع ہو گئی پس اگر جنس اور صفت اور قیمت بیان کر دی تو دعوی مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو تمام کتابون مین اشارہ کیا کہ دعوی مسموع ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر مدعی بہ ضائع ہو تو دعوی بدون بیان جنس و سن و صفت و حلیہ و قیمت کے صحیح نہین ہے کیونکہ بدون ان چیزون کے بیان کے اُسکا علم نہین ہو سکتا ہے اور قیمت کا بیان کرنا خصاف رحنے شرط کیا ہے اور بعضے قاضیون کے نزدیک قیمت بیان کرنا شرط نہین ہے کذا فی المحیط السرخسی اور ادب القاضی مین ہے کہ فقیہ ابو اللیث رحنے فرمایا کہ بیان قیمت کے ساتھ مذکر و مؤنث بیان کرنا چاہیے کذا فی الکافی - اور چوپائے کے دعوے مین رنگ و ہیئت کا ذکر کرنا ضرور نہین ہے حتی کہ اگر ایک شخص نے ایک گدھا غصب کر لینے کا دعوی کیا اور اُسکی ہیئت بیان کر دی اور موافق دعوے کے گواہ سنائے پس مدعا علیہ نے ایک گدھا حاضر کیا اور مدعی نے کہا کہ مین نے اسی گدھے کا دعوی کیا ہے اور گواہون نے بھی یہی کہا پھر جو دیکھا گیا تو بعض ہیأت اُنکے بیان سے اختلاف ہے مثلاً گواہون نے اُسکو کان پھٹا ہوا بیان کیا تھا اور اُسکا کان ایسا نہ تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ امر مدعی کی ڈگری کر دینے کا مانع نہین ہے اور اس سے اُنکی گواہی مین خلل نہین آتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے امام ظہیر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ترکی غلام غصب کر لینے کا دعوی کیا اور اُس کی صفات بیان کر دین اور درخواست کی کہ غلام حاضر کرایا جاوے پھر جب حاضر ہوا تو بعضی صفتون مین مدعی کے بیان سے اختلاف پایا گیا اور مدعی نے گواہ قائم کر دیے کہ وہی ہے پس جن صفات مین اختلاف پایا گیا اگر ایسے ہین کہ اُن مین تغیر و تبدل کا احتمال نہین ہے اور مدعی نے کہا کہ مین نے اسی غلام کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو دعوی مسموع اور گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے چند معین چیزون کا جنکی جنس و نوع و صفت مختلف ہے دعوی کیا اور سب کی اکٹھا قیمت بیان کر دی اور ہر ایک کی قیمت کی علیحدہ تفصیل نہ کی تو دعوی صحیح ہے اور تفصیل بیان کرنا شرط نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے کسی شخص پر ہزار دینار کا اس سبب سے دعوی کیا کہ اسنے میری چند معین چیزین تلف

کر دی ہیں تو ضروری ہے کہ جہاں تلف کر دی ہیں وہاں کی قیمت بیان کرے اور اعیان کو بھی بیان کرے کیونکہ بعضے اس میں سے مثلی ہوئی ہیں اور بعضی قیمت والی ہوتی ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے رفوگر کے پاس اپنا عمامہ تلمیذ کے ہاتھ روانہ کیا کہ اسکو درست کر دے پھر رفوگر نے عمامہ وصول پانے سے انکار کیا اور تلمیذ مر چکا ہے یا غائب ہے پھر عمامہ والے نے دعوی کیا کہ میرا عمامہ ہے میں نے فلاں تلمیذ کے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ایسے دعوے کی سماعت نہ ہوگی جب تک یہ نہ کہے کہ تو نے اُسکو تلف کیا اور قیمت کا دعوے کرے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے پاس بھیجا ہے تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر انگوروں موجودہ یا بقول کا دعوے کیا تو اشارہ کرے اور اوصاف و وزن و نوع بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور قرض میں اور فصل موجود ہے تو مقدار و نوع و صفت بیان کرے اور جید وردی ہونا بیان کرے اور اگر ایسا ہو کہ جس بازار میں بکتے تھے وہاں سے منقطع ہو چکے ہوں تو حاکم دریافت کریگا کہ تو کیا چاہتا ہے اگر اُسنے کہا کہ انگور چاہتا ہوں تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ قیمت چاہتا ہوں تو اُسکو سبب وجوب بیان کرنے کا حکم کریگا کیونکہ اگر یہ دام مبیع کے ثمن ہیں تو بسبب منقطع ہو جانے کے بیع ٹوٹ گئی اور اگر بسبب سلم یا تلف کر دینے یا قرض کے ہیں تو مطالبہ کر سکتا ہے اگر انگوروں کی فصل تک انتظار نہ کرے ایسا ہی امام ظہیر الدین نے فرمایا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر دو قسم کے انگور علائی و درختی درمیانی شیریں سو من کا دعوی کیا تو تفصیل بیان کرنا چاہیے کہ علائی کس قدر اور درختی کس قدر تھے کذا فی المحیط اور انار و سیب کے دعوے میں وزن اور ترش و شیریں و صغیر یا کبیر بھی ذکر کرے اور گوشت کے دعوے میں سبب بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ پس اگر یوں بیان کیا کہ میں اس سبب سے دعوی کرتا ہوں کہ اسنے مبیع کا ثمن قرار دیا تھا تو دعوی صحیح ہے اگر اسکا وصف اور موضع بیان کر دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی پر سو من کوک کا دعوی کیا تو صحیح نہیں ہے مگر جبکہ سبب بیان کر دے کیونکہ روٹی کے سلم میں اور قرض لینے میں اختلاف ہے اور تلف کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور اگر سبب نہ بیان کیا کہ مبیع کا ثمن ہے تو دعوی صحیح ہے ولیکن بیان کرنا چاہیے کہ کیسے آٹے کی بنی ہوئی ہیں اور سپیدی مائل یا مزعفر ہیں اور اسپر تل لگے ہوئے ہیں یا نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ برف کا دعوے جب وہ منقطع ہو چکا ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اُسکے مثل دیا نہیں جا سکتا ہے تو اُسکو چاہیے خصومت کے روز کی قیمت لگا کر دعوی کرے کہ میری اس قدر قیمت چاہیے ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور تیل وغیرہ ایسی چیزوں کے دعوے میں اگر بیع کا سبب ہو تو اشارہ کے واسطے حاضر لانا ضرور ہے اور اگر بسبب قرض یا تلف کر دینے یا ثمن قرار دینے کے ہو تو موجود کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر دیباج کا دعوی کیا پس اگر وہ مال عین ہے تو اُسکا حاضر کرانا اور اُسکی طرف اشارہ کرنا شرط ہے اور وزن و تمام اوصاف بیان کرنے چاہیے ہیں اور اگر بسبب سلم کے دین ہو تو اس صورت میں وزن ذکر کرنے کی شرط ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک شرط ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے ذمہ ایک خرگاہ بسبب مہر کے واجب ہونے کا دعوی پیش ہوا تو مشائخ نے صحیح ہونے کا فتوی دیا کیونکہ اسمیں زیادہ جہالت نہیں ہے اور باب مہر میں جہالت اُسکی مانع نہیں ہوتی ہے کہ اُسکے ذمہ واجب ہو یہ محیط میں ہے بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ کسی نے زندنیجی کا دعوی کیا اور اُسکا طول خوارزم کے گزوں سے کسی قدر بیان کیا پھر جب

وہ پائی گئی تو زائد یا کم نکلی اور گواہ گواہی موافق دعوے کے دے چکے ہین تو دعوی و گواہی دونون باطل ہین جیسا کہ چوپایہ کے دانتون سے اختلاف ہین ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کسی قدر لوہے پر دعوی کیا اور اُسکا وزن دس من بیان کیا پھر وہ بیس من یا آٹھ من نکلا تو دعوی و گواہی مقبول ہو گی کیونکہ جس چیز کی طرف اشارہ کیا اُسکا وزن بیان کرنا لغو ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ روئی کے دعوے مین یہ بیان کرنا کہ کہان کی ہے ترقانی ہے یا بیہقی یا جاجرمی ضرور ہے کذا فی خزانۃ المفتیین۔ اور فتوی اسپر ہے کہ اتنے من اس قدر روئی سے ثلاثا نکلتا ہی بیان کرنا شرط نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ قمیص کے دعوے مین جب نوع و جنس و صفت و قیمت بیان کی تو اُسکے ساتھ مردانہ یا زنانہ چھوٹے یا بڑے بیان کرنا چاہیے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ کپڑا چاک کر ڈالنے یا چوپایہ کے زخمی کرنے کے دعوے مین چوپایہ یا کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہین ہے کیونکہ مدعی بہ حقیقت مین وہ جزو ہی جو فوت ہو گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر گوہر کا دعوی کیا تو اُسکا وزن بیان کرنا چاہیے اگر غائب ہو اور مدعا علیہ اپنے پاس ہونے سے انکار کرتا ہو یہ سراجیہ مین ہے۔ اور سوتی کے دعوے مین اُسکا دور و چمک و وزن بیان کرے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اگر چند سوئیون یا سیلون کا دعوی کیا تو اُسکا سبب بیان کرے کیونکہ اسکا حاضر کرنا لازم ہے اگر عین ہو اور اگر دین ہو بسبب سلم یا ثمن بیع کے تو جہالت رفع کرنے کے واسطے نوع و صفت بیان کرنا ضرور ہے اور تلف کر دینے سے انکا مثل واجب نہین ہوتا ہے کیونکہ یہ قیمت والی شی ہین نہ مثلی اور قرض کے سبب سے وجوب نہین ہوتا ہے کیونکہ انکا قرض جائز نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کسی قدر حنا کا دعوی کیا تو جید و وسط و ردی بیان کرے اور ذکر کرے کہ برگ حنا سودہ یا کوفتہ کیسی تھی اور اگر کسی قدر توتیا کا دعوی کیا تو کوفتہ و ناکوفتہ ذکر کرے و بدون اسکے دعوی صحیح نہین ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ ایک طاحونہ کا دعوی کیا اور حدود طاحونہ اور ادوات کو بیان کر دیا ولیکن اُسنے ادوات کو مسمی نہ کیا اور نہ اُنکی کیفیت بیان کی تو بعض نے کہا کہ دعوی صحیح نہین ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط مین ہے۔ فتاوے رشید الدین مین ہے ودیعت کے دعوے مین یون کہنا چاہیے کہ میری اس شخص کے پاس اس قدر ودیعت اس قیمت کی ہے پس مین اسکے پیش کرنے کا خواستگار ہون تاکہ مین اس امر کے گواہ سناؤن کہ یہ میری ملک ہے بشرطیکہ وہ منکر ہو اور اگر مقر ہو تو تخلیہ کرے کہ میرے قبضہ مین آوے اور یہ نہ کہے کہ رد کرنے کا حکم ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ودیعت کے دعوے مین موضع ایداع کو کہ کس شہر مین واقع ہوا بیان کرے خواہ ودیعت ایسی چیز ہو کہ اُسکی باربرداری اور صرف ہے یا ایسی نہو اور دعوے غصب مین اگر مغصوب ایسی چیز نہ ہو جسکی باربرداری ہے تو موضع غصب کا بیان کرنا ضرور نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر گیہون غصب کرنے کا دعوی کیا اور شرائط بیان کر دیے تو غصب کی جگہ بیان کرنا ضرور ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ غیر مثلی کے غصب و استہلاک مین غصب کے روز کی قیمت بیان کرنا چاہیے یہی ظاہر الروایت ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ دعوے تخارج مین بیان انواع ترکہ و تحدید زمین و بیان متاع و حیوانات و اسکی قیمت ضرور ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اُسکے حصہ سے زیادہ پر صلح نہین واقع ہوئی کیونکہ اگر ترکہ کو بعض وارثون نے تلف کر دیا پھر غیر متلف کے ساتھ اُسکے حصہ کی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے چنانچہ بعد غصب و اتلاف کے قیمت سے زیادہ پر صلح کرنے کے مسئلہ مین ایسا ہی ہے

یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ فلان مشترک مال میرے اور اُسکے درمیان تھا اُسنے فروخت کیا اور جب مجھے بیع کی خبر پہونچی تو مین نے اجازت دیدی پس اُسپر آدھے ثمن کا مجھے سپرد کرنا واجب ہے تو یہ دعوے نہین ہے جب تک کہ دعوے مین یہ ذکر نہ کرے کہ یہ مال وقت اجازت کے مشتری کے ہاتھ مین قائم تھا اور ضرور ہے کہ وقت اجازت کے ثمن کا رائج ہونا بھی بیان کرے اور یہ بھی بیان کرے کہ بائع نے مشتری سے ثمن وصول کر لیا اور قاضی مدعی سے دریافت کریگا کہ یہ مال معین تم دونون مین ملکی شراکت کے طور پر تھا یا عقدی شرکت تھی پس اگر اُسنے کہا کہ ملکی شرکت تھی تو ان شرطون کا بیان کرنا ضرور ہے اور اگر کہا کہ عقدی شرکت تھی تو وقت اجازت کے یہ عین مشتری کے پاس قائم ہونے کی شرط بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے ولیکن ثمن پر قبضہ کرنے کا بیان شرط ہے تاکہ نصف ثمن کا مطالبہ درست ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے - مال شرکت کی تجہیل سے مرجانے کے دعوے مین یہ بیان کرنا چاہئے کہ مال شرکت کی تجہیل کے ساتھ مرا ہے یا جو چیز مال شرکت سے خریدی گئی تھی اُسکی تجہیل کے ساتھ مرا ہے کیونکہ مال شرکت کی ضمانت مثلی ہے اور جو چیز اُس سے خریدی گئی اُسکی قیمت کے ساتھ ضمان ہوتی ہے اور مطالبہ کا ذکر رد و تسلیم کے ساتھ واجب نہین ہے کیونکہ مودع پر تخلیہ واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - دعوی بضاعت و ودیعت مین بسبب تجہیل وغیرہ کے مرنے کے بیان کرنا چاہیے کہ موت کے روز اُسکی کیا قیمت تھی ایسا ہی مال مضاربت کے دعوے مین اگر مضارب تجہیل کے ساتھ مر گیا تو بیان کرنا چاہیے کہ اُسکے مرنے کے روز مال مضاربت نقد تھا یا عروض یہ فصول عمادیہ مین ہے - اگر دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اسنے اسقدر قفیز گیہون مجھ سے مانہ لیکر قبضہ مین کیے اُسپر اُسکا واپس کر دینا واجب ہے اگر قائم ہین تو اُسکی قیمت اور اگر تلف ہو گئے ہین یا تلف کر دیے ہین تو اُنکے مثل واپس کرے پس یون دعوے مین کہنا چاہیے کہ اگر قائم ہین تو اُسپر تخلیہ یعنے قبضہ دلا دینا واجب ہے اور اگر تلف ہو گئے ہین تو بیان کرنا چاہیے کہ بعد انکار کے تلف ہوئے ہین اور اگر تلف کر دیئے ہین تو بیان کرنا چاہیے کہ اسکی طرف سے تلف ہوے ہین یہ خلاصہ مین ہے - اگر دعوی کیا کہ اسنے مجھ سے سقدر جریان جسکا یہ طول یہ عرض یہ قیمت تھی چکانے کے طور پر لیکر قبضہ مین کر لی ہین پس اسپر واجب ہے کہ اُنکو واپس دے اگر بعینہ قائم ہین اور اگر تلف ہو گئی ہین تو اُنکی قیمت ادا کرے تو یہ دعوی صحیح نہین ہے جب تک یون نہ کہے کہ چکانے کے طور پر لیکر قبضہ مین کر لی تھین تاکہ اگر پسند آوین تو اس قدر دامون کو خرید لے یہ فصول عمادیہ مین ہے - راہن نے اگر مرہون واپس سپرد کر دینے کا مرتہن پر دعوی کیا پس جاننا چاہیے کہ طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ مرہون راہن کو واپس دینے مین جو خرچ ہو وہ راہن کے ذمہ ہے اور اس بنا پر دعوی صحیح نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ خرچ مرتہن پر ہوتا ہے اور اس قول کے موافق اگر مرتہن پر واپس تسلیم کرنے کا دعوی کیا تو مثل مستعیر کے صحیح ہے کذا فی المختار فی شرح الجامع کذا فی خزانۃ المفتین - ایک شخص نے کوئی مال معین فروخت کیا اور بائع غلام ہے اور اُس کا مولی حاضر ہے پھر مولی نے اُس مال کا جسکو غلام نے فروخت کیا ہے اپنے واسطے دعوی کیا پس اگر غلام ماذون ہے تو دعوی صحیح نہین ہے اور اگر مجبور ہے تو صحیح ہے یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھپر بیع کے واسطے زبردستی کی گئی تھی اور چاہا کہ واپس لیکر لون تو صحیح نہین ہے جب تک یہ نہ کہے کہ مین نے بیچا و سپرد کیا اور دونون حالتون مین مجھپر زبردستی کی گئی تھی اور اگر دام پر قبضہ کیا ہو تو ذکر کرنا چاہیے کہ مین نے ثمن پر بھی مجبوری سے قبضہ کیا اور سب پر برہان پیش کرے اور اگر اُس شخص نے مجھپر زبردستی کی گئی یہ دعوی کیا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ مین ناحق ہے تو دعوے صحیح

نہین ہے کیونکہ اُسکی بیع کے ساتھ اگر قبضہ متصل ہو تو ملک ثابت ہوتی ہے اور علی ہذا اگر بیع فاسد کہ جس مین قبضہ ہو گیا ہے یون دعوی کیا کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ مین ناحق ہے تو صحیح نہین یہ وجیز کردری مین ہے ۔ فتاوے رشید الدین مین ہے کہ اگر بائع نے اپنے اوپر بیع زبردستی ہونے کا دعوی کیا تو زبردستی کرنے والے کے تعین کی ضرورت نہین ہے چنانچہ اگر بسبب سعایت کے کسی مال کا دعوی کیا تو جن سپاہیون نے لیا ہو اُنکے تعین کی ضرورت نہین ہے اور یہی اصح ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے فلان شخص کو حکم کیا اُسنے مجھ سے اسقدر لے لیا ہو پس اگر حکم کرنے والا بادشاہ وقت ہو تو دعوی صحیح ہو اور اگر سوائے بادشاہ کے کوئی شخص ہو تو اُسپر کچھ نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو اور اگر مامور پر ضمان کا دعوی کیا پس اگر حکم کنندہ سلطان ہو تو مامور پر دعوے صحیح نہین ہو اور اگر سلطان نہین ہو تو مامور پر دعوی صحیح ہو اور مجرد حکم امام کا اکراہ ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور سعایت کے دعوے مین قابض مال کا نام و نسب ذکر کرنے کی حاجت نہین ہو ولیکن سعایت کو بیان کرے ۔ اگر یون کہا کہ فلان شخص نے مجھے دبوچ لیا تا کہ ظالمون نے میرا نقصان کر دیا تو فقط اس کہنے سے دعوی صحیح نہین ہو۔ اسی طرح اگر یون کہا کہ فلان شخص نے ناحق میرا خسارا کرادیا تو بھی صحیح نہین ہو یہ خلاصہ مین ہے ۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے میرا اس قدر نقصان کرایا بسبب اسکے کہ بادشاہی آدمیون کو لیکر ناحق مجھپر سعایت کی اور گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے بادشاہی آدمیون کو لیکر ناحق اس مدعی پر سعایت کی اور بادشاہی آدمیون نے ناحق اس مدعی سے بسبب اس مدعا علیہ کے سعایت کی اس قدر مال موصوف لے لیا تو ایسا دعوی اور گواہی دونون صحیح ہین اگرچہ قابض مال کو معین کرکے ذکر نہ کیا اور سعایت کی تفسیر ضرور چاہیے تا کہ دیکھا جاوے کہ آیا اُسپر مال واجب ہوتا ہو یا نہین پس اگر ایک شخص بادشاہی آدمیون کے پاس آیا اور کہا کہ میرا اسپر واجبی حق چاہیے ہو اُنھون نے اُسکو ادا کردینے کے واسطے پکڑا اور اپنا حق لے لیا تو ایسی سعایت موجب ضمان نہین ہو کیونکہ یہ حق پر ہے اسی طرح اگر سعایت کی اور کہا کہ وہ میری جورو پاس آتا ہو پس سلطان نے اُسکو پکڑا اور اس سبب سے مال اُس سے لے لیا تو یہ موجب ضمان نہین ہے اور جس سعایت سے ضمان واجب ہوتی ہو وہ یہ ہو کہ ایسی بات دروغ بیان کردے جو مال لیے جانے کا باعث ہو جاوے مثلاً بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے اور درحقیقت اُسکو مال نہین ملا ہی مگر بادشاہ اُس سے ظاہر مین اس کہنے سے مال لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر دعوی کیا کہ اسنے مجھسے رشوت لی تو بھی بدون تفصیل کے صحیح نہین ہو پس اگر علی وجہ التفصیل کی تو سماعت ہو گی ورنہ نہین یہ کذا فی الخلاصہ

تیسری فصل عقار[1] کے دعوے کے بیان مین ۔ اگر مدعی بہ عقار ہو تو اُسکی چارون حدین ذکر کرے اور اُنکے مالکون کے نام بیان کرے اور اُنکے باپ دادا تک بیان کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور دادا کا ذکر کرنا امام اعظم رح کے نزدیک ضرور ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے ۔ اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ یہ شخص مشہور نہ ہو اور اگر معروف ہو تو بالاجماع باپ و دادا کے ذکر کی ضرورت نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے ۔ فقیہ امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی نے اپنی شروط مین بیان کیا ہے کہ اگر دعوی عقار مین واقع ہو تو اُس شہر کا جس مین گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کا ذکر کرنا ضرور ہے پس پہلے شہر کا پھر محلہ کا پھر کوچہ کا اسی طرح عام سے خاص کی طرف تنزل کرتا چلا جاوے جیسا کہ امام محمد رح کا مذہب ہے اور ابو زید بغدادی نے بیان کیا کہ خاص سے عام کی طرف چلے کہ یہ گھر فلان کوچہ مین محلہ فلان شہر

[1] عقار مانند زمین و مکان کے جو غیر منقولہ ہو ولیکن درخت تابع زمین ہے ۱۲

مین واقع ہو اور قول امام محمدؒ کا احسن ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے اور یہ ذکر کرے کہ وہ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے اور عقار مین مدعی و مدعا علیہ کے تصادق سے قبضہ ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ گواہی سے یا قاضی کے علم سے موافق مذہب صحیح کے قبضہ کا ثبوت ہوتا ہے یہ کافی مین ہے اور بیان کرے کہ مین مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کرتا ہون کیونکہ اس کا حق مطالبہ ہے پس مطالبہ کرنا ضرور ہے اور ایک احتمال بھی تھا کہ شاید مرہون ہو یا ثمن کے عوض اُسکے پاس محبوس ہو تو مطالبہ کہنے سے دفع ہوگیا ہے اور اسی سے مشائخ نے کہا کہ منقولات مین یہ کہنا واجب ہے کہ اسکے قبضہ مین بلاحق ہے کذا فی الہدایہ۔ ایک جماعت نے اہل شروط سے بیان کیا کہ حدود مین لزیق دار فلان بیان کرنا چاہیے صرف دار فلان نہ کہے اور ہمارے نزدیک دونون لفظ یکسان ہین جو کہے بہتر ہین کذا فی المحیط اگر تین حدود بیان کر دین اور چوتھی بیان کرنے سے خاموش رہا تو مضر نہین ہے اور اگر خاموش نہ ہوا بلکہ چوتھی بیان کرنے مین خطا کی تو دعوی صحیح نہین ہوجائے گی کہ اگر مدعا علیہ نے بیان کیا کہ یہ محدود میرے قبضہ مین نہین ہے یا اس محدود کا تسلیم کرنا مجھپر واجب نہین ہے تو خصومت اُسپر نہ چلے گی اور اگر یہ کہا کہ یہ محدود میرے قبضہ مین ہے مگر تو نے اس کی حدود مین خطا کی تو اسکے کہنے پر التفات نہ کیا جائیگا ولیکن اگر دونون خطا ہونے پر متفق ہون تو دوبارہ نالش پیش ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک گھر کا دعوی کیا اور اُسکی ایک حد پر زید کا گھر بیان کیا پھر دوبارہ دعوی کیا اور اس حد پر عمرو کا گھر بیان کیا تو مقبول نہین ہے اگرچہ مدعا علیہ اُسکی تصدیق کرے کہ اُسنے غلط کیا یا نہین۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک باغ انگور کا دعوی کیا اور اُسکی حدود بیان کر دین اور اُسکی بعضی حد چہارم عمرو بن احمد ابن یوسف کے تاک انگور سے ملی ہوئی ہے اور انھون نے عمرو بن احمد ابن عمرو کے تاک سے پیوستہ لکھی ہے اور یہی دعوی کیا اور گواہون نے بھی یہی گواہی دی اور قاضی نے حکم کیا تو یہ حکم اس مدعا علیہ کے قبضہ کے تاک انگور کے حق مین صحیح نہین ہے چونکہ بعضے حدود کو غلط بیان کیا ہے اور مدعی کو اس مین تصرف کرنا جائز نہین ہے کذا فی خزانۃ المفتین قال المترجم ہکذا ظہر لی واللہ اعلم بمراد عبادہ۔ اور اگر حد چہارم مین بیان کیا کہ زقہ یا زقاق سے متصل ہے اور اسی طرف مدخل یا دروازہ ہے تو یہ کافی نہین ہے کیونکہ زقہ سبب ہوتے ہین اُنکو کسی طرف منسوب کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو اور اگر کسی طرف منسوب نہ ہو تو محلہ یا قریہ یا ناحیہ کا زقہ بیان کرے کہ اس سے ایک طرح کی پہچان ہو سکتی ہے یہ فصول عمادیہ و ذخیرہ مین ہے۔ اگر دو حدین ذکر کین تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہین ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے اور اگر تین حدین ذکر کین تو کافی ہے اور اس صورت مین حد چہارم کے حکم کرنے کی صورت مین خصاف رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ بمقابلہ حد ثالث کے سے کر ابتداے حد اول تک ختم کر دی جائیگی کذا فی المحیط۔ اگر حد چہارم دو شخصون کی ملکیت سے متصل ہو اور ہر ایک کی زمین علیحدہ ہو یا کسی کی زمین اور مسجد سے ملحق ہو اور مدعی نے بیان کر دیا کہ حد چہارم فلان شخص کی زمین سے پیوستہ ہے اور دوسرے شخص یا مسجد کو بیان نہ کیا تو صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دونون صورتون مین دعوی صحیح نہ ہونا چاہیے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر کسی محدود کا دعوی کیا اور اُسکی ایک حد یا تمام حدین مدعی کی ملک سے ملحق ہین تو حد فاصل بیان کرنے کے حق مین بعض مشائخ نے کہا کہ ضرورت نہین ہے اور اگر مدعا علیہ کی ملک سے متصل ہو تو فاصل ذکر کرنے کی ضرورت ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر مدعی بہ زمین ہو تو یہی حکم ہے اور اگر بیت یا منزل یا دار ہو تو فاصل

ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور دیوار فاصل ہوتی ہے یہ محیط میں ہے اور درخت نہیں فاصل ہوتا ہے اور مسناۃ یعنی بند آب فاصل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور شجر اگر تمام مدعی بہ کو محیط ہو تو فاصل ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور راستہ حد ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ اُسکے طول و عرض بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہر حد نہیں ہو سکتی ہے اور اصح یہ ہے کہ نہر مثل خندق کے حد ہو سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصح یہ ہے کہ نہر کے طول و عرض بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ اگر عام راستہ حد قرار دیا گیا تو طریق قریہ یا طریق شہر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کذا فی المحیط۔ اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ چہار دیواری حد ہو سکتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ اور مقبرہ اگر ٹیکرا ہو تو حد ہو سکتا ہے ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے اگر دس گھر زمین کا دعویٰ کیا اور نو کے حدود بیان کیے ایک کے نہ بیان کیے ہیں اگر یہ زمین ان سب کی زمینوں کے درمیان میں ہو تو حد میں آ گئی پس حجت سے ثابت ہونے کے وقت سب کا حکم دیا جا سکتا ہے اور اگر یہی ایک کی زمین ایک کنارے ہو تو بدون حدود ذکر کرنے کے معلوم نہیں ہو سکتی پس ڈگری نہ ہو گی یہ خزانۃ المفتین وغیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ زمین وقف سے پیوستہ ہے تو مصرف بیان کرنا ضرور ہے اور اگر زمین مملکت سے پیوستہ بیان کی تو امیر مملکت کا نام و نسب بیان کرنا چاہیے اگر دو امیر ہوں کذا فی الخلاصۃ اور اگر حد میں یہ بیان کیا کہ فلاں کے وارثوں کی زمین سے پیوستہ ہے تو یہ کافی نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر لکھا کہ فلاں کے وارثوں کی ملک سے ملحق ہے تو کافی نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور میں نے ایسے شخص کی تحریر دیکھی جس پر مجھے اعتماد ہے کہ اگر یوں لکھا کہ فلاں شخص کے ترکہ کے گھر سے پیوستہ ہے تو صحیح ہے اور یہ نہایت عمدہ ہے اور اگر حد میں بیان کیں کہ زمین میاں وہی سے پیوستہ ہے تو کافی نہیں ہے اور اگر اُسکی کوئی حد میں ایسی زمینیں بیان کر دیں جنکے مالک کا پتہ نہیں ملتا ہے تو کافی نہیں ہے تاوقتیکہ یہ نہ ذکر کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں اور اگر کسی حد میں بیان کیا کہ اراضی مملکت سے پیوستہ ہے تو صحیح ہے اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں ولیکن فاصل بیان کرنا ضرور ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور استثنیات مثل طریق و مقبرہ و حوض کے حدود بیان کرنے کی شرط ہونے کے باب میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے شرط کیا ہے اور بعضوں نے نہیں اور مستثنے کی تحدید اس طرح ضرور ہے کہ امتیاز حاصل ہو جاوے اور جس طرح ہمارے زمانہ میں لکھتے ہیں کہ حد وار یعنی مستثنے اُس زمین سے پیوستہ ہیں جو اس دعوے میں داخل ہے یا اس بیع میں آئی ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا ہے پس اس طرح ذکر کرے کہ امتیاز حاصل ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اگر مقبرہ کوئی ٹیکرا ہو تو اُسکے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ضرورت ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے امام نسفی نے بیان کیا کہ امام سرخسی خاصۃً گاؤں کے خریدنے میں مسجدوں اور مقبروں و عام راستوں و حوضوں وغیرہ کے حدود و مقدار طول و عرض بیان کرنے کی شرط کرتے تھے اور جن محضروں اور سجلات و دستاویزوں میں ان چیزوں کی استثنا بدون بیان حدود کے مذکور ہوتی تھی اُنکو رد کر دیتے تھے اور امام سید ابو شجاع نہیں شرط کرتے تھے امام نسفی نے فرمایا کہ ہم بھی مسلمانوں پر آسانی کرانے کے واسطے ایسا ہی فتویٰ دیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جو ہمارے زمانہ میں تحریر کرتے ہیں کہ دونوں عاقدین نے واسطے

اس تمام مبیع کو پہچانتے و جانتے ہین جسپر عقد واقع ہوا ہے پس اسکو بعض مشائخ نے رد کر دیا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ گواہی کے وقت اس قاضی کو مبیع معلوم نہین ہو سکتی ہے پس تعیین کرنا ضرور ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک دار مقبوضہ غیر پر دعوی کیا قاضی نے دریافت کیا کہ تو اُسکے حدود پہچانتا ہے اُسنے کہا کہ نہین پھر اُسنے دعوی کیا اور حدود بیان کر دین تو سماعت نہ ہو گی اور اگر کہا کہ مین اہل حدود کے نام سے واقف نہین ہون پھر دوبارہ دعوے مین بیان کیے تو سماعت ہو گی اور توفیق کی حاجت نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ مین حدود نہین جانتا ہون پھر دوبارہ دعوی کر کے بیان کر دین اور کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ مجھے اہل حدود کے نام نہین معلوم ہین تو یہ توفیق مقبول ہو کر دعوے کی سماعت ہو گی یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے ایک محدود کا دعوی کیا اور حدود بیان کر دین اور یہ بھی بیان کیا کہ اُس مین درخت ہین پھر معلوم ہوا کہ اُسکے حدود تو یہی ہین جو اُسنے بیان کیے ہین ولیکن اُس مین درخت نہین ہین تو دعوی باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر بجاے درختون کے احاطہ ذکر کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اُس مین کوئی درخت نہین ہے نہ کوئی احاطہ پھلواری ہے پھر معلوم ہوا کہ اُس مین بڑے بڑے درخت ہین کہ جنکا پیدا ہو جانا بعد دعوے کے متصور نہین ہو سکتا ہے تو دعوی باطل ہو گا اگرچہ حدود اُسکے موافق دعوے کے ہون اگر کسی زمین کا دعوی کیا اور حدود بیان کر دین اور کہا کہ دس جریب ہے اور اس سے زیادہ نکلی تو دعوی باطل نہ ہو گا یا کہا کہ اُس مین دس من دانہ بویا جاتا ہے اور وہ اس سے زیادہ یا کم ہے مگر جو حدود بیان کر دین وہ موافق دعوے کے ہین تو دعوی باطل نہ ہو گا کیونکہ اس اختلاف مین احتمال توفیق ہے اور محتاج الیہ نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی محدود کا دعوی کیا کہ فلان موضع مین ہے اور حدود بیان کر دین اور محدود کا نام نہ لیا کہ انگور کا باغ ہے یا زمین ہے یا دار ہے اور گواہون نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو شمس الائمہ سرخسی کا فتوی منقول ہے کہ دعوی و گواہی صحیح نہین ہے اور شمس الاسلام اوزجندی کا فتوی منقول ہے کہ مدعی نے اگر شہر و محلہ و موضع و حدود بیان کر دین تو دعوے صحیح ہے اور محدود کا بیان چھوڑ دینے سے مدعا مین جہالت نہین آتی اور امام ظہیر الدین مرغینانی جواب فتوی مین تحریر کرتے تھے کہ اگر کسی قاضی نے ایسا دعوی سنا تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ شہر و گانؤن و محلہ کا ذکر کرنا لازم نہین ہے اور رشید الدین نے بیان کیا کہ یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس جگہ ہے تاکہ جہالت مرتفع ہو اور یہی ذکر کیا کہ اگر کسی زمین کا قبالہ لکھا تو ضرور لکھنا چاہیے کہ یہ کس گانؤن مین ہے اور کس جگہ ہے کیونکہ حدود اگرچہ اُسنے بیان کر دین مگر موضع بیان نہ کرنے سے جہالت باقی رہے گی اور مین کہتا ہون کہ اہل شروط کے باہمی اختلافات کہ عام سے خاص کی طرف بیان کرتے ہوے آنا چاہیے یا خاص سے عام کی طرف یہ اجماع ہے کہ بیان کرنا شرط ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - اگر کسی شخص کے گھر مین اپنے پانی بہنے کے راستہ کا دعوی کیا تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ مینھ کے پانی بہنے کی نالی ہے یا دھوون اُس نالی سے بہتا ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور یہ بھی بیان کر دے کہ مقدم بیت مین یہ نالی ہے یا موخر مین کذا فی المحیط کسی نے دوسرے کی زمین سے اپنے پانی کا بہا جاری ہونے کا دعوی کیا یا کسی کے گھر سے اپنا راستہ ہونے کا دعوی کیا تو بعض روایات مین مذکور ہے کہ بدون جگہ و طول و عرض بیان کرنے کے دعوی کی سماعت نہو گی اور اصل مین مذکور ہے

کہ دعوی مسموع اور گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - ایک شخص پر نالش کی کہ اسنے میری زمین مین نہر کھود کر اس سے اپنی زمین مین پانی لے گیا تو ضرور ہے کہ جسقدر زمین مین نہر کھودی اُسکو بیان کرے اور نہر کی جگہ کہ بائین طرف ہے یا داہنی طرف ہے اور نہر کا طول و عرض و عمق بیان کرے بعدازان اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا تو دعوی ثابت باقرار ہوا اور اگر انکار کیا تو قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نے اس شخص کی زمین مین نہر نہین کھودی ہے جسکا یہ دعوی کرتا ہے اسی طرح اگر اپنی زمین مین عمارت بنا لینے کا دعوی کیا تو التفات نہ ہوگا جب تک کہ زمین کو اور عمارت کے طول و عرض کو اور یہ کہ لکڑی کی ہے یا مٹی کی ہے نہ بیان کرے اور اگر اپنی زمین مین درخت لگا دینے کا دعوی کیا تو بھی ایسا ہی ہے پس اگر مدعا علیہ نے عمارت بنانے یا درخت بو دینے کا اقرار کیا تو عمارت ڈھا دینے اور درخت اُکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائیگا اور اگر انکار کیا تو قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکی زمین مین عمارت نہین بنائی یا درخت نہین لگائے پس اگر قسم سے باز رہا تو عمارت گرا دینے اور درخت اُکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے - اور اگر کسی شخص پر ایک گھر کے دس حصون مین سے تین حصون کا دعوی کیا اور کہا کہ اس گھر کے دس حصون مین سے تین حصہ میری ملک و حق ہین اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہین اور یہ نہ بیان کیا کہ پورا گھر اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے اور گواہون نے بھی اسکو نہ بیان کیا تو یہ دعوی و گواہی مقبول ہے یہ محیط مین ہے نصف دار مشاع کے غصب کے دعوے مین یہ بیان کرنا کہ تمام دار مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے کیونکہ نصف دار مشاع کے غصب مین تمام دار اُسکے قبضہ مین ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ نصف دار مشاع کا غصب یون متصور ہے کہ دار دو شخصون کے قبضہ مین ہو اُسنے ایک کے قبضہ سے غصب کر لیا تو نصف دار مشاع کا غصب ہوا یہ فصول عمادیہ مین ہے - اگر یہ دعوی کرے کہ یہ چیز میری ہے اس سبب سے کہ میرے حصہ مین پڑی ہے تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ تقسیم باہمی رضامندی سے تھی یا بحکم قاضی تھی کذافی الوجیز الکردری - ایک شخص نے دوسرے کا دار فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیا اور مالک نے آکر بائع پر دار کا دعوی کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے دار کے لینے کا دعوی کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر بسبب غصب کے ضمان لینے کا دعوی کیا تو حکم بنا بر اسی اختلاف مشہور کے ہے کہ عقار کا سبب موجب ضمان ہوتا ہے یا نہین اور بیع کرکے سپرد کر دینے سے ضمان واجب ہونے مین امام اعظم سے دو روایتین آئی ہین کذافی المحیط اور اصح روایت یہ ہے کہ بیع کرکے سپرد کر دینے سے ضمان عقار واجب ہوتی ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - اور اگر مالک نے اس دعوے مین بیع کی اجازت دینے اور دام لینے کا ارادہ کیا تو دعوی صحیح ہے کذافی المحیط - اپنے باپ کے ترکہ مین سے ایک دار کا دعوی کیا کہ مین نے اپنے باپ کے مرض مین یہ دار اس سے خریدا تھا اور باقی وارثون نے اس سے انکار کیا تو بعض نے کہا کہ یہ دعوی صحیح نہین ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا اور اسکا بیٹا یا جورو یا بعضے اقارب وقت بیع کے حاضر تھے اسکو جانتے تھے اور باہمی قبضہ ہو گیا اور مشتری نے ایک زمانہ تک اس مین تصرف کیا پھر بعضے حاضرین نے دعوی کیا کہ یہ ہماری ملک ہے اور بیع کے وقت بائع کی ملک نہ تھی تو متاخرین مشائخ سمرقند کا اتفاق ہے کہ یہ دعوی صحیح نہین ہے اور اُسوقت خاموش رہنا گویا یہ اقرار کرنا ہے کہ یہ بائع کی ملک ہے اور مشائخ بخارا نے اس دعوی کے صحیح ہونے کا فتوی دیا ہے صدر الشہید نے اپنے واقعات مین فرمایا کہ مفتی نے اگر مدعا پر نظر کرکے جو احوط ہے اسپر فتوی دیا تو بہتر ہے اور اگر ایسی نظر نہین رکھتا ہے تو مشائخ بخارا کے قول پر فتوی دے اور اگر وہ شخص جو بیع کے وقت حاضر ہے یا مشتری کے پاس ثمن کا تقاضا کرنے کو آیا پس اگر اسکا بائع نے بھیجا ہے تو پھر اپنی ملک ہونیکا دعوی

مسموع نہ ہوگا اور تقاضے کی وجہ سے اُسنے گویا بیع کی اجازت دی پھر اپنی ملک ہونے کا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعوی کیا کہ مین نے اسکو تیرے وصی سے تیری نابالغی مین خریدا ہے تو صحیح ہو جبکہ وصی کا نام و نسب ذکر کردے ایسا ہی اگر کہا کہ مین نے تیرے وکیل سے خریدا ہو تو بھی صحیح ہو اور اگر کہا کہ تجھ سے میرے وکیل نے خریدا ہو تو صحیح نہیں ہو کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے کے قبضہ مین ہے یہ دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ فلان شخص کا ہے وہ مرگیا اور اُسنے اسکو میرے اور میری بہن کے واسطے میراث چھوڑا کہ ہم دونون کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور بھی چوپائے و کپڑے میراث چھوڑے پس ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ گھر میرے حصہ مین آیا اور اب یہ تمام دار اس سبب سے میری ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے تو یہ دعوی صحیح ہے ولیکن یہ بیان کرنا ضروری ہو کہ میری بہن نے اپنا حصہ میراث مین سے لے لیا تاکہ مدعا علیہ سے یہ دعوی کرنا کہ تمام دار مجھے سپرد کرے صحیح ہو اور اگر مدعی نے اپنے دعوے مین یون بیان کیا کہ میرا باپ مرا اور یہ دار میرے اور میری بہن کیواسطے میراث چھوڑا پھر میری بہن نے میرے واسطے تمام کا اقرار کردیا اور اُسکی بہن نے اس اقرار کی تصدیق کی تو شیخ الاسلام اوزجندی سے منقول ہو کہ دعوی صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ تہائی مین یہ دعوی صحیح نہیں ہے یہ محیط مین ہو شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر کسی مال معین کا دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کی ملک ہے اُسنے بعد موت کے میرے اور فلان و فلان کے واسطے میراث چھوڑا ہے پس وارثون کے نام بیان کردیے اور اپنا حصہ نہ بیان کیا تو یہ دعوی صحیح ہو ولیکن جب سپرد کرنے کے مطالبہ کا وقت آوے تو اپنا حصہ بیان کرنا چاہیے اور اگر اپنا حصہ بیان کیا مگر وارثون کی تعداد نہ تبلائی مثلاً کہا کہ میرا باپ مرا اور اُسنے یہ مال میرے اور سوائے میرے ایک جماعت کے واسطے میراث چھوڑا اور میرا حصہ اس مین سے اس قدر ہو اور سپرد کردینے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کیا تو دعوی صحیح نہیں ہو اور وارثون کی تعداد بیان کرنا ضرور ہو کذا فی الذخیرہ۔ اگر کسی دار پر اپنے باپ یا مان سے میراث پہونچنے کا دعوی کیا اور مورث کا نام و نسب نہ بیان کیا تو شمس الاسلام اوزجندی سے منقول ہو کہ دعوی مسموع نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہو دعوی کیا کہ یہ میرا ہی کیونکہ قابض نے میرا ہونے کا اقرار کیا ہو یا درمون کے دعوے مین کہا کہ میرے اسپر ہزار درم ہین کیونکہ اسنے میرے واسطے انکا اقرار کیا ہو یا یون بیان کیا کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال معین میرا ہی یا میرے اسپر اس قدر درم ہین تو عامہ مشائخ کے قول پر یہ دعوی صحیح نہیں ہی یہ خزانۃ المفتین مین ذخیرہ سے منقول ہی صدر الشہید نے شرح ادب القاضی مین لکھا ہو کہ اگر مدعی نے دعوی کیا کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ یہ شے میری ہی پس اسکو حکم کیا جاوے کہ میرے سپرد کرے اور یہ دعوی نہ کیا کہ یہ میری ملک ہو تو عامہ علماء کے نزدیک سماعت ہوگی اور قاضی حکم کریگا کہ مدعا علیہ مدعی کے سپرد کرے یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین میری ملک ہو اور ایسا ہی قابض نے اقرار کیا ہو یا کہا کہ میرے اسپر ہزار درم قرض ہین اور ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو تو بالاجماع دعوی صحیح ہو اور اقرار کے گواہ سنے جائینگے کذا فی الذخیرہ اور اس صورت مین اگر اُسنے انکار کیا تو کیا اُس سے اقرار پر قسم لی جا سکتی ہو یا نہین پس فتوی اس بات پر ہے کہ اقرار پر قسم نہ لی جائیگی بلکہ مال پر قسم لی جائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ اور جس طرح بسبب اقرار کے ملک کا دعوی صحیح نہین ہو اسی طرح نکاح کا دعوی بھی بسبب اقرار کے صحیح نہین ہوتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر اپنے دعوے مین بیان کیا کہ قابض نے کہا کہ یہ مال معین تیرا ہے تو اُسکی سماعت ہوگی کیونکہ یہ بیع کا

مورث سے مراد میراث چھوڑنے والا ہے ۱۲

بیع کا

دعوی ہے اور ہبہ ملک کا سبب ہوتا ہے کذا فی الذخیرہ - اگر مدعا علیہ کی طرف سے دفعیہ کا دعوی اقرار اس طرح ہو کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ حق نہیں ہے یا یہ اقرار کیا ہے کہ یہ شے مدعا علیہ کی ملک ہے اور گواہ سنائے تو ایسے دعوے اقرار کی سماعت میں اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک دفعیہ کی جہت سے دعوے اقرار صحیح ہے کذا فی الفصول العمادیہ

تیسرا باب قسم کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں -

فصل اول استحلاف و نکول کے بیان میں - استحلاف کے معنے معلوم ہونے کے واسطے قسم اور اُسکی تفسیر و رکن و شرط و حکم کا جاننا ضرور ہے - واضح ہو کہ یمین یعنے قسم عبارت ہے قدرت فوت ہونے سے و مراد قدرت سے یہان یہ ہے کہ انکار دعوی پر قسم کھانے والا اس امر کی قوت حاصل کرتا ہے کہ فی الحال مدعی کا دعوی دفع کرے اور رکن اس کا اللہ تعالی کا نام مقرون بخیر ذکر کرنا ہے اور منکر کا انکار اُسکی شرط ہے اور حکم یہ ہے کہ بعد قسم کے خصومت کا انقطاع ہو جاتا ہے اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہ ہوں تو اُسکے دعوے کی پھر سماعت نہو گی حسن ابن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص کو دعوے میں شک ہو تو چاہیے کہ اپنے خصم کو راضی کرے اور قسم کے واسطے جلدی نہ کرے اور اس سے صلح کر لے اور اگر شبہ ہو پس اگر غالب رائے میں اُسکا دعوی صحیح ہے تو اُسکو قسم لینے کی گنجایش نہیں ہے اور اگر غالبًا باطل ہے تو قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - استحلاف صحیح دعوون میں جاری ہے نہ فاسد میں یہ فصول عمادیہ میں ہے - اگر دعوی صحیح ہے تو مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر اُسنے اقرار کیا تو فبہا ورنہ اگر انکار کیا اور مدعی نے دلیل پیش کی تو مدعی کے موافق حکم کرے ورنہ مدعی کی درخواست پر اُس سے قسم لیوے یہ کنز الدقائق میں ہے اگر منکر پر قسم عائد ہو تو چاہیے قسم کھا لے اگر سچا ہے یا مال دیکر اپنی قسم کا فدیہ اُتار دے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر مدعی کے کہنے سے مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے قسم کھائی اور قاضی نے قسم نہیں دلائی ہے تو یہ تحلیف نہیں ہے کیونکہ تحلیف قاضی کا حق ہے یہ قنیہ و بحر الرائق میں ہے - امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی چار چیزوں میں قبل درخواست مدعی کے مدعا علیہ سے قسم لیگا - ایک یہ کہ شفیع نے اگر قاضی سے شفعہ کا حکم طلب کیا تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ میں نے شفعہ طلب کیا جس وقت مجھے خریداری کی خبر معلوم ہوئی اگرچہ مشتری اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی یہ قسم نہ لیگا - دوسرے یہ کہ عورت باکرہ نے بالغ ہو کر اگر نکاح سے جدائی اختیار کی اور قاضی سے تفریق کی درخواست کی تو قسم لیگا کہ تو نے بوقت بالغ ہونے کے ہی جدائی اختیار کر لی اگرچہ شوہر اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے - تیسرے یہ کہ مشتری نے اگر عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ جب سے تو نے دیکھا ہے تب سے تو عیب پر راضی نہیں ہوا اور نہ بیع کے واسطے پیش کیا چوتھے یہ کہ عورت نے اگر قاضی سے اپنے نفقہ کی درخواست کی کہ اُسکے شوہر غائب کے مال سے اُسکے واسطے نفقہ مقرر کر دے تو اُس سے قسم لیگا کہ شوہر نے اُسکو جاتے وقت اُسکو نفقہ نہیں دیا ہے اور واجب ہے کہ مسئلہ نفقہ میں اتفاقی سب کا قول ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے - اور صورت استحقاق میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون طلب خصم کے مستحق سے قسم لیگا کہ واللہ میں نے نہ اُسکو فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بدون درخواست خصم کے پھر قسم نہ لیگا یہ خلاصہ و جامع کردری میں ہے اور بالاجماع جو شخص میت پر

قرضہ کا دعوی کرے اُس سے قاضی قسم لیگا بدون درخواست وصی ووارث کے کہ واللہ مین نے مدیون میت سے اپنا قرضہ بعینہ نہین پایا اور نہ کسی نے مجھے اُسکی طرف سے ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی نے قبضہ کیا اور نہ مین نے اُسکو کل قرضہ یا کسی قدر سے بری کیا اور نہ مجھے کل قرضہ یا کسی قدر کو کسی پر اُترا دیا اور نہ میرے پاس تمام قرضہ یا کسی قدر کے عوض ... رہن ہے کذا فی الخلاصہ اور باوجود دلیل یعنے گواہون کے قسم نہ لی جائیگی مگر چند مسئلون مین ایک یہ کہ میت پر قرض کے دعوی کرنے والے نے اگر گواہ پیش کئے تو اُس سے قسم لی جائیگی اور کچھ خصوصیت قرض کے دعوے کی نہین ہے بلکہ جس حق کا ترکہ میت مین دعوی ہو اور گواہون سے اُسکو ثابت کرے تو بدون درخواست خصم کے اُس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نے اپنا حق نہین بھر پایا اور اس مین مثل حقوق اللہ تعالی کے بدون دعوے کے قسم لی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مبیع مین گواہون سے استحقاق ثابت کرنے والے سے مستحق علیہ کو قسم لینے کا اختیار ہے کہ واللہ مین نے اُسکو فروخت نہین کیا اور نہ ہبہ کیا اور نہ صدقہ کیا اور نہ یہ عین میری ملک سے خارج ہوئی ہے تیسرے یہ کہ جو شخص کسی بھاگے ہوے غلام کا گواہون سے دعوی کرے اس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ غلام میری ملک مین ابتک باقی ہے بیع کر دینے یا ہبہ کرنے کی وجہ سے خارج نہین ہوا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ اس مقدمہ کے گواہ میرے شہر مین موجود ہین اور مدعا علیہ سے قسم کی درخواست کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قسم نہ لی جائیگی ولیکن اُس سے کہا جائیگا کہ تین دن کے واسطے اپنی ذات کا کفیل دے تاکہ تو غائب نہو جاے کہ مدعی کا حق برباد ہو اور یہ واجب ہے کہ کفیل ثقہ ہو اور گھر اُسکا معروف ہو تاکہ کفیل لینے کا فائدہ حاصل ہو کذا فی الکافی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ گواہ نہین ہین یا غائب ہین یا بیمار ہین تو مدعا علیہ سے قسم لی جائیگی ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب یا بیمار ہین تو مدعا علیہ سے اُسوقت قسم لیجائیگی کہ جب قاضی اپنا کوئی شخص امین اُس محلہ مین جہان مدعی اپنے گواہون کے نام ونشان بتلاتا ہے بھیجکر دریافت کراے کہ گواہ غائب یا بیمار ہین اور بدون اسکے موافق اُس شخص کے قول کے جسکے نزدیک گواہون کے شہر مین موجود ہونیکی صورت مین استحلاف نہین جائز ہے مدعا علیہ سے قسم نہ لیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مدعا علیہ نے قسم سے انکار کیا تو بسبب اسکے انکار کے ہمارے نزدیک مدعی کے مال کی ڈگری مدعا علیہ پر کردیجاویگی اور یہ ضرور ہے کہ یہ انکار قسم مجلس قضا مین واقع ہو کذا فی الکافی اور مدعی پر قسم رد نہ کی جائیگی کذا فی الہدایہ اور قاضی کو چاہیے کہ یون کہے کہ مین تجھپر تین مرتبہ قسم پیش کرتا ہون اگر تونے قسم کھالی تو خیر ورنہ دعوے کی ڈگری تجھپر کردونگا پس اگر مکرر تین بار پیش کیا اور اُسنے انکار کیا تو ڈگری کردیگا کذا فی الکافی اور یہ تکرار خصافؒ نے زیادہ احتیاط اور دفع عذر کے مبالغہ کے واسطے ذکر کی ہے اور مذہب یہ ہے کہ اگر ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار قسم سے اُسنے مدعی کی ڈگری کردی تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اول اولی ہے کذا فی الہدایہ اور اگر تین مرتبہ اُسپر قسم پیش کی گئی اور اُسنے نہ کھائی پھر اگر اُسپر ڈگری کردی گئی پھر اُسنے کہا کہ مین قسم کھاتا ہون تو التفات نہ کیا جائیگا اور اگر ہنوز ڈگری نہ ہوئی تھی کہ اُسنے کہا کہ مین قسم کھاتا ہون تو قبول کیا جائیگا۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ حکم قضا نقد انکار قسم کے ہو اور خصافؒ کے نزدیک یہ شرط نہین ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔ اور اگر قاضی نے اُسپر ایک بار قسم پیش کی اُسنے کہا کہ مین نہین کھاتا ہون پھر جب دوبارہ پیش کی تو کہا کھاتا ہون

پھر جب اُس سے کہا کہ کہہ کہ واللہ مین نے پس اُسنے کہا کہ مین نہین کھاتا ہون پھر جب تیسری بار اُسپر قسم پیش کی تو
اُسنے انکار کیا تو اُسپر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر قاضی کے دو مرتبہ قسم پیش کرنے پر مدعا علیہ نے تین روز کی مہلت مانگی
پھر تین روز بعد آیا اور کہا کہ مین قسم نہین کھاتا ہون تو قاضی اُسپر ڈگری نہ کریگا یہانتک کہ تین مرتبہ وہ قسم سے انکار
کرے اور از سر نو تین مرتبہ قسم پیش کی جائے اور مہلت سے پہلے کا انکار معتبر نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین
ہے قسم سے انکار کبھی حقیقۃ ہوتا ہے جیسے کہا کہ مین قسم نہین کھاتا ہون اور کبھی حکماً ہوتا ہے مثلاً خاموش رہا اور اسکا
اور اول کا حکم ایک ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اسکے کان بہرے یا گونگا نہین ہے یہی صحیح ہے کذا فی الکافی۔ اگر مدعا علیہ
سے قاضی نے دعوی مدعی کا جواب طلب کیا وہ خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا اور جب قاضی نے دریافت کیا اُسنے سوائے
خاموشی کے کچھ جواب نہ دیا تو قاضی مدعی کو حکم دیگا کہ اسکا کوئی کفیل لے لے تاکہ اسکا حال دریافت کیا جاوے کہ
اسکو کوئی مرض تو نہین ہے کہ جس سے بول نہین سکتا یا نہین سنتا ہے پس اگر ثابت ہوا کہ کوئی مرض نہین ہے اور دوبارہ مجلس قاضی
مین پیش ہوا اور اُس سے جواب طلب ہوا اور اُسنے سکوت کیا تو قاضی تین مرتبہ اُسپر قسم پیش کریگا اگر خاموش رہا تو قسم
سے انکار کے سبب سے ڈگری کر دیگا اور اگر یہ بولا کہ مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار کرتا ہون تو امام اعظمؒ کے نزدیک قسم نہ لیجائیگی
بلکہ قید کیا جائیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک منکر قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ اسکی زبان مین
کوئی مرض ہے کہ بول نہین سکتا ہے مثلاً گونگا معلوم ہوا تو حکم کریگا کہ اشارہ کرے اور اُسکے اشارہ پر عمل کریگا پس اگر اُسنے
اقرار کا اشارہ کیا تو اقرار ہو گیا اور اگر انکار کا اشارہ کیا تو قسم پیش کریگا پس اگر قبول کا اشارہ کیا تو قسم ہو گئی اور اگر انکار
کا اشارہ کیا تو قسم سے باز رہا پس بسبب انکار قسم کے ڈگری کر دیگا کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے اپنی عورت پر دعوی
کیا کہ مین نے اس سے نکاح کیا ہے اُسنے انکار کیا یا عورت نے نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے انکار کیا یا طلاق و انقضائے
عدت کے بعد مرد نے دعوی کیا کہ مین نے عدت مین اس سے رجوع کیا ہے اور عورت نے انکار کیا یا عورت نے ایسا دعوی
کیا اور مرد نے انکار کیا یا مدت ایلاء کے گذر جانے کے بعد مرد نے دعوی کیا کہ مین نے مدت ایلاء مین اس سے وطی کر لی
ہے اور عورت نے انکار کیا یا عورت نے ایسا دعوی کیا اور مرد نے انکار کیا یا کسی مجہول[1] پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے یا کسی
مجہول نے اسپر یہ دعوی کیا یا اسی طرح ولاء عتاقہ یا ولاء موالاۃ مین ایسا جھگڑا پیش ہوا یا کسی شخص پر دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا یا
باپ ہے یا عورت نے اپنے مالک پر دعوی کیا کہ مجھ سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا دعوی کیا کہ مجھ سے اسکے ایک اولاد ہوئی تھی وہ کھو گئی
اور مین اسکی ام ولد ہون پس ان ساتون مسئلون مین امام اعظمؒ کے نزدیک منکر سے قسم نہ لی جائیگی اور صاحبینؒ کے
نزدیک لیجائیگی اور قسم سے انکار پر ڈگری کر دی جائیگی کذا فی النہایہ۔ اسی طرح اگر دعوی نکاح پر راضی ہونے یا نکاح کے
حکم مین ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک قسم منکر پر عائد ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مالک نے ام ولد بنانے کا دعوی کیا ہے تو
اُسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور باندی کا انکار بالاتفاق التفات نہ ہوگا پس ان مسائل مین طرفین سے دعوی متصور ہے مگر ام ولد
بنانے مین ایسا نہین ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ قاضی فخر الدین نے جامع صغیر مین فرمایا کہ صاحبینؒ کے قول پر فتوی ہے اور
بعض نے کہا کہ قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ کے حال کو دیکھے اگر اسکی طرف سے تعنت ظاہر ہو تو صاحبینؒ کا قول اختیار کر کے
اُس سے قسم لے اور اگر مظلوم نظر آوے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق قسم نہ لیوے کذا فی [illegible] مین لکھا ہے کہ اگر عورت نے اپنے
شوہر کو قاضی کے پاس [illegible] اور اُسنے نکاح سے انکار کیا تو قاضی اُس سے [illegible] قسم کھا گیا تو قاضی کہیگا کہ مین نے تم دونون [illegible]

[1] وہ کہ جسکے حال سے لوگ واقف نہ ہون کہ کون ہے مملوک یا آزاد ۱۲

میں ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے خلف ابن ایوب نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے اور حسن نے کہا کہ قاضی یوں کہے کہ اگر یہ تیری عورت ہے تو اسکو طلاق ہے پس شوہر ... یہ سراج الوہاج میں ہے ... امام ... کے قول کے موافق جب نکاح میں استحلاف جاری نہیں ہوتا ہے اور عورت نے نکاح کا دعوی کیا اور قاضی سے کہا کہ میں نکاح نہیں کر سکتی ہوں کیونکہ یہ میرا شوہر موجود ہے اور نکاح سے انکار کرتا ہے میں اسکو ... طلاق دیدے تاکہ میں کسی سے نکاح کروں اور شوہر نے کہا کہ میں طلاق نہیں دے سکتا ہوں کیونکہ طلاق دینے سے ... نکاح ... پایا ہے تو ایسی صورت میں قاضی کو کیا کرنا چاہیئے تو شمس الائمہ علی بزدوی نے فرمایا کہ شوہر سے کہے تو اس عورت سے کہہ کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے طلاق ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دعوی شوہر کی طرف سے ہو اور اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسکی بہن سے نکاح کروں یا اسکے سوائے چار عورتوں سے نکاح کروں تو قاضی اسکو یہ اختیار نہ دیگا کیونکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ میری عورت ہے پس حکم دیگا کہ اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو اسکو طلاق دیدے پھر تجھے اختیار ہے کذا فی البدائع اور مجرد نسب میں صاحبین کے نزدیک اسوقت استحلاف ہو سکتا ہے کہ نسب اسکے اقرار سے ثابت ہو سکتا ہو یہ ایسا ہے کہ مرد کا اقرار پانچ میں صحیح ہے والدین و ولد و زوجہ اور مالک کیونکہ اس نے ایسی شی کا اقرار کیا جو اسکو لازم ہے اور ما سوائے انکے اقرار صحیح نہیں ہے اور عورت کا اقرار چار میں صحیح ہے والدین اور شوہر اور مولی کا اور ولد کا اقرار اسکا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمیں غیر پر نسب کا بار ڈالنا ہے ولیکن اگر شوہر نے اسکے اقرار کی تصدیق کی یا ولادت ولد کی شہادت گذری تو صحیح ہے یہ غایۃ البیان میں ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعی نے ان اشیاء کے دعوے کے ساتھ مال کا دعوی نہیں کیا اور اگر مال کا دعوی ہو مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ اس شخص نے مجھے اسی قدر مہر پر نکاح میں لیا اور قبل وطی کے طلاق دی اور نصف مہر کا دعوی کیا یا طلاق کا دعوی نہ کیا بلکہ نفقہ کا دعوی کیا تو بلا خلاف قاضی شوہر سے وقت انکار کے قسم لیگا یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ میں باپ کی طرف سے مدعا علیہ کا بھائی ہوں اور ہمارا باپ مر گیا اور جو مال چھوڑا وہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے یا مجوریت کا دعوی کیا مثلاً کہا کہ یہ نابالغ جسکو لقطہ کے طور پر لایا ہے میرا بھائی ہے مجھے اسپر مجور کرنیکا اختیار ہے اصل ہی ... قابض نے انکار کیا یا مدعی نے کہا اور وہ اپاہج ہے کہ میں مدعا علیہ کا بھائی ہوں میرے واسطے اسپر نفقہ مقرر کر دے یا اور مدعا علیہ نے بھائی ہونے سے انکار کیا یا واہب نے ہبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا پس موہوب لہ نے کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں تو مدعا علیہ سے وقت انکار کے دعوے نسب پر قسم لیجائیگی اور یہ بالاجماع ہے ولیکن اگر قسم سے باز رہا تو سوائے نسب کے مال یا حق اسکا ثابت ہو جائیگا یہ کافی میں ہے سرقہ کے سوائے باقی حدود پر قسم نہ لیجانے پر اجماع ہے ولیکن چوری کا دعوی اگر کسی پر کیا اور اس نے انکار کیا تو قسم لیجائیگی پس اگر قسم سے باز رہا تو ہاتھ نہ کاٹا جائیگا مگر مال کا ضامن ہوگا اسی طرح لعان میں بھی بالاجماع قسم نہ لی جاوے گی کیونکہ لعان حد کے معنی میں ہے پس اگر عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعوی کیا کہ اس نے مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اور قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم نہ لیگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ حدود میں بالاجماع استحلاف نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ کسی حق کو متضمن ہو تو حد و قسم لی جائیگی مثلاً اپنے غلام سے کہا اگر میں نے زنا کیا ہو تو تو آزاد ہے پھر غلام نے دعوی کیا کہ اس شخص نے زنا کیا ہے اور گواہ موجود نہیں ہیں تو مالک سے قسم لی جائیگی پس اگر قسم سے باز رہا تو عتق ثابت ہو جائیگا زنا ثابت نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ پھر جب معلوم ہوا کہ موافق مذہب مختار کے اس غلام ... قسم لیجاوے تو سبب پر قسم لی جائیگی کذا ...

یمین نے جب سے اپنے زنا پر غلام آزاد ہو جانے کی قسم کھائی ہو اُسکے بعد سے زنا نہیں کیا ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے یا منافق اے زندیق اے کافر کہا یا اسنے مجھے مارا یا تھپڑ مارا یا ایسے ہی امور کا دعوی کیا جن میں تعزیر واجب ہوتی ہے اور قسم کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو کچھ نہیں ورنہ اگر قسم سے باز رہا تو اسپر تعزیر ہوگی اور اسمیں تحلیف حاصل پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا اور اُسنے انکار کیا تو بالاجماع اُس سے قسم لیجائیگی یہ ہدایہ میں ہے پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر نفس کے دعوے سے ماسوائے میں قسم سے باز رہا تو قصاص لازم ہوگا اور اگر نفس کے دعوے میں قسم سے باز رہا تو قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھاوے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں ارش واجب ہوگا کذا فی الہدایہ

دوسری فصل کیفیت یمین اور استحلاف کے بیان میں۔ جس شخص پر قسم عائد ہو قاضی اُس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لیگا اور غیر اللہ تعالیٰ کی قسم نہ لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی نے درخواست کی کہ اس سے قسم لیجاوے کہ یہی جورو کی طلاق یا باندی و غلام کے آزاد ہو جانے کی قسم کھاوے یعنی اگر ایسا ہو جیسا مدعی کہتا ہے تو اسکی جورو کو طلاق ہے تو موافق ظاہر الروایت کے قاضی اسکا منظور نہ کریگا کیونکہ طلاق و عتاق وغیرہ کے مانند کی قسم کھانا حرام ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم میں تغلیظ کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے اوصاف بڑھاوے کہ قسم ہے اُس اللہ پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ظاہر و پوشیدہ سے واقف ہے وہی رحمن و رحیم ہے اور پوشیدہ کو اس طرح جانتا ہے جس طرح علانیہ کو جانتا ہے کہ مجھپر یا میری طرف یہ مال فلاں شخص کا جسکا وہ دعوی کرتا ہے نہیں اس قدر یہ نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے۔ اور اسکو اختیار ہے کہ تغلیظ میں اسپر زیادہ کردے یا کم کردے اور اگر احتیاط کرے تو لفظ یا واو کو ذکر نہ کرے تاکہ مکرر قسم اُسپر نہ ہو جاوے اور اگر چاہے تو قاضی تغلیظ نہ کرے صرف واللہ یا باللہ کہلاوے کذا فی الکافی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اگر مدعا علیہ کی صورت سے نیکوں اور صالحین کے آثار پاوے اور اپنے نزدیک اُسکو متہم نہ ٹھہراوے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کافی ہے اور اگر اسکے برخلاف ہو تو تغلیظ کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مال کو دیکھے اگر مال کثیر ہے تو تغلیظ کرے ورنہ فقط اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دلاوے پھر مال عظیم کی تعداد بعضوں نے یہ بیان کی کہ بقدر نصاب زکوٰۃ کے ہو اور بعضوں نے بقدر نصاب سرقہ کے مال کثیر کہا ہے۔ اگر یہودی پر تغلیظ منظور ہو تو یوں قسم دلاوے کہ قسم ہے اُس اللہ تعالیٰ کی جسنے موسیٰ پر توراۃ نازل فرمائی اور اگر نصرانی پر تغلیظ ہو تو یوں قسم دلاوے کہ قسم اُس اللہ پاک کی کہ جسنے عیسیٰ پر انجیل نازل فرمائی ہے کذا فی المحیط۔ اور کسی خاص مصحف کی طرف اشارہ کرکے قسم نہ دلاوے بعضے یوں قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جسنے یہ انجیل یا یہ توراۃ نازل فرمائی ہے کیونکہ جب دونوں میں سے کسی قدر کی تحریف ثابت ہوئی تو اس سے مامون نہیں کہ اشارہ محرف کی طرف واقع ہو پس اسکی قسم دلانا تغلیظ کے معنی تو تغلیظ ایسی چیز کے ساتھ ہوگی جو اللہ تعالیٰ عزوجل کا کلام نہیں ہے کذا فی البدائع۔ اور مجوسی کو اگر تغلیظ کے ساتھ قسم دینا چاہے تو یوں دلاوے کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جسنے آگ کو پیدا کیا ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے کذا فی الہدایہ یہ مختار الدقائق اور ظاہر الروایت میں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے اسکے خلاف منقول نہیں ہے لیکن اور

میں امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ قسم خالص اللہ تعالیٰ کے سوائے نہ لی جاوے اسی طرح بعض مشائخ نے فرمایا کہ قسم کے وقت آگ کا ذکر نہ کرنا چاہیے یہ مبسوط میں ہے اور سوائے مجوسیوں کے اور مشرکین سے صرف اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائیگی اور یوں نہ قسم لی جائیگی کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جسنے وثن اور صنم کو پیدا کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشرکین سے اُنکے عبادت خانوں کی قسم نہیں لی جائیگی کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور مسلمان پر تغلیظ قسم زمانی یا مکانی کے ساتھ واجب نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ گونگے کا قسم دلانا اس طور سے ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھپر اللہ تعالیٰ کا عہد ہے اگر اس شخص کا تجھپر یہ حق ہو اور گونگا اپنا سر ہلاوے یعنے ہان۔ اور یوں قسم نہ لے کہ واللہ تجھپر اس شخص کے ہزار درم نہیں ہیں اور وہ سر ہلاوے کہ ہان یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدعی گونگا ہے اور اُسکے اشارے سمجھ میں آتے ہیں اور معروف ہیں اور اُسکا خصم صحیح سالم ہے تو قاضی گونگے کی درخواست سے اُس سے قسم لیگا کہ قسم اللہ پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ ہونٹکے صحیح سالم ہونے کی صورت میں تھا اور اگر مدعا علیہ گونگے ہونے کے باوجود بہرا بھی ہو اور قاضی اُسکو بہرا جانتا ہو تو لکھکر اُس سے جواب طلب کریگا کہ تحریری جواب دے اور اگر وہ لکھنا نہیں جانتا ہے اور اُسکے اشارے سمجھے جاتے ہیں اور وہ معروف ہیں تو اُسکو اشارے سے بتلانے کا حکم دیگا اور مثل گونگے کے اُسکے ساتھ برتاؤ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر قرض کا دعوی کیا اور کوئی سبب اسکا بیان نہ کیا تو حاصل پر قسم لیگا کہ واللہ اس شخص کا مجھپر یا میری طرف یہ مال جسکا دعوی کرتا ہے اور وہ اس قدر ہے نہیں ہے اور نہ اسمیں سے کچھ ہے اسی طرح اگر کسی ملک یا حق کا مال عین حاضر میں دعوی کیا اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو بھی یون قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ مال عین فلان بن فلان کا نہیں ہے اور نہ اسمیں سے کچھ ہے۔ احتیاطاً جزو و کل کو جمع کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی قدر درم یا دینار کا بسبب قرض یا خرید کے دعوی کیا یا کسی ملک کا بسبب بیع یا ہبہ کے دعوی کیا یا غصب یا عاریت کا دعوی کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ حاصل دعوی پر قسم لی جاوے اور سبب پر قسم نہ لی جاوے یعنے یون قسم نہ دلائی جاوے کہ واللہ میں نے اُس سے یہ مال قرض نہیں لیا یا یہ کل مال معین میں نے غصب نہیں کیا یا میرے پاس ودیعت نہیں رکھا یا میں نے نہیں خریدا ہے یا میں نے یہ مال معین اسکے ہاتھ نہیں بیچا ہے خواہ مدعا علیہ کچھ عرض کرے یا نہ کرے ولیکن ماسوائے ودیعت کے یون قسم لی جاوے کہ واللہ مجھپر یا میری طرف یہ مال کہ جسکا دعوی کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اسمیں سے کچھ ہے اور ودیعت میں یون قسم دلائی جاوے کہ واللہ میرے ہاتھ میں یہ ودیعت کہ جسکا دعوی کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اسمیں سے کچھ ہے اور نہ میری طرف سے اسمیں کوئی حق ہے اسواسطے کہ مدعی نے اگر ودیعت تلف کردی یا کسی چور کو اسکا پتہ بتلایا تو مدعا علیہ کے ہاتھ میں نہ ہوگی ولیکن اسکا ضامن ہوگا اسلیے یون ہی قسم لی جاوے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے پھر واضح ہو کہ حاصل دعوی پر قسم دلایا جانا بھی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اصل ہے جبکہ ایسے سبب سے ہو کہ رفع واقع سے مرتفع ہوئی ہو اور اگر اسمیں مدعی کے حق پر لحاظ جاتا رہتا ہو تو بالاجماع سبب پر قسم لی جائیگی مثلاً کسی عورت مطلقہ نے جسکو طلاق بتہ دی گئی ہے نفقہ کا دعوی کیا اور شوہر کے مذہب میں یہ ہے کہ نفقہ نہیں ملنا چاہیے یا جوار کے سبب سے شفعہ کا دعوی کیا اور مشتری کے نزدیک شفعہ جوار نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ مثلاً وہ شافعی مذہب ہے تو اس صورت میں حکم مذکور جاری رہیگا کذا فی الکافی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر مدعی نے مال کا مطالبہ

دعوی کیا تو مال پر قسم لی جائیگی اور اگر سبب ذکر کرکے دعوی کیا تو مال پر اس سبب کے ساتھ قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نے اس سے یہ مال مثلاً قرض نہین لیا ہی مگر اس صورت مین ایسا نہوگا کہ جب قاضی سے مدعا علیہ عرض کرے کہ مجھے اس طرح قسم نہ دلائی جاوے کیونکہ آدمی مال اکثر قرض لیتا ہے ولیکن دعوے کے وقت اسپر یہ مال نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ ادا کر دیتا ہی یا بری ہو جاتا ہی تو اس صورت مین قاضی حاصل دعوے پر قسم لیگا اور اسی کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا جواب دیکھنا چاہیے اگر اُسنے کہا کہ مین نے اس سے کچھ قرض نہین لیا اور نہ غصب کیا ہی تو سبب پر قسم لی جاویگی اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مجھپر یہ مال جسکا دعوی کرتا ہی نہین ہی تو حاصل پر قسم لی جاویگی کہ واللہ مجھپر یا میری طرف یہ مال جسکا یہ دعوی کرتا ہے نہین ہی اور نہ اس مین سے کچھ ہی شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول میرے نزدیک بہت عمدہ ہی اور اسی کو اکثر قاضیون نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر سبب ایسا ہو کہ دفع رافع سے مرتفع نہو تو بالاجماع سبب پر قسم لی جاویگی مثلاً غلام مسلمان نے اگر اپنے مالک پر دعوی کیا کہ اسنے آزاد کیا ہی کیونکہ اُسپر دوبارہ رقیت مکرر نہین ہوتی ہے بخلاف باندی یا کافر غلام کے کیونکہ باندی پر مرتد ہو کر دار الحرب مین جاملنے سے دوبارہ رقیت آسکتی ہے ایسا ہی کافر پر عہد توڑ کر دوبارہ دار الحرب سے پکڑے جانے سے رقیت آجائیگی کذا فی الہدایہ۔ مشتری نے اگر خرید کا دعوی کیا پس اگر ثمن ادا کر دینے کا ذکر کرتا ہی تو مدعا علیہ سے یون قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ غلام یا گھر آپ مین سے مدعی کی ملک اس سبب سے نہین ہی جس سبب سے دعوی کرتا ہی اور یون قسم نہ دلائی جاویگی کہ واللہ مین نے فروخت نہین کیا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واللہ میرے اور اسکے درمیان جس مین دعوی کرتا ہی اسوقت بیع قائم نہین ہی یا یون کہے کہ واللہ یہ گھر بعوض اُس ثمن کے کہ جسکا دعوی کرتا ہے اسوقت خرید مین نہین ہی یا واللہ یہ بیع کہ جسکا مجھپر اس گھر کے بارہ مین دعوی کرتا ہی بعوض اُس ثمن کے اسوقت قائم نہین ہے جیسا کہ اسنے دعوی کیا ہی اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واللہ مجھپر اس زمین کا سپرد کرنا بسبب اس بیع کے جسکا دعوی کرتا ہی نہین واجب ہی خواہ مدعا علیہ قاضی سے کچھ عرض کرے یا نہ کرے کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ اور اگر مدعا علیہ نے دام ادا کر دینا ذکر نہ کیا تو قاضی اس سے کہیگا کہ دام حاضر کر پھر جب مدعی دام لایا تو قاضی قسم دلاویگا کہ واللہ مجھپر ان دامون کا لینا اور اس مبیع کا دینا جس وجہ سے مدعی دعوی کرتا ہی واجب نہین ہی۔ اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واللہ میرے اور اسکے درمیان بیع جاری اسوقت قائم نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر بائع نے بیع کا دعوی کیا اور مشتری نے انکار کیا پس اگر اسنے یہ دعوی کیا کہ مین نے مبیع سپرد کر دی اور دام نہین وصول پائے ہین تو مشتری سے قسم لی جائیگی کہ واللہ میری طرف نہ یہ دار ہی اور نہ اسکے دام ہین اور اگر اسنے یہ دعوی کیا کہ اُسنے مبیع نہین دی اور نہ دام پائے ہین تو یون قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ دار میرا نہین ہی اور نہ یہ دام جو اُسنے بیان کیے ہین مجھپر واجب ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مال مبیع و ثمن دونون پر قسم لی جائیگی جیسا دعوے خرید مین ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور نکاح مین یون قسم لی جاویگی کہ ہم دونون مین فی الحال نکاح نہین ہی کذا فی الہدایہ۔ اگر عورت نے نکاح و مہر کا دعوی کیا تو مدعا علیہ سے ظاہر الروایت مین مروی ہی کہ حاصل دعوی پر قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ عورت میری جورو نہین ہی جس نکاح سے کہ دعوی کرتی ہی اور نہ مجھپر یہ مہر کہ جسکا دعوی کرتی ہے واجب ہی اور نہ مہر اسی قدر ہی اور نہ اس مین سے کچھ مجھپر واجب ہی اور اگر مدعی اس امر کا مدعی ہو تو عورت سے قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ [illegible]

یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر ایک طلاق رجعی دینے کا دعویٰ کیا تو قسم لی جائیگی کہ واللہ
اس عورت پر میری طرف سے اس ساعت طلاق واقع نہیں ہے اور اگر بائن طلاق کا دعویٰ کیا تو قسم لی جائیگی کہ واللہ
اس ساعت یہ عورت میری طرف سے ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ علی حسب دعویٰ بائن نہیں ہے یا واللہ
میں نے ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ اس نکاح میں بائن نہیں کیا ہے اور یوں قسم نہ لی جائیگی کہ واللہ میں نے
اسکو تین طلاق مطلقًا نہیں دی ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ایسا دعویٰ نہ کیا و لیکن ایک
شخص عادل نے یا فاسقوں کی ایک جماعت نے قاضی کے سامنے اس طرح گواہی دی تو قاضی احتیاط کر کے
قسم لیگا کیونکہ حرمت فرج حق شرع ہے پس قاضی پر ایسی صورت میں احتیاط لازم ہے یہ محیط میں ہے۔ عورت نے دعویٰ کیا
کہ میں نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی تھی پس اسنے مجھ سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے پس میں نے
اپنے نفس کو اختیار کیا یعنے طلاق لے لی اور میں اسپر حرام ہوگئی پس شوہر نے اپنے حکم دینے اور اسکے اختیار کرنے
دونوں سے انکار کیا یعنے میں نے نہیں کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے اور نہ اسنے اختیار کیا ہے تو قاضی بلا خلاف
حاصل دعویٰ پر قسم نہ لیگا بلکہ سبب پر قسم لیگا اور مرد کے واسطے احتیاط کریگا اور قسم لیا جائیگا کہ واللہ میں نے
اسکا کام اسکے اختیار میں نہیں دیا بعد اسکی درخواست طلاق کے جب سے کہ آخر تزویج اسکے ساتھ کی ہے اور
نہ میں جانتا ہوں کہ اس تفویض کے ساتھ اسنے مجلس تفویض میں اپنے نفس کو اختیار کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے
اور اگر اقرار کیا کہ میں نے کہا تھا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے اور انکار کیا کہ اسنے نفس کو اختیار نہیں کیا ہے
تو شوہر سے قسم لی جائیگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسنے اپنے نفس کو اس مجلس میں جس میں اختیار دینے کا
دعویٰ کرتی ہے اختیار کیا ہے اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے نفس کو اختیار کیا و لیکن میں نے اسکا امر اسکے ہاتھ میں
نہیں دیا تھا تو قسم لی جائیگی کہ واللہ میں نے اپنی اس عورت کا کام اسکے قبضہ میں قبل اسکے کہ جس مجلس میں اپنے
نفس کو اختیار کیا ہے نہیں دیا تھا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے میرے
ساتھ ایلاء کیا اور ایلاء کی مدت گذر گئی پس ہم دونوں میں جدائی واقع ہوگئی اور قاضی سے درخواست کی اس سے
قسم لیجاوے اور قاضی نے نگاہ کیا کہ اسکا مذہب یہ ہے کہ ایلاء بعد چار مہینے کے موقوف ہوتا ہے پس شخص قسم کھائیگا کہ
عورت مجھ سے بائن نہیں ہے اور نہیں جانتا ہوں تو قاضی اس سے سبب پر قسم لیگا کہ واللہ میں نے اس سے یعنی بائن طلاق کا نہیں کہا تھا کہ
واللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا اسنے دونوں بنابر مخالف عورت کئے ہیں اگر اسنے قسم سے نکول کیا تو عورت کے سوال پر لحاظ
کر کے اسکو ایک طلاق کے ساتھ بائن قرار دیگا اگرچہ اسمیں شوہر کے واسطے ضرر کا احتمال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے
اگر شوہر نے ایلاء کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ میں نے مدت کے اندر اس سے قربت کر لی ہے اور عورت نے اس سے انکار کیا
تو قسم لیکر عورت کا قول لیا جائیگا اور حاصل دعویٰ پر قسم لی جائیگی کہ واللہ آج کے روز میں اسکی جورو نہیں ہوں بسبب
اسکے کہ جو دعویٰ کیا ہے اور یہ قسم نہ لیجاویگی کہ واللہ اس مرد نے چار مہینے گذرنے سے پہلے مجھ سے قربت نہیں کی ہے اور
کتاب الاختلاف میں ہے کہ بشر نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ یوں قسم لیجاویگی کہ واللہ چار مہینے
گذرنے سے پہلے اس مرد نے مجھ سے قربت نہیں کی اور [illegible] میں زیادہ کہا تھا [illegible]
[illegible]

کے عوض مہر سے خلع کرایا اور شوہر نے انکار کیا تو اسکا قول لیا جائیگا اور ظاہر الروایت کے موافق حاصل دعوے پر قسم لی جائیگی اور امام ابو یوسف کے قول پر سبب پر قسم لی جائیگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے قسم کھائی تھی کہ اگر اس دار میں داخل ہو تو اس میری عورت پر تین طلاق ہیں اور بعد اس قسم کھانے کے یہ شخص اس دار میں داخل ہوا پس اگر شوہر نے قسم اور دار میں داخل ہونے کا اقرار کیا تو طلاق کا اقرار کیا اور اگر دونوں باتوں سے انکار کیا تو موافق ظاہر الروایت کے حاصل دعویٰ پر قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ عورت مجھ سے تین طلاق کے ساتھ بائنہ نہیں ہے جیسا کہ یہ دعویٰ کرتی ہے اور اگر قسم کا اقرار کیا مگر بعد قسم کے دار میں جانے سے انکار کیا تو یوں قسم لی جائیگی کہ واللہ اسکی طلاق کی قسم کھانے کے بعد میں اس دار میں نہیں گیا اور اگر اس زمانے میں ایک کا ہو جانیکا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو یوں قسم لی جائیگی کہ واللہ اس دار میں داخل ہونے سے پہلے میں نے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں تو میری عورت کو تین طلاق ہیں یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ اور ایسا ہی عتاق کی صورت میں ہے کہ اگر غلام یا باندی نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ اسنے قسم کھائی تھی کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں تو یہ آزاد ہے اور پھر یہ شخص داخل ہوا تو اسی طرح قسم لی جائیگی اور اگر مالک یا شوہر نے ان قسموں میں قاضی سے کچھ عرض کیا تو یوں قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ عورت میری طرف سے تین طلاق کی بائن بسبب اس قسم کے جسکا دعویٰ کرتی ہے نہیں ہے ورنہ یہ باندی بسبب اس قسم کے جسکا دعویٰ کرتی ہے حرہ ہے پس اگر اس طرح قسم کھائی تو اسکی مراد حاصل ہے یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے پاس اس قدر مال ودیعت رکھا ہے اسنے کہا کہ تو نے فلاں شخص کے ساتھ رکھا ہے پس سب میں تجھے ضرور ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائیگی کہ واللہ سب تجھے واپس کرنا مجھے واجب نہیں ہے پس اگر اسنے قسم کھالی تو خصومت دفع ہوئی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک باندی غصب کر لی اور اسکو غائب کر دیا پس مالک نے گواہ سنائے کہ اسنے میری باندی غصب کر لی ہے تو مدعا علیہ قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اسکو لاکر مالک کو دیدے اور بسبب ضرورت کے یہ دعویٰ صحیح ہے باوجود جہالت کے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ اس شخص کی باندی مجھ پر واجب نہیں اور نہ اسکی قیمت یعنی اسقدر درم اور نہ اس سے کم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اجارہ اور مزارعت و معاملت میں یوں قسم لی جائیگی کہ واللہ میرے اور اسکے درمیان اس گھر کا اجارہ یا اس زمین کی مزارعت اسوقت سے اور جسوقت تک کا مدعی دعویٰ کرتا ہے بعوض اسقدر اجرت کے جو مدعی نے بیان کی لازم قائم نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی نے گھر کے کرایہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی یوں قسم لیگا کہ واللہ میری طرف اسکا یہ کرایہ جو اس گھر کے کرایہ کا وقت کرایہ دینے سے ہے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور مشایخ نے فرمایا کہ اگر قاضی چاہے تو یوں قسم لے کہ واللہ میری طرف اسکا کرایہ جو بیان کیا اس جہت سے جو دعویٰ میں بیان کیا نہیں چاہیے یا جس وجہ سے دعویٰ کیا ہے نہیں چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اگر مال یا عروض کی کفالت کا دعویٰ کیا تو حاصل دعویٰ پر قسم لی جائیگی ولیکن اسوقت قسم لی جائیگی کہ جب کفالت صحیحہ کا دعویٰ کرے خواہ منجز ہو یا کسی شرط متعارف پر معلق ہو اور بیان کرے کہ کفالت اسکے حکم سے تھی یا نہیں کفالت ہوئی اسی کفالت سے اسنے اجازت دی تھی اور بدون اسکے کفالت کا صحیح دعویٰ نہ ہوگا پھر تعلیق اسپر مترتب نہ ہوگی اور قسم یوں لی جائیگی کہ واللہ میری طرف اسقدر درم بسبب اس کفالت کے جسکا یہ دعویٰ کرتا ہے نہیں ہیں اور اس کفالت کا ذکر اسواسطے ہے کہ دوسری کفالت کو شامل نہ ہو جاوے اسیطرح اگر کفالت کسی عروض کی ہو تو

قسم لی جائیگی کہ واللہ میری طرف یہ کپڑا بسبب اس کفالت کے نہیں ہے اور کفالت نفس مین یون قسم لی جاوے کہ واللہ میری طرف یہ واجب نہیں ہی کہ بسبب اس کفالت کے جسکا یہ دعوی کرتا ہے فلان شخص کے نفس کو اسکے سپرد کرون یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرے گھر کے پہلو مین ایک گھر خریدا ہے اور مین اپنے گھر کی وجہ سے اسکا شفیع ہون اور قسم طلب کی تو قاضی سبب پر قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ دار کہ جسکو یہ شخص بیان کرتا ہے اور اسکے یہ حدود ہین نہین خریدا ہے اور نہ اسمین سے کچھ خریدا ہے - اور اگر مدعا علیہ نے خریدنے اور مدعی کے جوار ہونے کا اقرار کیا و لیکن اسنے کہا کہ مدعی کو جب خرید کا حال معلوم ہوا تو اسنے شفعہ نہین طلب کیا اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے طلب کیا تو قسم سے شفیع کا قول لیا جائیگا اور بدرخواست مدعا علیہ شفیع سے یون قسم لیجائیگی کہ واللہ جب مجھے اس دار کے فروخت کی خبر پہونچی تو مین نے شفعہ طلب کیا اور کسی بائع یا مشتری یا دار کے حضور مین طلب شفعہ کے گواہ کر لیے ایسا ہی کتاب الاستحلاف مین مذکور ہی و لیکن اسوقت ٹھیک ہو سکتا ہی کہ مدعی نے دعوی کیا ہو کہ مجھے اس دار کے فروخت کی خبر ایسے وقت پہونچی کہ مین آدمیون کے مجمع مین تھا اور اگر اسوقت کوئی اسکے پاس نہ تھا اور اسکو بیع کی خبر پہونچی تو فی الحال گواہ نہ کر لینے سے اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اس سے یون قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نے جسوقت بیع کی خبر پائی اسوقت اپنا شفعہ طلب کیا اور بوقت امکان گواہون کی تلاش مین نکلا اور کسی بائع یا مشتری یا دار کے حضور مین شفعہ طلب کر کے گواہ کر لیے اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ مجھے رات مین بیع کی خبر پہونچی اور صبح مین نے شفعہ طلب کیا اور گواہ کر لیے تو قاضی یون قسم لیگا کہ واللہ مجھے سوائے اسوقت کے جسکا مین دعوے کرتا ہون بیع کی خبر نہین پہونچی اور صبح کے وقت مین نے شفعہ طلب کر کے گواہ کر لیے یہ محیط مین لکھا ہی - جو عورت بخیار بلوغ مختار ہو اسکا حکم اپنے نفس کے اختیار کرنے مین یعنے اپنے آپ کو طلاق دیدینے مین مثل شفیع کے ہی طلب شفعہ مین اور اسکا استحلاف بھی مثل استحلاف شفیع کے ہی پس اگر اسنے قاضی سے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا ابھی مجھے بلوغ ہوا یا کہا کہ ابھی مین بالغ ہوئی مین نے فی الوقت اختیار کی تو قسم سے اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر یون کہا کہ مین کل بالغ ہوئی اور مین نے فی الوقت طلب کی تو بدون گواہون کے اسکا قول مقبول نہوگا اور اگر شفیع نے ایسا کہا کہ مین کل کے روز بیع پر واقف ہوا اور شفعہ طلب کیا تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری چاندی کی ابریق یعنے چھاگل جسکو فارسی مین آبریز کہتے ہین توڑ ڈالی اور ابریق کو حاضر کیا یا یون دعوی کیا کہ اسنے میرے کھانے مین یا اناج مین پانی ملا کر اسکو برباد کر دیا ہی پس اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا تو ابریق یا اناج کے مالک کو اختیار ہی چاہے ابریق و اناج کو اپنے پاس رکھے اور اسکو کچھ نہین ملیگا یا مدعا علیہ کو دیدے اور ابریق کی قیمت مین اسکی جنس کے خلاف لے لے اور اناج میں اسکے مثل لے لے اور نقصان کی ضمان نہین لے سکتا ہی اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی قیمت ابریق و مثل طعام پر اس سے قسم لیگا یعنے واللہ مجھ پر قیمت ابریق یا مثل طعام واجب نہین ہی علی الوجہ الاتم اور اگر مدعی نے قاضی کو آگاہ کر دیا کہ اسکا مذہب یہ ہی کہ ایسی صورت مین ضمان قیمت واجب نہین ہوتی ہی بلکہ ضمان نقصان واجب ہوتی ہی تو قاضی اس سے سبب پر قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ فعل جسکا مدعی دعوی کرتا ہی نہین کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرا کپڑا پھاڑ ڈالا ہے اور کپڑے کو مع اس شخص کے حاضر کر کے قسم طلب کی تو قاضی سبب پر قسم نہ لیگا کہ واللہ مین نے یہ کپڑا نہین پھاڑا ہے بلکہ حاصل پر قسم لیگا کیونکہ اگر اس قسم کا شگاف ہے کہ جس سے نقصان دینا پڑے اور مدعی کو خیار حاصل

نہو تو اُس کپڑے کو ثابت اندازہ کرادے اور اس خرق کے ساتھ اندازہ کرادے پس جس قدر نقصان ہو وہ دلا دے مگر اُسوقت دلا دیگا کہ اُس سے قسم لے کہ واللہ اس شخص کے مجھپر اتنے درم نہیں چاہیے ہیں پس اگر قسم کھالی تو چھوٹ گیا ورنہ یہ نقصان ادا کرے اور بعض خرق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مدعی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے کپڑا لے لے اور اسکا نقصان لے لے یا اُس کپڑے کو مدعا علیہ کے حوالے کرے اور اُسکی پوری قیمت لے لے اور یہ خرق وہ ہے کہ جو بہت ہو اور تھوڑے خرق میں نقصان لے سکتا ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ کپڑا حاضر ہو اور اگر کپڑے کو نہ لایا اور دعوی کیا کہ اس مدعا علیہ نے میرا کپڑا پھاڑ ڈالا ہے تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ اس خرق سے تیرا کس قدر نقصان ہوا ہے اُسکو بیان کرتا کہ مدعی علیہ سے اتنے کی قسم لیجاوے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ خرق تھوڑا سا ہو کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خرق زیادہ ہو کہ جس سے تمام کپڑے کی قیمت واجب ہوتی ہے تو سبب پر قسم لیگا کہ واللہ میں نے یہ فعل خرق جس طرح مدعی دعوے کرتا ہے نہیں کیا ہے اسمیں مدعی کے حق کا لحاظ ہے اگرچہ مدعا علیہ کے حق میں ضرر متصور ہو کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف للصدر الشہید۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ اسنے میری دیوار ڈھا دی یا توڑ ڈالی ہے اور مقدار دیوار اور موقع شکست اور نقصان کو بیان کر دیا اور قاضی سے نقصان کی درخواست کی تو قاضی اُس شخص سے حاصل دعوے پر قسم لیگا کہ واللہ مجھپر اس مدعی کے اسقدر درام یا کچھ اسمیں سے نہیں واجب ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور ایسا ہی خصاف نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا کہ سبب پر قسم لینی چاہیے حاصل دعوی پر نہ لینی چاہیے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری بکری یا گائے کی ... ڈالی یا میرے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور وہ سوائے اسکے اور کسی وجہ سے مرگیا یا میرے چوپایہ کی آنکھ پھوڑ دی یا میرے ... مال میں نقصان کر دیا اور یہ چیز حاضر نہیں ہے تو قاضی دریافت کریگا کہ اسکا نقصان کس قدر ہے پس اُسی پر قسم لیگا اور سبب پر قسم نہ لیگا کیونکہ سبب پر قسم لینے سے مدعا علیہ کا ضرر ہے اور حاصل دعوی پر قسم لینے سے مدعی کا نقصان نہیں ہے کذا فی شرح ادب القاضی۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری دیوار پر اپنی بلی رکھ لی یا میری چھت پر پانی بہایا یا میرے گھر میں پرنالہ جاری کیا یا میری چہار دیواری میں دروازہ نکالا ہے یا میری دیوار پر عمارت بنائی ہے یا میری زمین میں مٹی یا پانو ڈلوائی یا کوئی مردہ جانور ڈال دیا ہے یا میری زمین میں درخت لگا دیے یا کوئی فعل کیا ہے کہ جس سے زمین میں نقصان آتا ہے اور زمین کے مالک کو اُسکے دور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے صحت دعوے کے واسطے دیوار کا طول و عرض و موضع بیان کر دیا اور زمین کے حدود و موضع کو بیان کر دیا پس اگر مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو قاضی سبب پر قسم لیگا اور اگر یہ صورت ہو کہ دیوار پر بلی رکھنے والا مدعی ہو اس طرح کہ میری ایک بلی اس شخص کی دیوار پر تھی وہ گر گئی یا میں نے درست کرنے کے واسطے اسکو گرا دیا تھا اب یہ شخص مجھے رکھنے نہیں دیتا ہے تو بدون تصحیح دعوے کے سماعت نہو گی اور تصحیح اس طرح ہو گی کہ بلی کی جگہ بیان کرے اور یہ بیان کرے کہ مجھے ایک یا دو بلیاں رکھنے کا حق تھا اور بلی کی موٹائی بیان کرے پھر جب دعوی صحیح ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی حاصل دعوے پر قسم لیگا کہ واللہ اس شخص کو ایسی ایسی بلی رکھنے کا اس دیوار پر اس مقام پر حق واجب حاصل نہیں ہے پس اگر اسنے انکار کیا تو اسپر ڈگری ہو جائیگی۔ اور اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اس نے میری زمین میں ایک گڑھا کھود دیا کہ جس سے زمین میں نقصان ہوا اور نقصان کی درخواست دی پس اگر زمین

کے حدود اور گڈھے کا مقام و مقدار اور نقصان بیان کیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاصل دعوے پر قسم لیگا کہ واللہ اس شخص کا اس قدر نقصان مجھپر نہین واجب ہی کہ جسکا یہ دعوی کرتا ہے اور سبب پر قسم نہ لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی پر دعوی کیا کہ میرا حق ہی کہ اسکے گھر سے میرے گھر کا پانی بہے یا اسکے گھر سے میرا راستہ ہی تو حاصل دعوے پر قسم لیجائیگی کہ واللہ اس گھر مین اس شخص کو یہ حق جسکا دعوی کر رہا ہی حاصل نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اسنے عمداً میرے بیٹے یا غلام یا ذمی کو ایسے آلہ سے قتل کیا کہ جس سے قصاص واجب ہوتا ہی اور قصاص کا دعوی کیا یا یہ دعوی کیا کہ اسنے میرا ہاتھ یا میرے نابالغ بیٹے کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہی یا سر کے زخم یا جراحت کا دعوی کیا کہ جس مین بدلا واجب ہوتا ہی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو اس سے قسم لے سکتا ہی پھر قتل پر قسم لینے مین دو روایتین ہین ایک روایت مین آیا ہی کہ حاصل دعوے پر قسم لیجاوے کہ واللہ مجھپر اسکے فلان بیٹے یا فلان غلام یا فلان ولی کا خون نہین ہی اور نہ میری جانب کوئی حق ہی بسبب اس خون کے کہ جو یہ دعوی کرتا ہی اور ایک روایت مین آیا ہی کہ سبب پر قسم لیجاوے کہ واللہ مین نے فلان بن فلان اس شخص کے ولی کو عمداً قتل نہین کیا ہی اور ماسوائے قتل کے زخم و جراحت وغیرہ مین جن مین قصاص آتا ہی یہ ہی کہ حاصل دعوے پر قسم لیجاوے کہ واللہ مجھپر اسکے اس زخم کا بدلا نہین ہی اور نہ اسوجہ سے میری طرف اسکا کوئی حق ہی پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر انکار کیا تو قتل کی صورت مین صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک دیت دینے کا حکم کیا جائیگا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک قید کیا جائیگا یہانتک کہ قسم کھاوے یا اقرار کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی پر دعوی کیا کہ اسنے میرے بیٹے یا ولی کو خطا سے قتل کیا یا خطا سے اسکا ہاتھ کاٹا یا خطا سے سر زخمی کیا یا کوئی ایسے فعل کا دعوی کیا جس مین دیت یا ارش لازم آتا ہی تو حاصل پر قسم لیجاوے کہ واللہ اس شخص کا مجھپر یہ ارش یا دیت جسکا دعوی کرتا ہی جس جہت سے دعوی کرتا ہی نہین ہی اور نہ اسمین سے کچھ ہی۔ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ جو حق غیر مدعی علیہ پر واجب ہو مثل قتل خطا کہ اسکی دیت مددگار برادری پر ہی اور وہ جرم کہ جسکے عوض ارش واجب ہوتا ہی تو اسمین اس طرح سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے اس شخص کے فلان بیٹے کو قتل نہین کیا اور واللہ نہ اسکو یہ زخم دیا ہی اور جس جرم کا عوض اسی مدعا علیہ پر واجب ہو اسمین حاصل دعوی پر قسم لیجائیگی یہ شرح ادب القاضی مین ہی۔ اگر غلام پر دعوی ہو پس اگر نفس کے جرم کا دعوی ہو اور عمداً ہو تو خصم اس باب مین وہی غلام ہی اس سے قسم لیجائیگی اور خطا سے جرم نفس کا دعوی ہو تو خصم اسکا مالک ہی اسپر قسم آویگی ولیکن قسم علم پر لیجائیگی اور اگر نفس سے کم جرم ہو تو خصم اسکا مالک قرار پاویگا خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو ولیکن اس سے علم پر قسم لیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ اگر دعوی ہر وجہ سے فعل مدعا علیہ کا ہو تو اس سے علی البتات یعنے قطعی طور سے قسم لیجاویگی علم پر قسم نہ لیجاویگی مثلاً دعوی کیا کہ تو نے میری یہ چیز چرائی ہی یا غصب کرلی ہی اور اگر ہر وجہ سے فعل غیر مدعا علیہ کا دعوی ہو تو علم پر قسم لیجائیگی مثلاً اگر کسی میت پر دین کا دعوی اسکے وارث کی حاضری مین بسبب استہلاک کے کیا یا یہ دعوی کیا کہ تیرے باپ نے میری یہ چیز چرائی یا غصب کرلی ہی تو وارث سے اسکے علم پر قسم لیجاویگی اور یہی ہمارا مذہب ہے کذا فی الذخیرہ اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ قاعدہ ہر جگہ ٹھیک پڑتا ہی سوائے رد بالعیب کے مثلاً مشتری نے دعوی کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اور بائع سے قسم لینی چاہی تو قطعی قسم لیجائیگی حالانکہ بھاگنا غیر کا فعل ہے اور قطعی اسواسطے لیجاتی ہے کہ بائع ضامن ہوا ہی کہ مبیع کو تمام عیبون سے پاک سپرد کردے تو یہ قسم اسکی ضمان کی طرف راجع ہی اور اسواسطے کہ فعل غیر پر علم پر قسم اسوقت لیجاتی ہی

کہ جب منکر نے کہا کہ مجھے اسکا علم نہیں ہی اور جب بائع نے علم کا دعوی کیا تو اُس سے قطعی قسم لیجائیگی کیا تو نہیں دیکھتا ہی کہ اگر مودع نے کہا کہ مالک ودیعت نے ودیعت پر قبضہ کرلیا ہی تو اُس سے قطعی قسم لی جاتی ہے اور یہی وکیل نے جب دعوی کیا کہ موکل نے ثمن پر قبضہ کرلیا ہی تو اس سے قطعی قسم لی جاتی ہی کیونکہ مدعی علم ہی کذا فی التبیین - اگر دعوی ایسے فعل پر ہوا جو ایک وجہ سے مدعا علیہ کا فعل ہی اور ایک وجہ سے فعل غیر ہے مثلاً کہا کہ تو نے مجھ سے خریدی یا قرض لی یا کرایہ لی تو قطعی قسم لی جائیگی کذا فی المحیط - اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا کہ اسکے باپ نے انتقال کیا اور میرے اُسپر ہزار درم چاہییے ہین تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرا باپ مرگیا اگر اُسنے کہا کہ ہان تو مدعی کے دعوے کو دریافت کرے پس اگر اقرار کیا کہ میرے باپ پر اسکا قرضہ ہی تو اُسکے حصہ میں سے لیکر مدعی کو دلاوے اور اگر انکار کیا اور مدعی نے گواہ سُنائے تو مقبول ہونگے اور مال ڈگری تمام ترکہ مین سے وصول کرا دیا جائیگا نہ خاص اس وارث کے حصہ مین سے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون اور اُسنے استحلاف کی درخواست کی تو اس مدعا علیہ وارث سے علی العلم قسم لی جائیگی یہی ہمارے علما کا قول ہی یعنے واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ پر اس مدعا علیہ کا ہزار درم قرض یا اس مین سے کچھ ہی جیسا کہ یہ دعوی کرتا ہی پس اگر اسنے قسم کھالی تو رہا ہوگیا ورنہ اُسکے حصۂ ترکہ سے دلایا جائیگا پس اگر اُسنے کہا کہ مجھے باپ کے ترکہ سے کچھ نہین ملا ہی پس اگر مدعی نے اسکی تصدیق کی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر تکذیب کی تو وارث سے قطعی قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ سے ہزار درم یا اسمین سے کسی قدر کچھ نہین ملا ہی پس اگر قسم نہ کھائی تو اُسپر ڈگری ہوجائیگی اور اگر قسم کھالی تو اُسپر کچھ نہین ہی یہ حکم اُسوقت ہی کہ پہلے قرضہ پر قسم دلائی پھر وصول پر قسم دلائی اور اگر پہلے وصول پر قسم دلائی اور مدعی اُس سے قرضہ ہونیکی قسم نہین لے چکا ہی پھر قرضہ پر قسم لینا چاہی اور وارث نے کہا کہ مجھپر قسم نہین آتی ہی تو یہ قول مقبول نہوگا اور علم پر قسم لیجائیگی - اور اگر پہلے اُس سے قرضہ پر قسم لینی چاہی پس وارث نے کہا کہ مجھے میراث مین سے کچھ نہین ملا ہی اور مجھپر قسم نہین آتی ہی پس اگر مدعی نے باوجود اسکے تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ ملنے دونون پر قسم لینی چاہی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور عامہ مشائخ کے نزدیک دو مرتبہ اُس سے قسم لیجائیگی ایک مرتبہ ترکہ وصول نہونے پر قطعی قسم لی جائیگی اور دوسری بار قرضہ پر علمی قسم لیجائیگی یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے اپنے باپ کے انتقال کا اقرار کیا اور اگر انکار کیا اور قرضخواہ نے اُس سے اس طرح قسم طلب کی تو عامہ مشائخ کے نزدیک دوبارہ قسم لیجائیگی ایک مرتبہ باپ کے مرنے پر علم پر قسم لیجائیگی اور دوسری مرتبہ ترکہ وصول نہونے پر قطعی قسم لیجائیگی پس اگر وہ قسم سے باز رہا یہانتک کہ موت ثابت ہوگئی تو قرضہ پر علم پر قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسپر کچھ نہین ہی اور اگر قسم سے باز رہا تو اُسپر ڈگری ہوگی کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف - ایک شخص نے ایک مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور مدعا علیہ سے قسم طلب کی پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ مال میرے قبضہ مین میراث سے آیا ہی اور قاضی اسکو جانتا ہی یا نہین جانتا ہی اور مدعی نے اسکا اقرار کیا یا نہین کیا ولیکن مدعا علیہ نے اسکے گواہ سنائے تو ان سب صورتون مین علم پر قسم دلائی جاویگی اس طرح کہ مدعا علیہ قسم کھاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ مجھپر اس مال معین کا سپرد کردینا اس مدعی کو واجب ہی اور اگر قاضی کو حقیقت حال معلوم نہوئی اور نہ مدعی نے اسکا اقرار کیا اور نہ مدعا علیہ نے اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اس سے قطعی قسم لیگا پس اگر مدعا علیہ نے درخواست کی کہ مدعی سے قسم لیجاوے کہ اسکو میراث سے نہین ملی ہی تو قاضی مدعی سے اُسکے علم پر قسم لیگا کہ واللہ

مین نہین جانتا ہون کہ اسکو میراث سے ملی ہے پس اگر مدعی نے اس طرح قسم کھا لی تو مدعا علیہ کو میراث کی جہت سے وصول ہونا منتفی ہو گیا اسوقت اس سے قطعی قسم لیجائیگی پس اگر مدعی نے قسم سے انکار کیا تو اس بات کا مقر ہو گیا کہ اسکو میراث سے ملی ہے اسوقت مدعا علیہ سے علم پر قسم لی جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ مال عین مجھے فلان شخص کی طرف سے خریدنے یا ہبہ یا صدقہ کی وجہ سے ملا ہے تو اس سے قطعی قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھ پر یہ مال عین اس مدعی کو سپرد کرنا واجب نہین ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنی ملک مطلق ہونیکا دعوی کیا تو بھی اس سے قطعی قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے اسپر ایک شخص نے آکر دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے اور قابض کہتا ہے کہ مین نے فلان شخص سے خریدا ہے اور اپنے قبضہ مین لے لیا ہے تو موافق ظاہر الروایت کے مدعی سے دعوی غائب کے علم پر قسم لیجاویگی کہ واللہ یہ مال عین اس قابض کا نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی یا دوسری چیز خریدی پھر ایک شخص نے اسپر دعوی کیا کہ مین نے یہ باندی بائع سے اس شخص کے خریدنے سے پہلے خریدی ہے تو قابض سے سبب پر علمی قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ باندی میرے خریدنے سے پہلے بائع سے اس مدعی نے خریدی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پس اگر مدعا علیہ نے قاضی سے عرض کیا کہ آدمی کبھی کوئی چیز خریدتا ہے پھر اقالہ وغیرہ کی وجہ سے باہم بیع ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اس خوف سے اقرار نہین کر سکتا ہے کہ اسکے کچھ ذمہ لازم آجاوے۔ تو قاضی مدعا علیہ سے یون قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ ان دونون مین اس باندی کی بیع اس ساعت قائم ہے اور امام رکن الاسلام علی سغدی سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ پورا لحاظ تو اس طرح قسم لینے مین ہے کہ واللہ یہ شے اس مدعی کی جسکی وجہ سے دعوی کرتا ہے نہین ہے۔ پھر جو کچھ مذکور ہوا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہو سکتا ہے ولیکن ظاہر الروایت کے موافق تو ہر حال مین حاصل دعوے پر قسم لی جائیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر مرتہن کے قبضہ مین رہن ہو پھر راہن و مرتہن سے کسی دوسرے شہر مین ملاقات ہوئی اور مرتہن نے راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو اسکا مال دینے کا حکم راہن کو کیا جائیگا پس اگر راہن نے دعوی کیا کہ رہن اسکے پاس تلف ہو گیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو اس سے قطعی قسم لی جائیگی کہ واللہ رہن تلف نہین ہوا ہے اور اگر دونون نے رہن کسی عادل کے ہاتھ مین رکھوا دیا تھا اور دونون نے اسکے تلف ہونے مین اختلاف کیا تو مرتہن سے اسکے علم پر قسم لیجائیگی کذا فی الفصول العمادیہ۔ ایک شخص کے پاس ایک چوپایہ ودیعت رکھا وہ اسپر سوار ہو گیا پھر چوپایہ ہلاک ہو گیا پس مستودع نے کہا کہ جب مین اسپر سے اتر آیا ہون تب ہلاک ہوا ہے اور مودع نے کہا کہ نہین تیرے اترنے سے پہلے مرا ہے تو قسم لیکر مودع کا قول لیا جائیگا اور قسم علم پر ہو گی اس طرح کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکے اتر آنے کے بعد مرا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دو شخصون نے آج کے روز کی خریدی چیزون مین یا اس مہینے کی خریدی چیزون مین یا اس سال کی خریدی چیزون مین شرکت کی اور خصوصیت تجارت کی کر دی خواہ وقت بیان کیا یا نہ کیا تو ایسی شرکت جائز ہے پس اگر ایک نے کہا کہ مین نے ایک متاع خریدی تھی وہ تلف ہو گئی اور دوسرے شریک سے آدھا ثمن لینا چاہا اور شریک نے انکار کیا تو شریک مدعی کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور خرید کے منکر سے قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسنے یہ مال خریدا تھا اور حاکم ابو محمد رحمہ اللہ کہتے تھے کہ اس قسم مین اس قدر زیادہ کرنا واجب ہے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسنے ہم دونون کی شرکت مین یہ چیز خریدی تھی یہ محیط مین ہے۔ واضح ہو کہ جس مقام پر

قطعی قسم آتی ہو اور اُسنے علم پر قسم کھائی تو معتبر نہوگی اور نہ نکول پر ڈگری کی جائیگی اور یہ قسم اُس سے ساقط ہوگی اور جس مقام پر علم پر قسم آوے اور اُسنے قطعی قسم کھائی تو قسم معتبر ہوگی یہانتک کہ قسم اُس سے ساقط ہو جائیگی اگر اُسنے نکول کیا کیونکہ قسم قطعی زیادہ موکد ہو پس مطلقًا معتبر ہوگی بخلاف عکس کے یہ تبیین میں ہو

تیسری فصل جنپر قسم آتی ہو اور جنپر نہیں آتی ہو اور جنکو قسم پر اقدام حلال ہو اور جنکو نہیں حلال ہو اُن لوگون کے بیان میں
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح حالت صغر میں میرے ساتھ کر دیا ہے اور مدعا علیہ یعنے دختر کے باپ نے انکار کیا ہے اور مدعی نے اُس سے قسم طلب کی پس اگر خصومت کے وقت لڑکی نابالغ ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک باپ سے قسم نہیں لی جا سکتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک لی جا سکتی ہو اور اگر اسوقت لڑکی نابالغ ہو تو بالاتفاق قسم باپ سے نہ لی جائیگی اور صاحبین کے نزدیک عورت سے مدعی کے دعوے پر قسم لی جائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا کہ اسنے اپنی باندی میرے ساتھ بیاہ دی ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک مالک سے قسم لی جائیگی اگرچہ وہ باندی بالغ ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص پر مال کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی سے اس امر کی قسم لے کہ وہ حق پر ہے یا اس امر کی قسم لے کہ اسکے گواہون نے حق گواہی دی تو یہ قسم نہ لی جائیگی اسی طرح ہر جگہ جہان خلاف شرع درخواست قسم ہو منظور نہوگی اور اگر گواہ سے یہ قسم طلب کی کہ واللہ میں نے حق گواہی دی ہے تو یہ قسم نہ لی جائیگی کذا فی الخلاصہ۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ (این شاہد مقر آمدہ است پیش ازین گواہی کہ این محدود ملک من ست) اور گواہ و مدعی سے قسم لینی چاہی تو قسم نہ لی جاے گی اسی طرح اگر گواہ نے گواہی سے انکار کیا تو قاضی اُس سے قسم نہ لیگا۔ اسی طرح اگر کہا (این شاہد این محدود را دعوی کردہ است برمن پیش ازین گواہی) اور اُس سے و مدعی سے قسم لینی چاہی تو قسم نہ لی جائیگی۔ اسی طرح اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے یہ قسم لے کہ میں نے یہ قسم سچی کھائی ہے تو قاضی منظور نہ کریگا یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ باپ جو کچھ اپنے نابالغ لڑکے پر دعوی کرے اسمین اُسپر قسم نہیں آتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہو۔ ایک شخص کی مقبوضہ زمین کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ہو اور قابض نے کہا کہ یہ فلان نابالغ لڑکے کی ہو تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر قسم طلب کی گئی اور اُسنے نکول کیا تو نکول صحیح نہیں ہو پس اگر مدعی نے کہا کہ اسنے میرا گھر تلف کیا بسبب اسکے کہ اسنے اپنے نابالغ لڑکے کی ملک ہونیکا اقرار کیا پس نکول کے وقت ضامن ہو گا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس سے حلف نہ لیا جائیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک قسم لی جائیگی کیونکہ اُنکے نزدیک غصب سے عقار کی ضمان ہوتی ہو اور امام ابو بکر محمد بن فضلؒ نے فرمایا کہ اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے اقرار کر دینے سے قسم اُس سے ساقط نہوگی اور امام ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ نابالغ کے واسطے اقرار کرنے سے قسم اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی خواہ یہ نابالغ اُسکا بیٹا ہو یا غیر کا ہو۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرے بالغ بیٹے فلان غائب کا ہو تو یہ صورت اور اگر کسی اجنبی کی ملک ہونے کا اقرار کرے تو یہ صورت دونون یکسان ہین کہ اس سے قسم اُس سے ساقط نہوگی پس اگر اُس سے قسم لی گئی اور اُسنے انکار کیا تو دار مدعی کو دلا یا جائیگا پھر اگر غائب حاضر ہوا اور اُسکی تصدیق کی کہ یہ گھر میرا ہو تو وہ اس گھر کو لے سکتا ہو کیونکہ اُسکی ملک ہونے کا اقرار سابق ہو ایسا ہی نابالغ لڑکے کی ملک ہونے کا اقرار کرنے میں جسکے نزدیک قسم ساقط نہیں ہوتی قسم لی جائیگی اگر اُسنے قسم سے نکول کیا تو گھر مدعی کو دیا جائیگا پھر جب وہ

نابالغ لڑکا بالغ ہوا اور اُسنے دعوی کیا تو اُسکو دلا دیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے کسی نے شفعہ جوار کا دعوے کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے جواب مانگا تو اُسنے کہا کہ یہ دار میرے اس نابالغ لڑکے کا ہے تو اقرار صحیح ہے پس اگر شفیع نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے کہ مین اسکا شفیع نہین ہون تو قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور اگر شفیع نے خرید واقع ہونے پر گواہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو لڑکے کا باپ اسکا خصم قرار پاویگا اور گواہی اُسکے مقابلہ مین سنی جاویگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک غلام دوسرے کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ غلام فلان غائب کا ہے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پس اگر اپنے دعوے پر گواہ نہ قائم کیے یہانتک کہ خصم قرار پایا تو مدعی کو اُس سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر اُسنے دعوے پر قسم کھالی تو خصومت سے بری ہوگیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری کردی جائیگی پھر اگر مقرلہ یعنے جسکے واسطے مدعا علیہ نے اقرار کردیا ہے حاضر ہوا تو وہ غلام کو مدعی سے لے سکتا ہے ولیکن مدعی سے کہا جائیگا کہ تجھکو اس مقرلہ پر نالش کرنے کا اختیار ہے پس اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہے تو لے لیگا اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو اس مقرلہ سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو مدعی کے دعوے سے بری ہوگیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری غلام کی اُسپر کردی جائیگی اور یہ اُس صورت مین ہے کہ مدعا علیہ نے مقرلہ کے ملک ہونیکا اقرار کیا پھر مدعی کے واسطے قسم سے نکول کیا اور کچھ نہ کہا یہانتک کہ مدعی نے اس سے قسم لی اور اُسنے نکول کیا اور مدعی کی ڈگری کردی گئی پھر اُسنے کسی غیر کی ملک ہونیکا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہین ہے اور اس غیر کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک باندی ہے اُسنے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہے اور اُسکے گواہ سنا دیے مگر مدعی نے کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھنے کے بعد اُسنے فروخت یا ہبہ کردی ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ اُسنے تیرے ہاتھ فروخت نہین کی یا تجھے ہبہ نہین کی ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ لڑکا اگر محجور ہو پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہون تو اُسکو قاضی کے دروازہ پر اُسکے حاضر کرنے کا استحقاق حاصل نہین ہے کیونکہ اُسپر قسم آتی ہی نہین ہے کیونکہ اگر وہ قسم سے باز رہا تو اُسکے نکول سے اُسپر ڈگری نہین ہوتی ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہون اور اُسنے دعوی کیا کہ اس لڑکے نے تلف کردیا ہے تو اُسکو لڑکے کے حاضر کرنیکا استحقاق حاصل ہے کیونکہ لڑکے سے اُسکے افعال کا مواخذہ ہوتا ہے اور گواہ اُسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت رکھتے ہین ولیکن اُسکے ساتھ اُسکا باپ حاضر ہوگا تاکہ اگر لڑکے پر کوئی چیز لازم کی جاوے تو باپ کو اُسکے ادا کرنیکا حکم ہوگا کہ اُسکے مال سے ادا کرے یہ محیط سرخسی مین ہے اور جو لڑکا ماذون ہے یعنے تصرفات کی اجازت اُسکو حاصل ہے وہ مثل بالغ کے قسم دلایا جائیگا اور ہم اسیکو لیتے ہین اور ایسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کا حکم ہے اور غلام محجور قسم دلائے جانے کے حق مین مثل غلام ماذون کے ہے پھر اگر مال بسبب تلف کردینے کے اُسکے ذمہ ثابت ہوا تو اسکی وجہ سے فروخت کیا جائیگا اور اگر ایسا مال ثابت ہوا جسکا مواخذہ اُس سے بعد آزاد ہونے کے ہوگا جیسے بلا اجازت مالک کے اُسنے نکاح کرلیا اور اُسکا دین مہر واجب ہوا یا بلا اجازت مالک کے اُسنے کفالت کرلی تو قسم دلائی جاویگی اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اگر نکول کیا یا اقرار کیا تو بعد آزاد ہونے کے اُس سے مواخذہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ میعادی قرض کے دعوے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ قسم کس وقت لی جائیگی اور اصح یہ ہے کہ میعاد آجانے سے پہلے اُس سے قسم نہ لیجاویگی کذا فی الخلاصتہ۔ اگر زید نے دعوی کیا کہ عمرو مرگیا اور اُسنے بکر یعنے اس مدعا علیہ کو وصی مقرر کیا ہے اور بکر نے کہا کہ مجھے وصی نہین مقرر کیا ہے تو اس سے قسم نہ لی جائیگی ایسے ہی اگر کسی پر دعوی کیا کہ یہ فلان شخص کا وکیل ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسیطرح

اگر کاریگر نے کسی پر دعوی کیا کہ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ چیز مجھے بنا دے تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجائیگی کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف - ایک شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس شے مصنوع مین دونون نے اختلاف کیا بنوانے والے نے کہا کہ جیسی مین نے کہی تھی ویسی تو نے نہین بنائی ہے اور کاریگر نے کہا کہ ویسی ہی بنائی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ دونون مین سے کسی سے دوسرے کی درخواست پر قسم نہ لی جائیگی کذا فی فتاوے قاضی خان - کسی نے میت کے ترکہ پر قرض کا دعوی کیا اور وصی کو قاضی کے پاس لایا اور اُسکے پاس گواہ نہین پس اگر وصی وارث ہے تو اُس سے قسم لی جائیگی ورنہ نہین لی جائیگی کذا فی الذخیرہ - زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسپر ہزار درم بنام بکر بن خالد مخزومی کے ہین اور یہ مال میرا ہے اور بکر بن خالد مخزومی نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ مال جو اُسکے نام سے ہے میرا ہے اور میرا نام تمسک مین عاریتاً ہے اور بکر بن خالد جسکے نام سے یہ مال ہے اُسنے مجھے یہ مال وصول کرنے اور اس مین خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس اگر مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی تو حکم دیا جائیگا کہ یہ مال اسکو دیدے اور یہ قضا علی الغائب نہوگی حتی کہ اگر بکر بن خالد جو غائب ہے حاضر ہوا اور اُسنے وکالت سے انکار کیا تو مدعا علیہ سے اپنا مال لیلیگا اور یہ شخص زید سے واپس لے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعوے سے انکار کیا پس قاضی سے مدعی نے درخواست کی کہ اس سے قسم لیوے تو قاضی مدعی کو حکم دیگا کہ اپنے دعوے پر گواہ لاوے کہ بکر نے مال کا اقرار کیا ہے اور مدعی کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور شرط یہ ہے کہ اُسکے گواہ سناوے کہ مین بکر بن خالد کا وکیل ہون تاکہ اسکا خصم ہونا ثابت ہو پس اگر اُسنے قائم کیے تو اُسکا خصم ہونا ثابت ہو گیا پھر اسکے بعد اگر مال پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور عمرو سے مال لے سکتا ہے اور یہ حکم غائب پر جاری ہو جائیگا حتی کہ اگر بکر بن خالد غائب آیا اور اُسنے انکار کیا تو عمرو سے اپنا مال نہین لے سکتا ہے اور اگر زید کے پاس مال کے گواہ نہون اور اُسنے عمرو سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے یون قسم لیگا کہ واللہ مجھپر بکر بن خالد مخزومی کا یا اُسکے نام سے یہ مال کہ جسکو زید بن نعیم بیان کرتا ہے اور وہ ہزار درم ہین نہین ہے اور نہ اس سے کم ہے اور اگر مدعی کے پاس وکیل کرنے کے گواہ بھی نہون اور اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ عمرو جانتا ہے کہ مجھے بکر بن خالد نے کہ جسکے نام سے مال ہے اس مال کے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس اس سے اس امر پر قسم لے تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اس زید کو بکر بن خالد مخزومی نے موافق اسکے دعوے کے وکیل کیا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر قسم سے باز رہا تو وکالت کا مقر اور مال کا منکر قرار پاویگا - اور اگر مدعی نے یعنے زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ بکر بن خالد نے یہ مال میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے اور توکیل کے گواہ اسکے پاس نہین ہین تو زید و عمرو کے درمیان خصومت قائم نہین ہو سکتی ہے پس اگر اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیوے تو جیسا ہم نے بیان کیا اُسی طرح قسم لیگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو جھگڑا دور ہوا اور اگر قسم سے باز رہا تو مقر وکالت اور منکر مال قرار پاویگا اور اگر صریحاً یا قسم سے نکول کے ضمن مین وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو مال پر قسم لینے اور اُس سے وصول کرنیکے حق مین مدعی اُسکا خصم قرار پاویگا اور حق خصومت مین خصم نہوگا حتی کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال ثابت کرنے کے واسطے مال پر قسم دلائی جانے سے پہلے یا بعد گواہ قائم کرنے چاہے تو سماعت نہوگی اور نظیر اسکی یہ مسئلہ ہے کہ ہمارے اصحابؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے دعوی کیا کہ مجھے بکر بن خالد مخزومی نے اپنے ہر حق کے طلب کرنے کے واسطے جو اُسکا اس عمرو پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور

اُسکے اُسپر ہزار درم ہین پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا پس مدعی نے کہا کہ مین گواہ قائم کرتا ہون کہ اُسپر اُسکا یہ مال ہے تو اس اثبات مین خصم قرار نہ پاویگا۔ اور اگر کسی شے کا اُسنے اقرار کرلیا تو قاضی اُسکو حکم کریگا کہ وکیل کو دیدے اور اگر کچھ اقرار نہ کیا اور وکیل نے استحلاف کا ارادہ کیا تو قاضی اُسکو قسم دلاویگا پس اگر غائب اُسکے بعد آیا اور وکالت سے انکار کیا تو اُسی کا قول لیا جائیگا پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ مین ہے و لیکن اگر مال کا اقرار کیا اور وکالت سے انکار کیا پس اگر وکالت پر اُسنے گواہ قائم کر دیے تو مطلقاً خصم قرار پاویگا اور اگر مدعا علیہ کو حکم کیا جائیگا کہ مال اسکے سپرد کر دے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون اور قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم لی جائیگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو وکالت مال لینے کے حق مین ثابت ہوگی نہ حق خصومت مین اور نہ قضاء علی الغائب مین ہکذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے شفعہ کے طلب کے واسطے وکیل کیا پس مشتری نے وکیل پر دعوی کیا کہ اسکے موکل نے مجھے شفعہ سپرد کر دیا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جاوے تو قاضی وکیل سے قسم نہ لیگا اور اگر یہ دعوی کیا کہ وکیل نے سپرد کیا ہے پس اگر غیر مجلس حکم مین سپرد کرنے کا دعوی کیا تو وکیل سے قسم نہ لی جاویگی اور اگر مجلس حکم مین سپرد کر دینے کا دعوی کیا اور وکیل انکار کرتا ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس سے قسم لیجاویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین لی جائیگی یہ محیط مین ہے ہر جگہ جہان اقرار کرنے سے اُسکے ذمہ حق لازم ہوتا ہو جب انکار کریگا تو وکیل سے قسم لی جائیگی مگر تین مسئلون مین ایک یہ کہ وکیل خریدنے اگر مبیع مین عیب پایا اور بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے یون قسم لے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ موکل عیب پر راضی ہوگیا ہے تو قسم نہ لی جاویگی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر وکیل رضاے موکل کا اقرار کرے تو بیع اسکو لازم ہو اور واپس کرنیکا حق باطل ہو جائے دوسرے یہ مسئلہ ہے کہ اگر موکل پر رضامندی کا دعوی ہوا تو قسم اُس سے نہ لی جائیگی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہو جاوے اور تیسرے یہ مسئلہ ہے کہ قرض وصول کرنے کے وکیل پر اگر قرضدار نے دعوی کیا کہ موکل نے مجھے قرض سے بری کر دیا ہے اور وکیل سے اُسکے علم پر طلب کی تو اُسکو قسم نہ دلائی جاویگی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہو کذا فی الخلاصہ۔ اگر مسلمان نے کسی ذمی پر شراب معین کا دعوی کیا تو صحیح ہے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قسم لی جائیگی اور اگر ذمی پر شراب تلف کر دینے کا دعوی کیا تو اُس سے قسم نہ لی جانے کی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر دوسری مجلس مین اُسپر دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے اس مال کے بارے مین مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کرلیا تھا اور مدعا علیہ مال اور مہلت لینے دونون سے انکار کرتا ہے تو مال پر قسم لی جائیگی مہلت لینے پر قسم نہ لی جائیگی کیونکہ مہلت لینے پر قسم سے وہ مال کا مقر قرار پاتا ہے اور اقرار مدعی کو دلیل ہے اور مدعا علیہ سے مدعی کی دلیل پر قسم نہین لی جاتی اس لیے اس طرح اس سے قسم نہین لی جاتی ہے کہ واللہ مدعی کے پاس دلیل و گواہ نہین ہین۔ اور اس جنس کے مسائل مین اصل یہ ہے کہ آدمی سے صرف اُسکے خصم کے حق پر یا سبب حق پر قسم لیجاویگی اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور حجت خصم پر قسم نہ لیجائیگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص پر بحکم شرکت مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس شرکت کی وجہ سے تیرا اس قدر مال تھا و لیکن مین نے تجھے دیدیا پس مدعی نے

وینے اور وصول پانے سے انکار کیا پس اگر مدعا علیہ نے شرکت سے اور اپنے قبضہ مین مال ہونے سے بالکل انکار کیا مثلاً کہا کہ میرے اور تیرے درمیان بالکل شرکت نہ تھی اور بحکم شرکت مین نے تجھ سے کچھ لیا تھا تو مدعی سے کچھ وصول پانے پر قسم نہ لی جاویگی اور اگر مدعا علیہ نے وقت انکار کے کہا کہ مال شرکت سے میرے پاس کچھ نہیں ہے تو مدعی سے قسم لی جائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مضارب یا شریک نے مال دیدینے کا دعوی کیا اور رب المال یا شریک نے وصول پانے سے انکار کیا تو مضارب یا اُس شریک سے جسکے قبضہ مین مال تھا قسم لی جائیگی۔ اگر مدعی نے ثمن ادا کر دینے کا دعوی کیا اور بائع نے انکار کیا تو قاضی بائع سے اُسوقت قسم لیگا کہ جب مشتری اسکا دعوی کرے اور اگر قاضی نے بدون درخواست مشتری کے اُس سے قسم لی پھر مشتری نے دوبارہ اُس سے قسم لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا پھر اگر بائع نے یہ قسم کھالی کہ مین نے دام نہیں وصول پائے اور مشتری نے کہا کہ مین اس امر کے گواہ لاتا ہون کہ اسنے دام وصول پائے ہین تو قاضی مشتری کو ادائے ثمن پر مجبور نہ کریگا بلکہ تین روز کی مہلت دیگا بشرطیکہ گواہ لانے کا دعوی کرے اور اگر یون کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو اُسکو حکم کریگا کہ مال ادا کردے اور مہلت نہ دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ مال شرکت یا مضاربت یا ودیعت کا دعوی کیا پس اُسنے کہا کہ رسانیدہ ام تو قسم کے ساتھ اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر رب المال یا مودع یا دوسرے شریک نے یہ قسم کھالی کہ نیافتہ ام تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اگر ثمن مبیع یا قرض کا دعوی کیا اور اُسنے کہا کہ رسانیدہ ام تو اسکا قول مقبول نہوگا اور بائع اور مقرض کی قسم معتبر ہوگی کہ مین نے نہیں پایا ہے پس حاصل یہ ہے کہ جہان مدعا علیہ کے ہاتھ مین مال امانت ہو تو دیدینے کے باب مین قسم سے اُسکا قول معتبر ہوگا اور اسی کی گواہی بھی مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ پر ضمانت ہو تو ادا کردینے پر گواہی اسی کی لی جائیگی مگر قول اُسکا قسم سے معتبر نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرا مال تلف کردیا اور قاضی سے قسم دلانے کی درخواست کی تو قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا شریک ہے اور اسنے نفع مین خیانت کی اور مین نہین جانتا ہون کہ کس قدر خیانت کی تو اسپر التفات نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ فلان بن فلان نے میرے لیے کچھ وصیت کی تھی اور مجھے اسکی مقدار نہیں معلوم اور قاضی سے درخواست کی کہ وارث سے قسم لیجاوے تو قاضی منظور نہ کریگا اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ کچھ قرض مین نے ادا کردیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر ادا کیا ہے یا مین اُسکی مقدار بھول گیا اور چاہا کہ طالب سے قسم لی جاوے تو اسپر التفات نہ کیا جائیگا۔ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جہالت قدر جس طرح قبول بینہ کی مانع ہے اسی طرح قبول استحلاف کی بھی مانع ہے ولیکن اگر قاضی کے نزدیک وصی یتیم یا قیم وقف متہم ہوا اور اسپر کسی شے معلوم کا دعوی نہ ہو تو بلحاظ وقف و یتیم کے اُس سے قسم لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کی مقبوضہ منزل پر دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہے اسنے غصب کرلی اور وہ مجھ کو میری ملک سے منع کرتا ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ منزل بجہت معلوم وقف ہے تو وہ وقف ہوجائیگی اور مدعا علیہ پر قسم آویگی اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا ورنہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور منزل اُسکو نہ دی جائیگی۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ جہت معلوم پر وقف ہے اور وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا تو قسم اُس سے مندفع نہوگی اور اسکے اقرار سے وقف ہوجائیگی اور گواہ پیش کرنا ایک امر زائد ہے کہ اسکی کچھ حاجت نہیں ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ کہا کہ یہ وقف ہے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے اسکو وقف کیا ہے اور مدعی نے اُس سے قسم طلب کی تو امام محمدؒ کے

م
مودع و ودیعت

ع
استحلاف قسم

نزدیک بخلاف امام اعظمؒ و امام ابویوسف رحمہ اللہ کے اُس سے قسم لی جائیگی اور اگر اسواسطے قسم دلانی چاہی کہ مین اس منزل کو لے لون تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی اور فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے کذا فی الخلاصہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک کپڑا غصب کر لینے کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا پھر دونون نے اسکی قیمت مین اختلاف کیا پس مدعی نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو درم ہین اور غاصب نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکی کیا قیمت ہے ولیکن اتنا جانتا ہون کہ سو درم نہین ہے تو قسم کے ساتھ غاصب کا قول مقبول ہوگا اور بیان کے واسطے حکم کیا جائیگا پس اگر اسنے بیان نہ کی تو اس سے مغصوب منہ کے دعوے پر جو زیادتی کا دعوی کرتا ہے قسم لیجائیگی اگر اسنے قسم کھالی اور مغصوب منہ کا دعوی ثابت ہوا تو کتاب الاختلاف مین مذکور ہے کہ مغصوب منہ سے یہ قسم لیجائیگی کہ اسکی قیمت سو درم تھی یہ محیط مین ہے۔ بائع نے اگر ثمن پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے وصول نہین پایا اور مشتری سے قسم طلب کی تو استحسانا تصدیق کر کے اُس سے قسم لیجائیگی اور یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قیاسا قسم نہ لیجاویگی اور اس مقام پر پانچ مسئلہ ہین ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسرا یہ کہ ایک شخص نے اپنا گھر فروخت کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے بیع کا اقرار کیا ولیکن فروخت نہین کیا اور مشتری سے قسم طلب کی تیسرا یہ کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے نہین قبضہ کیا چوتھا یہ کہ قرضدار نے کہا کہ مین نے قرضہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ولیکن قبضہ نہین کیا تھا پانچوان یہ کہ واہب نے کہا کہ مین نے ہبہ کر دینے کا اقرار کیا ولیکن ہبہ نہین کیا اور موہوب لہ سے قسم طلب کی پس ان سب مسائل مین ایسا ہی اختلاف ہے۔ اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انھون نے امام ابویوسفؒ کے قول کی طرف رجوع کیا امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ امام ابویوسفؒ کا قول لینے مین احتیاط ہے اور ہمارے مشائخ نے ان مسائل مین جو قضا سے متعلق ہین امام ابویوسف کا قول لیا ہے کذا فی الخلاصہ قرضخواہ نے اگر قرضدار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا اور گواہ کر لیے پھر قبضہ سے انکار کیا اور قرضدار سے قسم طلب کی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک قسم لیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے یہ مال معین فلان شخص کو ہبہ کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر دعوی کیا کہ اُسنے مجھ سے لیکر قبضہ نہین کیا اور مین نے قبضہ کا اقرار جھوٹ کیا تھا اور موہوب لہ سے قسم طلب کی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کتاب المزارعہ مین لکھا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم نہ لیجائیگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک لیجائیگی اور ایسا ہی ہر جگہ ہے جہان اپنے اقرار مین دعوی کیا کہ مین نے جھوٹ اقرار کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے اقرار کا ایک اقرارنامہ نکالا پس مقر نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے اس مال کا اقرار کیا تھا ولیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقر لہ سے قسم لیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے وارث پر مال کا دعوی کیا اور ایک اقرارنامہ اسکے مورث کے اقرار مال کا نکالا پس وارث نے دعوی کیا کہ مدعی نے اسکا اقرار رد کر دیا یا مدعی سے قسم طلب کی تو اسکو قسم دلانے کا اختیار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر اقرار کرنیوالا مر گیا اور اُسکے وارثون نے دعوی کیا کہ اُسنے تلجیہ کے طور پر اقرار کیا تھا تو مقر لہ سے قسم لیجائیگی کہ واللہ اُسنے میرے واسطے صحیح اقرار کیا تھا ایسا ہی شیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور اگر مقر لہ مر گیا تو کیا اُسکے وارث سے قسم لیجائیگی یا نہین پس بعض مشائخ بخارا کی تحقیق مین ہے کہ وارث سے علم پر قسم لیجائیگی اور مین نے اپنے والد سے سنا کہ نہین لی جائیگی اور یہ منجملہ ان مسائل کے

ہی کہ جن مین مورث سے قسم لی جاتی ہے اور وارث سے نہین لی جاتی ہی چنانچہ اگر اُس شخص نے جسکے پاس ودیعت تھی ودیعت واپس کر دینے یا اُسکے تلف ہو جانے کا دعوی کیا اور قبل قسم لیے جانے کے مر گیا تو اُسکے وارث سے قسم نہ لی جائیگی یہ جامع کبیر مین صریح مذکور ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے مال کا اقرار کیا اور مر گیا پس وارثون نے کہا کہ ہمارے باپ نے مال کا جھوٹا اقرار کیا تھا پس اقرار صحیح نہین ہوا و مقرلہ سے کہا کہ تجھکو یہ بات معلوم ہو اور اُس سے قسم لینے کا قصد کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ اُس سے قسم لیوین یہ محیط مین ہی۔ اگر بائع نے بیع اور ثمن وصول کر لینے پر گواہ کر لیے پھر دعوی کیا کہ بیع تلجیۃ تھی تو کتاب الاستحلاف مین مذکور ہے کہ بائع کی درخواست سے مشتری سے بالاجماع قسم لی جائیگی کہ واللہ مین نے شرط نہین کی تھی کہ بیع جو ہم دونون مین واقع ہوئی ہی تلجیہ ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی مین نے سات روز ہوے کہ اسکو فلان شخص سے خریدا ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ میری ملک ہے مین نے دس روز ہوے کہ اُسی سے خریدا ہے پس مدعی نے کہا کہ جو بیع تم دونون مین واقع ہوئی تھی وہ تلجیہ تھی تو اُسکو اختیار ہے کہ قسم دلاوے یہ خلاصہ و وجیز مین ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے گھر کے پہلو مین دوسرے کا گھر تھا اُسنے وہ دیوار جو پڑوسی کے گھر سے متصل تھی کسی شخص کو صدقہ دیدی پھر جسکو صدقہ دی تھی اُسنے باقی گھر اس سے خرید لیا تو پڑوسی کو اُس مین شفعہ نہین پہونچتا ہی پس اگر پڑوسی نے بائع یا مشتری سے یہ قسم طلب کی کہ واللہ مین نے دیوار کو ضرر رسانی یا شفعہ سے فرار کے واسطے بروجہ تلجیہ و ابطال شفعہ نہین فروخت کیا ہی تو قاضی اس طور سے قسم لیگا اور مراد امام محمدؒ کی اس قول سے واللہ اعلم یہ معلوم ہوتی ہی کہ پڑوسی نے کہا کہ دیوار کا صدقہ کرنا تلجیۃ کے طور پر تھا اور تو نے درحقیقت تمام گھر فروخت کیا اور مشتری سے خصومت کی خواہ گھر اُسکے قبضہ مین ہو یا نہ ہو یا بائع سے خصومت کی بشرطیکہ گھر اُسکے قبضہ مین ہو اور بائع یا مشتری سے اس امر کی قسم لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو دیوار صدقہ کرنے مین تلجیۃ ثابت نہوا اور خصومت منقطع ہو گئی اور اگر نکول کیا تو تلجیۃ ثابت ہوا اور پڑوسی کو شفعہ پہونچے گا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو فلان سے خریدا ہی اور دوسرے نے دعوی کیا کہ میرے پاس اُسنے رہن کی ہی یا بعوض ہزار درم کے اجارہ پر دی ہی اور مدعا علیہ نے پہلے رہن کرنے یا اجارہ دینے کا اقرار کیا پس مدعی خرید نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے کہ اسنے میرے ہاتھ فروخت نہین کی تو اُس سے قسم لیجاویگی اگر اُسنے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر نکول کیا تو بیع ثابت ہوگی اور مشتری کے واسطے خیار ثابت ہوگا اگر چاہے تو فک رہن یا فسخ اجارہ تک صبر کرے یا بیع فسخ کر دے۔ اور اگر اُسنے پہلے مدعی کے ہاتھ فروخت کرنے کا اقرار کیا پھر مرتہن یا مستاجر نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے کہ مین نے اسکو رہن نہیں کیا یا اجارہ پر نہین دیا ہی تو اُسپر قسم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر دونون اجارے کے مدعی ہون اور مدعا علیہ نے ایک کے واسطے اقرار کر دیا تو دوسرے کے واسطے اس سے قسم نہ لی جائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر یا اسباب یا حیوان ہو اُسکو دو شخص قاضی کے پاس لائے اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو مالک سے تیرے کو خریدا ہی پس مدعا علیہ نے ایک شخص خاص کے واسطے دونون مین سے اقرار کیا کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہی اور دوسرے سے انکار کیا پس اسنے قاضی سے درخواست کی کہ میرے ہاتھ نہ بیچنے کے واسطے اس سے قسم لیجاوے تو قسم نہ لیجاویگی اسیطرح اگر

مدعا علیہ نے دونون کے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے ایک کے واسطے قسم لی اور اُسنے نکول کیا اور بسبب نکول کے ڈگری کردی گئی پھر دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے قسم لیجاوے تو نہ لی جاویگی - ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر یا اسباب ہی اُسکو دو شخص قاضی کے پاس لائے اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ قابض نے مجھے ہبہ کردیا اور قبضہ دیدیا ہی پس قابض نے ایک معین کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے اُسکی قسم طلب کی تو قسم نہ لی جاویگی - اسی طرح اگر قاضی نے اُس سے ایک کے واسطے قسم لی اور اُسنے نکول کیا تو پھر دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجاویگی - اسی طرح اگر ہر ایک نے دعوی کیا کہ اسنے بعوض ہزار درم کے میرے پاس رہن کرکے قبضہ کرادیا ہی اور اُسنے ایک کے واسطے اقرار کیا یا ایک کے واسطے قسم لیا گیا اور اُسنے قسم سے نکول کیا تو دوسرے کے واسطے قسم اُس سے نہ لیجاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے - ایک شخص کے قبضہ مین باندی یا غلام یا کوئی اسباب ہے پھر دو شخصون نے دعوی کیا ہر ایک کہتا ہی کہ قابض نے میرے پاس سے غصب کرلیا ہے یا یہ میری ہے مین نے اسکو ودیعت دی ہے اور قاضی نے اُس سے دریافت کیا پس اگر اُسنے کسی کے واسطے اقرار کیا تو اُسکو دیدینے کے واسطے حکم کیا جائیگا پھر اگر دوسرے نے اُس سے قسم طلب کی تو اُسکی کوئی راہ نہین ہے بلکہ اُسکی خصومت مقرلہ کے ساتھ ملک مطلق کے دعوے مین ہوگی پس اگر دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اس شخص کے واسطے اقرار کردیا ہے کہ مجھسے قسم دفع ہو پس میرے واسطے اس سے قسم لینی چاہیے تو صورت یہ ہے کہ قسم نہ لی جاویگی اور ایسا ہی ودیعت مین امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہو اور غصب مین قسم لی جائیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ودیعت مین بھی ایسا ہی ہے اور اگر اُسنے دونون کے واسطے اقرار کیا تو دونون کو دیدینے کا حکم کیا جائیگا اور کسی کے واسطے کچھ ضامن نہوگا پس اگر ایک نے یا ہر ایک نے دونون مین سے یہ درخواست کی کہ نصف مین میری ملکیت ذاتی کے واسطے ملک مطلق کے دعوے مین اس سے قسم لیجاوے تو قسم نہ لیجاویگی اور ایسا ہی ودیعت مین امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور غصب مین قسم لی جاویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ودیعت مین بھی لی جائیگی - اور اگر دونون کے دعوے سے اُسنے انکار کیا اور ہر ایک نے قاضی سے اُسکے قسم کی درخواست کی تو قاضی اُس سے یون قسم نہ لیگا کہ واللہ یہ غلام ان دونون کا نہین ہے ولیکن ہر ایک کے واسطے اُس سے قسم لیگا پھر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ دونون کے واسطے ایک ہی قسم اس طور سے لیگا کہ واللہ یہ غلام ان دونون کا نہین ہے نہ اسکا ہے اور نہ اُسکا ہے اور ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم نہ لیگا اور بعضون نے کہا کہ ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم لیگا اور قاضی کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی راے کے موافق کسی سے شروع کرے یا دونونکے نام قرعہ ڈالکر جسکے نام پہلے نکلے اُس سے قسم لیوے تاکہ دونون کا دل خوش رہے اور قاضی کی طرف کسی طرح تہمت کا شبہہ نہو - پھر اگر ہر ایک کے واسطے قاضی نے علیحدہ قسم لی تو مسئلہ کی تین صورتین ہین اول یہ کہ ہر ایک کے واسطے قسم کھا گیا کہ اسکا نہین ہے اور اس صورت مین دونون کے دعوے سے بری ہوگیا اور یہ ظاہر ہے دوسرے یہ کہ ایک کے دعوے پر قسم کھالی اور دوسرے سے نکول کیا تو پہلے کے دعوے سے بری ہوا اور دوسرے کے واسطے پوری چیز کے واسطے ڈگری کردی جائیگی گویا تنہا اُسی نے دعوی کیا تھا اور اگر پہلے کے دعوے سے نکول کیا تو قاضی پہلے کے واسطے ڈگری نہ کریگا بلکہ دوسرے کے واسطے قسم لیگا کہ اُسمین کیا حال ہوتا ہے اور اگر قاضی نے پہلے کی قسم سے نکول پر پہلے کے واسطے ڈگری کردی حالانکہ اُسکو ایسا کرنا نہ چاہیے

ف یعنی ملک مطلق کا دعویٰ ہوگا ۱۲

توحکم قاضی نافذ ہو جائیگا اور اگر دونون کے دعوے سے یکبارگی نکول کیا مثلاً قاضی نے بعض مشائخ کے قول کے موافق اُس سے ایک ہی قسم لی اور اُسنے نکول کیا یا دونونکے دعوے سے قسم مین آگے پیچھے نکول کیا مثلاً قاضی نے موافق بعض مشائخ کے علیحدہ علیحدہ قسم لی اور اُسنے نکول کیا تو دونون صورتون مین ایک ہی حکم ہے ملک مطلق کے دعوے مین مال عین کا دونون مین مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعوے غصب مین مال عین دونون مین وقیمت دونون مین مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعوے ودیعت مین مال عین دونون مین مشترک ہونے کا حکم ہوگا و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کچھ قیمت کی ڈگری نہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے کہ اُسکو اپنے باپ سے میراث ملا ہے اُسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے مین نے اسکے باپ کے پاس ودیعت رکھا تھا اور قابض نے انکار کیا تو قابض سے اسکے حکم پر اس دعوے کی قسم لی جائیگی اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو اُسپر ڈگری کر کے حکم کیا جائیگا کہ غلام مدعی کے سپرد کرے پھر بعد سپرد کر دینے کے اگر مدعا علیہ پر دوسرے شخص نے مثل پہلے شخص کے دعویٰ کیا اور قسم لینی چاہی تو اُسپر قسم دینے کا حکم نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وارث کے ہاتھ مین باپ کے ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہو اور اگر سوائے اسکے اور بھی کچھ مال ہو تو دوسرے مدعی کے واسطے بھی قسم لی جاویگی پس اگر نکول کیا تو اُسپر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر ایسا دعویٰ غصب مین ہو تو بھی دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائیگی جبکہ اُسکے قبضہ مین ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہو اور اگر ہو تو قسم لی جائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر دو شخص نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور اُسکو قاضی کے پاس لائے پس ایک کے واسطے اسنے اقرار کیا اور دوسرے کے واسطے انکار کیا پس دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے اس سے قسم لیجا وے تو قاضی قسم نہ لیگا اور یہ بالاتفاق ہے کذافی فتاوے قاضی خان اور شوہر منزلہ سے استحلاف ہونے مین فخر الاسلام بزدوی نے ذکر کیا کہ مشائخ کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ استحلاف نہوگا اور بعضون نے کہا کہ استحلاف ہوگا پس اگر اُسنے قسم کھائی تو پھر عورت سے قسم نہ لی جائیگی اور اگر نکول کیا تو اُسوقت عورت سے قسم لیجائیگی اگر عورت نے بھی نکول کیا تو دوسرے کے نکاح کی نسبت حکم کیا جائیگا اور نکاح اول کا باطل ہوگیا کذافی المحیط اگر عورت نے دونون کے دعوے سے انکار کیا پس قاضی نے ایک کے واسطے موافق قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قسم لی اور عورت نے نکول کیا اور اُسکے نکاح کا حکم ہوگیا تو بالاتفاق دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جاویگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر بسبب عیب کے بائع کو بسبب اسکے کہ بائع نے قسم سے نکول کیا قاضی نے واپس کرادی پھر بائع نے آکر دعویٰ کیا کہ یہ باندی مجھے واپس دی گئی حالانکہ وہ حمل سے تھی پس اگر مشتری نے اقرار کیا تو اُسکے ذمہ ڈالی جائیگی اور بائع سے پہلے عیب کا نقصان واپس لیگا اور اگر انکار کیا تو قاضی باندی کو عورتون کو دکھلاویگا اگر عورتون نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو مشتری سے قسم لیگا کہ واللہ یہ حمل میرے پاس نہین پیدا ہوا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے باندی کو بہ تہنے دے اور مشتری سے کچھ نہ لیگا یا باندی مع نقصان عیب اول مشتری کو پھیر دے کذافی الخلاصہ۔ اور اگر مشتری نے قاضی سے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس تھا تو بائع سے قسم لی جائیگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یون قسم لینی چاہیے کہ واللہ مین نے یہ

باندی بحکم اس بیع کے مشتری کو سپرد کردی درحالیکہ اُس میں یہ عیب نہ تھا۔ اور اگر باندی مشتری کے پاس ہے اور اُسنے بائع سے عیب کی بابت جھگڑا کیا پھر جب حاکم نے باندی بائع کو واپس کر دینے کا حکم کیا تو بائع نے کہا کہ حاملہ ہے اور یہ حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہے تو قاضی بائع کو اسکی قسم دلاویگا مشتری کو نہیں دلاویگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص پر قسم آئی اُسنے کہا کہ مدعی نے مجھ سے فلان شہر کے قاضی کے پاس اسی دعوے میں قسم لے لی ہے اور چاہا کہ مدعی سے اس امر پر قسم لی جاوے تو قاضی مدعی سے قسم لیگا کہ واللہ میں نے اسکو قسم نہیں دلائی ہے پس اگر نکول کیا تو اُسکو مدعا علیہ سے قسم لینے کا اختیار نہو گا اور اگر قسم کھالی تو مدعا علیہ سے مال پر قسم لے سکتا ہے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اگر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ اسنے مجھے اس دعوے سے بری کر دیا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جاوے کہ اسنے مجھے اس دعوے سے بری نہیں کیا ہے تو قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور حکم دیگا کہ اپنے خصم کی جواب دہی کر لے پھر جو چاہے اُسپر دعوی کر اور یہ بخلاف اُسکے ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اسنے مجھے ان ہزار درمون سے بری کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں مدعی سے قسم لی جائیگی اور مشائخ میں سے بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دعوے سے بری کر دینے کے دعوے پر قسم لی جائیگی جیسا کہ قسم دلا چکنے کے دعوے پر قسم لی جاتی ہے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور اسی پر ہمارے زمانے کے قاضیون کا معمول ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے مدعی نے اس دعوے سے بری کیا ہے پس حاکم کو توہم ہوا کہ یہ قول مدعا علیہ کی طرف سے مال کا اقرار ہے پس مدعی سے برارت کے دعوے پر قسم لی اور اُسنے قسم کھالی تو کیا مدعا علیہ سے پھر بعد کو مال پر قسم لیجائیگی یا نہیں پس خصاف رحمہ اللہ تعالی اور امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالی سنے فرمایا کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائیگی اور اُسکا یہ کہنا کہ مدعی نے مجھے اس دعوے سے بری کر دیا ہے مال کا اقرار نہیں ہے۔ اور قاضی پر واجب تھا کہ مدعی سے دریافت کرتا کہ تیرے پاس مال کے گواہ ہیں پس اگر وہ مال کے گواہ قائم کرتا تو اسکے بعد مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو موافق اسکے دعوے کے بری نہیں کیا ہے اور اگر مدعی کے پاس مال کے گواہ نہوتے تو پہلے مدعا علیہ سے مدعی کے دعوے پر قسم لیتا اور اُسکا قول کہ مجھے مدعی نے بری کیا ہے اقرار مال نہیں ہے پس اگر مدعا علیہ قسم کھا لیتا تو بری ہو گیا اور اگر نکول کرتا تو پھر مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو بری نہیں کیا ہے۔ اور ہمارے اصحاب متقدمین نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا یون دعوی کرنا کہ مجھے مدعی نے دعوے سے بری کر دیا ہے مال کا اقرار نہیں ہے اور یہی اصح ہے۔ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ پہلے مدعی سے برارت پر قسم لینی چاہیے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر وارثون پر قسم آوے تو ایک شخص کا قسم کھا لینا سب کا قائم مقام نہو گا حتی کہ سب سے قسم لی جائیگی اور اگر انکی طرف سے دوسرون پر قسم آئی تو ایک کا قسم لے لینا مثل سب کے قسم لے لینے کے ہے اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے میت پر کسی حق کا دعوی کیا اور وارثون پر قسم آئی تو سب وارثون سے قسم لی جائیگی ایک وارث کی قسم پر کفایت نہ کی جائیگی پس اگر وارثون میں سے بعض نابالغ اور بعض غائب ہون اور میت پر حق کا دعوی ہوا تو باقی وارثان حاضرین سے قسم لیجائیگی اور نابالغ کو تاخیر دی جائیگی کہ بالغ ہو جاوے اور غائب کو تاخیر دی جائیگی کہ حاضر ہو جاوے پھر ان دونون سے قسم لیجائیگی۔ اور اگر وارثون نے کسی شخص پر میت کے حق کا دعوی کیا اور ایک وارث نے اُس شخص سے قسم لے لی تو باقی وارث

اُس سے قسم نہین لے سکتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو شریک عنان یا دو شریک مفاوضہ مین سے ایک شریک نے کسی شخص پر حق شرکت کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی تو دوسرا شریک اُس سے قسم نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے دو شریکون مین سے ایک پر حق شرکت کا دعوی کیا تو وہ دونون شریکون سے قسم لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک جماعت نے دوسرے پر خرید کا دعوی کیا اور ایک نے مدعا علیہ سے قسم لی تو باقی مدعی لوگ اُس سے قسم لے سکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک عورت اور اُس کی لڑکی سے دو عقدون مین نکاح کیا پھر کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ پہلی کون سی ہے تو ہر ایک کے واسطے اُس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ قبل دوسری کے مین نے اس عورت سے نکاح نہین کیا ہی اور قاضی کو اختیار ہے کہ جس عورت سے چاہے شروع کرے اور اگر چاہے تو دونون مین قرعہ ڈالے پس اگر ایک عورت کی نسبت یہ قسم کھالی تو دوسری عورت کا نکاح ثابت ہوگیا اور اگر پہلی عورت کے قسم سے نکول کیا تو اُسی کا نکاح لازم ہوا اور دوسری کا نکاح باطل ہوگیا بشرطیکہ ہر ایک دونون عورتون سے دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے واقع ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی میراث کی زمین ہبہ کرکے موہوب لہ کے سپرد کردی پھر میت کی جورو نے آکر موہوب لہ پر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ہے اس لیے کہ وارثون نے بعد زمین تجھے ہبہ کرنے کے ترکہ تقسیم کیا تو یہ زمین میرے حصہ مین آئی ہے اور موہوب لہ نے دعوی کیا کہ یہ زمین میری ہے کیونکہ ہبہ کرنے سے پہلے وارثون نے ترکہ تقسیم کرلیا تھا اور یہ زمین واہب کے حصہ مین آئی تھی اور موہوب لہ گواہ قائم نہ کرسکا اور عورت نے اس امر پر قسم کھالی تو اُسکو باقی وارثون سے قسم لینے کا اختیار نہین ہی اور حکم کیا جائیگا کہ زمین واپس کردے یہ ذخیرہ مین ہے۔ مدعی نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہین پس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو اس بات کی قسم کھالے کہ تیرے مجھ پر اس قدر درم ہین تو مین تجھے دیتا ہون پس اگر اُسنے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسے ادا کردیے پس اگر اس شرط پر جو بیان کی گئی ہے ادا کیے تو اُسکو اختیار ہے کہ یہ درم مدعی سے واپس کرلے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک اسباب ہی کہ وہ یقینا جانتا ہی کہ اسمین کسی کا حق نہین ہے پھر ایک شخص نے آکر اس اسباب مین دعوی کیا تو قابض کو گنجائش اس قطعی قسم کی ہی کہ واللہ اسکا اسمین کچھ حق نہین ہی اور اگر مدعی و مدعا علیہ ساتھ ہون پھر دونون نے دعوی مدعی سے باہمی صلح چند درمون پر کرلی پھر مدعا علیہ نے حق مدعی سے انکار کیا تو اُسکو اس طرح قسم کی گنجائش نہین ہی کہ اسکا میری طرف کچھ حق نہین ہی جب تک کہ اُسکو یہ بات یقینی معلوم نہو جائے کہ اس شے مین اسکا کچھ حق نہین ہی۔ ایک شخص نے اپنے کسی قرضدار کو جسکے ہزار درم قرض ہین کسی پر اُترا دیے پھر محتال لہ محیل کو قاضی کے پاس لایا اور اُسکے نزدیک حوالہ موجب برارت اصیل نہین ہوتا ہی اور یہ فعل قبل اسکے کہ محتال علیہ انکار کرے یا مفلس قرار دیا جاوے اُسنے کہا تو محیل کو حلال ہی کہ یون قسم کھالے کہ اسکا مجھ پر کچھ حق نہین ہی بشرطیکہ اُسکے مذہب مین حوالہ موجب برارت اصیل ہو اور اگر قاضی نے یہ حکم دیا کہ محتال لہ محیل سے مطالبہ کرے یا یہ حوالہ بمنزلہ کفالت کے قرار دیا گیا پھر محیل نے اپنے بری ہونے پر قسم کھانی چاہی تو اُسکو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہی اور اُسکا رہن اس قدر ہی کہ قرض کو وفا کرتا ہی پھر قرض خواہ نے رہن سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مدعا علیہ یعنی راہن کو جائز ہے کہ یون قسم کھائے کہ واللہ اسکا مجھ پر یہ قرض جسکا دعوی کرتا ہی نہین ہی۔

فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص سے سو درم قرض لیے اور اُسکے پاس کچھ رہن کردیا اور اُسکو یہ خوف ہی کہ اگر قرض کا اقرار کرون اور مرتہن رہن سے انکار کرے تو ڈانڈ پڑجائے گا پس قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جاوے کہ ان سو درم کے عوض جسکا دعوی کرتا ہی کچھ رہن بھی ہی یا نہین ہی پس اگر اُسنے رہن کا اقرار کیا تو خود بھی مال کا اقرار کردے اور اگر رہن سے انکار کیا تو قسم کھالے کہ مجھپر ایسا کچھ قرض نہین ہی کہ جسکے عوض رہن نہو پس بلا سنث قسم ممکن ہے کذافی الوجیز للکردری واللہ اُسکا میری طرف کچھ نہین ہی کذافی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ جانتا ہے کہ یہ قرضہ اُدھار ہے مگر خوف کرتا ہے کہ اگر قرض کا اقرار کرے اور میعاد کا دعوے کرے تو اکثر میعاد سے انکار کرکے فی الحال مطالبہ قائم ہوجاتا ہے تو حیلہ یون ہی کہ قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جاوے کہ یہ درم نقد ہین یا اُدھار ہین پس اگر مدعی نے کہا کہ نقد ہین تو مدعا علیہ کو بوقت استحلاف جائز ہے کہ یون قسم کھالے کہ واللہ مجھپر اسکے یہ درم جسکا دعوی کرتا ہے نہین ہین اور اگر یون قسم کھالی کہ واللہ مجھپر ان درمون کا ادا کرنا جنکا دعوی کرتا ہے نہین واجب ہے تو بھی اپنی قسم مین سچا ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہی اور اُسپر یہ درم فی الحال ادا کرنے ہین تو یون قسم نہین کھا سکتا ہی کہ واللہ اسکے مجھپر یہ ہزار درم جنکا دعوی کرتا ہی نہین ہین حتی کہ اگر طلاق پر اسی طرح قسم کھالی کہ مجھپر یہ ہزار درم نہین ہین حالانکہ وہ تنگدست ہی تو طلاق واقع ہوجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہی اُسکے زعم مین یہ ہی کہ اسمین سے یک چند میرا ہی خواہ اُسکی مقدار اُسکو معلوم ہی یا نہین معلوم ہی پھر ایک شخص نے اُسمین اپنے حق معلوم مثلاً ثلث یا ربع کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ مدعی کا اسمین حق ہی ولیکن مین اُسکی مقدار نہین جانتا ہون جس قدر چاہے اُسکو دلاوے تو قاضی کو نہ چاہیے کہ اسمین کچھ تعرض کرے ولیکن مدعا علیہ سے مدعی کے دعوے پر قسم لے پس اگر قسم سے نکول کیا تو اس مقدار کا مقر یا باذل ٹھہرا اور جو کچھ اس مین سے ہو وہ حجت ہی اور اگر اس مقدار معین پر وہ قسم کھا گیا یعنے اس قدر نہین ہے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ کے ساتھ اس گھر مین بسا دیگا کیونکہ اُسنے اقرار کیا ہے کہ مدعی کا اس مین کچھ حق ہے کذافی المحیط

باب چہارم - باہم تحالف یعنے باہم ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھانے کے بیان مین

اگر دونون خریدو فروخت کرنیوالون نے مقدار ثمن یا مبیع مین باہم اختلاف کیا مثلاً مشتری نے کسی قدر ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اُس سے زیادہ کا دعوی کیا یا بائع نے کسی قدر مقدار مبیع کا اقرار کیا اور مدعی نے اُس سے زیادہ کا دعوی کیا یا شوہر و زوجہ نے باہم اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ مین نے ہزار درم پر نکاح کیا ہی اور زوجہ نے کہا کہ دو ہزار پر نکاح کیا ہی پس جو شخص گواہ قائم کرے اُسکی ڈگری کی جائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زیادتی کی ثابت کرنیوالی گواہی اولی ہے۔ اور اگر ثمن و مبیع دونون مین اختلاف کیا مثلاً ایک ہی حالت مین جس قدر ثمن کا مشتری اقرار کرتا ہی اُس سے زیادہ کا بائع مدعی ہی اور جس قدر مبیع کا بائع اقرار کرتا ہی اُس سے زیادہ کا مشتری مدعی ہے تو بائع کے گواہونکی گواہی ثمن مین اولی اور مشتری کی گواہی مبیع مین اولی ہی اور اگر دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہون تو مشتری سے کہا جائیگا کہ یا اس قدر دام ہون پر جو بائع کہتا ہی تو راضی ہو ورنہ ہم بیع فسخ کردینگے اور بائع سے کہا جائیگا کہ یا تو اس قدر مبیع پر جو مشتری دعوی کرتا ہی راضی ہو ورنہ ہم بیع فسخ کردینگے پس اگر دونون راضی نہوئے

ع ل نسخہ مین تو طلاق ہوجاوے گی ۱۲

تو قاضی ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیگا اور صحیح قول کے موافق مشتری کی قسم سے شروع کرے اور یہی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اور یہی امام محمدؒ و زفرؒ کا قول ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مال عین بعوض دین کے فروخت کیا ہو اور اگر مال عین بعوض عین کے یا ثمن بعوض ثمن کے فروخت کیا ہو تو قاضی کو قسم لینا جس سے چاہے شروع کرے کذا فی الکافی اور قسم اس طرح لی جاوے کہ بائع قسم کھاوے کہ واللہ مین نے اسکو ہزار درم کو نہین بیچا ہے اور مشتری قسم کھاوے کہ واللہ مین نے اسکو ہزار درم کو نہین خریدا ہے اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے پس اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی بیع فسخ کر دیگا بشرطیکہ دونون یا ایک اسکی درخواست کرے اور یہی صحیح ہے اور جو شخص دونون مین سے قسم سے باز رہا اُسپر دوسرے کا دعوی لازم ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر دونون کا اختلاف قصدًا بدل مین نہو بلکہ دوسری شے کے ضمن مین ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کسی قدر گھی جو ایک مشک مین ہے خریدا اور اُسکا وزن سو رطل ہے پھر مشک کو لیکر آیا کہ واپس کردے اور اُسکا وزن بیس رطل ہے پس بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین ہے اور مشتری نے کہا کہ یہی تیری مشک ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا خواہ ہر رطل کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ تبیین مین ہے۔ اور باہمی قسم نہ لی جاویگی اگر میعاد مین اختلاف کیا خواہ اصل میعاد ہونے مین اختلاف ہو یا مقدار میعاد مین کہ کس قدر مدت ہے اختلاف ہو ایسا ہی اگر شرط خیار مین اصل یا مقدار مین اختلاف ہو تو بھی باہمی قسم نہوگی۔ اسی طرح اگر ثمن و مبیع پر قبضہ واقع ہونے مین اختلاف کیا یا دام گھٹا دینے یا بری کر دینے مین اختلاف کیا یا مسلم فیہ کے سپرد کرنے کی جگہ مین اختلاف کیا تو بھی تحالف نہین ہے ولیکن ان صورتون مین جو شخص منکر ہو اُسی سے قسم لیجاویگی کذا فی شرح ابی المکارم للنقایہ۔ اگر اصل بیع مین اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لیجاویگی اور منکر بیع کا قول معتبر ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر جنس عقد مین اختلاف کیا مثلاً ایک نے عقد بیع کا دعوی کیا اور دوسرے نے ہبہ واقع ہونے کا دعوی کیا یا جنس ثمن مین اختلاف کیا کہ ایک نے مثلاً درم اور دوسرے نے دینار کا دعوی کیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین ذکر فرمایا کہ باہم قسم نہ لی جائیگی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو جامع مین مذکور ہے امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک باہم قسم لیجائیگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مبیع تلف ہوگئی پھر دونون نے اختلاف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باہم قسم نہ لی جاویگی اور مشتری کا قول معتبر ہوگا اور ایسا ہی اگر مبیع مشتری کی ملک سے نکل گئی یا ایسی صورت ہوگئی کہ اُسکو بسبب عیب کے واپس نہین کرسکتا ہے تو بھی تحالف نہوگا اور قول مشتری مقبول ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ ثمن دین ہو اور اگر ثمن مال عین ہو تو باہم قسم لیجاویگی پھر اگر مبیع مثلی ہے تو اُسکا مثل اور اگر مثلی نہین ہے تو اُسکی قیمت واپس کی جاویگی یہ ہدایہ مین ہے۔ ایک شخص نے دو غلامون کو ایک ہی صفقہ مین خریدا اور دونون پر قبضہ کرلیا پھر ایک غلام مرگیا پھر دونون نے ثمن مین اختلاف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا الا اس صورت مین کہ بائع چاہے کہ زندہ غلام کو لے لے اور کچھ اُسکو نہ ملیگا اور مشائخ نے اس قول کے معنی مین کہ اور کچھ اُسکو نہ ملیگا اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ مرے ہوئے غلام کی قیمت جس قدر مشتری نے اقرار کی اس سے زیادہ بائع کو کچھ نہ ملیگا اور یہی صحیح ہے اور مشائخ نے اس مین بھی تکلم کیا ہے کہ یہ استثناء باہمی قسم لیے جانے کی طرف راجع ہے یا مشتری کی قسم کی طرف راجع ہے پس بعضون نے فرمایا کہ تحالف کی طرف ہے اور معنی یہ مین کہ

دونون سے باہمی قسم نہ لیجاویگی الا اس صورت مین کہ بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اُس وقت دونون سے باہم قسم لیجائیگی کیونکہ زندہ غلام اسوقت مین تمام معقود علیہ ہوگیا کذافی شرح الجامع الصغیر۔ اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور کفایہ مین لکھا ہے کہ یہی عامہ مشائخ کا قول ہے کذافی شرح ابی المکارم لمختصر الوقایہ۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ استثنا مشتری کے قسم کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہین کہ قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا الا اس صورت مین کہ بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اُس وقت مشتری سے قسم نہ لی جائیگی اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو کچھ مذکور ہے وہ مشتری کی قسم مذکور ہے نہ کہ تحالف مذکور نہین ہے اور استثنا کا قاعدہ یہ ہے کہ مذکور کی طرف راجع ہوتا ہے کذافی شرح الجامع الصغیر۔ اگر ایک غلام خریدا اور بعد قبضہ کرنے کے اُسکا نصف فروخت کردیا پھر بائع اول نے مشتری اول سے غلام کے ثمن مین اختلاف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک باہم قسم نہ لیجائیگی بلکہ قسم لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس نصف مین جو مشتری کی ملک مین باقی ہے باہم قسم لیجائیگی بشرطیکہ بائع اس نصف کے قبول کرنے پر راضی ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک سب مین تحالف ہوگا۔ اور جب دونون نے باہم قسم کھائی تو مشتری بائع کو آدھے غلام کی قیمت اور آدھا غلام جو اُسکی ملکیت مین ہے واپس دیگا بشرطیکہ اس نصف کو وہ قبول کرے اور اگر بسبب عیب شرکت کے قبول نہ کرے تو اس نصف کی بھی قیمت دیگا کذافی الکافی۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا پھر دونون نے ثمن مین اختلاف کیا تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور پہلی بیع عود کریگی اور اگر بائع نے بعد اقالہ کے مبیع پر قبضہ کرلیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تحالف نہوگا کذافی الہدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر دونون نے اقالہ کیا پھر دونون نے راس المال مین اختلاف کیا تو مسلم الیہ کا قول مقبول ہوگا اور سلم عود نہ کریگی کذافی شرح الجامع الصغیر ایک شخص نے دو غلام ایک صفقہ یا دو صفقہ مین خریدے ایک کے دام ہزار درم نقد اور دوسرے کے ہزار درم ایک سال تک اُدھار قرار پائے پھر ایک کو بسبب عیب کے واپس کیا پھر مشتری نے کہا کہ اسی کے نقد ٹھہرے تھے اور بائع نے کہا کہ اسکے دام اُدھار تھے تو بائع کا قول مقبول ہوگا باہم قسم نہ لیجائیگی۔ اسی طرح اگر دونون کو سو درم مین ایک صفقہ مین خریدا اور دونون پر قبضہ کیا پھر ایک مرگیا اور دوسرے کو بسبب عیب کے واپس کیا اور واپس کیے ہوئے کی قیمت مین اختلاف ہوا تو بائع کا قول مقبول ہوگی اور تحالف نہوگا اور اگر ایک کے دام درم ہون اور دوسرے کے دینار ہون اور بائع نے دونون کے دام وصول کرلیے پھر مشتری نے ایک کو بسبب عیب کے واپس کردیا پھر باقی کے دامون مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ باقی کے دام درم ہین پس تو مجھے دینار واپس کردے اور بائع نے اُسکے برعکس دعوی کیا تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ دونون مرگئے ہون اور بائع و مشتری دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی بخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک تحالف ہے اور اگر دونون غلام قائم موجود ہون تو بالاجماع باہم قسم لیجائیگی اسی طرح اگر صفقہ مین اختلاف کیا پس بائع نے اتحاد ثمن کا دعوی کیا اور مشتری نے ثمن جدا جدا ہونیکا دعوی کیا تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذافی الکافی اگر اس امر مین اختلاف کیا کہ ثمن مال عین ہے یا مال دین ہے پس ایک نے کہا کہ عین ہے اور دوسرے نے کہا کہ دین ہے یعنے درم و دینار مین سے ہے پس اگر عین ہونے کا مدعی بائع ہو چنانچہ اُسنے کہا کہ مین نے یہ باندی اپنی بعوض تیرے اس غلام کے بیچی ہے اور مشتری کہتا ہے کہ مین نے تجھ سے ہزار درم کو خریدی ہے پس اگر باندی قائم

موجود ہو تو باہم قسم لی جائیگی اور باہم ایک دوسرے کو واپس کر دین اور اگر باندی مشتری کے پاس مر گئی ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک تحالف ساقط ہو گیا اور مشتری کا قول لیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک باہم قسم لی جائیگی اور اگر ثمن مال عین ہونے کا مدعی مشتری ہو مثلاً کہا کہ مین نے تیری یہ باندی بعوض اپنے اس غلام کے خریدی ہے اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم یا سو دینار کو فروخت کی ہے پس اگر باندی قائم ہو تو باہم قسم لیجاویگی اور ایک دوسرے کو واپس کر دینگے اور اگر باندی مر گئی ہو تو بھی بالاجماع باہم قسم کے بعد قیمت ایک دوسرے سے واپس کرین یہ شرح طحاوی مین ہے۔ ایک باندی خریدی اور وہ بعد قبضہ کرنے کے مر گئی پس مشتری نے کہا کہ مین نے ہزار درم اور اس وصیف کے عوض جسکی قیمت پانچسو درم ہین خریدی ہے اور بائع نے کہا کہ دو ہزار درم مین خریدی ہے تو دو تہائی باندی مین مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور ایک تہائی باندی مین جو بمقابلہ وصیف کے ہے دونون سے باہم قسم لی جائیگی اور ہر ایک سے تمام باندی پر قسم لی جائیگی پس مشتری قسم کھائیگا کہ واللہ مین نے یہ باندی دو ہزار درم مین نہین خریدی اور بائع قسم کھائیگا کہ واللہ مین نے یہ باندی بعوض ہزار درم اور اس وصیف کے نہین فروخت کی ہے پس بعد قسم کے مشتری ہزار درم کے ساتھ باندی کی تہائی قیمت ملا کر دیدیگا اور وصیف کو لے لیگا اور امام محمد رح کے نزدیک سب مین باہم قسم لی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر بائع نے دعوی کیا کہ مین نے یہ باندی ہزار درم اور اس وصیف کے عوض بیچی ہے اور مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے دو ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی ہے تو قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور کسی قدر مین بھی باہم قسم نہین لی جائیگی۔ اور اگر بجاے وصیف کے کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الکافی۔ اگر بائع نے دو ہزار درم پر بیع کا دعوی کیا اور مشتری نے سو دینار و وصیف پر دعوی کیا تو باندی سو دینار و وصیف پر تقسیم ہونے کے بعد حصۂ دینار مین قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور حصۂ وصیف مین دونون سے باہم قسم لی جائیگی اور سو دینار کے ساتھ اُسکی قیمت ملا کر مشتری ادا کریگا مشتری نے ہزار درم و سو دینار سے خریدنے کا دعوی کیا اور بائع نے دو ہزار درم کے عوض بیچنے کا دعوی کیا تو قسم لے کر مشتری کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر درمون کے ساتھ کوئی کیلی یا وزنی یا عددی غیر معین ملا دی تو وہ بھی بمنزلہ ثمن کے ہوگی اور اگر معین ہو تو وہ مبیع ہے تو بائع سے اُسکی مقدار پر بالاجماع قسم لی جاویگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ بائع کے پاس تھا پس بائع نے کہا کہ بیع سے پہلے مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا ہے اور مجھے پوری آدھی قیمت چاہیے اور پورا ثمن چاہیے اور مشتری نے کہا کہ بعد بیع کے بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹا ہے اور مجھے خیار حاصل ہے چاہے اُسکو آدھے ثمن مین لے لون یا ترک کر دون اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے باہم قسم لی جاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو اُسکو مشتری پورے دامون مین لے لیگا یا ترک کر دیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ اولی ہونگے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ہاتھ کاٹنے والا بائع ہے یا مشتری ہے یا کوئی اجنبی ہے ولیکن بائع نے قبل بیع کے ہاتھ کٹنے کا دعوی کیا اور مشتری نے بعد بیع کے دعوی کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور گواہ مشتری کے مقبول ہونگے کذا فی الکافی۔ اگر بائع نے کہا کہ وہ باندی جو مین نے فروخت کی ہے اس شخص کی ملک تھی اسنے مجھے اُسکے فروخت کرنیکے واسطے وکیل کیا

تھا اور اُس شخص یعنی مقرلہ نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سو دینار کو فروخت کی تھی اور تو نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا پھر اُسکے واسطے تو نے فروخت کی ہے تو باندی مشتری کی ہوگی پس اگر وہ باندی مقرلہ کی مشہور نہ ہو تو دونون سے باہم قسم لی جاویگی اور مقر کی قسم سے شروع کیا جاویگا پس اگر دونون نے قسم کھالی تو مقر اُسکی قیمت ڈانڈ بھریگا اور اگر باندی مقرلہ کی مشہور ہو تو صحیح یہ ہے کہ مقر سے قسم لی جاویگی نہ مقرلہ سے اور امام محمدؒ نے آخر اس باب مین صریح فرمایا ہے کہ مقر اُسکی قیمت ڈانڈ بھریگا اور اگر وہ چاہے تو دام لے لے ورنہ وہ بائع کے پاس مقرلہ کی تصدیق کرنے تک متوقف رہیگی پس جس وقت اُسکی تصدیق کریگا تو ثمن لے سکتا ہے اور اگر باندی ہلاک ہوگئی ہو تو مقرلہ کو قیمت دینی لازم ہوگی خواہ وہ باندی اُسکی مشہور ہو یا نہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُس باندی کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کر دیا یا ام ولد بنایا پھر مقر اور مقرلہ سے باہم قسم لی گئی پس اگر وہ باندی مقرلہ کی مشہور نہ تھی تو مقر اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشہور تھی تو سب صورتون مین ضامن نہوگا اور کتابت یعنی مکاتب کرنا بسبب ادا کر دینے سے عاجز ہونیکے باطل ہو جائیگی اور اگر ام ولد بنایا تو مقر کے مرنے سے آزاد ہو جائیگی اور مقرلہ کے مرنے سے آزاد نہو گی اور اگر مدبر ہوگئی تو آزاد ہو جائیگی خواہ کوئی انمین سے مرے مقر یا مقرلہ اور اگر آزاد ہوئی ہے تو ولا موقوف رہیگی۔ اور اگر مقر نے کہا کہ میرے پاس اسکی ودیعت تھی اسنے مجھے اُس کے فروخت کی اجازت دی اور وہ مر گئی یعنے مشتری کے پاس مر گئی تو مقر ہر حال مین اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے خود اس تعدی کا یعنے ودیعت غیر کو سپرد کرنے کا اقرار کیا کذا فی الکافی۔ اگر معقود علیہ کے حاصل کر لینے سے پہلے اجارہ مین اختلاف کیا تو باہم قسم لی جائیگی اور ایک دوسرے کو واپس کر دینگے پس اگر اجرت مین اختلاف ہوا تو مستاجر سے قسم شروع کی جائیگی اور اگر منفعت مین اختلاف ہوا تو اجر پر دینے والے سے قسم شروع کی جاویگی اور جو شخص دونون مین سے قسم سے نکول کریگا اُسپر دوسرے کا دعوی لازم ہوگا اور جو شخص دونون مین سے گواہ لاوے اُسکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونون نے گواہ سنائے تو اجرت پر دینے والے کے گواہون کی گواہی اولی ہے بشرطیکہ اجرت مین اختلاف ہوا اور اگر منفعت مین اختلاف ہو تو مستاجر کی گواہی اولی ہوگی اور اگر دونون باتون مین اختلاف ہو تو ہر ایک کے گواہ زیادتی لے دعوے مین مقبول ہونگے مثلاً یہ ایک مہینے کی اجرت پر حساب دس درم ماہواری کے مہینے کا دعوی کرتا ہے اور مستاجر کہتا ہے کہ پانچ درم پر دو مہینے کیواسطے مین نے کرایہ لیا ہے تو دو مہینے کے واسطے دس درم اجرت پر مہینے کا حکم کر دیا جائیگا۔ اور اگر معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف کیا تو باہمی قسم نہ لی جاویگی اور مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر کچھ معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف ہوا تو باہم قسم لی جاویگی اور ما بقی مین عقد فسخ ہوگا اور گذشتہ مین مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار مین اختلاف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک باہم قسم نہ لی جائیگی اور قسم سے غلام کا قول مقبول ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ باہم قسم لی جاویگی اور کتابت فسخ کر دی جائیگی کذا فی الکافی۔ اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونون نے قائم کیے تو مولے کے گواہ اولی ہونگے ولیکن اگر اُسنے اس مقدار ... ادا کیا جسپر گواہ قائم کیے ہین تو آزاد ہو جاویگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر شوہر و جورو نے مہر مین اختلاف کیا پس شوہر نے دعوی کیا کہ مین نے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے

کہا کہ تیسے دو ہزار درم پر اسنے نکاح کیا ہے پس دونون مین جو اپنے گواہ سنائے مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو عورت کی گواہی اولی ہوگی بشرطیکہ اسکا مہر مثل اسکے دعوے سے کم ہو اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو امام اعظمؒ کے نزدیک باہم قسم لیجاویگی اور نکاح فسخ نہ ہوگا ولیکن مہر مثل کا حکم کیا جائیگا پس اگر مہر مثل اس قدر ہو کہ جتنا شوہر دعوی کرتا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کے قول پر ڈگری ہوگی اور اگر مہر مثل عورت کے دعوے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کے دعوے کی ڈگری ہوجائیگی اور اگر مہر مثل شوہر کے اقرار سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم ہو تو مہر مثل کی ڈگری ہوگی پہلے تحالف کا ذکر کیا پھر تحکیم کا ذکر کیا ہے اور یہی کرخی کا قول ہے کذا فی الہدایہ اور رازی کے قول مین تحالف سوائے ایک صورت کے نہین ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کے موافق نہو اور باقی صورتون مین قسم سے شوہر کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اسکے قول کے برابر یا کم ہو یا قسم سے عورت کا قول معتبر ہوگا اگر مہر مثل اسکے دعوے کے برابر یا زیادہ ہو اور نہایہ مین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے اور بعض شروح مین ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ کرخی ہی کا قول صحیح ہے کذا فی العنایہ اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک شوہر کی قسم سے شروع کیا جاویگا۔ اگر شوہر نے اس غلام پر نکاح کا دعوی کیا اور عورت نے اس باندی پر دعوی کیا یعنے مہر مین یہ باندی قرار پائی ہے تو یہ مسئلہ مثل مسئلہ سابقہ ہے ولیکن باندی کی قیمت اگر مثل مہر کے برابر ہو تو عورت کے واسطے باندی کی قیمت واجب ہوگی بعینہ باندی واجب نہوگی کذا فی الہدایہ

باب پنجم ان لوگون کے بیان مین جو دوسرے کے ساتھ خصم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہین اور جو نہین رکھتے ہین اور دعوے کے بعد حکم قضا سے پہلے جو امر پیدا ہو اسکی سماعت کے واسطے کن کن لوگونکا حاضر ہونا شرط ہے اور کنکا شرط نہین ہے

اگر زمین معین پر دعوی ہو تو راہن اور مرتہن کا حاضر ہونا شرط ہے اور عاریت اور اجارہ مثل رہن کے ہے اور زمین کے دعوے مین کاشتکار کے حاضر ہونے کا یون حکم ہے کہ اگر بیج کاشتکار کا ہو تو وہ مثل مستاجر کے ہے اُس کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر بیج کاشتکار کا نہو پس اگر کھیتی اُگی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نہین اُگی تو شرط نہین ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ زمین پر ملک مطلق کا دعوی ہو اور اگر کسی پر یہ دعوی کیا کہ اسنے میری یہ زمین غصب کر لی ہے اور وہ کاشتکار کے ہاتھ مین ہے تو اُسکا حاضر ہونا شرط نہین ہے کیونکہ مدعی اُسپر فعل کا دعوے کرتا ہے اور اگر بعد بیع کے کہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہے پھر کسی مستحق نے اگر دعوی کیا تو اُسکی ڈگری بدون بائع و مشتری کی موجودگی کے نہوگی کذا فی الخلاصہ بطور بیع فاسد کے اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری مدعی کا مخاصم قرار پا سکتا ہے اور بدون قبضہ کے مخاصم صرف بائع ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اُسپر کسی مدعی نے دعوی کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع و مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے اور جس نے کوئی چیز بطور بیع باطل کے خریدی وہ کسی طرح مستحق کا مخاصم نہین ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک باندی ہے اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرے اور فلان بن فلان غائب کے درمیان شرکت عنان ایک ہزار درم مین ہے اُسنے مال شرکت سے یہ باندی خریدی پس آدھی میری ہے اور آدھی اُسکی ہے پس قابض نے کہا کہ ہان مین جانتا ہون کہ اسنے مال مشترک سے خریدی اور آدھی تیری اور آدھی اُسکی ہے ولیکن اس فلان غائب نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین یہ باندی بغداد لیجا کر فروخت کرون تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ مدعی اُسکو بغداد لیجانے سے منع نہین کر سکتا ہے اسی طرح اگر وہ غائب مدعی کا مضارب ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور ہر وہ شخص

جسکو حق تصرف حاصل ہے اسی حکم مین شامل ہے اور اگر باہم دونون مین شرکت ملک ہو نہ شرکت عقد تو مدعی کو اختیار نہ ہوگا کہ مدعا علیہ کو باندی کے ساتھ سفر کرنے اور اُس مین تصرف کرنے سے منع کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے تین ٹٹو کرایہ کیے پھر ٹٹو والے نے ایک ٹٹو کسی دوسرے کو کرایہ دیا اور دوسرا عاریت دیا اور تیسرا ہبہ کیا یا بیع کیا پس مستاجر نے ٹٹو اُنکے ہاتھون مین دیکھے پس اگر ٹٹو والے نے بسبب عذر کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اگر بلا عذر بیچا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ لے لے اور جب اُسنے لے لیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس قدر صبر کرے کہ اجارہ کی مدت گذر جاوے پھر اُسکو لے لیوے یا بیع فسخ کر دے اور اگر ٹٹو والے نے اُسکو کسی غیر کو مانگے دیدیا یا ہبہ کیا یا کرایہ دیا پس اگر پہلا کرایہ دینا معروف ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ان لوگون سے لے لے اور اگر پہلا اجارہ معروف نہو اور گواہ قائم کرنے چاہے پس اگر موہوب لہ کے پاس ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ گواہ قائم کرکے اُسکو لے لے اگرچہ ہبہ کرنے والا غائب ہو پس اگر مستاجر نے لے لیا اور اجارہ کی مدت گذر گئی تو موہوب لہ کو لے لینے کا اختیار نہین ہے اسی طرح اگر ٹٹو مشتری کے قبضہ مین ہو تو مشتری خصم قرار پاویگا پس مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسپر گواہ قائم کرے اور اگر دوسرے مستاجر یا مستعیر کے قبضہ مین ہو اور مستاجر نے چاہا کہ ان دونون پر گواہ قائم کرے اور دوسرے کو اجارہ دینا یا عاریت دینا خواہ ظاہر ہے یا نہین ظاہر ہے اور دوسرے مستعیر یا مستاجر نے اپنی عاریت یا اجارہ لینے کے گواہ قائم کیے اور ٹٹو والا غائب ہے تو پہلے مستاجر کے گواہ ان دونون پر مقبول نہونگے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک ٹٹو کرایہ لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مالک غائب ہو گیا پھر دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ مین نے اس سے پہلے کرایہ لیا اور گواہ پیش کیے تو فخر الاسلام بزدوی نے فتوی دیا کہ گواہ مقبول ہونگے اور یہی قریب الصواب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مستاجر مدعا علیہ نہین ہو سکتا۔ یہ نا وقتیکہ اُسپر کسی فعل کا دعوی نہو مثلاً یون کہے کہ ٹٹو والے نے میرے سپرد کیا تھا اور تو نے مجھسے لے کر اپنا قبضہ کر لیا اور اگر یون کہا کہ مالک نے دوسرے اجارہ پر تیرے سپرد کیا میرے سپرد نہین کیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اسی پر امام ظہیر الدین نے فتوی دیا ہے امام سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ خصم قرار نہین پاویگا جیساکہ مالک سے عاریت لینے والا نہین قرار پاتا ہے اور اسی طرح رہن و عاریت کے دعوے مین مستاجر خصم نہین قرار پائیگا اور مشتری اور موہوب لہ ہر ایک کے واسطے مدعا علیہ خصم قرار پاسکتے ہین اور اسی طرف امام ابو بکرؒ کا میلان پایا جاتا ہے یہ جبز کردری مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوے کیا کہ یہ میرے کرایہ مین ہے مجھے فلان شخص نے کرایہ پر دیا ہے اور قابض نے کہا کہ یہ میرے اجارہ مین ہے مجھے فلان شخص نے ایک دوسرے شخص کا نام لیا کہ اُسنے کرایہ پر دیا ہے تو مدعی کے دعوے کی سماعت ہوگی اور قابض اُسکا خصم قرار پائیگا بخلاف اسکے اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اجارہ کا دعوی کیا تو سماعت نہوگی اور اگر مستاجر نے بدون موجودگی اجرت دہندہ کے دعوی کیا تو سماعت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر فلان غائب زید کا تھا اس سے اس شخص نے جو قابض ہے یعنے عمرو نے خریدا اور قبضہ کر لیا اور مین اُسکا شفیع ہون شفعہ طلب کرتا ہون اور عمرو کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے مین نے اُس سے نہین خریدا ہے یا یون کہا کہ یہ تیرا گھر ہے تو نے فلان کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکے سپرد نہین کیا ہے اور مین شفعہ طلب کرتا ہون تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مقبول نہوگا حتی کہ پہلی صورت مین بائع حاضر ہو اور دوسری صورت مین مشتری حاضر ہو تو مقبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے قابض کو خصم قرار دیا اور

اُسپر شفعہ کا حکم دیدیا اور اس حکم کو جو قابض پر کیا ہی بائع پر اور مشتری پر حکم شفعہ قرار دیا ہی اور ثمن لینے اور اسکو عادل کے پاس رکھنے کا حکم کیا۔ اور اگر مشتری حاضر ہو کہ خرید سے انکار کرتا ہو تو امام محمدؒ نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا اور عہدہ مشتری پر رکھا اور ثمن اُسکو دلا دیا کذا فی الوجیز للکردری۔ گھر خریدنے کے وکیل نے اگر اسکو خرید کر قبضہ کر لیا پھر شفیع آیا اور وکیل سے اُسنے گھر کو شفعہ میں لے لینا چاہا تو لے سکتا ہے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہی اور اگر وکیل نے گھر پر قبضہ نہیں کیا تو شفیع اُسکو نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ موکل یا اُسکا وکیل یا بائع یا اُسکا وکیل حاضر نہو اور علی ہذا اگر مبیع میں وکیل کے پاس استحقاق ثابت ہوا تو مستحق کی ڈگری ہونے کے واسطے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے صرف وکیل کا حاضر ہونا کافی ہی یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دیکر سپرد کر دیا پھر مستاجر سے کسی غصب کرنے والے نے غصب کر لیا تو بدون موجودگی مستاجر کے غاصب پر ملکیت کا دعوی صحیح نہیں ہی یہ وجیز کردری میں ہی۔ اگر ایک گھر خریدا اور اُسپر ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع کے پاس سے کسی نے غصب کر لیا پس اگر مشتری نے ثمن دیدیا یا ثمن کی میعاد مقرر ہے تو خصم مشتری ہوگا ورنہ بائع خصم ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی مشتری نے ہنوز دام نہیں دیے تھے کہ بائع نے مبیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو موافق ظاہر الروایت کے پہلے مشتری کا دعوے دوسرے مشتری پر مسموع ہوگا کیونکہ وہ اپنی ملک ہونے کا مدعی ہی اور قابض اُسکو روکتا ہی ولیکن بدون دام ادا کر دینے کے اُسکو قابض کے ہاتھ سے نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی ہزار درم کو خریدی اور دام نہیں دیے اور بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کر لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہو گیا اور اُسکا بائع حاضر ہی اُسنے دوسرے مشتری سے واپس کرنی چاہی پس اگر دوسرے مشتری نے اقرار کیا کہ بات یہی ہی جو پہلا بائع بیان کرتا ہی تو پہلے بائع کو اُس سے واپس لے لینے کا اختیار ہی اور اگر دوسرے مشتری نے بائع اول کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ سچ کہتا ہی یا جھوٹ کہتا ہی تو ان دونوں میں خصومت ہوگی تاوقتیکہ پہلا مشتری حاضر نہو یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے میرے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور غلام زندہ موجود ہی تو بدون غلام کی موجودگی کے دعوی اور گواہی کی سماعت نہوگی اور اگر غلام زندہ نہیں ہی تو دعوے کی سماعت ہوگی اور گواہی پر آنکھ پھوڑنے کا ارش اُسکو دلایا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر غلام نابالغ ہی کہ اپنے حال کو بیان نہیں کر سکتا ہی تو اُسکا موجود ہونا شرط نہوگا قاضی مدعی کے واسطے جرمانہ کی ڈگری آنکھ پھوڑنے والے پر کر دیگا اور اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور وہ غلام ابھی مدعی کا ہی حالانکہ غلام غائب ہو تو قاضی اُسپر ارش کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دیگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اُسنے میری دیسی گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی تو گواہی مقبول ہوگی اور دعوے کے صحت کے واسطے گھوڑا قاضی کو دکھلانا شرط نہیں ہی حتی کہ اگر حاضر ہو تو واجب ہی کہ قاضی کو دکھلا دے کہ اُسنے آنکھ پھوڑی ہی یا نہیں پھوڑی ہی اور اگر ایک شخص آنکھ پھوٹا ہوا گھوڑا لایا اور کہا کہ یہ گھوڑا میرا ہی تو ارش کی ڈگری نہوگی جب تک کہ اس امر کے گواہ نہ قائم کرے کہ یہ میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اسکی آنکھ پھوڑ دی اور اُس روز بھی یہ میری ملک ہی تو اُسکا ارش لے سکتا ہی اگر مالک نے اُسکے گواہ سنائے کہ یہ میری ملک ہی اور میری ملک کی حالت میں مدعا علیہ نے اسکی آنکھ پھوڑی اور پہلے مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا گھوڑا ہے اور قابض نے اسکی آنکھ پھوڑ دی ہی تو اُسکے گواہوں کی گواہی اولی

ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے- اگر کسی چوپایہ کے زخم دینے یا کپڑے مین خرق کر دینے کا دعوی کیا تو گواہ [illegible]
چوپایہ اور کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے- ایک شخص مرگیا اور اُسنے [illegible]
ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے تہائی مال [illegible] کی ہو اور وارث
نے انکار کیا تو قاضی اُسکی گواہی کی وارث پر سماعت کریگا اور وصیت کی ڈگری کر دیگا [illegible] اگر و[illegible] تہائی مال [illegible]
کو دیدیا پھر دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ میت نے میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی [illegible] وارث غائب ہوگیا
تھا پس مدعی نے موصی لہ کو قاضی کے پاس حاضر کیا تو قاضی موصی لہ کو خصم قرار دیکر اُسکے منہ [illegible] گواہوں کی سماعت
کریگا اور حکم دیگا کہ نصف مال اُس دوسرے مدعی کو دے پس اگر پہلے موصی لہ کے پاس [illegible] اسکو
ملا تھا اُسنے تلف کر دیا یا تلف ہوگیا اور وہ بالکل نادار ہے اور دوسرے موصی لہ نے وارث [illegible] قاضی کے سامنے
حاضر کیا اور وارث کے پاس سے لینا چاہا اور وارث نے اُسکی وصیت سے انکار کیا تو دوسرے مدعی کو دوبارہ
گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی اور وہ وارث سے جو کچھ وارث کے پاس ہے اُسکا پانچواں حصہ لے سکتا ہے پھر دوسرا مدعی اور
وارث دونوں پہلے موصی لہ کے دامنگیر ہوکر نصف اُس مال کا جو اُسنے لیا ہے وصول کرینگے اور وصول کرکے پانچ حصہ کرینگے
ایک حصہ موصی لہ ثانی کو اور چار حصے وارث کو ملینگے اور جس قاضی کے پاس پہلے موصی لہ نے نالش کی تھی اُسکے پاس
نالش کرنا یا دوسرے قاضی کے پاس نالش کرنا یکساں ہے اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور دوسرے مدعی نے وارث
کو حاضر کیا تو قاضی وارث پر ڈگری کر دیگا اور وارث پر ڈگری کرنا پہلے موصی لہ پر ڈگری کرنا شمار ہوگی- اور اگر قاضی نے
پہلے موصی لہ کے واسطے ڈگری کر دی اور ہنوز وارث نے اُسکو کچھ نہیں دیا تھا کہ دوسرے مدعی نے دعوی کیا اور
وارث غائب ہے پس اگر اسی قاضی کے پاس جسنے پہلے مدعی کی ڈگری کر دی ہے نالش کی تو یہ قاضی پہلے موصی لہ کو خصم
قرار دیگا اور اگر دوسرے قاضی کے پاس نالش کی تو وہ موصی لہ کو خصم قرار نہ دیگا- اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور وارث
حاضر ہے اور پہلے موصی لہ کو قاضی نے کچھ نہیں دلایا ہے تو وارث دوسرے موصی لہ کا خصم ہوگا اگرچہ دوسرے قاضی
کے پاس نالش کرے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ پہلے موصی لہ نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ میت کی وصیت سے
ملا ہے یا قاضی کو خود معلوم ہوا اور اگر ان مین سے کوئی بات نہو اور پہلا موصی لہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے مین نے اپنے
باپ کی میراث سے پایا ہے اور میت نے مجھے کچھ وصیت نہیں کی تھی اور نہ میں نے اُسکے مال سے کچھ لیا ہے تو یہ شخص
دوسرے موصی لہ کا خصم قرار پاویگا اور اگر پہلے مدعی نے کہا کہ یہ مال میرے پاس فلان میت کی ودیعت ہے جسکی طرف
دوسرا مدعی وصیت کا دعوی کرتا ہے یا کہا کہ مین نے اُس سے غصب کر لیا ہے تو ان دونون مین کچھ خصومت نہیں قائم ہو سکتی
ہے اگر یون کہا کہ یہ میرے پاس فلان شخص کی ودیعت ہے یعنے سوائے میت کے دوسرے کا نام لیا یا کہا کہ مین نے فلان
شخص سے غصب کر لیا ہے تو وہ خصم قرار دیا جائیگا و لیکن اگر اپنے قول پر گواہ لاوے تو خصم قرار نہ پاویگا یہ محیط مین ہے
ایک شخص مرگیا اور اُسنے مال اور ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے میت پر ہزار درم قرض ہین
پس قاضی نے وارث پر اُسکی ڈگری کر دی اور وارث نے اُسکو یہ مال دیدیا اور وارث غائب ہوگیا پھر دوسرا قرضخواہ
ہزار درم کا آیا اور اُسنے میت پر دعوی کیا تو پہلا قرضخواہ اُسکا خصم نہیں ہوگا اور اگر پہلا قرضخواہ غائب ہو اور
دوسرے نے وارث کو حاضر کیا تو وہ اُسکا خصم قرار پاویگا پس اگر قاضی نے وارث پر دوسرے قرضخواہ کی ڈگری کر دی اور حال

یہ کہ ندا کہ جو کچھ وارث کو ملا تھا سب تلف ہو گیا تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کو پکڑیگا اور جو کچھ اُسنے لیا ہے اُس میں سے آدھا وصول کر لیگا پھر دونوں اپنے باقی مال کے واسطے وارث کے پیچھے پڑینگے اور اگر پہلا شخص جس نے ہزار درم وصول کیے ہیں قرضخواہ نہو بلکہ موصی لہ ہو اور اُسنے مال وصیت لیکر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے میت پر ہزار درم قرض کا دعوی کیا اور وارث غائب ہے تو موصی لہ اسکا خصم نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے - ایک شخص نے ایک میت کے وارث پر گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے بعینہ اس باندی کی وصیت کی ہے اور وہ باندی اسکا تہائی مال ہے اور قاضی نے اُسکی ڈگری کر کے اُسکو دلادی اور وارث غائب ہو گیا اور دوسرے نے پہلے موصی لہ پر گواہ قائم کیے کہ میت نے اس باندی کی میرے واسطے وصیت کی تھی پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر لیا تھا تو قاضی تمام باندی دوسرے کو دلا دیگا اور اگر گواہوں نے یہ نہ ذکر کیا تو آدھی باندی دوسرے کو دلا دیگا اور یہ ڈگری وارث پر بھی نافذ ہوگی خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو حتی کہ اگر پہلے موصی لہ نے اپنا حق خود باطل کر دیا تو پوری باندی دوسرے مدعی کو ملے گی پس اگر قاضی نے باندی پہلے کو دلادی اور وہ غائب ہوا اور وارث حاضر ہے تو دوسرے موصی لہ کا خصم یہ وارث ہوگا خواہ پہلے قاضی کے پاس نالش ہو یا کسی دوسرے قاضی کے پاس ہو اور اگر قاضی نے پہلے مدعی کے واسطے باندی کا حکم دیا اور ہنوز دی نہیں گئی تھی کہ دوسرے نے وارث پر دعوی کیا پس اگر پہلے قاضی کے پاس نالش کی تو وہ اُسکو خصم نہ بنا دیگا اور اگر دوسرے کے پاس نالش کی تو خصم قرار دیگا پھر اس صورت میں اگر قاضی دوسرے مدعی کے گواہ وارث پر سنے تو دوسرے کے واسطے آدھی باندی کی ڈگری کر دیگا خواہ اُسکے گواہوں نے پہلی وصیت سے رجوع کرنا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو پس جب پہلا بھی حاضر ہوا پس اگر دوسرے مدعی نے پہلی وصیت سے رجوع کرنیکے گواہ سنائے تو کل باندی لے لیگا ورنہ آدھی لیگا اور اگر پہلے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے تہائی مال کی مجھے وصیت کی تھی اور قاضی نے اسکو دلادیا پھر دوسرے نے پہلے پر گواہ قائم کیے کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے دوسرے مدعی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو قاضی پہلے مدعی سے تہائی مال لیکر دوسرے کو دیدیگا اور اگر وارث ہی حاضر ہو تو قاضی دوسری وصیت کا حکم کر دیگا اور پہلی وصیت سے رجوع کرنے کا حکم نہ دیگا اور اگر پہلے کے واسطے ایک معین غلام کی وصیت کی تھی اور وہ بحکم قاضی اُسکو دیدیا گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے اپنے مال سے سو درم کی وصیت کی ہے تو جسکو غلام دینے کی وصیت کی تھی وہ اسکا خصم نہیں قرار دیا جائیگا اور اگر وارث حاضر ہوا اور پہلا موصی لہ غائب ہے تو وارث دوسرے کا خصم ہوگا یہ محیط میں ہے - ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض یا غصب یا ودیعت ہیں اور وہ بعینہ غاصب یا مستودع کے پاس قائم ہیں پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص مر گیا جسکا یہ مال ہے اور میرے لیے اس مال کی وصیت کر گیا ہے اور وہ شخص جسکے پاس مال ہے یا مال کا مقر ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ فلاں شخص مالک مال مر گیا ہے یا نہیں مرا ہے تو دونوں میں خصومت قرار نہ دیگا تاوقتیکہ میت کا کوئی وارث یا وصی حاضر نہ کرے اور اگر قابض مال نے کہا کہ یہ مال میرا ہے اور میرے پاس میت کا کچھ مال نہیں ہے تو مدعی کے واسطے خصم قرار دیا جائیگا اور جو کچھ مدعا علیہ کے پاس ہے اُسکی تہائی کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دیگا و لیکن اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میت نے سوائے ان ہزار درم کے دو ہزار درم اور چھوڑے ہیں اور وارث نے اُنکو وصول کر لیا ہے تو اُس وقت قاضی پورے ہزار درم کی ڈگری اسکو دیدیگا پھر اگر اسکے بعد وارث نے اقرار کیا کہ میں نے مال میت سے کچھ نہیں پایا

۱؎ یعنی وہ شخص جس نے اپنے واسطے رجوع کنندہ سے وصیت کی ۱۲

تو اُسپر التفات نہوگا اور اگر بجاے موصی لہ کے کوئی قرضخواہ ہو تو جسکی طرف مال آتا ہے وہ اس قرضخواہ کا خصم قرار نہ پاویگا
خواہ قابض بالمعنے ہو یا منکر ہو پس اگر اس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص مرگیا اور کوئی وارث یا وصی نہیں چھوڑا
تو قاضی اُسکی گواہی مقبول کرکے میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا اور اُسپر مدعی کے گواہون کی گواہی کی سماعت
کریگا پس جب اُسنے ادا کیا تو قرض پر اُسکی گواہی مقبول کریگا اور جسکی طرف مال آتا ہے اُسکو حکم دیگا کہ قرضخواہ کو مال ادا
کردے بشرطیکہ جسکی طرف مال آتا ہے وہ اس مال کا مقر ہو کذا فی الذخیرہ۔ اگر موصی لہ نے گواہ سنائے کہ فلان شخص
مرگیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا اور میرے واسطے اُن ہزار درم کی جو فلان شخص کی طرف اُسکے غصب یا ودیعت کی
وجہ سے آتے ہیں وصیت کر دی ہے یا گواہون نے کہا کہ ہم کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور جسکی طرف مال ہے وہ مال کا
اقرار کرتا ہے تو قاضی موصی لہ کے واسطے مال کی ڈگری کر دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور خصم اثبات وصایت میں میت
کا وارث ہوتا ہے یا موصی لہ یا قرضدار کہ جسپر میت کا کچھ قرض ہو یا قرضخواہ کہ جسکا میت پر کچھ قرض ہو یہ فصول عمادیہ
میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسکے دو بیٹے ہیں ایک اُن میں سے غائب ہے پس حاضر نے دعوی کیا کہ میرا
میرے باپ پر ہزار درم قرضہ ہے اور میت کا ایک شخص پر ہزار درم کے سوا سے کچھ مال نہیں ہے تو امام رحمہ اللہ
تعالی نے فرمایا کہ اجنبی پر مال ثابت کرنے کے واسطے اُس بیٹے کی گواہی قبول کرونگا اور اُسکے باپ پر اُس کا
قرضہ ثابت کرنے کے واسطے قبول نہ کرونگا اور اُن ہزار درم میں سے جو میں نے اجنبی پر ڈگری کیے ہیں اس
لڑکے کے واسطے کچھ دینے کا حکم نہ دونگا اور توقف کرونگا یہانتک کہ اُسکا بھائی جو غائب ہے حاضر ہو جاوے
کذا فی المحیط۔ ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعوی کیا کہ فلان شخص غائب نے تجھ سے میرے واسطے خریدا ہے
اور قابض نے بیع سے انکار کیا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر مشتری حاضر ہوا اور خرید سے انکار
کرتا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور بمنزلہ اُسکے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر دعوی کیا کہ میں نے اسکو
فلان شخص سے خریدا ہے اور فلان شخص نے تجھ سے خریدا تھا۔ اور منتقی کے کتاب الدعوی میں ہے کہ امام ابو یوسف
نے فرمایا کہ اگر قابض نے کہا کہ میں نے فلان شخص کے ہاتھ جسکو تو اپنا وکیل بتلاتا ہے فروخت کیا تھا اور فلان
شخص غائب ہے تو مدعی اور قابض میں خصومت نہیں ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلان شخص کے ہاتھ جس سے
خرید نے کا تو گمان کرتا ہے فروخت کیا تھا اور ثمن وصول ہونے تک یہ میرے قبضہ میں ہے یا کہا کہ میرے پاس ودیعت ہے تو بھی
ان دونون میں خصومت نہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ عمرو کا روپیہ بکر پر چاہیے اُسکے نام کا تمسک زید و بکر کے پاس لایا
اور کہا کہ جو روپیہ اس تمسک میں عمرو کے نام ہے مجھے ہی اُس روپیہ کا عمرو نے میرے واسطے اقرار کیا ہے اور اُسکے گواہ میرے
پاس ہیں پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ فلان غائب یعنی بکر کا کچھ روپیہ مجھپر نہیں چاہیے تو وہ خصم قرار پاویگا اور اس مدعی زید
کی گواہی بکر پر سنی جاویگی اور ڈگری کردی جائیگی اور اگر بکر نے عمرو کا روپیہ ہونیکا اقرار کیا تو جب تک عمرو حاضر نہ ہو زید
کے گواہون کی گواہی بکر پر سنی نہ جاوےگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت
کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میرے واسطے دس دینار سو درم کو خرید دے اُسنے ایسا ہی کیا اور درم دیکر دینار
لیے پھر ایک شخص نے اگر دیناروں پر دعوی کیا تو مشتری اُسکا خصم ہوگا اور مشتری کی یہ دلیل کہ فلان شخص نے
مجھے حکم کیا تھا اور میں نے اُسکے واسطے خریدے ہیں مقبول نہوگی اور اگر دیناروں کے مدعی نے اسکا اقرار کیا تو اُن

دونون مین خصومت نہوگی یہ محیط مین ہے۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے یہ غلام اُسکے مالک بکر کی بلا اجازت فروخت کیا اور یہ اُسکے ہاتھ مین بضاعت تھا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے بلا حکم اسکے مالک کے فروخت کیا ہے تو وہ خصم قرار دیا جائیگا اور حکم ہوگا کہ غلام مشتری کو دیدے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مملوک کا دعوی کیا اور زعم کیا کہ میرا ہے اور کہا کہ آج وہ میرے قبضہ مین نہین ہے اور مملوک نے کہا کہ مین فلان شخص کا غائب غلام ہون پس اگر مملوک اپنے دعوے پر گواہ لایا تو اُسکے اور مدعی کے درمیان خصومت نہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعی کے گواہون کی اُسپر سماعت نہوگی اور مدعی کی ڈگری اُسپر کردی جاویگی پھر اگر مقر لہ اسکے بعد آیا تو اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ نہوگی پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے مدعی پر اُسکی ڈگری کردی جائیگی کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام پر دعوی کیا کہ اسکے قبضہ مین جو غلام ہے وہ میرا ہے یا اُسپر کچھ قرض کا دعوی کیا یا اُس سے کوئی چیز خریدنے کا دعوی کیا تو غلام مدعی کا خصم ہوگا ولیکن اگر مدعی اقرار کرے کہ یہ غلام مجحور ہے تو ان دونون مین خصومت نہوگی کذا فی الذخیرہ منتقی مین ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ فلان شخص کا گھر ہے اور اُس شخص نے ایک مہینہ ہوا کہ میرے پاس یہ گھر بعوض اُن ہزار درم کے جو میرے اُسپر آتے ہین رہن کیا اور مجھے دیدیا مین نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسنے مجھ سے مستعار مانگا مین نے اُسے دیدیا اور اُسپر گواہ قائم کرکے سنا دیے اور گھر کا مالک غائب ہے اور قابض نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہے مین نے اسکو کل کے روز اُسی غائب سے جس سے مدعی رہن کا دعوی کرتا ہے خریدا ہے یا کہا کہ دس روز ہوئے کہ اُس سے خریدا ہے تو مدعی رہن اُسکا مستحق ہے اور خرید کے مدعی کو جبتک بائع غائب ہے پھیر دینے کا اختیار نہین ہے اسی طرح اگر بجاے رہن کے اجارہ لینے کا دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بجائے مرتہن و مستاجر کے کوئی شخص ملک کا مدعی ہو کہ مین نے اسکو ایک مہینہ ہوا جب سے مالک سے خریدا ہے اور اُسکی خرید قابض کی خرید سے پہلے واقع ہوئی تو اُسکے نام گھر کی ڈگری کردی جائیگی اور دوسری بیع ٹوٹ جائیگی اور مدعی سے دام لیے جائینگے اور امانت رہینگے اور گھر اُسکے سپرد کیا جائیگا بشرطیکہ مدعی کے گواہون نے یہ گواہی نہ دی کہ بائع نے دام وصول کرلیے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ہشام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے ایک باندی خریدی اور دام دیدیے اور اُسپر قبضہ کرلیا اور مجھ سے ایک شخص نے استحقاق ثابت کرکے قاضی کے حکم کی ڈگری کرالی پس مین نے اُس شخص کو جسنے فروخت کی تھی حاضر کیا اُسنے کہا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہین کہ جسنے تجھ سے استحقاق مین لی ہے اُسنے میرے ہاتھ فروخت کی یا میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو قاضی مشتری کو اختیار دیگا چاہے خود متولی خصومت ہو یا رد کرکے بائع سے اپنا ثمن لے لے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین اپنے کام مین توقف کرتا ہون اور بائع بذات خود خصومت کرے تو یہ اختیار اُسکو نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام معین کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے اور اُنکا ہنوز تزکیہ ہوا تھا یا نہین ہوا تھا کہ قابض نے اقرار کردیا کہ وہ حر ہے یا دوسرے کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کردیا تو مدعی کے حق مین آزاد کرنا صحیح نہوگا ولیکن مقر کے حق مین سب تصرفات صحیح ہین حتی کہ اگر گواہون کا عادل ہونا ثابت نہوا تو اُسکے اقرار پر عمل کیا جائیگا۔ اور اگر مدعی نے ایک ہی گواہ ہنوز قائم کیا تھا کہ مدعا علیہ نے ایسے تصرفات کیے تو بھی مدعی کے حق مین جائز نہ ہونگے جیسے دو گواہ قائم کرنے کی صورت مین جائز نہ تھے اور اگر مدعا علیہ نے یہ تصرفات

نہ کیے ولیکن مدعی کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کردیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو کتاب الاقضیہ مین لکھا ہو کہ قاضی اسکے اقرار
پر حکم کردیگا اور جامع کبیر مین لکھا ہے کہ گواہون پر حکم کریگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ مال معین پر
ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا پس ہنوز مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم نہین کیے
تھے کہ مدعا علیہ نے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کردیا اور گواہ کر لیے پھر جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے
اور قاضی نے اُسکی ڈگری کردی تو مشتری نے اُسپر گواہ قائم کیے کہ یہ میری ملک ہے اور اسکے قبضہ مین ناحق
ہے پس اُسکی ڈگری ہوگئی پھر اُسنے یعنے مشتری نے اپنے بائع کے ہاتھ فروخت کردی یا ہبہ کردی تو یہ جائز
ہے اور یہ ایک حیلہ ہے کہ اسکو لوگ کیا کرتے ہین تاکہ ظلم سے بچین ولیکن یہ حیلہ اُس وقت صحیح ہے کہ
مشتری نے پہلے مدعا علیہ سے خریدنے کا دعوی نہ کیا بلکہ صرف ملک مطلق کا دعوی کیا اور اگر خریدنے کا
دعوے کیا تو مشتری کی سماعت نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ کتاب الاقضیہ مین ہے کہ ایک
شخص کے نصف دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکی ملک ہونے کا اقرار کردیا اور
دیا نہین اور غائب ہوگیا پھر ایک دوسرے شخص نے اسی نصف پر دعوی کیا تو پہلا مدعی اُسکا خصم نہوگا
اور اگر پہلا مدعی غائب ہوگیا اور مدعا علیہ حاضر رہا تو وہ اس دوسرے مدعی کا خصم ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک
شخص نے ایک دار مقبوضہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا ہی اور یہ شخص غائب ہو اور اُسکی غیبت منقطعہ ہے
اور اُسنے ایک شخص کے قبضہ مین حفاظت کرنے کے واسطے دیا تھا اُس شخص نے میرے قبضہ مین دیا ہی اور وہ
مرگیا تو یہ شخص قابض ہر شخص کا جو اس دار کا دعوی کریگا خصم قرار پاویگا مگر اس صورت مین قرار نہ پاویگا کہ جب
غائب کو خوب شناخت کرادے کہ وہ فلان بن فلان ہو اُسنے یہ گھر اس شخص کے قبضہ مین جو مرگیا ہی دیا تھا اور
اُسنے مجھے دیا تھا پھر اصل مالک غائب ہوگیا پس جب اس طرح اسنے گواہ قائم کیے تو اسکے اور مدعیون کے
درمیان خصومت نہوگی اور امام محمدؒ کے قول مین وہ وصی نہ کیا جائیگا مگر خاصۃً اسی دار کے حق مین اور بقیاس
قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ہر چیز مین وصی ہونا چاہیے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم
ہین اور وہ مجھے یہ درم ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور اُسکے تیرے پاس ہزار درم ہین اور مطالبہ کیا کہ اس مال سے
میرا قرض ادا کردے تو قاضی اس کے دعوے و گواہی کو قبول نہ کریگا اور اگر قاضی سے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے
قسم لے تو قاضی اُس سے قسم نہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مال مضاربت مین استحقاق ثابت ہوا اور اسمین نفع بھی
ہی تو نفع مین مضارب خصم ہوگا اور رب المال کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور اگر نفع نہین ہی تو رب المال خصم قرار
پاویگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ہشامؒ نے فرمایا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے مسلمانون کے
راستون مین سے کسی راستہ مین جو نافذ ہے عمارت بنائی یا اُسمین کھیتی لگا دی پھر نکل کر ایک شخص کو دیدی پھر
راستہ والون نے آکر جھگڑا کیا پس قابض نے گواہ قائم کیے کہ مجھے فلان شخص نے وکیل کرکے میرے قبضہ مین دیدی
ہے پس اگر وہ راستہ ایسا مشتبہ ہو کہ بدون گواہون کے معلوم نہوتا ہو کہ یہ راستہ ہی تو ان دونون مین خصومت نہین
ہے اور اگر مشتبہ نہو بلکہ راستہ معلوم ہی تو قابض خصم قرار پاویگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے امام محمد
رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام آزاد کیا اور وہ شخص مرگیا پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام

اُس میت کا جسنے اسکو آزاد کیا ہے بیٹا ہے اور اُس میت کا کوئی وصی نہین ہے پس کیا یہ غلام آزاد خصم قرار دیا جائیگا یا نہین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حالت مرض مین آزاد کیا ہے تو خصم ہوگا اور اگر حالت صحت مین آزاد کیا ہے تو نہین ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور باہم قبضہ نہین کیا تھا کہ ایک شخص نے اُسپر دعوی کیا اور مدعی بیع کا اقرار کیا ہے پس اُسنے بائع و مشتری کو حاکم کے پاس حاضر کیا اور کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین پس حاکم نے دونون سے قسم لی پس بائع نے قسم کھا لیا اور مشتری نے نکول کیا تو مشتری غلام کو ثمن کے عوض لے لیگا اور جب اُسنے ثمن ادا کر دیا تو غلام مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر مشتری نے قسم کھا لی اور بائع نے نکول کیا تو بائع کو اُسکی تمام قیمت مدعی کو دینی پڑیگی ولیکن اگر مدعی نے بیع کی اجازت دیدی تو صرف ثمن دینا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اور وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ فلان شخص کا ہے وہ مرگیا اور اُسنے فلان فلان وارث چھوڑے اُن مین سے بعض غائب ہین اور غائبون سے اُنکے حقوق خرید لینے کا دعوی کیا اور درخواست کی کہ اُن لوگون کے حاضر ہونے تک میرے قبضہ مین چھوڑ دیا جاوے تو نہ چھوڑا جاویگا پس اگر اپنے خریدنے کے گواہ سنائے تو اُنکی سماعت نہوگی ولیکن بیع نہ غائب پر جائز ہوگی اور نہ غائب پر ڈگری ہوگی ولیکن گھر اُسکے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا اور غائب کے آنے تک اُس سے کفیل لے لیا جائیگا اور جب غائب آیا تو دوبارہ مقدمہ پیش ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو شخصون کو ایک شخص کی خصومت کے واسطے وکیل کیا پس مدعی نے ایک وکیل پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو یہ جائز ہے اسیطرح اگر ایک وکیل پر ایک گواہ اور موکل پر دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر زندہ پر ایک گواہ اور دوسرا گواہ بعد موت کے اُسکے وارثون پر قائم کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الذخیرہ ہشام رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے پس قابض نے ایک شخص سے کہا کہ یہ گھر تیرا ہے تو نے اپنے فلان بھائی سے ورثہ پایا ہے اور مقر لہ نے کہا کہ نہین یہ گھر فلان شخص کا ہے اُسنے اپنے بھائی سے میراث پایا ہے تو دوسرے مقر لہ کی ڈگری کر دی جائیگی بشرطیکہ مقر لہ کا کلام مقر کے کلام سے ملا ہوا ہو پس اگر پہلا مقر لہ غائب ہوگیا اور دوسرا مقر لہ قابض کے پاس آیا اور گواہ قائم کیے کہ تو نے فلان غائب کے واسطے اقرار کیا اور اُس غائب نے میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی چیز بعوض مردار یا خون یا شراب یا سور کے خریدی اور مشتری نے قبضہ کر لیا پھر اُس مبیع کو کسی شخص نے گواہ قائم کر کے استحقاق مین ثابت کیا تو مردار و خون کے خریدنے کی صورت مین مشتری خصم نہوگا اور نہ اُسپر گواہی کی سماعت ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور شراب و سور کے عوض خریدنے کی صورت مین مشتری خصم قرار پاویگا اور گواہی اُسپر سنی جائیگی کذا فی المحیط۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چاندی کی ابریق بعوض دو دینار کے خریدی اور ابریق پر قبضہ کر لیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونون جدا ہوگئے یہانتک کہ آدھی ابریق کی بیع فاسد ہوگئی تو یہ فساد باقی آدھی مین متعدی نہوگا پھر کسی نے آکر دعوی کیا کہ آدھی ابریق میری ہے تو مشتری اُسکا خصم قرار دیا جائیگا پھر اگر بائع اُسوقت حاضر ہوا کہ جب مستحق نے آدھی ابریق اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے آدھی کی ڈگری اُسکو دیدی تو مشتری بائع پر چوتھائی ابریق واپس کر دیگا اور بائع مشتری کو آدھا حصہ اسقدر کا کہ جسکا وہ سبب صحیح کے ساتھ مالک ہوا ہے واپس دیگا اور مشتری کو خیار ثابت نہوگا اگرچہ بائع ابریق مین اُسکا شریک ہوا۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے ایک غلام ایک ہی صفقہ مین یون خریدا کہ نصف

غلام دو دینار نقد کو اور نصف غلام باقی بعوض سو دینار کے جو ادھار رکھے بیچا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص نے حاضر ہو کر گواہ قائم کیے کہ آدھا غلام میرا ہے تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے آدھا غلام بیچا اور آدھا اسکے پاس ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر ایک شخص نے آدھے غلام کا دعوی کیا تو مشتری اُسکا خصم نہوگا اور اگر مشتری نے باقی آدھا غلام فروخت کیا اور آدھا اسکے پاس دوسرے نے ودیعت رکھا پھر آدھے غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو چوتھائی غلام کی ڈگری کر دی جائیگی اور وہ خریدے ہوئے کا آدھا ہوگا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کر لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے آدھا غلام خریدا پھر باقی آدھا بھی خریدا مگر ایک بیع صحیح اور دوسری فاسد ہے یا دونوں صحیح ہیں یا دونوں فاسد ہیں پھر ایک شخص نے اُس مشتری پر آدھے غلام کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو مشتری اُسکا خصم ہوگا اور اُس آدھے کی ڈگری کر دی جائیگی جو بیع ثانی سے خریدا ہے اور اگر پہلی بیع صحیح ہوا اور دوسری بیع بعوض مردار یا خون یا شراب کے ہو تو مستحق اور مشتری میں خصومت نہوگی یہانتک کہ بائع حاضر ہو کیونکہ جو چیز بعوض خون یا مردار یا شراب کے خریدی جاوے وہ بالاتفاق مملوک نہیں ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے میرے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا اور اُسپر آدھی قیمت یعنے پانچسو درم واجب ہیں یا یہ دعوی کیا کہ اُسنے میری باندی فلان کے ساتھ اپنے غلام کا نکاح کیا اور اُسپر مہر واجب ہے اور غلام اور باندی دونوں زندہ ہیں اور غائب ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ہاں ولیکن میں تجھے ارش یا مہر اس خوف سے نہ دونگا کہ غلام اور باندی حاضر ہوں پس تیرے مملوک ہونے سے انکار کریں اور مجھسے ضمان لے لیں تو قاضی اُسکے اقرار سے مہر و ارش اُسکے ذمہ لازم کریگا اور اگر مہر و عقر وغیرہ میں سے ہو تو بھی یہی جواب ہے اور اگر غلام کے ہزار درم اس شخص کے پاس ودیعت ہوں یا اُسنے غصب کر لیے ہوں یا قرض یا بیع کے ہوں پس جس شخص کے پاس مال ہے اُسنے اقرار کیا کہ جسنے مجھے مال دیا ہے وہ اس مدعی کا غلام ہے اور مدعی نے اُسکی تصدیق کی تو مدعی کو اس مال لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اُس شخص نے جسکے پاس مال ہے یہ اقرار کیا کہ یہ مال اس مدعی کا ہے اُسکے غلام نے اس سے غصب کر کے میرے پاس ودیعت دیا ہے اور مقر لہ یعنے مدعی نے اُسکی تصدیق کی تو بھی مال نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر کسی نے اقرار کیا کہ اس شخص نے اپنے غلام کو اپنی باندی بیچنے کا حاکم کیا تھا اُسنے میرے ہاتھ فروخت کر دی اور دام نہیں لیے ہیں اور غلام کے مالک نے اسکی تصدیق کی تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائیگا کہ دام مولی کو دیدے یہ سب اس صورت میں ہے کہ مال مقر کے پاس قائم ہو اور اگر تلف کر دیا ہو تو مقر لہ کو اُسکے ہاتھ خود کرنے کا اختیار ہے پس اگر غائب آیا اور اُسنے فلان کا غلام ہونے سے انکار کیا یا اس سے انکار کیا کہ میں نے اُسکی کچھ چیز غصب نہیں کی ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مقر سے اس قدر مال کی ضمان لے جسکا اُسنے اقرار کیا ہے پھر مقر اپنے مقر لہ سے لے سکتا ہے یا نہیں پس اس صورت میں کہ مقر لہ نے بابت ارش یا مہر لیا ہے پھر غائب نے اگر مقر لہ کے مملوک ہونے سے انکار کیا تو مقر اس سے واپس لیگا اور باقی صورتوں میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مقر نے ان سب مسئلوں میں یہ کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ غائب تیرا غلام ہے یا نہیں ہے تو مولی کی گواہی اس امر پر کہ غائب میرا غلام ہے مقبول نہوگی اور مقر پر اُسکی کچھ ڈگری نہوگی یہانتک کہ غلام حاضر ہو اور مدعا علیہ سے دعوے مدعی پر کہ غائب میرا مملوک ہے قسم نہ لی جائیگی اور ارش اور مہر میں قسم لی جائیگی کہ واللہ جس ارش یا مہر کا دعوی کرتا ہے میری طرف نہیں چاہیے ہے اور مال کے دعوے

ہین کسی سے قسم نہ لی جاویگی مگر جبکہ مدعی یہ دعوی کرے کہ میرے غلام نے ہزار درم لیکر اس شخص کو قرض دیے ہین یا اُسنے مجھ سے ہزار درم لیے تھے اُس سے اس شخص نے غصب کر لیے اور تلف کر دیے پس اگر مدعی نے یہ دعوی کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ہزار درم قرض دیے یا مین نے اُسکے غصب کر لیے اور تلف کر دیے اور مین نہین جانتا ہون کہ وہ اس شخص کا غلام ہے یا نہین تو اُس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ تیری طرف یہ مال دینا نہین چاہیے جسکا یہ دعوی کرتا ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہزار درم جو میرے قبضہ مین ہین تیرے ہین کیونکہ مین نے تیرے غلام سے غصب کر لیے ہین اسواسطے کہ تیرے غلام کا مال تیرا مال ہے یا اسواسطے تیرے ہین کہ تیرے غلام نے مجھے ودیعت دیے ہین اور مولی نے کہا کہ ہزار درم میرے ہین اور تو نے میرے غلام سے غصب نہین کیے ہین تو وہ درمون کو لے لیگا مگر اُس صورت مین نہین لے سکتا ہے کہ مقر نے غصب و ودیعت کے گواہ قائم کیے پس اگر اُسکے پاس گواہ نہ ہوئے اور مولی نے مال پر قبضہ کر لیا پھر غلام آیا اور اُسنے مقر لہ کے مملوک ہونے سے انکار کیا اور مولی کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ مقر غلام کے واسطے ہزار درم کا ضامن ہوگا بشرطیکہ غصب کا اقرار کیا ہے اور اگر ودیعت کا اقرار کیا ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن ہوگا - اور اگر اُس شخص نے جسکے قبضہ مین مال ہے کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس تیرے غلام نے ودیعت رکھے ہین یا مین نے اُس سے غصب کر لیے ہین اور یہ تیرے ہین کیونکہ تیرے غلام کا مال تیرا ہے تو مولی اُن درمون کو لے لیگا مگر پہلے قسم کھا لیگا جبتک کہ معلوم نہو کہ فلان شخص نے اُسکو ودیعت دیا ہے یا اُسنے اُس سے غصب کر لیا ہے پھر اگر غائب حاضر ہوا اور اُس شخص کے غلام ہونے سے انکار کیا تو ہزار درم مولی سے لے لیگا اور مولی کو حکم کیا جائیگا کہ اگر تیرا حق ہے تو گواہ قائم کر اور مقر کچھ ضامن نہوگا - اور اگر مقر نے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے غلام فلان شخص کے میرے ہاتھ مین غصب یا ودیعت کے طور پر ہین اور مولا نے کہا کہ وہ فلان میرا غلام ہے اور درم میرے ہین تو مقر سے نہین لے سکتا ہے مگر اُس صورت مین لے سکتا ہے کہ گواہ قائم کرے - اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ میری باندی کا مہر اسپر چاہیے یا میرے غلام کا ارش اُسکے ذمہ ہے یا میرے غلام کی ودیعت یا غصب وغیرہ اُسکے قبضہ مین ہے پس کہا کہ غلام مر گیا ہے اور مدعا علیہ نے اُسکی تصدیق کی تو حکم کیا جائیگا کہ یہ مدعی کو دیدے پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ غلام پر میرا قرض ہے تو التفات نہ کیا جائیگا - اسی طرح اگر مدعا علیہ نے اسمین سے کچھ اقرار نہ کیا اور مولی نے اسپر گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی مختصر الجامع الکبیر - ایک شخص کے قبضہ مین مال ہے اُس قابض سے ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے تیرے غلام نے یہ مال غصب کر کے تیرے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے کہا کہ تو نے سچ کہا ولیکن مین تجھے اسواسطے نہ دونگا کہ مبادا میرا غلام میرے غلام ہونے سے انکار کر جاوے تو اُسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور اُسپر جبر کیا جائیگا کہ مال مقر لہ کے حوالہ کرے پھر جب اُسنے دیدیا پھر غائب آیا اور مقر لہ کے غلام ہونے سے انکار کیا تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور جو مال مقر لہ نے لیا ہے وہ اُسکو دلانے کا حکم کریگا بشرطیکہ وہ قائم ہو الا یہ کہ مقر لہ فی الحال اُس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ مال میرا ہے اور اگر مقر لہ نے یہ مال تلف کر دیا اور غائب نے اُس مقر سے جسکے قبضہ مین یہ مال تھا ضمان لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہوگا - اور اگر مقر نے کہا

کہ یہ مال میرے پاس میرے فلان غلام نے ودیعت رکھا ہی اور یہ مین نہیں جانتا ہون کہ یہ مال تیرا ہی یا نہین ہو پس مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا مال ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مال اُسکو دلایا جائیگا پس اگر غائب حاضر ہوا اور مقر کے غلام ہونے سے انکار کیا تو اپنا مال لے لیگا اور مدعی سے کہا جائیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ پیش کر ورنہ تیرا حق نہین ہی اور اگر مقر قابض مال نے کہا کہ یہ مال تیرا ہی تیرے واسطے میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھا ہی اور فلان شخص میرا غلام نہیں ہی پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص تیرا غلام ہی تو اُن دونون مین خصومت نہوگی اور گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو کوئی چیز ہبہ کر دی پھر واپس لینی چاہی و غلام کا مالک غائب ہی پس اگر اُس غلام کو تصرفات کی اجازت ہو تو واپس کر دینے کی اُسپر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر اُسکو تصرفات کی اجازت نہو تو بدون موجودگی مالک کے اُسپر واپسی کی ڈگری نہ کی جائیگی پس اگر غلام نے کہا کہ مین مجبور ہون اور واہب نے کہا کہ نہیں تو ماذون ہی تو قسم کے ساتھ واہب کا قول مقبول ہوگا اور اگر غلام نے اپنے مجبور ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے پس اگر مالک حاضر ہوا اور غلام غائب ہوا اور موہوب چیز ہبہ کی گئی ہے وہ غلام کے پاس ہو تو مالک خصم قرار نہ پاویگا اور اگر وہ چیز مالک کے قبضہ مین ہو تو خصم قرار پاویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مولی نے کہا کہ مجھے میرے فلان غلام نے یہ ودیعت رکھنے کو دی ہے اور مین نہیں جانتا ہون کہ آیا اُسے ہبہ کر دی گئی ہے یا نہیں پس مدعی نے ہبہ پر گواہ قائم کیے تو مالک اُسکا مخاصم ہوگا پھر جب قاضی نے واہب کے واسطے باندی دینے کی ڈگری کر دی اور واہب کے پاس وہ موتی ہوگئی پھر موہوب لہ آیا اور غلام ہونے سے انکار کیا تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو یہ اختیار نہوگا کہ ہبہ پھیر لے اور اگر باندی واہب کے پاس مر گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع سے ضمان لے یا واہب سے ضمان لے پس اگر اُسنے مستودع سے قیمت ڈانڈ بھر لی تو مستودع واہب سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر واہب سے ضمان لے لی تو واہب بھی مستودع سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر مولی نے کہا کہ مجھے معلوم ہی کہ تونے یہ باندی اُس شخص کو ہبہ کر دی جسنے میرے پاس ودیعت رکھی ہے ولیکن وہ شخص میرا غلام نہیں ہی اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلان غائب اسکا غلام ہے تو ایسی گواہی مقبول نہوگی بشرطے کہ غلام زندہ ہو اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہین لیکن مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ فلان غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر قسم کھا گیا تو جھگڑے سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو جھگڑا اُسکے پیچھے لازم رہا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولی نے اقرار کیا ہے کہ فلان شخص میرا غلام ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور واپس کر دینے کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مدعی نے اسکے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا اور وہ مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور قابض حال اُسکا مخاصم قرار پائیگا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا اور اُسنے اُس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض باندی نے اقرار کیا ہے کہ مین نے فلان غائب کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہون نے یہ گواہی نہ دی کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ غائب میرا غلام تھا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا

پس قابض کو خصم قرار نہ دیگا یہ محیط مین لکھا ہے - ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے کہ وہ اپنے غلام ہونیکا اقرار کرتا ہے پھر غلام نے دعوی کیا کہ فلان غائب نے مجھکو میرے اس مالک سے ہزار درم مین خرید لیا اور دام دیدیے ہین تو اُسکا قول مقبول نہوگا اور اگر یہ دعوی کیا کہ فلان غائب نے مجھے میرے مالک سے خریدا ہے اور مجھے خصومت کرنے اور اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اُسکے گواہون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ غلام اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے خصم ہوسکتا ہے اور اگر غلام نے کہا کہ مین فلان شخص کا غلام تھا اُسنے مجھے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے مگر اُسکے مالک اختیار ہے کہ اُسکو خصومت کرنے سے ممانعت کردے اور اگر منع نہ کیا تو وکالت جائز ہے اور دام وصول کرسکتا ہے اور مالک اُسکے درم لے لینے سے بری ہوجائیگا - اور اگر غلام نے کہا کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اُسنے مجھے اپنی ذات کے بارہ مین تجھ سے خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے اور گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی فتاوے قاضی خان

چھٹا باب کن صورتون مین دعوے مدعی دفع کیا جاتا ہے اور کب دفع نہین ہوتا ہے - ایک شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفعیہ ہے تو قاضی اُسکو مہلت دیگا کہ دوسری مجلس مین حاضر ہو اور اُسپر ڈگری نہ کردیگا اور اُسکا یہ کلام مدعی کیواسطے اقرار نہوگا اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ دفعیہ کو دریافت کرے اگر صحیح ہو تو اُسکو مہلت دے اور اگر فاسد ہو تو مہلت نہ دے اور نہ اُسپر التفات کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ فلان غائب کا ہے میرے پاس ودیعت یا عاریت یا اجارہ یا رہن یا غصب کی وجہ سے ہے اور اُسکے گواہ قائم کیے یا اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ فلان شخص کا غلام ہے تو مدعی کی خصومت اُس سے دفع ہوجائیگی - اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر قابض مرد صالح ہو تو گواہ قائم کرنے سے خصومت اُس سے دفع کی جائیگی اور اگر حیلہ بازی مین مشہور ہو تو دفع نہوگی امام ابو یوسفؒ نے اس قول کی طرف اُسوقت رجوع کیا کہ جب قاضی مقرر ہوئے اور لوگون کا حال دیکھا تو کہا کہ حیلہ گر آدمی کبھی کسی کا مال لیکر پوشیدہ کسی کے پاس رکھدیتا ہے اور اُس سے کہدیتا ہے کہ شہر سے غائب ہوجاوے پھر گواہ لاکر مجھے ودیعت دیدے حتی کہ جب مالک نے آکر اپنی ملکیت ثابت کرنی چاہی تو قابض گواہ پیش کردیتا ہے کہ فلان شخص نے مجھے ودیعت دی ہے پس مالک کا حق باطل ہوجاتا ہے اور اُسکی خصومت دفع ہوجاتی ہے کذا فی الکافی - اور اگر گواہ نہ قائم ہوئے تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ خصم ہوگا کذا فی المحیط - پس اگر قاضی نے مدعی کی ڈگری کردی اور غائب حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ مین اُسکا مالک ہون مین نے قابض کو ودیعت دی تھی تو قاضی اس حاضر کی ڈگری کردیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر قاضی نے مدعی کے گواہون پر اُسکی ڈگری نہ کی یہانتک کہ مقرلہ حاضر ہوا اور اُسنے قابض کے قول کی تصدیق کی اور قابض نے غلام اُسکو دیدیا اور قاضی نے مدعی کے گواہون پر اُسکی ڈگری کردی تو یہ فیصلہ قابض پر نافذ ہوگا پھر اگر مقرلہ نے مدعی پر اپنے گواہ اس امر کے قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے مین نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اُسکی ڈگری ہوجائیگی اور مدعی کی گواہی باطل ہوگی ایسا ہی امام محمدؒ نے جامع مین ذکر فرمایا ہے اور قاضی ابو الہیثم نے قضاۃ ثلثہ سے

نقل کیا ہی کہ یہ حکم مذکور صحیح نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ غلام آدھا آدھا اس مقرلہ اور مدعی کے درمیان مشترک ہونے کا حکم دیا جائیگا اور قاضی ابو الہیثم نے یہ بھی ذکر کیا کہ ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ کو یہ مسئلہ لکھا اور حکم دریافت کیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے لکھ بھیجا کہ غلام دونون مین مشترک ہونے کا حکم ہوگا۔ پھر جب مقرلہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور مدعی کے گواہ باطل ٹھہرے تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ حاضر پیش کر ورنہ تیرا حق نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر قابض کے گواہون نے کہا کہ اسکے پاس ایک شخص نے ودیعت رکھا ہی کہ ہم اسکو بالکل نہین پہچانتے ہین تو قاضی ایسی گواہی مقبول نہ کریگا اور بالاجماع مدعی کی خصومت اس سے دفع نہو گی کذا فی الکافی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو صورت سے پہچانتے ہین اُسکا نام ونسب نہین جانتے ہین تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُنکی گواہی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مدعا علیہ کے گواہون نے بیان کیا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو نام ونسب سے پہچانتے ہین اُسکی صورت سے نہین پہچانتے ہین تو اس صورت کو امام محمدؒ نے ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ ایسی گواہی سے خصومت دفع نہو گی اور بعضون نے کہا کہ دفع ہو جائیگی اور ایسا ہی کتاب الاقضیہ مین مذکور ہی کہ قاضی مدعی سے دریافت کریگا کہ کیا اُسکا یہی نام ونسب ہی پس اگر اُسنے کہا کہ نہین تو ظاہر ہوگا کہ وہ مودع نہین ہی کذا فی المحیط۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اُسکی شناخت کیواسطے تین طور ہونا ضرور ہین اور ائمہ رحمہ اللہ نے امام محمدؒ کے قول پر اعتماد کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ودیعت دیا ہی ایک معروف ومشہور آدمی کا نام لیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکو ایک آدمی نے ودیعت رکھنے کو دیا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی گواہی غیر مقبول ہی کذا فی المحیط اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے ودیعت دیا ہی کہ مین اُسکو نہین پہچانتا ہون پھر گواہون نے گواہی دی کہ اسکو ایک شخص نے ودیعت دیا ہی اور وہ دونون بھی اُسکو نہین پہچانتے ہین تو قابض مدعی کا خصم قرار دیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے ودیعت دیا ہی کہ مین اُسے نہین پہچانتا ہون اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکو فلان بن فلان نے ودیعت رکھنے کو دیا ہی تو خصافؒ نے ذکر کیا کہ قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا اور قابض کے ذمہ سے جھگڑا دفع نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مدعی نے اقرار کیا کہ ایک شخص نے اسکو دی ہی اور مدعی اسکو نہین پہچانتا ہی تو ان دونون مین خصومت نہو گی اسی طرح اگر قابض کے گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ مدعا علیہ کو ایک شخص نے دی ہی کہ مین اسکو نہین پہچانتا ہون تو قاضی مدعا علیہ کو خصم قرار نہ دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ اسکو ایسے شخص نے ودیعت دی ہی کہ جسکو ہم تینون طریقون سے پہچانتے ہین ولیکن ہم اسکو نہ بتلاوینگے اور نہ گواہی دینگے تو خصومت دفع نہو گی اور اگر اس امر پر برہان لایا کہ مجھے ایک شخص معروف نے دی ہی ولیکن گواہون نے دینے والے کی ملک ہونا صاف نہ بیان کیا تو خصومت دفع ہو جائیگی اور اگر گواہون نے کہا کہ اسکو فلان شخص نے ودیعت دی ہی ولیکن ہم نہین جانتے ہین کہ یہ چیز کسکی ہی یا یون کہا کہ یہ چیز فلان شخص کے قبضہ مین تھی جو غائب ہی ولیکن یہ نہین معلوم کہ اُسنے اس شخص کو دی ہی یا نہین اور قابض نے کہا کہ اُسنے مجھے دی ہی تو خصومت دفع ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر مدعا علیہ کے گواہون نے بیان کیا کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ یہ چیز فلان شخص غائب کی ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت دی ہی یا گواہون نے مدعی کے اس اقرار کی گواہی دی اور مدعا علیہ نے نہ کہا کہ مجھے

فلان غائب نے ودیعت دی ہے تو مشائخ نے کہا کہ خصومت اُس سے دفع ہو جائیگی اسی طرح اگر مدعی نے قاضی کے پاس اقرار کردیا کہ فلان غائب نے اسکو دی ہے تو قابض کے ذمہ سے خصومت دفع ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز فلان غائب کے ہاتھ مین تھی پھر مین نہین جانتا ہون کہ اُسنے اسکو دی ہے یا نہین اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی نے دی ہے تو ان دونون مین خصومت نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز فلان غائب کے پاس تھی مین نہین جانتا ہون کہ اُسنے اسکو دی ہے یا نہین تو ان دونون مین خصومت نہوگی۔ اگر قابض کے گواہون نے گواہی دی کہ یہ باندی فلان غائب کی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ فلان شخص نے اس قابض کو ودیعت دی ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا اور نہ خصومت اُس سے دفع ہوگی اور اگر مدعی نے بطور قابض کے گواہی دفع کرنے کے یہ گواہ سنائے کہ قابض نے اس باندی پر اپنی ملک ہونیکا دعوے کیا تھا تو قابض سے ودیعت رکھنے کے گواہ اصلا مقبول نہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر گواہون نے کہا کہ یہ گھر فلان غائب کا ہے اُسنے اس مدعا علیہ کو اسمین بسایا اور ہمکو گواہ کرلیا اور اُس روز یہ گھر اُس غائب کے قبضہ مین تھا یا کہا کہ مدعا علیہ کے قبضہ مین تھا یا کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ اُس روز یہ گھر کسکے قبضہ مین تھا لیکن ہم جانتے ہین کہ آج اس لینے والے کے قبضہ مین ہے یا بالکل اسکا ذکر نہ کیا کہ اُس روز گھر کسکے قبضہ مین تھا تو گواہی مقبول اور خصومت دفع ہوگی یہ ذخیرہ کبری مین ہے اور اگر گواہون نے کہا کہ گھر اُس روز کسی ثالث کے قبضہ مین تھا تو خصومت دفع نہوگی چنانچہ اگر یون کہین کہ فلان شخص نے اسکو بسایا و لیکن قبضہ اسکو کسی دوسرے نے دیا تو غیر مقبول ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مدعی برہان لایا کہ جس روز ان گواہون کو گواہ کیا تھا اُسدن یہ گھر لینے والے اور بسانے والے دونون کے سوا تیسرے کے قبضہ مین تھا اور وہ فلان شخص ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر یہ فلان شخص آیا اور مدعی نے اس طرح گواہ پیش کیے تو بھی غیر مقبول ہونگے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی و امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مقبول ہونگے یہ ذخیرہ کبری مین ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ آدھا گھر میرا ہے اور آدھا میرے پاس فلان شخص کی ودیعت ہے اور اُسپر گواہ قائم کیے تو خصومت کل گھر سے دفع ہو جائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اگر قابض نے ودیعت کا دعوی کیا اور اسکا اثبات اُس سے ممکن نہوا یہانتک کہ قاضی نے مدعی کی ڈگری کردی تو اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر اُسنے ودیعت کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول نہونگے و لیکن اگر غائب حاضر ہوا تو وہ اپنی حجت پر باقی ہے اور اگر قابض نے ودیعت پر گواہ پیش کیے یہانتک کہ خصم ٹھہرایا گیا اور مدعی نے ایک گواہ سنایا یا دونون سنائے مگر قاضی نے ہنوز حکم نہین دیا پھر قابض نے اپنے دعوے کے گواہ پائے تو مقبول ہونگے کیونکہ حکم قضا سے پہلے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ شخص مدعا علیہ مخاصم نہین ہے کذا فی الجامع الاسبیجابی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعوی کیا اور قابض نے کہا کہ فلان نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے پس مدعی نے کہا کہ فلان شخص نے تیرے پاس ودیعت رکھا تھا و لیکن پھر اُسنے تجھے ہبہ کردیا یا تیرے ہاتھ فروخت کردیا تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لیگا کہ اُسنے مجھے ہبہ نہین کیا اور نہ میرے ہاتھ بیع کیا پس اگر قسم سے باز رہا تو خصم قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلان شخص نے اسکے ہاتھ فروخت کردیا ہے تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ خصم ٹھہرایا جائیگا اور اگر مدعا علیہ نے ودیعت کا دعوی کیا اور مدعی نے اسکی قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لیگا

کہ واللہ میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھا ہے اور قسم قطعی لی جائیگی نہ علم پر اگرچہ یہ قسم فعل غیر پر ہے ولیکن اس فعل کا تمام
ہونا اسکے فعل سے ہے یعنے قبول کرنا پس قطعی قسم لی جائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص کے پاس کسی کی ودیعت ہے
اسکے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مین ودیعت وصول کرنے کے واسطے مودع کا وکیل ہون اور اسکے گواہ قائم کیے اور
مستودع نے گواہ سنائے کہ صاحب ودیعت نے اسکو وکالت سے برطرف کردیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر
اس امر کے گواہ قائم کیے کہ وکیل کے گواہ غلام ہین تو بھی مقبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک
گھر کا دعوی کیا قابض نے کہا کہ میرے پاس یہ فلان شخص کی ودیعت ہے اور اسکے گواہ سنا دیے حتی کہ خصومت اس سے
دفع ہوگئی پھر غائب حاضر ہوا اور اس شخص نے ودیعت اسکے سپرد کردی پھر مدعی نے دوبارہ اپنا دعوی پیش کیا
اسنے یہی جواب دیا کہ یہ جو میرے قبضہ مین ہے فلان شخص کی ودیعت ہے اور گواہ قائم کیے تو مثل پہلے شخص کے اس
شخص سے بھی خصومت دفع ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعوی کیا اور
قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا تھا پھر اسکے بعد کہا کہ یہ مجھے فلان شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے یا اسکے برعکس
کہا یعنے پہلے ودیعت رکھنے کو کہا پھر دوبارہ اقرار کیا پس اگر ودیعت رکھنے کے گواہ قائم کیے تو خصومت اس سے
دفع ہوجائیگی اور اگر اسکے پاس گواہ نہون پس اگر پہلے مدعی کے واسطے اقرار کیا ہے پھر ودیعت رکھنے کا دعوی کیا تو
مدعی کو دینے کا حکم دیا جائیگا پس اگر غائب حاضر ہوا اور اسکی تصدیق کی تو مدعی کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا کیونکہ
اسکا حق سابق ہے ولیکن مقرلہ سے کہا جائیگا کہ اس امر کے گواہ لادے کہ تمام گھر اسکا ہے اور اگر پہلے ودیعت رکھنے
کا دعوی کیا اور پھر اقرار کیا تو گھر مدعی کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ مدعی کا حق ثابت ہوا اور غائب کا حق
موہوم ہے کیونکہ مدعی کی اسنے تصدیق کی اور شاید غائب اسکی تکذیب کرے اور تکذیب کی صورت مین غائب کا حق ثابت
نہوگا اور اگر قابض نے ودیعت رکھنے پر گواہ قائم نہ کیے ولیکن قاضی کو معلوم ہوا کہ غائب نے اسکے پاس ودیعت
رکھا ہے تو دونون مین خصومت نہ قرار دیگا ایسا ہی اگر مدعی نے اسکا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہوا
کہ یہ مدعی کا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ فلان غائب نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو ان دونون مین خصومت
نہوگی یہانتک کہ غائب حاضر ہو۔ اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ غائب نے اس مدعی سے غصب کرلیا ہے اور قابض
کے پاس ودیعت رکھا ہے تو قابض سے لیکر مدعی کے سپرد کردیگا اور باب الیمین مین مذکور ہے کہ اگر قابض نے کہا کہ
میرے پاس غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسکے پاس گواہ نہین ہین تو قسم لیجائیگی اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا
اور اگر نکول کیا تو دعوی لازم ہوگا اور اگر پہلا مقرلہ آیا تو وہ مدعی سے لے سکتا ہے پھر دوسرے مقرلہ سے کہا جائیگا
کہ تو پہلے مقرلہ پر نالش کرسکتا ہے اور اگر اسنے گواہ قائم کیے تو لے لیگا۔ اور اگر گواہ نہوے تو قسم لیجائیگی اگر پہلا
مقرلہ قسم کھا گیا تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو اسکے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے یہ گھر
غائب سے خریدا ہے تو خصم قرار پاویگا یہ ہدایہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر ملک مطلق کا دعوی
کیا یا ایک سال سے خریدنے کا دعوی کیا یا شفعہ کا دعوی کیا پس قابض نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا مین نے اسکو فلان
شخص کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کرکے اسکے سپرد کردیا پھر اسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو وہ خصومت سے بری نہوگا
ولیکن اگر مدعی اسکی تصدیق کرے تو بری ہوگا یا قاضی کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ یہ شخص سچ کہتا ہے تو خصومت اس سے

دفع ہو جائیگی پس اگر اس مین سے کوئی بات نہو لیکن قابض نے بیع کے گواہ سنائے تو مقبول نہون گے پس اگر اسپر ڈگری ہو گئی پھر غائب آیا اور قابض سے خریدنیکے وقت اپنے گواہ لایا تو مقبول نہون گے اور اگر ملک مطلق کے گواہ لایا تو مقبول ہون گے اور اگر غائب نے مدعی کی ڈگری ہونے سے پہلے ملک مطلق کے گواہ دیے تو وہ مدعی کے ساتھ مثل دو مدعیون کے ہو گیا کہ دونون نے گواہ قائم کیے پھر اگر غائب نے قابض سے ایک مہینہ سے خریدنیکا دعویٰ کیا تو مدعی کی گواہی کے ابطال کے واسطے مقبول ہون گے اور مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تجھے منظور ہو تو مقرلہ پر اپنے گواہ دوبارہ پیش کر اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ فلان شخص کے ہاتھ مین تھا و لیکن مجھے معلوم نہین ہے کہ اُس نے اُسکو دیا ہے یا نہین اور قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے دیا ہے تو ان دونون مین خصومت نہو گی کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر اپنے ملک ہونیکا دعویٰ کیا پس اُس سے گواہ طلب کیے گئے پس جب دونون مدعی و مدعا علیہ قاضی کے پاس سے چلے گئے تو قابض نے غلام کو تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے بائع کے پاس ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر مدعی گواہ لایا پس اگر قاضی کو قابض کی یہ حرکت معلوم ہو گئی یا مدعی نے اسکا اقرار کر دیا تو قابض پر مدعی کے گواہون کی سماعت نہو گی۔ اگر قاضی کو علم نہو اور نہ مدعی نے اسکا اقرار کیا تو مدعی کے گواہون کی سماعت ہو گی اور اگر قابض نے اپنے اس فعل کے گواہ سنائے تو مسموع نہون گے و لیکن اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکا اقرار کیا ہے تو سماعت ہو گی اور قابض سے خصومت دفع کی جائے گی۔ اور ہبہ کے ساتھ اگر قبضہ ہو گیا اور صدقہ اس حکم مین بمنزلۂ بیع کے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک گھر پر دعویٰ کیا اور ایک گواہ سنایا پھر دونون قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر دیر کے بعد قاضی کے پاس آئے اور مدعی دوسرا گواہ لایا اور قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ قاضی کے پاس سے اُٹھکر مین نے یہ گھر فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا اور اُس کے سپرد کر دیا ہے پس اگر مدعی نے اسکا اقرار کیا یا قاضی اس سے آگاہ ہوا یا قابض کے گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکا اقرار کیا ہے تو ان دونون مین خصومت نہو گی اور اگر ان مین سے کوئی بات نہو اور قابض نے اپنے فعل کے گواہ دیے تو قاضی سماعت نہ کریگا اور خصومت اُس سے دفع نہو گی۔ اور اگر مدعی نے دعوے کے وقت دونون گواہ قائم کیے اور اُن کی تعدیل ہو گئی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دونون قاضی کے پاس سے اُٹھکر دیر کے بعد قاضی کے پاس جا کر قابض نے دعویٰ کیا کہ مین نے یہ گھر قاضی کے پاس سے جا کر فلان شخص کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر کے اُس کے سپرد کر دیا پھر اُس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور غائب ہو گیا ہے پس مدعی نے اسکا اقرار کیا یا قاضی کو اسکا علم ہوا تو قابض سے خصومت دفع ہو گی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعوے کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اس کو فلان شخص غائب کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو اُس کا دعویٰ باطل ہو گیا اسی طرح اگر کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور فلان نے میرے ہاتھ فروخت کیا اور فلان کا اُس کے ہاتھ بیع کرنا اُس سے ثابت نہو سکا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مین نے فلان کے ہاتھ فروخت کیا یا یہ فلان شخص کی ملک ہے تو مقبول ہونگے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص کے دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کے دعوی سے پہلے کہا کہ مین نے اس کو فلان شخص سے خریدا اور تو نے اس بیع کی اجازت دی ہے تو یہ مدعا علیہ کی ملک کا اقرار نہین ہے

ع یعنی اُن گواہوں کا قول مسموع نہوگا ۱۲

اور نہ اس سے مدعی کا دعوی دفع ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر اپنے ملک ہونے کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے پس قابض نے گواہ سنائے کہ یہ دار فلان غائب کا ہے اس نے مدعی سے خریدا ہے اور مجھے اس کا وکیل کیا ہے تو منتقی میں مذکور ہے کہ قابض کی گواہی مقبول ہوگی اور وہ وکیل قرار دیا جائیگا اور اس سے شفعہ و ثمن لیا جائیگا اور غائب کے ذمہ خریداری لازم کی جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے کہ اس نے خریدا ہے اور شفیع نے شفعہ طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ میں نے فلان شخص کے واسطے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے اور اس امر کے گواہ دیے کہ فلان شخص نے مجھے اس کے خریدنے کے واسطے ایک سال سے وکیل کیا ہے تو فرمایا کہ میں اس کے گواہوں کی گواہی قبول نہ کرونگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مال معین کے تلف ہونے کے بعد اس میں دعوی واقع ہوا اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس ودیعت یا رہن تھی یا بطور مضاربت یا شرکت کے تھی تو مدعا علیہ کی گواہی قبول نہ ہوگی پھر جب مدعا علیہ پر مدعی کے واسطے قیمت کی ڈگری کر دی گئی اور اس نے قیمت لے لی پھر جب غائب حاضر ہوا اور مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو ودیعت، اور رہن و اجارہ و مضاربت و شرکت۵ کی صورت میں جو مدعا علیہ نے ضمان دیا ہے وہ غائب سے لے لیگا اور عاریت و غصب و شرکی صورت میں نہیں لے سکتا ہے اور اگر غائب نے قابض کے اقرار کی کہ مجھے ان وجوہات مذکورہ سے پہونچی ہے تکذیب کی تو قابض اس غائب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ اجارہ یا ودیعت یا رہن یا شرکت یا مضاربت میں سے جسکا دعوی کیا ہے اس کے گواہ قائم نہ کرے۔ اور اگر غلام بھاگ گیا پھر مدعی نے اس شخص پر جس کے ہاتھ سے بھاگا ہے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ان وجوہ مذکورہ سے اپنے قبضہ میں ہونیکا دعوی کیا تو اسکا حکم مثل مال معین تلف ہو جانے کے حکم کے ہے۔ پھر اگر غلام لوٹ کر آگیا تو ودیعت و رہن و اجارہ و شرکت و مضاربت کی صورت میں غائب کی ملک میں واپس آ لیگا اور چوری و غصب و عاریت کی صورت میں اس شخص کی ملک میں آوے گا جسکے قبضہ میں تھا کیونکہ ڈانڈ اسپر مقصور نہیں ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر غلام قائم ہو اور اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اور اس کا ارش لے لیا اور گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو غلام اور ارش میں خصومت نہیں ہوسکتی ہے کذا فی الکافی۔ اور اگر باندی تھی وہ بچہ جنی پھر وہ مر گئی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میری باندی ہے میری ملک میں جنی ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ باندی بچہ جننے کے میرے پاس فلان غائب نے ودیعت رکھی ہے تو مدعی کے واسطے باندی کی قیمت کی ڈگری کی جائیگی اور بچہ کی بابت کچھ حکم نہوگا یہاں تک کہ غائب حاضر ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ غلام فلان شخص کی طرف سے میرے پاس ودیعت ہے پس مدعی نے کہا کہ غلام مجھے دے اور اس شخص کو حاضر کرتا کہ میں اسپر گواہ پیش کروں پس غلام دیدیا اور فلان شخص کو بلانے گیا پس غلام مدعی کے قبضہ میں مر گیا پھر وہ شخص غائب آیا اور گواہ لایا کہ غلام میرا ہے میں نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے تو غائب کی گواہی معتبر ہوگی اور اگر غلام زندہ ہوتا تو مدعی کو حکم کیا جاتا کہ غلام اس غائب کے سپرد کرے پھر اسپر گواہ قائم کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک باندی تھی اس کو ایک غلام نے قتل کیا پس اس کے عوض دیا گیا اور ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ باندی میری تھی اور قابض نے ودیعت کے گواہ سنائے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تو غلام طلب کرتا ہے تو تجھکو حق خصومت نہیں ہے اور اگر قیمت مانگتا ہے تو خصومت

۵ یعنی وہ مضاربت جس میں دوسرے کی شرکت ہو ۱۲

کر سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر قاضی نے قابض پر باندی کی قیمت کی ڈگری کر دی اور مدعی نے قابض سے وصول کر لی پھر غائب آیا اور اُس نے ودیعت کا اقرار کیا تو غلام قابض سے لے لیگا اور قابض غائب سے وہ مال لے لیگا جو اُس نے مدعی کو ڈانڈ دیا ہے یعنی باندی کی قیمت۔ اور اگر باندی کو غلام نے قتل نہین کیا بلکہ اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور غلام اُس کے عوض دیا گیا تو جبتک غائب حاضر نہو قابض و مدعی مین خصومت نہوگی نہ غلام مین اور نہ باندی مین یہ محیط مین ہے۔ اگر قابض پر اُس کے فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ تو نے میرے پاس سے باندی غصب کر لی یا مین نے تجھے اجارہ پر دی یا ہبہ کی ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہے یا عاریت دی ہے یا مثل اسکے کوئی امر بیان کیا اور اسپر گواہ قائم کیے تو خصومت اُس سے دفع نہوگی پس اگر غائب حاضر ہوا اور اُس نے اس امر پر گواہ قائم کیے مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اسی طرح اگر قابض نے گواہ اپنے دعوے پر نہ قائم کیے اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے ایک دار پر اپنی ملک کا دعوی کیا اور کہا کہ قابض نے میرے قبضہ سے غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرے باپ کا ہے میرے پاس ودیعت ہے تو خصومت اس سے دفع نہوگی پس اگر مدعی نے اپنے گواہ قائم کیے اور پھر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میرے باپ کا ہے اُس نے مدعی سے خرید ا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ مدعا علیہ کے گواہ قبول نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ تو نے میرے پاس سے چرا لیا ہے یا اس نے چرا لیا ہے تو بھی خصومت دفع نہوگی اگرچہ قابض نے ودیعت پر گواہ دیے ہون پھر اگر اُس پر ڈگری کر دی گئی اور غائب حاضر ہوا اور اپنی ملک پر گواہ لایا تو مقبول ہونگے یہ کافی مین ہے اور جس صورت مین کہ مدعی نے کہا کہ اس نے میرے پاس سے چرا لی ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ قابض سے خصومت دفع ہو جاتے بشرطیکہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور استحساناً دفع نہوگی اور یہی قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر زمانہ غیبت کا دعوی کیا اور کہا کہ اس نے غصب کر لیا یا میرے پاس سے لے لیا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرے پاس فلان غائب کی طرف سے پہونچا ہے تو بالاجماع خصومت دفع ہو جائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ مین ہے اس نے گواہ سنائے کہ مین اسی قابض کا غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ فلان شخص کا غلام ہے اُس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو قاضی غلام کی آزادی کا حکم دیگا اور مدعا علیہ سے اس گواہی قائم کرنے سے جو اس نے قائم کی ہے خصومت دفع نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے پھر اگر مدعا علیہ پر ڈگری ہو گئی پھر غائب آیا اور دعوی کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ قضا دونون پر نافذ ہو گئی کذا فی الکافی والمحیطین ذخیرہ کے دعوی العتق مین لکھا ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ مین اس کی ملک تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے پس مالک نے کہا کہ مین نے جس وقت اس کو آزاد کیا اُس وقت یہ میری ملک نہ تھا کیونکہ مین نے اس کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر اُس سے خرید لیا اور آزاد کرنے سے پہلے بیع کرنے کے گواہ قائم کر دیے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر یون جھگڑا پیش ہوا کہ مالک نے کہا کہ مین نے خرید لینے سے پہلے تجھے آزاد کر دیا ہے اور غلام نے کہا کہ نہین بعد خریدنے کے آزاد کیا ہے تو غلام کا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر قابض پر ایسے فعل کا دعوی کیا کہ جسکے احکام پورے نہین ہوتے ہین مثلاً اُس سے ہزار درم مین خریدنیکا دعوی کیا اور درم دیدینا اور قبضہ کر لینا بیان نہ کیا پس قابض نے گواہ دیے کہ یہ فلان غائب کا ہے

مجھے اُس نے ودیعت دیا ہے یا میں نے غصب کر لیا ہے تو بالاتفاق خصومت اُس سے دفع نہو گی اور اگر ایسے عقد کا دعوی کیا کہ جسکے احکام پورے ہو چکے ہیں مثلاً خریدنے کے عوض میں دام دیدیا اور مبیع پر قبضہ کر لینا بیان کر دیا پھر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام فلان غائب کا ہے اُس نے مجھے ودیعت دیا ہے تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ خصومت دفع ہو جاویگی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دعوی کیا کہ میں نے اس قابض سے خرید ا ہے اور گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیے کہ مجھے فلان شخص نے ودیعت دیا ہے تو خصومت اُس سے دفع نہو گی پھر اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ مدعا علیہ کا مقرلہ یعنی غائب حاضر ہوا اور قابض کی تصدیق کی تو قاضی غلام اُس کو دلوا دیگا پھر اسپر مدعی کی ڈگری کر دیگا اور مدعی سے دوبارہ گواہ پیش نہ کرائیگا کہ مقرلہ پر دوبارہ پیش کرے اور اگر مالک غلام نے اُس کے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو ودیعت دیا تھا یا ودیعت دیا نہ کہا تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کے گواہ باطل ہو جائیں گے۔ پس اگر مالک غلام نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی نے مالک غلام پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا میں نے اُس سے ... تو خرید ا اور دام دیے ہیں پس اگر مالک غلام کی ڈگری ہونے کے بعد مدعی نے یہ گواہ پیش کیے تو مقبول نہوں گے اور اگر ڈگری ہونے سے پہلے پیش کیے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مدعی خرید نے قابض سے خریدنے پر ایک گواہ پیش کیا اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اُس نے مجھے ودیعت دیا ہے پھر ہنوز مدعی نے دوسرا گواہ قائم نہ کیا تھا کہ فلان شخص غائب حاضر ہوا اور اُس نے قابض کی تصدیق کی اور قاضی نے قابض کو حکم دیا کہ غائب کو سپرد کر دے پھر مدعی نے خرید کر نیکا دوسرا گواہ قائم کیا تو اُس کی ڈگری کر دی جائیگی اور فلان شخص پر پہلا گواہ دوبارہ پیش کرنے کی تکلیف اُس کو نہ دیجائیگی اور اس صورت میں جب ڈگری ہوئی وہ قابض ہو گا نہ یہ شخص غائب جو حاضر ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ مدعی خرید نے اگر قابض پر گواہ نہ قائم کیے یہان تک کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلان غائب کا ہے پھر مقرلہ حاضر ہوا اور اُس کے قول کی تصدیق کی اور غلام اُس کو دلایا گیا پھر خرید کے مدعی نے مقرلہ پر گواہ قایم کیے اور ڈگری ہو گئی تو اس صورت میں جسپر ڈگری ہوئی وہ مقرلہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے ایک شخص پر ایک کپڑا جو اُس کے ہاتھ میں ہے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے میرے پاس سے فلان غائب نے چورا لیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرے پاس فلان غائب کی ودیعت ہے تو قابض سے خصومت دفع نہو گی اور مدعی کی ڈگری کر دی جائیگی اور یہ حکم استحساناً ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ کپڑے پر دعوی کیا کہ یہ میرا کپڑا ہے مجھ سے فلان غائب نے غصب کر لیا ہے اور اسپر گواہ پیش کیے اور قابض نے کہا کہ میرے پاس اسی فلان غائب نے ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہو گی اگرچہ قابض نے اپنے پاس ودیعت ہونے کے گواہ نہ پیش کیے ہوں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں نے یہ غلام فلان شخص سے خرید ا ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی فلان شخص نے ودیعت دیا ہے تو صرف اُس کے قول سے بدون گواہوں کے خصومت دفع ہو گی ولیکن اگر مدعی گواہ لاوے کہ اُس فلان شخص نے مجھے اسکے وصول کرنیکا وکیل کیا ہے تو ہو سکتا ہے پس اگر مدعی نے قابض سے ودیعت رکھنے پر قسم طلب کی تو قطعی قسم لی جائے گی اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص کے وکیل نے ودیعت دیا ہے تو بدون گواہوں کے اُس کی تصدیق نہ کی جائیگی یہ کافی میں ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ عمرو نے یہ باندی اس کے پاس ودیعت رکھی ہے اور کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمرو

کس نے دی ہے اور قابض نے کہا کہ باندی عبداللہ نے دی ہے تو مدعی و مدعا علیہ میں خصومت نہ ہوگی اور قابض پر قسم نہ آوے گی
اور اگر گواہوں نے کہا کہ باندی عبداللہ نے عمرو کو دی ہے ولیکن ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس قابض کو کس نے دی ہے اور
قابض نے کہا کہ مجھے عمرو نے ودیعت دی ہے تو خصومت دفع نہ ہوگی پس اگر اس نے کہا کہ مدعی سے قسم لیجائے کہ مجھے عمرو نے اسکو
ودیعت نہیں دی ہے تو اس سے قسم لیجاوے گی اور اگر مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے قسم لیجائے کہ عمرو نے اسکو
ودیعت دی ہے تو اس سے قطعی قسم لیجاویگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غلام نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کر دیا ہے
اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی شخص مذکور نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور غلام کی آزادی ثابت
ہو جائیگی اور قیاساً غلام و قابض کے درمیان حیلولہ نہ کیجائیگی اور استحساناً فرق کیا جائیگا اور غلام سے اس کے حق کا
کفیل کیا جائیگا تاکہ بھاگ نہ جاوے اور جب غائب حاضر ہوا اور غلام نے دوبارہ اسپر گواہ پیش کیے تو آزاد ہو جائیگا
ورنہ وہ غلام کا غلام رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اسی طرح اگر قابض نے گواہ سنائے کہ مجھے فلاں دوسرے شخص نے
ودیعت رکھنے کو دیا ہے تو بھی وہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غلام نے دعوی کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں تو غلام کا قول
معتبر ہوگا پھر اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ یہ مملوک ہے اور فلاں شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو قبول
ہوں گے اور اگر فقط ودیعت رکھنے کے گواہ سنائے تو مقبول نہوں گے بخلاف گھر کی صورت کے کہ اگر ایسا خلاف
ہو تو اس کے برخلاف حکم ہے اور اگر قابض نے مملوک ہونے اور ودیعت رکھنے کے گواہ دیے اور غلام نے اصلی آزاد ہونے
کے گواہ دیے تو غلام سے کفیل لیکر دونوں میں جدائی کر دیجاویگی یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے
پس ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرے ولی کو خطا سے قتل کیا ہے اور قابض نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام فلاں
شخص کا ہے اس نے مجھے ودیعت دیا ہے تو خصومت اس سے دفع ہو جائیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا
کہ میں نے تجھ سے یہ غلام اتنے داموں کو خریدا ہے اور بائع بیع سے انکار کرتا ہے پس مدعی نے خرید پر گواہ قائم کیے پس
بائع نے دفعیہ میں کہا کہ تو نے یہ غلام بسبب عیب کے مجھے واپس کر دیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو ایسا دفعیہ اسکی
طرف سے صحیح ہے اور اسکے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ
اس نے میرے ہاتھ یہ باندی فروخت کی اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہرگز نہیں فروخت کی پس مشتری نے خرید
کے گواہ قائم کیے پھر اس کی ایک انگلی زائد پائی اور واپس کرنا چاہی پس بائع نے گواہ قائم کیے کہ میں نے تمام
عیبوں سے برات کر لی ہے تو بائع کے گواہ مقبول نہوں گے اور خصاف رحمہ اللہ نے آخر ادب القاضی میں یہ مسئلہ
ذکر کر کے کہا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مقبول ہوں گے کذا فی شرح الجامع للصدر الشہید۔ ایک
شخص کے قبضہ میں ایک محدود چیز ہے اس پر ایک شخص نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے باپ نے تیرے
ہاتھ میرے بالغ ہونے کی حالت میں فروخت کی ہے اور قابض نے کہا کہ تیری نابالغی کی حالت میں فروخت کی ہے تو
مدعی کا قول معتبر ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے اپنے سے ایک
گھر خریدا اور اس کے گواہ کر لیے اور لڑکا بالغ ہوا اس کو نہیں معلوم کہ باپ نے کیا کیا ہے پھر باپ نے یہ گھر کسی دوسرے
کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر اس لڑکے نے یہ گھر مشتری سے کرایہ پر لیا پھر اس کو معلوم ہوا
کہ باپ نے میرے واسطے خریدا تھا پس مشتری پر ملک کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے باپ نے میری نابالغی میں میرے

واسطے یہ گھر اپنے سے خریدا تھا اور یہ میری ملک ہی اور اُس کے گواہ سنا دیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعوی خود ٹوٹا ہی کہ تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہی اور تیرا مجھ سے کرایہ پر لینا یہ اس امر کا اقرار ہی کہ گھر تیرا نہیں ہی پھر اپنی ملک ہونیکا [یعنی خود بلکہ بطور نیابت و ولایت کے مشتری ہونیکا دعوی کرتا ہی اور میری ملک مشترکہ بوجہ تجدید ملک پانچ تحقیق ہوا ۱۲]
دعوی کرنا تناقض ہی پس یہ مسئلہ ایسا ہی کہ فتوی کے واسطے پیش ہوا تھا اور ایسا واقعہ واقع ہوا تھا پس جج اب مفتیون کے باہم مختلف ہوئے اور صحیح یہ ہی کہ اس قدر سے مدعی کا دعوی دفع نہو گا اور دعوی صحیح ہی اگرچہ تناقض ثابت ہوتا ہی مگر ایسی چیز مین تناقض ہی کہ جس مین نخفا ہی کذا فی الذخیرہ ایک گھر بسبب فلان شخص سے خریدنے کے ملک کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے بھی اسی فلان شخص سے خریدا ہی اور گواہ قائم کیے ولیکن مدعی کی تاریخ خرید اس سے سابق ہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعوی باطل ہی کیونکہ جس تاریخ تو نے خریدنیکا دعوی کیا ہی اُس وقت یہ فلان شخص کے پاس رہن تھا اور وہ تیرے خریدنے پر راضی نہین ہوا اور نہ اجازت دی اور میرا خریدنا صحیح ہی اس لیے کہ اسکے بعد جب فک رہن ہو گیا تب مین نے خریدا ہی اور گواہ کیے تو یہ دفعیہ صحیح نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین فلان شخص کا ہی اُس نے اس قدر درمون کو میرے پاس رہن کیا اور مین نے اُس پر قبضہ کر لیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اُس سے اس کو خریدا ہی اور درام دیے ہین تو یہ اُس دعوی رہن کا دفعیہ ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے مجھسے باندی خریدی اور وہ ایسی ایسی تھی استنے دامون کو خریدی اور اُس پر قبضہ کیا اور اُس کو ہلاک کر دیا اور اُس پر دام ادا کرنا واجب ہین اور یہ اقرار کر چکا ہی اور گواہون نے مدعا علیہ پر اُس کے انکار کے بعد ایسی ہی گواہی دی پس مدعا علیہ نے دفعیہ مین کہا کہ تو جھوٹا ہی کہ ہلاک کرنیکا دعوی کرتا ہی حالانکہ وہ باندی زندہ فلان شہر مین فلان شخص کے پاس موجود ہی اور گواہ قائم کیے کہ انھون نے گواہی دی کہ ہم نے اس باندی کو زندہ فلان شہر مین موجود دیکھا ہی تو فرمایا کہ اس سے دفعیہ نہین ہو سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر نسبت ایک دار کے جو اُس کے قبضہ مین تھا بشرائط خرید خریدنیکا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ مین نے اس دار کو اس مدعی سے خریدا تھا پس مدعی نے اُس کے دفعیہ مین بیان کیا کہ جو بیع میرے اور اُس کے درمیان قرار پائی تھی ہم نے اُسکا اقالہ کر لیا تو یہ دفعیہ صحیح ہی۔ اسی طرح اگر مدعی نے ابتدا سے مدعا علیہ قابض پر ملک مطلق کا دعوی کیا اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہوئی تو بھی دفعیہ صحیح ہی اور اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے جواب مین کہا کہ تو نے اقرار کیا ہی کہ تو نے مجھ سے نہین خریدا تو بھی دفعیہ صحیح ہی کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر اپنی ملک کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے مدعی سے خریدا ہی اور میرے پاس اسکے گواہ موجود ہین تو امام محمد رح نے استحسانًا فرمایا کہ مدعا علیہ کے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا اور کفیل لے لیا جائے گا اور تین دن کی مہلت دیجائیگی پس اگر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو خیر ورنہ حکم اُس پر دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کے دار مقبوضہ پر دعوی کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ مین کہا کہ تو نے اس سے پہلے اقرار کیا ہی کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ فروخت کیا ہی اور مدعی سے قسم لینے کا قصد کیا تو اُسکو اختیار ہی اور اگر مدعی کے اس اقرار پر گواہ دیے تو بھی مقبول ہون گے اور دعوی مدعی مندفع ہو گا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک دار پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی کیونکہ مین نے اس کو فلان شخص سے خریدا ہی پس قابض نے کہا کہ نہین بلکہ یہ میری ملک ہی کیونکہ مین نے بھی اُسی سے خریدا ہی پس مدعی نے کہا کہ تم دونون کی بیع فسخ ہو گئی تھی پھر مین نے اسکے بعد خریدا ہی اور گواہ قائم کیے

یعنی فلان بائع و قابض کے درمیان جو بیع واقع ہوئی ۱۲ م

تو سماعت نہ ہوگی اور اگر یہ دعوے مال منقول میں ہو تو بعد بیع کے فسخ ہونے کے دوسری بیع کے واسطے قبضہ شرط ہے۔ اگر ایک مال معین کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے سات روز ہوئے کہ فلان شخص سے خریدا ہے اور قابض نے کہا کہ یہ میری ملک ہے میں نے دو برس ہوئے کہ جس سے اسی شخص سے جس سے مدعی خریدنے کا دعویٰ کرتا ہے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو یہ چیز اس شخص کی ہوگی جس کی تاریخ سابق ہو اور اگر پچھلی تاریخ والے نے اس سے کہا کہ تیری بیع بطور تلجیہ تھی اور میری بیع بعد اسکے صحیح ہوئی اور دوسرا اس سے انکار کرتا ہے تو اسکو قسم لینے کا اختیار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص برہان لایا کہ یہ چیز میرے باپ سے مجھے میراث ملی ہے پس مطلوب برہان لایا کہ اس کے باپ نے زندگی میں اقرار کیا کہ اس کا اس میں کچھ حق نہیں ہے یہ مدعی کے اس اقرار کے گواہ لایا کہ اس نے اپنے باپ کی زندگی یا موت کے بعد اقرار کیا کہ یہ چیز میرے باپ کی نہ تھی تو مدعی کا دعوے و برہان باطل ہوگی اسی طرح اگر مطلوب نے برہان پیش کی کہ مدعی نے قبل اپنے دعوے کے اقرار کیا کہ یہ اسکی نہیں ہے یا اس کی نہ تھی یا اقرار کیا کہ اسکا اس میں کچھ حق نہیں ہے یا کبھی اسکا حق نہ تھا اور وہان اس چیز کا مدعی موجود ہو تو مدعی کی گواہی باطل ہوگی اور اگر وہان کوئی داعیہ دار نہو تو باطل نہوگی یہ وجیز کردری میں ہے ایک دار پر اپنے باپ سے میراث پہونچنے کا دعوے کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی اور صحت میں فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو بیچا ہے اور میں نے اسی شخص سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دار مقبوضہ پر میراث یا ہبہ کی وجہ سے دعوے کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ اس طرح کیا کہ میں نے اس کو مدعی سے خرید لیا ہے اور مدعی نے اس طور سے دفعیہ کیا کہ ہم نے اقالہ کر لیا ہے تو دفعیہ کا دفعیہ صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اس پر ایک شخص نے آکے دعویٰ کیا کہ اسکا باپ مرگیا اور یہ دار اس کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور گواہ قائم نہیں کیے انھون نے گواہی کہ اس مدعی کا باپ مرا درحالیکہ یہ گھر اس کے قبضہ میں تھا پھر اس مدعا علیہ نے اس کی وفات کے بعد اس کے ترکے سے لے لیا یا اس کی زندگی میں لے لیا اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ وارث یا اس کے باپ نے اقرار کیا کہ یہ دار اسکا نہیں ہے تو قاضی حکم دیگا کہ گھر اس وارث کو دیا جائے یہ محیط میں ہے۔ **قال المترجم** عفا اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں گواہون نے مدعی کے باپ کے موت کے وقت خالی اس کا قبضہ بیان کیا اور ملک نہیں کہی لہذا وارث کو دلانا شاید قبضہ کا حکم ہوگا نہ ملک کا واللہ اعلم۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک چیز معین ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کی تھی اس نے انتقال کیا اور میرے واسطے میراث چھوڑی اور قابض نے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے ودیعت دیا ہے اور میں نہیں جانتا ہون کہ تیرا باپ مرگیا یا نہیں تو منتقی میں مذکور ہے کہ خصومت دفع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر زمین کا دعوے کیا اور یون کہا کہ یہ زمین فلان شخص کی تھی وہ مرگیا اور میری فلان بہن کے واسطے میراث چھوڑی پھر وہ بہن میری مرگئی اور میں اسکا وارث ہون اور گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی پس اگر مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ فلان عورت اس شخص مورث سے پہلے مرگئی ہے تو دفعیہ صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ عورت نے اپنے شوہر کے وارثون پر میراث اور مہر کا دعویٰ کیا پس وارثون نے اس کے دعوے

کے دفعیہ مین کہا کہ ہمارے باپ نے اپنی موت سے دو برس پہلے اس کو اپنے اوپر حرام کیا ہی اور عورت نے اُنکے دفعیہ مین کہا کہ شوہر نے اپنی مرض الموت مین اقرار کیا ہی کہ مین اُسپر حلال ہون تو یہ دفعیہ صحیح ہی یہ محیط مین ہے ایک عورت نے ایک شخص کے بیٹے پر دعوی کیا کہ مین اس کے باپ کی جورو تھی اُس کے مرتے دم تک اُس کے نکاح مین رہی اور میراث طلب کی اور بیٹے نے انکار کیا پس عورت نے اپنے نکاح کے گواہ قائم کیے پھر بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے اسکو تین طلاق دیدی تھین اور اُسکے مرنے سے اُسکی عدت گذر گئی تو اس مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہی کہ بیٹے کی گواہی مقبول ہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - غیر شخص پر دعوی کیا کہ میرے باپ کا اسقدر مال تھا اُس نے اس مین سے کچھ نہین لیا اور مر گیا اور یہ سب مال میری میراث مین آیا کیونکہ میرے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ قرضہ جسکا تو دعوی کرتا ہی مجھپر تیرے باپ کا فلان شخص کی طرف سے کفالت کرنے کی وجہ سے تھا اور فلان شخص نے تیرے باپ کی زندگی مین تمام قرض اُسکو ادا کر دیا اور مدعی نے تصدیق کی کہ قرضہ فلان شخص کی طرف سے کفالت کرنے کی وجہ سے تھا ولیکن فلان شخص کے قرض ادا کر دینے سے انکار کیا پس مدعا علیہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ صحیح ہی اسی طرح اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے باپ نے اپنی زندگی مین کفالت سے باہر کر دیا تھا یا تو نے اُس کے مرنے کے بعد مجھے کفالت سے خارج کیا اور اس قول پر گواہ لایا تو مدعی کا دعوی دفع ہو گا یہ محیط مین ہی - دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ میرے باپ کا تجھپر اس قدر مال تھا اُس نے اس مین سے کچھ وصول نہین کیا تھا کہ مر گیا اور یہ سب مجھے میراث مین ملا اس واسطے کہ میرے باپ کا سوائے میرے کوئی وارث نہین ہی اور مدعا علیہ نے دفعیہ مین کہا کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی مین فلان شخص کو مجھپر اُتر ادیا تھا اور مین نے حوالہ قبول کر لیا اور جو کچھ مجھپر تھا وہ مین نے محتال لہ کو دیدیا اور محتال لہ نے اس سب کی تصدیق کی تو خصومت دفع نہو گی جب تک کہ حوالہ کے گواہ قائم نہ کرے پھر بعد گواہ قائم کرنے کے دعوے و خصومت دفع ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر دینار کا دعوی کیا اس وجہ سے کہ میرے باپ نے تجھے اجارہ مین یہ مال دیا تھا پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور میرے باپ نے تجھ سے مال وصول نہین کیا اور مر گیا وہ مجھے میراث ملا ہی پس مدعا علیہ نے دفعیہ مین کہا کہ تو نے اپنے باپ کی موت کے بعد اقرار کیا ہی کہ تیرے باپ نے مجھ سے یہ مال وصول کر لیا ہی اور گواہ قائم کیے پس گواہون نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ میرے باپ نے یہ مال بھرپایا ولیکن بعد موت کے یہ اقرار کرنا بیان نہ کیا تو سماعت ہو گی یہ خلاصہ مین ہی - اپنی جورو کے ترکہ سے میراث کا دعوی کیا اور کہا کہ اپنے مرتے دم تک وہ میری جورو تھی اور عورت کے وارث نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی نے یون کہا کہ اگر یہ عورت جو مر گئی میری جورو ہوتی تو مین اسکا وارث ہوتا تو یہ دفعیہ صحیح ہی اور اگر وارثون نے یون کہا کہ اس نے اس عورت کو طلاق دیدی تھی تو دفعیہ صحیح نہین ہی کیونکہ احتمال ہی کہ طلاق رجعی ہو اور رجعی طلاق سے زوجیت قطع نہین ہوتی ہی پس وارث ہو سکتا ہی یہ وجیز کردری و خلاصہ مین ہی - ایک عورت نے اپنے شوہر پر مہر مقرر کا دعوے کیا اور شوہر نے دفعیہ مین کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہی کہ نکاح بدون مہر کے واقع ہوا تو دفعیہ صحیح ہی کذا فی الخلاصہ قلت لانہا ادعت المہر المسمے - ایک شخص کے باپ کی جورو کے قبضہ

اور اگر مطلقاً مہر کا دعوی کرتی تو صحیح نہوتا فافہم ۱۲ م

مین ایک گھر ہی اُسپر دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کا ترکہ ہی اور عورت نے کہا کہ یہ تیرے باپ کا ترکہ ہی ولیکن قاضی نے میرے ہاتھ مین بعوض میرے مہر کے فروخت کیا ہی اور تو نابالغ تھا تو یہ دفعیہ صحیح ہی بشرطیکہ گواہون سے یہ امر ثابت ہو یہ محیط مین ہی ایک شخص مرگیا اور مال اور ایک بیٹی چھوڑی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ اُسکا غلام تھا اُسنے آزاد کر دیا تھا پس میت کی ولا اُسکو پہونچتی ہی اور بیٹی گواہ لائی کہ یہ شخص اصلی آزاد ہی تو ولا الاصل مین مذکور ہی کہ یہ لڑکی کی گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ کہ ایک شخص مرگیا اور دو نابالغ لڑکے چھوڑے اور ہر لڑکے کا قیم علٰحدہ ہی اور ایک قیم کے قبضہ مین ایک گھر ہی کہ اُسکے زعم مین یہ گھر اُس نابالغ کا ہی جو اُس کی ولایت مین ہی اُسپر دوسرے نابالغ کے قیم نے دعویٰ کیا کہ یہ دار جو تیرے قبضہ مین ہی اُسکا آدھا اس نابالغ کا ہی جسکا مین قیم ہون بسبب اس کے کہ یہ سب گھر دونون نابالغون کے باپ کا تھا وہ مرگیا اور دونون کے واسطے میراث چھوڑا ہی پس تو آدھا میرے حوالہ کرتا کہ مین اپنے نابالغ کی طرف سے اُسکی حفاظت کرون پس قیم مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ ان دونون نابالغون کے باپ نے اپنی زندگی مین اقرار کیا کہ یہ گھر سب اسی نابالغ کی ملک ہی جسکا مین متولی ہون تو مدعی کا دعویٰ دفع ہوجائیگا پھر اگر مدعی قیم نے دفعیہ مین اس امر کے گواہ پیش کیے کہ تو نے اس سے پہلے تمام گھر کا اپنے نابالغ کے واسطے بسبب میراث کے دعویٰ کیا تھا اور اب تمام گھر کا اُس کے واسطے اور وجہ سے دعویٰ کرتا ہی تو بسبب تناقض کے مدعا علیہ قیم کا دعویٰ دفع ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ نجم الدین نسفیؒ سے دریافت کیا گیا کہ چچازاد اولاد نے عصبہ ہونے کی جہت سے کسی میت کی میراث کا دعویٰ کیا اور دادا تک تمام بنام نسب ذکر کرکے اُس کے گواہ پیش کیے اور سبب میراث کے منکر نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میت کا دادا فلان شخص ہی علاوہ اُسکے جسکو مدعی نے ثابت کیا ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مدعی کی گواہی پر حکم قاضی ہوچکا ہی تو نافذ ہوجائیگا اور مدعی کی گواہی باطل نہوگی اور نہ دعویٰ دفع ہوگا اور اگر حکم نہین ہوا ہی تو بسبب تعارض کے قاضی کسی گواہی پر فیصلہ نہ کریگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے میت کی میراث کا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ مدعی میت کے باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا ہی اور جد اعلیٰ تک تمام نسبی ذکر کیے پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی کا باپ اپنی زندگی مین کہتا تھا کہ مین فلان شخص کا مان کی طرف سے بھائی ہون نہ باپ کی طرف سے تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول نہوگی ولیکن اگر مدعا علیہ اس امر کے گواہ قائم کرے کہ کسی قاضی نے مان کا نسب سوا اُس شخص کے جسکو مدعی کہتا ہی دوسرے سے ثبوت کا حکم کیا ہی تو حکم اسکے برخلاف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے کسی دار پر اپنے باپ سے ارث پہونچنے کی وجہ سے دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال معین پر صلح کرلی پھر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میرے بائع نے یہ گھر تیرے باپ سے خریدا ہی تو سماعت نہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک انگور کا باغ جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی اُسپر دعویٰ کیا کہ یہ میری مان کو میرے نانا سے میراث پہونچا ہی اور کہا کہ میرا نام محمد ہی اور میری مان کا نام حرہ ہی اور اُسکا باپ محمد بن الحارث بن سارع ہی پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ پہلے اس سے مدعی کہتا تھا کہ مین عائشہ بنت علی بن الحسین کا بیٹا ہون تو شمس الاسلام اوزجندی اپنے مسائل مین یہ فتوے دیتے تھے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ مندفع نہوگا اور مدعا علیہ کی گواہی اُس لکھے ہوے پر غیر مقبول ہوگی اور اُن کے زمانہ کے بعض مشائخ نے اُن کی تبعیت کی ہی اور ایسا ہی ظہیر الدین مرغینانی فتوے دیتے تھے اور یہی ہمارے نزدیک صواب ہی یہ فصول عمادیہ و محیط و ذخیرہ مین ہے اور رعلی ہذا اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ علی بن قاسم مین

محمد کا تجھ پر اس قدر مال تھا اور اُس نے اسمین سے کچھ نہین وصول کیا اور مر گیا اور جو کچھ تجھ پر تھا وہ سب مجھے میراث پہونچا اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہی تیرے زعم مین قاسم کا باپ محمد ہی اور درحقیقت قاسم کا باپ احمد ہے تو یہ مدعی کے دعوے کا دفعیہ نہوگا اور اسی کو شمس الاسلام اور اُن کے زمانہ کے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہی اور یہ مسئلہ واقعہ فتوے ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے بھائی پر ایک گھر کے نسبت جو اُس کے قبضہ مین ہی شرکت میراث پدری کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ کا اس گھر مین کچھ حق نہ تھا پھر مدعا علیہ نے دعوی کیا کہ مین نے یہ گھر اپنے باپ سے خریدا ہی یا یہ دعوی کیا کہ باپ نے یہ گھر میری ملک ہونیکا اقرار کیا ہی تو اُسکا دعوی صحیح ہے اور گواہی مسموع ہی اور اگر کہا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا یا کبھی اُسکا اس مین حق نہ تھا تو پھر اُسکا دعوی کہ مین نے اپنے باپ سے خریدا ہی مسموع نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعوی کیا کہ یہ میرے باپ کی میراث ہی پس مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ مین نے تیرے نابالغی مین باطلاق قاضی اسکو خریدا ہی تو یہ دفعیہ صحیح ہی بشرطیکہ یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ بیع نابالغی کی ضرورت یا میت کے قرض ادا کرنے کے واسطے تھی یہ محیط مین ہی - ایک گھر پر دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تیری نابالغی مین یہ گھر تیرے وصی سے اس قدر داموں کو خریدا ہی اور وصی کا نام نہ لیا یا فلان شخص نے تیری نابالغی مین باطلاق قاضی میرے ہاتھ فروخت کیا ہی اور قاضی کا نام نہ لیا تو اُس کی دفعیہ ہونے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اگر قاضی یا وصی کا نام لے لیا تو بالاتفاق دفعیہ صحیح ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر مدعی نے میراث کے دعوے مین کہا کہ میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا بھائی اور بہن موجود ہی اور تو نے کہا کہ میرے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو قاضی شمس الاسلام اور جندی کا فتوی مقبول ہی کہ اگر مدعی نے اسکا اقرار کیا تو دعوی اور گواہی دونون باطل ہو گئی اور اگر مدعا علیہ نے اس کو گواہون سے ثابت کرنا چاہا تو گواہون کی سماعت نہوگی اور کتاب الجنایات مین مذکور ہی کہ سماعت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی فتاوی رشید الدین مین مذکور ہی کہ ایک گھر پر اپنے باپ سے میراث پانے کی وجہ سے ملک کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی مین اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرے یعنی مدعا علیہ کی ملک ہی تو اس دفعیہ کی سماعت نہوگی پس اگر مدعی نے گواہ دیے کہ تو نے اقرار کیا ہی کہ یہ گھر تیرے باپ کی ملک اور اُسکا حق ہی تو اس دفعیہ کی بھی سماعت ہوگی اور دونون دفعیہ جب معارض ٹھہرے تو میراث کی گواہی بلا معارض قبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے مورث کے اقرار مین تاریخ کا ذکر کیا اور مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار مین تاریخ کا ذکر نہین کیا تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک محدود پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ محدود مجھے اور میرے فلان بھائی کو جو غائب ہی باپ کے ترکہ سے میراث پہونچی ہی پس مدعا علیہ نے مدعی کے دفعیہ مین کہا کہ تیرے مورث فلان شخص نے اپنی زندگی مین اقرار کیا تھا کہ یہ میری یعنی مدعا علیہ کی ملک ہی تو بعض نے کہا کہ یہ دفعیہ صحیح ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - پھر اگر مدعی کا بھائی غائب آیا اور جو دفعیہ مدعا علیہ نے پیش کیا تھا اُسکو اس طور سے دفع کیا کہ مدعا علیہ نے ہمارے باپ کے مرنے کے بعد اقرار کیا ہی کہ یہ شے محدود ہمارے باپ کا ترکہ ہی تو یہ مدعا علیہ کے دعوی کا دفعیہ ہی - اور اگر مدعا علیہ نے ابتداء سے مورث کا اقرار اپنے ملک ہونیکا دعوی نہ کیا بلکہ یہ دعوی کیا کہ وارث نے یہ

محدود میری ملک ہونیکا اقرار کیا ہو تو اسکے حکم مین بھی اختلاف ہو بعض مشائخ کے نزدیک یہ دفعیہ ہو اور بعضون نے کہا کہ اس مین تفصیل ضرور ہو یعنی اگر یون کہا کہ تونے میری ملک ہونیکا اقرار کیا اور مین نے تیری تصدیق کی تو دفعیہ صحیح ہو اور اگر یہ نہ کہا کہ مین نے تیری تصدیق کی تو دفع صحیح نہین ہو پھر اگر دوسرا بھائی غائب آیا اور دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے ہمارے باپ کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ یہ شی محدود ہمارے باپ کا ترکہ ہو تو اس دفعیہ کی سماعت نہوگی یہ محیط مین ہو- ایک عورت نے دعوی کیا کہ مین اس میت کی بیٹی ہون مجھے اس کے ترکہ مین سے اس اسقدر پہونچتا ہو پس میت کے وارثون نے کہا کہ تو جھوٹی ہو تو نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ (بندہ این مردہ بودم وے مرا آزاد کردہ است) تو یہ دفعیہ صحیح نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو لکھا ہو- ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہو اُس پر ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے یہ زمین خریدی ہو اور مین اسکی بیع اور سپرد کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اس پر گواہ قائم کرکے زمین واپس لینی چاہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ بات یہی تھی جو تو نے کہی ولیکن جب یہ اکراہ و زبردستی دور ہو گئی تو تو نے یہ مبیع میرے ہاتھ اس قدر داموں کو خوشی و رضامندی سے فروخت کردی اور اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی مدعا علیہ کے گواہون پر ڈگری کردیگا اور مدعی کا دعوی دفع ہو جائیگا یہانتک کہ وہ واپس نہین کر سکتا ہو یہ محیط مین ہو- ایک شخص نے دوسرے پر ایک زمین کا دعوی کیا کہ مین نے اس سے خریدی ہو اور آخر دعوی مین کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے میرے ہاتھ فروخت کرنیکا اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مین اس اقرار بیع مین مجبور کیا گیا تھا تو یہ دفعیہ صحیح نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو- اور ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتوی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسمین احتمال ہو کہ خوشی سے اس نے بیع کی ہو اور بیع کے اقرار مین مجبور کیا گیا ہو اور مجبوری اگر بیع کے اقرار مین ہو تو اس سے خوشی سے بیع مین کچھ خلل نہین آتا ہو حتی کہ اگر اُسنے بیع اور اقرار دونون مین مجبور کیے جانے کے گواہ دیے تو مقبول ہونگے اور دفعیہ صحیح ہوگا یہ محیط مین ہو- اگر مجبوری سے بیع و سپرد کرنیکا دعوی کیا پس مشتری نے اسکے دفعیہ مین کہا کہ تو نے مجھ سے دام خوشی سے لے لیے یا ہبہ مین زبردستی و اکراہ کا دعوی کیا پس موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض ہبہ مجھ سے بخوشی لے لیا تو دفعیہ صحیح ہو کذا فی الذخیرہ مجمع النوازل مین ہو کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سُغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے دوسرے پر یہ بات ثابت کی کہ تو نے خوشی سے میرے واسطے اسقدر مال میرے ملک ہونیکا اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے اسکے دفعیہ مین گواہ دیے کہ مین نے مجبوری سے اقرار کیا تھا تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ دفعیہ صحیح ہو اور مجبوری کے گواہون کا قبول ہونا اولی ہو یہ محیط مین ہو- ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعوی کیا پھر کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے مجبوری سے اقرار کیا تو یہ دفعیہ صحیح ہو اور مجبور کرنے والے کا نام و نسب ذکر کرنا شرط نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو اگر خوشی سے اقرار کرنیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس تاریخ میرا اقرار مجبوری سے تھا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونون نے تاریخ نہ کہی یا کہی مگر دونون مین تفاوت ہو تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ناصری سے منقول ہو- ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی بسبب اسکے کیا کہ اسنے فلان شخص کی طرف سے اُسکے حکم سے یا بلا حکم کفالت کی تھی دعوی کیا پھر اصیل آیا اور یہ دعوی کیا کہ یہ مال مجھ پر واجب نہین ہو کیونکہ مین اس مال کے اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا تو اس دفعیہ کی سماعت نہوگی ولیکن اگر کفیل نے دعوی کیا کہ اصیل نے یہ مال ادا کردیا یا مدعی نے اس کو بری کردیا ہو تو یہ دفعیہ صحیح ہو یہ خلاصہ مین ہو

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ کی طرف سے ایک شخص نے کفالت کر لی پھر کفیل نے گواہ سنائے کہ جس ہزار درم کا مکفول عنہ پر دعویٰ کیا تھا وہ شراب کے دام ہیں تو مقبول نہوں گے اور اگر اسکے گواہ دیے کہ مکفول لہ نے ایسا اقرار کیا ہے حالانکہ وہ انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر طالب سے قسم لینی چاہے تو التفات نہ کیا جائیگا اور کفیل نے اگر مال ادا کر دیا پھر مکفول عنہ سے لینا چاہا اور طالب غائب ہے پس مکفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کے دام یا مردار کے دام یا مانند اسکے تھا اور کفیل پر اسکے گواہ قائم کرنے چاہے تو گواہی مقبول نہوگی اور کفیل کو مال ادا کر دینے کا حکم مطلوب کو دیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے خصم کو تلاش کر اور اس سے جھگڑا کر پس اگر طالب مذکور کفیل سے مال لینے سے پہلے حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ یہ مال شراب کے دام یا اسکے مثل ہے تو کفیل و اصیل دونوں بری ہو جائینگے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے قرض کے دعوے میں کہا کہ میں دفعیہ پیش کرونگا پس قاضی نے کہا کہ دفعیہ تو ابراء سے ہوتا ہے یا ایفاء سے تو اس میں سے کس کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کہا کہ دونوں کا تو شیخ نجم الدین نسفی رحمہ سے منقول ہے کہ اس میں تناقض نہیں ہے بشرطیکہ توفیق کی وجہ بیان کرے اور وجہ توفیق کی یہ ہے کہ یوں کہے کہ تھوڑا میں نے ادا کیا اور تھوڑا اس نے مجھے معاف کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے اس کو سب ادا کر دیا تھا پس یہ انکار کر گیا تو میں نے سفارش اٹھائی پس اس نے مجھے بری کر دیا یا یوں کہے کہ اس نے مجھے بری کر دیا تھا پھر انکار کر گیا تو میں نے اسکو ادا کر دیا اور بعض نے کہا کہ اس میں تناقض نہیں ہے دعویٰ باطل نہوگا اگرچہ توفیق نہ بیان کرے کذا فی الذخیرہ۔ اگر عورت نے شوہر کے وارثوں پر مہر مسمے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور وارثوں نے اس کے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اقرار کیا تھا کہ نکاح بلا تقرر مہر ہوا تھا اور مہر مثل واجب ہے اور اب تو مہر مسمے کا دعوے کرتی ہے ان دونوں میں تناقض ہے تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ دفع صحیح نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے فتاوی رشید الدین میں ہے کہ شوہر کے وارثوں پر عورت نے مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اصل نکاح سے انکار کر کے بعد خلع واقع ہونے کا دعویٰ کیا تو سماعت نہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ مجھ پر نہ تھا یا تیری کوئی چیز مجھ پر نہ تھی پس مدعی نے مال پر گواہ دیے پھر مدعا علیہ نے ابراء یا ایفاء کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی پس اگر اسکے گواہ دیے تو ثبوت ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ تیرا کبھی کچھ مجھ پر نہ تھا اور میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو اس دفعیہ کی سماعت نہوگی اور قدوری نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا کہ سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ تو نے مجھ سے اس مال کے واسطے دس روز کی مہلت لی تھی اور یہ امر تیری طرف سے اس مال کا اقرار ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے بیس روز ہوئے کہ مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دس دینار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اس نے کہا کہ (مرا جز سہ دینار بر تو خواست نیست) تو اس دفعیہ کی سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس میں سے پچاس درم دیدیے ہیں تو یہ دفعیہ نہوگا جبتک گواہ نہ لائے یا یوں نہ کہے کہ اسنے یہ پچاس درم لیے ہیں یا ادا کر دیے ہیں یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ جس مال کا تو مجھ پر دعویٰ کرتا ہے وہ مال قمار یا ثمن شراب ہے تو سماعت ہوگی اور اگر گواہ دیے تو مقبول ہونگے یہ خلاصہ میں ہے کسی نے دوسرے پر کسی قدر دیناروں

یا در موں کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ جنھوں نے یہ گواہی دی کہ اس مدعا علیہ نے مدعی کو اس قدر درم دیے ہیں لیکن یہ بیان نہیں معلوم کہ کس جہت سے دیے ہیں تو ہمارے بعض مشائخ سے روایت ہے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ دفع ہوگا اور قاضی اسکو قبول کر لیگا اور یہی اشبہ و اقرب الی الصواب ہے یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے بحساب سمرقند کے ادا کر دیے ہیں اور جب اس سے گواہ طلب ہوئے تو اس نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پھر بعد اسکے کہا کہ میں نے فلاں گاؤں میں ادا کیے ہیں اور اسکے گواہ سنائے تو مقبول ہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ کیا کہ مدعی نے مجھے اس دعوے سے بری کیا ہے اور اسکے گواہ دیے پھر مدعی نے دوبارہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرے بری کر دینے کے بعد پھر مال کا اقرار کیا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے یوں کہا کہ تو نے مجھے اس دعوے سے بری کیا اور میں نے تیری براءت کرنے کو قبول کیا یا تصدیق کی تو پھر مدعی سے دفع الدفع صحیح نہیں ہے یعنی دوبارہ مدعا علیہ کے اقرار کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے براءت قبول کر لی تھی تو مدعی کا دوبارہ دعویٰ صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - ایک شخص پر گواہ پیش کیے کہ میں نے دس درم اسکو دیے تھے اس نے کہا کہ اسواسطے دیے تھے کہ میں فلاں شخص کو دیدوں پس میں نے فلاں شخص کو دیدیے تو یہ دفعیہ صحیح ہے - یہ وجیز کردری میں ہے - ایک شخص نے دوسرے پر پچاس دینار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ مدعا علیہ نے مجھ کو دینار کے عوض پچاس عدالی کے حساب سے عدالی دیے لیکن میں نے خط بعوض دیناروں کے لے لیا تو دفعیہ صحیح ہے اسی طرح اگر کہا کہ مجھے تو نے تمام دعووں سے فلاں سنہ میں بری کر دیا ہے تو بھی دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہے - ایک ترکہ میں قرضہ کا دعویٰ کیا پس وارث نے کہا کہ اس نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا ہے پس مدعی برہان لایا کہ فلاں مال معین ترکہ کے اموال معینہ میں سے اسکے قبضہ میں ہے پس وارث نے برہان پیش کی کہ میرے باپ نے اسکو ایک شخص غائب کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو دفعیہ صحیح ہے اگرچہ مشتری کا نام و نسب ذکر نہ کیا ہو یہ وجیز کردری میں ہے - ایک شخص نے میت کے ترکہ میں دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پھر جس پر گواہ قائم کیے تھے اس کے سوائے دوسرے وارث نے مدعی سے بعض دعوے پر صلح کر لی مثلاً دعویٰ سو دینار کا تھا اور صلح میں دینار پر ہوئی پھر جب بدل صلح کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ میں گواہ دیتا ہوں کہ میرے مورث نے تجھے وہ مال ادا کر دیا ہے پس تیرا دعویٰ صحیح نہیں ہے باطل ہے پس اگر دفعیہ کا مدعی سوائے اس شخص کے ہے جس نے صلح ٹھہرائی تھی تو سماعت ہوگی اور اگر وہی ہے جس نے صلح کی تھی تو سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے - ایک شخص وصی میت کو لایا اور دعویٰ کیا کہ میرے پچاس درم میت پر ہیں اور میت نے اپنی زندگی میں میرے پچاس درم قرض لازم ہونیکا اقرار کیا تھا پس وصی میت نے اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میرے یہ پچاس درم میت پر اس سبب سے ہیں کہ میں نے اسکے ہاتھ اپنے سو درم جو کسی شخص ثالث پر تھے فروخت کیے تھے تو وصی کی برہان قبول ہوگی اور یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ دیے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں اس وصیت سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں کہا کہ میں نے ہر وصیت سے جو میں نے وصیت کی تھی رجوع کر لیا

تو بعض مشائخ نے کہا کہ اس کی سماعت ہوگی اور یہی صحیح ہے اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیے کہ میرے باپ نے زندگی میں اس وصیت سے انکار کیا ہے تو موافق روایت مبسوط کے یہ دفعیہ ہے اور جامع میں مذکور ہے کہ وصیت کا انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا نہیں ہوتا ہے پس بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ جو جامع میں مذکور ہے وہ قیاس ہے اور روایت مبسوط کی استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ ترکۂ میت میں اپنے نابالغ کے واسطے تہائی مال کی وصیت کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس قاضی نے میت کے وارثوں پر ڈگری کر دی پھر وارثوں نے بطریق دفع کے مدعی پر گواہ قائم کیے کہ اس نے حکم قاضی سے پہلے اقرار کیا ہے کہ میت پر اس قدر قرض ہے کہ تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور قاضی کا حکم و فرمان باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے لڑکے کے دو لڑکوں کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک بالغ ہے اور دوسرا نابالغ ہے اور دونوں کا باپ زندہ ہے پھر وصیت کرنیوالا مر گیا پس نابالغ کے باپ نے وارث موصی پر دعویٰ کیا کہ میت نے اس کے واسطے وصیت کی ہے اور بالغ نے خود وصیت کا دعویٰ کیا اور وارث نے دونوں کی وصیت سے انکار کیا اور دونوں کے دعوے کے دفعیہ میں کہا کہ اس بالغ نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا ہے کہ میت نے کچھ وصیت نہیں کی اسی طرح اس نابالغ کے باپ نے اقرار کیا ہے کہ میت نے میرے نابالغ کے واسطے کچھ وصیت نہیں کی تھی پس بعض نے فرمایا کہ یہ بالکل دفعیہ نہیں ہے اور یہی اظہر و اشبہ بالفقہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی چوپایہ پر بسبب نتاج کے دعویٰ کیا یعنی یہ میری ملک میں بچہ پیدا ہوا ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے اس لیے کہ تو نے اقرار کیا کہ میں نے اسکو فلاں شخص سے خریدا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں شخص سے فلاں محدود اجارہ طویلہ پر کرایہ لی اور اس پر قبضہ کر لیا اور حدود بیان کر دیے اور بعد قبض کے مدعا علیہ کے ہاتھ بالمقطعہ اجارہ پر دی اور شرائط ذکر کیے اور اس سے مال اجارہ کی درخواست کی پس مستاجر مدعا علیہ نے دفع کیا کہ میں نے یہ محدود دوسرے سے بنیاد خریدی ہے اور مدت گذرنے کی وجہ سے بیع نافذ ہو گئی اور اجرت ساقط ہو گئی تو کرایہ پر دینے والے کی غیبت میں یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہی مختار ہے کذا فی الخلاصہ۔ تاک انگور کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مدعی کو اس باغ میں کام کرنے کے واسطے مزدور کیا تھا تو دفعیہ صحیح ہے اور یہ مدعی کی طرف سے اقرار ہوگا کہ میری ملک یہ تاک نہیں ہے اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے یہ گھر مجھ سے کرایہ لیا یا زمین کھیتی کے واسطے لی اور گواہ قائم کیے کہ اس نے کہا کہ (اینخانہ را بمن اجارہ دہ تا بگیرم) یا اسنے کہا کہ (این زر را بمن بزرگری دہ) تو یہ دفعیہ ہو سکتا ہے اور یہ اس بات کا اقرار ہوگا کہ اس میں مدعی کی کچھ ملک نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ابن سماعہ رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اس قدر مال لے لیا ہے اور اس کو اس طرح بیان کیا کہ شنا[illegible] ہو گئی پس مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال مجھ سے فلاں شخص دوسرے نے یعنی سوائے مدعا علیہ کے کسی نے لے لیا ہے اور مدعی اس سے انکار کرتا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال نہیں ہے اور نہ اس کے گواہوں کا اکذاب ہے اور اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ فلاں وکیل مدعا علیہ نے مجھ سے یہ مال لیا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال اور اس کے گواہوں کا اکذاب ہے مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ میں وکیل سے مراد وہ وکیل ہے جو موکل صاحب ید رعیت کی طرف سے ہو ورنہ اگر موکل صاحب قدرت ہو تو ضمان مال موکل پر آویگی اور وہی مدعا علیہ ہے

ہیں وکالت سے مراد امر بوقت تحقیق ہے وکالت کذا فی الذخیرہ - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے میری باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ اس ضرب سے مر گئی ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ وہ باندی بعد مارنے کے بازار کی طرف نکلی تھی تو دفعیہ صحیح نہیں ہے ہاں اگر یہ امر گواہوں سے ثابت کیا کہ بعد مارنے کے وہ صحت پا گئی تھی تو صحیح ہے اور اگر اس نے اسکے صحت پانے کے اور اس نے بعد ضرب کے مر جانے کے گواہ قائم کیے تو گواہان صحت کا قبول ہونا اولی ہے کذا فی الخلاصہ - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے میرے باپ کو لات ماری اور وہ اس سے مر گیا اور اسکے گواہ سنا لیے اور مدعا علیہ نے گواہ سنا لیے کہ وہ اس ضرب سے اچھا ہو گیا تھا تو یہ دعوی مدعی کا دفعیہ صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں تفصیل ہونا واجب ہے یعنی اگر مدعی نے یہ دعوی کیا تھا کہ اس نے ایک لات ماری اور اس لات کے ضرب سے وہ مر گیا اور گواہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو یہ دفعیہ مدعا علیہ کا صحیح ہے اور اگر اس نے یوں دعوی کیا کہ اس نے اسکو لات ماری اور لات کے ضرب سے وہ مر گیا تو یہ دفعیہ مدعا علیہ کا صحیح نہیں ہے اور اسپر ضمان بھر دینے کا حکم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے میرا بیچ کا اوپر کا دانت توڑ دیا ہے پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اسکا یہ دانت تھا ہی نہیں تو اس کی سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے - ایک شخص کے قبضہ میں ایک معین مال ہے اسپر ایک شخص نے ملک مطلق کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے یوں دفع کیا کہ یہ معین مال میری ملک ہے اور تو نے مجھ سے اسکو خریدا تھا پھر ہم نے بیع کا اقالہ کر لیا اور اب آج کے روز یہ میری ملک ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ نہیں ہے کیونکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا ہے اور ایسی صورت میں مدعی کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے یہ محیط میں ہے - ایک شخص ایک مملوک کو لایا اور کہا کہ یہ میری ملک ہے مگر اس نے تمرد اختیار کیا ہے اور مملوک نے کہا کہ میں فلاں غائب کی ملک ہوں تو منتقی میں مذکور ہے کہ اگر غلام اپنے قول پر گواہ لایا تو اس کے اور مدعی کے درمیان خصومت نہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور اس کی ڈگری ہو جائیگی پھر اگر غائب آیا تو اسکو غلام لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو پہلے مدعی پر جسکی ڈگری ہو چکی ہے اس غائب کی ڈگری کر دی جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا اس شخص پر سو من تل کا تیل بسبب صحیح واجب ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے میں نے تجھکو اس تیل کے عوض میں ایک دینار سرخ کھرے سونے بخاری سکہ کا دیا ہے تو یہ دفعیہ نہوگا جبتک کہ تیل واجب ہونے کا سبب معلوم نہو کیونکہ جائز ہے کہ تیل بسبب سلم کے واجب ہوا ہووے پھر جب اس کے عوض دینا ہوا تو مسلم فیہ کا معاوضہ قبضہ سے پہلے کیا اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر تیل بیع ہو اس طرح کہ یہ مقدار معین تیل خریدا ہووے پس جب اس کے عوض دینار سونے کا دیا حالانکہ وہ بعینہ قائم ہے تو گویا بیع کو قبضہ سے پہلے فروخت کیا اور یہ بھی جائز نہیں ہے پس دفعیہ صحیح نہوگا یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تجھکو فلاں وقت نفقہ نہ پہونچے تو تیرا کام ایک طلاق میں تیرے اختیار میں ہے یعنی ایک طلاق تو اپنے آپ کو دے سکتی ہے پھر شوہر نے کہا کہ میں نے اس وقت تک اس کو نفقہ پہونچا دیا ہے اس نے دفعیہ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس عورت کو نفقہ نہیں پہونچا تو سماعت ہوگی اور اگر عورت نے دفع کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے نہیں دیا تو سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے - فتاوی نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میں نے تیرے باپ فلاں شخص معین کو جسکا نام تو جانتا ہے یہ ہوا تھے کو رہن کی تھی اور درخواست

ملک یعنی بدون بیان سبب ... [illegible]

کہ اس کی ملک کس طرح ہوئی آیا بطور بیع یا ہبہ کے یا اور کسی طرح سے ۱۲

کی کہ یہ شی معین حاضر کرے تاکہ میں قرض ادا کر کے اپنے مال کو لے لوں اور مدعا علیہ رہن رکھنے اور رہن کرنے دونوں سے انکار کرتا ہو پس مدعی دو گواہ رہن کے لایا اور مدعا علیہ دو گواہ لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کے ہاتھ یہ شی معین اس قدر داموں کو فروخت کی اور دام وصول کر کے مبیع اسکے سپرد کر دی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہے اور مدعا علیہ کی گواہی پر عمل ہوگا کیونکہ وہ زیادہ ثبت ہے بسبب اسکے کہ خریدنا رہن سے زیادہ موکد ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ لے لیا وہ اسکے قبضہ میں مرگیا پس چوپایہ کا مالک قاضی کے پاس آیا اور لینے والے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا چوپایہ ناحق لے لیا اور وہ اسکے پاس مرگیا اور لینے والے نے دفع کیا کہ میں نے چوپایہ حق سے لیا کیونکہ وہ میری ملک تھا اور اس کے قبضہ میں ناحق تھا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر چوپایہ مرا نہو بلکہ قائم ہو اور مدعی نے مثل مذکور کے دعویٰ کیا اور لے لینے والے نے گواہ سنائے کہ میں نے اسے لے لیا اس واسطے کہ وہ میری ملک ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ میں بسبب تین طلاق کے اسپر حرام ہوں اور اسکے گواہ پیش کیے پس شوہر نے دفع کیا کہ اس عورت نے خود اقرار کیا ہے کہ مجھے اس نے تین طلاق دیں اور میری مدت گذر گئی اور میں نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور اُس نے میرے ساتھ وطی کی پھر اُس نے طلاق دی اور پھر میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اب یہ میرے واسطے حلال ہے تو صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کا دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک نے عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور عورت نے دفعیہ کے طور پر گواہ سنائے کہ میں نے اس سے خلع کرا لیا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک نے تاریخ بیان کی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی پس اگر خلع کی تاریخ پیشتر ہو تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے اور اگر عورت کی گواہی رد کر دی جائیگی۔ اور اگر کسی عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ کرتی ہے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت مجھپر حرام ہے تو دفعیہ صحیح ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے خلع کے دعوے سے دفع کیا تو صحیح ہے۔ اگر کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے دفع کیا کہ میں فلان غائب کی منکوحہ ہوں تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں پھر جب عورت نے نکاح کے گواہ قائم کیے تو مرد نے گواہ سنائے کہ مجھ سے اس نے خلع کرا لیا ہے پس اُس کے گواہ مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے اصل نکاح سے انکار کیا پھر عورت نے گواہ دیے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر اسکے بعد مرد نے گواہ دیے کہ اسنے خلع کرا لیا ہے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کا دعویٰ دفع نہو گا اس لیے کہ مرد کے کلام میں تناقض ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ قاضی نے شوہر پر نفقہ فرض کیا اُس نے کہا کہ یہ عورت مجھپر حرام تھی جسوقت کہ نفقہ فرض ہوا ہے تو یہ غیر مسموع ہے اور اگر مرد نے مہر پر خلع کا دعویٰ کیا اور نفقہ عدت کا دعویٰ ہوا تو مسموع ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے ملک مطلق کے دعویٰ پر گواہ پیش کر کے استحقاق میں لے لیا تو مشتری اپنے بائع سے دام واپس کر سکتا ہے پھر قبل اسکے کہ قاضی دام واپس کر دینے کا حکم کرے بائع نے گواہ دیے کہ یہ میرا ہے تو بائع کا دعویٰ مسموع ہوگا۔ اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں نے مستحق سے خرید کر [illegible] مشتری کے ہاتھ فروخت کیا یا اس امر کے کہ یہ غلام میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو [illegible] کیا جائے گا اور اگر مستحق پر [illegible] گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور حکم قاضی جو مستحق کے واسطے ہو چکا ہے باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری پر قائم کیے تو

ف یعنی عورت نے طلاق کی درخواست کی اور شوہر نے منظور کر کے طلاق دیدی [illegible]

پس اگر اُس وقت قائم کیے کہ جب قاضی نے مشتری کے واسطے ثمن کی ڈگری کر دی ہو تو یہ گواہی بائع کی مقبول نہوگی اور اگر اسوقت قائم کیے کہ مشتری نے بائع سے دام لے لیے مگر قاضی نے حکم نہیں دیا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر غیر مجلس قاضی میں اقرار کیا کہ یہ شے معین میری ملک ہے بسبب اس کے کہ میں نے فلان شخص سے خریدی ہے پھر قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اسنے ایک بار اقرار کیا ہے کہ میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے تو دفعیہ صحیح ہے پس اگر گواہوں سے یہ امر قاضی کے نزدیک ثابت کر دے تو مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک شے معین کا دعویٰ اپنے سبب سے کیا کہ جس کو وہ ثابت نہ کر سکا پھر مدعا علیہ نے یہ شے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی پھر ایک زمانہ کے بعد مدعی نے اسی شے معین کا دعوے مشتری پر اُسی قاضی کا یا دوسرے قاضی کے سامنے ملک مطلق کے ساتھ کیا پس مشتری نے دفعیہ کیا کہ تو نے میرے بائع پر اس شے معین کا دعویٰ بسبب خرید کے کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک شے معین کا دعوے بسبب ملک مطلق کے کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اس شے معین کا دعویٰ اس سے پہلے سبب کے ساتھ کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے پس مدعی نے کہا کہ اب بھی میں اُسی سبب کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں اور ملک مطلق کے دعوے کو ترک کرتا ہوں تو دوبارہ اُسکا دعویٰ مسموع ہوگا اور مدعا علیہ کا دفعیہ دور ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ شفعہ کے دعوے میں اگر مشتری نے گواہ سُنائے کہ جس ملک کی وجہ سے مدعی شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے وہ فلان شخص کی ملک ہے تو سماعت نہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سُنائے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ فلان شخص کی ملک ہے پس سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ کے مورث نے ناحق اسپر اپنا قبضہ کیا پھر مرگیا اور اپنے اس وارث مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ گیا اور اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے گواہ سُنائے کہ میری مورث فلان نے اس مدعی سے یہ گھر اس قدر داموں کو قطعی بیع کے ساتھ خریدا تھا اور باہمی قبضہ ہو گیا تھا پھر وہ مرگیا اور مجھے میراث ملا ہے پھر مدعی نے اسکا یوں دفعیہ کیا کہ مورث مدعا علیہ نے اقرار کیا تھا کہ میرے اور مدعی کے درمیان جو بیع ہوئی تھی وہ بیع وفا تھی جب دام واپس کرے تو مبیع واپس دینی چاہیے اور اسکے گواہ قائم کیے تو امام اجل ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس دفعیہ کی سماعت نہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے بائع سے ہبہ مانگنا یا مول مانگنا اصح قول کے موافق بائع کی ملک کا اقرار ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اقرار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی خزانۃ المفتین۔ زیادات قاضی علاء الدین میں ہے کہ روایت جامع کی صحیح ہے اور مول مانگنے یا ہبہ یا ودیعت یا اجارہ مانگنے پر اقدام کرنا باتفاق الروایات اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں اُس کی ملک نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شے معین جو کسی کے قبضہ میں ہے اسپر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور قابض نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہے پھر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس نے مجھ سے یہی شے معین ہبہ میں طلب کی تھی تو یہ دفعیہ دعویٰ مدعی کا ہوگا کذا فی المحیط اور جامع میں مذکور ہے کہ اگر مشہود علیہ نے گواہ سنائے کہ مدعی نے دعویٰ سے پہلے یہ شے مجھ سے خریدنے کے طور پر چکائی تھی تو گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کی گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اس طرح چکانا بائع کی ملک کا اقرار ہے اور چکانے والے کا اقرار ہے کہ میری اس میں ملکیت نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر مدعی نے اس طرح توفیق دینی چاہی کہ یہ شے میری ملک تھی ولیکن اس نے اُسپر قبضہ کر لیا اور مجھے نہ دی اسلیے میں نے

اس سے خریدنے کے واسطے چکائی تو اس کی سماعت نہو گی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ پس اگر مدعی نے مدعا علیہ کے اس طرح گواہ قائم کرنے کے بعد یون گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے یہ چیز مول لے لینے کے واسطے چکائی تھی تو یہ گواہی مقبول ہو گی اور پہلا دفعیہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جامع کی روایت مین چکانا اُس شخص کے ملک کا اقرار ہوتا ہے جس سے چکاوے پس مدعی نے اس دفعیہ مین یہ دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ یہ مدعی کی ملک ہے اور تناقض تصدیق خصم کی وجہ سے باطل ہو گیا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونون مین سے ہر ایک نے ایسے اقرار کی تاریخ لکھی ہو اور اگر نہ لکھی ہو تو بھی ہر ایک کا اقرار دوسرے کے اقرار سے مندفع ہو گا پس مدعی کی گواہی ملک مطلق پر باقی رہ گئی اور اُس روایت کے موافق جس مین چکانا اس امر کا اقرار ہے کہ اس بیچنے والے کی ملک نہین ہے تو بھی دفع صحیح ہے کیونکہ قابض کا اقرار ہوا کہ میری ملک نہین ہے اور کوئی اپنی ملک کا مدعی نہین ہے پس مدعی کی ملک کا اقرار ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ غیر مدعا علیہ سے مول مانگنا اس باب مین کہ یہ مدعی کا اقرار ہے کہ میری ملک نہین ہے مدعا علیہ سے مول مانگنے کی نظیر ہے حتی کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مدعی نے اسکو فلان شخص سے مول مانگا تھا تو دفعیہ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے ایک شخص نے ایک کپڑا مستعار لیا پھر دعویٰ کیا کہ میرے نابالغ بیٹے کا ہے تو امالی مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ دعوے کی سماعت ہو گی اور گواہی مقبول ہو گی اور مؤلف کہتا ہے کہ یہ اُس روایت کے موافق ہے کہ مستعار لینا جس سے لیا ہے اُس کی ملک کا اقرار نہین ہوتا ہے صرف اس امر کا اقرار ہوتا ہے کہ دینے والے کی ملک نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ نخل پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ مین کہا کہ اس نے اس درخت کے پھل خریدنا چاہے تھے تو یہ دفعیہ نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اقارب کے دعوے مین اگر مدعا علیہ نے ایک یا دو بار انکار کیا پھر کہا کہ یہ زمین جو میرے قبضہ مین ہے اس کی یہ حدین نہین ہین تو یہ دفعیہ صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ محدود پر دعویٰ کیا اور اسکی حدود بیان کردین پس مدعا علیہ نے کہا (این محدود کہ مدعی دعوی میکند باین حدود ملک من استہ و حق من است) پھر مدعی نے دوسری مجلس مین بعینہ ان حدود کے ساتھ دوبارہ دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا (در حدود خطا کردہ این محدود کہ در دست من است باین حدود نیست کہ دعوی کردہ) پھر مدعی نے تیسری بار تیسری مجلس مین دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا (آن محدود کہ تو دعوی میکنی بفلان فروختہ بودی پیش از انکہ دعوی میکردی و من از ان فلان خریدہ ام) پس بعض نے کہا کہ یہ قول دعویٰ مدعی کا دفعیہ نہین ہے اور اسکا تیسرا قول اُس کے دوسرے قول سے ٹوٹتا ہے اور دوسرا کلام اُسکا تیسرے کلام کے توڑنے کے واسطے معتبر ہے اگرچہ دعویٰ مدعی کے دفع کے واسطے معتبر نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک گھوڑا مستعار لیا اور وہ مستعیر کے نیچے مرگیا اور اُس کے مالک نے عاریت دینے سے انکار کیا اور مستعیر نے مال دیکر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر مستعیر نے اسکے بعد عاریت دینے کے گواہ سُنائے تو مقبول ہون گے اور صلح باطل ہو جائیگی اور اگر اُس نے عاریت دینے والے سے قسم لینا چاہی تو اُسکو اختیار ہے۔ اور منتقی مین چند مسائل مذکور ہین کہ جو عدم قبول گواہی پر دلالت کرتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر اپنے باپ سے میراث ہو پہنچنے کا دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ گھر مدعی کے باپ سے اُس کی زندگی مین خریدا ہے یا اس امر کے گواہ دیے کہ اس کے باپ سے فلان شخص نے خریدا ہے اور مین نے فلان شخص سے خریدا ہے تو گواہی مقبول نہو گی یہ ذخیرہ مین ہے۔

ف ۱ اراضی وہ زمین ہے اسکا اطلاق ہوتا ہو ۱۲

اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی مدعا علیہ نے کپڑے کے دعوے سے دس درم دیکر صلح کر لی پھر گواہ لایا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میرا اس کپڑے میں کچھ حق نہیں ہے پس اگر گواہوں نے صلح سے پہلے اس کے اس اقرار کی گواہی دی تو گواہی باطل اور صلح جائز ہے اور اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے بعد صلح کے اُسکا یہ اقرار بیان کیا کہ میرا کپڑے میں کچھ حق نہ تھا تو صلح باطل ہوگی پس اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ اس شخص نے میرے پاس اقرار کیا تھا صلح سے پہلے کہ یہ کپڑا میرا نہیں ہے تو صلح باطل ہے اور قاضی کا علم اس مقام پر بمنزلہ صلح کے بعد اُسکے اقرار کرنے کے ہے بشرطیکہ دعویٰ ملک مطلق سے ہو اگر مثلاً قاضی کے پاس اقرار کیا کہ یہ کپڑا ہرگز میرا نہ تھا اور نہ میں نے اپنے باپ سے میراث پایا پھر بعد اسکے آیا اور اپنے باپ سے میراث پانے کا اقرار کیا اور دعویٰ سوائے وراثت کے کسی طرح ملک کا کیا تو قاضی اس اقرار کی وجہ سے صلح باطل نہ کریگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ ہرگز تیرے مجھ پر ہزار درم نہ تھے اور تو نے مجھ پر ہزار درم کا دعویٰ کیا تھا پس میں نے تجھے کل کے روز دیدیے پس مدعی نے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار درم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں کیا پس اس کے دعوے سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اس کے بعد گواہ قائم کیے اُنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے دیکھا کہ مدعا علیہ نے کل کے روز مدعی کو ہزار درم دیے تو گواہی پر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ صلح جو واقع ہوئی وہ قسم کا فدیہ ہے اور اگر مدعا علیہ نے مدعی سے وقت دعوے کے کہا کہ تو نے سچ کہا کہ تیرے ہزار درم مجھ پر تھے ولیکن میں نے تجھے کل کے روز ادا کر دیے پس مدعی نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں ادا کیا ہے پس مدعا علیہ نے ہزار درم اُسکو دیدیے یا ہزار سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اُنھوں نے گواہی دی کہ اس نے ہزار درم کل اُسکو دیے ہیں تو گواہی جائز ہے اور صلح باطل ہوگئی اور مدعی نے جو دوبارہ لیا ہے وہ واپس دیوے کیونکہ اس صورت میں جب صلح سے پہلے ادا کرنے کا دعوے کیا تو قسم مدعی پر آوے گی اور صلح مدعی کی طرف سے قسم کا فدیہ نہ تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے مال وصول کرنے کے وکیل نے اگر گواہی سے وکالت ثابت کی اور قاضی نے وکالت کا حکم دیدیا پھر مطلوب نے دعویٰ کیا کہ طالب اس وکیل کے دعویٰ کرنے سے پہلے مر گیا اور یہ وصول نہیں کر سکتا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اگر گواہ قائم ہوں تو دعوےٰ مدعی مندفع ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلان بن فلان کا تیرے پاس اس قدر مال ہے اور وہ نابالغ ہے اور قاضی نے فلان بن فلان کو اس لڑکے کا وصی مقرر کیا ہے اور وہ لڑکا اسی قاضی کی ولایت میں ہے پھر اُس وصی نے مجھے تجھ سے نابالغ کا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے اور وہ مال اس قدر ہے اور قاضی نے مدعی کے وکیل ہونے کا بشرائط حکم دیدیا اور مدعی نے مال وصول کر لیا پھر اس کے بعد مدعا علیہ نے ایک روز اسی وکیل پر دعویٰ کیا کہ وہ لڑکا اب بالغ ہو گیا اور اُس نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں تجھ سے وہ مال وصول کروں جو تو نے وصول کیا ہے پس اُس وکیل نے کہا کہ میں نے وہ مال وصی کے پاس بھیجدیا تو بعض نے فرمایا کہ اُس کی تصدیق نہ کی جاوے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ سے ایک دوکان گواہوں سے استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی اور مشتری نے اپنے بائع سے گواہ پیش کر کے اپنے دام لے لیے پھر بائع نے اس کے اور مستحق کے سامنے گواہ پیش کیے کہ مستحق نے اقرار کیا ہے کہ یہ دوکان بائع کے باپ کی ہے وہ مر گیا ہے اور بائع کے واسطے میراث چھوڑی کہ اس کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس کے باپ نے اپنی زندگی و صحت میں کہا کہ یہ تمام دوکان بسبب صحیح میری ملک ہے اور مستحق نے اقرار کیا کہ میرے

قبضہ مین اجارہ کی وجہ سے ہو کچھ میری ملک اس مین نہین ہی اور مین نے تیرے اقرار کی تصدیق کی تھی پھر مین نے اس مشتری کے ہاتھ اُس کو فروخت کر دیا اور حکم قاضی مستحق کے واسطے بائع کا باطل واقع ہوا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہی اور اگر بائع نے یہ نہ کہا بلکہ یون کہا کہ مدعی نے دوکان پر دعویٰ کرنے سے پہلے کہا تھا کہ یہ دوکان جو فلان کے قبضہ مین ہے فلان بن فلان کی ملک ہے اور اب تو دوکان پر اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ تناقض ہی تو یہ دفعیہ صحیح ہی کذا فی الذخیرہ۔ بائع نے مشتری سے دام طلب کیے اُس نے کہا کہ تیرا دعویٰ جھوٹا ہی کیونکہ تو نے آزاد کو فروخت کیا ہی کیونکہ تو نے قسم کھائی تھی کہ جب مین کوئی غلام خریدون تو وہ آزاد ہی پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا پس وہ آزاد ہے حالانکہ تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا پس اگر گواہون سے یہ ثابت ہو تو یہ دفعیہ صحیح ہی اسی طرح اگر یون کہا کہ تو نے یون قسم کھائی تھی کہ ہر غلام کہ جس کو مین خریدون پس وہ آزاد ہی پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا اور وہ آزاد ہو گیا پھر تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اس غلام کو میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا ہی تو بھی دفعیہ صحیح ہی اور پچھلی صورت کو زیادات مین بلا ذکر خلاف بیان کیا ہی اور دوسرے مقام پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ بائع پر مشتری کی یہ گواہی مقبول نہو گی یہانتک کہ بائع سے ثمن واپس نہین لے سکتا ہی و لیکن غلام مشتری کے اس اقرار کی وجہ سے اُس کی طرف سے آزاد ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی۔

ساتوان باب

ان صورتون کے بیان مین جو مدعا علیہ کی طرف سے جواب شمار ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ زمین میری ملک ہی پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ تامل کنم و نگاہ کنم تو یہ جواب نہین ہی قاضی اسکو جواب دہی پر مجبور کریگا کذا فی المحیط۔ اور اگر کہا کہ بہ بینم یا کہا کہ مرا علم نیست یا کہا کہ نہین جانتا ہون کہ میری ملک ہی یا نہین یا ندانم این مدعی بہ حق من است ترا دروی حق نیست یہ سب جواب نہین ہین کذا فی الخلاصہ اور اگر کہا کہ نہین جانتا ہون کہ یہ چیز ملک اس مدعی کی ہی تو یہ جواب نہین ہی قاضی اسکو جواب دہی پر مجبور کریگا اگر اُس نے جواب نہ دیا تو اسکو منکر قرار دیگا اور اُسپر گواہی کی سماعت کریگا کذا فی المحیط اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ این محدود مرا بتو سپردنی نیست یا کہا بتو تسلیم کردنی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک زمین جو دو شخصون کے قبضہ مین ہی اسکا دعویٰ کیا پس دونون نے کہا دو دو تیر ازین ضیاع ملک ماست و درد ست ماست و یک تیر ملک فلان غائب است و در دست ما امانت است پس یہ جواب تام ہی و لیکن غائب کے حصہ کی خصومت اُن سے دفع نہو گی جب تک کہ ودیعت پر گواہی قائم نہ کرین جیسا کہ معلوم ہوا یہ محیط مین ہی۔ عقار کے دعوے مین ہی اگر کہا کہ یہ محدود میری ملک ہی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی تو مدعا علیہ کو جواب دینا لازم نہین ہی اور اگر کہا کہ میری ملک ہی اور مدعا علیہ کے قبضہ مین مدعی کی ملک اسی کے واسطے ہی پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ این محدود ملک تو نیست پس اس کی دو صورتین ہین یا یون کہا کہ در دست من است و ملک تو نیست تو یہ جواب ہی اور اگر یہ نہ کہا کہ در دست من است تو بعض نے کہا کہ یہ جواب ہی اور یہی اشبہ بالفقہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میری ملک ہی مجھ سے اس قابض نے غصب کر لیا ہی پس قابض نے کہا کہ حجلگی این خانہ در دست من است بسببے شرعی و مرا باین مدعی سپردنی

نیست تو یہ جواب انکار غصب کے حق مین پورا ہے اور حق ملک مین پورا نہین ہے یہ محیط مین ہے- ایک منزل پر جو ایک
شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ عرصہ ملک من نیست تو یہ جواب نہوگا جبتک یہ نہ کہے کہ این
عرصہ من است اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ عرصہ اسکی ملک ہے تو یہ کافی نہین ہے جبتک یون نہ کہین کہ یہ عرصہ اسکی ملک
ہے یہ وجیز کردری مین ہے- ایک شخص نے ایک دار پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ
میرا دار ہے پھر کہا کہ یہ وقف ہے تو یہ جواب تام ہے مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر ابتدا مین کہا کہ یہ دار وقف
ہے اور میرے قبضہ مین تولیت کی راہ سے ہے تو بھی جواب پورا ہے یہ محیط مین ہے- قرض کے دعوے مین اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مرا
تیرا چیزی دادنی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہے اور یہی اشبہ بالفقہ ہے اور اگر قرض کے دعوے مین جواب
دیا کہ مرا علم نیست مرا خبر نیست تو یہ جواب نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اگر بیع یا کسی ایسے سبب سے قرضہ کا دعوی کیا اور جواب مین
مدعا علیہ نے کہا کہ مرا این مبلغ بدین سبب دادنی نیست تو بعض نے کہا کہ یہ جواب نہین ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اصل قرض کا
انکار ہے پس وہ اصل قرض کے بابت منتفی قرار دیگا یہ محیط مین ہے- اگر رب المال کے وارث نے مضارب پر قاضی کے پاس دعوی
کیا پس مضارب نے جواب دیا کہ مرا بدین دعوی کہ شما میکنید بوی و بمو کلان شما چیزے دادنی نیست تو یہ جواب کافی ہے
اور قاضی کو اُسپر بیان کے واسطے جبر کرنیکا اختیار نہین ہے پس اگر وارثون نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے مورث نے
اس کو اسقدر مال مضاربت دیا ہے اور اسنے قبضہ کیا ہے تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اسی طرح ہر امین کا حال ہے مثل مستودع و
مستعیر و مستاجر و وکیل و مستبضع کے ولیکن اُس وقت ایسا نہوگا کہ جب ایسی چیز کا دعوی کرے کہ امین پر اس کی ضمان واجب
ہو گئی ہے یہ ملتقط مین ہے- ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اس نے کہا کہ من زن این مدعی نیم پس اگر عورت
نے اس مدعی کی طرف اشارہ کیا تو جواب ہے ورنہ نہین اور بعض نے کہا کہ جواب ہے یہ وجیز کردری مین ہے- ایک شخص نے
دس دینار اپنی بیٹی کے مہر معجل کا دعوی کیا پس شوہر نے کہا انچہ بودہ است دادم تو یہ جواب نہین ہے کیونکہ مدعی نے مقدار
معین کا دعوی کیا ہے لیکن قاضی کو شوہر سے کہنا چاہیے کہ جسقدر تو نے ادا کیا ہے اسکے گواہ لا پس جب گواہ لاویگا تو مقدار
بیان کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ گواہی صحیح ہو اسی طرح اگر بیع کے دام کا دعوی کیا پس مشتری نے کہا انچہ بودہ است
دادم تو اسکا بھی یہی حکم ہے کذا فی الفصول العمادیہ-

آٹھوان باب

اُن امور کے بیان مین جنسے دعوے مین تناقض پیدا ہوتا ہے اور جنسے نہین ہوتا ہے- اگر حاکم
کے نزدیک مدعی کی طرف سے دو قول متعارض متناقض ثابت ہوے تو دعوے کی سماعت ممنوع ہوگی یہ محیط سرخسی مین
ہے تناقض کی وجہ سے جس طرح اپنے واسطے دعوی صحیح نہین رہتا ہے اسی طرح غیر کے واسطے بھی صحیح نہین ہوتا ہے مثلاً اگر کسی نے
کوئی مال معین زید کے واسطے ہونیکا اقرار کر دیا پھر جس طرح اپنی ملک ہونیکا دعوی نہین کر سکتا ہے اسی طرح عمرو کے واسطے وکالت
وغیرہ کے وسیلہ سے دعوی نہین کر سکتا ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ اس شخص سے کوئی ایسا قول پایا جاوے جس سے زید
کی ملکیت اس شے پر ثابت ہوتی ہے اور اگر اُس نے زید کو تمام دعوون سے بری کیا پھر عمرو کی طرف سے وکالت یا وصایت
کی وجہ سے دعوی کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے- ایک شخص کے مقبوضہ مال معین پر اپنی ملک کا دعوی کیا پھر
اسکے بعد دعوی کیا کہ یہ فلان شخص کا ہے اُس نے مجھے اس مال کی خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے
تو مقبول ہونگے اور تناقض نہین ہے اور اگر پہلے دعوی کیا کہ یہ چیز فلان شخص کی ملک ہے اُس نے مجھے اس کی خصومت

واسطے وکیل کیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور اس کے گواہ قائم کیے تو متناقض ہوگا اور گواہی مقبول نہ ہوگی ولیکن اگر توفیق دے اور کہے کہ یہ پہلے فلاں شخص کی تھی کہ اُسنے مجھے وکیل خصومت کیا پھر میں نے اُس سے خرید لی اور اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔ دعویٰ کیا کہ یہ شے فلاں شخص کی ملک ہے اُس نے مجھے خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ دوسری فلاں شخص کی ہے اُس نے مجھے وکیل خصومت مقرر کیا ہے تو دعویٰ مقبول نہ ہوگا ولیکن جبکہ توفیق دے اور کہے کہ یہ فلاں شخص کی پہلے تھی اُس نے مجھے وکیل خصومت کا کیا تھا پھر اُس نے دوسرے کے ہاتھ بیچی اُس نے بھی مجھے اسی واسطے وکیل کیا اور تدارک اس طرح ممکن ہے کہ مجلس سے غائب ہوا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور اس امر پر بینات پیش کی چنانچہ حصیری نے اسکو صریح صاف بیان کیا ہے کما فی الجامع کذا فی الوجیز للکردری۔ اور دین اس باب میں مثل مال عین کے ہے کذا فی الظہیریہ۔ وکیل خصومت نے اگر غیر مجلس قضا میں اپنے موکل کی طرف سے یہ اقرار کر دیا کہ اُسنے قرضہ وصول کر لیا اور اُسکا کچھ حق اس شخص پر نہیں ہے پھر اسی شخص پر اپنے موکل کے قرض کا دعویٰ کیا تو مقبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وصی نے نابالغ کے بالغ ہونے پر مال اُس کے سپرد کر دیا پس اس بالغ نے اپنے اوپر گواہ کر دیے کہ میں نے جو کچھ اس شخص کے قبضہ میں میرے والد کا ترکہ تھا سب وصول کر لیا اور اس کے قبضہ میں ترکہ والد سے کچھ قلیل و کثیر باقی نہیں رہا بلکہ میں نے اُسکو وصول کر لیا پھر اسکے بعد دعویٰ کیا کہ یہ چیز جو اس کے قبضہ میں ہے میرے والد کا ترکہ ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب کچھ جو لوگوں پر تھا وصول کر لیا پھر ایک شخص پر میت کے قرضہ کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی ایسے ہی اگر اس طرح وارث نے اقرار کیا پھر میت کا قرضہ کسی پر ہونیکا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اُس سے ہزار درم میں خریدا ہے اور تاریخ نہ بیان کی تو سماعت ہوگی اور اگر یوں ملا کر بولا کہ یہ غلام فلاں کا ہے کل کے روز میں نے اُس سے خریدا ہے اور گواہ قائم کئے تو استحساناً مقبول ہوں گے اور اگر جدا کر کے کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے پھر چپ رہا پھر کہا کہ کل کے روز میں نے اس سے خریدا ہے تو سماعت نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے پھر اس قدر توقف کیا کہ اُس سے خرید لینا ممکن ہے پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے اُس سے خریدا ہے اور گواہوں نے تاریخ نہ بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے پھر کچھ توقف کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اُس سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے اگر گواہوں نے وقت بیان کیا کہ اس نے اقرار کے بعد خریدا ہے تو گواہی قبول ہوگی ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا تھا میرا اس میں حق نہیں پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اُس سے خریدا ہے پس اگر گواہوں نے وقت مقرر کیا کہ بعد اقرار کے خریدا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک کپڑا دوسرے کے قبضہ میں ہے اُسنے اقرار کیا کہ فلاں شخص کا ہے پھر سکوت کے بعد کہا کہ میں نے اسکو اس کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہے اور اس شخص نے کہا کہ یہ میرا ہے بدون بیع کے تو گواہی مقبول ہوگی اور اُسکا اقرار گواہوں کا اکذاب نہیں ہوگا اور اگر مقر نے کلام ملا کر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے میں نے اُس کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہے تو اُسکا قول مقبول ہوگا اور اس کے قبضہ سے نہیں نکل سکتا مگر اسی طرح جس طرح اسنے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُسکی نسبت ایک دوسرے شخص نے اقرار کیا اور ملا کر کہا کہ یہ گھر اُسی کا ہے جسکے قبضہ میں ہے میں نے اس کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہے اور قابض نے خریدنے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ گھر بدون خریدنے کے میری ملک ہے پس مقر نے اپنے مالک ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس نے کلام ملا کر نہیں کہا تو اسکے گواہ

مقبول نہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ یہ غلام یا گھر فلاں شخص کا ہے ایک ایسے شخص کو بتلایا جو سوائے قابض کے ہے پھر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میں نے اسکو قابض سے قبل اقرار کے خریدا ہے تو گواہ مقبول نہوں گے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے یا اسکا چلا آتا ہے میرا اس میں حق نہیں ہے پھر کچھ مدت بعد اُس سے خرید لینے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہوں گے ولیکن اگر گواہوں نے بیان کیا کہ بعد اقرار کے خریدا ہے تو مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور مقر لہ نے کہا کہ میرا نہیں ہے پھر کہا کہ یہ میرا ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ اسکا نہیں ہے اور اگر گواہ پیش کیے تو مقبول نہوں گے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں اپنا حق نہیں جانتا ہوں مگر بحجت کچھ حق کا دعوی کیا یا حجت لایا تو مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قابض نے کہا کہ یہ میری نہیں ہے یا میری ملک نہیں ہے یا نہ اس میں میرا حق ہے یا میرا اس میں حق نہیں یا میری نہ تھی یا اسکے مثل کہا اور اُس وقت میں اسکا کوئی جھگڑا کرنیوالا نہیں ہے پھر ایک شخص نے اس چیز کا دعوی کیا پس قابض نے کہا کہ یہ میری ہے تو صحیح ہے اور اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر قابض کے یہ الفاظ کہتے وقت کوئی متنازع تھا تو روایت جامع کے موافق یہ الفاظ کہنا متنازع کی ملکیت کا اقرار ہے اور روایت اصل کے موافق متنازع کے ملک کا اقرار نہیں ہے لیکن قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ کیا یہ مدعی کی ملک ہے پس اگر اقرار کیا تو سپرد کردینے کا حکم دیگا اور اگر انکار کیا تو مدعی کو گواہ قائم کرنیکا حکم کریگا۔ اور اگر سوائے قابض کے کسی شخص نے ایسا اقرار کیا تو شیخ الاسلام نے شرح الجامع میں ذکر کیا کہ قول اُسکا کہ یہ میری ملک نہیں ہے یا یہ میری ملک کبھی نہ تھی آئندہ اسکو دعوی کرنے سے مانع ہے کیونکہ تناقض لازم آتا ہے اور یہ کہنا کہ قابض کو واسطے دعوی ملک کا مانع نہ ہوگا اسکا قبضہ موجود تھا شرح جامع میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کے اس اقرار کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میری ملک نہیں ہے یا میرا نہ تھا تو مدعی کی گواہی دفع ہوجائیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ شوہر نے کہا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے اور اسکی نفی کی پھر قاضی نے دونوں سے لعان کرایا اور نسب لڑکے کا ملاعن سے منقطع ہوگیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اُس کی تصدیق کی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے جامع میں ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ یہ شے معین میرے مورث کی ملک نہ تھی بلکہ اُس کے پاس فلاں شخص کی ودیعت تھی پھر یہ بیان لایا کہ یہ میرے مورث کی تھی اُسکے مرنے کے بعد یا زندگی میں اس مدعا علیہ نے لے لی ہے تو وارث کو دلائی جائیگی بشرطیکہ وہ امین ہو یہاں تک کہ ودیعت رکھنے والا آوے ورنہ کسی عادل کے قبضہ میں دیجائیگی اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ کسی معلوم کی ملک ہونیکا اقرار کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ یہ شے میرے مورث کی نہیں ہے پھر اپنے مورث کی ملکیت ہونے کا اقرار کیا تو زندگی کے بعد مورث کو دیجائیگی جبکہ اسکا کوئی مطالبہ کرنیوالا نہ پیدا ہو یہ ذخیرہ کردری میں ہے۔ ہشام نے امام محمد سے روایت کی کہ ایک شخص نے کہا کہ رے میں کسی دار یا زمین میں میرا کچھ حق نہیں ہے پھر رے کے کسی گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ گواہ مقبول ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ رے کے فلاں گاؤں میں فلاں شخص کے قبضہ میں میرا کوئی دار یا زمین نہیں ہے اور نہ میرا حق اور نہ دعوی ہے پھر گواہ قائم کیے کہ یہ چیز اُسی گاؤں میں اُسی شخص کے قبضہ میں میری ہے تو گواہ مقبول نہوں گے ولیکن اُس وقت مقبول ہوں گے کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ اُس شخص نے اپنے اقرار کے بعد اُس سے یہ چیز لے لی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرا فلاں شخص کے قبضہ میں نہ کوئی گھر ہے نہ حق ہے نہ بیت ہے اور کسی گاؤں یا قصبہ کی طرف نسبت نہ کیا پھر دعوی کیا کہ میرا اسی شخص کی طرف رے کے فلاں گاؤں میں حق ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے نوادر ہشام میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا اس دار میں نہ حق ہے نہ خصومت

نہ مطالبہ مجھ پر آیا اور بیان کیا کہ مین فلان شخص کی طرف سے اس دار کے دعوے کا وکیل ہون تو مقبول ہوگا یہ محیط مین ہی ایک شخص پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اس گھر مین میرا حق شرکت ہی کیونکہ یہ باپ کی وراثت ہی پس مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ کا اس مین کچھ حق نہ تھا پھر خود دعویٰ کیا کہ مین نے اسکو اپنے باپ سے خرید لیا ہی یا باپ نے میرے ملک ہونیکا اقرار کیا ہی تو دعویٰ صحیح اور گواہی مسموع ہوگی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہی کہ بعد میرے خرید لینے کے میرے باپ کا اسمین کچھ حق نہ تھا اور اگر یون کہا تھا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا تو پھر باپ سے خرید نیکا دعویٰ مسموع نہوگا کیونکہ اسمین تناقض ہی اور باپ نے اُس کے لیے اقرار کیا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا کہ اسمین تناقض نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے قبضہ مین اس قدر مال شرکت ہی پھر مدعا علیہ نے شرکت سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے یہ مال مدعی کو دیدینے کا دعویٰ کیا پس اگر بالکل شرکت سے انکار کیا تھا کہ ہمارے اسکے شرکت بالکل نہ تھی اور نہ مین نے کچھ مال اسکو دیا ہی تو پھر مال دیدینے کا دعویٰ بسبب تناقض کے مسموع نہوگا اور اگر فی الحال شرکت مال سے انکار کیا کہ ہمارے تیرے شرکت نہین اور نہ میرے پاس تیرا مال شرکت موجود ہی تو پھر مال دیدینے کا دعویٰ مسموع ہوگا کیونکہ یہان تناقض نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ مین تیرا بھائی ہون اور اسپر نفقہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہین ہی پھر مدعی مر گیا اور مدعا علیہ نے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو یہ مقبول[1] ہوگا اور اگر بجاے بھائی کے دعوے کے بیٹے ہونیکا دعویٰ ہو یا باپ ہونیکا دعویٰ ہو تو مقبول ہوگا اور میراث کا حکم[2] دیا جائیگا یہ فتاوے صغریٰ مین ہی۔ اگر مدعی نے کہا کہ مین نے قابض کے باپ سے یہ دار خریدا تھا اور قابض نے کہا کہ میرے باپ کا اُس مین کچھ حق نہ تھا پھر جب مدعی نے میت سے یہ دار خریدنے کے درحالیکہ میت مالک تھا گواہ سُنائے تو قابض نے اپنے باپ سے یہ دار خریدنے کے گواہ سنائے تو اُس کے گواہ مقبول ہون گے اور اگر قابض نے یون کہا تھا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا یا کبھی اس مین اُسکا حق نہ تھا اور پھر مدعی کے گواہ پیش کرنے کے موافق مذکور کے اسنے بھی خریدنے کے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہ مقبول نہون گے اور اگر اسکے گواہون نے یہ گواہی دی کہ اسکے باپ نے اسکے ملک ہونیکا اپنی زندگی مین اقرار کیا ہی تو مقبول ہون گے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اُس نے کہا کہ تیرا ہرگز مجھپر کچھ نہ تھا پھر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مین نے اسکو ادا کر دیا تو مقبول ہون گے اور اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کسی شی مین کچھ معاملہ نہ تھا تو ادا کر دینے کے گواہ مقبول نہون گے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کوئی معاملہ نہین پڑا لیکن میرے ان گواہون نے مجھے خبر دی کہ اس نے تجھپر حق کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو بری کیا اور میرے اسکے درمیان معاملہ نہین پڑا تو مقبول ہون گے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مدعا علیہ نے اولاً کہا کہ اُسکا مجھپر ہرگز کبھی نہ تھا اور مین اُسکو نہین پہچانتا ہون پھر جب مدعی نے گواہ مال قائم کیے تو اس نے ادا ے مال کے گواہ دیے تو موافق ظاہر الروایت کے مقبول نہون گے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے میرے ہاتھ یہ باندی ہزار درم کو بیچی اور قابض نے کہا کہ مین نے ہرگز نہین بیچی پھر مدعی نے گواہ خرید قائم کرکے ڈگری کرالی پھر اُسکی ایک انگلی زائد پائی گئی بائع کو پھیرنا چاہی پس بائع نے کہا کہ مین نے ہر عیب سے بریت کرلی ہی تو اس امر پر اُس کی گواہی مقبول نہو گی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہین ہی پھر جب عورت نے نکاح کے گواہ دیے تو مرد نے خلع کر لینے کے گواہ دیے تو مرد کے گواہ مقبول ہون گے اور اگر مرد نے اپنے انکار مین یون کہا کہ ہمارے درمیان کبھی

[1] یعنی قول اول باطل اور قول ثانی صحیح ہو

[2] یعنی صورت اولیٰ میں ... کی نسبت ...

نکاح نہ تھا یا کہا کہ میں نے اس سے ہرگز کبھی نکاح نہیں کیا پھر جب عورت کنے نکاح کے گواہ دیے تو اس نے خلع کرا لینے کے گواہ دیے تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مثل بیع کے اسکا حکم ہونا چاہیے چنانچہ بیع میں ایسے انکار کے بعد براءت عیب کے گواہ نامقبول تھے اسی طرح خلع بھی ہمارے نزدیک طلاق ہے اور طلاق چاہتا ہے کہ سابق میں نکاح ہو پس بعد انکار اصل نکاح کے خلع کا دعویٰ کرنا تناقض ہے مسموع نہ ہوگا کذافی فتاویٰ قاضی خان - ایک عورت نے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور مرد نے انکار کیا پھر مرد نے اس سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ دیے تو قبول ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر عورت نے خلع کے بعد تین طلاق دیدینے کے گواہ سنائے تو اسکو بدل خلع پھیر لینے کا اختیار ہوگا اگرچہ دعوے میں تناقض ہے اسی طرح اگر مرد نے اپنی جورو کے بھائی سے اسکی میراث تقسیم کرالی اور بھائی نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس عورت کا وارث ہے پھر بھائی نے گواہ دیے کہ اسنے عورت کو تین طلاق دیدی تھیں تو مقبول ہونگے اور جو کچھ مرد نے لیا ہے وہ عورت کا بھائی واپس لیگا - اسی طرح اگر باندی مکاتبہ نے بدل کتابت دیدیا پھر گواہ دیے کہ مالک نے کتابت سے پہلے اسکو آزاد کر دیا تھا تو مقبول ہونگے اور یہی حکم غلام مکاتب کا ہے - اسی طرح عورت نے اگر وارثان شوہر سے میراث تقسیم کرالی اور وے سب بالغ ہیں انھوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت میت کی زوجہ ہے پھر انھوں نے گواہ پائے کہ مرد نے اپنی صحت زندگی میں اسکو تین طلاق دی تھیں تو وہ لوگ عورت سے تمام حصہ میراث جو اس نے لیا ہے واپس لینگے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ف چند لوگوں نے اپنے باپ کی میراث میں ایک گھر پایا اور باہم رضامندی سے بانٹ لیا پھر ایک نے ان میں سے دعویٰ کیا کہ باپ نے اسقدر گھر مجھے صدقہ کر دیا یا میرے نابالغ لڑکے کو صدقہ دیا تھا اور وہ نابالغ مرگیا اور میں اسکا وارث ہوا تو اسکا دعویٰ و گواہی باطل و مردود ہے اور اگر اپنے باپ پر قرضہ کا اس طرح دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح و گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے - اگر وارثوں نے گھر تقسیم کر لیا اور عورت اسکی مقر ہے اور اسکو آٹھواں حصہ پہونچا پس اس کے واسطے کچھ زمین جدا کر دی پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے اپنی صحت میں مجھے یہ زمین صدقہ دی یا میں نے اپنے مہر کے عوض اس سے خرید لی ہے تو اسکی گواہی نامقبول ہے اسی طرح اگر وارثوں نے زمین تقسیم کر لی اور ہر ایک کو کسی قدر زمین ملی اور یہی تمام میراث ان کے باپ کی ہے پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں کسی درخت یا عمارت کا دعویٰ کیا اور زعم کیا کہ میں نے ہی اسکو بنایا یا بویا ہے اور اسکے گواہ دیے تو قبول نہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے - اگر کسی ایک وارث نے اقرار کیا کہ یہ شے محدود ہمارے باپ کی میراث ہے پھر دعویٰ کیا کہ باپ نے میرے فلان لڑکے کے واسطے اسکی وصیت کر دی ہے اور اسکے گواہ دیے تو بعض نے کہا گواہی نامقبول ہے اور وہ متناقض ہوگا اور یہی اظہر ہے یہ ظہیریہ میں ہے - اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ فلاں شخص مرگیا اور یہ وارث زمین میراث چھوڑی بعد اسکے دعویٰ کیا کہ میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہی گذرانی تو مقبول ہوگی اور میراث کے اقرار کرنے سے وصیت کے دعوے سے باہر نہوگا اسی طرح اگر میت کی طرف کچھ قرض کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر سب وارثوں نے اقرار کیا کہ یہ مواضع ہمارے درمیان ہمارے باپ کیطرف سے میراث ہیں پھر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس میں سے تہائی کی باپ نے میرے فلاں نابالغ بیٹے کے واسطے وصیت کی ہے اور گواہ اسکے دیے تو مقبول ہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے باجارہ طویلہ جس کو ایک شے محدود اجارہ پر لی اور دوسرے کو بالمقطع اجارہ پر دی اور دوسرے مستاجر نے قبضہ کا اقرار کیا پھر پہلے مستاجر اور دوسرے مستاجر نے باہم اجارہ ثانیہ فسخ کر لیا اور پہلے مستاجر نے دوسرے سے بالمقطع جسپر اجارہ قرار پایا تھا طلب کیا پس دوسرے مستاجر نے کہا کہ یہ زمین دوسرے اجارہ سے

ف [illegible]

آج تک پہلے مستاجر کے قبضہ مین رہے مجہول مقطع واجب شلین ہے اور گواہ قائم کیے تو صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ دعوی غیر صحیح اور گواہی غیر مقبول ہوگی کیونکہ تناقض واقع ہوا ہے اور اگر پہلے مستاجر نے دوسرے مستاجر کے اس محدود پر قبضہ کرنے کے گواہ دیے اور دوسرے نے اس امر کے گواہ دیے کہ پوری مدت یہ چیز پہلے مستاجر کے قبضہ مین رہے تو پہلے مستاجر کے گواہ اولی ہین۔ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک میت کے ترکہ مین قرض کا دعوی کیا اور وارث نے تصدیق کر کے ایفاے قرض کی ضمانت کر لی پھر وارث نے اسکے بعد دعوی کیا کہ میت نے اپنی زندگی مین یہ مال ادا کر دیا ہے اور اس کو گواہون سے ثابت کرنا چاہا تو شیخ رح نے فرمایا کہ دعوی صحیح ہے اور گواہی غیر مسموع ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ امام ظہیر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے خلع کیا اور اسی مجلس مین کہا کہ مرا اندرین خانہ ہیچ چیز نیست پھر کسی چیز کا متاع بیت یا قماش سے دعوی کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر مدعی کہتا ہے کہ وقت اقرار کے یہ چیز اس گھر مین تھی تو دعوے کی سماعت نہو گی اور اگر کہتا ہے کہ نہین تھی تو سماعت ہو گی۔ جامع مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ مین قلیل و کثیر و غلام و متاع سے ہے سب فلان شخص کی ہے تو اقرار صحیح ہے پھر اگر مقر لہ نے کسی غلام کو مقر کے ہاتھ سے لینا چاہا اور دونون مین اختلاف ہوا مقر لہ نے کہا کہ اقرار کے وقت تیرے ہاتھ مین تھا اور مقر نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے بعد اقرار کے اسکو خریدا ہے تو مقر کا قول لیا جائیگا الا اس صورت مین کہ مقر لہ اسکے گواہ لاوے کہ اس کے ہاتھ مین اقرار کے وقت تھا اور موافق روایت جامع کے مذکور ہے کہ جو کچھ میری دوکان مین ہے فلان شخص کا ہے پھر بعد چند روز کے دوکان مین کسی شے کا دعوی کیا کہ مین نے اسکو بعد اقرار کے دوکان مین رکھا یا ہے تو تصدیق کی جائیگی اور بعض روایت مین ہے کہ تصدیق نکی جائیگی مولانا نے فرمایا کہ یہ روایت جامع کی روایت کے مخالف ہے اور مشائخ نے اس دوسری روایت کی تاویل یون بیان کی ہے کہ یہ اس صورت مین ہے کہ اقرار کے بعد صرف اتنا عرصہ گذرا کہ ایسی چیز اتنے عرصہ مین یقیناً دوکان مین نہین لا کر رکھ سکتا ہے تو اس دعوے مین اس کی تصدیق نکی جائیگی اور مسئلہ جامع مین ہے کہ اگر مقر نے اس قدر زمانے مین اپنی ملک پیدا ہوجانے کا دعوی کیا کہ اتنے دیر مین ملک پیدا ہو جانا متصور نہین ہے تو اسکا یہ قول کہ مین بعد اقرار کے مالک ہوا ہون مقبول نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر دعوی کیا کہ یہ چیز میری ہے اور کچھ نہ کہا تو دعوے کی سماعت ہوگی جبکہ اسکا دعوی اس مجلس مین نہو مولانا نے فرمایا کہ جامع کبیر مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ فلان شخص کی طرف میرا کچھ حق نہین ہے یا کہا کہ فلان شخص کے قبضہ مین میرا کچھ حق نہین ہے پھر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام جو مقر لہ کے قبضہ مین ہے وہ اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے یا اسپر قرض کا دعوی کیا تو گواہی مقبول نہو گی جبتک کہ گواہ یہ گواہی نہ دین کہ اس نے اقرار کے بعد غصب کیا یا اقرار کے بعد قرض پیدا ہوا ہے اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کو براءت نامہ لکھدیا کہ میرا کچھ حق تیری طرف کسی عین یا دین یا خرید مین نہین ہے پھر گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ غلام اس شخص سے خریدا ہے یعنی اسی شخص کا نام لیا جسکو بری کیا تھا یا اسپر ہزار درم قرض کا دعوی کیا تو مقبول نہون گے مگر جبکہ اقرار کے بعد کی تاریخ مین ایسا ہونے کا دعوی کرے مولانا نے فرمایا کہ علی ہذا چاہیے کہ شوہر کا دعوی بعد اقرار کے مسموع نہو مگر جبکہ یہ دعوی کرے کہ یہ متاع اقرار کے وقت گھر مین موجود نہ تھی ولیکن اگر مطلقاً دعوی کرے تو سماعت نہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے ہاتھ مین ہے قلیل و کثیر سب فلان شخص کا ہے پھر چند روز توقف کیا پھر فلان شخص اسکو حاضر لایا تاکہ جو کچھ اسکے ہاتھ مین ہے سب لے لے پس مدعا علیہ نے ایک غلام پر جو اسکے قبضہ مین ہے اپنی ملک ہونیکا دعوی

کیا کہ بعد اقرار کے مین اُسکا مالک ہوا ہون اور مدعی نے کہا کہ اقرار کے وقت تیرے قبضہ مین تھا تو مدعا علیہ کا قول لیا جائیگا اور غلام اُسی کا ہوگا مگر اُس صورت مین کہ مدعی گواہ دے کہ یہ غلام اسکے قبضہ مین اقرار کے وقت موجود تھا یہ فصول عمادیہ مین ہی ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین پھر کہا کہ مین نے قبل اقرار کے اُسکو ادا کر دیے ہین اور اُسپر گواہ قائم کیے تو مقبول نہون گے اور اگر اپنے اقرار کے ساتھ ملا کر اُس نے دعوی کیا کہ مین نے قبل اقرار کے ادا کر دیے ہین تو استحسانًا گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم تھے پھر اقرار سے ملا کر یا الگ یہ دعوی کیا کہ مین نے قبل اقرار کے ادا کر دیے ہین اور اُسپر گواہ قائم کیے تو مقبول ہون گے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص پر دس ہزار درم کا دعوی کیا گیا تھا اُس نے انکار کیا پھر مدعی سے حاکم نے دریافت کیا کہ تو نے کچھ اسمین سے وصول کیا ہو پس اُس نے دس ہزار درم وصول کرنیکا اقرار کیا پس حاکم نے مدعا علیہ کو دس ہزار درم سے بری کیا پھر جب دونون حاکم کے پاس سے نکلے تو مطلوب نے کہا کہ واللہ تو نے مجھ سے یہ درم وصول نہین کیے ہین پھر طالب نے اُسکے اس کلام کے گواہ لا کر پیش کیے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ طالب کی گواہی قبول کرونگا اور مطلوب پر اُسکے ہزار درم کی ڈگری کرونگا اور اگر طالب نے مال ثابت کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہون گے اور اگر مطلوب نے کہا کہ مین نے تو صرف یہ کہا ہو کہ تو نے مجھ سے وصول نہین کیے اور مین گواہ دیتا ہون کہ تو نے میرے وکیل سے وصول کیے ہین تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر مطلوب نے اسکے گواہ سُنائے کہ ایک شخص اجنبی نے یہ مال مطلوب کی طرف سے بدون اُسکے حکم و وکالت کے احسان کر کے تجھے ادا کر دیا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر مطلوب نے کہا کہ اسکو فلان شخص نے وصول نہین کیا ہو تو یہ قول مطلوب کی ذات اور وکیل اور اجنبی سب کو شامل ہو اور پھر اسکے گواہ مقبول نہون گے کہ اجنبی سے اُس نے وصول کیا ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے پھر گواہ قائم کرنے کے بعد کہا کہ مین نے اس مال سے اسقدر وصول کر لیا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس نے کہا کہ مین نے اس مال سے اسقدر وصول پایا ہو یا فارسی مین کہا کہ چندین یافتہ بودم تو اسکے گواہون کی گواہی باطل ہوجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور اگر گواہ قائم کیے کہ میرے فلان شخص پر چار سو درم ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ کے مجھپر سو درم ہین تو ابو القاسمؒ کے نزدیک منکر سے تین سو درم ساقط ہوجائینگے اور احمد بن عیسی بن نصیر کے نزدیک ساقط نہون گے اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الملتقط۔ ایک شخص نے دوسرے پر دس درم فی الحال ادا کرنے کا جو قرض ہو دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مارا بتو این دہ درم باید دادن ولیکن مارا از تو ہزار درم می باید بمال تو دعوی ثانیہ صحیح نہین ہو جبکہ دونون مال ایک ہی جنس کے ہون کذا فی الذخیرہ۔ اگر مدعا علیہ نے جسپر قرض کا دعوی ہوا ہو یون کہا کہ این مبلغ مال کہ دعوی میکنی تو رسانیدہ ام پھر کہا کہ فلان شخص پر مین نے اتنا دیے تھے اُسنے دیدیے ہین تو بعض مشائخ نے کہا کہ دوسرا قول مسموع نہوگا اور بعض نے کہا کہ مسموع ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار کو بیچا یا ہبہ کیا پھر گواہ لایا کہ مین نے فلان شخص مالک دار سے اسکو خریدا ہو تو گواہ نا مقبول ہونگے لیکن جبکہ بعد بیچنے کے خریدنیکا دعوی کرے یا جس سے بیچا یا ہو اُسکو فلان کی طرف سے وکیل بیع ثابت کرے یہ وجیز کردری مین ہو۔ ایک کپڑا خریدا یا اُسکو بیچا یا ہبہ طلب کی پھر دعوی کیا کہ قبل خریدنے یا بیچا لینے یا ہبہ طلب کرنیکے یہ میری ملک تھا یا یہ دعوی کیا کہ بیچا لینے کے دن یہ کپڑا میرے باپ کی ملک تھا وہ مرگیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہو یا ہبہ کر دیا ہو تو دعوے کی سماعت نہوگی ولیکن اگر بیچا لینے

اسکے وقت تصریح کرکے یون بیان کرے کہ یہ کپڑا میرے باپ کی ملک ہے اسنے تجھے فروخت کرنیکا وکیل کیا ہے پس میرے ہاتھ فروخت کردے
پھر دونون مین بیع نہ ہوئی پھر اپنے باپ سے میراث پانیکا دعویٰ کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا کیونکہ تناقض نہین ہے اسی طرح اگر دعوے کے وقت
کہا کہ یہ میرے باپ کا تھا اُس نے بائع کو اسکے بیچ کے واسطے وکیل کیا تھا مین نے اس سے خرید لیا پھر میرا باپ مرگیا اور اسکا
ثمن میرے واسطے میراث چھوڑا تو سماعت ہوگی اور ثمن کا اُس کے واسطے حکم ہو جائیگا کیونکہ تناقض نہین ہے یہ کافی مین
ہے۔ اگر ایک طیلسان کا دعویٰ کیا اور اسکو چکا یا پھر اپنے بھائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ خرید لینے اور چکانے سے پہلے اسکا مالک تھا
یا یون دعویٰ کیا کہ چکانے کے روز میرے باپ کی ملک تھی وہ مرگیا اور ہم دونون کے واسطے میراث چھوڑ گیا ہے تو اسکے
حصہ کا دعوے مسموع نہوگا اور اُسکے ساتھی کے حصہ مین مسموع ہوگا اور آدھی طیلسان مین اُسکو خیار حاصل ہوگا کیونکہ
صفقہ متفرق ہو گیا ہے اور اگر فقط اُسی نے خریدی خواہ قبضہ کیا یا نہین خریدی ولیکن چکائی تھی پھر اُسکا باپ مرگیا اور
دعویٰ کیا کہ طیلسان میری ہے تو سماعت ہوگی اور مشتری بائع سے اپنے دام لے لیگا اسی طرح اگر باپ کے واسطے ڈگری
ہو گئی مگر اُس نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ مرگیا اور بیٹے کے واسطے میراث چھوڑی تو طیلسان اُسکو دیدی جائیگی اور
اپنے دام بائع سے واپس لیگا ولیکن اگر قاضی نے کچھ حکم نہین دیا یہانتک کہ اُسکا باپ مرگیا تب بیٹے کے واسطے یہ ڈگری
نہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خریدنیکا دعویٰ کیا اور دو گواہون نے مدعا علیہ سے خرید لینے کی اسکی
طرف سے گواہی دی اور ہنوز ڈگری ہوئی تھی یا نہین کہ اسمین ایک گواہ نے زعم کیا کہ یہ کپڑا میرا ہے یا میرے باپ کا ہے
کہ مجھے اُس سے میراث پہونچا ہے تو اُسکی سماعت نہوگی اور اگر اس گواہ نے گواہی کے وقت یہ کہا کہ بائع نے اس کے
ہاتھ بیچا ہے مگر یہ میرا ہے یا میرے باپ کا ہے کہ مجھے اُس سے میراث پہونچا ہے تو بیع کی ڈگری کر دی جائیگی اور گواہ کے دعوے
کی سماعت ہوگی پھر اگر اُس نے اپنے دعوے کے گواہ دیے تو بسبب عدم تناقض کے اُس کی ڈگری ہو جائیگی اور
اگر دونون گواہون نے کلام کیا اور وہ کلام گواہی ادا کرنے مین شمار نہین ہے پھر گواہ نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے یا میرے باپ کا
ہے اس سے مجھے اس کی طلب کا وکیل کیا ہے تو گواہ کے گواہون کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین ہے۔ دوسرے
کی مقبوضہ باندی کے بچہ یا درخت کے پھل یا زمین کے درختون کو چکایا پھر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی یا درخت یا زمین
میری ہے تو سوای بچہ اور پھل و درخت کے ان چیزون کی اس کی ڈگری کر دیجائیگی اور اگر باندی مع بچہ یا درخت مع پھل یا
زمین مع درخت کا دعویٰ کیا تو درخت و پھل و بچہ کا دعویٰ مسموع نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اسی طرح اگر باندی حاملہ تھی پس
اُسکے قبضہ مین جنی پھر بعد گواہ قائم کرنے کے قبل اُسکے کہ باندی کی اُسکی ڈگری ہو جاوے بچہ کو چکایا تو بھی یہی
حکم ہے اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ بچہ مدعا علیہ کا ہے یا ہم کو نہین معلوم کہ کسکا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا اور اسی
طرح اگر مدعی کے پاس گواہ نہون اور مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ باندی بدون بچہ کے مدعی کی ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا
کذا فی الذخیرہ۔ اگر مجلس قضا مین اپنے وکیل سے چکانے کے گواہ پیش کر دیے تو وکیل اور موکل دونون خصومت
سے بری ہو گئے اور اگر غیر مجلس قضا مین ایسا ہوا تو وکیل فقط بری ہوا اور اگر موکل نے گواہ دیے کہ مین نے
وکیل کو اس طرح وکیل کیا تھا کہ اسکا اقرار مجھ پر جائز نہین ہے پس مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ وکیل نے اقرار کیا ہے تو
موکل اپنے دعوے پر باقی ہے اور وکیل خصومت سے خارج ہوا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر ایک باندی جسکے
چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی خریدی پھر جب اُسنے نقاب اُٹھایا تو مشتری نے کہا کہ یہ تو میری باندی ہے مین نے

نقاب کی وجہ سے اسکو نہیں پہچانا تو اُسکا دعوی و گواہی مقبول نہوگی اور اگر کوئی متاع جو تھیلے مین بھری ہوئی تھی یا کوئی کپڑا جو رومال مین لپٹا ہوا تھا خریدا پھر جب اُسکو نکالا تو کہا کہ یہ میری متاع ہے مین نے اسکو نہیں پہچانا تھا تو دعوی و گواہی مقبول ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو چیز چکاتے وقت پہچانی جا سکتی ہے جیسے نقاب ڈالی ہوئی باندی اُسکے سامنے کھڑی ہے تو اسمین نہ پہچاننے کا دعوی صحیح نہوگا اور جس چیز کا چکاتے وقت پہچاننا نہیں ہو سکتا ہے جیسے کپڑا رومال مین لپٹا ہوا ہے یا باندی اس طرح چادر اوڑھے ہوئی بیٹھی ہے کہ اسکا کچھ نظر نہیں آتا ہے تو اسمین نہ پہچاننے کا دعوی و گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے غلام ماذون نے اگر کوئی غلام خریدا اور قبضہ کیا پھر اقرار کیا کہ یہ غلام مین نے جس سے خریدا ہے اُسنے فروخت سے پہلے اسکو آزاد کردیا ہے مین نے اسکو آزادی کی حالت مین خریدا ہے اور بائع نے انکار کیا تو وہ غلام علی حالہ غلام ہے اور ماذون کے اقرار کی تصدیق بائع پر نہوگی اور اگر ماذون نے ایسا اقرار نہ کیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی مگر بائع نے تکذیب کی تو ماذون کے اقرار کی بائع پر تصدیق نہوگی حتی کہ دام اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہے ولیکن اپنے حق مین تصدیق کیجائیگی حتی کہ حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام فلان شخص کو دیدے اور اگر ماذون کے دعوے کا بائع نے اقرار کیا تو ماذون اپنے دام بائع سے واپس کریگا اسی طرح اگر ماذون نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے یا بائع کو قسم دلائی اور اُس نے نکول کیا تو ماذون اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پس امام محمد رحمہ اللہ نے تین صورتوں مین یعنی بائع نے دعوی ماذون کا اقرار کیا یا ماذون نے گواہ قائم کیے یا بائع کو قسم دلائی اور اُسنے نکول کیا ان تینوں صورتوں مین یہ حکم دیا کہ بائع سے دام واپس لیگا اور یہ حکم اقرار کی صورت مین تو ظاہر ہے ولیکن گواہ قائم کرنے یا قسم لینے کی صورت مین اشکال ہے اور چاہیے یہ تھا کہ گواہی مقبول نہوتی اور قسم دلانے کا حق ماذون کو حاصل نہوتا اور اسی مسئلہ کو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے زیادات اور جامع مین بجائے ماذون کے آزاد آدمی کو فرض کرکے بیان کیا ہے اور ذکر کیا کہ اگر مشتری نے گواہ دیے کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اسکو غیر کے ہاتھ بیچا ہے تو دعوے کی سماعت نہوگی اور اگر بائع سے قسم لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا پس ماذون مین جو مذکور ہے اسکو بعض مشائخ نے صحیح نہیں کہا ہے اور بعض نے تصحیح کی ہے اور سب باہم اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین جامع اور زیادات کی روایت مین گواہی غیر مسموع اور بائع کو قسم نہین دلا سکتا ہے اور ماذون کی روایت کے موافق گواہی مسموع اور قسم دلا سکتا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ زیادات و جامع کی روایت موافق قیاس ہے اور ماذون کی روایت موافق استحسان ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص ایک شہر مین آیا اور ایک مکان کرایہ لیا اور کسی نے اُس سے کہا کہ یہ تیرے باپ کا گھر ہے اُسنے تیرے واسطے میراث چھوڑا ہے اُسنے کہا کہ مین اسکو نہیں جانتا تھا پھر گھر پر اپنی ملک کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے سماعت نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُس سے دوسرے نے کہا کہ مجھے دیدے مین اسمین رہونگا اُسنے دینے سے انکار کیا پھر سائل نے دعوی کیا کہ یہ میرا گھر ہے تو دعوے کی سماعت ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ مجھے یہ گھوڑا دیدے مین اُسپر سوار ہونگا یا یہ کپڑا مجھے دے مین اسکو پہنونگا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر یون کہا کہ مجھے اس گھر مین بسا دے یا عاریت دے یا یہ کپڑا یا گھوڑا عاریت دے پھر اپنی ملک کا دعوی کیا تو سماعت نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دعوی کیا کہ مین نے اس سے

شخص سے خریدا ہو جو اسکا مالک تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس امر پر اُسکی گواہی قبول نہ کرونگا جبتک گواہ یون نہ بیان کرین کہ اُس نے نکاح کرنے کے بعد اُسکو ایسے شخص سے خریدا ہی جو اسکا مالک تھا یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں ہو کہ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو تین طلاق دی اور قاضی نے انکی گواہی قبول کر لی اور حکم نافذ کر دیا پھر ایک گواہ نے دعوی کیا کہ یہ میری عورت ہو مین نے اسکو طلاق دینے والے سے پہلے اپنے نکاح مین کیا ہو اور میرے پاس اسکے گواہ نہیں اور عورت اس سے انکار کرتی ہو تو یہ دعوی مقبول نہوگا اسی طرح اگر دونون نے یہ گواہی نہ دی کہ یہ اسکی عورت ہو بلکہ یون کہا کہ اسنے اس عورت کو تین طلاق دی ہین تو بھی یہی حکم ہے اور ایسا ہی یہ حکم عتق و بیع وغیرہ مین جاری ہو جبکہ بائع کے گواہ کے دعوے سے انکار کرے اور کہے کہ یہ متاع میری ہے۔ اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم نے اسکو بیچ ہم نے کیا تھا خواہ بائع منکر بیع ہو یا مشتری منکر خرید ہو تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی اور حاکم نے اُن کی گواہی رد کر دی پھر دونون نے اپنی ملک ہونیکا دعوی کیا یا اپنی ذات کے واسطے دعوی کیا تو اس مین دونون کا دعوی نہین چل سکتا ہو پس اگر حاکم کے پاس اس کی گواہی نہ ادا کی ولیکن بیعنامہ یا کاغذ خرید پر گواہی یا مہر کر دی اور کچھ اقرار زبانی نہین کیا تو بھی انکا دعوی نہین چل سکتا ہو اور بھی منتقی مین امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو طلاق دی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ اسکی عورت ہو اور قاضی نے اس کی گواہی جائز رکھی پھر گواہ نے دعوی کیا کہ یہ میری عورت ہے اور کہا کہ مین نے اُسکو نہین بیچا تھا اور زمین نے اس سے وطی نہین کی تھی تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اگر دونون گواہون نے عورت کے اقرار پر کہ مین اس شخص کی جورو ہون گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ عورت اسکی جورو ہو اور قاضی نے اُسکے اقرار کو جائز کر کے اس شخص کی جورو ہونیکا حکم کیا پھر گواہ نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس عورت سے ایک سال سے نکاح کیا ہو اور مین نے اسکو بیچا نہین تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور حکم قاضی باطل ہو جائیگا اور وہ عورت اس گواہ کو واپس دیجائیگی پس اس مسئلہ مین امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ مین اختلاف ثابت ہوا یہ ذخیرہ مین ہے۔ دوسرے کے مقبوضہ مال مین پر ملک مطلق کا دعوی کیا پھر دوسرے وقت اُسی شخص پر اسی قابض کے یہان اس مین کا بسبب ملک حادث کے دعوی کیا تو دعوی صحیح ہو اور اگر پہلے کسی سبب سے ملک کا دعوی کیا پھر اسی شخص پر اسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعوی کیا تو دعوی صحیح نہین ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے یہ فصول عمادیہ مین ہو اور اگر ایک چوپایہ پر اس سبب سے دعوی کیا کہ یہ میری ملک مین پیدا ہوا ہو پھر اسکے بعد اسی قاضی کے پاس کسی سبب حادث سے ملک کا دعوی کیا تو دوسرا دعوی صحیح نہونا چاہیے بخلاف اسکے اگر پہلے ملک مطلق کا دعوی کیا پھر اسی قاضی کے پاس کسی سبب سے دعوی کیا تو صحیح ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر نصف دار معین کا دعوی کیا پھر بعد اسکے سب دار کا دعوی کیا تو سماعت نہوگی اور اگر اسکے برعکس ہو تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور صواب اور صحیح یہ ہو کہ دونون صورتون مین سماعت ہوگی ولیکن اگر آدھے کے دعوے کے وقت یہ کہا کہ سوائے اس نصف کے میرا کچھ حق نہین ہو تو اسوقت اُسکے دعوے کی بالکل سماعت نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی کے دار مقبوضہ پر بسبب خرید کے دعوی کیا اور ظاہر ہوا کہ دعوے کے روز جس گھر پر دعوی کیا ہے وہ مدعا علیہ کے قبضہ مین نہ تھا بلکہ غیر کے قبضہ مین تھا پھر مدعی نے دوسری مجلس مین اسی دار کے قابض پر ملک مطلق کی وجہ سے دعوی کیا تو بعض نے کہا کہ سماعت نہوگی اور یہی اصح ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ پہلے خرید کا دعوی کیا اور قبضہ ذکر نہ کیا اور اگر خرید مع قبضہ کے

بیان کیا پھر بعد اسکے اس شخص نے اسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعوی کیا تو بعض نے کہا کہ اس میں بھی اختلاف مشائخ ہونا چاہیے چنانچہ اگر خرید مع قبضہ کا دعوی کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے کہ وہ زعم کرتا ہے کہ میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے پھر ایک شخص نے آکر قاضی کے پاس دعوی کیا کہ یہ گھر میرا ہے مجھے اس شخص نے جس نے قابض کے ہاتھ بیچا ہے صدقہ میں دیا ہے پھر ایک مہینہ یا ایک برس کے بعد اس مدعی نے جس کے قبضہ میں گھر ہے قاضی کے پاس مرافعہ کیا کہ یہ گھر میرا ہے میں نے اس شخص سے خریدا ہے جس سے قابض اپنا خریدنا بیان کرتا تھا پس اگر خرید کی تاریخ صدقہ کی تاریخ سے پہلے بیان کی تو گواہی قبول نہو گی اور اگر بعد تاریخ صدقہ کے تاریخ خرید بیان کی تو مقبول ہو گی یہ کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے اور اگر تاریخ ذکر نہ کی تو گواہوں کی گواہی مقبول ہو گی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ صدقہ میں خواہ قبضہ بیان کرے یا نہ کرے کچھ پروا نہیں ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بعد تاریخ خرید کے صدقہ کا دعوی کیا تو بائع سے دام نہیں واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔ اگر اپنے باپ سے گھر خریدنے کا دعوی کیا پھر میراث کا دعوی کیا تو سماعت ہو گی اور اگر پہلے میراث کی وجہ سے دعوی کیا پھر خریدنے کا دعوی کیا تو قبول نہیں اور تناقض ثابت ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ عورت نے مہر مثل کا دعوی کیا پھر مہر مسمی کا دعوی کیا تو دوسرے دعوے کی سماعت ہو گی اور اگر پہلے مہر مسمی کا دعوی کیا پھر مہر مثل کا دعوی کیا تو دوسرے دعوے کی سماعت نہو گی یہ محیط میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا پس شوہر نے ایکبار کہا کہ میں نے اسکو ادا کر دیا ہے پھر کہا کہ میں نے اس کے باپ کو ادا کر دیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ تناقض نہیں ہے یہ فصول استروشنیہ میں ہے فتوی اس طرح طلب ہوا مردے زنے را کہ خدمت او میکرد بشوہرے داد بعد از ان دعوی میکند کہ آن زن در نکاح من بود است و من طلاق ندادہ ام تو استروشنی نے فرمایا کہ اسکی سماعت نہونی چاہیے کیونکہ تناقض ظاہر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک عورت نے ایک انگور کا باغ فروخت کر دیا پس اسکے نابالغ لڑکے نے دعوی کیا کہ یہ میرا ہے مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملا ہے اور عورت فروشندہ نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں وصیہ نہیں ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وقت بیع کے اسنے وصیہ ہونیکا دعوی کیا تھا تو پھر بعد اسکے اسکا قول کہ میں وصیہ نہ تھی مقبول نہو گا اور اسپر نابالغ کے واسطے قیمت باغ کی لازم آویگی کیونکہ خود اس نے اقرار کیا کہ میں نے بیع و تسلیم کر کے اس کو تلف کیا ہے اور نابالغ کے گواہوں کی گواہی بدون اجازت اس شخص کے جو اسکا ولی ہے مقبول و مسموع نہ ہو گی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اسپر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا گھر ہے میں نے ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہ دیے کہ میں نے دو برس سے قابض سے خریدا ہے اور مدعی بھی ایسا ہی کہتا ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا لیکن اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ میں نے دو برس ہوئے کہ قابض سے خریدا تھا جیسا گواہوں نے بیان کیا پھر میں نے اپنے باپ کے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی اور مدعی کے واسطے گھر کی ڈگری ہو جائیگی اسی طرح اگر ہبہ یا صدقہ کا بجائے خرید کے دعوی کیا تو مثل خرید کے حکم اسکا بھی حکم ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک سال سے صدقہ کا دعوی کیا پھر دو مہینہ سے خرید نیکا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول نہوں گے ولیکن اگر توفیق دی کہ اس نے مجھے صدقہ میں دیا تھا اور میں نے قبضہ کیا پھر کسی سبب سے اسکے ہاتھ میں پہونچا اور اس نے صدقہ سے انکار کر دیا پس

پس مین نے خرید لیا اور بیان کر دیا کہ صدقہ تو سبب ہوا اور خرید لینا اپنی ملک کی تخلیص کے واسطے ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہون نے کہا کہ ایک مہینہ سے اسنے خریدا ہو تو گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ مجھے اسنے ایک سال سے صدقہ مین دیا تھا اور مین نے قبضہ کر لیا پھر اسکے ہاتھ کسی سبب سے پہونچ گیا اور اسنے صدقہ سے انکار کیا تو ایک مہینہ ہوا کہ مین نے خرید لیا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر ایک شخص کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر دیا تھا اور صدقہ مین نہین دیا ہو اور گواہ صدقہ دینے پر قائم کیے اور کہا کہ کبھی مجھے ہبہ نہین کیا ہو حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا تو اس نے اپنے گواہون کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ میراث مین ملا ہو فلان سے ہرگز نہین خریدا ہے پھر اس کے بعد اگر بیان کیا کہ مین نے اس کو خریدا ہو ہرگز مجھے میراث مین نہین ملا ہے پھر ایک سال سے خریدنے پر دو گواہ لایا تو دعویٰ باطل ہو پس اگر ہبہ کا دعوے کیا اور کہا کہ مجھے کبھی صدقہ مین نہین دیا ہے پھر صدقہ کے گواہ لایا اور کہا کہ جب اس نے ہبہ سے انکار کیا تو مین نے درخواست کی کہ مجھے صدقہ دیدے اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اسی طرح اگر کہا کہ مین اس کا بسبب میراث کے مالک ہوا تھا اس نے میراث سے انکار کیا پھر مین نے اس سے خرید لیا اور خریدنے کے دو گواہ لایا تو جائز ہو اور اگر پہلے خرید کا دعوے کیا پھر اس کے گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہو تو اسکا حکم اس کے برخلاف ہو یہ مبسوط مین ہو اگر دعویٰ کیا کہ مین نے یہ گھر باپ سے میراث پایا ہو پھر دوسرے کے ساتھ دعویٰ کیا کہ ہم دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور دونون نے گواہ پیش کیے تو مقبول ہون گے یہ خلاصہ مین ہو۔ ایک لڑکے کے چند عقار موروثی ہین اسنے اپنے کسی عقار کا بعد بالغ ہونے کے مشتری پر دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اسکے ہاتھ مجبوری زبردستی سے فروخت کر کے سپرد کیا تھا پس اسکو واپس کرنا چاہا پھر دوبارہ اسی عقار کا دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اسکو نہایت خسارہ سے فروخت کیا ہو تو قاضی اول سے دوسرے دعوے کی سماعت کریگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص دوسرے سے ایک غلام خریدا پھر بائع نے دعویٰ کیا کہ مین بیع مین فضولی تھا اور مشتری سے غلام واپس کرنا چاہا اور مشتری نے انکار کیا یا مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع اس بیع مین فضولی تھا اور دام واپس لینے کا قصد کیا تو دعویٰ صحیح نہین ہو اور اگر اپنے گواہ پیش کرنے چاہے تو سماعت نہوگی اسی طرح اگر گواہ نہون اور دوسرے سے قسم لینا چاہا کہ وہ فضولی تھا تو قسم نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہو پھر دعویٰ کیا کہ مجھپر وقف کیگئی ہو تو سماعت ہوگی اور اگر پہلے وقف کا دعویٰ کیا پھر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو سماعت نہوگی یہ وجیز کردری مین ہو۔ ایک شخص نے ایک زمین بیچی پھر دعویٰ کیا کہ یہ مجھپر اور میری اولاد پر وقف کیگئی ہو تو بسبب تناقض کے سماعت نہوگی اور اگر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی ہو تو قسم نہین لیسکتا ہو اور اگر گواہ قائم کیے تو قبول ہون گے اور بعض نے کہا کہ نہ قبول ہونا اصوب و احوط ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اجناس مین ہو کہ زمین کے مشتری نے اگر اقرار کیا کہ یہ زمین جس کو بیچی ہوئی مقبرہ یا مسجد ہو اور قاضی نے اسکے مخاصم کے سامنے اسکے اقرار کو نافذ کیا پھر مشتری نے بائع پر دام پھیر لینے کے واسطے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے یہ محیط مین ہو۔ اگر مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ جو زمین تو نے میرے ہاتھ فروخت کی وہ فلان مسجد پر وقف ہو تو فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ مقبول ہو اور بیع ٹوٹ جائیگی اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور بعض نے کہا کہ مقبول نہین اور اول اصح ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو اگر مدعا علیہ کے قبضہ مین کسی مال کا بسبب شرکت کے دعویٰ کیا پھر اسپر بسبب قرض ہونیکا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی اور اسکے برعکس سماعت نہوگی کیونکہ مال شرکت کبھی بسبب انکار کے قرض ہوجاتا ہو اور قرض کبھی مال شرکت نہین ہوجاتا ہو یہ فصول استروشنیہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا

کہ تجھپر فلان شخص کا اتنا مال تھا اور وہ مر گیا اور وہ مال مجھے میراث مین چاہیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے یہ مال اُسکو ادا کر دیا ہے اور گواہ لانے گیا مگر نہین لایا پھر مدعی نے دوسری مجلس مین اپنے دعوے کا اعادہ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے وارث ہونیکا علم نہین ہے تو اُسکی سماعت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ مین نے اول سے نکاح کیا ہے اور اُس نے انکار کیا پھر وہ شخص مر گیا پھر عورت نے آکر اُسکی میراث کا دعویٰ کیا تو اُسکو میراث ملیگی یہ محیط کی فصل نہم مین ہے اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھر عورت مر گئی پس مرد نے اُسکی میراث طلب کی اور زعم کیا کہ مین نے اُس سے نکاح کیا تھا تو اُسکو میراث ملے گی ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے نوادر مین مذکور ہے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہین اور شوہر نے اسکا انکار کیا پھر شوہر مر گیا اور عورت نے اُسکی میراث طلب کی تو میراث نہ ملے گی اسی طرح اگر اُس نے اپنے کو جھٹلایا اور کہا کہ مجھے قبل موت کے اُسنے طلاق نہین دی تھی تو بھی میراث نہ ملیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک مملوک ہے اُسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مملوک ہے اور قابض اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا ہے پس قاضی نے اُس سے قسم لی کہ واللہ یہ اُس مدعی کا نہین ہے پس اُس نے قسم سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب نکول کے اُسپر ڈگری کر دی پس قابض نے کہا کہ مین نے خصومت سے پہلے یہ مملوک مدعی سے خریدا تھا اور اسکے گواہ دیے تو مقبول ہون گے اور غلام کا اُسکے واسطے حکم ہوگا اور اُسکا قسم سے باز رہنا اپنے گواہون کا اکذاب نہوگا اور اگر اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے پھر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو فلان شخص سے سواے مدعی کے خریدا ہے تو گواہ مقبول نہون گے یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوادر عیسیٰ بن ابان مین ہے کہ تین شخصون نے ایک شخص پر کسی مال کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ ہمارے باپ کی میراث سے ہمکو چاہیے ہے اور قاضی نے اُن کی ڈگری کر دی پھر اُن مین سے ایک نے کہا کہ یہ مال جو قاضی نے ہمکو دلایا ہے اُس مین میرا کچھ حق نہین ہے یہ صرف دونون میرے بھائیون کا ہے تو اُس کہنے سے مدعا علیہ سے کچھ کم نہوگا ولیکن اگر یون کہا کہ اصل مین میرا اس مین کچھ نہین ہے صرف میرے دونون بھائیون کا ہے تو بقدر اُسکے حصہ کے باطل ہو جائیگا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے اُسنے کہا کہ میرا اس مال مین کچھ حق نہین ہے یہ صرف میرے دونون بھائیون کا ہے تو اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ تم سب نے میراث پر اسکا دعویٰ کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تیرا نہین ہے اور انکا ہو گیا پس اگر ایسی کوئی وجہ مقبول بیان کی کہ جس سے اسکو مخرج ہو سکتا ہے تو مقبول ہوگی اور اگر یہ کہکر وہ مر گیا تو قاضی دو تہائی دونون بھائیون کو دلا دیگا اور اسکا حصہ چھوڑ دیگا اور اگر ایسا ہو کہ جن لوگون نے گواہ قائم کیے ہین وہی لوگ باہمی معاملہ رکھتے ہین اور میراث کی وجہ سے مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ کسی شی کے فروخت کرنیکا دعویٰ کیا پھر ایک نے کہا کہ میرا اسمین کچھ حق نہین ہے یہ صرف انہین دونون کا ہے تو تمام مال انہین دونون کو دلایا جائیگا مدعا علیہ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے

نوان باب دو شخصون کے دعوے کے بیان مین اور اسمین چار فصلین ہین

فصل اول مال عین مین ملک مطلق کے دعوے کے بیان مین امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہے کہ ایک کے دوسرے مقبوضہ دار یا عقار یا کسی مال منقول پر دعویٰ کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک غیر قابض کے گواہون پر ڈگری کیجائیگی۔ یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونون نے تاریخ ذکر نہ کی اور اگر دونون نے تاریخ ذکر کی پس اگر دونون کی تاریخ ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے

اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے موافق اُسی کی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ پہلے ہو اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو ... کی ڈگری امام اعظم رح کے نزدیک کی جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں اس دار کا ایک سال سے مالک ہوا ہوں اور قابض نے گواہ دیے کہ میں نے دو برس ہوئے کہ اسکو فلان شخص سے خریدا ہے درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے تو مدعی کی ڈگری کردی جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے اگر مدعی نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو ہزار درم پر مکاتب کیا ہے اور اسکے گواہ سنائے اور قابض نے کہا کہ میرا غلام ہے میں نے اسکو ہزار درم پر مکاتب کیا ہے اور اسکے گواہ دیے تو غلام دونوں میں مکاتب قرار دیا جائیگا کہ دونوں کو مال کتابت ادا کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک نے کہا کہ میں نے اسکو مدبر کیا ہے اور میں اسکا مالک ہوں اور اسپر گواہ سنائے اور دوسرے نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو مکاتب کیا ہے اور میں اسکا مالک ہوں تو مدبر کرنے کے گواہ اولی ہیں کذا فی المحیط اگر دو شخصوں نے تیسرے کی مقبوضہ چیز پر ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ کہی تو دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی کذا فی الخلاصہ و اگر دونوں نے تاریخ کہی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو موافق ظاہر الروایت کے امام اعظم رح اور دوسرے قول امام ابو یوسف رح و اول قول امام محمد رح کے اسی کی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ سابق ہے اور اگر ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے نہ کہی تو ظاہر الروایت امام اعظم رح سے دونوں میں برابر ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہے اور صاحبین سے روایات مختلف ہیں اور شیخ الاسلام خواہرزادہ رح نے کہا کہ صحیح بنا بر اول قول امام ابو یوسف رح و دوسرے قول امام محمد رح کے یہ ہے کہ مثل قول امام اعظم رح کے دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک دار یا مال منقول دو شخصوں کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے کے گواہ سنائے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ کہی یا برابر ایک ہی تاریخ کہی تو دونوں میں نصفا نصف ہونیکا حکم ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک کی تاریخ پہلی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اور موافق دوسرے قول امام ابو یوسف رح اور اول قول امام محمد رح کے جسکی تاریخ پہلی ہے اُسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ نہ کہی اور دوسرے نے کہی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک موافق اس روایت کے کہ تاریخ معتبر نہیں رکھتے ہیں ایسا ہی حکم ہے اور موافق اس قول کے کہ تاریخ کا اعتبار کرتے ہیں پس امام ابو یوسف رح کے نزدیک تاریخ کہنے والے کی ڈگری اور امام محمد رح کے نزدیک نہ کہنے والے کی ڈگری ہوگی کیونکہ جسنے نہ کہی اُسی کی تاریخ سابق ہے کذا فی المحیط۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اُسپر ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا غلام ہے مجھ سے اس نے غصب کر لیا یا کرایہ لیا یا مستعار لیا یا رہن لیا ہے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میں نے اسکو آزاد یا مدبر کیا ہے۔ یا باندی تھی کہ قابض نے گواہ دیے کہ میں نے اسکو ام لد بنایا ہے تو مدعی کی گواہی اولی ہے اُسی کے واسطے غلام کی ڈگری ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اُسپر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا ہے مجھ سے اس دوسرے مدعی نے غصب کر لیا ہے تو جسکے گواہوں نے غصب کی گواہی دی ہے اُسی کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر بجائے غصب کے ودیعت رکھنے کا دعوی ہو تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط میں ہے بکر نے ایک گھر پر جو سعد و زید کے ہاتھ میں ہے دعوی کیا کہ میرا ہے اور اُن دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ گذرانے کہ میرا ہے تو آدھا بکر لیگا اور آدھا اُن دونوں کو ملیگا اور اگر بکر نے سعد پر غصب یا ودیعت کا دعوی کیا تو چوتھائی زید کو اور باقی بکر کو ملیگا اور یہ ... ہے کہ گھر قابض ہو مدعیوں نے اگر ایک ان میں سے تاریخ کیا اور ایک نے دوسرے پر غصب کا

دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ گذرانے تو قاضی غصب کے دعویٰ کرنیوالے کی ڈگری کریگا اور مدعا علیہ کی ڈگری اُن کے گواہوں پر نہ کریگا ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اگر بکر نے سعد پر غصب کا دعویٰ کیا اور سعد نے اسپر یہی دعویٰ کیا اور زید نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو آدھا بکر کا ہوگا اور آدھا اُن دونوں کا ہوگا اور بکر نے سعد پر اور سعد نے زید پر دعویٰ کیا اور زید نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو چوتھائی زید کا اور باقی بکر کا ہوگا اور اگر بکر نے سعد پر اور سعد نے زید پر اور زید نے بکر پر دعویٰ کیا تو زید کو وہ آدھا ملیگا جو سعد کے قبضہ میں ہے اور جو زید کے قبضہ میں ہے وہ بکر کو ملیگا اور اگر دونوں نے بکر پر غصب کا دعویٰ کیا اور بکر نے سعد پر تو زید کو وہ آدھا ملیگا جو سعد کے قبضہ میں ہے اور جو زید کے قبضہ میں ہے وہ بکر و سعد کے درمیان تقسیم ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر سعد نے گواہ دیے کہ یہ میرا گھر ہے مجھ سے زید نے غصب کر لیا ہے اور زید نے گواہ دیے کہ میرا ہے مجھ سے سعد نے غصب کر لیا ہے اور بکر نے گواہ دیے کہ میرا ہے مجھ سے سعد و زید نے غصب کر لیا ہے تو بکر کو آدھا گھر اور باقی آدھا سعد و زید میں نصف نصف تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے

فصل ثانی

مال عین میں بسبب ارث یا خرید یا ہبہ یا اسکے مثل سبب سے ملک کا دعویٰ کرنیکے بیان میں۔ ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسپر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا دونوں کی تاریخ یکساں ہے تو ہر دونوں کو نصف نصف دلایا جائیگا اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی مگر ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہے تو موافق قول آخر امام اعظم رح کے جیسا کہ منتقی میں ہے اور موافق قول آخر امام ابو یوسف رح کے جیسا کہ اصل میں ہے اور موافق اول قول امام محمد رح کے جیسا کہ ابن سماعہ نے اُن سے روایت کی ہے اُس شخص کی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ سابق ہے کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ملک مورثین کی تاریخ ذکر کی تو بالاجماع اسکی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہیں کی تو بالاجماع دونوں میں دو حصہ برابر ہوں گے کذا فی الکافی اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ مدعی کو ملیگا ولیکن جبکہ تاریخ قابض کی سابق ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہی اولیٰ ہے اور امام محمد رح کے نزدیک مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے نہ کہی تو وہ بالاجماع مدعی کا ہے اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں بالاجماع برابر تقسیم ہوگا ولیکن اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہ اولیٰ ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر دونوں نے دو شخصوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص سے میں نے خریدا اور وہ اُسکا مالک تھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے فلاں دوسرے سے خریدا اور وہ مالک تھا اور گواہ قائم کیے تو قاضی دونوں میں برابر تقسیم کر دیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے خواہ دونوں نے خرید کی تاریخ بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو ظاہر الروایت کے موافق پہلے وقت والا اولیٰ ہے اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے تاریخ بیان کی تو بالاتفاق دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اگر دونوں نے ایک ہی سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ ذکر کی تو دونوں پر برابر تقسیم ہوگا کذا فی الکافی اور ہر ایک کو خیار حاصل ہوگا پھر اگر قاضی نے ہر ایک کو خیار دیا پس ایک لینے پر راضی ہوا اور دوسرا نہوا تو رضامند کو آدھے سے زیادہ نہ ملیگا کذا فی المحیط۔ اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو بالاتفاق اُسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہ کی تو بالاتفاق تاریخ کہنے والے کو ملیگا اور اگر مال عین دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں تقسیم ہوگا ولیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق والے کو ملے گا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو قابض کا ہے خواہ اُس نے تاریخ کہی ہو یا نہ کہی ہو ولیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی کی تاریخ قابض سے پہلے ہے تو اسی کو دلایا جائیگا

کذا فی الکافی- ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام اور دار ہے اور ہر دو شخصون نے گواہ قائم کیے ہر ایک نے گواہ دیے کہ مین نے
اس سے یہ دار بعوض اس غلام کے جو اسکے پاس ہے خریدا ہے اور قابض دونون کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی دار کے
دونون مین برابر اور غلام کے دونون مین برابر ہونے کا حکم کریگا اور ان دونون کو خیار ہوگا پس اگر دار کا لینا اختیار کیا
تو دار دونون مین اور غلام دونون مین برابر کردیگا اور اگر فسخ کرنا اختیار کیا تو غلام دونون مین اور قیمت غلام دونون
مین برابر لگا دیگا اور اگر ایک نے تمام دار لینے کا قصد کیا حالانکہ قاضی دونون مین برابر کی ڈگری کرچکا ہے تو اسکو یہ
اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- اور اگر دار دونون مدعیون کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی یہی حکم
ہے اور اگر ایک مدعی کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دار قابض کا ہوگا اور اسکو خیار نہوگا اور تمام
غلام دوسرے کا ہوگا کذا فی المحیط اور اگر دار اس کے قبضہ مین نہو ولیکن اس کے گواہون کے بیان سے ثابت
ہوا کہ اس نے دار پر قبضہ کیا ہے تو قاضی دار کی ڈگری اسی کے نام کردیگا کذا فی فتاوے قاضی خان- اور اگر مدعا علیہ نے
قابض سے کہا کہ دار کا عوض مجھے سپرد نہین ہوا بلکہ دوسرے خصم کے گواہون سے اس مین استحقاق پیدا ہو گیا پس مین تجھ سے
دار واپس لونگا تو اسپر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ غلام مین اس طرح استحقاق ثابت ہوا کہ جو قابض کے لیے حجت نہین ہے کیونکہ
قابض کی حجت کو دوسرے پر ترجیح ہے پس استحقاق قابض کے حق مین ظاہر نہوا بلکہ ایسا ہوا کہ گویا مدعا علیہ کے اقرار سے
استحقاق پیدا ہوا ہے یہ حکم اس وقت مین ہے کہ دونون نے مطلقاً خرید کا دعویٰ کیا اور اگر دونون نے تاریخ بیان کرکے دعویٰ کیا اور گواہ
دیے اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو غلام دوسرے کو دلایا جائیگا کذا فی المحیط اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے
نہ بیان کی اور دار مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تو تاریخ والے کے واسطے گھر کی اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہوگی اور اگر
ایک نے تاریخ کہی ہو اور دوسرے کا قبضہ یا معائنہ ہو گیا ہو یا گواہون سے ثابت ہو تو ڈگری کے پانے کے واسطے یہی اولی
ہوگا کذا فی الکافی- اگر اس کے گواہون نے جس نے تاریخ نہین ذکر کی ہے یہ گواہی دی کہ بائع نے اسکے خریدنے اور قبضہ
کرنیکا اقرار کیا تو تاریخ بیان کرنے والے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک کا قبضہ گواہون سے ثابت ہوا اور دوسرے کا قبضہ معائنہ
ہوا ہو تو یہی اولی ہے کذا فی المحیط اور اگر دار دونون کے قبضہ مین ہو پس ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے چھوڑ دی تو دار و
غلام دونون مین برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی کذا فی الکافی اور اگر ہر ایک کے گواہون نے خریدنے اور قبضہ کے
معائنہ کی گواہی دی یا قبضہ مین بائع کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی ہے اور دوسرے
نے نہین بیان کی ہے پس اگر دار بائع کے قبضہ مین ہو تو تاریخ والا اولی ہے اور اگر اسکے قبضہ مین ہو جسکے گواہون نے
تاریخ نہین بیان کی ہے تو وہ اولی ہے جسکے گواہون نے قبضہ و معائنہ کی گواہی ادا کی ہے مگر تاریخ کی گواہی نہین دی ہے
اور اگر دار مشتری کے قبضہ مین ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے جنھون نے خریدنے اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی
یا بائع کے قبضہ ہونے کے اقرار پر گواہی دی اور ایک کے گواہون نے تاریخ قبضہ بیان کی اور دوسرے کے گواہون نے
نہین بیان کی تو دار دونون مین برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی اور غلام بھی دونون مین ہوگا اور دونون کو خیار بھی
ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قبضہ کی تاریخ بیان بمنزلہ تاریخ خرید کے ہے حتی کہ اگر گھر بائع کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک کے
گواہون نے خرید اور قبضہ کی گواہی دی اور قبضہ کی تاریخ بدون تاریخ خرید کے بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہے تو جسکی
تاریخ قبضہ سابق ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر گھر پچھلی تاریخ قبضہ والے کے قبضہ مین ہو تو بھی پہلے تاریخ والے کی ڈگری ہوگی

دیکھا گیا

اور اگر ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی دوسرے نے نہ بیان کی اور دار بائع کے قبضہ میں ہو تو تاریخ والے کی ڈگری ہوگی اور اگر دار اسکے قبضہ میں ہو جس نے تاریخ نہیں بیان کی تو وہی اولیٰ ہے قلت ینبغی ان یکون فی مثل ہذا خلاف الامام الثانی۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غلام مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور اگر غلام دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو اور دار مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دار و غلام دونوں میں برابر اور دونوں کو خیار ہوگا پس اگر بیع تمام کردیں تو دار دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر بیع فسخ کردیں تو غلام دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعا علیہ غلام کی قیمت دونوں کو ڈانڈ دیگا کذا فی المحیط۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام اس قابض کے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہے اور میں مالک ہوں اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو قابض کے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک سور کے فروخت کیا ہے درحالیکہ میں مالک غلام ہوں اور قابض دونوں کے دعوے سے انکار کرتا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ غلام دونوں مدعیوں کو نصف نصف واپس کیا جائیگا اور قابض ہر ایک کو آدھی قیمت غلام کی ڈانڈ دیگا اور اگر ہر ایک مدعی نے یہ گواہ دیئے کہ میں نے اس قابض کے ہاتھ بطور بیع فاسد فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر غلام مشتری کے ہاتھ میں مرگیا تو اُسپر دو قیمتیں واجب ہوں گی یہ محیط میں ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض نے ایسا اقرار کیا ہے اور اگر ہر ایک نے بیع کے معائنہ اور قبضہ کے گواہ دیئے پس اگر غلام بعینہ قائم ہے تو غلام لیکر دونوں کو برابر دیدیا جائیگا اور سوائے اسکے اُنکو کچھ نہ ملیگا اور اگر غلام مستہلک ہے تو غلام کی ایک کی قیمت دونوں کو برابر ملیگی اور سوائے اسکے کچھ نہ ملیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ دیئے کہ میں نے اس مشتری قابض کے ہاتھ سو دینار کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ مشتری کے واسطے ایک وقت معلومہ تک خیار ہے اور قابض دونوں کے دعوے سے انکار کرکے اپنی ملک کا دعوے کرتا ہے تو قابض کو خیار ہوگا کہ غلام دونوں میں سے جسکو چاہے دیدے اور دوسرے کو دام دینے پڑیں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُسپر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسکو قابض کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ مجھے تین روز تک خیار ہے پس اگر دونوں نے بیع تمام کردی یا ایک نے تمام کی اور دوسرا راضی ہوگیا تو مشتری کو لینا پڑیگا اور ہر ایک کو ہزار درم دینے پڑینگے اور اگر ایک نے بیع تمام کی اور دوسرے نے توڑ دی تو اجازت دینے والے کو آدھا ثمن اور دوسرے کو پورا غلام ملیگا اور اگر دونوں نے بیع تمام نہیں کی تو غلام لیکر آدھا آدھا کرلیں اور اسکے سوائے کچھ نہ ملیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم نہ کیے مگر قابض نے دونوں کی تصدیق کی اور یہ معلوم نہیں کہ پہلا کون ہے پس اگر دونوں نے بیع تمام کردی تو ہر ایک ہزار درم لے لیگا اور اگر تمام نہ کی اور مدت گذر گئی تو غلام دونوں میں برابر مشترک ہوگا اور مشتری ہر ایک کو آدھی قیمت ڈانڈ دیگا اور اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے نہ دی تو اجازت دینے والا پورے ہزار درم لے لیگا اور دوسرے کو پورا غلام ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے ایک سال سے ہزار درم کو خریدا ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے پانچ مہینہ سے سو دینار کو خریدا ہے اور قابض کہتا ہے کہ میں نے سو دینار والے کے ہاتھ بیچا ہے پس قاضی نے ہزار درم والے کی ڈگری کردی اور غلام اُس کے سپرد کیا پھر مشتری نے اُس میں عیب پاکر مدعا علیہ کو بحکم قاضی واپس کردیا اور سو

دینار والا آیا اور کہا کہ مین غلام لیے لیتا ہون کیونکہ تو نے میرے ہاتھ بیچنے کا اقرار کیا ہو اور قابض انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ قاضی نے میرے تیرے درمیان کا عقد فسخ کر دیا تو مالک غلام کے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور ہزار والے کی ڈگری کر دینے سے سو دینار والے کی بیع فسخ کا حکم نہوا اور سو دینار والے کو اختیار ہو کہ بائع کے اقرار کی وجہ سے کہ مین نے سو دینار والے کے ہاتھ بیچا ہو ہزار درم والے کے ہاتھ نہین بیچا ہو اُس غلام کو لے لے اور اگر بائع نے سو دینار والے سے کہا کہ غلام کو لے لے اُس نے انکار کیا تو بائع اسکے ذمہ لازم کر سکتا ہو اور اگر سو دینار والے نے ہزار والے کی ڈگری ہونے کے وقت مجلس قاضی سے اُٹھکر کہا کہ مین نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ نہوگی مگر اُس صورت مین فسخ ہو جائیگی کہ بائع قبول کر لے یا قاضی دونون کی بیع فسخ کر دے یہ محیط مین ہو۔ اگر مدعی اور قابض نے کسی سبب ایک ہی وجہ سے ملکیت حاصل کرنیکا دعوی کیا اور دونون نے تاریخ نہ کہی یا دونون نے ایک ہی تاریخ کہی یا صرف ایک نے تاریخ کہی تو قابض اولی ہو اور اگر دونون نے تاریخ کہی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو وہی اولی ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر دار ایک شخص کے قبضہ مین ہو اُس پر مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے زید سے یہ دار خریدا ہو۔ اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ مین نے زید سے خریدا ہو اور مدعی کی تاریخ سابق ہو تو اُسی کی ڈگری ہوگی پس بعد ڈگری کے اگر دونون کا ثمن ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا تو مدعی کو گھر سپرد کر دیا جائیگا اور قابض کو اختیار نہوگا کہ اپنے دام وصول کرنے تک دار کو روک سکے اور اگر کسی کا ثمن ادا کرنا اس طرح ثابت نہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دیگا یہان تک کہ اُس سے دام وصول کر لے اور اگر ایک شخص کا ثمن ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا پس اگر مدعی کی طرف سے ثابت ہوا تو گھر اُسکو دیدیا جائیگا اور اگر قابض کا ثمن دیدینا ثابت ہوا اور مدعی کا نہ ثابت ہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دیگا جب تک کہ دام وصول نہ کر لے اور اگر دونون دام دو جنس مختلف کے ہون تو جو کچھ مدعی سے وصول کیا اُس مین سے قابض کو کچھ نہ دیگا کیونکہ بائع اگر حاضر ہوا تو قابض کو بدون اُس کی رضامندی کے اس مین سے لینا روا نہین ہو اسی طرح جب غائب ہو تو قاضی اُسکو نہین دے سکتا ہو اور اگر ایک ہی جنس کے ہون تو جو مدعی سے وصول ہوا ہو اُس مین سے قابض کا پورا حق دیدیگا پھر اگر اس مین سے کچھ بچ رہا تو بائع کے لیے رکھ لیگا اور اگر کم پڑا تو بائع کے ذمہ پڑے گا اگر حاضر ہے تو اُس سے پیچھا پکڑا جائیگا یہ اُسوقت ہو کہ قابض کا ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا اور اگر قابض نے اپنے ثمن ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے چاہے تو سماعت نہوگی۔ اور اگر یہ دار قابض کے پاس ہبہ یا صدقہ کی وجہ سے ہو یا بیع کی وجہ سے ہو کہ دام نہین ادا کیے ہین اور مدعی نے گواہ دیے کہ مین نے اس سے پہلے زید سے خریدا ہو تو مدعی کی ڈگری ہوجائیگی اور دام لیکر بائع کو دیے جائینگے اور مدعی کو گھر دیا جائیگا اور قابض کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہو اور اگر دونون نے دو شخصون کی طرف سے ملک حاصل کرنیکا دعوی کیا تو مدعی کی ڈگری کی جائیگی کذا فی المحیط والذخیرہ۔ اگر قابض و مدعی سے ایک کی طرف سے ملک حاصل ہونیکا دعوی کیا اور دونون نے تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ کہی یا ایک نے بدون دوسرے کے کہی تو دونون مین دار کی برابر ڈگری ہوگی اور ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہو تو اُسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دو کی طرف سے ملک حاصل کرنیکا دعوی کیا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہو کذا فی الذخیرہ مدعی و قابض نے اگر دو شخصون سے خریدنیکا دعوی کیا اور دونون نے تاریخ بیان کی مگر ایک کی تاریخ مین جہالت ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ مین نے ایک سال سے زید سے خریدا ہو اور گواہ دیے اور قابض نے گواہ سنائے کہ مین نے ایک سال سے زیادہ سے عمرو سے خریدا ہو اور گواہون کو زیادہ مدت یاد نہین ہو تو مدعی کی گواہی

مقبول ہو گی اسی طرح اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے کہا کہ اسنے عمرو سے ایک سال یا دو سال ہوئے خریدا ہے اور گواہوں نے
اس مین شک کیا تو بھی مدعی کی ڈگری ہو گی یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُسپر مدعی نے
دعویٰ کیا کہ مین نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے دعویٰ کیا کہ مین نے مدعی سے خریدا ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے
اور تاریخ کسی کے پاس نہین ہے تو دونون گواہیان ساقط کر دی جائینگی خواہ قبضہ کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو اور بلا حکم
قابض کے قبضہ مین وہ دار چھوڑ دیا جائیگا اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے پھر اگر دونون فریق گواہون نے
دام ادا کر دینے کی گواہیان دی ہین تو دونون مین ادلا بدلا ہو جائیگا اور اگر یہ نہ دی تو امام محمدؒ کے نزدیک بسبب وجوب ثمن
کے بدلا ہو جاتا ہے کذا فی الکافی اگر دونون فریق گواہون نے عقار مین وقت بیان کیا اور قبضہ نہ ثابت کیا اور مدعی کا وقت
سابق ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قابض کی ڈگری ہو گی اور اگر قبضہ ثابت کیا تو قابض کی ڈگری ہو گی
اور یا اگر قابض کی تاریخ ثابت ہو تو دونون وجہون مین مدعی کی ڈگری ہو گی کذا فی الہدایہ - ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُسپر
ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا گھر ہے مین نے قابض کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ
ہے مین نے مدعی کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے تو برقیاس قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے دونون گواہیان ساقط
ہو جائینگی یہ محیط مین ہے ایک گھر زید کے قبضہ مین ہے اُسپر عمرو برہان لایا کہ مین نے بکر کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور
بکر برہان لایا کہ مین نے عمرو کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہے اور زید نے ان سب سے انکار کیا تو دونون مدعیون مین دار
کی ڈگری ہو جائیگی اور دونون ثمنون کی کچھ ڈگری نہو گی کذا فی الکافی - ایک گھر محمد نامے کے قبضہ مین ہے بکر نامے ایک
مدعی نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس عورت سے ہزار درم کو خریدا ہے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ مین نے بکر سے ہزار
درم کو خریدا ہے اور قابض نے بکر سے ہزار درم کو خریدنے کے گواہ دیے اور گواہون نے قبضہ و تاریخ نہ ذکر کی تو محمد کی گواہی
مقبول ہے اور حکم کیا جائیگا کہ اُس نے بکر سے خریدا ہے اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور بکر اور عورت کی گواہیان
باطل ہین اور اگر گھر بکر کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محمد کی ڈگری ہو گی
اور بکر و عورت کی گواہیان ساقط ہون گی اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو تو دونون امامون کے نزدیک کچھ حکم نہو گا اور
دار اسی کے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر گواہون نے عقد و قبضہ کی گواہیان دی ہین اور گھر محمد کے قبضہ
مین ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محمد کے خریدنے کی ڈگری ہو گی اور عورت و
بکر کی گواہیان ساقط ہون گی اور اگر بکر کے قبضہ مین ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو تو امام اعظمؒ و امام
ابو یوسفؒ کے نزدیک بکر و محمد کی گواہیان مقبول ہون گی اور عورت کی مقبول نہو گی یہ محیط مین ہے - ایک آزاد کے قبضہ مین ایک
غلام ہے اُسپر ایک مکاتب نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا ہے مین نے اس عورت کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا ہے اور عورت نے
مکاتب کے ہاتھ دو من گیہون کے عوض بیچنے کے گواہ دیے اور حُر نے مکاتب سے اسی طرح خریدنے کے گواہ دیے اور قبضہ
ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک حُر کی ڈگری ہو گی اور مکاتب و عورت کی گواہیان باطل ہونگی اور
اگر غلام مکاتب کے قبضہ مین ہو تو بھی امام اول و ثانی کے نزدیک یہی حکم ہے اور یہی امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اگر عورت
کے قبضہ مین ہو تو امام اولؒ و امام ثانیؒ کے نزدیک کچھ حکم نہو گا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر گواہون نے عقد و قبض کی گواہی
دی اور وہ غلام آزاد کے قبضہ مین ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت و مکاتب کی گواہیان باطل ہین

اور حُرّ کی گواہی مکاتب پر مقبول ہی اور اگر غلام مکاتب کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر غلام عورت کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دونون امامون کے نزدیک مکاتب کی گواہی عورت پر باطل ہی اور عورت و آزاد کی گواہیان مکاتب پر جائز ہین کذا فی المحیط اور اگر آزاد دعوے کرتا ہی کہ سودینار کو مکاتب کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور غلام آزاد کے قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو اور گواہون نے قبضہ ذکر نہ کیا تو دونون امامون کے نزدیک آزاد کے بیع کرنے کا حکم ہوگا اور ایسا ہی امام محمد رح کے نزدیک ہی اور مکاتب کے قبضہ مین ہو تو بھی دونون امامون کے نزدیک یہی حکم ہی اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو تو حکم ہوگا کہ حُرّ نے مکاتب کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور اگر گواہون نے قبضہ ذکر کیا اور غلام حُرّ کے قبضہ مین ہی تو دونون امامون کے نزدیک یہ حکم ہوگا کہ مکاتب کے ہاتھ آزاد نے فروخت کیا اور اُس کو دلایا جائیگا اور اگر مکاتب کے قبضہ مین ہو تو بھی دونون امامون کے نزدیک یہی حکم ہی اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو تو اُسکے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا اور عورت و مکاتب کی گواہیان ساقط ہونگی اور یہ ڈگری ہوگی کہ مکاتب ثمن آزاد کو ادا کرے اور یہ دونون امامون کے نزدیک ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - دو شخصون نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو کسی کی ڈگری نہوگی مگر جبکہ عورت کسی کے ساتھ اقرار کرے اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ دونون نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک ہی تاریخ بیان کی اور اگر ایک تاریخ دونون مین سے پیشتر ہی تو وہ اولی ہوگا اور اگر دونون کی تاریخ ایک ہی ہی مگر ایک کا اُسپر قابو ہی تو وہی اولی ہی اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو تاریخ والا اولی ہی اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے کا قابو ہی تو جسکا قابو ہی وہی اولی ہی اور اگر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے تاریخ بیان کی تو جسکے لیے اقرار کیا ہی اُسی کی ڈگری ہوگی اور یہ سب حکم عورت کی زندگی مین ہی اور اگر وہ مر گئی پس اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو اُسکی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کی تاریخ برابر ہو یا تاریخ ہی نہو تو دونون مین نکاح کی ڈگری ہوگی اور ہر ایک پر نکاح کے حصے سے آدھا مہر واجب ہوگا اور دونون کو ایک شوہر کی میراث ملیگی اور اگر بچہ پیدا ہو تو دونون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور ہر ایک سے اُسکو پورے بیٹے کی میراث ملیگی اور اُن دونون کو لڑکے کے مال سے ایک باپ کی میراث ملیگی کذا فی الخلاصہ مدعی و قابض نے ہر ایک سے اگر بلا تاریخ کے گواہ نکاح پیش کیے تو قابض کو ڈگری ہوگی یعنی جسکے قابو مین عورت ہی اُسکی ڈگری ہوگی اور اگر قاضی نے مدعی کے گواہون پر اُسکی ڈگری کردی پھر قابض نے گواہ پیش کیے تو انکی سماعت مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک سماعت نہوگی اور بعضون کے نزدیک ہوگی اور سماعت ہونے پر اگر پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ مین نے قابض سے پہلے اس عورت سے نکاح کیا ہی تو اُسکی ڈگری ہوجائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہی ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور وہ دوسرے کے پاس ہی پس عورت نے مدعی کے واسطے اقرار کردیا پھر دونون نے بدون تاریخ کے گواہ پیش کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ بسبب اقرار کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور بعض نے کہا کہ قابض کی ڈگری ہوگی یہ فصول استروشنیہ مین ہی - اگر ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور وہ عورت کسی ایک کے قبضہ مین نہین ہی اور اُس نے ایک کے واسطے اقرار کردیا تو مقر لہ کو ملیگی پھر اگر دوسرے نے اپنے نکاح پر گواہ قائم کیے تو وہی اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے حالانکہ وہ ایک کے واسطے اقرار کرچکی ہی پس اگر دونون کے گواہون مین تاریخ ہو تو جسکی تاریخ سابق ہو وہ اولی ہی اور اگر تاریخ بیان نہ کی تو جسکی گواہی کی تعدیل ہوجائے وہ اولی ہی اور اگر دونون کے گواہ عادل

نہ ٹھہرے یا عادل ٹھہرے تو بعض مشائخ کے نزدیک جسکے واسطے سابق مین نکاح کا اقرار کیا ہے اُس کی ڈگری ہوگی اور یہی قیاس ہے اور بعضون کے نزدیک کسی کی ڈگری نہوگی اور اسی طرف کتاب ادب القاضی مین باب الشہادۃ علی النکاح مین اشارہ کیا ہے کذا فی الفصول العمادیہ اگر ایک عورت کے نکاح کا دو مدعیون نے دعویٰ کیا اور وہ کسی کے پاس نہین ہے اور دونون نے بلا تاریخ گواہ پیش کیے اور عورت سے دریافت کیا گیا اُسنے کسی کے واسطے اقرار نہ کیا یہانتک کہ دونون گواہیان ساقط ہوگئین پھر ایک مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میرے ساتھ نکاح کرنے کا اُس عورت نے اقرار کیا ہے تو اُسکی ڈگری ہوجائیگی جیسا کہ اگر بعد گواہیان پیش کرنے کے وہ کسی ایک کے ساتھ نکاح کا اقرار ظاہر کرتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر دونون نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ عورت انکار کرتی ہے اور کسی کے پاس بھی نہین ہے پھر ایک نے نکاح کے گواہ دیے اور دوسرے نے نکاح کے اور اس امر کے کہ عورت نے میرے ساتھ نکاح کا اقرار کیا ہے دونون کے گواہ دیے تو عورت کے اقرار کرنے کے گواہ کو دوسرے پر ترجیح نہوگی یہ فصول استروشنیہ مین ہے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے پھر ایک مرگیا اور عورت نے اقرار کیا کہ میرا نکاح میت کے ساتھ ہوا تھا تو اقرار صحیح ہے اور اُسکے لیے مہر اور میراث کی ڈگری ہوجائیگی اور اگر دونون نے نکاح اور دخول کے گواہ قائم کیے پھر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا کہ اس نے مجھ سے پہلے وطی کی ہے تو وہی اولیٰ ہے اور اگر عورت نے اقرار نہ کیا تو دونون مین جدائی کرادی جائیگی اور ہر ایک پر بسبب دخول کے مہر مسمّی اور مہر مثل سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے اور اگر ایک نے تنہا دعویٰ کیا اور عورت منکر ہے پس اُسنے گواہ قائم کیے اور ڈگری ہوگئی پھر دوسرے نے دعویٰ کیا اور ایسے ہی گواہ قائم کیے تو اُسکی ڈگری نہوگی ولیکن اگر دوسرے کے گواہون نے تاریخ سابق بیان کی تو اُسکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر عورت ایک شوہر کے پاس ہو اور اُسکا نکاح ظاہر ہو تو دوسرے مدعی کے گواہ مقبول نہونگے مگر اسی صورت مین مقبول ہوسکتے ہین کہ تاریخ سابق بیان کرین یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر دو مدعیان نکاح مین سے ایک کے گواہون نے بیان کیا کہ اسنے اس عورت سے دخول کیا ہے تو وہ اولیٰ ہوگا اور اگر عورت کسی ایک کے گھر مین ہو یا ایک کے گواہون نے دخول کی گواہی دی اور دوسرے کے گواہون نے بیان کیا کہ اسنے اس سے پہلے نکاح کیا ہے تو سابق اولیٰ ہے۔ اور اگر دو بہنین ہین کہ ہر ایک دعویٰ کرتی ہے کہ اس مرد نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ مرد انکار کرتا ہے پس ایک بہن نے گواہ قائم کیے کہ اس مرد نے اقرار کیا ہے کہ مین نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور دوسری بہن نے گواہ دیے کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ مین نے اس سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور اس سے دخول کیا ہے پھر دونون فریق گواہون کی تعدیل ہوگئی تو قاضی دونون مین جدائی کرادیگا اور جسقدر مال کے گواہون نے مرد کے اقرار کی گواہی دی ہے وہ آدھا آدھا ہر ایک عورت کو دلادیگا اور اگر ایک عورت نے دو بہنون مین سے اس امر کے گواہ دیے کہ اس شخص نے نکاح و دخول کا اس عورت کے ساتھ اقرار کیا اور دوسری نے صرف نکاح کے گواہ دیے دخول کے گواہ نہ دیے اور مرد سب سے منکر ہے تو قاضی اُس عورت کے نکاح کے صحت کا حکم دیگا جسکے ساتھ دخول کی گواہی گذری ہے کیونکہ دخول دلیل ہے کہ نکاح اُسکا سابق ہے اور جسقدر گواہون نے مہر بیان کیا اُسکی ڈگری کردیگا اور اگر دونون مین سے کسی نے اقرار دخول یا نفس دخول کے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی مرد اور ان دونون بہنون مین جدائی کردیگا اور نصف مال کی ڈگری دونون کے واسطے کردیگا کہ درم مہر کے دعویٰ کرنے والی کو چوتھائی مہر درم دلائے جاوین اور دینار سے مہر کے دعویٰ کرنے والی کو جتنے دینار مہر کے ٹھہرے ہین اُن کی چوتھائی دلائی جاوے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے ایک عورت نے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا ہے اسکے بعد کہا کہ مین نے عمرو سے نکاح کیا اور زید و عمرو دونون نکاح کے مدعی ہین تو وہ زید کی عورت ہوگی اور یہ امام ابو یوسف

نزدیک ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی صحیح ہے کیونکہ اُسکا یہ کہنا کہ مین نے زید سے نکاح کیا یہ اقرار نکاح ہے پس اقرار صحیح ہوگیا پھر جو اُسنے کہا کہ بعد اسکے کہ مین نے عمرو سے نکاح کیا اس سے اُسکی غرض یہ ہے کہ پہلے اقرار کو باطل کردے اور یہ اُسکو اختیار نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک عورت پر دو شخصون نے ہر ایک نے یہ گواہ دیے کہ اس عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے ہزار درم پر خلع کرایا ہے اور گواہون نے وقت بیان نہ کیا تو عورت پر واجب ہے کہ ہر ایک کو اُسکا مال جو دعوی ادا کرے اور اگر وقت بیان کیا تو پہلے وقت والے کو ادا کرنا واجب ہے اور دوسرے کا مال باطل ہوجائیگا ولیکن اگر دونون وقتون مین اسقدر وقت کا فاصلہ ہو کہ پہلے سے خلع کرانے کے بعد عدت گذر جاوے اور دوسرے سے نکاح کرے تو البتہ اُسپر دونون کا مال واجب ہوگا اور اگر اُسکے ساتھ کسی ایک نے دخول نہ کیا تو دونون مال لازم ہونگے خواہ وقت بیان کرین یا نہ کرین یہ محیط مین ہے۔ فتاوائے نجم الدین نسفی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعوی کیا کہ میری یہ عورت وحلالہ ہے اور عورت دعوی کرتی ہے کہ مین اسکی عورت تھی ولیکن اس نے طلاق دیدی اور عدت گذر گئی اور مین نے اس دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ اُسی دوسرے کے پاس ہے اور دوسرا شوہر دعوی کرتا ہے کہ مین نے اس سے نکاح کیا اور پہلے کے نکاح وطلاق سے انکار کرتا ہے تو عورت سے کہا جائیگا کہ طلاق کے گواہ لاوے پس اگر گواہ لانے سے عاجز ہوئی تو پہلے شوہر کو طلاق پر قسم دلائی جائیگی اور عورت و دوسرے شوہر مین جدائی کرادیجائیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اُس سے کہا کہ مجھسے پہلے تیرا ایک شوہر تھا اُسنے تجھے طلاق دیدی اور عدت گذر گئی پھر مین نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ مجھے پہلے طلاق نہین دی ہے تو دونون مین جدائی نہ کرائی جاویگی پھر اگر غائب اسکے بعد حاضر ہوا اور طلاق سے انکار کیا تو عورت اُسی کی ہوگی اور اگر پہلے نے نکاح اور طلاق کا اقرار کیا اور عورت نے طلاق مین اُسکی تکذیب کی تو اُس وقت سے اُسپر طلاق واقع ہوگی اور اسی وقت سے عدت مین بیٹھے گی اور اُسکے اور دوسرے شوہر کے درمیان جدائی کرادیجائیگی اور اگر عورت نے اُسکے تمام قول کی تصدیق کی تو دوسرے شوہر کی عورت قرار پاویگی اور اگر اُسنے پہلے شوہر کے نکاح وطلاق کے اقرار سے انکار کیا تو دوسرے کی قرار پاویگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر مرد نے کہا کہ مجھ سے پہلے تیرا دوسرا شوہر تھا اُسنے تجھے طلاق دی اور تیری عدت گذر گئی اور عورت نے طلاق سے انکار کیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین ہی اُسکا پہلا شوہر ہون اور دوسرے شوہر نے انکار کیا تو دوسرے شوہر کا قول لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میری عورت ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیری عورت تھی ولیکن تونے دو برس سے اُسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر مین نے اُس سے نکاح کیا اور مدعی نے طلاق دینے سے انکار کیا تو مدعی کے سپرد کردینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر مدعی نے کہا کہ ہان طلاق دیدی تھی ولیکن پھر مین نے اُس سے نکاح کر لیا اور مدعا علیہ باز خواستن ویرا منکر است قلت یعنی مدعا علیہ اُسکے دوبارہ نکاح مین لانیکا انکار کرتا ہے عورت مدعا علیہ کے قبضہ مین چھوڑدیجائیگی اور اگر مدعی نے طلاق کا انکار کیا اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے دو برس ہوے کہ اُس عورت کو طلاق دیدی اور مین نے اُس سے نکاح کیا اور قاضی نے طلاق کا حکم کیا تو عورت کی عدت طلاق کے وقت سے ہوگی یہ فصول استروشنیہ مین ہے ایک عورت ایک شخص کے گھر مین ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میری عورت ہے اور ایک مدعی دعوی کرتا ہے کہ یہ میری عورت ہے اور عورت مدعی کی تصدیق کرتی ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جسکے گھر مین ہے اُسی کا قول

مقبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے- ایک مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے اور اس شخص کے پاس بلا حق ہے اور قابض کہتا ہے کہ میری عورت ہے اور عورت بھی قابض کی تصدیق کرتی ہے تو مدعی کی ڈگری کی جائیگی اور اگر قابض نے بدون تاریخ کے نکاح کے گواہ قایم کیے تو اُسی کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری مین ہے- ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ تجھے تیرے باپ نے میرے ساتھ بیاہ دیا اور تو نا بالغ تھی اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ جب بیاہ دیا ہے تو مین بالغ تھی اور مین راضی نہ تھی تو عورت کا قول مقبول ہوگا اور گواہی مرد کی مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضیخان و محیط مین ہے- عورت بالغہ نے اگر گواہ پیش کیے کہ مین نے بالغ ہوتے ہی نکاح رد کر دیا اور شوہر نے گواہ پیش کیے کہ بعد بالغ ہونیکے خاموش ہو رہی تو عورت کی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول استروشنیہ مین ہے- اگر جورو و شوہر نے بعد بچہ ہوجانے کے نکاح کے صحیح ہونے و فاسد ہونے مین جھگڑا کیا پس شوہر نے فساد کا دعویٰ کیا اور جورو نے صحیح ہونیکا دعویٰ کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو فساد کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ مقبول ہون گے اور جب فساد کے گواہ مقبول ہوے تو عدت کا نفقہ ساقط ہوجائیگا اور بچہ کا نسب ہر صورت مین ثابت ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے- ایک مرد و عورت دونون کے قبضہ مین ایک دار ہے پس عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری جورو ہے مین نے ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور اسکو دیدیے ہین اور اسکے گواہ نہ دیے کہ مین حر ہون تو عورت کی ڈگری ہوجائیگی اور گھر اُسی کو ملیگا اور مرد اُسکا غلام ہوگا اور اگر مرد نے گواہ قائم کیے کہ مین اصلی آزاد ہون اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عورت اُسکی جورو ہوگی اور وہ آزاد قرار دیا جائیگا اور گھر کی ڈگری عورت کے نام ہوگی اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو گھر مرد کا ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک مرد و عورت نے عورتون کے زیور وغیرہ مین اختلاف کیا عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ متاع میری ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کیے کہ متاع میری ہے اور یہ عورت میری جورو ہے مین نے اس سے ہزار درم پر نکاح کر کے اسکو مہر دیدیا ہے تو عورت کی ڈگری کیجائیگی کہ متاع عورت کی اور یہ شخص عورت کا غلام ہے پس اگر مرد نے اپنے اصلی آزاد ہونیکے گواہ قائم کیے تو حکم دیا جائیگا کہ عورت اسکی جورو ہے اور متاع مرد کی ہے ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے اور مسئلہ دار پر قیاس کرکے چاہیے کہ متاع کی عورت کے واسطے ڈگری کیجاوے اور اگر اس مین اختلاف کیا اور یہ متاع عورت کے قبضہ مین ہے اور مثل اسکے مرد کے قبضہ مین ہے تو نکاح کی ڈگری ہوجائیگی اور مرد آزاد ہوجائیگا اور حکم دیا جائیگا کہ جو ہر ایک کے قبضہ مین ہے وہ دوسرے کا ہے خواہ عورتون کا اسباب ہو یا مردون کا یا دونون کا ہو اور اگر متاع صرف ایک کے قبضہ مین ہو دوسرے کے قبضہ مین نہو تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے- ابن شجاع نے نوادر مین ذکر کیا کہ اگر مرد نے گواہ دیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری باندی ہے اور عورت نے گواہ سُنائے کہ گھر میرا ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے اور گھر دونون کے قبضہ مین نہین ہے تو دونون مین آدھے آدھے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے قبضہ مین ہو تو اُسی کے ہاتھ مین چھوڑا جائیگا اور دونون کی آزادی کا حکم ہوگا اور کسی کی طرف سے دوسرے مملوک ہونے کی گواہی مقبول نہوگی قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب دار ایک کے قبضہ مین ہو تو مدعی کی ڈگری ہونی چاہیے کیونکہ قابض کی برہان ملک مطلق مین مدعی کی برہان کی معارض نہین ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- ایک شخص نے ایک عورت پر اپنی جورو ہونیکا دعویٰ کیا اور دوسرے شخص نے اپنی باندی ہونیکا دعویٰ کیا اور عورت نے گواہ دیے کہ یہ دونون میرے

غلام ہین تو قیاس چاہتا ہی کہ دونون پر عورت کی گواہی مقبول ہو اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو قسم نہ لیجائیگی اور نہ قسم سے باز رہنے پر ڈگری کیجاویگی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اگر ایک شخص غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ مالک نے مجھے نکاح کی اجازت نہین دی تھی اور عورت نے کہا کہ اجازت دی تھی تو دونون مین جدائی کرادیجائیگی اور غلام کی تصدیق مہر کے باطل کرنے مین نہوگی اگر اُسکے ساتھ وطی کرلی ہی تو غلام پر سعی کرنا واجب ہوگی اور جب تک عورت عدت مین ہی اُسکا نفقہ واجب ہوگا اور اگر وطی نہین کی تھی تو آدھا مہر لازم ہوگا اور اگر کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ مجھے مالک نے اجازت دی تھی یا نہین دی تھی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الفصول العمادیہ۔

مسائل متصلہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ مین نے اس سے نکاح کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے اور عورت نے ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھ سے نکاح کیا ہی اور وہ منکر ہی تو مرد مدعی کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کرنے کے گواہ قائم کیے اور عورت کی بہن نے اس مرد پر گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھ سے نکاح کیا ہی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مرد کی گواہی مقبول ہوگی اور عورت کی مقبول نہوگی اور اگر عورت کے گواہون نے تاریخ بیان کی اور مرد کے گواہون نے نہ بیان کی تو مرد کا دعویٰ جائز ہی اور اُس عورت سے نکاح ثابت ہوگا جسکا مرد دعویٰ کرتا ہی اور عورت مدعیہ کا دعویٰ باطل ہوگا اور شوہر پر عورت کا آدھا مہر واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ میری بہن اس مدعی کی جورو ہی اور مرد انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ وہ میری جورو نہین ہی تو قاضی حکم دیگا کہ یہ عورت جو حاضر ہی مدعی کی جورو منکوحہ ہی اور غائب عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کریگا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہی اسی طرح اگر حاضر عورت نے مدعی کے اس اقرار کے گواہ دیے کہ غائب عورت سے مین نے نکاح کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ قاضی توقف کریگا اور حاضر عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کریگا یہ فصول عمادیہ مین ہی اگر ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری مان یا بیٹی سے نکاح کیا ہی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ صورت اور بہن سے نکاح کرنیکے دعوے کی صورت یکسان ہی اور اگر حاضر عورت نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میری مان سے نکاح کیا اور اُس سے وطی کی یا بوسہ لیا یا شہوت سے اُسکا مساس کیا یا شہوت سے اُسکی فرج کی طرف نظر کی ہی تو قاضی اس حاضر عورت اور مدعی کے درمیان جدائی کردیگا اور غائب عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی ڈگری نہ کریگا یہ فصول استروشنیہ مین ہی ایک شخص کی صغریٰ و کبریٰ دو بیٹیان ہین پس ایک نے اُسپر گواہ قائم کیے کہ اسنے اپنی کبریٰ بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کردیا ہی اور باپ نے گواہ قائم کیے کہ مین نے صغریٰ کا نکاح اسکے ساتھ کیا ہی تو شوہر کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی المحیط اگر ایک عورت نے کہا کہ مین نے اس شخص سے کل کے روز نکاح کیا ہی پھر کہا کہ مین نے اس دوسرے شخص سے ایک سال سے نکاح کیا ہی تو یہ عورت اُس کی ہوگی جسکے واسطے کل کے روز نکاح کا اقرار کرچکی ہی اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے دونون کے ساتھ ایکبارگی نکاح کا اقرار کیا ہی اور وہ عورت منکر ہی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین گواہون سے دریافت کرونگا کہ کس کے ساتھ اقرار شروع کیا تھا اُسی کی ڈگری کرونگا اور اگر عورت نے یون کہا کہ مین نے دونون سے نکاح کیا اس سے کل کے روز اور دوسرے سے ایک سال سے تو کل کے روز والے کی جورو قرار دیجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اسنے انکار کیا اور ایک دوسرے مرد حاضر کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا اور اس شخص نے عورت کے اقرار

کی تصدیق کی تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر گواہ قائم کیے اور ثبوت ہو گیا تو مقرلہ کو ضرورت ہوگی کہ
اس شخص مدعی پر عورت کے سامنے گواہ قائم کرے پس اگر اُسنے قائم کیے تو بسبب اسکے کہ گواہ بھی ہیں اور عورت بھی
اقرار کرتی ہے وہی اولیٰ اور اُسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اگر ایک شخص
نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھ سے سو دینار پر
نکاح کیا ہے اور عورت کے باپ نے جو شوہر کا غلام ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے اور عورت کی
ماں نے جو شوہر کی باندی ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے تو باپ اور ماں کے گواہ مقبول
ہوں گے اور دونوں کے آدھے آدھے رقبہ پر نکاح جائز ہوگا اور اگر قاضی نے عورت کے لیے سو دینار مہر کی ڈگری
کر دی پھر باپ نے گواہ قائم کیے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو قاضی پہلا حکم باطل کر کے یہ حکم دیگا کہ باپ کی آزادی اسکا مہر ہے
اور باپ اسی عورت کے مال سے آزاد ہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے اسکے باپ کے رقبہ پر
نکاح کیا ہے اور باپ نے اس امر میں اسکی تصدیق کی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھ سے سو دینار
مہر پر نکاح کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور سو دینار عورت کو دلائے جاوینگے اور باپ جو آزاد ہوا وہ شوہر کے مال سے آزاد ہوا
اور اُس کی ولا شوہر کو ملیگی اور اگر باپ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے عورت سے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ
دیے کہ سو دینار پر اور مرد نے گواہ دیے کہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے تو باپ کی گواہی پر حکم ہوگا اور اپنے بیٹی کے مال سے
آزاد قرار دیا جائیگا پھر اگر عورت کی ماں نے گواہ قائم کیے کہ میری گردن پر نکاح کیا ہے تو مقبول نہوں گے یہ محیط سرخسی
میں ہے اگر دو بہنوں نے ہر ایک نے ایک ہی مرد پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھ سے اولاً نکاح کیا ہے تو یہ شوہر کے اختیار میں
رہا اگر اُسنے ایک سے پہلے نکاح ہونے اور اپنی جورو ہونے کی تصدیق کی تو وہی اُسکی جورو ہوگی اور دوسرے کے گواہ
باطل ہوں گے اور اُسکو کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ دوسری کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے
کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے یا دونوں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ دونوں سے
شوہر سے جدائی کرا دیجائیگی اور دونوں کو آدھا مہر ملیگا اگر کسی کے ساتھ اُسنے وطی نہیں کی ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم
اُسوقت میں ہے کہ شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے کسی سے نکاح
نہیں کیا ہے تو کچھ مہر واجب نہونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہے کذا فی فتاویٰ قاضیخان اگر ایک
عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھر باہم دونوں نے راستی کے ساتھ کہا کہ نکاح واقع نہ تھا تو
نکاح ثابت نہوگا چنانچہ ابتدا میں اگر دونوں راستی سے کہتے کہ ہاں ہم زن و شوہر ہیں تو نکاح ثابت نہوتا یہ فصول استروشنیہ میں
ہے مرد نے عورت پر نکاح کی برہان قائم کر دی عورت نے کہا کہ میرا شوہر فلان بن فلان بغداد میں ہے تو عورت کے
قول پر التفات نہوگا مرد کے گواہوں پر ڈگری ہو جائیگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ
کیا اور عورت نے انکار کیا ولیکن کسی دوسرے کے ساتھ اقرار نہیں کیا پھر دوسری مجلس میں قاضی کے سامنے اسی مدعی کے
ساتھ نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور سماعت ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا پھر مدعی کے ساتھ اقرار کیا
تو سماعت نہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے ایسا
نہیں کیا پھر کہا کہ ہاں کیا ہے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے ایک مرد سے نکاح کرنیکا دعویٰ کیا اور اُس شخص نے انکار کیا

پھر اُس شخص نے اسکے بعد نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہون گے ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ مین نے اس سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے عورت نے انکار کیا پس مرد نے دو ہزار درم پر نکاح کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہون گے اور دو ہزار درم پر نکاح کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر خاص غلام پر نکاح ہونے کے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہون گے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا پس عورت نے کہا کہ مین نے اس سے نکاح کیا تھا و لیکن مجھے اسکی وفات کی خبر ملی پھر مین نے عدت بیٹھنے کے بعد اس مرد سے نکاح کر لیا تو وہ مدعی کی جورو قرار دیجائیگی اور اگر عورت نے کہا کہ مین اس شخص کی جورو ہون و لیکن پہلے مین اس مدعی کی جورو تھی اور قصہ بیان کیا تو وہ دوسرے شخص کی جورو قرار پاویگی یہ وجیز کردری مین ہے واضح ہو کہ موت کا دن حکم قاضی مین داخل نہین ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ فلان روز مر گیا اور قاضی نے حکم دیا تو موت کا حکم ہوگا یہ دن داخل حکم نہوگا پھر اگر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اس میت نے مجھ سے بعد اس روز کے نکاح کیا ہے تو سماعت ہوگی اور نکاح کا حکم ہو جائیگا اور قتل کا روز حکم قضا مین داخل ہوتا ہے حتی کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلان روز قتل کیا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اسکے باپ نے مجھ سے اس تاریخ کے بعد کسی دن نکاح کیا تو سماعت نہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور کہا کہ تیرے فلان شوہر نے تجھے طلاق دی تیری عدت گذر گئی پھر مین نے تجھ سے نکاح کیا پس عورت نے کہا کہ میرے فلان شوہر نے مجھے طلاق نہین دی پس مدعی نے فلان شخص کے طلاق دینے کے گواہ قائم کیے تو نا مقبول ہون گے پھر اگر شوہر آیا اور مدعی نے اسکے طلاق دینے کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہون گے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر گواہون نے عدت کے بعد نکاح کی گواہی دی تو نکاح ثابت ہوگا کذا فی الفصول الاستروشنیہ اگر دو شخصون نے ایک چوپایہ کے اپنی ملک مین پیدا ہونے کے گواہ دیے اور تاریخ دونون نے بیان کی تو اسکی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ چوپایہ کے سن کے موافق ہو خواہ چوپایہ دونون کے قبضہ مین ہو یا ایک کے یا تیسرے شخص کے قبضہ مین ہو کیونکہ معنی مختلف نہین ہوتے ہین بخلاف اسکے اگر پیدائش کا دعویٰ بلا تاریخ ہو تو جسکے قبضہ مین ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے قبضہ مین ہے تو دونون کی ڈگری ہوگی اور اگر تیسرے کے قبضہ مین ہو تو بھی دونون کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون تاریخون سے چوپایہ کے سن کے موافقت مین اشکال ہو تو دونون کی ڈگری ہوگی اگر چوپایہ دونون کے قبضہ یا تیسرے کے قبضہ مین ہے کذا فی التبیین اور اگر معلوم ہو کہ چوپایہ کا سن ایک مدعی کی تاریخ سے مخالف ہے اور دوسرے کی تاریخ سے موافق کرنے مین اشکال ہے یعنی مشتبہ ہے تو جسکی تاریخ سے اشتباہ ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے تاریخ کہی مگر اُسکی تاریخ چوپایہ کے سن سے مشتبہ ہے تو اگر تیسرے کے قبضہ مین ہے تو دونون کے درمیان مشترک ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے قبضہ مین ہے تو انھین کے قبضہ مین چھوڑا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر ایک کے قبضہ مین ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر چوپایہ کا سن دونون تاریخون سے مخالف ہو تو دونون کی گواہیان باطل ہون گی اور قابض کے پاس چھوڑ دیا جائیگا کذا فی التبیین عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور اصح یہ ہے کہ دونون کی گواہیان باطل نہون گی بلکہ دونون کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ دونون غیر قابض ہون یا قابض ہون اور اگر ایک قابض ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی کذا فی التبیین خواہ قابض نے اپنے دعوے کے گواہ غیر قابض مدعی کی ڈگری ہونے سے پہلے قائم کیے ہون یا بعد کو قائم کیے ہون کذا فی المحیط اور اگر غیر قابض مدعی نے گواہ دیے کہ یہ غلام میرا ہے مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور یہ میرے بائع کی ملک مین پیدا ہوا تھا اور قابض نے گواہ دیے کہ

کہ یہ غلام میرا ہے مین نے اسکو فلان دوسرے شخص سے خریدا ہے اور یہ اسی کی ملک مین پیدا ہوا ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر غیر قابض مدعی نے اپنے بائع کی ملک مین پیدا ہونے کے گواہ سُنائے اور قابض نے اپنی ملک مین پیدا ہونے کے گواہ سُنائے تو قابض اولی ہے اسی طرح اگر قابض کے وارث یا وصی پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام مجھے ایک شخص سے ہبہ ملا اور مین نے قبضہ کیا اور یہ اسی شخص کی ملک مین پیدا ہوا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہے ایک بکری ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بکری میری ہے میری ملک مین پیدا ہوئی اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ میری ہے مین فلان شخص کی طرف سے اسکا مالک ہوا ہون اور یہ بکری اسی فلان شخص کی ملک مین پیدا ہوئی ہے تو قابض کے لیے اسکا حکم قضا ہوگا کذا فی الذخیرہ اور اصل مین مذکور ہے کہ قاضی مدعی دوم کے واسطے حکم منسوخ کرکے پہلے کی ڈگری کر دیگا اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط اور اگر دونون مین سے ایک نے ملک کے اور دوسرے نے نتاج کے گواہ دیے تو نتاج والا اولی ہے کوئی ہو اسی طرح اگر دو شخص غیر قابض یا قابض یا دعوی کرین تو نتاج والے مدعی کی گواہی اولی ہے اور اگر قابض نے نتاج کا دعوی کیا اور اُسکی ڈگری ہوگئی پھر تیسرے نے نتاج کے گواہ دیے تو اُسکی ڈگری ہوجائیگی مگر نہ اُس صورت مین کہ قابض اپنی ملک مین پیدا ہونے کے گواہ دوبارہ پیش کرے کذا فی الکافی اور اگر قابض کو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی قدرت نہوئی اور قاضی نے تیسرے کی ڈگری کر دی پھر قابض نے گواہ سُنائے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے تو اُسکی ڈگری ہوگی غلام اُسکو ملیگا اور اگر قابض دوبارہ گواہ نہ لایا بلکہ چوتھے نے حاضر ہوکر گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے تو قاضی تیسرے سے کہے گا کہ اپنے اس امر کے گواہ لا کہ یہ تیرا غلام ہے تیری ملک مین پیدا ہوا ہے اس شخص چوتھے کے سامنے دوبارہ پیش کرے پس اگر تیسرے نے گواہ پیش کیے تو وہی چوتھے سے زیادہ حقدار ہوگا پھر اگر پہلا مدعی حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ ایک مرتبہ اُسپر اسی غلام کی ڈگری ہوچکی ہے اس واسطے پھر اُسکے گواہ اس غلام کی بابت کسی پر مقبول نہون گے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا ہے اور یہی قیاس قول امام اعظمؒ ہے کذا فی المحیط ایک شخص کے قبضہ مین ایک غلام ہے اُسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے اور ایک دوسرے مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونون مدعیون کے درمیان نصف نصف غلام کی ڈگری کر دی پھر تیسرا شخص آیا اور اُسنے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو تمام غلام کی ڈگری اُسکے نام کر دی جائیگی اگر پہلے دونون مدعیون ڈگری داران نے دوبارہ اپنی ملک نتاج کے گواہ نہ پیش کیے پس اگر ایک نے بدون دوسرے کے دوبارہ گواہ پیش کیے تو جس نے نہین پیش کیے اُسکے آدھے کی ڈگری تیسرے کے نام ہوجائیگی اور جس نے دوبارہ پیش کیے ہین اُس مین تیسرے کا حق نہوگا پھر اگر پہلے مدعا علیہ نے جسپر ڈگری ہوچکی اور جسکے قبضہ مین غلام تھا یہ گواہ پیش کیے کہ غلام میرا ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے اور قاضی کے سامنے پیش کیے تو اسی کی ڈگری ہوجائیگی کیونکہ اگر وہ پہلے روز اس امر کے گواہ دیتا تو اُسکی گواہی اولی تھی ایسا ہی اگر بعد اُسکے پیش کیے تو اُسکے گواہ اولی ہین کذا فی الذخیرہ - اگر قابض و غیر قابض نے ملک مطلق کے دعوے پر گواہ قائم کیے اور قابض پر ملک مدعی کی ڈگری ہوگئی پھر اس قابض نے جسپر ڈگری ہوئی ہے ملک نتاج کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور پہلا حکم قضا باطل ہوگا یہ کافی مین ہے ایک غلام ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسنے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے مین نے اپنی ملک مین اسکو آزاد کر دیا ہے اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے تو ملک مین پیدا ہونے کے گواہ اولی ہین کذا فی فتاوی قاضیخان قابض و غیر قابض دونون نے اگر غلام کے نتاج کے گواہ پیش کیے اور تاریخ کے نہ ہونے مین

آزاد کرنا بھی ہے تو وہی اولی ہے اسی طرح اگر دونوں مدعیوں نے دعوی کیا درحالیکہ غلام تیسرے کے قبضہ میں ہے اور ایک مدعی آزاد کرنیکا بھی دعوی کرتا ہے تو وہی اولی ہے کیونکہ نتاج مع عتق کی گواہی زیادہ مثبت ہے کہ اسپر استحقاق اصلاً نہیں ہو سکتا ہے اور گواہی قابض مثبت ملک اگرچہ ہے مگر ایسا استحقاق اسپر آسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر غیر قابض مدعی نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنیکا دعوی کیا اور قابض نے فقط نتاج کا دعوی کیا تو اس صورت میں روایات مختلف ہیں ابو سلیمان کی روایت میں ہے کہ غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوگی اور مدبر کرنے کو بمنزلہ آزاد کرنے کے شمار کیا اور ابو حفص کی روایت میں بمنزلہ مکاتب کرنے کے شمار کیا اور قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط اور اگر مدعی نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعوی کیا اور قابض نے نتاج کے ساتھ قطعی آزاد کرنیکا دعوی کیا تو قابض کی گواہی اولی ہے اور اگر قابض نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعوی کیا اور مدعی نے عتق قطعی کا دعوی کیا تو مدعی اولی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر قابض نے نتاج کا دعوی کیا اور مدعی نے دعوی کیا کہ میری ملک ہے مجھ سے قابض نے غصب کر لیا ہے تو مدعی کی گواہی اولی ہے اور اسی طرح اگر قابض نے نتاج کا دعوی کیا اور مدعی نے کہا کہ میری ملک ہے میں نے اسکو اُجرت پر یا عاریت یا ودیعت دی ہے تو مدعی کی گواہی اولی ہے یہ محیط میں ہے ایک باندی پر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ باندی میری ہے میرے واسطے فلاں شہر کے قاضی نے اس شخص پر جسکے قبضہ میں ہے ڈگری کر دی ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے پس اگر مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے مدعی کی ڈگری ایسے گواہوں پر کردی جنہوں نے اُسکے پاس یہ گواہی دی کہ مدعی نے قابض سے اسکو خریدا ہے یا قابض نے اسکو صدقہ یا ہبہ مقبوضہ دیا ہے یا یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے اس مدعی کی ڈگری کر دی اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کر کے باندی مدعی کو دلا دیگا اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعی کے گواہوں نے اس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی کہ یہ باندی مدعی کی ہے اسکی ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے قاضی نے اسکی ڈگری کر دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کریگا اور امام محمد رح کے نزدیک توڑ دیگا اور اگر مدعی کے گواہوں نے قاضی کے سامنے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے قاضی فلاں نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے اس باندی کی ڈگری اس مدعی کے نام اس سبب سے کر دی کہ میرے پاس اسکے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے اسکی ملک میں پیدا ہوئی ہے تو شیخ الاسلام رح نے فرمایا ہے کہ دوسرا قاضی بالاجماع اسکو توڑ دیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اُسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شہر کے قاضی نے قابض پر باندی کی اُسکے نام ڈگری کر دی ہے اور گواہوں نے سبب قضا بیان نہ کیا اور دوسرے مدعی نے نتاج کے گواہ پیش کیے تو قاضی کے حکم والا اولی ہے اور اگر پہلے مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں قاضی نے اس سبب سے ڈگری کر دی ہے کہ اسکے سامنے گواہوں نے گواہی دی تھی کہ یہ باندی اسی کی ہے اور دوسرے مدعی نے نتاج کے گواہ دیے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکم قضا والا اولی ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نتاج کا مدعی اولی ہے کذا فی المحیط اگر مدعی خارج نے گواہ دیے کہ یہ باندی میری ہے میری ملک میں یہ غلام جنی ہے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو مدعی کی ڈگری باندی کی ہوگی کیونکہ باندی میں دونوں ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں پس مدعی کی ڈگری ہوگی پھر غلام باندی کی تبعیت میں استحقاق اسی کے پاس جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ایک بکری ہے اسپر ایک مدعی نے دعوی کیا اور گواہ دیے کہ یہ میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اور یہ صوف اس بکری سے حاصل ہوا ہے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو بکری و صوف مدعی کو دلائے جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہو اسنے گواہ قائم کیے کہ میرا غلام ہے میری ملک میں میری

له یعنی اسی شخص کے واسطے ڈگری ہو قرار دیا جائیگا جسکے ... ملک میں پیدا ہونا ... ثابت ہو

باندی و غلام سے پیدا ہے اور ایک مدعی نے اُسپر ایسے گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے
اور یہ حکم جو قابض کے واسطے غلام کی ملک کا ہوا ہے یہ ملک و نسب دونون مین ہے یعنی یہ غلام قابض کی باندی و غلام کے
نسب سے قرار پاویگا نہ مدعی کے غلام و باندی کے نسب سے یہ تلخیص ما فی المحیط ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر ایک مدعی نے
گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میری اس باندی اور اس غلام سے میری ملک مین پیدا ہوا ہے اور دوسرے مدعی نے بھی ایسے
ہی گواہ قائم کیے تو دونون کی ڈگری نصف نصف کی ہوگی اور یہ غلام قضاءً دونون غلامون اور دونون باندیون کے
نسب سے قرار پاویگا یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ دیے
کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک مین پیدا ہوا ہے اور باندی کا نام نہ لیا اور دوسرے مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے
اور میری اس باندی بریرہ سے پیدا ہوا ہے اور گواہ دیے تو اسی دوسرے کی ڈگری ہوگی پس اگر قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرا
غلام ہے میری ملک مین میری اس باندی حریرہ سے پیدا ہوا ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے کبریٰ مین ہے کہ دو
شخصون مین سے ہر ایک کے قبضہ مین ایک بکری ہے ہر ایک نے گواہ سُنائے کہ جو بکری دوسرے کے ہاتھ مین ہے وہ میری
ہے میری اس بکری سے جو میرے قبضہ مین ہے پیدا ہوئی ہے تو دعویٰ الاصل مین مذکور ہے کہ دونون کی گواہیان مقبول
ہونگی ہر ایک کی ڈگری دوسرے کی مقبوضہ بکری پر ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المضمرات اور دونون گواہیان اسوقت
مقبول ہونگی کہ جب بکریون کے سنون مین ایسا اشتباہ پڑا ہو کہ ہر ایک بکری دوسری بکری کی مان ہونے کا احتمال
رکھتی ہو اور اگر کوئی بکری دوسرے کی مان نہو سکتی ہو تو دونون کی گواہیان یکبارگی مقبول نہونگی اور اگر یون گواہ
قائم کیے کہ میرے قبضہ کی بکری میری ہے میری ملک مین پیدا ہوئی ہے اور دوسرے کی بکری کو اُسکے پاس کی بکری نے
جنا ہے اور دوسرے نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اُسکی مقبوضہ بکری کی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط
سرخسی مین ہے ہر وہ سبب جو مکرر نہو وہ نتاج کے معنی مین ہے جیسے بُننا اُس کپڑے کے حق مین جو صرف ایک مرتبہ بنا جاتا
ہے جیسے روئی کے کپڑے اور روئی کاتنا اور دودھ دوھنا یا جبنہ بنانا اور نمدہ بنانا اور مرعزی تیار کرنا اور ریشم کا نکالنا
اور جو سبب مکرر ہوتا ہے وہ نتاج کے معنی مین نہین ہے تو ایسے سبب مین مثل ملک مطلق کے دعوے کے مدعی غیر
قابض کی ڈگری ہوگی مثل زراعت گندم و حبوب و بناء عمارت وغیرہ اور اگر اشتباہ و اشکال واقع ہو جاے تو اس
کام کے خبردارون سے دریافت کیا جائیگا کذا فی الکافی ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ میرا ہے مین نے اسکو
بنایا ہے یا تلوار کے پھل کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے مین نے اسکو ڈھالا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے
گواہ قائم کیے پس اگر قاضی کو قطعاً معلوم ہے کہ ایسا کپڑا یا پھل صرف ایک بار کے سواے نہین تیار ہوتا ہے تو قابض کی ڈگری
ہوگی اور قطعاً معلوم ہوا کہ بار بار بنتا ہے تو مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر قاضی کو اشکال و اشتباہ پیش آیا تو اسکے جاننے
والون سے جو عادل ہین دریافت کرے اور ایک کافی ہے اور اگر دو ہون تو احتیاط زیادہ ہے اور اگر جاننے والون مین
بھی باہم اختلاف پڑا یہان تک کہ اشکال ویسا ہی رہا تو دو روایتین مین ایک روایت یہ ہے کہ مدعی کی ڈگری ہوگی کذا
فی المحیط اسی طرح اگر اہل صناعت مختلف ہون تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الوجیز للکردری اگر دو عورتون نے روئی کے
سوت مین جھگڑا کیا ہر ایک کہتی ہے کہ مین نے اسکو کاتا ہے تو قابضہ کی ڈگری ہوگی یہ کافی قاضیخان مین ہے اور اگر بجاے
اسکے دوسرے سوت مین ایسا جھگڑا ہوا تو عورت مدعیہ کی ڈگری دلائی ہے کذا فی الظہیریہ ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے

جھگڑا ہوا قابض نے گواہ دیے کہ اسکا آدھا مین نے بنا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ اسکا آدھا مین نے بنا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں آدھے پہچان پڑتے ہیں تو ہر ایک کو اسکا بنا ہوا آدھا دیا جاتا ہے اور اگر نہیں پہچانے جاتے ہیں تو سب کپڑا مدعی کا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس بکری کی اون ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بکریوں سے کاٹی ہے اور اسکے گواہ قائم کیے اور ایک مدعی نے خود دعویٰ کیا اور ایسے ہی گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی الذخیرہ اگر ایک شخص کے مقبوضہ گھی یا روغن زیتون یا تل کے تیل پر دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اسکو تھما یا ہے اور گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی مثل اسکے گواہ دیے تو قابض کی ڈگری ہوگی اور یہی حکم آٹے اور ستون میں ہے کذا فی المحیط۔ اگر چیستہ میں جھگڑا ہوا اور مدعی اور قابض میں سے ہر ایک نے گواہ دیے کہ یہ چیستہ میرا ہے میں نے اسکو اپنی ملک میں بنایا ہے تو وہ قابض کا ہوگا اسی طرح اگر دودھ کے حلاب میں جھگڑا ہوا اور اس طرح ہر ایک نے گواہ پیش کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی الکافی اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ جس دودھ سے یہ چیستہ بنا ہے وہ میرا تھا تو مدعی کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیے کہ دودھ میری بکری سے میری ملک میں دوہا گیا ہے اور اس سے یہ چیستہ بنایا گیا تو قابض کے لیے چیستہ کا حکم ہوگا اور اگر ہر ایک نے یہ گواہ دیے کہ جس بکری سے دودھ دوہ کر یہ چیستہ بنا ہے وہ میری ملک ہے تو مدعی کے لیے حکم ہوگا اور اگر ہر ایک نے یہ گواہ پیش کیے کہ جس بکری سے دودھ دوہ کر دودھ سے یہ چیستہ بنایا گیا ہے وہ میری بکری سے پیدا ہوئی ہے تو چیستہ کی قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط اور اگر مدعی قابض نے کہا کہ یہ چیستہ میرا ہے میں نے اسکو اپنی بکری کے دودھ سے بنایا ہے اور غیر قابض مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو بکری کی ڈگری غیر قابض کے واسطے ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر کسی زیور کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اسکو اپنی ملک میں ڈھالا ہے تو یہ دعویٰ نتاج نہیں ہے اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ یہ گیہوں میرے ہیں میں نے خود انکو بویا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے دادا کا گھر ہے میں نے اسکو میراث میں پایا ہے اور تمام صورت میراث کو بیان کیا یہاں تک کہ حسنہ اس تک پہونچا اور قابض نے بھی اسی طرح گواہ دیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔ اگر زمین و درخت خرما ایک شخص کے مقبوضہ میں ہیں اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین و درخت میرے ہیں اور میں نے یہ درخت اس زمین میں لگائے ہیں اور قابض نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی خارج کی ڈگری ہوگی اور ایسے ہی تاک انگور اور دوسرے درختوں کا حکم ہے کذا فی الکافی۔ اگر زمین میں کھیتی ہو اور قابض مدعی میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہے اور کھیتی اس میں میں نے لگائی ہے تو زمین اور کھیتی کی ڈگری مدعی کو دیجائیگی کذا فی المحیط اسی طرح اگر عمارت میں اختلاف کیا اور ہر ایک نے گواہ دیے کہ میں نے اپنی زمین میں عمارت بنائی ہے تو بھی مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی محیط السرخسی اگر کسی کے پاس قباء بھری ہوئی ہے اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے میں نے اسکو اپنی ملک میں قطع کیا اور بھروایا ہے اور قابض نے بھی اسکے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے ایسے ہی جبہ بھرا ہوا ہے اور پوستین اور ہر چیز کپڑے کی جو قطع کی جاتی ہے اور بچھونے فرش اور دسترخوان اور تکیہ ایسے ہی عصفر یا زعفران یا ورس سے رنگا ہوئے کپڑے میں اگر مدعی و قابض نے اس طرح گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی الظہیریہ یہ زیادۃ التصحیح ایک کھال ایک شخص کے پاس ہے اسپر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری ہے میں نے اپنی ملک میں اسکو کھینچا ہے اور قابض نے گواہ اسکے مثل قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی ایک بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے میں نے اسکو ذبح کیا اور اسکی کھال کھینچی اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو مدعی کی

ڈگری دی جاویگی یہ محیط میں ہے اگر ہر ایک نے دونون میں سے یہ گواہ پیش کیے کہ بکری میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے میں نے اسکو ذبح کیا ہے اور اسکا سر اور کھال و سقط میرا ہے تو کل کے قابض کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے اگر قابض و مدعی نے بھنے ہوئے گوشت یا بھنی ہوئی مچھلی میں جھگڑا کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی ملک میں اسکو بھونا ہے تو مدعی کی ڈگری ہوگی اور ایسا ہی مصحف میں ہر ایک نے اگر گواہ قائم کیے کہ میرا ہے میں نے اپنی ملک میں لکھا ہے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ کتابت مکرر ہوتی ہے کیونکہ مکتوب و محو پھر مکتوب ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر پیتل کا کوزہ یا طشت یا برتن لوہے یا تانبے یا پیتل کا ہو یا برنجی یا رانگہ کا ہو یا دونون کو اُس سانچے کے ہون یا پیالے یا تابوت یا تخت یا محمل یا قبہ یا موزہ یا ٹوپی ہو تو مدعی غیر قابض کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ مکرر مصنوع ہوتے ہون ورنہ قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی الخلاصہ اگر ایک شخص کی مقبوضہ پکی اینٹون پر دعویٰ کیا کہ میری ہیں میں نے ان کو اپنی ملک میں تیار کیا ہے اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر بجائے پکی اینٹون کے کچی اینٹیں یا گچ یا چونہ ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط ایک کھال کھینچی ہوئی بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور اُسکی کھال اور سقط دوسرے کے قبضہ میں ہے پس بکری کے قابض نے گواہ دیے کہ بکری اور کھال اور سقط سب میرا ہے اور کھال اور سقط کے قابض نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اُسکی مقبوضہ چیز کی ڈگری کر دی جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں کبوتر یا مرغی یا کوئی ایسا پرندجانور ہے جو انڈے سے نکلتا ہے اور دوسرے ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری کر دی جاویگی کذا فی الذخیرہ اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ وہ انڈا کہ جس میں سے یہ مرغی پیدا ہوئی ہے میرا تھا تو اسکے نام مرغی کی ڈگری نہ کیجاویگی لیکن مرغی کے مالک پر اُسکے مثل ایک انڈا انڈے کے مالک کو دینے کا حکم ہوگا یہ مبسوط میں ہے غصب کی ہوئی مرغی نے دو انڈے دیے ایک انڈے کو مرغی نے اپنے نیچے رکھکر سیا اور اُس میں سے بچہ نکلا اور دوسرے انڈے کو غاصب نے دوسری مرغی کے نیچے بٹھا کر بچہ نکلوایا تو مرغی اور جو بچہ اُسکے نیچے نکلا ہے وہ مغصوب منہ کو دلایا جاویگا اور جو بچہ غاصب نے نکلوایا ہے وہ اُسی کو ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے صوف و درخت کے پتے اور پھل بمنزلہ نتاج کے ہیں اور درخت کی شاخیں اور گیہون بمنزلہ نتاج کے نہیں ہیں یہان تک اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ صوف میری بکری کا ہے یا یہ پھل یا پتے میرے درخت کے ہیں اور یہ شاخیں میرے درخت کی ہیں اور یہ گیہون اُس گیہون کے ہیں جو میں نے اپنی زمین میں بوئے تھے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو شاخ اور گیہون کی صورت میں مدعی کی ڈگری ہوگی اور صوف اور پھل اور پتے کی صورت میں قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط اگر ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے میں نے اسکو بنا ہے اور گواہ قائم کیے مگر گواہون نے اُسکے بننے کی گواہی دی اور اُسکے ملک ہونے کی گواہی نہ دی تو مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر جوپایہ میں یہ گواہی دی کہ یہ اسی کے پاس پیدا ہوا ہے یا یہ باندی اسی کے پاس پیدا ہوئی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ اسی کی ملک ہے تو بھی مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ یہ باندی اسکی باندی کی بیٹی ہے اور ملک نہ بیان کی تو بھی مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر کپڑے میں یون گواہی دی کہ یہ کپڑا فلان شخص کے سوت کا ہے مگر ملک کی گواہی نہ دی تو فلان کے واسطے حکم نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر انھون نے بیان کیا کہ جس شخص فلان شخص کی مملوکہ روئی سے سوت کاتا اور اُس سے یہ کپڑا بنا ہے تو غصب کرنے والے پر اُسکے مثل روئی کی ڈگری ہوگی اور کپڑا غاصب کا

ہوگا ولیکن اگر مالک یون کہے کہ مین نے اسکو کاتنے اور بُننے کا حکم کیا تھا تو بعینہٖ وہی کپڑا لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر
گواہون نے گواہی دی کہ یہ چھوارے اس مدعی کے درخت کے ہین تو چھوہارون کی ڈگری کہ مدعی کے نام ہوجائیگی
یہ محیط مین ہی اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ گیہون اُس کھیتی کے ہین جو فلان شخص کی زمین مین لگی تھی یا یہ چھوارے
اُس درخت کے ہین جو فلان شخص کی زمین مین تھا یا یہ انگور خشک فلان شخص کی زمین کے تاک کے ہین تو اُس فلان
شخص کی ڈگری ہوگی ولیکن اگر قابض نے فلان شخص کی ملک ہونے کا اقرار کردیا تو اسکے اقرار سے یہ فلان شخص کو دلائے
جائینگے اور اگر یون گواہی دی کہ یہ غلام فلان شخص کی باندی نے جنا ہی تو غلام مالک کنیز کا ہوگا اور اگر گواہی دی کہ
یہ گیہون اس شخص کی کھیتی کے ہین تو گیہون اُسکو دلائے جائینگے اسیطرح اگر گواہی دی کہ یہ انگور خشک فلان شخص کے تاک کے
ہین تو انگور کی ڈگری فلان شخص کے نام ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر گواہی دی کہ زید نے یہ آٹا عمرو کے گیہون
سے پیسا ہی اور عمرو اُسکا مالک تھا تو زید پر ان گیہون کے مثل گیہون کے دینے کی ڈگری ہوگی اور اگر عمرو نے کہا کہ
مین نے زید کو پیسنے کا حکم کیا تھا تو آٹا لے لیگا کذا فی المبسوط - ایک شخص کے ہاتھ مین ایک عصفر کا رنگا ہوا کپڑا ہی اسپر
گواہون نے گواہی دی کہ یہ عصفر جس سے یہ کپڑا رنگا ہی اس مدعی کا ہی اس سے مدعا علیہ نے یہ رنگا ہی اور رنگنے والا دعویٰ
کرتا ہی کہ کپڑے کے مالک نے خود رنگا ہی اور مالک اس سے منکر ہی تو مالک کا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین ہی ایک باندی
اور اس کی بیٹی دوسرے کے قبضہ مین ہی اسپر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہی اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے باندی
کی ڈگری اُسکے نام کردی تو یہ باندی کی بیٹی کو نہین لے سکتا ہی اگرچہ باندی کو ملک مطلق کے استحقاق سے لے لیا ہی اور اگر باندی
کی بیٹی مدعا علیہ کے قبضہ مین ہو تو باندی مع بیٹی کے لے سکتا ہی اور اگر ایک شخص کے قبضہ مین چھوہارے کا درخت ہو اسپر ایک
شخص نے دعویٰ کرکے اپنے نام ڈگری کرالی اور اس درخت کے چھوہارے دوسرے کے قبضہ مین ہین تو وہ چھوہارے بھی
لے لیگا اور پھلون خرما کا حکم بچہ کے مانند نہین ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ ہشام رح کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے
دریافت کیا کہ ایک زمین ہی کہ اس مین گیہون کی کھیتی بوئی گئی تھی ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین میری ہی اور گواہون
نے بیان کیا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ یہ کھیتی کس کی ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جب کھیتی کا حال معلوم نہو تو وہ زمین کے
تابع کیجائیگی پھر مین نے پوچھا کہ اگر قابض نے کہا کہ کھیتی مین نے بوئی ہی اور اسکے گواہ دیے تو کیا کھیتی اُسکو دلائی جائیگی
کہا کہ ہان پھر مین نے کہا کہ اگر کھیتی کاٹی یا روندی ہوئی ہو اور گواہون نے کھیتی کی نسبت کسی کی ملکیت کی
گواہی نہ دی تو فرمایا کہ کھیتی اُسکی ہوگی جسکے ہاتھ مین زمین ہی کذا فی المحیط اگر مدعی نے ملک مطلق کے گواہ دیے اور قابض
نے اس سے خریدنے کے گواہ دیے تو قابض کی گواہی اولیٰ ہی کذا فی الہدایہ اگر دو مدعیون مین سے ایک نے ہبہ مع
قبضہ کا اور دوسرے نے خرید کا ایک ہی شخص کی طرف سے دعویٰ کیا اور یہ مال معین تیسرے کے قبضہ مین موجود ہی اور دونون
نے تاریخ نہ کہی یا تاریخ برابر ایک ہی ہی تو خرید کی گواہی اولیٰ ہی اور اگر ایک نے تاریخ کہی دوسرے نے نہ کہی تو تاریخ
بیان کرنے والا اولیٰ ہی خواہ کوئی ہو اور اگر دونون نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی اولیٰ ہی اور اگر وہ شے معین
دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ہو تو وہ اولیٰ ہی الا یہ کہ دونون کی تاریخ بیان کرین اور مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو
تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر وہ چیز دونون کے قبضہ مین ہو تو وہ دونون مین مشترک ہوگی الا اس صورت مین کہ وہ دونون
مین سے ایک کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے صدقہ مع قبضہ کا اور دوسرے نے خرید کا دعویٰ

کیا تو اُسکا بھی حکم اسی طرح ہے یہ محیط میں ہے- ایک شخص کے قبضہ میں ایک شئ معین ہے اُسپر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ مین نے زید سے ہزار درم کو خریدی دوسرے نے دعویٰ کیا کہ بکر نے مجھے ہبہ مقبوضہ دی تو دونوں مین مشترک کا حکم ہوگا اسی طرح اگر تیسرے نے پدر سے میراث کا اور چوتھے نے خالد سے صدقہ کا دعویٰ کیا تو سب مین چار حصوں پر تقسیم ہوگی اگر مال معین دو مین سے ایک کے قبضہ مین ہو تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی ولیکن اگر کسی کی تاریخ سابق ہو تو اُسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ مین ہو تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہ شئ ایسی ہو کہ جسکے تقسیم سے ٹکڑے نہین کیے جاتے ہین جیسے گھوڑا و غلام وغیرہ اور اگر ایسی چیز ہو کہ جسکے ٹکڑے کیے جاتے ہین جیسے دار وغیرہ تو خرید کے مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور صحیح یہ ہے کہ جو غیر منقسم کہ محتمل قسمت ہے اور جو نہین ہے اس حکم مین یکسان ہے کذا فی المحیط والذخیرہ- ہبہ وصدقہ کے دعوے مین اگر دونوں مین قبضہ ہو تو یکسان ہین اور یہ حکم ایسی چیزون مین جو محتمل قسمت نہین ہین بلا خلاف ہے اور جو محتمل قسمت ہین اُن مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ صحیح نہین ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں فریق گواہون نے وقت بیان نہ کیا اور کسی کا قبضہ بھی نہین ہے اور اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو سابق الوقت اولیٰ ہے اور اگر دونوں نے وقت نہ بیان کیا ولیکن ایک کا قبضہ ہے تو وہی اولیٰ ہے ایسے ہی اگر قابض مدعی نے وقت بیان کیا تو بھی وہی اولیٰ ہے کذا فی التبیین اور اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو وہ اولیٰ ہے کذا فی المحیط ایک شخص کے مقبوضہ مال عین پر دو مدعیون نے دعویٰ کیا ایک نے زید سے خریدنے کا اور دوسرے نے زید سے رہن رکھکر قبضہ کرنیکا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور دونوں نے تاریخ بیان نہ کی یا ایک ہی تاریخ بیان کی تو خرید اولیٰ ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نہ بیان کی تو تاریخ والا اولیٰ ہے کوئی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو وہی اولیٰ ہے اور اگر مال عین کسی ایک کے قبضہ مین ہو تو وہ اولیٰ ہے ولیکن اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہے تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے- اگر قابض کی طرف سے ایک نے رہن و قبضہ کا اور دوسرے نے ہبہ و قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ دیے مگر کسی کے گواہون نے تاریخ یا قبضہ نہ بتلایا تو رہن اولیٰ ہے اور یہ استحسان ہے کذا فی التبیین اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی شخص کی طرف سے ملک کا ہو اور اگر دو شخصون کی طرف سے ہو تو دونوں برابر ہین یہ سراج الوہاج مین ہے پس اگر تاریخ یا قبضہ کی سبقت کی وجہ سے ترجیح رکھتا ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے یہ حکم اُس وقت ہے کہ ہبہ بشرط عوض نہو اور اگر بشرط عوض ہو تو یہ اولیٰ ہے کذا فی السراج والہدایہ- اگر مدعی نے غلام کی نسبت خرید لینے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کی جورو نے دعویٰ کیا کہ میرا نکاح اسپر ہوا ہے تو دونوں مدعی یکسان ہین غلام کی ڈگری دونوں مین نصف نصف ہوگی یہ اُس صورت مین ہے کہ دونوں نے تاریخ نہ کہی یا تاریخ ایک ہی کہی ہو اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک خرید اولیٰ ہے اور اگر دونوں کی تاریخ مین ایک کی تاریخ سابق ہے تو سابق التاریخ اولیٰ ہے یہ غایۃ البیان مین ہے پھر ابو یوسف رح کے نزدیک عورت کو آدھا غلام ملیگا اور آدھے کی قیمت شوہر پر واجب ہوگی اور مشتری کو آدھا غلام اور آدھے غلام کا ثمن آدھا بائع سے ملسکتا ہے اگر لینا چاہے ورنہ بیع فسخ کر دیوے اور امام محمد رح کے نزدیک عورت کو تمام غلام کی قیمت شوہر سے ملے گی یہ تبیین مین ہے- اگر نکاح اور ہبہ اور رہن و صدقہ جمع ہو تو نکاح اولیٰ ہے کذا فی المحیط- دو گواہون نے قرض کی گواہی دی اور دو گواہون نے مضاربت کی تو مدعی قرض کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی محیط السرخسی-

متفرقات منتقی میں ہے کہ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ دیئے کہ میں نے اس دار کا دعویٰ
کیا تھا اور قابض نے مجھ سے سو درم پر صلح کر لی تھی اور قابض نے گواہ دیئے کہ مدعی نے مجھکو اس دار کے دعوے میں
اپنے حق سے بری کر دیا تھا تو صلح کے گواہ اولیٰ ہیں کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ
میں نے یہ باندی اس قابض سے ہزار درم کو خرید کے آزاد کر دی ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قابض پر
گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ باندی قابض سے ہزار درم کو خریدی اور آزاد کر نیکا ذکر نہ کیا تو آزاد کرنے والے کے گواہ
اولیٰ ہیں اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر مدعی خرید نے قبضہ ذکر کیا تو کیا حکم ہے پس اگر اُسنے قبضہ کر لیا ہو تو وہ اولیٰ ہے یہ محیط میں
ہے۔ ایک شخص کا غلام ہے غلام نے اپنے مولیٰ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے آزاد یا مدبر کر دیا ہے اور ایک مدعی نے گواہ
قائم کیے کہ میں نے اسکو اسکے مالک سے ہزار درم کو خریدا ہے پس اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو غلام کے گواہ اولیٰ
ہیں اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق
ہے تو سابق التاریخ اولیٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک باندی نے اپنے مولیٰ پر دعویٰ کیا کہ میری اس سے ولاد ہوئی ہے اور اسکے
گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیئے کہ میں نے یہ باندی اسکے مالک سے خریدی ہے تو باندی کے گواہ اولیٰ ہیں خواہ
باندی مشتری کے قبضہ میں ہو یا نہو اور اگر مشتری کے گواہوں نے بچہ جننے سے تین برس پہلے خریدنے کا وقت بیان کیا تو مشتری
کے گواہ اولیٰ ہوں گے یہ محیط میں ہے ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسنے گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکو مدبر کر دیا درحالیکہ اسکا
مالک ہوں اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ مجھ سے میری ام ولد ہو گئی ہے اور میں اسکا مالک ہوں اور تیسرے نے بھی ایسے
گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہو گی یہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر غلام نے گواہ دیئے کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور
فلاں شخص اس سے منکر ہے یا مقر ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس دوسرے مدعی کی ڈگری ہو جائیگی
اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ یہ اسکے قبضہ میں تھا یا یہ کل کے روز اسکے
قبضہ میں تھا تو بھی یہ گواہی مقبول ہو گی کذا فی المبسوط اور اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسکو آزاد کیا
درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا اور مدعی کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام ہے تو آزادی کے گواہوں پر ڈگری ہو گی کذا
فی المحیط اور اگر مولیٰ نے گواہ دیئے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسکو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا کہ یہ اسکا غلام ہے تو آزادی کے گواہوں
پر حکم ہو گا اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ اسکو فلاں شخص نے مدبر کر دیا ہے درحالیکہ وہ اسکا مالک ہے اور ایک
مدعی نے گواہ دیئے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدبر کرنے کے گواہوں کی ڈگری ہو گی چنانچہ اگر خود مولیٰ نے مدبر کرنے کے گواہ دیئے اور
مدعی نے اپنے غلام ہونے کے گواہ سنائے تو مولیٰ کے گواہوں پر حکم ہو گا کذا فی الذخیرہ اور اگر غلام نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص نے
اسکو مکاتب کیا ہے درحالیکہ وہ اسکا مالک ہے اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس دوسرے کے گواہوں پر
غلام ہونے کی ڈگری ہو گی اور اگر قابض نے گواہ سنائے کہ میرا غلام ہے میں نے اسکو مکاتب کیا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ
سنائے کہ میرا غلام ہے تو دوسرے مدعی کے غلام ہونے کی ڈگری ہو گی یہ محیط میں ہے ایک غلام زید کے قبضہ میں ہے عمرو نے گواہ دیئے
کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسکو آزاد کیا ہے اور بکر نے گواہ سنائے کہ یہ میرا ہے میں نے اس سے عقد موالات کی ہے تو عمرو کے لیے
یہ ڈگری ہو گی کذا فی الذخیرہ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے قابض نے گواہ سنائے کہ میں نے اسکو آزاد کیا ہے درحالیکہ
میں اسکا مالک تھا اور ایک شخص نے بھی ایسے ہی گواہ سنائے پس اگر غلام نے ایک کی تصدیق کی تو اسی کی ڈگری ہو گی ...

اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو حکم کیا جائیگا کہ غلام کی ولاء دونوں میں نصف نصف منقسم ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے اسکو ہزار درم پر آزاد کر دیا ہے درحالیکہ میں اسکا مالک تھا تو غلام کی تصدیق کرنے اور تکذیب کرنے پر لحاظ نہ کیا جائیگا اور ڈگری ہو جائیگی کہ غلام کی ولاء دونوں میں منقسم اور ہر ایک کے اُسپر ہزار درم واجب ہیں اور اگر ایک فریق گواہوں نے مال ذکر کیا اور دوسرے فریق نے ذکر نہ کیا تو گواہی مدعی مال کی مقبول ہوگی اور اُسی کی ولاء ہوگی اور غلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے کی پروا نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اُسپر اسکے بیٹے نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے مجھے صدقہ دیا ہے حالانکہ وہ لڑکا صغیر اُسکی پرورش میں ہے اور غلام نے گواہ دیے کہ اسکے باپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے نابالغ صغیر لڑکے کو غلام صدقہ یا ہبہ کیا ہے اور اُسنے قبضہ کیا اور ہم نے اسکے قبضہ کو معائنہ کیا اور غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ باپ نے اسکو آزاد کیا ہے اور وقت بیان نہ کیا تو صدقہ جائز رکھونگا اور عتق باطل کرونگا منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے درحالیکہ وہ مریض تھا اور وارث نے کہا کہ گواہوں کے آنے کے وقت وہ ہذیان بکتا تھا اور وارث نے آزاد کر دینے کا اقرار کیا تو فرمایا کہ وارث کا قول مقبول ہوگا جب تک گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ وہ شخص اُسوقت صحیح العقل تھا اور اگر وارث نے آزاد کرنے کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ وہ ہذیان بکتا تھا تو غلام کا قول مقبول ہوگا جبتک کہ وارث اس امر کے گواہ قائم نہ کرے کہ ہذیان بکتا تھا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اور اُسکا ایک بچہ ہے پس باندی نے دعویٰ کیا کہ مجھے تو نے قبل ولادت کے آزاد کیا ہے پس بچہ آزاد ہے اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد ولادت کے آزاد کیا ہے اور بچہ غلام ہے تو عیون میں مذکور ہے کہ بچہ اگر باندی کے پاس ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بچہ اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو بھی باندی کا قول مقبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باندی کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہی حکم مکاتب کرنے کے دعوے میں ہے و لیکن مدبر کرنے کے دعویٰ میں مولیٰ کا قول مقبول ہوگا۔ منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر بچہ خود اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور اگر نہیں بیان کر سکتا ہے تو جسکے قبضہ میں ہے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باندی کے گواہ اولیٰ ہیں اور یہی حکم کتابت میں ہے اگر اپنی باندی آزاد کر دی پھر کچھ دنوں بعد اُسکے بچہ میں جھگڑا کیا باندی نے کہا کہ میں بعد آزاد ہونے کے جنی تھی مگر تو نے مجھ سے لے لیا اور مولیٰ نے کہا کہ قبل آزادی کے جنی تھی اور میں نے تجھ سے لے لیا اور بچہ کچھ بیان کرنے کے لائق نہیں ہے تو مولیٰ پر واجب ہے کہ بچہ اُسکی ماں کو واپس کرے اور یہی حکم ہے مکاتب کرنے میں اور مدبر کرنے اور ام ولد میں مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے کہ وہ حریت کا دعویٰ کرتا ہے اور قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے پس اگر غلام اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے تو قابض کا قول لیا جائیگا کیونکہ غلام مثل متاع کے ہے اور اگر تعبیر کر سکتا ہو یا بالغ ہے تو غلام کا قول لیا جائیگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص ایک شہر میں آیا اور اُسکے ساتھ مرد اور عورتیں اور لڑکے ہیں کہ اُسکی خدمت کرتے ہیں اور سب اُسکے قبضہ میں ہیں پس اُسنے دعویٰ کیا کہ یہ سب میرے مملوک ہیں اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم سب آزاد لوگ ہیں تو انھیں لوگوں کا قول لیا جائیگا جبتک خود یہ لوگ اُسکی ملکیت کا اقرار کلام یا بیع سے نہ کریں یا وہ شخص اُن پر اپنے ملک کے گواہ قائم نہ کریں اگرچہ ہند یا سند یا ترک یا روم کے کیوں نہوں اور مشائخ نے اسکی تاویل

یون فرمائی یعنے اُن کو مقہور کر کے نہ لایا ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ لوگ مقہور کر کے لائے گئے ہوں تو اُنکا قول کہ ہم آزاد لوگ ہیں مقبول نہوگا کذا فی المحیط ایک شخص نے اصلی آزاد ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے ماں و باپ کا نام اور اُن کی حریت بیان نہ کیا تو جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضے ہیں اور کچھ ترکہ نچھوڑا سوائے ایک باندی کے کہ اُسکی گود میں لڑکا ہے پس باندی نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی ام ولد ہوں اور یہ لڑکا میت کا ہے تو اُسکا قول مقبول نہوگا جبتک اسکے گواہ نہوں کہ میت نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ باندی میری ام ولد ہے اور اگر وارثوں نے گواہی دی کہ یہ اُسکی ام ولد ہے تو اُن کی گواہی مقبول ہوگی اور قرضخواہوں کو اس باندی کے لینے کی کوئی راہ نہوگی کذا فی المحیط۔ ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس کو ودیعت دیا ہے پس اُس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو اتنی صورتوں سے خالی نہیں یا تو دونوں کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا یا پہلے یا ہر ایک کے ایک ایک گواہ قائم کرنے کے بعد یا ایک کے دونوں گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا پس اگر سماعت کے بعد قبل اسکے کہ گواہوں کی گواہی پر حکم ہو کسی کے واسطے اقرار کیا تو غلام اُسکو دیا جائیگا اور اگر دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی اور مقرلہ کی گواہی باطل نہوگی اور اگر قبل گواہ قائم کرنے کے ایک کے واسطے اقرار کیا پھر گواہ قائم ہوئے تو غیر مقرلہ کی ڈگری ہوگی اور اگر ہر ایک کے ایک گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا تو مقرلہ کو دیا جائیگا اور دوسرے سے کہا جائیگا کہ دوسرا گواہ قائم کر پس اگر اُسنے قائم کیا تو اُسکی ڈگری ہوجائیگی اور اگر ہنوز ڈگری نہوئی تھی کہ مقرلہ دوسرا گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور اگر ہنوز ڈگری نہوئی تھی کہ غیر مقرلہ نے پہلے گواہوں کا اعادہ کیا یا دو مستقل گواہ قائم کیے تو تمام غلام کی اُسی کے نام ڈگری ہوگی پھر اگر مقرلہ نے غیر مقر پر اپنے پہلے گواہ کا اعادہ کیا یا مستقل گواہ سنائے خواہ اُسکے نام ڈگری ہو گئی ہو یا نہیں ہوئی تو سماعت نہوگی اور اگر غیر مقرلہ نے کہا کہ میرا پہلا گواہ مرگیا یا غائب ہے تو اُس سے کہا جائیگا کہ دوسرا گواہ لا پھر اگر بجائے اُسکے دوسرا لایا تو کل غلام کی اُس کے نام ڈگری ہوگی لیکن اگر مقرلہ دوسرا گواہ لایا یا دو مستقل گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ یا غیر مقرلہ دو مستقل گواہ لایا تو کل غلام کی اُسکے نام ڈگری ہوگی۔ اور اگر قابض نے کسی کے واسطے اقرار نہ کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ڈگری ہو گئی پھر ایک نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے تو سماعت نہوگی اور اگر ایک کے گواہوں کی تعدیل نہوئی یا گواہی قائم نہوئی یہاں تک کہ دوسرے کی ڈگری ہو گئی پھر اُسنے جسکے گواہ نہ تھے گواہ عادل قائم کیے کہ غلام میرا ہے تو جسکی ڈگری ہو چکی ہے اُسپر اُسکی ڈگری کر دی جائیگی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قائم نہیں کیے اور قابض نے اس دوسرے کے واسطے جسنے گواہ نہیں قائم کیے ہیں اقرار کر دیا تو اُسی کو دیا جائیگا اور غیر مقرلہ کے گواہوں پر ڈگری کر دی جائیگی بدون اس کے کہ اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی تکلیف دیجائے اور یہ ڈگری مقر پر ہوگی مقرلہ پر نہوگی حتی کہ اگر مقرلہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس مقر کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اُسکے نام ڈگری ہوجائیگی اور اگر اُسکے نام ڈگری نہوئی یہانتک کہ غیر مقرلہ نے اپنے گواہوں کا اعادہ کیا تو مقرلہ کے گواہ باطل ہوں گے اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہوجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک مکان ہے اُسپر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا ہے میں نے قابض کو دس درم ماہواری پر کرایہ پر دیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض اس میں ایک مہینہ رہا ہے اور وہ ان دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو دونوں کے نام اُس مکان کی ڈگری نصف نصف ہوگی اور بھی دس درم لیکر نصف نصف باہم تقسیم کر لیں گے یہ محیط میں ہے نوادر ہشام میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا ہے اور ہزار درم اسپر قبضہ کر لیا اور دام دینے پھر اسکے بعد

بائع کے واسطے ہونے کا غلام کا اقرار کر دیا اور کہدیا کہ یہ غلام فلان شخص یعنی بائع کا ہے اور بائع نے اُسپر قبضہ کر لینا چاہا اور کہا کہ غلام میرا ہے پس مقر یعنی مشتری نے کہا کہ مین نے تو تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا ہے تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح ایک شخص زید نے کل ایک غلام کا عمرو کے واسطے اقرار کر دیا اور آج عمرو نے اُسی غلام کا زید کے واسطے اقرار کر دیا پس زید نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے پس عمرو نے اُس سے کہا کہ مین نے آج تیرے واسطے تو اس وجہ سے اقرار کر دیا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا ہے اور تیرے ہی پاس سے مجھے پہونچا تھا تو عمرو ہی کا قول مقبول ہوگا اور زید اُسکو بلاثمن نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک کپڑا ہے اُس سے دوسرے نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ پچاس درم کو یہ کپڑا بیچا ہے اُس قابض نے کہا کہ تو نے تو مجھے ہبہ کر دیا ہے تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور اُسپر پچاس درم لازم ہونگے کذا فی المحیط۔

تیسری فصل

ایک قوم و رہط کے دعوی کرنیکے بیان مین درحالیکہ انکا دعوی مختلف ہے اقول الرہط دس سے کم۔ القوم جماعت۔ اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر دو شخصون نے دعوی کیا ایک نے کل دار کا دوسرے نے نصف دار کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو کل والے کو تین چوتھائی اور نصف والے کو ایک چوتھائی امام اعظمؒ کے نزدیک ملیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر دونون مدعیون کے پاس گواہ نہون تو قابض سے قسم لیجائیگی پس اگر ہر ایک کے دعوے پر اُسنے قسم کھائی تو دونون کی خصومت سے بری ہو گیا اور دار اسی کے قبضہ مین جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر دار دو شخصون کے قبضہ مین ہو اور ایک نصف کا دعوی کرتا ہے اور دوسرا کل کا۔ پس اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو کل کے مدعی پر قسم نہین ہے اور نصف کے مدعی سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو دار ان دونون کے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا اور آدھا آدھا دونون کا ہوگا اور اگر نکول کیا تو دوسرے کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کے لیے کل دار کی ڈگری ہوجائیگی آدھا تو گواہون کی گواہی پر اور آدھا دوسرے کے اقرار پر دلایا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمدؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک گھر دو بھائیون کے قبضہ مین ہے ایک بھائی تو کل گھر کا دعوی کرتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ ہم دونون مین باپ کی میراث ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ کل کے مدعی کو تین چوتھائی دلایا جائیگا آدھا جو اُسکے قبضہ مین ہے اور آدھا اُس مین سے جو اُسکے بھائی کے قبضہ مین ہے اور دوسرے کو چوتھائی دلایا جائیگا اور اگر دونون نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو جو نصف کہ مدعی تمام کے ہاتھ مین ہے وہ میراث ہوگا اور دونون مین برابر تقسیم ہوگا اور مدعی نصف کے قبضہ مین جس قدر ہے وہ مدعی کل کو ملیگا پس مدعی کل کو تین چوتھائی سب ملا اور مدعی نصف کو ایک چوتھائی ملا پھر اگر کسی شخص نے یہ گھر استحقاق ثابت کر کے لے لیا پھر مدعی تمام کو ہبہ کر دیا تو مدعی میراث کو اُس مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر مدعی میراث کو ہبہ کیا تو دوسرا بھائی اُس مین سے آدھا لے لیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مدعی میراث کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر ان دونون مین آدھا آدھا ہے ان دونون نے اسکو فلان شخص سے نصفا نصف خریدا ہے اور دوسرے کے گواہون نے تمام گھر کی گواہی دی تو گھر دونون مین مساوی تقسیم ہوگا کذا فی محیط السرخسی ایک گھر زید کے قبضہ مین ہے اُسپر عمرو نے کل کا دعوی کیا اور بکر نے دو تہائی کا اور خالد نے نصف کا اور سب نے گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عمرو کو بارہ حصون مین سے سات حصے اور بکر کو تین اور خالد کو دو حصے بطریق منازعت کے تقسیم ہونگے اور صاحبینؒ کے نزدیک بطریق عول و مضاربت کے تیرہ حصہ ہوکر عمرو کو چھ اور بکر کو چار اور خالد کو تین حصے ملینگے اور اگر گھران سب کے قبضہ مین ہے اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی پس اگر سب نے قسم کھالی تو

تینوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر عمرو نے قسم کھائی اور باقی دونوں نے نکول کیا تو کل گھر عمرو کو ملیگا اور اگر بکر نے قسم کھائی اور باقی دونوں نے نکول کیا تو بکر تہائی اپنے قبضہ کا اور چھٹا عمرو سے اور چھٹا خالد سے لے لیگا اور اگر خالد نے قسم کھائی اور دونوں نے نکول کیا تو اپنے قبضہ کے تہائی کے ساتھ بارھواں حصہ عمرو سے اور بارھواں بکر سے لیگا اور اگر دو شخصوں نے قسم کھائی اور ایک نے نکول کیا پس اگر عمرو و بکر نے قسم کھائی اور خالد نے نکول کیا تو اُسکے قبضہ کا گھر امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصوں میں تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بطور عول و مضاربت کے تین حصہ ہو کر دو عمرو کو اور ایک بکر کو دیا جائیگا اور اگر بکر نے نکول کیا اور دونوں نے قسم کھائی تو امام اعظم رح کے نزدیک بکر کے مقبوضہ کے آٹھ حصے ہو کر سات عمرو کو اور ایک خالد کو دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہو کر ایک خالد کو اور چار عمرو کو ملیں گے اور اگر عمرو نے نکول کیا اور اُن دونوں نے قسم کھائی تو اُسکے مقبوضہ کے چار حصے ہو کر خالد کو ایک اور دو بکر کو دیے جائیں گے اور ایک حصہ عمرو کے پاس بلا منازعت باقی رہجائیگا اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ اُن کے پاس گواہ نہوں یا نکول کیا ہو اور اگر سب نے گواہ قائم کیے یا سب نے نکول کیا تو خالد کو آٹھواں اور بکر کو چوتھائی اور عمرو کو پندرہ حصے چوبیس حصوں میں سے ملیں گے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایکسو آٹھ (۱۰۸) حصے ہو کر خالد کو ستائیس حصے اور بکر کو پچاس حصے اور عمرو کو اکتیس حصے ملیں گے کذا فی محیط السرخسی - اگر دار تین شخصوں کے قبضہ میں ہو پس عمرو نے ان میں سے آدھے کا اور بکر نے تہائی اور خالد نے چھٹے حصے کا دعوی کیا اور ایک نے دوسرے سے انکار کیا پس اگر ہر ایک کے قبضہ میں تہائی ہو تو خالد کے مقبوضہ میں سے آدھا اُسکا اور آدھا موقوف رہیگا پھر اگر عمرو نے گواہ قائم کیے تو باقی دونوں سے بارھواں حصہ لے لیگا کذا فی المبسوط - دو منزلوں میں سے ایک منزل عمرو کے قبضہ میں ہے اور دوسری منزل بکر کے قبضہ میں ہے پس عمرو نے دعوی کیا کہ کل دار میرا ہے اور بکر نے یہ دعوی کیا کہ ہم دونوں میں نصف نصف ہے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک سے دوسرے کے واسطے قسم لیجائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھائی تو جو منزل عمرو کے قبضہ میں ہے وہ اسی کے قبضہ میں چھوڑ دی جائیگی اور بکر کی آدھی اسکو دلائی جائیگی اور آدھی بکر کے قبضہ میں چھوڑ دیجائیگی اور میدان صحن دونوں میں مشترک رکھا جائیگا کہ دونوں برابر تصرف کریں اور اگر اسی صورت میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کی گواہی دوسرے کے مقبوضہ پر مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے اگر ایک کے قبضہ میں ایک بیت ہے اور دوسرے کے قبضہ میں چند بیت ہیں اور صحن دونوں کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک کل کا مدعی ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں اور دونوں نے قسم کھائی تو ہر ایک کا مقبوضہ اُس کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور صحن دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے مقبوضہ کی ڈگری دوسرے کے نام ہوگی اور صحن دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی شرح الطحاوی ایک دار کا نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں ہے اور بالاخانہ بکر کے قبضہ میں ہے اور بالاخانہ کا راستہ صحن میں ہے پھر ہر ایک نے دعوی کیا کہ دار میرا ہے تو نیچے کے مالک کو دار ملے گا سوائے بالاخانہ اور اُسکے راستہ کے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر بالاخانہ زید کے قبضہ میں ہو اور نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں اور صحن دونوں کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک کل کا مدعی ہو اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں اور دونوں نے قسم کھائی تو بالاخانہ زید کے اور نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں چھوڑا جائیگا اور صحن ایک روایت میں عمرو کو ملیگا مگر زید کو اُس میں مرور کا حق حاصل ہوگا اور ایک روایت میں صحن دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بالاخانہ عمرو اور نیچے کا مکان زید کو دیا جائیگا اور میدان صحن نیچے والے کو یعنی زید کو دلایا جائیگا کذا فی شرح الطحاوی ایک گھر زید کے قبضہ میں ہے اُسپر عمرو نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور اسکے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا اور زید کا ہے ہم دونوں نے خالد سے خرید کر قبضہ کیا ہے درحالیکہ خالد اسکا مالک تھا اور گھر کی ڈگری عمرو کے حق میں

کے نام اس طرح ہوگی کہ دو تہائی عمرو کے نام اور ایک تہائی بکر کے نام ڈگری دیجائیگی اور اگر کسی اجنبی نے کل گھر کا دعویٰ کیا اور قابض کے بھائی نے کہا کہ ہمارا باپ مرگیا اور ہم دونوں بھائیوں کے درمیان میراث چھوڑ گیا ہے اور دونوں مدعیوں نے گواہ قائم کیے تو اجنبی کے نام تین چوتھائی اور بھائی مدعی کے نام ایک چوتھائی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پس اگر قابض نے چاہا کہ اپنے بھائی کے چوتھائی میں شریک ہوں اور کہا کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ باپ کا حصہ ہم دونوں میں مشترک ہے پس جسقدر میرا استحقاق ثابت ہو کر نکل گیا وہ سب کا گیا اور جو باقی رہا وہ سب کا باقی رہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کذا فی المحیط۔ اور اگر قابض نے بعد دونوں کے گواہ قائم کرنے اور وراثت کے انکار کرنے کے یوں اقرار کیا کہ میں نے باپ سے وراثت پایا ہے تو عدم اقرار کی صورت کا اور اسکا حکم یکساں ہے تین چوتھائی اجنبی کو اور چوتھائی بھائی مدعی کو دیا جائیگا اور اگر اقرار وراثت دونوں کے گواہ قائم کرنے سے پہلے ہوا پھر گواہ قائم کیے تو کل دار کی ڈگری اجنبی کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قابض نے ابتدا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ دار میرے باپ کا ہے وہ مرگیا اور میرے اور میرے فلاں غائب بھائی کے درمیان میراث چھوڑا پس کسی اجنبی مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دار اس اجنبی کا ہے اس نے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور قاضی نے اجنبی کے گواہوں پر دار کی ڈگری کر دی پھر قابض کا بھائی حاضر ہوا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مرگیا اور اس نے میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اس کی گواہی مقبول نہ کریگا اور اگر قابض نے اسوقت میراث کا اقرار کیا کہ میرے اور میرے فلاں بھائی کے درمیان مشترک میراث ہے جبکہ اجنبی گواہ قائم کر چکا ہے کہ میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا اور قاضی نے کل گھر کی اجنبی کے نام ڈگری کر دی پھر قابض کے بھائی نے اگر گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرے باپ کا تھا اور وہ مرگیا اور میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اسکی گواہی مقبول کریگا کذا فی المحیط۔

فصل چوتھی

قبضہ میں نزاع واقع ہونے کے بیان میں۔ دو شخصوں نے ایک گھر کی بابت جھگڑا کیا ہر ایک کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ہے پس اگر قاضی کو کسی کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو تو اسی کو قابض قرار دیگا اور اگر نہیں معلوم ہے مگر یہ معلوم ہے کہ ان دونوں کے سوائے تیسرے کے قبضہ میں نہیں ہے تو ہر ایک دونوں میں مدعی و مدعا علیہ ہے پس اگر دونوں نے اپنے اپنے قبضہ کے گواہ قائم کیے تو دونوں کے نام گھر کی ڈگری ہوگی اور گھر دونوں کے قبضہ میں کر دیا جائیگا اور اگر قاضی نے وہ گھر تیسرے کے قبضہ میں پایا تو ان دونوں کی درخواست پر اس کے قبضہ سے نکال لیگا اور قبل درخواست کے نہ نکالیگا اور اگر ایک ہی کے گواہ قائم ہوے تو اسی کے قبضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں یا ایک کے پاس گواہ نہوں تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لی جائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھائی تو ہر ایک دوسرے کے دعوے سے بری ہو گیا اور قاضی حقیقت حال ظاہر ہونے تک گھر کو موقوف رکھیگا کسی کے قبضہ میں نہ دیگا اور اگر ایک نے قسم سے نکول کیا اور دوسرے نے قسم کھالی تو قسم کھانے والے کے قبضہ میں نہ دیگا ولیکن نکول کرنے والے کو گھر میں تعرض کرنے سے منع کر دیگا اور اگر قاضی نے تیسرے کے قبضہ میں پایا تو اسکے قبضہ سے نہ نکالیگا کذا فی المحیط اگر ایک شے معین پر دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے اپنے قبضہ کے گواہ دیدیے یہانتک کہ وہ دونوں کے قبضہ میں قرار دی گئی پھر ایک نے گواہ دیے کہ یہ شے معین میری ملک ہے تو اسی کے نام آسی آدھے کی ڈگری ہوگی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے اور جو اسکے قبضہ میں ہے وہ بحالہ چھوڑ دی جائیگی ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہے اور بعض مواضع میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے قبضہ کے گواہ قائم کر دیے پھر ایک نے گواہ دیے کہ یہ شے معین میری ملک ہے تو اسکے نام کل شے کی ڈگری ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے سیر میں لکھا ہے کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب سے

خطا اور اُسکے ساتھ ایک مستامن ہے اور دونوں کے قبضہ میں ہے یہ نہیں ظاہر ہوا کہ اُسکا مال کسکا ہے پھر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مال ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور ایک نے نصرانی پر مسلمان گواہ قائم کیے تو قاضی اُسی کے نام اسکی ڈگری کریگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ دو شخصوں نے ایک مکان میں باہم جھگڑا کیا ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرے قبضہ میں ہے اور گواہ قائم کیے پھر ایک نے کہا کہ میں اس سے بڑھکر دعویٰ پر گواہ لاتا ہوں میں اس امر کے گواہ دیتا ہوں کہ میرا باپ مرگیا اور اسکو میرے واسطے میراث چھوڑا اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اسپر گواہ لایا تو مقبول ہونگے پس یہ ڈگری اسپر ہوگی جس نے اس سے خصومت کی تھی اور یہ جو کتاب میں ہے کہ میں اس سے بڑھکر دعویٰ پر گواہ لاتا ہوں یہ پہلے گواہوں سے اعراض ہے حتی کہ یہ شخص مدعی غیر قابض قرار دیا گیا پس اسکے گواہ ملک مقبول ہونگے کذا فی المحیط امام ظہیر الدین مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے ایک گھر کی نسبت جھگڑا کیا ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ملک ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ہے اور میں دوسروں سے اسکا استحقاق زیادہ رکھتا ہوں کیونکہ فلاں شخص کی طرف سے میرے پاس کرایہ پر تھا اور وہ مرگیا پس بعوض مال کرایہ کے میرے پاس اُسکا ہبہ ہے تو امام موصوف نے فرمایا کہ دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور ان کے زمانہ کے بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ اجارہ کے مدعی کے قبضہ میں دیا جائیگا کذا فی الظہیریہ۔ کتاب الاقضیہ میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر کی نسبت نزاع کیا ہر ایک کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ہے پھر ایک نے گواہ دیے کہ انھوں نے میرے جانوروں اور غلاموں کو اس میں آتے جاتے دیکھا ہے تو قاضی ایسی گواہی پر قبضہ کا حکم نہ دیگا جبتک کہ یہ بیان نہ کریں کہ یہ جانور اور غلام اسمیں رہتے تھے اور اگر یہ گواہی دی تو اسی کے قبضہ کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ دو فریقوں نے اجمہ یا غیضہ میں جھگڑا کیا ہر ایک مدعی ہے کہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور گواہوں نے ایک فریق کے واسطے یہ گواہی دی کہ اسکے قبضہ میں ہے یا دونوں فریق کے واسطے یہ گواہی دی کہ دونوں کے قبضہ میں ہے پس اگر قاضی نے گواہوں سے تفسیر دریافت نہ کی اور انھوں نے اس سے زیادہ بیان نہ کیا تو گواہی مستقیم ہے اور اگر تفسیر دریافت کی تو اوثق و احسن ہے پھر فرمایا کہ غیضہ پر قبضہ اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ اسکے درخت کا ٹکڑہ کاٹکر فروخت کرے یا اس سے اپنے مناسب اُٹھا لے اور اجمہ میں ایسا ہے کہ نرکل کاٹکر اپنی ذاتی حاجت کے صرف میں لاوے یا فروخت کرے یا اسی کے مانند تصرف کرے کذا فی الظہیریہ۔ دو شخصوں نے ایک غلام میں جھگڑا کیا ہر ایک مدعی ہے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ دونوں کے قبضہ میں ہے پس اگر غلام اس قدر چھوٹا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کرسکتا ہے تو قاضی کسی کی ملک ہونے کا حکم نہ دیگا جبتک گواہ قائم نہوں ولیکن دونوں کے قبضہ میں قرار دیگا اور اگر غلام بالغ ہو کہ کلام کرتا اور اُسکو سمجھتا ہو عقل رکھتا ہو یا نابالغ ایسا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر کرسکتا ہو اور اُسنے کہا کہ میں آزاد ہوں تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور قاضی اُن دونوں کے واسطے ملک یا قبضہ کسی کی ڈگری نہ کریگا تاوقتیکہ اسکے گواہ قائم نہوں اور اگر اُسنے کہا کہ میں دونوں میں سے ایک کا غلام ہوں تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی اور وہ دونوں کا غلام ہوگا کذا فی المحیط۔ اگر غلام نے قابض کے سوائے کسی دوسرے کی نسبت کہا کہ میں اسکا غلام ہوں حالانکہ یہ غلام ایسا ہے کہ اپنی ذات سے تعبیر کرسکتا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو قابض ہی کا غلام قرار دیا جائیگا کذا فی العتابیہ۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور وہ دعویٰ [illegible] اور قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو مدعی کا قول معتبر ہوگا اور اُسی کی ملک ہونے کی ڈگری [illegible] پھر اگر غلام نے [illegible] ہو کر کہا [illegible]

قضا جاری ہو چکا ہے اُسکو باطل کرے اسی طرح اگر کہا کہ میں لقیط ہوں تو یہ مثل اصلی آزادی کے دعوے کے ہے پھر اگر قابض نے اپنے غلام ہونے کے گواہ دیے اور غلام نے اپنی اصلی آزادی کے گواہ دیے تو غلام کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی الذخیرہ۔ قاضی امام شمس الاسلام محمود اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین زید کے قبضہ میں ہے عمرو نے بطریق تغلب کے اُسپر اپنا قبضہ کر لیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہے عمرو نے بطور تغلب کے مجھ سے چھینکر اپنا قبضہ کر لیا ہے تو شمس الاسلام نے فرمایا کہ اُسکی گواہی قبول کرونگا اور زمین کی اُسکے نام ڈگری کر کے عمرو سے چھینکر اُسکے سپرد کر دونگا اور اگر زید کے پاس گواہ نہوے اور اُس نے عمرو سے یہ قسم لینی چاہی کہ واللہ یہ زمین اس مدعی کے قبضہ میں نہ تھی اور نہ میں نے بطور تغلب کے اُس سے لے لی ہے تو فرمایا کہ اسکو یہ قسم لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر عمرو کے اقرار کا دعویٰ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ زمین زید کے قبضہ میں تھی اور اسپر عمرو سے قسم لینی چاہی تو بھی فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کذا فی المحیط فوائد شمس الاسلام میں ہے کہ اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ یہ شی محدود میرے قبضہ میں دس برس سے ہے عمرو نے اب اسپر اپنا قبضہ کر لیا تو زید کی ڈگری ہو جائیگی اور قاضی عمرو کو حکم دیگا کہ اسکو سپرد کر دے ولیکن مدعا علیہ عمرو مقضی علیہ قرار نہ پاویگا حتی کہ اگر اُسنے اسکے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ محدود میری ملک ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مدعی نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ محدود میرے قبضہ میں دس برس سے تھی یا دس برس کا نام نہ لیا تو اس سے کچھ استحقاق ثابت نہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور بالاجماع اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ کل کے روز یہ زمین مدعی کے ہاتھ میں تھی تو قاضی مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ مدعی کو واپس دے اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے لے لی ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ واقعات ناطفی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے مقبوضہ غلام کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام تھا میرے پاس دس برس سے تھا یہاں تک کہ اسنے جو قابض ہے غصب کر لیا اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ بیس برس سے میرا غلام ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے عیون میں ہے کہ ایک شی میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا ایک شخص نے گواہ دیے کہ یہ شی میرے پاس ایک مہینہ سے تھی اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میرے ہاتھ میں اب موجود ہے تو اُسی کی ڈگری ہوگی کیونکہ پہلے کا قبضہ منقطع ہوا اور قبضہ منقضہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک غیر معتبر ہے اور اگر ایک نے گواہ دیے کہ ایک مہینہ سے میرے پاس تھی اور دوسرے نے کہا کہ میرے جمعہ سے ہے تو اُسی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔ ایک شخص زید کے قبضہ میں عمرو کی زمین ہے زید نے اسکو اُجرت پر دیا ہے پس عمرو نے کہا کہ تو نے میرے حکم سے دی ہے اور اُجرت میری ہے اور زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب کر لی تھی پھر خود اُجرت پر دی ہے پس اُجرت میری ہے تو عمرو کا قول معتبر ہوگا اور اگر زید نے اُس زمین میں عمارت بنائی پھر اجارہ پر دی پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اس میں میرے لیے عمارت بنا کر کرایہ پر دے اور زید نے کہا کہ میں نے غصب کر کے پھر عمارت بنائی پھر کرایہ پر دی تو اُجرت یوں لگائی جائے کہ زمین کو ایک مرتبہ عمارت بنائی ہوئی فرض کریں اور ایک مرتبہ بغیر عمارت فرض کریں اور اُجرت دونوں پر تقسیم کریں تو جسقدر عمارت کے حصے میں پڑے وہ زید کو ملیگی اور جو زمین کے حصے میں پڑے وہ عمرو کو ملے گی اور اگر عمرو نے کہا کہ تو نے عمارت بنی ہوئی مجھ سے غصب کر لی تھی تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کے گواہ اولیٰ ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تیرے ایک ہزار درم غصب کر لیے ہیں اور اس میں سے صرف سو درم کا نفع اٹھایا اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے اسکا حکم کیا تھا تو عمرو کا قول مقبول ہوگا اور اگر عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ہزار درم اور دس ہزار درم غصب کر لیے تو زید کا قول مقبول ہوگا اور اگر زید نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا غصب کر لیا اور بلا حکم تیرے اُسکو قطع کرا کے قمیص سلوائی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قمیص

غصب کی تھی یا میں نے تجھے سلانے کا حکم کیا تھا تو عمرو کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے قصار نے چار ٹکڑے کرپاس کے ان کے مالک کے پاس اسکے تلمیذ کے ہاتھ روانہ کیے وہ تین ٹکڑے لایا اور قصار نے کہا کہ میں نے تجھکو چار ٹکڑے دیے اور تلمیذ نے کہا کہ دیے تھے مگر مجھے میں نے گن دیے تھے تو مالک سے کہا جائیگا کہ جسکی چاہے تصدیق کریں اگر اسنے ایلچی کی تصدیق کی تو وہ بری ہوگیا اور کنا.ی کرنے والے پر قسم آئی اگر اس نے قسم کھائی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو ضامن ہوگا اور قصار بھی مالک کے پاس سے اجرت کی قسم لے سکتا ہے پس اگر مالک نے قسم کھائی تو اس ٹکڑے کی اجرت سے بری ہوگیا۔ اسی طرح اگر مالک کرپاس نے قصار کی تصدیق کی تو وہ بری ہوگیا اور قسم ایلچی پر آئی اور اسپر قصار کی اجرت ہوگی اور اگر قصار نے اسپر قسم کھائی یا مالک کرپاس کے مالک نے اسکی تصدیق کی یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص کا چہار دیواری کا باغ ہے اور اسکے کچھ درخت نہر کے کنارے لگے ہوئے تھے انکی جڑوں سے دوسری طرف نہر کے کچھ درخت اُگے اور اس دوسری طرف ایک شخص کا انگور کا باغ اور تاک اور نہر کے درمیان راستہ ہے پس تاک کے مالک نے ان درختوں کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے درختوں کی جڑوں سے نکلے ہیں میرے ہی ہیں پس اگر یہ معلوم ہوا ہو کہ اسی درختوں کی جڑوں سے پیدا ہوئے ہیں تو اسی کے ہونگے اور اگر یہ معلوم نہو اور نہ اسکا کوئی بونے والا معلوم ہو تو ان درختوں کا کوئی مالک نہیں ہے ان دونوں میں سے کوئی مستحق نہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی کی زمین میں بغیر کسی کے اُگائے کھیتی جمی تو مالک زمین کی ہوگی بخلاف ایسے شکار کے جو کسی کی زمین میں گھس جائے تو وہ پکڑنے والے کا ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو پر کسی قدر زمین بلا عمارت کا بسبب میراث کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کرکے ڈگری کرالی پھر مقضی لہ یعنی زید اور مقضی علیہ یعنی عمرو میں باہم درختوں اور گھروں کی بابت اختلاف ہوا اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں کہ یہ کس کے ہیں تو بعض نے کہا کہ عمرو کا قول اور بعض نے کہا کہ زید کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص زید کی نہر ہے اس کے پہلو میں بند آب ہے اور بند آب کے نیچے دوسرے شخص عمرو کی زمین ملی ہوئی ہے اور بند آب دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہیں ہے مثلاً نہ تو عمرو کے اسکے کنارے درخت ہیں اور نہ زید کی اس کے کنارے مٹی پڑی ہوئی ہے اور دونوں نے اسکا دعویٰ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک عمرو کی ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حریم زید کی ملک کیچڑ مٹی پھینکنے و چلنے وغیرہ کے واسطے ہوگا اور اس اختلاف کا فائدہ دو مقام پر ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ اگر بند آب کے کنارے ایسے درخت ہوں کہ انکا بونے والا معلوم نہو تو امام رح کے نزدیک عمرو کے ہوں گے اور صاحبین رح کے نزدیک نہر کے مالک کے ہوں گے اور دوسرے یہ کہ بند آب پر درخت لگانے کا اختیار امام کے نزدیک زمین کے مالک کو ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہر کے مالک کو ہے اور کیچڑ مٹی پھینکنے میں بعض نے کہا کہ یہی اختلاف ہے اور بعض نے کہا کہ نہر کے مالک کو یہ اختیار ہے جبتک کہ مضر نہو اور یہی صحیح ہے اور اگر نہر کے مالک نے اسپر مرور کا قصد کیا تو بعض نے کہا کہ امام کے نزدیک ایسا نہیں کرسکتا ہے مگر اشبہ یہ ہے کہ اگر اس میں ضرر نہو تو ممانعت نہ کیجاوے گی فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ درخت لگانے کی صورت میں ہم امام کا قول لیتے ہیں اور کیچڑ پھینکنے کے حکم میں صاحبین رح کا قول لیتے ہیں کذا فی الکافی فی کتاب احیاء الموات سیل اگر مٹی یا کیچڑ بہا لائی اور کسی کی زمین یا نہر میں لا ڈالی تو وہ زمین یا نہر کے مالک کی ہوگی کذا فی الخلاصہ اور جو طاحونہ میں پیسنے کی وجہ سے اُڑ کر جمع ہو جاوے وہ طاحونہ کے مالک کی ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ اس شخص کا ہے جسکے ہاتھ میں پہلے ہو جاوے اور یہی حکم ہر ایسی چیز میں ہے جو اجزاے زمین سے نہو جیسے راکھ اور گوبر وغیرہ ایک گلی کے لوگ راکھ و گوبر ایک شخص کی زمین میں پھینکتے ہیں حتیٰ کہ بہت کچھ جمع ہوگیا تو وہ اسکو جمع کرنے

لے لیا اسی طرح اگر ایک شخص نے مربط یا اصطبل بنایا کہ اس میں جانور جمع ہوتے ہیں اور وہاں گوبر اکٹھا ہوا تو جو چاہے لے لے اسی کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ اس میں اعتبار جگہ مقرر کر دینے کا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے دربارہ ویسی ہی چیز کے منقول ہے کہ بیاہوں میں جو چیز لوٹائی گئی اور ایک آدمی کی گود میں گری اور دوسرے نے اسکو لے لیا پس اگر اول نے اپنا دامن یا گود اسی واسطے تیار کی ہو تو لینے والے سے واپس کر لے ورنہ نہیں ولیکن دامن یا گود لوٹائی چیز کے گرنے کے لیے سیا: دونکی صورت میں اگر چیز اسکے دامن میں گری اور اس نے احراز کر لی بایطور کہ شملا پھیلا ہوا دامن بعد اس چیز کے گرنے کے بقصد احراز سمیٹ لیا پھر دوسرے نے لی تو بھی واپس لے سکتا اور اسی کے موید ہے وہ مسئلہ جو فتاوی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا دار کرایہ پر دیا پس مستاجر نے اپنے اونٹ اسمیں بیٹھلے کہ جنکی مینگنیاں اس میں جمع ہوتی ہیں تو یہ لید جو جمع ہو گئی اسکی ہو جائیگی جبکہ ہاتھ پہلے اسپر پہونچ جائے ولیکن اگر کرایہ پر دینے والے نے یہ قصد کیا تھا کہ اس دار میں لید و مینگنیاں جمع کرائے تو یہ اسی کو ملیگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اسنے ایک لڑکی اور بھائی اور اسباب چھوڑا پس لڑکی نے کہا کہ تمام اسباب میرا ہے میری اجازت سے میرے مال سے میرے باپ نے خریدا ہے اور بھائی کہتا ہے کہ تمام اسباب میت کا ہے تو بھائی کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک چوپایہ یا قمیص میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ایک اسپر سوار یا اسکو پہنے ہوئے ہے اور دوسرا اسکی لگام یا آستین پکڑے ہوئے ہے تو قابض ہونے کے حق میں سوار یا پہننے والا اولی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک زین پر سوار ہو اور دوسرا اسکی ردیف میں بیٹھا ہو تو زین سوار اولی ہے بخلاف اسکے کہ اگر دونوں زین پر سوار ہوں تو دونوں کے قبضہ کا حکم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اگر ایک شخص چوپایہ کا قائد ہو اور دوسرا سائق ہو تو قائد کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک اسکی لگام پکڑے ہو اور دوسرا دم تو مشائخ نے فرمایا کہ لگام پکڑنے والے کی ڈگری ہونی چاہیے کذا فی المحیط اگر دو آدمیوں نے ایک اونٹ میں جھگڑا کیا اور ایک کا اسپر بوجھ لدا ہوا ہے تو بوجھ والا اولی ہے کذا فی الہدایہ۔ اگر ایک گھوڑے میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا ایک کا اسپر بوجھ لدا ہے اور دوسرے کا کوزہ یا توبڑا اسمیں لٹکا ہوا ہے تو بوجھ والا اولی ہے کذا فی الکافی۔ ایک شخص ایک قطار اونٹوں کا قائد ہے اسمیں سے ایک اونٹ پر ایک شخص سوار ہے پھر سوار و قائد دونوں میں سے ہر ایک نے تمام اونٹوں کا دعوی کیا پس اگر اونٹ پر سوار کا بوجھ لدا ہوا ہے تو سب اونٹ سوار کے ہوں گے اور قائد مردود ہوگا اور اگر ننگی پیٹھ ہو تو سوار کا وہی اونٹ ہوگا جسپر وہ سوار ہے اور باقی قائد کے ہوں گے کذا فی الذخیرہ۔ ہشامؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک قطار اونٹوں کی ہے ان میں سے اول ایک اونٹ پر سوار ہے اور ایک شخص درمیان میں سوار ہے اور ایک آخر کے اونٹ پر سوار ہے پھر ہر ایک شخص نے تمام اونٹوں کا دعوی کیا تو ہر ایک کو وہ اونٹ ملیگا جسپر وہ سوار ہے اور پہلے اور بیچ کے درمیان کے اونٹ اول سوار کو اور درمیانی اور اخیر کے درمیان کے اونٹ اول سوار اور درمیانی سوار کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے اور اخیر سوار کو سوائے اسکے جسپر سوار ہے کچھ نہ ملیگا اور اگر سب نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کی سواری کا اونٹ دو پچھلوں میں نصف نصف اور پہلے و درمیانی کے درمیان کے اونٹ درمیانی و اخیر کے درمیان نصف نصف اور درمیانی و اخیر کے درمیان کے اونٹ آدھے اخیر کو اور آدھے اول و درمیانی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کپڑا ایک کے قبضہ میں ہو اور اسکا کوئی کنارہ دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ قدوری میں ہے کہ اگر کوئی درزی کسی کے گھر میں کپڑا سیتا ہو اور کپڑے میں دونوں نے اختلاف کیا تو گھر والے کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر درزی اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا پس مالک نے کہا کہ میں نے اسکو سیا ہے اور درزی نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے سیا ہے پس اگر کپڑا درزی کے پاس ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور کپڑے کے مالک پر سلائی واجب ہوگی اور اگر مالک کے پاس ہو تو اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو قسم سے درزی کا قول مقبول ہوگا اور مالک پر اجرت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ کپڑا اینٹھنے یا سینے کے واسطے ایک مزدور کیا پس مزدور نے

[illegible]

اپنے قبضہ کے کپڑے پر دعوی کیا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے پس اگر مستاجر کی دوکان مین ہو تو قسم سے اُسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر محلہ یا مزدور کے گھر مین ہو تو مزدور کا قول مقبول ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا مکاتب ہو کذا فی الوجیز للکردری - ماذون کبیر مین ہے کہ اگر اپنا غلام کنہی کرنے والے یا نانوائی وغیرہ کو اُجرت پر دیا پھر مالک نے راستہ مین اُسکے پاس متاع پائی اُس متاع مین مالک و مستاجر نے اختلاف کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہ متاع مستاجر کی ساخت سے ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر اُسکی صناعت سے نہو تو مولی کا قول لیا جائیگا اور اگر مستاجر کے منزل مین ایسا واقع ہوا تو دونون صورتون مین اُسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص دوسرے کے گھر سے نکلا اُسکی گردن پر کچھ متاع لدی ہوئی تھی اُسکو ایک قوم نے دیکھا پس اُن شخصون نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو دیکھا کہ اسکے گھر سے نکلا اور اُسکی گردن پر یہ متاع لدی ہوئی تھی اور گھر کے مالک نے کہا کہ متاع میری ہے اور نکلنے والا اپنی ملک ہونے کا مدعی ہے پس اگر یہ شخص اُٹھانے والا ایسی چیزون کے فروخت کرنے مین معروف ہو مثلاً بزاز وغیرہ ہو تو وہ حمال کی ہوگی اور اگر معروف نہو تو وہ گھر کے مالک کی ہوگی یہ واقعات حسامیہ مین ہے - نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص دوسرے کے گھر مین گیا پھر اُسکے پاس کچھ مال نکلا گھر کے مالک نے کہا کہ میرا ہے تو نے میرے گھر سے اُٹھا لیا ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ گھر کے مالک کا قول لیا جائیگا اور جانیوالا کسی قول مین تصدیق نہ کیا جائیگا کہ مین نے نہین لیا مگر اُن کپڑون مین جو پہنے ہے بشرطیکہ وہ پہنے ہوں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر جانے والا کسی چیز کی صناعت مین معروف ہو مثلاً زیتون کا تیل لیے پھرتا ہو اور وہ گیا تیل کا لیے ہوے اُسکے گھر مین گیا یا پھیروالا ہو کہ اُسکو بیچا کرتا ہے یا بازارون مین اسباب لیے بیچتا پھرتا ہے تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور مالک مکان کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط مین ہے - ہشامؒ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک جھاڑو دینے والا دو شخصون کے گھر مین ہے اور اُس کی گردن پر کملی وغیرہ پڑی ہے اُسپر دونون نے دعوی کیا تو یہ اُسکی ہوگی جسکی منزل مین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے ایک حمال پر کارہ ہے اور وہ ایک شخص کے گھر مین ہے پس گھر والے نے دعوی کیا کہ کارہ میرا ہے اور حمال نے کہا کہ نہین بلکہ میرا ہے تو حمال کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ حمال کپڑے اُٹھاتا ہو اور کارہ ایسا ہو کہ اُسکے اُٹھائے جانے کا احتمال ہو یہ واقعات حسامیہ مین ہے اگر ایک بساط مین دو شخصون نے دعوی کیا ایک اُسپر بیٹھا ہوا اور دوسرا اُسکو پکڑے ہے یا دونون اُسپر بیٹھے ہین تو وہ دونون مین مشترک ہے مگر نہ بطریق حکم قضا کے یہ عنایہ مین ہے - ایک دار مین دو شخص بیٹھے ہین اور ہر ایک اُسپر اپنا دعوی کرتا ہے تو دونون مین حکم نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے - ایک کشتی پر ایک شخص سوار ہے دوسرا اُسکے سکان کو پکڑے ہوے ہے تیسرا جاذف ہے اور چوتھا اُسکو کھینچتا ہے سب نے اُسپر دعوی کیا تو کشتی سوار و سکان اور جاذف کو ملیگی اور کھینچنے والے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک مالدار آدمی کے غلام کی گردن مین ایک موتی پڑا ہے کہ اُسکی قیمت موتی کے برابر ہے اور یہ غلام ایک مفلس کے گھر مین کہ جو سواے بوریا کے کسی چیز کا مالک نہین ہے موجود ہے اُسنے دعوی کیا کہ یہ موتی میرا ہے اور مالک غلام نے کہا کہ میرا ہے تو مالک غلام کا قول مقبول ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - دو آدمی ایک کشتی مین ہین اور کشتی مین آٹا رکھا ہے پس ہر ایک نے کشتی کا اور جو کچھ اُسمین ہے دعوی کیا اور ایک اُن مین سے آٹا فروخت کرنے مین مشہور ہے اور دوسرا ملاح مشہور ہے تو آٹا اُس شخص کا جو اُس کے بیچ مین مشہور ہے اور کشتی ملاح کی ہوگی - امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر اُسپر اتفاق کیا کہ یہ اپنی اصلی اباحت پر ہے تو وہ پرند شکاری کا ہے خواہ ہوا سے شکار کیا ہو یا درخت سے اور اگر اختلاف

پس گھر والے نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے شکار کیا ہے یا وارث ہوا ہوں تو شکاری کا ہے اور اگر مالک مکان نے درخت یا مکان سے پکڑا ہے تو مالک مکان کا قول مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مستاجر دوکان نے دوکان کا سکنی کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر دوکان کے مالک نے آکر مشتری کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا پس اگر سکنے عمارت دوکان سے متصل ہو اور وہ آلات صناعت مستاجر سے نہیں ہے تو قسم سے مالک دوکان کا قول مقبول ہوگا اور جب اُس نے قسم کھائی تو مشتری مستاجر سے ثمن سکنے واپس وصول کر لیگا اور اگر آلات صناعت مستاجر سے ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک دوکان کو سکنے لینے کی کوئی راہ نہو گی یہ محیط میں ہے

دسواں باب

دیوار کے دعوے کے بیان میں۔ اگر دو داروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اُسپر دونوں کے مالک زید و عمرو دعوی کرتے ہیں پس اگر وہ دیوار دونوں کی عمارت سے بطور تربیع یا ملازقہ کے متصل ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا کیونکہ دونوں کا قبضہ مساوی ہے اور اگر ایک کی عمارت سے بطور تربیع اور دوسرے کی عمارت سے بطور ملازقہ متصل ہو تو صاحب تربیع اولی ہے کیونکہ اُسکو باوجود اتصال کے ایک طرح کا استعمال حاصل ہے اور اگر ایک کی عمارت سے بطور تربیع یا ملازقہ متصل ہو اور دوسرے کی عمارت سے اتصال ہی نہو تو صاحب اتصال اولی ہے اور اگر ایک کی عمارت سے اتصال ہو اور دوسرے کے شہتیر اُسپر ہوں پس اگر اتصال بطور تربیع کے ہو تو وہی اولی ہے اور شہتیر والے کو فقط موضع شہتیر ملیگا اور اگر اتصال بطور ملازقہ کے ہو تو شہتیر والا اولی ہے اتصال تربیع کی صورت یہ ہے کہ اینٹ بعض داخل بعض ہو اگر دیوار خام ہے اور خشت پختہ میں یہ صورت ہے کہ ادھے ایک دیوار کے اینٹ کے دوسری دیوار میں داخل ہوں اگرچہ ایک کا راس ساحت دوسرے کی ساحت سے مرکب ہو اور اگر نقب کر کے اینٹ پر دی جائے تو تربیع نہیں ہے اور ابوالحسن کرخیؒ سے روایت ہے کہ اتصال تربیع یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی دونوں طرفین دو دیواروں سے موصول ہوں کہ وہ دونوں دیوار دار سے متصل ہوں قلت کرخیؒ نے تربیع سے تربیع ساحت مراد لی ہے نہ تربیع خشت۔ اور اگر اتصال ایک طرف سے ہو تو صاحب جذوع اولی ہے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اگر ایک ہی طرف سے اتصال ہو تو بھی اُسی کو ترجیح ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت شیخ طحاوی ہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دیوار دونوں کی عمارت سے متصل نہو اور نہ کسی کے اوپر شہتیر وغیرہ ہوں تو دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دینے کا حکم ہوگا بشرطیکہ دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم نہو اور ہر ایک نے اپنے مالک ہونے اور اپنے قبضہ میں ہونیکا دعوی کیا تو دونوں کے قبضہ میں کر دی جائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص کے اُسپر حرادی یا بواری پڑے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر دونوں کی حرادی یا بواری اُسپر ہوں تو دونوں میں مشترک ہونیکا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک کا اُسپر ایک شہتیر ہو اور دوسرے کے حرادی و بواری ہوں یا کچھ نہو تو صاحب جذع کو ملیگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک کے اُسپر جذوع ہوں اور دوسرے کے حرادی ہوں تو صاحب جذوع کی ڈگری ہوگی مگر حرادی دُور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک کے اُسپر جذوع ہوں اور دوسرے کا اُسپر سترہ یا دیوار ہو تو نیچے کی دیوار متنازع فیہ صاحب جذوع کی ہو اور سترہ صاحب سترہ کا ہوگا اور سترہ والے کو اُسکے دُور کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا ولیکن اگر مدعی دیوار اپنا استحقاق گواہوں سے ثابت کرے تو البتہ سترہ والے کو اُسکے دُور کر دینے کا حکم کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دیوار اور سترہ دونوں میں جھگڑا کیا تو دونوں صاحب جذوع کے ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے

اور اگر ایک کا سترہ ہو اور دوسرے کا حرادی تو صاحب سترہ کی دیوار ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مدعی کا دیوار متنازع فیہ پر کچی یا پکی اینٹوں کا ازج بنا ہو تو وہ بمنزلہ سترہ کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں ہوں اور دوسرے کی تین سے زیادہ ہوں دس تک تو دیوار دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ ظاہر الروایت کا حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط اور اگر ایک کا اسپر ایک یا دو شہتیر یعنی تین سے کم ہوں اور دوسرے کے تین یا زیادہ جذوع ہوں تو نوازل میں مذکور ہے کہ دیوار تین یا زیادہ والے کی ہوگی اور کم والے کو مواضع جذوع ملیں گے اور فرمایا کہ یہ استحسان ہے اور یہی دوسرا قول امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ دیوار دونوں میں نصف نصف ہو اور امام اعظم رح بھی اول میں ایسا ہی کہتے تھے پھر دونوں نے استحسان کی طرف رجوع کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے دعوی الاصل میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں رکھی ہوں اور دوسرے کی ایک ہی لکڑی ہو تو ہر ایک کو اپنی لکڑی کے نیچے کی جگہ ملے گی اور دیوار دونوں میں برابر تقسیم نہوگی اور استحسان ایسا ایک یا دو لکڑیوں کی صورت میں ہے ایسا ہی صلح الاصل میں مذکور ہے اور کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تمام دیوار دس لکڑیوں والے کو ملے گی سوائے ایک لکڑی رکھنے کی جگہ کے کہ وہ اسکو ملے گی اور یہ لکڑی دور کرنیکا حکم نہ دیا جائیگا شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ان لکڑیوں کی درمیانی جگہ کا حال کتاب میں مذکور نہیں ہے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسکے گیارہ حصے کیے جائینگے دس حصے دس لکڑیوں والے کو اور ایک حصہ ایک والے کو ملیگا پس درمیانی جگہ کا حکم وہی ہے جو ہر لکڑی کے نیچے کی دیوار کا حکم ہے حتی کہ اگر دیوار گر جاوے تو اسکی زمین تقسیم کر لیں گے اور اکثر اصحاب نے فرمایا کہ دس لکڑیوں والے کو دلائی جاویگی سوائے بقدر ایک لکڑی کی جگہ کے کہ یہ موضع اس ایک لکڑی والے کی ملک ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر دیوار طویل ہو اور دونوں میں سے ہر ایک کی کچھ کچھ دیوار اس سے متصل ہو اور جذوع رکھے ہیں تو ہر ایک کے نام اس قدر دیوار کی ڈگری ہوگی جو اسکے ساحت کے متوازی ہے اور جذوع کی تعداد پر لحاظ نہ کیا جائیگا اور اسی پر قاضی عبد اللہ ضمیری فتوی دیتے تھے اور جو جگہ دونوں کے درمیان ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے امام اسبیجابی رح نے شرح طحاوی میں فرمایا کہ اگر دیوار کا رخ ایک کی طرف ہو اور پشت دوسرے کی طرف تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور رخ والے کی ڈگری نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اس صورت میں اسی کی ڈگری ہوگی جس کی طرف دیوار کا رخ ہے بشرطیکہ اصل عمارت کے وقت یہ رخ رکھا گیا ہو اور اگر بعد بنانے کے نقش یا گچ سے اس طرف رخ کر دیا گیا ہو تو بالاجماع اس سے دیوار کا استحقاق نہوگا کذا فی غایۃ البیان۔ دو دار کے درمیان ایک خص ہے کہ اسکا قمط ایک کی طرف ہے اور دونوں مالک دار اسکے مدعی ہیں تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ دونوں میں خص مشترک ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جس کی طرف قمط ہے اسی کی ڈگری ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک دروازہ میں جو دو داروں کی دیوار کے درمیان لگا ہوا ہے جھگڑا کیا اور دروازہ کا غلق ایک کی طرف ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ غلق اور دروازہ کی دونوں میں برابر ڈگری ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جس کی طرف غلق ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں طرف غلق ہو تو بالاجماع دونوں کی ڈگری ہوگی یہ غایۃ البیان شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے پس کسی مدعی نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ دیوار میری ہے تو اسکے نام حصۂ دیوار کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے کچھ جذوع ایک شخص کے گھر کی طرف نکلے ہوئے ہیں تو گھر والے کو اسپر

بچانہ بنانیکا اختیار بدون مالک دار کی رضامندی کے نہیں ہے اور اگر اسپر عمارت بنانا ممکن ہو تو مالک دار کو اُنکا قطع کرنا بھی جائز نہیں ہے اور اگر ممکن نہو مثلاً جذوع صغار یا ایک ہی جذع ہو تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُسکا کاٹ ڈالنا باقی جذوع کو کمزور کر دے تو قطع نہیں کر سکتا اور اگر مضر نہیں ہے تو مالک سے اُسکے قطع کرا لینے کا مطالبہ کرے اور اگر صاحب دار نے ان شہتیروں کے کنارے پر کوئی چیز معلق کرنی چاہی تو اُسکو اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک دیوار دو شخصوں کے درمیان ہے کہ ہر ایک کا اُسپر کچھ بوجھ ہے مگر ایک کا بوجھ ثقیل ہے تو دیوار کی عمارت دونوں میں مساوی ہوگی اور اگر ایک کا اُسپر بوجھ ہے اور دوسرے کا نہیں ہے حالانکہ دیوار دونوں میں مشترک ہے تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ دوسرے کے مثل یہ بھی اُسپر بوجھ رکھ سکتا ہے بشرطیکہ دیوار اُسکی متحمل ہو جاوے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کتاب الصلح میں فرمایا کہ اگر ایک کے جذوع زائد ہوں تو دوسرا بھی اُن کے برابر بڑھا سکتا ہے بشرطیکہ دیوار متحمل ہو اور اُسمیں قدیم و جدید کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے کذا فی الخلاصۃ۔ اگر دونوں کی اُسپر لکڑی نہو پھر ایک نے رکھنی چاہی تو رکھ سکتا ہے اور دوسرا اُسکو منع نہیں کر سکتا ہے اُس سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو بھی اسی طرح رکھ لے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دیوار پر ایک کے جذوع ہوں دوسرے کے نہوں مگر اُس نے رکھنے چاہے اور دیوار دونوں کے جذوع کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور دونوں اس بات کے مقر ہیں کہ دیوار ہم دونوں میں مشترک ہے تو جذوع والے سے کہا جائیگا کہ یا تو اسپر سے جذوع دور کر دے کہ تم دونوں برابر ہو جاؤ یا اس قدر کم کر دے کہ دوسرے کو رکھنا ممکن ہو کہ دیوار اُٹھا سکے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے اُسپر ایک کی عمارت ہے اُسنے چاہا کہ اپنے جذوع کی جگہ بدلے پس اگر بائیں سے دائیں یا دائیں سے بائیں بدلنی چاہی تو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر جذوع نیچے کرنے چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر اونچے کرنے چاہے تو نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے ایک دیوار دونوں میں مشترک ہے اور دونوں کے جذوع اُسپر ہیں تو نیچے جذوع والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کے جذوع کے برابر اونچے کر لے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہو اور اگر ایک نے اپنے جذوع اُتار ڈالنے چاہے تو کر سکتا ہے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہو یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر ایک کے جذوع اونچے اور دوسرے کے نیچے رکھے ہیں پس اُسنے چاہا کہ دیوار میں نقب کر دے تاکہ اُس سے لکڑی اُتار دے تو بعض نے کہا کہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور ابو عبد اللہ جرجانی فتویٰ دیتے تھے کہ کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر دیوار کمزور ہوتی ہو تو نہیں کر سکتا ہے ورنہ کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے چاہا کہ کچھ عمارت بڑھاوے تو نہیں بڑھا سکتا ہے خواہ شریک کو ضرر ہو یا نہو ولیکن اگر شریک اجازت دے تو ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ ابو القاسم رحمہ نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک تھی اُسکا ایک کونا گر گیا اور کھلا کہ یہ دیوار دو طاقیں متلازق ہیں پس ایک نے اپنی دیوار اس زعم پر دور کرنی چاہی کہ باقی ہم دونوں میں پردہ کے واسطے کافی ہے اور دوسرے نے زعم کیا کہ اگر ایک ہی تہ باقی رہی تو وہ گر کر منہدم ہو جائیگی پس اگر اس امر کے ظاہر ہونے کے پہلے کہ یہ دیوار دوہری تھی اُن دونوں نے کوئی اقرار کیا تھا کہ یہ دیوار ہم دونوں میں مشترک ہے تو دونوں دیواریں مشترک ہوں گی کسی ایک کو بدون دوسرے کی اجازت کے اُس میں کوئی دخل کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ ہر ایک اپنی اپنی دیوار کا مالک ہے تو ہر ایک کو اپنی دیوار میں اختیار ہے جو چاہے کرے یہ فتاوے صغریٰ میں ہے دو شخصوں کی درمیانی دیوار مشترک جھل گئی پس ایک نے اُسکی اصلاح کرنی چاہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو چاہیے کہ اُس سے کہدے کہ میں فلاں وقت دیوار اُٹھواؤں گا تو اپنے بار کو ستونوں پر روک لے اور اس امر پر گواہ کر لے پس اگر اُسنے ایسا کیا تو خیر ورنہ یہ شخص دیوار کو اُٹھاوے اگر اُسکا بار گر جاویگا تو یہ ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ امام ابو القاسم رح سے منقول ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک کا اسپر بار ہے دوسرے کا کچھ نہیں ہے پس

ف جذوع جمع جذع بمعنی شہتیر ۱۲

دیوار اُسکی طرف جھکی جسکا کچھ بار نہیں ہے پس اُس نے گواہوں کے سامنے بوجھ والے سے دور کر لینے کو کہا اُسنے اسکے بعد باوجود
دور کرنا ممکن ہونے کے دور نہ کیا یہانتک کہ دیوار گر پڑی اور کچھ نقصان ہوا تو امام ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ اگر گواہ کرنا اور وقت گواہ
کرنے کے تخویف ثابت ہوئی تو نشہد علیہ نصف قیمت اُس شی کی جو گرنے سے فاسد ہو گئی ہے ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین
ہے۔ ایک دیوار دو شخصون مین مشترک ہے ایک شخص کا اُسپر غرفہ ہے اور دوسرے کی بیت کی چھت ہے وہ دیوار نیچے سے ڈھل گئی اور
دونون نے اوپر اسطوانون سے اُٹھا لیا پھر دونون نے اتفاق کر کے اُسکو بنایا پھر جب وہ بنکر اس شخص کی چھت تک پہونچی
تو اسکے بعد چھت والے کو اختیار ہے چاہے اور زیادہ اونچی کرانے مین ساتھ دے یا نہ دے اُسپر ساتھ دینے کا جبر نہ کیا جائیگا
قال ابوالقاسم کما فی الصغریٰ ایک شخص کا بیت ہے اور بیت کی دیوار اُسکے اور پڑوسی کے درمیان مشترک ہے پس صاحب بیت
نے چاہا کہ اپنے بیت پر ایک غرفہ بنائے اور اس دیوار پر کوئی لکڑی نہ رکھے تو ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ اگر دیوار مشترک پر لکڑی
نہ رکھی اپنی ذاتی حد مین بنا لیا تو پڑوسی منع نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص کا ساباط ہے اس ساباط کے
کڑیون کے ایک سرے دوسرے کے گھر کی دیوار پر رکھے ہین پس دونون نے اس رکھنے مین اختلاف کیا گھر کے مالک نے کہا کہ تیری
کڑیان میری دیوار پر بلا حق ہین اُن کو دور کر دے اور ساباط والے نے کہا کہ بحق واجب ہین تو شیخ خصافؒ نے کتاب الحیطان مین
ذکر کیا کہ قاضی اُسکو کڑیان دور کر دینے کا حکم دیگا صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہوگا اور اگر دیوار مین جھگڑا کیا تو ظاہر مذہب
اصحاب حنفیہ کے موافق صاحب دار کی ڈگری ہوگی کیونکہ دیوار ملک صاحب دار سے متصل ہے اور اتصال سے قبضہ ثابت ہوتا
ہے و لیکن یہ اُس صورت مین ہو سکتا ہے کہ اتصال تربیع ہو اور اگر اتصال ملازقہ ہو تو صاحب ساباط اولی ہے یہ محیط مین ہے
دو گھرون کے درمیان ایک دیوار منہدم ہو گئی اور ایک شخص کی لڑکیان و عورتین ہین اُس نے اُسکا بنانا چاہا اور دوسرے نے
شرکت سے انکار کیا بعضون نے کہا کہ اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا منکر پر ہمارے زمانہ مین جبر کیا جائیگا کیونکہ
دونون مین پردہ ہونا ضرور ہے ہم فرماتے ہیں رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جواب مین اس طرح تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر اصل دیوار محتمل قسمت ہے
کہ ہر ایک اپنے حصہ مین ستر بنا سکتا ہے تو منکر پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر محتمل قسمت اس طور سے نہیں ہے تو منکر کو بنانے کا حکم دیا
جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک دیوار دو شخصون مین مشترک ہے وہ گر گئی پس ایک نے عرصۂ دیوار کی تقسیم چاہی اور دوسرے
نے انکار کیا یا ایک نے بدون درخواست قسمت کے ابتدا سے بنانا ہی چاہا پس اگر اُسپر کسی کا بار بالکل نہو اور ایک نے عرصۂ
حائط کو تقسیم کرنا چاہا اور دوسرے نے انکار کیا تو بعض مواضع مین مطلقاً مذکور ہے کہ مجبور نہ کیا جائیگا اور اسی کو بعض مشائخ
نے لیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی کی رائے مین سوائے قرعہ کے تقسیم نہیں ہو سکتی ہے تو تقسیم نہ کریگا اور اگر بدون قرعہ
تقسیم اُسکا مذہب ہے تو دونون مین تقسیم کر دیگا بشرطیکہ عرصۂ دیوار اس قدر چوڑا ہو کہ جس قدر ہر ایک کے حصہ مین آئیگا وہ دیوار
بنانے کے لائق ہوگا اور ہر ایک کا حصہ اُس کے دار کے متصل کر دیگا تاکہ اُسکو نفع کامل حاصل ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر عرصۂ دیوار
عریض ہو تو قاضی منکر پر ہر حال مین تقسیم کے واسطے جبر کریگا اور اسی طرف خصافؒ نے اشارہ کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر
بدون درخواست تقسیم کے ابتدا ایک نے دیوار بنانے کا قصد کیا اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا پس اگر عرصۂ دیوار اتنا
چوڑا ہو کہ تقسیم سے ہر ایک کے حصہ مین اس قدر آجاوے کہ وہ اپنی دیوار بنا سکے تو دوسرا مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر عریض نہو
تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ مجبور کیا جائیگا اور اسی طرف امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل امام اجل شمس الائمہ
نے میل کیا ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر اس مین سے کچھ نہو لیکن ایک نے بدون اذن دوسرے کے دیوار بنا لی تو آیا دوسرے

لے سکتا ہے یا نہیں اس میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ہر حال میں کچھ نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی کتاب الاقضیہ میں ہے اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں ہمارے اصحاب سے ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر عرصۂ دیوار عریض ہو جیسا بیان کیا تو کچھ نہیں لے سکتا ہے ورنہ لے سکتا ہے۔ اگر دیوار پر کسی کا بار ہو پس اگر دونوں کی اسپر کڑیاں ہوں اور ایک نے تقسیم کی درخواست کی تو بدون دونوں کی رضامندی کے تقسیم نہوگا اگرچہ عرصۂ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو اور اگر ایک نے دیوار بنانی چاہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے بدون تفصیل ذکر کیا کہ مجبور کیا جائیگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے اذن کے بنائی تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ اگر عرصۂ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو تو دوسرے شریک سے قیمت بناء سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور بنانے میں متطوع شمار ہوگا ایسا ہی خصاف نے نفقات میں ذکر کیا ہے اور بعض مشایخ نے کہا کہ متطوع نہوگا اور اسی طرف کتاب الاقضیہ میں اشارہ ہے اور ایسا ہی ابن سماعہ نے بھی نوادر میں روایت کی ہے یہی اصح ہے کذا فی المحیط اور اگر باجازت اُسکے بنائی تو اُسکو تصرف سے منع نہیں کر سکتا ہے ولیکن جو خرچ کیا ہے اُسکا آدھا لے لیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور اگر ایک کا دیوار پر بار ہو اور اُسی نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر مجبور کیا جائیگا بشرطیکہ عرصۂ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو یہی صحیح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اگر اُس شخص نے جسکا دیوار پر بار نہیں ہے بنانے کا ارادہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو صحیح یہ ہے کہ اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر صاحب بار نے بنائی تو صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے سے حصہ رسدی لیگا اور اگر دوسرے نے بنائی حالانکہ عرصۂ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہے تو متبرع شمار ہوگا۔ پھر جس صورت میں بنانے والا متبرع نہیں ہوتا ہے مثلاً اُسکا یا دونوں کا اُسپر بار ہے تو بنانے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کو دیوار سے نفع اٹھانے سے ممانعت کرے یہانتک کہ جو خرچ ہوا ہے وہ دے یا قیمت بناء ادا کرے بنابر اختلاف مشایخ کے اسی امر میں۔ پس اگر دوسرے نے کہا کہ میں اس بناء دیوار سے نفع نہ لونگا تو آیا اس صورت میں بنانے والا اُس سے لے سکتا ہے یا نہیں پس مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ نہیں لے سکتا ہے اسی طرف قاضی امام ابو عبد اللہ دامغانی نے شرح کتاب الحیطان میں اور امام خواہر زادہ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ لے سکتا ہے اسی طرف امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل نے میل کیا ہے اور اسی کو صدر الشہید نے اختیار فرمایا ہے پھر اگر اُس نے لیا تو کیا لے گا قاضی اسبیجابی نے شرح مختصر الطحاوی میں مسئلہ علو و سفل کتاب الصلح میں بیان کیا کہ صاحب علو بنی ہوئی سفل کی قیمت صاحب سفل سے لیگا نہ جو اُسنے خرچ کیا ہے ایسا ہی شیخ امام نے شرح کتاب المزارعت میں ذکر کیا ہے اور فتاویٰ فضلی میں دیوار مشترک میں ذکر کیا کہ آدھا خرچ لیگا اور علو و سفل میں صاحب سفل سے لیگا اور بعض متاخرین مشایخ نے استحسانا فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنائی تو خرچ لیگا اور اگر بلا حکم قاضی بنائی تو قیمت بناء لیگا پھر بصورت قیمت بناء جتنا ہے تو وہ قیمت لیگا جو بنانے کے دن تھی یا وہ جو واپس لینے کے روز ہے پس بعض نے کہا کہ واپسی کے روز کی قیمت لیگا اور اسی پر امام ابو عبد اللہ دامغانی فتویٰ دیتے تھے اور بعض نے کہا کہ بنانے کے روز کی قیمت لیگا اور اسی پر صدر الشہید حسام الدین فتویٰ دیتے تھے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ دیوار گر گئی ہو اور اگر دونوں نے گرا دی تو بھی سب صورتوں میں یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر ایک نے گرائی تو وہ بنانے پر مجبور کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ جامع الفتاویٰ میں ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے اور ہر ایک کا اُسپر بار ہے وہ گر گئی اور ایک غائب ہے دوسرے نے اُسکو بنایا اگر پہلے دیوار کی ٹوٹن سے بنایا تو متطوع شمار ہوگا اور دوسرے غائب کو اُسپر بار رکھنے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر اینٹ لکڑی اپنے پاس سے لگائی تو جبتک غائب سے نصف قیمت نہ لے لے اُس کو

تصرف سے منع کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے و فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر دیوار شریک نے شکستہ دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے روکا پس اس نے
کہا کہ مجھے تیرے بیٹھنے سے منہدم ہو جانے کا اندیشہ ہے اسکا ضامن ہوں پس ضمانت کر لی پھر شریک کی اجازت سے دیوار توڑی تو مضمون لہ
کو نقصان اسکے منہدم ہونے کا نہ دینا پڑیگا چنانچہ اگر کہا کہ جو تیرا مال تلف ہو میں اسکا ضامن ہوا تو نہیں دینا پڑتا ہے یہ فتاوی صغریٰ
میں ہے۔ دو شخصوں کی مشترک دیوار منہدم ہو گئی اور ایک غائب ہے پس دوسرے نے اپنی ملک میں لکڑی کی دیوار بنائی اور
دیوار کی جگہ چھوڑ دی پھر غائب آیا اور بجائے دیوار قدیم دیوار بنانی چاہی اور دوسرے نے اسکو منع کیا تو فقیہ ابو بکر نے
فرمایا کہ اگر اس نے موضع دیوار کی متصل طرف بنانی چاہی تو جائز ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ دیوار کی نیو کا میدان اپنی طرف کر
تو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ جیسی دیوار پہلے تھی ویسی ہی بنا دے یا اس سے باریک کہ دونوں طرف کچھ کچھ برابر
چھوڑ دے تو اسکو اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ دو شخصوں کے دو باغ انگور کے بیچ کی دیوار منہدم ہو گئی پس ایک
نے اسکو بنانے کا قصد کیا مگر جب دوسرے نے انکار کیا تو اس نے سلطان سے استعداد کی پس سلطان نے ایک معمار کو
برضا مستعدی یہ حکم کیا کہ دیوار کو دونوں سے مزدوری لیکر بنا دے اس نے بنائی تو دونوں سے مزدوری لے سکتا ہے یہ فصول
عمادیہ میں ہے کتاب الاقضیہ میں ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر
دیوار کے حال سے گرنے کا خوف نہ ہو تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر گرنے کا خوف ہو تو امام ابو بکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ مجبور
کیا جائیگا۔ اگر دونوں نے گرادی اور ایک نے بنانی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر نیو دار کی چوڑی ہے کہ بعد تقسیم کے وہ
اپنے حصہ میں دیوار بنا سکے تو شریک پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر نہ بنا سکے تو جبر کیا جائیگا ایسا ہی امام ابو بکر محمد بن الفضل سے منقول ہے
اور اسی پر فتویٰ ہے اور جبر سے یہاں یہ معنی مراد ہیں کہ اگر شریک بنانے میں اتفاق نہ کرے تو یہ شخص اس کو بنا دے اور جو کچھ خرچ
پڑے اسکا آدھا شریک سے لے لے یہ خلاصہ میں ہے اگر مشترک دیوار کو دونوں نے گرایا پھر ایک نے اپنے خرچ سے اسکو بنوایا
اور دوسرے نے اسکو خرچ نہ دیا اور کہا کہ میں اس دیوار پر اپنا بار نہ رکھونگا تو بنوانے والا اس سے آدھا خرچ لے لیگا اگرچہ
وہ اپنا بار نہ رکھے یہ فتاوی صغریٰ میں ہے اگر دیوار گرنے کا خوف ہوا اور ایک نے گرادی تو شریک پر بنانے کا جبر نہ کیا جائیگا اور
اگر دیوار درست ہو پھر ایک نے شریک کی اجازت سے اسکو گرایا تو بلا شک بنانے والا بنانے پر مجبور کیا جائیگا اگر دوسرا
بنانے کا قصد کرتا ہے جیسا دونوں کے گرا دینے کی صورت میں تھا۔ اور اگر بلا اجازت شریک کے گرایا پس اگر مٹی کی کوئی قیمت
نہ ہو اور زمین کی قیمت دیوار بنانے سے نہ بڑھتی ہو تو شریک کے حصہ دیوار کی قیمت کا جس قدر ہو ضامن ہوگا اور اگر مٹی کی
قیمت ہو تو حصہ شریک سے مٹی کی قیمت رفع کریگا الا اس صورت میں کہ وہ اختیار کرے کہ مٹی اسکے پاس چھوڑ دے اور
اسکی قیمت کی ضمان لے تو اس وقت میں بقدر حصہ قیمت خاک کی رفع نہ کریگا اور اگر زمین کی قیمت بناء جاننے سے زائد
ہو جاتی ہو تو زمین دیوار مع بناء کے اندازہ کی جاویگی پھر اس سے بقدر زمین کے بدون بناء کے رفع کی جاویگی پس حصہ
شریک میں باقی بناء کا ضامن ہوگا کذا فی الخلاصہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ہر ایک کے اسپر بار ہیں وہ ڈھل گئی
پس ایک نے اسکو اٹھایا اور اپنے مال سے بنوایا اور دوسرے کو موافق بیان سابق کے بار رکھنے سے منع کیا تو فقیہ ابو بکر
اسکاف نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا اگر عرض موضع دیوار ایسا ہے کہ بعد تقسیم کے ہر ایک کے حصہ میں اس قدر آتا ہے کہ وہ اپنی
دیوار بنا کر اسپر بار اس طرح رکھ لے جیسا کہ قدیم میں تھا تو بنانے والا متبرع ہوگا دوسرے کو بار رکھنے سے ممانعت نہیں
کر سکتا ہے اور اگر تقسیم سے اس قدر نہیں پہونچتا ہے تو اسکو منع کرنے کا اختیار ہے جبتک کہ شریک اسکو نصف خرچہ ادا

ف دو شخص ہیں کہ واسطے تاوان ہو جاوے

نہ کرے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنایا ہو تو نصف خرچہ لیگا ورنہ نصف قیمت عمارت لے لیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شروط النوازل میں ہے کہ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک کا بیت سفل ہے اور دوسرے کا ایک یا دو گز اعلیٰ ہے پس گر دیوار گر گئی پس نیچے والے نے نیچے والے سے کہا کہ میرے واسطے میرے بیت کی دیوار پھر میرا بیت سب بنا دے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ دونوں ملکر نیچے سے اوپر تک بناوین فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر ایک کا بیت بقدر چار گز یا اسکے مثل کہ جتنے میں دوسرا بیت بن سکتا ہے نیچا ہو تو اسکی اصلاح صاحب سفل پر ہے یہان تک کہ دوسرے بیت کی جگہ پر پہونچ جاوے کیونکہ وہ بمنزلہ دو دیوار کے نیچے اوپر سے ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں پر ہے اور یہی قول ابو القاسم کا ہے پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ وہان تک بنا دے جہان تک اسکی ملک اسپر ہے پھر آئندہ دونوں شریک ہوں یہ فصول عمادیہ میں ہے نیچے والے نے اگر اپنا اسفل مکان گرا دینا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اگرچہ سفل خالص اسکی ملک ہو حتی کہ اگر فروخت کرے تو تمام ثمن اسکا ہو کذا فی المحیط۔ بالاخانہ ایک شخص کا ہے اور نیچے کا مکان دوسرے کا تو نیچے والے کو اختیار نہیں ہے کہ بدون بالاخانہ والے کی رضامندی کے اس میں کوئی میخ گاڑے یا روشندان بناوے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جبتک بالاخانہ والے کو مضر نہو تب تک کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے بالاخانہ ایک شخص کا اور سفل دوسرے کا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بالاخانہ والے کو اختیار نہیں ہے کہ بدون رضامندی صاحب سفل کے اسپر کوئی عمارت بناوے یا میخ گاڑے اور مختار فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اگر نیچے والے کو ضرر پہونچنا یقینی ہو تو ممانعت کی جائیگی اور اگر مشتبہ ہو تو ممانعت نہو گی یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے سفل اور علو دونوں گر پڑے تو صاحب سفل پر بنانے کا جبر نہ کیا جائیگا اور بالاخانہ والے کو سفل بنا دینے کا اختیار ہے اور صاحب سفل کو اس میں رہنے سے روک دے جبتک کہ وہ قیمت نہ دے اور جب قیمت دیدی تو عمارت کا مالک ہے اور طحاوی سے روایت ہے کہ جب تک خرچہ نہ دے اور بعض متاخرین نے استحسانًا فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنایا ہے تو خرچہ لے سکتا ہے اور اگر بغیر حکم قاضی بنایا ہو تو عمارت کی قیمت لے سکتا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جب بالاخانہ والے کو اختیار ہوا کہ قیمت عمارت نہ دینے تک سفل والے کو نیچے رہنے سہنے سے منع کر سکتا ہے جیسا کہ ظاہر الروایت میں ہے پس اگر سفل والے نے قیمت دینے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر صاحب سفل نے خود ہی گرا دیا تو بنانے پر مجبور کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر کسی اجنبی نے گرا دیا تو وہ بنانے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ سفل و علو کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر علو و سفل والوں نے حدود سفل صحراوی دیواری و طین وازج میں خلاف کیا تو یہ سب صاحب سفل کو ملیگی اور صاحب علو کو اسپر چلنے اور علو رکھنے کا اختیار ہے اور اگر چھت یا چھت کی بالائی دیوار میں جھگڑا کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ دیوار صاحب سفل کو ملیگی اور بعض نے کہا کہ صاحب سفل کے نام دیوار کی ڈگری نہو گی اور اسی پر فتوی ہے اور اگر سفل میں کوئی روشندان ہو اور بالاخانہ والے کا اسپر راستہ ہو پس دونوں نے روشندان میں جھگڑا کیا تو روشندان نیچے والے کا اور اوپر والا اسپر سے گذر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے تین شخص ہیں ایک کا سفل دوسرے کا علو تیسرے کا علو پر علو ہے پھر سب گر گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ علو میرا اور سفل تیرا ہے پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اسکے گواہوں پر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر دو شخصوں کے پاس ہوں تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور علو مع حصہ زمین کے دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر کسی کے پاس گواہ نہوں تو ہر ایک دوسرے کے دعوی پر قسم کھاوے پھر کیفیت قسم میں اختلاف ہے صاحب کتاب المحیط نے فرمایا کہ ہر ایک یوں قسم کھاوے کہ قسم

اس اللہ پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ مجھپر اس علو کا بنانا اور جسکے بنانے کا دعوی اسکا ثابت ہو واجب نہیں ہے اور دوسرے اصحاب حنفیہ رح نے سوائے صاحب کتاب الحیطان کے فرمایا کہ یون قسم لی جائیگی کہ قسم اس اللہ پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ زمین میری ملک نہیں ہے اور نہ مجھپر اس کی عمارت واجب ہے صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور صحیح میرے نزدیک وہ ہے جو امام عتابی نے ذکر کیا کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر یون قسم لی جائیگی کہ واللہ اس شخص کا میرے جانب یہ حق نہیں ہے کہ اگر میرا سفل بنا ہو تو یہ اسپر اپنا علو بنائے پھر جب سب نے قسم کھالی تو ہر ایک سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے کہ سفل کو بنائے تو بنالے پھر جو اسپر تیرا عوض لازم ہو یعنی علو والا بنا تا اور دوسرے کو انتفاع سے منع کرتا جبتک تیرا خرچہ ادا نہ کرے ورنہ چھوڑ دے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔

گیارھوان باب طریق و مسیل کے دعوے کے بیان مین

متعلق طریق خاص راستہ مسیل پانی بہنے کا راستہ علی العموم زید نے عمرو پر حق مرور کا دعوی کیا اور عمرو نے اسی راستہ کا رقبہ عمرو کی دار مین ہے تو صاحب دار کا قول لیا جائیگا اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ مین اس دار مین ہوکر گذرتا تھا تو اس سے کوئی استحقاق ثابت نہو گا کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ زید کا اس دار مین راستہ ہے تو گواہی جائز ہے اگرچہ راستہ کو محدود نہ کیا ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعض روایات مین مذکور ہے کہ جبتک گواہ نہ بیان کرین کہ راستہ مقدم دار مین ہے یا موخر مین اور طول راستہ کا وعرض ذکر نہ کرین گواہی مقبول نہو گی اور فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور یہ جو بعض روایت مین آیا ہے کہ گواہی مقبول ہو گی اگرچہ راستہ کو محدود نہ کرین یہ اس صورت مین رکھی جائیگی کہ جب مدعا علیہ نے راستہ کا اقرار کیا ہو اور گواہون نے اس کے اس اقرار کی گواہی دی ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ گواہی مقبول ہو گی اگرچہ موضع طریق اسکی مقدار مذکور نہ کرین کیونکہ جہالت مانع قبول شہادت اسی صورت مین ہے کہ حکم قضا جہالت سے متعذر ہو اور اس مقام پر متعذر نہین ہے کیونکہ بڑے دروازہ کا چوڑان اس راستہ کی مقدار پہچاننے مین حکم ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ یہ گواہی ہر حال مین مقبول ہے یہ محیط مین ہے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسکا باپ مر گیا اور یہ راستہ اسکے واسطے میراث چھوڑا ہے گواہی جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر کسی شخص کے دار کا دروازہ کسی زقاق کی دیوار مین مفتوح ہو اور اہل زقاق منکر ہوے کہ ہمارے زقاق مین اسکو گذرنے کا حق حاصل نہین ہے تو ان کو ممانعت کا اختیار ہے ولیکن اگر مدعی کے گواہ قائم ہون کہ مدعی کا راستہ زقاق مین ہوکر ثابت ہے تو نہین منع کر سکتے ہین یہ محیط مین ہے اگر ایک پرنالہ کسی شخص کے دار کی طرف نصب ہو اور دونون مین اختلاف ہوا کہ پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہے یا نہین پس اگر حالت ایسی ہے کہ پانی جاری نہین ہے اور اختلاف کیا تو پانی بہانے کا حق بدون گواہون کے قائم کرنے کے حاصل نہوگا کذا فی محیط السرخسی اور دار والے کو بھی پرنالہ توڑ دینے کا اختیار نہین ہے [illegible] فی المحیط۔ اور فقیہ ابو اللیث نے نقل کیا کہ مشائخ نے استحسان کیا ہے کہ پرنالہ اگر قدیمی ہو اور چھت کا رخ بھی مدعا علیہ کے دار کی طرف ہو اور معلوم ہو کہ یہ چھجا و چھت کا بھی قدیمی ہے نیا نہین ہے تو اسکو پانی بہانے کا حق دیا جائیگا اور اگر پانی بہنے کی حالت مین اختلاف کیا تو بعض مشائخ نے کہا کہ پرنالہ والے کا قول مقبول ہوگا اور پانی جاری کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا اور بعضون نے کہا کہ مستحق نہوگا اور اگر پانی بہانے کے استحقاق پر گواہ قائم کیے اور انھون نے بیان کیا کہ یہ مینھ کے پانی بہنے کا پرنالہ ہے تو مینھ کے پانی کے واسطے قرار دیا جائیگا اور غسل و وضو کا پانی اس سے نہین بہا سکتا ہے اور اگر وضو و غسل کے پانی کے واسطے بیان کیا تو وہ اسی واسطے ہوگا مینھ کا پانی نہین بہا سکتا ہے اور اگر فقط پانی بہانے کے حق کی گواہی دی اور تفصیل نہ بیان کی تو صحیح ہے اور اس

ف: زمین کی [illegible] [illegible]

مین کہ منبع کے پانی کے واسطے ہو یا غسل کے پانی کے واسطے ہو صاحب دار کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ایسی گواہی مسیل کے بارہ مین مقبول نہوگی اور راستہ کے باب مین مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر مدعی کے پاس اصلا گواہ نہون تو صاحب دار سے قسم لیجاویگی اگر اُسنے نکول کیا تو نکول پر ڈگری بحق مدعی ہوجائیگی کذا فی الحاوی نوادر ہشام مین ہو کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ میرے پانی کا مجری اسکی بستان مین سے ہو اور خصومت کے روز اسمین سے پانی جاری نہین ہو پس دو گواہون نے گواہی دی کہ اسکے بستان سے ہوکر کل کے روز پانی جاری تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح ایسی گواہی جائز رکھتے تھے اور امام ابو حنیفہ رح نہین جائز رکھتے تھے تاوقتیکہ ملک وحق کی گواہی نہ دین اور یہی قول امام محمد رح کا ہو اور اگر گواہون نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہو کذا فی المحیط- زید نے دعوی کیا کہ عمرو کے نہر پہ کل میرا ناوق رکھا تھا سیل آئی اور اُسکو اُکھاڑکر پھینکدیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر گواہون نے ایسی گواہی دی تو اعادہ ناوق کا حکم دونگا جیسا رکھا تھا پھر اگر اُس نے پانی بہانے کا قصد کیا اور نہر والے نے اُسکو منع کیا اور انکار کیا کہ اسکو پانی بہانے کا حق حاصل نہین ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ منع کرسکتا ہو تاوقتیکہ گواہ گواہی نہ دین کہ زید کو یہ حق حاصل ہو پھر امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ممانعت مین کیا کرے فرمایا کہ صاحب نہر کو اسمین پانی بہانے کے واسطے چاہیے تو مزدور مقرر کرے اور یہ جائز ہو یہ ظہیریہ مین ہو- ایک نہر زید کی زمین مین ہو کہ اُس سے پانی جاری ہو اُسمین اختلاف کیا تو پانی والے کا قول مقبول ہوگا ولیکن اگر مالک زمین گواہ لاوے کہ نہر میری ملک ہو تو اسکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر وقت خصومت کے پانی جاری نہو ولیکن معلوم ہو کہ اِس نہر سے اِس شخص کی زمین مین پانی جاری تھا تو پانی والے کا قول مقبول ہوگا اور اُسکی ڈگری ہوگی ولیکن اگر زمین کا مالک گواہ دے کہ نہر میری ملک ہو تو نہین اور اگر وقت خصومت کے پانی اِس شخص کی زمین کی طرف جاری نہو اور نہ اِسکا جاری ہونا اس سے پہلے معلوم ہو تو زمین کے مالک کی ڈگری ہوگی مگر اِس صورت مین نہوگی کہ پانی والا گواہ لاوے کہ نہر میری ملک ہو یہ محیط مین ہو منتقی مین ہو کہ ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک بڑی نہر چند گانون والون کے شرب کے واسطے ہو کہ ان لوگون کی تعداد گنتی کی نہین ہو اُس نہر کو چڑھاؤ کی طرف سے ایک قوم نے نیچے والون سے روک لیا اور کہا کہ یہ ہماری ہو ہمارے قبضہ مین ہو اور نیچے والون نے کہا کہ یہ سب جاری ہو تمہارا اسمین کچھ حق نہین ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر خصومت کے روز وہ نہر نیچے والون کی طرف بہتی تھی تو جیسے جاری تھی ویسے ہی اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی اور سب اُسمین سے سینچین جیسے سینچتے تھے اور چڑھاؤ والون کو اُسکے بند کرنے کا اختیار نہین ہو اور اگر اُس روز پانی جاری نہو مگر معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی طرف جاری تھا اُسکو اوپر والون نے روک دیا ہو یا نیچے والون نے گواہ دیے کہ نہر پہلے ہماری طرف جاری تھی پھر اوپر والون نے روک دی تو اوپر والون کو حکم ہوگا کہ روک دور کردین یہ ذخیرہ مین ہو- ایک گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو اُس کوچہ مین ایک نہر ہو پس صاحب دار نے چاہا کہ اسکا پانی اپنے دار مین داخل کرکے اپنے بستان مین جاری کرے تو پڑوسی لوگ اُسکو منع کرسکتے ہین اور وہ بھی پڑوسیون کو ایسی حرکت سے منع کرسکتا ہو اور جس نے پہلے جاری کرلیا ہو اور اقرار کرتا ہو کہ قدیمی نہین ہو تو اُسکو بھی منع کرسکتے ہین اور اگر یہ امر قدیمی ہو تو منع نہین کرسکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہو- ایک دار مین چند وارث شریک ہین بعض نے اقرار کیا کہ فلان شخص کا اسمین راستہ یا پانی کی مسیل ہو تو وہ شخص مرور نہین کرسکتا اور نہ پانی بہاسکتا ہو تاوقتیکہ سب متفق نہون ولیکن دار تقسیم کیا جائے گا پس

اگر تقسیم مین وہ راستہ و مسیل اقرار کنندہ کے حصہ مین پڑا تو مقرلہ اسکو اپنا حصہ کر سکتا ہی اور اگر غیر اقرار کنندہ کے حصہ مین پڑا تو مقرلہ اقرار کنندہ سے اسکے حصہ مین قیمت راہ چلنے و مسیل بہانے کا شریک ہوگا اور مقر کو اپنے حصہ مین سواے اس قیمت کے باقی کا ملک و حصہ ان دونون مین مشترک ہوگا کیونکہ مقر نے اس شخص کیواسطے حق مرور و تسییل کا اقرار کیا ہی رقبۂ مسیل و طریق کا اقرار نہین کیا ہی اور اگر رقبہ کا اقرار کیا ہو تو مقرلہ کو بقدر دراع طریق کی شرکت ہوگی اور مقر کو اپنے حصہ کے حساب سے گز ناپ کے ملینگے سواے اس راستہ کے یعنی اسکے اسقدر نہ کئیے جاوینگے اور یہ حکم صاحب ہی کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر ہیگا اور امام محمد رح کے قول پر مقرلہ کو نصف طریق و مسیل کی شرکت ہوگی اور مقر کو اپنے حصہ کی تمام قیمت کی شرکت ہوگی سواے قیمت نصف طریق و مسیل کے جو اسنے دوسرے کے واسطے اقرار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ایک شخص کا پانی کا راستہ دوسرے کے دار مین ہوکر کاریز کے طور پر جو اسنے کاریز کو پرنالہ بنانا چاہا تو بدون رضامندی صاحب دار کے نہین بنا سکتا ہی اور اگر پہلے پرنالہ تھا پھر اسنے اوسکا ریزہ بنانا چاہا پس اگر اسمین صاحب دار کو ضرر پہونچے تو ایسا نہین کر سکتا ہی الا برضامندی مالک دار اور اگر ضرر نہو تو روا ہی اور اگر دونون صورتون مین ضرر یکسان ہو تو کرخی نے ذکر کیا کہ کاریز کو میزاب و میزاب کو کاریز بنا لے سکتا ہی اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ امام محمد رح نے جو کتاب مین لکھا ہی اس صورت پر محمول ہی کہ جب اس شخص کو صرف پانی بہانے کا حق حاصل ہو اور اگر وہ جگہ جسمین سے پانی بہتا ہی اسی کی ملک ہو تو اسکو اختیار رہی جیسی چاہے ویسی بنا دے قال فی الکتاب پس اگر پرنالہ ہوا مین ہو تو قدیم سے نہین بنا سکتا ہی اور اسمین ضرر و عدم ضرر کی تفصیل جو سابق مین ہی بیان نہین فرمائی اور اگر یہ چاہا کہ اپنے پرنالہ سے لانبا یا چوڑا یا چھوٹا پرنالہ بنا دے یا دوسری چھت کا پانی اس پرنالہ سے بہادے تو بدون رضامندی مالک دار کے نہین بنا سکتا ہی کذا فی المحیط اور اگر اہل دار نے چاہا کہ ایک دیوار بناکر اسکا پانی کا بہاؤ روک دین یا میزاب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دین یا اونچا یا نیچا کر دین تو نہین کر سکتے ہین اور اگر دار والون نے ایک اچھان بنا دی کہ پرنالہ اسی پر بہے تو انکو اختیار ہی کذا فی البدائع اور اگر ایک شخص کا راستہ دوسرے کے دار مین ہی پھر دار والون نے چاہا کہ میدان صحن مین ایسی چیز بنا دین کہ جس سے اسکا راستہ بند ہو جاوے تو نہین بنا سکتے ہین اور لازم ہی کہ ساحت دار مین بقدر عرض باب دار کے چھوڑ دین کذا فی الخلاصۃ منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک کاریز جاری ہی کہ اس سے بعض آبار کسی شخص کے دار مین یا کسی شخص کی زمین مین کھودے گئے ہین کہ انکو دیوار محیط ہی پھر کاریز والے نے دعوی کیا کہ روے زمین آبار کی میری ہی اور مالک دار یا زمین نے اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جو آبار دار مین ہون انکی زمین صاحب دار کی ہی اور جو زمین مین ہون وہ صاحب کاریز کی ہی بشرطیکہ اسکا قابض معلوم نہو اور اگر صاحب زمین نے اسمین کھیتی کرکے اسکو کاشت کر اٹھا لیا تو وہ قابض قرار پائیگا کیونکہ زراعت سے اسکا قبضہ ثابت ہو گیا کذا فی الحاوی ایک شخص کی خالصہ کاریز ہی اسپر ایک قوم کے درخت لگے ہوے ہین اور کاریز والے نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے ہٹا کے دوسری جگہ کھودے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر کاریز والے نے کاریز فروخت کیا تو درختون کے مالک کو شفعہ جوار پہونچے گا یہ فصول عمادیہ مین ہی

بارہوان باب۔ دعوی دین کے بیان مین۔

اگر عورت نے اپنے شوہر پر بقیہ مہر ثابت کرنا چاہا تو اسکو اختیار رہی اگرچہ اسکو فی الحال باقی مہر کے مطالبہ کا اختیار نہو اسی طرح جس شخص کا قرضہ میعادی ہی اگر اس نے ثابت کرنا چاہا تو اختیار ہی اگرچہ فی الحال مطالبہ نہ کر سکتا ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک عورت نے وارث شوہر پر اپنے مہر مثل سے زائد کا

دعوی کیا پس اگر وارث نکاح کا اقرار کرتا ہو تو قاضی ... دریافت کریگا ... کا مہر اسی قدر ہے یعنی مہر مثل سے زائد
ہیں اگر وارث نے ... نہیں تو دریافت ... کیا ... یعنی مہر مثل سے زائد ... سے کم کر کے پوچھے پھر اگر اُسنے
کہا کہ نہیں تو ... دریافت کریگا ... تک نوبت پہونچے پس اگر ... مہر مثل پر پہونچی کہا کہ نہیں تو قاضی ...
مہر مثل اسپر لازم کریگا اور ... اور ... ہے کہ قاضی ... مہر مثل معلوم ہو اور اگر ... معلوم ہو تو ... میں
... مہر مثل ... دریافت ... کے واسطے مقرر کریگا ... ثابت ہے اُسکے ... پر گواہ
طلب کریگا یہ فتاوی قاضی خان ... عورت نے اپنے شوہر ... دعویٰ کیا اور وارثوں نے نکاح سے انکار
کیا پس عورت نے مہر ... دونوں ... گواہ ... تو دونوں ثابت ہونگے پھر اگر وارثوں نے گواہ ... کہ اسنے شوہر کے
مرنے سے پہلے مہر سے بری کر دیا ہے تو بسبب تناقص کے دعوے قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک عورت نے زید کو
قاضی کے دربار میں حاضر کیا اور کہا کہ میرے فلان بن فلان شوہر پر اسقدر مہر باقی تھا اور تو نے اُسکی طرف سے اِس مہر کی
ضمانت کر لی تھی کہ تو ضامن ہے اگر وہ مجھے تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کر لے اور مین نے تیری ضمانت کی اجازت دیدی تھی
اور اب مجھے اُس نے تین طلاق دیدی ہین پس باقی مہر تجھپر بسبب ضمانت کے وقوع فرقت کے بعد واجب الادا ہے
اور ادا کرانے کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ نے ضمانت کا اقرار کیا ولیکن انکار کیا کہ مین اِس حرمت طلاق سے واقف نہین ہون
پس عورت کے گواہون نے گواہی دی کہ عورت کو اُسنے تین طلاق دیدی ہین پس باقی مہر کی ڈگری زید پر اور وقوع حرمت کے
احکام غائب پر نافذ کریگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ہشام رح نے اپنے نوادر مین لکھا ہے کہ مین نے امام محمد رح سے کہا کہ میرے
زید پر ہزار درم آتے ہین اور زید کے ایک عورت پر ہزار درم ہین پس اُن دونون نے جھگڑا کیا اور میری غیبت مین
عورت نے دو گواہ سُنائے کہ مین نے اقرار کیا ہے کہ میرے جو درم زید پر آتے ہین وہ سب اِس عورت کے ہین میرا
اُسمین سے کچھ نہین ہے اور میرے نام اِس سبب سے ہین کہ مین نے اُس عورت کے واسطے اُسکا ایک غلام
فروخت کیا تھا اور زید کو جو عورت سے مطالبہ کرتا ہے وہ میرے ہزار درم کے قرضدار ہونیکا مقر ہے یا منکر ہے پس عورت نے
گواہ سُنائے کہ میرے یعنی ہشام کے زید پر ہزار درم ہین اور مین نے اقرار کیا ہے کہ یہ درم اُس عورت کی ملک ہین میرا نام
اُسمین عاریۃ ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ امر جائز ہے اور گواہی قطعی ہے یہ محیط مین ہے وارث یا وصی کی حاضری مین میت پر
قرضہ ثابت کرنا جائز ہے اگرچہ ان دونون کے قبضہ مین ترکہ مین سے کچھ نہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک وارث
کی حاضری مین میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس اِس وارث نے اقرار کر لیا تو صحیح ہے اور تمام قرض اُسی کے حصہ میراث سے
دلایا جائیگا اور شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اِس وارث کے اقرار کے ساتھ حکم قاضی بھی موافق اِسکے اقرار کے جاری
ہوا ہو اور اگر محض وارث کا اقرار ہے تو اُسکے حصہ مین قرضہ لازم نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے فتاوی فضلی مین ہے کہ بعض نے
وارثون مین سے مورث پر قرض کا دعویٰ کیا اُسکے بعض وارثون نے تصدیق کی اور بعضون نے تکذیب کی تو فرمایا کہ تصدیق
کرنیوالون کے حصہ میراث سے یہ قرضہ پورا ادا کیا جائیگا مگر اِس مدعی کے حصہ کا قرضہ اسمین سے طرح دیا جائیگا یہ محیط مین
ہے۔ اگر ایک وارث کو حاضر کر کے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور گواہ دیے تو سب کے حق مین قرضہ ثابت ہوگا اسی طرح
اگر کسی وارث نے میت کا قرضہ کسی شخص پر ثابت کیا اور گواہ دیے تو سب کے حق مین ثبوت ہوگا اور وہ قرضہ لیکر قاضی
تقسیم کر کے اِس مدعی حاضر کا حصہ اُسکو دیدیگا اور غائبون کا حصہ اُسکو نہ دیگا بلکہ مدعا علیہ کے پاس چھوڑ دیگا اور صاحبین کے

نے فرمایا کہ ایک عادل کے پاس رکھوا دیگا اور اگر قابض قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہو تو بالاجماع غائبون کے حصے اُس کے پاس سے نہ لیگا اور یہ عقار مین ہے اور مال منقول مین اگر منکر ہو تو لیکے عادل کے پاس رکھیگا اور اگر مقر ہے تو اُسی کے پاس رہنے دیگا اور جب غائب لوگ حاضر ہون تو اُن کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہوگی یہی اصح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے کتاب الاقضیہ مین ہے زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ میرے خالد پر ہزار درم ہین اور خالد نے عمرو کو حکم دیا ہے کہ میرے ہزار درم جو تیرے پاس ودیعت ہین وہ زید کو دیدے اور عمرو نے اِس حکم سے انکار کیا پس مدعی نے ہزار درم ودیعت ہونے اور حکم دینے کے گواہ سنائے اور قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو یہ حکم غائب یعنی خالد پر بھی جاری ہوگا اور عمرو اُسکی طرف سے خصم قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسپر چند قرضے ہین اور اُسنے ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا پس بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے پاس زید کے ودیعت ہین پھر زید آیا اُسنے دعوی کیا اور قرضخواہون نے زید کی اس امر مین تصدیق کی کہ اسی کے ہین یا تکذیب کی کہ میت کے ہین یا تصدیق و تکذیب کچھ نہ کی کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ یہ درم کس کے ہین تو قاضی یہ ہزار درم میت کی طرف سے قرضخواہون کو ادا کر دیگا اور مدعی ودیعت کے لیے قرار نہ دیگا ولیکن صورت اُولی مین قرضخواہون نے جبکہ تصدیق کی ہے کہ یہ ہزار درم زید کے ہین تو زید بعد ڈگری ہونے کے قرضخواہون سے بسبب اُنکے اقرار کے واپس لیگا یہ حکم اس صورت مین ہے کہ بیٹے نے اقرار کیا اور ایسے ہی اگر انکار کیا اور کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے ہین یا اقرار و انکار کچھ نہ کیا اور کہا کہ مین نہین جانتا ہون کس کے ہین تو یہ صورت و صورت اول یکسان ہین اور اگر مدعی ودیعت نے انکار کی صورت مین بیٹے سے قسم طلب کی تو اُسپر قسم نہین آتی ہے۔ اور جو کچھ ودیعت مین معلوم ہوا وہی مضاربت و بضاعت و اجارہ و عاریت و رہن مین ہے جبکہ میت کے پاس کوئی مال عین ہو اور وارثون نے کسی امر کا انھین سے اقرار کیا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ اگر میت پر قرض کا دعوی کیا درحالیکہ وارثان بالغ غائب ہین اور نابالغ حاضر ہین تو قاضی کو اختیار ہے کہ نابالغ کی طرف سے ایک وکیل مقرر کرے کہ جسپر دعوی دائر ہو پھر اگر وکیل پر کچھ ڈگری ہوئی تو سب وارثون پر یہ حکم جاری ہوگا ایسا ہی رشید الدین نے ذکر کیا ہے مین کہتا ہون کہ قرضخواہ کو اگر بالغون کے حصہ سے اپنا قرضہ وصول کرنیکی قدرت نہوئی تو نابالغ کے حصہ سے سب وصول کر لیگا پھر جب بالغ وارث حاضر ہوے تو نابالغ اُنسے بقدر حصہ رسد کے واپس کر لیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے اور اگر وارث حاضر بالغ ہو اُسنے اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کر لیا پھر مدعی نے باوجود اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تاکہ تمام ترکہ مین اُسکا حق ثابت ہو جاوے تو قاضی مقر پر اُسکے گواہون کی سماعت کریگا اور ڈگری کر دیگا اور یہ حکم جو بمقابلہ وارث مقر کے ہوا ہے سب وارثون پر جاری ہوگا۔ اسیطرح اگر وصی میت یا وکیل خصومت پر بعد اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مدعی کے گواہون کی سماعت ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر میت پر قرضہ کا دعوی کیا پس تمام وارثون نے اقرار کر لیا پھر مدعی نے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول ہونگے کیونکہ مدعی کو اپنا قرضہ ثابت کرنے کی وارثون غیر وارثون کے حق مین ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میت کا کوئی دوسرا قرضخواہ آیا اور اُسکا حق قرض ظاہر ہے اور اس مدعی کا قرض جسکا وارثون نے اقرار کر دیا ہے دوسرے قرضخواہ کے حق مین ظاہر نہوگا اس باعث سے اُسکی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر سب وارثون نے وصیت کا اقرار کیا و باوجود اقرار کے گواہ قائم کئے تو مقبول ہونگے یہ فصول عمادیہ مین ہے ایک شخص زید کو لایا کہ وہ مدعی ہے کہ مین عمرو غائب کی طرف سے وکیل خصومت ہون اس وکیل پر دعوی کیا کہ میرا عمرو پر اِس قدر قرض ہے پھر مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا تو زید کا اقرار صحیح نہین ہے حتی کہ اگر مدعی نے عمرو پر

اپنا قرضہ ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے اور اسیطرح اگر میت پر قرضہ کا دعوی کیا بمقابلہ ایک مرد کے جسنے اقرار کیا کہ مین میت کا وصی ہون تو بھی گواہان مدعی نامقبول ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر وکیل حاضر ہوا اور دعوے کیا کہ مین فلان بن فلان کی طرف سے وکیل اسواسطے مقرر ہوا ہون کہ مین مدعا علیہ سے وہ قرضہ جو موکل کا اسپر ہی اور وہ مال عین جو اُسکا اِسکے پاس ودیعت ہی وصول کرون اور مدعا علیہ نے اِس سب کی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو قرض کا مال دیدینے کا حکم ہوگا اور مال عین ودیعت دینے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر وصی نے حاضر ہوکر دعوی کیا کہ فلان بن فلان میت کا مین وصی ہون اُسنے مجھے وصیت کی تھی کہ اِس مدعا علیہ کے ذمہ جو اُسکا قرض ہی اور جو مال عین ودیعت ہی سب وصول کرون اور مدعا علیہ نے اُسکی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو دونون چیزون کے دیدینے کا حکم دیا جائیگا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف - اور اگر اُس نے قرضدار پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہونگے اور اُس سے مال قرض نہین لے سکتا ہی ولیکن اگر قاضی کے نزدیک میت کے ترکہ مین قرض ثابت ہوا اور کسی نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ میت کا مجھپر اسقدر قرض ہی تو اُسکو رب الدین کو دیدینے کے واسطے حکم کریگا اور عیون مین ہی کہ اگر اِس شخص نے جسپر میت کے ہزار درم ہین بعوض اُس قرض ہزار درم کے جو میت پر آتا ہی ادا کردیے بلا حکم وصی کے جو میت کا ہی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے ادا کرنے کے وقت کہا کہ یہ ہزار درم مین وہ ادا کرتا ہون جو میت کے مجھپر چاہیے تھے بعوض اُن ہزار درمون کے جو تیری میت پر آتے ہین تو جائز ہی اور اگر یہ نہ کہا بلکہ میت کی طرف سے ادا کردیے تو احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر وارثون مین اطفال و بالغ ہون پس بالغون نے اپنے باپ پر قرض کا اقرار کرلیا تو قرضخواہ کو نابالغون پر قرض ثابت کرنے کے واسطے گواہ پیش کرنے چاہیے ہین یہ فصول عمادیہ مین ہی ایک شخص نے وارث کی حاضری مین میت پر قرض کا دعوی کیا اور کہا کہ میت نے اِس قرض کی جنس سے وارث کے قبضہ مین اسقدر چھوڑا ہی کہ جس سے یہ قرض ادا کرسکتا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے تو اسمین شک نہین ہی کہ اس قدر اس امر کے واسطے کافی ہی کہ وارث کو حکم کیا جاوے کہ یہ مال حاضر کرے تاکہ موجودگی مین گواہ گواہی دین کہ یہ میت کا مال ہی اور اگر ڈگری کرنے کے واسطے اسی قدر پر اکتفا کیا جاوے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ گواہ لایا کہ میت پر قرضہ ہی اور ترکہ اسقدر ہی کہ ادا ہوسکتا ہی تو ضرور ہی کہ ترکہ کو بیان کرے اگر عقار ہی تو حدود بیان کرنا چاہیے اور اگر وارثون کے اقرار کے گواہ لایا کہ ترکہ سے قرض ادا ہوسکتا ہی تو بیان ترکہ کی حاجت نہین ہی اور اصح یہ ہی کہ خصومت بلا بیان ترکہ مقبول ہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور اگر قرضخواہ میت نے وفا سے ترکہ کے گواہ دیے اور ترکہ بیان کیا اور استیفا کیا پھر دوسرے قرضخواہ نے قرض کو ثابت کیا تو بلا خلاف اثبات ترکہ کہ وفا کے لائق ہونے کے اثبات کی حاجت نہین ہی اور اگر وارثون نے دوسرے قرضخواہ کے قرض سے انکار کیا اور پہلے قرضخواہ نے اُسکی تصدیق کی تو دوسرا پہلے کا شریک ہوگا کیونکہ اُسنے خود شرکت کا اقرار کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا پھر ایک قوم قاضی کے پاس آئی اور کہا کہ فلان شخص مرگیا اور ہمارے اموال اُسپر ہین اور اُسنے جو کچھ مال چھوڑا ہی اُسپر وارثون نے قبضہ کیا اور وہ لوگ اُسکو متفرق و تلف کیے ڈالتے ہین اور قاضی سے درخواست کی کہ ترکہ ابھی بٹنے سے موقوف رکھا جاوے تاکہ ہم اپنے حقوق قاضی کے سامنے ثابت کرین تو قاضی پر واجب نہین ہی کہ وارثون کے مقبوضہ سے تعرض کرے پس اگر قوم نے کہا کہ ہمارے گواہ حاضر ہین ہم اِسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین پیش کرینگے اور وارث کی ذات سے اسراف بیجا اور تلف کرنے کا خوف ہی یا یہ مشہور ہی کہ فلان شخص مرگیا اور اُسکے

قرضخواہ بہت ہین یا قاضی کو مدعی لوگ صالح اور نیک بخت معلوم ہوے یا اُسکے دل مین آیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور وارث کی ذات سے خوف اسراف واتلاف ہی تو استحسانًا کچھ مضائقہ نہین ہی کہ چند روز ترکہ متوقف رکھا جاوے - اسیطرح اگر کسی میت کی طرف سے اپنے حق مین کسی قدر وصیت کرنے کا دعوی کیا اور یہ صورت پیدا ہوئی تو اُسکی بھی یہی راہ نکل سکتی ہی کذافی شرح ادب القاضی للخصاف - اگر تین آدمیون کا مشترک قرض کسی پر ہو پھر دو شخص غائب ہو گئے اور تیسرا حاضر رہا اُسنے اپنا حصہ قرضدار سے طلب کیا تو قرضدار دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر زید عمرو کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ میرا باپ فلان مرگیا اور کوئی وارث میرے سواے نہین چھوڑا اور اُسکا اِس عمرو پر اسقدر مال ہی تو قاضی مدعا علیہ سے اسکو دریافت کریگا پس اگر اُسنے سب دعوے کا اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہی اور حکم کیا جائیگا کہ یہ مال دین وعین اسکے سپرد کرے اور اگر اُسنے انکار کیا پس اگر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ سب دین[ف۱] وعین اسکے سپرد کرے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون اور اُسنے اپنے دعوی پر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو خصاف نے ذکر کیا کہ بعض اصحاب سے روایت ہی کہ قسم نہ لیجائیگی اور ایک قول یہ بھی روایت ہی کہ لیجائیگی یہ محیط مین ہی - رب الدین[ف۲] نے اگر گواہ پیش کیے کہ وارثون نے ترکہ مین سے ایک غلام فروخت کیا حالانکہ ترکہ قرض مین دبا ہوا ہی پس وارثون نے اِس امر کے گواہ دیے کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی مین یہ غلام فروخت کر کے ثمن لیا ہی تو رب الدین کے گواہ اولی ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ترکہ اگر قرض مین ڈوبا ہوا ہو اور کسی دوسرے قرضخواہ نے اگر گواہون سے اپنا قرض ثابت کیا تو اُسکے گواہ وارث پر مقبول ہونگے نہ دوسرے قرضخواہ پر ولیکن وارث سے قسم نہ لیجائیگی ایسا ہی تمام کتب مین مذکور ہی اور کسی کتاب مین نہین مذکور ہی کہ وارث کا اقرار اپنے حق مین صحیح ہی یا نہین ہی تاکہ اگر میت کا کوئی اور مال ظاہر ہو تو اِس وارث مقر کے حصہ سے یہ قرض وصول کیا جاوے تو لائق یہ ہی کہ صحیح ہو ولیکن اقرار ضمنی کے واسطے قسم نہ لیجائیگی کہ یہ فائدہ محض موہوم ہی یہ محیط مین ہی فتاوی رشید الدین مین مذکور ہی کہ ترکہ اگر غیر مستغرق ہو اور قرضخواہ نے کسی ایک وارث پر اپنا قرضہ ثابت کیا تو حاضر اپنے حصہ کو فروخت کرے اور جسقدر قرض اُسکے حصہ رسد پڑا ہی اُسکو ادا کر دے اور دوسرون کے حصے فروخت کرنیکا وہ والی نہین ہی تاکہ قرضہ پورا ادا کر دے اور اگر ترکہ قرض مین ڈوبا ہوا ہو تو بدون رضامندی قرضخواہون کے اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر ترکہ تین ہزار اور قرض ایک ہزار ہو اور ترکہ تین بیٹون مین تقسیم ہو گیا تو قرضخواہ ہر ایک بیٹے سے تہائی ہزار لے لیگا بشرطیکہ سب پر قاضی کے حضور مین قابو پاگیا اور اگر کسی ایک شخص پر قابو پایا تو اُس سے سب جو اُسکے ہاتھ مین ہی لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - وارثون کو قرض ادا کر کے ترکہ چھوڑا لینے کا اختیار ہی اور ایسے ہی ایک کو بھی اگر باقی انکار کرین اور اگر سب نے ترکہ چھوڑانے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا تو مجبور نہ کیے جائینگے ولیکن قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر میت کے ایک وارث پر وارثون مین سے دعوے کر کے قرض ثابت کیا اور ترکہ کسی اجنبی کے قبضہ مین ہی تو مدعا علیہ کو اجنبی سے ترکہ طلب کرنے کا اختیار ہی کذافی القنیہ - ایک شخص ایک شہر مین مرگیا وہین ایک اجنبی کے پاس اُسکا مال و ترکہ ہی اور اُسکے وارث دوسرے شہر مین ہین پس ایک قوم نے اُسپر اپنے حقوق و اموال کا دعوی کیا پس اگر وہ شہر جسمین وارث ہین اِس شہر سے منقطع ہو یعنے غالب آمد و رفت منقطع ہو تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اُسکی حاضری مین وہ لوگ اپنے حقوق ثابت کرینگے اور اگر انقطاع نہو تو قاضی

ف۱ یعنی بفتح دال قرض مین مستغرق معین ۱۲

ف۲ رب الدین یعنی قرضخواہ جسکو دین پہنچتا ہی ۱۲

اُسکا وصی مقرر نہ کریگا بلکہ مدعیون کے گواہون کی سماعت کر کے جو کچھ امور اُسکے نزدیک ثابت ہونگے وہ اُس شہر کے قاضی کو لکھیگا جسمین وارث موجود ہین تاکہ وہ حکم کرے پھر وہ قاضی اِس قاضی کاتب کو تحریر کریگا تاکہ ترکہ سے قرضہ مدعیون کے سپرد کرا دے کذا فی السراجیہ اگر میت نے کوئی وصی نہین مقرر کیا اور اُسکے وارث نابالغ ہین ایسا کوئی نہین ہے جو قیام امور وحجت کے لائق ہو تو قاضی اِسکی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اِن نابالغون کے کام مین درستی کرے پس اگر قرضخواہون نے اِس وصی کی حاضری مین اپنے حقوق ثابت کیے اور درخواست کی کہ اِسکو حکم دیا جاوے کہ میت کے مال سے ہمارے حقوق ادا کرے تو قاضی کو چاہیے کہ ہر ایک سے قرض ادا کرنے سے پہلے قسم لے کہ واللہ مین نے اِس مال سے جو میرا فلان کی طرف ثابت ہوا کچھ وصول نہین کیا اور نہ مجھے اُسکی طرف سے کسی نے ادا کیا اور نہ میرے حکم سے کسی نے وصول کیا اور نہ مین نے اِس مال سے بری کیا اور نہ اسمین سے کچھ مال سے بری کیا اور نہ مجھے یہ مال یا اسمین کچھ کسی پر اُترا یا اور نہ مین نے فلان میت سے اِس مال یا اسمین سے کچھ مال کے عوض کچھ رہن لیا۔ اگرچہ وصی اِس قسم کی درخواست نکرے پس وہ جب قسم کھا جاوے تو اُسکو اُسکا قرض دینے کا حکم کرے اور اگر نکول کرے تو اُسکو کچھ دینے کا حکم نکرے اسی طرح اگر کوئی مرگیا اور کوئی وصی نہین مقرر کیا اور نہ کوئی وارث چھوڑا اور اُسپر ایک قوم نے اموال وحقوق کا دعوی کیا تو قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا اور مدعیون کے گواہون کی سماعت کر کے اگر حق ثابت ہوا تو دینے سے پہلے اسی طور سے جو مذکور ہوا قسم لیگا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف ۔ ایک شخص نے برہان پیش کی کہ میرا میت پر اسقدر مال ہے تو اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے یہ مال یا اسمین سے کچھ نہین پایا اگرچہ وارث اُسکے پھر پانیکا دعوی نہ کرین اور فتاوی مین ہے کہ اگرچہ مدارث لوگ قسم دلانے سے انکار کرین تو بھی قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ کردری مین ہے اگر زید و عمرو دونون کے بکر پر ہزار درم قرض ہین اور دونون اُس مین شریک ہین اور بکر قرض سے انکار کرتا ہے پھر زید حاضر ہوا اور دونون کے قرضہ کے گواہ قائم کیے اور عمرو غائب ہے تو منتقی مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک پانچسو درم کی حاضر کی ڈگری کیجائیگی اور جب عمرو آوے تو دوبارہ گواہ پیش کرنیکا حکم دیا جائیگا اور زید حاضر عمرو کی طرف سے کسی وجہ سے خصم نہین ٹھہرایا جائیگا مگر درصورتیکہ یہ ہزار درم دونون مین ایک شخص کی میراث مشترک ہو اور اگر عمرو آیا اور گواہون کے پیش کرنے پر قادر نہوا تو جسقدر اُسکے شریک نے پانچسو لیا ہے اُسمین شریک ہوجاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید کا عمرو و بکر دونون پر کچھ مال دستاویز مین تحریر ہے اُسکا زید نے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے اور ایک غائب ہے اور دوسرا مدیون حاضر ہے اور وہ حاضر منکر ہے تو موافق مختار کے حاضر پر نصف مال کی ڈگری ہوگی مگر درصورتیکہ یہ حاضر بحکم غائب اُسکی طرف سے کفیل ہو تو حاضر پر کل مال کی ڈگری کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص دوسرے پر قرض کا دعوی کرتا ہے اور مدعا علیہ نے دو وکیل خصومت کیواسطے مقرر کیے پس مدعی نے ایک گواہ ایک وکیل کے سامنے پیش کیا اور دوسرا گواہ دوسرے کے سامنے پیش کیا تو جائز ہے اسیطرح اگر ایک گواہ موکل پر اور دوسرا گواہ وکیل پر پیش کیا تو بھی جائز ہے یا ایک گواہ مدعا علیہ پر اور دوسرا اُسکے وصی یا وارث پر قائم کیا یا میت کیواسطے دو وصی تھے پس ایک وصی پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے وصی نے اگر ترکہ پر قرض کا دعوے کیا تو قاضی دوسرا وصی مقرر کریگا تاکہ اُسپر دعوے دائر ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص مرا اور دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے دعوے کیا کہ ہمارے باپ کے اُسپر ہزار درم بیع کے ثمن ہین اور دوسرے نے دعوے کیا کہ یہ درم قرض کے ہین اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے پانچسو درم کی ڈگری

ہوگی اور ایک کو دوسرے کے مال معوضہ مین شرکت نہین پہونچتی ہے کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے اُسمین شریک ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- کتاب الاملاء مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دوسرے کے قبضہ مین اپنا مال درم یا دینار یا عقار یا رقیق وغیرہ چھوڑا پس زید نے دعوی کیا کہ یہ مال میرا حق ہے کہ مین نے اِسکو میت کے پاس ودیعت رکھا تھا یا اُسنے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور قابض مال نے اِسکی اِس قول مین تصدیق کی اور یہ کہا کہ نہین معلوم میت نے کوئی وارث نابالغ چھوڑا ہے یا بالغ چھوڑا ہے کہ وہ غائب ہے تو قاضی قابض کی تصدیق سے مدعی کو کچھ نہ دیگا اور بعد انتظار کے بیت المال مین داخل کر دیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے اگر تقسیم کرنے والے وارثون مین سے بعض نے میت پر قرض کا دعوے کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور تقسیم ٹوٹ جاویگی اور تقسیم کرنا قرض سے بری کر دینے مین شمار نہوگا بخلاف اِسکے اگر مال معین کا اعیان ترکہ مین سے دعوی کیا تو دعوی مقبول نہوگا کذا فی الصغری

تیرھوان باب وکالت وکفالت وحوالہ کے دعوے کے بیان مین۔ قاضی کے وکیلون مین سے ایک وکیل نے قاضی سے دعوے پیش کیا کہ مین فلان بن فلان غائب کی طرف سے لوگون پر اُسکے حقوق وقرضے ثابت کرنے کے واسطے وکیل ہون اور اُس غائب مؤکل کے اِس مدعا علیہ پر دس درم قرض ہین پس اسکو حکم دے کہ مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے کچھ جواب نہ دیا ولیکن باب القاضی کے ایک دوسرے وکیل نے مدعا علیہ کی حاضری مین جواب دیا کہ میرا مؤکل کہتا ہے کہ مجھپر یہ درم دس قرض نہین ہین اور نہ مین اِس وکالت کو جانتا ہون پس وکیل نے دو گواہ توکیل کے قائم کیے اور قاضی سے حکم کی درخواست کی قاضی نے اُسکی وکالت ثابت ہونے کی ڈگری کر دی اور مدعا علیہ ہنوز خاموش ہے کوئی اُسنے جواب نہین دیا ہے اور جسنے اُسکی طرف سے جواب دیا ہے اُسکا وکیل مقرر کرنا مدعا علیہ کی طرف سے ثابت نہین ہے تو کیا یہ حکم صحیح ہے اور توکیل ثابت ہوگی یا نہین پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین اور اِسی پر امام ظہیر الدین فتوے دیتے تھے اور یہ واقعہ عموماً ہوتا ہے پس یاد رکھنا چاہیے یہ محیط مین ہے- زید نے دعوی کیا کہ مین عمرو کی طرف سے بکر سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہون اور اُسکو مجلس حکم مین لایا پس مدیون بکر نے دعوی کیا کہ مجھے عمرو نے بری کر دیا یا مین نے ادا کر دیا اور وکیل نے کہا کہ مجھے مؤکل نے معزول کر دیا ہے پس اگر یہ توکیل خصم کے التماس سے تھی تو اِس دعوے کی سماعت نہوگی کیونکہ مؤکل اُسکے معزول کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے اور اگر توکیل خصم کی التماس سے نہ تھی تو سماعت ہوگی ولیکن عزل اُسوقت ثابت ہوگا کہ عزل پر گواہ لاوے اور بدون گواہون کے ثابت نہوگا اور اگر اِس طرح نہ کہا بلکہ یون کہا کہ مین وکیل نہین ہون اور خصم نے اُسکی تصدیق کی تو صحیح نہین ہے اور اثر اسکا یہ ہے کہ اگر اُسنے خصم سے صلح کر لی پھر کہا کہ مین وکیل نہین ہون اور جو دیا ہے اُسکو پھیرنا چاہا اور خصم نے تصدیق کی تو سماعت نہوگی کذا فی الخلاصہ- ایک شخص نے اپنا قرض یا ودیعت وصول کرنیکا وکیل کیا اور ودیعت رکھنے والے یا قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی باوجود اِس کے وکیل نے اپنی وکالت پر گواہ سنانے تو ہو سکتا ہے اور فائدہ اسکا یون ظاہر ہوگا کہ اگر اُس نے زید کو حاضر کر کے گواہون سے اپنی وکالت ثابت کی پھر عمرو کو حاضر لایا تو دوبارہ گواہ وکالت لانے کی ضرورت نہین ہے اور اگر خاص حق پر اپنی وکالت کے واسطے گواہ پیش کیے پھر وکیل غائب ہوا اور مؤکل یا دوسرا اسکا وکیل اِسی حق کے طلب کرنے کے واسطے آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہین ہے اِسی طرح اگر ایک گواہ اِس قرضدار پر پیش کیا اور دوسرا دوسرے قرضدار یا اِس کے وارث پر قائم کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ جیز کردری مین ہے- ایک شخص مجلس قضا مین حاضر ہوا اور دوسرے کو اپنے ہر حق

کے واسطے جو شہر بخارا مین ہو وصول کرنے اور خصومت کرنے کا وکیل کیا اور اُن دونون کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہین ہے جسپر موکل کا کچھ حق آتا ہو پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہو تو وکالت قبول کر لیگا یہانتک کہ اگر بعد غیبت موکل کے وکیل نے کسی شخص کو حاضر کیا اور اُسپر موکل کے حق کا دعوی کیا تو سماعت کریگا اور وکیل کو وکالت پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اور اگر موکل کو نام و نسب سے نہین پہچانتا ہو تو وکالت قبول نہ کریگا پس اگر موکل نے کہا کہ مین گواہ پیش کرتا ہون کہ مین فلان بن فلان ہون تاکہ آپ میرے اس شخص کے وکیل کرنے کو قبول کرین تو قاضی گواہون کی سماعت نہ کریگا یہ فتاوے صغری مین ہے زید عمرو کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ خالد بن بکر کے اسپر ہزار درم ہین اور اُسنے مجھے ان درمون اور تمام حقوق مین خصومت کرنے اور وصول کرنیکا وکیل کیا ہے اور اس سب پر اکٹھا گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین مال کے گواہ قبول نہ کرونگا جبتک کہ اپنی وکالت کے گواہ نہ لاوے اور اگر وکالت و قرض پر اکٹھا گواہ قائم کیے تو وکالت ثابت ہونیکا حکم ہو جائیگا اور قرض کے گواہ دوبارہ پیش کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر سب پر گواہ پیش کیے تو سب کا حکم ہو جائیگا اور قرض کے واسطے دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہین ہے اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رح نے استحسان ہی کو بسبب لوگون کی ضرورت کے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اسی طرح وصی مین کہ اگر اُسنے قرض و وصی ہونے دونون پر گواہ قائم کیے اور اسی طرح وارث مین کہ اگر اُسنے نسب و موت مورث و دین پر گواہ قائم کیے تو ایسا ہی اختلاف ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ بکر بن خالد نے مجھے اور سعید بن زبیر کو وہ مال وصول کرنے کے واسطے جو بکر کا عمرو پر آتا ہے وکیل کیا ہے پس عمرو نے قرض و وکالت دونون کا یا فقط وکالت کا انکار کیا پس زید نے وکالت و قرض دونون پر اکٹھا گواہ سنائے امام محمد رح کے نزدیک دونون وکیلون کی وکالت اور قرض سب کا حکم ہو جائیگا اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک گواہی نامقبول ہوگی۔ اور جب اُسنے وکالت و قرض ثابت کر لیا تو جب تک دوسرا وکیل غائب حاضر نہو تب تک قرض وصول نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر اس وکیل نے گواہ قائم کیے کہ صاحب مال نے مجھے اور فلان غائب کو فلان شخص پر نالش کرنے یا اُس سے قرض وصول کرنیکا وکیل کیا ہے اور جو کچھ ہر ایک ہم مین کرے اُسکو جائز رکھا ہے تو حاضر کی وکالت کا حکم ہوگا اور غائب کے واسطے نہوگا اور اگر وصی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے مجھے اور فلان غائب کو وصی کیا ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکے اور غائب کے وصی ہونے کا حکم ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط اسی کے وصی ہونے کا حکم کیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر وکیل نے وکالت پر گواہ قائم کیے پھر قبل اسکے کہ گواہان وکالت کی تعدیل ہو قرضدار پر قرض کے گواہ پیش کیے تو سماعت ہوگی اور اسیوقت ڈگری ہوگی کہ جب گواہان وکالت کی تعدیل ہو کر وکالت پہلے ثابت ہو جاوے اور تمام اہل بلد کے حق مین وکیل شمار کیا جائیگا بشرطیکہ وکالت عام ہو اسی طرح اگر وصی یا وارث نے وصایت یا وراثت پر گواہ قائم کیے پھر گواہون کی تعدیل ہونے سے پہلے حق کے گواہ پیش کیے پھر پہلے گواہون کی تعدیل ہو گئی تو صحیح ہوا اور اگر وکالت یا وصایت کے گواہون کی تعدیل نہوئی تو حق کے گواہ بھی باطل ہو گئے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص پر دعوی کیا ہے تو نے مال اجارہ کی کفالت بتعلیق فسخ قبول کر لی تھی اور ہم نے اجارہ فسخ کیا پس تجھپر مال اجارہ لازم ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور اجارہ دینے والا غائب ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم غائب پر جاری ہوگا اور یہ کفیل اُسکی طرف سے خصم قرار پاویگا اور جب کفیل نے مال اجارہ ادا کر دیا تو اجارہ دینے والے سے واپس لیگا بشرطیکہ کفالت اُسکے حکم سے ہو اور اگر اُسکے بلاحکم تھی تو واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اجارہ دینے والا قبل اسکے کہ مدعی کفیل سے کچھ ادا ...

اور فسخ اجارہ سے انکار کیا تو اُسکے انکار پر التفات نہ کیا جائیگا اور فسق کا حکم جاری رہیگا یہ محیط مین ہے - اِس امر پر گواہ لایا کہ میرے غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص اُسکی طرف سے کفیل ہے پس اگر کفالت مبہمہ کا دعوی کیا مثلاً کفیل سے کہا کہ تونے یون کفالت کی تھی کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر ہے اُس سب کا مین کفیل ہوا اور میرے اُسپر ہزار درم ہین اور گواہون نے بھی ایسے ہی گواہی دی اور صریح بیان کیا کہ اسنے اس کفالت کو قبول کر لیا ہے تو حاضر و غائب دونون پر ڈگری ہوگی مدعی جس سے چاہے مطالبہ کرے اور اصیل کے حاضر ہونے کے بعد اگر اس سے مطالبہ کرے تو گواہ دوہرانے کی ضرورت نہین ہے اور اگر کفالت کو مقرر کیا اور کہا کہ تونے میرے ہزار درم کی جو غائب پر ہین کفالت کی تھی اگر بیان کیا کہ اُسکے حکم سے تھی اور اُسکے گواہ پیش کیے تو موافق مذکورہ بالا کے دونون پر ڈگری ہوگی اور اگر اصیل کے حکم سے ہونا بیان کیا اور گواہ دیے تو خاص کفیل ہی پر ہوگی پھر اگر غائب حاضر ہوا تو گواہ دوہرانا ضرور ہونگے یہ وجیز کردری مین ہے - دوسرے شخص پر دعوے کیا کہ اِسنے میرے لیے کفالت کی تھی کہ اگر فلان شخص تیری ودلیت کی تجہیل کے ساتھ مرا اور وہ ودلیت اسقدر ہے تو اُسکی ضمان مجھپر ہے اور اب فلان شخص تجہیل ودلیت کے ساتھ مر گیا اور اسپر گواہ قائم کیے تو بعض نے کہا کہ اس دعوے کی سماعت ہوگی اور دعوی کفالت مین ضرور یون کہنا چاہیے کہ مجلس کفالت مین مین نے اُسکی کفالت کی اجازت دی تھی اور اسی پر امام ظہیر الدین رح فتوے دیتے تھے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ شرط نہین ہے دعوی کفالت متضمن ذکر اجازت ہے چنانچہ دعوے بیع متضمن شرا ہے یہ محیط مین ہے - اگر ایک کو حاضر کرکے اسپر گواہ پیش کیے کہ میرے اسپر اور فلان غائب پر ہزار درم ہین اور یہ شخص اُس غائب کی طرف سے اُسکے حکم سے کفیل ہے تو دونون پر ہزار درم کی ڈگری ہوجائیگی اور اگر یہ دعوی کیا کہ غائب اِس حاضر کی طرف سے کفیل ہے تو فقط حاضر کے حصہ کی اسپر ڈگری ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہے تو حاضر پر پانچسو درم اصالۃً اور پانچسو درم کفالۃً ثابت ہونگے اور غائب پر پانچسو فقط اصالۃً ثابت ہونگے اور حاصل یہ ہے کہ کفالت غائب پر نہین ثابت ہوتی ہے اصالت ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ کفالت حاضر پر غائب کی طرف سے اُسکے حکم سے ثابت ہوا ور اگر بدون حکم ثابت ہو تو نہین یہ تاتارخانیہ مین ہے - دو شخصون کے ہاتھ کوئی متاع فروخت کی اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے اُسکے حکم سے کفالت کر لی پھر بائع کو ایک ملا اُسپر اُسنے دعوی کرکے گواہ پیش کیے تو اُسپر ہزار درم کی ڈگری آدھے کی اصالۃً اور آدھے کی کفالۃً کر دیجائیگی اور اگر ہنوز اس سے کچھ وصول نہ کیا تھا کہ دوسرے مشتری کو پایا تو بلا اعادہ گواہون کے اُس سے مطالبہ کر سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے - زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اسنے اور بکر نے میرے لیے خالد کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کر لی اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو حاضر پر ہزار کی ڈگری ہو جائیگی اور دونون مین جس سے چاہے مواخذہ کرے اور اگر غائب کو پایا تو اُسپر گواہ دوہرانے کی ضرورت نہوگی یہ خلاصہ مین ہے -

عمرو پر دعوی کیا کہ یہ بکر کی طرف سے میرے لیے ہزار درم کا کفیل ہے اور ڈگری ہوگئی پھر کفیل کو کفالت سے بری کر دیا پھر معلوم ہوا کہ دعوی و حکم مین فساد تھا پس چاہا کہ صحیح طور پر اسی کفیل پر دعوی کا اعادہ کرے تو صحیح نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے - ایک عورت نے زید پر دعوی کیا کہ اسنے میرے مہر کے دینارون کی میرے فلان شوہر کی طرف سے اس شرط پر کفالت کی تھی کہ اگر میرے اور شوہر کے درمیان فرقت ہوجاوے تو زید ان دینارون کا جو شوہر پر آتے تھے ضامن ہے اور فرقت واقع ہوگئی کیونکہ شوہر نے مجھے اختیار دیا تھا کہ جب شوہر مجھسے ایک مہینہ کی غیبت اختیار کرے تو میرا کام میرے ہاتھ مین ہے یعنے مجھے اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور وہ ایک مہینہ غائب رہا پس مینے اُسی مجلس اختیار مین اپنے آپ کو طلاق

دیدی اور کفیل کے سامنے اُسکے شوہر کے غائب ہونے اور اسکو اختیار دینے اور طلاق لے لینے کے گواہ قائم کر دیے تو مقبول ہون گے اور اگر شوہر اُسوقت بھی غائب ہو تو کفیل اُسکی طرف سے خصم قرار دیا جائیگا کذا فی الخلاصہ۔ ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کر لیا اور بائع نے ثمن طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ مین نے تو تجھے فلان شخص پر آزاد پایا تھا حالانکہ یہ فلان شخص غائب ہے اور اُسکے گواہ پیش کیے تو گواہ مقبول ہون گے اور یہ حکم غائب کی طرف متعدی ہوگا اور ایسی صورتون مین غائب کی طرف سے حاضر خصم ہوجاتا ہے کذا فی المحیط

چودھوان باب۔ دعوے نسب کے بیان مین اور اسمین پندرہ فصلین ہین —

فصل اول مراتب نسب و اُسکے احکام و انواع دعوۃ کے بیان مین۔ ثبوت نسب کے واسطے تین مرتبے ہین اول نکاح صحیح کے ساتھ یا جو اسکے ہم معنی یعنی نکاح فاسد کے ساتھ اور ایسی صورت مین نسب ثابت ہوجاتا ہے کچھ دعوت کی ضرورت نہین ہے اور مجرد نفی کرنے سے منتفی نہین ہوتا ہے ہان اگر نکاح صحیح مین سوائے فاسد کے نفی کے ساتھ لعان واقع ہو تو نسب منتفی ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وہ نفی و انکار اُسوقت تک کر سکتا ہے کہ صریح نسب کا اقرار نہ کیا ہو یا اُس سے کوئی ایسا فعل ظاہر ہوا ہو جو اقرار مین شمار ہے مثلاً تہنیت قبول کر لینا یا زچہ کی ضروریات چیزون کو خرید نا یا با وجود ولادت سے آگاہی کی طول مدت ہوجانا یا انکار نسب سے بے پروائی ہوجانے یا اسکے نسبت ایسا کوئی حکم واقع ہو کہ جو شکست یا باطل نہین ہو سکتا ہے مثلاً اس بچہ نے کوئی جرم کیا اور قاضی نے عاقلہ پدر پر یعنی باپ کے مددگار برادری پر ارش کا حکم کیا تو باپ اس بچہ کے نسب سے انکار نہین کر سکتا ہے کیونکہ یہ حکم شکست و بطلان کے قابل نہین ہے اور طول مدت کا بیجا عرف و عادت پر ہے مثلاً اسقدر مدت گذر گئی کہ نسب سے انکار کرنے والون کی عادت سے معلوم ہے کہ اگر انکار کرتے ہین تو اسی مدت کے اندر گذرتے ہین اور اُسنے انکار نکیا تو پھر اسکے بعد انکار نہین کر سکتا ہے اور یہ ایک روایت امام اعظم رح سے ہے اور دوسری روایت اُنسے یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے روایت ہے کہ دونون نے مدت طویلہ کی مقدار ایک چلہ بیان کی ہے اور بعد چلہ کے انکار نسب صحیح نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے لڑکے کے نسب سے انکار کیا حالانکہ وہ مرچکا ہے یا زندہ تھا مگر لعان سے پہلے مرگیا تو وہ بچہ اُسی کا ہوگا اُسکے نسب سے انکار نہین کر سکتا ہے اسیطرح اگر قتل کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص کی عورت ایک بچہ جنی اُس نے نسب سے انکار کیا اور ہنوز لعان نہوا تھا کہ کسی اجنبی نے عورت کو بچہ کے نسبت قذف و تہمت لگائی پھر اُس اجنبی کو حد قذف کی سزا دی گئی تو نسب ثابت ہوجائیگا اور دونون مین لعان نہوگا یہ محیط مین ہے مرتبہ دوم ام ولد کے بچہ کا نسب ہے اور اُسکا حکم یہ ہے کہ بدون دعوت کے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ مولی کو اس سے وطی کرنا حلال ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ مولی کو اُس سے وطی حلال نہین ہے تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہوگا کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ ہوا تو بدون دعوت مولی کے مالک سے اُسکا نسب ثابت نہوگا اور مالک کو اُسکے نسب سے انکار کا اختیار رہے جبتک کہ باوجود ولادت سے آگاہی کے طول مدت نہوجاوے اور وہ صریح اقرار کیا ہو اور نہ اسکے انکار کرنے سے بے پروائی ہوگئی ہو اور نہ اُس بچہ کی نسبت کوئی ایسا حکم ہوگیا ہو جو شکست و بطلان کے قابل نہین ہے کذا فی المحیط۔ ایک شخص کی باندی کے بچہ ہوا اُسنے انکار نسب نکیا یہانتک کہ بچہ مرگیا تو اُسکا نسب اس شخص سے ثابت ہے اُسکے نسب سے انکار کی مجال نہین رکھتا ہے پس اس مسئلہ کی تاویل کی ہے کہ باندی سے مراد ام ولد ہے اسی طرح اگر اُسنے کوئی ایسا جرم کیا کہ عاقلہ پدر پر قاضی نے عوض جرم کا

ووتا وان جرم بچہ قاضی نے عاقلہ پر ... واجب ...

حکم کیا تو پھر اُسکی نفی نہین کر سکتا ہی اسیطرح اگر اُسپر ایسا جرم ہوا کہ جسمین قصاص یا ارش کا حکم ہوا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط اور ام الولد مین مبارکبادی قبول کرنیکی صورت مذکور نہین ہے اور شک نہین ہے کہ مبارکبادی قبول کرنا اقرار ہے اور فتاوے مین مذکور ہی کہ اگر مولی کو باندی کے بچہ کی مبارکبادی دی گئی اور وہ خاموش رہا تو مبارکبادی قبول کرلینے کا اقرار ہے اگر کسی شخص نے اپنی ام ولد کو دوسرے کے ساتھ بیاہ دیا پھر اُسکا شوہر مرگیا یا طلاق دیدی اور عدت گذر گئی پھر عدت گذرنے سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ مالک کا بیٹا ہوگا اور اُسکو اختیار رہے کہ نسب سے انکار کرجاوے تاوقتیکہ اِن باتون مین سے کوئی بات جو پیشتر مذکور ہوئی ہین دہا پائی گئی ہو کذا فی المحیط اور اگر اس باندی کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا یا قسم کھائی تھی کہ مین اس سے قربت نہ کرونگا تو بھی اُسکے بچہ کا نسب اسکو لازم ہوگا جبتک کہ انکار نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہے ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین امام ابو یوسف و امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک ام ولد نے اپنے مالک کے بیٹے کا بوسہ لیا پس مالک نے اُسکو آزاد کردیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو مالک کو لازم نہوگا مگر اس صورت مین کہ چھ مہینے سے کم مین جب سے حرام ہوئی ہی پیدا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مسلمان کی ام ولد مجوسی یا مرتد ہو تو اُسکا بچہ اسکو لازم نہین ہے مگر درصورت کہ اُسکا دعوی کیا یا بعد مرتد ہونے کے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا ہو تو لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر حیض یا نفاس یا صوم یا احرام کی وجہ سے حرام ہوئی ہے تو اُسکا نسب مالک سے ثابت ہوگا اور اگر مولی نے اُسکا نکاح کردیا پھر بچہ ہوا تو شوہر کا ہوگا اور اگر مالک نے اُسکا دعوی کیا تو بھی اس سے نسب ثابت نہوگا اسی طرح اگر نکاح فاسد ہو اور شوہر نے وطی کرلی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحادی ام الولدہ باندی ہے کہ مولی نے بملک یمین اس سے استیلاد کیا یا بملک نکاح سے پھر اُسکو خرید کیا یا کسی اور سبب سے اُسکا مالک ہوا یا بہ شبہ اس سے استیلاد کیا پھر اُسکو خرید لیا یا کسی دوسرے سبب سے مالک ہوا۔ اگر کسی کی باندی کے پیٹ گرا کہ اُسکی پوری خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوتی ہے تو وہ اُسکی ام ولد ہوجائیگی اور اگر کچھ خلقت ظاہر نہین ہوتی ہے تو نہوگی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ میری اس باندی کا مجھسے پیٹ گرا ہے تو یہ اس امر کا اقرار ہی کہ یہ میری ام ولد ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اقرار کیا کہ میری باندی مجھسے بچہ جنی یا ایسا پیٹ ڈال گئی ہے کہ جسکی خلقت ظاہر تھی پھر بعد چھ مہینے کے وہ باندی بچہ جنی اور یہ شخص غائب یا مریض ہے تو جبتک اُسکی نفی نہ کرے نسب اُس سے ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو فقط نفی کرنے سے ہمارے نزدیک نفی ہوجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسمین بچہ ہوا اور دونون نے دعوی کیا تو دونون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا پھر دوسرا جنی تو بدون دعوت لازم نہوگا اور اگر ایک نے دعوی کیا تو اُسکو لازم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مان و بچہ دونون سے حصہ شریک کا ضامن ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ تیسرا مرتبہ باندی ہے اور اُسکے بچہ کا نسب بدون دعوت مالک کے ثابت نہین ہوتا ہے خواہ اُسکے بچہ کا نسب کا دعوی بعد پیدائش کے کرے یا پیٹ مین ہونے کی صورت مین مدعی ہو کہ اُسکے پیٹ کا بچہ میرا ہی دونون برابر ہین اصل مین ہے کہ ایک شخص کی باندی حاملہ ہے اُسنے کہا کہ اگر اسکے پیٹ کا بچہ لڑکا ہی تو میرا ہے اور اگر لڑکی ہے تو فلان کی ہے یا میری نہین ہے پھر چھ مہینے سے کم مین باندی لڑکا و لڑکی دونون جنی تو دونون کا نسب اس سے ثابت ہوگا یہ محیط مین ہے ایک شخص نے اپنی باندی سے ماسوائے فرج کے مباشرت کی اور اسکو انزال ہوگیا پس باندی نے اُسکی منی کسی چیز مین لیکر اپنی فرج مین داخل کرلی اور اُسکو پیٹ رہگیا تو امام اعظم رح سے روایت ہے کہ بچہ اُسی مرد کا ہوگا اور باندی اُسکی ام ولد ہوجائیگی کذا فی فتاوے قاضی خان قلت کانہ علا الحجۃ احصہ العیانۃ النسب صورۃ لیکن العلوق ہہنا الی حالۃ الشبہۃ وانا خالفتہم فی ذلک نسخہ فدمہ

بچہ باندی کا حکم

من الاطبار واللہ اعلم۔ اگر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور موسلے کو مبارکی دی گئی وہ چپ ہو رہا تو یہ قبول نہیں ہی کذا فی الذخیرہ اور اگر موسلے نے مبارکی قبول کی تو اقرار نسب ہی کذا فی المحیط۔ اگر مولی نے اپنی باندی کو محفوظ رکھا اور اُس سے وطی کی پھر اُس سے بچہ پیدا ہوا تو مستحب ہے کہ اِسکے نسب کا دعوی کرے کیونکہ ظاہراً اُسی کا ہی ولیکن جب تک دعوی نہ کیا تب تک نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اسکو معلوم نہو کہ حقیقت مین میرا ہے اور اگر یہ معلوم ہو تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکا دعوے کرے اور الکار و نفی نہ کرے اور اگر باندی کو محفوظ نہین کیا ہے تو چاہے اُنکار کرے یہ محیط مین ہی۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کیا ہی کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی اور اسکو کسی گھر مین نہین بسایا اور نہ محفوظ کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسکے بچہ سے اُنکار اور اُسکو فروخت کر سکتا ہے اور میرے قول مین مستحب یہ ہے کہ باندی کے بچہ کو آزاد کردے اور باندی سے نفع اُٹھاوے جب مرے تو باندی کو آزاد کردے یہ محیط مین ہی۔ ایک باندی بچہ جنی اور دعوے کیا کہ موسلے نے اِسکا اقرار کیا ہے مگر مولی نے اُنکار کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ بچہ اِسی شخص کے بستر سے پیدا ہوا ہی تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی المبسوط اور اگر دونون گواہون نے بالاتفاق گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا ہی کہ مجھسے پیدا ہوا ہی تو مقبول ہوگی اسیطرح اگر اِسکے بستر سے پیدا ہونیکی گواہی گواہون نے دی تو بھی قبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر مولی ذمی ہو اور باندی مسلمان ہو پس باندی کے دعوے پر دو ذمیون نے اُسکے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہی اور اگر ذمی مدعی ہو اور باندی منکر ہو تو ذمیون کی گواہی باندی مسلمہ پر جائز نہین ہے اور مراد اِس مسئلہ مین یہ ہے کہ باندی ذمی کے مملوک ہونے سے اُنکار کرتی ہی کیونکہ اگر مملوک ہونے کی مقر ہے تو موسلے کو دعوت نسب مین تنہا حق حاصل ہی باندی کی تکذیب کا اعتبار نہوگا اور اگر دونون مسلمان ہون اور مولی منکر ہے پس مولی کے باپ نے تنہا گواہی دی تو جائز نہین ہی اور اگر موسلے کے دو بیٹون نے گواہی دی درحالیکہ مولی منکر ہے تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہے۔ دعوت یعنے نسب کو اپنی طرف منسوب کرنا تین طرح کی ہوتی ہے دعوت استیلاد و دعوت تحریر یعنے دعوت ملک اور دعوت شبہہ ملک پس دعوت استیلاد یہ ہے کہ دعوی کرے کسی ایسے بچہ کے نسب کا کہ اُسکا اصل نطفہ قرار پانا معلوم ہو کہ اِسکی ملک مین واقع ہوا اور یہ ملک وغیر ملک مین صحیح ہی اور وقت علوق نطفہ کی طرف مستند ہوگا اور جو عقود درمیان مین عمل مین آئے ہین اُنکے فسخ کی یہ دعوت موجب ہی بشرطیکہ بچہ محل نسب ہو اور محل فسخ عقد ہو اور یہ مدعی اِس امر مین مقر قرار دیا جائیگا کہ وقت علوق نطفہ سے اُسنے اپنی باندی سے وطی کی ہے اور باندی کا ام ولد ہونا بسبب ثبوت نسب بچہ کے بالتبع ثابت ہو جائیگا۔ اور دعوت تحریر یہ ہے کہ ایسے بچہ کا نسب کا دعوے کرے کہ اُسکا نطفہ قرار پانا اِسکی ملک مین نہ تھا اور یہ صرف ملک مین صحیح غیر ملک مین نہین صحیح ہے اور مدعی وطی کا مقر شمار نہوگا اور نہ اس سے فسخ عقد واجب ہوتا ہی اور جن صورتون مین عتق کا ثابت کرنا ممکن ہے وہان یہ دعوی صحیح ہے [illegible] نہین حتی کہ اگر کوئی حاملہ باندی خریدی پھر مشتری نے بچہ کا دعوے کیا تو یہ دعوت تحریر مین داخل ہے اور دعوت شبہہ ملک یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعوی کرے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اس دعوی کی شرط صحت یہ ہے کہ باپ کے واسطے اپنے لڑکے کی باندی کی وقت نطفہ قرار پانے سے وقت دعوی تک کوئی تاویل ملک ہو اور بھی اُسوقت سے اسوقت تک ولایت ملک حاصل ہو اور باندی بھی ایسی ہو کہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل ہو سکتی ہو کذا فی المحیط۔ اگر دو قسم کی دعوتین مجتمع ہون تو دعوت استیلاد اولی ہے دعوت تحریر سے اور اگر دعوت تحریر سابق ہو تو وہی اولی ہی اور دعوت تحریر اوسلے

ہے دعوت بشبہ ملک سے اور دعوت نکاح خواہ صحیح ہو یا فاسد سب سے اولیٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

فصل ثانی مشتری و بائع کے دعوت کے بیان میں۔ ایک باندی بیچی وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پس اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی اور بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا یا دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اسکو اپنے نطفہ سے ہونے کا اقرار کیا ہے تو نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہوجائیگی اور بیع ٹوٹ جائیگی اور مشتری کے دام اسکو واپس کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور نسب مشتری سے ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہوجائیگی اور مشتری کی دعوت دعوت تحریر ہوگی یہانتک کہ مشتری کی ولاء ولد پر ہوگی کذا فی المحیط اور اگر دونوں نے معاً اسکا دعویٰ کیا تو دعوت بائع اولیٰ ہے اور اگر آگے پیچھے دعویٰ کیا تو سابق اولیٰ ہے کوئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وقت بیع سے چھ مہینے یا زیادہ دو برس تک بچہ جنی اور یہ معلوم ہے پس اگر فقط بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے الا یہ کہ اسکے ساتھ مشتری بھی اسکی تصدیق کرے اور اگر فقط مشتری نے اسکا دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور واجب ہے کہ مشتری کی دعوت دعوت استیلاد ہو یہانتک کہ بچہ اصلی آزاد ہوگا اور مشتری کو ولاء کا حق نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اسصورت میں ایک ساتھ یا آگے پیچھے دونوں نے دعویٰ کیا تو مشتری کی دعوت صحیح ہے بائع کی صحیح نہیں ہے اور اگر دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو بائع کی دعوت صحیح نہیں ہے مگر مشتری کی تصدیق کے ساتھ صحیح ہے پس اگر مشتری نے تصدیق کی تو بائع سے نسب ثابت ہوگا اور بیع نہ ٹوٹیگی اور نہ باندی اسکی ام ولد ہوگی اور بچہ مشتری کی ملک باقی رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر فقط مشتری نے اسکا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور یہ دعوت دعوت استیلاد ہے کذا فی المحیط اور اگر دونوں نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے دعویٰ کیا تو مشتری کی دعوت صحیح ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مدت ولادت معلوم ہو اور اگر بعد بیع کے مدت ولادت معلوم نہو پس اگر مدت میں اختلاف کیا تو دعوت بائع کی بدون تصدیق مشتری کے صحیح نہیں ہے اور مشتری کی دعوت صحیح ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ دعویٰ کیا تو کسی کی دعوت صحیح نہیں ہے اور اگر مشتری نے پہلے دعویٰ کیا تو اسکی دعوت صحیح ہے اور اگر بائع نے سبقت کی تو کسی کی دعوت صحیح نہوگی خواہ بائع ذمی یا مکاتب ہو اور مشتری آزاد یا مسلمان ہو اور اگر بائع نے قبل ولادت کے دعویٰ کیا تو دعوت موقوف رہیگی پس اگر زندہ بچہ پیدا ہوا تو اسوقت نافذ ہوگی اور اگر اصل حمل بائع کے پاس نہو مثلاً اسنے حاملہ خریدکر فروخت کردی تھی تو اسکی دعوت صحیح نہیں ہے اور اس باب میں کہ حمل کس کے پاس کا ہے بائع کا یہ قول لیا جائیگا کہ میرے پاس کا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کی ملک میں ایک باندی حاملہ ہوئی اسنے فروخت کردی پھر مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں وقت بیع سے بچہ جنی پس بائع نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ مشتری اسکی ماں کو آزاد کرچکا ہے تو یہ بچہ بائع کا بیٹا ہوگا اور اسکی آزادی کا حکم کیا جائیگا اور باندی کے حق میں دعوت صحیح نہیں ہے حتی کہ وہ اسکی ام ولد قرار نہ دیجائیگی اور اگر مشتری نے بچہ کو آزاد کردیا ہے تو بائع کی دعوت بچہ یا ماں کسی کے حق میں صحیح نہیں ہے اور جس صورت میں کہ ماں کو آزاد کیا ہے اس صورت میں صاحبین کے نزدیک بچہ کا حصہ ثمن واپس کرے اور امام کے نزدیک صحیح روایت کے موافق کل ثمن واپس کرے اور مبسوط میں ہے کہ بالاتفاق بچہ کا ثمن بدون ماں کے ثمن کے واپس کرے یہ کافی میں ہے اور اگر مشتری نے باندی کو مدبر یا ام ولد بنایا پھر بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا تو بلاخلاف بائع پر واجب ہے کہ بچہ کا حصہ ثمن واپس کرے ماں کا حصہ ثمن واپس نہ کریگا اور اگر مشتری نے بچہ کو مدبر کردیا تو بائع کی دعوت صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ماں مرگئی پھر بائع نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت

ام ولد ہوجاتیہ دعویٰ کرنا ۱۲

صحیح ہے اور امام اعظمؒ کے قول مین بائع تمام ثمن واپس کر دیگا اور اگر مشتری نے باندی کو فروخت یا ہبہ یا رہن کیا یا اجرت پر دیا یا مکاتب کیا تو یہ سب عقود باطل کر کے بائع کو واپس کر دیجائیگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر بچہ مشتری کے پاس مرگیا یا قتل کیا گیا اور مشتری نے اُسکی قیمت وصول کر لی پھر بائع نے دعوی کیا تو دعوی باطل ہے اسیطرح اگر مشتری نے اپنی ملک سے اُسکو باہر کر دیا اور جسکے پاس گیا اُسنے اُسکو آزاد یا مدبر کیا یا اُسکے پاس مرگیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے اُسکو بیع یا رہن یا اجرت پر دیا یا مکاتب کیا تو یہ عقود نقض کر کے نسب ثابت رکھا جائیگا کذا فی الحاوی اگر بچہ کا ہاتھ کاٹا گیا پس مشتری نے اُسکی نصف قیمت لے لی پھر بائع نے دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے ولیکن ارش بالکل مشتری کے پاس رہیگا پس باندی مع بچہ کے بائع کو واپس دیگا اور تمام ثمن سوائے حصہ ہاتھ کے واپس لیگا اسیطرح اگر ہاتھ کا کٹنا باندی میں واقع ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط اور اگر بچہ کی دونون آنکھین پھوڑ دی گئین پس مشتری نے اُسکو دیکر اُسکی قیمت بھر لی پھر بائع نے دعوے کیا تو صحیح ہے اور تمام ثمن واپس کرے اور آنکھ پھوڑنے والا مشتری سے اپنی قیمت لے لیگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مجرم پر ارش نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک باندی کسی شخص کے پاس حاملہ ہوئی اُسنے فروخت کر دی اور وہ اُسکے پھر چھ مہینے سے کم مین مشتری کے پاس جنی پس بائع نے دعوی کیا اور مشتری نے تکذیب کی پھر اِسکے بعد وہ بچہ قتل کیا گیا یا عمدًا یا خطاءً اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مجرم پر اسصورت مین وہی دیت آویگی جو آزادون پر جرم کرنے سے آتی ہے اور اگر اس بچہ کی ماں پر کوئی جرم کیا تو مجرم پر وہ حکم ہوگا جو ام ولد عورتون پر جرم کرنے کی سزا ہوتی ہے اور اگر بچہ نے خود جرم کیا تو مثل جرم آزادون کے قرار دیا جائیگا اور اُسکی ماں کا جرم مثل ام ولد کے جرم کرنے کے ہوگا اگرچہ قاضی نے اُسکی آزادی وام ولد ہونیکا حکم نہ کیا ہو اور قبل دعوت بائع کے ان دونون سے جرم صادر ہوا تو یہ بائع پر پڑیگا مشتری پر نہوگا اور وہ مختار ہوگا اگر اس سے آگاہ ہو کذا فی الحاوی۔ اگر باندی مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی اور وہ بچہ بڑا ہوا اور مشتری کے پاس اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر پہلا لڑکا مرگیا اور اُسکے بیٹے کا بائع نے دعوی کیا تو صحیح نہین ہے اور جس عورت سے شوہر سے لعان واقع ہوا اُسکا لڑکا اگر جوان ہوا اور ایک لڑکا چھوڑ کر مرگیا پھر شوہر ملاعن نے اُسکا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے یہ محیط مین ہے اگر باندی مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ بائع نے اس بچہ کے نسب کا وقت پیدائش کے دعوی کیا ہے اور بائع انکار کرتا ہے پس اگر مشتری اسکا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہے اور اگر مشتری مدعی نہین ہے پس اگر یہ بچہ مؤنث ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر مذکر ہے تو بھی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے ولیکن امام اعظمؒ کے قول کے موافق مقبول نہونی چاہیے نہ حق ولد مین اسلیے کہ غلام کی آزادی پر گواہی بدون دعوے کے امام کے نزدیک مقبول نہین ہوتی ہے اور نہ باندی کے حق مین کیونکہ باندی کا حق آزادی اس باب مین بچہ کا تابع ہے اور اسی طرف بعض مشائخ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ گواہی امام کے نزدیک بھی مقبول ہوگی کیونکہ یہ گواہی اگرچہ غلام کی آزادی پر قائم ہوئی ولیکن حرمت فرج کی متضمن ہے حتی کہ اگر باندی مرگئی ہو تو امام کے نزدیک مقبول نہوگی اور اسی طرف شیخ الاسلام خواہرزادہ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ گواہی امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول ہے اگرچہ باندی مرگئی ہو کیونکہ غلام کی آزادی اس سے مقصود نہین ہے بلکہ صرف ثبوت نسب مقصود ہے اور آزاد ہو جانا اُسپر بنی ہوتا ہے اور یہ جائز ہے کہ نسب گواہی سے بدون دعوے کے ثابت ہو اور اسیطرف شمس الائمہ حلوانی نے میل کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر باندی کسی کے پاس حاملہ ہوئی اُسنے فروخت کر دی پھر قبل پیدا ہونے کے پیٹ کے بچہ کا دعوی کیا اور مشتری نے کہا کہ وہ کچھ پیٹ نہین ہے پھر وہ انہون کو دکھایا اُنھون نے کہا کہ حاملہ ہے تو بائع کی

دعوت کی جب تک وضع حمل نہو اجازت نہوگی اسی طرح اگر مشتری نے حمل ہونے کی تصدیق کی ولیکن کہا کہ تیرا نہیں ہو تو بھی جبتک وضع حمل نہو دعوت کی تصدیق نہوگی پس اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا تو اُسکا بیٹا ہو اور اگر زیادہ مین پیدا ہوا تو تصدیق نہ کیجائیگی کذا فی الحاوی اور اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا پس مشتری نے کہا کہ اصل حمل تیری ملک مین نہیں قرار پایا بلکہ تونے حاملہ خریدی تھی اور بائع نے کہا کہ نہیں اصل حمل میری ملک مین قرار پایا ہو تو بائع کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو بائع کی گواہی اولی ہو اور بلاشک یہ قول امام ابو یوسف رح کے موافق ہو اور امام محمد رح کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ انکا قول بھی یہی ہو اور بعض نے کہا کہ اُن کے موافق مشتری کی گواہی اولی ہے اور اسکی اصل اس صورت مین ہو کہ دونوں نے تاریخ خرید مین اختلاف کیا اور باندی بعد بیع کے دوسرے روز مشتری کے پاس بچہ جنی پس بائع نے اُسکا دعوی کیا کہ میرا نسب ہو اور مشتری نے کہا کہ تیرے پاس حاملہ نہین ہوئی تو نے بیچنے سے ایک مہینہ پیشتر حاملہ خریدی تھی اور بائع نے کہا کہ نہین ایک سال پیشتر خریدی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بائع کی گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک مشتری کی گواہی مقبول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر اپنی باندی فروخت کی پس وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پس بائع نے کہا کہ ایک مہینہ سے مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی ہو بچہ میرا ہو اور مشتری نے کہا کہ چھ مہینے سے زیادہ ہوے کہ تونے میرے ہاتھ فروخت کی ہو بچہ تیرا نہیں ہو تو بالاتفاق مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ مقبول اور امام محمد رح کے نزدیک بائع کے مقبول ہونگے یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی بعد چند روز کے اُسکے پیٹ ظاہر ہوا پس بائع سے جھگڑا ہوا پس بائع نے اُس سے کہا کہ اپنے پاس رہنے دے اگر ثابت ہو تو میرا ہو اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ثمن مشتری کو واپس کرکے اُس سے باندی لے لے پھر بعد اس قول کے چار ماہ سے کم مین باندی بچہ ڈال گئی کہ جسکی خلقت ظاہر تھی تو بچہ بائع کا نطفہ ہے اور باندی اُسکی ام ولد ہوگئی واپس کیجائیگی اور بائع کو دام پھیر دینا واجب ہے یہ واقعات حسامیہ مین ہے اگر بیع سے چھ مہینے سے کم مین باندی ایک دختر جنی پھر وہ دختر ایک لڑکا جنی اور مشتری نے یہ لڑکا آزاد کر دیا پھر بائع نے دختر کے نسب کا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہو اور جب دختر کے حق مین دعوت صحیح ٹھہری تو لڑکے کے حق مین بھی صحیح ہوئی حتی کہ حق مشتری باطل ہوگیا کذا فی المحیط ایسے ہی اگر دختر دوسری دختر جنی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر باندی بائع کے پاس دختر جنی پھر دختر کے لڑکا ہوا پھر لڑکے کو بیچا اور مشتری نے اُسے آزاد کیا پھر بائع نے دختر کے نسب کا دعوی کیا تو بیع وعتق باطل ہوگئی اور اگر بائع نے دختر کو فروخت کیا اور مشتری نے آزاد کیا پھر بائع نے دختر پر نسب کا دعوی کیا تو صحیح نہیں ہے اور دختر کا لڑکا جو اُسکے پاس ہو وہ آزاد ہوجائیگا اگرچہ نسب بائع سے ثابت نہ ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر باندی حاملہ ہوئی اور اپنے مالک کے پاس جنی پھر مالک نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اپنے غلام سے اُسکا نکاح کردیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر غلام مرگیا پس مشتری نے اُس سے استیلاد کیا پھر بائع نے اُس بچے کا دعوے کیا جو اُسکے پاس ہے تو نسب بائع سے ثابت ہوجائیگا اور مشتری کو غلام کا بیٹا اُسکے حصۂ ثمن مین واپس دیگا اور اگر مشتری نے باندی سے استیلاد نہ کیا تو دونوں اُسکو واپس دیے جائینگے اور انقسام ثمن مین باندی کی قیمت وقت بیع کی اور دوسرے بچہ کی قیمت وقت انفصال کی معتبر ہوگی اور بائع کے مرنے کے وقت اُسکے جمیع مال سے آزاد ہوگا اور اگر بائع کے غلام کے بیٹے کو کہا کہ میرا بیٹا ہے تو آزاد ہوجائیگا مگر نسب بائع سے ثابت نہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر باندی کو حاملہ ہونے کی حالت مین فروخت کیا پھر مشتری کے پاس بیع کے دوسرے دن جنی پھر دوسرا بچہ ایک سال بعد جنی بدون کسی شوہر کے پس بائع

و مشتری نے ایک ساتھ دونون بچون کے نسب کا اپنی طرف دعوی کیا تو دونون بائع کے اولاد ہونگے اور اگر مشتری نے ابتداءً دوسرے بچہ کا دعوی کیا تو وہ اُسکا بیٹا قرار دیا جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی پھر اگر اسکے بعد بائع نے پہلے بچہ کا دعوی کیا تو اُسکا نسب بائع سے ثابت ہو کر اُسکے حصہ ثمن کے عوض بائع کر دیا جائیگا اور اگر دونون مین سے کسی نے کچھ دعوی نہ کیا یہانتک کہ بائع نے فقط دوسرے بچہ کا دعوے کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی اسی طرح اگر اول بچہ مر گیا پھر دونون کا بائع نے دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی - امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص کی باندی حاملہ ہوئی اُسنے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری کے پاس ایک بچہ جنی اُس بچہ کا بائع کے باپ نے دعوے کیا اور مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے تکذیب خواہ تصدیق کی تو دعوت باطل ہو اور نسب بائع کے باپ سے ثابت نہوگا اور اگر مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے تکذیب کی تو دعوت صحیح ہے ولیکن مشتری بائع سے ثمن واپس نہین کر سکتا ہو اور بائع کا باپ بائع کو باندی کی قیمت مین کچھ ضمان دیگا اور مشتری کی بائع کے باپ پر نہ باندی کی کچھ قیمت ہو اور نہ اُسکے بچہ کی اور اگر دونون نے باپ کے آپ کی تصدیق کی تو باندی اُسکی ام ولد ہو گئی اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو گیا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے لیگا اور بائع کو بائع کا باپ باندی کی قیمت کی ضمان دیگا یہ محیط مین ہو - ایک شخص کی باندی کے جوڑیا دو بچہ پیدا ہوئے پس مالک نے ایک کو فروخت کر دیا اور بائع کے باپ نے دونون بچون کے نسب کا دعوی کیا اور بائع و مشتری نے اُسکی تکذیب کی تو دعوت صحیح ہے اور دونون بچون کا نسب اسی سے ثابت ہوگا اور بائع کے قبضہ والا بچہ بلاقیمت آزاد ہو جائیگا اور جو مشتری کے قبضہ مین ہے وہ ویسا ہی غلام رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر باندی کو مع ایک بچہ کے فروخت کیا پھر بائع کے باپ نے دونون بچون کے نسب کا دعوی کیا اور بائع و مشتری نے اسکی تکذیب کی پس امام محمد رح کے قول پر دعوت باطل ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ دعوت باندی کے حق مین تو صحیح نہین اور نہ وہ ام ولد ہوگی ولیکن بائع کے باپ کی دعوت دونون بچون کے حق نسب کی راہ سے صحیح ہو مگر آزادی کی راہ سے صحیح نہین ہے پس جو لڑکا فروخت ہوا ہے اُسکی آزادی کا حکم نہوگا بلکہ وہ مشتری کا غلام رہیگا اور باقی بچہ قیمت سے آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے اُسکی تصدیق اور بائع نے تکذیب کی تو بلاخلاف باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُسپر اپنے بیٹے یعنے بائع کو قیمت دینی واجب ہوگی اور بلاخلاف دونون بچون کا نسب اُس سے ثابت ہوگا اور بکا ہوا بچہ بلاخلاف بغیر قیمت کے آزاد ہو جائیگا اور باقی بچہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک بقیمت آزاد ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک بلاقیمت آزاد ہوگا - اور اگر بائع نے اپنے باپ کے دعوے کی تصدیق کی اور مشتری نے تکذیب کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بائع کے باپ سے دونون بچون کا نسب ثابت ہوگا اور امام محمد رح کے قول پر ثابت نہونا چاہیے اور صحیح یہ ہو کہ یہی سب کا قول ہو - پھر امام محمد رح نے کتاب مین اس صورت مین بچہ کا حکم ذکر کیا اور ماں کا حکم ذکر نکیا اور قاضی امام ابو حازم و قاضی امام ابو الہیثم بر قیاس قول امام اعظم رح فرماتے تھے کہ بائع مدعی کے بیٹے باپ کو باندی کی قیمت ام ولد کی حالت کی دیگا اور باپ اُسکا بائع کو مملوک محض کی حالت کی قیمت دیگا اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق باپ و بیٹے مین سے کوئی کسی کو کچھ ضمان نہ دیگا یہ محیط مین ہو اور اگر مبیعہ باندی ایک پیٹ سے جوڑیا دو بچے چھ مہینے سے کم مین جنی پس بائع نے ایک کا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہوا اور دونون کا نسب اُس سے ثابت ہوگا اور جو بیع دونون مین واقع ہوا سب باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر ایک بعد بیع کے چھ مہینے سے کم مین اور دوسرا زیادہ مین جنی مگر پیٹ ایک ہی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مشتری نے پہلے دونون کا دعوی کیا پھر بائع نے تو بائع کی تصدیق نہ ہو گی

اور دونون مشتری کے نطفہ سے قرار دیے جاینگے اور اگر ایک بچہ پر کچھ جرم کیا گیا اور مشتری نے اُسکا ارش جرمانہ لے لیا پھر دونون کا بائع نے دعوی کیا کہ میرے نسب سے ہین تو صحیح ہی اور ارش وکسب مشتری کا ہوگا اور اگر ایک قتل کیا گیا اور مشتری نے اُسکی قیمت لے لی تو قیمت مقتول کی اسکے وارثون کی ہوگی اور دیت کی طرف تحویل نہوگی اور اگر مشتری نے ایک کو آزاد کیا پھر وہ قتل ہوا اور میراث چھوڑ گیا اور مشتری نے اُسکی دیت و میراث دارین لے لی پھر بائع نے دونون کا دعوی کیا تو صحیح ہے اور دیت و میراث مشتری سے لے لیگا اور ولا باطل ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ایک شخص کے پاس ایک باندی دو بچہ ایک ہی پیٹ سے جنی پس ایک کو اُسنے فروخت کیا اور مشتری نے خریدے ہوئے بچہ کا دعوی کیا کہ میرے نسب سے ہی تو دعوی صحیح ہی اور دونون بچون کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دوسرا بچہ آزاد نہ ہوگا اور نہ باندی اُسکی ام ولد ہوگی یہ محیط مین ہی جوڑیا دو بچون مین سے ایک فروخت کیا اور دوسرے کے نسب کا دعوی کیا تو دونون کا نسب مدعی سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اُسکو آزاد کیا ہے تو عتق باطل ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اصل علوق بائع کی ملک مین ہوا ہو اور اگر اصل نطفہ قرار پانا بائع کی ملک مین نہوا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا ولیکن وہی آزاد ہوگا جو بائع کے پاس ہے اور مشتری کا آزاد کرنا باطل نہوگا اور بیع بھی باطل نہوگی یہ کافی مین ہے ایک شخص نے دو غلام جوڑیا دوسرے کی ملک مین پیدا ہوئے تھے خریدے پھر ایک کو فروخت کر دیا پھر دونون کے نسب کا دعوی کیا تو دونون کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا ولیکن دوسرے کی بیع نہ ٹوٹیگی اسی طرح اگر مشتری سے خریدنے والے نے دونون کے نسب کا دعوی کیا تو مشتری ثانی سے دونون کا نسب ثابت ہوگا ولیکن جو مشتری اول کے پاس ہے وہ ویسا ہی مملوک رہیگا جیسا تھا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کی باندی تھی وہ اُسکے پاس حمل سے ہوئی اور ایک بچہ جنی وہ بالغ ہوا اور مالک نے اپنی ایک باندی سے اُسکا نکاح کر دیا اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور مولی نے اس بچہ کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسے آزاد کر دیا پھر بائع نے بالغ لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو دعوت جائز ہے بشرطیکہ دعوت کے دن ملک ہوگی اور اُسپر ثمن واپس کرنا لازم ہوگا اور اگر بائع نے بڑے لڑکے کے نسب کا دعوی نہ کیا بلکہ دوسرے کے نسب کا جسکو فروخت کیا ہی دعوی کیا تو سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر ایک شخص نے ایک باندی اور اُسکا بچہ یا باندی حاملہ خریدی پھر باندی کو فروخت کیا پھر اسی شخص یا دوسرے سے اُسکو خریدا اور اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو دعوت جائز ہی بشرطیکہ دعوت کے دن بچہ اسکی ملک مین ہو اور کوئی بیع یا عقود جو اسمین یا اسکے مان مین جاری ہوچکے ہون فسخ نہون گے اور اگر اصل حمل اسی شخص کے پاس واقع ہوا ہو تو سب بیع وعقد جو واقع ہوے ہون باطل شمار ہونگے کذا فی الحاوی ایک شخص نے ایک غلام اور اُسکے باپ نے اس غلام کا دوسرا بھائی جو جوڑیا ہوا تھا خریدا پس ایک کے نسب کا اُسکے قابض نے دعوی کیا تو دونون کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دوسرے کا قبضہ والا غلام بھی بسبب قرابت کے آزاد ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی باندی تین روز کی شرط خیار پر خریدی پھر تیسرے روز اُسکے پاس وہ بچہ جنی اُسکا مشتری نے دعوی کیا تو دعوت صحیح ہی اور اگر خیار بائع کا ہوا اور مشتری نے بچہ کا دعوی کیا تو بائع کو خیار باقی ہو اگر اُسنے بیع کی اجازت دی تو مشتری سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا جیسا بعد اجازت کے از سر نو دعوی کرنے مین ثبوت ہوتا اور اگر بائع نے بیع توڑ دی تو مشتری کی دعوت نسب باطل ہوگئی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے دو باندیان عمرو سے اس شرط پر لین کہ مجھے خیار ہی دونون مین جسکو چاہونگا ہزار درم کو لے لونگا اور دوسری کو واپس کر دونگا پھر دونون اُسکے پاس بچہ جنین اور زید نے اقرار کیا کہ دونون بچے میرے نسب سے ہین ولیکن اُسنے یہ معین نہ کیا کہ پہلے کس سے وطی کی تھی تو اُسکا اقرار ایک کے بچہ مین صحیح

[illegible]

ہو اور یہ وہی ہوگی جسپر بیع واقع ہوا اور مشتری کے اختیار سے متعین ہو جاوے پس حکم دیا جائیگا کہ بیان کرے جبتک زندہ ہے اور اگر بیان سے پہلے مرگیا تو بیان کرنا وارثوں پر رکھا جائیگا پس اگر انھون نے کہا کہ ہمارے باپ نے پہلے اس باندی سے وطی کی ہے تو اسی باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور وارثون کے ساتھ وارث ہوگا اور یہی باندی میت کی ام ولد ہوجائیگی اور اسکے مرجانے کی وجہ سے آزاد ہوگی اور وارثون پر اسکے دام بائع کو دینے واجب ہونگے اور میت کے ترکہ سے ادا کرین اور دوسری باندی مع اسکے عقر کے بائع کو واپس کر دینا ہے یہ باندی بائع کی ہوگی جیسا کہ میت کے بیان کے بعد واپس کرنے سے بائع کی باندی ہوتی اور اگر بعضے وارثون نے کہا کہ پہلے اس سے وطی کی اور دوسری نے کہا کہ بلکہ پہلے اس سے وطی کی تو جسکی نسبت پہلے بعضون نے کہا کہ اس سے اول وطی کی ہے وہی ام ولد ہونے کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری واپس ہوگی اور اگر وارثون نے اتفاق کیا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ پہلے کس سے وطی کی ہے تو کسی کا نسب میت سے ثابت نہوگا ولیکن دونون بچون اور دونون باندیون مین سے ہر ایک کا آدھا آدھا آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنے اپنے آدھے کے واسطے نصف قیمت کی سعی کریگی اور وارث لوگ بائع کو ہر ایک باندی کا نصف ثمن اور نصف عقر ترکہ میت سے ادا کرین اور اگر مشتری نے انتقال نہ کیا اور دونون بچون کے نسب کا دعوے کیا اور بائع نے بھی دونون کے نسب کا دعوی کیا تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ ہے کہ بائع کی دعوت بعد دعوت مشتری کے ہو پس اس صورت مین بائع کی دعوت اس بچہ مین اور اسکی مان مین صحیح ہوگی جو اسکو واپس دیا جاوے خواہ دونون باندیان وقت بیع سے چھ مہینے سے کم مین جنی ہون یا زیادہ مین۔ دوم یہ کہ دونون نے ایک ساتھ دونون بچون کا دعوی کیا پس اگر بیع سے چھ مہینے مین بچے پیدا ہوے تو جو بچہ بائع کو واپس ملے اسمین دعوت نسب صحیح ہوگی اور جو مشتری کا ہوگا اسمین صحیح نہین ہے اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوے تو دونون بچون مین بائع کی دعوت اولی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی ام ولد فروخت کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ یہ بائع کی ام ولد ہے پھر اسکے بچہ ہوا اور مشتری نے دعوی کیا تو صحیح نہین ہے اور وہ بائع کا بچہ ہوگا اور اگر بائع نے اسکی نفی کی تو استحساناً مشتری سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور بائع کے حق بمنزلہ اس بچہ کی مان کے ہوگا اسی طرح اگر مشتری کو نہین معلوم کہ یہ بائع کی ام ولد ہے تو بھی یہی حکم ہے ولیکن بچہ آزاد ہو جائیگا جبکہ بائع نے اسکی نفی کی اور مشتری نے دعوے کیا یہ محیط سرخسی مین ہے

فصل تیسری کسی شخص کا اپنے لڑکے کی باندی کے بچہ پر دعوے کرنے کے بیان مین - زید کی باندی بچہ جنی اسکے بچہ کا زید کے باپ نے دعوی کیا اور اصل حمل زید کے پاس نہ تھا اور زید نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہین ہے ولیکن اگر زید تصدیق کرے تو صحیح ہے مگر باندی کا مالک نہوگا جیسا کہ ایک اجنبی کے دعوے کرنے مین ہوتا ہے ولیکن زید کی طرف سے آزاد ہوجائیگا اسی طرح اگر زید کی مدبرہ باندی کے بچہ کا یا اسکی ام ولد کے ایسے بچہ کا جسکا زید نے انکار کیا ہے یا اسکی مکاتبہ کے بچہ کا جو حالت کتابت مین یا اس سے پہلے پیدا ہوا ہے باپ نے دعوی کیا تو بدون تصدیق زید کے صحیح نہین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر زید نے ایک حاملہ باندی خریدی اور قبل جنے کے اسکو فروخت کیا پھر وہ جنی اور زید کے باپ نے نسب کا دعوی کیا تو دعوت صحیح نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کی باندی اسکی ملک مین حاملہ ہوئی اسنے اسکو حالت حمل مین فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر بائع نے اسکو خریدا اور چھ مہینے سے کم مین اسکا وضع حمل ہوا پھر بائع اول کے باپ نے نسب کا دعوی کیا اور بائع نے یعنی بیٹے نے اسکی تکذیب کی تو باپ کی دعوت باطل ہے اور اگر بیٹے نے تصدیق کی تو باندی اسکی ام ولد

بقیمت ہو جائیگی اور بچہ کا نسب ثابت اور بلا قیمت آزاد ہوگی اور اگر مشتری نے اسکو بائع کے ہاتھ فروخت نہ کیا و لیکن بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی یا بخیار الشرط یا بخیار رویت یا بسبب فساد بیع کے بعد قبضہ کرنے کے بائع کو واپس کر دی پھر بائع کے باپ نے بچہ کا دعوی کیا تو یہ صورت اور صورت اولی دونوں یکسان ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کی باندی ہو اسنے باندی سے وطی کی ہو پھر اسکے بعد اسکے بچہ پیدا ہوا اور اس شخص کے باپ نے دعوی کیا تو دعوت نسب جائز ہے کذا فی الحاوی اگر باپ نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے کی باندی سے جماع کیا حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھپر حرام ہے تو دعوت صحیح اور نسب بچہ کا ثابت ہوگا جیسا نہ جاننے کی صورت مین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے اگر اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعوی کیا اور باندی کی قیمت بیٹے کو ضمان دی پھر اس باندی کو کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو وہ باندی اور اسکا عقر اور بچہ کی قیمت باپ سے لیگا پھر باپ اپنے بیٹے سے باندی کی قیمت جو اُسنے لے لی ہے واپس لیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر بیٹے نے بچہ کا دعوے کیا پھر باپ نے دعوی کیا یا دونون نے ایک ساتھ دعوی کیا تو بیٹا اولی ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر زید نے اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعوی کیا حالانکہ بیٹا حر مسلم ہے اور زید غلام یا مکاتب یا کافر ہے تو زید کی دعوت صحیح نہین ہے اور اگر باپ مسلمان اور بیٹا کافر ہو تو دعوت نسب ٹھیک ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اگر دونون ذمی ہین مگر دونون کی ملت مختلف ہے تو باپ کی دعوت صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی کی باندی اُسکی ملک مین حاملہ ہوئی اور بچہ جنی پس دادا نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ باپ زندہ ہے حقیقۃً یا اعتبارًا مثلاً وہ آزاد مسلمان ہو تو دادا کی دعوت باطل ہے اور اگر باپ نصرانی اور دادا و پوتا دونون مسلمان ہون یا باپ غلام یا مکاتب اور دادا و پوتا دونون آزاد ہون تو دادا کا دعوے نسب صحیح ہے اور اگر باپ مرتد اور دادا و پوتا دونون مسلمان ہون تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک دادا کی دعوت نسب متوقف رہیگی اگر باپ مسلمان ہوگیا تو باطل ہو جائیگی اور اگر حال ارتداد مین مرگیا یا قتل کیا گیا تو صحیح ہوگی اور اگر سب آزاد مسلمان ہین پھر باندی کے حاملہ ہونے کی حالت مین باپ مرگیا اور اُسکے مرنے سے چھ مہینے سے کم مین باندی کے بچہ ہوا اور دادا نے نسب کا دعوی کیا تو صحیح نہین ہے اسی طرح اگر باپ نصرانی تھا اور دادا و پوتا دونون مسلمان پھر باپ مسلمان ہوگیا اور باندی حاملہ تھی پس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی تو دادا کی دعوت نسب باطل ہے اسی طرح اگر والد مکاتب تھا اور دادا کے دعوے سے پہلے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہوگیا یا غلام تھا کہ قبل دعوت دادا کے آزاد کیا گیا تو دادا کی دعوت نسب باطل ہے کذا فی المحیط۔ اگر باپ وقت علوق سے دعوت نسب تک معتوہ ہے تو دادا کی دعوت صحیح ہے اور اگر معتوہ کو افاقہ ہوگیا پھر دادا نے دعوی کیا تو باطل ہے کذا فی الحاوی۔ اور اگر دادا نے نسب کا دعوے نہ کیا یہان تک کہ باپ کو افاقہ ہوگیا اور فقط باپ نے بعد افاقہ کے بچہ کا دعوے کیا ہے تو استحسانًا صحیح ہے کذا فی المحیط

فصل چہارم مشترک باندی کے بچہ کے نسب کا دعوی کرنے کے بیان مین۔ اگر دو شخصون کی مشترک باندی دونون کی ملک مین حاملہ ہو کر بچہ جنی اور ایک نے نسب کا دعوے کیا تو ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور شریک کے حصہ کی قیمت کا مالک ہوگا خواہ تنگدست ہو یا فراخ حال ہو اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور بچہ کی قیمت مین کچھ ضمان نہ دیگا یہ حاوی مین ہے پس اگر مدعی نے دوسرے شریک سے کہا کہ یہ باندی مجھسے بچہ جنی ہے پہلے تجھسے ایک بچہ جن چکی ہے اور تو نے اُسکا دعوی کیا ہے اور تیری ام ولد ہو چکی ہے اور شریک نے اُسکی تصدیق کی مگر بائدے سے

تو بیان کیا تو باندی اور بچہ پر دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہانتک کہ دونون کے حقوق جو مدعی کی طرف ثابت ہو گئے ہین باطل ہوجائینگے اور مدعی سے ضمان باطل نہو گی ولیکن مقر نصف قیمت باندی کی ام ولد ہونے کی حالت کی ادا کریگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول صاحبین کا ہے ولیکن امام اعظم رح کے نزدیک مقر اپنے مقر لہ کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور قول اول اشبہ واقرب الی الصواب ہے پھر اگر باندی نے کسی ہنر سے کچھ کمایا اور باندی یا اسکا بچہ قتل کیا گیا اور عوض مال ملا تو یہ سب مقر کا ہوا اور اگر مدعی نے شریک سے کہا کہ تونے باندی کو مجھے بچہ جننے سے پہلے آزاد کر دیا ہے اور شریک نے تصدیق کی تو باندی آزاد ہوگی اور وطی کرنے والے پر نصف قیمت و نصف عقر کی ضمان نہوگی۔ دو شخصون کی مشترک باندی ہے ایک نے کہا کہ یہ میری ام ولد اور تیری ام ولد ہے باہم دونون کی ام ولد ہے پس اگر دوسرے نے تصدیق کی تو باندی دونون کی ام ولد ہو جائیگی اور کوئی دوسرے کو کچھ ضمان نہ دیگا جیسے ایک ساتھ دونون کے دعوے کرنے کی صورت مین ہے اور اگر دوسرے نے اسکی تکذیب کی تو مقر اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو ادا کر دے اور نصف عقر بھی ادا کرے پھر نصف باندی مقر کی ام ولد ہوگی اور آدھی موقوف رہیگی بمنزلہ ام ولد کے پھر اگر شریک نے مقر کے اقرار کی تصدیق کی تو باندی دونون کی ام ولد ہو جائیگی اور جو اسنے ضمان لی ہے وہ واپس کرے اور اگر تصدیق نہ کی تو آدھی باندی مقر کی ام ولد اور آدھی موقوف بمنزلہ ام ولد کے ہے کہ ایک روز مقر کی خدمت کرے اور ایک روز متوقف رہے پس اگر ایک مر گیا تو تصدیق کرنے کی صورت مین باندی آزاد ہو جائیگی خواہ کوئی مر جاوے اور باندی ام ولد پر دوسرے زندہ کے واسطے سعی کرنی نہوگی یہ قول امام اعظم رح کا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک زندہ کے واسطے سعایت کرے اور تکذیب کرنے کی صورت مین بھی کوئی مر جاوے باندی آزاد ہو جائیگی اور منکر کے واسطے سعی نہ کریگی اور اگر منکر مر گیا تو بھی آزاد ہو جائیگی اور امام اعظم کے نزدیک زندہ مقر کے واسطے سعی نہ کریگی بخلاف قول صاحبین رح کے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی تین یا چار یا پانچ مین مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائیگا سب سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور باندی سب کی ام ولد ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دو سے زیادہ سے ثابت نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ تین سے زیادہ سے ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر حصے ہر ایک کے مختلف ہون تو بچہ کے حق مین حکم مختلف نہوگا ولیکن استیلاد ہر ایک کے حق مین بقدر اسکے حصہ کے ثابت ہوگا کذا فی الحاوی۔ بچہ کے دعوت نسب مین اگر دعوت استیلاد کا اعتبار متعذر ہو تو دعوت تحریر اعتبار کیجائیگی امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے ان کے مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے یا زیادہ مین وہ بچہ جنی اور اس بچہ کی ولادت سے چھ مہینے یا زیادہ مین دوسرا بچہ جنی پس دونون مولے مین سے ایک نے کہا کہ چھوٹا میرا بچہ ہے اور بڑا میرے شریک کا ہے پس اگر شریک نے اسکی تصدیق کی تو چھوٹے بچہ کا نسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہوگی اور آدھی قیمت باندی کی خواہ تنگدست ہو یا فراخ حال ہو اپنے شریک کو تاوان دیگا اور آدھا عقر بھی دیگا اور قیمت ولد مین کچھ نہ دیگا اور بڑے بچہ کا نسب بڑے کے مدعی سے ثابت ہوگا اور یہ مدعی بیٹے کا آزاد کرنے والا شمار ہوگا در حالیکہ وہ دونون مین مشترک ہے پس بڑے کے مدعی پر بڑے کی نصف قیمت شریک کو دینی واجب ہوگی اگر خوشحال ہے اور تنگدست ہے تو بڑا بچہ سعی کر کے نصف قیمت اپنی ادا کرے اور باندی بڑی کے مدعی کی ام ولد نہوگی اور بڑے کا مدعی نصف عقر بھی اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ حکم

اسوقت ہی کہ شریک نے چھوٹے کے مدعی کی تصدیق کی ہو اور اگر تکذیب کی تو چھوٹے بچہ کے مدعی کے حق مین وہی حکم سابق جو مذکور ہوا اسصورت مین بھی جاری ہوگا اور بڑے بچہ کا نسب کسی سے ثابت نہوگا ولیکن بڑا آزاد ہوجائیگا گویا ایسا واقعہ ہوا کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے نے اسکو آزاد کردیا ہے حالانکہ دوسرا منکر ہے یہ سب اسوقت مین ہی کہ ایک نے کہا کہ چھوٹا میرا ہی اور بڑا بچہ میرے شریک کا ہی اور اگر یون بیان کیا کہ بڑا بچہ میرے شریک کا ہی اور چھوٹا میرا ہے پس اگر شریک نے اس قول مین اسکی تصدیق کی تو بڑے بچہ کا نسب شریک مصدق سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہوجائیگی اور چھوٹے بچہ کے مدعی کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو ادا کریگا اور بچہ کی قیمت مین کچھ نہ دیگا اور استحساناً چھوٹے بچہ کا نسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور وہ اس بچہ کی پوری قیمت اپنے شریک کو ادا کریگا اور باندی کا پورا عقر بھی دیگا اور کتاب الدعوے مین مذکور ہے کہ نصف عقر دیگا اور اگر شریک نے اسکے قول کی تکذیب کی تو چھوٹے بچہ کا نسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہوجائیگی اور اپنے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر ادا کریگا اور بچہ کی قیمت مین کچھ نہ دیگا اور بڑے بچہ کا نسب شریک سے ثابت نہوگا کذا فی المحیط۔ دو شخصون نے ایک باندی خریدی وہ چھ مہینے مین بچہ جنی پس ایک نے نسب ولد کا اور دوسرے نے اسکی مان کا دعوی کیا تو دعوت صاحب ولد کی معتبر ہوگی اور باندی اسی کی ام ولد ہوگی اور بچہ حر ہوگا اور شریک کو آدھی قیمت باندی کی اور آدھا عقر دیگا۔ اور اگر خریدنے سے چھ مہینے سے کم مین جنی اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو ہر ایک کی دعوت نسب صحیح ہی اور باندی کا مدعی اپنے شریک کیواسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور نہ باندی اسکے حق کے واسطے سعی و مشقت کریگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نصف قیمت کا ضامن ہوگا اگر خوشحال ہے ورنہ باندی سعی کریگی اگر تنگدست ہے اور آدھے عقر کا ضامن نہوگا اور نہ مدعی اول دوسرے کو بچہ کی قیمت دیگا اور نہ باندی کی قیمت اور نہ اسکا عقر۔ پس اگر باندی چھ مہینے بعد لڑکی جنی اور لڑکی کے بچہ ہوا پس ایک نے اول بچہ کا اور دوسرے نے دوسرے بچہ کا ایک ساتھ دعوی کیا خواہ ثانی یعنے باندی زندہ ہے یا مرگئی ہے تو ہر ایک کی دعوت صحیح ہے پس باندی پہلے کی ام ولد ہوگئی اور اسپر باندی کی نصف قیمت و نصف عقر لازم آیا اور بچہ کی قیمت کچھ نہ دیگا اور دوسرے بچہ کا مدعی بڑی لڑکی کو اسکا آدھا عقر دیگا اور یہی اصح ہے اور بڑے کا مدعی ثانی کی نصف قیمت اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور بڑے کی قیمت کا کچھ ضامن نہوگا پس اگر ثانی یعنی باندی قتل کرڈالی گئی اور ہنوز کسی نے نسب کا دعوی نہین کیا ہے اور دونون نے اسکی قیمت لیکر باہم برابر تقسیم کرلی پھر دونون نے دعوی کیا تو باندی کی قیمت مین سے کچھ ضامن نہوگا اور بڑے بچہ کا مدعی دوسرے کو باندی کا آدھا عقر بسبب اقرار وطی کے دیگا اور مان کی قیمت مین کچھ نہ دیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مان کی آدھی قیمت دیگا اگر خوشحال ہے اور چھوٹے بچہ کے مدعی پر کچھ ضمان نہین ہے اور بڑا بچہ یعنی لڑکی اپنے مدعی کی ہوگی اور دوسرے مدعی کی ام ولد ہوجائیگی۔ اور اگر ثانی چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو بڑے بچہ کی دعوت باطل اور چھوٹے بچہ کی دعوت صحیح ہی اور اس بچہ کی مان ام ولد ہوجائیگی اور بڑے بچہ یعنے لڑکی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر اپنے شریک کو دے اور یہ اسکی ام ولد ہوگئی اور بڑی لڑکی کا مدعی باندی کی آدھی قیمت اپنے شریک کو دے اور وہ اسکی ام ولد ہوجائیگی اگر زندہ ہے ورنہ اگر مرگئی تو نہین ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ دو شخصون نے ایک باندی خریدی پس دونون کی ملک مین چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ جنا پس بچہ کا ایک نے دعوی کیا تو صحیح ہوا اور باندی اسکی ام ولد ہوگی اور شریک کو آدھی قیمت جو دعوے کے روز باندی کی تھی ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اسکا عقر کچھ نہ دیگا پس بچہ کا حکم

مثل اُس غلام کے ہو جو دو شخصون مین مشترک ہو کہ اُسکو ایک نے آزاد کر دیا یہ محیط مین ہو اگر باندی دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسکے دو بچہ پیدا ہوے پس ہر ایک نے ایک ایک بچہ کا دعوی کیا پس اگر ایک پیٹ سے دونون پیدا ہوے ہین اور ایک مدعی نے بڑے کا اور دوسرے نے چھوٹے کا دعوی کیا اور معًا دونون کی زبان سے دعوی نکلا تو دونون کا نسب دونون سے ثابت ہوگا اور اگر ایک نے دعوت مین سبقت کی تو دونون کا نسب اُس سے ثابت ہوگا اور دونون آزاد ہو جائینگے اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور باندی کی آدھی قیمت و آدھا عقر دوسرے شریک کو ادا کریگا اور اگر دونون بچے دو پیٹ سے پیدا ہوے اور ایک نے بڑے کا دعوی کیا اور دوسرے نے چھوٹے کا اور دونون کا کلام ساتھ ہی زبان سے نکلا تو بڑے کا نسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر شریک کو ادا کریگا اور چھوٹے کا نسب اُسکے مدعی سے ثابت ہوگا استحسانًا اور اسکو بڑے بچہ کے مدعی کو عقر دینا پڑیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونون کا کلام ایک ساتھ زبان سے نکلا - اور اگر مدعی نے بڑے بچہ کا دعوی پہلے کیا تو نسب اُسکا ثابت ہو جائیگا اور وہ آزاد ہو جائیگا اور باندی ام ولد ہو جائیگی اور اسکو آدھی قیمت باندی کی اور آدھا عقر دوسرے شریک کو دینا پڑیگا پھر اسکے بعد اگر دوسرے نے چھوٹے بچہ کا دعوی کیا تو دوسرے کی ام ولد کے بچہ کا دعوے کیا پس دوسرے کے تصدیق کی حاجت ہوگی - اگر اُسنے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور مثل ام ولد کے قرار دیا جائیگا اور اگر تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اور اگر ایک نے پہلے چھوٹے بچہ کا دعوی کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور مدعی سے اُس کا نسب ثابت ہوگا اور باندی مدعی کی ام ولد ہو جائیگی اور آدھی قیمت اور آدھا عقر باندی کا دوسرے شریک کو ملیگا اور بڑا بچہ دونون مین مشترک غلام ہوگا اور اگر اسکے دوسرے نے بڑے کا دعوے کیا تو ایسا ہے کہ گویا ایک مشترک غلام کو ایک نے آزاد کر دیا یعنی مدعی کا حصہ آزاد ہوگا اور نسب ثابت ہوگا اور دوسرے کو اختیار ہے چاہے یون ہی آزاد کرے یا اپنے حصہ کے واسطے سعی کرا دے اور اگر چاہے تو آزاد کرنے والے سے ضمان لے بشرطیکہ وہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو سعایت اور آزادی مین اختیار ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکو ضمان لینے کا اختیار ہے اگر خوشحال ہو اور اگر شریک تنگدست ہو تو سعی کرا سکتا ہے اور کچھ نہین یہ شرح طحاوی مین ہے - ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور باندی چھوڑی اُسکو حمل ظاہر ہوا پس ایک بیٹے زید نے کہا کہ حمل ہمارے باپ سے ہے اور دوسرے عمرو نے کہا کہ مجھ سے ہے اور زید و عمرو دونون سے معًا دعوی واقع ہوا تو حمل عمرو کا قرار دیا جائیگا اور عمرو باندی کی نصف قیمت و نصف عقر زید کو ادا کریگا اسیطرح اگر عمرو نے دعوی مین سبقت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زید کی طرف سے سبقت ہوئی تو اُسکے اقرار سے باپ کا نسب ثابت نہوگا ولیکن باندی اور اُسکے پیٹ کا بچہ اسکی طرف سے بقدر اسکے حصہ کے آزاد ہوگی یہ مبسوط مین ہے اور زید دوسرے بھائی کو باندی یا اُسکے بچہ کی ضمان کچھ نہ دیگا یہ محیط مین ہو - اور عمرو کا دعوی کرنا نسب کا جائز ہے اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت کی کچھ ضمان وہ دیگا مگر نصف عقر کا ضامن ہوگا اگر زید طلب کرے یہ مبسوط مین ہے ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے ایک اپنے حصہ کا ایک مہینہ سے مالک ہوا ہے اور دوسرا عمرو چھ مہینہ سے مالک ہوا ہے اسکے ایک بچہ ہوا پس دونون نے دعوی کیا تو عمرو کو ملیگا اور عمرو نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور کتابت مین مذکور نہین ہے کہ اسکو ضمان دیگا اور چاہیے یہ ہے کہ بائع کو ضمان دے نہ شریک کو اور بائع کو واجب ہے کہ زید کو پورا ثمن واپس کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ زید کو چاہیے کہ تمام عقر کی ضمان شریک کو دے کیونکہ زید نے دوسرے کی

ام ولد سے وطی کرنیکا اقرار کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونون مالکون کی ملک کا حال معلوم ہو یعنی ایک کی ملک مقدم ہے اور اگر معلوم نہو تو نسب دونون سے ثابت ہوگا اور باندی دونون کی ام ولد ہوگی اور کسی کا دوسرے پر عقر نہین ہے اور نصف عقر کی ضمان دونون باہم لوٹا دا کرین اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ کسی پر دونون مین سے بالکل عقر دینا لازم نہین آتا ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور قول اول ہمارے اصحاب کے اصول کے موافق اشبہ ہے ہکذا فی المحیط - ایک باندی ایک شخص زید دوسرے نابالغ مین مشترک ہے اُسنے بچہ جنا پس زید و نابالغ کے باپ نے دعوی کیا تو مالک رقبہ سے نسب ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے ایک بچہ ہوا اُسکا ایک شخص نے اپنے مرض موت مین دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور باندی اُسکی ام ولد ہوجائیگی اور بعد مرنے کے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوجائیگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ بچہ ظاہر ہوا ور اگر ظاہر نہو تو تہائی مال سے آزاد ہوگی یہ محیط مین ہے - اگر ایک باندی باپ و بیٹے مین مشترک ہو اور اسکے بچہ پر دونون نے معاً دعوی کیا تو استحساناً باپ کا نطفہ قرار دیا جائیگا اور وہ نصف قیمت و نصف عقر باندی کا ضامن ہوگا اور بیٹا بھی نصف عقر کا ضامن ہوگا پس عقر مین بدلا ہوجائیگا اور یہی حکم دادا کا ہے اگر باپ مرگیا ہو اور اگر بھائی یا چچا یا اجنبی ہو تو سب کا حکم مثل اجنبیون کے ہے کذا فی الحاوی اور اگر دادا و پوتے مین باندی مشترک ہوا ور دونون نے معاً دعوی کیا حالانکہ باپ زندہ موجود ہے تو دونون سے نسب ثابت ہوگا کذا فی شرح الطحاوی - ابن سماعہ نے امام محمدرح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایسی باندی سے جو اُسکے بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہے وطی کی اور اُس سے بچہ ہوا تو امام محمدرح نے فرمایا کہ اُسپر بیٹے کے واسطے نصف قیمت باندی کی اور دوسرے کے واسطے آدھی قیمت باندی آدھا عقر واجب ہوگا کذا فی المحیط - امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک باندی بیٹے اور باپ اور دادا مین مشترک ہے اُسکے بچہ پیدا ہوا اور سب نے معاً دعوی کیا تو دادا اولی ہے اور ان دونون پر پورا عقر دادا کو دینا واجب ہوگا اگر دادا نے تصدیق کی کہ ان دونون نے اس سے وطی کی ہے اور اگر تصدیق نہ کی تو کچھ نہین دینا پڑیگا اور یہ باندی دادا کو حلال نہین ہے اگرچہ دونون کے وطی کرنے کی تکذیب کی ہو پس یہ صورت ایسی نہین ہے کہ بیٹے نے باپ کی باندی سے وطی کرنیکا دعوی کیا اور باپ نے تکذیب کی کیونکہ باپ پر حرام نہین ہوتی ہے یہ حاوی مین ہے - اگر مکاتب و حر مین ایک باندی مشترک ہو اور اسکے بچہ ہوا پس مکاتب نے نسب ولد کا دعوی کیا یہانتک کہ اس بچہ کا نسب ثابت ہوگیا تو اپنے شریک کو باندی کی قیمت و نصف عقر تاوان دے اور اگر آزاد و غلام تاجر مین مشترک ہو اور بچہ جنی اور غلام تاجر نے نسب کا دعوی کیا یہانتک کہ نسب اس سے ثابت ہوگیا تو وہ باندی کی قیمت مین شریک کو کچھ ضمان نہ دیگا یہ محیط مین ہے اور اگر باندی حر و مکاتب کے درمیان ہو تو حر اولی ہے کذا فی الحاوی - باندی ذمی و مسلمان کے درمیان مشترک ہے اُسکے بچہ ہوا اُسپر دونون نے دعوی کیا تو ہمارے نزدیک مسلمان کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا پھر باندی کے بچہ ہوا اور دونون نے دعوی کیا تو دونون کا بیٹا قرار دیا جائیگا دونون سے میراث لیگا اور دونون اُسکے وارث ہونگے خواہ باندی مین نطفہ قرار پاتا ذمی کے اسلام سے پہلے ہو یا بعد ہو - اور اگر باندی دو مسلمان مین مشترک ہو پس ایک مرتد ہوگیا پھر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور دونون نے دعوے کیا تو مسلمان کا بچہ قرار دیا جائیگا خواہ دوسرے کے مرتد ہونے سے پہلے نطفہ قرار پایا ہو یا اُسکے بعد اور جب بچہ مسلمان کا قرار پایا تو باندی اُسکی ام ولد ہوگی اور مرتد کو اُسکے نصف قیمت کی ضمان دیگا اور عقر مین دونون کا بدلا ہوجائیگا کذا فی المحیط - اور اگر باندی مسلم و ذمی مین مشترک ہو یہانتک مسلم مرتد ہوگیا پھر دونون نے باندی کے

بچہ کا دعوی کیا تو وہ بچہ مرتد کا قرار دیا جائیگا اور باندی اسکی ام ولد ہو گی اور نصف قیمت اور نصف عقر باندی کا ذمی کو دے اور ذمی نصف عقر اسکو ادا کرے اور اگر ان سب مولون مین کوئی شریک نے دعوت مین سبقت کی تو وہی اولی ہوگا خواہ کوئی ہو کذا فی الحاوی ایک باندی مسلم و مرتد مین مشترک ہے دونون نے نسب کا دعوی کیا تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مجوسی و کتابی مین مشترک ہو تو استحساناً کتابی کا نطفہ قرار دیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ ایک باندی مسلمان و ذمی و مکاتب و مدبر و غلام مین مشترک ہے اور سب نے اُسکے بچہ کا دعوی کیا تو آزاد مسلم اولی ہے اور ہر ایک مدعی پر بقدر حصہ شرکت کے عقر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر باندی ایک مجوسی آزاد اور ایک مکاتب مسلمان کے درمیان مشترک ہو اُسکے بچہ پر دونون نے دعوے کیا تو مجوسی کا بیٹا قرار پاویگا یہ محیط مین ہے۔ ایک ذمی کی باندی ہے اُسنے آدھی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دی پھر باندی چھ مہینے سے پہلے بچہ جنی اور دونون نے اُسپر دعوی کیا تو ذمی کا بیٹا ہوگا اور بیع باطل ہوگی یہ مبسوط مین ہے اگر باندی دو شخصون مین مشترک ہو اُسکے نطفہ قرار پایا پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کیا پھر چھ مہینے سے کم مین وہ بچہ جنی اور مشتری نے اُس کا دعوی کیا تو نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور بیع باطل ہوگی اور ثمن واپس لے لیگا اور بائع کو اُسکا حصہ قیمت و عقر دیگا اسی طرح اگر بائع نے اُسکا دعوے کیا ہو تو بھی ایسے ہی احکام جاری ہونگے کذا فی الحاوی اور اگر دونون نے دعوے کیا تو دونون کا بیٹا قرار پائیگا کذا فی المحیط

پانچوین فصل۔ غیر قابض و قابض کے اور دو غیر قابضون کی دعوت نسب کے بیان مین ایک بچہ نابالغ جو بولتا نہین ہے ایک شخص کے قبضہ مین ہے وہ دعوی کرتا ہے کہ میرا بیٹا ہے تو استحساناً اُس سے نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکتا ہو اور اگر دوسرے نے دعوی کیا کہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہوگا خواہ قابض تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور یہ استحسان ہے قیاساً ثابت نہ ہوگا اور اگر اُسپر قابض اور دوسرے شخص نے دعوی کیا تو قابض اولی ہے اور اگر کسی نے دعوت مین سبقت کی تو سابق اولی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے امام محمد رہ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر ایک آزاد مسلمان کے قبضہ مین ایک طفل ہے وہ دعوے کرتا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے پھر ایک آزاد مسلمان یا ذمی یا غلام آیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابض کے پاس نسب کے گواہ نہین ہین تو مدعی کی ڈگری ہو جائیگی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ بچہ ان صورتون مین آزاد ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ سوائے غلام کی صورت کے سب صورتون مین آزاد ہوگا اور یہی اشبہ ہے کذا فی المحیط۔ غیر قابض و قابض دونون نے بیٹے ہونے کے گواہ قائم کیے تو قابض اولی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر ہر ایک قابض و غیر قابض نے گواہ دیے کہ یہ میری اس عورت سے میرا بیٹا ہے تو قابض کے نسب کی ڈگری ہوگی اسی عورت سے اگرچہ یہ عورت اس سے انکار کرتی ہو اسی طرح اگر عورت مدعی ہو اور باپ منکر ہو تو بھی ایسا ہی ہوگا کذا فی المحیط۔ اگر ایک بچہ کسی شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک شخص نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے چھ مہینے سے زیادہ ہوتا ہے کہ پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے ایک سال ہوا کہ پیدا ہوا ہے اور بچہ کے سن مین اشکال ہے تو قابض کی گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہے۔ دو جورو خصم مملوک ہین اور دونون کے قبضہ مین ایک طفل ہے دونون گواہ قائم کرتے ہین کہ یہ انکا بیٹا ہے اور ایک آزاد ذمی یا مسلمان نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری اس آزاد جورو سے میرا بیٹا ہے تو آزاد کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا میری اس عورت سے ہے اور یہ دونون آزاد ہین اور قابض نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے اور اُسکی ماں کی طرف منسوب نہ کیا تو مدعی کی ڈگری ہوگی

اسی طرح اگر ان مدعیہ ہو تو بھی ایسا ہی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک بچہ ذمی کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک مسلمان نے مسلمانون یا ذمیون مین سے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے اور ذمی نے بھی ایسے دعوے پر ذمی گواہ پیش کیے تو مسلم کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہون تو اُسی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک باندی کے دو بیٹے ہین وہ باندی مع ایک بچہ کے ایک شخص زید کے قبضہ مین ہے اور دوسرا بچہ عمرو کے قبضہ مین ہے پس ہر ایک نے دونون مین سے دعوی کیا کہ باندی میری ہے اور دونون بیٹے میرے ہین میری اسی باندی سے پیدا ہوے ہین تو جس شخص کے قبضہ مین باندی ہے اسی کے نام باندی اور دونون بچون کی ڈگری ہوگی خواہ دونون بچے ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوے ہون یا مختلف پیدا ہوے ہون۔ اور اگر ہر ایک نے باندی کا مع فقط اُس بچہ کے جو اُسکے قبضہ مین ہے دعوے کیا پس اگر دونون بچہ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوے تو یہ صورت اور پہلی دونون یکسان ہین اور اگر دو پیٹون سے پیدا ہوے ہین پس اگر بڑا یا چھوٹا نہ معلوم ہو تو قابض کے نام باندی کی اور ہر ایک کے نام اُسکے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور اگر چھوٹا بڑا معلوم ہوتا ہے اور بڑا قابض باندی کے قبضہ مین ہے تو اُسکے نام باندی اور بڑے بچہ کی ڈگری ہوگی اور چھوٹے کی نہوگی۔ اگر بڑا غیر قابض باندی کے قبضہ مین ہو تو ہر ایک کے نام اُسکے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور کتاب مین مذکور ہے کہ باندی کی ڈگری بڑے بچہ کے قابض کے نام ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام و باندی ایک شخص کے قبضہ مین ہے ایک دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہے میرے فراش پر مجھسے اسکے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے یہ بچہ میرے فراش پر اس سے پیدا ہوا ہے تو قابض کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ غلام نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر قابض کی تصدیق کرتا ہو اور اگر بالغ ہو اور مدعی کی تصدیق کرتا ہو تو مدعی کے نام غلام و باندی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط باب الولاد و الشہادۃ مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ آزاد عورت کے ایک لڑکا ہے اور دونون کسی مرد کے قبضہ مین ہین اور دوسرے مرد نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس سے نکاح کیا اور اسکے میرے فراش پر یہ بچہ اس سے پیدا ہوا ہے اور قابض نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو بچہ کی ڈگری قابض کے نام ہوگی خواہ لڑکے نے قابض کے بیٹے ہونے کا دعوی کیا ہو یا مدعی خارج کے بیٹے ہونے کا دعوی کیا ہو۔ اور اگر قابض ذمی ہو اور اُسکے گواہ مسلمان ہون اور مدعی مسلمان اور اُسکے گواہ مسلمان ہون اور عورت بھی ذمی ہو تو عورت و بچہ کی ڈگری قابض کے نام ہوگی اور اگر عورت مسلمان ہو تو مدعی کی ڈگری ہوگی خواہ قابض کے گواہ مسلمان ہون یا ذمی ہون کذا فی المحیط اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس سے فلان وقت نکاح کیا ہے اور قابض کے گواہون نے اس سے پیچھے وقت نکاح کی گواہی دی تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط مین ہے اگر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری جورو ہے مین نے اس سے نکاح کیا ہے اور مجھسے میرے فراش پر اسکے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے میرے فراش پر اسکے یہ غلام میری ملک مین پیدا ہوا ہے تو بچہ کی ڈگری شوہر کے نام اور باندی کی ملک کی ڈگری مدعی کے نام ہوگی اور بچہ اور باندی دونون مدعی کی ملک ہوتے مگر بچہ باقرار مدعی آزاد ہوگا اور باندی بھی اُسکے اقرار سے اُسکی ام ولد ہو جائیگی ولیکن اگر مدعی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس باندی نے اسکو دھوکا دیا اور اپنے آپکو آزاد کہکر نکاح کیا ہے تو اسوقت بچہ البتہ بقیمت آزاد ہوگا یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک باندی ہے اور اُسکے ایک بچہ ہے اُسپر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے باپ کی باندی ہے اسی کے فراش سے یہ بچہ اس باندی کے پیدا ہوا ہے اور باپ مدعی کا مر چکا ہے اور دوسرے نے گواہون سے یہ گواہی

دی کہ یہ اسی قابض کی باندی ہی اسی کی ملک فراش پر یہ بچہ جنی ہی اور وہ اسکا بیٹا ہی تو غیر قابض کے باپ میت کا بیٹا ہونے کی ڈگری ہوگی اور باندی آزاد ہیجائیگی اور اُسکی ولا میت کو پہونچیگی اور قابض کے نام اسمین سے کچھ ڈگری نہ ہوگی کذا فی الحاوی اگر بچہ کسی شخص کے قبضہ مین ہو اسپر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرا بچہ ہی تو اُسکے نسب سے ہونے کا حکم ہوجائیگا اور اگر قابض اسکا مدعی ہو تو یہ حکم نہوگا اور اگر عورت نے صرف ایک عورت گواہ قائم کی کہ یہ بچہ اس مدعیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہی پس اگر قابض دعوی کرتا ہی کہ یہ میرا بیٹا یا غلام ہی تو عورت کے نام کچھ ڈگری نہوگی اور اگر کچھ دعوی نہین کرتا ہی تو عورت کے نام صرف ایک عورت کی گواہی پر ڈگری ہوجائیگی اور یہ استحسان ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک بچہ ایک عورت کے قبضہ مین ہی اُسپر دوسری عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرا بچہ ہی اور اسپر گواہ ایک عورت قائم کی اور قابضہ نے بھی اسی دعوے پر ایک عورت گواہ دی تو قابضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر ہر ایک کے واسطے دو مردون نے گواہی دی تو قابضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر قابضہ کی ایک عورت نے اور مدعیہ غیر قابضہ کی دو مردون نے گواہی دی تو مدعیہ کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ مین ہی وہ کچھ دعوی نہین کرتا ہی پس ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہی مین نے اسکو جنا ہی اور ایک مرد نے گواہ قائم کیے کہ میرا بیٹا ہی میرے فراش سے پیدا ہوا ہی اور اُسکی ماں کا نام نہ لیا تو اس مرد مدعی اور عورت مدعیہ کے نسب سے قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر عورت کے قبضہ مین ہو تو بھی یہی حکم ہوگا اور دونون مین فراش کا حکم بالاقتضار ہی کذا فی المبسوط۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ دو غیر قابض مدعیون مین ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہو میرے فراش پر میری اس عورت سے پیدا ہوا ہی تو وہ دونون مردون اور دونون عورتون کے نسب سے قرار دیا جائیگا اور صاحبین رحمہم اللہ تعالی عنہم نے کہا کہ فقط[له] دونون مردون کے نسب سے قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ مین ہی دو شخص آئے اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور دونون نے گواہ دیے کہ یہ میرا بیٹا ہی تو دونون کے نسب سے ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک فریق گواہ نے دوسرے سے پہلے وقت بیان کیا تو لڑکے کا سن دیکھا جائیگا پس اگر ایک کے وقت سے موافقت رکھتا ہو دوسرے سے مخالف ہو تو موافق کے نام ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے وقت سے یقیناً مخالف ہوا اور دوسرے کے وقت سے اشکال و اشتباہ ہو تو مشتبہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے وقت مین اشتباہ ہو مثلاً ایک فریق نے نو برس دوسرے نے دس برس بیان کیے اور سن دونون کو محتمل ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک وقت کا اعتبار ساقط اور دونون کے نام ڈگری ہوگی یہ روایات متفق ہین اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح مین ذکر کیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے عامہ روایات مین مذکور ہی کہ دونون کی ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی ایک لقیط پر دو شخصون نے دعوی کیا ایک نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہی اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری بیٹی ہی پھر جو دیکھا تو وہ خنثی نکلا پس اگر مردون کے پیشاب کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہی تو وہ لڑکے کے مدعی کا ہی اور اگر عورتون کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہی تو بیٹی کے مدعی کا ہی اور اگر دونون سوراخ سے پیشاب کیا تو جس سوراخ سے پہلے نکلا اُسی کے مدعی کا ہوگا اور اگر دونون سے ایک ساتھ پیشاب کیا اور کوئی آگے پیچھے نہ ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مجھے علم نہین ہی کہ دونون مین کیا حکم کیا جاوے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس سے زیادہ پیشاب خارج ہو اُس کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون سے برابر نکلا تو بالاتفاق مشکل ہی اور مشتبہ ہی یہ شرح منظومہ مین ہی اگر مسلمان غلام نے دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی میرے فراش سے اس باندی سے پیدا ہوا ہی اور ایک ذمی نے دعوے کیا کہ میرا بیٹا ہی

[له] قوله فقط یعنی دونون عورتون سے نسب نہ ہوگا اور دونون مردون ... دونون سے بیٹا قرار دیا جائیگا ۱۲

میری اس عورت سے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے تو آزاد ذمی کے نام حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہے ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسکے نسب کا دو غیر قابضون نے ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دعوے کیا اور ہر ایک نے مسلمان گواہ اس امر کے قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے تو مسلمان کے نسب کی ڈگری ہوگی اور بسبب اسلام کے اُسکو ذمی پر ترجیح دیجائیگی یہ محیط مین ہے اور اگر یہودی و نصرانی و مجوسی مین ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیے تو یہودی و نصرانی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسپر ایک آزاد مسلمان نے دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا میری اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور غلام یا مکاتب نے بھی ایسا ہی دعوے کیا تو آزاد مسلمان کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک غلام نے دعوی کیا کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے اور دوسرے مکاتب نے اُسپر دعوے کیا کہ میری اس مکاتبہ سے پیدا ہوا ہے تو مکاتب کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے

چھٹی فصل۔ جورو و مرد کے دعوے کرنے کے بیان مین درحالیکہ بچہ دونون یا ایک کے قبضہ مین ہو۔ اگر لڑکا ایک مرد اور اُسکی عورت کے قبضہ مین ہے پس مرد نے دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سواے دوسری سے ہے اور عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس مرد کے سواے دوسرے سے ہے تو وہ لڑکا دونون کا شمار کیا جائیگا یہ جوقت ہے کہ نکاح دونون مین ظاہر ہو اور اگر ظاہر نہو تو دونون مین نکاح کا حکم ہو جائیگا کذا فی شرح الطحاوی اور اگر بچہ شوہر کے ہاتھ مین ہو اُسنے کہا کہ یہ میرا بیٹا دوسری عورت سے ہے اور جورو نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے تو شوہر کا قول مقبول ہوگا اور اگر عورت کے قبضہ مین ہو اُسنے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے پہلے میرے شوہر کا ہے اور شوہر نے کہا کہ میرا بیٹا تجھ سے ہے تو بھی شوہر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر شوہر نے پہلے دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سواے دوسری میری عورت سے ہے اور وہ اُسکے قبضہ مین ہے تو دوسری عورت سے نسب ثابت ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر اس عورت نے دعوی کیا تو ان دونون سے ثابت نسب نہوگا اور اگر پہلے عورت نے دعوے کیا کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس مرد کے سواے دوسرے سے ہے اور بچہ دونون کے قبضہ مین ہے پھر اسکے بعد مرد نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سواے دوسری سے ہے پس اگر دونون مین نکاح ظاہر ہو تو دونون کا قول قبول ہوگا اور دونون کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور اگر دونون مین نکاح ظاہر نہو تو عورت کا قول قبول ہوگا اور اُسی سے نسب ثابت ہوگا جبکہ مرد نے عورت کی تصدیق کی اور یہ اُسوقت ہے کہ بچہ اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتا ہے اور اگر تعبیر کر سکتا ہے اور وہان کوئی رقیت ظاہر نہین ہوتی ہے تو بچہ کا قول معتبر ہوگا جسکی اُسنے تصدیق کی اُسی سے اُسکا نسب اُسکی تصدیق سے ثابت ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ عورت نے اپنے شوہر پر دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے اور بچہ عورت کے پاس ہے اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی اور شوہر نے جورو کی تکذیب کی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب عورت کو لازم ہوا تو مرد کو بھی لازم ہوا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک عورت کا شوہر موجود ہے اُسنے ایک لڑکے کا دعوے کیا کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہے اور شوہر نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہین ہے جب تک کہ ایک عورت گواہی نہ دے کہ یہ عورت اسکو جنی ہے اور اگر عورت معتدہ ہو اور شوہر پر نسب کا دعوی کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک پوری حجت کی ضرورت ہے اور اگر معتدہ و منکوحہ نہو تو نسب بدون حجت کے ثابت نہوگا اور اگر شوہر نے اُسکی تصدیق کی تو دونون کا بیٹا قرار پائیگا اگرچہ کسی عورت نے ولادت کی گواہی نہ دی ہو یہ شرح جامع صغیر صدر الشہید مین ہے۔ اگر شوہر بچہ کا مدعی ہے اور عورت نے اُسکی تکذیب کی اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی تو شوہر کی تصدیق نہ کیجائیگی اور جنائی کی گواہی سے اُسی وقت

ثبوت ہوتا ہی جب عورت ولادت کی مدعیہ ہو یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک لڑکا ایک مرد و عورت کے قبضہ مین ہی عورت
نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا اسی مرد سے ہی اور مرد نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا دوسری عورت سے ہی تو وہ مرد کا بیٹا قرار
پائیگا نہ عورت کا۔ اور اگر کسی عورت نے اگر عورت کی طرف سے ولادت کی گواہی دی تو لڑکا مرد کی طرف سے عورت کا ہوگا
اور اس گواہی سے وہ عورت اُسکی زوجہ ہوگی اور اگر لڑکا مرد کے قبضہ مین ہو نہ عورت کے اور عورت اُسکی آزاد جورو ہی اور باقی
مسئلہ بحالہ ہی پھر ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی تو یہ لڑکا عورت کا اس مرد سے قرار نہ دیا جائیگا اور مرد کا بیٹا قرار دیا
جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مرد و عورت حرہ نے ایک لڑکے کی نسبت جو دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ہی باہم
ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ ہمارا بیٹا ہی پس وہ دونون کا بیٹا ہی اور عورت مرد کی جورو ہی پس اگر عورت اپنا آزاد ہونا نہین
جانتی ہی اور کہتی ہی کہ مین تیری ام ولد ہون اور یہ میرا بیٹا ہی تجھسے پیدا ہی اور مرد نے کہا کہ نہین او تو میری جورو ہی تو وہ
دونون کا بیٹا ہی ولیکن عورت نے رق کا اقرار کیا اور مرد نے اُسکی اس امر کی تکذیب کی پس عورت کی رقیت ثابت نہ ہوئی
اور مرد نے اُس سے نکاح کا دعوی کیا مگر عورت نے اُسکی تکذیب کی پس دونون مین نکاح نہ قرار پایا اسی طرح اگر عورت نے
دعوی کیا کہ مین اسکی جورو ہون اور مرد نے کہا کہ یہ میری ام ولد ہی تو یہ صورت اور صورت اول دونون یکسان ہین
یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھسے نکاح جائز سے پیدا ہی اور عورت نے کہا کہ یہ بیٹا میرا تجھسے نکاح فاسد
سے ہی تو بچہ دونون کا بیٹا ہی۔ اسی طرح اگر عورت نے مرد سے کہا کہ یہ میرا بیٹا نکاح جائز سے تجھسے پیدا ہی اور مرد نے کہا
کہ میرا بیٹا تجھسے نکاح فاسد سے پیدا ہی تو دونون کا بیٹا قرار پائیگا اور مدعی جواز کا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین ہی
اور اگر شوہر نے فساد نکاح کا دعوی کیا تو اس سے وجہ فساد دریافت کیجاوے گی اور دونون مین جدائی کردیجائیگی
اور یہ تفریق حق مہر و نفقہ مین تفریق بطلاق ہوگی حتے کہ اُسکے ذمہ مہر و نفقہ لازم ہوگا اور اگر عورت مدعی فساد ہو
تو تفریق نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔

فصل ساتوین غیر کی باندی کے بچہ کا بحکم نکاح دعوی کرنے کے بیان مین۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک باندی ہی
اُس سے اُسکا ایک لڑکا ہی پس گواہ قائم کیے کہ یہ باندی زید کی ہی مجھسے اُسنے نکاح کیا ہی پھر مجھسے یہ بچہ جنی اور زید نے
گواہ قائم کیے کہ جو باندی اسکے قبضہ مین ہی اپنے میرے ساتھ نکاح کردیا ہی اور مجھسے اسکے یہ ایک دوسرا بیٹا ہی تو ہر ایک کے
واسطے اُسکے مقبوضہ بیٹے کی ڈگری ہوگی اور قابض کے ہاتھ مین باندی متوقف رکھی جائیگی کوئی اس سے وطی نہین کرسکتا
ہی اور دونون مین سے اگر کوئی مرگیا تو آزاد ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک باندی مع بچہ کے دوسرے کے قبضہ
مین ہی پس اُسپر ایک مرد نے دعوی کیا کہ قابض نے میرے ساتھ اسکا نکاح کردیا اور اولاد ہوئی اور قابض نے دعوی
کیا کہ یہ باندی مدعی کے قبضہ مین تھی اُسنے میرے ساتھ نکاح کردیا اور اولاد میری ہی تو بچہ کا نسب دونون سے ثابت
ہوگا اور آزاد ہوگا اور باندی کا حکم متوقف رہیگا دونون مین سے کوئی اُس سے وطی نہ کریگا اور جب کوئی مرگیا تو
باندی آزاد ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ مین خزانہ سے منقول ہی۔ اگر زید کے قبضہ مین ایک باندی ہی اور اُسی کے قبضہ
مین اُسکا بچہ ہی اور عمرو نے دعوے کیا کہ زید یعنے مالک کی بلا اجازت اس باندی نے مجھسے نکاح کیا اور میرے
فراش سے اسکے یہ بچہ ہی جو زید کے قبضہ مین چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے اور مالک نے گواہ قائم
کیے کہ یہ میرا بیٹا ہی میرے فراش پر میری اسی باندی سے پیدا ہوا ہی تو بیٹے کی ڈگری شوہر کے نام اور اُس سے

اُسکا نسب ثابت اور مالک کے اقرار سے آزاد ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے قرار دیجائیگی کہ مالک کے مرنے پر آزاد ہوگی کذا فی الحاوی ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین ہی اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُسکا قابض نے دعوی کیا پھر ایک دوسرے شخص سے کہا کہ یہ تیری باندی ہی تو نے میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا اور دوسرے نے اسکی تصدیق کی اور اصل مین ثبوت نہین ہوتا ہی کہ یہ باندی دوسرے کی تھی تو بچہ آزاد اور قابض سے اسکا نسب ثابت اور باندی اُسکی ام ولد قرار دیجائیگی ولیکن مقرلہ کو باندی کی قیمت دیگا اور اگر اصل مین معلوم ہوتا ہی کہ مقرلہ کی باندی تھی تو قابض سے نسب ثابت اور بچہ و باندی دونون مقرلہ کے مملوک ہونگے اور اگر اصل مین مقرلہ کی باندی ہونا معلوم نہوا ولیکن مقرلہ نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا ہی اور قابض نے کہا کہ تو نے میرے ساتھ نکاح کر دیا ہی بچہ میرا ہی تو قابض باندی کی قیمت اُسکو دیگا اور عقر نہ دیگا اسی طرح اگر قابض نے کہا کہ یہ باندی تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دی اور مقرلہ نے کہا کہ نہین بلکہ تیرے نکاح مین دی تو یہ صورت و صورت اولی یکسان ہین اور اگر اصل مین معلوم ہی کہ یہ باندی مقرلہ کی تھی تو مقرلہ سب صورت مین بچہ و باندی کو اپنی ملک مین لے لیگا سوائے ایک صورت کے کہ جب مقرلہ نے اقرار کر دیا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہی تو مقرلہ باندی کو نہین لے سکتا ہی اور نہ قابض اُسکو قیمت دیگا ولیکن قابض پر عقر واجب ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہیگی یہ مبسوط مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعوی کیا کہ مین نے اس سے نکاح کیا ہی اور مجھسے یہ بچہ اسکے پیدا ہوا ہی اور عمرو نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا اور یہ بچہ تجھسے ہی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ بچہ مستولد کے نسب سے ثابت النسب ہوگا اور آزاد ہوگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور موقوف رہیگی کسی کی خدمت نہ کریگی نہ اور کوئی اُس سے وطی کر سکتا ہی اور شوہر پر ادائے ثمن کے واسطے مہر واجب ہوگا اور اگر مستولد نے خرید کا دعوی کیا اور مولے نے اُسکے ساتھ نکاح کر دینے کا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو بچہ ثابت النسب اور باندی مع بچہ کے مولی کے دونون مملوک ہونگے اور مستولد کو اُس سے وطی حلال نہین ہی اور مولی کو حلال ہی یہ محیط مین ہی

آٹھوین فصل ولد الزنا اور جو اسکے حکم مین ہی اسکی دعوت نسب کے بیان مین۔ اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور زانی نے اسکا دعوی کیا تو نسب ثابت نہوگا ولیکن عورت سے اسکا نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر کسی نے ایک بچہ غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہی تو اُس سے نسب ثابت نہوگا خواہ مالک نے اُسکی تکذیب کی یا تصدیق کی ہو اور اگر مدعی اس بچہ کا کسی سبب سے مالک ہو جاوے تو اُسکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اور اگر اسکی مان کا مالک ہو تو وہ اُسکی ام ولد نہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ فجور سے میرا بیٹا ہی یا مین نے عورت سے فجور کیا ہی وہ یہ بچہ جنی ہی یا بدون رشد کے یہ میرا بچہ ہی تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر ایسا بچہ مدعی کے باپ یا ماموں یا کسی ذی رحم محرم کے نسب سے ہو تو مدعی سے اسکا نسب ثابت نہوگا جبکہ اُسنے کہدیا ہو کہ یہ زنا سے ہی اور ان لوگون کے مالک ہونے سے یہ بچہ انکے پاس سے آزاد نہو جائیگا اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر یہ بچہ مدعی کے بیٹے کا ہو تو مدعی سے اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مدعی کا بیٹا کہتا ہو کہ یہ زنا سے ہی کذا فی المحیط اگر مدعی نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی حالانکہ میرا باپ نہین ہی اور نہ کہا کہ زنا سے ہی پھر اسکا مالک ہوا تو نسب ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا بیٹا نکاح فاسد یا خرید فاسد سے ہی یا شبہہ کا دعوی کیا یا کہا کہ یہ باندی میں اُسکے مالک کے پاس رہی جاتا تھا یعنی راستہ مین میرے بجماع سے یہ بچہ ہوا ہی اور مولی نے اُسکی تکذیب کی تو جبکہ دعوی کا

غلام ہی نسب ثابت نہوگا اور جب مدعی اُسکا مالک ہو تو نسب ثابت ہوگا آزاد ہو جائیگا اور اگر باندی کا مالک ہو تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی یہ حاوی مین ہی۔ ایک مرد نے اقرار کیا کہ مین نے آزاد عورت سے زنا کیا اُس سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہی اور عورت نے اُسکی تصدیق کی تو نسب دونون مین کسی سے ثابت نہوگا ولیکن دائی نے اگر ولادت کی گواہی دی تو عورت سے ثابت ہوگا مرد سے ثابت نہوگا یہ بسوط مین ہی۔ اگر مرد نے کسی عورت حرہ یا مملوکہ سے زنا کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ بیٹا میرا اس سے زنا سے ہی اور عورت نے نکاح فاسد یا جائز کا دعوی کیا تو نسب مرد سے ثابت نہوگا اگرچہ بچہ کا مالک ہو جاوے ولیکن وقت مالک ہونے کے آزاد ہو جائیگا اور مرد پر حد جاری نہوگی ولیکن عقر اُسکو دینا پڑیگا اسی طرح اگر عورت نے ایک گواہ قائم کیا تو بھی مرد سے نسب ثابت نہوگا اگرچہ گواہ عادل ہو اور مرد پر عقر واجب ہوگا اور عورت پر عدت دونوں صورتون مین لازم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک عورت کے مقبوضہ لڑکے پر دعوی کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہی اور عورت نے کہا کہ نکاح سے ہی تو نسب ثابت نہوگا پھر اگر اسکے بعد کہا کہ نکاح سے ہی تو ثابت ہو جائیگا اسی طرح اگر عورت نے زنا سے اور مرد نے نکاح سے دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا پھر اگر عورت نے تصدیق مرد کی طرف عود کیا تو مرد سے نسب ثابت ہو جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر مرد نے نکاح کا اور عورت نے زنا کا دعوی کیا پس اگر لڑکا مرد کے پاس ہی تو نسب مرد سے ثابت ہو جائیگا اور اگر عورت کے پاس ہی تو مرد سے ثابت نہوگا اور اگر مرد اُسکا مالک ہوا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر اُسکی مان کا مالک ہوا تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور مرد پر حد جاری نہوگی عقر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مرد نے ایک گواہ نکاح پر پیش کیا تو مرد سے نسب ثابت نہوگا جبکہ بچہ عورت کے پاس ہو اسی طرح اگر دو گواہ پیش کیے مگر انکی تعدیل نہوئی یا دونون محدود القذف یا اندھے تھے تو نسب ثابت نہوگا ولیکن مہر وعدت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی اگر کسی شخص کی جورو اُسکے فراش پر بچہ جنی پس شوہر نے کہا کہ مین نے اس سے زنا کیا اور مجھ سے یہ بچہ اسکے پیدا ہوا اور عورت نے اُسکی تصدیق کی تو مرد سے نسب اسکا ثابت ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کی جورو کے اُسکے فراش سے لڑکا ہوا شوہر نے کہا کہ تجھسے فلان شخص نے زنا کیا اور یہ بچہ اُسی کا ہی اور عورت نے تصدیق کی اور فلان شخص نے بھی اسکا اقرار کیا تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہی یہ بسوط مین ہی

نوین فصل مالک کی اپنی باندی کے بچہ کے دعوی نسب کے بیان مین۔ امام محمد رح نے فرمایا اگر مرد نے اپنی باندی اپنے غلام سے بیاہ دی پھر چھ مہینے یا زیادہ کے بعد اُسکے بچہ ہوا تو شوہر کا بچہ ہوگا اور اگر شوہر نے اُسکی نفی کی تو اُسکے نفی کرنے سے نفی نہوگی پس اگر مولی نے دعوی کیا کہ میرا بیٹا ہی تو دعوت صحیح نہین ہی اور نہ اُس سے نسب ثابت ہوگا ولیکن اُسکے اقرار کی وجہ سے بچہ آزاد ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اگر اسی صورت مسئلہ مین مولی نے کہا کہ یہ بچہ اسی باندی سے زنا سے میرا بیٹا ہی تو باندی اُسکی ام ولد نہوگی۔ اور اگر نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے پہلے باندی کے بچہ ہوا تو اُسکے شوہر سے نسب ثابت نہوگا پھر اگر مولی نے اُسکے نسب کا دعوے کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائیگا اور نکاح فاسد ہونیکا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی باندی کو دوسرے کے غلام سے باجازت اُسکے مالک کے یا کسی آزاد سے بیاہ دیا اور چھ مہینے یا زیادہ مین اُسکے بچہ ہوا تو موسے کے دعوی سے اسکا نسب مولی سے ثابت نہوگا خواہ شوہر اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے ولیکن مولی کے اقرار کی وجہ سے آزاد ہو جائیگا اگرچہ ثبوت نسب نہین ہی اور باندی بمنزلہ اُسکی ام ولد کے ہوگی اور نسب شوہر سے ثابت ہوگا یہ بسوط مین ہی اور نہ یا فساد نکاح کا حکم دیا جائیگا یا نہین

پس در صورتیکہ شوہر نے تکذیب کی تو شک نہین کہ فساد نکاح کا حکم نہ دیا جائیگا ولیکن تصدیق کی صورت مین بعض مشائخ نے
فرمایا کہ حکم فساد دیا جائیگا اور بعض نے کہا کہ نہ دیا جائیگا مگر جبکہ شوہر نے یون اقرار کیا ہو کہ یہ بچہ مولی کا ہی باندی نکاح سے
پہلے اُس سے حاملہ ہوگئی تھی تو فساد نکاح کا حکم ہوگا۔ اگر زید نے اپنی باندی عمرو کے ساتھ بیاہ دی پھر اُسکو فروخت کیا پھر
وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ مین یا وقت بیع سے چھ مہینے سے کم مین اُسکے بچہ ہوا پس مولی نے اُسکا دعوی کیا تو حق نسب
مین تصدیق نہ کیجائیگی اور نہ بچہ آزاد ہوگا اور نہ بیع ٹوٹیگی اور بچہ اپنی ماں کے خاوند کا بحالہ رہیگا اور اگر مشتری نے اُسکا دعوی کیا تو
حق نسب مین دعوت صحیح نہین ہی ولیکن آزاد ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کی باندی نے
بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا پھر چھ مہینے مین بچہ جنی پس شوہر و مولی نے دعوی کیا تو شوہر کا بیٹا ہوگا اور مولی کے دعوی سے
آزاد ہو جائیگا اسی طرح کسی کی ام ولد نے بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا اور شوہر نے اُس سے وطی کی پھر چھ مہینے مین بچہ
ہوا پھر دونون نے اُسکا دعوی یا دونون نے نفی یا ایک نے دعوی اور دوسرے نے نفی کی تو ہر حال مین شوہر کا بیٹا قرار دیا جائیگا
یہ حاوی مین ہی۔ ایک باندی کے مالک نے ایک بچہ کے نسب پر گواہ قائم کیے کہ یہ لڑکا میری باندی سے میرے فراش سے پیدا
ہوا ہی اور دوسرے نے دعوی کیا کہ بدون اجازت مالک کے اُسنے مجھ سے نکاح کیا ہی اور میرے فراش سے اسکے یہ بچہ ہوا
ہی جو مالک کے قبضہ مین ہی تو شوہر کے نام بچہ کی ڈگری ہوگی اور مالک کے اقرار کی وجہ سے بچہ فی الحال آزاد ہو جائیگا اور
اسکی مان بعد موت مالک کے آزاد ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص کی باندی ہی اُسکے چند اولاد ہین انکو
مختلف پیٹون سے کئی بار جنی ہی حالانکہ اُسکا شوہر کوئی نہین ہی پس مالک نے اپنی صحت مین فرمایا کہ انمین سے ایک میرا بیٹا ہی پس
جبتک مولی زندہ ہی بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو بالاجماع نسب ثابت نہوگا حتی کہ کوئی انمین
سے میت کا وارث نہین ہو سکتا ہی اور بالاجماع ام الاولاد یعنی باندی آزاد ہو جائیگی اور اولاد کی آزادی مین اختلاف ہی امام
ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ہر ایک مین سے تہائی آزاد ہوگا اور دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرینگے اور امام محمد رح نے کہا کہ چھوٹا کل
آزاد ہوگا اور درمیانی کا نصف آزاد اور نصف قیمت کے واسطے وہ سعایت کرے اور بڑے مین سے تہائی آزاد اور دو تہائی
کے واسطے سعی کرے اور کتاب مین امام ابو یوسف رح کا قول مذکور نہین ہی اور فقیہ ابو احمد عیاضی امام ابو یوسف رح سے روایت کرتے
تھے کہ انھون نے فرمایا کہ جسکی آزادی کا مجھے یقین ہوگا وہ پورا آزاد کرونگا جیسا قول امام محمد رح کا ہی اور جسمین یقین نہوگا اسمین
میرا قول مثل قول امام اعظم رح کے ہی فعلی ہذا انکے قول کے موافق چھوٹا بالکل آزاد اور درمیانی و بڑے مین سے ہر ایک کا تہائی
آزاد ہوگا کذا فی المحیط۔ اگر باندی نے بلا شوہر ایک بچہ جنا اور مولی نے اسکا دعوی نہ کیا یہانتک کہ بڑا ہو گیا اور مولی کی کسی
باندی سے اسکے ایک بچہ ہوا پھر پہلا لڑکا مر گیا پھر مولی نے کہا کہ ان دونون مین ایک میری اولاد ہی یعنی میت یا میت کا بچہ
پس علی الاختلاف چھوٹا مستقل کل آزاد ہو جائیگا اور اُسکی مان آدھی قیمت کے واسطے سعی کریگی اور نانی اسکی بھی آدھی قیمت کے
واسطے سعی کریگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسکے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی کے لڑکی پیدا ہوئی
پس مولی نے اپنی صحت زندگی مین کہا کہ ان تینون مین سے ایک میری اولاد ہی اور بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو چھوٹی
بیٹی تو کل اور درمیانی کل آزاد ہو جائیگی اور بڑی بیٹی نانی آدھی آزاد اور آدھی قیمت کے واسطے سعی کریگی یہ محیط مین ہی
ایک باندی ایک لڑکا بدون شوہر کے جنی پھر دو بیٹیان جوڑیا ایک پیٹ سے بدون شوہر کے جنی پھر ایک دوسرا بیٹا بدون شوہر کے
جنی [illegible] ایک کو دیکھ کر کہا کہ ان دونون مین سے ایک میری اولاد ہی [illegible]

مرگیا تو کسی کا نسب مولی سے ثابت نہوگا اور بڑا لڑکا آدھا اور ہر ایک لڑکی آدھی آدھی آزاد ہو جائیگی اور آدھی قیمت کے واسطے سعی کرینگے اور چھوٹا لڑکا کل آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ماں کل آزاد ہو جائیگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک دونون فریق سب آزاد ہو جائینگے اور اگر بڑے لڑکے اور چھوٹے لڑکے کو دیکھکر کہا کہ انمین سے ایک میرا بیٹا ہے تو بڑے مین سے نصف آزاد اور نصف کے واسطے سعی کرے اور اُنکی ماں آزاد اور دونون بیٹیون مین نصف آزاد اور نصف کے واسطے دونون سعی کرین اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک بڑے کا آدھا آزاد اور آدھے کے واسطے سعی کرے اور چھوٹا کل آزاد اور دونون لڑکیون مین سے نصف آزاد ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے- ایک شخص مرگیا اور ایک باندی چھوڑی جسکے تین بچہ ہین اور ہر ایک بچہ کو علیحدہ پیٹ سے جنی ہے پس باندی نے گواہ قائم کیے کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ یہ بڑا لڑکا میرا ہے میرے نسب سے اس باندی سے پیدا ہوا ہے تو وہ مولی کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور باقی دونون بمنزلہ اپنی ماں کے ہونگے پس اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ مولی نے بڑے لڑکے کی نسبت اپنے بیٹے ہونیکا اقرار باقی دونون لڑکون کے پیدا ہونے سے پہلے کیا ہے تو باقی دونون بھی اُسکے بیٹے قرار پاوینگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بڑے لڑکے کی نسبت بیٹے ہونیکے اقرار سے چھ مہینے یا زیادہ بعد اُسنے دوسرا جنا تو دوسرا بھی اُسی کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین جنا تو اُسکو لازم نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے- اگر ایک شخص کی ایک منکوحہ آزاد موجود اور دوسری باندی ہے پھر ہر ایک کے دونون مین سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر منکوحہ اور باندی مرگئی پس مرد نے کہا کہ ان دونون مین ایک میرا بیٹا ہے مگر مین نہین پہچانتا ہون کہ ان دونون مین کون میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہوگا اور ہر ایک مین سے نصف آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہے- اسی طرح اگر ایک کے دو غلام ہون اُسنے کہا کہ دونون مین سے ایک میرا بیٹا ہے یا کہا کہ یہ یا وہ میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہوگا ولیکن ایک غیر معین آزاد ہوگا اور بسبب موت کے بیان نہونے کی وجہ سے عتق دونون مین پھیل جائیگا یہ مبسوط مین ہے- ایک باندی کے تین اولاد بطون مختلفہ سے پیدا ہوئین پس تین شخصون نے گواہی دی ایک نے یہ گواہی دی کہ جب اسکے بڑا بیٹا پیدا ہوا تو مولی نے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ جب دوسرا پیدا ہوا تو مولی نے اپنے بیٹے ہونیکا اقرار کیا اور تیسرے نے تیسرے کی نسبت یہ گواہی دی کہ جب اسکے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو مولی نے اپنے بیٹے ہونیکا اقرار کیا اور مولی ان سب سے انکار کرتا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بڑا لڑکا اسکا غلام ہے فروخت کر سکتا ہے اور دوسرا ام ولد کے بچہ کے حکم مین ہے اگرچہ اسکا نسب ثابت نہین ہوا اور تیسرے کا نسب ثابت ہے ولیکن اگر نفی کرے تو ثابت نہوگا کذا فی عمادیہ و قاضیخان

دسوین فصل بچہ کے نسب کا کسی دوسرے کے واسطے اقرار کرنیکے بعد اپنے نسب کے دعوت کرنے کے بیان مین- اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ مین بچہ جنی پس مولی نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اسکے شوہر آزاد یا غلام کا ہے کہ جسکے ساتھ اسکو بیاہ دیا تھا پھر اسکے بعد اپنے نسب کا دعوی کیا پس اگر مقر لہ نے اُسکے قول کی تصدیق کر لی تو پھر مولی کی دعوت اپنے واسطے صحیح نہین ہے ولیکن اُسکے اقرار پر غلام اسکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی اور تکذیب کی بلکہ خاموش رہا تو بھی دعوت بسبب اصلا صحیح نہین ہے- اسی طرح اگر مقر لہ غائب یا میت ہو کہ اُسکی تصدیق و تکذیب کا حال نہ معلوم ہو تو مولی کی دعوت نسب صحیح نہین ہے اور اگر مقر لہ نے مولے کے قول کی تکذیب کی پھر مولی نے خود دعوت نسب کی تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح نہین ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر مولی نے انمین سے کسی بات کا اقرار نہ کیا ولیکن اجنبی نے کہا کہ یہ لڑکا مولی کا بیٹا ہے ولیکن مولی نے انکار کیا پھر اجنبی نے اسکو خریدا یا اُسکے وارث نے خریدا پھر بیٹے ہونے کا دعوی کیا تو آزاد

ہو جائیگا اور نسب اُس سے ثابت نہوگا یہ قول امام اعظم رح کا ہی یہ مبسوط مین ہی اگر ایک عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اس نے
مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا جو میرے پاس ہی میرا بیٹا اسی مرد سے ہی اور شوہر اس سے منکر ہی اور دو گواہون نے عورت کی طرف
سے مرد پر یہ گواہی دی اور قاضی نے کسی سبب سے اُنکی گواہی رد کر دی پھر ایک گواہ نے اس لڑکے پر اپنے نسب کا دعوی کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک عورت نے گواہی دی کہ یہ لڑکا اس عورت کا ہی اور اُسکی گواہی
نسب پر مقبول نہوئی پھر گواہی دینے والی عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور اسپر دو گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے اور اگر
لڑکے نے بڑے ہونے کے بعد دو گواہ قائم کیے کہ مین اس عورت کا بیٹا ہون تو قاضی اُسکے نسب سے ہونیکا حکم کریگا یہ مبسوط
مین ہی۔ اگر ایک مرد نے کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر نسب کا دعوی کیا اور عورت منکر ہی اور مرد نے دو گواہ قائم کیے اور قاضی
نے اُنکی گواہی پر حکم نہ دیا پھر ایک گواہ نے دو گواہ اس دعوی پر قائم کیے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا اور یہ عورت میری جورو ہی تو قاضی اِس
گواہی کو قبول نہ کریگا اور اگر عورت نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا اس مرد سے پیدا ہی اور یہ مرد میرا شوہر ہی اور اسپر دو گواہ قائم کیے
تو اُسکی طرف سے قاضی گواہون کی سماعت کریگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک عورت کے پاس کے بچہ پر دو مردون نے دعوی کیا ہر ایک
کہتا ہی کہ یہ میرا بیٹا اسی عورت سے نکاح سے پیدا ہوا ہی اور عورت منکر ہی پھر عورت نے کسی دوسرے پر دعوی کیا کہ اُس نے
مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اُس سے ہی اور اس امر کی گواہی اُنھین دونون شخصون نے دی جنھون نے خود لڑکے کا دعوی کیا
تھا تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا لڑکا ہی اور
قاضی نے اُسکی گواہی رد کر دی پھر اُسنے اور دوسرے نے قاضی کے سامنے کسی دوسرے شخص کے نسب سے ہونے کی گواہی
دی تو گواہی قبول نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی عورت مکاتبہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میری مکاتبہ اپنے شوہر سے بچہ جنی ہی پھر
خود دعوی نسب کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی ولیکن آزاد ہو جائیگا اور مدبرہ اور ام ولد کے بچہ کا بھی یہی حکم ہی کذا فی الحاوی۔ اگر کسی
شخص کی حاملہ باندی ہی پس اقرار کیا کہ اسکا حمل اسکے شوہر کا ہی جو مر گیا ہی پھر اپنے نسب کا دعوے کیا اور چھ مہینے سے
کم مین بچہ ہو تو آزاد ہوگا ولیکن اس سے نسب اسکا ثابت نہوگا اور اگر مولی نے بعد اپنے اقرار کے ایک سال توقف کیا پھر کہا
کہ یہ مجھسے حاملہ ہی پس وقت اقرار سے چھ مہینے سے پہلے بچہ جنی تو وہ مولی کا بیٹا ثابت النسب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر اقرار کیا
کہ مین نے اپنی باندی کسی غائب شخص کے ساتھ جو زندہ ہی بیاہ دی ہی اسکے چھ مہینے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے
اُسکا دعوی کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر دو مردون کی مشترک باندی کے بچہ ہوا پھر ایک نے کہا کہ یہ دوسرے
شریک کا نطفہ ہی اور دوسرے نے کہا کہ اُس شریک کا بیٹا ہی پھر دونون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی پس اگر
دوسرے نے دعوی کیا تو بلا خلاف صحیح نہین ہی اور اگر اول نے دعوی کیا تو امام رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک دعوت صحیح
نہین ہی اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی نے اسمین خلاف کیا ہی اور بچہ آزاد ہوگا کیونکہ دونون نے اُسکی حریت کی باہم تصدیق
کی ہی اور باندی ام ولد موقوفہ ہوگی جب دونون مین سے کوئی مرا تو آزاد ہو جائیگی کذا فی الذخیرہ

گیارھوین فصل تحمیل النسب علی الغیر اور اُسکے مناسبات کے بیان مین۔ اگر کسی نے اپنا نسب اپنے باپ سے ثابت
کرنا چاہا اور باپ مر چکا ہی تو قاضی اُسکے گواہون کی سماعت نہ کریگا مگر جبکہ خصم کو حاضر کرے خواہ میت کا وارث ہو یا
قرضدار ہو کہ اُسپر میت کا کچھ حق آتا ہو یا قرضخواہ ہو کہ میت پر اسکا حق ہو یا موصی لہ ہو پھر جب کسی شخص کو حاضر کر کے
اُسپر اپنے باپ کے حق کا دعوی کیا تو خواہ یہ شخص حق کا مقر ہو یا منکر ہو اپنے نسب کو ثابت کر سکتا ہی اور نقل نمی ابن خصم

کے مقابلہ مین گواہون کی سماعت کریگا ہکذا فی شرح ادب القاضی للخصاف - ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہی پس اگر اس سے میراث طلب کرنا مقصود ہی یا نفقہ تو دعوی کی سماعت ہوگی اور بھائی ہونے کی ڈگری ہوگی اور یہ حکم تمام بھائیون و وارثون پر جاری ہوگا اور اگر اس سبب سے مال کا دعوی مقصود نہین ہی تو بھائی ہونیکا اثبات ممکن نہین ہی اور اگر مدعا علیہ نے اُسکے بھائی ہونیکا اقرار کیا تو صحیح نہین ہی اسی طرح اگر دعوی کیا کہ میرا پوتا یعنی بیٹے کا بیٹا ہی حالانکہ بیٹا غائب یا مر چکا ہی اسی طرح اگر دادا ہونے کا دعوی کیا کہ باپ کا باپ ہی حالانکہ باپ غائب یا میت ہی پس اگر اس سبب سے مال کا نفقہ وغیرہ کا دعوی مقصود ہی تو غائب کی طرف سے خصم قرار پا سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ میرا چچا ہی یا کسی عورت پر کہ یہ میری بہن یا پھوپھی ہی اور کسی میراث یا حق کا دعوی نہ کیا تو صحیح نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ یہ میرا باپ ہی یا بیٹا ہی یا کسی عورت پر دعوی کیا کہ میری جورو ہی یا جورو نے دعوی کیا کہ یہ میرا شوہر ہی یا کسی غلام نے کسی عربی پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے آزاد کیا ہی اور یہ میرا مولی ہی یا عربی نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا مین نے اِسے آزاد کیا ہی یا ولاء موالات کا دعوی کیا اور مدعا علیہ اِن امور سے منکر ہی پس مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے خواہ اِن چیزون کے سبب سے مال کا دعوی ہو یا نہو یہ خلاصہ مین ہی - اگر کسی عورت نے دعوی کیا کہ یہ شخص میرا بیٹا ہی یا اسنے دعوی کیا کہ یہ میری مان ہی پس مدعی نے گواہ قائم کیے تو قاضی سماعت کریگا اور نسب مدعی کا ثابت ہو جائیگا ایسا ہی صاحب کتاب نے اِس مقام پر ذکر کیا اور ایسا ہی امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی اور جو امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی وہ استحسان ہی کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف - اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک بچہ اسقدر چھوٹا ہی کہ اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتا ہی اور مرد قابض کے زعم مین وہ ملتقط ہی اور ایک عورت اصلی حرہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ بچہ میرا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہی تو عورت کی ڈگری ہوکر اُسکے بھائی ہونیکا حکم کیا جائیگا اور اسکو دیدیا جائیگا اسیطرح اگر قابض شخص اسکے غلام ہونیکا دعوی کرتا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو عورت کی ڈگری ہوگی اور اسکی آزادی کا حکم ہوگا اگر کسی شخص پر عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہی تو یہ صورت اور بھائی ہونے کے دعوے کی صورت یکسان ہی پس اگر باوجود اسکے کسی حق مستحق کا دعوی کیا تو گواہی مقبول ہوگی ورنہ نہین - ایک شخص مر گیا اور تین مولی کہ جنھون نے اُسے آزاد کیا تھا چھوڑے اور ایک دار چھوڑا پس اُسکے مولاؤن نے گواہ قائم کیے کہ ہم نے اِسکو آزاد کیا تھا ہمارے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہی اور قاضی نے دار کی ڈگری اُنکے نام تین تہائی کر دی پھر ایک مولی مر گیا پھر ایک نے گواہ قائم کیے کہ مین اُسکا یعنی میت دوم کا مان باپ کی طرف سے بھائی ہون میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہی پس قاضی نے اُسکے نام مولائے میت کے حصہ کی ڈگری کر کے غیر منقسم اُسکے سپرد کر دیا پھر بھائی نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر مشتری نے جو کچھ خریدا ہی وہ کسی شخص کو ودیعت دیکر غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے میت دوم کے بھائی کے مقابلہ مین گواہ قائم کیے کہ مین دوسرے میت کا بیٹا ہون اور وارث ہون میرے سوائے کوئی وارث نہین ہی اور دار کے دونون شریکون نے بھی اسکی تصدیق کی تو قاضی بیٹے کے نسب کی ڈگری کر دیگا اور آیا اس تہائی کی ڈگری بھی جو بھائی کے نام ہو چکی ہی اسکے نام کریگا یا نہین پس اگر بیٹے کے نسب کی ڈگری کرنے والا وہی قاضی ہی جسکے سامنے بھائی کا مقدمہ پیش ہوکر ڈگری ہوئی تھی تو بیٹے کے نام اس تہائی حصہ میت کی ڈگری جو بھائی کے نام ہو چکی ہی کر دیگا اور اگر وہ قاضی نہین بلکہ دوسرا ہی تو بیٹے کے نام حصہ دار کی ڈگری نہ کریگا اور تاویل اس مسئلہ کی یہ ہی کہ قاضی ثانی کو اس حصہ کا ودیعت ہونا معلوم ہی مثلاً قاضی ثانی کے سامنے مشتری نے مستودع کے پاس ودیعت رکھا ہی

یا مستودع نے ودیعت کے گواہ پیش کیے اس سے قاضی کو معلوم ہوا اور اگر قاضی ثانی کو ودیعت ہونا معلوم نہو تو دوسرا قاضی بیٹے کے حصے کی ڈگری بیٹے کے نام کر دیگا اور بیٹا اُن دونون تصدیق کرنے والے شریکون کے حصہ مین داخل نہ ہوگا۔ پھر اگر مشتری اسکے بعد آیا تو قاضی مشتری سے وہ حصہ لیکر میت کے بیٹے کو دیدیگا ایسا ہی امام محمد رحمہ نے کتاب مین ذکر فرمایا اور مشائخ نے کہا کہ تاویل اسکی یہ ہی کہ بیٹے کے واسطے مشتری سے ولا دینے کا حکم اُسوقت دیگا کہ بیٹے نے مشتری پر دوبارہ گواہ پیش کیے یا خود مشتری نے اقرار کیا کہ مین نے یہ حصہ میت کے بھائی سے خریدا اور اُسنے میت سے ورثہ پایا تھا ولیکن بدون اسکے حصہ میت کی ڈگری بیٹے کے نام نہوگی یہ محیط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک بچے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا باپ ہی تاکہ قاضی اُسپر نفقہ مقرر کر دے اور مدعا علیہ نے ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ بچے کا باپ ہی اور یہ دوسرا شخص منکر ہی اور بچا بھی منکر ہی تو بچے کے گواہ مقبول ہونگے اور اسکا نسب اُسی سے ثابت ہوگا جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اور اُسی پر نفقہ فرض کیا جائیگا اور دوسرے کے گواہون پر التفات نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور بعض فتاوے مین ہی کہ مجہول النسب نے اگر کسی پر دعوی کیا کہ مین تیرا بیٹا ہون اور اُس نے تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کی پس اگر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہین پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ یہ مدعی فلان شخص کا بیٹا ہی تو مدعی کے گواہ باطل ہونگے ولیکن فلان شخص سے اسکے نسب کی ڈگری نہوگی پس جو بعض فتاوی مین ہی وہ مذکور منتقی کے مخالف ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بیٹا میرا فلان عورت میت سے ہی اور میرا اُس عورت کی میراث مین حق ہی اور بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مین دوسرے مرد کا بیٹا اسکی جورو سے ہون اور وہ دوسرا منکر ہی تو مدعی میراث کے گواہون پر ڈگری ہوگی اور لڑکے کا نسب اُسی سے ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مرد محتاج نے ایک مالدار لڑکے پر دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تاکہ قاضی اُسپر محتاج کا نفقہ مقرر کر دے اور اسپر گواہ قائم کیے اور لڑکا اس سے منکر ہی اور اُسنے گواہ قائم کیے کہ مین فلان دوسرے کا بیٹا ہون اور وہ فلان شخص منکر ہی تو باپ کے گواہ مقبول ہونگے اور اسکے واسطے نفقہ کی ڈگری لڑکے پر ہو جائیگی اور لڑکے کے گواہ دوسرے پر باطل ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ دو جڑیا لڑکون مین سے ایک مرگیا اور مال چھوڑا اور دوسرا زندہ محتاج ہی پس ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ مین ان دونون کا باپ ہون تاکہ میراث لیوے اور زندہ نے کسی دوسرے پر گواہ پیش کیے کہ ہمارا باپ یہ ہی اور اُس سے نفقہ طلب کیا اور دونون طرف کے گواہ ساتھ پیش ہوے تو بلا ترجیح دونون لڑکون کا حصہ دونون شخصون سے جو باپ قرار دیے گیے ہین ہونے کا حکم کیا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر عورت نے کسی پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا چچا ہی تاکہ اُسپر نفقہ مقرر ہو اور چچا نے دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ یہ عورت کا بھائی ہی تو چچا نفقہ دینے سے بری ہوگا اور بھائی پر مقرر کیا جائیگا اگر عورت کو منظور ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک بالغ لڑکے نے ایک مرد و عورت پر گواہ قائم کیے کہ مین اِن دونون کا بیٹا ہون اور دوسرے ایک مرد و عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہی تو لڑکے کے گواہ اولی ہین اور اُس کا نسب اُنھین دونون سے ثابت ہوگا جنکا وہ دعوے کرتا ہی اسی طرح اگر لڑکا نصرانی ہو اُسنے ایک مرد نصرانی و عورت نصرانیہ پر مسلمان گواہ قائم کیے کہ مین اِن دونون کا بیٹا ہون اور ایک مسلمان مرد و مسلمان عورت نے اسی امر پر گواہ دیے یعنی یہ ہمارا بیٹا ہی تو لڑکے کے گواہ مقبول ہونگے اور انکو ترجیح ہوگی اور اگر لڑکے کے گواہ نصرانی ہون تو مسلمان کے گواہ مقبول ہونگے اور لڑکے پر اسلام کے واسطے جبر کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون ماں باپ دراصل مسلمان ہون

یا کافر ہون مگر اسلام لائے ہوں یا [illegible] کا یا [illegible] لیکن فرق اتفاق ہوگا اگر [illegible] کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ مین زید کا بیٹا ہون [illegible] فلانی باندی فلانہ سے پیدا ہوا ہون اور زید [illegible] باندی سے [illegible] غلام نے فراش [illegible] باندی [illegible] پیدا ہوا ہی اور وہ غلام زندہ ہی [illegible] تصدیق کرتا ہی تو وہ لڑکا اسی غلام کا قرار دیا جائیگا اور اگر لڑکا مدعی ہی کہ مین فلان غلام کا بیٹا ہون اور گواہ سے [illegible] اور دعوی کی [illegible] یہ غلام کا بیٹا [illegible] قرار دیا جائیگا [illegible] آزادی اگر غلام نے گواہ دیے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہی تو اس باندی زوجہ [illegible] کہ میرا بیٹا اسی باندی سے پیدا ہوا ہی تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ لڑکا بیٹا قرار دیا جائیگا [illegible] باندی بمنزلہ [illegible] ام ولد کے ہوگی یہ مبسوط میں ہی اور اگر غلام مرگیا ہو یا زندہ ہو [illegible] یہ نسب اور نکاح کا مدعی [illegible] امر [illegible] کے صرف وارث لوگ ہون اور اس امر پر گواہ قائم کیے [illegible] کے نسب کی قضا ہوگی [illegible] تمام وارثون کے [illegible] کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص مرگیا اور مال چھوڑا اور [illegible] غلام نے گواہ دیے کہ مین میت کا بیٹا [illegible] فلان باندی سے ہون کہ اسکی ملک مین تھی یہ باندی تھی [illegible] اسنے [illegible] اقرار کیا [illegible] دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا بیٹا ہی فلان باندی سے پیدا ہوا جسکو مین نے اپنے فلان غلام [illegible] بیاہ دیا تھا اسکے فراش سے پیدا ہوا ہی اور وہ فلان غلام زندہ ہی اسکا دعوی کرتا ہی تو غلام کے واسطے نسب کی ڈگری ہوگی اور مان کی ڈگری مدعی کے [illegible] ہوگی اگر زندہ موجود ہی یہ مبسوط میں ہی اور اگر فلان غلام مرگیا ہو یا زندہ ہو مگر اسنے نکاح کا انکار کیا ہو تو غلام کا نسب اسی میت سے جسپر اسنے گواہ قائم کیے ثابت ہوگا اور اسی سے میراث پاویگا اور باندی کی ڈگری میت کے نام ہوگی اور اسی کی ام ولد ہوگی اور بسبب اسکے مرنے کے اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا یہ محیط میں ہی

بارھوین فصل طلاق دی ہوئی عورت کے بچہ اور وفات سے عدت مین بیٹھی ہوئی عورت کے بچہ کے نسب کے بیان مین

اگر مرد نے اپنی عورت کو طلاق رجعی دی [illegible] اسکے دو برس سے کم مین ایک ہی روز شکم تھا دو لڑکے پیدا ہوے اور وہ عدت گذر جانیکا اقرار نہین کر چکی تھی اس مرد نے ایک بچہ کی ولادت پر اسکی نفی کی پھر وہ دوسرا جنی تو دونون اسکے بیٹے ہونگے اور مرد پر حد [illegible] آویگی اور نہ لعان ہوگا اور اگر دو برس سے زیادہ مین جنی اور دونون کی اسنے نفی کی تو دونون مین لعان کرایا جائیگا اور دونون کا نسب اس مرد سے منقطع ہوگا۔ اور اگر اول کی نفی کی پھر دوسرے کا اقرار کیا تو وہ دونون اسکے بیٹے ہونگے اور اسپر حد قذف ماری جائیگی اور اگر ایک بچہ دو برس سے کم مین جنی اور دوسرا دو برس سے زیادہ مین جنی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ صورت اور پہلی صورت یکسان ہین۔ اور اگر طلاق بائن یا تین طلاق ہون اور دو برس سے کم مین جنی تو نفی کرنے سے اسپر حد ماری جائیگی اور دونون اسکے بیٹے ہونگے اور اگر دو برس سے زیادہ مین جنی تو دونون کا نسب اس مرد سے ثابت نہوگا اور اگر دونون کی نفی کی تو اسپر حد و لعان نہ ہوگا اور اگر ایک کو دو برس سے ایک دن کم اور دوسرا دو برس سے ایک روز زیادہ مین جنی تو شیخین رح کے نزدیک یہ صورت اور صورت اولی یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مرد نے اپنی عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اس سے وطی کر چکا ہی پھر دوبارہ نکاح کیا اور اس نکاح سے چھ مہینے سے کم مین اسکے لڑکا ہوا اسنے نفی کی تو دونون مین لعان کرایا جائیگا اور جدائی کرا دی جائیگی اور بچہ کا نسب باپ سے ثابت رہیگا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوا تو لعان لیا جائیگا اور نسب بھی قطع کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک معتدہ عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا اور اسنے وطی بھی کر لی پھر دونون مین جدائی کرا دی گئی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا کہ دونون سے متصور ہو سکتا ہی تو پہلے شوہر کا قرار دیا جائیگا بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رح کا ہی ولیکن صاحبین رح کے نزدیک دوسرے سے

[illegible]

اسکا نسب ثابت نہوگا اور اگر پہلے مرد سے ہونا متصور نہو تو دوسرے کا ہی اور اگر دونون سے ہونا ممتنع ہو اور نہو تو دونون سے نہونے کا حکم کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہی کہ پہلے کے طلاق دینے سے دو برس سے زیادہ مین اور دوسرے کے وطی کرنے سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا تو کسی سے نہیں ہوسکتا ہی اور ام الولد اگر دو برس یا زیادہ مین بچہ جنی تو اسکا حکم مثل منکوحہ کے ہی اور بالغہ اگر وفات شوہر سے عدت مین بیٹھی ہی تو دو برس تک نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور صغیرہ اگر وفات شوہر کی عدت مین ہوا اور عدت وفات گذرنے کے بعد چھ مہینے سے کم مین اسکے بچہ ہوا تو نسب ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا پھر اسکو طلاق دیدی پھر اسکو خریدا اور وقت خرید سے چھ مہینے سے کم مین لڑکا جنی تو اسکا لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے مین جنی تو لازم نہیں ہی یہ حکم اسوقت ہی کہ طلاق ایک ہو اور اگر دو طلاق دی ہین تو وقت طلاق سے دو برس تک نسب ثابت ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان

تیرھوین فصل

ماں و باپ مین سے ایک کے بچہ کے نفی کرنے اور دوسرے کے دعوی کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے مین اسکے بچہ ہوا اور عورت و مرد دونون آزاد مسلمان ہین پس ایک نے اسکے بیٹے ہونے کا دعوے کیا اور دوسرے نے تکذیب کی تو وہ دونون سے بیٹا قرار پاویگا۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا کہ یہ بچہ مجھ سے پہلے کے شوہر کا ہی اور عورت نے کہا بلکہ وہ تیرا ہی تو اسی شوہر کا قرار دیا جائیگا اور دونون مین لعان نہیں ہوگی اور نہ شوہر پر حد قذف ماری جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تو اسکو زنا سے جنی ہی پس اگر عورت نے اسکی تصدیق کی تو مرد کا بیٹا قرار پاویگا اور اگر انکار کیا تو دونون مین لعان واجب ہوئی اور لعان سے بچہ کا نسب منقطع کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر عورت نے دو بچہ ایک ہی پیٹ سے جنے اور مرد نے اول کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی تو دونون مرد کے نسب سے قرار دیے جائینگے اور قطع نکاح کے واسطے دونون سے لعان لیا جائیگا۔ پس اگر اول کی نفی کی پھر دوسرے بچہ کا اقرار کیا تو حد قذف کی سزا دیجائیگی اور دونون اسکے نسب سے ہونگے اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے دو بچہ پیدا ہوے اور شوہر نے انکی نفی کی اور قاضی نے لعان کا حکم کیا پھر ایک بچہ لعان سے پہلے مر گیا تو دونون شوہر کے نسب سے قرار پاوینگے اور لعان واسطے قطع نکاح کے لیا جائیگا اسی طرح اگر کوئی بچہ مرا نہیں ولیکن عورت و شوہر سے کوئی لعان سے پہلے مر گیا تو دونون بچہ شوہر سے ثابت النسب ہونگے۔ اسی طرح اگر دونون نے قاضی کے سامنے لعان کر لیا مگر ہنوز قاضی نے دونون مین فرقت اور بچون کو ماں کی طرف لازم کرنے کا حکم نہ کیا تھا کہ اتنے مین کوئی مر گیا تو دونون لڑکے ان دونون سے ثابت النسب ہونگے۔ اگر عورت ایک بچہ جنی اور شوہر نے اسکی نفی کی اور قاضی نے دونون مین لعان کیا اور فرقت کر دی اور بچہ کو ماں کی طرف لازم کیا پھر دوسرا بچہ اسی پیٹ سے جنی تو دونون بچہ شوہر کے نسب سے اسکو لازم ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو بچون کو جوڑیا جنی اور شوہر کو ایک کا علم ہوا اسنے نفی کی اور لعان کیا اور قاضی نے بچہ اسکی ماں کی طرف لازم کیا اور دونون مین فرقت کر دی پھر دوسرے کا علم ہوا تو دونون بچہ شوہر کے نسب سے ہونگے اور اگر قبل جدائی کے دوسرے بچہ سے واقف ہوا اور اسکی بھی نفی کی تو دوبارہ لعان کرایا جاوے اور بعد لعان کے دونون بچہ ماں کی طرف لازم کیے جائینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شوہر ملاعن نے اپنی تکذیب کی اور بچہ کے نسب کا دعوی کیا بعد اسکے کہ قاضی نے دونون مین جدائی کر کے بچہ کو ماں کی طرف لازم کر دیا ہی پس اگر بچہ زندہ ہو تو اسکا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور شوہر کو حد قذف ماری جائیگی خواہ عورت زندہ ہو یا مر گئی ہو یہ محیط مین ہی اور اگر بچہ مر گیا ہو اور اسنے میراث چھوڑی ہی

باپ نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو تصدیق نہ کیجاویگی ولیکن اگر اس بچہ نے کوئی اولاد مذکر یا مونث چھوڑی ہو تو تصدیق کیجائیگی
پھر جب اقرار صحیح ہو جاوے تو ملاعن کو حد ماری جائیگی اور میراث سے لیگا اور اگر وہ بچہ جسکی نفی کی ہے مونث ہو اور وہ دختر چھوڑ
کر مرگئی پھر ملاعن نے اپنی تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک تصدیق نہ کیا جائیگا اور نہ وارث ہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک تصدیق کیجائیگی اور حد ماری جائیگی اور وارث ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے باندی سے لعان کیا اور قاضی
نے اُسکے بچہ کو ماں کی طرف لازم کیا پھر ملاعن کے بیٹے نے چاہا کہ میں اس باندی سے نکاح کروں تو نہیں جائز ہے اور دونوں
میں جدائی کرادی جائیگی اسی طرح اگر ملاعن نے خود دعوی کیا کہ میں نے اس باندی سے وطی نہیں کی تھی پس بیٹے نے اس سے
نکاح کرنا چاہا تو دونوں میں جدائی کرادی جائیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنی ام ولد کو آزاد کردیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر چھ
مہینے یا زیادہ میں اُسکے بچہ ہوا پس اگر اُسکی نفی کی تو لعان لیا جائے گا اور بچہ ماں کی طرف لازم ہوگا اگر چھ مہینے سے کم میں
وقت نکاح سے بچہ ہوا ہے تو نفی پر لعان کرے اور بچہ باپ کی طرف لازم ہوگا اور تاویل مسئلہ یوں ہے کہ جب ثبوت وقت
اعتاق سے دو برس سے کم میں ہو تاکہ نسب مولی سے ثابت ہو کذا فی المبسوط **قلت** یعنی وقت اعتاق سے بچہ پیدائش تک
دو برس سے کم میں ہوا اگرچہ نکاح سے چھ مہینے سے کم ہے تو بچہ مولی کے نسب سے ثابت النسب ہے۔ اگر کسی کی منکوحہ باندی
کہ اُسکے بچہ پیدا ہوا پس اگر چھ مہینے سے کم میں وقت نکاح سے بچہ پیدا ہوا پس اگر شوہر نے دعوی کیا تو بدون تصدیق مولی کے
ایسا نسب ثابت نہوگا اور اگر نفی کی تو اُسکو لازم نہ کیا جائیگا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ ہوا تو شوہر سے اُسکا نسب ثابت
ہوگا وہ دعوی کرے یا نہ کرے اور اگر نفی کی تو دونوں میں لعان نہوگا اور نہ نسب بچہ کا منتفی ہوگا اور نہ مرد پر حد ماری
جائیگی اگر مولا نے باندی کو آزاد کردیا پھر بچہ پیدا ہوا پس اگر وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا پس اگر شوہر نے
بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائیگا خواہ باندی نے آزادی کے بعد قبل مرد کے دعوی نسب کے یا بعد اسکے
اپنی ذات کو اختیار کرلیا ہو یعنی شوہر سے جدائی اختیار کرلی ہو یا اپنے شوہر کے پاس رہنا اختیار کیا ہو اور اگر شوہر نے بچہ کی نفی کی
پس اگر باندی نے شوہر کو اختیار کیا تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور قطع نکاح کے واسطے دونوں سے لعان لیا جائیگا اور اگر اپنے نفس
کو اختیار کیا پس اگر شوہر کے بچہ کے نفی کرنے سے پہلے ایسا کیا پھر شوہر نے بچہ کی نفی کی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت رہیگا اور باہم
لعان نہ لیا جائیگا اور شوہر پر حد قذف واجب ہوگی اور اگر بعد نفی کرنے کے اپنے نفس کو اختیار کیا اور ہنوز لعان نہیں واقع کیا گیا ہے
تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور کچھ لعان یا حد لازم نہوگی اور اگر وقت آزادی سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد باندی بچہ جنی پس اگر شوہر
نے اسکا دعوی کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور سب صورتوں میں حد و لعان کچھ نہوگا اور اگر نفی کی پس اگر باندی نے بعد آزادی
کے اپنے شوہر کو اختیار کیا ہے تو دونوں میں لعان کرایا جائیگا اور استحساناً نسب ولد قطع کیا جائیگا اور اگر نفی ولد سے پہلے اپنے نفس کو
باندی نے اختیار کیا یعنی شوہر سے جدائی اختیار کرلی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہے اور لعان نہوگی ولیکن حد واجب ہوگی اور
اگر بعد نفی کے لعان واقع ہونے سے پہلے اُسنے شوہر سے جدائی اختیار کی تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور باہم لعان اور کسی پر حد
واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باندی کو شوہر نے خریدا پس وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی
تو نفی صحیح نہیں ہے بچہ اُسکو لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی تو فقط نفی کرنے سے منتفی ہو جائیگا اور
مرد کے ذمہ لازم نہوگا ولیکن اگر اقرار کرے تو لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص کی جورو ایک باندی ہے اُسنے باندی کے مالک
سے اُسکو خریدا اور آزاد کردیا پھر اُسکے بچہ ہوا پس اگر وقت عتق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا اور مرد نے نسب کا دعوی کیا تو نسب

اس سے ثابت ہو جائیگا خواہ باندی سے اسنے وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور باندی اُسکی ام ولد ہو گی اور اگر اُسکی نفی کی پس اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب منتفی نہوگا ورنہ دونوں میں لعان واجب ہو گی اور حد قذف واجب ہو گی اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ ہوا تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہوگا اور اُسپر لعان و حد بھی واجب نہوگی۔ اور اگر وقت آزادی سے چھ مہینے سے دو برس تک بچہ ہوا پس اگر شوہر نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا خواہ عورت سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر نفی کی پس اگر عورت سے وطی نہیں کی ہے تو بالاجماع مرد سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت سے وطی کی ہو پھر بچہ کے نسب سے انکار کیا یا نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا تو اسمین اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک شوہر سے نسب ثابت نہوگا اور نہ اُسکو حد ماری جائیگی اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا کہ شوہر سے نسب ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو حد ماری جاویگی اور اگر وقت آزادی سے دو برس سے زیادہ میں جنی پس اگر شوہر نے دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو بالاتفاق نسب ثابت نہوگا اور اگر اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وقت خرید شوہر سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو نسب شوہر یعنی بائع سے ثابت ہوگا خواہ دعوی کرے یا خاموش ہو رہے اور بیع باطل ہو جائیگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ ام مشتری کو واپس کر دے اور اگر نسب سے انکار کیا تو اسکے انکار سے بھی نفی نہوگی اور اگر وقت خرید شوہر سے فقط چھ مہینے میں بچہ جنی اور شوہر نے بچہ کا دعوی کیا تو اس صورت کا حکم مثل اسکے ہے کہ جب وقت خرید شوہر سے چھ مہینے سے کم میں اُسکے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اور اگر شوہر کے خریدنے سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی پس اگر شوہر کے فروخت کر دینے سے چھ مہینے سے کم گذرے ہیں اور شوہر نے اُسکا دعوی کیا تو بدون تصدیق مشتری کے شوہر سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور بیع باطل ہو جائیگی اور اگر اس صورت میں شوہر نے نسب سے انکار کیا تو نسب ثابت نہوگا اور بیع بحالہ باقی رہیگی اور اگر وقت بیع کر دینے شوہر سے چھ مہینے سے دو برس تک بچہ جنی اور شوہر یعنی بائع نے دعوی کیا پس اگر عورت سے وطی نہیں کی ہے تو بدون تصدیق مشتری کے اُس سے نسب ثابت نہوگا اور مشتری نے تصدیق کی یہانتک کہ نسب ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر عورت باندی سے وطی کر لی ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی پہلے فرماتے تھے کہ بدون تصدیق مشتری کے دعوت صحیح نہیں ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے اور یہ حکم دعوی نسب کی صورت میں ہے اور اگر نفی کی تو بالاتفاق نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر وقت بیع سے دو برس سے زیادہ میں جنی پس اگر شوہر نے دعوی کیا تو بالاجماع بدون تصدیق مشتری کے نسب ثابت نہوگا اور اگر نفی کی تو بالاجماع منتفی ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مشتری ثانی نے یعنی جس نے شوہر یعنی مشتری اول سے خریدی ہے بچہ کو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے دعوی کیا پس اگر مشتری اول کے خریدنے کے بعد چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو نسب اُسکو لازم نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے تو دعوت صحیح ہے اور بیع باطل ہو گی اور عتق ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر اس صورت میں دوسرے مشتری نے باندی مع بچہ کے آزاد کر دی ہو تو بیع باطل اور دونوں کا عتق توڑ دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مشتری نے بچہ کو آزاد نہیں کیا بلکہ اُسکی ماں کو آزاد کیا ہے پس اگر شوہر کے خریدنے سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے تو اُسکا دعوی نسب بچہ کی بابت اور ماں کے حق میں بھی صحیح ہے اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں وقت خرید سے جنی ہے پس اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہوگا اور جب دعوی کیا تو دعوت بچہ کے حق میں صحیح اور ماں کے حق میں صحیح نہوگی اور اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے دوسرے قول کے موافق بدون تصدیق مشتری کے دعوت نسب صحیح نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو برس تک بدون تصدیق

مشتری کی صحیح ہو بشرطیکہ عورت نے وطی کی ہو اور یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اگر وقت خرید سے دو برس سے زیادہ مین جنی پس وقت بیع سے زیادہ دو برس سے کم یا زیادہ دیا بچہ جنی تو بدون تصدیق مشتری کے شوہر کی دعوت نسب صحیح نہیں ہی لیکن فرق اسقدر ہی کہ اگر دو برس تک وقت بیع سے جنی اور مشتری نے تصدیق کی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر وقت بیع سے دو برس سے زیادہ مین جنی تو بیع نہ ٹوٹیگی یہ محیط مین ہی- ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق بائن دیدی اور یہ عورت باندی تھی پھر آزاد کر دی گئی پس اگر وقت طلاق سے دو برس تک بچہ جنی تو نسب اسکا شوہر سے ثابت ہوگا اسکے انکار سے نفی نہ ہوگا اور انکار پر اسکے حد جاری جائیگی اور اس بچہ کی ولا اسکی ماں کے مولاؤن کو ملیگی اور اگر باپ مرگیا اور اسکے مرنے سے دو برس کے درمیان باندی کے بچہ ہوا اور اسکے ایک روز بعد وہ آزاد ہو گئی ہی تو بچہ ثابت النسب اور ولا اسکی ماں کے مولاؤن کو ملیگی کذا فی المبسوط- اور اگر کسی شخص کی جورو باندی ہو اور وہ اس سے بچہ جنی اور باندی کو اسکے شوہر نے خریدا اور اسکو آزاد کرکے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ مین اس کے دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اسکے نسب کا انکار کیا تو قاضی دونون کے درمیان لعان کرائیگا اور بچہ ماں کی طرف لازم کریگا اور اگر وقت دوسرے نکاح سے چھ مہینے سے کم مین یا زیادہ مین پیدا ہوا ہی تو لعان نہ کرایا جائیگا اور بچہ شوہر کے نسب سے قرار پائیگا اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم مین اسکے بچہ ہوا تو وقت انکار کے باہم دونون سے لعان کرایا جائیگا اور بعد لعان کے بچہ ماں کی طرف لازم کیا جائیگا اور اگر ام ولد مسلمان ہو تو انکار پر مرد کو حد جاری جاویگی اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق کی کہ یہ بچہ تجھسے نہیں ہی تو بچہ کے حق مین دونون کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہی- اور اگر اس سے نکاح نہیں کیا تو وقت عتق سے دو برس تک بچہ مرد کو نسبًا لازم ہوگا اور اگر اسکی نفی کی تو حد مارا جائیگا کذا فی المبسوط

چودھوین فصل غلام تاجر و مکاتب کے دعوت نسب کے بیان مین- اگر عبد ماذون نے کوئی باندی خریدی اور اس سے وطی کی اس سے بچہ ہوا اور اس بچہ کا دعوی کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور غلام کو اس بچہ اور اسکی ماں کے فروخت کرنیکا اختیار ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر مولی نے اس باندی کو کسی غلام سے بیاہ دیا تو صحیح ہی جیسا کسی دوسری باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہی- اور اگر بچہ جنی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر بدون اجازت مولی کے اس باندی سے غلام نے نکاح کرلیا تو نسب بچہ کا اس سے ثابت ہوگا اگر اس کا اقرار کرے یہ مبسوط مین ہی غلام ماذون اگر قرضدار ہو اسنے باندی خرید کر اس سے وطی کی اور اس سے بچہ ہوا اور غلام نے اپنے نسب سے دعوی کیا اور مولی نے اسکی تکذیب کی تو دعوت صحیح اور نسب غلام سے ثابت ہوگا اسی طرح اگر دعوی کیا کہ مولی نے یہ باندی میرے واسطے حلال کر دی تھی اور مولی نے اسکی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی- اگر غلام ماذون نے مولی کی ایسی باندی کے بچہ کا جو اسکی تجارت مین سے نہیں ہی دعوی کیا اور کہا کہ مولا نے اسکو میرے اوپر حلال کر دیا یا مجھ سے بیاہ دیا تھا پس اگر مولی نے اس امر مین اسکی تکذیب کی تو نسب اس سے ثابت نہوگا و لیکن اگر مولی نے اسکو آزاد کر دیا اور یہ غلام اسکا مالک ہوا تو دعوی نکاح مین قیاسًا و استحسانًا نسب ثابت ہوگا اور حلال کر دینے کے دعوے مین استحسانًا ثابت ہوگا اور اگر مولی نے اسکی تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا مگر نکاح مین خاصۃً تصدیق نکاح کی ضرورت ہی اور حلال کرنے کے دعوت مین ایک حلال کر دینے کی اور دوسری کہ یہ بچہ باندی کے اسی سے پیدا ہوا ہی دونون باتون کی تصدیق کی حاجت ہی یہ مبسوط مین ہی- اگر اپنے مالک کے سواے کسی دوسرے کی باندی کے بچہ کا نکاح فاسد یا جائز سے غلام نے دعوی کیا اور اس باندی کے مالک نے تصدیق کی تو نسب اس سے

ثابت ہوگا کذا فی الحاوی۔ غلام نے ایک لقیط پر دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے جو میری منکوحہ ہے اور باندی نے
اسکی تصدیق کی اور مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ مولی کا غلام اور ان دونوں کا بیٹا ہے اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے
اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ وہ ان دونوں کا بیٹا ہے اور آزاد ہے اور امام محمد رحمہ کا قول اظہر ہے کیونکہ اسمین احتیاط ہے یہ محیط السرخسی میں ہے۔ و منتقی مین لکھا
ہے کہ غلام نے ایک لقیط پر دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے جو میری بیوی ہے تو نسب اسکا غلام سے ثابت اور آزاد ہوگا
اور باندی سے ثابت نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مکاتب کی باندی نے بچہ جنا اور مکاتب نے اسکا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے خواہ مولے
نے مکاتب کے قول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور یہ بچہ بھی مکاتب ہو جائیگا نہ اسکو فروخت کرے اور نہ اسکی ماں
کو یہ محیط مین فصل دعوت النسب مین ہے۔ اگر مکاتب نے کسی لڑکے کے نسب کا دعوی کیا کہ یہ میری اس آزاد عورت سے میرا بیٹا
ہے خواہ نکاح جائز سے یا فاسد سے اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو اسکا بیٹا قرار دیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر مکاتب نے کسی
شخص کی باندی کے لڑکے پر نکاح یا ملک سے نسب کا دعوی کیا اور اس شخص نے تکذیب کی تو مثل آزاد کے مکاتب کی تصدیق
نہ کیجائیگی پس اگر وہ آزاد کیا گیا اور کسی روز بھی اسکا مالک ہوا تو مکاتب سے اسکا نسب ثابت ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر
مکاتب نے کوئی باندی خریدی وہ اسکے پاس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی پس مکاتب نے اسکا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے اور اگر
مکاتب غلام ماذون ہو تو دعوت صحیح نہین ہے یہ محیط مین ہے اگر مکاتب نے کوئی باندی فروخت کی پس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی
اور اسنے دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے اور بچہ مع ماں کے اسکو واپس ملیگا کذا فی المبسوط۔ اور اگر غلام ماذون نے دعوی کیا اور باقی
مسئلہ بحالہ ہے تو دعوت صحیح نہین ہے کذا فی المحیط۔ اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور بیٹا آزاد ہے یا عقد علیحدہ سے
مکاتب ہے تو اگر بچہ پیدا ہو تو مکاتب کے دعوی سے اسکا نسب ثابت نہوگا اگر بیٹا اسکی تکذیب کرے کذا فی المبسوط پس اگر مکاتب
آزاد کیا گیا اور اس لڑکے کا مع باندی کے کبھی ایک روز بھی مالک ہوا تو لڑکے کا نسب مکاتب سے ثابت ہو جائیگا اور باندی اسکی
ام ولد ہو جائیگی اور اگر مکاتب کا یہ بیٹا جسکی باندی سے وطی کی ہے مکاتب ہونے کی حالت مین پیدا ہوا تھا یا مکاتب نے اسکو خریدا
تھا پس اسکی باندی نے یہ بچہ جنا اور مکاتب نے اسکا دعوی کیا تو دعوت صحیح ہے اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور مہر یا قیمت کا
ضامن نہوگا کیونکہ جو کچھ کتابت کی حالت سے پیدا ہوئے بیٹے کی یا خریدی ہوئی بیٹے کی کمائی ہو وہ بمنزلہ اسکی کمائی مال کے
ہوتا ہے اسمین اسکا تصرف نافذ ہوگا کذا فی المحیط اگر اپنی مکاتبہ کے بچہ کا دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا خواہ مکاتبہ اسکی تصدیق کرے یا
نکرے اور مولی پر بچہ کی قیمت کی ضمان نہین ہے عقر اسپر واجب ہے اگر کتابت کے روز سے چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی ہو اور اگر چھ
مہینے سے کم مین جنی ہو تو عقر بھی نہین واجب ہے یہ حاوی مین ہے اور مکاتبہ کو اختیار دیا جائیگا چاہے کتابت کو باقی رکھے اور تمام کرے
یا فسخ کردے کذا فی المحیط۔ اور اگر مکاتبہ کا شوہر ہو اور مولی کی اسنے تصدیق کی تو بچہ آزاد ہوگا اور نسب ثابت نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے
اگر مکاتبہ کی باندی کے بچہ کا دعوی کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے دعوت صحیح نہین ہے اور یہ حکم ظاہر الروایت کا ہے اور اگر مکاتبہ
نے مولی کی تصدیق کی تو نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا کہ مولی بچہ کی قیمت مکاتبہ کو ادا کریگا اور مکاتبہ کو
باندی کا عقر بھی دیگا اور بچہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو ولادت کے روز تھی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مکاتبہ کے یہ باندی خریدنے سے
چھ مہینے مین باندی کے بچہ ہوا ہو اور اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا اور مولی نے دعوی کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے نسب
ثابت نہوگا اور اگر مکاتبہ نے تصدیق کی یہانتک کہ نسب ثابت ہوا تو آزاد نہوگا ویسا ہی غلام باقی رہیگا کذا فی المحیط۔ امام محمد رحمہ
نے فرمایا کہ اگر مکاتب نے کوئی نابالغ غلام خریدا اور مولی نے اسکا دعوی کیا تو جائز نہین ہے اور اگر مکاتب نے اسکی تصدیق

کی تو مولی سے نسب ثابت ہوگا اور آزاد نہوگا یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید کر مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے اپنی
ایک باندی کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ نے بچہ جنا پس مولاے مکاتب نے اسکا دعوی کیا پس اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی تو
نسب ثابت ہوگا اور مکاتبہ کے واسطے اسکا عقر واجب ہوگا اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی ہی اور اگر
چھ مہینے سے کم مین جنی ہی تو اسکا عقر مکاتب کو ملیگا پھر یہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا پس اگر ماں نے بدل کتابت ادا
کر دیا تو آزاد ہو جائیگی اور اسی کے ساتھ بچہ بھی اسکی تبعیت مین آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہوئی اور پھر مملوک ہوگئی تو مولے
دونون کو بقیمت لے لیگا اور مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہوگی اگرچہ مولی کا استحقاق دعوت نسب کے روز صاحب تصدیق
کی تصدیق سے ثابت ہوا ہی اور بچہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو مکاتبہ کے عاجز ہونے کے روز تھی اور اگر مکاتبہ نے اسکی تکذیب کی
اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت نہوگا اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اگر ماں نے بدل کتابت ادا کر دیا تو دونون
آزاد ہو جائینگے اور اگر وہ عاجز ہوکر پھر مملوک ہوگئی تو مولی سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا مگر قیمت روز ولادت
کی اسوقت معتبر ہوگی جبکہ روز کتابت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا اور اگر روز کتابت سے چھ مہینے مین بچہ ہوا ہی تو عاجز ہونے
کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دونون نے مولی کی تکذیب کی تو بچہ کا نسب ثابت نہوگا اور بچہ اور اسکی ماں دونون مکاتب
کے مکاتب قرار پاوینگے پس اگر مکاتبہ نے مال کتابت ادا کر دیا تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور اگر عاجز ہوئی تو دونون مکاتب
کے مملوک ہونگے اور نسب مولی سے ثابت نہوگا اور اگر دونون نے مولی کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہو جائیگا پس اگر
روز کتابت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا ہی یہانتک کہ ثابت ہوا کہ نطفہ کا قرار پانا مکاتب کی ملک مین ہوا ہی تو بچہ بقیمت
آزاد ہوگا اور بچہ کی قیمت مکاتب کو ملیگی اور ولادت کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین پیدا ہوا ہی تو
بچہ اس مکاتبہ کے ساتھ مکاتب ہوگا جبتک کہ مکاتبہ عاجز نہین ہوئی ہی اور جب عاجز ہوگئی تو مولی اس بچہ کو عاجز ہونے
کے روز کی قیمت پر لیویگا۔ پھر جس صورت مین کہ مکاتب نے تصدیق اور مکاتبہ نے تکذیب کی تھی کہ نسب ثابت نہوا اور
مکاتبہ ہنوز عاجز نہوئی اور مکاتب نے اپنا بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا پس اگر مکاتبہ نے وقت کتابت سے چھ مہینے
سے کم مین بچہ جنا تو مولی سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور یہ قیمت مکاتب کو ملیگی اور یہ اسوقت ہی کہ بچہ ایسا نابالغ
ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکتا ہو اور اگر بڑا ہوگیا ہی اور مولی نے دعوی کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو لڑکا آزاد ہوگا
اور حق نسب مین لڑکے کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی تو بچہ آزاد
نہوگا بلکہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اور مولی سے اسکا نسب بھی ثابت نہوگا پھر اگر اسکے بعد مکاتبہ عاجز ہوئی اور مملوک
ہوگئی تو بچہ بقیمت آزاد اور مولی سے ثابت النسب ہوگا اور اگر عاجز نہوئی بلکہ بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہوگی اور بچہ بھی اسکے ساتھ
آزاد ہوگیا اور مولی سے نسب اسکا ثابت نہوگا ولیکن اگر لڑکے نے بڑے ہوکر مولی کی تصدیق کی تو اسکی تصدیق سے نسب ثابت
ہوگا پس قیمت مولی پر لازم نہ آئیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر مکاتب اول نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا پھر مکاتبہ نے وقت
عتق سے چھ مہینے سے کم اور وقت کتابت سے چھ مہینے مین بچہ جنا تو حکم وہ دیا جائیگا کہ جو قبل عتق کے مکاتبہ کے جننے کا حکم
تھا اور اگر وقت عتق سے چھ مہینے یا زیادہ مین بچہ جنی اور مولی نے زعم کیا کہ عتق کے بعد کی وطی سے یہ بچہ پیدا ہوا ہی تو نسب
ثابت نہوگا اور اگر تصدیق پائی گئی تو زانی شمار ہوگا چنانچہ اگر بعد عتق مکاتب کے نکاح کا دعوی کیا پس اگر مکاتبہ نے تصدیق کی
تو شبہ نکاح ثابت ہوگا پس نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا اور اگر مکاتب آزاد نے نکاح کی تصدیق کی اور مکاتبہ نے

تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا ولیکن اگر مکاتبہ عاجز ہوکر پھر مملوک ہوگئی تو مکاتب آزاد شدہ کا اقرار نکاح اسوقت اسپر نافذ
ہوگا اور نسب مولی سے ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا اور اگر دعوی کیا کہ یہ بچہ عتق مکاتب سے پہلے کی وطی سے پیدا ہوا ہی تو تو
کی تصدیق نہ کیجاویگی پس اگر مکاتب آزاد اور مکاتبہ دونون نے اسکی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا پس اگر
مکاتبہ نے مال کتابت ادا کر دیا تو مع بچہ کے آزاد ہوجائیگی اور اگر عاجز ہوگئی تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور اگر مکاتبہ نے اسکی
تصدیق کی اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ غلام ہوگا پس اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو وہ اور اسکا بچہ
دونون مکاتب آزاد کے مملوک ہونگے اور اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ قبل عتق کے مولی کی وطی سے پیدا ہوا ہی اور مکاتبہ
نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا ولیکن اگر عاجز ہوگئی تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا۔ اسی طرح اگر مکاتب
نے مال کتابت ادا نہ کیا ولیکن ادا کے لائق مال چھوڑ کر مرگیا اور بدل کتابت ادا کر دیا گیا پھر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو بچہ بقیمت آزاد
ہی اور اسکی ماں وارثان مکاتب کی مملوک ہوگی کذا فی شرح الزیادات

پندرھوین فصل متفرقات کے بیان مین - اگر ایک شخص مرگیا اور اسنے عورت وام ولد چھوڑی اور وارث نے اقرار کیا
کہ اس نے یہ لڑکا میت کے نطفہ سے جنا ہی پس اگر وہان مقر سے کوئی جھگڑا اور رد کرنے والا نہو تو لڑکے کا نسب میت سے
ثابت ہوجائیگا اور وہ وارث ہوگا اور اقرار کرنے والون مین کچھ تعداد یا لفظ گواہی شرط نہین ہی اور اگر مقر کا کوئی منازع
موجود ہو جو اسکے اقرار مین نزاع کرتا ہی تو باتفاق الروایات اقرار کرنے والون کی تعداد شرط ہی اور باتفاق الروایات انکی
عدالت یعنی عادل ہونا شرط نہین ہی اور مقر کا بلفظ شہادت اقرار کرنا شرط ہونے مین دو روایتین ہین یہ محیط مین ہی ایک شخص
ایک ام ولد چھوڑ کر مرگیا اور مرنے سے دو برس تک کے درمیان مین اسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دایہ عورتون نے شہادت دیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک میت سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور دائی کی گواہی سے وارث ہوگا جبتک کہ دو گواہ گواہی نہ
دین ولیکن اگر مولی نے اپنی زندگی مین اقرار کیا تھا کہ یہ ام ولد مجھسے حاملہ ہی تو دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر
وارثون نے اقرار کیا تو مثل اقرار میت کے شمار ہوگا یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص کے پاس ایک باندی ہی اسنے اس سے وطی
کی اور وہ اس سے بچہ جنی پھر اسکے بچہ کا دعوی کیا پھر کہا کہ یہ فلان شخص کی ام ولد تھی اسنے میرے ساتھ نکاح کر دیا تھا
اس سے میرے نسب سے یہ بچہ ہوا ہی اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی اور باندی نے دونون کے قول کی تصدیق کی یا
تکذیب کی ولیکن مقر کی ام ولد ہونیکے حکم قاضی سے پہلے اسنے دونون کی تصدیق کیطرف رجوع کیا تو مقر لہ کی ام ولد قرار دیجائیگی
اور اسکے بچہ کا حکم مثل اسکے حکم کے ہوجائیگا پس جب مقر لہ مرے تو دونون آزاد ہوجائینگے پھر اگر اسکے بعد بچہ بڑا ہوا اور اس نے
باندی ام ولد کے اقرار کی تکذیب کی تو اسکی تکذیب کیطرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر باندی نے مقر کے قول کی نہ تکذیب کی اور نہ
تصدیق کی یہانتک کہ مرگئی تو مقر اور مقر لہ کی تصدیق کیجائیگی حتی کہ یہ بچہ مقر لہ کا غلام قرار دیا جائیگا پس اگر بچہ بالغ ہوا اور اسنے
مقر لہ کے غلام ہونے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا اور اگر باندی نے دونون کی تکذیب کی اور اسی پر قائم رہی تو قاضی اسکو مقر
کی ام ولد قرار دیگا اور مقر پر اسکے ام ولد کے اعتبار سے قیمت مقر لہ کیواسطے واجب ہوگی بعض مشائخ نے کہا کہ یہ موافق قول صاحبین رح
کے ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نہ مقر کو قیمت اور نہ عقر کچھ دینا نہ پڑیگا اور اگر باندی نے دونون کی تکذیب کی پس ہنوز قاضی
نے حکم نہ دیا تھا کہ باندی مرگئی تو بچہ کی بابت حکم دینے مین تا بلوغ توقف کیا جائیگا پس اگر بڑے ہوکر اسنے مقر کے قول کی تصدیق کی
تو مقر لہ کا غلام قرار دیا جائیگا اور اسکی ماں مقر لہ کی ام ولد ہوگی اور اگر تکذیب کرتا رہا تو قاضی اسکو مقر کیطرف سے آزاد کریگا

اور اُسکی مان مقرلہ کی ام ولد ہوگی اور اگر باندی زندہ ہو اور بچہ اپنی ذات سے تعبیر کرسکتا ہو پس مان نے مقر کی تصدیق کی اور بچہ نے تکذیب کی تو بچہ آزاد اور باندی مقر کی ام ولد ہوگی اسی طرح اگر مان نے مقر کی تکذیب اور بچہ نے تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط مین ہے - ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا چھوڑا پس ایک عورت نے آکر دعوی کیا کہ یہ میت سے میرا بیٹا ہے پس لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اور عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے تو قاضی اُسکے نسب کی ڈگری کریگا و میت و عو. تین زوجیت کا حکم دیگا اور عورت میت کی وارث ہوگی کذا فی الحاوی - اگر دو عورتون نے ایک بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور ہر ایک عورت نے دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہ قائم کیں تو امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک کسی سے اُسکا نسب ثابت نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک عورت گواہ پیش کی تو موافق روایت ابوسلیمان کے امام اعظم رح کے نزدیک اس حجت سے کسی کی ڈگری نہوگی اور موافق روایت ابوحفص کے دونون کے نام نسب کی ڈگری ہوگی - اور اگر دونون کے پاس حجت نہو تو بلاخلاف کسی کی ڈگری نہوگی - مجموع النوازل مین ہے کہ اگر دو بچون مین ایک مذکر اور دوسرا مونث ہو اور دونون عورتون مین سے ہر ایک نے مذکر کا دعوی کیا اور مونث کی نفی کی تو دونون عورتونکا دودھ تولا جائیگا جسکا بھاری ہوگا اُسی کے نام مذکر کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے - اگر زید کی باندی کے بچہ ہوا پس اُسکے بھائی نے کہا کہ یہ شبہہ کے نکاح سے میرا بیٹا ہے اور زید نے انکار کیا تو مدعی کی تصدیق نہوگی اور یہی حکم چچا و ماموں و باقی اہل قرابت کا ہے پس اگر مدعی اُسکا کسی روز مالک ہوا اور نکاح صحیح یا فاسد یا ملک سے نسب کا دعوی کرچکا ہے تو نسب ثابت ہوگا - اسیطرح اگر بیٹے ہونے کا دعوی کیا اور یہ نہ کہا کہ مین نے اس باندی سے نکاح کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مان کا بچہ کے ساتھ یا بدون اُسکے مالک ہوا تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اگر مدعی کا باپ جو مدعی کے قول سے منکر ہے اس بچہ کا مالک ہوا تو مدعی سے نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ بچہ آزاد ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اگر زید کی باندی بچہ جنی اُسکے بیٹے نے اِس بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو بدون باپ کی تصدیق کے دعوت صحیح نہین ہے اسیطرح اگر بیٹے نے نکاح کا دعوی کیا تو بھی بدون تصدیق باپ کے صحیح نہین ہے - اور اگر بیٹے نے باپ کی رضامندی سے یا بلا رضامندی نکاح کر لینے کے گواہ قائم کیے تو بچہ کا نسب اُس سے ثابت اور آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک غلام نابالغ کو آزاد کیا پھر دعوی کیا کہ میرا بیٹا ہے تو صحیح ہے خواہ اُسکے پاس پیدا ہوا ہو یا نہین اور اگر بڑا ہو تو دیکھا جائیگا اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکا اقرار باطل ورنہ جائز ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اُسکا ایک بچہ ہے پھر بچہ کا دعوی کیا بعد ازانکہ باندی کو آزاد کرچکا ہے تو نسب اُسکو لازم ہوگا اور باندی آزاد پر عدت واجب ہوگی کذا فی المحیط - ایک غلام صغیر دو شخصون مین مشترک ہے اُسکو ایک نے آزاد کر دیا پھر دوسرے نے اُسکے بیٹے ہونے کا دعوی کیا تو صحیح ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہے اور وہ دونون کا آزاد کردہ شمار ہوگا بشرطیکہ دعوت مدعی دعوت تحریر ہو کہ اُسکی ملک مین نہ پیدا ہوا ہو اور اگر دعوت استیلاد ہو کہ علوق اُسکی ملک مین قرار پایا ہو تو آزاد کرنے والے کے لیے آدھی ولاء ہوگی اور مدعی کو کچھ ولاء نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک کل غلام آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہوا اور اگر دوسرے نے ایسے نابالغ آزاد کے نسب کا دعوی کیا جسکا نسب معروف نہین ہے تو استحسانا اُسکی دعوت صحیح ہوگی - اور اگر خود آزاد کرنے والے نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بدون دوسرے کی تصدیق کے دعوت صحیح نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک استحسانا صحیح ہے اور اگر بچہ بڑا ہوا کہ اپنی ذات سے تعبیر کرسکتا ہے پس اگر اُسنے اس امر کا اقرار کیا تو مدعی سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کیا تو آزاد کرنے والے کی دعوت صحیح نہین ہے اور دوسرے کی دعوت صحیح ہے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور

صاحبین رحمہ کے نزدیک کسی کی دعوت بدون اُسکی تصدیق کے صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اگر دو بچہ جوڑیا ہون ایک کو آزاد کرکے دوسرے کے نسب کا دعوی کیا تو دونون کا نسب ثابت اور عتق باطل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ زید نے ایک باندی ناآزادکی اُسنے عمرو سے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی اور زید و عمرو دونون نے دعوی کیا تو جسکی باندی ہی اسکا دعوی ہوگا پس اگر شوہر کی تصدیق کی اور اُسنے نکاح فاسد یا وطی شبہہ کا دعوی کیا تو نسب اُسکو لازم ہوگا اسی طرح زید کو بھی بدون اُسکی تصدیق کے کچھ دعوت کا حصول نہین ہی یہ محیط مین ہی- ایک عورت کے پاس اسکے شوہر کے مرنے کی خبر آئی اُسنے بعد عدت کے نکاح کیا اور بچہ جنی پس پہلا شوہر زندہ موجود ہوا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر طرح بچہ پہلے شوہر کا ہی اور امام ابویوسف رحمہ نے کہا کہ اگر نکاح ثانی سے وقت ولادت تک چھ مہینے سے کم ہون تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہون تو دوسرے کا ہی اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ اگر دوسرے کی وطی کے وقت سے ولادت تک دو برس سے کم ہون تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہون تو دوسرے شوہر کا ہی کذا فی الکافی- اور فقیہ ابوالليث نے اپنی شرح دعوت مبسوط مین لکھا کہ امام محمد رحمہ کا قول اصح ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ فصول عمادیہ مین ہی- اور ابوعصمہ سعد بن معاذ مروزی نے اسمعیل بن حماد سے انھون نے عبدالکریم جرجانی سے انھون نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ امام نے اس قول سے رجوع کرکے کہا کہ اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی کذا فی المحیط- ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑکر غائب ہوگیا اور وہ نوجوان دس برس کی ہی مثلاً پس اُسنے نکاح کرلیا اور چند اولاد ہوئین تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ سب اولاد پہلے شوہر کی ہونگی یہانتک کہ دوسرے شوہر کو جائز ہی کہ اُنکو زکوۃ دے اور اُنکی گواہی اُسکے حق مین مقبول ہی اور عبدالکریم نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ انھون نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ اولاد دوسرے شوہر کی ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الواقعات الحسامیہ اور بالاجماع اگر پہلا شوہر آیا تو عورت اُسکو واپس کرادیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر کوئی عورت گرفتار ہوگئی اور اُس سے کسی حربی نے نکاح کیا اور چند اولاد ہوئین تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی کذا فی المبسوط- اور اگر ایک عورت نے طلاق کا دعوے کیا اور عدت مین بیٹھکر بعد کو دوسرے سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی اور شوہر اول نے طلاق سے انکار کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی کذا فی المحیط السرخسی - مجموع النوازل مین ہی کہ شیخ نجم الدین نسفی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک نابالغہ سے اُسکے باپ کے نکاح کردینے سے نکاح کیا پھر باپ مرگیا اور شوہر غائب ہی اور لڑکی جوان ہوئی اور اُسنے دوسرے سے نکاح کرلیا پس غائب آیا اور اُسنے دعوی کیا اور عورت انکار کرگئی اور شوہر کے پاس گواہ نہین تھے یہانتک کہ اُسکی ڈگری نہوئی بلکہ دوسرے کی ڈگری ہوئی اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور پہلے شوہر کا ایک بیٹا دوسری جورو سے ہی تو اس بیٹے اور اس دختر مین نکاح جائز ہی یا نہین تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر لڑکا نابالغ ہی تو جائز نہین ہی کیونکہ لڑکے کے باپ کے زعم مین ہی کہ لڑکی کی مان میری جورو ہی اور لڑکی اُسکے فراش سے ہوئی ہی پس اُسکی بیٹی ہی ولیکن اگر لڑکا جوان ہوا اور خود اُسنے اس لڑکی سے نکاح کیا تو جائز ہونا چاہیے کیونکہ اقرار پسر دوسرے پر نافذ نہوا یہ فصول عمادیہ مین ہی- اگر کسی نے دوسرے کی جورو سے نکاح کیا اور وہ بچہ جنی پس ایک نے دعوی کیا کہ نکاح کو ایک مہینہ ہوا اور دوسرے نے ایک برس کا دعوی کیا تو ایک سال کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور دونون سے اثبات نسب کا حکم ہوگا اور اگر دونون نے تصدیق کی کہ اسنے ایک مہینے سے نکاح کیا ہی تو نسب ثابت نہوگا اور اگر باہمی ایک ماہ کی تصدیق کی بعد اُسنے گواہ دیے کہ ایک سال سے نکاح کیا ہی تو گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی- ایک شخص نے اپنے مرض مین کہا کہ یہ لڑکا میری ان دونون باندیون

مین سے ایک سے میرا بیٹا ہی پھر مرگیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام جمیع مال سے آزاد اور ہر باندی اپنے نصف قیمت کے واسطے سعی کرے اور نصف اسکا تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا میری اس باندی سے میرا بیٹا ہی پھر مرگیا پس اُسکے دوسرے بیٹوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے باپ نے اس باندی کو اس لڑکے کے پیدا ہونے سے تین برس پہلے اس غلام کے ساتھ بیاہ دیا تھا پس یہ لڑکا اس غلام کے فراش سے پیدا ہوا اور غلام و باندی دونون منکر ہین تو اُنکے گواہ مقبول نہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر لڑکا دیا نت اسکے مدعی ہون تو اُن دونون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اُن دونون کی غرض اس گواہی پیش کرنے سے یہ ہی کہ اپنا حق یعنی نکاح ہونا میت پر ثابت کرین اور لڑکا آزاد ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی پھر اگر یہ اقرار مولی سے اُسکی صحت مین صادر ہوا تو لڑکا تمام مال سے آزاد ہوگا اور اگر مرض مین ہوا تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسی طرح اگر لڑکے نے ایسا دعوی کیا تو بھی گواہ مقبول ہونگے اور حکم اسکا مثل حکم لڑکے و باندی دونون کے دعوے کرنیکے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باندی نے یا لڑکے نے نکاح کا دعوے کیا تو ترجیح سے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ یہ اثبات نسب کے واسطے ہونگے کیونکہ نسب حق لڑکے کا ہی پس جب اُسنے گواہون سے نکاح ثابت کر دیا کہ غلام سے ہوا ہی تو اپنے حق کا ثابت کرنے والا شمار ہوگا یعنی نسب کا پس نکاح باندی و غلام مین ثابت ہوا اور یہ حق باندی کا بھی ... مین ہی اور اگر وارثون کے گواہ قائم کرنے کی حالت مین غلام غائب ہو تو اُسکے حاضر ہونے کے وقت تک اس گواہی کے حکم مین توقف کیا جائیگا کذا فی المحیط۔ اگر کسی شخص کی عورت کے بچہ ہوا اور اُسنے دعوے کیا کہ یہ بیٹا میرا اسی شخص سے ہی اور شوہر اس سے منکر ہی پس اس شخص پر اسکے بیٹے یا بھائی نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ بیٹا میرا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر شوہر کے اس اقرار پر عورت کے باپ یا دادا نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی خواہ عورت مدعی ہو یا منکر ہو اسی طرح اگر شوہر کے باپ یا دادا نے اس اقرار کی گواہی دی تو بھی قبول نہوگی خواہ عورت مدعی ہو یا منکر ہو یہ محیط مین ہی

پندرھوان باب دعوی استحقاق اور جو اُسکے معنی مین ہی اُسکے دعوی کے بیان مین۔ اگر مشتری نے بائع پر دعوے کیا کہ مبیع مین استحقاق ثابت ہوگیا یعنی کسی دوسرے نے مجھسے استحقاق ثابت کرکے لے لی اور بائع سے اپنے دام واپس لینے چاہے تو ضرور ہی کہ استحقاق کی تفسیر اور اسکا سبب بیان کرے پھر جب اُسنے سبب استحقاق بیان کر دیا اور دعوے صحیح ہوگیا اور بائع نے اس مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے بیع کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اپنے دام واپس کر سکتا ہی اور اس گواہی کی سماعت کے واسطے مبیع کا حاضر کرنا شرط نہین ہی بعض مشائخ کے نزدیک یہی اور اسی پر ظہیر الدین مرغینانی فتوی دیتے تھے بلکہ اگر مبیع کے رنگ و اوصاف کو ذکر کر دیا اور مقدار ثمن بیان کی تو کافی ہی پس جب مشتری کے گواہ مقبول ہوے اور اُسنے بحکم قاضی بائع سے اپنے دام واپس لیے اور بائع نے اپنے بائع سے اپنے دام واپس لینے چاہے تو ہو سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر بائع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا اُسکو ہبہ کیا پھر مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق مین لے لی گئی تو وہ اپنے بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اسی طرح باقی بائع بھی ایک دوسرے سے کچھ نہین لے سکتے ہین یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر مبیع مشتری کے پاس سے استحقاق مین لی گئی اور ہنوز اُسنے دام نہین دیے ہین یا کچھ دام دیے ہین تو جبراً اُس سے کل دام یا باقی دلوائے جاوینگے کیونکہ شاید قاضی مستحق کے گواہون پر ڈگری نکرے مستحق مبیع کی اجازت دیدے یہ محیط مین ہی مشتری نے جب بائع سے دام طلب کیے اُس نے دام واپس دینے کا وعدہ کیا

پس اگر استحقاق ثابت ہونے مین مشتری کی تصدیق کرچکا اور اسنے سجل قاضی قبول کرلیا ہی تو دام پھیر دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر استحقاق کا اقرار نہین کیا صرف وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی تو مجبور نہ کیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر مشتری نے اپنے بائع سے دام لینے چاہے اُسنے تھوڑے داموں پر مشتری سے صلح کرلی تو بائع اپنے بائع سے پورے دام لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی ایک نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر نصف دار استحقاق مین لیا گیا تو مشتری کو اختیار ہی چاہے باقی دار نصف کو آدھے غلام مین لیوے یا ترک کردے اور غلام خریدنے والے کو خیار نہوگا اگرچہ صفقہ کا متفرق ہونا اور باقی کا شرکت کی وجہ سے عیب دار ہونا اُسکے پاس بھی لازم آتا ہی اور علی ہذا اگر نصف غلام مین استحقاق ثابت ہوا نہ نصف دار مین تو مشتری دار کو خیار نہوگا اور اگر نصف غلام اور نصف دار دونون استحقاق مین لیے گیے تو کتاب مین مذکور ہی کہ ہر ایک کو خیار ہی چاہے ترک کردے یا لیوے اور ماخوذ و متروک کی مقدار کتاب مین مذکور نہین ہی ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ چاہے چوتھائی کو چوتھائی کے عوض لے یا ترک کردے اور بعض اصحاب نے فرمایا کہ چاہے نصف کو نصف کے عوض لے یا ترک کردے اور اگر ہنوز کسی نے کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ مستحق نے نصف غلام مین اجازت دیدی یا مشتری کو ہبہ یا صدقہ مین دیکر سپرد کردیا تو مشتری غلام کا خیار باطل ہوگا مشتری دار کا باقی رہا یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو سے غلام خریدا اور بکر کے ہاتھ فروخت کیا پھر زید نے دوبارہ خریدا اور اسکے ہاتھ سے استحقاق مین لے لیا گیا تو عمرو سے دام واپس کرسکتا ہی ایسا ہی شمس الاسلام محمود اوزجندی کا فتوے منقول ہی اور یہ حکم اس روایت کے موافق صحیح ہوسکتا ہی کہ جسمین مذکور ہی کہ استحقاق کے ثبوت سے تمام بیع جسقدر واقع ہوئی ہون فسخ ہوجاتی ہین ولیکن موافق ظاہر الروایت کے اگر مستحق کے مالک ہونے کا حکم کیا جاوے تو تمام بیعون کا فسخ ہونا واجب نہین پس زید کا فروخت کرنا اور دوبارہ خریدنا بحالہ باقی ہی پس عمرو سے واپس نہین کرسکتا ہی بلکہ بکر سے واپس کرے پھر بکر اس سے واپس کرے پھر عمرو سے واپس کرے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک نے دوسرے سے ایک گھر خریدا اور اسپر قبضہ کیا اور اس سے استحقاق مین لے لیا گیا پس مستحق نے مشتری سے کہا کہ جو دام تونے بائع کو دیے ہین وہ مجھسے لے لے اُسنے لے لیے پھر مستحق نے چاہا کہ جو کچھ مشتری کو دیا ہی اسکو واپس کرے تو بعض مشایخ نے کہا کہ واجب ہی کہ اسکو یہ اختیار نہو بنا بر اس روایت کے جسمین مذکور ہی کہ مستحق کیواسطے ملک کا حکم ہونے سے تمام بیع فسخ ہوجاتی ہین اور موافق ظاہر الروایت کے واپس لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے بائع سے اپنے داموں کا مطالبہ کیا اور مستحق نے مشتری سے کہا کہ مجھسے اپنے دام لے لے اُسنے لے لیے پھر مستحق نے واپس کرلینے کا قصد کیا تو باتفاق الروایات ایسا نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کرلیا اور ایک شخص نے مشتری کے لیے ضمان درک کرلی کہ جو کچھ آئندہ پیدا ہو از قسم استحقاق وغیرہ تو مین تیرے واسطے ثمن کا ضامن ہون پھر مشتری نے زید کے ہاتھ فروخت کیا اور دیدیا پھر زید نے عمرو کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کردیا پھر کسی مستحق نے عمرو پر گواہ پیش کرکے ڈگری کرالی تو یہ حکم اس مشتری عمرو اور تمام بائعون پر حکم ہوگا حتی کہ اگر عمرو یا کسی بائع نے مستحق پر اپنی ملک مطلق کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے اور ہر ہر مشتری اپنے اپنے بائع سے بدون اعادہ گواہون کے دام واپس کرسکتے ہین ولیکن جبتک کسی بائع سے دام واپس نہ کیے جاوین تبتک وہ اپنے بائع سے واپس نہین کرسکتا ہی چنانچہ جبتک زید سے عمرو واپس نہ کرے تبتک زید اپنے بائع سے نہین واپس لے سکتا ہی اور نہ زید کا بائع یعنی مشتری اول اپنے بائع سے قبل رجوع دینا ثانی مشتری کے واپس لے سکتا ہی اور نہ مشتری اول ضمان درک کفیل سے لے سکتا ہی اور اگر بائع

مشتری کو اس امر کے گواہ وقت ثمن واپس کرنے کے پیش کرنے چاہییے ہیں کہ مجھسے ثمن واپس لیا گیا یا نہیں پس دیکھنا چاہیے کہ اگر قاضی کو معلوم نہیں کہ کس سے دام وصول کر چکے ہیں مثلاً کسی دوسرے قاضی کے پاس اس سے دام واپس لیے گئے تو گواہ لانا ضروری اور اگر قاضی کو معلوم ہی تو ضرورت نہیں ہی اور اگر اس صورت میں غلام استحقاق میں لیا نگیا بلکہ اسنے عمرو پر اپنی اصلی آزادی کے گواہ قائم کر کے حکم آزادی حاصل کیا تو ہر ایک مشتری اپنے بائع سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے لے سکتا ہی اسی طرح مشتری اول بھی کفیل سے قبل اسکے کہ خود دام واپس کرے دام پھیرے سکتا ہی اور اگر اس صورت میں غلام نے اصلی آزادی کے گواہ نہ دیے بلکہ یون دعوی کیا کہ مین فلان شخص کا غلام تھا اسنے مجھے ایک سال سے آزاد کیا اور اس امر کے گواہ پیش کیے یا خود کسی شخص نے یہی گواہ پیش کیے کہ میرا غلام تھا مین نے اسکو ایک سال سے آزاد کیا ہی اور تاریخ آزادی کی سب فروخت کی تاریخون سے سابق ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو ہر مشتری اپنے بائع سے قبل دام واپس دینے کے لے سکتا ہی اسیطرح اگر تاریخ معلوم نہو گی ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر غلام نے یا کسی شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ میرا غلام تھا مین نے اسکو مدبر کر دیا ہی اسکو ایک سال کا عرصہ ہوا یا بجاے غلام کے باندی تھی کہ اسنے گواہ قائم کیے کہ مین فلان شخص کی ایک سال سے ام ولد ہون یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور تدبیر یا استیلاد کی تاریخ سب فروخت کی تاریخون سے سابق ہی یا تاریخ بالکل معلوم نہین ہوتی ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو بھی یہی حکم ہی کہ ہر مشتری اپنے واپس دینے سے پہلے دام واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر مدبر کرنے یا آزاد کرنے یا ام ولد بنانے کی تاریخ سب فروخت کی تاریخون سے بعد ہی مثلاً غلام یا باندی نے اخیر کے مشتری پر گواہ پیش کیے کہ مین فلان کا غلام یا اسکی باندی ہون کہ اسنے مجھے اس مشتری اخیر کے خریدنے کے بعد آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہی یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسپر ڈگری کر دی تو یہ حکم اور ملک مطلق کی ڈگری دونون یکسان ہین۔ اور اگر اس غلام کی عتق تاریخ بیع کی تاریخون کے بیچ مین واقع ہی کہ بعض تاریخ عتق سے پہلے اور بعض بعد ہین تو قبل عتق مین ہر مشتری اپنے بائع سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے نہین لے سکتا ہی اور جو بعد عتق کے بیع واقع ہوئی اسمین ہر مشتری اپنے بائع سے اپنے واپس کرنے سے پہلے اپنے دام واپس لے سکتا ہی اعتبارا للبعض بالکل یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا پھر ایک مستحق نے گواہون سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو مشتری اپنے بائع سے دام واپس کریگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر مشتری نے مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا یا قسم سے انکار کیا اور اسنے انکار کیا اور مستحق کی ڈگری ہو گئی پھر اپنے بائع سے دام واپس لینے چاہے تو اسکو یہ اختیار نہین اور اگر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اقرار کیا ہی کہ یہ مبیع مستحق کی ملک ہی تو واپس لے سکتا ہی اور اگر اسکے پاس گواہ نہون اور چاہا کہ بائع سے اس امر کی قسم لے کہ مین نے مستحق کی ملک ہونیکا اقرار نہین کیا ہی تو قسم لے سکتا ہی کذا فی الخلاصہ پس اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو ثمن واپس کریگا کذا فی الوجیز للکردری اور اگر مشتری نے اپنے اقرار یا نکول کے بعد اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ مبیع مستحق کی ملک ہی اور مراد اسکی یہ ہی کہ بائع سے دام واپس کرے تو سماعت نہو گی۔ اور اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا بلکہ اسنے اپنی اصلی آزادی کا دعوی کیا اور مشتری نے اسکی اصلی آزادی کا اقرار کیا یا قسم سے انکار کیا اور قاضی نے باندی کی اصلی حرہ ہونیکی ڈگری کر دی تو اپنے بائع سے دام واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر بائع نے مقولہ مشتری سے انکار کیا اور مشتری نے کہا کہ مین اصلی آزادی کے گواہ دیتا ہون تو مقبول ہونگے۔ اور اگر مستحق نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ یہ باندی میری ہی مین نے اسکو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہی اور مشتری نے اسکا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو بھی اپنے دام بائع سے نہین لے سکتا ہی پس اگر مشتری نے بائع پر اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے تاکہ ثمن واپس کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسکے

گواہوں نے عتق مطلق کی بدون تاریخ کے گواہی دی یا ایسی تاریخ بیان کی کہ خرید کی تاریخ سے پہلے ہی تو گواہی مقبول اور اپنے دام واپس لیگا اور اگر بعد خرید کے عتق واقع ہونیکی تاریخ بیان کی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں ہی امام محمد رح نے زیادات میں فرمایا کہ ایک باندی جو عبد اللہ کے پاس ہی پس ابراہیم نے محمد سے کہا کہ ای محمد یہ باندی جو عبد اللہ کے پاس ہی میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی تھی تیرے سپرد کر دی تھی اور تو نے دام نہیں دیے تھے ولیکن عبد اللہ نے تجھ پر غلبہ پاکر تجھ سے غصب کر لی اور محمد نے اسکے سبب تو اسکی تصدیق کی اور عبد اللہ سب سے منکر ہوا اور کہتا ہی کہ میری باندی ہی تو عبد اللہ کا قول باندی کے باب میں معتبر ہوگا اور ثمن کی ڈگری ابراہیم کے نام محمد پر ہوگی یہ محیط میں ہی پھر اگر اس باندی کو عبد اللہ سے کسی شخص نے ملک مطلق یا ملک نتاج کے گواہ پیش کر کے لے لیا تو محمد چند دام ابراہیم سے واپس نہیں کر سکتا ہی اور اگر محمد نے مستحق پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہی میں نے ابراہیم سے خریدی ہی در حالیکہ وہ اسکا مالک تھا اور میں نے اسپر قبضہ کر لیا تو اسکے نام باندی کی ڈگری ہو جائیگی پھر اگر مستحق نے محمد پر نتاج کے گواہ پیش کیے تو محمد پر مستحق کے نام ڈگری ہوگی اور محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر لیگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا ولیکن باندی نے عبد اللہ پر گواہ قائم کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لیگا۔ اسیطرح اگر عبد اللہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میری باندی تھی میں نے اسکو آزاد دیا مدبر یا ام ولد بنایا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لیگا اور اسیطرح اگر باندی نے عتق یا تدبیر یا استیلاد کے گواہ بدون تاریخ کے پیش کیے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر تاریخ بیان کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ابراہیم و محمد کے درمیان بیع واقع ہونیکی تاریخ عتق وغیرہ کے بعد ہی تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لیگا اور اگر عتق یا تدبیر یا استیلاد مثلاً ایکسال سے واقع ہونیکا دعوی کرتی ہی اور گواہ یہی گواہی دیتے ہیں اور ان دونوں کی بیع واقع ہونیکی تاریخ دو برس ہی یعنی اس سے پہلے ہی تو دام واپس نہیں کر سکتا ہی۔ اور اگر باندی نے عبد اللہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اسنے مجھے مکاتب کر دیا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی ولیکن اگر باندی نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گئی تو اسوقت محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہی کذا فی المحیط۔ اور اگر عبد اللہ نے اقرار کیا کہ میں نے یہ باندی محمد سے سو دینار کو خریدی اور قبضہ کیا اور دام دیدیے ہیں اور محمد نے اسکی تصدیق کی پھر باہمی تصدیق کے بعد عبد اللہ کے پاس سے یہ باندی استحقاق میں لے لی گئی تو عبد اللہ اپنے دام محمد سے اور محمد اپنے دام ابراہیم سے لے لیگا اور اگر عبد اللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لیے جانیکے بعد اسیطرح باہمی تصدیق کی تو عبد اللہ اپنے دام محمد سے لے سکتا ہی اور محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی اسی طرح اگر عبد اللہ نے محمد سے خریدنے کا اقرار کیا اور محمد حاضر یا غائب تھا اور ہنوز اسکی طرف سے کوئی تصدیق یا تکذیب نہیں پائی گئی پھر عبد اللہ کے ہاتھ سے باندی استحقاق میں لیگئی پھر محمد نے اسکے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر محمد نے کہا کہ میں ابراہیم پر اس امر کے گواہ قائم کرتا ہوں کہ عبد اللہ نے مجھسے وہ باندی خریدی تھی اور مراد اسکی یہی ہی کہ ابراہیم سے ثمن واپس کرے تو گواہ مقبول ہونگے۔ اسیطرح اگر محمد نے اس امر کے گواہ دیے کہ ابراہیم نے قبل اسکے کہ عبد اللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لے لیجاوے عبد اللہ نے مجھسے خریدنیکے دعوی کی تصدیق کی ہی تو بھی گواہ مقبول اور اپنے دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہی اور اگر محمد و عبد اللہ نے باہمی تصدیق کی کہ محمد نے باندی عبد اللہ کو ہبہ کر کے سپرد کر دی یا صدقہ کر کے سپرد کر دی تو صورت ثانی فی التصدق میں محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی اور صورت اول میں لے سکتا ہی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور دام دیدیے اور باندی پر ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہی اور مشتری و بائع دونوں حاضر ہیں اور قاضی نے مستحق کی ڈگری کر دی پھر بائع یا مشتری نے

دعویٰ کیا کہ بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ باندی اسی مستحق سے خریدی تھی اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر مشتری نے بعد استحقاق ثابت ہونے کے قاضی سے درخواست کی کہ بائع سے کہا جاوے کہ بیع میرے سپرد کر دے یا بیع توڑ دیجاوے تو قاضی بیع توڑ دیگا اور مشتری اپنے دام بائع سے وصول کر لیگا۔ پھر اگر قاضی کے بیع فسخ کر دینے کے بعد بائع کو اس امر کے گواہ دستیاب ہوے کہ مین نے قبل فروخت کرنے کے مستحق سے یہ باندی خریدی تھی تو فسخ بیع اپنے حال پر ویسا ہی باقی رہیگا کیونکہ وہ ظاہر و باطن مین نافذ ہو چکا ہی اور اگر دونون مین سے کسی نے بیع کی اجازت دینی چاہی تو نہین ہو سکتا ہی اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اسکے ہاتھ سے استحقاق مین لے لیگئی اور مشتری نے بائع سے ثمن لے لیا پھر بائع نے مستحق سے خریدنیکے گواہ پائے اور مستحق پر پیش کرکے اپنی ڈگری کرالی پھر چاہا کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے تو صاحبین رحمہ کے نزدیک اسکو یہ اختیار ہی اور بقیاس قول ابو حنیفہ رح اسکو یہ اختیار نہین ہی اور بیع عود نہ کریگی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ قاضی نے مشتری کے نام بائع سے ثمن واپس لینے کا حکم کر دیا پھر بائع کو مستحق سے خریدنیکے گواہ دستیاب ہوے اور اگر ہنوز مشتری کے نام یہ حکم نہین کیا تھا کہ بائع نے مستحق پر قبل فروخت کے خریدنیکے گواہ قائم کرکے اپنے نام باندی کی ڈگری کرالی تو باندی مشتری کو ملیگی پھر اگر قاضی نے بائع پر دامون کی ڈگری کر دی پھر بائع نے گواہ قائم کیے تو ویسا ہی اختلاف مذکور جاری ہوگا۔ اگر مشتری نے باندی لینی چاہی اور باندی نے انکار کیا تو دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر بائع نے اسکے ذمہ لازم کرنیکا قصد کیا تو اسکو اختیار ہی اور اگر مشتری نے بائع سے خصومت نہ کی ولیکن اس سے دام طلب کیے اسنے دیدیے یا فسخ قبول کیا پھر بائع نے مستحق سے خریدنے کے گواہ پیش کیے اور باندی کی اسکے نام ڈگری ہوئی تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہین ہی کہ باندی دوسرے کے ذمہ ڈالے اور اگر بائع نے مستحق سے خریدنے کے گواہ نہ قائم کیے بلکہ اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری ملک مین پیدا ہوئی تھی تو یہ صورت اور مستحق سے خریدنیکی صورت یہان یکسان ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک باندی خریدی وہ بچہ جنی یا درخت خریدا کہ اسمین پھل آگئے اور ہنوز پھل اسی پر تھے کہ گواہ پیش کرکے ایک شخص نے اسکا استحقاق ثابت کیا اور بچہ مشتری کے قبضہ مین ہی تو باندی و درخت کی ڈگری مین بچہ و پھل بھی تابع ہونگے اور اسمین اختلاف ہی کہ پھل و بچہ کی نسبت علیحدہ خاص حکم ہونا چاہیے یا نہین پس بعض نے کہا کہ اصل مین ڈگری ہونا وہی فرع کی ڈگری ہی اور صدر الشہید نے فرمایا کہ فرع کا حکم بھی ہونا ضرور ہی چنانچہ اس صورت مین کہ پھل یا بچہ مشتری کے پاس ہی بلکہ دوسرے کے قبضہ مین ہو تو فرع کا حکم علیحدہ ہونا شرط ہی اور اگر باندی مشتری سے بچہ جنی تو بچہ خصومت کے روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اسقدر قیمت بائع سے واپس لیگا اور اگر بچہ مر گیا تو مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر قتل کیا گیا اور قاتل سے دس ہزار درم لیے تو مستحق کو صرف اسکی قیمت دیگا اور اگر مر گیا اور مال کثیر چھوڑ گیا تو سب مشتری کا ہی اور بائع کو کچھ واپس نہ دیگا اور مشتری پر عقر واجب ہوگا اور اگر باندی نے کچھ مال کمایا یا کچھ اسکو ہبہ کیا گیا تو مستحق اسکو مع اس کمائی کے لے لیگا اور مشتری بائع سے صرف ثمن وصول کر سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی نے انگور کے درخت خریدے یا زمین و درخت خرما سب خریدے اور قبضہ کر لیا پھر فقط میدان زمین کا استحقاق ثابت کیا گیا تو مشتری کو اختیار ہی کہ درخت بائع کو واپس کرکے پورا ثمن اس سے واپس لیوے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک گھوڑا مع زین کے خریدا وہ استحقاق مین لے لیا گیا تو پورا ثمن واپس کر لے اور اگر بدون زین کے استحقاق مین لیا گیا تو بقدر حصہ کے واپس لے جیسا زین کے تابع ہو جانیکی صورت مین حکم ہی اور اگر زین باقی ہو اور مشتری نے اس کا واپس کرنا اور پورا ثمن واپس لینا چاہا اور بائع نے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے زمین خریدی اور اسمین درخت بوئے وہ درخت اگ آئے پھر زمین استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اپنے درخت اکھاڑ لے اور اگر اکھاڑنا

زمین کو مضرہی تو مستحق سے کہا جائیگا کہ تجھکو اختیار ہی چاہے ان درختون کو رہنے دے اور مشتری کو درختون کی قیمت اکھڑے ہوئے کے حساب سے دیدے اور یہ درخت تیرے ہوجائینگے یا اُسکو اکھاڑنے کی اجازت دے اور جو کچھ تیری زمین کا نقصان ہوگا وہ نقصان مشتری دیدیگا پس اگر اُسنے درخت اکھاڑنے کا حکم کیا اور مشتری نے اکھاڑ ڈالے پھر بائع پر قابو پایا تو مشتری اُس سے اپنا پورا ثمن واپس لیگا اور درختون کی قیمت یا جو کچھ نقصان زمین ادا کیا ہو اُس سے نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر مستحق نے مشتری کو درختون کی قیمت دینا پسند کیا اور قیمت دیکر درخت اپنے واسطے رہنے دیے پھر مشتری نے بائع کو پایا تو بائع سے اپنے دام وصول کریگا اور درختون کی قیمت نہین لے سکتا ہی اور مستحق کو بھی بائع یا مشتری کسی سے نقصان زمین لینے کا اختیار نہین ہی یہ سب امام اعظم رح و امام ابویوسف رح کا قول ہی۔ اور اگر زمین کا کوئی مستحق ظاہر نہوا یہان تک کہ درختون مین پھل آگئے خواہ پک گئے یا نہین پکے پھر ایک مستحق نے آکر زمین کا استحقاق ثابت کیا اور مشتری سے درخت اکھاڑ لینے کا مطالبہ کیا تو اُسکو اختیار ہی پس اگر زمین کا بائع حاضر ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے درختون کی قیمت زمین مین جمے ہوئے کے حساب سے لے لے اور اسی طرح بائع کے سپرد کردے اور پھلون کی قیمت نہین لے سکتا ہی اور مشتری پر پھل توڑ لینے کے واسطے جبر کیا جائیگا خواہ پکے ہون یا کچے ہون اور بائع پر جبر کیا جائیگا کہ درخت اکھاڑے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ بائع نے ایک شخص کو مشتری پر ثمن کے واسطے حوالہ کیا اور مشتری نے محتال لہ کو ثمن ادا کر دیا پھر یہ گھر جسکا ثمن ادا کیا ہی مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مجموع النوازل مین شیخ الاسلام علی سغدی سے منقول ہی کہ مشتری بائع سے اپنے دام وصول کرے پھر شیخ رحمتہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر بائع کو نہ پاوے تو محتال لہ سے وصول کرے فرمایا کہ نہین اور جامع مین ہی کہ مشتری کو اختیار ہی چاہے قابض سے وصول کرے یا بائع سے۔ اگر کوئی چیز وکیل سے خریدی تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے مشتری وکیل سے دام لیگا بشرطیکہ مشتری نے وکیل کو ثمن ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیا ہی تو وکیل سے کہا جائیگا کہ اپنے موکل سے وصول کرکے مشتری کے سپرد کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ دو شخصون مین ایک باندی کی بیع واقع ہوئی پھر بحکم قاضی وہ باندی استحقاق مین لے لیگئی اور مشتری نے بائع سے دام وصول کر لیے پھر اماموں کے فتوی سے ظاہر ہوا کہ حکم قضا فاسد تھا پس بائع نے مستحق سے وہ باندی لے لی تو مستحق علیہ یعنی مشتری یا اُسکے قائم مقام کو وہ باندی واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی کذا فی الخلاصہ۔ ایک نے دوسرے سے قراطیس کسی قدر ثمن معلوم کو خریدی اور مشتری نے ایک حمار معین قراطیس کے دامون مین شتر کو دیا جسکی قیمت چالیس ہی پس اگر قراطیس مین استحقاق ثابت ہو تو مشتری اپنے بائع سے شتر وصول کر لیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا پھر ایک شخص نے آکر باندی کا دعوی کیا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کی ہی اور بائع نے مشتری کی اس امر مین تصدیق کی کہ یہ اسی مدعی کی ہی اور مشتری نے بائع سے دام وصول کرنے چاہے پس بائع نے کہا کہ وہ باندی مدعی کی اس وجہ سے ہوگئی کہ تو نے اُسکو ہبہ کر دی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری اُس سے دام نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مشتری سے دو گواہون کی گواہی پر لیگئی اور خود مشہود علیہ یعنی مشتری نے گواہون کی تعدیل کی تو امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مین گواہون کا حال دریافت کرونگا اگر انکی تعدیل ہوگئی تو مشہود علیہ یعنی مشتری یا اُسکا قائم مقام بائع سے اپنے دام وصول کریگا اور اگر تعدیل نہوئی تو مشہود علیہ پر انکی گواہی سے ڈگری ہوجائیگی کیونکہ خود اُسنے انکی تعدیل کی ہی ولیکن مشہود علیہ اپنے بائع سے دام وصول نہین کر سکتا ہی اور یہ صورت بمنزلہ خود اقرار کرنے کے قرار دیجاے گی یہ فصول عمادیہ مین ہی

امام محمد رح نے جامع کبیر مین فرمایا ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے کسی کفیل نے اُسکی طرف سے ثمن کی ضمانت کر لی اور کفیل نے بائع کو دام ادا کر دیے اور غائب ہو گیا اور غلام مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا یا وہ آزاد یا مدبر یا مکاتب نکلا یا باندی تھی کہ ام ولد ثابت ہوئی پس مشتری نے اپنے بائع سے ثمن واپس لینا چاہا تو دیکھا جائیگا کہ اگر کفیل نے جو کچھ دیا تھا وہ مشتری سے لے لیا ہی تو مشتری بائع سے لے سکتا ہی اور اگر مشتری سے نہین لیا ہو تو مشتری بائع سے نہین لے سکتا ہی پھر جب کفیل حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہی چاہے بائع سے وصول کرے یا مشتری سے لیوے پس اگر اُسنے بائع سے لیا تو بائع مشتری سے نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری سے لیا تو مشتری بائع سے واپس لیگا اور اگر کفیل کے حاضر ہونے کے بعد مشتری نے بائع کا پیچھا پکڑنا چاہا قبل اسکے کہ کفیل مشتری سے لینا اختیار کرے تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی اور اگر کفالت نہو بلکہ ادائے ثمن کا حکم کیا ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو سب صورتون مین بمنزلہ کفالت کے ہی۔ اور اگر ان اسباب مین سے جو ہم نے کفالت مین ذکر کیے کوئی نہو ولیکن قبضہ سے پہلے غلام مرگیا اور کفیل دام ادا کر کے غائب ہو گیا ہی تو مشتری کو اختیار ہی کہ بائع سے ثمن وصول کرے خواہ کفیل نے مشتری سے لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ اور اگر اس صورت مین کفیل حاضر ہوا یا کفیل موجود ہی ہو تو کفیل کو اختیار نہین کہ بائع سے دام واپس کرے۔ اور اگر غلام نہین مرا بلکہ کسی سبب سے دونون مین بیع فسخ ہو گئی پس اگر ایسے سبب سے فسخ ہوئی کہ [illegible] سے فسخ ہی مثلاً بعد قبضہ کے بسبب عیب کے بحکم قاضی یا قبل قبضہ کے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو اسکا حکم مثل قبضہ سے پہلے غلام کے مرجانیکی صورت کے حکم کے ہی۔ اسی طرح اگر مشتری نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری طرف سے دام ادا کر دے اُسنے ادا کر دیے پھر مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے بائع کے پاس غلام مرگیا تو سب صورتون مین مشتری ہی بائع سے دام وصول کریگا۔ اور اگر کفالت بدون حکم مشتری کے ہو پھر دونون مین ہر وجہ سے بیع فسخ ہو گئی تو کفیل کو اختیار ہی کہ بائع سے ثمن وصول کر لے اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی۔ اور اگر فسخ بیع ان دونون کے حق مین ہوئی اور حق ثالث مین بیع جدید قرار پائی جیسے اقالہ یا بعد قبضہ کے بسبب عیب کے بدون حکم قاضی واپس کرنا تو کفیل کو بائع سے واپس لینے کا کچھ اختیار نہین ہی اور حق القبض مشتری کو پہونچتا ہی اور جو قبضہ کیا اور وصول کیا ہی وہ کفیل کا ہی نہ مشتری کا۔ اور اگر کفالت نہو بلکہ بدون حکم مشتری کے کسی شخص نے ثمن ادا کر دیا تو تمام صورتون مین وہی جواب ہوگا جو بلا حکم مشتری کفالت کرنیکی صورت مین ہم نے ذکر کیا ہی۔ اگر کفالت بحکم مشتری ہو پس کفیل نے پچاس دینار پر بائع سے ثمن کے عوض صلح کر لی تو کفیل کو اختیار ہی کہ مشتری سے درم لیوے نہ دینار پھر اگر غلام استحقاق مین لیا گیا اور کفیل غائب ہی پھر حاضر ہوا تو اُسکو بائع کا پیچھا کرنا دینارون کیواسطے روا ہی اور کفیل کو مشتری کی طرف کوئی راہ نہین ہی خواہ یہ استحقاق اسی مجلس مین ہو یا مجلس سے افتراق کے بعد ہو دونون برابر ہین اور ایسے ہی اگر بائع نے کفیل کے ہاتھ وہ درم جنکی اُسنے کفالت کی ہی دینارون کے عوض فروخت کر دیے پھر غلام مین استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو گئی۔ اور مراد امام محمد رح کی بیع و صلح کے درمیان مساوات سے یہ ہی کہ دونون کے مجلس سے جدا ہونے کے بعد مساوی ہین اور اگر دونون کے مجلس مین موجود ہونے کی حالت مین استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل نہوگی اور صلح باطل ہو جائیگی اور اگر غلام مین استحقاق ثابت نہوا ولیکن بائع کے قبضہ مین مرگیا حالانکہ کفیل بائع کے ہاتھ درمون کے عوض پچاس دینار کو فروخت کر چکا ہی اور بائع نے اُس سے لیکر وصول کر لیے ہین تو مشتری کو اختیار ہی کہ بائع سے ہزار درم وصول کرے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی۔ اسی طرح اگر کفیل نے بائع سے پچاس دینار پر صلح کی ہو تو بھی ایسا ہی ہی مگر صلح مین بائع کو

اختیار ہی چاہے پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم پھیر دے اور بیع مین بلا خیار ہزار درم واپس کریگا۔ پھر صلح مین اگر بائع نے ہزار درم واپس کرنا اختیار کیا تو مشتری ہی اُسکو وصول کریگا اور اگر پچاس دینار واپس کرنے چاہے تو خود کفیل اُنکو وصول کریگا اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی۔ اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم کیا کہ میری طرف سے بدون کفالت کے ثمن ادا کرے پس اس شخص نے پچاس دینار بعوض ثمن کے بائع کے ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہی اسی طرح اگر پچاس دینار پر صلح کی تو بھی جائز ہی اور اگر کفیل نے بدون حکم مشتری کے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض پچاس دینار فروخت کیے یا اسقدر دیناروں پر صلح کر لی پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے غلام مر گیا یا اُسمین استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو بائع سے واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی ولیکن کفیل بائع سے واپس کریگا اور صلح کی صورت مین بائع مختار ہوگا چاہے درم واپس کرے یا دینار دے اور بیع مین خیار نہوگا اور اگر کفالت بھی نہو اور نہ ادا ے قرض کا حکم کیا ہو ولیکن اُس شخص نے احسان کی راہ سے اگر اپنے دینا بعوض ثمن کے جو مشتری پر ہی بائع کے ہاتھ فروخت کیے یا ثمن کے عوض صلح کر لی تو ہر حال مین بیع باطل ہی ولیکن صلح مین اگر یہ شرط لگائی کہ اس شرط پر دینا پر صلح کرتا ہون کہ جو تیرا ثمن مشتری پر ہی وہ میرا ہی تو باطل ہی اور اگر یہ شرط لگائی کہ اس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہی تو جائز ہی اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑا اُسمین مشتری کے بری ہونے یا ثمن کا اپنے تئین مالک کرانے کی کوئی تصریح نہ کی تو بھی جائز ہی پھر اگر غلام مین استحقاق ثابت ہوا تو بائع [illegible] دینارون کا واپس کرنا مصالح کو واجب ہوگا اور اگر غلام مر گیا تو بائع کو اختیار ہی چاہے کفیل کو دینار واپس کرے یا درم ہکذا فی المحیط۔ اور اگر کفیل نے جید درمون کی کفالت کی اور نبہرہ ادا کیے تو مشتری سے جید لیگا اور اگر غلام استحقاق مین لیا گیا تو بائع یا مشتری سے نبہرہ لے سکتا ہی اور اگر نبہرہ کی کفالت کی اور جید ادا کیے تو نبہرہ لے سکتا ہی اور اگر غلام مین استحقاق ثابت ہوا تو بائع سے جید درم واپس لے سکتا ہی اور مشتری سے نبہرہ لے سکتا ہی اور مشتری بائع سے جید لیگا کذا فی الکافی۔ اور اگر غلام مین استحقاق ثابت نہوا ولیکن قبضہ سے پہلے غلام مشتری کے پاس مر گیا اور کفیل نے جسکا التزام کیا تھا اُس سے ناقص ادا کر چکا ہی تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی ولیکن مشتری سے ہزار درم نبہرہ لیگا اور اگر کفیل نے جسکا التزام کیا تھا اُس سے جید ادا کیے ہین پھر غلام بائع کے قبضہ مین مر گیا تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن کفیل مشتری سے وہ درم لے سکتا ہی جسکی اُسنے کفالت کی ہی اور مشتری بائع سے ویسے درم لیگا جو کفیل نے بائع کو دیے ہین یعنی جید درم لیگا اور اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے بلا کفالت ثمن ادا کر دے پس اُس شخص نے مامور بہ سے افضل درم ادا کیے تو مشتری سے ویسے ہی لے سکتا ہی جیسے ادا کرنے کے واسطے اُسنے حکم کیا ہی اور اگر مامور بہ سے ردی ادا کیے تو جیسے ادا کیے ہین ویسے ہی واپس لے سکتا ہی پس اگر غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو اُس شخص کو اختیار ہے چاہے مشتری کا پیچھا کرے یا بائع کا پیچھا کرے پس اگر بائع سے واپس کرنا چاہے تو ویسے ہی لے سکتا ہی جیسے اُسنے وصول کیے ہین اور اگر مشتری سے لینا چاہے تو مثل ادا کیے ہوے کے لیگا بشرطیکہ ادا کیے ہوے درم مامور بہ سے ردی ہون اور اگر جید ہون تو جیسے ادا کرنے کا حکم تھا ویسے واپس لے سکتا ہی پھر مشتری بائع سے ویسے لے سکتا ہی جیسے اُسنے مامور سے وصول کیے ہین۔ اور اگر غلام مین استحقاق ثابت نہوا بلکہ قبضہ سے پہلے مر گیا تو شخص مامور کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی ولیکن مشتری بائع سے جیسے مامور نے ادا کیے ہین ویسے واپس لیگا بشرطیکہ مامور بہ سے ردی ادا کیے ہون اور اگر جید ادا کیے ہین تو بائع سے ویسے واپس لے سکتا ہی جیسے ادا کرنے کا حکم کیا تھا یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے مشتری کے واسطے اس طرح ضمانت کی کہ اگر استحقاق ظاہر ہو تو مین ثمن کا ضامن ہون تو جائز ہی ولیکن جب مستحق نے حکم

قاضی مبیع مشتری سے لے لی تو کفیل سے اُسکو درم وصول کرنا اُسوقت ممکن ہوگا کہ جب بائع پر ثمن واپس کرنا واجب ہو جاوے اور بائع پر فسخ بیع پر ثمن واجب ہوگا اور فسخ اس طور سے ہوگا کہ مشتری بائع سے ثمن واپس طلب کرے پس قاضی دونون مین بیع فسخ کردیگا اور ثمن بائع پر واجب ہوگا اور اُسوقت مشتری کو خیار ہوگا چاہے بائع سے وصول کرے یا کفیل سے پس اگر کفیل سے لیا اور کفالت بلا حکم تھی تو کفیل بائع سے نہین لے سکتا ہے ولیکن بائع بعد استحقاق ظاہر ہوکر ڈگری ہو جانے کے اپنے بائع سے ثمن لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مدعی نے مدعا علیہ کو کوئی چیز دیدی اور گھر لے گیا پھر اُس شی مین جسمین دعوی واقع ہوا ہے استحقاق ظاہر ہوا تو دینے والا دی ہوئی چیز کو واپس نہین لے سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر دینارون کے حق سے درم پر صلح کرلی اور قبضہ کرلیا پھر اُسمین بعد جدائی کے استحقاق ظاہر ہوا تو دینار واپس لیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر سو درم سے اُسکے نصف پر صلح کرلی اور بدل لے لیا پھر بدل مین استحقاق ظاہر ہوا تو اُسکے مثل واپس لیوے اور تمام قرضہ اول واپس نہین لے سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر درمون سے ایک کر گیہون پر صلح کرلی تو جائز ہے پھر اگر کر مین استحقاق ثابت ہوا یا عیب پاکر اُسکو واپس کردیا تو اپنا اصل حق لے سکتا ہے یعنی درم جو اُسپر اصلی تھے واپس لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔

سولھوان باب دعوی غرور کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے کوئی باندی بطور فاسد یا جائز خریدی یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت سے اُسکا مالک ہوا پھر اُس شخص سے اُسکے چند اولاد ہوئین پھر اُسپر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کے نام باندی مع اولاد کی ڈگری ہو جائیگی مگر جبکہ یہ ثابت ہو کہ اُس شخص مستولد نے دھوکا کھایا اور اُسکے ثبوت کے واسطے خرید یا ہبہ وغیرہ کے گواہ ہونا ضرور ہین اور جب اُسنے گواہ قائم کیے تو مستولد کا دھوکا کھانا ثابت ہو جائیگا تو اُسوقت قاضی مستحق کے نام باندی اور بچہ کی قیمت اور باندی کے عقر کی ڈگری کریگا اور مشتری ہمارے نزدیک اُس شخص سے جسنے اُسکو مالک کیا ہے خواہ بائع ہو یا واہب ہو عقر واپس نہین لے سکتا ہے اور خرید کی صورت مین بچہ کی قیمت البتہ واپس لے سکتا ہے اور درصورت ہبہ واہب سے قطعاً واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور روز خصومت کی قیمت اولاد کی معتبر ہوگی اور جو اولاد روز خصومت سے پہلے مرگئی اُسکی قیمت کا مستولد بالکل ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور غرور اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص باندی خریدے یا بذریعہ ہبہ و وصیت وغیرہ اسباب ملک کے اُسکا مالک ہوا اور ام ولد بناوے پھر گواہون سے ظاہر ہو کہ یہ دوسرے کی ملک ہے تو ان مسئلون مین بچہ بقیمت آزاد ہوگا یہ کافی مین ہے۔ ایک باندی نے ایک شخص کے پاس آکر بیان کیا کہ مین آزاد ہون اُسنے اسی پر اُس سے نکاح کرلیا اور ایک بچہ ہوا پھر باندی کے مالک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے اور ڈگری ہوگئی تو بچہ کی ڈگری بھی مالک کے نام ہوگی ولیکن اگر شوہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ مین نے اس سے اسی بنا پر نکاح کیا تھا کہ یہ آزاد ہے تو ایسے گواہون سے اولاد کی سبب آزادی یعنی غرور ثابت ہوگا اور آزادی کی صورت مین اس کے مالک کی ڈگری ہونے کی کوئی راہ نہین ہے مگر باپ پر اُسکی قیمت اپنے مال سے فی الحال وقت حکم قاضی واقع ہونے کے واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور جو اولاد خطا سے قتل ہوئی اور باپ نے اُسکی دیت بحکم قاضی لے لی تو درصورت استحقاق روز قتل کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دیت مین سے کچھ نہین لیا ہے تو اُسپر بچہ کی قیمت کی ڈگری نہوگی اور اگر دیت مین سے بقدر قیمت لے لی تو قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اس مقتول لڑکے کا کوئی لڑکا ہو کہ اُسنے سب دیت و میراث باپ کے ساتھ لے لی اور دیت مین بقدر قیمت یا کم کچھ مال برآمد ہوا تو باپ پر اسی قدر کی ڈگری باپ کے مال سے لیجاویگی اور دیت اور ترکہ پسر مین سے قیمت کی ڈگری نہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر خود باپ نے قتل کیا تو اُس کی قیمت ڈانڈ دیگا کذا فی الہدایہ

اور اگر مستولد مرگیا اور اُسپر چند قرضے ہین تو مستحق بھی قرضخواہون مین شامل کیا جائیگا اور لڑکے کی ولاء باندی سے مولی کو نہ ملیگی اگرچہ آزادی اُسکے مولی کی طرف سے اعتبار کی گئی اسواسطے کہ آزادی مستحق کی طرف سے اعتبار کرنا صرف اسواسطے ہے کہ مستولد پر ضمانت واجب ہونا ممکن ہو مگر باقی احکام مین لڑکے کا حکم مثل آزادون کے ہے اور اسی سبب سے ہم نے کہا کہ مستولد سے مستحق کو قیمت ولد کی ضمان لینے کا اختیار ہے ولیکن اگر مستحق اس بچہ کا کوئی ذو رحم محرم ہو تو بسبب قرابت کے یہ اعتبار نہین ہوتا ہے بلکہ مستحق کی طرف سے بچہ آزاد ہوا لہذا ضمان نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باپ کے پاس اس امر کے گواہ ہون کہ مین نے باندی سے اس بنا پر نکاح کیا کہ یہ حرہ ہے اور مستحق سے علم پر قسم طلب کی تو مستحق سے قسم لیجاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو خبر دی کہ یہ عورت حرہ ہے اُسنے اسی بنا پر اُس سے نکاح کرلیا اور خبر دینے والے نے نکاح کرایا اور اولاد ہوئی پھر ایک شخص نے عورت پر اپنی باندی ہونیکا استحقاق ثابت کیا اور قاضی نے بچہ کو بقیمت آزاد کیا اور شوہر نے بشرط آزادی اُس سے نکاح کیا تھا تو مستولد بچہ کی قیمت خبر دینے والے سے پھیر لیگا اور اگر خبر دینے والے نے اُس سے نکاح نہین کرایا بلکہ عورت نے خود اُس سے نکاح کرلیا اس بنا پر کہ وہ حرہ ہے تو مستولد اُس باندی سے بعد آزاد ہونے کے بچہ کی قیمت لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص بکر کو ایک باندی نے دھوکا دیا کہ مین زید کی باندی ہون اسی پر زید سے بکر نے خرید لی اور ام ولد بنایا پھر عمرو نے استحقاق ثابت کرکے لے لی تو بکر اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت زید سے لیگا نہ باندی سے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرکے عمرو کے ہاتھ فروخت کردی اور عمرو سے اُسکے اولاد ہوئی پھر بکر نے استحقاق ثابت کرکے لے لی تو عمرو اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت اپنے بائع سے لے سکتا ہے اور دوسرا بائع اپنے بائع سے بچہ کی قیمت نہین لے سکتا ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اگر زید و عمرو نے ایک باندی خریدی پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کو ہبہ کردیا اور باندی کے اس سے اولاد ہوئی اور بکر نے استحقاق ثابت کرکے باندی لے لی اور اولاد کی قیمت لے لی تو جسنے ام ولد بنایا ہے وہ آدھا ثمن اور آدھی قیمت اولاد کی بائع سے پھیر لیگا اور ہبہ کرنیوالے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور واہب اپنے بائع سے آدھا ثمن لے سکتا ہے اور اولاد کی کچھ قیمت نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پس ایک شخص نے اسکا دعوی کیا اور باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر اپنے شریک کو دیدیا پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے باندی اور بچہ کی قیمت اور عقر لے لیا تو مستولد اپنے بائع سے آدھا ثمن اور آدھی قیمت اور شریک سے باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر واپس لیگا اور شریک سے اولاد کی قیمت مین کچھ نہین لے سکتا ہے اور شریک اپنے بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون نے ایک یتیم کے وصی سے ایک باندی خریدی اور ایک نے اسکو ام ولد بنایا پھر باندی استحقاق مین لے لیگئی تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور مستولد وصی سے بچہ کی قیمت آدھی لے لیگا اور آدھی باقی قیمت بچہ کی اپنے شریک سے نہین لے سکتا ہے اگرچہ باقی آدھے کو اُسنے شریک سے خریدا ہے پھر وصی مال ضمان کو یتیم سے لے لیگا اسیطرح اگر نابالغ کے باپ نے فروخت کیا ہو تو مال یتیم سے لے لینے مین دونون برابر ہین۔ اسیطرح اگر فروخت کرنیوالا وکیل یا مستبضع ہو تو اُس سے واپس کرسکتا ہے جسکے واسطے بیع قرار پائی ہے اسیطرح اگر بائع مضارب ہو اور باندی مین ربح نہو تو جو کچھ اسکو بچہ کی قیمت دینی پڑی ہے وہ رب المال سے لیگا اور اگر باندی کے فروخت مین نفع ہوا ہے تو رب المال نے بچہ کی قیمت مین بقدر راس المال اور رب المال کے حصہ نفع کے واپس کریگا یہ محیط مین ہے۔ ایک باندی ایک مرد سے بچہ جنی پھر اُسمین استحقاق ثابت ہوا پس وطی کرنیوالے نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی اور مستحق نے دونون کی تصدیق نہکی تو بچہ مستحق کا غلام قرار دیا جائیگا اگرچہ مستحق سے اس امر کی قسم لیجاویگی کہ واللہ

میں نہیں جانتا ہوں کہ اسنے باندی کو فلان شخص سے خریدا ہی اور اگر مستحق نے اقرار کیا اور بائع نے انکار کیا تو بچہ آزاد اور باپ پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر مستحق نے اقرار کیا ان دونوں نے اقرار کیا تو اسکے اقرار پر بچہ بلا قیمت آزاد ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی اگر مکاتب یا غلام نے مولی کی اجازت سے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا اُس سے اولاد ہوئی پھر عورت پر استحقاق ثابت ہوا اور مستحق کے نام اسکی ڈگری ہوگئی تو امام اعظم رح کے قول اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق بچہ غلام ہی اسی طرح اگر مکاتب نے اس باندی کی خرید میں دھوکا کھایا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کسی کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ کو کسی اجنبی سے خریدا اور اُس سے جماع کیا پس اُس سے بچہ پیدا ہوا تو مستولد پر بچہ کی قیمت اور عقر مدبرہ لے اور ام ولد کے مالک کو دینا واجب ہوگی اور مکاتبہ کو عقر اور بچہ کی قیمت دینا پڑیگی یہ محیط میں ہی۔ ایک مکاتبہ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا کہ میں آزاد ہوں اسی پر دوسرے شخص سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ مکاتبہ ہی تو امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق مستولد اُس مکاتبہ کیواسطے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ مکاتب یا غلام ماذون نے ایک باندی فروخت کی اور مشتری نے اُسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو مستولد بچہ کی قیمت بائع سے پھیر لیگا یہ مبسوط میں ہی۔ مورث نے اگر وارث کے ہاتھ باندی فروخت کی اُسنے ام ولد بنایا تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے وارث مورث سے بچہ کی قیمت لے سکتا ہی یعنی اگر مورث مرگیا تو وارث اُسکے مال سے ماسواے حصہ میراث کے یہ مال لے سکتا ہی اور جس شخص کیواسطے باندی کی وصیت کر دی وہ وصیت کرنے والے کے بائع سے ام ولد بنانے اور استحقاق ثابت ہونیکے بعد بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہی نہ بسبب عیب کے اسکو واپس کر سکتا ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر مریض نے اپنے مرض موت میں اقرار کیا کہ یہ باندی فلان شخص کی میرے پاس ودیعت ہی پھر وارث نے اُسکے مرنیکے بعد باندی سے وطی کی اور اُس سے بچہ ہوا حالانکہ وارث کو اقرار مورث کا علم ہی پھر باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو مستحق کے نام باندی اور بچہ دونوں کی ڈگری ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ ایک شخص کو ایک باندی باپ سے میراث ملی اُسنے ام ولد بنائی پھر اسمیں استحقاق ثابت ہوا تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا پھر ثمن اور بچہ کی قیمت مورث کے بائع سے واپس لیگا بخلاف موصی لہ کے کہ اگر اُسنے باندی کو ام ولد بنایا پھر اسمیں استحقاق ثابت ہوا تو وصیت کرنیوالے کے بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہی۔ ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا اور باندی چھوڑی اور اسکا ترکہ قرض میں ڈوبا ہوا ہی پھر بیٹے نے باندی سے وطی کی اُسکے بچہ ہوا تو باندی قرضہ میں فروخت کیجاویگی اور بیٹا باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت قرضخواہوں کو ڈانڈ بھریگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر کسی نے اگر گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہی تو اُسکے نام باندی و عقر و بچہ کی قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر قرضہ محیط نہو تو باندی کی قیمت اور اُسکے عقر کا ضامن ہوگا اور اُس سے قرضہ ادا کیا جائیگا اور باقی میراث رہیگا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ قرضہ باندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو اور اگر کم ہو تو بقدر قرض کے ضامن اور عقر کی ڈانڈ دیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک شخص نے غصب کی ہوئی باندی خریدی حالانکہ جانتا ہی کہ بائع غاصب ہی یا ایسی عورت سے نکاح کیا جو کہتی ہی کہ میں حرہ ہوں حالانکہ اسکو معلوم ہی کہ یہ جھوٹی ہی اور اُسکو ام ولد بنایا تو بچہ غلام ہوگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر باندی خریدی حالانکہ جانتا ہی کہ یہ باندی غیر کی ہی پس بائع نے کہا کہ اسکے مالک نے مجھے اسکے فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی یا وہ مرگیا اور مجھے وصی کر گیا ہی اس بنا پر اسکے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری نے اُسکو ام ولد بنایا پھر مالک نے حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا تو اسکو اختیار ہی کہ باندی کو اور بچہ کی قیمت کو لے لے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت واپس لیگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے اُس نے خرید دی اور موکل کے مال سے دام دیدیے اور موکل نے

اُسکو ام ولد بنایا پھر باندی میں استحقاق ثابت ہوا تو مستحق اس باندی کو اور بچہ کی قیمت اور باندی کا عقر موکل سے لیگا نہ وکیل سے اور موکل اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت بائع سے لیگا و لیکن اس باب میں بائع سے خصومت کرنا وکیل کے ذمہ ہے پس اگر بائع نے مستولد کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مستولد نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے میرے حکم سے یہ باندی اس سے خریدی اور میرے مال سے دام دیے ہیں تو مشتری بائع کی طرف سے دھوکہ کھانے والا شمار ہوگا اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت لے سکتا ہے اور وکیل ہی اس باب میں والی خصومت ہوگا۔ اور اگر مستولد کے گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ مستولد نے مشتری کو خریدنے کا حکم کیا تھا صرف یہ گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی کو فلان شخص کے واسطے اُسکے حکم سے خریدا ہے پس اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے خرید سے پہلے یا حالت خرید میں ایسا اقرار کیا کہ میں اسکو فلان شخص کے واسطے خریدتا ہوں تو مستولد بائع کی طرف سے دھوکا کھانیوالا شمار ہوگا اور اسکو بائع سے بچہ کی قیمت لینے کا اختیار ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے یہ اقرار خریدنے کے بعد کیا ہے تو مستولد بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیے اس نے ان درموں سے ایک باندی خریدی جو دو ہزار درم کے برابر کی ہے پس مضارب نے اسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو بچہ بقیمت آزاد ہے پھر مضارب اپنے دام بائع سے لیگا اور وہ ثمن مثل سابق کے مال مضاربت ہوگا اور بھی بائع سے بچہ کی چوتھائی قیمت لیگا اور وہ خاص مضارب کی ہوگی مضاربت کے مال میں نہوگی اور اگر باندی میں زیادتی نہو تو مستحق بچہ کو مع باندی کے لے لیگا اور مضارب سے اسکا نسب ثابت نہوگا۔ اور اگر رب المال نے خود اسکو ام ولد بنایا پس اگر باندی میں زیادتی نہو تو بچہ آزاد ہوگا اور رب المال پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت واپس لیگا اور اس باب میں خصومت کرنے والا مضارب ہوگا پس ثمن مال مضاربت میں داخل ہوگا اور بچہ کی قیمت رب المال کو ملیگی اور اگر باندی دو ہزار درم کے برابر ہو تو بائع سے ثمن چوتھائی بچہ کی قیمت میں سے لیجاویگی اور ثمن واپس لیا جائیگا کہ وہ مال مضاربت میں داخل ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کا حکم کیا اس نے اسکے واسطے خریدی پھر موکل نے اسکو ہبہ کر دی وہ اس سے ایک بچہ جنی پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا اور باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی گئی تو وطی کرنے والا بائع سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے کیونکہ وہ غیر کے واسطے خریدنے والا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے باندی خریدی اسکو آزاد کر کے دوسرے سے نکاح کر دیا اور شوہر کو خبر نہ دی کہ یہ آزاد ہے یا باندی ہے و لیکن شوہر کو اسکا خریدنا اور آزاد کرنا معلوم ہے پھر شوہر نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا تو شوہر پر واجب ہے کہ مستحق کو اسکا عقر اور بچہ کی قیمت ادا کرے پھر شوہر اس نکاح کر دینے والے سے بچہ کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک باندی خریدی اور ام ولد بنائی پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کیا پھر اس سے وطی کی اور بچہ ہوا پھر اسمین استحقاق پیدا ہوا اور مستحق نے باندی مع عقر اور دونوں بچوں کی قیمت لے لی تو مستولد بائع سے فقط پہلے بچہ کی قیمت واپس لیگا اور مستولد سے ایک ہی عقر لیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص پر مال کا دعوے کیا اُسنے ایک معین باندی دیکر صلح کر لی اور باندی پر مدعی نے قبضہ کر لیا اور اسکو ام ولد بنایا پھر ایک مستحق نے آکر باندی میں استحقاق ثابت کیا تو وہ باندی کو مع عقر اور بچہ کی وقت خصومت کی قیمت لے لیگا پھر اگر بچہ کی قیمت کی ڈگری ہونے سے پہلے بچہ مرگیا تو اسپر بچہ کی قیمت کی ڈگری نہوگی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر صلح بعد اقرار مدعا علیہ کے تھی تو جسقدر مال کا دعوے تھا وہ مال اور

جو بچہ ضمان دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت سب مدعا علیہ سے بھر لیگا اور اگر صلح انکار مدعا علیہ یا سکوت پر تھی تو فقط اپنے دعوے پر رجوع کرے پھر اگر اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اُس نے نکول کیا تو اپنا مال دعوی اور جو عقر اور دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت ... یہ بھر لیگا اور سب صورتوں میں عقر نہیں لے سکتا ہے اور اگر مال کا دعوے نہ کیا بلکہ نفس یا طرف میں قصاص کا دعوی کیا ہے پس مدعا علیہ نے ایک باندی دیکر صلح کی اُسنے ام ولد بنائی پھر اُس میں استحقاق پیدا ہوا پس اگر صلح بعد اقرار مدعا علیہ کے تھی تو باطل نہوگی ولیکن مدعا علیہ سے باندی کی قیمت اور جو عقر دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت واپس لیگا اور عقر واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر صلح بعد انکار مدعا علیہ یا سکوت پر تھی پھر اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے یا قسم لی اور مدعا علیہ نے نکول کیا تو اسوقت باندی کی قیمت اور جو بچہ کی قیمت تاوان دی ہے واپس لیگا پس اگر قسم لی اور اُسنے قسم کھالی تو کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک شخص کی مقبوضہ باندی کی نسبت دعوی کیا اُسنے ایک دوسری باندی دیکر انکار یا سکوت کے بعد صلح کر لی اور پھر ایک نے دونوں مدعی و مدعا علیہ سے اپنی باندی کو ام ولد بنایا پس جو باندی مدعی کے پاس تھی اُس میں استحقاق ثابت ہوا اور مستحق نے باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی تو مدعی اپنے دعوے کی جانب رجوع کرے اور بچہ کی قیمت فی الحال نہیں لے سکتا ہے ولیکن اگر اپنے حق پر گواہ قائم کیے تو اُسوقت اُس باندی کی قیمت جسپر دعوے کیا تھا اور بچہ کی قیمت دونوں لے لیگا اور اگر وہ باندی جو مدعا علیہ کے پاس ہے استحقاق ثابت کرکے لے لی گئی اور مستحق نے وہ باندی مع عقر اور بچہ کی قیمت کے لے لی تو مدعا علیہ دوسری باندی کی قیمت مدعی سے بھر لے اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ مدعی مدعا علیہ سے دوسری باندی لیگا وہی باندی ہے جسمیں دعوی واقع ہوا ہے پھر ہر ایک نے اپنی اپنی باندی کو ام ولد بنایا پھر ایک باندی استحقاق ثابت کرکے لے لی گئی تو جسپر استحقاق ثابت ہوا وہ دوسرے سے اُس باندی کی قیمت جو اُس سے لی گئی اور بچہ کی اسقدر قیمت جو مستحق کو تاوان بھر دیا ہے واپس کرلے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مستولد سے نسب ثابت ہونے اور بچہ بقیمت آزاد ہونے میں مغرور اور مفتر دونوں کی اولاد برابر ہے فرق اس امر میں ہے کہ ولد مغرور اپنے مالک کرنے والے سے قیمت بچہ کی واپس لیگا جو اُسنے مستحق کو دی ہے اور ولد مفتر کی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اہل ذمہ و اہل اسلام باب غرور میں ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی المحیط

سترھواں باب متفرقات کے بیان میں۔ اگر کسی پر بیٹے ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ نہ کہا کہ میرے فراش سے پیدا ہوا ہے تو یہ دعوی صحیح ہے اگر گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی اور بیٹے ہونے کی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط میں ہے زید کی مقبوضہ چیز پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہے قابض نے اُسپر اپنا قبضہ ناحق پیدا کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ دعوی غصب نہیں ہے اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے میرے قبضہ میں تھی اور قابض نے ناحق اُسپر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے قبضہ میں رہی یہانتک کہ مدعا علیہ نے ناحق اُسپر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو یہ قابض پر دعوی غصب ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ باندی کی آزادی اور تین طلاق اور طلاق بائن واقع ہونے کا اگر قاضی حکم لگا دے تو اُسکے حکم صحیح ہونے کے واسطے انکا دعوی ہونا شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ معروف و مشہور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ طلاق رجعی کے حکم کے واسطے بھی دعوی شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر مدعی نے دو مالوں کا دعوی کیا ایک کو جیسا بیان کرنا چاہیے بیان کیا اور دوسرے کو نہ بیان کیا اور گواہوں نے ایسے ہی گواہی دی تو دونوں مالوں کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے صرف مال معلوم کی گواہی دی تو صحیح ہے

یہ جواہر الفتاوی میں ہے- زید کے مقبوضہ گدھے پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہے کیونکہ میں نے اسکو فلان شخص سے اسقدر دامون کو خریدا ہے اور تیرے قبضہ میں ناحق ہے پس تجھپر واجب ہے کہ مجھے سپرد کر دے تو ایسا دعوی مسموع نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے- خلف بن ایوب رحمہ کہتے ہیں کہ میں نے شداد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مرگیا اور دو سو درم چھوڑے پس ایک شخص زید نے میت پر سو درم کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی پھر دوسرا شخص عمرو آیا اور اُسنے بھی میت پر سو درم کا دعوی کیا اور وارثون نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں پس زید نے اس دوسرے یعنی عمرو کے واسطے مال کا اقرار کیا تو شداد نے فرمایا کہ جسقدر زید نے وصول کیا ہے وہ دونون میں برابر تقسیم ہوگا خلف کہتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہ مسئلہ کتابون مین مسطور ہے یہ محیط میں ہے- زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ میں نے تجھپر فلان زمین کا دعوی کیا تھا اسمین میرے تیرے درمیان باہمی صلح شرعی واقع ہوئی ہے اور صلح صحیح کے گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے صلح فاسد واقع ہونیکے گواہ دیے تو صلح صحیح کے گواہ مقبول ہونگے یہ جواہر الفتاوی میں ہے- ایک شخص مرگیا اور تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑے کہ اُنکے سوائے اسکا کچھ مال نہیں ہے اور ایک بیٹا چھوڑا کہ اُسکے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے پھر ایک شخص زید نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے لیے اس سالم نام غلام کی وصیت کی ہے اور وارث نے انکار کیا اور کہا کہ فقط اس دوسرے شخص عمرو کے نام اس بدھو غلام کی وصیت کی ہے اور عمرو نے اُسکی تصدیق کی تو قاضی زید کے نام سالم غلام کی ڈگری کریگا اور عمرو کے نام کچھ بھی ڈگری نکریگا اور اگر وارث نے سالم کو بعوض بدھو کے خریدا تو جائز ہے اسی طرح اگر ہزار درم کو خریدا ہے تو بھی جائز ہے ولیکن پہلی صورت میں وارث بدھو کی قیمت عمرو کو ڈانڈ بھریگا اور دوسری صورت میں حکم کیا جائیگا کہ بدھو کو عمرو کے سپرد کر دے- ایک شخص مرگیا اور ایک غلام ہزار درم کی قیمت کا چھوڑا کہ اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر وارث نے اقرار کیا کہ میت نے فلان شخص زید کے واسطے اس غلام کی وصیت کی ہے اور میں نے اُسکے مرنے کے بعد اُسکی وصیت کو جائز رکھا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے میت پر ہزار درم قرض ہیں اور وارث نے انکار کیا تو قاضی اُس غلام کو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے قرض ادا کریگا پھر اگر وارث نے وہ غلام خریدا یا ہبہ یا وصیت یا میراث سے اُسکی ملک میں آیا اور زید نے چاہا کہ موافق اقرار وارث کے میں اس سے لے لون تو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ قرض کے گواہ سب غلام تھے تو قاضی بیع کو باطل نکریگا بلکہ موصی لہ کو دام دیدیگا اور اگر قرضخواہ دام وصول کرنے کے بعد مرگیا اور بیٹے میت کا وارث اسکا بھی وارث ہوا پس اگر بعینہ انھین ہزار درم کا وارث ہوا تو مقر لہ اُس سے لے سکتا ہے اور اگر کسی اور مال کا سوائے ان ہزار درم کے وارث ہوا تو اسمین سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقر لہ کو دام دیدیے جاوین اور اگر میت کا وارث اُسکا وارث نہوا ولیکن قرضخواہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ یہ ہزار درم بعینہ وارث مقر کو دیے جاوین تو وارث مقر پر واجب ہوگا کہ مقر لہ کو دیدے اور اگر سوائے ان ہزار درم کے کسی اور مال کی وصیت کی تو اسمین سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقر لہ کو دلائے جاوینگے- اور اگر انمین سے کوئی بات نہوئی ولیکن قرضخواہ نے بعینہ یہی ہزار درم یا دوسرے ہزار درم مقر وارث کو ہبہ کر دیے پس اگر ہبہ حالت مرض میں اُسنے کیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو وصیت میں مذکور ہوا اور اگر حالت صحت میں اُسنے ہبہ کیا پس اگر بعینہ یہی ہزار درم ہبہ کیے تو مقر لہ کو دلوائے جاوینگے اور اگر دوسرے ہزار درم ہیں تو نہ دلوائے جاوینگے- اور اگر قاضی نے یہ غلام کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ قرضخواہ کو دیکر کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ بعوض تیرے قرضہ کے بیع ہے یا میں نے اسکو بعوض تیرے قرضہ کے تیرا کر دیا اور قرضخواہ [illegible] سے لیا پھر وارث نے اسکو خریدا یا ہبہ یا صدقہ میں پایا تو زید کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے

اور اگر قاضی نے قرضخواہ کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ یون دیا کہ یہ غلام تیرے قرضہ سے صلح مین دیا اور اُسکے سپرد کردیا پھر کبھی وہ غلام وارث کی ملک مین آیا تو مقرلہ کو دلوایا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑے پھر وارث نے زید کے واسطے کسی خاص غلام کی وصیت ہونیکا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس دوسرے غلام کی وصیت اس عمرو کے نام کی ہی اور وارث نے انکار کیا پس زید نے اپنے غلام کو آزاد کردیا پس اگر گواہون کی گواہی پر حکم ہونے سے پہلے آزاد کیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جائیگا پھر اگر عمرو کے گواہون کی گواہی پر عمرو کے نام ڈگری ہوگئی تو زید اپنے غلام کی قیمت وارث کو ڈانڈ بھریگا اور اگر زید نے گواہون کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد آزاد کیا تو آزادی نافذ نہ ہوگی۔ پھر اگر وارث کبھی اس غلام کا جسکی عمرو کے نام ڈگری ہوئی ہو مالک ہوا تو جس غلام کا زید کے واسطے اقرار کیا ہی وہ اُسکو دلایا جائیگا اور اُسکی آزادی نافذ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص مرگیا اور دو بیٹے اور دو دار چھوڑے پس ایک شخص نے ایک دار کی نسبت یہ دعوی کیا کہ ان دونون کے باپ نے مجھسے غصب کر لیا ہی اور دونون سے قسم لی پس ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے نکول کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعی کے نام آدھے دار کی ڈگری ہوگی بقدر حصہ اُس بیٹے کے جسنے قسم سے نکول کیا ہی اور مدعی دوسرے دار مین سے بھی نکول کرنے والے کا آدھا حصہ فروخت کرکے لے لیگا پس گویا کل دار اُسکو ملا جسکا اُسنے دعوے کیا تھا۔ اور اگر مدعی نے غصب کا دعوی نہ کیا بلکہ صرف یہ دعوی کیا کہ یہ دار میرا ہی تو مدعی کو نکول کرنیوالے کا دوسرے گھر کا حصہ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی۔ امام رح سے روایت ہی کہ اگر گھر وارثون کے قبضہ مین ہو اور ایک اُنمین سے غائب ہی پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین نے غائب کا حصہ غائب سے خریدا ہی اور اسپر گواہ پیش کیے پس اگر باقی وارث حصہ غائب کا اقرار کرتے ہون تو گواہ مقبول نہونگے اور اگر منکر ہون تو مقبول ہونگے اور خرید غائب پر ثابت ہو جائیگی حتی کہ اگر غائب حاضر ہوا اور انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی پھر مشتری غائب ہوگیا اور معلوم نہوا کہ وہ کہان ہی پس قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ باندی فروخت کرکے میرا ثمن ادا کیا جاوے تو بدون گواہ قائم کرنے کے قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا پس اگر اسپر گواہ قائم کیے تو مذکور ہی کہ قاضی باندی کو فروخت کریگا اور بیع مشتری کے نام واقع ہوگی اور بائع کو دام ادا کرکے اُس سے ایک ثقہ کفیل لے لیگا پھر اگر ان درمون مین ثمن سے کمی پڑی تو مشتری پر رہی اور اگر زیادتی ہوئی تو مشتری کے واسطے رہی پھر اس مسئلہ کو باندی کے حق مین اسیطرح بیان کیا ہی گھر کے حق مین اسطرح بیان نہین کیا اور واجب ہی کہ اگر بجاے باندی کے گھر فرض کیا جاوے تو یون کہا جاوے کہ قاضی تعرض نہ کریگا اور گھر کو فروخت نہ کریگا۔ اور اگر مشتری کا مکان اور اُسکی جگہ معلوم ہو تو قاضی کو باندی فروخت کرنے کا اختیار نہین ہی اگرچہ بائع اپنی درخواست پر گواہ قائم کرے۔ اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہی کہ مشتری جب آیا تو اُسنے اقرار کیا اور اگر اُسنے انکار کیا تو بائع کو دوبارہ مشتری پر خریدنے کے گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو کے ایک مقبوضہ گھر پر دعوی کیا کہ میری ملک ہی میرے باپ نے تیرے پاس رہن کیا تھا اُسنے انکار کیا پس گواہون نے گواہی دی کہ یہ ملک زید کی ہی عمرو کے پاس ناحق ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور عمرو کا قبضہ ناحق ہو جائیگا کیونکہ اُسنے رہن سے انکار کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ گھر میری ملک ہی میرے تیرے باپ فلان بن فلان کے پاس اسقدر پر رہن کیا تھا پھر تیرا باپ مرگیا اور تیرے قبضہ مین چھوڑ گیا پس تجھپر واجب ہی کہ رہن

قرض مجھسے وصول کرلے اور گھر میرے سپرد کردے پس عمرو نے انکار کیا اور زید کے گواہون نے اُسکے دعوے کے موافق گواہی دی ولیکن اسقدر زیادہ کیا کہ آج کے روز اس مدعی کی ملک اور اسکا حق ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی اور اسکے قبضہ مین ناحق ہی تو اُسکا دعوی صحیح ہی اگرچہ اپنے دعوی مین یہ بیان نکیا کہ جبدن قابض نے مجھسے لی ہی اُسدن میری ملک تھی۔ اور اگر یون دعوی کیا کہ اسنے مجھسے یہ باندی غصب کرلی تو دعوی صحیح ہی اگرچہ بیان نہ کیا کہ میری ملک ہی اور اگر گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے غصب کرلی ہی تو قاضی قابض کو حکم دیگا کہ مدعی کے سپرد کردے اور مدعی کی ملک کی ڈگری نکریگا یہ محیط مین ہی۔ زید کے قبضہ مین ایک گھر ہی اس گھر کو عمرو نے زید کے سوا دوسرے سے بعوض ایک غلام کے خریدا اور غلام اُسکے سپرد کردیا پھر عمرو نے قابض سے گھر کی نسبت جھگڑا کیا اور اس سے بطور ہبہ یا صدقہ یا خرید یا ودیعت یا غصب یا اسکے مثل کے لیلیا تو اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہی پھر اگر قابض آیا اور مشتری سے وہ گھر واپس لیا مثلاً مشتری کے پاس بسبب غصب یا ودیعت کے تھا اُسنے واپس لیا تو مشتری بائع سے غلام واپس لیگا اور اگر بجاے گھر کے باندی ہو اور اسکو بعوض غلام کے خریدا اور وہ باندی مشتری کے پاس ان اسباب مین سے کسی سبب سے پہونچ گئی اور اُسکے پاس ہلاک ہوگئی تو اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہی مگر ایک صورت مین وہ یہ ہی کہ باندی اگر مشتری کے پاس غصب ہو اور قابض نے آکر بحکم غصب اُس سے قیمت کی ضمان لی تو وہ بائع سے غلام واپس لے سکتا ہی اسی طرح اگر باندی مشتری کے پاس بطور غصب کے ہو اور وہ بھاگ گئی پس قابض آیا اور مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لی تو مشتری بائع سے غلام واپس لیگا پھر اگر وہ باندی بھاگنے سے لوٹ آئی تو غاصب کی ملک مین عود کریگی اور وہ مشتری ہی ہمارے مذہب سے معلوم ہوا ہی اور وہ غلام خریدار باندی کے سپرد کیا جاویگا یا باندی کے بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک گھر بعوض ایک غلام کے خریدا اور گھر عمرو کے سوا دوسرے کے قبضہ مین ہی یعنی مثلاً بکر کے قبضہ مین ہی اور بکر مدعی ہی کہ یہ گھر میرا ہی پس زید نے بکر سے خصومت کی مگر اُسکے نام کچھ ڈگری نہوئی اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ ہم دونون مین بیع فسخ کردیجاوے تو قاضی منظور کریگا پس اگر قاضی نے عقد فسخ کردیا اور بائع کو حکم دیا کہ مشتری کو غلام واپس کردے پھر کسی سبب سے وہ گھر مشتری کے ہاتھ آگیا تو فسخ بیع اپنے حال پر باقی رہا یعنی ٹوٹ چکا بیانکہ مشتری کو یہ حکم نکیا جائیگا کہ غلام بائع کو واپس دے اور یا یہ حکم دیا جائیگا کہ یہ گھر بائع کے سپرد کرے یا نہین پس دیکھنا چاہیے کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے صریح اقرار کیا کہ یہ بائع کا ہی تو حکم دیا جائیگا اور اگر صریح اقرار نہین کیا تو اس مقام پر مذکور ہی کہ یہ حکم نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک زمین زید کے قبضہ مین ہی پس عمرو نے دعوی کیا کہ یہ زمین بکر کی طرف سے مصرف معلوم پر وقف ہی اور مین اُسکا متولی ہون اور شرائط ذکر کرکے گواہون سے ثابت کیا اور قاضی نے وقف ہونے کا حکم دیدیا پھر خالد نے آکر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ملک و حق ہی تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ شیخ نجم الدین نسفی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میری ملک نہین ہی بلکہ یہ فلان مصرف پر وقف ہی اور مین اُسکا متولی ہون پس قاضی نے مدعا علیہ سے اُسکے قول پر گواہ طلب کیے اور اُس سے اُسکے قول پر گواہ لانے ممکن نہوئے پس قاضی نے مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ زمین مدعی کے سپرد کردے تاکہ [illegible] اپنے [illegible] پر گواہ لاوے یہ مدعی کے قبضہ مین رہے پس آیا یہ ٹھیک ہی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ [illegible] قاضی [illegible] مدعا علیہ [illegible] اُسکے مقبول پر گواہ طلب کرے [illegible] مدعا علیہ کو حکم دے کہ یہ زمین مدعی [illegible] سپرد [illegible]

کر دے صرف مدعی کو حکم کرے کہ مدعا علیہ پر اپنی ملک کے دعوی کے گواہ قائم کرے اور ایسے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ زید کے قبضہ میں ایک مکان ہے اسپر عمرو نے دعوی کیا کہ میرا ہے میں نے اسکو قابض سے ہزار درم میں خریدا ہے اور بکر نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو عمرو سے ہزار درم کو خریدا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو گھر قابض کا قرار دیا جائیگا اور اگر دونوں نے اس مقولہ سے انکار کیا اور دو گواہوں نے انکے ایسے اقرار کی گواہی دی اور دونوں گھر کا دعوے کرتے ہیں ہر ایک اپنی ملک کا مدعی ہے اس مقولہ سے منکر ہے جسکی گواہوں نے گواہی دی تو گھر کی ڈگری متکلم اول کے نام یعنی مدعی غیر قابض کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ہشام رح فرماتے ہیں کہ امام محمد رح سے میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص زید کے قبضہ میں ایک گھوڑی ہے اسپر عمرو نے دعوی کیا اور زید کو قاضی کے پاس لایا پس زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ گھوڑی اس مدعی سے خریدا ہے اور دعوی کیا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہیں تو کیا زید سے اس اقرار کی وجہ سے کہا جائیگا کہ گھوڑی مدعی کے سپرد کر دے پس امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس کی رو سے کہا جائیگا کہ ہاں ولیکن استحسانا میں زید کے قبضہ میں چھوڑ دونگا اور کفیل اس سے لے لونگا اور تین روز کی مہلت دونگا پس اگر اپنے گواہ لایا تو خیر ورنہ اسپر ڈگری کر دونگا یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ طیلسان جو تیرے اوپر پڑی ہے میں نے تیرے ہاتھ اسقدر داموں کو بیچی ہے اور عمرو نے انکار کیا اور کہا کہ یہ میری طیلسان ہے میں نے تجھے ودیعت رکھنے کو دی تھی تو نے مجھے واپس کر دی تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور طیلسان زید کو واپس دیجائیگی اور پہلے مدعا علیہ سے قسم شروع کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح کو لکھا کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام پر دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام بکر بن خالد غائب کا ہے اور اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ زید کا ہے اور عمرو اس دعوی سے منکر ہے اور اپنی ملک کا دعوی کرتا ہے اور زید کہتا ہے کہ گواہوں نے سچ کہا اور درحقیقت بکر نے میرے واسطے اقرار کیا تھا ولیکن میں اور وجہ سے ہبہ یا صدقہ یا خرید سے اسکا مالک ہوا ہوں تو امام محمد رح نے جواب دیا کہ اس سے اسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا جبتک کہ ہبہ یا صدقہ یا خرید بثمن معلوم کے گواہ قائم نکرے اور اگر ایسے گواہ قائم کیے تو قاضی نقد دام لیکر اسکے نام غلام کی ڈگری کر دیگا اسیطرح اگر زید نے کہا کہ گواہوں نے سچ بیان کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور ہبہ وخرید کا دعوی نکیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مقر حاضر ہوا اور غلام اسکے قبضہ میں ہو پس مدعی نے کہا کہ یہ غلام اسی شخص کا تھا جسکے قبضہ میں ہے اور اسنے غلام کا میرے واسطے اقرار کیا اور قابض نے کہا کہ اسنے سچ کہا تو اس سے مقر لہ کو کچھ استحقاق حاصل نہوگا جبتک کہ اقرار کرنے والا ہبہ وقبضہ وغیرہ کا اقرار نکرے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعوی کیا کہ تو نے میرے ہاتھ ہزار درم کو یہ غلام فروخت کیا اور میں نے تجھے دام دا کر دیے تھے پس مدعا علیہ نے بیع سے اور دام وصول کرنے سے انکار کیا پس مدعی کی طرف سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ اسنے اسکے ہاتھ فروخت کیا اور اسکے دام وصول کر لیے اور کہا کہ ہم غلام کو نہیں پہچانتے ہیں ولیکن ہم سے بائع نے کہا تھا کہ یہ میرا غلام ہے اور دو گواہوں نے دوسری گواہی دی کہ اس غلام کا نام مرزوق ہے یا جو کہ بائع نے اقرار کیا کہ اسکا نام مرزوق ہے تو ایسی گواہی سے بیع تمام ہوگی اور بائع سے قسم لیجاویگی اگر اسنے قسم کھالی تو دام واپس کرے اور اگر نکول کیا تو بیع لازم ہوگی اور اگر دو گواہوں نے یوں گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام مرزوق فروخت کیا اور مرزوق کے ساتھ کوئی کام یا صناعت یا حلیہ یا عیب ایسا ذکر کیا جس سے اسکی شناخت ہو سکتی ہے اور وہ اس غلام سے مقابلہ کرنے میں موافق نکلا تو فرمایا کہ یہ گواہی اور پہلی دونوں قیاسا یکساں ہیں ولیکن استحسانا میں کہتا ہوں کہ اگر کسی معروف شناخت کی چیز کی طرف نسبت کی تو بیع جائز ہے اور یہی حکم باندی میں ہے کذا فی الحاوی

قاضی خان۔ اور اگر کسی معین غلام کی نسبت اقرار کرنے کی گواہی دی اور اُسکا نام لیا اور وصف بیان کیا اور کہا کہ ہمکو اُسنے اُس دن دکھا دیا تھا اور نام بتا دیا تھا ولیکن ہم اُسکو آج کے روز بعینہ نہیں پہچانتے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اس جہت سے کہ دونوں اسکی شناخت پر گواہ ہوئے پھر اپنی گواہی بھول گئے یہ محیط میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اسنے یہ گھر مجھے صدقہ میں دیا اور میں نے قبضہ کر لیا یا میں نے اسکو ہزار درم کو عمرو سے خرید کر کے قبضہ کیا یا عمرو نے مجھے بعوض ہزار درم کے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا اور عمرو نے اس سے انکار کیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو قابض نے اقرار کیا کہ یہ گھر اس مدعی زید کا ہے تو فرمایا کہ اس گواہی کو قبول کر کے گھر مدعی کا قرار دونگا پھر اگر مدعا علیہ نے ثمن یا عوض کا جسکا زید نے اُسکے دینے اقرار کیا ہے دعویٰ کیا تو اُسکو دینا پڑیگا اور اگر یہ دعویٰ نہ کیا تو مدعا علیہ کا اسمین کچھ حق نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ زمین جسپر دعویٰ ہوا ہے میرے قبضہ میں نہیں ہے اور مدعی نے اس سے قبضہ کی قسم لینی چاہی تو اُسکو اختیار ہے تاکہ اقرار سے قبضہ ثابت ہو پھر جب قبضہ کا اقرار کیا تو قاضی یوں قسم لیگا کہ واللہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہیں ہے تاکہ ملک کا مقر قرار پاوے اور جب ملک کا اقرار کیا تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ اس زمین سے تعرض نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے عمرو سے یہ گھر یا قریہ یا زمین خریدی اور حدود بیان نہ کیے پس مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے اسکا اقرار کر دیا اور حدود پر دونوں متفق ہوئے تو قاضی مدعا علیہ پر بسبب اُسکے اقرار کے اسکی ڈگری کر دیگا۔ اور اگر مدعا علیہ نے خرید کا اقرار کیا مگر حدود میں دونوں نے اختلاف کیا مدعی نے کہا کہ یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ کے حدود سے اسمین کمی آتی ہے بہ نسبت حدود مدعی کے اور مشتری کے پاس شناخت حدود کے گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھاوے اور باہم واپس کر لیں اسی طرح اگر دو گواہوں نے اُنکے خریدنے کے اقرار کرنے پر گواہی دی اور حدود بیان نہ کیے پس اگر دونوں کے حدود پر اتفاق کیا تو یہ گواہی دونوں پر نافذ ہوگی اور اگر اختلاف کیا اور مشتری کے پاس حدود کے پہچاننے والے گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھاوین اور بیع توڑ دیں اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو قاضی دونوں کے درمیان بیع نہ توڑیگا یہانتک کہ دریافت کرے پھر اگر مشتری نے انکار کیا تو بیع کو انہی حدود سے لیوے جو بائع نے بیان کیے ہیں اور بائع کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے نقض بیع کی درخواست کی تو قاضی کچھ انتظار کریگا اگر مشتری کو کوئی ایسی حجت دستیاب ہوئی جس سے اُسکا دعویٰ ثابت ہو تو خیر ورنہ بیع توڑ دیگا۔ اور اگر مشتری نے بیعنامہ کوئی بائع کے نام اپنے حقوق کا تحریر کیا ہوا پیش کیا اور اسمیں حدود مذکور ہیں اور گواہوں نے اس خرید پر دونوں کے اقرار کرنے کی گواہی دی تو قاضی بائع کے ذمہ اسکو لازم کر کے اس سے مواخذہ کریگا کہ یہ مشتری کے سپرد کرے پھر اگر حدود میں دونوں نے اختلاف کیا تو باہم قسم کھاوین اور بیع توڑ دین ولیکن اگر مشتری نے حدود کے گواہ پیش کیے انھوں نے موافق دعویٰ مشتری کے گواہی دی تو قاضی بیع لازم کر کے بائع پر لازم کریگا کہ بیع موافق دعویٰ مدعی کے اُسکے سپرد کرے کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ زید نے عمرو پر اُسکے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دار اس سے ایک مہینہ پہلے خریدا ہے اور عمرو نے انکار کیا پس مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرا تھا ولیکن تین مہینہ ہوئے کہ میں نے اپنی عورت کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا اور عمرو کی جورو نے اسکی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے عمرو سے تین مہینہ ہوئے کہ یہ دار خریدا ہے اور مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے حالانکہ ہنوز مدعی کے نام ڈگری نہیں ہوئی تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے اور اگر شوہر یعنی مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور عورت کے نام دار کی ڈگری ہو جائیگی اگرچہ شوہر نے عورت کے واسطے اقرار کیا ہے یہ محیط میں ہے

ایک شخص نے زمین خریدی کا دعویٰ کیا اور حدود بیان نہ کیے

فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ زید کے قبضہ میں نصف دار ہے عمرو نے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ سب دار وقف کیا ہے اور وقف کرنے کے دن یہ سب میرا تھا اور گواہوں نے عمرو کے تمام دار وقف کرنے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنے لڑکے کا ایک عورت سے نکاح کیا اور گھر کے ایک منزل کا اسکے نام مہر مقرر کیا اور عورت کے ہاتھ اسکو بطور بیع صحیح کے فروخت کیا پھر یہ شخص مرگیا اور اسکے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ نے یہ منزل فلاں شخص کے ہاتھ اس عورت کے نام تسمیہ کرنے سے پہلے فروخت کردی ہے تو وارثوں کی تصدیق نہ کیجائیگی اور منزل اسی عورت کی ہے ولیکن اس شخص کو چاہیے کہ اپنے گواہ قائم کرے کہ میں نے اس عورت کے خریدنے سے پہلے اسکو خریدا ہے اور اس باب میں وارثوں کی گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک بالغہ عورت کے باپ نے اسکا نکاح کردیا اور شوہر مرگیا اُسنے میراث کا دعویٰ کیا پس اگر کہا کہ میں نے اپنے باپ کو اپنے نکاح کا حکم دیا تھا تو نکاح ثابت اور وارث ہوگی اور اگر کہا کہ حکم نہیں کیا تھا ولیکن جب مجھے نکاح کی خبر پہونچی تو میں نے اجازت دیدی تو اسپر گواہ لانے واجب ہونگے اور یہی حکم بیع میں ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شہر کے قاضی شیخ الاسلام عمرو نے میرے نام اس عمرو پر ہزار درم کی ڈگری کی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس قاضی نے عمرو کے نام ان ہزار درم سے بریت کی ڈگری کی ہے تو قاضی حاکم عمرو کے گواہوں پر حکم دیگا مدعی کے گواہوں پر نہ دیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک مرد کی منزل میں وہ مرد و عورت دونوں رہتے ہیں مرد اس سے وطی کرتا ہے اور عورت کے اس سے اولاد ہے پھر عورت نے انکار کیا کہ میں اسکی جورو نہیں ہوں تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ اسی مرد سے ہے تو یہ اُسکی جورو ہے اور اگر کوئی اولاد نہو تو عورت کا قول مقبول ہوگا اگرچہ مرد کے ساتھ اس حالت سے رہتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو پر نصف دار کا جو اُسکے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اسکے نام یہ ڈگری کردی اور اس مدعی کے دو بھائی ہیں ہر ایک بعد اسکے دعویٰ کرتا ہے کہ یہ نصف دار میرا ہے پس اگر مدعی نے اسپر قبضہ کرلیا ہے تو ان دونوں بھائیوں کے نام آدھے آدھے کی ڈگری اُسکی کردیجائیگی اور اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو تینوں کو تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اسپر ہزار درم قرض ہیں اور اسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے بیٹے نے بھی اسی عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اسپر ہزار درم ایک باندی کا ثمن ہیں جو اسکے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسپر گواہ پیش کیے اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ باپ کے اسپر سوائے ہزار درم کے زیادہ نہیں ہیں تو ہر ایک کیواسطے پانسو درم کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے پانسو درم وصول کرلیے تو اسمیں دوسرا شریک ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ قرض کی وجہ سے جو شخص قید ہے اگر اُسنے گواہ قائم کیے کہ میں مفلس ہوں اور رب الدین نے گواہ دیے کہ یہ مالدار ہے تو قاضی قرضخواہ کے گواہ مقبول کریگا اگرچہ اُسکی مقدار مال بیان نہ کی ہو یہانتک کہ قرضخواہ کے گواہوں پر اسکو برابر قید میں رہنے دیگا کذا فی المحیط

کتاب الاقرار

اس کتاب میں چند ابواب ہیں

باب اول اقرار کے شرعی معنی اور رکن اور شرط جواز و اُسکے حکم کے بیان میں۔ غیر کے حق کے اپنے اوپر ثابت ہونیکی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں کذا فی الکافی۔ اقرار کا رکن مثلاً یوں کہنا کہ زید کے مجھپر اسقدر درم ہیں یا مثل اسکے بیان کرے کیونکہ اس سے حق کا ظہور یا انکشاف ہوتا ہے پس خبر دینا ہی ہے اسمیں جائز نہیں ہے مثلاً کسی نے کہا کہ زید کا مجھپر اسقدر دین یا یہ عین ہے بشرطیکہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو خیار باطل ہوگا اگرچہ مقر لہ یعنی زید مثلاً اسکی تصدیق کرے اور مال لازم ہوگا یہ محیط

سرخسی مین ہی شرط اقرار مین سے عقل و بلوغ بلا خلاف شرط ہین ولیکن آزاد ہونا پس بعض چیزون کے اقرار مین شرط ہی بعض
مین نہین کذا فی النہایہ پس اگر غلام مجور نے مال کا اقرار کیا تو یہ اقرار مولی کے حق مین نافذ نہوگا اور اگر قصاص کا اقرار کیا تو صحیح
ہی کذا فی محیط السرخسی اور مال کا اقرار صحیح تو ہی مگر اُسکا نفاذ اُسوقت ہوگا کہ جب یہ غلام آزاد ہوجاوے۔ اور غلام ماذون کا اقرار
اُن چیزون مین جو اسباب تجارت مین سے نہین ہین متاخر ہوگا یعنی بعد عتق کے اُسکا نفاذ ہوگا مثلاً اُسنے عورت سے
بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا اور اُس سے وطی کی اور مہر کا اقرار کیا یا کسی ایسے جرم کا جسکے عوض مال لازم آتا ہی اقرار کیا
تو یہ اقرار بالفعل لازم نہوگا بخلاف حدود و قصاص کے اقرار کے کہ بالفعل لازم ہوگا کذا فی التبیین۔ اور اسی طرح بلوغ خود
ورضامندی ہونا شرط ہی حتی کہ جسپر زبردستی کی گئی اُسکا اقرار صحیح نہین ہی کذا فی النہایہ۔ و مست نشہ کا اقرار اگر بطریق ممنوع
ہو تو صحیح ہی سوائے حد زنا و شراب خواری کے کہ رجوع کرنا قبول نہوگا اور اگر بطریق مباح ہو تو صحیح نہین ہی کذا فی البحر الرائق
وعلی الخصوص اقرار کے جائز ہونے کی شرط یہ ہی کہ مقر بہ یعنی جس چیز کا اقرار کیا ہی وہ ایسی ہو کہ مقر لہ کو اُسکا سپرد کر دینا واجب ہو
خواہ بعینہ اُسکا سپرد کرنا مثلاً اپنے قبضہ کی کوئی شی معین کا دوسرے کے واسطے اقرار کیا یا اُسکے مثل کا سپرد کرنا مثلاً اپنے
ذمہ کسی قرض کا اقرار کیا اور اگر مقر بہ ایسی چیز ہو کہ مقر لہ کو اُسکا سپرد کر دینا واجب نہین ہی تو اُسکا اقرار جائز نہین ہی مثلاً
اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی یا اُس سے کرایہ لی یا اُس سے کوئی غلام کسی ثمن کے عوض خرید لیا یا ایک
مٹی خاک اُس سے غصب کر لی یا ایک دانہ گیہون کا غصب کیا تو یہ باطل ہی حتی کہ اُسپر جبر نہ کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ کیا چیز ہی مثلاً
یہ محیط مین ہی۔ حکم اقرار کا یہ ہی کہ مقر بہ کا ظہور ہو نہ یہ کہ ابتداءً ثابت ہو جاوے کذا فی الکافی اور اسی سے ہم نے کہا کہ اگر مسلمان کے
واسطے شراب کا اقرار کیا تو صحیح ہی اور اگر اقرار سے ابتداءً تملیک ہوتی تو صحیح نہوتا۔ اسی طرح مجبور کے باکراہ طلاق و عتاق کا اقرار صحیح
نہین ہی اور انشاءات باکراہ صحیح ہوتے ہین کذا فی المحیط۔ اور اگر کسی نے غیر کے واسطے مال کا اقرار کیا اور مقر لہ جانتا ہی کہ یہ شخص اپنے
اقرار مین جھوٹا ہی تو اُسکو مال لینا دیانت کی راہ سے حلال نہین ہی [illegible] ہوجائیگا
یہ فتاوی مین ہی اور اقرار کو اظہار اعتبار کرنا فقط مقر بہ چیز کی حق ملکیت [illegible] سے مقر لہ کی ملکیت کا حکم دیا
[illegible] کی تصدیق کی ضرورت نہین ہی ولیکن رد کرنے کے حق مین مثل [illegible] تملیک ابتدائی ہی حتی کہ اگر مقر لہ رد کر دے تو
اقرار باطل ہوگا اور مقر لہ نے تصدیق پائے جانے کے بعد اُسکا رد کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا کیونکہ اقرار اُسکے بعد وارد ہوا ہی [illegible]
کے رد کرنے سے خاص اُسکا ذاتی حق باطل ہوتا ہو تو اُسکے رد کرنے سے اقرار رد ہوگا اور اگر دوسرے کا حق باطل ہوتا
ہو تو اُسکا رد کچھ کارآمد نہین ہی مثلاً کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ یہ غلام اس ثمن کو فروخت
کیا اور مقر لہ نے اُسکا اقرار رد کر دیا کہا کہ مین نے تجھ سے کچھ نہین خریدا ہی پھر اُسکے بعد کہا کہ ہان مین نے خرید لیا ہی پس بائع نے
کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو نہین بیچا ہی تو بائع کے ذمہ بیع [illegible] لازم ہوگی کیونکہ اُسنے بیع تمام ہونے کے بعد بیع
سے انکار کیا اور دونون متعاقدین مین سے ایک کے انکار سے بیع مین نقصان نہین آتا ہی اگر دونون منکر ہون تو البتہ
[illegible] نہین خریدا [illegible] نے نہین خریدا پھر کہا کہ نہین بلکہ تو نے خریدا ہی تو بیع
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یا میری طرف سو درم ہیں تو یہ قرض کا اقرار ہے اور ودیعت کا اگر دعوی کرے تو تصدیق نہ کیا جائیگا ولیکن اگر ودیعت اس کلام سے ملاکر بولے تو تصدیق کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے پاس ہیں تو یہ ودیعت کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ پاس ہیں یا میرے ہاتھ میں یا میرے گھر میں یا میرے تھیلے میں یا صندوق میں تو یہ سب ودیعت کا اقرار ہے کذا فی المبسوط اور اگر کہا کہ میرے پاس سو درم ودیعت قرض یا بضاعت قرض یا مضاربت قرض ہیں یا کہا کہ ودیعت دین یا دین ودیعت ہیں تو یہ قرض و دین ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس فلاں شخص کے ہزار درم عاریت ہیں تو یہ قرض کا اقرار ہے اور یہی حکم کیلی و وزنی چیزوں میں ہے کیونکہ جن چیزوں سے نفع اٹھانا بدون تلف کرنے کے ناممکن ہے وہ قرض ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر کہا کہ مرا بفلان ده درم دادنی است تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ کچھ لازم نہ آویگا تاوقتیکہ یہ نہ کہے کہ مجھ پر یا میرے ذمہ یا میری گردن پر ہیں یا یہ قرض واجب یا حق لازم ہے کذا فی الظہیریہ۔ اگر کہا کہ زید کے میرے مال میں یا میرے ان دراہم میں ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے پس اگر یہ درم تمیز ہیں تو اقرار ودیعت ہے ورنہ شرکت ہے پس اگر مقر نے اپنے مال سے ہزار درم معین کرکے کہا کہ وہ ہزار درم یہ ہیں تو آیا یہ اس اقرار کا رد ہے بعض نے کہا کہ رد ہے اور بعض نے کہا کہ اقرار شرکت باطل نہ ہوگا کیونکہ ہزار درم کے تعیین کا دعوی کرنے سے اقرار شرکت کا رد ہوجانا ضرور نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ مو اقرار کے پہلے شرکت ہو پھر دونوں نے تقسیم کرلیے یہ دعوی تقسیم ہوگا اور اگر دوسرے نے قسم کھائی کہ تقسیم نہیں ہوئی اور تقسیم ہونا ثابت نہ ہوا تو اقرار شرکت اپنے حال پر باقی رہیگا اور اگر مقر نے ہزار درم اپنے مال سے معین کیے اور مقر لہ نے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے مال میں سے اسکے ہزار درم ہیں تو یہ ہبہ ہے اقرار نہیں ہے حتی کہ دیدینے کیواسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم تیرے ہیں تو یہ اقرار اسکی طرف سے ہبہ نہیں ہے یہانتک کہ سپرد کرنے کیواسطے مجبور کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کیواسطے میرے مال سے ہزار درم ہیں میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو یہ دین کا اقرار ہے یہ مبسوط میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا ہر چہ مرا از تو می بایست از تو یافتم تو یہ مہر وصول پانے کا اقرار نہیں ہے ایسا ہی صدر الشہید سے منقول ہے اور بعض نے کہا کہ اقرار ہے کذا فی الخلاصہ اگر کہا کہ یہ کپڑا یا گھر واسطے فلاں کے عاریت ہے یا فلان سے یا ملک فلان یا بملک فلان یا در ملک فلان یا فلان کی ملک سے یا بمیراث فلان یا در میراث فلان یا بحق فلان یا از طرف فلان تو یہ سب الفاظ اقرار ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کپڑے یا چوپائے میں کہا کہ میرے پاس واسطے حق فلان کے عاریت ہے تو اقرار نہیں ہے اسیطرح اگر کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس واسطے حق فلان کے مضاربت ہیں تو یہ اقرار نہیں ہے بخلاف اسکے اگر قرض واسطے حق فلان کے کہا تو یہ اقرار ہے اور اگر کہا کہ یہ درم میرے پاس واسطے حق فلان کے عاریت ہیں تو یہ اقرار ہے کہ یہ درم فلان شخص کے ہیں یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ کے میرے پاس عاریت ہیں یا کہا کہ فلان شخص کے ہزار درم مجھ پر بسبب حصہ شرکت یا شرکت یا شرکت کے یا بسبب اجرت یا اجرت یا اجرت کے یا بضاعت کے یا بضاعت ہیں تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ فلان کے مجھ پر ایک کر گیہوں بسبب سلم یا بسلف یا بثمن واجب ہیں تو اسکے ذمہ لازم ہوگے اسیطرح اگر کہا کہ فلان کے مجھ پر سو درم بسبب ثمن بیع کے یا بسبب بیع کے یا بجہت بیع کے یا اجارہ سے یا بسبب اجارہ کے یا اجارہ یا بکفالت یا بسبب کفالت یا کفالت ہیں تو اسکے ذمہ لازم ہوگے یہ مبسوط کے باب الاختیار میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں ہے کہ اگر کہا کہ این چیز فلان را ست۔ یا ترا ست۔ تو اقرار ہے اور اگر کہا کہ۔ این چیز فلان کردم یا ترا۔ تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ۔ این چیز آن فلان است۔ تو یہ اقرار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے سے کہا کہ این مال ترا کردم یا بنام او کردم یا آن تو کردم … تو تملیکات یعنی مالک کردینا ہے اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ

نے فرمایا کہ بنام تو کردم - تملیک و اقرار کچھ نہیں ہے - ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا گھر اولاد فلاں غیر کے واسطے ہے تو باطل ہے کیونکہ یہ ہبہ ہے اور جب اولاد کو بیان نہ کیا تو باطل ہے اور اگر یون کہا کہ یہ گھر میری اولاد میں سے اماں کے واسطے ہے تو یہ اقرار ہے اور اولاد آنہین کے تین چھوٹون کے واسطے ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تہائی یہ گھر میرا فلان کے واسطے ہے تو یہ بھی ہبہ ہے اور اگر کہا کہ تہائی اس گھر کا واسطے فلان کے ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے - اگر زید نے عمرو سے کہا کہ ادا کر دے جو میرے ہزار درم تجھ پر ہین اسنے کہا کہ ہان اچھا تو یہ اقرار ہے یا یون کہا کہ منقریب تجھے یہ درم دیدونگا یا کل یہ تجھے دونگا تو بھی یہ اقرار ہے ایسے ہی اگر یون جواب دیا تو تو ٹھیک ہے تول دے یا تول کر انپر قبضہ کرے یا ٹھکرنہ کہا صرف یون کہا کہ تو تو آنکو تول لے یا نقد پرکھ لے یا انکو لے لے تو یہ سب اقرار ہے بخلاف اسکے اگر صرف یون کہا کہ تول یا پرکھ یا لے تو اقرار نہیں ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کہا کہ ابھی میعاد نہین آئی یا کہا کہ کل - یا کہا کہ صحاح نہین ہین یا آج میسر نہین ہین یا یون کہا کہ تو انکا بہت ہی تقاضا کرتا ہے تو یہ سب اقرار ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کہا کہ آج تو میرے پاس نہین ہین یا کہا کہ مجھے آنکے ادا کرنے مین کچھ مہلت دے یا مجھ سے لینے مین تاخیر کر دے یا انکے وصول کرنے مین مجھسے تاخیر کر دے یا کہا کہ تو نے مجھے ان درمون سے بری کر دیا یا مجھے بری کر دیا مجھ سے اسکے لینے کی تو نے برارت کر لی یا کہا کہ مین واللہ آج تجھے ادا نہ کرونگا یا تیرے واسطے نہ تولونگا یا تو آنکو آج نہیں لیسکتا ہے یا یون کہا کہ صبر کر یہانتک کہ میرا مال آجاوے یا میرا غلام آجاوے تو یہ اقرار ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر زید نے عمرو سے کہا کہ ادا کر دے میرا کر گیہون کا جو تجھ پر آتا ہے عمرو نے کہا کہ ناپ لینے والے کو کل بھیج دینا تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر وزنی چیز مین یون کہا کہ تول لینے والے کو کل بھیج دینا تو بھی ایسا ہی ہے یا کہا کہ کل اپنے وکیل کو بھیج دینا تا کہ تیرا دیدونگا یا کسی وصول کرنے والے کو بھیج دے یا کسی کو بھیج دے جو مجھسے لیکر قبضہ کرے تو یہ سب اقرار ہے یہ محیط مین ہے - زید نے عمرو پر ہزار درم کا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تجھے تیرا دعوی عطا کیا تو یہ اقرار نہین ہے اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر اپنا دعوی کرنے سے ایک مہینہ تاخیر رکھ یا جو کچھ تو نے دعوی کیا تاخیر کر دے تو یہ اقرار نہین ہے - اور اگر کہا کہ اپنا دعوی مجھسے دور رکھ یہانتک کہ میرا مال آجاوے تو مین تجھے یہ ہزار دیدونگا تو یہ اقرار ہے اور اگر کہا کہ یہانتک کہ میرا مال آجاوے تو تیرا دعوی تجھے دونگا تو یہ اقرار ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - نوادر ہشام مین ہے کہ امام محمد رحمہ سے مین نے سنا کہ فرماتے تھے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے ہزار درم دے اسنے کہا کہ انکو تول لے تو عمرو پر کچھ لازم نہین ہے کیونکہ اسنے یہ نہین کہا تھا کہ میرے ہزار درم دے یہ محیط مین ہے - زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے میرے ہزار درم جو تجھ پر آتے ہین دے عمرو نے کہا کہ صبر کر یا عنقریب پا جائیگا تو یہ اقرار نہین ہے کیونکہ ایسے کلمات کبھی استہزاء و استخفاف کے طور پر ہوتے ہین اور اگر کہا کہ انکو تول دونگا انشاء اللہ تو یہ اقرار ہے اور استثنا یعنی انشاء اللہ سے وعدہ نہین ہے صرف تبرک کیواسطے ہے اور تبرک تقدم دین کو مقتضی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - نوادر مین ہے کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ کیسہ بہ عقیق کن تو یہ اقرار نہین ہے اور ایسے ہی بگیر یہ اقرار نہین ہے کیونکہ یہ الفاظ ابتدائی بولے جا سکتے ہین یعنی دعوی مدعی سے مربوط ہونا ضرور نہین ہے پس اقرار نہ ہونگے ایسے ہی قبض کنش کسرہ نون کے ساتھ و کیسہ بدوزش کسرہ زاء معجمہ کے ساتھ اقرار نہین ہے کیونکہ یہ الفاظ بطور استہزاء کے بولے جاتے ہین اور ایسے ہی بگیرش کسرہ راء مہملہ کے ساتھ اقرار نہین ہے اور اگر کیسہ بدوزش فتحہ زاء و قبض کنش فتحہ نون اور بگیرش فتحہ راء کے ساتھ اگر کہا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ الفاظ اقرار ہین کیونکہ اسطرح استہزاء کے واسطے نہین بولے جاتے ہین اور مبتداء نہین ہو سکتے پس انکا ربط دعوی مدعی سے کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر کہا میرے ہزار درم جو تجھ پر آتے ہین ادا کر دے کہا کہ میرے قرضخواہ مجھے نہین

ہوتے ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ بعضون کو مجھ پر حوالہ کر دے یا جسکو تو چاہے مجھ پر حوالہ کر دے یا کسی شخص کو انہیں سے میرے پاس لا میں ضمان کر دونگا یا قرضہ کا حوالہ قبول کرونگا تو یہ سب اقرار ہیں اور اگر کہا کہ میں نے یہ درم تجھے ادا کر دیے ہیں تو یہ اقرار ہے اور اگر کہا کہ مجھے تو نے اس قرضہ سے بری کر دیا ہے یا میں نے تجھے بعض کو ادا کیا ہے یا تو نے مجھے اس سے احلال کیا ہے یا کہا کہ تو نے یہ درم ہبہ کر دیے ہیں یا مجھے یہ درم صدقہ دیے ہیں یا میں نے تجھے یہ درم اترا دیے ہیں تو یہ سب اقرار ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ درم وہ ادا کر دیے ہیں تو یہ قرضہ کا اقرار ہے اور ادا کر دینے کا حکم کیا جائیگا پھر حکم کیا جائیگا کہ وفا کر دینا ثابت کرے اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ سوگند خور کہ این مال بتو نرسانیدہ ام یا کہا سوگند خور کہ این مال بتو رسیدہ است پس یہ مدعا علیہ کی طرف سے مال کا اقرار ہے حکم کیا جائیگا کہ ادا کرے ایسا ہی بعض مشائخ کا فتوے منقول ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو نے مجھے اس دعوے سے بری کیا ہے یا مجھ سے اس دعوے سے صلح کی ہے تو یہ اقرار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر کہا کہ میں نے تیرے حق سے تجھ سے صلح کر لی ہے تو اقرار ہے اور بیان کرنا مقر کی طرف ہوگا اور اگر کہا کہ تیرے دعوے سے تو اقرار نہیں ہے اگر کہا کہ اس گھر سے بعوض ہزار کے یا ہزار کل یا اس سے بری کر یا دست بردار ہو جا یا میرے سپرد کر دے یا مجھے دے تو یہ سب مخاطب کی ملک کا اقرار ہے کیونکہ یہ الفاظ جب بدل کے ساتھ مذکور ہوتے ہیں اور پہلے اس نے لفظ صلح نہیں ہوتا ہے تو عرف و عادت میں مساومت کے معنے ہوتے ہیں۔ قلت۔ یہ خاص محاورہ اردو زبان کا نہیں ہے ولیکن اصل کے الفاظ عربی اس معنی میں معروف ہیں اور اگر یہ الفاظ ذکر کیے اور اسکے ساتھ بدل ذکر نہ کیا تو یہ اقرار نہیں ہے۔ اور اگر یوں صلح ٹھہرائی کہ ایک اپنا گھر سپرد کرے دوسرا غلام سپرد کرے تو یہ اقرار نہیں ہے اگر کسی نے ایک دار خرید اپھر دوسرے سے کہا کہ مجھے اسکی خرید ہزار میں دیدے تو یہ دوسرے کی ملک کا اقرار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے مجموع النوازل میں ہے کہ زید نے عمرو نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں پس اسنے کہا کہ اور میرے بھی تجھ پر اسی قدر ہیں یا کسی سے کہا کہ میں نے تیری جورو کو طلاق دی یا تیری باندی یا غلام کو آزاد کیا اسنے کہا کہ اور تو نے اپنی جورو کو طلاق دی یا اپنے غلام یا باندی کو آزاد کیا تو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ یہ اقرار ہوگا اور ظاہر الروایت کے موافق اقرار نہیں ہے اور امام اجل ظہیر الدین رح ابن سماعہ کی روایت کے موافق فتوے دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر زید کے مخاطب نے اسکے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں حرف واو یا اور نہ کہا تو یہ بلا خلاف اقرار نہیں ہے اور اگر کہا کہ میرے تجھ پر اسکے مثل ہیں تو اسمین اختلاف ہے اور اگر کہا کہ میرے بھی تجھ پر اسکے مثل ہیں تو ظاہر ہے کہ اسمین وہی اختلاف ہے اور اگر مخاطب نے کہا کہ پس تو نے بھی اپنے غلام کو آزاد کیا تو آیا اس مخاطب سے یہ کلام اپنے غلام کی آزادی کا اقرار ہے یا نہیں پس ظاہر ہے کہ اسمین بھی اختلاف ہے اور اگر مخاطب نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بلا خلاف اقرار نہیں ہے اور ایسا ہی اختلاف اس صورت میں ہے کہ زید نے دوسرے سے کہا کہ تو نے فلان شخص کو قتل کیا ہے اسنے جواب دیا کہ اور تو نے بھی فلان شخص کو قتل کیا ہے اور اگر اسنے یون کہا کہ تو نے فلان شخص کو قتل کیا تو بلا خلاف اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر فارسی میں کہا کہ مرا از تو چندین می باید یعنی کسی قدر مال معلوم کو بیان کیا پس مخاطب نے کہا کہ مرا نیز از تو چندین می باید تو مخاطب کا یہ قول شخص اول کے دعوی کا اقرار ہوگا ایسا ہی بعض مشائخ نے کہا ہے اور یہ حکم موافق قول امام محمد رح کے ہونا چاہیے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اقرار نہ ہوگا خواہ فارسی میں کہے یا عربی میں کہے اور اگر کہا کہ مرا از تو چندین می باید پس مخاطب نے کہا کہ مرا باز سے تو نیز چندین می باید تو یہ قول مدعی اول کے دعوی کا اقرار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے عیون میں ہے کہ ایک شخص سے کہا کہ میں نے فلان کے بیٹے کو قتل کیا پھر کہا کہ میں نے فلان کے بیٹے کو قتل کیا

تو یہ ایک ہی بیٹے کا قتل کا اقرار ہوگا۔ فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے فلاں شخص کو کیوں قتل کیا اُس نے کہا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا تھا یا میں نے اپنے دشمن کو مار ڈالا تو یہ قتل کا اقرار ہے اگر عمداً قتل کرنے کا اقرار نہ کرے تو اسکے مال سے دیت دلائی جاویگی اور اگر یوں جواب دیا کہ جو مقدر ہو وہ ہونے والا ہے تو یہ اقرار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر دو سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے سو بعد سو کے پورے کر دیے تیرا کچھ حق مجھ پر نہیں ہے تو یہ اقرار نہیں ہے اسیطرح اگر سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ پچاس درم میں نے تجھے دیدیے ہیں تو یہ اقرار نہیں ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر زید نے عمرو پر ہزار درم کا دعویٰ کیا عمرو نے کہا کہ تو نے انہیں سے کچھ لے لیے ہیں تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ ان درموں کا وزن کیا ہے یا کیا مدت قرار پائی یا کیا اسکا سکہ ہے یا میں نے اُنسے برات تجھ سے کر لی ہے یا میں نے وہ درم تجھے ادا کر دیے ہیں تو یہ سب ہزار درم کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہر قلیل و کثیر سے جو تیرا مجھ پر تھا بریت کر لی ہے تو یہ ہزار کا اقرار نہیں ہے بلکہ ایسی چیز کا اقرار ہے جسکی جنس و مقدار مجہول ہے پس بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور جب اُسنے بیان کیا تو طالب سے قسم لیجائیگی کہ میں نے اس سے وصول نہیں پائے اور مطلوب سے قسم لیجائیگی کہ مجھ پر سوائے اسکے نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر میت پر قرض کا دعویٰ ایک بعض وارثوں پر کیا پس مدعا علیہ نے کہا۔ در دست من از ترکہ چیزے نیست۔ تو یہ ترکہ کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے مدعی سے کہا۔ ترا جز این زمینے دیگر است۔ تو یہ مدعا علیہ کی طرف سے اقرار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھ سے اسقدر درم ناحق قبضہ میں لیے ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ناحق میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ اقرار نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے حکم سے تیرے بھائی کو دیدیے ہیں تو یہ اقرار ہے اور اسپر واجب ہے کہ اسکے حکم دینے کو ثابت کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر دوسرے پر دس درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا از این جملہ مرا پنج درم دادنی است۔ تو یہ دس درم کا اقرار ہے اور اسی طرح اگر کہا از این جملہ پنج درم باقی است تو بھی دس کا اقرار ہے اور اگر کہا پنج درم باقی ماندہ است تو یہ دس کا اقرار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار درم ہیں اُسنے کہا کہ ولیکن انہیں سے پانسو درم پس شیئنہ ہیں یا کہا کہ ولیکن پانسو درم انہیں سے پس میں انکو نہیں جانتا ہوں تو یہ پانسو درم کا اقرار ہے اور اگر یوں کہے کہ ولیکن پانسو درم بیشک شیئنہ ہیں اور انہیں سے نہ کہے تو اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں اُسنے کہا الحق یا الصدق یا الیقین۔ یا کہا حقاً یا صدقاً یا یقیناً۔ یا مکرر کہا الحق الحق یا الصدق الصدق یا الیقین الیقین۔ یا حقاً حقاً یا صدقاً صدقاً یا یقیناً یقیناً۔ یا ان سب کے ساتھ بر بمعنی نیکوکاری کے بڑھا دیا مثلاً کہا الحق البر یا البر الحق۔ یا حق بر الی آخرہ تو یہ سب اقرار ہیں اور اگر یوں کہا الحق حق یعنی حق حق ہوتا ہے جیسے محاورے میں بولتے ہیں سچ سچ ہی ہے یا صدق صدق ہے یا یقین یقین ہے یا لفظ بر کو مفرد بولا یا مکرر کر کے بدون حق وغیرہ کے ساتھ ملانے کے یوں بولا البر البر یا بر بر تو یہ اقرار نہیں ہے اسیطرح لفظ صلاح خواہ مفرد بولے یا حق و صدق کے ساتھ ملاوے اقرار نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا میرے تجھ پر ہزار درم ہیں پس مدعا علیہ نے کہا مع سو دینار کے۔ تو فقیہ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ اقرار نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اگر دیناروں میں مدعی نے تصدیق کی تو صحیح ہے اور دونوں مالوں کا اقرار ہوگا اور اگر دیناروں میں تکذیب کی تو درموں کا اقرار صحیح ہے یہ تتمہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے سو درم قرض دیے ہیں عمرو نے کہا کہ میں نے سوائے تیرے کسی سے قرض نہیں لیا یا کسی تیرے [illegible] سے تجھ سے پہلے قرض نہیں لیا یا بعد تیرے کسی سے قرض نہ لونگا تو یہ اقرار نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان [illegible] اصل میں مذکور ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے سو درم قرض دیے ہیں اسنے کہا کہ دوبارہ [illegible]

کے واسطے ایسا نہ کرونگا یا اسکے بعد پھر ایسا نہ کرونگا تو یہ اقرار ہے بخلاف اس قول کے کہ دوبارہ نہ کرونگا کیونکہ یہ اقرار نہیں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے سو درم غصب کر لیے اس نے کہا کہ مین نے تجھسے غصب نہین کیا مگر یہی سو درم تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تجھسے سوائے ان درمون کے یا غیر ان سو درم کے غصب نہین کیا تو یہ بھی اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تجھسے بعد ان سو درم کے کچھ غصب نہین کیا یا ان سو درم کے ساتھ کچھ غصب نہین کیا یا قبل ان سو درم کے کچھ غصب نہین کیا تو سو درم کے غصب کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ بعد تیرے کسی سے غصب نہ کرونگا یا بعد تیرے کسی سے غصب نہین کیا تو یہ بھی اقرار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تیرے مجھپر نہین ہین مگر سو درم یا سوائے سو درم کے نہین ہین یا سو درم سے زیادہ نہین ہین تو سو درم کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ تیرے مجھپر سو درم سے زیادہ نہین ہین اور نہ کم ہین تو یہ اقرار نہین ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور اگر یون کہا کہ تیرے مجھپر سو درم سے زیادہ نہین ہین اور نہ سو درم سے کم ہین تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اقرار نہین ہے جیسا مطلقاً کم کے نفی کرنے مین تھا اور بعض نے کہا کہ یہ سو درم ہونے کا اقرار ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کہا کہ تیرے صرف مجھپر سو درم ہین تو یہ سو درم کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ تیرے سو درم مجھپر نہین ہین تو یہ کسی قدر کا بھی اقرار نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے تقسیم کرنے والے سے کہا کہ اس دار کو تقسیم کر تہائی واسطے عمرو کے اور تہائی میرے لیے اور تہائی بکر کے واسطے تو یہ قول اُسکا عمرو و بکر کے واسطے دو تہائی دار کی ملک کا اقرار نہین ہے تاوقتیکہ یون نہ کہے کہ تہائی اسکا عمرو کا ہے اور تہائی اُسکا بکر کا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر سو درم ہین درصورتیکہ مین جانتا ہون یا میرے علم مین ہے یا درصورتیکہ مین نے جانا تو امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ سب باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ یہ اقرار صحیح ہے اور بالاجماع اگر یون کہا کہ مین جانتا ہون کہ البتہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین یا فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین اور ضرور مجھے ایسا معلوم ہوا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین میرے گمان مین یا مین نے گمان کیا یا خیال مین یا خیال کیا یا دیکھا تو یہ باطل ہے یہ مبسوط باب الاستثناء مین ہے۔ اگر کہا کہ مجھپر ہزار درم فلان شخص کی شہادت یا علم مین ہین تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر کہا کہ بشہادت فلان یا بعلم فلان ہین اقرار ہوگا اور اگر کہا کہ بقول فلان یا در قول فلان ہین تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کہا اُسکے مجھپر ہزار درم میرے حساب مین یا در حساب فلان یا بحساب فلان ہین یا میری کتاب مین یا در کتاب فلان یا بکتاب فلان ہین تو باطل ہے اور اگر کہا کہ اسکی چک مین یا فلان کی چک یا میری چک مین یا میری چک کے بموجب ہین تو یہ اقرار ہے۔ اور اگر کہا فلان کے مجھپر ہزار درم ہی مین یا بموجب بہی کے ہین یا فلان کے مجھپر ہزار درم حساب مین یا حساب سے یا حساب کے بموجب ہین تو یہ اقرار ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ بموجب نقل کے یا نقل مین یا بہی مین یا ایسی کتاب مین جو میرے اُسکے درمیان ہے یا میرے اُسکے درمیانی حساب سے ہین تو یہ سب اقرار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کہا کہ مجھپر اُسکے ہزار درم کی چک یا ہزار کی بہی یا حساب ہے تو اُسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر کہا کہ میرے اُسکے درمیانی شرکت کے ہزار درم یا باہمی تجارت کے یا خلطہ کے ہزار درم ہین تو اسپر ہزار درم لازم ہونگے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اگر کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم قضاء زید مین ہین حالانکہ زید قاضی ہے یا قضاء فلان قفیر مین یا بموجب اُسکے فتوی کے یا اُسکی فقہ کے ہین تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر کہا کہ بموجب قضاء زید کے ہین حالانکہ زید قاضی ہے تو اسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر زید قاضی نہو ولیکن طالب نے کہا کہ مین اسکو تحاکم کر کے اسکے پاس لے گیا تھا اُسنے میرے لیے اسپر حکم دیا ہے تو اُسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر دونون نے باہم تصدیق کی کہ اسکے پاس تحاکم نہین کیا تھا تو مقر پر کچھ لازم نہوگا اور اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم اُسکی یاد داشت یا بموجب اُسکی یاد داشت کے ہین تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا یہ مبسوط مین ہے

اگر کسی شخص نے کہا کہ فلان کے ہزار درم مجھپر انشاء اللہ تعالے ہین تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اقرار باطل ہے اور یہ استحسان ہے کذا فی المحیط۔ اگر کہا کہ مین نے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالے تو کچھ اُسکے ذمہ لازم نہوگا کذا فی الفلاصہ۔ اگر ایک یادداشت تحریری مین لکھا کہ فلان شخص کا مجھپر اسقدر ہے یا مین نے اُسکو اسقدر مہلت دی پھر آخر مین لکھدیا کہ جو شخص اس یادداشت کیواسطے قیام کرے وہ جو کچھ اسمین ہے اُسکا ولی ہے انشاء اللہ تعالے تو امام اعظم رح کے نزدیک قیاساً جو کچھ چک مین ہے کچھ اُسکو لازم نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک استحساناً لازم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ مین نے کل کے روز تجھسے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالے تو امام محمد رح کے نزدیک اقرار باطل ہے اور استثناء صحیح ہے کذا فی المحیط اور یہی ظاہر الروایت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین اگر فلان شخص چاہے تو یہ اقرار باطل ہے اگرچہ فلانا چاہے اسی طرح ہر اقرار کا حکم ہے کہ جو شرط پر معلق ہو مثلاً فلان کے ہزار درم مجھپر ہین اگر مین گھر مین داخل ہوا یا آسمان سے مینھ برسا یا ہوا چلی یا قضاے الٰہی یا اللہ تعالے کا ارادہ جاری ہوا یا اللہ تعالے نے اُسکو دوست رکھا یا اُس سے راضی ہوا یا اُسکو تنگی دی یا کشائش دی یا اگر مین اس امر کی بشارت دیا گیا تو یہ سب اسکے امثال مبطل اقرار ہین اگر اقرار سے متصل بیان کیے جاوین یہ تبیین مین ہے۔ اگر کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین الا یہ کہ اسکے سوا کوئی امر مجھے ظاہر ہو یا میری راے مین آوے تو یہ اقرار باطل ہے خواہ کوئی بات اُسکے نزدیک ظاہر ہو یا ظاہر ہونے سے پہلے مر جاوے یا سواے اسکے کوئی امر اسکی راے مین آوے یا نہ آوے اور اگر کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین بشرطیکہ میرا یہ اسباب میرے مکان تک بصرہ مین پہونچاوے اُسنے ایسا ہی کیا اور وہ حاضر تھا اس مقولہ کو سنتا تھا تو جائز ہے اور اُسپر مال واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین اگر تو یہ اسباب اُٹھا کر میرے گھر تک پہونچا دے تو یہ بھی مزدور مقرر کرنے مین داخل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ گواہ رہو کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین اگر مین مر جاؤن تو یہ درم اُسپر واجب ہونگے خواہ جیتا رہے یا مر جاوے ایسے ہی اگر کہا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہین جبکہ شروع مہینا آوے یا جب لوگ افطار کرین یا فطر تک یا قربانی تک تو بھی یہی حکم ہے یہ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر یون کہا کہ جب فلان شخص آوے یا اگر فلان شخص آوے تو زید کے مجھپر ہزار درم ہین تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین جب زید آجاوے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ طالب دعوی کرتا ہو کہ میرے زید پر ہزار درم ہین اور اسنے جو کچھ میرا اُسپر ہے اُسکے اسنے یہ کفالت کرلی ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین بشرطیکہ وہ قسم کھا جاوے یا اس شرط پر کہ قسم کھا جاوے یا جسوقت قسم کھاوے یا جب قسم کھاوے یا وقت قسم کھانے کے یا اُسکے قسم کے ساتھ یا اُسکے قسم کے بعد پس فلان شخص نے اُسپر قسم کھالی اور مقر نے مال سے انکار کیا تو مال کیواسطے اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام مجھسے خرید لے یا اُجرت پر دے لے یا مین نے تجھے اپنا گھر عاریت پر دیا یا عمرو نے کہا کہ ہان اچھا تو یہ قول اُسکا یعنی ہان یہ ملک زید کا اقرار ہے اسی طرح اگر زید نے کہا کہ اس میرے غلام کی مزدوری یا اسکا یہ کپڑا مجھے دے اُسنے کہا کہ ہان اچھا تو زید کی ملک کا غلام و کپڑا ہونے مین اقرار کیا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کہا کہ میرے اس دار کا دروازہ چھوڑ دے یا میرے اس دار پر چھپر کر دے یا میرے اس گھوڑے پر زین رکھدے یا میرے اس خچر کو لگام دیدے یا میرے اس خچر کی زین مجھے دیدے یا میرے اس خچر کی لگام مجھے دے اُسنے کہا کہ ہان اچھا تو اقرار ہے اور اگر ان سب صورتون مین کہا کہ نہین تو اقرار نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ ہان تو یہ اقرار ہے اسیطرح اگر اسکے ہاتھ مین کوئی کپڑا تھا اسکی نسبت کہا کہ یہ کپڑا مجھے فلان شخص نے عاریت دیا ہے اُسنے کہا کہ ہان یا کہا کہ تو نے سچ کہا یا فارسی مین کہا کہ آرے تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ تیرے اوپر عمرو کے ہزار درم ہین اُسنے سنکر کہا یعنی ہان تو یہ اقرار نہین ہے یہ تبیین مین ہے اگر عمرو نے کہا کہ کیا ...

اُسکو آگاہ کردے یا اس سے کہہ یا گواہ رہ یا اسے خوشخبری دے کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار ہی اور ایسے ہی اگر زید سے کہا کہ بکر کو خبر دون کہ اُسکے تجھپر ہزار درم ہین یا اُسکو آگاہ کردون یا گواہی دون کہ اُسکے تجھپر ہزار درم ہین یا مین اُس سے کہون پس زید نے کہا کہ ہان تو یہ سب اقرار ہین یہ محیط مین ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلان کے ہزار درم شاہی مجھپر ہونے کی گواہی نہ دے تو یہ اقرار نہین ہی اسی طرح اگر کہا کہ فلان شخص کا مجھپر کچھ نہین ہی پس یہ خبر اُسکو نہ دے کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین یا نہ کہہ کہ اس کے مجھپر ہزار درم ہین تو یہ بھی اقرار نہوگا۔ اور اگر ابتدائً یہ کہا کہ فلان شخص کو خبر نہ دے کہ اس کے مجھپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار ہی۔ اور ناطقی نے اپنی اجناس مین کرخی سے روایت کی کہ انھون نے فرمایا کہ خبر نہ دے کہنا مثل گواہی نہ دے کہنے کے دونون حالتون مین اقرار نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ ان دونون لفظون مین فرق ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ چھپاؤ عورت سے کہ مین نے اُسکو طلاق دی یا میرا اُسکو طلاق دینا اُس سے چھپاؤ تو یہ اقرار ہی بخلاف اس قول کے کہ خبر نہ دو اس کو کہ مین نے اُسکو طلاق دی ہی اور اگر کہا کہ عورت سے اِسکی طلاق کو چھپاؤ تو یہ طلاق نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ مین ہی قلیل و کثیر غلام وغیرہ سے وہ عمرو کا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی پس اگر عمرو آیا تاکہ جو کچھ اُسکے ہاتھ مین ہی سب لیلے پس دونون مین ایک غلام کی بابت اختلاف ہوا پس عمرو نے کہا کہ یہ غلام اقرار کے روز تیرے ہاتھ مین تھا اسواسطے میرا ہی اور زید نے کہا کہ اس روز میرے قبضہ مین نہ تھا اُسکے بعد مین اسکا مالک ہوا ہون تو زید کا قول مقبول ہوگا ولیکن اگر عمرو اس امر کے گواہ لاوے کہ یہ غلام اقرار کے روز زید کے قبضہ مین تھا تو اسکی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ سب جو میرے قبضہ مین ہی یا سب جو مجھسے معروف ہی یا سب جو مجھسے منسوب ہی وہ عمرو کا ہی تو یہ اقرار ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر یون کہا کہ سب میرا مال یا سب جسکا مین مالک ہون وہ عمرو کا ہی تو یہ ہبہ ہی بدون سپرد کرنے کے جائز نہین ہی۔ اور سپرد کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر یون کہا کہ جو کچھ میرے گھر مین ہی وہ عمرو کا ہی تو اقرار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ قلیل و کثیر تجارت یا متاع یا مال عین و دین سے میرے قبضہ مین ہی وہ عمرو کا ہی اور مین ان چیزون مین اُسکا اجیر ہون تو جائز ہی اور جو کچھ اس اقرار کے روز اجیر کے قبضہ مین ہو وہ عمرو کا ہی اسمین اجیر کا کچھ حق نہین ہی مگر مین کھانے اور کپڑے کو استحساناً کہتا ہون کہ یہ دونون اجیر کے قرار دیے جائینگے۔ اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ مین فلان تجارت کا ہی وہ عمرو کا ہی تو جو کچھ اجیر کے قبضہ مین اس تجارت کا اس روز ہوگا وہ سب عمرو کو ملیگا اور جو کچھ سوائے اسکے دوسری تجارت کا ہوگا اسمین عمرو کا کچھ نہوگا اور ان چیزون کے بیان کرنے مین اجیر کا قول مقبول ہوگا اور بھی اگر اُسنے دعوی کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ مین اس تجارت کا تھا وہ بسبب آفت پہونچنے کے بعد اقرار کے تلف ہوگیا تو اسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ مین تجارت یا مال سے ہی وہ عمرو کا ہی اور اُسکے قبضہ مین مال عین اور چکین ہین تو یہ سب عمرو کے ہونگے اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ مین طعام سے ہی وہ عمرو کا ہی اور اُسکے قبضہ مین گیہون اور جو اور تل اور چھوہارے ہین تو اسمین سے سوائے گیہون کے باقی کچھ عمرو کا نہ ہوگا اور اگر اجیر کے قبضہ مین گیہون نہون تو عمرو کو کچھ بھی نہ ملیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی صحت مین اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی مکان مین فروش و برتن وغیرہ سے جسپر ملک کا اطلاق استحقاق اموال سے ہوتا ہی سب میری اس دختر کے ہین اور اس شخص کے گاؤن مین چوپایہ اور غلام ہین اور یہ شخص شہر مین بستا ہی تو فرمایا کہ اسکا اقرار اسی گھر کی چیزون مین واقع ہوگا جسمین وہ رہتا ہی اور چوپایہ ایسے ہین کہ انکو آنکو باہر بھیجتا ہی اور رات کو وہ گھر مین چلے آتے ہین وہ اس اقرار مین داخل ہوجائینگے اور ایسے ہی وہ غلام بھی داخل ہونگے جو دن مین حوائج ضروری کیواسطے

باہر جاتے ہین اور رات کو گھر مین رہتے ہین اور انکے سوائے جو کچھ ہی وہ داخل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی صحت عقل و بدن کی حالت مین اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی گھر مین داخل ہی وہ سب میری عورت کا ہی سوائے اُن کپڑون کے جو میرے اوپر ہین پھر وہ شخص مرگیا اور ایک بیٹا چھوڑا اُسنے دعوی کیا کہ یہ میرے باپ کے ترکہ مین داخل ہی تو جس شے کو عورت جانتی ہو کہ یہ چیز بسبب بیع صحیح یا ہبہ صحیح کے شوہر کے مالک کردینے سے میری ہوگئی ہی یا شوہر پر اُسکا مہر ہو تو اسکو اس چیز مین ممانعت کی گنجائش ہی اور رجب بھی اقرار ہی اور جو چیز اُسکی ملک نہین ہوئی وہ اس اقرار کی وجہ سے فیما بینہا و بین اللہ تعالی عورت کی ملک نہو جائیگی بلکہ وہ متوفی کا ترکہ ہی ولیکن قضاءً یہ حکم ہی کہ اگر گواہون نے اس اقرار کی گواہی ادا کی تو قاضی کو واجب ہوگا کہ جو کچھ گھر مین اقرار کے روز موجود ہی سب کی ڈگری عورت کے نام کردے یہ خلاصہ مین ہی اگر کسی نے کہا کہ میری عورت کے واسطے ہی یہ بیت اور جو کچھ اس بیت کے دروازہ نے اندر بند کرلیا ہی اور بیت کے اندر متاع موجود ہی تو عورت کو بیت اور متاع دونون ملینگے اور اگر بجائے اقرار کے اس لفظ کے ساتھ بیع واقع ہو تو حکم اسکے برخلاف ہی کیونکہ متاع اس بیع مین داخل نہوگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیت کو مع اُسکے حقوق کے فروخت کیا اگر کسی نے اپنی مان کا مال تلف کردیا پھر اس سے کہا کہ جو کچھ میرے قبضہ مین مال ہی وہ تیرا ہی پھر مرگیا اور جس مال کا اقرار کیا وہ بعینہ قائم ہی تو وہ مان کا ہوگا اور اگر بیٹے نے اُسکو تلف کردیا ہی یعنی بعینہ قائم نہین ہی اور وہ کیلی و وزنی چیزون مین سے نہین تھا اور اُسنے درم و دینار چھوڑے ہین تو بعد اس اقرار کے جو مذکور ہوا ہی اس عورت یعنی اُسکی مان کو گنجائش ہی کہ ان درم و دینارون سے اسقدر لے جسقدر اُسنے تلف کردیا ہی کیونکہ یہ بمنزلہ صلح کے ہوگیا تھا اور جب بدل صلح کو اُسنے تلف کردیا تو صلح باطل ہوگئی اور دین جیسا تھا ویسا عود کر آیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک دیوار کا ایک شخص کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد اس سے صرف عمارت دیوار بدون زمین کے تھی تو تصدیق نہ کیجائیگی اور دیوار مع اُسکی زمین کے ڈگری ہوگی اسیطرح اگر کچی اینٹون کے اسطوانہ کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہی ولیکن اگر اسطوانہ لکڑی کا ہو تو مقرلہ کو صرف لکڑی ملیگی زمین نہ ملیگی پس اگر اُسکا رفع کرنا بدون ضرر کے ممکن ہی تو مقرلہ اُسکو لے لے اور اگر بدون ضرر کے نہین لے سکتا ہی تو اقرار کرنیوالا مقرلہ کو اُسکی قیمت کی ضمان دیدے یہ مبسوط مین ہی اگر کہا کہ بنا اس دار کی فلان شخص کی ہی تو فلان شخص کے نام اُسکے نیچے کی زمین کی ڈگری نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی نخل یا شجر کا جو اُسکے باغ یا زمین مین لگا ہوا ہی دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو اقرار مین نخل و شجر کے ساتھ اسقدر زمین جو اُسکے جڑ کی ہی داخل ہوجائیگی اور کتاب مین یہ نہین مذکور ہی کہ کسقدر زمین داخل ہوگی مگر دوسرے مقام پر اشارہ فرمایا کہ جسقدر درخت کے ساق کے مقابلہ مین ہی داخل ہوگی حتی کہ اگر یہ درخت اُکھاڑ گیا اور اُسکے اُکھاڑنے کی جگہ دوسرا جما تو مقرلہ کا ہوگا۔ اور اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ درخت کی بڑی جڑون کے مواضع جو جڑ وغیرہ کے مشابہ ہین داخل ہونگے اور جو باریک جڑین بڑی جڑون سے پھوٹی ہین اُنکے مواضع داخل نہ ہونگے۔ اور بعضون نے کہا کہ اُن جڑون کے مواضع داخل ہونگے کہ جن جڑون کے بغیر یہ درخت باقی نہین رہ سکتا ہی اور اس سے زیادہ داخل نہونگے اور بعضون نے کہا کہ ٹھیک دوپہر کو جب آفتاب آسمان پر ٹھہرا تو جسقدر زمین درخت کے سایہ مین آوے اسقدر داخل ہی باقی داخل نہوگی اور بعضون نے کہا کہ اقرار کے وقت جسقدر درخت کی موٹائی ہی اُسی قدر زمین داخل ہوگی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے اقرار کیا کہ اس درخت کے پھل جو اسپر موجود ہین فلان شخص کے ہین تو اس اقرار سے درخت کا بھی اقرار کرنیوالا شمار نہوگا اور اگر کہا کہ جو کھیتی اس زمین مین موجود ہی وہ زید کی ہی تو زید کو صرف کھیتی بدون زمین کے ملیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کہا کہ [illegible]

انگور مع اسکی زمین اور جو کچھ اسمین عمارت و ستون و میخین وغیرہ اور درخت ہین سب ملینگے - اگر کہا کہ یہ زمین زید کی ہی اور اسکے درخت خرما میرے ہین یا کہا کہ یہ زمین زید کی ہی مگر نخل اسکے نہین ہین تو زمین مع درختون کے زید کی ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ یہ درخت مع جڑون کے زید کا ہی اور اسکے پھل میرے ہین تو درخت مع پھلون کے زید کا ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر کسی نے کہا کہ یہ زمین زید کی ہی حالانکہ زمین مین کھیتی ہی تو زمین مع کھیتی کے زید کی ہوگی اور اگر مقر نے گواہ قائم کیے کہ یہ کھیتی میری ہی خواہ حکم قاضی زید کے نام ہوچکا ہی یا نہین ہوا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زمین مین خرما کے درخت ہون تو بھی یہی صورت ہوگی ولیکن اگر اسکے گواہ لایا کہ یہ درخت میرے ہین تو مقبول نہونگے مگر اسوقت مقبول ہونگے کہ جب اسنے یہ اقرار کیا ہو کہ زمین زید کی اور درخت میرے ہین تو اس صورت مین زید کے نام درختون کی ڈگری نہوگی یہ واقعات حسامیہ مین ہی - امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر زید نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی تو اسکی بناء داخل اقرار ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اس دار کی زمین عمرو کی ہی تو بناء داخل اقرار ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید کے واسطے عمرو نے اقرار کیا کہ یہ خاتم اسکی ہی تو حلقہ و نگینہ دونون زید کو ملینگے اور اگر تلوار کا اقرار کیا تو پھل و نیام و پرتلہ سب اسکا ہی اور اگر حجلہ کا اقرار کیا تو اسکی لکڑیان جس سے وہ بنا ہوا ہی - اور وہ کپڑا جس سے وہ منڈھا ہوا ہی سب زید کا ہی یہ کافی مین ہی - اگر زید کے قبضہ مین ایک دار ہی اسنے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی مگر فلان بیت یا اسقدر حصہ معلومہ میرا ہی تو اسکے مقولہ کے موافق رکھا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ بیت میرا ہی یا یون کہا کہ ولیکن یہ بیت میرا ہی تو کل دار عمرو کا ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی اور یہ بیت بکر کا ہی تو موافق اسکے اقرار کے رکھا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کہا کہ یہ دار فلان شخص کا ہی اور اسکی بناء میری ہی یا کہا کہ یہ زمین فلان شخص کی اور اسکے درخت میرے ہین یا کہا کہ درخت مع اصول کے فلان شخص کے اور پھل میرے ہین تو سب مقر لہ کے ہونگے اور بدون حجت کے مقر کی تصدیق نکیجاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اگر کہا کہ یہ دار فلان شخص عمرو کا ہی مگر عمارت اسکی کہ وہ میری ہی تو عمارت اس کی تصدیق نکیجائیگی اور علی ہذا اگر کہا کہ یہ باغ فلان شخص کا ہی مگر ایک درخت بدون اسکی جڑ کے کہ وہ میرا ہی یا کہا کہ یہ جبہ عمرو کا ہی مگر اسکا استر کہ وہ میرا ہی یا یہ تلوار عمرو کی ہی مگر اسکا حلیہ کہ وہ میرا ہی یا کہا کہ یہ انگوٹھی عمرو کی ہی مگر اسکا نگینہ کہ وہ میرا ہی یا یہ حلقہ عمرو کا ہی مگر اسکا نگینہ کہ وہ میرا ہی تو ان سب صورتون مین بھی وہی حکم ہی جو مبسوط مین ہی - اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری ہی اور میدان زمین عمرو کا ہی تو اسکے کہنے کے موافق رکھا جائیگا کذا فی الکنز - اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری اور زمین اسکی عمرو کی ہی یا اسکی زمین عمرو کی اور اسکی عمارت میری ہی تو عمارت و زمین عمرو کی ہوگی اور اگر کہا کہ اسکی زمین میری ہی اور عمارت اسکی عمرو کی ہی تو زمین اسکی اور عمارت عمرو کی قرار دیجائیگی اور اگر کہا کہ زمین اسکی عمرو کی اور عمارت بکر کی ہی تو زمین و عمارت دونون عمرو کی قرار دیجائیگی اور اگر کہا کہ اسکی عمارت بکر کی اور زمین اسکی عمرو کی ہی تو اسکے اقرار کے موافق ہوگا یہ محیط مین ہی - منتقی مین ہی کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ انگوٹھی میری اور نگینہ تیرا ہی یا یہ پیٹی میری اور اسکا حلیہ تیرا ہی یا یہ تلوار میری اور اسکا حلیہ تیرا ہی یا یہ جبہ میرا اور اسکا استر تیرا ہی اور عمرو نے کہا کہ سب میرا ہی تو قول زید کا معتبر ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ زید نے جس چیز کا اقرار کیا ہی اگر اسکے جدا کرنے مین کچھ ضرر نہین ہی تو حکم کیا جائیگا کہ جدا کر کے عمرو کے سپرد کرے اور اگر ضرر ہو تو زید پر واجب ہوگا کہ مقر بہ کی قیمت عمرو کو ادا کرے یہ سب امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید کے قبضہ مین ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا زید نے کہا کہ باندی عمرو کی ہی اور بچہ میرا ہی تو اسکے اقرار کے موافق رکھا جائیگا اور یہی حکم باقی حیوانات کی اولاد کا اور درختون سے توڑے ہوئے پھلون کا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر زید کے قبضہ مین ایک صندوق ہی اور اسمین متاع ہی پس زید نے کہا کہ یہ صندوق عمرو کا ہی اور متاع میری ہی یا کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی اور جو کچھ اسمین متاع ہی وہ میری ہی تو زید کا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کہا کہ یہ تھیلی عمرو کی ہی تو وہ تھیلی مع اسکے جو کچھ اسمین

درم زین عمرو کی ہوگی اور اگر مقر نے کہا کہ مین نے صرف کپڑا بدون درہمون کے مراد لیا تھا تو تصدیق نہ کیجائیگی۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ
زنبیل خرما عمرو کی ہی تو مع چھوارون کے عمرو کی قرار دیجائیگی اسی طرح اگر کہا کہ یہ خم فلان شخص عمرو کا ہی اور اُس خم مین سرکہ بھرا ہوا ہو تو بھی یہی
حکم ہی اور اگر یون کہا کہ جراب یعنی تھیلی فلان شخص کی ہی اور اسمین ہراتی کپڑے بھرے ہوے ہین یا کہا کہ یہ تھیلی عمرو کی ہی اور اسمین آٹا بھرا ہوا
ہی یا کہا کہ یہ گون عمرو کی ہی اور گون مین گیہون بھرے ہین اور دعوے کیا کہ مین نے فقط تھیلی یا گون مراد لی تھی تو تصدیق
کیجاویگی اور حاصل یہ ہی کہ ہر چیز مین عرف و عادت کے موافق اقرار واقع ہوگا۔ اگر گیہون کے کھیت کو دیکھکر کہا کہ یہ کیا فلان شخص کا ہی تو
یہ اقرار فقط کھیت پر واقع ہوگا اور اگر کہا کہ بھوسہ اس گیہون کا عمرو کا ہی تو عمرو کا بھوسہ ہوگا اور اگر کہا اس بالیون کے گیہون عمرو کے
ہین تو عمرو کو بالیین مع گیہون ملینگی اور اگر کہا کہ اس قبا کا ابرہ عمرو کا ہی تو سب قبا عمرو کی ہی اور اگر کہا کہ اس قبا کا استر عمرو کا ہی تو عمرو
کے واسطے استر کی قیمت دینی پڑیگی۔ امام محمد رحمۃ سے روایت ہی کہ اگر کہا کہ یہ پکھال زید کے واسطے ہی تو جسقدر پانی پکھال مین ہو وہ زید کو
ملیگا پکھال نہ ملیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ گیہون اُس کھیتی کے ہین جو زید کی زمین مین تھی یا اُس کھیتی کے جو زید کی زمین سے
کاٹی گئی تو یہ گیہون کا اقرار ہی قلت یہ عرف ہماری زبان کا نہین ہی واللہ اعلم۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ خشک انگور زید کے
انگورون کے ہین یا یہ خرما زید کے نخل کے ہین تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا کہ یہ صوف جو میرے
پاس ہی زید کی بکریون کا ہی یا یہ دودھ جو میرے پاس ہی زید کی بکریون کا ہی یا مکھن یا چستہ کی نسبت ایسا ہی اقرار کیا تو یہ
اقرار ہی یعنی زید کی ملک کا ان چیزون مین اقرار ہی من المحیط و فتاوے قاضی خان۔ اور یہی حکم سواے غلام و باندیون کے
تمام حیوانات کی اولاد کا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو نے یہ زمین آراستہ کی یا یہ دار بنایا یا یہ درخت لگایا یا یہ انگور
لگائے اور یہ سب زید کے قبضہ مین ہین پس عمرو نے دعوی کیا کہ یہ سب میرے ہین اور زید نے کہا کہ یہ میرے ہین مین نے
تجھسے فقط مدد لی تھی تو نے مدد دی یا مزدوری لیکر مدد دی تو قول زید کا مقبول ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کہا کہ یہ آٹا فلان شخص
کی پسائی کا ہی تو اقرار نہین ہی کذا فی الخلاصہ اگر کہا کہ مین نے تجھسے باندی اور غلام غصب کر لیا ہی تو دونون کے غصب کا اقرار ہی اسیطرح
اگر کہا کہ یہ چیز مع اُس چیز کے غصب کی مثلاً گھوڑا مع زین یا ساتھ اسکے غصب کی مثلاً گھوڑا ساتھ لگام کے یا غلام مندیل سمیت
غصب کیا تو دونون کے غصب کا اقرار ہی یا لیں یا پھر کے ساتھ کہا مثلاً غلام پھر باندی غصب کی یا لیں باندی غصب کی تو دونون
کے غصب کا اقرار ہی اسی طرح اوپر کے ساتھ یون کہا کہ گھوڑا غصب کیا اور اسپر زین تھی تو بھی یہی حکم ہی کہ دونون کے غصب کا اقرار ہی اور اگر
یون کہا کہ اس سے غصب کیا مثلاً مندیل مین نے اُسکے غلام سے غصب کی یا جھول گھوڑے سے غصب کر لی تو فقط اول چیز کے غصب
کا اقرار ہی اور اگر یون کہا کہ اکاف جو حمار پر تھا غصب کر لیا تو بھی اول کے غصب کا اقرار ہی۔ اور اگر ظرف کے طور پر دوسرے کا
اقرار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف ہو سکتی ہی مثلاً کپڑے کو رومال مین غصب کر لیا یا اناج کو کشتی مین غصب کر لیا
تو ایسی صورتون مین دونون کے غصب کا اقرار ہی اور اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف نہین ہو تی ہی مثلاً کہا کہ مین نے درم
کو درم مین غصب کر لیا تو دوسری اُس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔ اور اگر دوسری چیز ایسی ہو کہ پہلی چیز اُس کے درمیان
ہو سکتی ہی مثلاً مین نے ایک کپڑا دس کپڑون مین غصب کر لیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف اسکے ذمہ
ایک کپڑا لازم ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھسے ایک کرپاس دستی
کپڑے حریر مین غصب کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اسکے ذمہ دونون لازم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے طعام جو بیت مین
تھا غصب کر لیا تو یہ اقرار بمنزلہ اس قول کے ہی کہ جو طعام کشتی مین تھا مین نے غصب کیا پس بیت و طعام دونون کے غصب کا اقرار ہو

ولیکن قول امام اعظم رح و دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے موافق بسبب غصب کے طعام اسکی ضمان مین داخل ہوگا اور
زیت ضمان مین داخل نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے طعام کو اسکی جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہین دی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی یہ مبسوط
مین ہی اور اگر ایک گھوڑے کے اصطبل مین غصب کر لینے کا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ فقط گھوڑا لازم ہوگا کذا فی الکنز اگر کہا کہ فلان شخص
کے مجھپر دہ در دہ درم ہین پس اگر مقر نے کہا کہ مین نے در سے واو مراد لیا ہی یا مع مراد لیا ہی تو اُسپر بیس درم واجب ہونگے اور
اگر کہا کہ مین نے بہ مراد لیا ہی تو دس درم لازم ہونگے اور اگر کہا کہ مراد میری اس سے ضرب تھی تو ہمارے علما کے نزدیک اُسپر دس
درم لازم ہونگے اسی طرح اگر حقیقۃً لفظ در یعنی ظرف کا حرف مراد لیا تو بھی دس درم لازم ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے یون
کہا کہ زید کا مجھپر ایک درم ایک قفیز گیہون مین ہی تو اُسپر ایک درم لازم ہوگا اور قفیز باطل ہی اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ایک قفیز گیہون
ایک درم مین واجب ہی تو اُسپر قفیز لازم ہوگا اور درم باطل ہی اسی طرح اگر کہا کہ زید کے مجھپر ایک فرق زیت دس مختوم گیہون
مین واجب ہی تو زیت اُسپر واجب ہی اور گیہون باطل ہین یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر دس درم دس دینار مین واجب
ہین تو دس درم واجب ہونگے اور آخر کلام باطل ہوگا ولیکن اگر کہے کہ مین نے دونون مال مراد لیے تھے تو دونون لازم ہونگے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر اقرار کیا کہ مجھپر پانچ درم ایک یہودی کپڑے مین واجب ہین تو اُسپر پانچ درم واجب ہونگے پھر اگر
اسکے بعد کہا کہ یہودی کپڑا سلم کا قرض ہی اور پانچ درم اُسنے مجھے اس کپڑے کی سلم مین دیے تھے تو یہ اس اقرار کا بیان ہی
ولیکن چونکہ اسمین تغیر ہی اسواسطے علیحدہ کرکے اُسکی صحت معتبر نہوگی ولیکن اگر طالب اُسکی تصدیق کرے تو ہوسکتا ہی اور تصدیق
کے وقت ہم کہینگے کہ حق ان دونون مین سے باہر نہین جاسکتا ہی پس جسپر دونون نے تصادق کیا وہ ثابت ہوگا۔ اور اگر طالب
نے اُسکی تکذیب کی تو مقر کو اُس سے قسم لینے کا اختیار ہی پس اگر قسم کھائی تو مقر لہ کو اختیار ہی کہ مقر سے پانچ درم کی بابت موافق
اُسکے اقرار کے مواخذہ کرے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے زید کے پانچ درم ایک کپڑے مین غصب کر لیے تو اُسپر پانچ درم
مع کپڑے کے لازم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر ایک درم مع ایک درم کے یا اُسکے ساتھ ایک درم واجب ہی تو دونون
درم اُسپر لازم ہونگے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر ایک درم قبل ایک درم کے واجب ہی تو اُسپر ایک درم واجب ہوگا اور اگر
کہا کہ قبل اُسکے ایک درم واجب ہی تو اُسپر دو درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ ایک درم بعد ایک درم کے یا بعد اُسکے ایک درم
واجب ہی تو دو درم واجب ہونگے اسی طرح اگر کسی ایک درم کے بجاے ایک دینار یا قفیز گیہون بیان کیے تو بھی دونون چیزین
واجب ہونگی یہ مبسوط و قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا درم و درم یا درم پھر درم واجب ہی تو دو درم واجب ہونگے اور اگر کہا درم درم
واجب ہی تو ایک ہی درم واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھپر درم بر درم واجب ہی تو ایک ہی درم واجب ہوگا اور اگر کہا کہ دو
درم پھر ایک درم واجب ہی تو تین درم واجب ہونگے ایسے ہی اسکے عکس مین یعنی درم پھر دو درم واجب ہین تو بھی تین درم واجب
ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر ایک درم اور مجھپر ایک درم ہی تو دو درم واجب ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا کہ زید
کا مجھپر درم بدرم ہی تو ایک درم واجب ہوگا یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک درم مع کل درم کے ہی تو اُسپر
دو درم واجب ہونگے اور اگر خاص معین دس درم کو دیکھکر کہا کہ زید کے مجھپر ان درمون مین سے ہر درم کے ساتھ ایک درم
واجب ہی تو اُسپر بیس درم واجب ہونگے اور اگر دس درم معین کو دیکھکر کہا کہ مجھپر اسکے ان سب درمون مین سے ہر درم کے ساتھ
ایک درم واجب ہی تو اُسپر گیارہ درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ مجھپر فلان شخص کے درمون سے کل درم ہی تو تین درم واجب ہونگے
اور یہ قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا ہی اور قیاس قول امام اعظم رح مین دس درم واجب ہونگے ایک شخص نے کہا کہ زید

کا مجھپر ایک درم فوق درم واجب ہی تو اُسپر دو درم واجب ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ کتابت کے ساتھ اقرار کرنا یعنی لکھکر اقرار کرنا کئی وجہ سے ہوتا ہی ازانجملہ اسطرح لکھے کہ وہ کچھہ نہ کھلے مثلاً ہوا یا پانی یا برف پر لکھا تو اس سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اگرچہ گواہ کرے اور گواہ کر لینے کے یہ معنی ہین کہ چند لوگون سے لکھنے مین یون کہے کہ مجھپر اسکے گواہ رہو اور اُنکو پڑھکر کچھ نہ سناوے اور اگر اُنکو پڑھکر سنا دیا تو جو کچھ لکھا سنایا ہی وہ اُسپر لازم ہوگا اور جس شخص نے اسکا یہ اقرار سُنا اُسکو اس امر کی گواہی اُسپر دینا حلال ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ اس طور سے لکھے کہ جو لکھا ہوا کھلتا ہی اور اُسکی چند صورتین ہین ازانجملہ یہ کہ ارسالی تحریر ہو اُسکی یہ صورت ہی کہ کاغذ پر لکھنے سے پہلے بسم اللہ سے شروع کرے پھر دعا پھر مقصود لکھے کہ تیرے مجھپر ہزار درم اس جہت سے ہین تو یہ استحساناً اقرار ہی اور جو شخص اُسکی تحریر کو معائنہ کرے اُسکو اُسکے اس امر کی گواہی اُسپر دینا حلال ہی بشرطیکہ گواہ اس تحریر کو بیان سے خواہ وہ گواہ کیا جاوے یا نہ کیا جاوے یہ محیط مین ہی۔ اگر ارسالی تحریر یون لکھے از جانب فلان بسوے فلان امابعد تو نے مجھے لکھا تھا کہ مین نے تیرے واسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی ضمان کر لی ہی حالانکہ مین نے تیرے لیے ہزار کی ضمانت نہین کی صرف تیرے واسطے پانچسو درم کی ضمانت کی ہی اور اس محرر کے پاس دو مرد اُسکے لکھنے کے وقت موجود کتابت کے شاہد تھے پھر اُسنے اپنی تحریر کو محو کر دیا اور دونون گواہون نے اُسپر یہ گواہی دی تو اُسکے ذمہ لازم ہونگے اگرچہ اُس نے ان دونون سے گواہی یا گواہ رہنے کے واسطے نہ کہا ہو اور یہی حکم طلاق وعتاق وہر ایسے حق کا ہی جو شبہات کے باوجود ثابت ہوجاتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر بطور رسالت کے مٹی یا خرقہ وغیرہ اسکے مانند پر لکھا تو یہ اقرار نہین ہی اور نہ گواہون کو اُس پر اس کی گواہی دینا حلال ہی ولیکن اگر اُن سے کہے کہ مجھپر اس مال کی گواہی دو تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر کاغذ پر غیر مرسوم تحریر کی ایسی کہ کھلتی ہو کہ فلان شخص کا مجھپر اسقدر حق ہی تو جائز نہین ہی ولیکن اگر گواہون سے کہا کہ جو کچھ مین نے تحریر کیا ہی اُسکی مجھپر گواہی دو تو گواہون کو گواہی دینا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ازانجملہ چک کی تحریر ہی اگر کسی شخص نے اپنی ذات پر کسی حق کی یادداشت چند لوگون کے حضور مین لکھی یا کوئی وصیت تحریر کی پھر اُن لوگون سے کہا کہ مجھپر اس حق کے فلان شخص کے واسطے ہونے کے گواہ رہو اور اس نے اُنکو پڑھکر نہ سنائی اور نہ اُنھون نے اسکے سامنے پڑھی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اُنکی آنکھون کے سامنے اپنے ہاتھ سے تحریر کی یا کسی دوسرے سے لکھوائی ہو اور اگر یہ لوگ اُسکے خود لکھنے یا لکھوانے کی حالت مین حاضر نہوئے تو اُنکی گواہی جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک قوم کے درمیان خود ایک چک تحریر کی اور اُنکو پڑھکر سُنائی اور نہ اُنسے کہا کہ مجھپر گواہ رہو تو کتاب مین تحریر ہی کہ یہ اقرار نہین ہی اور نہ اُن لوگون کو محرر پر اس مال کی گواہی دینا حلال ہی اور قاضی امام ابو علی نسفی رح نے فرمایا کہ اگر تحریر مصدر مرسوم ہو مثلاً یون لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اقرار نامہ ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی ذات پر زید کے واسطے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا ہی۔ اور گواہ کو جو اسمین لکھا ہی معلوم ہوا تو جو کچھ اُسنے لکھا اُسکی گواہی دینے کی گواہون کو گنجائش ہی اگرچہ اُنکو پڑھکر نہ سناوے اور نہ گواہ کرے اور اگر اُسنے چک لکھکر گواہون کو پڑھ سنائی تو اُنکو گواہی دینا اس مال کی حلال ہی اگرچہ اُنسے نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کاتب کے سواے دوسرے نے گواہون کے سامنے اُنکو تحریر سُنائی اس کاتب نے کہا کہ جو کچھ اسمین ہی اسکے مجھپر گواہ رہو تو یہ اقرار ہی اور اگر یہ نہ کہا کہ گواہ رہو تو یہ اقرار نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک قوم کے نزدیک بیٹھکر اپنی ذات پر ایک چک تحریر کی پھر قوم سے کہا کہ اسپر مہر کر دو اور یہ نہ کہا کہ گواہ رہو تو یہ اقرار نہوگا اور نہ اُن لوگون کو جائز ہی کہ اس مال کی اُس شخص پر گواہی دین اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ کیا ہم تجھپر اسکی گواہی دین اُسنے کہا کہ اسپر مہر کر دو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر گواہون نے کہا کہ کیا ہم اس تحریر پر

مہر کردین اُس نے کہا کہ اسپر گواہ رہو تو یہ اقرار ہے گواہون کو اسپر گواہی دینا حلال ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی محرر
سے کہا کہ فلان شخص کو اقرارنامہ لکھدے کہ مجھپر اُس کے ہزار درم ہین تو یہ اقرار ہے محرر کو روا ہے کہ اسپر اس مال کی گواہی دے
اسی طرح اگر محرر سے کہا کہ فلان شخص کے واسطے بیعنامہ اس گھر کا بعوض اسقدر کے لکھدے اُسنے خواہ لکھا یا نہ لکھا تو یہ بیع کا
اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ میری عورت کے نام اُسکی طلاق کا خط لکھدے تو بھی ایسا ہی ہے۔ اور اگر محرر سے دوبارہ کہا کہ عورت
کے واسطے طلاق لکھدے تو یہ ایک طلاق کا اقرار ہے اور مکرر کہنا لکھنے والے پر تقاضا کے لیے ہے کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے
دوسرے کو ایک مال کے اقرار کی تحریر سنائی اُسنے کہا کہ کیا مین تجھپر اس مال کی جو اس مین تحریر ہے گواہی دون اُسنے کہا کہ ہان
تو یہ اقرار ہے اُسکو گواہی دینا حلال ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ از انجملہ کتاب حساب ہے یہ وہ ہے کہ جو تاجر لوگ اپنے صحیفون
اور حساب کے دفترون مین لکھتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اگر اپنے حساب کے صحیفہ مین لکھا کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین اور دو گواہون
نے حضور کی گواہی دی یا خود اُسنے حاکم کے سامنے اسکا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگا و لیکن اگر کہے کہ تم مجھپر اس کی گواہی دو
تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور بعض متاخرین نے کہا کہ اگر روزنامچہ مین لکھا ہے کہ فلان شخص کے مجھپر اس اسقدر درم ہین تو یہ
مرسوم مین شمار ہے اُسپر گواہ کرنا شرط نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر یون کہا کہ مین نے اپنی کتاب مین یہ پایا کہ فلان شخص کے
مجھپر ہزار درم ہین یا کہا کہ اپنی یادداشت یا حساب مین یا اپنی تحریر سے یا کہا اپنے ہاتھ سے مین نے لکھا کہ فلان شخص کے
مجھپر ہزار درم ہین تو یہ سب باطل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک جماعت نے ائمہ بلخ مین سے بائعون کی یادداشت کی نسبت فرمایا
کہ جو یادداشت مین بیاع کے خط سے تحریر ہو وہ اُسپر لازم ہوتا ہے فعلی ہذا اگر بیاع نے کہا کہ مین نے اپنی یادداشت مین
اپنے خط سے لکھا ہوا پایا یا مین نے اپنی یادداشت مین اپنے ہاتھ سے لکھا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار ہے
کہ اُسپر لازم ہوگا یہ مبسوط و ظہیریہ مین ہے۔ صراف و بیاع و دلال کا خط حجت ہے اگرچہ معنون نہو کیونکہ انہین لوگون
کا عرف ظاہر اسی طرح لوگ جو باہمی تحریر کیا کرتے ہین اسکا بھی حجت ہونا بسبب عرف کے واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔
ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اُسنے کہا کہ جو کچھ مدعی کی یادداشت مین میرے خط سے ہوگا مین اسکا التزام
کیے لیتا ہون تو یہ اقرار نہین ہے کذا فی خزانۃ المفتین

تیسرا باب - تکرار اقرار کے بیان مین - ایک شخص نے اپنے اوپر سو درم کا اقرار کیا اور اُسپر دو گواہ کر لیے پھر دوسرے مقام
پر سو درم کا اقرار کیا اور دو گواہ کر لیے پھر مقر نے کہا کہ یہ سو ہی درم ہین اور طالب نے کہا کہ یہ دو سو درم ہین تو اس مسئلہ کی
چند صورتین ہین یا تو اپنے اقرار کو کسی سبب کی جانب نسبت کیا اور وہ سبب دونون اقرارون مین ایک ہی ہے یا مختلف ہے اور
یا کسی سبب کی طرف نسبت نہ کیا پس اگر سبب کی طرف نسبت کیا مثلاً کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم اس غلام کے ثمن کے ہین پھر
اسی مجلس یا دوسری مجلس مین اس کے بعد اقرار کیا کہ مجھپر زید کے ہزار درم اس غلام کے ثمن کے ہین اور وہ غلام ایک ہی
ہے تو بالاتفاق ہر حال مین اُسکے ذمہ ایک ہی مال لازم ہوگا اور اگر سبب مختلف ہے مثلاً اول مرتبہ اقرار کیا کہ مجھپر زید کے ہزار درم
اس غلام کے ثمن کے ہین پھر دوسری بار اقرار کیا کہ مجھپر زید کے ہزار درم اس باندی کے ثمن کے ہین تو بالاتفاق اماموں کے
نزدیک اُسپر اس صورت مین دونون مال واجب ہونگے خواہ یہ اقرار ایک ہی مجلس مین دوبارہ ہو یا دو مجلسون مین واقع
ہوا ہو۔ اور اگر اقرار کو کسی سبب کی طرف مضاف نہ کیا بلکہ اپنے نام پر ایک چک لکھوا دی پس اگر وہ چک ایک ہی ہے تو بالاتفاق
ایک ہی مال واجب ہوگا اور اگر دو چکین لکھوائین ہر چک ہزار درم کی ہے اور اسپر گواہ کر لیے تو ہر حال مین اُسپر دونون مال

لازم ہونگے اور چک کا مختلف ہونا بمنزلہ اختلاف سبب کے قرار دیا جائیگا۔ اور اگر چک بھی نہ لکھی بلکہ مطلقاً اقرار کیا پس اگر پہلا اقرار قاضی کے سوائے دوسرے شخص کے سامنے دو گواہوں کے روبرو ہوا اور دوسرا اقرار قاضی کے سامنے ہوا تو ایک ہی مال لازم ہوگا کذا فی فتاوے قاضی خان اسی طرح اگر پہلا اقرار قاضی کے سامنے اور دوسرا غیر قاضی کے سامنے دوسری مجلس مین واقع ہوا تو بھی ایک ہی مال لازم ہوگا کذا فی الخلاصۃ اسی طرح اگر پہلے قاضی کے سامنے اقرار کیا اور قاضی نے اس اقرار کو اپنے دیوان مین لکھ لیا پھر دوسری مجلس مین اسی کو قاضی کے سامنے اعادہ کیا اور ہزار درم کا اقرار کیا پس طالب نے دو مالون کا دعوے کیا اور مطلوب نے دعوی کیا کہ وہی مال ہے تو مطلوب کا قول مقبول ہوگا اور اگر دونون اقرار غیر قاضی کے سامنے ہون یا پہلا قاضی کے سامنے اور دوسرا اقرار غیر قاضی کے سامنے ہو پس اگر ہر اقرار پر ایک گواہ کر لیا تو سب کے نزدیک مال واحد لازم آئیگا خواہ یہ ایک ہی مجلس مین ہو یا دو مجلسون مین ہو اور اگر پہلے اقرار پر ایک ہی گواہ کیا اور دوسرے پر دو یا زیادہ گواہ دوسری مجلس مین کیے تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال ایک ہی ہوگا اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول مین اختلاف کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ انکے نزدیک بھی ایک ہی مال واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے اور دوسرے اقرار پر دوسری مجلس مین دو گواہ کیے تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال واحد لازم ہوگا خواہ دوسرے اقرار پر پہلے ہی دونون گواہون کو گواہ کیا ہو یا انکے سوائے دوسرون کو گواہ کیا ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر الروایت کے موافق اگر پہلے ہی دونون گواہون کو گواہ کیا تو ایک ہی مال اور اگر دوسرون کو گواہ کیا تو دو مال لازم ہونگے کذا ذکر الخصاف اور جصاص نے اسکے برعکس ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر اقرار دونون ایک ہی مجلس مین واقع ہوئے تو صاحبین رحمہم کے نزدیک ہر صورت مین مال واحد لازم ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے پھر دوسرے اقرار پر ایک یا زیادہ گواہ کیے تو قیاساً امام اعظم رح کے قول پر دو مال لازم ہونگے اور استحساناً ایک ہی مال واجب ہوگا اور یہی امام سرخسی کا مذہب ہے کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید اگر اسکے ہزار درم کے اقرار پر دو گواہ لایا پھر دو گواہ دوسرے اسکے ہزار درم کے اقرار پر لایا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ ایک ہی مجلس مین واقع ہوا یا دو مجلسون مین اور گواہ بھی اسکو بھول گیے تو یہ دو مال قرار پاوینگے ولیکن اگر معلوم ہو جاوے کہ ایک ہی مجلس مین ایسا ہوا تو یہ حکم نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے عمرو پر ہزار درم و سو دینار کا دعوی کیا اور ہزار درم عمرو کے نام پر ایک چک مین تحریر تھے اسمین لکھا تھا کہ اسپر سوائے انکے اور کچھ نہین ہے اور سو دینار دوسری چک مین تحریر تھے اسمین لکھا ہے کہ عمرو پر سوائے اسکے اور کچھ نہین ہے اور وقت ایک ہی ہے یا دونون مین وقت مذکور نہین ہے تو تمام مال عمرو کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر دو گواہون نے ہزار درم سیاہ کے اور دوسرے دو گواہون نے ہزار درم دودھیا چاندی کے اقرار کی گواہی دی تو یہ دو مال ہین۔ اگر اس نے ہزار درم و سو دینار کا ایک ہی مجلس مین اقرار کیا پھر اسی جگہ اسی مجلس مین ہزار درم کا اقرار کیا تو اختلاف زفر رح و امام ابو یوسف رح مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس پر ہزار درم و سو دینار لازم ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے ہزار درم ایک مہینہ کے وعدے کے قرضہ پر اپنے اوپر دو گواہ کر لیے پھر دوسرے دو گواہ اپنے اوپر ہزار قرضہ کے دو مہینہ کے وعدے پر کر لیے تو بسبب میعاد مختلف ہونے کے یہ دو مال ہین یہ محیط مین ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے عمرو کا غلام قتل کیا اسکا نام لیا یا نہ لیا یا کہا کہ مین نے عمرو کا بیٹا یا بھائی قتل کیا خواہ اسکا نام لیا یا نہ لیا پھر

ف اختلاف سبب یہ کہ مثلاً ایک مال البیع

دوسری مرتبہ ایسا ہی اقرار کیا پس طالب نے کہا کہ تو نے میرے دو غلام یا دو بیٹے یا دو بھائی قتل کیے ہیں تو یہ اقرار ایک ہی غلام و ایک ہی بیٹے اور ایک ہی بھائی کا قرار دیا جائیگا و لیکن اگر اسنے دو نام مختلف کا اقرار ثابت کیا تو دو لازم ہونگے اور امام ابوالحسن علی اسغدی نے فرمایا کہ جائز ہے کہ یہ مسائل بھی علے الاختلاف ہوں اور جائز ہے کہ اتفاقی ہوں بشرطیکہ مجلس واحد ہو اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید

چوتھا باب جنکے لیے اقرار صحیح اور جنکے واسطے صحیح نہیں ہے اور جنکی طرف سے اقرار صحیح ہے اور جنکی طرف سے نہیں صحیح ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے حمل کا اقرار کیا یا حمل کے واسطے کچھ اقرار کیا اور سبب صالح بیان کیا تو اقرار صحیح ہے ورنہ نہیں اگر باندی کے حمل یا بکری کے حمل کا زید کے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح و لازم ہوگا۔ اور اگر زید کے حمل کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا تو اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی سبب صالح بیان کرے مثلاً یوں کہے کہ اس حمل کے واسطے زید نے اقرار کیا ہے یا اسکا باپ مرگیا اور یہ وارث ہوا مگر میں نے ہزار درم تلف کر دیے تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور مال اُسکے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر وہ میت کا بچہ اسقدر مدت میں زندہ پیدا ہوا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقرار کے وقت وہ قائم تھا بایں طور کہ مورث و موصی کے وفات سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو مال دینا لازم ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا تو اسکو اس اقرار سے کچھ استحقاق حاصل نہوگا و لیکن اگر عورت معتدہ ہو تو اس صورت میں اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور اسکے ثبوت نسب کا حکم دیا گیا تو یہی حکم مورث و موصی کے انتقال کے وقت اس بچہ کے پیٹ میں موجود ہونے کا حکم ہوگا پس اگر وہ بچہ مرا ہوا پیدا ہوا تو یہ مال موصی و مورث کے وارثوں کو پھیر دیا جائیگا۔ اور اگر دو لڑکے زندہ پیدا ہوے تو یہ مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا ہو تو وصیت کی صورت میں دونوں کو برابر ملیگا اور میراث کی صورت میں دو حصہ لڑکا پاویگا اور ایک حصہ لڑکی کو ملیگا۔ دوسرے یہ کہ کوئی سبب مستحیل بیان کرے یعنی جو نہیں سکتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اس حمل نے مجھے ہزار درم قرض دیے تھے یا میرے ہاتھ ہزار درم کو کوئی چیز فروخت کی تھی تو یہ اقرار باطل اور اُسپر کچھ لازم نہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اقرار کو مبہم مطلق چھوڑ دے تو یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی لڑکے نابالغ لقیط یا غیر لقیط کے واسطے سو درم قرضہ کا کسی شخص نے اقرار کیا تو لازم ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ اس لڑکے نے مجھے قرض دیا ہے حالانکہ لڑکا نہ کلام کر سکتا ہے نہ قرض دے سکتا ہے تو بھی مال لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مجھے اس بچہ نے یہ غلام ودیعت یا عاریت یا اجارہ پر دیا ہے یا کسی مجنون کے واسطے ایسا اقرار کیا تو اصل مال کا اقرار صحیح ہے اور سبب باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اور آیا غلام کی ضمان دونوں مقر سے لے سکتے ہیں یا نہیں اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ جس صورت میں کہ بالغ کے واسطے اقرار کرلے سے اُسپر ضمان نہ آوے اس صورت میں واجب ہے کہ یہ دونوں بھی ضمان نہ لے سکیں اور جس صورت میں بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اُسپر ضمان واجب ہوتی ہے اس صورت میں لڑکے اور مجنون کے واسطے اقرار کرنے سے بھی اُسپر ضمان واجب ہوگی ہکذا قالوا کذا فی الذخیرہ۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس بچہ کے واسطے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے حالانکہ بچہ نہ کلام کرتا ہے اور نہ عقل رکھتا ہے تو کفالت باطل ہے و لیکن اگر بچہ کی طرف سے اسکا ولی جسکو بچہ کی طرف سے ولایت تجارت حاصل ہے قبول کرے تو ہو سکتی ہے اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اسکے ایسے ولی نے قبول نہ کیا ہو اور اگر زید نے یہ کلام بچہ کے ایسے ولی کے ساتھ کیا جسکو نفس میں ولایت تصرف ہے مال میں نہیں ہے جیسے بھائی و چچا وغیرہ تو

کفالت منعقد موقوف الاجازت رہیگی پس اگر بچہ نے بالغ ہوکر اپنی رضا سے اجازت دیدی تو کفالت جائز ہو جائیگی اور اگر درمیان مین کفیل نے کفالت سے رجوع کرلیا تو رجوع صحیح ہے یہ محیط مین ہے اور اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اس لقیط کی طرف سے فلان شخص کے واسطے سو درم کی کفالت کرلی ہے حالانکہ لقیط کلام کرنے کے لائق نہین ہے تو کفالت کفیل پر جائز اور لقیط پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایسے لڑکے نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہے زید کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کرلیا تو تجارتی قرضون مین اقرار صحیح ہے اور جو تجارتی نہین ہے اسمین اسکا اقرار صحیح نہین ہے اسی طرح اسکا اقرار ودیعت وعاریت کا صحیح ہے اور غصب کا اقرار بھی صحیح ہے اسی طرح ایسے مال کے عیب کا اقرار جسکو اسنے فروخت کیا ہے جائز ہے اسی طرح اسکے مقبوضہ غلام کی بابت اقرار کردینا اس سے صحیح ہے خواہ یہ غلام اسکے اموال تجارت سے ہو یا نہو مثلاً اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور کسی جرم یا مہر یا کفالت کا اقرار اسکی جانب سے صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایسے لڑکے کا اقرار جسکو تصرفات سے ممانعت کی گئی ہے اور معتوہ اور مغمی علیہ اور نائم کا اقرار بھی بمنزلہ انکے تمام تصرفات کے باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور نشہ کے مدہوش سے تمام حقوق مین اقرار جائز ہے سوائے ان حدود کے جو خالص اللہ تعالے کے واسطے ہین اور مرتد ہونا اسکا بھی بمنزلہ اسکے تمام تصرفات کے ہوشیارون کے مانند نافذ ہوگا کذا فی الکافی اور گونگے کا اقرار اگر وہ لکھتا اور سمجھتا ہے تو ماسوائے حدود کے قصاص وحقوق الناس مین جائز ہے کذا فی الحاوی اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون یا مجور کے واسطے کسی دین یا عین کا اقرار کیا اور اسکے مولی نے غلام کی غیبت مین مقرلہ سے یہ چیز وصول کرنی چاہی تو نہین لے سکتا ہے اگر کسی آزاد نے کسی غلام کے واسطے کسی ودیعت کا اقرار کیا اور غلام نے دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کردیا پس اگر غلام ماذون ہے تو اسکا اقرار جائز ہے اور اگر مجور ہے تو دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کرنا باطل ہے کذا فی المبسوط۔ اگر غلام مجور نے عمداً خون کرنے کا اقرار کیا اور مقتول کے دو ولی ہین ایک نے اسکو معاف کردیا تو دوسرے کا اسکی گردن پر مال نہوگا اور اگر ایسی چوری کا اقرار کیا جسمین ہاتھ کاٹا جانا واجب نہین تو حق مولی مین اسکا اقرار باطل ہے کذا فی الحاوی غلام تاجر کا دوسرے کے واسطے کسی دین یا ودیعت یا غصب یا بیع واجارہ کا اقرار جائز ہے اگرچہ اسپر اسقدر قرض ہو کہ غلام کی قیمت اور جو کچھ اسکے پاس ہے سب کو محیط ہو سو اگر اپنے مولی کے واسطے اپنے اوپر قرض کا یا اپنے پاس ودیعت کا اقرار کیا حالانکہ اسپر اسقدر قرضہ ہے کہ وہ اس قرضہ مین ڈوبا ہوا ہے تو اسکا اقرار جائز نہوگا۔ اور غلام تاجر کا اقرار ایسے جرم کا جسمین قصاص نہین آتا ہے کسی اجنبی کے واسطے جائز نہین ہے۔ اور اگر قتل عمد کا اقرار کیا تو جائز ہے اور اسپر قصاص واجب ہوگا اسی طرح اگر اپنی ذات پر ایسے جرم کا اقرار کیا جسمین حد واجب ہوتی ہے جیسے قذف وزنا وشراب خواری تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایسی چوری کا اقرار کیا جسمین ہاتھ کاٹنا واجب ہے یا نہین واجب ہے تو اسکی تصدیق کیجاویگی کذا فی الحاوی۔ کسی عورت کے مہر کا یا کفالت نفس یا کفالت مال کا یا اپنے غلام آزاد کرنے کا یا مکاتب یا مدبر کرنے کا اقرار غلام ماذون سے صحیح نہین ہے۔ اور اگر اسنے کسی عورت کے نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے ولیکن مولے کو اختیار ہے کہ دونون مین جدائی کردے کذا فی المبسوط اور طلاق کا اقرار غلام ماذون سے جائز ہے کیونکہ غلام مجور کا طلاق کا اقرار جائز اسواسطے ہے کہ حق طلاق مین وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو غلام ماذون کا اقرار بدرجہ اولے جائز ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ مین نے اس عورت سے اپنی انگلی سے اقتضاض کیا یعنے اسکی فرج مین داخل کرکے پردہ پھاڑا خواہ عورت باندی ہو یا آزاد ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ وامام محمد رح کے نزدیک کچھ اسپر لازم نہ آویگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسپر لازم آویگا۔ اگر ان دونون سے نکاح کرنے کا اور پردہ پھاڑ دینے کا اقرار کیا تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک جبتک وہ آزاد نہو دونون مین سے کسی کا مہر اسپر لازم نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ آزاد عورت مین یہی حکم ہے

ولیکن اگر باندی ہو اور اُسکے مولی نے اُسکا نکاح کر دیا تو غلام تاجر پر وقت آزاد ہونے تک کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مولے نے اسکا نکاح نہین کیا تو غلام تاجر سے فے الحال مہر کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر باندی ثیبہ ہو تو جبتک یہ غلام آزاد نہ ہو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر خریدی ہوئی باندی کے اقتضاض کا اقرار کیا پھر وہ استحقاق مین لے لی گئی تو اُسپر عقر واجب ہوگا اور فے الحال غلام تاجر سے مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ مین نے اس لڑکی سے جسکے پردہ بکارت موجود تھا وطی کی اور اسکا پردہ دور کر دیا اور اُس سے جماع کر لیا تو جبتک آزاد نہ ہو اُسپر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کچھ واجب نہوگا ایسا ہی ابو سلیمان کے نسخون مین ہے اور ابو حفص کے نسخون مین قول ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا بیان کیا ہے۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ مین نے باندی سے شبہہ مین وطی کی اور اُسکی بکارت کا پردہ توڑ دیا اور بدون اجازت اُس کے مالک کے اِس سے جماع کیا تو بھی امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر پیشاب کا استمساک نہین ہوتا ہے تو غلام تاجر کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا نہ فے الحال اور نہ بعد آزادی کے اور اگر پیشاب کا استمساک ہوتا ہے تو نسخہ ابو سلیمان مین ہے کہ مہر کے بارہ مین اُس کی تصدیق کیجاوے گی اور فی الحال اُسکے ذمہ قرض ہوگا اور افضا مین تصدیق نہ کیجاوے گی اور نسخہ ابو حفص مین ہے کہ اگر پیشاب کا استمساک ہوتا ہے تو مہر کے بارہ مین اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی پس اُسپر دین نہ ہوگا۔ اور جو حکم نسخ ابی سلیمان مین ہے وہ اشبہ بالصواب ہے کذا فی المبسوط اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے کہ ایک نے اُسکو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے قرضہ کا اقرار کر لیا تو اُس شخص کے حصہ مین لازم ہوگا جس نے اُسکو اجازت دی ہے اور جن چیزون مین غلام تاجر کا اقرار جائز ہے اُسکا اقرار اُسی کے حصہ مین جائز قرار دیا جائیگا جس نے اُسکو اجازت دی ہے اور جو کچھ اس غلام کا مال ہے اُسمین اُسکا قرضہ مقدم رکھا جائیگا اور بعد ادائے قرض کے باقی اُسکے دونون مولاؤن کو برابر ملیگا ولیکن اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ مال تجارت کے سواے ہبہ یا صدقہ وغیرہ سے اُسنے حاصل کیا ہے تو اُسمین سے آدھا پہلے اُس شخص کو نکال دیا جائیگا جس نے اجازت نہین دی پھر اسکے بعد قرض ادا کیا جائیگا اور اگر اِس غلام کے واسطے کسی آزاد نے قرضہ کا اقرار کیا تو وہ قرضہ دونون مالکون مین برابر تقسیم ہوگا اور کوئی ایک تمام مال کا باجازت مستحق نہین ہوگا کذا فے الحاوی۔ اگر مکاتب نے کسی آزاد یا غلام کے واسطے اپنے اوپر دین کا بسبب ثمن بیع یا قرضہ یا غصب کے اقرار کیا تو وہ اُسپر لازم ہوگا پھر اگر ادائے مال کتابت سے عاجز ہوا تو اُسکے ذمہ سے مال اقرار باطل نہ ہوگا اور مکاتب سے حدود کا اقرار جائز ہے اور اگر نکاح کی وجہ سے مہر کا اقرار کیا تو سواے قول امام ابو یوسف رح کے اُسپر لازم نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُس وقت لازم ہوگا کہ جب دخول کا اقرار کرے۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ مین نے اپنی انگلی سے کسی عورت آزاد یا باندی کا یا لڑکی کا پردہ بکارت توڑ دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رح کے نزدیک یہ بمنزلہ اقرار جرم کے ہے اور جرم کا اقرار مکاتب کی طرف سے جبتک کتابت قائم ہے صحیح ہے اور اگر جرمانہ ادا کرنے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جرمانہ باطل ہو گیا اور امام محمد رح کے نزدیک جائز رہا اور اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کرنے کا اقرار کیا اور قاضی نے اُسپر ارش دینے کا حکم کیا اُسنے کچھ ادا کیا تھا کہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک باقی باطل ہو گیا اور امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک لازم رہا بخلاف اسکے اگر حکم قاضی ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو ایسا نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ قلت امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ظاہرا باطل ہوگا ولیکن امام ابو یوسف رح سے اتفاق مین احتمال ہے واللہ اعلم اگر قاضی نے کسی آزاد

کو مجبور کیا پھر مجبور نے اپنے اوپر دین یا غصب یا بیع یا عتق یا نسب یا قذف یا زنا کا اقرار کیا تو یہ سب اسپر جائز ہے اور امام اعظم رح کا اول قول امام ابو یوسف رح مین آزاد کا مجبور کرنا باطل ہے پھر امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ جائز ہے اور یہی قول امام محمد رح کا ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکا اقرار دین و بیع کا جائز نہین ہے اور ہر شئی جو ہزل مین باطل ہوتی ہے وہ جبر مین بھی باطل ہوتی ہے اور جو شئی ہزل مین اسپر جائز ہے وہ جبر مین بھی جائز ہے کذا فی الحاوی

پانچوان باب مجہول شخص کے واسطے اور مجہول پر و مجہول و مبہم چیز کے اقرار کے بیان مین

اگر مقر لہ مجہول ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آئیگا خواہ جہالت نہایت کھلی ہو مثلاً کہا مجھپر ہزار درم لوگون مین سے کسی کے ہین یا اسقدر زیادہ نہو مثلاً کہا کہ مجھپر ہزار درم ان دونون مین سے کسی کے ہین ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام نے مبسوط اور ناطقی نے واقعات مین کہا کہ جہالت اگر نہایت زیادہ ہو تو اقرار جائز نہین ہے اور اگر زیادہ فاحش نہو تو جائز ہے اور ایسی صورت مین تذکرہ کا حکم دیا جائیگا کہ یاد کرے کہ کس کے ہین اور بیان کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور وجہ یہ ہے کہ اگر دونون مقر لہما مقر سے لینے پر اتفاق کرین اور باہم صلح کر لین تو دونون کا دعوی ممکن ہے پس مقر کا اقرار صحیح ہوگا کافی مین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے کذا فی التبیین - اگر باین لفظ بیان کیا کہ فلان کے مجھپر ہزار درم یا فلان کا مجھپر ایک درم ہے تو اسپر کچھ لازم نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام اس بکر یا عمرو سے غصب کر لیا اور دونون مین سے ہر ایک اپنا دعوی کرتا ہے تو اقرار فاسد ہے حتی کہ بیان کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور ان دونون کو اختیار ہے کہ باہم صلح کر کے غلام کو مقر سے لے لین اور اگر باہم صلح نہ کی تو مقر سے ہر ایک کے واسطے قسم لیجاویگی کہ واللہ یہ غلام نہ اسکا ہے اور نہ اسکا ہے - اور یہ مذکور نہین ہے کہ ہر دونون کے واسطے ایک بار ایک قسم لیجاویگی یا ہر واحد کے واسطے علیحدہ قسم لیجاویگی اور مشائخ نے باہم اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم لیجاویگی اور قاضی کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکے نام چاہے شروع کرے یا دونون کے نام کا قرعہ ڈالے اور جب دونون کے لیے قسم لے تو تین صورتون سے خالی نہین اول یہ کہ ایک کے لیے قسم کھاوے اور دوسرے کی قسم سے نکول کرے اور اس صورت مین تمام غلام کی اسکے نام ڈگری ہوگی جسکی قسم سے نکول کیا ہے اور جسکے نام سے قسم کھائی اسکے لیے کچھ ڈگری نہوگی اور اگر دونون کی قسم سے نکول کیا تو غلام اور غلام کی قیمت کی ڈگری دونون کے نام برابر ہوگی خواہ اسنے دونون کی قسم سے ایکبار نکول کیا مثلاً قاضی نے دونون کی ایک ہی قسم دلائی اور اسنے نکول کیا یا آگے پیچھے مثلاً ایک کیواسطے پہلے قسم دلائی اسنے نکول کیا پھر دوسرے کیواسطے قسم دلائی اسنے نکول کیا دونون حالتون مین فرق نہین ہے اور اگر دونون کیواسطے قسم کھالی تو ہر ایک کے دعوی سے بری ہوگیا پھر اگر دونون نے باہم صلح کر کے مقر سے غلام لینا چاہا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق دونون کو یہ اختیار ہے یہی امام محمد رح کا قول ہے پھر امام ابو یوسف رح نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ بعد قسم لینے کے دونون کو صلح کر لینا جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین اور بکر کے مجھپر سو دینار یا عمرو کے ہین تو زید کیواسطے ہزار درم ثابت ہین اور بکر و عمرو کو اختیار ہے کہ باہم صلح کر کے سو دینار لے لین اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو دینار اور مجھپر عمرو کے ایک کر گیہون یا بکر کے ایک کر جو ہین تو زید کیواسطے اسپر دینار ثابت ہین اور بکر و عمرو کو کچھ نہ ملیگا ولیکن دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ ہر ایک جو کچھ اسپر دعوی کرتا ہے اسکی قسم لیوے یہ مبسوط مین ہے اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو درم اور بکر کے یا عمرو کے ہین تو زید کو سو کے آدھے اور باقی کیواسطے دوسرے ہر واحد کے لیے اس سے قسم لیجائیگی ولیکن اگر دونون باہم صلح کر لین تو نصف نصف تقسیم کر لینگے اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو درم یا عمرو کے ہین و بکر کے ہین تو بکر کو آدھے ملجائینگے اور باقی اوسی طرح جو ہم نے بیان کیا [illegible] مین کذا فی الحاوی - اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو درم اور عمرو کے یا بکر کے اور خالد کے [illegible]

زید کو ایک تہائی اور خالد کو ایک تہائی ملینگے اور باقی تہائی کے واسطے مقر سے عمرو و بکر کیواسطے قسم لیجائیگی ولیکن اگر دونوں باہم صلح کرلین تو لے لین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ زید کے مجھپر سو درم و رنہ عمرو کے ہین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قول مثل اس قول کے ہی کہ فلان یا فلان کے مجھپر سو درم ہین اور امام محمد رح کے نزدیک سو درم زید کو ملینگے اور عمرو کو کچھ نہین ملیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مقر علیہ مجہول ہو مثلاً کہا کہ تیرے ہم مین سے کسی ایک پر ہزار درم ہین تو صحیح نہین ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین یا میرے فلان غلام پر حالانکہ اُسکے غلام پر قرضہ نہین ہی تو دونوں مین سے ایک کے ذمہ لازم ہونگے اور اسپر بیان کرنا واجب ہی اور اگر اُسکے غلام پر اسقدر قرض ہو کہ اُسکی قیمت کو محیط ہی تو کچھ لازم نہو گا پھر اگر کبھی اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو مال اقرار لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جسطرح معلوم چیز کا اقرار صحیح ہوتا ہی ویسے ہی مجہول کا بھی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کی مجھپر کوئی چیز ہی تو اُسپر واجب ہی کہ کوئی قیمت دار چیز بیان کرے اور اگر ایسی چیز کے سواے کوئی چیز بیان کی تو یہ رجوع شمار کیا جائیگا اور اگر زید نے اس سے زیادہ کا دعوی کیا تو مقر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھپر کچھ حق ہی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الہدایہ۔ اگر کہا کہ فلان شخص کا مجھپر حق ہی پھر کہا کہ مین نے حق سے حق اسلام مراد لیا تھا پس اگر اس کلام کو پہلے کلام سے الگ بیان کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر ملا ہوا بیان کیا ہی تو صحیح ہی اگر کہا کہ زید کا میرے فلان غلام پر حق ہی تو یہ اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار ہی شرکت کا اقرار نہین ہی حتے کہ اگر مقر لہ نے غلام مین شرکت کا دعوی کیا اور مقر نے انکار کیا تو قسم سے اسی کا قول لیا جائیگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ زید کا میرے اس غلام مین حق ہی تو کسی قدر غلام کی شرکت کا اقرار ہی حتی کہ اگر مقر نے کہا کہ مین نے غلام پر قرضہ ہونا مراد لیا تھا تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کا میرے اس غلام یا اس باندی مین حق ہی پس طالب نے اسکے ذمہ کے حق کا دعوی کیا تو مقر علیہ سے قسم لیجائیگی اگر اُسنے قسم کھالی تو زید کا باندی و غلام کسی مین کچھ حق نہوگا اور اگر طالب نے دونوں مین حق کا دعوی کیا تو دونوں مین جسمین چاہے ایک مین کسیقدر حصہ کا اقرار بیان کرے اسی طرح اگر دونوں سے ایک کا دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے زید کی کوئی چیز غصب کر لی اور بیان نہ کی تو اقرار صحیح ہی اور مقر کو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے پس اگر اُسنے مال متقوم مثل درم و دینار وغیرہ بیان کیے اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی اور اس سے زیادہ کا دعوی نہ کیا تو مقر پر جسقدر اُسنے بیان کیا فقط اُسیقدر دینا واجب ہی اور اگر مال مین تصدیق کی ولیکن اسکے بیان سے زیادہ کا دعوی کیا تو جسقدر مقر نے بیان کیا اسقدر دینا اُسپر واجب ہوگا اور زیادتی کے بارہ مین قسم سے منکر زیادت کا قول قبول ہوگا اور اگر مقر لہ نے اُسکے بیان کی تکذیب کی اور کسی دوسری چیز کا دعوی کیا تو تکذیب کرنے سے اسکا اقرار باطل ہوگیا اور جس چیز کا مدعی ہے دعوی کیا ہی مقر کا قول مقبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایسی چیز بیان کی جو مال نہین ہی پس اگر مقر لہ نے اُسکے بیان کی تصدیق کی تو اُسپر کچھ اور واجب نہوگا خواہ ایسی چیز بیان کی ہو جو غصب سے مقصود ہوتی ہی مثلاً کہا کہ مین نے اس سے اسکی جورو یا اسکا نابالغ بچہ غصب کر لیا یا مقصود نہو مثلاً مین نے اس سے ایک مٹھی خاک یا گیہون یا آب غصب کر لیے ہین۔ اور اگر مقر لہ نے اُسکے بیان کی تکذیب کی اور اُسپر کسی مال متقوم کا دعوی کیا پس اگر مقر لہ نے ایسا مال بیان کیا جو غصب سے مقصود نہین ہوتا ہی تو مشائخ مین اختلاف نہین ہی کہ اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور اگر ایسی چیز بیان کی جو غصب سے مقصود ہوتی ہی مگر وہ مال متقوم نہین ہی تو اس مین مشائخ کا اختلاف ہی عامہ مشائخ نے فرمایا کہ اسکا بیان صحیح نہین ہی اُسپر جبر کیا جائیگا کہ ایسی چیز بیان کرے جو مال متقوم ہو اور یہی اصح ہی یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ زید کی میرے پاس ودیعت ہی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا ہی پس جو کچھ وہ بیان کرے

اسمین اسکی تصدیق کیجاویگی بشرطیکہ ایسی چیز ہو کہ قصد کرکے ودیعت رکھے جانے کے لائق ہو۔ اور اگر مقرلہ نے کسی دوسری چیز کا دعوی کیا تو مقر سے قسم لیجاویگی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ کپڑا میرے پاس ودیعت ہی اور اسکو لایا تو عیب دار تھا اور یہ اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس پیدا ہو گیا ہی تو اسپر ضمان لازم نہوگی اور اگر اسکے مالک نے اسطرح ہونے سے انکار کیا تو اسکا بھی وہی حکم ہی جو مذکور ہوا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے زید سے ایک غلام غصب کر لیا ہی تو اقرار صحیح ہی اور حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے اور جب اسنے بیان کیا کہ وہ غلام یہ ہی خواہ وہ عمدہ ہی یا اوسط یا ردی ہی اور مقرلہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لے لے اور اگر اسکے بیان کی تکذیب کی اور دوسرے غلام کا اسپر دعوے کیا تو قسم سے مقر کا قول مقبول ہوگا اور مقر کا اقرار بسبب مقرلہ کی تکذیب کے باطل ہو گیا۔ یہ حکم غلام کے موجود ہونے کی صورت مین ہی اور اگر غاصب نے اسکو تلف کر دیا تو اسکی مقدار قیمت مین مقر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے بکری یا اونٹ یا کپڑا غصب کر لیا ہی تو اقرار صحیح ہی اور اس کے بیان کی طرف رجوع کیجاوے گی یہ محیط مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے ایک دار غصب کر لیا تو اس باب مین کہ وہ دار یہ ہی یا وہ ہی یا دوسرے شہر مین ہی اسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ وہ دار یہی ہی جو اس شخص کے قبضہ مین ہی اور جسکے ہاتھ مین ہی وہ انکار کرتا ہی تو مقر کچھ ضامن نہ ہوگا اور نہ سواے اس دار کے دوسرے کی بابت اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور یہ قول امام اعظم رح کا اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہی کہ قسم کے ساتھ مقر سے اس دار کی قیمت کی ضمان لیجائیگی کذا فی الحاوی۔ اگر کہا کہ مین نے یہ باندی یا یہ غلام غصب کیا اور مقرلہ نے دونون کا دعوی کیا تو غاصب سے کہا جائیگا کہ دونون مین سے ایک کا جسکا تو چاہے اقرار کر اور دوسرے پر قسم کھا پھر اگر اسنے ایک کا اقرار کر دیا تو اس اقرار کے عہدہ سے نکل گیا اور مقرلہ تو اسکی تصدیق کر چکا ہی کیونکہ اسنے دونون کا دعوے کیا ہی پس مقرلہ اسکو لے لے جسکو اسنے معین کیا اور دوسرے کا دعوے باقی رہا تو اسمین قسم سے منکر کا قول مقبول ہوگا اور اگر مقرلہ نے کسی ایک خاص کا دعوی کیا اور مقر نے جسکو بیان کیا ہی وہ اسکے زعم مین نہین بلکہ دوسرا ہی تو اس اقرار سے اسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا اور دوسرے کی بابت اسکا دعوی مقر پر باقی رہا اور مقر منکر ہی تو قسم سے اسی کا قول مقبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر ایک قفیز گیہون ہین تو اس شہر کے قفیز سے پیمانہ کیے جاوینگے اور یہی تن وغیرہ کا حکم ہی۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر سو درم ہین تو اس شہر کے وزن کے موافق اقرار معتبر رکھا جائے گا۔ اگر وزن سبعہ ہو تو سبعہ ہوگا اور کم پر اسکی تصدیق نہ کیجاویگی ولیکن اگر وقت اقرار کے کلام متصل مین مثلاً سو درم مثقال یا وزن خمسہ بیان کیا تو تصدیق کیجاویگی اور اگر اقرار اسکا مثلاً کوفہ مین واقع ہوا تو کوفہ مین وزن سبعہ کے درم متعارف ہین اور اگر شہر کے نقود مختلف ہون اور کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو اسی کی جانب اقرار راجع ہوگا اور اگر رواج مین سب برابر ہون تو جو نقد سب سے کم ہی اسکی طرف راجع ہوگا مثلاً درمون کا اقرار کیا تو سب سے چھوٹے درم کی طرف وقت استواے رواج کے رجوع کیا جائیگا اگر کہا کہ مجھپر چھوٹا درم یا درمچہ یا دینار چہ یا بڑا درم ہی تو پورے درم کا اقرار رکھا جائیگا ولیکن اگر وقت اقرار کے متصل بیان کر دے تو موافق بیان کے رکھا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر بغداد مین اسنے کہا کہ مجھپر زید کے طبری درم ہین تو طبری درم واجب ہونگے مگر بغداد کے وزن سے اسیطرح اگر بغداد مین موجود ہی اور کہا کہ مجھپر ایک کر موصلی گیہون ہین تو اسپر موصلی گیہون ہونگے مگر بغداد کے کیل سے یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر دراہم ہین تو اسپر تین درم واجب ہونگے اسیطرح اگر کہا کہ مجھپر درہمات درمچے ہین تو اسپر تین درم واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر بہت سے دراہم ہین یا بہت سے دنانیر ہین تو امام اعظم رح کے

موافق اُسپر دس درم اور دس دینار واجب ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک دو سو درم اور بیس دینار واجب ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر بہت سے تھان یعنی کپڑے اور بہت سے وصائف ہیں تو امام محمد رح کے نزدیک دس اور صاحبین رح کے نزدیک دو سو درم کے اندازسے واجب ہونگے۔ اور اگر کہا کہ مین نے بہت سے اونٹ یا بہت سے گائین یا بہت سی بکریاں غصب کرلین ہین تو صاحبین رح کے نزدیک ہر جنس کے کمتر نصاب کے موافق اس سے لیے جائینگے یعنی اونٹوں مین سے پچیس اونٹ تیس گائون مین سے اور چالیس بکریون مین سے اور امام اعظم رح کے نزدیک مقر کے بیان کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر اکثر الدراہم ہین تو دس درم واجب ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک دو سو درم اور اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر دراہم مین سے کچھ یا کچھ دراہم مین سے ہین تو اُسپر تین درم واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی قال المترجم ان مسائل مین دراہم و دنیا باعتبار عربیت کے جمع کے معتبر رکھے گئے اور اقل جمع تین درم ہی لہذا مبہم صورتون مین تین درم کا حکم کیا گیا اور اگر زبان اردو مین بلفظ جمع اطلاق کیا جاوے تو اس حکم مین تامل ہی چونکہ استخراج احکام مسائل مین اجتہاد مطلق یا فی المجملہ درکار ہی لہذا مترجم ضعیف معذور ہی جہانتک ممکن ہی ترجمہ مین تحسین الفاظ کا لحاظ کیا گیا پس تنبیہ ہی کہ دراہم و دنانیر کی صورتون مین مثلاً حکم مذکور کو اسی عربی لفظ جمع کے ساتھ ملحوظ مقصود رکھین واللہ اعلم۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر اقرار کیا کہ مجھپر دراہم مضاعفہ ہین یعنی دو چند ہین تو چھ درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ دراہم اضعافاً مضاعفہ واجب ہین تو اُسپر اٹھارہ درم لازم ہونگے یا یون کہا اضعافاً مضاعفہ دراہم ہین تو بھی اٹھارہ درم واجب ہونگے یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ لہ علی عشرۃ دراہم واضعافا فہا مضاعفۃ یعنی زید کے مجھپر دس درم اور انکی اضعاف مضاعف کرکے واجب ہین تو اسّی درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ کذا درہما تو ایک درم واجب ہوگا یہ کنز و ہدایہ مین ہی اور تتمیہ اور ذخیرہ وغیرہ مین لکھا ہی کہ دو درم واجب ہونگے اسلیے کہ کذا کنایہ عدد سے ہی اور اقل عدد دو ہی کذا فی التبیین۔ یعنی علم حساب مین ثابت ہوا کہ واحد عدد نہین پس عدد کا شمار دو سے ہی اور کذا چونکہ عددی کنایات سے ہی لہذا کمتر دو مراد ہونگے وہکذا فے فتاوے قاضی خان اور اگر کہا کہ کذا کذا درہما تو گیارہ درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ کذا وکذا درہما تو اکیس درم واجب ہونگے اور یہی حکم دینارون وکیلی و وزنی چیزون مین ہی۔ اگر کہا کذا کذا مختوم من حنطۃ تو گیارہ مختوم واجب ہونگے۔ اگر کہا کہ مجھپر کذا کذا درہما وکذا کذا دینارا ہین تو ہر ایک مین سے گیارہ گیارہ واجب ہونگے۔ اور اگر کہا کہ مجھپر کذا کذا دینار و درم واجب ہین تو ہر ایک مین سے گیارہ کے نصف واجب ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر لفظ کذا کو تین بار بدون واؤ کے لایا تو گیارہ اور اگر واؤ کے ساتھ لایا تو ایک سو گیارہ اور اگر چار بار لایا تو ہزار اُسپر زیادہ کیے جاوینگے کذا فے الہدایہ اور اگر پانچ مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا تو دس ہزار زیادہ کرنے چاہیے ہین اور اگر چھ مرتبہ لایا تو سو ہزار اور اگر سات مرتبہ لایا تو دس لاکھ زیادہ کرنے چاہیے ہین علے ہذا القیاس ہر بار جب واؤ کے ساتھ زیادہ کرے تو ایک دہائی بڑھانی چاہیے جیسا عادت جاری ہی کذا فے التبیین۔ اور یہ سبب اُس وقت ہی کہ اُس نے لفظ درم کو کذا کے تمیز کے واسطے ذکر کیا یعنی کذا کنایہ عددی مبہم ہی پس معلوم کرانے کے واسطے کہ یہ عدد کنایہ کس چیز سے ہی تو درم ذکر کرکے بتلایا کہ درم سے کنایہ ہی تب یہ سب احکام جو مذکور ہوئے ہین جاری ہونگے اور اگر لفظ درم کو مجرور ذکر کیا یعنے کذا کنایہ عددی مبہم کو درم کی طرف مضاف کیا تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ سو درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ فلان شخص کا مجھپر مال ہی تو مقدار بیان کرنے مین اسی کا قول معتبر ہوگا اور قلیل وکثیر مین اسی کے بیان کا اعتبار کیا جائیگا لیکن اگر ایک درم سے کم بیان کیا تو تصدیق نہو گی اور

اگر کہا کہ زید کا مجھپر مال عظیم درموں مین سے ہی تو دوسو درم سے کم بیان کرنے مین اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور دیناروں مین بیس سے کم مین اور اونٹون مین سے پچیس سے کم مین تصدیق نہوگی اور مال زکوۃ کے سواے مین قیمت نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی کذا فی الکافی اور امام اعظم رح سے روایت ہی کہ دس سے کم مین تصدیق نہوگی اور ایک روایت مین امام اعظم رح سے مثل صاحبین رح کے قول کے ہی کذا فی التبیین۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح قول امام اعظم رح کا یہ ہی کہ امام رح مقر کی حالت فقر و غنا کو دیکھکر حکم کی بنا رکھتے ہین کیونکہ فقیر قلیل کو عظیم سمجھتا ہی او غنی نہین سمجھتا ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور یہ سب اُس وقت ہی کہ اُسنے مال عظیم کو درموں مین سے بیان کیا اور اگر صرف مال عظیم کا اقرار کیا تو جس جنس مین سے بیان کرے اُسکی تصدیق کیجاویگی کذا فی العتابیہ اور اگر کہا کہ مجھپر اموال عظام ہین یعنی دونون لفظ بطور عربی جمع کے ذکر کیے تو جسکو بیان کرے اُسمین سے بقدر تین نصاب کے مقدر کیے جائینگے مثلاً درموں مین سے بیان کیے تو چھہ سو درم واجب ہونگے کذا فی الکافی قال المترجم ینبغی ان یکون ہذا علی قول صاحبیہ اور اگر کہا کہ مجھپر مال نفیس یا خطیر یا کریم ہی تو بالاتفاق فرمایا کہ دوسو درم لازم ہونگے اور اگر کہا کہ زید کا مجھپر مال کثیر ہی تو ناطفی نے ذکر کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوسو درم واجب اور اگر زیادہ کا اقرار کیا تو زیادہ لازم ہونگے اور دوسو درم سے کم مین اُسکا قول مقبول نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دس سے کم مین تصدیق نہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دوسو درم اُسکو لازم ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کہا کہ الوف دراہم یعنی ہزاروں درم تو تین ہزار درم اور اگر کہا کہ الوف کثیرۃ تو دس ہزار درم لازم ہونگے اور یہی حکم فلوس و دیناروں مین ہی یہ محیط مین ہی منتقی مین ہی کہ اگر کہا کہ مجھپر مال ہی نہ قلیل ہی نہ کثیر ہی تو اُسپر دوسو درم ہین یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کہا کہ مجھپر مال قلیل ہی تو اُس پر ایک درم لازم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا کہ لہ علی زہاء الف درہم اُسکے مجھپر قریب ہزار درم کے ہین یا جل الف درہم او عظم الف درہم یا قریب ان الف درہم یا قریب ہزار درم کے ہین تو یہ سب پانچسو درم سے کچھہ اوپر کا اقرار ہی اور یہی حکم غصب و ودیعت مین ہی اور یہی کیلی و وزنی چیزون اور کپڑون مین ہی کذا فی الذخیرہ اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کہا لفلان علی ما غیر الف فلان کے مجھپر سواے ہزار کے ہین تو اُسپر دو ہزار واجب ہونگے اور اگر کہا غیر الفین سواے دو ہزار کے ہین تو اُسپر چار ہزار واجب ہونگے اور اگر کہا غیر درہم تو دو درم واجب اور اگر کہا کہ غیر درہمین تو چار درہم واجب ہونگے یہ حاوی مین ہی اگر کہا کہ گیہون کثیر ہین تو صاحبین رح کے نزدیک پانچ وسق ہونگے اور بعض نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک بیان کرنا مقر کو سونپا ہی مگر ایک صاع سے زیادہ بیان کرے اور بعض روایات مین مذکور ہی کہ حنطہ کثیرہ دس قفیز ہین اسی طرح ہر کیلی و وزنی چیز کا حکم ہی اور اگر کہا کہ مجھپر اقفزہ حنطہ ہین تو تین قفیز اُسپر لازم آوینگے اور اگر کہا اقفزہ کثیرہ ہین تو دس قفیز لازم آوینگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا لفلان علی عشرۃ دراہم ونیف فلان کے مجھپر دس درم اور کچھہ زیادہ تو نیف کی مقدار بیان کرنا اسی کی طرف سے ہی پس اگر درم سے کم بیان کی تو جائز ہی یہ تبیین مین ہی۔ اگر کہا علی بضع وخمسون درہما مجھپر بضع اور پچاس درم ہین تو بضع کی مقدار تین یا اس سے زیادہ ہوتی ہی پس اگر تین سے کم بیان کرے تو نا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر سو اور ایک درم ہوا ہی تو ہمارے نزدیک اُسپر سو درم اور ایک درم ہوگا اسی طرح اگر سو اور ایک دینار یا سو اور ایک قفیز گیہون بیان کرے غرضکہ کیلی یا وزنی کوئی چیز بیان کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ دس درم و دانگ یا قیراط تو یہ دانگ یا قیراط چاندی مین سے ہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر فلان شخص کے دینار و دانگ یا قیراط ہی تو یہ دانگ و قیراط سونے کا ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ مجھپر زید کے دوسو مثقال سونا و چاندی یا اسقدر گیہون و جو ہین تو دونون مین سے

ہر ایک کا نصف لازم آویگا اور اگر تین جنسین ذکر کین تو ہر ایک مین سے تہائی لازم ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر کہا کہ سو اور ایک غلام یا سو و ایک بکری یا سو و ایک کپڑا یا دو کپڑے تو سو کی تمیز بیان کرنے مین اُسی کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر کہا کہ سو اور تین کپڑے تو کل کپڑے قرار پاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ فلان کے واسطے ایک جزو میرے دار کا ہی تو بیان کرنا اُسی پر ہوگا اور اُسکو اختیار ہی جسقدر چاہے اقرار کرے اور جزو کے مانند شقص یا نصیب یا طائفہ یا قطعہ کا حکم ہی ولیکن سہم کا لفظ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک چھٹا حصہ قرار دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے بیان پر ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے ایک گلہ مین سے ایک بکری کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی پھر اگر مقرلہ نے کسی معین بکری کا دعوے کیا اور مقر نے تصدیق کی تو وہ لے لے اور اگر انکار کیا تو بدون گواہ قائم کرنے کے نہین لے سکتا ہی یا مدعا علیہ سے قسم لیجاوے اور وہ نکول کرے تو لے سکتا ہی اور اگر مقرلہ نے کسی بکری غیر معین کا دعوے کیا تو مقر کو اختیار ہی جس بکری کو چاہے دیدے اور اگر مقرلہ سب بکریون پر قسم کھالی تو مقبول نہوگی اور مجبور کیا جائیگا کہ کوئی بکری اسکو دے اور اگر بکریون مین سے کوئی معین نہ کی اور دونون نے باہم کہا کہ ہم نہین جانتے ہین یا مقر نے اپنے اقرار سے رجوع کیا یا انکار کیا تو مقرلہ اُسکا شریک ہوگا حتی کہ اگر دس بکریان ہون تو مقرلہ کی ایک بکری دسوان حصہ ہوگی اور اگر کوئی بکری مرگئی تو دونون کے مال سے مرگئی اور اگر کوئی بچہ جنی تو دونون کے مال مین زیادتی ہوئی اسی حساب سے اور اگر مقر نے اصلا انکار کیا اور گلہ ضائع کردیا تو وہ مقرلہ کے حصہ کا ضامن ہی اور اگر کوئی بکری انمین سے مری تو بقدر اُسکے حصہ کے یعنی دسوین حصہ کا ضامن ہوگا اور اگر مقر مرگیا تو اُسکے وارث اس باب مین بمنزلہ مورث کے قرار پاوینگے ولیکن اُنسے علم پر قسم لیجاویگی اور اقسام حیوانات و عروض و باندی غلام اس باب مین مثل بکریون کے ہین یہ مبسوط مین ہی اگر کہا کہ زید کے میرے ان درمون مین دس درم ہین اور یہ درم سو ہین اور انمین چھوٹے کم وزن اور بڑے دونون قسم کے ہین تو دس درم وزن سبعہ سے قرار پاوینگے اور اگر مقر نے کہا کہ کم وزن والون مین سے ہین تو تصدیق نہوگی اور اگر انمین زیوف شامل ہین اور اُسنے کہا کہ زیوف مین سے ہین تو تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کا میرے اس اناج مین سے ایک کر گیہون ہین پھر دیکھا گیا تو وہ سب ایک کر نہین ہوتا ہی تو سب زید کا ہوگا اور مقر زیادہ کا ضامن نہوگا مگر مقر سے قسم لیجاویگی کہ مین نے اس طعام مین سے کچھ تلف نہین کیا ہی اور اگر پورا اگر ہو تو سب زید کا ہی اور اگر زیادہ ہو تو زید کو انمین سے ایک کر ملیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کا میرے دار مین سے اس دیوار سے اُس دیوار تک ہی تو زید کو فقط اس دیوار سے اُس دیوار کے درمیان کا حصہ ملیگا یہ کنز مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر ایک درم سے دس درم تک ہین یا مابین ایک درم سے دس درم تک ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر نو درم لازم آوینگے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دس درم لازم آوینگے کذا فی الکافی اگر کہا کہ مجھپر زید کا مابین کر شعیر سے کر حنطہ تک ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ایک کر گیہون اور ایک کر جو واجب ہی مگر ایک قفیز گیہون کم کرکے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک دو کر لازم ہونگے اگر کہا کہ مجھپر مابین دس درم کے دس دینارون تک ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر دس دراہم اور نو دنانیر لازم آئینگے اور صاحبین رح کے نزدیک اسپر دس دراہم اور دس دنانیر لازم ہونگے اسی طرح اگر کہا کہ مابین دس دینارون کے دس درم تک تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر دس دراہم اور نو دینار واجب ہونگے اور بعض نسخ ابی حفص مین اس صورت مین واقع ہی کہ اُسپر دس دینار اور نو درم لازم ہونگے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر ہی ولیکن اصح وہی اول ہی۔ اور یون اقرار کرنا کہ من کذا الی کذا یعنی مثلاً دس درم سے دس دینار تک ہین بمنزلہ اس قول کے سب حکمون مین ہی کہ مابین دس درم کے دس دینار تک ہین یہ مبسوط مین ہی بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے

ف۔ ... یعنی ... ستہ ... یعنی ... ۱۲

ف۔ جزو سے معنی ہین اور نصیب بمعنی حصہ اور طائفہ وقطعہ بھی اسی معنی مین کیے بولا جاتا ہی ۱۲

روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کی مابین بکری کے گائے تک ہے تو امام اعظم فرماتے تھے کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا خواہ گائے بکری معین ہو یا غیر معین ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا اگر معین ہو تو کچھ نہیں لازم ہے اور اگر غیر معین ہو تو دونوں اُسپر لازم آوینگے اور اگر کہا کہ مابین درم کے درم تک تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک درم اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو درم لازم آوینگے کذا فی المحیط

چھٹا باب۔ مریض کے اقرارون اور فعلون کے بیان مین۔ مرض الموت کا مریض وہ شخص ہے جو اپنی ذاتی ضرورتون کے واسطے نہ نکلے اور یہی اصح ہے۔ خزانۃ المفتین مین ہے۔ مرض الموت کی تعریف مین اختلاف ہے فتوے کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر اس مرض سے غالبا موت ہو تو مرض الموت ہے خواہ وہ شخص بستر پر لگ گیا ہو یا نہیں یہ مضمرات مین ہے۔ مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے جائز نہیں ہے ولیکن اگر باقی وارث اجازت دین تو جائز ہوگا پس اگر مقرلہ وقت اقرار کے مریض کا وارث ہو اور اسی طرح وارث باقی رہا یہانتک کہ مریض مرگیا تو اقرار باطل ہے اور اگر وقت اقرار کے مقرلہ وارث ہو پھر بعد اقرار کے وارث ہونے سے خارج ہوگیا اور ایسا ہی رہا یہانتک کہ مریض مرگیا مثلاً بھائی کے واسطے اقرار کیا اور اسوقت اُسکے کوئی بیٹا نہ تھا پھر بیٹا پیدا ہوا اور وہ زندہ رہا یہان تک کہ مریض مرا تو اقرار جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وقت اقرار کے وارث نہ تھا پھر ایسے سبب سے وارث ہوگیا جو وقت اقرار کے قائم تھا مثلاً اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا اور اُسکا بیٹا موجود ہے پھر بیٹا مرگیا پھر مریض مرا تو اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وارث نہیں ہے پھر کوئی ایسا سبب پیدا ہوا جس سے وہ وارث ہوگیا مثلاً کسی اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا پھر مرگیا تو اقرار صحیح ہے۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر وقت اقرار کے وارث ہو پھر وارث ہونے سے خارج ہو جاوے پھر وارث ہو جاوے مثلاً اپنی جورو کے واسطے اقرار کیا پھر اُسکو بائن کر دیا اور اُسکی عدت گذر گئی پھر اُس سے نکاح کرلیا پھر مرگیا یا کسی شخص سے موالاۃ کی پھر مریض ہوکر اسکے لیے اقرار کیا پھر فسخ کر دی پھر دوبارہ عقد موالاۃ کیا پھر اسی مرض مین مرگیا تو اس صورت مین اختلاف ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اقرار جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح کا قول قیاس ہے اور قول امام ابو یوسف رح کا استحسان ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی مریض نے اپنے بیٹے کیواسطے قرض کا اقرار کیا اور بیٹا اُسکا غلام ہے پھر آزاد کیا گیا پھر باپ مرگیا اور وہ اُسکے وارثون مین ہے تو قرض کا اقرار جائز ہے اور اگر یہ غلام تاجر ہو اور اُسپر قرض ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو اقرار باطل ہے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کیواسطے اقرار کیا اور وہ مکاتب ہے پھر باپ مرگیا اور بیٹا ویسا ہی مکاتب باقی ہے تو اُسکے حق مین اقرار جائز ہے اور اگر باپ کے مرنے سے پہلے بیٹا مکاتب آزاد ہوگیا تو اُسکے واسطے اقرار جائز نہ رہا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی مریض نے اپنے آزاد بیٹے کیواسطے قرض کا اقرار کیا پھر مرگیا اور کوئی مال لائق ادا کے نہیں چھوڑا یا ادائے قرض کے لائق چھوڑا و ادائے کتابت کے لائق نہیں چھوڑا تو اقرار جائز ہے اور اگر دونون چیزون کیواسطے لائق چھوڑا تو اقرار باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لیے عین ودیعت کا اقرار کیا پھر اسی مرض مین مرگیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر مرد نے اپنے مرض مین اپنی عورت کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر اُس سے پہلے اُسکی جورو مرگئی اور جورو کے دو بیٹے ہین ایک اسی مرد سے اور دوسرا دوسرے مرد سے تو اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق جائز ہے۔ اور اگر مریض نے اپنی جورو کیواسطے قرض کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے جورو مرگئی اور اُسکے وارث ایسے موجود ہین کہ کامل تمام میراث لیلیتے ہین اور وہ لوگ اس مقر کے وارث نہیں ہین تو اقرار جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر مریض نے اپنے بیٹے

کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر بیٹا مقر لہ مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور مریض کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول پر یہ اقرار جائز نہیں ہے اور دوسرے قول پر جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے مرض موت میں اپنی عورت کے دین مہر کا اقرار کیا تو تمام مہر مثل تک تصدیق کیجاویگی اور قرضخواہان صحت کے ساتھ شریک ہوگی کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا عورت کیواسطے اقرار کیا تو زیادتی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض موت میں اپنی عورت کیواسطے ہزار درم مہر کا اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ عورت نے اپنے شوہر کی زندگی میں اسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تھا تو گواہ مقبول نہونگے اور مہر بسبب اقرار شوہر کے لازم رہیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر اپنے کسی وارث یا اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر مقر لہ مر گیا پھر مریض مرا اور مقر لہ کا وارث اس مریض کے وارثوں میں سے ہے تو امام ابو یوسف رح کے اول قول میں یہ اقرار نا جائز اور دوسرے قول میں جائز ہے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے اسی طرح اگر مریض نے اپنے مقبوضہ غلام کا کسی اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر اجنبی نے کہا بلکہ یہ غلام فلاں مرد وارث مریض کا ہے میرا اسمیں کچھ حق نہ تھا تو اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق مریض کا اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق صحیح ہے اور دوسرا قول اقرب الی القیاس ہے اور قول اول احوط ہے یہ مبسوط اور فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جو شخص دو دن مریض اور تین روز اچھا رہتا ہے یا ایک روز مریض اور دو روز اچھا رہتا ہے اگر اُسنے اپنے بیٹے کے واسطے کسی قرض کا اقرار کیا پس اگر ایسے مرض میں اقرار کیا جسکے بعد وہ اچھا ہوگیا تو اسکا فعل جائز ہے اور اگر ایسے مرض میں اقرار کیا جس نے اسکو بستر سے لگا دیا اور وہ مر ہی گیا تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اپنے وارث کے واسطے کسی چیز کا اقرار کیا اور مر گیا پھر مقر لہ اور باقی وارثوں میں اختلاف ہوا مقر لہ نے کہا کہ حالت صحت میں اقرار کیا اور باقی وارثوں نے حالت مرض میں اقرار کا دعوی کیا تو مرض کے اقرار کے مدعی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقر لہ کے گواہ اولے ہیں اور اگر مقر لہ کے پاس گواہ نہ ہوں اور اُسنے وارثوں سے قسم لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مریض کا اقرار اپنے قاتل کیواسطے نہیں جائز ہے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ زخم ایسا کاری ہو کہ جس سے آنا جانا ممکن نہو اور اگر ایسا کاری نہو اور آنا جانا ہو سکتا ہے تو اقرار صحیح ہے اور جو شخص مریض ہونے کے واسطے غالباً خوف ہلاک ہونا معتبر رکھتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ زخم ایسا ہو کہ غالباً اُس سے ہلاکت کا خوف ہو اور اگر ایسا زخم نہو کہ جس سے غالباً خوف ہلاکت ہے تو اقرار صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ مریض کا اقرار اپنے وارث کے غلام یا اُسکے مکاتب کے واسطے یا قاتل کے غلام یا اُسکے مکاتب کے واسطے جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے مکاتب کے واسطے دین کا اقرار کیا تو جائز ہے بشرطیکہ حالت صحت میں اسکو مکاتب کیا ہو اور اگر مرض میں مکاتب کیا تو اقرار نہیں جائز ہے ولیکن تہائی مال سے جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اجنبی کے واسطے مریض سے تمام مال کے قرض کا اقرار جائز ہے بشرطیکہ اسپر حالت صحت کا قرض نہو یہ محیط میں ہے۔ صحت کا قرضہ اُس قرضہ پر جو حالت مرض میں اُسکے اقرار سے ثابت ہوا ہے مقدم ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو اُس سے مرض کا قرض ادا کیا جائیگا اور اگر بغیر قضائے قاضی کے مشاہدہ یا گواہوں سے ثابت کیا جاوے تو دونوں برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے صحت کا قرضہ اُس ودیعت سے مقدم ہے جس کا مرض میں اقرار کیا گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اپنے مرض میں کوئی چیز خریدی یا قرض لیا یا اجارہ پر لی اور گواہوں نے اسپر قبضہ کرنا معائنہ کیا یا ایک عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور یہی اسکا مہر مثل ہے تو یہ لوگ قرضخواہان صحت سے حصہ میں شریک ہیں اسی طرح ہر قرض کا حال ہے جو مریض پر کسی مال کے بدلے جسکا مالک ہوا یا تلف کیا ہے واجب ہوا اور اسکا واجب ہونا بغیر اقرار مریض کے ثابت ہوا ہیں وہ بھی بمنزلہ قرض صحت کے ہے اگر مرض میں دین ادا کیا پس اگر دین قرض یا ثمن مبیع ادا کیا تو جسکو ادا کیا اُسی کا ہوگا

قرضخواہان صحت کو نہ ملیگا اور اگر دین مہر یا اجرت ادا کی تو قرضخواہان صحت اسمین شریک ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مریض پر صحت کے قرضے نہون (یعنی وہ صحت مین قرضے نہ ہون) اور اسنے حالت مرض مین دو شخصون کے واسطے قرض کا اقرار کیا تو دونون حصہ بانٹ لین کسی سے اولاً شروع نہ کیا جائیگا خواہ دونون اقرار معاً واقع ہوئے ہون مثلاً کہا کہ ان دونون کے مجھپر ہزار درم ہین یا آگے پیچھے مثلاً آج کہا کہ اسکے مجھپر پانچسو درم ہین پھر ایک دن یا کم و بیش توقف کے بعد دوسرے سے کہا کہ اسکے مجھپر پانچسو درم ہین کذا فی المحیط۔ زید نے اپنی صحت مین کہا کہ مین نے عمرو کی ایک باندی غصب کر لی پھر مرض مین کہا کہ وہ باندی یہ ہے اور سوائے اس باندی کے اسکا کچھ مال نہین ہے حالانکہ اسپر قرض ہے تو یہ جائز ہے اور اسکی تصدیق کیجاویگی اسی طرح اگر اپنی صحت مین اقرار کیا کہ فلان شخص کے میرے پاس ہزار درم ودیعت ہین پھر مرض الموت مین کہا کہ وہ یہ ہزار درم ہین تو اسکی تصدیق کیجاویگی اور صاحب دین سے صاحب ودیعت اولی ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مرض مین دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون دین ہونگے اور ودیعت مقدم نہوگی اور اگر پہلے ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا اقرار کیا تو اقرار ودیعت اولی ہے اور بضاعت و مضاربت دونون کا حکم مثل حکم ودیعت کے ہے کذا فی الحاوی۔ اگر مریض نے زید کے واسطے ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مرگیا اور یہ ودیعت معین کر کے معلوم نہین ہے تو مثل دین مرض کے یہ بھی اسکے ترکہ مین قرض شمار ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مریض ہوا اور اسکے قبضہ مین ہزار درم ہین اور اسپر صحت کا دین نہین ہے اور اسنے زید کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ جو درم ہزار میرے قبضہ مین ہین یہ عمرو کی ودیعت ہین پھر خالد کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مرگیا تو ہزار درم کے تین حصے کیے جاوینگے اور اگر زید نے کہا کہ میت کیطرف میرا کچھ حق نہین ہے یا مین اسکو اپنے قرض سے بری کر چکا ہون تو ہزار درم درمیان عمرو و خالد کے برابر تقسیم ہونگے اور زید کے قول سے خالد کا حق باطل نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مریض نے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر زید کیواسطے معین ہزار درم مضاربت کا اقرار کیا پھر عمرو کیواسطے دوسرے غیر معین ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مرگیا اور فقط ہزار درم چھوڑے تو یہ ہزار درم ان سب لوگون مین بقدر حصہ رسد کے تقسیم ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر مریض نے اقرار کیا کہ میرے باپ پر زید کا قرض ہے اور میرے قبضہ مین باپ کا گھر ہے اور حال یہ ہے کہ مریض پر صحت کا قرضہ معروف ہے پس اسکا قرضہ صحت مقدم رکھا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو اسکے باپ کے قرضہ مین دیا جائیگا اور اگر اپنے باپ کے انتقال کے پیچھے اپنی صحت مین ایسا اقرار کیا ہو تو بیٹے کے قرضخواہون سے باپ کے قرضخواہ مقدم ہونگے کذا فی الحاوی۔ زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین اسنے انکار کیا پھر زید مریض ہوا اور عمرو مرگیا اور زید اسکا وارث ہے اور زید پر حالت صحت کا قرض ہے۔ پھر وہ بھی مرگیا اور یہ ہزار درم جو عمرو سے میراث پائی ہے چھوڑ گیا تو زید کے حالت صحت کے قرضخواہ ان ہزار درم کے لینے مین عمرو کے قرضخواہون سے مقدم ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر اپنی صحت مین کوئی غلام کھلا خسارہ اٹھا کر تین روز کی اپنی خیار شرط پر خریدا پھر مدت خیار مین بیمار ہوا پھر بیع کی اجازت دی یا خاموش رہا یہانتک کہ مدت خیار گذر گئی پھر مریض مرگیا تو محاباۃ تہائی مال سے لیجاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مریض نے کسی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ وقف ہے پس اگر اپنی جانب سے وقف کا اقرار کیا تو تہائی مال سے جائز رکھی جاویگی چنانچہ اگر مریض نے اپنے غلام کی آزادی کا اقرار کیا یا صدقہ کا اقرار کیا کہ مین نے فلان کو صدقہ دیدیا ہے تو بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے کی طرف سے وقف کا اقرار کیا اور اس دوسرے نے یا اسکے وارثون نے اسکی تصدیق کی تو کل مین وقف جائز ہے اور اگر فقط وقف کا اقرار کیا اور اپنی طرف یا غیر کی طرف سے وقف کرنا بیان نہ کیا تو تہائی مال سے قرار دیا جائیگا۔ ایک مریض نے اپنے وارث و ایک اجنبی کیواسطے دین کا اقرار کیا تو اقرار باطل ہے خواہ شرکت کی دونون نے باہم تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور یہ شیخین رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ

نے فرمایا کہ یہ اجنبی کے واسطے بقدر اُسکے حصہ کے جائز ہی اگر ہر دو شریک نے باہم تکذیب کی یا اجنبی نے شرکت سے انکار کیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر وارث نے شرکت مین اُسکی تکذیب کی اور اجنبی نے اُسکی تصدیق کی تو بعض نے کہا کہ اسمین بھی اختلاف ہونا ضرور ہی اور اصح یہ ہی کہ یہ بالاتفاق جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پس اگر مقر نے دونون کی نفی شرکت مین تصدیق کی اور کہا کہ دین مشترک نہ تھا اور مین نے شرکت کا جھوٹا اقرار کر دیا تھا تو اُسوقت اجنبی کے واسطے اقرار صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے کہا کہ زید کا مجھپر حق ہی اور وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ طالب کی استحساناً تہائی مال تک تصدیق کیجاویگی اور اگر اس سے زیادہ کا دعوی کیا تو وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیجائیگی اگر انھون نے قسم کھالی تو طالب تہائی مال سے لیگا اور اگر مریض نے باوجود اسکے کسی دین مسمّی کا اقرار کیا تو دین مسمّی اُسکے ترکہ مین مقدم رکھا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر دین کا اقرار نہ کیا تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو وصیت مسمّی مقدم ہوگی اور وارثون سے کہا جائیگا کہ تو تہائی مال مین جو کچھ تمھارا جی چاہے اُسکے واسطے اقرار کر دو اور تہائی کے وصیت دار سے کہا جائیگا کہ تہائی مال مین جسقدر تیرا جی چاہے اس حقدار کے واسطے اقرار کر دے پس جس فریق نے کسی چیز کا اقرار کیا اُس سے اسقدر لے لیجائیگی اور باقی کے واسطے قسم لیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ مریض نے اپنے وارث کے واسطے ایک غلام کا اقرار کیا اُس نے کہا کہ میرا نہین ہی بلکہ زید یعنی اجنبی کا ہی اور زید نے اُسکی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو زید کو غلام دلایا جائیگا اور وارث اُسکی قیمت ڈانڈ بھریگا اُسمین سے اُسکا حصہ اُسکو ملیگا اسی طرح اگر وارث نے دوسرے وارث کے واسطے اقرار کر دیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائیگا اور پہلے وارث پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ میراث قرار پاویگی اور اُسمین سے پہلے اور دوسرے کو حصہ ملیگا اور اگر میت پر اسقدر قرض ہو کہ اُسکے مال کو محیط ہو تو کل قیمت ڈانڈ بھریگا اور کسی کا حصہ اس مین سے ساقط نہ ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک مریض نے اپنا غلام اپنے بعض وارثون کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر لیا اور مریض کا سوائے اُسکے کچھ مال نہین ہی پھر موہوب لہ نے اقرار کیا کہ مریض نے مجھے ہبہ کر دینے سے پہلے اقرار کیا تھا کہ یہ غلام اس دوسرے وارث کا ہی یا اقرار کیا کہ اُسنے مجھے ہبہ کرنے سے پہلے اس دوسرے وارث کو ہبہ کیا تھا اور دوسرے نے اس امر مین اُسکی تصدیق کی تو دوسرے کو اختیار ہی کہ اول سے غلام لے لے پس اگر دوسرے نے لیا پھر مریض اسی مرض سے مر گیا پس اگر یہ غلام قائم موجود ہو تو دوسرے سے لے لیا جائیگا اور وارثان میت کی میراث ہو کر بطور فرائض اللہ تعالی کے اُنکو تقسیم کیا جائیگا اسی طرح اگر دوسرا شخص وارث نہو اور میت پر اسقدر قرض ہو کہ اُسکے مال کو محیط ہی تو قرضخواہون کو اختیار ہی کہ چاہین غلام اُس کے قبضہ سے لیکر تقسیم کر لین۔ اور اگر غلام دوسرے وارث کے ہاتھ مین مر گیا ہو تو قرضخواہون کو اس صورت مین اختیار ہی اور باقی وارثون کو پہلی صورت مین اختیار ہی کہ چاہین تو پہلے وارث سے غلام کی قیمت کی ضمان لین یا دوسرے سے ضمان لین اور دوسرا پہلے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر پہلے سے ضمان لی تو وہ بھی دوسرے سے کچھ پھیر نہین سکتا ہی ایسا ہی عامہ روایات مین اس کتاب مین مذکور ہی اور بعض روایتون مین ہی کہ پھیر لے سکتا ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ باقی وارثون کو یہ اختیار صرف اُسوقت حاصل ہوگا کہ جب اُنسے کوئی تصدیق یا تکذیب نہ پائی گئی ہو اور اگر اُنھون نے تصدیق کی ہو تو صرف دوسرے سے ضمان لے سکتے ہین اور اگر انھون نے تکذیب کی ہو تو اول سے ضمان لے سکتے ہین۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ دوسرے نے اول کی تصدیق کی ہو اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ غلام میرا ہی مین نہین جانتا ہون کہ یہ کیا کہتا ہی تو غلام دوسرے کو سپرد کیا جائیگا۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ اول نے مریض سے لیکر غلام پر قبضہ کیا ہو اور پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا ہو اور

ایسے ہی اگر اول نے مریض سے لیکر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اقرار کر دیا کہ مریض نے دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کیا ہی قبل اسکے کہ میرے واسطے اقرار کرے پھر اگر دوسرے نے اسکی تصدیق کی اور مریض سے لیکر غلام پر قبضہ کیا پھر مریض مر گیا اور اسپر بہت قرضے ہین اور غلام بعینہ دوسرے کے پاس قائم ہی تو اس سے لے لیا جائیگا اور قرضخواہون مین تقسیم ہوگا اور اگر بعینہ قائم نہو تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہے اول سے ضمان لین یا دوسرے سے ضمان لین اور اگر مریض پر قرضے نہون تو باقی وارثون کو غلام لینے کا اختیار ہی اگر بعینہ قائم ہو یا تضمین کا اختیار ہی اگر مر گیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے اپنے قرضے کے بھر پانے کا اقرار کیا جو اسکا دوسرے شخص پر واجب تھا پھر اگر یہ قرضہ کسی مال کے عوض تھا مثلاً نقد دیا یا کوئی چیز فروخت کی جسکا ثمن مشتری کے ذمہ واجب ہوا یا ایسی چیز کا بدل ہو جو مال نہین ہی جیسے مہر و بدل خلع و اسکے امثال پس اگر دین بسبب عوض مال کے واجب تھا اور قرضدار اجنبی شخص تھا تو بھر پانے کا اقرار صحیح ہی بشرطیکہ حالت صحت مین واجب ہوا خواہ مریض پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہو اور اگر حالت مرض مین دوسرے پر یہ قرض واجب ہوا ہی تو بھر پانے کا اقرار مریض کے قرض خواہ صحت کے حق مین صحیح نہین ہی جبکہ مریض پر صحت کا قرضہ ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ اس دین کا وجوب حالت صحت مین گواہون سے یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہوا ہو اور اگر فقط مریض و قرضدار کے قول سے ثابت ہوا مثلاً مریض نے کسی خاص شخص سے کہا کہ مین نے اپنی صحت مین یہ غلام تیرے ہاتھ اس قدر دامون کو بیچکر قبضہ کرا دیا تھا اور دام بھر پائے تھے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی اور یہ صرف ان دونون کے قول سے معلوم ہوا پس اگر غلام مشتری کے پاس یا بائع کے پاس وقت اقرار کے بعینہ قائم ہو یا وقت اقرار کے ہلاک ہو گیا ہو مگر اول مرض مین اسکا زندہ قائم ہونا معلوم ہو یا ہلاک ہو گیا ہو مگر یہ معلوم نہ ہوتا ہو کہ مریض کی حالت مرض مین مرا ہی یا حالت صحت مین مرا ہی تو ان سب صورتون مین اگر صحت کے قرض خواہ مریض کی اس بارہ مین یعنے دام بھر پانے مین تکذیب کرین تو مریض کا اقرار بھر پانے کا صحیح نہین ہی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ غلام حالت صحت مین مرا ہی تو اقرار مریض صحیح ہی۔ اور اگر دین کسی وارث پر واجب تھا اور مریض نے وصول پانے کا اقرار کیا تو صحیح نہین ہی خواہ حالت مرض مین واجب ہوا ہو یا حالت صحت مین واجب ہوا ہو اور خواہ مریض پر حالت صحت کا قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر قرضہ ایسی چیز کے عوض واجب ہوا جو مال نہین ہی پس اگر قرضدار اجنبی ہی تو مریض کا وصول پانیکا اقرار صحیح ہی خواہ قرضہ حالت مرض مین واجب ہوا یا صحت مین واجب ہوا ہو اور خواہ مریض پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہو۔ اور اگر ایسا قرضہ کسی وارث پر واجب ہوا ہی تو مریض کا اقرار استیفاء صحیح نہین ہی خواہ یہ قرضہ حالت مرض مین واجب ہوا یا حالت صحت مین واجب ہوا ہو کذا فی المحیط۔ اگر وصی در مرض سنے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت یا عاریت یا مضاربت میرے وارث کے پاس تھی مین نے وصول کر لی ہی تو اسکی تصدیق لیجاویگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مریض نے اقرار کیا کہ مین نے موہوب لہ سے اپنا ہبہ واپس لیا تو تصدیق کیجاویگی اور موہوب لہ بری ہو جائیگا اسی طرح اگر بیع فاسد مین مبیع یا مال مغصوب یا رہن واپس لینے کا اقرار کیا تو صحیح ہی اگرچہ اسپر صحت کے قرضے ہون اور اگر ان سب صورتون مین اپنے وارث سے واپس لینے کا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم صحت مین واجب ہوئے ہین پھر جب وہ بیمار ہوا تو اقرار کیا کہ یہ ہزار درم جو میرے قبضہ مین ہین یہ میرے قرضدار یا مکاتب کی ودیعت ہین اور یہ ہزار وہی ہین جیسے مطلوب کے دوسرے پر واجب ہین پھر مریض مر گیا اور اسپر صحت کے قرضے ہین اسکے قرضخواہون نے مریض کے اقرار سے انکار کیا تو ... یہی نہ تو مریض کی اسکے اقرار مین تصدیق کیجائیگی اور یہ ہزار ودیعت کے قرضدار کے قرض کا بدلا ہو جا ... تب

ہوض انکے آزاد ہو جائیگا - اور اگر یہ درم ودیعت کے اُسنے کھرے ہون جو مریض کے دوسرے ہو اجب ہین تو اقرار صحیح ہے پس اگر مقر لہ نے کہا کہ مین کھرے درم واپس لونگا اور جیسے اُسکے چاہیئے ہین وہ دیگا تو اُسکو اختیار نہین ہے کیونکہ زیادت کے اقرار کی صحت نہین ہوئی ہے - اور اگر ہزار درم زیوف ودیعت کا اقرار کیا کہ میرے پاس میرے قرضدار سے یا مکاتب کی ودیعت ہین اور قرضدار پر درم کھرے چاہیے ہین تو مریض کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ درم مریض کے قرضخواہون کو تقسیم کیے جاوینگے اور مریض کا قرضدار و مکاتب اُس کے قرضہ کی بابت ماخوذ ہونگے - اسیطرح اگر اقرار کیا کہ یہ سو دینار جو میرے پاس ہین میرے قرضدار یا مکاتب کی ودیعت ہین یا کسی مقبوضہ باندی کے اسطرح ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر مر گیا اور مرنے کے وقت تک یہ ودیعت اُسکے پاس قائم تھی یا نہین معلوم باندی اُسنے کیا کی تو اقرار باطل ہے اور اگر مریض نے کہا کہ مین نے یہ ہزار درم نبہرہ اپنے قرضدار یا مکاتب سے اپنے حق کے ادا مین لے لیے ہین یا یہ دینار اپنے ادائے حق مین لیے ہین یا یہ باندی اپنے حق کے عوض خرید لی ہے پس اگر قرضدار و مکاتب نے اُسکی تکذیب کی اور دونون نے کہا کہ ہمپر اُسکا قرضہ ویسا ہی ہے یہ چیزین ہماری ہین تو مریض کا اقرار باطل ہوگیا اور یہ چیزین مریض کے قرضخواہون کو حصہ کے موافق تقسیم کر دیجاوینگی اور قرضدار مریض و مکاتب پر اُسکا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر مریض کے اقرار کی قرضدار و مکاتب نے تصدیق کی تو باندی و دینارون مین دیکھنا چاہیے کہ اگر باندی و دینارون کی قیمت مریض کے قرضہ کے برابر یا زیادہ ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر کم ہے مثلاً قرضہ ہزار درم اور قیمت سکے پانچسو درم ہین تو باندی کی نسبت قرضدار یا مکاتب سے کہا جائیگا کہ مریض نے بقدر پانچ سو درم کے محاباۃ کی ہے اور محاباۃ مریض قرضدار سے صحیح نہین ہے لہذا اگر تجھے بیع منظور ہو تو اسکا باقی حق پانچسو درم دیکر پورا کر دے ورنہ بیع توڑ دے اور اُسکا پورا حق ادا کر دے اور باندی واپس لے اور دراہم نبہرہ کی صورت مین مکاتب یا قرضدار کو اختیار نہ دیا جائیگا کہ چاہے نبہرہ لیکر کھرے واپس کرے یا نبہرہ چھوڑ دے اور بقدر نقصان کے ڈانڈ بھرے بلکہ کہا جائیگا کہ نبہرہ واپس لے اور کھرے واپس دے اور کتاب مین یہ مذکور نہین ہے کہ اگر دینار اُس دین سے کم ہون تو مکاتب کو خیار دیا جائیگا یا نہین اور فقیہ ابو بکر بلخی نے ذکر کیا کہ خیار دیا جائیگا اور یہی اصح ہے پھر اگر غریم یا مکاتب نے بیع توڑنا اختیار کیا تو دینار و باندی اُسکو واپس کیجاوے گی یہ محیط مین ہے - اگر غلام تاجر نے ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اُسکا اُسکے مالک پر تھا پس اگر غلام مقروض نہو تو جائز ہے اور اگر قرضدار ہو تو جائز نہین اسی طرح اگر مکاتب نے اپنے مولی سے اپنا قرض وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر مر گیا اور اُسپر قرض ہے اور مولے اُس کا وارث ہے تو اُس کا اقرار باطل ہے اور اگر اُس پر قرض نہ ہو اور اُسکا مولے پر طعام آتا ہو اور مال کتابت اُس کا ذمہ ہین اور اُس نے اقرار کیا کہ میرا جو طعام اناج مولی پر آتا تھا وہ مین نے وصول پایا ہے پھر مر گیا اور اسقدر چھوڑ گیا جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے پس اگر سوائے مولے کے کوئی اُس کا وارث نہو تو اقرار صحیح ہے اور اگر سوائے مولے کے اُس کا کوئی دوسرا وارث ہو تو بھی اُس کے اس اقرار مین تصدیق کیجاویگی اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو جو اُس کے مال کو محیط ہے تو اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی شخص نے مریض کے لیے اقرار کیا کہ مین نے اُسکے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا قتل کیا ہے پھر مریض نے ارش وصول ہونے کا اقرار کیا تو صحیح ہے اسی طرح اگر قاتل نے مولی کے مرض مین اُسکے غلام کو عمداً قتل کیا اور مولی نے اُس سے کسیقدر مال پر صلح ٹھہرائی اور بدل صلح وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہے - اگر مریضہ نے شوہر سے اپنے تمام مہر وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ مریضہ پر صحت کا قرض ہے پھر شوہر کے طلاق دینے سے پہلے اسی مرض مین مر گئی تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہے اور

شوہر کو حکم کیا جائیگا کہ اُسکا مہر دیوے کہ وہ اُسکے قرضخواہون مین موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر شوہر نے دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی پھر اُسنے اپنا مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر اسی مرض مین مرگئی تو اُسکا اقرار صحیح ہے پس اگر شوہر نے کہا کہ مین قرضخواہون کے ساتھ نصف مہر مین شریک ہون تو نہین ہوسکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر اگر صحت کے قرضخواہون کے قرضے ادا کرنے کے بعد اگر اس عورت کے مال سے کچھ باقی رہا تو اُسمین سے شوہر اپنا آدھا مہر لے لیگا۔ اور اگر شوہر نے اس عورت کے ساتھ دخول کرلیا ہے پھر اُسکو طلاق بائن یا رجعی دی پھر عورت مریض ہوئی اور اُسنے اپنا تمام مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر مدت گذرنے کے بعد مرگئی تو اقرار صحیح ہے اور اگر مدت گذرنے سے پہلے مرگئی تو صحیح نہین ہے اور جب اس صورت مین مہر وصول پانے کا اقرار صحیح نہوا تو صحت کے قرضخواہ اپنے قرضے وصول کرینگے پھر اگر کچھ بچ رہا تو مہر کی طرف دیکھا جائیگا اور شوہر کی میراث کی طرف جو اُس سے ملی ہے دیکھا جائیگا جو دونون مین سے کم ہو وہ شوہر کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی عورت سے کچھ مال پر خلع کیا حالانکہ خود مریض ہے پھر اُسکی مدت گذر گئی اور مریض نے اقرار کیا کہ مین نے بدل خلع عورت سے وصول پایا ہے اور اُسپر کچھ قرض حالت صحت یا مرض کا نہین ہے تو اقرار صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مریض پر صحت کے قرضے ہین اُس سے زید نے ایک غلام بحالت مرض مین غصب کرلیا اور وہ زید کے پاس مرگیا یا بھاگ گیا اور قاضی نے مریض کے نام غاصب پر قیمت کی ڈگری کردی اور مریض نے اقرار کیا کہ مین نے یہ قیمت غاصب سے وصول پائی تو بدون گواہون کے اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی۔ اور اگر غصب کرنا مریض کی حالت صحت مین واقع ہوا پھر یہ مریض ہوا حالانکہ غلام غاصب کے پاس بعینہ قائم ہے پھر بھاگ گیا یا مرگیا اور قاضی نے اُسپر قیمت کی ڈگری کردی پھر مریض نے اُسکے وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر غلام مرگیا یا بھاگنے سے لوٹ کر نہین آیا تو تصدیق کیجائیگی بمنزلہ اس قرضہ کے جو صحت مین واجب ہوا ہو اور اگر غلام بھاگنے سے لوٹ آیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہے۔ اور اگر غصب اور ضمان کا حکم دونون حالت صحت مین واقع ہوے اور مریض نے ضمان وصول کرنے کا اقرار حالت مرض مین کیا تو اُسکی تصدیق کیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام ہزار کی قیمت کا جسکے سوا اسکا کچھ مال نہین ہے دو ہزار کو فروخت کیا اور اُسپر صحت کے بہت سے قرضے ہین پھر اُسنے تمام ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پھر مرگیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا کچھ اقرار صحیح نہین ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے دوبارہ ثمن ادا کرے یا بیع توڑ دے پس اگر اُسنے دوبارہ ثمن دینا اختیار کیا تو وہ قرضخواہان صحت کو دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قیمت سے جسقدر زیادہ ثمن ہے اُسکی بابت مریض کے قول کی تصدیق ہوگی اور بقدر قیمت کے مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے دوسرے ایک ہزار درم ادا کرے یا بیع توڑ دے اور غلام قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جاویگا اور امام اعظم رح کا قول مذکور نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے انکا قول امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق ذکر کیا ہے یعنے مثل قول امام ابو یوسف رح کے ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا غلام اپنی صحت مین زید کے ہاتھ فروخت کردیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر بائع مریض ہوا اور اُسپر حالت صحت کے قرضے ہین اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے ثمن وصول پایا ہے یہانتک کہ اُسکا اقرار قرضخواہان صحت کے حق مین صحیح ہوگیا پھر اپنے مرض مین مرگیا اور مشتری نے غلام مین عیب پاکر بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہے کہ قرضخواہان میت کے ساتھ باقی اموال میت مین شریک ہو ولیکن غلام کو اپنے دام وصول کرنے تک روک سکتا ہے۔ پس غلام فروخت کیا جائیگا اور اُس کے ثمن کا مشتری باقی قرضخواہون سے زیادہ حقدار ہوگا لینے سے لیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا تو اُس کا ثمن مشتری کو ادا کردیا جائیگا اور اگر اُسمین سے کچھ بچا تو وہ باقی قرضخواہان میت کو دیا جائیگا اور اگر مشتری کے حق سے اُس کا

ثمن کم ہوا تو مشتری کو باقی مال میت سے جبتک دوسرے قرضخواہ اپنا اپنا حق نہ لے لین کچھ نہ ملیگا اور اگر انکے لینے کے بعد کچھ بچا تو اسمین سے مشتری باقی حق لے سکتا ہے۔ اور اگر مشتری نے اپنے دامون کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ مریض کو اسکی زندگی مین یا اسکے وصی کو اسکے مرنے کے بعد بحکم قاضی دیدیا تو غلام کے ثمن مین اسکا مقدم ہونا باطل ہوگیا ولیکن اپنے پورے دام وصول کرنے مین اسکا حق باطل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مریض نے اپنے وارث کو کچھ درم دیے تاکہ اسکے کسی قرضخواہ کو ادا کرے پس وارث نے کہا کہ مین نے اسکو دیدیے اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی تو وارث کی اس باب مین تصدیق کیجاویگی کہ وہ ضمان سے بری ہے خواہ مریض اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے ولیکن وارث کے قول کی تصدیق قرضخواہ کے حق باطل ہونے مین نہ کیجاویگی۔ اور اگر اسکو اپنے قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قرضہ کسی اجنبی پر ہے پس وارث نے کہا کہ مین نے وصول کرکے مریض کو دیدیا تو اسکی تصدیق کیجاویگی اور قرضدار بری ہوگیا۔ اور اگر اپنی متاع فروخت کرنے کے واسطے وارث کو وکیل کیا اور مریض پر کچھ قرض نہین ہے پھر وہ متاع موافق اسکی قیمت کے گواہون کے سامنے فروخت کی پھر مریض کی زندگی مین یا اسکے مرنے کے بعد کہا کہ مین نے دام وصول کرکے مریض کو دیدیے یا ضائع ہوگئے تو اسکی تصدیق کیجاوے گی اور اگر کہا کہ مین نے متاع فروخت کی اور ثمن وصول کیا اور وہ ضائع ہوگیا پس اگر متاع تلف ہوگئی اور خریدار معلوم نہ ہو تو اسکی تصدیق کیجاویگی خواہ مریض زندہ ہو یا مرگیا ہو۔ اور اگر متاع قائم ہو اور خریدار معلوم ہو اور وہ اسکا مقر ہو اور مریض پر قرضہ نہین ہے تو بھی وارث کی تصدیق کیجاویگی بشرطیکہ مریض زندہ ہو اور اگر مریض پر قرضہ ہو تو وارث کی تصدیق نہ کیجاوے گی۔ اگرچہ مریض اس امر مین اسکی تصدیق کرے اور اگر مریض مرگیا پھر اسوقت وارث نے یہ اقرار کیا تو اقرار صحیح نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین اور ایک وارث اسکا کفیل ہے یا قرضہ وارث پر ہے اور کوئی اجنبی اسکا کفیل ہے خواہ بحکم وارث کفیل ہے یا بدون اسکے حکم کے کفیل ہے پھر زید بیمار ہوا اور کسی ایک سے دونون مین سے وصول پانے کا اقرار کیا تو باطل ہے اور اگر اجنبی کو بدون وصول پانے کے بری کردیا پس اگر اجنبی اصیل ہو تو صحیح نہین ہے اور اگر کفیل ہو تو تہائی مال سے بری کرنا صحیح ہے پس اگر میت کا اسقدر مال ہو کہ جسکی تہائی یہ قرض ہوتا ہے تو صحیح ہے اور اگر کفیل سے کچھ مواخذہ نہین ہوسکتا ہے اور قرضہ وارث پر بحالہ باقی رہیگا اور اگر میت کا سوائے اس قرضہ کے کچھ مال نہو تو اسکے تہائی سے بری کرنا صحیح ہے اور باقی دو تہائی کیواسطے وارثون کو اختیار ہے چاہین اصیل سے اور چاہین کفیل سے لین اور ایک تہائی جس سے کفیل کو بری کیا ہے وہ فقط اصیل سے لے سکتے ہین۔ اور اگر وارث کو بری کیا تو کسی حال مین صحیح نہین ہے اور اگر یون کہا کہ مین نے کسی اجنبی سے جسنے وارث کی طرف سے باحسان ادا کیا ہے وصول پایا یا اسکی طرف سے کسی اجنبی نے حوالہ قبول کرلیا یا اسکو کسی شخص نے اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اسنے اس موکل کے بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا پھر موکل بیمار ہوا پس اسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے سے ثمن وصول پایا یا وکیل نے وصول کرکے موکل کو دینے کا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجاویگی پس اگر وکیل ہی مریض ہوا و موکل صحیح ہو تو اسکی تصدیق کیجاویگی اور اگر موکل نے انکار کیا پس اگر مشتری دونون کا وارث ہو اور وہ دونون مریض ہون تو وکیل کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر فقط وکیل کا وارث ہو اور موکل کا ہو اور وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے وصول کرکے موکل کو دام دیے ہین یا میرے پاس تلف ہوگئے تو تصدیق کیجاویگی اور اگر فقط وصول کرنے کا اقرار کیا تو تصدیق نہوگی۔ اور اگر کفیل نے مریض کو دوسرے پر قرضہ کا حوالہ کیا اور مریض اور محتال علیہ نے قبول کرلیا پھر مریض مرگیا پس اگر حوالہ مطلقہ ہو تو جائز نہین اگر حوالہ بشرط براءت الکفیل دون الاصیل ہو پس اگر کفیل ہی وارث ہے تو بھی صحیح نہین ہے اور اگر اجنبی کفیل ہے تو تہائی

ہے پس وارثون کو اختیار ہوگا کہ چاہین حوالہ کو جائز رکھین یا توڑ دین اور اگر جائز رکھا تو اختیار ہے چاہین قرضہ محتال علیہ سے وصول کرین یا اصیل وارث سے لیوین اور اگر جائز نہ رکھا پس اگر میت کا اسقدر مال ہے کہ یہ دین اُسکی تہائی ہوتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر میت کا سوائے ہزار درم قرضہ کے اور کچھ مال نہو تو تہائی مال سے صحیح ہے اور وارثون کو اختیار ہے چاہین محتال علیہ سے تہائی اور کفیل سے دو تہائی وصول کرین یا سب قرضہ وارث سے وصول کرلین۔ اور اگر مریض نے قرضہ وصول پانیکا اقرار نہ کیا اور نہ کفیل کو بری کیا اور نہ حوالہ قبول کیا ولیکن ہزار درم یا سو دینار یا ایک باندی مقبوضہ کا کفیل کی ودیعت ہونے یا اُس سے غصب کرنیکا اقرار کیا اور وقت موت تک بعینہ یہ چیزین قائم ہین اور معلوم نہین ہوتا ہے کہ اُسنے باندی کو کیا کیا ہے تو اقرار باطل ہے پس اگر باندی معین معلوم نہوئی یہانتک کہ وہ مریض اُسی تجہیل کے ساتھ مرگیا تو اُسپر ضمان واجب ہوگی پس قرضہ کا قصاص ہوجائیگا اور اگر وہ بچہ قائم ہو تو کفیل اُسکو لے لیگا اور فروخت کرکے اُسکو قرضہ مین ادا کریگا بدون اسکے کہ اپنے کسی خاص مال کے فروخت کرنے کی حاجت ہو اسیطرح اگر ان سب کا اصیل کیواسطے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض مین اپنے غلام کو مکاتب کردیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر بدل کتابت وصول پانیکا اقرار کیا تو تہائی مین جائز ہے اور دو تہائی قیمت کے واسطے مکاتب سعی کریگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر بدل کتابت وصول پانیکا اقرار نہ کیا ولیکن اپنے مقبوضہ ہزار درم یا سو دینار یا باندی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اسی میرے مکاتب کی ودیعت ہے اسنے مجھے بعد کتابت کے ودیعت رکھنے کو دی ہے پھر مرگیا تو یہ اقرار بقدر تہائی کے جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے اپنے باپ عمرو کو ہزار درم عمرو کے مرض الموت یا صحت مین ودیعت رکھنے کو بمعائنہ گواہان دیے ہین پھر جب وہ مرنے لگا تو اُسنے اقرار کیا کہ مین نے وہ ودیعت تلف کردی پس یا تو ودیعت کے تلف کرنے کا اقرار کیا اور اسی پر جما رہا یہانتک کہ مرگیا تو یہ ودیعت اُسکے مال مین زید کا قرضہ ہوگئی اور یہ مریض کا اپنے وارث کے واسطے اقرار کرنا نہین ہے اور یا ودیعت سے انکار کیا یا اقرار کیا کہ مین نے تلف کردی پھر کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی یا مین نے زید کو واپس کردی تو اس صورت مین اُسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور اُسپر ضمان واجب ہوگی اگرچہ قسم کھالے اور یا اقرار کیا کہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی یا مین نے واپس کردی پھر جب اُس سے قسم لی گئی تو تلف کردینے کا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو اس صورت مین اُس سے ضمان باطل ہوجائے گی اور اُسکے ترکہ مین سے نہ لیجاوے گی ہکذا فی التحریر شرح الجامع الکبیر للحصیری۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہین اور اُسکے قبضہ مین ایک دار ہے پھر جب وہ مرنے لگا تو کہا کہ مین نے یہ دار اپنے اس بیٹے اور اس اجنبی سے ہزار درم مین خریدا ہے اور دونون سے قبضہ کرلیا ہے اور دونون کو کچھ ثمن نہین دیا ہے اور دونون نے اُسکے اقرار شرکت کی تصدیق کی پھر مرگیا اور اس دار کا ایک شفیع ہے اور دوسرے دونون بیٹے اس سب سے منکر ہین تو یہ اقرار باطل ہے اور جب اقرار باطل ہوا تو وہ دار تینون بیٹون کو برابر تقسیم ہوگا پھر اگر شفیع آیا تو تہائی حصہ مقرلہ کا جو اُسکو ملا ہے تہائی ثمن مین لے لیگا اور تہائی ثمن اس بیٹے مقرلہ اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر بیٹے مقرلہ کو کچھ مال اور بھی ملا ہوگا تو وہ بھی اس ثمن مین ملاکر تقسیم کیا جاویگا یہانتک کہ اُسکو اور اجنبی کو ہر ایک کو پانچ سو درم ملجائین۔ اور اگر اجنبی نے شرکت مین اُسکی تکذیب کی مثلاً یون کہا کہ مین نے نصف دار اسکے ہاتھ پانچسو درم کو بیچا ہے اور باقی آدھا مین نہین جانتا ہون کہ کسکا ہے اور میرے اور اس بیٹے کے درمیان کچھ شرکت نہ تھی اور بیٹے نے اپنے باپ کی اقرار شرکت مین تصدیق کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ صورت اور پہلا اقرار یکسان ہے اور شفیع تہائی دار تہائی ثمن مین لے لیگا اور تہائی ثمن اُس بیٹے اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور نزد امام محمد رح کے

نزدیک شفیع دو تہائی دار لیگا۔ اتنا ہی اور اگر بیٹے نے اپنے باپ کے اقرار کی تکذیب کی اور اجنبی نے تصدیق کی تو بھی شیخین رح کے نزدیک اقرار مریض باطل ہے مگر شفیع بیٹے مقر لہ سے چھٹا حصہ دار کا چھٹے حصے ثمن میں لے لیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک اجنبی کے حق میں اقرار صحیح ہے پس یوں حکم کیا جائیگا کہ اجنبی نے نصف دار مریض کے ہاتھ بیچا پس شفیع نصف ثمن میں لے لیگا۔ اور باقی آدھا تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم ہوگا ہر ایک کو کل کا چھٹا حصہ ملیگا اور شفیع اس صورت میں بیٹے مقر لہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنی جورو کے واسطے جسکو اُسنے اُسکی درخواست سے طلاق دی ہے سو درم کا سوائے مہر کے اقرار کیا اور وہ عورت اپنا مہر سب لے چکی ہے پھر اسکی عدت گذرنے کے بعد مرگیا اور ایک بھائی اور جورو کی سوت اور چالیس درم چھوڑے تو سب درم مطلقہ عورت کو ملینگے اور اگر اسکی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو چالیس کا آٹھواں حصہ یعنی پانچ درم پاویگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر شوہر نے بجائے چالیس درموں کے ایک کپڑا قیمتی چالیس درم کا چھوڑا اور کوئی اور مال نہ چھوڑا پس اگر عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو غیر مطلقہ کو اس کپڑے کا آٹھواں حصہ ملیگا اور مطلقہ کو بعینہ یہ کپڑا لینے کا استحقاق نہیں ہے پس کپڑے کا آٹھواں حصہ پانچ درم کو فروخت کرکے عورت کو دیے جائینگے ولیکن اگر راضی ہو جائے کہ میں آٹھواں حصہ کپڑے کا اپنے حق میں لونگی تو لے سکتی ہے اور اگر اسکی عدت گذرنے کے بعد شوہر مرگیا تو کپڑا فروخت کر دیا جائیگا اور تمام ثمن اُسی کو دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کی موت قریب آئی اور اُسکا ایک بھائی ماں و باپ کی طرف سے ہے اور ایک جورو ہے اسنے تین طلاق کی درخواست کی اُسنے دیدیں پھر عورت کے واسطے سو درم کا اقرار کیا اور وہ اپنا مہر پا چکی ہے اور ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر مرگیا اور ساٹھ درم چھوڑے پس اگر بعد انقضاء عدت کے مرا ہے تو عورت اپنے قرضہ میں پورے ساٹھ درم لے لیگی اور اگر انقضاء عدت سے پہلے مرا تو موصی لہ کو بیس درم نکال دیے جائینگے اگرچہ دین وصیت سے مقدم ہوتا ہے پھر عورت کو باقی کی چوتھائی یعنی دس درم ملینگے اور باقی تیس درم بھائی کے ہونگے اور اگر بجائے ساٹھ درم کے ایک ساٹھ درم کا قیمتی کپڑا چھوڑا اور عورت کی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو موصی لہ کو تہائی کپڑا اور باقی عورت کے واسطے فروخت کرکے چوتھائی دیا جائیگا ولیکن اگر اپنے حق میں چوتھائی مابقی لینے پر راضی ہو تو لے سکتی ہے اور باقی بھائی کو ملیگا۔ اور اگر اس کی عدت گذرنے کے بعد مرا تو مطلقہ کے حق کے واسطے کپڑا فروخت کر دیا جائیگا لیکن اگر اپنے حق میں کپڑا لینا پسند کرے تو لے لے بعد موصی لہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اسکے اجنبی کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پس اگر عورت کی عدت گذرنے کے بعد مرا تو عورت اس اجنبی کے ساتھ ترکہ میت میں حصہ دار ہوکر دونوں اپنا اپنا دین پورا کر لینگے پھر اگر کچھ بچ رہا تو اسکی تہائی موصی لہ کو ملیگی اور باقی بھائی کا ہوگا اور اگر اسکی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو پہلے اجنبی کا دین ادا کیا جائے گا پھر اگر بچ رہا تو اسکی تہائی موصی لہ کو پھر باقی کی چوتھائی اور عورت مطلقہ کے واسطے جسقدر اقرار کیا ہے دونوں میں سے جو کم ہو وہ عورت کو دیا جائے گا اور باقی بھائی کو ملیگا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اُسنے اپنے مرض میں مولے کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اور اجنبی کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور اُسکے ہاتھ میں ہزار درم تھے اُس نے بعوض مال کتابت کے ادا کر دیے پھر مرگیا اور کچھ مال اُس کے پاس نہیں ہے تو وہ آزاد مرا اور یہ ہزار میں سے دو تہائی مولی کو اور ایک تہائی اجنبی کو دیے جاوینگے اور اگر یہ ہزار درم مولی کو قرضہ میں دیے یا نہ دیے انکو چھوڑ کر مرگیا تو اجنبی کو ملینگے کیونکہ مکاتب جب مر جاوے اور کوئی مال ادائے کتابت کے لائق نہ چھوڑے تو بسبب عجز کے کتابت فسخ ہو جاتی ہے پس غلام مرگیا

[illegible] اقرار کیا وہ دینا ہوا اور ... دونوں میں سے کم ہو وہ عورت کو ملیگا ۱۲

اور مولی کا اپنے غلام پر کچھ قرضہ نہین ہوتا ہی پس حق مولی باطل ہوا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کوئی بیٹا چھوڑا جو حال مکاتبت مین پیدا ہوا ہی تو یہ ہزار درم اجنبی لے لیگا اور مولی اپنے قرضہ اور مال کتابت کیواسطے اُسکے بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم اپنے مولی کو اُسکے قرضہ مقربہ مین قبل موت کے ادا کر دیے پھر مرا اور ایک بیٹا چھوڑا جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہی تو بھی اجنبی یہ ہزار درم مولی سے لیگا اور مولے اپنے قرضہ اور مال کتابت کے واسطے اُسکے بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور جب مولی کو اُس کے بیٹے نے قرضہ اور مال کتابت ادا کر دیا تو جو حکم اجنبی کے واسطے ہو چکا وہ نہ ٹوٹیگا اگرچہ دونون قرضہ اسوقت قوت مین برابر ہو گئے ہین یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور وہ غلام اسوقت صحیح تھا اور زید اجنبی نے اُسکو ہزار درم اُسکی صحت مین قرض دیے پھر مکاتب بیمار ہوا پس مولے نے اُسکو گواہون کے سامنے ہزار درم قرض دیے وہ اُسکے پاس سے چوری گیے اور اُس کے پاس ہزار درم تھے اُسنے مولی کا قرض ادا کر دیا پھر مر گیا تو مولی ان درمون کا حقدار زیادہ ہی وہی لیگا اگرچہ مکاتب نے کچھ اور مال نہ چھوڑا ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری مین ہی ایک مکاتب کا اپنے مولی پر حالت صحت کا قرض تھا اُسنے اپنے مرض مین اقرار کیا کہ جو کچھ میرا مولی پر تھا مین نے وصول پایا ہی اور اُسپر حالت صحت کے قرضے ہین اُسنے مرض مین اُنکا اقرار کیا پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکے اس اقرار کی تصدیق نکیجاویگی جو مولی کے واسطے کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ مکاتب مریض نے اجنبی کے لیے ہزار درم کا اقرار کیا پھر مر گیا اور ہزار درم چھوڑے اور مال کتابت اُسپر ہی تو اجنبی مال کتابت سے مقدم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اپنے مرض مین مولی کیواسطے ہزار قرض کا اور ایسا ہی اجنبی کیواسطے اقرار کیا یا پہلے اجنبی کیواسطے پھر مولی کے واسطے اقرار کیا پھر مرا اور دو ہزار درم چھوڑے تو پہلے اجنبی کو دیا جائیگا پھر باقی ہزار درم مولی مال کتابت مین لیگا اور مکاتب آزاد ہو گیا اور جو اُسکے حیات کا آخر جز تھا اسمین آزاد ہونیکا حکم دیا جائیگا اور جو ہزار درم مولی کیواسطے بطریق قرض کے اقرار کیے ہین وہ باطل ہو گیے اور اگر دو ہزار سے کچھ زیادہ چھوڑے تو باقی مولی اپنے قرضہ مین لیگا بشرطیکہ مولی اُسکا وارث نہو مثلاً مکاتب کا کوئی عصبہ موجود ہو اور اگر مولی اُسکا وارث ہو تو اُسکے حق مین اقرار باطل ہی اور زیادتی مولی اور قرضخواہ کے درمیان تقسیم ہوگی اگر کوئی قرضخواہ ہو اور اگر نہو تو مولی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملینگے یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری مین ہی اور اگر مکاتب کے پاس جسدم بیمار ہوا ہی سو دینار رہون اور اُسنے اقرار کیا کہ یہ میرے پاس میرے مولی کے ودیعت ہین پھر کسی اجنبی کیواسطے ہزار درم قرض کا اپنے اوپر اقرار کیا پھر مر گیا پھر ہزار درم اور وہ سو دینار جنکا اپنے مولی کیواسطے اقرار کیا ہی ترکہ چھوڑا تو پہلے اجنبی کا ترکہ ادا کرنا شروع کیا جائیگا پس ہزار درم اُسکو دیدیے جائینگے پھر دینار فروخت کرکے اولا بدل کتابت ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ بچا تو یہ مال اقرار کی وجہ سے مولی کو دیا جائیگا ولیکن اگر مولی اُسکے وارثون مین سے ہو یعنی سوا مولی کے اُسکا کوئی وارث بھی ہو تو اس صورت مین بچا ہوا مال میراث کے طور پر دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولی نے اُسکی صحت مین اُسکو ہزار درم قرض دیے پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درم و آزادہ عورت سے آزاد اولاد چھوڑی تو مولے کے نام ہزار درم کتابت کی ڈگری ہوگی اور غلام کی آزادی کی ڈگری کیجاوے گی اور اُس کی اولاد کی ولا اُس کی ولا کے ساتھ ملائی جاویگی۔ پھر اگر مولے نے کہا کہ مین یہ ہزار درم قرض مین رکھتا ہون یا قرض و بدل کتابت مین رکھتا ہون تو اُسکی بات پر التفات نکیا جائیگا اور اگر مکاتب نے ہزار درم سے زیادہ چھوڑے تو مولی ہزار درم کتابت مین لیگا اور جو بچا اُسکو اُس قرض مین سے لیگا جسکا اُسنے اقرار کیا ہی پھر اگر قرض دیکر بھی کچھ بچا تو وہ اُسکی آزاد اولاد مین تقسیم ہوگا

لہ مولی المالک [illegible]

یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری مین ہے- ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور اُسکے دو بیٹے آزاد ہین اُسنے ایک کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور ہزار درم کا مولی کے واسطے اقرار کیا اور دو ہزار درم چھوڑکر مرگیا تو دونون ہزار مولی سے لیگا اور اگر دو ہزار سے کم چھوڑے تو پہلے بیٹے کے قرضہ دینے سے شروع کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے- اگر مریض نے اپنے ایسے مرض مین جسمین وہ مرگیا معین ہزار درم کا اقرار کیا کہ میرے پاس لقطہ ہین پھر مرگیا اور کچھ مال اُسکے پاس سوائے اسکے نہین نکلا پس اگر وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو یہ مال میراث نہوگا کہ باہم تقسیم کرین بلکہ اُسکو صدقہ کر دینگے اور اگر وارثون نے اسکی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تہائی مین اقرار صحیح ہے وہ صدقہ کر دیا جائیگا اور دو تہائی مین صحیح نہین ہے پس ہزار کی دو تہائی وارثون کو میراث تقسیم ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک اقرار مریض صحیح نہین ہے پس کل میراث مین تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہے- اگر ایک شخص مرا اور اُسکے تین بیٹے ہین اسکے ایک پر ہزار درم قرض ہین پس مریض نے حالت مرض مین اسکے وصول پانیکا اقرار کیا اور بیٹے قرضدار نے تصدیق کی اور اُسکے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے انکار کیا تو قرضدار دو تہائی سے بری ہوگیا ایک تہائی اپنا حصہ اور تہائی متصدق کا حصہ اور باقی ایک تہائی منکر کو دینا پڑیگی- اور اگر میت کے دوسرے ہزار درم بھی چھوڑے ہون اور باہم تین حصہ کرکے انھون نے تقسیم کیے تو اسمین سے ایک تہائی منکر کو ملیگی اور باقی دو تہائی جو مصدق و قرضدار کے باقی ہین اسمین سے قرضدار بیٹا ایک تہائی اپنے قرض ادا کی بابت جسکا منکر نے انکار کیا ہے لیگا اور باقی ایک تہائی مصدق اور قرضدار کے درمیان برابر تقسیم ہوگی- اور اگر مریض نے اپنے مرض مین اقرار کیا کہ مین نے اپنا غلام مثل قیمت پر اپنے فلان بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ مین صحیح تھا اور اُسکا ثمن وصول کرکے اپنی حاجت ذاتی مین صرف کیا اور غلام اُسکے سپرد کر دیا پھر اُسنے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے پھر مرگیا اور مقرلہ بیٹے نے اُسکی تصدیق کی اور اُسکے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے تکذیب کی تو تہائی غلام کی بیع باطل ہوگئی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور دو تہائی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو خیار ہوگا اگر اُسنے بیع تمام کردی تو دو تہائی لے لیوے اور ایک تہائی ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ مین سے ترکہ مین سے پھیر لے اور اگر فسخ کردی تو غلام تینون کو تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور مقرلہ اپنا تمام ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ مین سے غلام و دوسرے مال سے وصول کرلیگا بشرطیکہ میت کا کچھ اور مال ہو اور صاحبین رح کے نزدیک بیع نہ ٹوٹیگی ولیکن تہائی ثمن پھیر دیگا یہ کافی مین ہے- اور اگر بیع مین محاباۃ واقع ہوئی مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار تھی اور مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اس لڑکے کے ہاتھ ہزار درم کو اپنی صحت مین بیچا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بقیہ اس قول امام اعظم رح کے یہ صورت اور صورت اولی یکسان ہے ولیکن صاحبین رح کے نزدیک محاباۃ وصیت ہے اور وصیت کسی وارث کے حق مین بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہین ہوتی ہے اور جب اس صورت مین منکر بیٹے کی طرف سے اجازت نہ پائی گئی تو غلام ان بیٹے مشتری کو بعوض اس ثمن کے جسکی باہم تصدیق کی ہے نہ دیا جائیگا پس اُسکو خیار ہوگا چاہے بیع فسخ کردے یا تمام کرے پس اگر تمام کرنا اختیار کیا تو تکذیب کرنے والے لڑکے کے حصہ مین ثمن کو پوری قیمت تک بڑھاوے اسواسطے کہ اُسکے حق مین وصیت نہین جاری ہوگی بلکہ ردہوگی پس مشتری دو ہزار کی تہائی منکر کے واسطے زائد دیگا آدھی اسمین سے حصہ محاباۃ اور آدھی حصہ ثمن ہوگی پھر مشتری نے جسقدر زائد دیا ہے اُسکا آدھا یعنی ہزار کی تہائی اپنے اور مصدق کے حصہ مین سے ایک ہزار ترکہ سے واپس لیگا- اور اگر عقد فسخ کیا تو غلام تینون بیٹون مین تین حصہ برابر ہوکر تقسیم ہوگا پھر مشتری اپنا تمام ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ مین سے پورا کریگا پھر اگر مشتری نے یون کہا کہ مین فقط منکر کے حصہ کی بیع توڑتا ہون تو اُسکو یہ اختیار ہے اور اگر منکر کے حصہ کی بیع توڑ دی

تو تہائی ثمن اپنے حصہ اور مصدق کے حصہ میں سے واپس لیگا یہ محیط میں ہے

ساتوان باب۔

مورث کے مرنے کے بعد وارث کے اقرار کے بیان میں۔ ایک شخص مرگیا اور ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا پس لڑکے نے کلام موصول میں بیان کیا کہ اس زید کے میرے باپ پر ہزار درم اور اس عمرو کے ہزار درم ہیں تو ہزار درم ترکہ کے دونوں کو برابر تقسیم ہونگے اور اگر زید کے واسطے پہلے اقرار کیا پھر خاموش ہو رہا پھر عمرو کے واسطے اقرار کیا تو زید ہزار درم کا زیادہ حقدار ہے یعنی اسی کو یہ ترکہ ملیگا پھر اگر یہ ہزار درم زید کو بحکم قاضی دیے تو عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر بدون حکم قاضی دیدیے تو عمرو کے واسطے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا اور اگر کلام موصول میں یون اقرار کیا کہ زید کے میرے باپ پاس یہ ہزار درم ودیعت تھے اور عمرو کے اسپر ہزار درم دین ہیں تو زید کو یہ متروکہ درم ملینگے وہ مقدم ہے اور اگر یون کہا کہ عمرو کے میرے باپ پر ہزار درم ہیں اور یہ ہزار درم اسی کے پاس زید کی ودیعت ہیں تو دونوں باہم حصہ بانٹ کرینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر وارث سے زید نے کہا کہ یہ ہزار درم ترکہ کے میرے تیرے باپ کے پاس ودیعت تھے اور عمرو نے کہا میرا تیرے باپ پر ہزار درم دین ہے پس وارث نے کہا کہ تم دونوں اس قول میں سچے ہو یعنی اسنے دونوں کے واسطے اقرار کیا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ دونوں اقرار صحیح ہیں اور ہزار درم دونوں میں برابر تقسیم ہونگے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پورے ہزار درم ودیعت والے کو ملینگے اور عمرو کے واسطے اقرار صحیح نہیں ہے کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ زید کے میرے باپ پر ہزار درم دین ہیں اور بحکم قاضی زید کو ہزار درم دیدیے پھر عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم اپنے باپ پر ہونیکا اقرار کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکے واسطے کچھ اسمین سے ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے کو ہزار درم بدون حکم قاضی دیدیے تو دوسرے کیواسطے پانچسو درم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ زید کے میرے باپ پر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ عمرو کے ہیں پھر بحکم قاضی زید کو ہزار درم دیدیے تو دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر بدون حکم قاضی دیدیے تو عمرو کے واسطے اُسکے کمثل ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور دو بیٹے اور دو ہزار درم چھوڑے پس ہر ایک نے ایک ہزار درم لیلے پھر زید نے دونوں کے باپ پر ہزار درم کا دعوی کیا اور عمرو نے بھی ہزار درم کا دعوی کیا پھر دونوں نے ایک کیواسطے خاص اقرار کر دیا اور فقط ایک نے دوسرے کے واسطے اقرار کیا اور یہ دونوں اقرار معًا واقع ہوے پس جسکے واسطے اقرار پر دونوں نے اتفاق کیا ہو وہ ہر ایک بیٹے سے پانچسو درم لے لیگا اور دوسرا اُس شخص سے جسنے اُسکے واسطے اقرار کیا ہے باقی جو کچھ اُسکے قبضہ میں ترکہ رہا ہے یعنی پانچسو درم لے لیگا اور اگر دونوں نے ان دونوں سے کچھ نہ لیا یہانتک کہ جسکے واسطے دونوں نے اقرار کیا تھا وہ غائب ہوگیا اور جس کے واسطے ایک نے اقرار کیا وہ حاضر ہوا اور اُس کو حاکم کے پاس لایا اور کہا کہ میرے اس کے باپ میت پر ہزار درم ہیں اور اسنے اقرار کیا ہے پس وارث نے اُس کی تصدیق کی اور قاضی کو بھی خبر دی کہ مین نے دوسرے مدعی کے واسطے بھی اقرار کیا ہے تو قاضی اُسپر پورے ہزار کی ڈگری کرے گا پھر اگر دوسرا آیا اور اُسنے دوسرے بھائی کو قاضی کے سامنے پیش کیا تو اُسپر بھی پورے ہزار کی ڈگری کیجاوے گی اور کوئی بھائی دوسرے بھائی سے کچھ نہین واپس لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر میراث دینار ہون یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو اور دین بھی اسی کے مثل ہو تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی الحاوی۔ زید مرگیا اور اُسکے دو بیٹے چھوٹا عمرو اور بڑا خالد باقی رہے اور وہ غلام چھوڑے دونوں نے ایک ایک تقسیم کر لیا اور وہ دونوں غلام ہزار ہزار درم کے تھے پھر دونوں نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اپنی صحت میں یہ غلام جو عمرو کے پاس ہے آزاد کیا تھا اور خالد نے اپنے مقبوضہ غلام کی نسبت

بھی ایسا ہی اقرار کیا اور دونوں اقرار معًا واقع ہوئے تو غلام دونوں آزاد ہیں اور خالد عمرو کو اپنے غلام کی آدھی قیمت کی ضمان دے اور ایسا ہی حکم ودیعت میں ہی اور اگر دونوں نے ایک کی نسبت شعیب کی ودیعت ہونے کا اور فقط ایک نے دوسرے کی نسبت بکر کی ودیعت ہونے کا اقرار کیا تو یہ صورت اور عتق کی صورت یکسان ہی اور اگر ترکہ دو ہزار درم ہوا اور ہر ایک نے ایک ایک ہزار لیا پھر ایک نے ایک شخص کے واسطے پانچسو درم قرض کا اقرار کیا کہ میرے باپ پر تھا اور قاضی نے اُسپر پانچسو کی ڈگری کردی پھر دونوں نے ایک دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم قرض کا اپنے باپ پر اقرار کیا تو ہزار کی دونوں پر تین تہائی ہوکر ڈگری ہوگی۔ اور اگر اول نے ہزار کا اقرار کیا اور بحکم قاضی قرضخواہ کو دیدیے پھر دونوں نے دوسرے کے واسطے ایک ہزار کا اقرار کیا تو جو ہزار درم منکر کے قبضہ میں ہیں اُنکے دینے کا حکم کیا جائے گا اور پہلا مقر کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اوّلاً سو درم دین کا اقرار کیا پھر ایک نے دوسرے قرضخواہ کے واسطے دوسرے سو درم کا اقرار کیا تو پہلے سو درم دونوں پر آدھے آدھے پڑینگے اور اگر متفق علیہ قرضخواہ نے ایک ہی سے سو درم لے لیے تو وہ دوسرے سے اُسکے نصف لے لیگا اور اگر ایک نے پہلے کسی کے واسطے سو درم کا اقرار کیا پھر دونوں نے دوسرے کیواسطے سو درم کا اقرار کیا تو پہلا مقر لہ اپنے مقر سے سو درم اُسکے مقبوضہ ترکہ سے لے لیگا اور جن سو درم پر دونوں نے بالاتفاق اقرار کیا ہی وہ دونوں کے مال سے لیا جائیگا اور انیس حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر قرضخواہ نے ایک ہی سے سو درم لے لیے تو وہ دوسرے بھائی سے بقدر اُسکے حصہ کے لے لیگا۔ اسی طرح اگر دونوں اقرار معًا واقع ہوئے تو جسنے سو درم کا اقرار کیا ہی وہ اُسی کے حصہ میں سے خاصۃً لیے جائینگے اور جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہی وہ انیس حصہ ہوکر دونوں سے لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک شخص نے تین بیٹے زید و عمرو و بکر چھوڑے اور تین ہزار درم ترکہ چھوڑا اُسکو سب نے بانٹ لیا پھر خالد نے اُنکے باپ پر تین ہزار درم کا دعوی کیا اور زید نے سب کے دعوی میں تصدیق کی اور عمرو نے دو ہزار میں تصدیق کی اور بکر نے ایک ہزار میں تصدیق کی تو خالد ایک ہزار تینوں سے تین تہائی کرکے لے لیگا اور زید و عمرو سے ایک ہزار آدھا آدھا کرکے لے لیگا اور پھر زید سے جو کچھ اُسکے پاس باقی ہی وہ لے لیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک زید سے ہزار درم اور عمرو سے ہزار درم اور بکر سے تہائی ہزار لے لیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ تینوں بیٹے اُسکو ایکبارگی ملگئے ہوں اور اگر متفرق ملے ہوں پس اگر بکر سے پہلے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا پھر اگر اُسکے بعد عمرو سے ملا تو اُس سے ہزار درم مقبوضہ لے لیگا ایسے ہی اگر زید سے اُسکے بعد ملا تو جو کچھ اُسنے پایا ہی سب اُس سے لے لیگا۔ اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہی کہ آیا عمرو و بکر مقر لہ سے یعنی خالد سے کچھ واپس لینگے یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی کہ بکر اُس سے دو تہائی ہزار درم واپس کرے بالاتفاق صاحبین رح کے ولیکن عمرو امام محمد رح کے نزدیک کچھ واپس نکریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار کا واپس لیگا یہ حکم اُسوقت ہی کہ خالد پہلے بکر سے ملا ہو اور اگر پہلے زید سے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا پھر عمرو سے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا اور پھر بکر سے ملا تو اُسکے مقبوضہ سے تہائی لے لیگا بشرطیکہ بکر اسکا مقر ہو کہ میرے دونوں بھائیوں نے خالد کیواسطے ہزار سے زیادہ کا اقرار کیا ہی اور اگر اس زیادتی کے اقرار سے منکر ہی تو خالد اُس سے کچھ نہیں لے سکتا ہی پھر زید بکر سے کچھ نہیں واپس کرسکتا ہی اور ایسا ہی اوسط بھی اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار کا زیادتی کو واپس لے سکتا ہی اور بکر قرضخواہ سے چھٹا حصہ ہزار واپس کریگا۔ اور اگر اولًا عمرو سے ملا تو ہزار اُس سے لے لیگا پھر اگر بکر سے اُسکے بعد ملا تو اُسکا وہی حکم ہی جو سابق میں مذکور ہوا یعنی اُس سے لے سکتا ہی بشرطیکہ وہ مقر ہو کہ دونوں بھائیوں نے ہزار سے زیادہ کا

اقرار کیا ہی ورنہ نہین لے سکتا ہی پھر اگر اول کے بعد زید سے ملا تو اُسکے ہزار درم مقبوضہ لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص مرگیا اور دو بیٹے چھوڑے کہ اُنکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور زید پر ایک ہزار درم قرض چھوڑ گیا پس زید نے کہا کہ میت نے مجھسے اپنی زندگی مین پانچسو درم وصول کر لیے تھے اور ایک بیٹے نے اُسکی تصدیق کی اور اُسکا نام خالد ہی اور دوسرے نے عمرو کی تصدیق نہ کی تو عمرو کو اختیار ہی کہ زید سے باقی پانچسو درم وصول کر لے اور خالد اس سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر زید نے پورے ہزار درم کا دعوی کیا کہ میت نے مجھسے وصول کر لیے تھے اور خالد نے تصدیق اور عمرو نے تکذیب کی تو بھی عمرو اُس سے پانچسو درم لے سکتا ہی اور خالد زید سے کچھ نہین لے سکتا ہی ولیکن زید کو اختیار ہی کہ عمرو سے قسم لے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے باپ نے تجھسے ہزار درم وصول کر لیے تھے پس اگر عمرو نے قسم کھالی اور پانچسو درم زید سے لے لیے اور میت نے سوائے ان ہزار درم دین کے اور ایک ہزار درم چھوڑے ہین اور یہ درم دونون بیٹون نے باہم تقسیم کر لیے تو زید کو اختیار ہی کہ خالد سے جس نے اُسکی تصدیق کی ہی اُسکے ورثہ کے پانچسو درم واپس کر لے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا زید نام اور ہزار درم چھوڑے پس ایک شخص عمرو نے میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوی کیا اور زید نے تصدیق کر کے خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہزار درم اُسکو دیے پھر ایک شخص خالد نے میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوی کیا اور زید نے اُسکی تکذیب کی مگر پہلے قرضخواہ عمرو نے اُسکی تصدیق کی اور خالد نے عمرو کے قرضہ سے انکار کیا تو اُسکے انکار پر التفات نہ کیا جائیگا اور دونون قرضخواہ ہزار درم قرضہ کے باہم برابر تقسیم کر لین اور اسی طرح اگر دوسرے قرضخواہ نے تیسرے قرضخواہ کی تصدیق کی تو تیسرا قرضخواہ دوسرے کے مقبوضہ سے آدھا بانٹ لیگا کذا فی الحاوی

آٹھوان باب مقر اور مقرلہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین

زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم ودیعت کے اور ہزار درم غصب کے لیے ہین پھر ودیعت ضائع ہو گئی اور وہ ہزار درم غصب کے باقی ہین اور مقرلہ نے کہا کہ نہین بلکہ غصب تلف ہو گیا اور ودیعت باقی ہی تو مقرلہ کا قول مقبول ہو گا یہ درم مقر سے لیگا اور ایک ہزار درم دوسرے ضمان سے لیگا اور اسی طرح اگر مقرلہ نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دو ہزار درم غصب کیے تھے تو بھی حکم یہی ہو گا۔ اور اگر مقر نے کہا کہ تو نے مجھے ایک ہزار درم ودیعت دیے اور مین نے تجھسے ایک ہزار درم غصب کر لیے پھر ودیعت تلف ہو گئی اور غصب کے درم باقی رہے اور مقرلہ نے کہا کہ نہین بلکہ غصب کے تلف ہو گئے ہین تو مقر کا قول قبول ہو گا مقرلہ اُس سے ہزار درم لے لیگا اور زیادہ کچھ ضمان نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم ودیعت لیے وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن ہو گا کیونکہ اُسنے ضمانت کے سبب کا یعنی لینے کا اقرار کیا پھر ایسے امر کا دعوی جس سے ضمان سے بری ہو جاوے یعنی لینے کی اجازت کا دعوی کیا اور عمرو اس سے منکر ہی اسلیے منکر کا قول قسم سے معتبر ہو گا اور زید پر بسبب اُسکے اقرار کے ضمان لازم ہو گی ولیکن اگر عمرو قسم سے نکول کرے تو ضمانت لازم نہو گی کیونکہ اقرار اجازت کہ جو دافع ضمان ہی لازم آئیگا۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ودیعت دیے تھے اور وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن نہو گا کیونکہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہین کیا ہی بلکہ دینے کا اقرار کیا ہی اور یہ مقرلہ یعنی عمرو کا فعل ہی موجب ضمان زید پر نہین ہو گا ولیکن عمرو اسپر ضمان کا دعوی کرتا ہی یعنی غصب کا پس اس صورت مین منکر یعنی زید کا قول قسم سے معتبر ہو گا ولیکن اگر زید اس صورت مین قسم سے نکول کرے تو اسپر مال لازم آویگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دو ٹٹو ایک عمرو تک اور دوسرا اُس سے آگے قادسیہ تک کرایہ کیے اور دونون کو لاد کر قادسیہ

مین لایا اور وہان ایک ٹٹو مر گیا پس مالک نے کہا کہ وہ مرا ہی جسکو تو نے حیرہ تک کرایہ کیا تھا اور تجھپر اُسکی ضمان دینی واجب ہے
اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ وہ مرا ہی جسکو مین نے قادسیہ تک کرایہ کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور مستاجر سے ضمان لیگا یہ
تحریر شرح جامع کبیر مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے ہزار درم قرض دیے پھر تجھسے لے لیے تو زید پر واجب ہوگا کہ یہ درم
عمرو کو دیدے یہ تبیین مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے عمرو کو جو ہزار درم قرض دیے تھے وہ اس سے وصول کرکے قبضہ
کر لیے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھسے یہ مال لیا ہی حالانکہ تیرا مجھپر کچھ نہ تھا تو مجھے واپس کردے تو زید کو واپس کردینے پر مجبور کیا جائیگا مگر پہلے
عمرو یہ قسم کھالے کہ زید کا مجھپر کچھ نہ تھا۔ اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے ہزار درم عمرو سے جو مین نے اُسکو ودیعت دیے
تھے یا ہبہ مین دیے تھے لے لیے پس عمرو نے کہا کہ یہ میرا مال ہی تو نے مجھسے لے لیا ہی تو زید پر واپس کرنا واجب ہوگا یہ مبسوط
مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے تجھسے یعنی عمرو سے ہزار درم خالد کی وکالت مین وصول کیے کہ خالد کے تجھپر ہزار درم آتے
تھے یا تو نے خالد کو ہزار درم ہبہ کیے تھے اُسنے مجھے تجھسے یہ درم وصول کرنے کا وکیل کیا تھا مین نے اُسکے لیے وصول کر لیے
اور یہ درم اُسکو دیدیے تو زید ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے اپنے گھر مین اس عمرو کو بسایا تھا پھر اُسمین سے
نکال دیا اور اُسنے مجھے میرا گھر دیدیا اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرا ہی تو استحساناً زید کا قول مقبول ہوگا اور عمرو کو گواہ پیش
کرنے چاہیے ہین یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو کا قول قبول ہوگا اور یہ قیاس ہی اور علی ہذا الخلاف
اگر زید نے کہا کہ یہ ٹٹو میرا ہی مین نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر اس سے لیکر قبضہ کر لیا یا یہ کپڑا میرا ہی مین نے اسکو عاریت دیا
تھا پھر اس سے لیکر قبضہ کیا تو یہ بھی مثل صورت سابق کے ہی۔ اسی طرح اگر زید نے کہا کہ عمرو درزی نے میری یہ قمیص نصف درم
مین سی ہی اور مین نے اس سے وصول کر لی اور عمرو درزی نے کہا کہ یہ قمیص میری ہی مین نے تجھکو عاریت دی ہی تو یہ بھی مثل
صورت سابق کے ہی ایسے ہی اگر کوئی کپڑا رنگریز کو دیا اور یہ اختلاف واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط اور اگر درزی وغیرہ
کے مسئلہ مین یہ نہ کہا کہ مین نے اس سے وصول کر لی ہی تو بالاتفاق واپس نہ کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر یہ بات معروف ہو کہ
یہ گھر یا کپڑا یا ٹٹو اسی زید مقر کا ہی اور اُسنے کہا کہ مین نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر عمرو سے وصول کر لیا تو زید ہی کا قول قبول
ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے عمرو کے گھر مین اپنا کپڑا رکھ دیا پھر اُسکو لے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن
نہ ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر درزی نے کہا کہ یہ کپڑا زید کا ہی مجھے عمرو نے دیا ہی
پھر دونون نے اُسکا دعوی کیا تو پہلے مقر لہ یعنی زید کا ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہوگا
اور صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے یہ کپڑا عاریۃً لیا ہی اور عمرو
نے کہا کہ تو نے مجھسے بیعاً لیا ہی۔ تو زید کا قول قبول ہوگا اور یہ اُس وقت ہی کہ اُسنے پہنا نہو اور اگر پہن لیا ہی اور تلف
ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے یہ دراہم ودیعت لیے ہین اور عمرو نے کہا کہ تو نے
مجھسے قرض لیے ہین تو زید کا قول مقبول ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض دیے ہین
اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھسے غصب کر لیے ہین تو زید ان درمون کا ضامن ہوگا ولیکن اگر وہ درم بعینہ قائم ہون تو عمرو
اُنکو لے سکتا ہی کذا فی الحاوی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ ٹٹو جو میرے ہاتھ مین ہی تو نے مجھے عاریت دیا ہی اور عمرو نے کہا کہ مین
نے تجھے عاریت نہین دیا ہی بلکہ تو نے مجھسے غصب کر لیا ہی پس اگر زید نے اُسپر سواری نہین لی تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور
ضامن نہوگا اور اگر سواری لی ہی تو اسی کا قول قبول ہے ولیکن وہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اُسکو عاریۃً ...

کیا ہی یا اسکو عاریۃً عطا کیا ہی تو بھی اُسپر ضمان نہین ہی اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر زید نے کہا کہ مین نے تجھسے عاریۃً لیا ہی اور عمرو نے انکار کیا تو زید ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم غصب کیے اور تمین دس ہزار درم کا نفع اُٹھایا اور عمرو نے کہا کہ مین نے تجھے اسکا خود حکم کیا تھا تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے پورے دس ہزار درم غصب کر لیے ہین تو زید کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ تیرے ہزار درم میرے پاس ودلیعت ہین عمرو نے کہا کہ ودلیعت نہین ہین میرے تجھپر ہزار درم قرض یا ثمن بیع کے ہین پھر زید نے دین و ودلیعت سے انکار کیا اور عمرو نے چاہا کہ مین جس دین کا دعوی کرتا ہون اُسکے ادا مین ودلیعت کے ہزار درم لے لون تو یہ اختیار اُسکو نہوگا کیونکہ پہلا اقرار ودلیعت بسبب عمرو کے رد کرنے کے باطل ہوگیا اور اگر عمرو نے کہا کہ ودلیعت نہین ہین ولیکن مین نے تجھے یہی ہزار درم بعینہ قرض دیے تھے اور زید نے قرض سے انکار کیا تو عمرو بعینہ یہی ہزار درم لے سکتا ہی ولیکن اگر زید نے اُسکے قرض دینے کی تصدیق کی تو عمرو کو بعینہ یہی ہزار درم لینے کا اختیار نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے ہزار درم قرض یا غصب کا اقرار کیا اور عمرو نے ثمن ہونے کا دعوی کیا یا ثمن غلام یا باندی ہونے کا دعوی کیا تو زید پر دینار (یعنی مطلقاً بدون بیان بیع کے) واجب ہی کذا فی الکافی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم ثمن متاع کے ہین اور عمرو نے کہا کہ میرے اُسپر ہزار درم ثمن متاع کے ہرگز کبھی نہین ہین ولیکن میرے اُسپر ہزار درم قرض کے ہین تو اُسکو ہزار درم ملینگے اور اگر یہ کہا کہ میرے کبھی اس پر ثمن متاع کے ہزار درم نہین ہین چپ ہو رہا پھر دعوی کیا کہ ہزار درم قرض کے ہین تو تصدیق نہ کیجاویگی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ایک متاع کے ثمن کے ہین کہ اُسنے میرے ہاتھ فروخت کی تھی ولیکن مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی خواہ اُسنے اپنا یہ قول کہ ولیکن مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا ملاکر کہا ہو یا جدا کر کے بیان کیا ہو خواہ عمرو اُسکے سبب کے بارہ مین یعنی بیع مین تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور صاحبین رح نے فرمایا اگر ملاکر بیان کیا تو تصدیق کیجاویگی خواہ عمرو نے بیع واقع ہونے مین اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر جدا کر کے بیان کیا پس اگر عمرو نے بیع واقع ہونے مین اُسکی تکذیب کی مثلاً یون کہا کہ میرے ہزار درم اسپر قرض ہین تو زید کے اس قول کے کہ ولیکن مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا ہی تصدیق نہ کیجاویگی اور دونون اماموں کے نزدیک اُسپر مال لازم ہوگا اور اگر عمرو نے اُسکی وقوع بیع مین تصدیق کی مثلاً یون کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ثمن متاع کے ہین جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور تو نے مجھسے وصول کر لی تھی اور زید کہتا ہی کہ مین نے وصول نہین کی اور یہ کلام اُس کا اپنے اقرار سابق سے جدا ہی تو ایسی صورت مین امام ابو یوسف رح اولاً فرماتے تھے کہ تصدیق نہ کیجاویگی جیسا کہ عمرو کی تکذیب بیع کی صورت مین تھا پھر امام ابو یوسف رح نے رجوع کر کے فرمایا کہ تصدیق کیجاویگی خواہ اُسنے ملاکر بیان کیا ہو یا جدا کر کے کہا ہو اور یہی قول امام محمد رح کا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر اس غلام کے جو زید کے قبضہ مین تھا ہزار درم دام ہین پس اگر عمرو نے اُسکی تصدیق کی تو زید پر ہزار درم لازم ہونگے اور اگر عمرو نے کہا کہ یہ غلام تو میرا ہی مین نے تیرے ہاتھ اسکے سوا دوسرا غلام فروخت کیا ہی اور تو نے مجھسے لے لیا ہی تو زید پر کچھ نہین لازم آویگا اور اگر عمرو نے یون کہا کہ یہ غلام تو تیرا ہی ہی مین نے تیرے ہاتھ اسکے سوا دوسرا غلام بیچا ہی اور تو نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا اور میرے تجھپر ہزار درم اُسکے دام واجب ہین تو زید پر ہزار درم لازم ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم اس غلام کے دام ہین جو عمرو کے ہاتھ مین ہی پس اگر عمرو نے تصدیق کی تو غلام اُسکو دیکر اپنے دام لے لے اور اگر عمرو

نے کہا کہ یہ غلام تو تیرا ہی ہے میں نے تیرے ہاتھ اسکے سواے دوسرا فروخت کیا ہے تو زید پر مال لازم آویگا کذا فی المبسوط اور اگر یوں کہا کہ یہ غلام تو میرا ہی ہے میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا تو زید پر کچھ لازم نہ آوے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تیرے ہاتھ میں نے دوسرا فروخت کیا ہے تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی اور یہی صاحبین رح کا قول ہے کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور اگر دونوں نے قسم کھا لی تو مال باطل ہو گیا کذا فی الہدایہ والکافی۔ اور اگر اس صورت میں غلام تیسرے شخص خالد کے قبضہ میں ہو پس اگر عمرو نے زید کی تصدیق کی اور عمرو کو یہ غلام زید کے سپرد کر دینا ممکن ہے تو زید پر مال لازم آئیگا ورنہ نہیں کذا فی الخلاصہ۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ایک چیز ہزار درم کو مول لی ولیکن اسپر قبضہ نہیں کیا ہے تو بالاجماع زید کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور دعوی کیا کہ میں نے دام نہیں پائے تھے داموں کیواسطے اسکو روک لیا تھا تو روکنے کا اسکو اختیار ہے اور اگر عمرو نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم شراب یا سور کے دام مجھپر آتے ہیں تو مال اسکے ذمہ لازم ہوگا اور سبب کے بارہ میں سچا نہ سمجھا جائیگا اگر عمرو نے اسکے اس سبب سے تکذیب کی ہے خواہ اسنے یہ سبب اپنے اقرار سے ملا کر بیان کیا ہو یا جدا بیان کیا ہو یہ امام اعظم رح کا قول ہے اسیطرح اگر سو درم تھا یعنی جوے کے سبب سے ہونیکا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی فتاوے قاضیخان اور اگر عمرو نے زید کے تمام قول کی مع سبب کے تصدیق کی تو بالاتفاق سب کے نزدیک اسپر کچھ لازم نہ آویگا کذا فی الذخیرہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھپر حرام یا سود کے ہیں تو یہ درم اسپر لازم ہونگے اور اگر کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھپر زور یا باطل کے ہیں پس اگر عمرو نے اسکی تصدیق کی تو اسپر کچھ لازم نہوگا اور اگر تکذیب کی تو مال زید پر لازم ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر ہزار درم ثمن متاع کے ہیں یا عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض دیے ہیں پھر کہا کہ یہ درم زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں یا کہا مگر یہ درم زیوف ہیں یا کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم زیوف ایک متاع کے دام ہیں اور عمرو نے کہا جیاد یعنی کھرے ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک خواہ کھوٹے ہونا اقرار کے ساتھ ملا کر بیان کرے یا جدا کر کے بیان کرے اسپر کھرے درم لازم ہونگے اور صاحبین رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ملا کر بیان کیا ہے تو تصدیق کیجائیگی اور اگر جدا بیان کیا تو نہ کیجائیگی اور اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم زیوف ہیں اور بیع یا قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو بعض نے کہا کہ اگر زیوف کو ملا کر بیان کیا تو بالاجماع تصدیق کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ یہ بھی مختلف فیہ ہے کذا فی الکافی۔ اگر بوجہ غصب یا ودیعت کے مال کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم نبہرہ یا زیوف تھے تو خواہ نبہرہ یا زیوف ہونے کو ملا کر بیان کرے یا الگ بیان کرے اسکی تصدیق کیجائیگی اور اگر غصب یا ودیعت میں ستوق یا رصاص ہونا بیان کیا پس اگر ملا کر کہا تو تصدیق کیجائیگی اور اگر الگ بیان کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کے ہزار درم ثمن متاع کے مجھپر ہیں یا کہا کہ زید نے ہزار درم مجھے قرض دیے ہیں یا کہا کہ ودیعت دیے ہیں یا کہا کہ میں نے ہزار درم غصب کر لیے ہیں پھر کہا کہ مگر یہ درم اسقدر ناقص تھے پس اگر یہ کلام اقرار مذکور سے ملا کر بیان کیا تو تصدیق ہوگی ورنہ نہیں اور اگر جدا بیان کرنا بسبب ضرورت انقطاع سانس کے واقع ہو تو وہ بمنزلہ متصل بیان کرنے کے ہے کذا فی الکافی اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ہزار درم قبضہ کر لیے پھر کہا کہ یہ درم زیوف تھے تو اسکا قول قبول ہوگا اور اگر ستوق بیان کیے تو قبول نہوگا اور اگر زید نے کچھ نہ بیان کیا اور مر گیا پھر اسکے وارث نے کہا کہ یہ درم زیوف تھے۔

تو اسکی تصدیق نہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور مضاربت اور غصب کی صورت مین اگر مقر لہ مرگیا پھر اُسکے وارثون نے بیان کیا کہ یہ درم مضاربت یا غصب کے زیوف تھے تو اُنکی تصدیق نہ کیجائیگی کذا فی المحیط اور یہی حکم ودیعت مین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر زید نے اپنی اور عمرو کی شرکت کے پانچسو درم وصول کر لینے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم زیوف تھے تو اُسکی تصدیق ہوگی خواہ ملا کر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر شریک لینا منظور کرے تو آمین سے آدھے ان کو ملینگے اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ مطلوب سے اپنے کھرے درم وصول کر لے اور اگر اقرار سے الگ کر کے رصاص ہونا بیان کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی اور شریک یعنی عمرو امین کے آدھے درم کھرے زید سے لیگا اور اگر ملا کر بیان کیا تو تصدیق کیجاویگی اور شریک کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور زیوف درمون کے دعوے کرنے کی صورت مین اگر یہ کہا ہو کہ مین نے اپنا حق وصول پایا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے اپنے حصہ کے نصف کھرے درم بھر لے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے ایک کر گیہون مجھپر ثمن بیع یا قرض کے ہین پھر کہا کہ یہ گیہون ردی ہین تو خواہ ملا کر بیان کرے یا الگ کر کے اس باب مین اُسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح باقی کیلیے اور وزنی چیزون کا بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر ایک کر گیہون غصب کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ ردی تھے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر کچھ طعام ایسا لایا کہ جو پانی پہونچنے کے باعث سے متعفن ہوگیا تھا اور لا کر کہا کہ یہی مین نے غصب لیا تھا یا تو نے مجھے ودیعت دیا تھا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر اقرار کیا کہ تو نے مجھے غلام ودیعت دیا پھر ایک عیب دار غلام لایا اور کہا کہ یہی ہے تو بھی اسی کا قول مقبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مجھپر عمرو کے دس پیسے قرض یا ثمن بیع کے ہین پھر کہا کہ یہ فلوس کاسدہ ہین کہ جنکا رواج جاتا رہا ہے تو اُسکی تصدیق نہوگی اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک اگر ملا کر کاسد ہونا بیان کیا تو بھی تصدیق نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک قرض کی صورت مین اگر ملا کر بیان کیا تو تصدیق ہوگی اور اُسپر وہی پیسے واجب ہونگے جو اُسنے بیان کیے ہین ولیکن بیع کی صورت مین اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اسکی تصدیق نہ کیجائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ملا کر بیان کرے تو تصدیق کیجائیگی ولیکن اُسپر مبیع کی قیمت دینی واجب ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے دس پیسے غصب کر لیے پھر کہا کہ یہ فلوس کاسد تھے تو تصدیق کیجائیگی اور ودیعت مین بھی یہی حکم ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر بیع سلم کے راس المال وصول پانیکا اقرار کیا پھر دعوی کیا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو اُسکی یہ صورت ہے کہ اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ مین نے کھرے درم وصول پائے ہین یا اپنا حق وصول پایا یا راس المال بھر لیا یا دراہم بھر پائے ہین یا راس المال وصول پایا ہے تو پھر زیوف ہونے کا دعوی مقبول نہوگا اور اگر صرف درم وصول پانے کا اقرار کیا ہے تو استحساناً زیوف ہونے کا دعوی قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کا مجھپر میعادی قرضہ ہے اور عمرو نے قرض ہونے مین اُسکی تصدیق کی مگر میعادی ہونے سے انکار کیا تو زید پر فی الحال قرضہ ادا کرنا لازم آوے گا ولیکن عمرو سے میعادی ہونے کے بابت قسم لیجائیگی یہ کافی مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کی دس مثقال چاندی مجھپر آتی ہے پھر کہا کہ یہ چاندی سیاہ ہے یا کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھپر آتے ہین پھر کہا کہ یہ فلان نوع کے درم ہین یا فلان شہر کے سکہ کے ہین جو وہان رائج ہے پس اگر بسبب غصب کے لازم آنے کا اقرار کیا ہے تو بالاجماع اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی خواہ ملا کر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر کہا کہ قرض یا ثمن بیع کے ہین پس اگر جو درم اُسنے بیان کیے ہین وہ اس شہر کے نقود مین سے ہین جہان بیع یا قرض واقع ہوا ہے تو بھی بالاجماع اُسکے قول کی تصدیق ہوگی خواہ ملا کر بیان کرے یا الگ بیان کرے اور اگر اس شہر کا نقد رائج یہ نہین ہے پس اگر اُسنے اقرار سے جدا بیان کیے تو بالاجماع اُسکی تصدیق نہوگی اور اگر ملا کر بیان کیے تو کتاب مین مذکور ہے کہ تصدیق کیجاویگی اور کچھ اختلاف مذکور نہین ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہے صاحبین رح کے نزدیک ہے

اور امام اعظم رح کے نزدیک اسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہی بالاجماع سب کا قول ہی
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھسے دس درم ایک کر گیہون کی بیع سلم مین ٹھہرائے اور کہا کہ مین نے ان
درمون پر قبضہ نہین کیا اور عمرو نے کہا کہ نہین تو نے انپر قبضہ کر لیا ہی پس اگر زید نے قبضہ نکرنا اپنے اقرار سے ملاکر بیان کیا
تو قیاساً اور استحساناً اسکی تصدیق کیجاویگی اور اگر جدا کرکے بیان کیا تو استحساناً اسکی تصدیق نہوگی اور مسلم فیہ یعنی ایک کر گیہون
اسکے ذمہ لازم ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم قرض یا میرے پاس ودیعت ہین پھر
کہا کہ مین نے انپر قبضہ نہین کیا ہی تو زید ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم
قرض دیے یا مجھے عطا کیے یا سلم مین دیے پھر کہا کہ مین نے انپر قبضہ نہین کیا پس اگر اسنے ملاکر بیان کیا تو قیاساً و استحساناً اسکی
تصدیق کیجاویگی اور اگر جدا کرکے کہا تو استحساناً تصدیق نہ کیجاویگی۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے پرکھ دیے یا میری طرف قرض کیے اور کہا
کہ مین نے انپر قبضہ نہین کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکی تصدیق نہ ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسنے ملاکر
بیان کیا تو تصدیق کیجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھسے ہزار درم قرض کا معاملہ کیا مگر
مجھے دیے نہین پس اگر یہ کلام علیحدہ بیان کیا تو تصدیق نہ ہوگی اور زید ہزار درم کا ضامن ہوگا اور اگر ملاکر بیان کیا تو اسی کا
قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ملاکر یون بیان کیا کہ تو نے مجھے ہزار درم عطا کیے یا بیع سلم مین دیے ہین تو بھی یہی حکم ہی اور
اگر یون کہا کہ تو نے میری طرف ہزار درم دفع کیے یا نقد گن دیے اور مین نے انکو قبول نہین کیا تو امام ابو یوسف رح نے
فرمایا کہ تصدیق نہ کیجاویگی اور وہ ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسی کا قول مقبول ہوگا اور اسپر ضمان نہین ہی
اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم لیکر قبضہ کیا یا مین نے تجھسے ہزار درم لے لیے ولیکن تو نے مجھے نہ چھوڑا کہ مین انکو
لیجاؤن تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی وہ ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے سو درم گنتی
سے ہین پھر بعد اسکے کہا کہ وزن خمسہ یا ستہ کے ہین اور یہ اقرار اسنے کوفہ مین کیا ہی تو زید پر سو درم وزن سبعہ کے لازم
آوینگے یعنی جو کوفہ مین رائج ہین اور اس سے کم وزن جو اسنے بیان کیا غلط سمجھا جائیگا تصدیق نہوگی ولیکن اگر ناقص وزن
اپنے اقرار سے ملاکر بیان کرے تو اسی کا قول لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ پھر اگر اسنے یہ کلام اقرار سے جدا بیان کیا اور اس شہر
کا رواج درم کا وزن سبعہ ہی یہانتک کہ اسکا بیان صحیح نہ ٹھہرا اور اسپر سو درم بوزن سبعہ لازم آئے تو یہ درم باعتبار وزن
کے لازم آوینگے نہ باعتبار عدد کے حتی کہ اگر پچاس درم وزن سبعہ سے بوزن سو درم ہون تو اسکا ذمہ چھوٹ جائیگا یہ محیط مین
ہی۔ اور اگر شہر مین باہمی خرید و فروخت کسی درم سے معروف ہی اور انکے درمیان وزن بھی وزن سبعہ سے ناقص چلتا ہی تو اس
باب مین اسکی تصدیق کیجائیگی اور اگر اسنے اس وزن متعارف سے بھی کم وزن کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی
لیکن اگر اپنے اقرار سے ملاکر بیان کرے تو تصدیق کیجائیگی اور اگر شہر مین نقود مختلفہ رائج ہون پس اگر شہر مین کوئی نقد سب سے
زیادہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی صورت مین وہی نقد قرار دیا جائیگا اور اگر کوئی نقد کسی سے زیادہ نہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی
صورت مین جو سب سے کم ہی وہ نقد قرار دیا جائیگا اور اگر کوفہ مین کہا کہ زید کے مجھپر سو درم سپید چاندی کے گنتی سے ہین پھر کہا
کہ اسمین ایک دانگ کا نقصان ہی تو تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو درم اسبہذیہ گنتی سے ہین پھر کہا کہ مین نے
تو یہ چھوٹے درم مراد لیے تھے تو اسپر سو درم وزن سبعہ کے اسبہذیہ لازم آوینگے کذا فی المبسوط

نوان باب

کسی شی کے کسی جگہ سے لینے کے اقرار کے بیان مین۔ اگر زید نے ایسے مکان مین سے ایک کپڑا

کے لے لینے کا اقرار کیا جو اُسکے اور عمرو کے درمیان شریک ہی اور عمرو نے آدھے کپڑے کا دعویٰ کیا اور زید نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر مکان کو کرایہ پر یا عاریت لیا ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے بیت میں سے سو درم لے لیے ہیں پھر کہا کہ یہ درم میرے یا خالد کے تھے تو عمرو کے نام ڈگری ان سو درم کی ہوگی اور زید اسکے مثل سو درم خالد کو ڈانڈ بھریگا اگر اُسکے واسطے اقرار کیا ہی۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے عمرو کے صندوق یا کیسہ میں سے ہزار درم لے لیے یا اُسکی گٹھری میں سے کپڑا لیا یا اُسکے کھیتوں میں سے ایک کر گیہوں لے لیے یا عمرو کے نخیل سے ایک کر چھوہارے لیے یا عمرو کی کھیتی سے ایک کر گیہوں لے لیے یہ سب بمنزلہ عمرو کے ہاتھ سے لے لینے کے اقرار کے شمار ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین سے زطی کپڑوں کی ایک گٹھری پائی اور میں اُس زمین سے ہو کر گذرتا تھا وہاں اترا تھا اور میرے ساتھ زطی کپڑوں کی بہت گٹھریاں لدی ہوئی تھیں تو عمرو کے نام اُس گٹھری کی ڈگری کر دیجائیگی لیکن اگر کرنیوالا اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں اُس زمین سے ہو کر گذرتا تھا یا اُس زمین سے ہو کر عام راستہ ہو تو یہ ڈگری نہوگی یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹٹو پر سے زین یا لگام یا باگ ڈور لے لی اور عمرو اس کا خود دعویٰ کرتا ہی کہ میری ہی تو اُسکی ڈگری کیجاویگی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹٹو پر جو گیہوں تھے یا جو اُس کے جوال میں تھے لے لیے تو عمرو کے نام بشرط دعوے ڈگری کر دیجائیگی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے جُبّہ کا استر یا اُس کے دروازہ کا پردہ لے لیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے حمام میں سے کپڑے لے لیے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور مثل حمام کے جامع مسجد اور خان کا اور جس زمین میں لوگ اتر کر اپنا اسباب رکھتے ہوں اور دیگر مقام جنمیں عام لوگوں کا اس طرح گذر ہو یہی حکم ہی اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی گلی یا اُسکے فناے دار سے ایک کپڑا اٹھا لیا تو اُس پر کچھ لازم نہوگا اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے اجیر سے لیا تو وہ کپڑا اجیر کا ہی عمرو کا نہیں ہی۔ اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی بیت میں کپڑا رکھا پھر لے لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اگرچہ عمرو اُس کا دعوے کرے اور صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی الحاوی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے دار میں سے ہزار درم لے لیے پھر کہا کہ میں اُس میں رہتا تھا یا وہ میرے پاس کرایہ پر تھا تو تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر اپنے پاس کرایہ پر ہونے کے گواہ لاوے تو ضمان دینے سے بری ہو جاویگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین میں گڑھا کیا اور اُس میں سے ہزار درم نکالے اور عمرو نے اُن درموں کا دعوے کیا اور زید نے کہا کہ میرے ہیں تو عمرو کا قول مقبول ہوگا۔ اسی طرح اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید اس عمرو کی زمین میں آیا اور گڑھا کر کے اُس میں سے ہزار درم وزن سبعہ کے نکالے ہیں اور عمرو نے اُس کا دعوے کیا اور زید نے اس فعل سے انکار کیا یا فعل کا اقرار کیا مگر دعوے کیا کہ یہ درم تو میرے ہیں تو عمرو کے نام اُنکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کی دار یا منزل یا حانوت میں سے اسقدر لے لیا یا اُس کے شیشہ میں سے اسقدر تیل یا اُس کے کپّے میں سے اسقدر گھی لیا ہی تو زید ضامن ہوگا اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو کے ٹٹو پر سوار ہوا اُسکو خالد نے لے لیا تو زید ضامن ہوگا تاوقتیکہ اُسکو عمرو کو واپس نہ دے اور اس مسئلہ کی تاویل میرے نزدیک یوں ہی کہ زید نے اُسپر سوار ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے دونوں باتوں کا اقرار کیا تو یہ حکم ہی کذا فی المحیط

دسوان باب - اقرار مین شرط خیار یا استثنا کرنے اور اقرار سے رجوع کرنے کے بیان مین - اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین بشرطیکہ مجھے تین روز یا کم یا زیادہ تک خیار ہی تو مال اسپر لازم ہوگا اور خیار باطل ہی خواہ عمرو اسکی تصدیق کرے یعنی خیار مین یا تکذیب کرے - اور اگر مقر نے مقرلہ کے واسطے خیار کی شرط لگائی تو امام محمد رحمہ اللہ نے یہ صورت کتاب الاصل مین ذکر نہین فرمائی ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ مقرلہ کے واسطے بھی خیار ثابت نہ ہونا چاہیے کذا فے المحیط مترجم کہتا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ اقرار محتمل خیار نہین ہوتا ہی لہذا جب نفس اقرار محتمل نہین ہی تو خیار خواہ مقر کے واسطے ہو یا مقرلہ کے واسطے ہو ثابت نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب - زید نے عمرو کے واسطے اپنے ذمہ کچھ مال کا اقرار کیا خواہ قرض کی وجہ سے یا غصب یا ودیعت یا عاریت قائمہ یا مستہلکہ کے وجہ سے اور اس مین شرط لگائی کہ مجھے تین روز تک خیار ہی تو اقرار جائز ہی اور خیار باطل ہی خواہ عمرو نے خیار کی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو اور اگر ثمن بیع کے وجہ سے اپنے ذمہ لازم ہونے کا اقرار کیا اور تین روز کی خیار کی شرط لگائی تو اس صورت مین اگر عمرو خیار مین اس کی تصدیق کرے تو خیار ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کرے تو ثابت نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر خیار مقرلہ کی طرف سے ہو تو مقرلہ نے جب مقر کی خیار کی نسبت تصدیق نہ کی تو اس کو خیار ثابت نہ ہوگا اور اگر مقرلہ کے خیار مین تکذیب کرنے کی صورت مین مقر نے خیار ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے کہا کہ اسکے گواہون کی سماعت نہ ہونا واجب ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کفالت کی وجہ سے دین کا اقرار کیا اور اس مین خیار کی شرط لگائی خواہ مدت خیار طویل بیان کی خواہ تھوڑی ہی ذکر کی اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی تو موافق اقرار مقر کے رکھا جائے گا اور اس کو آخر مدت تک خیار ثابت ہوگا اور اگر مقرلہ نے اسکی تکذیب کی تو مال اسکے ذمہ لازم ہوگا اور شرط خیار رہونے مین اسکی تصدیق نہ کیجاوے گی یہ غایۃ البیان مین ہی - واضح ہو کہ کل سے کل کا استثنا کرنا باطل ہی اور کثیر سے قلیل کا استثنا کرنا بلاخلاف صحیح ہی اور قلیل سے کثیر کا استثنا ظاہر الروایت مین صحیح ہی اور خلاف جنس کا استثنا کرنا قیاساً نہین جائز ہی - اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہی - اور استحساناً امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ مین عقود معاوضات مین بذمہ واجب ہونے مین اتفاق ہو مثلاً دونون مین سے ہر ایک عقود تجارات مین فے الحال یا میعادی ذمہ واجب ہو جاتا ہو تو استثنا صحیح ہی حتیٰ کہ اگر کسی نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین الا ایک دینار یا الا ایک کر گیہون یا مگر دس پیسے یعنی ہزار درم ہین مگر دس پیسے نہین ہین یا ایک دینار نہین ہی یا ایک کر گیہون نہین ہی تو یہ استثنا جائز ہی اور مستثنیٰ کی قیمت کے برابر مستثنیٰ منہ مین سے کم کیا جائے گا یعنے ہزار درم مین سے مثلاً دس پیسے یا ایک کر گیہون کی قیمت یا ایک دینار کم کیا جائے گا اور اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونون ایسے ہون کہ عقود تجارات مین دونون مین ذمہ واجب ہو جانے مین موافقت نہ ہو مثلاً مستثنیٰ منہ ایسا ہو کہ عقود تجارات مین فے الحال یا میعادی طور سے ذمہ پر واجب ہوتا ہو اور مستثنیٰ بالکل واجب نہ ہوتا ہو یا میعادی واجب ہوتا ہو فے الحال واجب نہ ہوتا ہو تو استثنا صحیح نہین ہی حتیٰ کہ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم ہین مگر ایک کپڑا یا ایک حیوان یا اسکے اشباہ کو مستثنا کیا تو استثنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ الا زید کے مجھپر ہزار درم ہین اور خالد کے مجھپر سو دینار ہین مگر ایک قیراط تو یہ استثنا

اخیر والے سے قرار پائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی معین چیز کا اقرار کیا اور اس مین سے اُسی کی قسم سے یا دوسرے قسم سے کچھ استثنا کیا تو استثنا باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو مالون کا اقرار کیا اور انمین سے کسی چیز کا استثنا کیا اور یہ نہ بتلایا کہ یہ استثنا کس مال مین سے ہی پس اگر مقرلہ دونون مالون کا ایک ہی شخص ہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم اور سو دینار واجب ہین الا ایک درم تو استحساناً یہ استثنا پہلے مال مین سے قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مستثنے مال اول کے جنس سے ہو۔ اور اگر مقرلہ دونون مالون کے دو شخص ہون تو استثنا دوسرے مال سے قرار دیا جائیگا اگرچہ مستثنے دوسرے مال کے جنس سے نہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم اور عمرو کے مجھپر سو دینار مگر ایک درم واجب ہی تو ایک درم سو دینار سے استثنا ہی اور یہ سب امام اعظم رح و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر یون بیان کر دیا کہ زید کے مجھپر ہزار درم اور عمرو کے سو دینار ہین مگر ہزار مین سے ایک درم نہین ہی تو اسکے بیان کے موافق اول مال سے استثنا کیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر عربی عبارت مین یون اقرار کیا لفلان علی الف درہم الا مائۃ وخمسون۔ تو ابو سلیمان کی روایت مین مذکور ہی کہ اُس پر ساڑھے نو سو درم واجب ہونگے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہی اصح ہی کذا فی الذخیرہ قد قال المترجم یعنے اقرار کیا کہ زید کے مجھپر ہزار درم مگر سو نہین اور پچاس ہین پس اس صورت مین ہزار سے سو درم کم کیے اور پچاس شامل کیے تو ساڑھے نو سو درم لازم آئے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ خمسون کو اُس نے بالرفع ذکر کیا اور وہ مرفوع پر عطف ہوگا مائۃ منصوب پر عطف نہین ہو سکتا ہی لہذا اُس نے ایک ہزار پچاس مین سے سو درم کا گویا استثنا کیا پس ساڑھے نو سو باقی رہے فافہم۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم اور سو دینار سوا سے سو درم و دس دینار کے ہین تو اُس پر نو سو درم اور نوے دینار لازم ہونگے یہ محیط مین ہی۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف مین لکھا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم مگر پانچ سو درم اور پانچ سو درم ہین تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اُس پر پورے ہزار درم واجب ہونگے اور اگر یون کہے کہ تیرے مجھپر پانچ سو درم اور پانچ سو درم سوا سے پانچ سو درم کے ہین تو استثنا جائز ہی اور اُسپر پانچ سو درم واجب ہونگے اور استثنا دونون پانچ سو درم سے قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت ہی کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم کھرے خالص سوا سے سو درم نبہرہ کے ہین تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے موافق دیکھنا چاہیے کہ سو درم نبہرہ کتنے دینار کے برابر ہین پس اگر چار دینار کے برابر مثلاً ہون تو چار دینار کو دیکھنا چاہیے کہ کتنے کھرے خالص درم کے برابر ہین پس اگر بیس درم خالص کے برابر ہون تو اُسپر اتنی خالص درم واجب ہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اُسپر پورے ہزار درم خالص لازم ہونگے اور اگر کہا کہ مجھپر تیرے ہزار درم غلہ کے سوا سے سو درم کھرے کے ہین تو بالاجماع اُسپر نو سو درم غلہ کے لازم آوینگے یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم سوا سے سو درم و دس دینار کے سوا سے ایک قیراط کے ہین تو اس صورت مین مستثنے سو درم و دس دینار سوا سے ایک قیراط کے ہی پس یہ قیراط دس دینار سے کم کرکے باقی کو مع سو درم کے ہزار درم سے استثنا کرنا چاہیے یہ محیط سرخسی مین ہی

اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم و دو سو دینار سوائے ہزار درم کے ہیں تو استثنا باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ اسکے مجھپر ایک کر گیہوں اور ایک کر جو مگر ایک کر گیہوں و قفیز جو ہیں تو ایک قفیز جو کا استثنا کرنا جائز ہے اور ایک کر گیہوں کا استثنا کرنا باطل ہے اور یہ صاحبین رحمہ کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسپر دو کر واجب ہو جائینگے۔ اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم و دینار و سو دینار سوائے ہزار درم کے ہیں تو مال اخیر سے استثنا جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر دس درم ہیں اے فلانے سوائے ایک درم کے ہیں تو یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک دو طرح پر ہے اگر منادی وہی زید ہے تو استثنا صحیح ہے کیونکہ خطاب اسی کی طرف متوجہ ہے اور اگر زید نہیں دوسرا ہے تو استثنا صحیح نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم استغفر اللہ سوائے سو درم کے ہیں تو استثنا باطل ہے یہ حاوی میں ہے۔ ایسے ہی مانند استغفار کے اگر درمیان مستثنے او مستثنے منہ کے لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر یا سبحان اللہ ذکر کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر سو درم ہیں اسکے مجھپر تم لوگ گواہ رہو مگر دس درم یعنی استثنا کیا تو استثنا باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہیں سوائے دس درم کے کہ یہ میں نے اسکو ادا کر دیے ہیں تو استثنا صحیح نہیں ہے اسپر پورے ہزار درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ سوائے دس درم کے ہیں اور یہ درم میں اسے ادا کر چکا ہوں تو اسپر دس کم ہزار درم لازم آوینگے اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم سوائے ایک درم کے ہیں یہ ایک درم میں اسکو ادا کر چکا ہوں تو استثنا صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک درم سوائے ایک دانگ کے ساگ کے دام ہیں کہ یہ میں اسے بیچ چکا ہوں تو موافق روایت ابو حفص کے اسپر ایک دانگ کم ایک درم لازم آئیگا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا لفلان علی درہم غیر دانق غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو اسپر پانچ دانگ لازم ہووینگے۔ اور اگر کہا غیر دانق یعنی رفع کے ساتھ ذکر کیا تو اسپر پورا درم لازم آویگا اور اگر کہا کہ لہ علی عشرۃ غیر درہمین اور غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو استثنا صحیح ہوا یعنے زید کے مجھپر دس درم بدون دو درم کے ہیں تو آٹھ درم لازم آوینگے اور اگر کہا غیر درہمین غیر کو رفع دیا یعنے زید کے مجھپر دس درم ہیں دو درم نہیں ہیں تو اسپر دس درم لازم آوینگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا لفلان علی عشرۃ الا درہمین۔ فلان شخص کے مجھپر دس درم سوائے دو درم کے ہیں تو اسپر آٹھ درم لازم ہونگے اور اگر کہا الا درہمان یعنے فلان شخص کے مجھپر دس درم ہیں مگر دو درم نہیں ہیں تو اسپر پورے دس درم لازم آوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کہا کہ لہ علی مائۃ درہم الا قلیلا تو استثنا صحیح ہے اور قلیل میں کچھ کم پچاس رکھے جائینگے اسلیے اسپر ایک اوپر پچاس درم واجب ہونگے یہ ینابیع میں ہے اسی طرح اگر بجائے قلیلا کے شیئا کہا یعنے زید کے مجھپر سو درم سوائے کچھ کے ہیں تو بھی اسپر اکیاون درم لازم ہونگے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر یوں کہا کہ لفلان علی مائۃ درہم الا بعضہا۔ فلان شخص کے مجھپر سو درم سوائے بعض اسکے کے ہیں تو یہ بھی بمنزلہ شیئا کہنے کے ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا کہ جو کچھ اس کیسہ میں دراہم ہیں وہ فلان شخص کے ہیں مگر ہزار درم کہ وہ میرے ہیں پس اگر اس کیسہ میں ہزار درم سے زیادہ ہوں تو زیادتی فلان شخص کو ملیگی خواہ یہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو اور ہزار درم خود مقر کے ہیں اور اگر اسمیں صرف ہزار یا اس سے کم ہوں تو سب فلان شخص کو ملینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک دینار بدون سو درم کے ہے تو استثنا باطل ہے اور اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک درم بدون ایک رطل زیت یا ایک مشک پانی کے ہے تو جائز ہے پس ایک رطل زیت یا ایک مشک پانی کی قیمت درم سے کم کرکے باقی درم دینے ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر

دس رطل زیت بدون ایک رطل گھی کے ہین تو استثنا باطل ہی اسی طرح اگر کہا کہ زید کے مجھپر دس رطل گھی بدون ایک درم کے ہین یا ایک کر گیہون بدون پانچ رطل زیت کے تو بھی باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر کھرے دس درم سواے پانچ درم زیوف کے ہین تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ زید پر دس درم کھرے واجب ہونگے اور زید عمرو سے پانچ درم زیوف واپس کرلے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک زید پر پانچ درم کھرے واجب ہونگے اور مستثنے اس صورت مین کھرے پانچ درم قرار پاویگا اسواسطے صرف اُسپر پانچ ہی درم واجب ہونگے۔ اور اگر کہا کہ عمرو کے مجھپر دس درم کھرے بدون پانچ درم ستوق کے ہین تو بالاتفاق اُسپر دس درم کھرے واجب ہونگے اور اُنمین سے پانچ درم ستوق کی قیمت کم کردیجائیگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر دس بدون پانچ درم ستوق کے ہین تو اُسپر پانچ درم ستوق واجب ہونگے یعنی جو کچھ بعد استثنار کے باقی بچیگا وہ ستوق مین سے لیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے کہا له علی عشرة دراہم الا خمسة الا اربعة الا ثلثة الا اثنین الا واحد یعنی عمرو کے مجھپر دس درم الا پانچ درم کے الا چار درم کے الا تین درم کے الا دو درم کے الا ایک درم کے ہین تو اُسپر چار درم واجب ہونگے اور اگر کہا له علی عشرة دراہم الا اربعة الا ثلثة الا اثنین الا واحد تو اُسپر چھ درم واجب ہونگے اور اگر کہا که له علی عشرة دراہم الا اثنین الا واحد یعنی عمرو کے مجھپر دس دراہم الا دو درم الا ایک درم کے واجب ہین تو اُسپر آٹھ درم واجب ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر استثنار کے بعد استثنار کیا تو پہلا استثنار نفی اور دوسرا ایجاب ہوگا مثلاً یون کہا کہ زید کے مجھپر دس درم الا نو درم الا آٹھ درم ہین تو اُسپر نو درم واجب ہونگے اسواسطے کہ پہلے استثنا سے دس درم سے نو درم نکل گیے تو ایک درم باقی رہگیا پھر جب اُسنے دوسرا استثنار کیا تو آٹھ درم ثابت ہوئے اسلیے وہ ایک درم کے ساتھ ملکر نو درم ہوگئے۔ اور اگر اقرار کیا کہ زید کے مجھپر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو اُسپر آٹھ درم لازم آوینگے اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر دس درم الا سات درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو یون کرنا چاہیے کہ اخیر مستثنی یعنی ایکدرم کو اُسکے متصل یعنے تین درم سے نکالا جاوے تو دو درم باقی رہینگے ان دونون کو اُسکے متصل یعنی پانچ درم سے نکالنے سے تین درم باقی رہینگے پھر ان تین درم کو اُسکے متصل یعنی سات درم سے نکالنے کے بعد چار درم باقی رہینگے پھر ان چار درم کو اُنکے متصل یعنے دس درم سے نکالنے کے بعد چھ درم باقی رہینگے پس یہی چھ درم اُسکے اقرار سے ثابت ہوئے اور اُسکے نکالنے کے واسطے ایک دوسری صورت بھی ہی وہ یہ ہی کہ جسقدر درمون کا اُسنے اقرار کیا ہی وہ داہین طرف لکھے جائین اور پہلا استثنار بائین طرف لکھا جاوے پھر دوسرا استثنا داہین طرف لکھا جاوے پھر تیسرا استثنا بائین جانب اور چوتھا داہین جانب علی ہذا القیاس تمام استثنار آخر تک اسی طور سے لکھے جائین پھر داہین طرف کے اعداد کو جمع کرلے اُنمین سے بائین طرف کے اعداد کا مجموعہ گھٹایا جاوے جو باقی رہے وہی اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر استثنار کے بعد استثنار بیان کیا حالانکہ دوسرا استثنا مستغرق ہی تو پہلا استثنار صحیح ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا مثلاً یون اقرار کیا کہ مجھپر دس درم الا پانچ درم الا دس درم ہین تو اُسپر پانچ درم لازم ہونگے اور اگر پہلا استثنار مستغرق ہو دوسرا مستغرق نہو مثلاً یون کہا کہ مجھپر دس درم الا دس درم الا چار درم ہین تو اس صورت مین تین قول ہین ایک یہ کہ اُسپر دس درم واجب ہونگے اور پہلا استثنا بسبب مستغرق ہونے کے باطل ہوگا اور دوسرا باطل ہونے مستثنی ہونے کی وجہ سے باطل ہوگا اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسپر چار درم واجب ہونگے اور دونون استثنا صحیح ہین

اسلیے کہ کلام کا اعتبار آخر پر ہوتا ہی اور آخر کلام مین اُسنے چار درم کا اقرار کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہی قول اقیس ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ اسپر چھہ درم واجب ہونگے اسلیے کہ پہلا استثناء باطل ہی اور دوسرا استثناء اول کلام سے متعلق ہوگا پس دس مین سے چار نکلنے کے بعد چھ باقی رہینگے اور یہ قول ضعیف ہی یہ سب اُس صورت مین ہی کہ دونون استثناء کے درمیان عطف نہو اور اگر عطف ہو مثلاً یون کہا کہ مجھپر دس درم الا پانچ درم والا تین درم ہین یا مجھپر دس درم الا پانچ و تین ہین تو دونون استثناء ملاکر دس سے کم کیے جائینگے پس اسپر صرف دو درم لازم ہونگے اور اگر دونون استثناء ایسے ہون کہ جمع کرنے سے مستغرق ہو جاتے ہون مثلاً یون کہا کہ مجھپر دس درم بدون سات و تین درم کے ہین تو بعضون نے فرمایا کہ اسپر دس درم واجب ہونگے کیونکہ واؤ کے سبب سے دونون استثناء جمع ہوگئے اور جمع ہوکر انھون نے مستثنیٰ منہ کو استغراق کر لیا پس گویا اُسنے کہا کہ مجھپر دس درم بدون دس درم کے ہین اور اس صورت مین استثناء باطل ہی اسواسطے دس درم کا اقرار صحیح رہا۔ اور بعضون نے کہا کہ اسپر تین درم واجب ہونگے اسواسطے کہ ان الواو صحح استثناء ہ فان قال لہ علی درہم و درہم و درہم الا درہما و درہما لزمہ ثلثۃ اقوال ہکذا فی النسخ التی وجد تہا یعنی اگر کہا کہ زید کے مجھپر ایک درم و ایک درم و ایک درم سوائے ایک درم و ایک درم کے ہین تو اسپر تین درم لازم ہونگے اسی طرح اگر کہا کہ مجھپر تین درم سوائے ایک درم و ایک درم و ایک درم کے ہین تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر کہا کہ مجھپر تین درم بدون ایک درم و دو درم کے ہین تو بھی تین درم لازم آوینگے اور اگر کہا کہ مجھپر دس درم بدون پانچ یا چھہ درم کے ہین تو اسپر چار درم لازم ہونگے اور اگر کہا کہ مجھپر ایک درم ایک درم ایک درم ہی تو اسپر ایک ہی درم واجب ہوگا ایسے ہی اگر بدون واؤ کے ہزار بار تکرار کرے تو ایک ہی درم لازم آویگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر کہا کہ لفلان علی غیر درہم فلان شخص کا مجھپر سوائے درم کے ہی تو اسپر دو درم لازم ہونگے گویا اُسنے یون اقرار کیا کہ مجھپر ایک درم ہی اور اسکے مثل دوسرا ہی اور اگر کہا لفلان علی غیر الف درہم فلان شخص کا مجھپر سوائے ہزار درم کے ہی تو بھی اسپر دو ہزار درم لازم آوینگے اور اگر زید نے کہا کہ یہ دار فلان شخص عمرو کا ہی سوائے ایک حصہ کے اس دار مین سے کہ وہ خالد کا ہی پس اگر اپنے کلام سے ملاکر بیان کیا کہ عمرو کے اسمین سے دس کے نو حصے اور دسوان حصہ خالد کا ہی تو موافق اُسکے اقرار کے جائز رکھا جائیگا اور اگر ملاکر بیان نہ کیا تو پیچھے بعد کو اسکا بیان اس دار کے حصون کی بابت قبول نہوگا اور تمام دار عمرو کو دیکر کہا جائیگا کہ جسقدر تیرا جی چاہے اسمین سے اس مقرلہ کے واسطے یعنی خالد کے اقرار کردے اور بیان کردے کہ کسقدر حصہ ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ مین ہی یہ عمرو کا میرے پاس ودیعت ہی مگر اسمین سے آدھا خالد کا ہی تو موافق اُسکے اقرار کے رکھا جائیگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ دونون غلام عمرو کے ہین مگر یہ غلام کہ یہ بکر کا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی اور یہ دوسرا غلام عمرو کا ہی مگر پہلا غلام میرا ہی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور تصدیق نکیجائیگی اور دونون غلام عمرو کو دلائے جائینگے۔ اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی مگر میرے پاس خالد کی ودیعت ہی تو غلام عمرو کو ملیگا اور خالد کیواسطے یہ شخص اقرار کرنے والا غلام مذکور کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی اور یہ دوسرا غلام خالد کا ہی مگر پہلے کا آدھا بکر کا ہی اور دوسرے کا آدھا زید کا ہی تو موافق اُسکے اقرار کے جائز رکھا جائیگا اور یہی حکم گیہون اور جو اور سونے و چاندی وغیرہ ہر جنس مین جاری ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم نہین نہین بلکہ پانچسو درم ہین تو اسپر ہزار درم لازم آوینگے۔ اور اگر کہا کہ زید کا مجھپر درم ہی نہین نہین بلکہ اسکے دو ہی تو اسپر ان دونون مین سے جو

افضل ہو وہ واجب ہوگا۔ اور جید اور ردی درمون مین بھی یہی حکم ہے۔ قاعدہ یہ ہی کہ لفظ (نہین بلکہ) جب دو مقدارون کے درمیان آوے پس اگر مقرلہ دو شخص ہون تو مقر پر دونون مال لازم آوینگے خواہ دونون کی جنس متحد ہو یا مختلف ہو۔ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو پس اگر جنس متحد ہو تو دونون مالون مین سے جو زیادہ اور افضل ہو وہ اسپر واجب ہوگا اور اگر جنس مختلف ہو تو دونون مال لازم آوینگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کی ایک گون ردی گیہون کے آٹے کی ہی نہین بلکہ حواری کی ہی تو وہ حواری مین سے قرار دیا جائیگا اور شرح شافی مین حسن بن زیاد کی کتاب الاختلاف سے منقول ہی کہ اگر کہا کہ زید کی مجھپر دقیق حواری ہی نہین بلکہ خشکار ہی اسپر حواری لازم ہوگی۔ اور اگر کہا کہ ایک کر گیہون نہین بلکہ ایک کر آٹا ہی تو دو کر اسپر لازم آوینگے یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک رطل بنفشہ ہی نہین ایک رطل خیری ہی تو اسپر دونون لازم ہونگے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک رطل بھینس کا گھی ہی نہین بلکہ گاے کا گھی ہی تو اسپر دو رطل واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم ہین نہین بلکہ فلان شخص دوسرے کے ہین تو دونون مال اسپر لازم آوینگے۔ اسی طرح اگر فلان دوسرا شخص پہلے شخص کا مکاتب یا غلام ماذون مقروض ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر غلام مقروض نہو تو استحساناً ایک ہی ہزار اسپر واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھپر عمرو کے ہزار درم ایک باندی کے دام ہین جو اسنے میرے ہاتھ فروخت کی تھی نہین بلکہ میرے ہاتھ وہ باندی خالد نے ہزار درم کو فروخت کی تھی تو زید پر ہر ایک کے ہزار درم لازم آوینگے ولیکن اگر خالد اقرار کرے کہ یہ باندی عمرو ہی کی تھی تو استحساناً زید پر ایک ہزار درم واجب ہونگے یہ حاوی مین ہی۔ اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی پھر کہا کہ خالد کا ہی تو عمرو کے نام ڈگری ہوگی اور اگر مقر نے بدون حکم قاضی عمرو کو دیدیا تو خالد کیواسطے اسکی قیمت کا ڈانڈ بھریگا اور اگر بحکم قاضی دیدیا تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے یہ غلام عمرو سے غصب کیا ہی نہین بلکہ بکر سے غصب کیا ہی تو غلام عمرو کو ملیگا اور بکر کو غلام کی قیمت دینی پڑیگی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو بحکم قاضی دیا ہو یا بلا حکم قاضی دیا ہو۔ اور مثل غصب کے ودیعت اور عاریت کا بھی حکم ہی اور یہ قول امام محمد رح کا ہی ولیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک ودیعت و عاریت کی صورت مین اگر پہلے کو بحکم قاضی دیدیا تو دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اور اگر بلا حکم قاضی دیا ہی تو ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہی کہ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم مجھے عمرو نے ودیعت دیے ہین نہین بلکہ بکر نے دیے ہین اور عمرو غائب ہی پس بکر نے وہ درم لے لیے پھر عمرو حاضر ہوا پس اگر زید سے ان درمون کے مثل درم لے لیے تو بکر پھر زید سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر عمرو نے قسم بکر سے وہ درم لے لیے تو بکر پھر زید سے اسکے مثل لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ زید کے قبضہ مین ہزار درم ہین اسنے کہا کہ یہ درم عمرو کے ہین پھر اسکے بعد کہا کہ نہین بلکہ بکر کے ہین تو یہ درم عمرو کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی پھر اسکے بعد کہا کہ نہین بلکہ خالد کا ہی تو عمرو کو ملیگا اور بکر کو کچھ نہ ملیگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ دار عمرو کا ہی پھر اسکے کہا کہ عمرو کا اور بکر کا ہی یا میرا اور عمرو کا ہی تو تمام دار عمرو کو ملیگا۔ اور اگر پہلے ہی سے ملاکر یون کہا کہ یہ دار عمرو و بکر کا ہی تو دونون کو برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہی کہ زید کے قبضہ مین ایک غلام ہی اسنے کہا کہ یہ غلام میرے یا عمرو کا ... پھر کہا کہ عمرو نے مجھے پانچ سو درم دیے تھے جن سے مین نے یہ غلام خریدا اور عمرو نے کہا ...

مین نے تجھے یہ غلام دیا ہی تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور غلام اُسکو ملیگا - اور یہی حکم عروض و عقار و کیلی و وزنی وغیرہ چیزون مین جاری ہی یہ محیط مین ہی - اگر زید نے کہا کہ مین نے سو درم و سو دینار اور ایک کر گیہون عمرو کے غصب کیے ہین نہین بلکہ بکر کے غصب کیے ہین تو زید پر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے یہ سب چیزین لازم آوینگی اور اگر یہ چیزین عین ہون تو سب پہلے شخص یعنے عمرو کو دلا دی جائینگی اور بکر کو اُسکے مثل دلا دی جاوینگی یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر زید نے کہا کہ مین نے عمرو سے ہزار درم غصب کر لیے اور بکر سے سو دینار غصب کیے اور خالد سے ایک کر گیہون غصب کیے ہین نہین بلکہ شعیب سے غصب کیے ہین تو جس چیز کا اُسنے تیسرے یعنی خالد کے واسطے اقرار کیا ہی وہی چوتھے یعنے شعیب کو ڈانڈ دینی پڑیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر زید کے عمرو پر دس درم ابیض اور دس درم اسود ہین پس قرضخواہ نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک درم اسود وصول پایا ہی نہین بلکہ ابیض وصول پایا ہی یا اسکے برعکس کہا اور قرضدار نے کہا کہ دونون تو نے مجھسے وصول کر لیے ہین تو ایک درم ابیض کا وصول کرنا لازم آویگا - اور اگر قرضہ مین دس درم اور دس دینار ہون اور قرضخواہ نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک دینار وصول پایا نہین بلکہ ایک درم وصول پایا اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ایک درم و ایک دینار وصول کیا ہی تو دونون کے وصول پانے کا حکم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر زید پر ایک چک مین سو درم اور دوسری چک مین سو درم ہون اور قرضخواہ نے کہا کہ مین نے اس چک کے درمون سے دس درم وصول پائے ہین نہین بلکہ اس دوسری چک مین سے دس درم پائے ہین تو یہ دس ہی درم قرار دیے جائینگے زید کو اختیار ہی چاہے جس چک مین سے شمار کرے یہ مبسوط مین ہی - اگر زید کے عمرو پر سو درم ہون اور بکر پر دوسرے سو درم ہون اور ہر ایک قرضدار دوسرے کا کفیل ہی - اور ہر مال علحدہ چک مین ہو یا دونون ایک ہی چک مین تحریر ہون پس زید نے کہا کہ مین نے عمرو سے دس درم لیے ہین نہین بلکہ بکر سے لیے ہین تو ہر ایک سے دس درم وصول پانے لازم کیے جائینگے - اسی طرح اگر دو شخصون نے یعنی عمرو و بکر نے خالد کی طرف سے شعیب کے لیے کفالت کی اور شعیب نے کہا کہ مین نے عمرو سے دس درم پائے نہین بلکہ اس سے پائے ہین تو دونون سے پانا دس دس درم کا لازم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر زید کے عمرو پر ہزار درم ہون پس زید نے کہا کہ تو نے سو درم انہین سے اپنے ہاتھ سے مجھے دیے ہین پھر کہا کہ نہین بلکہ اپنے غلام کے ہاتھ مین یہ درم مجھے بھیجدیے ہین تو یہ سو ہی درم قرار پاوینگے اس سے زیادہ وصول پانا اُسپر لازم نہ کیا جائیگا اور اگر عمرو کی طرف سے خالد کفیل ہو اور زید نے کہا کہ مین نے تجھسے سو درم پائے ہین نہین بلکہ تیرے کفیل خالد سے پائے ہین تو ہر ایک سے سو درم پانے کا حکم اُسپر ہوگا پھر اگر زید نے عمرو و خالد ہر ایک سے قسم لینی چاہی تو دونون پر قسم آویگی یہ حاوی مین ہی - زید نے اپنے قرضدار عمرو سے کہا کہ مین نے تجھسے سو درم وصول پائے پس عمرو نے کہا اور دس درم مین نے تجھے بھیجدیے اور ایک کپڑا دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کیا ہی اور زید نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور یہ اُنہی سو مین داخل ہی تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر عمرو نے کہا کہ دس درم مین نے تجھے بھیجدیے الی آخرہ یعنی بدون لفظ اور کے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو صرف زید پر سو درم وصول پانا لازم ہوگا اور اگر لفظ اور کے ساتھ عمرو نے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو سو درم مع اِن معطوفون کے وصول پانا لازم آئیگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کہا کہ دونون صورتون مین سو ہی درم وصول پانا لازم ہونگے اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - زید نے عمرو سے ایک متاع خریدی پھر عمرو نے کہا کہ مین نے زید سے دام وصول پائے

پھر کہا کہ مجھپر زید کے ہزار درم تھے مین نے بدلا کر دیا تو عمرو کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے استیفاء ثمن کر لیا پھر کہا کہ مین نے تیرے قرضہ سے بدلا کر دیا ہی تو تصدیق کیجاویگی اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھ سے اُسکی برات کر لی ہی تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر بدلا کرنا پہلے ذکر کیا اور کہا کہ مین نے اُن دامون سے تیرے قرضہ سے جو مجھپر آتا تھا بدلا کر لیا پھر کہا کہ مین نے تجھ سے دام وصول پائے ہین تو اُس کی تصدیق کی جاویگی۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے ثمن وصول پایا ہی نہین بلکہ جو تیرے ہزار درم مجھ پر آتے تھے اُن سے بدلا کر دیا ہی تو تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے دام بھر پائے ہین نہین بلکہ اُس قرضہ سے جو تیرا مجھپر آتا تھا بدلا کر دیا ہی تو تصدیق کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔

گیارھوان باب۔ جو مال کسی شخص کو کسی شخص سے ملا اُسکا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے اور جو مال اپنا کسی شخص پر ہی اُس کا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے کے بیان مین۔ اگر زید نے کہا کہ یہ چیز مجھے عمرو نے دی ہی اور یہ چیز بکر کی ہی پس اگر عمرو نے اقرار کیا کہ یہ چیز بکر کی ملک ہی اُسنے مجھے زید کو دینے کا حکم کیا تھا اور بکر نے اُسکی تصدیق کی تو زید کو اختیار ہی دونون مین سے جسکو چاہے واپس کر دے اور اگر بکر نے زید کو دینے کے واسطے حکم دینے سے انکار کیا تو زید اُسکو عمرو کو نہ دیگا اور زید عمرو کے واسطے کچھ ضامن ہوگا۔ اور اگر عمرو و بکر ہر ایک نے اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو عمرو کو ملیگی اور بکر کے واسطے زید کچھ ضامن نہوگا اور جب زید نے عمرو کو وہ چیز واپس کر دی تو خواہ عمرو مالک ہو یا نہو زید بری ہو گیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ زید کے پاس ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہین اور مجھے خالد نے دیے ہین پس اگر خالد نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہین اور مین نے اُسکے حکم سے زید کو دیے ہین تو ہزار درم عمرو کے ہونگے۔ اور اگر خالد نے اس سب سے انکار کیا اور ہزار درم پر اپنی ملک کا دعوے کیا تو زید یہ درم عمرو کو دیوے خالد کو نہ دے پھر اگر بدون حکم قاضی کے عمرو کو دیے ہین تو خالد کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ خالد یہ قسم کھالے کہ واللہ مین عمرو کی طرف سے یہ ہزار درم زید کو دینے کے واسطے مامور نہ تھا۔ اور اگر اُسنے اس قسم سے نکول کیا تو زید کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر زید نے بحکم قاضی عمرو کو دیے ہون تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک خالد کے واسطے ضامن نہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ زید کے قبضہ مین ایک باندی ہی اُسنے کہا کہ یہ عمرو کی ہی اُسنے مجھے ودیعت دی ہی پھر کہا کہ بلکہ خالد کی ہی اُسنے مجھے ودیعت دی ہی تو اُسی کی ہی جو عمرو کے نام ذکر ہی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ زید کے پاس ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ یہ درم عمرو کے ہین مجھے خالد نے ودیعت رکھنے کو دیے ہین اور عمرو نے کہا کہ یہ میرے ہین تو نے مجھسے غصب کر لیے ہین تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مین یہ درم عمرو کو دلا دونگا پھر اگر خالد آیا اور اُسنے عمرو کے درم ہونے سے انکار کیا تو زید دوسرے ہزار درم خالد کو تاوان دیگا اور عمرو سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہین خالد نے مجھے قرض دیے ہین اور دونون نے اپنی اپنی ملک کا دعوے کیا تو یہ درم عمرو کو دلائے جاوینگے اور خالد کے زید پر دوسرے ہزار درم لازم ہونگے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر زید کے قبضہ مین ایک غلام ہو اُس نے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہی میرے ہاتھ اُسکو خالد نے بیچا ہی اور عمرو و خالد ہر ایک نے غلام کا دعوے کیا تو غلام عمرو کو دلایا جائے گا بشرطیکہ وہ قسم کھائے کہ مین نے خالد کو فروخت کرنے کا حکم نہین دیا تھا اور بائع

کے داموں کی ڈگری زید پر ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں عیسیٰ بن ابان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زید کے قبضہ میں مال ہے اُسنے کہا کہ مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر عمرو نے دیا ہے حالانکہ عمرو غائب ہے پھر زید نے کہا کہ جو کچھ میں نے اقرار کیا تھا کہ یہ مال عمرو کا ہے اُسنے آدھے نفع کی مضاربت پر مجھے دیا ہے سب میں نے باطل کیا اس مال میں اسکا کچھ نہیں ہے یہ مال خالد کا ہے اُس نے مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر دیا ہے اور یہ خالد حاضر ہے اُس نے تصدیق کی کہ میں نے تجھے دیا ہے تو اس مال سے خرید و فروخت کر اور نفع اُٹھا پس زید نے خریدا اور نفع اُٹھایا پھر عمرو آیا تو یہ مال اُسی کا مضاربت پر قرار دیا جائے گا اور جو کچھ نفع آیا ہے وہ زید اور عمرو کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور خالد کو کچھ نہ ملیگا ولیکن زید اُسکے مثل مال خالد کو ڈانڈ دیگا۔ اور یہی حکم ودیعت میں جاری ہے اگر زید نے کہا کہ یہ مال میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے حالانکہ عمرو غائب ہے پھر کہا کہ میں نے اپنا اقرار باطل کیا یہ مال میرے پاس خالد کی ودیعت ہے پھر وہ مال زید کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور خالد کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اُسنے یہ درم میرے پاس خالد کے ہاتھ ودیعت رکھنے کو بھیجے ہیں اور دونوں نے اپنی اپنی ملک ہونے کا دعوے کیا تو عمرو کو ملینگے ولیکن اگر عمرو کہے کہ میرے نہیں ہیں تو خالد کو ملینگے اور خالد ایلچی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مال معین اپنے مرسل یعنے بھیجنے والے کے غائب ہونے کی حالت میں واپس کرلے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ٹٹو عمرو کا ہے اُسنے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیجا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ ٹٹو عمرو کو واپس دے اور زید کو اسکی قیمت خالد کو دینی پڑیگی بشرطیکہ خالد اپنی ملک ہونے کا دعوے کرتا ہے اور زید نے بدون حکم قاضی کے عمرو کو دیدیا ہو۔ اور اگر بحکم قاضی دیدیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس قول پر خالد کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے عمرو نے اُسکو خالد سے غصب کر لیا ہے تو عمرو کے نام غلام کی ڈگری ہوگی اور خالد کے واسطے زید پر کچھ ڈگری بابت غلام کے نہوگی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو بحکم قاضی دیا ہو یا بلا حکم قاضی دیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے میں نے اسکو خالد سے غصب کر لیا ہے اور عمرو نے لڑکے کی نسبت اپنے بیٹے ہونے کا دعوی کیا اور خالد نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے تو عمرو کی ڈگری ہوگی اور لڑکا آزاد اور عمرو سے ثابت النسب قرار پاویگا اسی طرح اگر زید نے کہا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے اُسنے اُسکو میرے پاس خالد کے ساتھ بھیجا ہے تو یہ لڑکا عمرو کا بیٹا قرار پاویگا اگر وہ دعوی کرے اور ایلچی یعنے خالد کا نہوگا یہ مبسوط میں ہے ایک درزی نے اقرار کیا کہ یہ کپڑا جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے مجھے خالد نے سپرد کیا ہے حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی ملک کا دعوے کرتا ہے تو کپڑا عمرو کا قرار دیا جائیگا اور یہی حکم رنگریز و دھوبی و سونار وغیرہ تمام کاریگروں کا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک درزی دوسرے کے واسطے یعنے خالد کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ یہ کپڑا اب مجھے قمیص قطع کرنے کے واسطے خالد نے دیا ہے حالانکہ یہ کپڑا عمرو کا ہے اور دونوں نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکو ملیگا جسنے زید کے سپرد کیا ہے دوسرے کو کچھ نہ ملیگا کذا فی الحاوی۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا عمرو سے عاریت مانگا اُسنے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیجدیا ہے تو عمرو کو ملیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ خالد نے مجھکو یہ کپڑا عمرو سے عاریت لادیا ہے اور دونوں نے دعوی کیا تو خالد کو دیا جائیگا یعنے ایلچی کو یہ محیط سرخسی میں ہے کتاب الاصل میں ہے کہ اگر زید کے عمرو پر ہزار درم قرض کے اُسکے نام سے ایک چک میں تحریر ہیں پھر زید نے اقرار کر دیا کہ جو مال اس چک میں ہے وہ خالد کا ہے تو یہ جائز ہے اور وصول

لینے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا موکل وصول نہین کر سکتا ہی ولیکن اس صورت سے وصول کر سکتا ہی کہ وکیل اسکو وکیل کرے اور قضایاے اہل کوفہ مین مذکور ہی کہ مقرلہ کو بدون مقر کی طرف سے وکیل مقرر ہونے کے وصول کرنے کا اختیار ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الاصل مین جو حکم مذکور ہی وہ اُس صورت پر محمول ہی کہ جب مقرلہ نے اقرار کیا ہو کہ سبب قرض کا مباشر یہی مقر میری اجازت اور وکیل مقرر کرنے سے ہوا ہی اور اگر مقرلہ نے اس سے انکار کیا کہ مین نے اُسکو سبب قرض کے مباشر ہونے کی اجازت دی ہی تو وصول کرنے کا حق مقرلہ کو حاصل ہوگا مقر کو حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرا قرضہ عمرو پر ہی وہ بکر کا ہی اور زید کے عمرو پر سو درم ایک چک مین اور دس دینار دوسری چک مین تھے پس زید نے کہا کہ مین نے اپنے اقرار مین صرف درم ہی مراد لیے تھے ولیکن بکر نے دونون کا دعوی کیا تو دونون قرضے بکر کو ملینگے اور اگر زید غائب ہو گیا تو بکر کو عمرو سے مال کا تقاضہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر عمرو نے اقرار کر لیا کہ زید نے بکر کے واسطے اس قرضہ کا اقرار کیا ہی تو عمرو پر بکر کو دینے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر عمرو نے بکر کو دیدیا تو بری ہو جائیگا اگر زید کے عمرو پر ہزار درم ہون اُسنے اقرار کیا کہ انمین سے آدھے بکر کے ہین تو جائز ہی اور زید ہی وصول کر کے اُس مین سے آدھے بکر کو دیگا اور اگر بکر نے زید پر ضمان کا دعوے کیا اور کہا کہ یہ میری بلا اجازت واقع ہوا اور زید نے کہا کہ تیری اجازت سے ہی تو مقر کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور اگر اجازت کا دعوے کیا تو مقر ضامن ہوگا بشرطیکہ بکر قسم کھالے کہ مین نے اجازت نہین دی تھی اسی طرح اگر یہ امر سلم یا بیع یا کسی کیلی یا وزنی چیز کے غصب مین واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الحاوی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت عمرو کے پاس ہی وہ خالد کی ہی تو جائز ہی اور خالد کو عمرو سے لینے کا اختیار نہین ہی ولیکن زید اُس سے لیکر خالد کو دیگا اور اگر عمرو نے خالد کو دیدیے تو وہ بری ہو گیا اور اگر زید کی عمرو کے پاس چند چیزین ودیعت ہون اور زید نے کہا کہ مین نے اپنے اقرار مین بعض چیزین مراد لی ہین تو اسکی تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور اگر عمرو نے کہا کہ مجھے زید نے کچھ ودیعت نہین دی ہی اور خالد نے کہا کہ میری بلا اجازت تجھے ودیعت دی ہی تو زید ضامن ہوگا بشرطیکہ خالد قسم کھالے کہ میری بلا اجازت اُس نے ودیعت دی ہی اور اگر خالد نے اجازت کا اقرار کیا اور عمرو نے کہا کہ مین نے یہ ودیعت زید کو واپس دیدی یا خالد کو واپس دیدی یا میرے پاس ضائع ہو گئی تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا ولیکن اس بات مین خصومت اور قسم لینے کا حق زید کو حاصل ہوگا بشرطیکہ اُسنے خالد کی اجازت سے عمرو کو ودیعت دی ہو یہ مبسوط مین ہی۔

بارھوان باب۔

اپنے اقرار کو ایسے حال کی طرف نسبت کرنے کے بیان مین کہ جس حال مین اقرار صحیح نہین اور اسکا حکم ثابت نہین ہوتا ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اپنی حالت نابالغی مین بکر کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہی اور بکر نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے بعد بلوغ کے میرے واسطے یہ اقرار کیا ہی تو قسم سے مقر کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر کہا کہ مین نے سوتے مین بکر کے واسطے ایسا اقرار کیا ہی یا ایسی عمر مین اقرار کیا ہی کہ میری قسم اُسوقت معتبر نہ تھی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ مین نے ایسی حالت مین اقرار کیا ہی کہ بسبب برسام یا کسی کی بیماری کے میری عقل جاتی رہی تھی پس اگر یہ بات دریافت ہو کہ اُسکو یہ مصیبت بیماری کی اس طور سے پہونچی تھی تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر یہ بات دریافت نہو تو مال کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تجھسے حالت نابالغی مین نکاح کیا ہی اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ایسے حال مین نکاح کیا ہی کہ تو اُسوقت بالغ تھا تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے

تجھسے مجوسی ہونے کی حالت مین نکاح کیا ہی اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مسلمان ہونے کی حالت مین مجھ سے نکاح کیا ہی تو عورت کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اس مرد سے اپنی باندی ہونے کی حالت مین نکاح کیا ہی اور وہ عورت پہلے باندی تھی پھر آزاد ہوگئی اور شوہر نے کہا کہ مین نے اس سے بعد آزادی کے یا اُس سے پہلے نکاح کیا ہی تو دونون برابر ہین نکاح بالاتفاق جائز ہی اور اگر یہ عورت پہلے مجوسیہ ہو پھر مسلمان ہوگئی اور اقرار کیا کہ مین نے اس مرد سے اپنے مجوسی ہونے کی حالت مین نکاح کیا ہی اور مرد نے کہا کہ مین نے اسکے مسلمان ہونے کے بعد اس سے نکاح کیا ہی تو مرد کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے تیری نابالغی کی حالت مین یا سوتے مین نکاح کیا ہی یا ایسی حالت مین نکاح کیا ہی کہ مین مغلوب العقل تھی اور مغلوب العقل ہو جانا عورت کا دریافت بھی ہوا ہی تو عورت کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی۔ جورو و مرد مین سے ایک نے اقرار کیا کہ نکاح غیر شوہر کی عدت مین واقع ہوا یا غیر کے نکاح قائم ہونے کی حالت مین یا بدون گواہون کے واقع ہوا یا اسکے پاس چار منکوحہ موجود تھین اس وقت واقع ہوا یا اس عورت کی بہن اس مرد کے نکاح مین تھی اسوقت اس عورت سے نکاح ہوا یا اسکی بہن کی عدت کے زمانہ مین نکاح ہوا ہی تو دونون مین سے جو شخص ان امور کا مدعی ہو اُسکا قول قبول نہوگا پس اگر شوہر ان امور کا مدعی ہو تو اُسکے اقرار سے دونون مین جدائی کرا دی جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اپنی نابالغی مین مکاتب کیا ہی اور غلام نے کہا کہ نہین بلکہ حالت بلوغ مین تو نے مجھے مکاتب کیا ہی تو زید کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو سے مین نے یہ چیز اپنے لڑکپن مین لی یا ایسی حالت مین لی کہ میری عقل جاتی رہی تھی تو دونون حالون مین اُسپر مال لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی آزاد نے اقرار کیا کہ مین نے عمرو کے واسطے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار اپنے غلام ہونے کی حالت مین کیا ہی تو اُسپر مال لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر حربی نے اسلام لانے کے بعد اقرار کیا کہ مین نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار اُسوقت کیا تھا کہ جب مین امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہون تو مال اُسپر لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ فلان مسلم دار الحرب مین امان لیکر ہمارے یہان آیا پس مین نے اسکے لیے اسقدر مال کا اقرار کیا تھا تو مال اُسپر لازم ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار دار الحرب مین کیا تھا اور فی الحال وہ دار الاسلام مین ہی تو مال اُسپر لازم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر آزاد یا غلام نے کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہی حالانکہ زید غلام ہی تو مقر پر مال لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر حربی مستامن نے دار الاسلام مین کسی مسلمان کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو اُسپر لازم ہوگا پس اگر اُسنے کہا کہ تو نے دار الحرب مین مجھے اُدھار دیا ہی اور مسلمان نے کہا کہ دار الاسلام مین دیا ہی تو قرضہ اُسپر لازم رہیگا خواہ اس کلام کو اقرار سے ملا کر کہے یا جدا بیان کرے اسیطرح اگر حربی مستامن کسی دوسرے حربی مستامن یا ذمی کے واسطے اقرار کرے تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر کسی معین چیز کی نسبت جو اُسکے قبضہ مین ہی اقرار کیا کہ یہ مسلمان یا حربی مستامن یا ذمی کی ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور حربی مستامن کی طرف سے نکاح و طلاق و عتاق اور بچہ کے نسب اور جراحات اور حد قذف اور اجارہ اور کفالت و انکے اشباہ کا اقرار جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر کہا کہ جب تو میرا غلام تھا تب مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا اور غلام نے کہا کہ بعد آزادی کے کاٹا ہی تو امام اعظم رحمۃ اللہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک غلام کا قول مقبول و زید ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی حربی مسلمان ہوگیا یا ذمی بنکر رہا پھر ایک مسلمان نے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا در حالیکہ تو حربی دار الحرب مین تھا یا اسقدر تیرا مال لے لیا در حالیکہ تو حربی دار الحرب مین تھا اور حربی نے کہا کہ جو کچھ تو نے

کیا سب میرے مسلمان ہونے یا ذمی بنجانے کے بعد دارالاسلام مین کیا ہی توشیخین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا قول قبول
اور مسلمان ضامن ہوگا اسی طرح اگر حربی مسلمان ہوگیا اور ایک مسلمان سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا یا تیرا اسقدر مال
لیا اُس حالت مین کہ مین دارالحرب مین حربی تھا اور مسلمان نے کہا کہ نہین جو کچھ تو نے کیا سب دارالاسلام مین مسلمان ہونے
کے بعد کیا ہی توشیخین کے نزدیک مسلم کا قول مقبول اور حربی ضامن ہوگا اور اسپر اجماع ہی کہ اگر مال مقر کے پاس اپنی صورت
مین بعینہ قائم ہو تو اُسکو واپس کر دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہی اجماع ہی کہ اگر اپنی باندی سے کہا حالانکہ اُسے آزاد کر چکا ہی کہ مین
نے تجھسے آزاد کرنے سے پہلے وطی کی ہی اُسنے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزاد کرنے کے وطی کی ہی تو مولی کا قول مقبول ہوگا اور
وہ ضامن نہوگا اور یہی اجماع ہی کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ماہواری بھاڑا تیرے
غلام ہونے کی حالت مین لیا ہی اور غلام نے کہا کہ نہین بلکہ آزادی مین لیا ہی تو مولے کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہوگا
اور یہی اجماع ہی کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کیا اُسنے کسی شخص سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ اپنے غلام ہونے کی حالت مین کاٹا ہی اس
شخص نے کہا کہ نہین بلکہ آزاد ہو جانے کے بعد کاٹا ہی تو مقر کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور
اگر اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر کہا کہ مین نے تجھ سے یہ بچہ آزاد کرنے سے پہلے لیا ہی اُسنے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے لیا
ہی تو باندی کو واپس کر دے اور وہ بچہ آزاد ہی اور اگر یہ نہ کہا کہ مین نے تجھ سے لیا ہی تو واپس نہ کرے گا۔ اور اگر کہا کہ مین
نے تجھے یہ بچہ جننے کے بعد آزاد کیا ہی اُسنے کہا کہ نہین بلکہ پہلے آزاد کیا ہی تو بچہ کے قابض کا قول قبول ہوگا اور یہی حکم
کتابت کی صورت مین ایسا واقع ہونے مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ نے امالی مین فرمایا کہ اگر بچہ دونون کے قبضہ مین
ہو تو عورت کا قول اور اگر دونون کے پاس گواہ ہون تو عورت کے گواہ قبول ہونگے ولیکن مدبر کر دینے کی صورت
مین ایسے اختلاف مین مولی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر عمرو نے اقرار کیا کہ مین
نے ہزار درم اس غلام سے اسکے غلام ہونے کی حالت مین لیے ہین اور غلام نے کہا کہ تو نے بعد آزادی کے مجھسے لیے ہین
تو غلام کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر غلام کو مکاتب کیا پھر یہ اقرار و اختلاف واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر زید نے
اس غلام کو فروخت کیا پھر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام سے سو درم اُسوقت غصب کیے جب یہ زید کا غلام تھا
اور دوسرے مالک نے کہا کہ نہین تو نے اُسوقت غصب کیے ہین جب میرا غلام تھا تو دوسرے کو مال ملیگا اور یہی حکم
جراحات کے اقرار و اختلاف مین ہی یہ حاوی مین ہی اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے عمرو کی آنکھ عمداً پھوڑ دی پھر اسکے
بعد زید کی آنکھ جاتی رہی اور عمرو نے کہا کہ تو نے میری آنکھ پھوڑی درحالیکہ تیری آنکھ ثابت تھی اور زید نے کہا کہ نہین
بلکہ مین نے تیری آنکھ پھوڑی درحالیکہ میری آنکھ جا چکی تھی تو عمرو کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے
اپنے غلام ہونے کی حالت مین زید کے ولی کو قتل کیا ہی اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو نے قتل کیا ہی تو اسپر
کچھ لازم نہ آویگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو متفاوضین مین سے ایک نے اقرار کیا کہ دوسرے پر شرکت سے پہلے کا زید کا قرضہ
ہی اور اس دوسرے نے انکار کیا اور زید نے دعوی کیا کہ یہ قرضہ حالت شرکت کا ہی تو دونون کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر ایک نے اقرار
کیا کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا صرف مجھپر یا شریک پر ثابت ہی اور زید نے شرکت مین ہونیکا دعوی کیا تو مال اُسپر اور اسکے
شریک پر لازم ہوگا اور اگر باہم سب نے تصدیق کی کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا ہی تو دونون مین سے کوئی دوسرے کے
حصہ قرضہ کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونون مین سے کوئی مرگیا یا دونون جدا ہوگئے پھر ایک نے شرکت کے قرضہ دونون

پر ہونے کا اقرار کر دیا تو خاص اُسی پر لازم آویگا کذا فے الحاوی - اور اگر مسلمان نے مقبوضہ شراب یا سور کا کسی ذمی کے لیے اقرار کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر ذمی نے کسی مسلمان کے واسطے معین موجودہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو بھی جائز ہی اور اگر مستہلکہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا - اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کے واسطے ایسی شراب یا سور کا اقرار کیا جو تلف کر دی ہی تو اُسپر قیمت اُسکی واجب ہوگی - اور اگر کوئی ذمی مسلمان ہوگیا پھر دوسرے ذمی نے اقرار کیا کہ مین نے اسکا سور اسکے اسلام کے بعد تلف کر دیا اور مسلم نے کہا کہ تو نے میرے مسلمان ہونے سے پہلے تلف کیا ہی تو شیخین رح کے نزدیک ذمی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُسپر ضمان نہین ہی اسی طرح اگر کسی ذمی نے شراب کے تلف کر دینے کا اسطرح اقرار کیا کہ مین نے اپنے حربی ہونے کی حالت مین یہ شراب تلف کر دی یا تیرے حربی ہونے کی حالت مین تلف کر دی ہی اور مخاطب کا حربی ہونا اس سے پہلے دریافت ہوا ہی تو اسمین بھی اختلاف مذکور واقع ہی یہ مبسوط مین ہی -

تیرھوان باب - اُن صورتون کے بیان مین جو شرکت کا اقرار ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین اور اپنی اور دوسرے شخص کی مشترکہ چیز مین اقرار کرنے اور اپنے اور دوسرے پر اقرار کرنے اور کسی چیز کا اپنے اور دوسرے کے واسطے ملک کا اقرار کرنے کے بیان مین - اگر کسی کے قبضہ مین ایک غلام ہی اُسنے کہا کہ زید کی اسمین شرکت ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک زید کو اسکا آدھا ملیگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقدار بیان کرنے مین مقر کا قول قبول ہوگا اور باتفاق ہی کہ اگر یون کہا کہ زید اس غلام مین میرا شریک ہی یا یہ غلام میرے اور زید کے درمیان مشترک ہی یا یہ غلام میرا اور زید کا ہی تو دونون مین برابر تقسیم ہوگا اور اگر اپنے اقرار سے ملا کر کہا کہ زید دسوین حصہ کا شریک ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا یا یون کہا کہ یہ غلام میرا اور زید کا ہی میرا دو تہائی ہی اور زید کا ایک تہائی ہی تو بھی اسی کا قول لیا جائیگا - اگر کہا کہ یہ غلام میرا اور میرے ساتھ فلان و فلان اسمین شریک ہین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک برابر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقدار بیان کرنے مین مقر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ زید نے کہا کہ عمرو کے اس غلام مین ہزار درم ہین تو غلام زید کا ہوگا اور ہزار درم عمرو کے اُسکی گردن پر قرضہ ہونگے ولیکن اگر اُسکے اقرار مین کوئی ایسا لفظ ہو جس سے غلام کی ذات مین شرکت ثابت ہو - مثلاً یون بیان کرے کہ مین نے یہ غلام خریدا اسمین عمرو کے ہزار درم ہین تو شرکت ہوسکتی ہی - اور اگر کہا کہ عمرو کے اس کپڑے مین ہزار درم ہین اور ایسا کوئی لفظ نہ بولا جس سے کپڑے مین شرکت ثابت ہو تو یہ شرکت نہوگی بلکہ کپڑے مین سے ہزار درم عمرو کو ملینگے اور اگر کہا کہ اس بر ذون مین عمرو کے ہزار درم ہین تو اسمین سوائے شرکت کے کوئی صورت نہین ہی بس شرکت قرار دیجاویگی یہ محیط مین ہی - اگر کسی دار مین ایک بیت معین کی نسبت ایک شریک نے دوسرے شریک کے واسطے اقرار کر دیا تو فے الحال یہ اقرار نہین صحیح ہی مگر دار کو تقسیم کرنے کے بعد اگر یہ بیت مقر کے حصہ مین پڑے تو دوسرے شریک کے سپرد کر دیگا اور اگر وہ بیت اُسکے شریک کے حصہ مین آیا تو مقر کا حصہ اُسکے اور شریک مقر لہ کے درمیان دونون کے حق کے تقسیم ہوگا کہ اسمین مقر اس بیت کے تمام گزون سے اور مقر لہ باقی دار کے نصف سے سوائے اس بیت کے حصہ دار ہوگا - اسی طرح اگر کسی خاص راستہ یا دیوار کا اقرار کیا تو بھی ایسا ہی ہوگا اور یہ شیخین رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک مقر لہ بیت کے آدھے گزون سے اور مقر نصف باقی دار سے حصہ دار ہوگا مثلاً اگر دار کے سو گز ہون

اور بیت دس گز کا ہو تو شیخین رحمہ کے نزدیک مقرلہ دس گز سے اور مقر پینتالیس گز سے شریک ہوگا پس دار دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا دو حصہ مقرلہ کو اور نو حصہ مقر کو ملینگے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک مقرلہ کو پانچ اور مقر کو پینتالیس گز کا حق ہے پس اسکو مقر کے حصہ کا دسوان دیا جائیگا اسیطرح اگر دو شریکون مین سے ایک نے ایک دار مشترکہ کے خاص بیت کی دوسرے شریک کیواسطے وصیت کی اور مرگیا تو بھی یہی صورت تقسیم کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک حمام دو شریکون مین مشترک ہے ایک نے اقرار کیا کہ اسمین سے درمیانی بیت دوسرے شخص کا ہے یعنی کسی ثالث اجنبی کے لیے اقرار کیا تو جائز نہین ہے اور مقرلہ کو اختیار ہے کہ مقر سے اس بیت کی آدھی قیمت تاوان لیوے **قلت** اسوجہ سے آدھی قیمت لیگا کہ تمام بیت مقر کا نہین ہے بلکہ وہ آدھے کا شریک ہے اسواسطے آدھے مین اقرار جائز ہے مگر چونکہ مشترک ہے اسواسطے عین مین جائز نہین قیمت مین جائز ہے واللہ تعالی اعلم اور اگر نصف حمام یا تہائی حمام کا دوسرے شخص غیر کیواسطے اقرار کیا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک تلوار دو شخصون مین مشترک ہے اسکا حلیہ چاندی کا ہے پس ایک نے اقرار کیا کہ اسکا حلیہ زید کا ہے تو یہ اقرار اسکے شریک پر جائز نہوگا اور مقرلہ کو حلیہ کی آدھی قیمت ڈھلے ہوئے سونے سے ادا کریگا۔ اسی طرح اگر کسی بیت مشترک کے شہتیر کا دوسرے کیواسطے اقرار کیا تو مقرلہ کو اسکی آدھی قیمت دیگا۔ اسی طرح اگر ایک دیوار مشترک کی اینٹون یا ستون یا چوکھٹا دروازہ کا جو مشترک ہے کسی کے واسطے اقرار کر دیا تو بھی یہی صورت ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ایک گٹھری کپڑون کی دو شخصون مین مشترک ہے اسمین سے ایک خاص کپڑے کا کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس کپڑے مین سے جسقدر حصہ مقر کا ہوگا وہ مقرلہ کو ملیگا کذا فی المبسوط۔ اور باندی غلام و حیوانات کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی۔ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے پس ایک نے کہا کہ تمام دار سے دسوان حصہ میرے حصہ کا زید کا ہے تو جائز ہے اور دار کے دس حصہ کیے جاوینگے اسمین سے پانچ حصہ مقر کو دیے جاوینگے اور اسنے تمام دار سے دسوین حصہ کا زید کے واسطے اقرار کیا ہے اسواسطے ایک حصہ ان پانچ حصون مین سے زید کو ملیگا اور چار حصہ مقر کے پاس رہینگے اور اگر یون اقرار کیا کہ تمام دار کا چوتھائی زید کا ہے اور باقی ہم دونون مین مشترک ہے اور شریک نے اس سے انکار کیا تو مقر کا حصہ اسکے اور مقرلہ کے درمیان پانچ حصون مین تقسیم ہوگا تین مقر کو اور دو حصہ مقرلہ کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے ایک نے ایک بیت معین کا زید کے واسطے اقرار کیا اور شریک نے اس سے انکار کیا مگر شریک نے دوسرے بیت معین کا اقرار کیا اور پہلے شریک نے اس سے انکار کیا تو دار دونون مین برابر تقسیم ہوگا جسکے حصہ مین اسکا بیت آیا کہ جسکا اسنے مقرلہ کے واسطے اقرار کیا ہے تو وہ بیت مقرلہ کو دیدیگا اور اگر اسکے حصہ مین نہ آیا تو اسکا حصہ اسکے اور مقرلہ کے درمیان اس بیت اور باقی آدھے دار پر سواے بیت کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک دار دو شخصون عمرو و خالد مین مشترک ہے پھر ایک عمرو نے اقرار کیا کہ یہ دار ہم دونون اور زید کے درمیان تین تہائی ہے اور خالد دوسرے شریک نے اقرار کیا کہ یہ دار ہم دونون اور زید اور بکر کے درمیان چار حصے برابر ہے تو امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق جس پر دونون نے اتفاق کیا ہے یعنے زید وہ خالد کے پاس آویگا اور جو کچھ اس کے قبضہ مین ہے اس کا چھٹا تہائی لے لیگا اور یہ چوتھائی عمرو کے مقبوضہ مین ملاکر دونون برابر بانٹ لینگے اور جسقدر خالد کے پاس بچا وہ اسکے اور بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے موافق زید خالد کے مقبوضہ مین سے پانچوان حصہ لیگا اور باقی قول مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ اگر ایک قوم کا ایک راستہ خاص ہے اور اسپر ایک دروازہ لگا ہوا ہے قوم کے ایک شخص نے کسی غیر شخص کے واسطے اس راستہ مین اقرار کیا تو اسکا اقرار باقی شریکون پر جائز نہوگا اور جبتک باہم تقسیم نکرین تب تک

مقرلہ اس راستہ سے گذر نہین کرسکتا ہی اور اگر بعد قسمت کے وہ موضع اس مقر کے حصہ مین پڑا تو یہ اقرار اُسپر جائز ہوگا اور اگر دوسرے کے حصہ مین آیا تو مقرلہ کو اختیار ہوگا کہ مقر کے حصہ مین سے بقدر حصہ اس راستہ کے بٹا لیوے یہ حاوی مین ہی۔ ایک نہر تین آدمیون مین مشترک ہی ایک شریک نے دسوین حصہ نہر کا زید کے واسطے اقرار کیا تو اسکی دو صورتین مین اگر یون اقرار کیا کہ دسوان حصہ زید کا اور باقی نہر ہم تینون مین مشترک ہی تو جسقدر حصہ مقر کے قبضہ مین یعنے ایک تہائی ہی وہ چار حصہ ہوکر ایک حصہ مقرلہ کو دیا جائیگا اور اگر اپنے واسطے تہائی نہر کا دعوی کرتا ہو تو جسقدر اُسکے پاس ہی وہ اُسکے اور مقرلہ کے درمیان تیرہ حصہ ہوکر تین حصے مقرلہ کو اور دس حصے مقر کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اسیطرح اگر چشمہ یا حوض تین شخصون مین مشترک ہو اور اسطرح اقرار واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ دو شخصون کے قبضہ مین ایک دار ہی ہر ایک نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اسنے مدعی کے واسطے نصف دار کا اقرار کیا ہی اور ہر ایک اس اقرار سے منکر ہی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی کے مقبوضہ مین مدعی کا کچھ حق نہین ہی اور اگر ہر ایک شریک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شریک پر یہ گواہی دی کہ اسنے اس مدعی کے واسطے آدھے دار کا اقرار کیا ہی تو مدعی دونون سے آدھا دار لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ جو غلام میرے قبضہ مین ہی میرے اور عمرو کے درمیان مشترک ہی پھر کہا کہ یہ غلام میرے اور بکر کے درمیان ہی پھر بعد اسکے کہا کہ میرے اور خالد کے درمیان ہی پھر سبھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو عمرو کے نام آدھے غلام کی اور بکر کے نام چوتھائی غلام کی اور خالد کے نام آٹھوین حصہ غلام کی ڈگری ہوگی اور باقی آٹھوان حصہ زید کے پاس رہیگا اسی طرح اگر یہ اقرار کسی میت پر کیا جسکا یہ وارث ہی تو بھی یہی حکم ہی کذا فے الحاوی۔ ایک تھیلی مین ہزار درم ہین دو شخصون کے قبضہ مین ہی پس ایک نے زید کے واسطے آدھے مال کا اقرار کیا پس اگر یہ کہکر کہ اسکا آدھا تیرا ہی چپ ہو رہا اور دوسرے شریک نے انکار کیا تو مقرلہ کو مقر کے مقبوضہ کی دو تہائی ملیگی اور اگر یون کہا کہ اسکا آدھا تیرا ہی اور باقی آدھا میرے اور میرے شریک کے درمیان مشترک ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یون کہا کہ یہ تھیلی میرے اور تیرے درمیان آدھی آدھی ہی تو اُسکا مقبوضہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید و عمرو دونون مین سے زید نے بکر سے کہا کہ یہ تھیلی آدھی میری اور آدھی تیری ہی اور عمرو نے کہا کہ تہائی بکر کی اور دو تہائی میری ہی اور زید نے تصدیق کی تو بکر عمرو سے اُسکے مقبوضہ کی تہائی لے لیگا اور یہ تہائی زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملاکر دونون برابر تقسیم کرلینگے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمرو سے پانچوان حصہ لیگا اور زید کے مقبوضہ مین ملاکر دونون برابر تقسیم کرلینگے۔ اور اگر اُسنے کل کا دعوے کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بکر ہر ایک سے اُسقدر لے لیگا جسقدر اُس نے اقرار کیا ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک عمرو سے اُسکے مقبوضہ کا پانچوان حصہ اور زید سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لیگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ بکر کی تہائی ہی اور دو تہائی میری ہی اور عمرو نے کہا کہ بکر کی دو تہائی ہی اور ایک تہائی میری ہی اور بکر نے دعوے کیا کہ تمام تھیلی میری ہی تو زید سے اُسکے مقبوضہ کا پانچوان حصہ لیگا اور عمرو سے اُسکے مقبوضہ کا تین پانچوان حصہ لیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ بکر نے دونون کی تکذیب کی ہو اور اگر معًا دونون کی تصدیق کی تو عمرو سے اُس کے مقبوضہ کا تین پانچوان حصہ لیکر زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملاکر تین تہائی کرلینگے کہ اُس مین سے ایک تہائی بکر کو ملیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک تھیلی تین شخصون زید و عمرو و بکر مین مشترک ہی پس زید نے اقرار کیا کہ تین چوتھائی

عمرو کی اور ایک چوتھائی میری ہی اور بکر نے اقرار کیا کہ عمرو کا پانچ چھٹا حصہ ہے اور چھٹا حصہ میرا ہی اور عمرو نے کل
تھیلی کا دعوے کیا تو ہر ایک سے اُسکے اقرار کے موافق لے لیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقرسے دو پانچوین اور
پانچوین کی تین چوتھائی لیگا اور دوسرے سے تین پانچوین لیگا لذا فی الکافی - اور اگر تینون شریکون مین سے ایک
زید نے اقرار کیا کہ اس تھیلی کی تہائی خالد اجنبی کے واسطے ہے اور دو تہائی میری ہی اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ آدھا اُسکا
ہی اور آدھا میرا ہی اور بکر نے کہا کہ دو تہائی اُسکی اور ایک تہائی میری ہی اور خالد نے دعوے کیا کہ سب تھیلی میری ہی تو زید
سے اُسکے مقبوضہ کا ساتوان اور عمرو سے دو ساتوین حصہ اور بکر سے تین ساتوین حصے لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک
تھیلی ہزار درم کی زید کے پاس ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ میرے اور عمرو کے درمیان برابر مشترک ہی اور عمرو کو آدھی دیدی پھر اقرار
کیا کہ تھیلی میرے اور بکر کے درمیان برابر مشترک ہی تو اسکی دو صورتین ہین یا تو عمرو کو آدھی تھیلی بحکم قاضی دی یا بدون حکم
قاضی دی ہی پس پہلی صورت مین بکر کو باقی کا آدھا دیگا یعنی چوتھائی تھیلی اور دوسری صورت مین آدھا جو اُسکے پاس
ہی سب دیگا اور یہ ہمارے تینون علماء کا قول ہی اور اگر بکر کے واسطے نصف کا اقرار نہین بلکہ تہائی کا اقرار کیا ہو یعنی یون کہا
کہ تھیلی میرے اور تیرے اور عمرو کے درمیان تین تہائی مشترک ہی اور بکر نے عمرو کی شرکت سے انکار کیا پس اگر عمرو کو
بحکم قاضی دیچکا ہی تو بکر کو باقی کا آدھا دیگا اور اگر بدون حکم قاضی دیا ہی تو بکر کو کل مال کی تہائی دیگا - اور اگر عمرو کو بلا حکم
قاضی آدھا دیا اور بکر کو بحکم قاضی تہائی دیا پھر خالد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ سب کا چوتھائی کا شریک ہی اور عمرو و بکر نے
خالد کی شرکت سے انکار کیا اور خالد نے عمرو و بکر کی شرکت سے انکار کیا تو خالد کو تمام مال کا چھٹا حصہ دیگا اور اگر پہلے
دونون کو بلا حکم قاضی دیچکا ہی تو خالد کو اپنے قبضہ کا باقی چھٹا حصہ دیدے گا اور اپنے مال سے اور چھٹا حصہ دے کر
تھیلی کی چوتھائی اُسکے واسطے پوری کر دے گا - اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہی اور بکر کو چوتھائی بحکم قاضی دیا ہی پھر
خالد کے واسطے اقرار کیا تو ما بقی کا نصف یعنے آٹھوان حصہ اُسکو دے گا - اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہی اور بکر کو
چوتھائی بلا حکم قاضی دیا ہی پھر خالد کے واسطے اقرار کیا تو خالد کو تھیلی کا چھٹا حصہ دیگا اور چھٹے حصہ کا آدھا اُسکے پاس
رہجاوے گا - اور اگر عمرو کو آدھا بدون حکم قاضی دیا اور بکر کو تہائی بحکم قاضی دیا ہی پھر خالد کے واسطے اقرار کیا اور عمرو
نے خالد کے واسطے تصدیق کی اور بکر سے انکار کیا اور خالد نے عمرو کی تصدیق کی اور بکر سے انکار کیا اور بکر نے زید کے
عمرو و خالد دونون کی شرکت سے انکار کیا تو خالد زید سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لیکر عمرو کے حصہ مین ملاکر برابر بانٹ لیگا
اور یہ امام ابو یوسف رح کا قیاس ہی اور امام محمد رح نے فرمایا اور یہی امام اعظم رح سے مروی ہی کہ خالد زید سے اُسکے
مقبوضہ کی تہائی لیکر مثل قول امام ابو یوسف رح کے عمل مین لاویگا - اور اگر بکر کو بھی بلا حکم قاضی دیدی پھر خالد کے
واسطے اقرار کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو کتاب مین مذکور ہی کہ خالد زید سے تمام مال کا آٹھوان حصہ یعنے اُسکے مقبوضہ کا
تین چوتھائی لیکر عمرو کے حصہ مین ملاکر برابر تقسیم کر دیگا اور ابو بکر جصاص نے ابو سعید بردعی سے نقل کیا کہ یہ قول امام
ابو یوسف رح کا ہی اور امام محمد رح کے قیاس پر زید سے دسوان حصہ تمام مال کا یعنی اُسکے مقبوضہ کا تین پانچوان لیکر عمرو کے
حصہ مین ملاکر دونون برابر تقسیم کرینگے اور اگر زید نے عمرو کو آدھا مال بلا حکم قاضی دیدیا پھر بکر و خالد کے واسطے معاً اقرار
کیا اور عمرو نے زید کی تیسرے کے واسطے تصدیق اور دوسرے کے حق مین تکذیب کی تو خالد زید سے آدھے مقبوضہ کی
چوتھائی لیکر عمرو کے حصہ مین ملاکر برابر تقسیم کرینگے اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک

پانچوان حصہ لیگا اور دوسرا یعنے بکر جسکے بارہ مین عمرو نے تصدیق نہین کی ہی زید سے تمام مال کی چوتھائی لے لیگا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری مین ہی- اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر اور خالد پر ہزار درم ہین اور خالد نے انکار کیا تو زید پر اسکے آدھے لازم آوینگے- اسی طرح اگر عاریت یا قرض یا مضاربت یا قتل خطار یا خطا سے یا عمداً زخمی کرنے مین ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہی- اور اگر اپنے ساتھ دو شخصون کو مقروض بنایا تو اُنکے انکار کے بعد اسپر تہائی مال لازم آوے گا اسیطرح جن لوگون کو اپنے ساتھ بیان کیا اگر انمین غلام مجور یا نابالغ لڑکا یا حربی یا میت یا نامعلوم آدمی ہو تو ان لوگون کے شمار سے جسقدر حصہ مقر پر پڑتا ہو وہ لازم آویگا کذا فے الحاوی- اگر کہا کہ ہم پر زید کے ہزار درم ہین حالانکہ اپنے ساتھ کسی کو ذکر نہین کیا پھر کہا کہ اپنے ساتھ مین نے فلان وفلان شخصون کو مراد لیا تھا اور مقرلہ نے سب مال کا اسی مقر پر دعوے کیا تو کل مال اسی پر لازم ہوگا- اسی طرح اگر کہا کہ زید کے ہم پر اور اشارہ اپنی طرف اور دو ساتھیون کی طرف کیا تو اُسی پر کل مال لازم ہوگا- اور اگر کہا کہ زید کے ہم سب پر یا ہم کل پر ہزار درم ہین اور اپنی طرف اور اپنے ساتھیون کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو اُسپر ہزار مین سے بقدر اُسکے حصہ کے لازم آویگا یعنی ہزار درم ان لوگون کی تعداد پر تقسیم ہوکر جو حصہ اس مقر کے پڑتے مین پڑے اسپر لازم ہوگا- اور اگر یون اقرار کیا کہ زید کے ہم مین سے ایک شخص پر ہزار درم آتے ہین تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر کہا کہ ہم مین سے دو شخصون پر آتے ہین تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر یون کہا کہ اے فلان تمھارے مجھپر ہزار درم ہین تو کل مال اُسپر واجب ہوگا اسی طرح اگر یون کہا کہ اے فلان تمھارے دونون کے مجھپر ہزار درم ہین تو اس مخاطب فلان شخص کو اسمین سے آدھے ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر یون کہا کہ ہم کو فلان شخص نے ہزار درم قرض دیے یا ہمارے پاس ودیعت رکھے یا ہمنے عاریت لیے یا ہم نے اس کیلئے غصب کر لیے ہین تو اُسپر یہ سب مال لازم آویگا اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنے ساتھ دوسرون کو مراد لیا تھا تو تصدیق نہ کی جاویگی- اور اگر یون کہا کہ مین نے ہزار درم درحالیکہ میرے ساتھ فلان شخص تھا غصب کر لیے تو اُسپر آدھا مال لازم ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر یون کہا کہ میرے ساتھ فلان شخص بیٹھا تھا تو ایسا نہین ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر اقرار کیا کہ مین نے اور فلان شخص نے عمداً زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور فلان شخص منکر ہی اور زید دعوے کرتا ہی کہ کاٹنے والا صرف یہی مقر ہی تو قیاساً اُسپر کچھ لازم نہین آتا ہی ولیکن ہم قیاس کو چھوڑ کر اُسپر آدھی دیت ید کا حکم کرتے ہین یہ حاوی مین ہی- اگر زید مر گیا اور اُسنے دو بھائی چھوڑے پھر ایک بھائی نے زید کی نسبت بھائی ہونے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ہمارے علماء کے نزدیک مقر اس مقرلہ بھائی کو اپنے مقبوضہ کا آدھا بانٹ دیگا یہ فتاوی صغری مین ہی- اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میراث میرے باپ کی میرے پاس ہی وہ میرے اور اس شخص کے درمیان مشترک ہی یہ میرا بھائی ہی پس مقرلہ نے زید کے بیٹے ہونے سے انکار کیا یعنی یہ زید میت کا بیٹا نہین ہی مین ہی میت کا بیٹا ہون یا کسی شخص سے زید نے کہا کہ تیری بہن مر گئی اور وہ میری جورو تھی اور یہ مال میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑ گئی ہی اُسنے کہا کہ سب مال میرا ہی کیونکہ تو اسکا شوہر نہین ہی تو پہلے مسئلہ مین آدھا مال مقرلہ کو ملیگا اور دوسرے مسئلہ مین امام اعظم رح کے نزدیک مقرلہ تمام مال لے لیگا اور صاحبین رح کے نزدیک آدھا مال لیگا یہ کافی مین ہی- عورت نے اگر اقرار کیا کہ مین نے اپنے شوہر سے میراث پائی ہی پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص شوہر کا بھائی ہی پس بھائی نے کہا کہ مین بھائی ہون اور تو اسکی جورو نہین ہی تو امام محمد رح و زفر رح کے نزدیک تمام مال بھائی کو ملیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ عورت کو چوتھائی اور باقی بھائی کو

ملیگا یہ فتاوی صغری مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح کو لکھا کہ ایک شخص نے دو شخصون سے کہا کہ تم دونون کے مجھپر ہزار درم ایک غلام کے دام ہین جو تم دونون نے میرے ہاتھ فروخت کیا تھا پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ میرے تجھپر پانچسو درم قرض کے ہین کہ مین نے تجھے قرض دیے تھے انمین میرے ساتھ کسی کی شرکت نہین ہی تو امام محمد رح نے جواب فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابویوسف کے قیاس مین چاہیے کہ دونون مین سے کوئی کچھ وصول نہ کرے مگر دوسرا اسمین شریک ہوگا۔ ولیکن میرے نزدیک جو کچھ ایک نے وصول کیا اگر دوسرا اسمین اپنی شرکت سے انکار کرتا ہی تو شریک نہوگا۔ زید نے عمرو و بکر دو شخصون سے کہا کہ مین نے تم دونون کے باپ سے ہزار درم غصب کر لیے اور اسکا تم دونون کے سواے کوئی وارث نہین ہی پھر عمرو نے اسکی تصدیق کی اور بکر نے کہا کہ میرے تجھپر پانچ سو درم قرض ہین کہ مین نے تجھے قرض دیے تھے اور تو نے میرے باپ کی کوئی چیز غصب نہین کی ہی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونون مین سے کوئی کچھ وصول نہ کرے مگر دوسرا بھائی اسمین شریک ضرور ہوگا یہ محیط مین ہی۔

چودھوان باب۔ ایسے اقرار جنسے صریح ابراء ہوتا ہی اور جنسے صریح ابراء نہین ہوتا ہی انکے بیان مین۔ قال الابراء بری کرنا۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میرا زید کی طرف کچھ نہین ہی تو اس برائت مین سب حق آگئے جو از قسم مال ہی اور وہ بھی جو از قسم مال نہین ہی جیسے کفالت بالنفس و قصاص و حد قذف اور وہ دین بھی جو مال کے بدلے واجب ہوا ہی جیسے ثمن و اجرت یا جو مال کے بدلے نہین واجب ہوا ہی جیسے مہر و ارش اور وہ بھی جو مال معین مضمون ہو یعنی اسکی ضمان لازم ہو جیسے غصب یا امانت ہی جیسے عاریت و اجارہ وغیرہ۔ اور اگر یون کہا کہ میرا کچھ حق زید پر نہین ہی تو اسمین مضمون آگیا اور امانت داخل نہ ہوئی اور اگر یون کہا کہ زید کے پاس میرا کچھ حق نہین ہی تو امانت داخل ہوئی اور مال مضمون داخل نہ ہوا یہ محیط مین ہی۔ اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اسپر ہو بری ہی تو یہ دیون کو شامل ہی اور اگر کہا کہ میرے مال سے جو اسکے پاس ہو بری ہی تو ان مالون کو شامل ہی جو اصل مین امانت ہین اور جنکی اصل نفس مضمون ہی انکو شامل نہین ہی۔ اور اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اسکی طرف ہی بری ہی تو ضمان اور امانت سے بری ہوگیا پھر اگر اسکے بعد طالب نے اسپر کسی حق کا دعوے کیا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی تاوقتیکہ گواہ یون گواہی نہ دین کہ یہ حق بری کرنے سے بعد کا ہی یا کوئی ایسا وقت مقرر کرین جو بری کرنے سے بعد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وقت نہ بیان کیا بلکہ دعوے مین ابہام رکھا تو قیاس چاہتا ہی کہ اسکے دعوی کی سماعت ہو مگر استحسانًا گواہی مقبول نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ میرا کسی پر دین نہین ہی پھر کسی پر دین کا دعوے کیا تو دعوے صحیح ہی۔ اور نوادر ابن رستم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر زید نے کہا کہ جسپر میرا دین ہی وہ اس سے بری ہی تو اسکے قرضدار اسکے قرضون سے بری نہین ہونگے ولیکن اگر کسی شخص معین کو قصدًا مراد لے اور کہے کہ یہ شخص میرے قرض سے جو اسپر ہی بری ہی یا کسی قبیلہ کو مراد لے اور کہے کہ فلان قبیلہ بری ہی اور اہل قبیلہ معدودے چند لوگ ہین تو ہو سکتا ہی کہ یہ بری ہو جاوین اسی طرح اگر یون کہا کہ جو کچھ مال میرا لوگون پر از قسم دین تھا سب مین نے بھر پایا تو صحیح نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اقرار کیا کہ فلان شخص میرے حق سے بری ہوگیا پھر کہا کہ صرف بعض حق سے بری ہوا ہی تو اس کی تصدیق نہ کیجاوے گی اسی طرح اگر کہا کہ زید اس سے جو میرا اسکی طرف ہی یا میرے مال سے جو اسکی طرف ہی۔ یا میرے قرضہ سے جو اسپر ہی یا میرے حق سے جو اسپر ہی بری ہی تو بھی یہی حکم ہی ولیکن حقوق سے بری کرنے مین کفالت اور وہ جنایت جسمین قود یا ارش

لازم آتا ہے داخل ہونگے کیونکہ یہ اُسکے حقوق مین سے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر یون کہا کہ مین نے اپنے دین سے
جو فلان شخص پر ہے بری کیا یا وہ شخص اُس دین سے جو میرا اُسپر ہے حلت مین ہے تو یہ قرضدار کی برائت ہے اسیطرح
اگر کہا کہ جو میرا اُسپر مال ہے مین نے اُسکو ہبہ کر دیا تو قرضدار بری ہوگیا لیکن اگر حاضر ہوا اور کہے کہ مین ہبہ نہین
قبول کرتا ہون یا غائب ہوا اور خبر پہونچے پر کہے کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مال اُسپر رہیگا اور اگر عدم قبول سے
پہلے مرگیا تو بری رہا یہ حاوی مین ہے اور اگر طالب نے اقرار کیا کہ فلان شخص پر جو میرا قرضہ تھا اُسنے میری طرف سے
برأت کرلی تو یہ وصول پانیکا اقرار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر یون اقرار کیا کہ لیس لی مع فلان شئی کہ فلان شخص کے
پاس میری کوئی چیز نہین ہے تو یہ امانات سے ابرا ہے نہ دیون سے یہ محیط مین ہے اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میری کوئی
حد شرعی نہین آتی ہے تو مقر ایسے سرقہ کا دعوی کرسکتا ہے جسمین ہاتھ کاٹا جاوے اور اگر کہا کہ زید کیطرف میرا کچھ ادرش
نہین ہے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ خطا سے قتل کی دیت کا دعوی اُسپر دائر کرے یا صلح یا کفالت سے دیت کا دعوی کرے
اور اگر کہا کہ جراحت کیوجہ سے کوئی حق نہین ہے تو خطا سے زخمی کرنے اور عمداً زخمی کرنے دونون کو شامل ہے قتل کو
شامل نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میرا قصاص نہین ہے تو اُسکو خطا سے قتل یا حد کا دعوے
کرنیکا اختیار رہیگا۔ اور اگر یون اقرار کیا کہ زید کیطرف خطا سے زخمی کرنیکا میرا حق نہین ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ عمداً زخمی کرنیکا
اُسپر دعوے کرے خواہ اُسکے عوض قصاص آتا ہو یا نہ آتا ہو یہ مبسوط مین ہے اور اگر اقرار کیا کہ میرا حق خون زید کیطرف
نہین ہے تو عمداً یا خطاءً خون کا دعوی اُسپر نہین کرسکتا ہے اسکے سوائے دعوے کرسکتا ہے جسمین خون کرنا نہین ہے کذا فی
الحاوی۔ اگر اقرار کیا کہ میرا کچھ حق زید کی طرف نہین ہے پھر اُسپر حد قذف یا سرقہ کا دعوے کیا تو گواہ قبول نہونگے و لیکن اگر گواہ
گواہی دین کہ یہ حق بری کرنیکے بعد پیدا ہوا ہے تو قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ یہ میرے قذف کرنے سے وہ
بری ہوگیا پھر اُسپر دعوی کیا تو اُسکو اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ یہ شخص اُس سرقہ سے جسکا مین نے اُسپر دعوی کیا تھا بری ہے
تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور نہ ہاتھ کاٹا جاویگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا لا حق لی علی فلان فیما علمت اسکی طرف میرا کوئی
حق نہین ہے در صورتیکہ مین جانتا ہون پھر اُسپر کسی حق مسمے معین کا دعوی کیا تو گواہ قبول ہونگے اور یہ برائت کچھ نہین ہے اسیطرح
اگر کہا کہ میرے علم مین یا میرے ظن مین یا میری رائے مین یا میرے حساب مین یا میری کتاب مین نہین ہے تو بھی یہی حکم ہے اور
اگر یون کہا کہ مین نے جانا کہ میرا اُسپر کچھ حق نہین ہے یا یقین جانا کہ کچھ حق اُسپر نہین ہے پھر دعوی کیا تو گواہ مقبول نہونگے یہ حاوی
مین ہے۔ اگر کہا کہ لست من فلان فی شئے کہ مین فلان شخص سے کسی شے مین نہین ہون پھر اس قول سے پہلے کے مال کا اُسپر
دعوی کیا تو گواہ قبول ہونگے اور یہ قول باطل ہے اور اگر کہا کہ فلان سے مین بری ہوا یا فلان مجھ سے بری ہوا تو دونون
مین سے کسی کیواسطے دوسرے کے کسی حق سے اس قول سے برأت نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ لست من الدار
التی فی یدہ فی شئے یعنے مین اس گھر سے جو زید کے قبضہ مین ہے کسی شے مین نہین ہون اور مقصود یہ ہے کہ مجھے اس گھر مین جو
زید کے قبضہ مین ہے کچھ حق حاصل نہین ہے اور یہ عرف زبان سے معلوم ہے پھر اگر اس گھر کی نسبت کچھ دعوی کیا تو قبول
نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کہا کہ مین اس دار سے بری ہون یعنے کچھ تعلق نہین ہے پھر اسی دار کا دعوی کیا اور گواہ قائم
کیے تو مقبول نہونگے و لیکن اگر بعد برأت کے کسی حق کے پیدا ہونیکا دعوی کرے تو گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
کہا کہ مین اس دار سے خارج ہوا تو یہ کسی بات کا اقرار نہین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ مین اس دار سے سو درم پر یا بعوض سو درم

سکے نکل گیا اور بیدام وصول پائے تو عرف کے اعتبار سے یہ اس امر کا اقرار ہی کہ میرا اسمین کچھ حق نہین رہا اور یہی حکم حیوان و عروض و قرضہ مین ہی۔ پس اگر قابض نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دار میرا ہی اور تو نے سو درم مجھ سے غصب کر لیے ہین تو اس سے قسم لیجاویگی۔ اور اگر قسم کھائی تو سو درم واپس ملیگا اور مقر اپنی خصومت پر باقی رہیگا یعنے وہ خصومت کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین اس غلام سے بری ہون پھر اسکا دعوی کرکے گواہ پیش کیے تو قبول نہونگے۔ اسیطرح اگر کہا کہ مین اس غلام سے نکل گیا یا یہ غلام میری ملک سے نکل گیا یا میرے ہاتھ سے نکل گیا پھر اسکا دعوی کرکے گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہی اسنے کہا کہ میرا نہین ہی پھر کہا کہ بلکہ میرا ہو تو اسکا نہوگا اسیطرح اگر گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین عمرو نے کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہین ہی تو زید کا اقرار رد ہو جائیگا پھر اگر زید نے دوبارہ اقرار کا اعادہ کیا اور عمرو نے کہا کہ ہان تو زید پر لازم آوینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ یہ باندی عمرو کی ہی مین نے اس سے غصب کر لی ہی عمرو نے کہا کہ میری نہین ہی تو اقرار رد ہو جائیگا پھر اگر اقرار کا اعادہ کیا اور عمرو نے دعوی کیا تو اسکو دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہی بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہی کہ زید نے عمرو سے کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر ہی مین نے اس سے تجھے بری کیا عمرو نے جواب مین کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین پس زید نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو قیاساً اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور استحساناً بری ہو جائیگا یہ محیط مین ہی زید عمرو پر ہزار درم ہونے کے دو گواہ لایا۔ اور عمرو ہزار درم کی بریت سے دو گواہ لایا پس اگر مال کی تاریخ ہو اور مال کی تاریخ کے بعد برأت کی تاریخ ہو تو بری ہونے کی ڈگری کر دیجائیگی اور اگر مال کی دستاویز کی تاریخ برأت کی تاریخ کے بعد ہو تو مال کی ڈگری ہوگی اور اگر کسیکی تاریخ نہ ہو تو بریت پر عمل درآمد ہوگا اسیطرح اگر دونون کی تاریخ برابر ہو تو بھی بریت کا حکم ہوگا اور اگر مال کی چک مین تاریخ ہو اور برأت کی تاریخ نہو یا اسکے برعکس ہو تو بریت کا حکم ہوگا۔ اور اگر زید کے عمرو پر دو چکین مال کی ہین ایک ہزار درم کی ہو اور دونو چکون کی تاریخ مختلف ہو اور عمرو کے پاس برأت کی دو چکین ایکہزار درم کی اور دوسری پانچسو درم کی ہو پس عمرو نے دعوے کیا کہ تیرے مجھپر ہزار درم تھے حالانکہ تو نے مجھسے ڈیڑھ ہزار درم لے لیے ہین اور زید نے کہا کہ میرے تجھپر دو ہزار درم تھے اور مین نے تجھ سے کچھ نہین لیا ہی تو عمرو ڈیڑھ ہزار درم سے بری ہوگا اور دو ہزار کی باقی یعنے پانچ سو درم زید لے لیگا کذا فی فتاوی قاضیخان

متفرقات امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ زید کے قبضہ مین ایک دار ہی اسنے اقرار کیا کہ یہ دار عمرو کا ہی میرا اسمین کچھ حق نہین ہی پس عمرو نے کہا کہ یہ دار میرا کبھی نہتھا ولیکن یہ بکر کا ہی اور بکر نے اسکی تصدیق کی تو بکر کے نام ڈگری کر دیجائیگی۔ یہ اسوقت کہ عمرو نے اپنے کلام سے کہ یہ میرا کبھی سے نہتھا ملا کر کہا ہو کہ ولیکن یہ بکر کا ہی اور اگر جدا کرکے بیان کیا تو ڈگری نہوگی یہ محیط مین ہی۔ زید کیواسطے عمرو نے دین کا اقرار کیا پس زید نے اقرار کیا یہ قرضہ خالد کا ہی اور خالد نے تصدیق کی تو صحیح ہی اور وصول کرنیکا حق زید کو حاصل ہوگا خالد کو حاصل نہوگا اور اگر عمرو نے خالد کو دیدیا تو بری ہوگیا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ میرے ہزار درم جو عمرو پر ہین وہ خالد کے ہین میرے نہین ہین اور خالد نے کہا کہ میرے عمرو پر یہ درم نہین ہین تو عمرو اس مال سے بری نہ ہوگا اور اگر مقر لہ نے یون کہا کہ میرا عمرو پر کچھ نہین ہی تو وہ بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہی کہ زید نے

یعنی دوبارہ

پاس ہزار درم ہین اُسنے عمرو سے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے ہین تونے اپنے بھائی سے ورثہ مین پائے ہین عمرو نے کہا کہ یہ خالد کے ہین اسنے اپنے بھائی سے میراث پائے ہین تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خالد کو دلائے جاوینگے بشرطیکہ کلام موصول ہو کذا فی المحیط

پندرھوان باب - تلجیہ کے ساتھ اقرار کرنیکے بیان مین

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین یہ اقرار تلجیہ کے طور پر کیا اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ یہ حق ہے پس اگر عمرو سے کوئی ایسا اقرار صادر نہین ہوا ہے کہ یہ زید کا اقرار بطور تلجیہ ہے تو زید پر مال لازم ہوگا و لیکن اگر عمرو زید کے قول کی تصدیق کرے تو زید پر کچھ لازم نہوگا ایسے ہی اگر گواہون سے کہا کہ گواہ رہو کہ مجھپر زور یا باطل یا کذب کی راہ سے عمرو کے ہزار درم ہین اور عمرو نے کہا کہ اُسنے جو کچھ کہا سب سچ کہا تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر عمرو نے کہا کہ اسنے مال کے اقرار مین سچ بیان کیا اور زور یا باطل یا کذب کی راہ سے ہونے مین جھوٹ بولا ہے تو زید سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائیگا علی ہذا اگر زید نے کہا کہ مین نے تلجیہ کی راہ سے اپنا گھر عمرو کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور عمرو نے تلجیہ کے طور سے بیع ہونے مین اسکی تکذیب کی تو بیع لازم ہوجائیگی اور اگر اسکے سب قول کی تصدیق کی تو بیع باطل ہے اور اگر عمرو نے اسکے جواب مین یون کہا کہ اسنے سچ کہا تو بھی باطل ہے کیونکہ مطلق تصدیق تمام اقرار کی تصدیق قرار دیا و یگی جبکہ اسمین سے کوئی بات خاص نہ کی ہو یہ مبسوط مین ہے - اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا تجھپر کوئی حق نہین ہے مگر تو میرے لیے اپنے اوپر ہزار درم ہونے کے گواہ کرلے عمرو نے کہا کہ ہان تیرا کچھ حق مجھپر نہین ہے پھر ہزار درم اپنے اوپر ہونے کے گواہ کردیے اور گواہ یہ سب باتین سنتے تھے تو یہ باطل ہے عمرو پر کچھ لازم نہ آویگا اور گواہونکو بھی عمرو پر اس مال کے ہونیکی گواہی دینا حلال نہین ہے اور اگر یون کہا کہ اپنے اوپر میرے ہزار درم ہونیکے اس شرط پر کہ یہ باطل ہین یا اس شرط پر کہ تو بری ہے گواہ کرلے اسنے ایسے ہی گواہ کرلیے تو اسپر ان درمون مین سے کچھ بھی لازم نہ آویگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تجھسے بطور تلجیہ یا باطل کے ہزار درم پر نکاح کرلینے پر گواہ کرلون عورت نے کہا کہ ہان اسطور سے گواہ کرلے اور گواہون نے یہ باتین سنی تھین وہین حاضر تھے پھر اسنے گواہ کیے کہ مین نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ مین راضی ہوئی تو نکاح جائز ہوگیا ایسے ہی طلاق و عتاق خواہ مال پر ہو یا بلا مال ہو خلع کی ایسی صورت مین بھی یہی حکم ہے اور جس صورت مین مال مقرر ہوا ہے وہ مال بھی واجب ہوجائیگا و لیکن اگر کتابت اس طور سے واقع ہوئی تو مثل بیع کے باطل ہوگی کذا فی الحاوی - اگر کسی عورت سے کہا کہ مین تجھے پوشیدہ ہزار درم مہر دونگا اور علانیہ دو ہزار درم ظاہر کرکے اسپر گواہ کرلونگا تو عورت کا مہر ہزار درم ہوگا اور اگر باہم قرار دیا کہ مہر دریردہ ہزار درم ہے اور سنانے کو ظاہر مین سو دینار مہر کے ظاہر کیے جاوینگے پس دونون نے ایسا ہی کیا تو عورت کو مہر مثل ملیگا اور اگر ایسی صورت بیع مین واقع ہوئی تو قیاساً بیع باطل ہے اور استحساناً صحیح ہے اور اگر بیع مین یہ صورت بجاے ہزار درم و سو دینار کے ہزار درم و دو ہزار درم مین واقع ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے علم مین امام اعظم کے نزدیک دو ہزار درم پر بیع واقع ہوگی اور ایسا ہی معلے رحمہ اللہ نے امام اعظم و ابو یوسف سے روایت کیا ہے اور امام محمد سے املا مین امام اعظم سے روایت ہے کہ بیع ایک ہزار درم پر صحیح ہے اور یہی ان دونون کا قول ہے کذا فی المبسوط

سولھوان باب - نکاح و طلاق و رق کے اقرار کے بیان مین - رقیت مملوک ہونا رقیق مملوک محض

زید نے اقرار کیا کہ مین نے اپنی صحت یا مرض مین ہندہ سے نکاح کیا ہے پھر اس سے انکار کرگیا اور ہندہ نے اسکی زندگی مین یا مرنے کے بعد اسکی تصدیق کی تو جائز ہے اور عورت کو مہر و میراث ملیگا و لیکن اگر نکاح مرض مین واقع ہوا اور مہر بقدر مہر مثل کے

زیادتی ہو تو زیادتی باطل ہوگی۔ اور اگر عورت نے اپنی صحت یا مرض میں اقرار کیا کہ میں نے فلان شخص سے اپنا نکاح کیا ہے پھر انکار کر گئی پس شوہر نے اگر اسکی زندگی میں اسکی تصدیق کی تو نکاح ثابت ہوگا اور اگر بعد مرنے کے تصدیق کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح ثابت نہوگا اور شوہر کو اسکی میراث نہ ملیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ نکاح ثابت ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ میں نے ہندہ سے نکاح کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالی تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے بلکہ انکار نکاح ہے اور اگر عورت نے کہا کہ زید نے انشاء اللہ تعالی نہیں کہا تھا تو زید کا قول قبول ہوگا۔ اسیطرح اگر عورت نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ ایسا ہی طلاق وعتاق میں اگر کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اور کہا کہ انشاء اللہ تعالی یہ تجھے آزاد کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح نہیں کیا تھا یا آیا تجھ سے کل نکاح نہیں کیا ہے یا آیا یہ بات نہیں ہے کہ کل میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اس عورت نے کہا کہ ہاں کیا ہے تو یہ عورت کیطرف سے نکاح کا اقرار ہے اسلیے کہ سبب کلمہ استفہام کا نفی پر داخل ہوتا ہے تو وہ معنی اثبات کے ہوتا ہے پس یون ہوگیا کہ گویا مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اسنے کہا کہ بلے یعنی ہاں کذا فی المحیط۔ اگر عورت سے کہا کہ کیا نہیں میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہے اسنے کہا کہ ہاں دی ہے تو یہ طلاق کا اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح کیا اسنے کہا کہ نہیں پھر کہا کہ ہاں کیا ہے پھر شوہر نے کہا کہ نہیں تو نکاح لازم آویگا اور اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق نہیں دی تو یہ مرد کی طرف سے نکاح وطلاق دونوں کا اقرار ہے اور اگر یون کہا کہ آیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہے تو یہ نکاح کا اقرار ہے طلاق کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے کسی مرد سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے تو یہ نکاح کا اقرار ہے اسیطرح اگر یون کہا کہ مجھسے ہزار درم پر خلع کر لے تو بھی یہی حکم ہے ایسے ہی اگر عورت نے کہا کہ زید نے مجھے کل کے روز طلاق دیدی یا مجھسے ہزار درم پر خلع کر لیا ہے لیکن اقرار کیا کہ تو نے مجھ سے مظاہرت یا ایلا کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے قلت مؤلی ایلا کرنیوالا۔ مظاہر ظہار کرنیوالا یہ کتاب النکاح میں مفصل مذکور ہے۔ اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے مولے یا مظاہر ہوں تو یہ نکاح کا اقرار ہے اور اگر کسی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل پیٹھ میری ماں کے ہے تو یہ اقرار نکاح نہیں ہے کذا فی الحاوی۔ اور اگر مرد نے کہا کہ تو مجھ سے بعوض مال کے خلع کرانے تو مرد کی طرف سے یہ اقرار اس امر کا ہوگا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے مرد نے کہا کہ تو اختیار کر لے یا طلاق میں تیرا کام تیرے ہاتھ ہے یا طلاق میں نہ بیان کیا تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہوا اور اگر مرد نے ابتداءً یون کہا کہ طلاق میں تیرا کام تیرے اختیار ہے تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہوا اور اگر طلاق میں نہ کہا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق تو یہ نکاح کا اقرار ہوا اور اگر عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھے قربت نکرونگا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے اسیطرح اگر کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا بائن ہے تو بھی اقرار نکاح نہیں ہے ولیکن اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور مرد نے یہ کلمات اسکے جواب میں کہے تو اقرار ہوسکتے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک آزاد عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے پیدا ہوا ہے اس عورت نے کہا کہ ہان تو یہ نکاح کا اقرار ہوا اسیطرح اگر اس عورت سے کہا کہ یہ ہم دونون کا بیٹا ہے اسنے کہا کہ ہان تو بھی اقرار نکاح ہے اور اگر یہ عورت جس سے کلام کیا ہے باندی ہو تو یہ تمام کلام اقرار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو تین مہینہ سے طلاق دی ہے یا اگر اسکے

ایک مہینہ سے نکاح کیا ہو تو کوئی طلاق اُسپر واقع نہوگی اور اگر چار مہینہ سے نکاح کیا ہو تو اُسپر طلاق واقع ہو جائیگی ولیکن اگر عورت نے مرد کے قول کی اسناد وقت مین تصدیق کی یعنے تین مہینہ سے طلاق دی ہو تو اُسکی عدت اسی وقت سے ہوگی جس وقت طلاق واقع ہوئی ہو اور اگر اسناد وقت مین شوہر کی تکذیب کی تو اُسکی عدت شوہر کے اقرار کے وقت سے شروع ہوگی یہ مبسوط مین ہو - اگر بعد دخول واقع ہونیکے مرد نے اقرار کیا کہ مین نے اس عورت کو قبل دخول کے طلاق دیدی ہو حالانکہ اسکا مہر مقرر ہو چکا تھا تو طلاق واقع ہوگی اور اسکو اس مہر مسمی کا آدھا ملیگا اس سبب سے کہ اُسنے قبل دخول کے طلاق کا اقرار کیا ہو اور بعد طلاق کے دخول واقع ہونیکے اقرار کیوجہ سے اسکو مہر مثل دلایا جائیگا یہ محیط مین ہو - ایک عورت نے اقرار کیا کہ زید نے مجھ سے نکاح یا ملک کیوجہ سے وطی کی ہو حالانکہ زید منکر ہو پھر اس عورت نے زید کے بیٹے یا باپ سے نکاح کر لیا تو دونون مین جدائی نہ کی جائیگی - اسیطرح اگر عورت نے دعوی کیا کہ زید نے مجھے تین طلاق دی ہین اور زید کہتا ہو کہ مین نے اسکو ایک طلاق دی ہو پھر اس عورت سے دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے پہلے زید نے نکاح کر لیا تو جائز ہو اسیطرح اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہو پھر وہ لڑکا بالغ ہوا اور اُسنے اس عورت سے یا اسکی لڑکی سے نکاح کیا تو دونون مین جدائی نہ کیجاویگی ولیکن اسکو چاہئے کہ دونون مین سے کسی سے قربت نکرے - اور ایسی صورت مین جو اقرار عورت کی طرف سے ہو نکاح کو نہین توڑتا ہو اور اگر شوہر کی طرف سے ہو مثلاً اُسنے کہا کہ یہ عورت میری مان و باپ کی طرف سے بہن ہو اور اسی پر ثابت رہا پھر اس عورت سے نکاح کیا تو دونون مین جدائی کرادی جائیگی اور شوہر پر نصف مہر لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ مین نے اس عورت کو تین طلاق دی ہین پھر اسی عورت سے قبل اسکے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے خود نکاح کر لیا اور عورت نے کہا کہ تو نے مجھے کوئی طلاق نہین دی یا مین نے دوسرے سے نکاح کیا اور اُسنے دخول کیا ہو تو دونون مین جدائی کرادی جائیگی اور شوہر پر عورت کیواسطے قبل دخول کے آدھا مہر واجب ہوگا اور بعد دخول کے پورا مہر اور عدت کا نفقہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہو - اگر ایک مجہولۃ النسب عورت نے اقرار کیا کہ مین شوہر کے باپ کی بیٹی ہون اور شوہر کے باپ نے اُسکی تصدیق کی اور شوہر نے اسکی تکذیب کی تو قاضی دونون مین جدائی کرادیگا - اور اگر دو عورتین جنکا آپسمین بہنین ہونا معروف ہو اور وہ دونون جوڑا پیدا ہوئی ہین ان دونون مین سے ایک سے کسی ایک مرد نے نکاح کیا پھر دوسری نے اقرار کیا کہ مین اپنے بہن کے شوہر کے باپ کی بیٹی ہون اور شوہر کے باپ نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور اسکی بہن اور بہن کے شوہر نے اسکی تکذیب کی تو قاضی اسکی بہن اور بہن کے شوہر مین جدائی کردیگا یہ محیط مین ہو - ایک شخص کے پاس ایک باندی ہو اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اس باندی سے وطی کی ہو پھر اس باندی کو اس شخص کے باپ نے یا بیٹے نے خرید لیا تو اسکو حلال نہین ہو کہ اس باندی سے وطی کرے - اسیطرح اگر باپ یا بیٹے کے وطی کر لینے کے بعد اس شخص نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم جاری ہوگا اور اس شخص کے قول کی تصدیق کیجائیگی بشرطیکہ اپنی دیانت مین مرد متدین ہو اور یہ استحسان ہو اور اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اپنی ملک مین اس باندی سے وطی کی ہے پھر اُس کو آزاد کردیا یا پھر اس سے زید کے بیٹے نے نکاح کیا تو زید کے اقرار کی تصدیق قیاساً نہوگی مگر استحساناً تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر کسی عورت نے اقرار کیا کہ مین زید کی باندی ہون حالانکہ اس عورت کا مالک ہونا یا آزاد ہونا کچھ نہین معلوم ہوتا ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہو اور زید کی باندی قرار پاویگی جو امور کہ باندی کے ساتھ کر سکتا ہو وہ اسکے ساتھ بھی کر سکیگا - اور یہ مسئلہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتا

ہو کہ اگرچہ مقر لہ کو اسکا کاذب ہونا بھی معلوم ہو تو بھی یہ عورت اُسکی باندی ہو جائیگی کہ اسکو باندی کیطرح رکھے اس سے خدمت لے اسکو اپنے تحت مین لاوے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ اُسوقت تصرف جائز ہوگا کہ جب مقر لہ کو اسکا سچا ہونا معلوم ہووے اور اگر اسکا سچا ہونا معلوم نہووے جھوٹا ہونا معلوم ہو تو اسکو تصرف حلال نہوگا۔ اسیطرح اگر کوئی مرد مجہول الحال ہو کہ اسکا آزاد یا مملوک ہونا معلوم نہونا ہوا ور اُسنے زید کیواسطے اپنے مملوک ہونیکا اقرار کیا کہ مین زید کا مملوک ہون اور زید نے اُسکی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہے اسیطرح جو لڑکی یا لڑکا کہ بات کرتا یا سمجھتا ہو اگر اُس نے اپنے تئین کسی کے مملوک ہونیکا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اور وہ باندی یا غلام ہو جائیگی بشرطیکہ اس شخص نے اسکی تصدیق کی ہو اور لقیط کا حکم بھی حریت اور رقیت مین مثل مجہول الحال کے ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسکا حر ہونا کسیطرح کی دلیل سے ثابت نہوا ور اگر اسکا حر ہونا کسیوجہ سے بثبوت ہوتا ہو مثلاً اسکے والدین اصلی آزاد ہون یا یہ آزاد مشہور ہو تو قاضی اُسکے اقرار کی تصدیق نکریگا اور اُسکو مقر لہ کا مملوک قرار نہ دیگا۔ اسیطرح اگر قاضی نے اسپر آزادون کا کوئی حکم کبھی جاری کیا ہو مثلاً اُسنے کسیکو زخمی کیا یا اسکو کسی نے زخمی کیا اور قاضی نے آزادون کے مثل ارش کا حکم کیا تو پھر اسکے رقیت کے اقرار کی تصدیق نکریگا اسیطرح اگر ثابت ہو کہ یہ مثلاً زید کا آزاد کیا ہوا ہو اور اُسنے عمرو کے مملوک ہونیکا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہوگا ولیکن اگر زید اسکے اقرار کی تصدیق کرے تو اسکا اقرار جائز ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جسکا آزاد یا مملوک ہونا معلوم نہین ہے تو اُسکی ظاہری حریت پر نکاح جائز ہوگا اور اگر اُس سے چند اولاد ہوئین پھر اُسنے کسیکی مملوکہ ہونیکا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور شوہر نے انکار کیا تو عورت کے حق مین اسکے اقرار کی تصدیق کیجاویگی حتے کہ عورت مقر لہ کی باندی ہو جائیگی اور عورت کا مال مقر لہ کو ملیگا اور شوہر کے حق مین اُسکی تصدیق نہوگی حتی کہ مولے کی اجازت نہونے سے نکاح باطل ہونیکا حکم نہ کیا جائیگا اور مقر لہ کو اختیار نہوگا کہ عورت کو اُسکے شوہر سے ملنے وغیرہ سے منع کرے مگر شوہر کو اختیار ہوگا کہ مقر لہ کو اس عورت سے خدمت لینے سے منع کرے یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ پس اگر ایسی عورت کو شوہر نے اسکے اقرار کرنے سے پہلے مہر اسکا دیدیا ہو تو بری ہو گیا اور اگر بعد اقرار کے دیا تو بری نہوگا اور جو بچہ قبل اقرار کے جنی یا بعد اقرار کے چھ مہینے سے کم مین جنی وہ آزاد ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ غلام ہوگا بخلاف امام محمدؒ کے اور اس عورت کی پوری طلاق دو طلاق ہین اور عدت اُسکی دو حیض ہین اسپر اجماع ہے۔ اور اگر اُسکے اقرار کرنے سے پہلے شوہر نے اسکو دو طلاق دیدی ہین تو رجعت کرنیکا اختیار ہوا ور اسکو ایک طلاق ثالث دینا اسپر روا ہو یعنی تیسری طلاق بھی دے سکتا ہے اور اگر مقر لہ نے اُسکو آزاد کر دیا تو اسکو اختیار نہین ہے کہ چاہے اپنے شوہر کے نکاح مین رہے یا نرہے۔ اور اگر شوہر نے اس سے ایلا کیا پھر دو مہینہ گذرنے سے پہلے اُسنے مملوک ہونیکا اقرار کیا تو اسکے ایلا کی مدت دو مہینہ ہوگی اور اگر دو مہینہ گذرنے کے بعد اُسنے اقرار کیا تو مدت ایلا چار مہینہ قرار دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اس باندی کو مثلاً کسی نے زخمی کیا تو ارش باندی کا بیچ جو ہے وہ مقر لہ کا ہے اور اگر اس باندی نے خود کسیکو زخمی کیا تو مقر لہ کو اختیار ہے چاہے جرمانہ ادا کرے یا باندی کو دیدے کذا فی الکافی۔ اور اگر شوہر نے اسکو دو طلاق دی ہین اور اسکو یہ حال معلوم نہوا کہ اس نے اسکے مملوک ہونیکا اقرار کیا ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور اگر جانتا ہو تو رجعت نہین کر سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر شوہر نے اسکے ایلا نہیں کیا کہ اسکو دو طلاق دیدے پھر اس عورت نے مملوک ہونیکا اقرار کر دیا اور شوہر کو یہ بات

معلوم ہوئی مگر اُسنے وکیل کو معزول نہ کیا یہانتک کہ وکیل نے اُسکو دو طلاق دیدین تو عورت بائن ہو گئی اور اگر شوہر کو یہ اقرار کرنا معلوم نہوا یا معلوم ہوا مگر وہ وکیل کے معزول کرنے پر قادر نہوا تو اس سے رجعت کر سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اگر شوہر نے اُسکو ایک طلاق دی اور اُسکی عدت مین ایک حیض گذر گیا پھر اُسنے اپنی رقیت کا اقرار کیا تو اُسکی عدت دو حیض ہونگے اور اگر دو حیض گذرنے کے بعد اُسنے رقیت کا اقرار کیا تو عدت کے تین حیض ہونگے ۔ اور اگر شوہر نے اُس سے ایلا کیا اور ایک مہینہ گذر گیا پھر اُس سے ایلا کیا اور ایک مہینہ گذر گیا پھر اُسنے رقیت کا اقرار کیا تو پہلے ایلا کی مدت چار مہینہ اور دوسری ایلا کی مدت دو مہینہ قرار دیجاویگی پھر اگر وقت اقرار سے ایک مہینہ گذر گیا تو دوسرے ایلا کی وجہ سے مطلقہ ہو جائیگی اور دوسری مدت پہلے ایلا پر سبقت کر جائیگی اسی طرح اگر اس سے ایلا کیا پھر کہا کہ جسوقت دو مہینہ گذر جاوین پس واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا پھر جب دو مہینے گذر گئے تو اُسنے رقیت کا اقرار کردیا تو ایلا اول کی مدت چار مہینہ اور ایلا دوم کی دو مہینہ ہوگی پھر اگر بعد اقرار کے دو مہینہ گذر گئے تو دونون ایلاؤن کی وجہ سے دو طلاقون سے بائن ہو گئی یہ محیط مین ہو اور اگر اِس عورت سے کہا کہ جسوقت تو اِس دار مین داخل ہوئی یا جسوقت تونے زید سے کلام کیا یا ظہر کی نماز پڑھی یا جسوقت شروع مہینہ آیا تو تجھے دو طلاق ہین یعنی تو دو طلاق کی طالق ہو پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا پھر شرط پائی گئی تو دو طلاق اُسپر واقع ہو نگی ولیکن شوہر کو اُس سے رجعت کا اختیار ہو کیونکہ تعلیق سے رجوع کرنا صحیح نہین ہو پس اسکے کرنے سے تدارک نہین ہو سکتا ہو اور تعلیق ایسی شرط پر کی تھی جسمین رجعت ممکن ہو پس اگر یہ حکم دیا جاوے کہ اُسکی حرمت غلیظہ ہو گئی یعنے رجعت ممکن نرہی تو شوہر کو ضرر پہونچیگا اور یہ ضرر اس عورت کے اقرار کیوجہ سے ہوگا پس یہ حکم نہین دیا جائیگا اسیطرح اگر دو طلاق دینے مین اسکا کام اُسکے ہاتھ مین دیا یا کسی اجنبی کے ہاتھ مین دیا پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ تفویض امر لازمی ہوتا ہو اسکا تدارک بھی بر جوع ناممکن ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔ اور اگر اسکے کسی فعل پر دو طلاق اُسپر واقع ہونا معلق کین یعنے اگر تو نے فعل کرے۔ تو تجھکو دو طلاق ہین پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا پھر یہی فعل کیا تو دو طلاق اُسپر واقع ہو جائینگی ولیکن شوہر پر حرام نہوگی اور اگر اپنے کسی فعل پر معلق کین اور اُسکے اقرار رقیت کے بعد اُسنے خود وہ فعل کیا تو حرام ہو جائیگی اور کتاب مین مذکور ہو کہ خواہ اپنا فعل لیا ہو کہ اُسکا کرنا ضروری نہو جیسے باپ سے کلام کرنا یا ضروری ہو جیسے نماز ظہر وغیرہ یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی مرد مجہول الاصل کی ام ولد باندیون سے اولاد ہون اور اُسکے مدبر و مکاتب غلام ہون اور اس شخص نے اپنے تئین زید کے مملوک ہونیکا اقرار کردیا تو یہ اقرار اُسکے نفس و مال کے حق مین صحیح ہو اور اُسکی اولاد و ام ولد باندیون اور مدبرون و مکاتبون کے حق مین صحیح نہین ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو منتقی مین ہو کہ ایک شخص نے زید سے کہا کہ مین تیری باندی کا بیٹا ہون اور یہ میری مان تیری باندی ہو یہ تیری ملک مین یہ باندی بچہ جنی ہو مین آزاد ہون مین آزاد ہی پیدا ہوا ہون تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور وہ زید کا غلام قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک عورت مجہول الحال کے پاس ایک نابالغ صغیر بچہ حرام سے ہو پھر اس عورت نے اقرار کیا کہ مین زید کی باندی ہون اور یہ میرا بیٹا اُسکا غلام ہو تو عورت کے اقرار کی اُسکے ذات پر تصدیق کیجائیگی اور اگر بچہ ایسا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو اور اُسنے کہا کہ مین آزاد ہون تو بچہ کا قول مقبول ہوگا اسیطرح اگر ایک مرد اور اسکی عورت دونون مجہول الحال ہون اور دونونکا ایک نابالغ صغیر بچہ ہو اور دونون نے اپنے اور اپنے لڑکے کی نسبت زید کے مملوک ہونیکا اقرار کیا تو جائز ہو اور اگر یون کہا کہ ہم دونون زید کے مملوک ہین اور ہمارا یہ لڑکا عمرو کا مملوک ہو اور زید نے ان دونونکی بچہ کے بارہ مین

تکذیب کی تو بچہ بھی دونون کے ساتھ زید کا غلام قرار پاویگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔ زید نے اپنے غلام کو آزاد
کردیا پھر اقرار کیا کہ یہ عمرو کا غلام ہو اور عمرو نے تصدیق کی پس اگر ہنوز قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم نہین دیا ہو
تو غلام رقیق ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر قاضی نے اُسکی آزادی کا حکم جاری کردیا ہو پھر اُسنے اقرار کیا تو صحیح نہین ہو
اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اُسنے کہا نہین پھر کہا ہان ہو تو اُسکا غلام قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ اور اگر قابض نے عمرو سے کہا کہ اے عمرو یہ تیرا غلام ہو اُسنے کہا نہین پھر کہا کہ ہان میرا غلام ہو اور اُسپر گواہ لایا تو
مقبول نہونگے اسیطرح اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ عمرو کا غلام ہو پھر گواہ لایا کہ میرا غلام ہو تو گواہ قبول نہونگے یہ مبسوط مین ہو۔
مولے کے غلام مین تصرف کرتے وقت اُسکا خاموش رہنا آیا رقیت کا اقرار ہو یا نہین ہو اسمین دیکھنا چاہیئے کہ اگر ایسا
تصرف ہو جسمین آزاد و غلام دونون مشترک ہوتے ہین جیسے اجارہ یعنے مزدوری پر دینا یا نکاح یا خدمت وغیرہ تو اُسکے
تصرف مین خاموشی رقیت کا اقرار نہین ہو اور اگر تصرف ایسا ہو جو غلامون سے مختص ہو جیسے بیع و سپرد کردینا یا ہبہ و رہن
کرکے قبضہ دیدینا یا جرم مین اسکو دیدینا تو اُسوقت اُسکی خاموشی اور ردنکرنا رقیت کا اقرار ہو اور بیچکاتے وقت غلام کی
خاموشی رقیت کا اقرار نہین ہو اور اگر فروخت کردیا ولیکن سپرد نہین کیا ہو اور غلام خاموش رہا تو اسمین اختلاف ہو
بعض نے کہا کہ رقیت کا اقرار ہو اور متاخرین نے فرمایا کہ اقرار نہین ہو یہ مبسوط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک باندی
پر دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہو اور باندی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہو اور دونون کی اصل معلوم نہین ہو اور کوئی دوسرے
کے قبضہ مین بھی نہین ہو اور دونون نے ایک دوسرے کے دعویٰ کی معاً تصدیق کی تو یہ باطل ہو اور اگر آگے پیچھے اقرار
کیا تو جسنے اخیر مین اقرار کیا وہ اول کا مملوک ہوگا بشرطیکہ اول دوبارہ اُسکی تصدیق کرے پس اگر تصدیق کی تو مقر
اُسکا غلام یعنے مملوک ہوگا اور اگر تصدیق یا تکذیب کچھ نکی تو کوئی دوسرے کا مملوک نہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو
اگر کسی نے کہا کہ مجھے آزاد کردے تو یہ رقیت کا اقرار ہو اسیطرح اگر کہا کہ اُسنے مجھے کل کے روز آزاد کیا ہو اسیطرح اگر
کہا کہ آیا تونے مجھے آزاد کردیا ہو رقیت کا اقرار ہو یہ محیط مین ہو۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص کا نسب معلوم نہین ہو تا کہ
اُسکا ایک آزاد بیٹا ہو اُس مجہول النسب نے ایک غلام خرید کر آزاد کردیا۔ پھر اُس مجہول نے زید کے مملوک ہونیکا اقرار کیا اور زید
نے اُسکی تصدیق کی اور آزاد شدہ نے انکار کیا تو مجہول کا اقرار اُسکے حق مین صحیح ہو اور وہ زید کا غلام ہو جائیگا اور
آزاد شدہ کے حق مین صحیح نہین ہو حتی کہ آزاد کرنا باطل نہوگا پھر اگر وہ غلام مرگیا اور مال چھوڑا تو اُسکے آزاد کنندہ کے مولی
یعنی زید کو ملیگا بشرطیکہ اُسکے عصبات مین کوئی موجود نہو اور اگر اسکا کوئی عصبہ ہو جیسے بیٹا بھائی وغیرہ تو یہ لوگ میراث
کے حقدار ہین مقر لہ کو نہ ملیگی اور اگر اُسکے فقط ایک بیٹی موجود ہو تو اُسکو نصف دیکر باقی آزاد کنندہ کو بسبب ولاء کے
پہونچیگی۔ پھر اُسکے اقرار کیوجہ سے زید یعنے مقر لہ کی ہو جائیگی اور اگر وہ مرا نہین بلکہ اُسنے کوئی ایسا جرم کیا جسمین سعی کرنی
لازم ہو تو سعی کریگا اور کوئی اُسکا عاقلہ نہوگا یعنے مددگار برادری کا حق کسی پر جاری نہوگا اور مشائخ نے اختلاف کیا
ہو آیا وہ اپنی قیمت کی سعی کریگا یا مقتول کی دیت کی تو بعضون نے کہا کہ اپنی قیمت کی اور بعضون نے کہا کہ اُسکی دیت
کی اور صدر الشہید نے فرمایا کہ یہی اصح ہو اور اسی طرف کرخی نے میل کیا ہو جیسا کہ جصاص نے اُسنے نقل کیا ہو یہ تحریر شرح
جامع کبیر مین ہو۔ اور اگر ایسے غلام پر کسی نے جرم کیا تو ایسا ہی ہوگا جیسے اور مملوکون پر جرم کرنیکا حکم ہو یہ مبسوط سرخسی مین ہو۔ اور اگر مقر لہ یعنے
زید نے اس مقر یعنے مجہول مذکور کو آزاد کیا۔ پھر پہلا آزاد شدہ مرگیا تو اُسکا مال مقر لہ کو ملیگا اسیطرح اگر مقر یعنے مجہول کا کوئی آزاد

بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جب تک باپ زندہ موجود ہو تو بیٹے کا اسکے آزاد شدہ کے ترکہ مین کچھ حق نہین ہے اور اگر پہلے معتق مر گیا اور ایک آزاد بیٹا چھوڑا پھر پہلا آزاد شدہ مر گیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا تو اُسکی میراث غلام معتق کے بیٹے کو ملیگی مقر لہ کو نہ ملیگی اسیطرح اگر سوائے بیٹے کے اسکے عصبات موجود ہون تو بھی مال اُسی کا ہوگا یہ تقریر شرح جامع کبیر مین ہے - قال المترجم وحاصل المسئلۃ ما قد لخصناہ فی الحاشیۃ فتذکرہ واللہ تعالی اعلم

سترھوان باب - نسب وام ولد ہونے وعتق وکتابت اور مدبر کرنیکے اقرار کے بیان مین - اگر کسی نے دوسرے کی نسبت اپنے بیٹے ہونیکا اقرار کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ مقر لہ ایسا ہو کہ ایسے لوگون کے ایسا بیٹا ہو سکتا ہو اور مقر لہ دوسرے سے ثابت النسب نہو اور جبکہ مقر لہ عبارت صحیح بول سکتا ہو تو مقر کے اقرار کی تصدیق کرے - اور ام ولد ہونیکا اقرار بھی صحیح ہے بشرطیکہ ایسے لوگون کے مثل مقر کے بیٹا پیدا ہو سکتا ہو اور مقر دوسرے سے ثابت النسب نہو اور عبارت صحیح سے مقر لہ مقر کے اقرار کی تصدیق کرے - اور جورو ہونیکا اقرار بھی جبکہ وہ عورت اسکی تصدیق کرے اور دوسرا اسکا شوہر نہو اور نہ اسکی عدت مین ہو اور نہ اس مقر کی تحت مین اس عورت کی بہن یا اسکے سوائے چار عورتین ہون صحیح ہے اور یون اقرار کرنا کہ یہ غلام میرا آزاد کردہ ہے یا یون اقرار کرنا کہ یہ میرا آزاد کنندہ ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر لہ تصدیق کرے اور پہلی صورت مین آزاد شدہ کی اور دوسری صورت مین مقر کی آزادی دوسرے سے ثابت نہو - اور ان لوگون کے سوائے اقرار صحیح نہین ہے مثلاً بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ کا اقرار نہین صحیح ہے اور واضح ہو کہ یہان صحت اقرار وعدم صحت اقرار کی تفسیر یہ ہے کہ اقرار صحیح کے یہ معنی ہین کہ اقرار سے جو حقوق مقر اور مقر لہ اور ان دونون کے سوائے دوسرونکو لازم آتے ہین اُن حقوق مین یہ اقرار معتبر ہو پس جن لوگونکی نسبت ہمنے صحت اقرار کا حکم کیا ہے انہین سے مثلاً اگر کسی کیواسطے بیٹے ہونیکا اقرار کیا اور وہ اقرار اپنے شرائط کے ساتھ صحیح قرار دیا گیا تو یہ بیٹا مقر لہ اُس مقر کے باقی وارثون کیساتھ میراث لیگا اگرچہ باقی وارث اسکے نسب سے منکر ہون اور یہی مقر کے باپ سے یعنی مقر لہ کے دادا کی میراث مین بھی شریک ہوگا اگرچہ دادا نے اسکے نسب سے انکار کیا ہو اور جن لوگون کے واسطے ہمنے اقرار صحیح نہونیکا حکم کیا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ مقر ومقر لہ کے سوائے غیر دونکو جو حقوق اس اقرار سے لازم آتے ہین انکے واسطے یہ اقرار معتبر نہین ہے اگرچہ ذاتی اسکے حقوق کے واسطے یہ اقرار معتبر ہے چنانچہ مثلاً کسی نے دوسرے کی نسبت اپنے بھائی ہونیکا اقرار کیا اور مر گیا اور اس مقر کے دوسرے وارث موجود ہین جو اس شخص مقر کے بھائی ہونے سے انکار کرتے ہین تو یہ بھائی دوسرے وارثون کے ساتھ مقر کا وارث نہوگا اور بھی مقر کے باپ کا وارث نہوگا جبکہ وہ اسکے نسب سے منکر ہو ولیکن مقر کی زندگی مین اُسپر نفقہ کا استحقاق رکھتا ہے کیونکہ یہ حق مقر کی ذات کو لازم ہے - اور عورت کا اقرار ان تینوں کیساتھ یعنی والد اور شوہر اور مولی کا صحیح ہے بیٹا ہونیکا صحیح نہین ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیٹا ہونیکا اقرار صحیح نہ ہونا ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اسکا شوہر معروف ہو اور اگر شوہر معروف نہو تو عورت کا اقرار صحیح ہونا چاہیے یہ محیط مین ہے - ایک شخص اپنی صحت مین ایک غلام کا مالک ہوا اور اپنے مرض مین یون اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ایسا شخص ایسے شخص سے پیدا ہو سکتا ہے اور اُس غلام کا کوئی نسب معروف نہین ہے تو وہ اُسکا بیٹا قرار پائیگا اور آزاد اور وارث ہوگا اور کچھ سعایت نکریگا اگرچہ مقر کا اسکے سوائے کچھ مال نہو اور اُسپر اس غلام کی قیمت سمیت قرض محیط ہو - اسیطرح اگر اس غلام کیساتھ اُسکی ماں کا مالک ہوا اور حالت صحت مین مالک ہوا تو اُسکی ماں بھی سعایت نکریگی - اور اگر غلام کا حالت مرض مین مالک ہوا ہو اور اُسکی ذات کیواسطے

اقرار کیا تو بچے کا نسب مقر سے ثابت ہوگا اور اُسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر مریض کا کوئی دوسرا مال سوائے اس غلام کے نہو کہ جسکی تہائی یہ غلام ہوتا ہو تو اس غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مقدار سعایت مین اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک دو تہائی قیمت کیواسطے مشقت کر کے ادا کرے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تمام قیمت کیواسطے بزیادت اُسقدر حصہ میراث کے جو خصوص اسکو حاصل ہووے سعی کریگا اور جسقدر حصہ میراث خصوص اسکا ہو اسقدر اس سے کم کردیا جائیگا اور اگر مریض کا سوائے غلام کے اسقدر مال ہو کہ جسکی تہائی یہ غلام ہوتا ہو تو صاحبین رح کے نزدیک اُس مال سے غلام میراث پاویگا اور اپنی قیمت کیواسطے سعی کریگا مگر اسقدر کم کیا جائیگا جتنا اُسکا حصہ میراث ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک وارث ہوگا اور اپنی کچھ بھی قیمت کیواسطے سعی نکریگا و لیکن باندی مقر کے مرنے سے آزاد ہو جائیگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب باندی کا یہ حالت مرض مین مالک ہوا ہو اور یہ بیان لاجامع ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام صغیر جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتا ہے دو شخصون زید و عمرو مین مشترک ہے کہ دونون نے اسکو خریدا ہے پھر زید نے کہا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا اور میرا بیٹا ہے یا ہم دونون کا بیٹا ہے پس اگر ملا کر بیان کیا تو اُسکا نسب مقر سے ثابت ہو جائیگا خواہ شریک نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر جدا کر کے یون بیان کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر چپ رہا پھر کہا کہ اور تیرا بیٹا ہے تو یہ اقرار مقر پر نافذ ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تیرا بیٹا ہے پھر چپ رہا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے پس اگر شریک نے یعنے عمرو نے اُسکی تصدیق کی تو عمرو سے اُسکا نسب ثابت ہو جائیگا اور اگر عمرو نے تکذیب کی تو اُس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور مقر سے یعنے زید سے امام اعظم رح کے نزدیک ثابت نہوگا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ثابت ہوگا۔ اور جس صورت مین زید نے جدا کر کے کلام کو بیان کیا ہو اگر اُس صورت مین عمرو نے زید کے اقرار کے بعد یون بیان کیا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا اور میرا بیٹا ہے یا ہم دونون کا بیٹا ہے تو عمرو سے اُسکا نسب ثابت ہو جائیگا کیونکہ یہ کلام عمرو کا زید کے قول کی تصدیق اور اقرار ہے۔ اور اگر پہلے مقر نے کہا یعنے عمرو نے کہا کہ میرے سوائے تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا ہے کہکر خاموش رہا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے تو عمرو سے نسب ثابت نہوگا۔ پس امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین سے کسی سے ثابت نہوگا اور صاحبین کے نزدیک [illegible] ثابت یہ شرح زیادات عتابی مین ہے اور اگر یہ غلام بالغ ہو یا نابالغ ہو مگر اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو پس اگر زید و عمرو دونون [illegible] اُسکے رقیق ہونیکا اقرار کرتا ہو تو یہ لڑکا اور جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتا ہے دونون برابر ہین اور اگر اُسنے دونون کے واسطے رقیق ہونیکا اقرار نہ کیا تو صورت مذکورہ مین اسکے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا اگر اُسنے زید کیواسطے اقرار کیا تو زید کا بیٹا ہوا اور اگر عمرو سے اقرار کیا تو عمرو کا بیٹا ہے بشرطیکہ عمرو اُسکی تصدیق کرے کیونکہ عمرو مقر له قرار دیا گیا ہے خود مقر نہین ہے اور اگر دونون کے نسب سے انکار کیا تو کسی سے نسب ثابت نہوگا یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون کی مشترک باندی کے بچہ پیدا ہوا پس ایک نے کہا کہ میرا بیٹا و تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا و میرا بیٹا ہے یا ہم دونون کا بیٹا ہے پس اگر شریک نے اُسکی تصدیق کی تو مقر سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور نسب ثابت ہونیکی وجہ سے باندی اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُس کی آدھی قیمت خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو شریک کو دیگا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہوگا اور نصف عقر شریک کی تصدیق کیوجہ سے نصف عقر کا بدلا ہو گیا اور اگر شریک نے اُسکی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے مگر اسقدر فرق ہے کہ مقر کو آدھا عقر شریک کو دینا پڑیگا اور شریک پر نصف عقر مقر کیواسطے واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ زید و عمرو نے ایک غلام بازار سے خریدا اور وہ خالد کا غلام تھا کہ اُسکے پاس پیدا ہوا تھا پھر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا و میرا بیٹا ہے یا ہم دونون کا بیٹا ہے اور

عمرو نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی تو وہ زید کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور غلام سے دریافت نہ کیا جائیگا اگرچہ وہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو پھر اگر عمرو نے زید کی تصدیق کر دی تھی تو زید پر اسکی قیمت مین کچھ ضمان نہو گی اور اگر تکذیب کی ہو تو اسکا حکم مثل ایسے ہو گا کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک شخص نے اسے آزاد کر دیا۔ اور اگر عمرو نے یون کہا کہ یہ میرے سوا ے تیرا بیٹا ہی تو امام اعظمؒ کے نزدیک زید پر عمرو کو واسطے کچھ ضمان نہو گی ولیکن یہ غلام آزاد شدہ اپنی قیمت مین عمرو کیواسطے سعی کریگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید خوشحال ہی تو ضمان دیگا یہ محیط مین ہی۔ زید و عمرو نے ایک غلام خریدا پھر زید نے اسکے نسب کا دعوی کیا پھر عمرو پر گواہی دی کہ اسنے میرے دعوی کرنے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہی اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو زید سے بسبب عمرو کی تصدیق کرنیکے ضمان ساقط ہو گئی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون زید و عمرو مین مشترک ہی پس زید نے دعوی کیا کہ یہ میری ام ولد ہی اور اسکے شریک عمرو نے کہا کہ مین نے تیرے اس دعوی سے پہلے اسکو آزاد کیا ہی اور زید نے اسکی تکذیب کی تو باندی زید کی ام ولد قرار پائیگی اور زید عمرو کو نصف قیمت کی ضمان دیگا یہ محیط مین ہی ایک باندی دو شخصون زید و عمرو مین مشترک تھی وہ انکی ملک مین بچہ جنی پس ایک نے اسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور عمرو نے باندی کے نسب کا دعوی کیا اور دونون نے معا دعوے کیا یا دوسرے نے یون اقرار کیا کہ مین نے باندی کو آزاد کر دیا تھا تو بچہ کا نسب زید سے ثابت ہو گا اور باندی انکی ام ولد ہو جائیگی کیونکہ بچہ کا دعوی نسب دعوی استیلاد ہی پس وقت علوق نطفہ سے مستند ہو گی اور باندی کی دعوت دعوت تحریر ہی پس وقت دعوت سے معتبر ہو گی پس دعوت استیلاد سابق ہوئی لہذا اسی پر حکم ہو گا اور زید کو آدھی قیمت باندی کی عمرو کو دینی پڑیگی اگرچہ شریک عمرو ہے کیونکہ تمام ضمان نہین ہی کیونکہ اسنے نہ عمد کیا ہی کہ یہ باندی میری بیٹی یا آزاد کردہ ہی اور آدھا عقر بھی دیگا کیونکہ اسنے وطی کا اقرار کیا ہی ولیکن بچہ کی قیمت کا ضامن نہو گا کیونکہ اسکا نطفہ اصلی آزادی کے ساتھ قرار پایا ہی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ زید کے پاس ایک باندی ہی اسنے ام ولد بنائی کہ اسکے بچہ پیدا ہوا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ باندی عمرو کی ہی اسنے میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا اور باندی نے تصدیق کی تو باندی مع بچہ کے دونون عمرو کی مملوک ہو نگی اور اگر بچہ نے بعد بالغ ہونیکے انکار کیا تو اسکے انکار پر التفات نہ کیا جائیگا اسیطرح اگر باندی نے کچھ نہ کہا یہانتک کہ مر گئی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر باندی نے تکذیب کی تو زید کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی ولیکن زید کو باندی کی قیمت عمرو کو دینی ہو گی اور بچہ کی قیمت دینی پڑیگی اور نہ عقر دیگا اور اگر باندی تصدیق یا تکذیب کرنے سے پہلے مر گئی تو زید کی تصدیق کیجاویگی اور بچہ عمرو کا غلام ہو گا۔ اور اگر باندی نے انکار کیا اور ہنوز کچھ حکم ہوا تھا کہ باندی مر گئی تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا یہانتک کہ غلام بالغ ہو اور بعد بلوغ کے غلام کا قول مقبول ہو گا۔ اور اگر باندی زندہ ہی اور بچہ اس لائق ہی کہ اپنی ذات کیطرف سے تعبیر کر سکتا ہی پس باندی نے زید کی تصدیق کی اور غلام نے تکذیب کی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو غلام آزاد اور باندی زید کی ام ولد ہو گئی اور زید کو باندی کی قیمت عمرو کو دینی پڑیگی یہ محیط مین لکھا ہی امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید کا ایک غلام ہی اور غلام کا ایک بیٹا ہی اور بیٹے کے دو بیٹے ہین کہ ہر ایک علیحدہ بطن سے پیدا ہوا ہی اور ان سب مین سے ہر ایک ایسا ہی کہ اسکے مثل زید سے پیدا ہو سکتا ہی پھر مولی نے اپنی صحت مین اقرار کیا کہ ایک ان مین سے میرا بیٹا ہی تو جبتک مولی زندہ ہی اسکو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ وہ کون ہی پس جسکو اسنے بیان کیا اسکا نسب زید سے ثابت اور اسکے بعد کے سب آزاد ہونگے اور اگر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو غلام اپنی تین چوتھائی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور اسکا بیٹا دو تہائی کیواسطے

اور دونون پوتے اپنی چوتھائی قیمت کیواسطے ہر ایک سعی کریگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اُس غلام کے دو بیٹے مختلف پیٹ سے ہین اور ہر بیٹے کا ایک ایک بیٹا ہے یہ سب پانچ آدمی ہین اور ہر ایک انہین سے ایسا ہے کہ زید کے ایسا بیٹا ہو سکتا ہے پھر زید نے اپنی صحت مین کہا کہ ایک انمین سے میرا بیٹا ہے اور قبل بیان کے مرگیا تو اول سے پانچوان حصہ آزاد ہوگا اور چار پانچوین حصہ کیواسطے سعی کریگا اور دونون درمیانی مین سے ہر ایک کا چوتھائی آزاد ہوگا اور تین چوتھائی کیواسطے سعی کریگا اور دونون اخیرون مین سے ہر ایک کا دو تہائی آزاد ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر سب غلام اس صورت مین ثابت عدد ہون اسطرح کہ دونون اخیرین کے بھی ایک ایک لڑکا ہو پس مولی نے کہا کہ انمین سے ایک میرا بیٹا ہے اور قبل بیان کے مرگیا تو صاحبین رح کے نزدیک اور یہی اصح قول امام اعظم رح کا ہے کہ اول مین سے ساتوان حصہ آزاد ہوگا اور چھ ساتوین حصہ قیمت کیواسطے سعی کریگا اور اُس کے دونون بیٹون مین سے ہر ایک سے چھٹا حصہ آزاد ہوگا اور پانچ چھٹے حصہ کیواسطے سعی کریگا اور دونون پوتون مین سے ہر ایک سے پانچوان حصہ آزاد اور چار پانچوین حصہ کیواسطے سعی کریگا اور دونون پر پوتون مین سے ہر ایک سے پانچ آٹھوان حصہ آزاد اور تین آٹھوین حصے کیواسطے سعی کریگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ ایک غلام زید و عمرو مین مشترک ہے زید نے عمرو سے کہا کہ ہم دونون نے اسے آزاد کیا ہے یا مین نے اور تو نے اسکو آزاد کیا ہے یا تو نے اور مین نے اسے آزاد کیا ہے اور عمرو نے ان تینون اقرارون مین تصدیق کی تو دونون کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور دونون کا آزاد کردہ قرار پائیگا اور اگر عمرو نے اسکی تکذیب کی تو زید کے اقرار پر اُسکی طرف سے آزاد ہوگا اور گویا ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اُسے آزاد کر دیا یہ حکم ہوگا پس امام اعظم رح کے نزدیک عمرو کو تین طرح کا اختیار حاصل ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر زید خوشحال ہے تو اسپر ضمان متعین ہوگی اور اگر تنگدست ہے تو غلام سعایت کریگا اور زید و عمرو کے حصہ کی ولا موقوف رہیگی پس اگر عمرو نے دوبارہ زید کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جسقدر ضمان یا سعایت لی ہے سب واپس کردیگا اور ولا عمرو کیواسطے ثابت ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا یہ غلام کل کے روز آزاد کیا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے تو قضاءً یعنے حکم قاضی مین آزاد ہوگا و فیما بینہ و بین اللہ تعالی آزاد نہوگا یعنی قاضی ظاہر پر آزادی کا حکم کردیگا مگر چونکہ واقع مین اُسنے آزاد نہین کیا ہے لہذا عند اللہ آزاد نہین ہے کذا فی المبسوط مشرحاً۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے تجھے کل کے روز آزاد کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالی تو آزاد نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تجھے کل کے روز آزاد کر دیا ہے حالانکہ آج ہی خریدا ہے یا یون کہا کہ مین نے تجھے تیرے خریدنے سے پہلے آزاد کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی۔ قال المترجم اُسکی مراد تعلیق نہین ہے یعنے یون نہین کہا تھا کہ جب مین تجھے خریدون تو تو آزاد ہے ورنہ آزاد ہو جائیگا۔ اگر کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا اگر تو اس دار مین داخل ہو۔ تو جبتک دار مین داخل نہو آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ آزادی کے باب مین مین نے تیرا کام تیرے اختیار مین کل کے روز دیدیا تھا پھر تو نے اپنے آپکو آزاد نہ کیا اور غلام نے کہا کہ بلکہ مین نے آزاد کر لیا ہے تو آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے تجھے مال پر آزاد کیا ہے اور غلام نے کہا کہ بلا عوض آزاد کیا ہے تو غلام کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے تجھے مال پر کل آزاد کیا مگر تو نے قبول نہین کیا اور غلام نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے قبول کیا یا کہا کہ تو نے مجھے مفت بغیر عوض آزاد کیا ہے تو زید کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اقرار کیا کہ مین نے اپنا یہ غلام آزاد کیا نہین بلکہ یہ غلام دوسرا آزاد کیا ہے تو دونون آزاد ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مولی نے کہا کہ مین نے تجھے مکاتب کیا ہے اور مال کتابت کی مقدار بیان نہ کی اور غلام نے کہا کہ پانسو درم پر تو امام اعظم رح کے نزدیک غلام کی تصدیق ہونی چاہیے اور صاحبین رح کے نزدیک تصدیق نہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اگر

سله [illegible]

کہا کہ میں نے کل تجھے ہزار درم پر مکاتب کیا تھا مگر تو نے کتابت قبول نہ کی اور غلام نے کہا کہ بلکہ میں نے قبول کر لی تھی تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ہزار درم پر مکاتب کیا ہے نہیں بلکہ وہ مکاتب کیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کتابت کا دعوی کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اقرار کیا کہ میں نے غلام کو قبل اسکے خریدنے کے مکاتب کیا یا میں نے اِسکو کل کے روز مکاتب کیا حالانکہ آج ہی خریدا ہے تو صحیح نہیں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے اِسکو کل کے روز مکاتب کیا ہے اور انشاء اللہ تعالی کہا ہے تو اُسی کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی ذات کیواسطے خیار کا استثنا کیا ہے اور مکاتب نے کہا کہ اسمیں خیار ہی نہ تھا تو کتابت جائز ہے اور خیار میں مولی کی تصدیق نہوگی اور ایسے ہی اِن صورتوں میں بیع کا بھی حکم ہے۔ کذا فی الحاوی۔ ایک باندی کو مدبر کیا پھر اقرار کیا کہ یہ دوسرے شخص کی مدبرہ تھی میں نے اُس سے غصب کی ہے تو باندی کے حق میں اسکے اقرار کی تصدیق نہوگی اور خود اسکی قیمت کی ضمان دیگا اور حکم قاضی میں باندی سے خدمت لینا اور وطی کرنا جائز رکھا جائیگا ولیکن دیانت کی راہ سے اِسکو یہ فعل نہ کرنا چاہئے بشرطیکہ جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہوا اور اگر کسی اجنبی نے اِس باندی کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مقر نے قتل کیا تو قیاساً اُسپر قصاص ہے اور استحساناً نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک باندی زید و عمرو میں مشترک ہے زید نے کہا کہ میں نے اور تو نے اِسکو مدبر کر دیا یا کہا تو نے اور میں نے اِسکو مدبر کیا ہے یا ہم دونوں نے اسکو مدبر کیا ہے پس اگر عمرو نے اُسکی تصدیق کی تو باندی دونوں کی مدبرہ ہوگی اور اگر عمرو نے تکذیب کی تو ایسا ہوا کہ گویا ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی اُسکو ایک شخص نے مدبر کر دیا اور ایسی صورت میں امام اعظم رح کے نزدیک شریک کو پانچ طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے چاہے تو اپنا حصہ مدبر کردے یا اپنا حصہ اپنے حال پر چھوڑ دے یا مدبر کرنیوالے سے ضمان لے اگر وہ خوشحال ہے یا باندی سے سعی کرادے اگر مدبر کرنیوالا تنگدست ہے یا اپنے حصہ کو آزاد کردے۔ پھر اگر شریک نے مقر سے باندی کی قیمت کی ضمان لی تو آدھی باندی مقر کی مدبرہ ہوگی اور باقی آدھی موقوف رہیگی ایک روز مقر کی خدمت کریگی اور ایک روز خالی رہیگی۔ پھر اگر مقر کے شریک نے تصدیق مقر کیطرف رجوع کیا تو وہ باندی دونوں کی مدبرہ ہو جائیگی اور شریک نے جو کچھ ضمان لی ہے وہ مقر کو واپس کردے اور اگر شریک نے اُسکے قول کی تصدیق کیطرف رجوع نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک مر گیا اور سوائے باندی کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پس اگر مقر مر گیا اور باندی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی وارثان مقر کے واسطے اپنی نصف قیمت کی دو تہائی کیواسطے سعی کریگی اور اگر باندی نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو بھی ظاہر الروایہ کے موافق اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کریگی۔ اور اگر منکر مر گیا پس اگر باندی نے مقر کے قول کی تصدیق کی تو اپنی تمام قیمت کیواسطے مقر کے لیے سعی کرے۔ اور اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو مقر کیواسطے اسکے حصہ کی آدھی قیمت بتکمیلے سعی کریگی اس سے زیادہ سعی نہ کریگی۔ اور اگر دونوں مر گئے ایک بعد دوسرے کے مرے پس اگر مقر پہلے مرا پھر منکر مر گیا اور باندی نے مقر کے اقرار کی تصدیق کی تو حکم مسئلہ کا قبل موت منکر کے یہ ہے کہ مقر کے نصف حصہ کی تہائی آزاد ہوا اور باندی پر اس نصف کی دو تہائی کیواسطے سعی کرنی لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد منکر مر گیا تو باندی پر بقدر حصہ منکر کے مقر کیواسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور یہ مال مقر کے ترکہ میں داخل ہوگا اور ترکہ میں زیادتی ہو جائیگی اور اُسکا ثلث یعنے تہائی بھی زیادہ نکلیگی پس اُسکی تہائی باندی کو دیجاویگی اور تمام کی دو تہائی کیواسطے وہ سعی کریگی اور اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے کہ اپنی دو تہائی کیواسطے سعی کرے اور اگر پہلے منکر مر گیا پھر مقر مرا اور باندی نے مقر کے اقرار کی تصدیق کی ہے تو ہمارے مشائخ نے ذکر کیا کہ باندی پر اپنی تمام قیمت کیواسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور

یعنی دوسرے شخص کی باندی کو مدبر کر دیا

اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو ہم کہتے ہین کہ امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ کو قبل موت مقر کے ذکر کیا اور باندی پر تو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور بعد موت مقر کے اس مسئلہ کا حکم بیان نہین فرمایا اور مشائخ نے ذکر کیا کہ اسپر کل قیمت کیواسطے سعی واجب ہوگی کیونکہ قبل موت مقر کے اسپر کل قیمت کی سعایت واجب تھی پس [illegible] یہ سب امام اعظم رحمہ کے مذہب کا بیان ہوا ہو۔ لیکن صاحبین رحمہ کے مذہب کا یہ بیان ہو کہ مقر کے اقرار [illegible] پھر اسکے بعد اگر شریک نے مقر کی تصدیق کی تو دونون مین مدبرہ قرار پا دیگی اور مقر ضامن ہوگا اور اگر تکذیب کی تو [illegible] قیمت کی ضمان شریک کو دیگا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور آدھی باندی مقر کی مدبرہ ہوگی اور [illegible] موقوف رہیگی یہانتک کہ اسکا شریک مقر کے قول کی طرف رجوع کرلے اور اسکی تصدیق کرے پھر اگر تصدیق کی تو دونون مین مدبرہ قرار پا دیگی اور شریک نے جو کچھ ضمان لی ہو وہ واپس کرے اور اگر شریک نے مقر کے قول کی تصدیق کیطرف رجوع نہ کیا یہانتک کہ مقر مرگیا تو وارثان مقر کیواسطے باندی آدھی کی دو تہائی قیمت کیلئے سعی کریگی فی الحال سپر اسکے سوائے اور کچھ واجب نہین ہو خواہ باندی نے مقر کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو پھر اسکے بعد باقی مسئلہ کا حکم صاحبین رحمہ کے نزدیک بھی ویسا ہی ہو جیسا ہم نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے مذہب مین بیان کیا ہے یہ محیط مین ہے

اٹھارھوان باب۔ خرید و فروخت مین اقرار اور مبیع مین عیب کے اقرار کے بیان مین۔ اگر زید نے کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ کل کے روز فروخت کیا تھا مگر تو نے قبول نہین کیا اور مشتری عمرو نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اسیکا قول قبول ہوگا۔ اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے یہ غلام خریدا مگر تو نے قبول نکیا اور بائع نے کہا کہ مین نے قبول کیا ہو تو بائع کا قول قبول ہوگا کیونکہ دونون کے فعل سے بیع ٹھیک ہوگی [illegible] مین ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکے دام نے لئے مگر تعداد بیان نہین کی تو جائز ہو اور اگر بیع کی اور قبضہ کرنیکا اقرار کیا تو بھی جائز ہو اور اگر تعداد بیان کی اور کہا کہ مین نے دام نہین پائے ہین اور مشتری نے کہا کہ قبضہ کرچکا ہو تو قسم سے قول بائع کا مقبول ہوگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہئے ہو یہ مبسوط مین ہو۔ [illegible] اقرار کیا کہ مین نے [illegible] فروخت کیا اور اس دار کو نہ بتلایا پھر انکار کیا تو اقرار باطل ہو اسیطرح اگر مبیع کو بیان کیا لیکن ثمن کی مقدار و جنس بیان کی تو بھی یہی حکم ہو اور اگر حدود دار ذکر کیے اور ثمن کا نام لیا تو بیع لازم ہوجائیگی اگر بیع بائع اس سے انکار کرے اور گواہ حدود کو نہ پہچانتے ہون بعد ازینکہ گواہ معرفت حدود دقائم ہون یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر اقرار کیا کہ مین نے زید کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور غلام کو نہ بتلایا پھر انکار کیا تو اقرار باطل ہو اسیطرح اگر اقرار کیا کہ مین نے اپنا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جز اسکے کہ گواہون نے اسکو بعینہ نہین پہچانا تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہو اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کا نام نہ لیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو تجھ سے پانچ سو درم کو خریدا ہو پس زید نے انکار کیا کہ مین نے کسی چیز کے عوض نہین بیچا ہو تو زید سے عمرو کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور صرف پہلے اقرار سے اسپر بیع لازم نہوگی اسیطرح اگر مشتری نے [illegible] اقرار کیا پھر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہو اور عمرو نے کہا کہ مین نے تجھ سے کسی قدر کو نہین خریدا ہو پھر کہا کہ ہان مین نے تجھ سے وہ غلام ہزار درم مین خریدا ہو اور زید نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو نہین بیچا ہو تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اسکو بعوض ثمن کے لینے کا اختیار ہو اور اگر ایسا ہوا کہ جسوقت مشتری نے خرید سے انکار کیا اسوقت بائع نے کہا کہ تو سچا ہو تو نے اسکو نہین خریدا ہو پھر اسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو خریدا ہو تو بائع کے ذمہ بیع لازم نہ آویگی اور مشتری

سے اس امر کے گواہ قبول نہونگے و لیکن اگر بائع پھر مشتری کی تصدیق کرے تو دونون کا باہی تصدیق کرنا بمنزلہ
بیع جدید کے ہوجائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا ہے نہیں بلکہ خالد کے
ہاتھ فروخت کیا ہے تو یہ باطل ہے اور دونون میں سے ہر ایک اس سے قسم لے سکتا ہے بشرطیکہ ثمن مسمی کے عوض خریدنے کا دعوی
کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے پاس ہے عمرو کا ہے میں نے اُس سے ہزار درم کو خریدا ہے اور اُسکو دام
دیدیے ہیں پھر بعد اسکے کہا کہ میں نے یہ غلام خالد سے پانچسو درم کو خریدا ہے اور دام دیدیے ہیں پھر اگر اس سب پر گواہ قائم
کیے تو جائز ہے اور اُسپر پہلے یعنے عمرو اور دوسرے خالد دونون کا ثمن واجب ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے فقط دونون
بیع پر گواہ قائم کیے ہون اور اگر دونو نکو دام دیدینے پر بھی گواہ قائم کیے تو کسی کا اُسپر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اس امر
پر وہ گواہ نہ لایا تو غلام عمرو کو ملیگا اگر اُسنے بیع سے انکار کیا اور اگر دوسرے نے یعنی خالد نے اسکی تصدیق کی تو اسکو پانچسو
درم دام ملینگے اور اگر بیع سے انکار کیا تو زید کو غلام کی قیمت خالد کو دینی پڑیگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر بیع اول پر گواہ قائم کیے
دوسری بیع پر قائم نہ کیے مگر دوسرے نے بیع کی تصدیق کی تو اسکا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ دونون بیع گواہون سے
ثابت ہوئی ہون یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم کو اسکے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مشتری نے کہا
کہ میں نے پانچسو درم کو خریدا ہے حالانکہ آدھا غلام مشتری کی ملک سے خارج ہوچکا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری
کا قول مقبول ہوگا خواہ بائع باقی غلام واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہو۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ثمن کے
باب میں قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا و لیکن اگر بائع اس امر پر راضی ہو کہ باقی غلام مشتری سے لے اور
جسقدر اسکی ملک سے نکلگیا اُسکے حصہ کیواسطے دامنگیر ہو بقول مشتری تو ایسی صورت میں دونون باہم قسم کھاوینگے
اور امام محمد رح کے نزدیک دونون باہم قسم کھاوینگے اور غلام کی قیمت پر باہم واپسی کرلینگے و لیکن اگر بائع راضی ہوجاوے
کہ باقی غلام واپس کرلے اور جسقدر مشتری نے اپنی ملک سے خارج کیا ہے اسکی قیمت سے لے تو ہوسکتا ہے یہ مبسوط میں ہے
منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اور بائع
نے اسکی تصدیق کی پس مشتری نے بائع سے دام واپس لینے چاہے اور بائع نے کہا کہ مدعی کی اسوجہ سے ہوئی کہ تو نے اُسکو
ہبہ کردی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک باندی بطور بیع فاسد
کے خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر بائع نے آکر بوجہ بیع فاسد ہونیکے اُسکو واپس کرلینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ میں نے خالد
کو ہبہ کرکے قبضہ کرادیا اور خالد نے پھر میرے پاس ودیعت رکھی ہے اور بائع نے انکار کیا تو مشتری کا قول قبول نہوگا اور بائع اُس
سے باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر اگر مشتری نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے اور اگر قاضی کو جو مشتری نے دعوی
کیا ہے معلوم ہے یا بائع نے اسکی تصدیق کی یا مشتری نے بائع کے اقرار کے گواہ پیش کیے یا مشتری نے بائع سے اس امر پر قسم
لی اور اُسنے انکار کیا تو مشتری سے خصومت دفع ہوجائیگی اور اسکی قیمت بائع کو ڈانڈ بھریگا۔ اور اگر اس امر پر جو
ہمنے ذکر کیا گواہ قائم نہوے اور بائع نے باندی واپس لی پھر خالد آیا اور اُسنے مشتری کے دعوی سے انکار کیا تو باندی
بائع کے سپرد کیجاویگی اور اگر مشتری کی تصدیق کی تو بائع سے باندی واپس لیگا اور مشتری کو اسکی قیمت ڈانڈ دینی پڑیگی
اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ باندی خالد کو ہبہ کردی اور قبضہ دیدیا پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھی پھر اسکو آزاد کیا یا مدبر کیا
یا ام ولد بنایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو باندی لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اسکی قیمت سے لیگا اور اسکی ولا موقوف رہیگی

اور مدبرہ موقوفہ یا ام ولد موقوفہ رہیگی کہ موہوب لہ کے مرنے سے آزاد ہو جائیگی ہے اگر خالد نے اگر ان سب باتون مین
مشتری کی تصدیق کی تو باندی کو لے لیگا اور اسکی مدبرہ یا ام ولد ہوگی جیسا مشتری نے بیان کیا ہو۔ اور نہ اگر خالد نے
حاضر ہو کر ہبہ کرنیکا دعوی کیا ولیکن آزاد کردینے وغیرہ سے انکار کیا تو وہ باندی رہیگی اور خالد اسکو مشتری سے لے سکتا ہے
اور اگر مشتری نے کہا کہ موہوب لہ نے یعنی خالد نے اسکو مکاتب کردیا ہے اور بائع نے اسکی تکذیب کی تو بائع اسکو لے کہا
اقرار ... کے پاس رہیگی یہانتک کہ خالد حاضر ہو اور اگر اسنے حاضر ہو کر مشتری کی ان باتون مین تکذیب کی تو باندی بائع کے
سپرد کیجاویگی۔ ولیکن اگر باندی نے تو گواہ قائم کیے کہ اسنے فروخت کردیا تھا اور مشتری نے اس باندی کو مکاتب
کیا ہے تو اسکے مکاتب ہونیکی ڈگری کیجاویگی اور اگر خالد نے مشتری کے ہبہ کرنے مین تصدیق کی اور مکاتب کرنے مین تکذیب
کی تو اسکو لے لیگا اور وہ خالد کی باندی رہیگی اور اگر ان سب باتون مین مشتری کی تصدیق کی تو بائع سے واپس لیگا اور
جیسا مشتری نے بیان کیا ہے ویسا ہی ہوگا اور مشتری اسکی قیمت ڈانڈ دیگا۔ اور اگر یون ہوا کہ جب وہ باندی بائع
کو ملی تو اسنے اسکو فروخت یا مدبر کیا یا آزاد کردیا تو یہ سب باطل ہو جائینگے بشرطیکہ خالد نے آکر مشتری کے قول کی بیع و ہبہ
مین تصدیق کی ہو اور اگر آکر تکذیب کی تو یہ سب باتین نافذ ہو جائینگی یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہے۔ وکیل بیع نے
اگر بیع کا اقرار کیا تو حق موکل مین اسکا اقرار صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو۔ اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ وکیل نے زید
کے ہاتھ اسکو ہزار درم مین فروخت کیا ہے اور زید نے اسکی تصدیق کی اور وکیل نے تکذیب کی تو غلام زید کو ہزار درم مین ملیگا
اور اس بیع کا عہدہ موکل پر رہیگا وکیل پر نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو ایک غلام دیا اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کردے پھر زید
مرگیا پھر وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو ہزار درم مین فروخت کرکے قبضہ دیدیا ہے اور دام لے لیے ہین پس اگر غلام موجود ہو تو
وکیل کی تصدیق نہوگی اور اگر تلف ہو گیا ہو تو تصدیق کیجاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اسکو عمرو نے خالد کے ہاتھ
فروخت کیا اور خالد نے اسکو تلف کردیا اور زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے غلام فروخت کرنیکا حکم کیا تھا دام مجھے ملنے چاہیے
ہین اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہین کیا تھا مجھے قیمت ملیگی دام میرے ہین تو زید کا قول مقبول ہوگا اسیطرح اگر غلام موجود ہو تو
تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مالک غلام نے بائع کو بیع کا حکم نہین دیا تھا ولیکن اسنے بیع کی اجازت دیدی پیچھے
بعد بیع کے اسنے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی پس اگر غلام بعینہ قائم ہو تو جائز ہے اور اگر تلف کردیا ہو تو جائز
نہین ہے اور اگر اس غلام کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اسنے بیع کی اجازت دی تو ارش مشتری کو ملیگا اور اگر اسنے بیع کی اجازت نہ دی
تو ارش مالک غلام کو ملیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مالک غلام نے اقرار کیا کہ مین نے وقوع بیع کے ایک روز بعد اجازت دیدی
اور مشتری نے انکار کیا تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور اسپر قسم نہ آویگی اور اگر غلام مرگیا ہو تو قسم کے ساتھ مشتری کا
قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ زید نے عمرو کو اپنی ایک باندی فروخت کرنیکا وکیل کیا اور باندی وکیل کو دیدی
پھر زید آیا اور وکیل سے باندی واپس کرنی چاہی اور عمرو نے کہا کہ مین نے خالد کے ہاتھ وہ باندی ہزار درم
کو فروخت کردی ہے اور اسنے قبضہ کر لیا ہے اور مین نے دام وصول کر لیے ہین اور وہ یہ ہین پھر اسنے میرے پاس ودیعت
رکھی ہے اور موکل نے اسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول قبول نہوگا اور موکل کو واپس ملیگی اور وکیل کے دعوی سے گواہ مقبول
نہونگے پھر اگر خالد نے آکر قول وکیل سے انکار کیا تو باندی موکل کو سپرد رہیگی اور اگر اسنے وکیل کے قول کی تصدیق کی تو
باندی کو موکل سے لے لیگا اور موکل وکیل سے دام لیگا بشرطیکہ اسکے پاس قائم ہون اور اگر تلف ہوگئے ہون تو وہ ضامن نہوگا اور اگر وکیل نے دام کا اقرار

نہ کیا ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور خالد دام دیکر باندی لے لیگا۔ اسیطرح اگر کوئی باندی کافر حربی لوگ قید کر کے لیگئے اور اُنکے ملک میں جاکر کسی مسلمان نے وہ باندی خریدی اور ہزار درم دام دیکر اُسکو دارالاسلام میں لایا پھر قدیم مالک اُسکا آیا تاکہ مشتری سے دام دیکر باندی لے لیوے اُسنے کہا کہ میں نے خالد کو ہبہ کردی اور اُسنے قبضہ کرلیا ہے میرے پاس ودیعت چھوڑ کر غائب ہو گیا تو مشتری کا قول نا مقبول ہوگا اور قدیمی مالک کے نام ڈگری ہو جائیگی اور اُسکے دعوی پر گواہ مقبول ہونگے پھر اگر خالد نے حاضر ہو کر مشتری کے قول کی تکذیب کی تو باندی مالک قدیم کو سپرد ہو گی اور وہ دام مشتری کو دیگا اور اگر خالد نے موافق اقرار مشتری کے دعوی کیا تو باندی مالک قدیم سے لیجاویگی اور خالد کو ملیگی پھر مالک قدیم خالد سے بقیمت لے لیگا اور مشتری اُسکا ثمن مالک قدیم کو واپس کردے اسیطرح اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کردی اور اُسکے سپرد کردی پھر رجوع کرنا چاہا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں نے یہ چیز خالد کو ہبہ کی اور اُسکے سپرد کردی ہے پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھی ہے تو حکم دیا جائیگا کہ واہب کے سپرد کردے پھر اگر خالد نے آکر موہوب لہ یعنی اپنے واہب کی تکذیب کی تو وہ چیز ہبہ کرنیوالے کے پاس واپس ہو چکی ہے ویسے ہی رہیگی اور اگر تصدیق کی تو واہب کو حکم دیا جائیگا کہ خالد کے حوالہ کردے اسیطرح اگر کسی ایسے سبب کو درمیان میں ڈالا جسکے باعث سے واپس کرنا ممنوع ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے عوض دیدیا ہے تو بھی تصدیق نہوگی اور واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو ایک معین غلام خریدنیکا حکم دیا اُسنے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم کو خریدا ہے اور بائع نے بھی یہی دعوی کیا مگر موکل نے یعنے زید نے مثلاً انکار کیا تو وکیل کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کیواسطے جسکی جنس و صفت و ثمن بیان کردیا تھا وکیل کیا پھر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام انھیں داموں کو جو تو نے کہے تھے خریدا ہے اور موکل نے انکار کیا تو امام اعظم رح فرماتے تھے کہ اگر موکل نے وکیل کو دام دیدیے ہوں تو وکیل کے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر نہیں دیے ہیں تو تصدیق نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر غلام بعینہ قائم ہو اور ایسا غلام اتنے داموں کو خریدا جاتا ہو تو وکیل کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر موکل مرگیا پھر اُسکے وکیل نے اس غلام کو خریدنیکا اقرار کیا ہیں اگر بعینہ وکیل کے پاس یا بائع کے پاس قائم ہو یا موکل نے وکیل کو دام دے دیے ہوں تو امام اعظم رح کے نزدیک وکیل کے قول کی موکل کے حق میں تصدیق نہوگی اور بیع وکیل کے ذمہ لازم ہوگی اور وارثوں سے انکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر بائع نے دام تلف کردیے ہوں تو وکیل کا قول قبول ہوگا اور میت کو بیع لازم ہوگی یہ حاوی میں ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے واسطے خالد کی باندی دبیے اور ہزار درم دام بتلائے پھر عمرو نے قبول کیا اور اُسکو خریدا خواہ قبضہ کیا یا نہ کیا مگر زید سے کہا کہ میں نے وہ باندی ایکہزار پانچسو درم کو خریدی اور تیری مخالفت کی لہذا وہ باندی میری رہی اور زید نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی میری رہی اور خالد نے موکل کی تصدیق کی تو بائع اور موکل کا قول قبول ہوگا اگر بائع نے دام نہیں پائے ہیں پس موکل اُسکو ہزار درم دیکر باندی لے لیگا پھر اگر مشتری نے بائع سے قسم طلب کی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر موکل سے قسم لینی چاہی تو اختیار ہے پس اگر اُسنے قسم کھائی تو باندی لے اور بائع کو دام دیدے اور عہدہ بائع اور اُسکے درمیان رہیگا مامور سے یعنی وکیل سے کچھ کام نہیں ہے۔ اور اگر موکل نے قسم سے انکار کیا تو باندی مشتری کی ہوگی اور مشتری بائع کو ہزار درم دیگا اور باندی لے لیگا پھر اگر بائع نے مشتری کے قول کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو زیادہ یعنی پانچسو درم لے لیگا۔ اور کتاب میں مذکور نہیں ہے کہ اگر بائع نے یہ چاہا کہ موکل سے ہزار درم کا مطالبہ کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں تو جصاص نے کرخی رح سے اور قاضی ابو الہیثم نے قضاۃ ثلثہ سے نقل کیا کہ اُسکو اختیار ہے چاہے مشتری سے مطالبہ کرے یا بائع سے مطالبہ کرے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اسیطرح اگر وکیل نے کہا کہ میں نے

باندی سو دینار کو خریدی اور بیتری مخالفت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو اُسکا حکم اور پہلی صورت کا حکم یکسان ہو لیکن صرف ایک فرق مین اور وہ یہ ہو کہ پہلی صورت مین جب موکل نے باندی سے لی اور ہزار درم بائع کو دیدیے پھر مشتری سے قسم لی اور اُسنے انکار کیا تو وکیل باندی کو موکل سے مفت بدون دامون کے لیگا اور یہ قیاس ہو اور استحساناً بعوض اُن دامون کے جو اُسنے ادا کیے ہین یعنی ہزار درم کے عوض لیگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو دینے سے روک لے جبتک اپنے دام وصول نہ کرلے نہ دیوے اور اس دوسری صورت مین قیاساً و استحساناً دونون طرح مفت بلا قیمت لے لیگا۔ یا سوقت ہو کہ اُسنے خرید نیکا اقرار کیا ہو اور اگر خرید سے اصلاً انکار کیا اور موکل نے کہا کہ تونے ہزار درم کو خریدی اور بائع نے اسکی تصدیق کی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور عہدۂ بیع موکل پر رہیگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین مشتری سے قسم لونگا کہ واللہ مین نے موکل کیواسطے نہین خریدی ہو تو اُسکو اختیار ہو پس اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسپر کچھ نہین ہو اور اگر انکار کیا تو عہدہ بیع کے امور کا اُسی پر ہوگا پس ثمن ادا کریگا اور موکل سے واپس لیگا اور ادا کرنے سے پہلے موکل سے لیگا اور اگر خرید سے انکار کے وقت اُسنے اقرار کیا کہ میرے کچھ حق موکل کیطرف نہین ہو تو اس مسئلہ مین بائع کا مشتری کو قسم دلانا مذکور ہو اور دونون مسئلون یعنی خلاف بالکثرۃ اور خلاف بتغائر الجنس مین استحلاف مذکور نہین ہو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ان صور تو نمین قسم نہین لے سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ وہان بھی قسم لے سکتا ہو جبکہ موکل قسم کھاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اُسنے ڈیڑھ ہزار درم یا سو دینار کو خریدی ہو قال المترجم مسئلہ خلاف بالکثرۃ سے یہ مراد ہو کہ وکیل نے موکل کے خلاف اسطور سے کیا کہ اُسکے حکم سے زیادہ دام دیے مثلاً اُسنے ہزار کو کہا تھا اُسنے ڈیڑھ ہزار کو خریدی۔ اور مسئلہ خلاف بتغائر الجنس سے یہ مراد ہو کہ جنس ثمن مین خلاف کیا اُسنے ہزار درم کے اُسنے سو دینار کو خریدی فافہم۔ اور اگر بائع نے ان صورتون مین ہزار درم ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ ثمن ہزار درم یا سو دینار تھے تو اُسکے کہنے پر التفات نہوگا اُسکا قول تو باطل ہوا۔ باقی رہا موکل اور وکیل مین اختلاف یعنی وکیل کہتا ہو مین نے اپنے واسطے خریدی ہو اور موکل کہتا ہو میرے واسطے خریدی ہو تو قسم سے وکیل کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسی کیواسطے خرید ثابت ہوگی۔ اور اگر انکار کیا تو موکل کیواسطے خرید ثابت ہوگی یہ حکم اُسوقت ہو کہ بائع نے موکل کی تصدیق کی اور اگر اُسنے وکیل کی تصدیق کی اور موکل نے ثمن کو بیان کر دیا تھا یا نہین متعین کیا اور وکیل نے خریدی اور کہا کہ مین نے ہزار درم کو خریدی ہو اور موکل نے کہا کہ تونے پانچ سو درم کو خریدی ہو اور بائع نے وکیل کی تصدیق کی تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول قبول ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔ اگر بائع نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ اسمین یہ عیب تھا اور دعوی کیا کہ مشتری نے مجھے اس عیب سے بری کر دیا تھا تو اُسپر گواہ لانے واجب ہونگے اور اگر گواہ نہون تو مشتری سے قسم لیجاویگی۔ کہ مین نے بائع کو اس عیب سے بری نہین کیا اور جب سے دیکھا ہو تب سے مبیع کو بیع کیواسطے پیش نہین کیا اور نہ اُسکے راضی ہوا ہون اور نہ مبیع میری ملک سے خارج ہوئی ہو پس اگر قسم کھاگیا تو بائع کو واپس کر دے۔ اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے جب اس غلام کو خریدا ہو تو اسمین یہ عیب موجود تھا اور بائع نے انکار کیا حالانکہ عیب ایسا ہو کہ اُس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور بائع نے یون اقرار کیا کہ جسوقت مین نے اُسکو فروخت کیا ہو تو اسمین کچھ عیب تھا اور اُسکو بیان نہ کیا تو اس اقرار سے بائع پر کچھ لازم نہین آتا ہو یہ حاوی مین ہو۔ اگر بائع نے مبیع مین ایسے عیب کا اقرار کیا جسکا زائل ہو جانا اسطور سے متوہم ہو سکتا ہو کہ بالکل اُسکا اثر تک باقی نہ رہے مثلاً کہا کہ مین نے جب اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اسکے ایک قرحہ تھا اور اُسکا نام نہ لیا اور نہ اُسکو معین کیا پھر مشتری اس غلام کو لایا اور اسکے ایک قرحہ تھا اور واپس کرنا چاہا اور کہا کہ یہ وہی قرحہ ہو جسکا

مسئلہ

توسنے اقرار کیا اور بائع سنے کہا جسکا مین سنے اقرار کیا ہو وہ زائل بھی ہوگیا یہ نیا قرحہ تیرے پاس پیدا ہوا ہو تو قسم سے بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری کو گواہ لانے چاہییے ہین اسیطرح اگر بائع نے کسی نوع کے عیب کا اقرار کیا حالانکہ وہ عیب زائل ہوسکتا ہو اور دعوی کیا کہ وہ زائل ہوگیا یہ دوسرا پیدا ہوا ہو تو بھی اُسکی تصدیق کیجاویگی یہ مبسوط مین ہو۔ پس اس صورت مین مشتری کو واپس کرنیکا حق بدون گواہ قائم کرنیکے نہین ہو ہان گواہ قائم کرے کہ یہ بعینہ وہی عیب ہے یا بائع کے اقرار اور مشتری کے نزاع کرنے مین اسقدر کم مدت ہو کہ اتنی مدت مین ایسا قرحہ مع اثر کے زائل ہوجانا متصور نہین ہو اور بائدی مین سوائے اس قرحہ کے کوئی قرحہ بھی نہو تو اس صورت مین مشتری کا قول قبول ہوگا اور اسکو بسبب عیب کے بائع کو واپس کردینے کا اختیار ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر بائع نے اقرار کیا کہ جب مین نے کپڑا فروخت کیا تو اسمین ایک شگاف تھا پھر مشتری شگاف دار کپڑا لایا اور بائع نے کہا کہ یہ وہ نہین ہو تو تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر کہا شگاف چھوٹا تھا بڑھ گیا ہو تو تصدیق کیجاویگی اور اگر اسمین دوسرا شگاف ہو اور بائع نے کہا کہ اسمین یہ شگاف تھا وہ دوسرا شگاف تھا تو قسم سے بائع کا قول مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر بائع دو شخص ہون انہین سے ایک نے عیب کا اقرار کیا اور اس عیب کو بیان کردیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مشتری مقر کو واپس دیسکتا ہو دوسرے کو نہین دیسکتا ہو اور اگر دونو بائع ایک تجارت مین شریک مفاوض ہون پس بائع نے عیب سے انکار کیا اور شریک نے اقرار کیا تو مشتری واپس کرسکتا ہو کذا فی المبسوط۔ اور مشتری کو اختیار ہو چاہے بشریک مقر کو واپس دے یا بائع کو واپس کرے کذا فی المحیط۔ اور اگر شریک شریک عنان ہو تو اسکے اقرار سے مشتری نہین واپس دیسکتا ہو۔ اسی طرح اگر مضارب نے کوئی غلام مضاربت کا فروخت کیا اور رب المال نے اسمین عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو اس اقرار کیوجہ سے واپس نہین دیسکتا ہو اسیطرح اگر خود رب المال نے فروخت کیا اور مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو اور ایسے ہی اگر وکیل نے فروخت کیا اور موکل نے عیب کا اقرار کیا تو اس اقرار سے وکیل یا موکل پر کچھ لازم نہین آتا ہو۔ اور اگر وکیل نے عیب کا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس دیسکتا ہو لیکن یہ واپسی حق وکیل مین ہوگی موکل کے حق مین نہوگی ولیکن اگر ایسا عیب ہو کہ اسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہو تو ایسی صورت مین موکل کو واپس دیوے مگر وکیل کے اقرار سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ یقین ہوگیا کہ یہ عیب موکل کے پاس موجود تھا۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ اسکے مثل پیدا ہوسکتا ہو پس اگر وکیل نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ عیب موکل کے پاس تھا تو موکل کو واپس دیسکتا ہو اور اگر گواہ نہون تو موکل سے قسم لے اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو اسکو واپس کردے اور اگر قسم کھالے تو غلام وکیل کے ذمہ پڑیگا اور ہر دو شریک عنان مین سے جو بائع ہو اگر اسنے عیب کا اقرار کیا اور شریک منکر ہو تو مشتری واپس دیسکتا ہو اور دونون کے ذمہ لازم ہوگا اسیطرح اگر مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو واپس ہوکر مضارب اور رب المال دونون کو لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہو اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز خریدی اور خالد کے ہاتھ فروخت کی اور خالد نے اسمین عیب لگایا اور زید کو واپس کردی پس اگر بدون حکم قاضی واپس کی ہو تو زید کو عمرو سے اس عیب مین نزاع کا اختیار نہین ہو۔ اور اگر بحکم قاضی واپس کی ہو تو اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ زید نے اس عیب کا اقرار کیا پھر واپس لینے سے انکار کیا اور قاضی نے واپس لینے کا حکم اسپر جاری کیا تو بیان دو صورتین ہین یا تو دلیل ہن سے یعنی اقرار سے پہلے صریح اس عیب کا انکار زید سے صادر ہوا ہو یا نہین صادر ہوا ہو پس اگر نہین صادر ہوا ہو یعنی مثلاً یون نہین کہا کہ مین نے جب یہ غلام فروخت کیا تو اسمین یہ عیب نتھا تو اس صورت مین زید کو اختیار ہو کہ اپنے بائع عمرو کو واپس کرنے بشرطیکہ

اس امر کے گواہ لاوے کہ یہ عیب عمرو کے پاس وقت بیع کے موجود تھا اور اگر صریح اقرار عیب سے پہلے انکار عیب اُس سے صادر ہو چکا ہو تو اپنے بائع سے نزاع نہین کر سکتا ہو۔ دوسری صورت یہ ہو کہ زید کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے واپس کی اور اس صورت مین اگر انکار سے پہلے صریح اس عیب کا انکار اُس سے صادر نہین ہوا مثلاً دعوی عیب کے وقت وہ خاموش رہا اور کچھ نہ کہا پھر جب اسپر قسم پیش کی گئی تو انکار کر گیا پس اس دلیل سے اُسکو واپس دیگئی تو اپنے بائع سے خصومت کر سکتا ہو اور اگر پہلے انکار عیب صادر ہو چکا ہو تو اپنے بائع سے خصومت نہین کر سکتا ہو۔ تیسری وجہ یہ ہو کہ گواہ ہوں گواہی پر یہ چیز اسکو واپس دیگئی اور اس صورت مین اگر سابق مین اُس سے صریح انکار عیب ثابت نہین ہوا یعنے خاموش رہا یہانتک کہ گواہون نے گواہی دی اور قاضی نے واپسی کا حکم کیا اسکو اپنے بائع سے خصومت کا اختیار ہو اور اگر آسنے سابق مین اس عیب سے صریح انکار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ خالد نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ زید کے فروخت کرنیکے وقت اس چیز مین یہ عیب موجود تھا پس اس صورت مین زید کو اپنے بائع سے خصومت کا اختیار نہین ہو اور دوسرے یہ کہ خالد کے گواہون نے گواہی دی کہ بائع اول یعنی عمرو کے فروخت کرنیکے وقت اسمین یہ عیب تھا تو اپنے بائع سے خصومت کر سکتا ہو ایسا ہی بعض روایات مین مذکور ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور بعض روایات مین آیا ہو کہ خصومت نہین کر سکتا ہو اور بعض نے کہا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کوئی گھر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ وقت بیع کے اسمین یہ عیب تھا یعنی مثلاً دیوار پھٹی ہوئی تھی کہ جس سے گر پڑنیکا خوف تھا یا کوئی شہتیر شکستہ تھا یا دروازہ شکستہ تھا تو اس اقرار سے واپس دیا جا سکتا ہو اسیطرح اگر کوئی زمین جسمین درخت تھے فروخت کیے پھر درختون مین کسی عیب کا اقرار کیا جس سے ثمن مین نقصان آتا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور یہی حکم کپڑون اور عروض وحیوانات مین ہو اگر بائع اسمین کسی عیب کا اقرار کرے جس سے ثمن مین نقصان آتا ہو اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام ایک ہاتھ کٹا ہوا فروخت کیا ہو پھر مشتری اسکو دونون ہاتھ کٹا ہوا لایا تو واپس نہین کر سکتا ہو ولیکن ایک ہاتھ کٹنے کا نقصان واپس لے سکتا ہو۔ اور اگر غلام کی انگلی زائد ہو تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہو اگر بائع نے اقرار کیا۔ یا واپسی سے انکار کیا ولیکن اگر بائع کوئی سبب واپسی سے مانع ثابت کرے تو واپس نہین کر سکتا ہو اور ان مواضع مین خصومت عیب کے واسطے غلام کا حاضر ہونا اور غائب ہونا یکسان ہو بشرطیکہ بائع فی الحال غلام مین یہ عیب ہونیکا مقر ہو یہ مبسوط مین ہو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر باندی سے کہا کہ او چوٹٹی۔ او بھگوڑی۔ او چھنال۔ او ری دیوانی۔ پھر اسکو فروخت کیا اور مشتری نے اسمین یہی عیوب پائے اور بسبب عیب کے اسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تیرے پاس پیدا ہو گئے ہین تو بائع کا قول قبول ہوگا۔ اور مشتری نے فروخت سے پہلے کے بائع کی گفتگو کے گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے اور واپس نہین کر سکتا ہو۔ اسیطرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ بائع نے فروخت سے پہلے اس باندی کو (یہ چوٹٹی۔ یہ مجنونہ ایسا ایسا کرتی ہو) کہا تھا تو بھی یہی حکم ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔ اگر بائع نے کہا ہذہ السارقۃ اور خاموش ہو رہا تو یہ اقرار ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ قال المترجم اگر یون کہے ہذہ السارقۃ فعلت کذا یعنے اس چوٹٹی نے ایسا کیا تو چوٹٹی اسکی صفت ہو گی بطور مذمت کے اور اخبار قیام صفت منظور نہوگا پس اقرار عیب نہوگا ورصرف ہذہ السارقۃ چونکہ عاقل بائع کا کلام ہو اسواسطے مبتدا و خبر قرار دیا جائیگا اور معنی یہ ہونگے کہ یہ باندی چوٹٹی ہو اور یہ قیام عیب کی خبر دینا ہو لہذا اقرار عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہو فافہم۔ اگر گواہون نے گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ ہذہ السارقۃ۔ ہذہ الزانیۃ۔ ہذہ الآبقۃ۔ ہذہ المجنونۃ اور اسکے سوائے کوئی فعل اسکا ذکر نہین کیا یا یون کہا ہذہ سارقۃ ہذہ آبقۃ ہذہ زانیۃ ہذہ مجنونۃ۔ تو مشتری کو اس گواہی

سے واپس کرنیکا استحقاق حاصل ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔ قال المترجم ہذہ سارقۃ معنی ان الفاظ کے بترتیب یہ مین۔ یہ باندی چور ہو۔ یہ تکلونی ہو۔ یہ چھنال ہو۔ یہ مجنونہ ہو۔ اور چونکہ انمین سابقہ مین بھی فعل نہین ذکر کیا اسواسطے وہ بھی کلام قرار دیکر بعینہ انھین معنی مین سچ جانی جائیگی والوجہ ماذکرناہ۔ اور اگر اپنی عورت سے کہا یا طالق یا اپنی باندی سے کہا یا حرۃ یا کہا ہذہ الطالقۃ او ہذہ الحرۃ فعلت کذا یعنے اس طلاق دی ہوئی نے یا اس آزاد نے ایسا کیا تو یہ کلام ایقاع اور اقرار دونون ہو اگرچہ فعل مذکور ہو یا بطریق ندا کے ہین یہ محیط سرخسی مین ہو

انیسوان باب۔ مضارب و شریک کے اقرار کے بیان مین۔ مضاربت مین اگر قرضہ ہونیکا مضارب نے اقرار کیا تو یہ اقرار رب المال پر جائز ہوگا بشرطیکہ مال مضاربت اسی کے پاس ہو اور اگر مال مضاربت اسکے پاس نہو تو جائز نہین ہو اور جبکہ مال مضاربت اسی کے پاس ہو اسوقت رب المال پر ایسے شخص کے قرضہ ہونیکا اقرار کیا جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہو تو بالاجماع جائز ہو۔ اور اگر دو شریک عنان مین سے ایک شریک نے ایسے شخص کیواسطے جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہو ایسے قرضہ کا اقرار کیا جو ایسی تجارت کے سبب سے واجب ہوا ہو جو ان دونونکی شرکت مین ہو تو بالاجماع جائز ہو اور صرف اسی پر لازم آویگا اسکے شریک پر لازم نہوگا۔ اور اگر دونون متفاوضین مین سے ایک نے ایسے شخص کیواسطے قرضہ کا اقرار کیا جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اصلا صحیح نہین ہو نہ اپنے حق مین صحیح ہو اور نہ اپنے شریک کے حق مین صحیح ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم مضاربت کے ہون اسنے اسمین قرضہ کا اقرار کیا اور رب المال نے انکار کیا تو اسکا اقرار مضاربت مین جائز ہو اسی طرح اگر مضاربت مین کسی مزدور کی مزدوری یا ٹٹو کے کرایہ یا کرایہ دوکان کا اقرار کیا تو بھی جائز ہو اور اگر وہ درم رب المال کو دیدیے اور کہا کہ یہ تیرا راس المال ہو اسپر قبضہ کرلے پھر انمین سے بعض امور کا جو ہمنے ذکر کیے ہین اقرار کیا تو تصدیق نکیجاویگی یہ حاوی مین ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم عمرو کے آدھے نفع کی مضاربت پر میرے پاس ہین پھر اسکے بعد کہا کہ یہ خالد کے آدھے نفع کی مضاربت پر ہین اور ہر ایک نے دونون مین سے اپنا دعوی کیا کہ میرے ہین آدھے نفع کی مضاربت مین مین نے دیے ہین پھر مضارب نے اس سے تجارت کی اور نفع اٹھایا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک عمرو کو ہزار درم اور نصف نفع دیا جائیگا اور خالد کو ہزار درم ڈانڈ دیگا اور نفع نہ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہر ایک کو ہزار درم دیگا اور کچھ نفع نہ دیگا بلکہ نفع مضارب کا ہوگا وہ اسکو صدقہ کردے یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ مال عمرو و خالد کی مضاربت کا ہو اور دونون نے اسکی تصدیق کی پھر اسکے بعد مضارب نے جدا کلام بیان کیا کہ عمرو کی دو تہائی اور خالد کی ایک تہائی ہو تو تصدیق نکیجاویگی دونون کو نصف نصف تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ زید کے پاس ایک غلام ہو اسنے کہا کہ آدھے کی مضاربت پر عمرو کا یہ غلام میرے پاس ہو پھر اسمین کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور کہا کہ راس المال ہزار درم تھے اور رب المال نے کہا کہ مین نے اسکو خاص یہی غلام مضاربت مین دیا تھا پس مضاربت فاسد ہوا اور ثمن تمام میرا ہو اور تجھکو اجر مثل ملیگا جو ایسے کام کی مزدوری ہوا کرتی ہو ملیگی تو اس صورت مین مالک غلام کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر زید و عمرو دونون مضاربون نے اپنے مقبوضہ مال کی نسبت اقرار کیا کہ یہ خالد کا مال ہمارے پاس مضاربت مین ہو اور دونون کی اسنے تصدیق کی بعد رب المال نے ایک کیواسطے تہائی نفع اور دوسرے کیواسطے چوتھائی نفع کا اقرار کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص کیواسطے مضاربت کا اقرار کیا اور راس المال کی تعداد نہ بتلائی تو اسکا قول لیا جائیگا کہ کسقدر کی مضاربت تھی یا اسکے وارثونکا قول اس باب مین قبول ہوگا اگر وہ مرگیا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر مضارب نے ہزار درم نفع کا مال مین اقرار کیا پھر کہا کہ

مین نے غلطی کی طرف پانسو درم تھے تو تصدیق نہ کیجاویگی اور موافق اقرار کے مال کا ضامن ہوگا اور اگر اسکے پاس کچھ مال رہگیا اُسنے کہا کہ یہ نفع ہوا اور راس المال مین نے رب المال کو دیدیا اور رب المال نے اسکی تکذیب کی تو رب المال کا قول قبول ہوگا ولیکن رب المال سے مضارب کے دعوی پر قسم لیجاویگی اگر اُسنے قسم کھالی تو جو کچھ مضارب کے پاس ہو اپنے راس المال کے حساب سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مضارب کی فروخت کی ہوئی چیز مین رب المال نے عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر بائع یعنے مضارب نے اقرار کیا تو دونون کے ذمہ واپسی لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو میرا شریک بطور مفاوضہ کے ہے عمرو نے کہا کہ ہان یا کہا کہ تو نے سچ کہا یا کہا کہ ایسا ہی ہے جیسے اُسنے کہا یا کہا کہ نہ یہ سچا ہے تو یہ سب برابر ہین اور وہ دونون باہم شریک قرار دیے جاوینگے اور جو کچھ زید کے پاس ہے مین دین و رقیق و عقار وغیرہ یا دوسرے کے قبضہ مین ہے سب دونوں مین برابر رہیگا ولیکن طعام اسکا اور اُسکے اہل کا یا کپڑا اسکا اور اسکے اہل کا استحسانًا اُسیکا ہوگا جسکے قبضہ مین ہے ایسے ہی جسکی ام ولد یا مدبرہ ہو وہ بھی اُسی کی ہوگی اور اگر کسی نے قبل اقرار کے کوئی مکاتب کیا ہے تو جسقدر بدل کتابت اُسپر ہو وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا۔ اسیطرح اگر یون کہا کہ وہ میرا شریک مین مفاوض ہے یا مین اسکا مفاوض شریک ہون تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔ اگر دونون متفاوضین مین سے ایک نے ایسی چیز کا جو داخل مفاوضہ ہے اقرار کیا تو اسپر اور اسکے شریک دونون پر جائز ہے خواہ اسکا شریک تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور مطلق قرض کا اقرار مفاوضہ کی تحت مین داخل ہے۔ اگر ایک متفاوض نے شرکت مین قرضہ کا اقرار کیا اور شریک نے کہا کہ یہ قرضہ تجھپر قبل مفاوضہ کے واجب ہوا ہے خاصۃً تجھی پر ہے اور مقر نے کہا کہ نہین بلکہ بعد مفاوضہ کے واجب ہوا ہے تو قسم سے مقر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دو شریک عنان مین سے ایک نے ایسے قرضہ کا جو اُنکی تجارت کی تحت مین داخل ہے اقرار کیا اور اسکے شریک نے تکذیب کی تو یہ اقرار اسکے شریک کے حق مین صحیح نہوگا۔ اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جسکے سبب کا خود متقر مباشر ہوا ہے تو تمام کا مواخذہ اسی سے ہوگا اپنے شریک سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا کہ جسکے سبب کے مباشر دونون ہین تو جسقدر اقرار کیا ہے اسکے نصف کا مواخذہ اس مقر سے ہوگا اور اسکے شریک سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جسکے سبب کا مباشر اسکا شریک خود ہوا ہے تو اس مقر پر کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شریک عنان نے اپنے شریک پر چیز کی خرید و فروخت کا جو بعینہٖ قائم ہے اقرار کیا تو جائز ہے اور اسکا اسکے شریک پر بقدر اسکے حصہ کے لازم آویگا اور اگر کسی تلف کردہ شدہ چیز کی خرید کا اقرار کیا تو اسکا ثمن اُسپر قرض ہوگا اسکے شریک پر نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک متفاوض نے اپنی صحت یا مرض مین کفالت کا اقرار کیا تو اُسکے شریک سے مواخذہ کیا جائیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ یہ کفالت مکفول عنہ کے حکم سے ہو اور اگر بدون حکم مکفول عنہ کے کفالت کی ہے تو سب کے نزدیک خاصۃً اُسی پر لازم آویگی اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر دو متفاوضون مین سے ایک صحیح ہو دوسرا مریض ہو پس صحیح نے مریض کے وارث کے قرضہ کی کفالت کا اقرار کیا تو کل کفالت صحیح کو لازم ہوگی مریض کے ذمہ لازم نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک متفاوض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے شریک کی طرف سے اُسکی زوجہ کے مہر یا نفقہ کی یا جرم کی کفالت کی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر اور اسکے شریک پر بھی لازم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک صرف اُسی پر لازم ہوگی اسکے شریک پر لازم نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دو شخص متفاوض ہون اور انمین سے ایک نے اپنے دونون کے ساتھ تیسرے شخص کی شرکت کا اقرار کیا اور دوسرے شریک نے تکذیب کی تو کتاب مین مذکور ہے کہ اسکا اقرار دونون پر جائز ہوگا اور جو کچھ دونون کے قبضہ مین ہے وہ ان دونون اور تیسرے کے درمیان بطور ملک کے مشترک ہوگا اور شرکت مفاوضہ یا

دو شخص جو کاروبار میں

شرکت عنان ثابت ہوگی اور اگر اسنے تیسرے شخص کی نسبت یون اقرار کیا کہ وہ ہمارا بطور شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک ہے اور دوسرے مفاوض نے انکار کیا تو تیسرا شخص شریک عنان قرار دیا جائیگا شریک مفاوض نہوگا یہ محیط مین ہے اگر زید نے عمرو کیواسطے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور عمرو نے انکار کیا تو کسی کو دوسرے کے مقبوضہ مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر عمرو نے کہا کہ مین تیری مقبوضہ چیزون مین بدون مفاوضہ کے شریک ہون اور تو میری مقبوضہ چیزون مین بالکل شریک نہین ہے تو قسم کے ساتھ عمرو کا قول قبول ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کیواسطے شرکت مفاوضہ یا کسی مکاتب کیواسطے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور اسنے تصدیق کی تو دونون مین مفاوضہ ثابت نہوگی و لیکن جسقدر دونون کے قبضہ مین ہے وہ غلام ماذون یا مکاتب کی تصدیق کرنیکی صورت مین دونو نکو برابر تقسیم ہوگا اور دونون مین سے کسی کا دوسرے پر قرضہ یا ودیعت کا اقرار جائز نہوگا علی ہذا اگر کسی لڑکے تاجر کیواسطے مفاوضہ کا اقرار کیا یا لڑکے تاجر نے اقرار کیا اور دوسرے نے تصدیق کی تو بھی دونون مین مفاوضت ثابت نہوگی و لیکن جو کچھ دونون کے پاس ہے وہ دونون مین برابر تقسیم ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی ایسے لڑکے کیواسطے جو کلام مین کرسکتا ہے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور اسکے باپ نے شرکت کی تصدیق کی تو جو کچھ لڑکے کے پاس ہے وہ دونو نکو برابر تقسیم ہوگا اور دونون متفاوض نہونگے اور نہ لڑکے کا مقبوضہ مال دونون میں تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر نصرانی نے کسی مسلمان کیواسطے مفاوضہ کا اقرار کیا یا مسلمان نے ذمی کیواسطے ایسا اقرار کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک دونون متفاوض نہونگے و لیکن جو کچھ دونون کے قبضہ مین ہے وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اگر کہا فلان شخص میرا شریک ہے اور اسپر زیادہ نکیا تو بیان کےواسطے اسی کے قول کیطرف رجوع کیا جائیگا اور جو شی بیان کی اسمین اسکی تصدیق ہوگی لیکن ایسی چیز بیان کرے جسمین شرکت ثابت ہوتی ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ تو میرا تجارتون مین شریک ہے تو جسقدر اموال تجارت ان دونون کے قبضہ مین ہے دونون مین مشترک ہوگا ایسے ہی درہم و دینار نقد و لیکن رہنے کا گھر اور خادم و کپڑا و اناج ہر ایک کا خاص ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مین عمرو کا ہر قلیل و کثیر مین شریک ہون اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو وقت اقرار کے جو مال تجارت دونون کے قبضہ مین ہے وہ مشترک ہو جائیگا پس ہر ایک کا مقبوضہ جو مال تجارت معلوم ہو وہ دونون مین مشترک ہو جائیگا اور اسمین سونا و چاندی بھی داخل ہے اسمین کسی نے تفصیل کی حاجت نہین ہے اور جو مال تجارت معلوم نہو جیسے مسکن وغیرہ جو اموال کہ حاجت اصلی مین کار آمد ہین وہ تجارت کیواسطے شمار نہونگے اگرچہ وقت اقرار کے انکا ہر ایک کے قبضہ مین ہونا ثابت ہو اور ماسوا سونے اور چاندی کے جو اموال ہین کہ وہ حاجت اصلی مین مشغول نہین ہین انکے تجارتی ہونے یا نہونے کے باب مین انکے قابض کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ جو کچھ اس دوکان مین ہے اسمین خالد میرا شریک ہے پھر کہا کہ مین نے بعد اقرار کے اسمین ایک گٹھری کپڑے کی داخل کیتھی تو اسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور وہ بھی شرکت مین ہوگی اور ایک روایت مین ہے کہ اسکا قول قبول ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونون روایتین موافق ہین اسطرح کہ اگر اقرار کے روز سے کھلنے کیوقت تک دوکان بندہی ہو تو اسکا قول قبول نہوگا ورنہ مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ اس دوکان مین ہے اسمین عمرو میرا شریک ہے تو جسقدر دوکان مین ہے سب دونون مین مشترک ہو جائیگا اور اگر کسی متاع مین جھگڑا کیا اور کہا کہ مین نے بعد اقرار کے دوکان مین داخل کر دی ہے اور مقر لہ نے کہا کہ وقت اقرار کے اسمین موجود تھی تو اس صورت مین روایات مختلف ہین بروایت ابو سلیمان منقول ہے کہ مقر لہ کا قول قبول ہوگا اور وہ مشترک ہوگی۔ اور بروایت ابو حفص مین ہے کہ مقر کا قول قبول ہوگا اور اسی کی ہوگی اور اگر یون کہا

کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مال تجارت موجود ہے اُسمین عمرو میرا شریک ہے پھر مقر نے بعض مال تجارت کی نسبت کہا کہ یہ مین نے بعد اقرار کے حاصل کیا ہے اور عمرو نے کہا کہ نہین اقرار کیوقت موجود تھا تو باتفاق روایات مقر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ عمرو میرا اٹھین مین یعنی پیشہ مین شریک ہے اور مقر کے پاس چکی اور اونٹ اور جو چیزین اس کام کیواسطے ضروری ہوتی ہین سب موجود ہین اور عمرو نے ان سب مین شرکت کا دعوی کیا تو مقر کا قول قبول ہوگا اسیطرح ہر کاریگر کا حال ہے اگر اسکے قبضہ مین دوکان ہو اور اسمین اسباب ہو اور اسنے عمرو کی نسبت کسی کام مین شرکت کا اقرار کیا تو اس کام مین فقط شرکت ثابت ہوگی اس متاع مین ثابت نہوگی ۔ اور اگر یون کہا کہ عمرو اس دوکان مین اس کام مین میرا شریک ہے تو جو کچھ اس دوکان مین کام و آلات کار مین سے موجود ہے دونون مین مشترک ہوگا ۔ اور اگر دوکان و جو کچھ اسمین ہے دونون کے قبضہ مین ہو پھر ایک نے کہا کہ فلان میرا اس کام مین شریک ہے لیکن اسکی متاع سب میری ہے اور فلان شخص نے کہا کہ متاع بھی ہم دونون مین مشترک ہے تو دونون مین مشترک کردیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ ہر ایک گٹھری جو مین نے خریدی ہے اسمین عمرو میرا شریک ہے اور اسکے پاس دو گٹھریان ہین ایک کی نسبت کہا کہ مین نے میراث پائی ہے تو اسیکا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کہا کہ جو گٹھری زطی کی میرے پاس تجارت کیواسطے ہے اُسمین عمرو میرا شریک ہے پھر ایک گٹھری کی نسبت کہا کہ یہ مین نے اپنے خاص مال سے خریدی ہے مگر تجارت کیواسطے نہین جو یہ ہی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ دونون میرے پاس تجارت کیواسطے ہین پھر ایک کی نسبت کہا کہ میرے خالص مال سے سوائے شرکت کے خریدی گئی ہے تو تصدیق نکیجاویگی یہ مبسوط مین ہے اگر اقرار کیا کہ ہر زطیان کل سے روز ہوا تب سے میرے پاس آئی ہین انمین عمرو میرا شریک ہے پھر اقرار کیا کہ دو گٹھریان آئی ہین اور کہا کہ ایک فلان بضاعت ہے تو دونون مال شرکت مین سے قرار دی جاوینگی اور بضاعت کا اقرار اُسکا صرف اسکے حصہ مین صحیح ہوگا پس بنا برین جسکے واسطے بضاعت کا اقرار کیا ہے اُسکو دیدے اور اگر بدون حکم قاضی کے نصف شریک کو دیچکا ہے تو باقی نصف کی قیمت بھی مقر لہ کو دیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر یون کہا کہ اس قرضہ مین جو عمرو پر آتا ہے خالد میرا شریک ہے اور خالد نے کہا کہ تو نے میری بلا اجازت یہ متاع اسکو ادھار فروخت کرکے دیدی میرے تیرے درمیان شرکت تھی پس اگر مقر ہی نے متاع فروخت کی ہے تو اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا ۔ اور اگر بلا دستین کہا کہ اسی نے متاع فروخت کی ہے تو اُسنے کہا کہ مین نے تنہا نہین فروخت کی ہے ہم دونون نے فروخت کی ہے مگر چک میرے نام کی ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو نے خالد سے کہا کہ تو نے میری متاع پر بلا اجازت میری قبضہ کرلیا اور تو نصف کا ضامن ہے اُسنے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ نہین خریدا ہے میرے ہاتھ اسنے فروخت کی ہے جسکے نام چک ہے تو اُسپر ضمان نہ آویگی لیکن جو مال چک مین ہے وہ دونون کو تقسیم ہوگا اور مطالبہ کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا جسکے نام چک ہے یہ مبسوط مین ہے۔ زید نے کہا کہ عمرو ہر تجارت مین میرا شریک ہے اور عمرو نے اسکی تصدیق کی پھر زید کچھ مال چھوڑکر مرگیا یا عمرو اسطرح مرگیا پھر میت کے وارثون نے کہا کہ یہ مال اسنے بلا شرکت حاصل کیا ہے تو وارثونکا قول قبول ہوگا اور اگر انھون نے یہ اقرار کیا کہ جس روز میت نے شرکت کا اقرار کیا ہے اُس روز اُسکے پاس یہ مال تھا تو شرکت مین شمار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ اور اگر میت کے نام سے کوئی چک کسی شخص پر قرضہ کی ہو اور اسکی تاریخ اقرار شرکت سے پہلے کی ہے تو دونونکی شرکت مین شمار ہوگا اور اگر چک کی تاریخ اقرار شرکت سے بعد کی ہے تو وارثون کا قول کہ یہ شرکت مین سے نہین ہے قبول ہوگا کذا فی المحیط

جبیسوان باب ۔ وصی کے قبضہ کرلینے کے اقرار کے بیان مین ۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے اصل مین فرمایا کہ اگر کسی میت کے وصی نے اقرار کیا کہ مین نے جمیع مال میت جو فلان بن فلان پر تھا استیفاء پا لیا ہے اور کچھ اسکی تعداد بیان نہ کی پھر بعد اسکے کہا مین نے اس سے صرف سو درم پائے ہین اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے اور وصی نے تمام

وصول کر لیے ہیں پس اگر یہ قرضہ میت کے ادھار کرنے سے قرضدار پر پیدا ہوا ہے اور وصی نے پہلے تمام قرض کے یا استیفاء وصول پانیکا اقرار کیا پھر جدا کر کے کہا کہ یہ سو درم تھے پھر قرضدار نے بیان کیا کہ مجھ پر ہزار درم تھے اور وصی نے پورے ہزار مجھ سے وصول کر لیے ہیں تو قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا یہانتک کہ وصی کو اُس سے کسی چیز کے مطالبہ کا اختیار نہوگا اور اس بات میں کہ میں نے سو درم وصول پائے ہیں قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کا قول وصی کے حق میں تصدیق نہ کیا جائیگا تاکہ اُسکو نوسو درم وارث کو ڈانڈ دینے پڑیں۔ پھر اگر وارث نے گواہ قائم کیے کہ یہ قرضدار پر میت کے اُسپر ہزار درم تھے تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی کو اُس نوسو درم کے مطالبہ اور دامنگیری کا اختیار نہیں ہو لیکن وصی نوسو درم وارثوں کو ڈانڈ دیگا۔ اور اگر قرضدار نے اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درم قرضہ تھے پھر وصی نے جو کچھ اُسپر تھا سب کے یا استیفاء وصول پانیکا اقرار کیا پھر کہا یہ سو درم تھے جدا بیان کیا تو قرضدار پورے ہزار سے بری ہو جائیگا کیونکہ وصی نے اقرار کیا ہے اور وصی کو بسبب انکار کے وارثوں کو نوسو درم ڈنڈ دینے پڑینگے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم تھے اپنے اقرار سے جدا بیان کیا ہو۔ اور اگر ملا کر یوں کہا کہ میں نے تمام مال میت کا جو فلان شخص پر تھا یا استیفاء وصول پایا اور وہ سو درم ہے اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم ہے تو وصی کی اس بیان میں تصدیق کیجاویگی یہانتک کہ وصی نوسو درم کیواسطے اُسکا دامنگیر ہو سکتا ہے۔ اور جس صورت میں کہ قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جسقدر اُسپر تھا سب پانے یا استیفاء وصول پایا اور وہ سو درم ہیں تو اس صورت کا حکم مثل اُس صورت کے ہے کہ جب وصی نے پہلے تمام قرضہ کے استیفاء کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ قرضہ میت کے فعل سے ثابت ہوا ہو اور اگر وصی کے ادھار کرنے سے قرضہ پیدا ہوا ہو۔ پس اگر وصی نے پہلے استیفاء تمام کا اقرار کیا پھر اقرار سے جدا بیان کیا کہ وہ سو درم ہیں پھر قرضدار نے اقرار کیا کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو قرضدار پورے ہزار سے بری ہو جائیگا اور قرضدار کے کہنے سے وصی پر وارثوں کو کچھ دینا نہ پڑیگا۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو وصی کے اقرار کی وجہ سے قرضدار بری ہو جائیگا اور وصی پر وارثوں کو نوسو درم انکار یا اباء کی وجہ سے دینے پڑینگے اور اگر قرضدار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے استیفاء تمام کا اقرار کیا پھر اقرار سے جدا بیان کیا کہ وہ سو درم ہیں تو قرضدار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی وارثوں کو نوسو درم ڈانڈ دیگا۔ اور اگر وصی نے یہ کلام اقرار سے ملا کر بیان کیا اسطور سے کہ جسقدر قرضدار پر تھا سب میں نے پایا اور وہ سو درم ہیں پھر قرضدار نے کہا کہ قرضہ مجھ پر ہزار درم تھا اور وصی نے وصول کر لیا ہے تو قرضدار بری ہوگا اور وصی کو اختیار ہوگا کہ کسی قدر کے واسطے اُسکا دامنگیر ہو سکے اور وارث بھی وصی سے صرف اسیقدر لے سکتے ہیں جتنے کا اُسنے وصول پانے کا اقرار کیا ہے۔ اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ جو کچھ اُسپر تھا میں نے بھرپور وصول پایا اور وہ سو درم تھے تو قرضدار پورے ہزار سے بری ہوگا اور وصی وارثوں کو نوسو درم ڈانڈ دیگا یہ محیط میں ہے۔ وارثوں کا مال وصی نے فروخت کیا پھر اسپر گواہ کر لیے کہ میں نے تمام ثمن بھر پایا اور وہ سو درم ہیں پھر مشتری نے کہا بلکہ ایک سو پچاس درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار سے ڈانڈ نہیں لے سکتا ہے اور نہ وصی ڈانڈ دیگا اور اگر وصی نے یوں اقرار کیا کہ میں نے سو درم بھر پائے اور یہ تمام ثمن ہے اور مشتری نے کہا کہ ثمن ایک سو پچاس ہے تو باقی پچاس وصی لے سکتا ہے۔ اسیطرح اگر وصی نے ذاتی مال اپنا فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ تمام مال میت جو عمرو پر تھا میں نے

پھر پایا اور وہ سو درم تھے پھر گواہ قائم ہوئے کہ تمام مال دو سو درم تھے تو قرضدار باقی سو درم کیواسطے پکڑا جائیگا اور وصی کے قول کی اس زیادتی کے ابطال مین تصدیق نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا مال جو زید کے پاس بطور ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا بھرپور وصول پایا ہے پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے اُس سے صرف سو درم پائے ہین پس اگر وصی نے پہلے استیفا کا اقرار کیا پھر بعد اسکے کہا کہ سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب نے کہا کہ ہزار درم تھے اسنے سب وصول کر لیے ہین تو وصی نے جسقدر پر قبضہ کرنیکا اقرار کیا ہے اس سے زیادہ کا ضامن نہوگا اور مطلوب تمام مال سے بری ہو جائیگا جیسا قرضہ کی صورت مین تھا اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ میت کے ہزار درم مطلوب کے پاس تھے تو وصی اسکا ضامن ہوگا اور مطلوب ضامن نہوگا۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ وصی نے اقرار سے جدا بیان کیا ہو۔ اور اگر ملا کر بیان کیا پھر مطلوب نے کہا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول اس باب مین مقبول ہوگا کہ مین نے اس سے سو درم وصول کر لیے ہین اور مطلوب کا کسی چیز کیواسطے دامنگیر نہین ہو سکتا ہے بخلاف اسکے یہ صورت اگر قرضہ مین واقع ہو تو باقی کیواسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا۔ اور اگر مطلوب نے پہلے اقرار کیا کہ میت کے ہزار درم امانت تیرے پاس ہے پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اسکا تھا سب مینے بھر پایا اور وہ سو درم ہین پس اگر جدا کرکے تعداد بیان نہ کی تو وصی کل مال کا ضامن ہوگا اور اگر بیان کی تو صرف اُسی قدر اسپر لازم آویگا جسکا اسنے وصول پانیکا اقرار کیا ہے اور مطلوب سے کچھ مطالبہ نہین کر سکتا ہے بخلاف قرض کے کہ اسمین یہ حکم نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ فلان میت کا جو کچھ لوگون پر تھا مین نے وصول کر لیا پھر ایک قرضدار میت کا آیا اور کہا کہ مین نے تجھکو ایسقدر مال دیا ہے اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھ سے کچھ نہین پایا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ فلان میت کا تجھپر کچھ ہے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار اس قرضہ کیواسطے پکڑا جائیگا اور اگر قرضدار اصل اس قرضہ کے ہونے کے گواہ قائم ہوئے تو اسمین سے وصی پر کچھ لازم نہین آئیگا کیونکہ اسنے کسی خاص شخص سے وصول پانے کا اقرار نہین کیا ہے۔ اسیطرح اگر کہا کہ مین نے فلان میت کا کل قرض جو کوفہ مین تھا وصول پایا تو بھی یہی صورت ہے اور یہی حکم وکیل بالقبض کا ہے کذا فی الحاوی۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ مال فلان میت کا لوگون پر تھا از قسم دین سب مینے بھر پایا فلان بن فلان سے بھر پایا ہے اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ میت کے کسی شخص پر ہزار درم ہین اور وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ مین یہ نہین آئے ہین تو وصی کے ذمہ لازم ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ فلان شخص پر جو دین میت کا تھا مین نے بھر پایا اور قرضدار نے کہا کہ اسکے مجھپر ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ اسکے ہزار درم تجھپر تھے ولیکن تونے پانچ سو درم اسکی زندگی مین اسکو دیدیے تھے اور پانچ سو درم بعد اسکے مرنے کے تونے مجھے دیے ہین اور قرضدار نے کہا کہ نہین مین نے کل تجھی کو دیے ہین تو وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا ولیکن وارثون سے اسکے دعوے پر قسم لیجاویگی کذا فی المحیط۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کی منزل مین جو کچھ تھا متاع و میراث سے سب اپنے قبضہ مین لے لیا پھر اسکے بعد کہا کہ وہ سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارثون نے گواہ قائم کیے کہ فلان میت کی منزل مین اسکے مرنے کے روز ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی پر اسکے اقرار سے زیادہ کچھ لازم نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہ گواہی نہ دین کہ وصی نے ان سب پر قبضہ کر لیا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جسقدر فلان میت کی زمین مین اناج تھا وہ جو اُس کے

نخل مین چھوہارے تھے قبضہ کر لیے یا اس زمین کی کھیتی مین سے قبضہ مین لے لی پھر کہا کہ وہ اسقدر تھی اور وارثون نے اس سے زیادہ کا دعوے کیا اور گواہ قائم کیے کہ اس زمین اس زمین قدر تھی تو وصی پر اُسکے اقرار سے زیادہ لازم نہ آویگا جب تک کہ گواہ گواہی نہ دین کہ وصی نے اُسپر قبضہ کر لیا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مال کتابت فلان مکاتب میت پر ہزار درم تھا اُسمین سے نوسو درم میت نے اپنی حین حیات مین وصول پائے اور سو درم اسکے مرنے کے بعد مین نے وصول کیے ہین اور مکاتب نے کہا کہ تو نے پورے ہزار درم لیے ہین اور گواہون نے گواہی دی کہ وصی نے اقرار کیا ہو کہ جو مکاتب پر تھا سب مین نے بھرپور وصول پایا ہو تو پورے ہزار درم وصی پر لازم آوینگے ولیکن پہلے وارث قسم کھاوین کہ ہمکو میت کے وصول کر لینے کا حال معلوم نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کے مکاتب سے جو کچھ اُسپر تھا بھر پایا اور وہ سو درم تھے اور مکاتب معروف ہو وہ دعوی کرتا ہو کہ تو نے مجھے ہزار درم وصول کیے ہین اور یہی تمام مال مکاتبت ہو تو سو درم کے بارہ مین وصی کا قول قبول ہوگا اور مکاتب پر نوسو درم لازم آوینگے۔ اور اگر وصی نے تمام مال کتابت وصول پانے کا اقرار کیا اور کچھ تعداد بیان نہ کی تو مکاتب آزاد ہو جائیگا پھر اگر گواہ قائم ہوے کہ اصل مال کتابت ہزار درم ہین اور مکاتب نے وصی کے وصول پانے کے اقرار سے پہلے ایسا اقرار کیا تھا تو وصی پورے ہزار درم کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط۔

اکیسوان باب۔ جسکے قبضہ مین میت کا مال ہو اُسکے وارث یا موصیٰ لہ کیواسطے اقرار کر دینے کے بیان مین۔ ایک شخص زید کے قبضہ مین ایک شخص غائب یعنی عمرو کا مال ہو وہ غائب مرگیا پھر خالد آیا اور دعوے کیا کہ مین اُسکا بیٹا ہون اور زید نے اُسکی تصدیق کی تو قاضی چند روز انتظار کریگا خواہ اُسنے کہا ہو کہ میت کا کوئی اور وارث ہو یا نہ کہا ہو پس اگر کوئی وارث دوسرا ظاہر ہوا تو خیر ورنہ خالد کے حوالہ کریگا اور جن جن مقامات مین یہ حکم مذکور ہو کہ قاضی درنگ و انتظار کریگا وہان مدت انتظار کی قاضی کی راے پر ہو کہ وہ خوب خیال کرے کہ اگر اُسکا وارث کوئی دوسرا ہوتا تو وہ اسقدر مدت مین آجاتا یہ فتاوے صغرے کتاب الدعوے مین ہو۔ املا مین امام محمد رحمہ سے مروی ہو کہ زید مرگیا اور اپنا مال عمرو کے پاس چھوڑا پس خالد نے دعوے کیا کہ مین اُسکا بیٹا ہون اور ہندہ نے دعوے کیا کہ مین اُسکی جورو ہون پس عمرو نے کہا کہ تم دونون سچے ہو مین تم دونون کے سواے اُسکا تیسرا وارث کوئی نہین جانتا ہون مگر ان دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی تو قاضی چند روز انتظار کے بعد خالد کو تمام مال دیدیگا مگر پہلے خالد سے عورت کے دعوے پر اُسکے علم کی قسم لیگا۔ اسیطرح اگر اس صورت مین میت کوئی عورت ہوتی۔ اور کسی مرد نے دعوی کیا کہ مین اُسکا خاوند ہون۔ تو اُسکا حکم مثل حکم عورت کے اس مسئلہ مین ہوتا۔ اسیطرح اگر قابض مال نے کسی شخص کی نسبت شوہر یا زوجہ ہونے کا یا مان کی طرف سے بھائی ہونیکا یا چچا یا ماموں وغیرہ ذی نسب کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور مولی العتاقہ اس صورت مین بمنزلہ نسب کے ہو پس اگر ایک عورت نے دعوی کیا کہ مین میت کی بیٹی ہون اور ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین نے میت کو آزاد کیا ہو اور قابض مال نے کہا کہ تم دونون سچے ہو یا کہا کہ یہ عورت اُسکی بیٹی ہو اور اس شخص نے اُسے آزاد کیا تھا یا پہلے مولی کی نسبت اقرار کیا پھر بیٹی کی نسبت اقرار کیا تو دونون یکسان ہین اور مال ان دونون کو برابر تقسیم ہوگا اگرچہ دونون نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی ہو اور مولی الموالاۃ اس حکم مین بمنزلہ زوجین کے ہو۔ اور اگر قابض مال ایک عورت ہو اور مال ایک شخص مرد کا ہو پس

عورت قابضہ نے کہا کہ مین میت کی جورو ہون اور یہ عورت بھی جو موجود ہو اُسکی جورو ہو اور یہ مرد جو موجود ہو میت کا موے ہو یعنے اسکے ہاتھ پر میت اسلام لایا تھا اور اس سے موالاۃ کی تھی اور دوسری عورت نے کہا کہ مین ہی اُسکی جورو ہون تو نہین ہو اور موی الموالاۃ نے کہا کہ مین ہی اُسکا وارث ہون تم دونون نہین ہو تو قاضی چوتھائی مال دونون جورون کو دیگا اور باقی مال موے الموالاۃ کو دیدیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر قابض نے کہا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہو اور مین نہین جانتا ہون کہ اُسکا کوئی دوسرا وارث ہو یا نہین ہو تو قاضی انتظار کے بعد اگر کوئی وارث دوسرا آیا تو خیر ورنہ تمام مال اُس بیٹے کو دیدیگا۔ اور اگر قابض نے کہا کہ مین دوسرا وارث میت کا نہین جانتا ہون تو قاضی انتظار نکریگا بلکہ اس مقرلہ کو مال دیدیگا کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قابض مال نے کہا کہ تو میت کا ماں وباپ کی طرف سے بھائی ہو اور مین نہین جانتا ہون کہ آیا میت کا کوئی اور ایسا وارث ہو کہ تجھے میراث سے محجوب کردے اور مدعی نے کہا کہ مین اسکا ماں وباپ کی طرف سے بھائی ہون میرے سواے کوئی وارث نہین ہو تو اُسکو میراث نہ ملیگی جبتک معلوم ہو جاوے کہ اُسکا کوئی دوسرا وارث نہین ہو۔ اور اگر قابض نے کہا کہ تو میت کا ماں وباپ کیطرف سے بھائی ہو اور ایک بھائی اُسکا ایسا ہی اور ہو تم دونون اُسکے وارث ہو مین تم دونون کے سواے اُسکا وارث کوئی تیسرا نہین جانتا ہون اور مدعی نے کہا کہ مین ہی اُسکا ماں وباپ کیطرف سے بھائی ہون میرے سواے دوسرا وارث نہین ہو تو قاضی چندروز انتظار کرے اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو خیر ورنہ تمام مال اس مدعی کو دیدیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اگر دعوے کیا کہ میت میرا غلام ہو اور یہ مال میرے غلام کا مال ہو مین اسکا زیادہ حقدار ہون اور ایک دوسرے شخص نے اگر دعوی کیا کہ مین میت کا بیٹا ہون اور میت آزاد اصلی تھا کبھی مملوک نہین ہوا ہو اور مین ہی اُسکا وارث ہون اور قابض اقرار کرتا ہو کہ میت غلام تھا اور ان دونون نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تو مال موے اُسکو ملیگا بیٹے کو نہ ملیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر دعوے کیا کہ مین غائب کا بھائی ہون وہ مرگیا اور مین وارث ہون میرے سواے دوسرا وارث نہین ہو یا کسی نے دعوی کیا کہ مین اُسکا بیٹا یا باپ یا ماں یا اُسکا موے آزاد کنندہ ہون یا کسی عورت نے دعوے کیا کہ مین میت کی پھوپھی یا خالہ یا اُسکے بہن کی بیٹی ہون میرے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور ایک دوسرے شخص نے دعوے کیا کہ میت نے تمام مال کی تہائی مال کی میرے حق مین وصیت کی ہو اور قابض نے دونون کی تصدیق کی اور کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ تم دونون کے سواے میت کے مال کا کوئی دوسرا وارث حقدار ہو یا نہین ہو تو اس اقرار کے سبب سے مدعی وصیت کو کچھ نہ ملیگا اور قاضی دوسرے وارثون کو مال دیدیگا یہ خلاصہ مین ہو۔ شوہر وزوجہ اور موے الموالاۃ یہ دونون موصے لہ سے مقدم حقدار ہین یہ محیط مین ہو۔ اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ مالک مال مرگیا اور اس شخص زید کے اُسپر ہزار درم ہین تو قاضی اس سے دریافت کریگا کہ اُسنے کوئی وارث چھوڑا ہو اگر اُسنے کہا کہ ہان تو ان دونون مین خصومت قرار ندیگا اور کہا کہ نہین تو قاضی انتظار کریگا پھر اگر کوئی وارث ظاہر نہوا تو میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا اور اُسکے مقابلہ مین دعوی مدعی کی سماعت کریگا اور اگر قرضہ ثابت ہو گیا تو اُسکو دلادیگا ورنہ تمام مال بیت المال مین داخل کردیگا یہ مختصر جامع کبیر مین ہو۔ ایک شخص کے قبضہ مین دوسرے کا مال ہو مالک مال مرگیا اور قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے جمیع اس مال کی وصیت کی ہو اور یہی اقرار کیا کہ میت نے اس عمرو کے واسطے جمیع مال کی وصیت کی

ہے اور عمرو نے زید سے کہا کہ میت نے میرے واسطے تمام اس مال کی وصیت کی تیرے واسطے کچھ وصیت نہیں کی ہے تو مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کیواسطے جمیع مال کی وصیت کی ہے اور یہ بھی اقرار کیا کہ عمرو اسکا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے وارث ہے اسکے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے اور زید و عمرو نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تو زید کو تہائی مال اور عمرو کو دو تہائی مال دیا جائیگا۔ اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہے اور یہ بھی اقرار کیا کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ عمرو اسکا بیٹا یا باپ یا مولی العتاقہ یا مولے الموالاۃ ہے اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے تو تمام مال وارث مفرد اور مولی کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مالک مال پر میرے ہزار درم ہیں اور وہ مر گیا ہے اور میرے دعوی کی اس شخص سے جسکی طرف مال ہے اُسنے تصدیق کی ہے تو اُسپر التفات نہ کیا جائیگا جب تک کہ کوئی وارث حاضر ہو اور اگر جس کی طرف مال ہے اُسنے اور مدعی نے اقرار کیا کہ میت کا کوئی وارث نہیں ہے تو قاضی انتظار کریگا پھر میت کیطرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ وہ جسکی طرف مال ہے اُس سے مال وصول کرلے پھر مدعی کو حکم کریگا کہ اپنے دعوے کے گواہ قائم کرے اگر اسنے قائم کیے تو اسکے تمام موافق دعوے کے مال کی ڈگری کردیگا پھر اگر مالک مال زندہ آکر موجود ہوا تو قاضی اس ڈگری کو منسوخ و رد کردیگا پس اگر مدعی نے وہ مال تلف کر دیا ہو اور اصل میں قرضدار پر وہ مال قرضہ ہو تو مالک مال کو قرضدار سے ضمان لینے کا اختیار ہے اور اگر اصل میں اُسنے غصب کر لیا تھا تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے مدعی قبضہ کر لینے والے سے ضمان لے اور اگر وہ اصل ودیعت تھا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضمان قبضہ کر لینے والے پر ہے اور امام محمد رح نے کہا کہ میرے نزدیک ودیعت مثل غصب کے ہے اور اگر مال اُس شخص کے پاس جسکے قبضہ میں ہے اسکے باپ کیطرف سے پہونچا ہے کہ اُسنے اسکو وصی مقرر کیا تھا تو وہ ضامن نہوگا ضامن وہی ہے جسنے وصول کر لیا ہے یعنے مدعی۔ اور اگر مالک مال زندہ نہ آیا اسکا وارث حاضر ہوا اور قرضہ مدعی سے انکار کیا تو حکم قضا ویسا ہی رہیگا یہ مختصر جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر اُس شخص نے جسکے پاس مال ہے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کیواسطے تمام مال کی وصیت کی ہے ولیکن خالد بن عمرو کا میت پر اس قدر قرضہ ہے اور خالد نے اسکی تصدیق کی اور زید نے وصایت کا دعوی کیا اور قرضہ سے انکار کیا مگر سبھوں نے یہ اقرار کیا کہ مدعی نے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے تو قاضی چند روز انتظار کریگا پھر قرضخواہ سے کہیگا کہ اپنے قرضہ کے گواہ پیش کرے اگر اسکے پاس گواہ نہوں تو موصی لہ سے اسکے علم پر قسم لیگا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس شخص کا میت پر یہ قرضہ ہے پس اگر اسنے قسم کھالی تو تمام مال اسکو دیدیگا اور قرضخواہ کو کچھ نہ دیگا۔ اور اگر قابض مال نے کہا کہ میت نے اس شخص کے واسطے تمام مال کی وصیت کردی ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسنے کوئی وارث چھوڑا ہے یا نہیں پس موصی لہ نے کہا کہ مجھے تمام مال دیدے کہ وہ ہر حال میں میرا ہے خواہ اسنے کوئی وارث چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو تو قاضی اسکو کچھ نہیں دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس شخص نے جسکی طرف مال ہے قاضی سے کہا کہ یہ مال فلاں میت کا ہے اسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے تو قاضی انتظار کریگا اور اس شخص سے اُسکے نفس کا کوئی کفیل لیگا پھر اگر کوئی وارث یا موصی لہ حاضر ہوا تو خیر ورنہ مال اس سے لیکر بیت المال میں داخل کردیگا پھر اگر وہ مال مسلمانوں کو تقسیم کردیا پھر مالک زندہ موجود ہوا تو وہ مال قرضدار پر ویسا ہی قرض رہیگا اور اسکو بیت المال سے عوض دلایا جائیگا اور اگر وہ مال اصل میں غصب ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس شخص سے لے جسکے پاس تھا یا اسکے بیت المال میں سے لے لیوے اور اگر اسنے غاصب سے لیا تو غاصب کو بیت المال میں سے ملیگا۔ اور اگر وہ اصل و

ودیعت تھا تو مستودع پر ضمان نہین آتی ہو یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ کا ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ میرے نزدیک ودیعت بمنزلہ غصب کے ہو اور اگر قابض مال وصی تھا تو وہ ضامن نہوگا اور مالک کو بیت المال سے عوض ملیگا۔ اور اگر مالک مال زندہ نہ آیا بلکہ اُسکا بیٹا آیا تو جس شخص کیطرف مال تھا وہ کسی صورت مین ضامن نہوگا اور بیٹے کو بیت المال مین سے عوض ملیگا یہ مختصر جامع کبیر مین ہو

بائیسوان باب ۔ قتل اور جنایت کے اقرار کے بیان مین۔ قال المترجم۔ جنایت لغت مین گناہ کرنیکے معنی مین آیا ہو اور مراد یہان عمداً اضاعت نفس کے سوائے کوئی فعل جس سے جرمانہ لازم آوے اور مترجم اُسکو جرم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتا ہو اور کبھی قتل عمد کو بھی جنایت کہتے ہین۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو خطا سے قتل کرنیکا اقرار کیا اور گواہ قتل کے اس مقر کے سوائے دوسرے پر قائم ہوے اور ولی نے اس سب کا دعوی کیا تو مقر پر آدھی دیت لازم ہوگی اور دوسرے مشہود علیہ پر کچھ لازم نہوگا۔ اسیطرح اگر زید نے عمداً قتل کرنیکا اقرار کیا اور قتل عمد کے گواہ عمرو پر قائم ہوے اور ولی نے عمد کا دعوے کیا تو مقر کو قتل کرسکتا ہو دوسرے کو قتل نہین کرسکتا ہو۔ اور اگر قتل خطا کی صورت مین ولی نے کل کا مقر پر دعوی کیا تو پوری دیت اُسکے مال پر لازم ہوگی اور اگر مشہود علیہ پر کل قتل کا دعوی کیا تو پوری دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم آویگی یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین نے عمرو کو تنہا عمداً قتل کیا ہو اور بکر نے بھی ویسا ہی اقرار کیا اور ولی نے کہا کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہو تو دونون کو قصاصاً قتل کرسکتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر دو گواہون نے زید پر گواہی دی کہ اُسنے عمرو کو قتل کیا ہو دوسرے دو گواہون نے بکر پر گواہی دی کہ اُسنے عمرو کو قتل کیا ہو اور ولی نے کہا کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہو تو وہ دونون مین سے کسیکو قتل نہین کرسکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر اس صورت مین اُسنے ایک کو کہا کہ تونے قتل کیا ہو تو اُسکو قتل کرسکتا ہو اور اگر دونون سے کہا کہ تم دونون اپنے قول مین سچے ہو تو دونون مین سے کسیکو قتل نہین کرسکتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر اپنے کسی غلام معروف کے حق مین جرم کرنیکا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کے مملوک ہونیکا اقرار کیا ہو پس اگر مقر لہ نے مالک ہونے اور جنایت یعنے جرم کرنے مین اُسکی تصدیق کی تو مقر لہ سے کہا جائیگا کہ یا غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مقر لہ نے ملک و جرم دونون مین اُسکی تکذیب کی تو مقر فدیہ کا مختار نہوگا اور اگر ملک مین اُسکی تصدیق اور جنایت کرنے مین تکذیب کی تو مقر فدیہ کا مختار ہوگیا اور اگر مقر نے پہلے دوسرے کے مملوک ہونیکا اقرار کیا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقر لہ نے دونون باتون مین اُسکی تصدیق کی تو مقر لہ فقط خصم ہوسکتا ہو اور اگر دونون مین اُسکی تکذیب کی تو مقر ہی خصم ہوگا اور اگر ملک مین تصدیق اور جنایت مین تکذیب کی تو جنایت ہدر یعنے لاشی ہو جائیگی یعنے اُسکے اقرار کا اعتبار نہوگا۔ اسیطرح اگر غلام مجہول الحال ہو نہ معلوم ہو کہ مقر کا ہو یا غیر کا ہو پس مقر نے پہلے جرم کرنیکا اقرار کیا پھر ملک کا یا پہلے ملک کا پھر جرم کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے جرم کرنے سے پہلے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری کو غلام کو دیتے اور فدیہ دینے مین اختیار ہوگا یعنے چاہے غلام دیدے یا فدیہ دے یہ محیط سرخسی مین کتاب الجنایات مین ہو

تئیسوان باب ۔ متفرقات مین۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ وارثان زید کے مجھپر ہزار درم ہین تو بموافق میراث کے اُن سب مین تقسیم ہوگا اور اگر مورث کا کوئی حمل ہو تو وہ بھی ان وارثون مین داخل ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد فلان کے مجھپر ہزار درم ہین تو وارثان موجودہ مین برابر تقسیم ہوگا

ف کیونکہ اُسنے دونون کی تکذیب کی یا دعویٰ دو گواہون مین ۱۲

کو اسکے ان سے نہ دلایا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ جب مین نے تجھسے نکاح کیا تھا تو مین نابالغ تھا تو فقط اس اقرار سے دونون مین جدائی نہ کیجاویگی بلکہ اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ آیا تیرے والد نے اجازت دی تھی اگر اُسنے کہا کہ نہین تو کہا جائیگا کہ کیا تو نے بعد بالغ ہونے کے اجازت دی اگر اُسنے کہا کہ نہین تو اُس سے کہا جائیگا کہ کیا تو اب اجازت دیتا ہی اگر اُسنے کہا کہ نہین تو اُسوقت باہم جدا کردی جاویگی یہ واقعات حسامیہ مین ہی - نوادر ہشام مین امام محمد سے روایت ہی اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم خالد کی میراث کے ہین پس اگر مقرلہ نے مقر کے قول کی تصدیق کی تو مقرلہ اُسکو خالد کے وارث سے لینگے اور اگر مقرلہ نے انکار کیا تو وارثان خالد کو کسی سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کرڈالا اور مولے کو معلوم نہوا یہانتک کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکے سپرد کردیا تھا اُسنے پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہی اور مقتول کے ولی نے اُسکی تکذیب کی تو مولی کا قول قبول نہوگا اور نہ اُسکے گواہ مسموع ہونگے اور حکم کیا جائیگا کہ یا غلام مقتول کے ولی کو دے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام دیا پھر زید حاضر ہوا اور مولے کی تکذیب کی تو جو ہوا صحیح رہیگا اور اگر تصدیق کی تو غلام کو واپس لے سکتا ہی اور مولی اُسکی قیمت مقتول کے ولی کو دیگا - اور اگر یون کہا کہ مین نے حالت درانستگی مین کہ اُسنے یہ جرم کیا ہے فروخت کیا تو مقتول کا ولی غلام کو نہین لے سکتا ہی اور مولی پر دیت واجب ہوگی خواہ مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ زید نے کہا کہ اس عمرو کا مجھپر اسیقدر ہی جسقدر اس بکر کا ہی اور اس مجلس مین بکر کے قرضہ کی کچھ تعداد بیان کی تھی اور نہ کوئی کلام پہلے ایسا کیا ہی جس سے معلوم ہو کہ بکر کا اُسپر کسقدر ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ دونون کے لیے جسقدر چاہے اقرار کرے اور اگر بکر نے گواہ قایم کیے کہ میرے اُسپر ہزار درم ہین تو اس سے عمرو کو ہزار درم کا استحقاق ثابت نہوگا اور مقر کو اختیار ہی جسقدر چاہے اُسکے واسطے اقرار کرے نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمۃ سے روایت ہی کہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین جیسے کہ بکر کا مجھپر دینار ہی تو عمرو کے اُسپر ہزار درم ہونگے اور بکر کا اسپر ایک دینار ہوگا - اور اگر اسقدر کہکر کہ عمرو کے مجھپر ہزار درم ہین خاموش ہو رہا پھر کہا اور اس بکر کے مجھپر مثل اس عمرو کے ہین تو ہر ایک کو دونون سے ہزار درم ملینگے بشرطیکہ یہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی کلام مین واقع ہو یہ محیط مین ہی - زید نے عمرو کے غلام کی نسبت اقرار کیا کہ یہ بکر کا ہی اور عمرو نے انکار کیا پھر زید نے کہا کہ اگر مین اُسکو خریدون تو یہ آزاد ہی پھر اسکو خریدا تو وہ بکر کو دلایا جائیگا اور عتق باطل ہوگا - اور اگر اقرار کیا کہ یہ بکر کا ہی پھر اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی پھر اسکو خریدا تو بکر کو ملیگا - اور اگر پہلے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی پھر کہا کہ یہ بکر کا ہی پھر اسکو خریدا تو وہ آزاد ہی - اور اگر پہلے بکر کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ یہ خالد کا ہی پھر اسکو خریدا تو پہلے کو یعنے بکر کو ملیگا اور اگر دونون اقرارون کے بعد شعیب نے اسکو اس غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُسنے خریدا تو موکل کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - منتقی مین بروایت بشر بن الولید کے امام ابو یوسف رحمۃ سے مروی ہی کہ زید نے کہا کہ عمرو کے میرے پاس ہزار درم ودیعت کے ہین پھر کہا کہ میرے اقرار سے پہلے ضائع ہوگئے تو اُسکی تصدیق نہوگی اور وہ ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ میرے پاس ودیعت تھے پھر ضائع ہوگئے تو اُسکا قبول ہوگا - اور اگر کہا کہ زید کے میرے پاس ہزار درم ودیعت کے ہین کہ ضائع ہوگئے اور یہ کلام ملاکر بیان کیا تو استحسانًا اُسکی تصدیق ہوگی اسیطرح اگر یہ فقرہ ملایا کہ کل کے روز وہ ضائع ہوگئے تو بھی استحسانًا تصدیق ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر اقرار کیا کہ زید کا مجھپر ایک ہروی کپڑا ہی تو

جو ہروی کپڑا لاویگا اسمین اسکی تصدیق کیجاویگی مگر پہلے قسم کھاوے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چاہیے کہ اس اقرار سے اوسط درجہ کا کپڑا قرار دیا جاوے اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے۔ اسیطرح اگر کہا کہ زید کا مجھپر ایک کپڑا ہے اور اسکی جنس بیان نہ کی تو جو کپڑا لاویگا اسمین اسکی تصدیق کیجاویگی پہنا ہوا اور نیا اس صورت مین یکسان ہے اور اسکا پیچھا نہ چھوٹیگا جب تک کہ وہ کوئی کپڑا نہ دے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ زید کا مجھپر ایک دار یا زمین یا نخل یا بستان ہے تو یہ غصب کا اقرار ہے پس مال عین یعنے بعینہ اسی مال کی واپسی کا حکم دیا جائیگا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اسکے واپس کرنے سے عاجز ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے موافق قیمت کا ضامن نہوگا اور اول قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے موافق و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت کا ضامن ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر اقرار کیا کہ مجھپر فلان شخص کا غلام ہے اور فلان شخص نے ایسا دعوی کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسپر درمیانی غلام یا درمیانی غلام کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ غلام اور اسکی قیمت کے باب مین اسی کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر اقرار کیا کہ فلان شخص کا مجھپر ایک اونٹ یا گاے یا بکری ہے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھپر غلام قرض ہے تو اسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قیمت کے بارہ مین قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے اوپر ایک چوپایہ ہونیکا اقرار کیا تو جس چوپایہ کو وہ چاہے اسکی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر ایک چوپایہ لایا اور کہا کہ یہ ہے تو اسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ گھوڑا یا بیل یا گدھا یا اونٹ لاوے اور انکے سواے مین اسکا قول قبول نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے کتاب العلل مین ہے کہ اگر کہا لفلان علی درہم فلوس تو اسپر مساوی ایکدرم کے فلوس واجب ہونگے اسیطرح اگر کہا کہ لفلان علی دینار دراہم تو اسپر مساوی ایک دینار کے دراہم واجب ہونگے اور اگر کہا لفلان علی بدرہم فلوس تو یہ ایسا ہے گویا اسنے کہا کہ مین نے اسکے ہاتھ فلوس بعوض درہم کے فروخت کیے اور فلوس کی مقدار بیان کرنا اسی پر ہوگی اور منتقی مین ہے کہ اگر کہا لفلان علی درہم دقیق تو اسپر ایک درہم کے مساوی آٹا واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کیواسطے کسی دار یا زمین یا ملک یا شرار مین حق ہونیکا اقرار کیا تو اسکو بیان کرنا چاہیے کہ کسقدر ہے اور اگر مقرلہ نے اس سے زیادہ کا دعوی کیا تو زیادتی پر اس سے قسم لیجاویگی۔ اور اگر اسنے بیان مقدار سے انکار کیا تو قاضی خود اس سے دریافت کرتا جاویگا کہ کیا آدھا ہے یا تہائی ہے یا چوتھائی ہے یہانتک ایسی مقدار تک نوبت پہونچے کہ عرف مین اس سے کم کی ملکیت نہین ہوا کرتی ہے پس اسقدر اسپر خواہ مخواہ لازم ہوگا پھر زیادتی پر اس سے قسم لیجاویگی اور اگر یون کہا کہ اس شخص کا حق اسمین یہ شہتیر یا دروازہ جڑا ہوا یا بنا بدون زمین کے یا حق زراعت یا اجارہ پر رہنے کا ہے تو اسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی ولیکن اگر یہ بیان اقرار سے ملا کر کہا ہو تو تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کا مجھپر قرضہ ہے اور بیان کرنے سے انکار کیا تو قاضی اس سے تعداد درجہ بدرجہ دریافت کرتا جاویگا یہانتک کہ عرف کے موافق اقل مرتبہ کہ جس سے کم پر قرضہ کا اطلاق نہین ہوتا ہے پہونچے پس اگر اسقدر کا اقرار کیا تو خیر ورنہ اسقدر خواہ مخواہ اسپر لازم ہوگا اور زیادتی پر اس سے قسم لیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے مین نے اس سے خریدا ہے اور ملا کر کلام بیان کیا اور خرید کے گواہ پیش کیے تو استحسانا مقبول ہونگے اور اگر سکوت کے بعد کہا کہ مین نے قبل اقرار کے اس سے خرید لیا ہے یا اسنے مجھے ہبہ کیا ہے یا صدقہ دیا ہے تو اس امر پر اسکے گواہ مقبول ہونگے یہ مبسوط مین ہے

منتقے مین ہے کہ بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر اقرار کیا کہ میرے بھائی کے مجھپر ہزار درم ہین اور اسکا نام نہ بیان کیا تو یہ باطل ہے اور اگر نام لیا اور اسکا کوئی بھائی اس نام کا ہے تو اسپر یہ لازم آویگا اور اگر کہا کہ میرے بیٹے کے اور اسکا نام نہ لیا اور اسکا بیٹا معروف ہے مگر اسنے کہا کہ میرا ایک دوسرا بیٹا ہے مین نے اسی کو مراد لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کسی بیٹے کا نام لیا ہے تو اسکو دوسرے کی طرف معروف کرنیکا اختیار نہین ہے اور اگر اس قبیل کے امور مین دو نام عمرو وعمرو وسالم وسالم متفق ہو جاوین تو اقرار قرضہ باطل ہوگا اور طلاق و عتاق واقع ہو جاوینگی اور اسکو بیان کرنا چاہیے کہ ان متفقین مین سے کون مراد ہے یہ محیط مین ہے۔ الاصل یعنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر اسنے کوئی مقدار بیان کرکے دو صنفون مال کی طرف نسبت کیا تو دونون مین سے ہر ایک کی نصف لیجاویگی کیونکہ اسنے مقدار کو دونون کی طرف برابر نسبت کیا ہے پس برابر تقسیم ہوگی چنانچہ اگر دو شخصون کی طرف نسبت کرے تو دونون پر برابر تقسیم ہوتی ہے اور اضافت مین مساوات ہونا تقسیم مین بھی مساوات چاہتا ہے اگر کہا کہ مجھپر دس کپڑے ہروی و مروی ہین تو ہر ایک مین سے نصف نصف واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا مجھپر دو سو مثقال سونا و چاندی ہے تو ہر ایک مین سے سو مثقال واجب ہوگی اور مقر اچاندی کو زیادہ نہین کر سکتا ہے اور جید وردی ہونے مین مقر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم قرض و ودیعت ہین تو وہ آدھے درم قرض کا ضامن ہے اور آدھے درم ودیعت ہونگے۔ اسیطرح اگر کہا کہ میری طرف زید کے ہزار درم مضاربت و قرض کے ہین تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنے اقرار سے ملا کر یون بیان کیا کہ اسمین سے تین سو درم قرض اور سات سو درم مضاربت کے ہین تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر جدا کرکے بیان کیا تو دونون مین سے آدھے آدھے رکھے جاوینگے کذا فی الحاوی اگر اقرار کیا کہ زید کے میرے پاس ہزار درم ہین وہ ودیعت کے ہین تو سب ودیعت کے قرار دیے جاوینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اقرار کیا کہ زید نے مجھے تین کپڑے زطی و یہودی ودیعت دیے تھے تو اسپر ایک زطی اور ایک یہودی لازم ہوگا اور تیسرے کپڑے کا بیان اسی پر ہے خواہ زطی بیان کرے یا یہودی مگر قسم سے بیان معتبر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھپر ایک قفیز گیہون وجو کی ہے الا ایک ربع تو اسپر تین چوتھائی قفیز واجب ہوگی ہر ایک مین سے نصف نصف یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کہا کہ مجھپر ایک کر گیہون وجو و سمسم یعنی تل کا ہے تو ہر ایک صنف مین سے ایک تہائی کر واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر کہا کہ مجھپر نصف درم و دینار و ثوب ہے تو اسپر ہر ایک کا نصف لازم آویگا اسیطرح اگر کہا کہ مجھپر نصف کر گیہون و کر جو و کر چھوہارے کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھپر نصف اس غلام و اس باندی کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یون کہا مجھپر اس کر کا نصف گیہون و کر شعیر ہے تو اسپر شعیر یعنی جو کا پورا کر واجب ہوگا اسیطرح اگر کہا کہ مین نے فلان شخص سے نصف اسکا غلام اور یہ باندی غصب کرلی تو بھی باندی کامل واجب ہوگی اسیطرح اگر نصف درم اور یہ دینار کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جامع صغیر مین ہے کہ ایک شخص مرگیا اور ایک غلام چھوڑا پس غلام نے وارث سے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے آزاد کردیا ہے اور زید نے کہا کہ میرے تیرے باپ پر ہزار درم قرضہ ہین پس وارث نے دونون سے کہا کہ تم دونون نے سچ کہا تو امام اعظم رح کے نزدیک قرضہ مقدم ہوگا اور غلام اپنی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ غلام پر سعایت واجب نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایک

شخص کا ایک غلام ہو اور دوسرے کی ایک باندی ہو پس دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے حق مین شہادت
دی کہ اِسنے اپنے مملوک کو آزاد کیا ہو اور دوسرے نے اُسکے قول کی تکذیب کی پھر ہر ایک نے اپنے مملوک کے عوض
دوسرے کا مملوک خریدا تو خرید جائز ہو اور ہر ایک کی طرف سے اُسکی خریدی ہوئی مبیع آزاد ہو جائیگی خواہ قبضہ کرے
یا نہ کرے اور ہر ایک دوسرے کو اپنی خریدی ہوئی چیز کی قیمت کی ضمان دیگا پس اگر دونون کی قیمت برابر ہو تو برابر
ہو جائیگا کوئی بھی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور اگر دونون مین سے کسیکی قیمت زیادہ ہو تو اُسکا مالک دوسرے
سے بقدر زیادتی کے لیگا۔ اسی طرح اگر ہر ایک نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنے مملوک کو مدبر کر دیا ہو پھر بیع واقع
ہوئی تو ہر ایک مملوک کا آزاد ہونا بائع کے مرنے پر ہوگا اب مشتری کے مرنے سے متعلق نہ ہوگا اور ولا موقوف رہیگی
اور اگر ہر ایک نے دوسرے کے مملوک کی نسبت گواہی دی کہ یہ خالد کا ہو اور یہ شخص معروف ہو اور دونون مین سے
ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی پھر ایک نے اپنے مملوک کے عوض دوسرے کا مملوک خریدا تو بیع جائز ہو اور
ہر ایک نے جو مبیع خریدی ہو وہ مقر لہ یعنی خالد کو مثلاً دیدے اور یہ اسوقت ہوگا کہ خالد نے دونون کی تصدیق کی ہو
اور اگر تکذیب کی تو خالد کو دینے کے لیے کسیکو حکم نہ کیا جائیگا اور نہ ہر ایک دوسرے کو اپنی شے خریدہ کی ضمان قیمت
دیگا اور نہ بائع دوسرے سے اپنی مبیع کی قیمت لے سکتا ہو۔ اور اگر زید نے عمرو پر گواہی دی کہ اُسنے اپنے مملوک کو
مدبر کر دیا ہو اور عمرو نے زید پر گواہی دی کہ اِسکی مقبوضہ چیز بکر کی ہو اور بکر اُسکا مدعی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کی
تکذیب کی پھر دونون نے اپنے اپنے مملوک کے عوض باہم خرید کر لی تو خالد اپنے مقر بہ کو اُسکے مشتری سے لیگا
اور جسنے کہ مدبر ہونے کا اقرار کیا تھا اُسکی خریدکردہ باندی مثلاً مدبر ہو جائیگی اور ولا اُسکی موقوف رہیگی اور بیع جائز
ہوگی۔ اور کوئی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر ہر ایک نے دوسرے کی نسبت یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنے
مملوک کو مکاتب کر دیا ہو پھر دونون نے باہم بیع کر لی اور دونون نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا پس اگر دونون مملوکون نے
مکاتب سے انکار کیا تو دونون محض مملوک رقیق رہینگے اور مطلقاً بیع جائز ہونیکا حکم کیا جائیگا اور اگر دونون نے کتابت
کا دعویٰ کیا تو قاضی دونون سے کتابت واقع ہونیکے گواہ طلب کریگا پس اگر ہر ایک نے گواہ پیش کیے تو کتابت کا
حکم ہو جائیگا اور بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو ہر ایک بائع سے اُسکی بیع کی نسبت قسم لیجائیگی
کہ واللہ مین نے اُسکو مکاتب نہین کیا تھا پس اگر دونون نے قسم کھالی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک اپنے اپنے مشتری کا
غلام ہوگا اور اگر دونون نے قسم سے نکول کیا تو ہر ایک کے مکاتب ہونے کا حکم کیا جائیگا اور بیع فسخ ہو جائیگی اور
اگر دونون شخصون مین سے ایک نے دوسرے پر اُسکے مملوک کے مدبر کرنیکی گواہی دی اور دوسرے نے
دوسرے کے مکاتب کرنے کی گواہی دی پھر باہم بیع کر لی پس جسنے مدبر کرنیکی گواہی دی تھی اُسکا خریدکردہ اُسکے
مال سے مدبر ہوگا اور اُسکے بائع کے مرنے پر آزاد ہو جائیگا کیونکہ اُس نے اقرار کیا تھا اور اُسکی ولا موقوف
رہیگی اور جسنے مکاتب کر دینے کی گواہی دی اُسکا خریدکردہ فسخ کتابت کے بعد مملوک ہوگا اگر مملوک کے پاس گواہ نہون تو
اُسکے بائع سے قسم لیجاویگی کہ مین نے بیع سے پہلے اِسکو مکاتب نہین کیا تھا اور دونون شخصون مین سے کوئی
دوسرے سے کچھ واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو غلام اُسکے بائع کو واپس
کر دیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجاویگی یہ تحریر شرح جامع کبیر مین ہو۔

کتاب الصلح

اس مین اکیس ۲۱ ابواب ہین -

باب اول - صلح کی تفسیر شرعی اور اُسکے رکن و حکم و شرائط و انواع کے بیان مین قال المترجم مصالح صلح کرنیوالا
مصالح عنہ جس چیز سے صلح کی ہو یعنی مثلاً مدعی نے دعوے زمین یا ہزار درم کا کیا اور اس سے ہزار درم دیکر صلح کی تو صلح
کرنیوالا مصالح ہو اور زمین یا ہزار درم مصالح عنہ اور ہزار درم جو صلح مین دیے وہ بدل الصلح ہو اُسکو مصالح علیہ بھی
کہتے ہین مگر اختلاف اعتبار ہو - صلح کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ صلح ایسا عقد ہو کہ جو باہمی رضامندی کے ساتھ جھگڑا دور کرنیکے
واسطے موضوع ہوا ہو کذا فی النہایۃ اور رکن صلح کا پس ایجاب تو مطلقاً چاہیے اور قبول اُن چیزون مین جو معین کرنے
سے متعین ہوتی ہین واجب ہو یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو - پس اگر دعوے ایسی چیز مین واقع ہوا جو معین کرنے سے
متعین ہوسکتی ہو پس مدعا علیہ نے مدعی سے کہا صلح کن ازین دعوی با من بدرہم کہ بتو میدہم (یعنے اس دعوی سے
میرے ساتھ ایکدرم پر صلح کرلے جو مین تجھے دیتا ہون پس مدعی نے کہا کہ مین نے کیا تو صلح تمام نہ ہوگی تاوقتیکہ طالب
صلح یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کی اسیطرح اگر دعوے ایسی چیز مین واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہو جیسے
درم و دینار اور طالب نے دوسری جنس پر صلح طلب کی تو بھی یون ہی ہونا ضرور رہو لیکن اگر درم و دینار مین
دعوے واقع ہوا اور صلح بھی اسی جنس پر طلب کی تو صرف مدعی کے اسقدر کہنے سے کہ مین نے صلح کی صلح تمام
ہو جائیگی مدعا علیہ کے قبول کی حاجت نہوگی کیونکہ یہ کسیقدر حق کے ساقط کرنیکے واسطے ہو اور ساقط کرنا فقط ساقط
کرنیوالے سے تمام ہوجاتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو - ایجاب و قبول یہ ہو کہ مدعا علیہ کہے کہ مین نے تجھ سے اس بات سے اتنے پر
صلح کی یا تیرے اس دعوے سے اتنے پر صلح کی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا اور ایسے
ہی الفاظ جو قبول و رضا پر دلالت کرتے ہین کذا فی البدائع - ایک شخص نے دوسرے پر کسی شی کا دعوے کیا اور
مدعا علیہ نے کہا کہ بہ چندین فیصل کردم اور مدعی نے کہا کہ کردم تو اس مبلغ پر صلح کرنیوالا ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین
ہو اور حکم صلح کا یہ ہو کہ بدل مین ملک ثابت ہوجاتی ہو اور جس چیز سے صلح کی گئی ہو اُسمین بھی ملک ثابت ہوتی ہو
بشرطیکہ وہ محتمل ہو مثل مال کے یا اُس سے بریت ہوجاتی ہو اگر محتمل ملک نہ ہو جیسے قصاص وغیرہ اور یہ حکم اُسوقت
ہو کہ صلح اقرار پر ہو یعنی مدعا علیہ معترف ہوکر صلح کرے اور اگر اُسنے باوجود انکار کے صلح کرلی تو مدعی کیواسطے بدل صلح مین
ملک ثابت ہوتی ہو اور مدعا علیہ دعوی سے بری ہوتا ہو خواہ جس امر سے صلح کی گئی وہ مال ہو یا نہو یہ محیط سرخسی
مین ہو - اور شرائط چند قسم کے ہین از انجملہ یہ ہو کہ صلح کرنیوالا عاقل ہو پس صلح مجنون اور طفل لایعقل کی صحیح نہین
کذا فی البدائع اور جو شخص نشہ مین ہو اُسکی صلح جائز ہو یہ سراجیہ مین ہو - از انجملہ یہ ہو کہ جو شخص نابالغ کیطرف سے
صلح کرنیوالا ہو وہ ایسی صلح سے اُسکو کھلا ہوا ضرر نہ پہونچادے مثلاً ایک شخص نے ایک نابالغ پر قرضہ کا دعوے
کیا پس نابالغ کے باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کی پس اگر مدعی کیواسطے گواہ دعوے موجود ہون اور جسقدر
مال صلح مین باپ نے دیا وہ اُسکے حق کے برابر یا اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنی زیادتی پر برداشت کرلیا کرتے
ہین تو صلح جائز ہو اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون تو صلح جائز نہین ہو اور اگر باپ نے اپنا مال ذاتی دیکر صلح کرادی تو جائز ہو

از انجملہ یہ ہے کہ نابالغ کیطرف سے صلح کرنیوالا ایسا شخص ہو جسکو نابالغ کے مال مین تصرف کا اختیار رہے جیسے باپ یا دادا یا وصی از انجملہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد نہو اور صاحبین رح کے نزدیک مرتد کی صلح نافذ ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ مرتد کے تصرفات امام اعظم رح کے نزدیک موقوف رہتے ہین اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نافذ ہوتے ہین اور مرتدہ عورت کی صلح بلاخلاف جائز ہے یہ بدائع مین ہے ۱۰ور بلوغ اور آزادی شرط نہین ہے پس ایسے لڑکے کی صلح جسکو اجازت تصرف ہو صحیح ہے بشرطیکہ اسمین نفع ہو اور ضرر سے خالی ہو اور غلام ماذون سے بھی صحیح ہے بشرطیکہ اسمین اسکی مصلحت ہو ولیکن بعض حق کے کم کرنے پر صلح کرنیکا اختیار نہین رکھتا ہے جبوقت کہ اسکے پاس اپنے حق کے گواہ موجود ہون - اور مدت مقرر کر دینے کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے اور عیب کیوجہ سے کسیقدر ثمن کم کر دینے کا بھی مختار ہے اور مکاتب سے بھی صلح کرنا یعنی مکاتب صلح کرے تو جائز ہے یہ غرر مین ہے - از انجملہ یہ ہو کہ جس چیز پر صلح ٹھہری ہے وہ مال معلوم ہو اگر اسکے قبضہ کی احتیاج ہو - اور اگر اسکے قبضہ کی احتیاج نہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مال ہو خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو یہ محیط مین ہے - اگر کسی مال عین پر جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے مثل دار یا زمین یا غلام وغیرہ کے دعوے کیا اور کل یا بعض کا دعوے کیا اور مدعا علیہ مقر ہے یا منکر ہے یا ساکت ہے پس اگر صلح کسی قدر دراہم غیر معینہ پر واقع ہوئی تو اسکی مقدار بیان کرنا شرط ہے اور کھرے درمون پر اس شہر کے چلن کے مطابق واقع ہوگی اور اگر شہر مین نقود مختلفہ رائج ہون تو اکثر جو رائج ہو اسپر صلح واقع ہوگی اور اگر بعض درم بعض پر غالب نہون تو مطلق صلح جائز نہوگی جبتک کہ مقدار کے ساتھ کسی چلن کے درمون کو بیان نہ کرے اور درمون کی صلح فی الحال یا میعادی دونون طرح جائز ہے اور جس چیز پر صلح واقع ہوئی اسکا مجلس مین جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط نہین ہے - اور اگر درم معینہ ہون تو صلح جائز ہے اور اسمین قدر و وصف کے بیان کی ضرورت نہین ہے اور عقد صلح انکے عین کے ساتھ متعلق نہوگا حتے کہ اگر صلح کرنیوالے نے انکو روک لیا اور انکے عوض انکے مثل دینے چاہے تو جائز ہے اور اگر دیدینے سے پہلے اسکے پاس تلف ہوگئے یا انمین استحقاق ثابت کیا گیا تو عقد صلح باطل نہوگا اور انکے مثل دیدیگا اور اگر تلف ہوجانیکے بعد انکی مقدار و وصف مین اختلاف کیا تو دونون باہمی قسم کھالینے کے بعد صلح کو رد کرینگے اور اسی طرح اگر دینار و نیز صلح واقع ہو تو بھی سب صورتون مین یہی حکم ہے - اور اگر اسکے دعوے سے کسی کیلی مثل گیہون وجو کے یا وزنی مثل لوہے و تانبے کے صلح ٹھہرائی پس اگر وہ معین ہے اور عقد کو اسکی طرف نسبت کیا خواہ غائب ہے یا سامنے موجود ہے ولیکن مدعا علیہ کی ملک مین ہے تو صلح صحیح ہے اور یہ صلح اسقدر پر واقع ہوگی جسقدر اسنے کیلی و وزنی کا نام لیا ہے اور اگر اسکی طرف اشارہ کر دیا اور کیل و وزن بیان نہ کیا تو جائز ہے اور وہی عقد مین متعین ہوگا - اور اگر گیہون مین مدت مقرر کی پس اگر گیہون معین ہین تو باطل ہے صحیح نہین ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے نقل کیا ہے - اور اگر گیہون وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھے ہین تو اسمین قدر و وصف کا بیان کرنا شرط ہے اور مدت کا بیان کرنا شرط نہین ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا ہے اور اگر مدت بیان کر دی تو جائز ہے اور مدت ثابت ہو جائیگی - اور اگر کپڑون پر صلح ٹھہرائی پس اگر کپڑے معین ہون تو صلح جائز ہے اور اسمین فقط اشارہ کر دینا شرط ہے اور اگر کپڑے غیر معین ہین تو جبتک بیع سلم کی پوری شرطین ذکر نہ کرے صلح جائز نہوگی - اور اگر دعوے مدعی سے کسی حیوان پر یا ایسی چیز پر جسمین سبب

جہالت کے بیع سلم جائز نہین ہوتی ہو صلح قرار دی تو جبتک وہ معین نکرے صلح جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ جسپر صلح ٹھہرائی ہو وہ مال متقوم یعنی قیمت دار ہو پس مسلمان کیطرف سے شراب یا سور پر صلح کرنا جائز نہین ہو اسیطرح ایک مٹکے سرکہ پر صلح ٹھہرائی پھر دیکھا تو وہ شراب تھی تو بھی جائز نہین ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ وہ مال صلح کرنے والے کی ملک ہو حتے کہ اگر کسیقدر مال پر صلح کی پھر وہ مال مدعی کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کرکے لیا گیا تو صلح صحیح نہوئی یہ بدائع مین ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہو وہ ایسا ہو کہ اسکا عوض لینا مال یا غیر مال سے جائز ہو جیسے قصاص خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو یہ محیط مین ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہو وہ بندہ کا حق ہو حق اللہ تعالی نہو خواہ مال عین یا دین یا سوائے ان دونون کے کوئی حق ہو پس اگر حد زنا یا سرقہ یا شراب خواری سے صلح کی اسطور سے کہ ایسے شخص کو کسی نے پکڑا اسنے اس امر پر صلح ٹھہرائی کہ مجھ سے اسقدر مال پر صلح کر لے اور مجھے حاکم کے پاس نہ لیجا تو یہ صلح باطل ہو یہ بدائع مین ہو۔ اگر ایک چور نے کسی کے گھر سے مال چوری کا باہر کر دیا پھر اپنے گھر مین سے چور کو پکڑا پس چور نے کسیقدر مال معلوم پر صلح کر لی یہانتک کہ اسنے ہاتھ روک لیا تو چور پر مال واجب نہوگا اور وہ خصومت سے بری ہو جائیگا جبکہ اسنے چوری کا مال اسکے مالک کے حوالہ کر دیا اور اگر یہ صلح قاضی کے پاس مرافعہ کرنیکے بعد واقع ہوئی پس اگر لفظ عفو کے ساتھ صلح کی تو بالاتفاق صلح صحیح نہین ہو اور اگر لفظ ہبہ یا برائت کیساتھ واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا ساقط ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر وہ چیز جسکی وجہ سے صلح کی ہو ایسی ہو کہ اسکا عوض لینا جائز نہین ہوتا ہو جیسے حق شفعہ و حد قذف اور کفالت بالنفس تو اس سے صلح کرنی جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر حد قذف سے قاضی کے پاس پیش ہونے سے پہلے صلح کر لی تو بدل صلح واجب نہوگا اور حد ساقط نہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر کسی گواہ سے جو اسپر گواہی دینا چاہتا ہو مال دیکر صلح کر لی کہ مجھپر گواہی نہ دے تو یہ باطل ہو کیونکہ حقوق اللہ تعالی سے صلح کر لینا باطل ہوتا ہو اور جو گواہ نے لیا ہو اسکو پھیر دینا واجب ہو اور تعزیر سے صلح جائز ہو یہ بدائع مین ہو اور جس امر پر بعد اختلاف کے ائمہ خوارزم کا فتوے قرار پایا ہو وہ یہ ہو کہ ایسے دعوے فاسد سے جسکی تصحیح ممکن نہین ہو صلح کر لینا صحیح نہین ہو اور جس دعوے فاسد کی تصحیح ممکن ہو مثلاً کسی حد کا حدود مین سے ذکر کرنا چھوڑ دیا یا ایک حد کو غلط بیان کیا تو اس سے صلح کرنا جائز ہو یہ ذخیرہ کردری مین ہو۔ اور صلح کے انواع بحسب مدعا علیہ کے تین ہین کذا فی النہایہ ایک صلح باقرار مدعا علیہ دوسری صلح بسکوت یعنے مدعا علیہ نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے اور تیسری صلح مع الانکار یعنی مدعا علیہ دعوی مدعی سے انکار کرے اور پھر بھی صلح کر لے اور یہ سب جائز ہین پس اگر صلح باوجود اقرار مدعا علیہ کے واقع ہوئی تو اسمین وہی چیزین معتبر ہونگی جو بیع مین معتبر ہوتی ہین اگر صلح دعوے مال سے بعوض مال کے واقع ہوئی پس اسمین شفعہ جاری ہوگا اگر دعوی عقار مین واقع ہوا ہو اور اس سے صلح ہوئی ہو اور عیب کیوجہ سے واپس ہوگا اور خیار رویت اور شرط ثابت ہوگا اور بدل کے مجہول ہونے سے صلح فاسد ہوگی اور مصالح عنہ کی جہالت سے صلح فاسد نہوگی اور بدل کے سپرد کرنے پر قادر ہونا شرط ہوگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر مصالح عنہ اور بدل الصلح دونون نقد ہون تو جو بیع صرف مین معتبر ہو وہی اس صلح مین معتبر ہوگا حتے کہ اگر جسپر صلح قرار پائی ہو اسکو مجلس صلح مین اپنے قبضہ مین نہ لیا تو صلح باطل ہوگی یہ تہذیب مین ہو۔ اور اگر مال سے بعوض منافع کے صلح واقع ہوئی تو شروط اجارات معتبر ہونگے پس اسمین مدت مقرر کرنا شرط ہوگی

اور مدت کے اندر کسی ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جائیگی کذا فی الہدایہ۔ حتی کہ اگر کسی بیت معین میں کسی مدت معلوم تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر مدت کیواسطے ابداً یعنی ہمیشہ کو کہا یا یہ کہا کہ مرتے دم تک رہوںگا تو یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دعوے بھی منفعت کا ہو اور صلح بھی منفعت پر ہو پس اگر دونوں منفعتیں دو جنس مختلف کی ہوں مثلاً کسی گھر کے سکونت کے دعوی سے کسی غلام کی خدمت لینے پر صلح کر لی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دونوں جنس واحد کی ہوں تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور جو صلح سکوت یا انکار سے ہوتی ہے وہ حق مدعا علیہ میں قسم کا فدیہ اور قطع خصومت کیواسطے ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے معنی میں ہوتی ہے کذا فی الہدایہ۔ اور صلح کے اقسام باعتبار مصالح علیہ اور مصالح عنہ کے چار ہیں کیونکہ یا تو مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں معلوم ہونگے مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں عمرو نے حق معلوم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معلوم پر صلح کر لی اور یہ صلح جائز ہے یا مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں مجہول ہونگے اور اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو اسمیں دینے و لینے کی حاجت نہوگی مثلاً زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر کسی حق مجہول کا دعوے کیا اور عمرو نے بھی زید کی مقبوضہ زمین پر کسی حق مجہول کا دعوے کیا اور دونوں نے حق کو بیان نہ کیا پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنا دعوے چھوڑ دے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر دینے و لینے کی ضرورت ہو مثلاً یوں صلح کی کہ ایک اپنے پاس سے کسیقدر مال دے اور اسکو بیان نہ کیا اس شرط پر دیوے کہ دوسرا اپنا دعوے چھوڑ دے یا دوسرا اسکے دعوے کے موافق دیدے تو یہ جائز نہیں ہے۔ یا مصالح عنہ مجہول اور مصالح علیہ معلوم ہو اور اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر مصالح عنہ کے سپرد کرنیکی ضرورت ہووے مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں اپنے حق مجہول کا دعوے کیا اور دونوں نے اسطرح صلح کر لی کہ مدعی کسیقدر مال معلوم مدعا علیہ کو دے تاکہ مدعا علیہ مدعی کو اسکے دعوے کے موافق حق اسکو سپرد کرے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر مصالح عنہ کے سپرد کرنیکی ضرورت نہو مثلاً اسی صورت میں مدعا علیہ نے کسیقدر مال معلوم دیکر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنا دعوے چھوڑ دے تو یہ جائز ہے۔ یا مصالح عنہ معلوم اور مصالح علیہ مجہول ہو تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر اسمیں دینے و لینے کی ضرورت ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر دینے و لینے کی ضرورت نہو تو جائز ہے اور قاعدہ کلیہ اس مقام پر یہ ہے کہ نفس جہالت کیوجہ سے عقد صلح فاسد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس سبب سے فاسد ہوتا ہے کہ بسبب جہالت کے لینا و سپرد کرنا ممکن نہیں اسمیں جھگڑا پیدا ہوگا پس جن صورتوں میں باوجود جہالت کے دینے لینے کی ضرورت نہیں ہے وہاں جھگڑا پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں پس جہالت صلح کی صحت مانع نہوگی اور جن صورتوں میں لینے و دینے کی ضرورت ہے بسبب جہالت کے جھگڑا پیدا ہوگا پس صلح جائز نہوگی یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر قرضہ سے صلح کی تو اسکا حکم ثمن کا ہے جیسے بیع میں ثمن ویسے ہی صلح میں بدل صلح ہوگا اور اگر مال معین سے صلح کی تو اسکا حکم مبیع کا ہے پس جو چیز بیع میں ثمن یا مبیع ہو سکتی ہے وہ صلح میں بدل ہو گی ورنہ نہیں ہوگی کذا فی المحیط

دوسرا باب دین میں صلح کرنے اور اسکے متعلق شرائط مثل مجلس صلح میں بدل پر قبضہ شرط ہونے وغیرہ کے بیان میں۔ زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اسنے پانچسو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ فتاوے صغری میں ہے اور اگر زید کے ہزار درم [illegible] ہوں اور پانچسو درم [illegible] پر صلح کی تو جائز نہیں ہے بخلاف اسکے اگر [illegible] ہوں اور اس نے [illegible] صلح کر لی [illegible] البیان شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر سو درم اسود ہوں اور اسنے پچاس درم [illegible]

غلہ پر صلح کر لی تو جائز ہو خواہ نقد یا کوئی مدت مقرر کی ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم غلہ کے
آتے ہوں اُسنے پانسو درم بخیہ پر صلح کی اور مجلس صلح میں ادا کر دیے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ دوسرے قول امام ابو یوسف
میں جائز نہیں ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر ہزار درم غلہ کے ہوں اُسنے ہزار درم بخیہ پر صلح کر لی اور
فی الحال دینے کی شرط کی پس اگر قبل افتراق کے قبضہ کر لیا تو جائز ہو ورنہ اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی
اور اگر مدت مقرر کی تو بھی صلح باطل ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر اپنے ذمہ کے درموں سے دیناروں پر یا اسکے برعکس صلح
قرار دی تو بدل پر قبضہ کرنا شرط ہو۔ اور اگر دیناروں سے جو ذمہ ہیں اُسنے کم دیناروں پر صلح کی تو قبضہ شرط نہیں ہو
اور اگر ذمہ کے سو درم سے دس درم پر بوعدہ ایک ماہ کے صلح کی تو جائز ہو یہ وجیز کردری میں ہو۔ اگر ہزار درم سیاہ
اسپر فی الحال ہوں اور اُسنے ہزار درم بخیہ پر صلح کر لی اور مدت مقرر کی تو جائز نہیں ہو۔ اور اگر اسپر ہزار درم سیاہ میعادی
ہوں اور اُسنے ہزار درم بخیہ نقد دینے پر صلح کی تو جائز ہو اگر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر جید درم
ہزار فی الحال ہوں اُسنے ہزار درم نبہرہ پر میعاد مقرر کر کے صلح کی تو جائز ہو و لیکن اگر اصل مال قرض ہو اور اُسنے
پانچسو درم پر مدت مقرر کر کے صلح کی تو مدت صحیح نہیں ہو یہ فتاوے قاضیخان میں ہو۔ اگر ہزار درم بخیہ میعادی ہوں
اُسنے ہزار درم سیاہ فی الحال دینے پر صلح کر لی تو یہ جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر اسپر ہزار درم میعادی ہوں
اُسنے پانچسو درم نقد دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہو کذا فی الہدایہ۔ اگر زید کے عمرو پر ہزار درم سپید چاندی کے ہوں
اُسنے پانچسو درم جنس سیاہ پر میعادی صلح کی تو جائز ہو اور اگر پانچسو درم مضروبہ وزن سپید پر میعادی صلح کی تو جائز
نہیں ہو پس حاصل یہ ہو کہ اگر اُسنے حق سے جیّد اور کم مقدار پر صلح کی تو نہیں جائز ہو اور اگر حق سے مقدار
و جودت میں کم پر صلح کی یا اسکے مثل حق سے جودت اور کم مقدار پر صلح کی تو جائز ہو یہ فتاوے قاضیخان میں ہو اور
اگر ایک شخص کے دوسرے پر سو درم و سو دینار ہیں اُسنے پچاس درم و دس دینار پر ایک ماہ کے وعدہ پر صلح
کر لی تو جائز ہو اسیطرح اگر پچاس درم پر نقد یا میعادی صلح کی تو بھی جائز ہو اسیطرح اگر پچاس درم چاندی سفید
پر نقد یا میعادی صلح کی تو بھی جائز ہو یہ مبسوط میں ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہو کہ جیسا حق
اسپر ہو بہتر جودت میں اسکے برابر یا کم ہو تو یہ حکم ہو اور اگر بہتر اس سے جید ہو تو جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور
اگر اسپر سو درم بخیہ اور دس دینار ہوں اُسنے پچاس درم سیاہ پر فی الحال یا میعادی صلح کی تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو
اور اگر اسپر سو درم و دس دینار ہوں ان سے سو درم و دس دینار پر میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے اور یہ
اگر دونوں پر صلح کی اور دونوں اسکو دیدیے تو جائز ہو اور اگر دس درم قبل افتراق کے قبضہ کر لیے اور سو درم باقی
رہے تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں کہ انکا وزن نہیں معلوم ہو پس اُسنے ایک
کپڑے یا عرض معین پر صلح کر لی تو جائز ہو اور اگر کچھ معلوم درموں پر صلح کی تو استحساناً جائز ہو اسیطرح اگر کچھ مدت
مقرر کی تو بھی جائز ہو اور بعض سے ابرا اور باقی کے واسطے میعاد قرار دیجائیگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہو۔ ایک
شخص کے دوسرے پر ہزار درم معلومۃ الوزن ہیں اُسنے درم مجہولۃ الوزن ادا کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر صلح میں
دیے تو جائز ہو اور اسی پر عمل کیا جاویگا کہ یہ حق سے کم ہیں یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں
اُسنے سو درم پر ایک مہینے کے وعدہ پر اور دو سو درم پر ایک مہینہ تک ندنے صلح قرار دی تو جائز نہیں ہو یہ وجیز کردری

مین ہی ایک شخص پر کسیقدر دینار کا دعوے کیا اُسنے انکار کیا پس باہم دونون نے کچھ دینارون معلومہ پر کہ بعض اُسکے نقدی اور بعض میعادی ٹھہرے ہین صلح کرلی تو صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اگر کسی نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوے کیا اُسنے اپنے ذمہ کچھ اناج مقرر کرکے صلح کرلی خواہ اُسمین میعادی لگائی یا نہین لگائی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صلح باطل ہی اور اگر ذمہ کے درمون سے ایک کر گیہون معین پر صلح کرلی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو جائز ہی اور اگر ایک کر گیہون سے جو ذمہ مین دس درم پر صلح کی پس اگر دس درم پر قبضہ کیا تو جائز ہی اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک کر گیہون قرض سے دس درم پر صلح کی پھر پانچ درم پر قبضہ کرکے جدا ہوگئے تو بحساب قبضہ کے آدھے کر کی صلح باقی رہی اور بحساب باقی کے آدھے کر کی صلح باطل ہوگئی اور اگر ایک کر جو معین پر صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو جائز ہی اور اگر جو غیر معین ہون اگر جدائی سے پہلے دونون نے باہمی قبضہ کیا تو جائز ہی اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو صلح فاسد ہوگئی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اُسپر ایک کر گیہون ہون پس آدھے کر گیہون اور آدھے کر جو غیر معین پر میعادی صلح کی تو جائز نہین ہی اور گیہون اگر نقدی رہینگے اور اگر میعاد مقرر نہ کی یا جو بعینہ قائم ہون اور گیہون غیر معین ہون تو جائز ہی اسیطرح اگر جو غیر معین ہون اور اسی مجلس مین قبضہ کرلیا تو بھی جائز ہی۔ اسیطرح اگر گیہون میعادی ہون اور نصف کر جو نقدی غیر معین ہون پس اگر جدا ہوگئے اور گیہون اُسکو دیے گئے اور جو نہین دیے گئے تھے تو صلح بقدر حصہ جو کے فاسد ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کے اوپر دس درم اور دس قفیز گیہون تھے اُسنے گیارہ درم پر صلح کرلی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صلح بقدر ایکدرم کے باطل ہوگئی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون کے ایک شخص پر ایک کر گیہون قرض ہون پس ایک نے اُس سے اپنے حصہ سے دس درم پر صلح کرلی تو جائز ہی اور اپنے شریک کو خواہ چوتھائی کر دیدے یا پانچ درم دیدے یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم ہین پس اگر دین ایک ہی شخص کے عقد سے واجب نہوا ہو بلکہ دونون مثلاً دین میعادی کے کسی مورث سے وارث ہوے ہون پس ایک نے اُس سے سو درم پر نقد لیکر صرف اس امر پر صلح کی کہ اپنے باقی حصہ چار سو درم کیواسطے ایک سال تک تاخیر دے تو سو درم جو اُسنے وصول کیے ہین دونون مین برابر تقسیم ہونگے اور تاخیر اُسکے حصہ یعنی چار سو درم کی باطل ہی یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا ہی حتے کہ اگر دوسرے شریک نے کچھ وصول کیا تو اس صلح کرنیوالے کو اسمین شرکت کا اختیار ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے حصہ کی تاخیر جائز ہی اور اگر یہ قرضہ دونون مین سے ایک کے فعل سے واجب ہوا ہی مثلاً یہ دونون بطور شرکت عنان کے شریک ہون پس اگر اُس شخص نے تاخیر دی جسکے فعل سے دین واجب ہوا ہی تو پورے قرضہ مین مہلت دینا جائز ہی اور اگر اُس شخص نے تاخیر دی جسکے فعل سے دین واجب نہین ہوا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے حصہ کی بھی تاخیر صحیح نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہی اور اگر دونون مین مفاوضہ کی شرکت ہو اور ایک نے مفاوضہ کے قرضہ مین میعاد دیدی تو دونون مین سے کسی نے مدت دی سب کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اگر کوئی قرضہ دو شریکون مین مشترک ہو اور ایک شریک اپنے حصہ سے ایک کپڑے پر صلح کرے تو شریک کو اختیار ہی کہ چاہے اُس کپڑے مین آدھا کپڑا اُس شریک سے لے مگر جو بھائی قرضہ کا شریک ضامن ہونا چاہے تو قرضدار سے آدھا قرضہ وصول کرے اور اگر ایک شریک نے اپنا پورا حصہ

مسئلہ یعنی نصف نصف جسکو ہمارے عرف مین آدھو آدھ کہتے ہین ۱۲

آدھا حصہ وصول کرلیا تو اسکے شریک کو اختیار ہے کہ اس مقبوضہ مین شریک ہو جاوے پھر دونون ملکر باقی قرضہ کو قرضدار سے وصول کرلیوین یہ کافی مین ہے۔ اگر دو شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم ہون پھر ایک نے اپنے حصے سے پانسو درم زیوف یا پانچ درم سیاہ پر صلح کرلی تو شریک کو اختیار ہے کہ ان دونون مین سے جسکا چاہے اسکا شریک ہو جاوے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قرضدار پر دو شخصون کے دو مال ہون ایک کے دراہم اور دوسرے کے دینار ہون اور دونون نے اس سے سو درم پر صلح کرلی تو جائز ہے اور سو درم دونون کو بحساب درم و دینارون کی قیمت کے تقسیم ہونگے پس جسقدر درم دینارون کے پرتے مین پڑین وہ بیع صرف ہونگے اسمین اسی مجلس مین قبضہ شرط ہوگا اور جسقدر درمون کے پرتے مین پڑین وہ بعض حق کا استیفاء اور بعض کا ساقط کرنا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصون پر ہزار درم قرض کا دعوی کیا پھر دونون نے اس سے سو دینار کسی مدت کے وعدہ پر صلح کرلی تو جائز نہین ہے خواہ صلح اقرار پر یا انکار پر واقع ہوئی ہو اور اگر دونون نے کسیقدر اناج پر جو ذمہ مقرر کیا میعادی یا غیر میعادی صلح قرار دی تو بھی جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہون اور اس نے ایک خاص غلام پر صلح کرلی تو جائز ہے اور غلام طالب کا ہے اسمین اسکا عتق جائز ہے اور مطلوب کا عتق اسکے حق مین جائز نہوگا اور اگر مطلوب کے قبضہ مین طالب کے سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو مطلوب کا مال گیا اور طالب اپنا قرضہ وصول کریگا۔ اسیطرح ہر شے معین مین قبضہ سے پہلے دونون کا افتراق باطل نہین کرتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ہزار درم سے ایک غلام پر صلح کرلی پھر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرضدار پر کچھ قرضہ نتھا تو جسکو غلام دیا گیا ہے وہ مختار ہے چاہے غلام واپس کردے یا ہزار درم دیدے اور غلام اپنے پاس رہنے دے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ہزار درم سے سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ میرے ہاتھ ایک کپڑا فروخت کرے تو صحیح نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کسی شخص پر قرضہ کا دعوے کیا پھر باہم ایک گھر پر اس شرط سے صلح ٹھہری کہ قرضدار اسمین ایک سال رہکر پھر مدعی کے سپرد کردے تو جائز نہین ہے اسیطرح اگر ایک غلام پر اس شرط سے صلح کی کہ غلام ایک سال تک مدعا علیہ کی خدمت کرے تو بھی صلح فاسد ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر سو دینار نیشاپوری تھے اسنے سو دینار بخاری پر صلح کرلی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صحیح یہ ہے کہ قبضہ شرط نہین ہے اور صلح باطل نہوگی اور اسکے برعکس صورت ہو تو بلا خلاف بدل الصلح پر قبضہ کرنا شرط ہوگا کذا فی الذخیرہ۔ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر اچھے ہزار درم کا جنکی چاندی نہین ہے دعوی کیا اور سو درم غطریفی پر صلح کرلی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو فرمایا کہ صلح باطل ہو جائیگی اور یہ جواب ایسی صورت مین ہے کہ دعوے ایسے درم مین واقع ہوا جو اسکے ذمہ تھے اور اگر معین درمون مین دعوے کیا ہو تو جائز ہے یہ محیط مین ہے جس شخص پر میعادی قرضہ ہو اگر اسنے میعاد سے پہلے قرضہ ادا کردیا پھر مقبوضہ طالب کے پاس استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا یا اسکو طالب نے نبہرہ یا زیوف یا ستوق پاکر واپس کردیا تو مال پھر وہی میعادی ہوگا۔ اسی طرح اگر اسکے ہاتھ کوئی غلام فروخت کیا یا کسی غلام پر صلح کی اور غلام پر قبضہ کرلیا پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد معلوم ہوا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیا تو مال قرضہ پھر میعادی عود کریگا اور اگر یہ خواہش کی کہ صلح کا اقالہ اسی حال پر ہو جو صلح سے پہلے تھا یا عیب سے واپس کرتا بغیر حکم ہو تو پھر مال میعادی ہوگا اور اگر اقالہ یا عیب کی وجہ سے بدون حکم قاضی کے واپس کرنیمین میعاد کا نام نہ لیا تو مال فی الحال لازم ہوجائیگا کذا فی فتاوی قاضیخان۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ایک کر میعادی

ہون اور اسنے اُس سے ایک کر جو پر صلح کرلی اور اسکو دیدیے پھر مدعی نے جو مین عیب پاکر بعد افتراق کے واپس کیے پس اگر مجلس واپسی مین بدل نہ لیا تو بالاجماع صلح باطل ہو جائیگی اور اگر دوسرے اسی مجلس واپسی مین بدل لیے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک صلح اپنے حال پر باقی رہیگی اور ایسا ہی اختلاف ہے ایسے عقد مین ہے جو بدون قبضہ کے جدا ہو جانے سے باطل ہو جاتا ہے اور اُسمین عیب پاکر واپس کیا ہو جیسے بیع صرف وسلم کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اسنے سو درم پر صلح کی اور مدعی نے کہا کہ مین نے تجھ سے اُن ہزار درم سے جو میرے تجھ پر آتے تھے سو درم پر صلح کی اور باقی سے تجھے بری کر دیا تو جائز ہے اور مدعا علیہ باقی سے قضاء و دیانۃ بری ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم سے سو درم پر صلح کی اور یہ نہ کہا کہ مین نے تجھے باقی سے بری کیا تو قضاءً بری ہو جائیگا اور دیانۃً بری نہوگا یعنی اگر واقع مین اُسپر ہزار درم آتے ہین تو عنداللہ بری نہوگا یہ فتاوی ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر مطلوب نے ہزار درم ادا کر دیے ہین اور طالب نے انکار کیا پھر سو درم لیکر اُس سے صلح کی تو مطلوب کا ادا کر دینا جائز رہا اور طالب کو حلال نہین ہے کہ اُس سے سو درم لے حالانکہ جانتا ہو کہ اسنے ادا کر دیے ہین یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ثمن بیع کے میعادی ہون اور طالب نے اُس سے اس شرط پر صلح کی کہ مجھے کوئی کفیل دے اور مین ایک سال تک بعد میعاد کے تاخیر دونگا تو یہ جائز ہے اور یہ استحسان ہے اور اسیطرح اگر کوئی کفیل موجود ہو اور اُس سے اس شرط پر صلح کی کہ یہ کفیل بری ہے یا اس کفیل کے ساتھ دوسرا کفیل داخل کفالت ہو اور بعد میعاد کے ایک مہینہ کی تاخیر دیگا تو بھی جائز ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال مجھے اب دے اور باقی کیواسطے مین بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دونگا تو فاسد ہے۔ اور اگر طالب نے بدون صلح کے اُسکو بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دی تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک کے دوسرے پر ہزار درم تھے اُسنے کہا کہ کل کے روز تو مجھے اُنمین سے پانسو درم دیدے اس شرط پر کہ تو زیادتی سے بری ہے اُسنے ویسا ہی کیا تو بری ہو جائیگا اور اگر دوسرے روز اسکو پانسو درم ندیے تو پورے ہزار درم امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک عود کرینگے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے پانسو درم تیرے ذمہ سے کم کر دیے اس شرط پر کہ تو پانسو درم مجھے نقد دیدے اور اسکا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق اگر قرضدار نے اسکو قبول کیا تو پانسو درم سے بری ہو جائیگا خواہ باقی پانچ سو درم اسکو دیے یا نہ دیے ہون۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے پانسو درم اس شرط سے کم کر دے کہ تو باقی پانسو درم مجھے آج دیدے اور اگر آج ندیے تو تجھ پر پورا مال بحالہ رہیگا اور قرضدار نے اسکو قبول کر لیا تو بالاتفاق سب ائمہ کے نزدیک اگر پانسو درم اُسی روز دیدیے تو باقی سے بری ہو گیا اور اگر اُسی روز نہ دیے تو بری نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانسو درم اس شرط پر کم کر دیے کہ باقی تو مجھے آج ہی ادا کر دے اور اس سے زیادہ نہ کہا اور قرضدار نے قبول کر لیا تو امام ابو حنیفہ وامام محمد رح کے نزدیک اگر اسی روز دیدیے تو باقی سے بری ہوا ورنہ بری نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر کہا کہ ہزار درم مین سے پانسو درم سے مین نے تجھے بری کیا بشرطیکہ پانسو درم تو مجھے کل کے روز دیدے تو بری کرنا واقع ہو جائیگا خواہ پانسو درم دے یا نہ دے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر زید کے کسی شخص پر ہزار درم ہون اُسنے پانسو درم پر اُس سے صلح کر لی اس شرط پر کہ تو مجھے دیدے اور پانسو درم صلح کے ادا کا کوئی وقت مقرر نہین کیا تو صلح جائز ہے اور باقی درہمون کی اسکی طرف سے حط صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تجھسے پانسو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ تو باقی مجھے آج ہی

[illegible]

پھر اگر تو نے مجھکو ندیے تو ہزار درم تجھپر بحالہ رہینگے پس اگر اُسنے پانچسو درم اُسی روز دیدیے تو صلح پوری ہوگئی اور اگر نہ دیے اور وہ دن گذر گیا تو پورے ہزار درم اُسپر واجب رہینگے۔ اور اگر کہا کہ مین نے ہزار درم سے پانچسو درم پر تجھ سے صلح کی اس شرط پر کہ تو آج ہی مجھے دیدے اور یہ نہ کہا کہ اگر تو آج ندیگا تو تجھپر ہزار درم پورے رہینگے پس اگر اُسی روز پانچسو درم دیدیے تو بالاجماع باقی سے بری ہوجائیگا اور اگر نہ دیے اور دن گذر گیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک پورے ہزار درم اسپر عود کرینگے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر کہا کہ مین نے ہزار درم سے پانچسو درم پر تجھ سے صلح کی جسکو تو مجھے کل کے روز دیدیگا اور تو زیادتی سے بری ہوگا بشرطیکہ اگر تو نے کل کے روز ندیے تو ہزار پورے تجھپر بحالہ رہینگے پس اگر پانچ سو درم دیدیے تو ابرا پورا ہوگیا اور اگر نہ دیے تو بالاجماع ابرا باطل ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کہا کہ مجھے پانچسو درم ادا کردے اس شرط پر کہ تو زیادتی سے بری ہے اور ادا کردینے کا کوئی وقت مقرر نہین کیا تو ابرا صحیح ہے اور پورا قرضہ عود نہ کریگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھ سے پانچسو درم کم کردیے اگر تو نے مجھے پانچسو درم ادا کردیے تو کم کرنا صحیح نہین ہے خواہ پانچسو درم دیے ہون یا نہ دیے ہون اور یہ بالاتفاق ہے اسیطرح اگر قرضدار یا کفیل سے کہا کہ جسوقت ہزار مین سے تو نے پانچسو درم ادا کیے یا جب ادا کردے یا اگر تو نے دیدیے تو باقی سے بری ہے تو یہ سب باطل ہین باقی سے بری نہوگا اگرچہ پانچسو درم ادا کردے خواہ لفظ صلح ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر دو شریکون مین سے کسی ایک نے کسیقدر حط کیا پس اگر یہ شریک عقد کرنے والا تھا تو حط کرنا خواہ کل کا حط کرے یا بعض کا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالے و امام محمد رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک صحیح ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اگر کل حط کرے اور اگر یہ شخص عقد کرنیوالا نتھا تو سب کے نزدیک اپنے حصہ کا حط کرنا جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ سے بری کرنا سب کے نزدیک جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے

تیسرا باب۔ مہر و نکاح و خلع و طلاق و نفقہ و سکنی سے صلح کرنیکے بیان مین۔ ایک شخص نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی پر نکاح کیا پھر اُس سے ایک معین بکری پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر بکری اُدھار ہو تو جائز نہین ہے اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر وہ معین ہے تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہو پس اگر اُدھار ہو تو جائز نہین ہے اور اگر نقد ہو پس اگر اُسی مجلس مین دیدے تو جائز ہے اور اگر اُسی مجلس مین ندے تو جائز نہین ہے۔ اور اگر خادم سے اُدھار درمون پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی خادم معین پر صلح کی اور خادم کے ساتھ کچھ درم معین زیادہ کیے اور دونون پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی عرض معین پر صلح کرکے وہ عرض اُسکو دیدیا پھر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو عورت کو خیار ہوگا اگر چاہے تو خادم کی آدھی قیمت اُسکو دیدے یا نصف عرض جو دیا ہو دیدے اور اگر مہر کی باندی کے عوض عرض اُسنے خریدا ہو تو بلا خیار اُسکو باندی کی آدھی قیمت دینی پڑیگی۔ اور اگر عورت نے شوہر سے درمون پر صلح کی ہو تو آدھے درم مقبوضہ واپس کریگی۔ اسی طرح اگر اُسکو شوہر نے ایک درمیانی خادم دیا ہو اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی تو عورت اُسکو آدھی باندی بلا خیار واپس دیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی عورت سے ایک بیت و خادم پر نکاح کیا پھر بیت سے ایک ہروی کپڑے پر اُدھار میعادی صلح کی تو جائز نہین ہے اور اگر بیت اور خادم سے کسیقدر معلوم درمون یا دینارون پر میعادی اُدھار صلح کی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور بیت و خادم کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا روا نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی عورت سے سو درم پر نکاح کیا پھر اُس سے کسیقدر اناج معین پر صلح کرلی تو جائز ہے اور اگر اناج غیر معین ہو تو جائز نہین ہے بشرطیکہ اسمین اُدھار کی میعاد ہو اور اگر اُسی مجلس مین دیدیا تو بھی مذکور ہے کہ جائز نہین ہے اور اگر ایک کر گیہون

پر نکاح کیا پھر آپس کے درمیان کسی چیز معین پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر چہ غیر معین ہوں پس اگر میعادی ادھار رکھے تو بھی جائز نہیں ہے
اور اگر فی الحال دینے کا وعدہ کیا پس اگر اسی مجلس میں دیدیے تو استحساناً صلح صحیح ہے یا ایک روایت کے موافق صحیح
ہے یعنی دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق صحیح ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی
اگر ایک عورت پر دعوے کیا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اور اس نے انکار کیا پھر اس عورت نے سو درہم پر اس شرط سے صلح
کی کہ اس نکاح کے دعوے سے باز رہے تو جائز ہے اگر مدعی نے اسکو قبول کیا پھر اگر مدعی نے اسکے بعد نکاح واقع
ہونے پر گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے۔ اسیطرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے سو درہم بشرط مبارات یعنی باہمی برات پر
دیے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر کہا کہ میں نے تجھے سو درہم اس شرط پر دیے کہ تو اپنے دعوے سے بری ہے تو بھی جائز ہے اور اگر یوں
کہا کہ میں نے تجھے سو درہم اس شرط پر دیے کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ امام اعظم رح
کے قول پر صلح صحیح ہے اور صاحبین رحمہ کے قول پر صلح نہیں صحیح ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے سو درہم اس شرط پر
دیے کہ تو کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے دعوی کیا کہ مجھے میرے شوہر
نے تین طلاق دیدی ہیں اور شوہر نے انکار کیا پھر اس عورت سے اس امر پر کہ اپنے دعوے سے باز رہے سو درہم
پر صلح کی تو صحیح نہیں ہے اور شوہر کو اس سے مال واپس لینا جائز ہے اور عورت اپنے دعوے پر باقی رہیگی۔ اسیطرح
اگر طلاق یا دو طلاق یا خلع کا دعوے کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق
دیدی پھر دونوں نے مہر میں اختلاف کیا مرد نے کہا کہ پانچسو درہم مہر تھا اور عورت نے کہا کہ میرا مہر ہزار درہم تھا پھر آدھے مہر
تین سو درہم پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تیرا مہر کچھ معین نہیں کیا تھا صرف تجھے جو احسان کے طور
پر مال متعہ دیا جاتا ہے وہ ملیگا پھر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ مرد اسکو مال متعہ دیدے اور عورت اسکو اپنے دعوے
سے بری کر دے تو جائز ہے پھر اگر اسکے بعد عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرا مہر ہزار درہم قرار پایا تھا تو اسکے گواہ قبول نہونگے اور
اگر شوہر نے اسکو پہلے ہی مہر دیدیا پھر دخول سے پہلے اسکو طلاق دیدی اور آدھے مہر واپس لینے کا دعوی کیا اور آدھے
کی تعداد میں دونوں نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ تین سو درہم ہیں اور عورت نے کہا کہ دو سو درہم ہیں پھر دونوں نے
باہم ڈھائی سو درہم پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت نے مرد پر طلاق بائن دینے کا دعوی کیا پھر سو درہم پر
اس شرط سے صلح کی کہ اسکو بائن طلاق دیدے تو جائز ہے اسیطرح اگر عورت نے کہا کہ سو درہم پر صلح اس شرط پر ہے کہ تو میرے
واسطے اس طلاق بائن کا اقرار کر دے کہ جسکا میں نے دعوی کیا ہے اور وہ منکر ہے تو یہ جائز ہے اور اگر عورت نے اس امر کے
گواہ پیش کیے کہ شوہر نے اسکو تین طلاق یا ایک طلاق بائن دی ہے تو جسقدر اسنے صلح میں دیا ہے وہ مرد سے واپس
لیگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے کی عورت پر دعوی کیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ مال لیکر
اس دعوے سے باز رہے تو ایسی صلح نہیں جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے منتقے میں بروایت بشر رح کے امام
ابو یوسف رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ میں اسکی جورو ہوں اور میرے مہر کے
اسپر ہزار درہم ہیں اور یہ لڑکا مجھ سے اسکا بیٹا ہے اور مرد نے اس سب سے انکار کیا پھر اس عورت سے سو درہم پر اس شرط سے
صلح کی کہ ان تمام دعووں سے بری کرے تو اس سے مرد کسی چیز سے بری نہوگا پھر اگر عورت کیطرف سے اسکے تمام دعوے
کے گواہ قائم ہوے تو نکاح ثابت اور نسب ثابت اور مہر سے صلح بھی جائز رہیگی اور یہ سو درہم جو عورت کو دیے ہیں اسکے ہزار درہم

کے دعوی سے صلح مین ہونگے اور یہ حکم استحسانا ہو - اور اگر عورت نے فقط نکاح کا دعوی بغیر کچھ کے کیا اور مہر کا دعوی نکیا اور سو درم پر صلح کی تو صلح جائز نہوگی - اور اگر شوہر نے اُس سے سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ عورت اُسکو دعوے نکاح سے بری کر دے تو اس امر پر کہ مرد اُسکو بری کرے حالانکہ عورت اُسکی طرف مہر یا نفقہ کا دعوی نہین کرتی ہو تو صلح جائز نہوگی اور اپنے سو درم جو عورت کو دیے ہین واپس لے - اور مرد کو بھی عورت پر نکاح کے دعوی کرنیکی کوئی راہ نہین ہو کیونکہ یہ عورت سے مبارأت کی ہو اور یہ بمنزلہ خلع کے ہوگا - اور اگر عورت نے مرد پر نفقہ و نکاح کا دعوی کیا پھر مرد نے اُس سے سو درم پر بشرط مبارات صلح کی تو جائز ہو اور سو درم نفقہ مین ہونگے اور شوہر اس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور دونون مین نکاح نہین ہو یہ محیط مین ہو - نفقہ کے دعوی سے اگر ایسی چیز پر صلح واقع ہوئی کہ قاضی اُس سے نفقہ مقرر کر سکتا تھا جیسے نقد یا اناج تو وہ نفقہ مقرر کرنے کے حکم مین ہو معاوضہ کا اعتبار نہوگا - اور اگر ایسی چیز پر صلح واقع ہوئی جس سے نفقہ مقرر نہین ہو سکتا ہو جیسے غلام وچوپایہ وغیرہ تو وہان معاوضہ کا اعتبار ہوگا اور عورت اپنے شوہر کو نفقہ سے بری کرنیوالی شمار ہوگی یعنی نفقہ سے بعوض اس بدل کے اُسنے شوہر کو بری کر دیا یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر مرد نے اپنی عورت سے صلح کی حالانکہ اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہو اس امر پر کہ مرد اُسکو طلاق دیدے اور وہ شوہر کے لڑکے کو دو برس تک دودھ پلا دے یہانتک کہ اُسکا دودھ چھوٹ جاوے اور شوہر اُسکو ایک کپڑا معین زیادہ دیگا جس عورت نے کپڑے پر قبضہ کر لیا اور اُسکو تلف کیا اور ایک سال تک لڑکے کو دودھ پلایا پھر وہ لڑکا مرگیا اور کپڑے کے دام اور مہر کے دونون برابر ہین تو شوہر اُس سے کپڑے کی آدھی قیمت اور چوتھائی قیمت دودھ پلائی کی واپس لے گا اور اگر باوجود اسکے عورت نے مرد کو ایک بکری دی ہو کہ جسکی قیمت مثل قیمت دودھ پلائی کے ہو تو مرد اس سے چوتھائی کپڑے کی قیمت اور چوتھائی دودھ پلائی کی قیمت واپس لیگا اور بکری اُسکو دیجاویگی اور اگر وہ بکری استحقاق مین لے لیگئی تو عورت سے تین چوتھائی کپڑے کی قیمت اور چوتھائی دودھ پلائی کی قیمت واپس لیگا اور بکری کی آدھی قیمت واپس لیگا - اور اگر کپڑا استحقاق مین لیا گیا اور بکری نہ لیگئی اور باقی مسئلہ یہی رہے تو عورت مرد سے بکری کی آدھی قیمت مع اپنے آدھے سال کے دودھ پلائی کے اجر مثل کے لیگی اور مرد اس سے چوتھائی قیمت دودھ پلائی کی لیگا یہ مبسوط مین ہو - اگر عورت نے اپنے نفقہ مین تین درم ماہواری پر اپنے شوہر سے صلح کر لی پھر ایک مہینہ گذرا تو گذشتہ مہینہ کیواسطے اُس سے لیوے اور اگر تین درم ماہواری پر نفقہ سے صلح کرنیکے بعد مہینہ گذرنے سے پہلے تین گونون مین آٹے پر صلح کی تو صلح جائز ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو - اور اگر عورت نے مہینہ گذرنے سے پہلے درمون سے آٹے کی گونون غیر معین پر صلح کی تو جائز ہو اور بعد گذرنے کے جائز نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر عورت نے شوہر سے تین درم ماہواری پر نفقہ سے صلح کی پھر شوہر نے کہا کہ مجھے اسقدر طاقت نہین ہو تو یہ اسپر لازم ہوگا لیکن اگر عورت اُسکو بری کر دے تو ہو سکتا ہو یا قاضی بری کر دے یا نرخ ارزان ہو جاوے اور عورت کو اس سے کم کفایت کرے تو ہو سکتا ہو - اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے اسقدر کفایت نہین کرتا ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ خصومت کرے یہانتک کہ بڑھوا لے اگر مرد آسودہ ہو - اور اگر قاضی نے عورت کا ماہواری نفقہ کچھ مقرر کر دیا اور حکم قضا دیدیا تو عورت کو خصومت کا اختیار ہو اگر اسکو یہ نفقہ کفایت نکرتا ہو اور جسقدر کفایت کرتا ہو اسقدر پورا کرانے پر مطالبہ کرے اور یہی حکم عزیز و اقارب کے نفقہ مین ہو - اور اگر عورت کو ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل دیا تو ایک مہینہ کا نفقہ کفیل پر واجب ہوگا اور اگر کفیل نے یون

[illegible]

کفالت کی کہ جبتک مین زندہ ہون یا جبتک کہ یہ عورت اسکی جورو ہو تو اسکے کہنے کے موافق رکھا جائیگا - اور اگر شوہر مرگیا اور عورت کا نفقہ شوہر پر رہگیا تو مین اسکو باطل کردونگا یہ مبسوط مین ہو - اگر اپنی عورت سے اسکے نفقہ سے سال بھر تک ایک حیوان پر یا کپڑے پر جسکی جنس بیان کردی ہو صلح کی تو جائز ہو خواہ میعادی ہو یا فی الحال دینا ہو بخلاف اسکے اگر نفقہ فرض ہونیکے بعد یعنی مقرر ہونیکے بعد یا بعد رضامندی عورت کے صلح کی تو جائز نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر عورت سے بعد بائن ہونیکے لڑکے کی دودھ پلائی پر کسیقدر اجرت پر صلح کی تو جائز ہو پھر اس عورت کو یہ اختیار نہین ہو کہ جسقدر اسکے درم دودھ پلائی کے ثابت ہوئے ہین اُنکے اناج غیر معین پر صلح کرلے یہ مبسوط مین ہو - اگر کسی شخص نے اپنی مطلقہ عورت کے نفقہ سے کسیقدر دراہم معلومہ پر اسطور سے صلح کی کہ جبتک مہینون کے حساب سے اسکی عدت گذرے مین اس سے زیادہ نہ دونگا تو جائز ہو اور اگر اسکی عدت حیض سے ہو تو جائز نہین ہو کیونکہ حیض غیر معلوم ہوتا ہو کبھی دو مہینہ مین تین حیض آتے ہین اور کبھی دس مہینہ تک حیض نہین آتا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو - اور اگر اپنے شوہر سے کسیقدر مال پر نفقہ سے اسطور سے صلح کی کہ جبتک اسکی جورو ہو یہ مال نفقہ کا پورا ہو تو جائز نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر اسکی عورت مکاتبہ ہو یا باندی ہو کہ اسکے مولی نے اسکو کسی بیت مین شوہر کے ساتھ بسایا ہو اُسنے کسیقدر معلوم پر ہر سال کے کھانے کپڑے سے صلح کرلی تو جائز ہو اسیطرح اگر باندی کے مولی سے صلح کی تو بھی جائز ہو - اور اگر اس باندی کو اسکے مولی نے کسی بیت مین نہ بسایا ہو تو صلح جائز نہین ہو اسیطرح اگر عورت ایسی چھوٹی نابالغ ہو کہ مرد اس سے قربت نہ کرسکتا ہو اور اس سے اسکے نفقہ سے صلح کی تو جائز نہین ہو - اور اگر عورت بالغ ہو اور مرد نابالغ ہو اور اسکے باپ نے عورت سے نفقہ سے صلح کی اور ضامن ہوا تو جائز ہو - اور اگر مکاتب نے اپنی عورت سے ماہواری نفقہ سے صلح کی تو جائز ہو جیسا کہ تمام حقوق سے جو اسپر عاجز ہوتے ہون اسکا صلح کرلینا جائز ہو - ایسا ہی غلام مجور اور غلام تاجر کا اپنی عورت سے اسکے نفقہ سے صلح کرنا جائز ہو یہ مبسوط مین ہو - ایک شخص نے اپنی عورت سے ایک سال کے نفقہ سے ایک کپڑے پر صلح کرلی اور اسپر قبضہ کرلیا پھر وہ کپڑا استحقاق مین لے لیا گیا تو اپنا نفقہ واپس کرلیگی اگر مقرر ہوگیا ہو اور اگر مقرر نہین ہوا ہو تو کپڑے کی قیمت اس سے لیگی یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر ایک شخص کی دو عورتین ہون دونون مین سے ایک باندی ہو جسکو اسکے ساتھ مولی نے الگ گھر مین بسایا ہو پس آزاد عورت نے اسکے ماہواری نفقہ سے کسیقدر پر صلح کی اور باندی سے اس سے زیادہ نفقہ پر صلح کی تو جائز ہو اسیطرح اگر ایک ذمیہ ہو اور اس سے مسلمان عورت سے زیادہ نفقہ پر صلح کی تو بھی جائز ہو - اور اگر فقیر نے اپنی عورت سے ماہواری نفقہ کثیرہ پر صلح کی تو فقیر پر صرف اسکی عورت کے مثل عورت کا نفقہ لازم آویگا یہ مبسوط مین ہو - اور اگر محارم کے نفقہ پر صلح کی پھر تنگدست ہونیکا دعوی کیا تو اسکی تصدیق کیجاویگی اور صلح باطل ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو - اگر زوج نے اپنے بعض محارم کے ساتھ نفقہ سے صلح کی حالانکہ وہ فقیر ہو تو اسکے دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا بشرطیکہ ان محارم نے اس کے فقیر ہونیکا اقرار کیا ہو - اور اگر اسکا حال معلوم نہوا اور اسنے فقیر ہونیکا دعوی کیا تو قول اسیکا قبول ہوگا اور جسقدر پر اسنے صلح کی ہو اسکے ذمہ سے باطل ہوجائیگا لیکن اگر گواہ قائم ہون کہ یہ خوشحال ہو تو مقدار صلح کی اسپر ڈگری ہوگی اور نابالغ بچہ کے نفقہ کا حکم مثل نفقہ زوجہ کے ہو اس معنی کر کہ اس نفقہ کیواسطے آسودہ حال ہونا شرط نہین ہو پس اسکی صلح برقرار رہیگی اگر نابالغ لڑکا محتاج ہو - اور اگر اسکے نفقہ سے زیادہ پر صلح کی مگر زیادتی ایسی ہو کہ لوگ اسکے مثل برداشت

ف [illegible] ۱۲

نہین کرتے ہین تو زیادتی اسکے ذمہ سے دور کردیجائیگی ایسے ہی کپڑے سے صلح کرنیکا حکم ہو اور بقدر کفایت
کپڑا اعتبار کیا جائیگا جیسے نفقہ مین معتبر ہو۔ اور اگر اپنی عورت سے اسکے کپڑے سے ایک درع یہودی پر صلح کی اور اسکا
طول وعرض اور رفعت یعنی کس مرتبہ کا کپڑا ہو بیان نہ کیا تو جائز ہو اور ایسا ہی حکم اہل قرابت کے ساتھ کپڑے سے صلح
کرنیکا ہو۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے کھانے کپڑے سے حالانکہ وہ تندرست بالغ ہو کسیقدر درمون مقرر پر صلح کی کہ
ہر مہینہ تجکو اسقدر درم دیا کرونگا تو جائز نہین ہو اور اسکے ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر بالغہ عورت نے اپنے
شوہر سے اپنے سکنی سے کسیقدر درمون پر صلح کر لی تو جائز نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر اپنی عورت
کے نفقہ وکپڑے سے دس برس کیواسطے ایک درمیانی خدمتگار غلام یا باندی پر ایک مہینہ کے وعدہ سے یا کوئی
مدت مقررہ کی صلح کر لی تو جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔

چوتھا باب۔ ودیعت اور ہبہ و اجارہ و مضاربت و رہن مین صلح کرنیکے بیان مین قال المترجم مودع بکسر الدال
ودیعت دینے والا مودَع بفتح اول جسکے پاس ودیعت ہو ولیکن مترجم ودیعت رکھنے والے کو بلفظ مودع یا رب المال
تعبیر کرتا ہو اور جسکے پاس ودیعت رکھی ہو اسکو مستودع کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتا ہو۔ واہب ہبہ کرنیوالا موہوب لہ
جسکو ہبہ کیا ہو۔ موہوب وہ چیز جو ہبہ کی گئی۔ موآجر اجارہ دینے والا مستاجر اجارہ لینے والا۔ مضارب جسکو مضاربت
پر مال دیا گیا ہو رب المال وہ ہو جسکا اصل مال ہو۔ راہن رہن کرنیوالا۔ مرتہن رہن اپنے پاس رکھنے والا۔ معیر
عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا۔ قال فی الکتاب اگر صاحب ودیعت نے کسی چیز پر صلح کی پس اگر
صاحب مال نے ودیعت رکھنے کا دعوے کیا اور مستودع نے کہا کہ تو نے مجھے کوئی چیز ودیعت نہین دی تھی پھر کسی شے معلوم
پر اس سے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہو اور اگر صاحب مال نے ودیعت کا دعوے کیا اور مستودع سے واپس کردینے
کا مطالبہ کیا پس مستودع نے ودیعت کا اقرار کیا یا خاموش رہا اور کچھ نہ کہا اور صاحب مال اسپر دعوے کرتا ہو کہ اسنے تلف
کردیا ہو پھر کسی شے معلوم پر صلح کر لی تو باتفاق صلح جائز ہو۔ اور اگر رب المال نے مستودع کے تلف کردینے کا دعوی
کیا اور مستودع واپس کردینے یا خود تلف ہو جانے کا دعوی کرتا ہو پھر کسی شے معلوم پر صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے
قول پر مشائخ کا اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی صلح جائز نہین ہو اور یہی امام ابو یوسف
رحمہ اللہ کا پہلا قول ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور واضح ہو کہ عامہ مشائخ کے نزدیک خواہ پہلے
مستودع کہے کہ مین نے واپس کردی یا تلف ہو گئی پھر صاحب مال دعوی کرے کہ تو نے تلف کردی ہو یا پہلے صاحب
مال دعوے کرے کہ تو نے تلف کردی پھر مستودع کہے کہ مین نے واپس کردی یا تلف ہو گئی پھر ان دونون مین کچھ
فرق نہین ہو کذا فی المحیط اور بالاجماع اگر مستودع کے واپس کردینے یا تلف ہو جانے پر قسم کھا لینے کے بعد صلح کی
تو جائز نہین ہو صرف اختلاف اس صورت مین ہو کہ مستودع کی قسم سے پہلے صلح کی ہو۔ اور اگر مستودع نے واپس کردینے یا
تلف ہو جانیکا دعوے کیا اور صاحب مال نہ اسکی تصدیق کرتا ہو اور نہ تکذیب کرتا ہو بلکہ خاموش ہو تو کرخی رحمہ نے ذکر کیا
کہ یہ صلح جائز نہوگی موافق اول قول امام ابو یوسف رح کے اور جائز ہو بقول امام محمد رح کے۔ اور اگر صاحب مال نے تلف کردینے
کا دعوی کیا اور مستودع نے نہ اسکی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی پھر اس سے کسی چیز پر صلح کی تو مذکور ہو کہ ایسی صلح
بالاتفاق جائز ہو پھر اگر اسکے بعد اختلاف کیا اور مستودع نے کہا کہ مین نے قبل صلح کے کہا تھا کہ وہ چیز تلف ہو گئی یا

مین نے تجھے واپس کردی ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح صحیح نہوگی پس اگر صاحب مال نے کہا کہ تو نے ایسا نہین کیا تھا تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی ۔ اور اگر مستعیر نے عاریت سے انکار کیا پھر صلح کی تو صلح صحیح ہی اور اگر عاریت کا اقرار کیا اور واپس دینے یا تلف ہو جانیکا دعوی نہ کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعوی کرتا ہو تو یہ صلح صحیح ہی اور اگر خود ہلاک و تلف ہو جانیکا دعوی کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعوی کرتا ہو تو مسئلہ کا اختلاف مذکورہ جاری ہی اور یہی حکم مضاربت مین ہی ۔ اور ہر ایسے مال مین ہی جو در اصل امانت ہو کذا فی المحیط ۔ اور اگر ودیعت قائم ہو اور وہ دو سو درم ہین پھر سو درم پر اسنے بعد اقرار یا انکار کے صلح ٹھہرائی تو جائز نہین ہی جبکہ ودیعت کے گواہ قائم ہون اور اگر گواہ نہون اور مستودع منکر ہو تو صلح جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی ۔ اور مستودع کو فیما بینہ و بین اللہ تعالے زیادتی جائز نہین ہی یعنے سو درم جو اسکے پاس باقی ودیعت مین رہے وہ اسکو حلال نہین ہین کذا فی المحیط بتشریح ۔ اور اگر عرض پر صلح کی تو مطلقاً جائز ہی اور اگر دس دیناروں پر صلح کی پس اگر مستودع کے منکر ہونیکی صورت مین صلح کی تو صلح صحیح ہی بشرطیکہ افتراق دیناروں پر قبضہ کے بعد واقع ہو خواہ ودیعت مجلس مین موجود ہوں یا نہوں ۔ اور اگر مستودع ودیعت کا اقرار کرتا ہو پس اگر ودیعت مجلس صلح مین موجود ہو تو جائز ہی اگر مستودع اسی مجلس مین از سر نو اسپر قبضہ کرے اور رب المال دیناروں پر قبضہ کرے اور اگر مستودع نے اسپر از سر نو قبضہ نہ کیا تو صلح باطل ہی اور اگر مجلس صلح مین ودیعت موجود نہ ہو تو بھی صلح باطل ہی یہ خلاصہ مین ہی ۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص زید کو ودیعت دی کہ وہ اسکے پاس دوسرے شخص کی تھی پھر زید سے لیکر عمرو کو ودیعت دی پھر اس سے بھی لے لی اور اسمین سے کوئی متاع گم کر دی اور کہنے لگی کہ تم دونون مین جاتی رہی مین نہین جانتی ہون کہ کسنے ضائع کر دی ہی اور ان دونون نے کہا کہ ہمین نہین معلوم تیری تھیلی مین کیا چیز تھی تو نے ہمکو دی ہم نے ویسی ہی رہنے دی پھر تجھے دیدی پھر اس عورت نے ان دونون سے کسیقدر مال پر صلح کی تو وہ عورت صاحب متاع کیواسطے ضامن ہوگی اور اسنے جو صلح زید و عمرو سے کی ہی یہ جائز ہی پھر واضح ہو کہ قیمت متاع پر عورت کا صلح کرنا دو حال سے خالی نہین یا تو صاحب متاع کو ڈانڈ دینے کے بعد اسنے صلح کی اور اس صورت مین خواہ قیمت متاع کے مثل پر یا کم پر جس بدل پر صلح کرے جائز ہی ۔ اور اگر مالک کو متاع کی قیمت ڈانڈ دینے سے پہلے اسنے صلح کی پس اگر اسقدر قیمت پر صلح کی جو مثل قیمت متاع کے یا اسقدر کم ہی کہ لوگ اسقدر کمی برداشت کر لیا کرتے ہین تو صلح جائز ہی اور زید و عمرو ضمان سے بری ہو جاوینگے حتے کہ اگر صاحب متاع نے اسکے بعد اپنی متاع کے گواہ قائم کیے تو اسکو زید و عمرو پر ضمان کی کوئی راہ نہوگی ۔ اور اگر عورت نے اسقدر پر صلح کی جو قیمت متاع سے اسقدر کم ہی کہ اتنا خسارہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین تو صلح جائز نہین ہی اور مالک کو اختیار ہی چاہے عورت سے قیمت متاع کی ضمان لے یا زید و عمرو سے لیوے بشرطیکہ متاع کے گواہ موجود ہون اور پیش ہون پس اگر اسنے زید و عمرو سے ضمان لی تو دونون عورت سے جو اسکو دیا ہی واپس کر لینگے اور اگر عورت سے ضمان لی تو یہ صلح اس عورت کے حق مین نافذ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اگر ایک مال عین پر جو زید کے قبضہ مین ہی دعوی کیا اسنے کہا کہ یہ خالد کی ودیعت ہی یا خالد نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہی پھر مدعی سے بعد گواہ قائم کرنیکے یا اس سے پہلے صلح کر لی تو صلح صحیح ہی اور یہ مال پھر نہین لے سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی ۔ اور اگر مستعیر کی سواری مین ٹٹو مر گیا اور ٹٹو والے نے اجارہ سے انکار کیا کہ مین نے عاریت نہین دیا تھا اور مستعیر سے

کسیقدر مال پر صلح کر لی تو جائز ہو پھر اگر اسکے بعد مستعیر نے عاریت کے گواہ پیش کیے اور کہا کہ وہ ٹٹو خود مر گیا تو صلح باطل ہو گی اور اگر مالک سے قسم طلب کی تو اختیار ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کسیوقت تک کیواسطے مستعار لیا اور وہ تھک کر مر گیا اور مستعیر نے کہا کہ میرے نیچے مر گیا ہو اور مالک ٹٹو کا اس سے منکر اور مکذب ہو اور وہ عاریت کا مقر ہو پس مستعیر سے اسکے دام لیکر اس سے صلح کر لی تو جائز نہیں ہو اسیطرح اگر مستعیر نے کہا کہ میں نے تجھے دیدیا تھا تو بھی یہی حکم ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہو۔ اگر مضارب نے مضاربت سے انکار کیا پھر اسکا اقرار کیا یا اقرار کیا پھر انکار کیا پھر کسیقدر مال پر صلح کر لی تو جائز ہو۔ اگر مضارب کا کسی شخص پر قرضہ ہو کہ اسکو مضاربت میں سے ادھار دیا ہو پھر اس سے اسطور پر صلح کی کہ میں اسمیں تاخیر دونگا تو جائز ہو اور اگر اسکے ذمہ سے بعض قرضہ کم کر دیا تو بھی جائز ہو اور جسقدر کم کر دیا ہو اسقدر رب المال کو خود ڈانڈ دیگا۔ اور اگر کمی بسبب بیع کے عیب کے ہو یا عیب سے کسیقدر درموں پر صلح کر لی ہو تو یہ کمی رب المال پر بھی جائز ہو گی اور اگر اسطور سے صلح کی کہ کوئی کفیل لے لے اس شرط پر کہ اصیل بری ہو یا اس کفیل پر حوالہ قبول کرے تو یہ جائز ہو کذا فی المبسوط۔ قلت یہ کفالت اصل میں حوالہ ہوا کہ بنام کفالت ہو کیونکہ کفالت بشرط براءۃ الاصل حوالہ ہوتی ہو۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے یہ غلام ہبہ کیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا ہو اور غلام عمرو کے ہاتھ میں موجود ہو وہ اس سے انکار کرتا ہو پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ آدھا غلام مدعا علیہ کا ہو تو جائز ہو پھر اسکے بعد اگر مدعی نے ہبہ کے گواہ قائم کیے کہ اسنے ہبہ کر دیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا تھا تو مقبول نہونگے حتی کہ مدعا علیہ سے وہ نصف جو اسکے قبضہ میں رہا ہو نہیں لے سکتا ہو۔ اور باوجود اسکے کسی نے دوسرے پر کچھ درم شرط کیے تو بھی جائز ہو اور اگر یوں صلح کی کہ تمام غلام ایک کو ملے اور غلام والا کچھ درم دوسرے کو دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر موہوب لہ نے ہبہ کا دعوی کیا اور اقرار کیا کہ میں نے غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور واہب نے انکار کیا پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ غلام دونوں میں برابر تقسیم ہو تو صلح باطل ہو اور اگر باوجود اسکے کسی پر درم شرط کیے پس اگر واہب پر شرط کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر موہوب لہ پر شرط کیے تو جائز ہو اور اگر یوں صلح کی کہ غلام پورا ایک کو ملے اور وہ دوسرے کو اسقدر درم دے پس اگر دونوں نے واہب پر یہ درم دینے مشروط کیے تو نہیں جائز ہو اور اگر موہوب لہ کو غلام دینا اور اسپر واہب کو درم دینا شرط کیا تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک عورت نے کچھ زمین اپنے دو بھائیوں کو ہبہ کی ایک بھائی حقیقی یعنی ماں و باپ کیطرف سے ہو دوسرا علاتی یعنی باپ کیطرف سے ہو پھر وہ عورت مر گئی اور حقیقی بھائی اسکا وارث ہوا اور کہا کہ یہ ہبہ ناجائز تھا اور دوسرے نے موافق قول بعض فقہاء کے اسکی جواز کا دعوی کیا پھر باہم دونوں نے صلح کر لی پھر حقیقی بھائی مر گیا پھر اسکے وارثوں نے ایسے قاضی کے پاس اس صلح کو باطل کرانا چاہا جو اصل ہبہ کو ناجائز جانتا ہو تو وہ اسکو موافق اسکے قول کے جو اس صلح کو باطل کہتا ہو باطل کر کے میراث قرار دیگا اور اسکے قول کے موافق جو اس ہبہ کو جائز کہتا ہو صلح باطل کر کے اسکو دونوں میں برابر بنصف نصف ہبہ قرار دیگا۔ اور اگر عورت نے تمام زمین فقط علاتی بھائی کو ہبہ کر دی تھی ولیکن اسنے بہن کی زندگی میں اسپر قبضہ نہیں کیا تھا پھر عورت کے مرنے کے بعد اسکے حقیقی بھائی نے مخاصمت کی کہ وہ تیرے حق میں جائز نہیں ہو کیونکہ تو نے اسپر قبضہ نہیں کیا تھا اور علاتی نے کہا کہ تو سچا ہو میں نے اسپر قبضہ نہیں کیا تھا لیکن میں تجھے بدون حکم قاضی کے نہ دونگا پھر دونوں نے باہمی صلح کر لی تو صلح باطل ہو خواہ نصفا نصف پر یا کم یا زیادہ پر صلح کی ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر زید نے عمرو

کیا کہ عمرو نے یہ دار آدھا غیر منقسم مجھے ہبہ کیا اور مین نے اس سے لیکر قبضہ نہین کیا اور عمرو نے انکار کیا پھر دونون نے اسطور سے صلح کرلی کہ عمرو چوتھائی دار ہزار درم مین دیدے تو جائز ہو یہ حاوی مین ہو۔ اگر زید نے اپنے مقبوضہ دار کی نسبت دعوی کیا کہ مجھے عمرو نے یہ صدقہ دیا اور مین نے قبضہ کرلیا ہو اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تجھے ہبہ کیا تھا اور مین اس ہبہ کو پھیرنا چاہتا ہون پھر دونون نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ عمرو یہ دار زید کی صدقہ مین سپرد کردے تو جائز ہو اور اسکے بعد پھر عمرو کو پھیرنے کا اختیار نہ رہیگا۔ اسیطرح اگر دونون نے صلح قرار دی کہ دار بہم دونون کو آدھا آدھا ہے بشرطیکہ قابض سو درم واہب کو دے تو صلح جائز ہو اور غیر معین ہو تو صلح کو باطل نہین کرتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ کسی شخص کو کچھ گیہون معین پر مزدور مقرر کیا پھر اس سے درمون پر صلح کرلی تو جائز نہین ہو۔ یہ محیط سرخسی مین ہو۔ دوسرے سے ایک دار کرایہ لیا اور مدت مین دونون نے اختلاف کیا پس موجر نے کہا کہ مین نے دو مہینہ کیواسطے دس درم پر کرایہ دیا ہو اور متاجر نے کہا بلکہ تو نے دس درم پر تین مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہو پھر دونون نے باہم اس امر پر صلح کی کہ ڈھائی مہینہ دس درم پر رہے تو جائز ہو اور اگر یون صلح کی کہ تین مہینہ تک رہے بشرطیکہ متاجر ایک درم اور زیادہ کرے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر تین مہینہ تک رہنے کیواسطے اس شرط پر صلح کی کہ ایک قفیز معین یا غیر معین موصوف فی الذمہ زیادہ کرے تو بھی جائز ہو اور اگر یون صلح کی کہ دو ہی مہینے تک متاجر رہے مگر موجر دوسرے دار مین سے ایک بیت اور بھی ان دو مہینہ تک اسکو دیدے تو بھی جائز ہو اور اس جنس کے مسائل مین اصل یہ ہو کہ زیادتی کو دیکھنا چاہیے اگر زیادتی مجہول ہو تو جائز نہین ہو خواہ اسی جنس سے ہو جو کرایہ پر دی ہو یا اسکے خلاف جنس ہو اور اگر متاجر کی طرف سے ہو پس اگر اسی جنس سے ہو جسکو کرایہ پر لیا ہو تو جائز نہین ہو اور اس جنس کے خلاف جنس ہو تو جائز ہو اور اگر تین مہینہ تک دس درم پر رہنے کیواسطے اس شرط سے صلح کی کہ متاجر رب الدار کو ایک زمین بعینہ دیدے تو استحسانا جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر موجر اور متاجر نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ موجر اسکو اسکا کفیل دیدے اور کفیل سپر راضی ہوا تو جائز ہو اور اگر کفیل غائب ہو تو صلح مردود ہو اور اگر یہ شرط کی کہ سکونت دار کے ساتھ اپنے ٹٹو کو فلان مقام تک کی سواری کیواسطے دے تو بھی جائز ہو اسیطرح اگر اپنے کسی خاص غلام کی ایک مہینے کی خدمت زیادہ کردے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر متاجر نے اسکو کسی دار معروف کی ایک مہینہ کی سکونت زیادہ کردی تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک ٹٹو کسی مقام معلوم تک کچھ اجرت مقرر کرکے کرایہ کرلیا پھر ٹٹو والے نے زیادہ اجرت کا اور متاجر نے زیادہ دوری تک کا دعوی کیا پھر باہم صلح کی کہ مقام وہی ہو جو ٹٹو والے نے معین کیا اور کرایہ وہی جو متاجر نے اقرار کیا تو یہ صلح جائز ہو۔ اور اگر متاجر نے اصل جارہ سے انکار کیا اور ٹٹو والے نے اسکا دعوی کیا پھر باہم صلح کی کہ متاجر اس ٹٹو پر فلان مقام تک ایک درم پر جاوے تو جائز ہو اور اگر متاجر نے دعوی کیا کہ مین نے یہ ٹٹو مع اکاف کے بغداد تک پانچ درم پر کرایہ کیا تھا کہ اسپر اپنا اسباب لادونگا اور ٹٹو والے نے اس سے انکار کیا پھر باہم صلح کرلی کہ مین خود اسپر زین سواری سے بغداد تک جاونگا تو جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام پر دعوی کیا کہ مین نے بسبب عمرو کے سو درم کے جو مجھپر قرضہ تھے یہ غلام عمرو کے پاس رہن کردیا ہو اور عمرو نے کہا کہ میرا غلام ہو اور سو درم میرے تجھپر قرضہ ہین پھر دونون نے باہم صلح کی کہ عمرو اپنے سو درم سے جو اسنے زید پر دعوی کیا ہو زید کو بری کردے اور پچاس درم اور دیدے اور زید اس غلام مین جھگڑا کرنا چھوڑدے تو یہ صلح جائز ہو پھر اگر

نفی حبس جیم دار بی کی حالت تاملی ۱۲

اس تصادق کے بعد عمرو نے اقرار کیا کہ غلام میرے پاس رہن تھا تو صلح نہ ٹوٹیگی - اور اگر غلام مرتہن کے پاس ہو اسنے
کہا کہ تو نے میرے پاس بعوض سو درم کے کہ جو میرے تجھپر آتے ہین اس غلام کو رہن کیا ہو اور راہن نے کہا کہ تیرے
مجھپر سو درم آتے ہین مگر مین نے یہ غلام تیرے پاس رہن نہین کیا ہو پھر دونون نے باہم صلح کرلی کہ مرتہن اسکو پچاس درم
قرض اور دیدے اور غلام ایک سو پچاس پر اسکے پاس رہن رہے تو صلح جائز ہو اور غلام ایک سو پچاس پر رہن رہیگا
اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ مرتہن راہن کو پچاس درم ہبہ کردے اور راہن غلام کو بعوض سو درم کے اسکے پاس
رہن رہنے دے تو صلح فاسد ہو اور اگر مرتہن نے ہبہ دیا ہو تو اسکو واپس لینے کا اختیار ہو اور راہن کو اپنے
رہن واپس کرلینے کا اختیار ہو - اور اگر دونون نے یون صلح ٹھہرائی کہ مرتہن پچاس درم سے راہن کو بری
کردے اور باقی پچاس کے عوض غلام پر رہن رہے تو جائز ہو - اگر مرتہن نے کسی کپڑے کی نسبت جو راہن کے
قبضہ مین ہو دعوے کیا کہ اس راہن نے یہ کپڑا میرے پاس بعوض دس درم کے جو مین نے اسکو قرض دیے تھے
رہن کیا مگر مین نے اس رہن پر قبضہ نہین کیا اور راہن نے کہا کہ تیرے دس درم مجھپر ہین ولیکن مین نے یہ کپڑا اسکے
رہن مین نہین دیا پھر دونون نے اس امر پر صلح کی کہ مرتہن ایکدرم قرض کم کردے تاکہ راہن اسکے پاس یہ کپڑا رہن
کردے تو یہ جائز ہو اسیطرح اگر یون صلح کی کہ مرتہن اسکو ایکدرم اور قرض دے تاکہ راہن اسکے پاس یہ کپڑا رہن
کردے تو بھی جائز ہو - اور ایسے ہی اگر یون باہم صلح کی کہ یہ کپڑا اس شرط سے رہن دیا جاوے کہ مرتہن ایکدرم قرض
کم کردے اور ایکدرم اور قرض دے یعنی ایکدرم اصل سے معاف کیا اور ایکدرم پھر قرض دیا تو یہ صلح بھی جائز ہو پھر
اگر اسکو کپڑا رہن نہ دیا اور اسکو اپنے پاس ہی رکھنا مصلحت معلوم ہوا تو اسکو اختیار ہو ولیکن اصل
قرض مین ایکدرم کی کمی ثابت نہ ہوگی یہ محیط مین ہو - اور اگر کوئی متاع بعوض سو درم کے رہن کی اور رہن کی
قیمت دو سو درم ہین پھر مرتہن نے کہا کہ رہن تلف ہو گیا اور راہن نے کہا کہ نہین تلف ہوا ہو پھر دونون نے
اس شرط پر صلح کی کہ مرتہن اسکو پچاس درم دیدے اور باقی سے اسکو بری کرے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی
کے نزدیک یہ باطل ہو اور ایسے ہی اگر مرتہن نے رہن راہن کو واپس دینے کا دعوی کیا اور راہن نے
انکار کیا تو بھی صلح کا یہی حکم ہو اور اگر راہن نے اسپر تلف کرڈالنے کا دعوی کیا اور مرتہن نے اسکا اقرار
نہ کیا اور نہ انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح قرار دی تو بالاتفاق جائز ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو - اگر رہن کی قیمت
دو سو درم ہون اور قرضہ سو درم ہون پس راہن نے کہا کہ تو نے میری متاع فروخت کرڈالی اسنے نہ اقرار کیا اور
نہ انکار کیا پھر دونون نے باہم صلح کرلی تو جائز ہو - اور اگر مرتہن نے اقرار کیا کہ مین نے وہ متاع سو درم کو راہن کی
وکالت سے فروخت کردی ہو یعنی راہن نے مجھے وکیل بیع کیا تھا اور راہن نے کہا کہ مین نے تجھکو بیع کیواسطے وکیل
نہین کیا تھا پھر دونون نے باہم صلح کی کہ مرتہن راہن کو سو درم قرضہ سے بری کرکے پچاس درم زیادہ کردے تو جائز ہو
پھر اگر وہ متاع مرتہن کے پاس ظاہر ہوئی تو صلح ویسی ہی باقی رہیگی - اور اگر مرتہن نے متاع فروخت کردی
پھر راہن مرگیا اسکے وارثون نے اس پر صلح کی کہ مرتہن قرضہ سے بری کرکے پچاس درم وارثون کو زیادہ دے تو بھی
جائز ہو - پھر اگر دوسرا شخص آیا اور اسنے کہا کہ یہ رہن تو میرا ہو اور اس سے بھی مرتہن نے دس درم پر صلح کی تو
بھی جائز ہو یہ مبسوط مین ہو - اور اگر راہن مرگیا پھر ایک شخص نے دعوے کیا کہ رہن میرا ہو مین نے راہن کو

عاریت دیا تھا کہ وہ رہن کردے پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ مرتہن ایسا اقرار کردے تو مرتہن کے قول کی وجہ سے ان راہن پر تصدیق نہ کیجاویگی کذا فی المحیط

باب پانچواں۔ غصب اور سرقہ اور اکراہ وتہدید سے صلح کرلینے کے بیان میں

اگر کسی شخص پر غصب کا دعوے کیا پھر مال پر اس سے صلح کرلی تو صلح جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک کپڑا غصب کیا جسکی قیمت سو درم تھی پھر اسکو تلف کردیا پھر اس سے سو درم سے زائد پر صلح کرلی تو جائز ہے اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ اگر اسکی قیمت سے اسقدر زیادتی ہو کہ جسقدر لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو باطل ہوگی اور صحیح امام اعظم رح کا مذہب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر مغصوب یعنی غصب کی ہوئی چیز کوئی غلام ہو اور وہ بھاگ گیا یا غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا پس اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکی قیمت سے اگر اسقدر زیادتی خسارہ ہو کہ اگر اسکو برداشت نہیں کرتے ہیں تو زیادتی باطل ہوگی۔ اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب غلام بھاگ گیا ہو۔ اور اگر ہلاک کیا ہو اور اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اختلاف ہے کذا ذکرالامام فخرالدین فی شرح جامع الصغیر۔ اور اسی اختلاف پر اس صورت میں کہ ایک غلام غصب کیا اور وہ اسکے قبضہ میں مرگیا پھر کسیقدر مال پر صلح کی پھر غاصب نے گواہ قائم کیے کہ جسقدر پر صلح کی ہے اس سے اسکی قیمت کم تھی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک گواہ قبول نہ ہونگے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک مقبول ہونگے اور زیادتی غاصب کو واپس دلائی جاویگی یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اجماع ہے کہ اگر کسی عرض پر صلح قرار پائی تو جائز ہے خواہ اس عرض کی قیمت غلام کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر قاضی نے سوائے غاصب پر قیمت کی ڈگری کی پھر قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر غلام مغصوب بھاگ گیا پھر اسکے مالک سے کسیقدر درموں مسمی پر فی الحال یا میعادی ادھار دینے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر اسی بھاگے ہوئے غلام سے کیلی یا وزنی چیز پر خواہ بعینہ ہو یا غیر معین ہو صلح کی ولیکن بدل پر اسی مجلس میں قبضہ کرلیا تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہو اور اسی مجلس میں قبضہ نہ کیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ حقیقت میں ہلاک ہوجانے کی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر غلام بعینہ قائم ہو اور غاصب نے ان چیزوں پر جو ہم نے ذکر کی ہیں کسی چیز یا غیر معین پر فی الحال دینے یا میعادی ادھار دینے پر صلح کی تو جائز ہے اور مثل بیع کے قرار دیجاویگی۔ اور اگر غاصب نے اور مغصوب منہ نے باہم اختلاف کیا ایک نے کہا کہ بھاگ گیا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بھاگا ہے تو غاصب کا قول قبول ہوگا اگر اس نے کہا کہ میرے پاس ہے تو تمام ان چیزوں پر جو ہم نے بیان کی ہیں صلح جائز ہے خواہ فی الحال دینا شرط ہو یا میعادی ادھار ہو۔ اور اگر کہا کہ بھاگ گیا ہے تو درموں پر صلح فی الحال یا میعادی ادھار پر جائز ہے اور کیلی اور وزنی چیز پر فی الحال دینے پر صلح جائز اور ادھار میعادی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے ایک کپڑا عمرو کا غصب کرلیا اور زید کے پاس خالد نے اسکو تلف کردیا پس مالک نے زید سے اسکی قیمت سے کم پر صلح کرلی تو جائز ہے اور زید خالد سے اسکی قیمت لےلیگا اور اسکی زیادتی صدقہ کردیگا اور اگر اسنے خالد ہی سے اسکی قیمت سے کم پر صلح کرلی تو جائز ہے اور زید کی برأت ہوجائیگی اور خالد کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر جو مال خالد پر ٹھہرا تھا وہ ڈوب گیا تو اسکا

ف اسکا اطلاق ہر ایسی چیز پر ہوتا ہے جو درہم و دینار کے سوا ہو جیسے اسباب وغیرہ

پھر زید سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ایک کر گیہون غصب کیے پھر اس سے کسیقدر درمون پر مقرر کرکے فی الحال ادا کرنے یا میعادی اُدھار پر صلح کی اور کر بعینہٖ قائم ہے تو صلح جائز ہے۔ اسیطرح اگر کسیقدر سونے پر مقرر کرکے فی الحال دینے پر یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور یہی حکم تمام وزنی چیزون مین صلح کا ہے۔ اور اگر کسی کیلی چیز پر میعادی اُدھار دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہین ہے خواہ گیہون پر صلح کی ہو یا کسی اور چیز پر۔ اور اگر وہ کر تلف کردیا ہو پھر کسیقدر درمون یا دینارون پر صلح ٹھہرائی پس اگر اُدھار ہون تو نہین جائز ہے اور اگر نقد ہون اور قبضہ کرلیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو صلح باطل ہوگئی اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر نقد فی الحال ہو اور قبضہ کرلیا تو جائز ہے اور اگر اُدھار میعادی ہے پس اگر مصالح علیہ سوائے گیہون کے کوئی چیز ہو تو جائز نہین ہے اور اگر گیہون ہون تو جائز ہے اور اگر ڈیڑھ کر پر صلح کی تو صلح باطل ہے خواہ غصب کرلیا ہوا کر بعینہٖ قائم ہو یا تلف ہوگیا ہو کیونکہ یہ ربوا یعنی سود ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک کر گیہون و ایک کر جو غصب کرکے تلف کیے اور پھر اس سے ایک کر جو پر میعادی اُدھار کرکے اس شرط سے صلح کی کہ گیہون سے اُسے بری کردے تو جائز ہے اسیطرح اگر کوئی دونون مین سے موجود ہو اور اُسی پر اس شرط سے صلح کی کہ جو تلف ہوگئی ہے اُس سے بری کردے تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے عروض و گیہون پر جو غصب کیے اور مغصوب منہ نے اُس سے ہزار درم پر ایک سال کے وعدہ پر صلح کی تو گیہون و جو کا حصہ صلح اگر دونون تلف ہوگئے ہون تو باطل ہے اور ہزار مین سے عروض کے حصہ کی صلح جائز ہے اور اگر غاصب نے کہا تھا کہ گیہون تلف نہین کیے ہین اور مغصوب منہ نے کہا کہ تلف کردیے ہین تو غاصب کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر سو درم اور دس دینار غصب کرلیے اور دونون تلف کردیے پھر اُسنے ایک کر گیہون معین پر صلح کی پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا اسمین کچھ عیب پاکر واپس کیا تو درم و دینار ونکو واپس لیگا۔ اور اگر پچاس درم فی الحال نقد یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر بعد قبضہ کے اُسمین استحقاق ثابت ہوا یا زیوف یا ستوق پائے اور واپس کردیے تو صلح نہ ٹوٹیگی اُنکے مثل دوسرے لیوے۔ اور اگر پچاس درم کے وزن کے چاندی پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اسیطرح اگر سو مثقال چاندی اور دس دینار غصب کیے پھر پچاس درم فی الحال یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ دراہم کھرے ہون یعنی چاندی کے برابر ہون اور اگر اس سے اچھے ہونگے تو صلح جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک کر گیہون غصب کرلیے پھر نصف کر گیہون پر صلح کی پس اگر وہ کر جو غصب کرلیا ہے غائب ہو اور اُسی کے آدھے کر پر صلح کی تو نہین جائز ہے خواہ غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو اور اگر دوسرے کر کے نصف پر صلح کی تو جائز ہے خواہ غاصب مقر ہو یا منکر ہو ولیکن اُسکو جسقدر زیادتی رہی دیانتہً اللہ کے نزدیک حلال نہین ہے جبکہ وہ کر اُسکے پاس درحقیقت قائم ہو اور چاہیے کہ مغصوب منہ کو واپس کردے۔ اور اگر وہ کر مغصوب حاضر ہو پس اگر غاصب غصب سے انکار کرتا ہو اور اُسنے اُسی کر کے نصف پر یا دوسرے نصف کر پر صلح کی تو قضاءً جائز ہے ولیکن دیانت کی راہ سے اللہ کے نزدیک اُسکو روا نہین کہ باقی مغصوب منہ کو واپس دینا واجب ہے اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو آدھے کر غصب کردہ شدہ پر صلح جائز نہین ہے یا دوسرے کر کے نصف پر بھی نہین جائز ہے اور یہ استحسان ہے۔ اور اگر کسی کپڑے پر صلح کی اور اسکو دیدیا تو صلح جائز ہے خواہ کر مغصوب موجود ہو یا غائب ہو خواہ غاصب مقر ہو یا منکر ہو اور یہی حکم جو ہمنے گیہون کی صورت مین ذکر کیا ہے تمام کیلی چیزون مین اور تمام اُن چیزون مین جو تقسیم ہوسکتی ہین جیسے وزنیات و عددیات

متقاربہ مین بھی جاری ہو- اور اگر مغصوب ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہین ہو سکتی ہو مثلاً غلام یا کوئی چوپایہ یا باندی ہو پھر مغصوب منہ سے غاصب نے اُسکے نصف پر صلح کی پس اگر مغصوب غائب ہو تو صلح بے شک ناجائز ہو اور اگر موجود حاضر ہو پس اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو بھی صلح ناجائز ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو بھی مذکور ہو کہ صلح جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو- زید نے عمرو سے ہزار درم غصب کر لیے اور انکو چھپا کر غائب کر دیا اور مالک نے اُس سے پانچسو درم پر صلح کی اور غاصب نے اسکو انھین درمون مین سے دیے یا دوسرے درمون سے دیے تو یہ صلح قضاءً جائز ہو ولیکن دیانت کی روسے اللہ کے نزدیک جائز نہین ہو غاصب کو چاہیے کہ باقی درم مالک کو واپس کر دے اور اگر غاصب کے پاس دراہم مغصوبہ اسطور سے موجود ہین کہ مالک اُنکو دیکھتا ہو پس اگر غاصب منکر غصب ہو تو بھی یہی حکم ہو- پھر اگر مالک نے اسکے بعد گواہ پائے اور پیش کیے تو اُسکے واسطے باقی درمون کی ڈگری ہو جائیگی- اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو اور درم اُسکے ہاتھ مین ظاہر موجود ہون اور مغصوب منہ اُس سے لے لینے کی قدرت رکھتا ہو اور اُس سے نصف درمون پر صلح کی اس شرط پر کہ باقی درمون سے اسکو بری کر دے تو قیاساً مثل اول کے ہو یعنی قضاءً صلح جائز ہو اور استحساناً ناجائز نہین ہو اُسپر واجب ہو کہ مغصوب منہ کو واپس کر دے یہ فتاوی قاضیخان مین ہو- اگر کسی شخص نے ایک غلام یا کپڑا یا اسکے مشابہ کوئی چیز دو شخصون سے غصب کر لی اور تلف کر دی پھر ایک نے دونون مین سے غاصب سے اپنے حصہ سے درمون یا دینارون پر صلح کی اور قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اس مقبوضہ مین دوسرا شخص اُسکا شریک ہوگا اور مصالح کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے مقبوضہ مین سے اسکو دے یا دوسری دے- اور اگر صلح کسی عرض پر واقع ہوئی اور دوسرے شریک نے مصالح سے ضمان لینا اختیار کیا تو مصالح کو اختیار ہوگا کہ چاہے نصف مقبوضہ اسکو دے یا چوتھائی مال مغصوبہ کی دیدے- اور اگر عرض قائم ہو پھر دونون مین سے ایک نے غاصب سے اپنے حصہ سے صلح کی پس اگر عرض غاصب کے ہاتھ مین ظاہر موجود ہو اسطرح کہ مالک اسکو دیکھتا ہو اور غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو ساکت کو مصالح کے ساتھ شریک ہونیکا حق مال مقبوضہ مین نہین ہو- اور اگر عرض غائب ہو کہ مالک کو اسکی جگہ معلوم ہو اور نہ غاصب کو معلوم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ساکت کو مصالح کی شرکت کر لینے کا مقبوضہ مال مین اختیار ہو- اور اگر عرض غاصب کے ہاتھ مین بعینہ قائم ہو اسطرح کہ مالک اسکو دیکھتا ہو ولیکن غاصب غصب سے انکار کرتا ہو تو اصل مین مذکور ہو کہ ساکت کو مصالح کے ساتھ اسکے مقبوضہ مین شرکت کر لینے کا اختیار نہین ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہو یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہو اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ ساکت کو مصالح کے مقبوضہ مین اُسکے ساتھ شرکت کا اختیار ہو- شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس صورت مین مغصوب غائب ہو اور مالک کو اسکی جگہ معلوم نہو مگر غاصب کو معلوم ہو تو بھی حکماً ایسا ہی اختلاف ہونا واجب ہو کذا فی المحیط- ایک شخص نے دوسرے کا چاندی کا برتن تلف کر دیا اور قاضی نے اسپر قیمت کی ڈگری کر دی پھر قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک حکم قضا باطل نہ ہوگا- اسیطرح اگر دونون نے باہم صلح کر لی اور بدون حکم قاضی کے قیمت پر صلح ٹھہری اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بھی یہی حکم ہو اسیطرح اگر چاندی کا تیر یا درم ضائع کر دیے پھر اس سے کم پر میعادی ادھار کر کے صلح کی تو بھی یہی حکم

نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر چاندی کے پتر یا درم تلف کردیے پھر اُسکے مثل دس درم پر کسی مدت کے اُدھار پر صلح کی تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک چاندی کا برتن ڈھلا ہوا غصب کرکے اپنے گھر مین رکھا پھر مالک اُس سے ملا اور اُسکے برابر چاندی پر یا کسیقدر سونے پر صلح کی پھر قبضہ سے پہلے جدا ہوگئے تو صلح باطل نہوگی۔ اور بھی نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ ایک شخص نے ایک طوق سو دینار قیمت کا غصب کیا اور اُسکے پاس سے ضائع ہوگیا اور مالک طوق نے اِس سے پچاس دینار پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر غاصب نے اسکو پایا تو طوق کا مالک آدھے کا اُسکا شریک ہوگا۔ اور اگر غاصب کے پاس طوق موجود ہو اور اُسنے مالک سے اسطور سے صلح کی جسطرح ہمنے بیان کیا تو صلح جائز نہوگی۔ اور بھی نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چاندی کا کنگن غصب کرلیا اور بعد غصب کے اُسکی قیمت سے زیادہ پہ صلح کی تو جائز نہین ہے اور اگر غاصب نے اُسکو تلف کردیا اور مغصوب منہ اس امر پر راضی ہوا کہ کنگن کے برابر چاندی تپتر کی سلے اور اُسکی بنوائی سے بری کردے تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گھر سے ایک چور پکڑا حالانکہ چور مال چوری کا گھر سے باہر نکال چکا ہے اور زید نے اُسکو عمرو کے سپرد کرنا چاہا پس چور نے زید سے کسیقدر مال معلوم پر صلح کی کہ وہ نہ پکڑے اور زید نے صلح کرکے اُسکو چھوڑدیا تو یہ صلح باطل ہے زید کو وہ مال سارق کو پھیر دینا واجب ہے اور اگر یہ مال عمرو کا ہو تو چور کو دینا واجب نہوگا اور جب اسنے یہ سرقہ عمرو کو دیدیا تو خصومت سے بری ہوجائیگا اور اگر ایسی صلح عمرو سے واقع ہوئی حالانکہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہو چکا ہے پس اگر صلح بلفظ عفو واقع ہوئی تو بالاتفاق عفو صحیح نہین ہے اور اگر بلفظ ہبہ یا برات کے واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا ساقط ہوجائیگا۔ اور امام یا قاضی نے اگر شراب خوار سے اسطور سے صلح کی کہ مال لیکر اسکو عفو کردے تو صلح نہین صحیح ہے اور مال شراب خوار کو واپس کرے خواہ یہ پکڑے جانے سے پہلے ہو یا اسکے بعد یہ فتاوے قاضیخان مین ہے ایک موزہ سینے والے کی دوکان سے لوگون کے موزے چوری گئے اور موزہ دوز نے چور سے صلح کی پس اگر مال مسروقہ بعینہ قائم ہو تو بدون اجازت مالکان موزہ کے صلح کرنا جائز نہین ہے اور اگر مال مسروقہ تلف کردیا تو صلح بدون مالکون کی اجازت کے جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلح درمون پر واقع ہوا ور اسمین قیمت مین سے زیادہ کمی نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک شخص چوری مین متہم ہوکر قید کیا گیا پھر اُسپر ایک قوم نے دعویٰ کیا اُسنے لوگون سے صلح کرلی پھر قید سے نکلکر انکار کیا اور کہا کہ مین نے صرف اپنی جان کے خوف سے اُن لوگون سے صلح کی تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی کے قیدخانہ مین قید تھا تو صلح جائز ہے اور اگر والی ولایت کے قیدخانہ مین تھا تو صلح صحیح نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ بضاعت دی اور اُسپر راہ مین ڈاکہ پڑا اور خود اُسکا مال اور مال بضاعت سب لے لیا گیا پھر جس کے پاس بضاعت تھی اُسنے چور رہزن سے صلح کی پھر یہ کہا کہ مین نے صرف اپنے مال سے صلح کی تھی اور صاحب بضاعت کہتا ہے کہ تو نے میری بضاعت سے صلح کی ہے پس اگر قبضہ کرنیکے وقت دینے والے نے یہ کہا کہ یہ مال منجملہ اُسکے ہے جو مجھپر واجب تھا تو موافق اُن دونون کے ملکیت کے حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مال خاص کا عوض صلح بیان کیا تو اسی مال کا قصاص قرار دیا جائیگا اور دوسرا اسمین شریک نہوگا اور اگر مبہم چھوڑدیا کوئی تفصیل نہ کی بعض وقت کہ ندمیان تفرقہ ہے اگر رہزن چور حاضر ہو تو اسیکا قول معتبر ہوگا کہ تونے کس

مال کے عوض صلح مین دیا ہو بشرطیکہ اس صلح کی کوئی تحریر مفصل نہوا ور اگر غائب ہو کہ اس سے ملنے کی قدرت نہین ہو اور بضاعت لینے والا و دینے والا دونون متفق ہین کہ چور نے دیتے وقت کچھ بیان نہین کیا تھا تو کل مال کے عوض قرار دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ مکرہ کی صلح جائز نہین ہو کذا فی السراجیہ۔ اگر مدعی دو شخص ہون اور مدعا علیہ پر سلطان نے ایک کے ساتھ صلح کرنے کیواسطے زبردستی کی اسنے دونون کے ساتھ صلح کر لی تو جسکے واسطے زبردستی کی گئی تھی اور وہ مجبور کیا گیا تھا اسکے ساتھ صلح جائز نہین اور دوسرے کے ساتھ جائز ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ کچھ لوگ ایک شخص کے گھر مین رات یا دن مین اسکے پاس داخل ہوے اور اسپر ہتھیار نکالے اور اسکو دھمکایا یہانتک کہ اسنے اپنے دعوے سے کسی چیز پر صلح کر لی یا اسکو اقرار یا ابراء پر مجبور کیا یعنی اکراہًا اس سے اقرار یا ابراء کرایا اسنے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس پر صلح و اقرار و ابراء جائز ہے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک اکراہ صرف سلطان سے ہوتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اکراہ ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے کہ جو اسقدر قدرت و غلبہ رکھتا ہو کہ جس چیز سے وہ ڈراتا ہے اسکو کر دکھاوے اور صاحبین رح ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور اگر ان لوگون نے اسکو ہتھیار نکال کر نہ ڈرایا بلکہ اسکو صرف مارا پس اگر شہر مین دن مین ایسا ہوا تو صلح جائز ہے۔ اور اگر کسی بڑی لکڑی سے جس سے جان جاتی رہے ڈرایا تو اس حکم مین وہ بمنزلہ ہتھیار کے ہے اور اگر یہ امر راستہ مین رات یا دن مین یا گانون مین واقع ہوا کہ وہان کوئی مددگار فریاد رس نہین پہونچ سکتا ہے تو اقرار و صلح باطل ہے اگرچہ انھون نے ہتھیار نہ نکالے ہون اور شوہر نے اپنی جورو کو دھمکایا تاکہ وہ مہر سے کسی چیز پر صلح کر لے یا بری کر دے تو وہ بمنزلہ اجنبی کے ہے۔ اور اگر اسکو طلاق سے دھمکایا یا یون دھمکایا کہ اسکے اوپر دوسری سے نکاح کریگا یا کوئی باندی ام ولد بنا لیگا تو یہ اکراہ نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے

باب ششم۔ عمال سے صلح کرنے کے بیان مین۔ عمال جو لوگ ہمیشہ پیشہ و کام کرتے ہین۔ اگر کسی شخص نے کندی کرنیوالے کو کندی کیواسطے کوئی کپڑا دیا اسنے کندی مین اسکو پھاڑ دیا پھر مالک نے کندی والے سے کسیقدر معلوم درمون پر صلح کی خواہ اسطور پر کہ درہم کے ساتھ کپڑا بھی مالک لے یا کپڑا کندی والا لے تو صلح جائز ہے خواہ درم فی الحال ٹھہرے ہون یا میعادی ادھار ہون۔ اسیطرح اگر اس سے دینارون پر صلح کی تو بھی جائز ہے خواہ کپڑا مالک کو دینے یا کندی والے کو دینے کی شرط کی ہو اور اگر کسی کیلی یا وزنی پر جو ذمہ مقرر کی ہے صلح کی اور شرط یہ کہ کپڑا کندی والے کو ملے تو صلح حصۂ ثوب کی جائز اور حصہ خرق کی باطل ہے۔ اور اگر اس شرط پر واقع ہوئی کہ کپڑا اسکے مالک کو ملے تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کندی والے نے کہا کہ مین نے تجھے کپڑا دیدیا اور مالک نے انکار کیا اور صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز نہین ہے اور نہ کندی والے کا اجر یعنی مزدوری واجب ہو گی اور امام محمد رح کے نزدیک صلح جائز ہے اور ایسے ہی دوسرے قول امام ابو یوسف مین بھی جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قصار یعنی کندی کرنیوالے نے دعوی کیا کہ مین نے کپڑا مالک کو دیا اور اجرت طلب کی اور مالک نے انکار کیا پھر اجرت سے نصف پر صلح کی تو جائز ہے۔ اسیطرح اگر کپڑے کے وصول پانے کا اقرار کیا اور دعوی کیا کہ مین نے مزدوری اسکو دیدی ہے اور کندی والے نے انکار کیا پھر دونون نے آدھی اجرت پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اجیر مشترک نے دعوی کیا کہ مال مین میرے پاس تلف ہو گیا پھر اس سے درمون پر صلح کر لی تو امام اعظم کے قول پر اجیر مشترک امین ہوتا ہے اسواسطے اسکے اس کہنے کے بعد کہ مال مین میرے پاس تلف ہو گیا ہے صلح کرنا صحیح نہین ہے جیسا مستودع مین حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہے اور

ہوتا ہو پس مثل غاصب کے اسکا حکم ہو۔ اور جولاہا اگر اجیر مشترک ہو تو اسکا حکم مثل قصار یعنی کندی گر دہنو اسلئے کہ ہو اور اگر ایک ہی شخص کا اجیر ہو تو اجیر خاص ہو وہ بلا خلاف امین ہوتا ہو اسکا حکم مثل مستودع کے ہو یہ ذخیرہ میں ہو کچھ سوت کسی جولاہے کو دیا اور اس سے جس شرط کے ساتھ بننے کو کہا تھا اُسنے اسطور سے نہ بنا اور بناوٹ میں اُسکے خلاف کیا تو مالک کو اختیار ہو چاہے اس سے کپڑا لیکر ایسی بناوٹی کی جو اجرت ہوتی ہو اسکو دیدے یا کپڑا اسکے پاس چھوڑ دے اور اپنے سوت کے مثل سوت اس سے لے لے اور اگر اس سے اسطور سے صلح کی کہ کپڑا جولاہے کے پاس رہے اور جولاہہ کچھ درہم مسمی کسی میعاد پر مالک کو ادا کرے تو کتاب میں مذکور ہو کہ ایسی صلح جائز نہیں ہو۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یعنی صلح ناجائز ہونیکی یہ ہو کہ سوت کے مالک نے یہ کیا کہ کپڑا جولاہے کے پاس چھوڑ دیا اور اپنے سوت کے مثل سوت اس سے تاوان لیا پھر اس سے کسی قدر دراہم مسمی پر صلح کی اور مدت ادا مقرر کی تو جائز نہیں ہو کیونکہ یہ ان دینا اسکے ذمہ دین تھا پھر جب اس سے اسکے عوض ادھار درموں پر صلح کی تو یہ دین بعوض دین کے ہوا اور یہ حرام ہو اور اگر یوں ہو کہ کپڑے کو سوت کے مالک نے لے لیا پھر اسطور سے صلح کی کہ کپڑا جولاہے کا اور جولاہہ کچھ درم سے کسی مدت مقررہ تک ادا کرے تو صلح جائز ہو یہ فتاوے قاضیخان میں ہو۔ اور اگر یوں صلح کی کہ کپڑا اسکو تھوڑی مزدوری دیدے اور تھوڑی گھٹا دے تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر رنگریز کو ایک کپڑا اس شرط پر دیا کہ ایکدرم میں ایک قفیز عصفر سے رنگ دے اُسنے دو قفیز سے رنگا حتی کہ مالک ثوب کو اختیار حاصل ہوا کہ چاہے کپڑا اسسے لے اور اسکو ایک درم اور دوسرے قفیز کی زیادتی دیدے یا کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اس سے ڈانڈ لے پھر مالک نے اس طور سے صلح ٹھہرائی کہ کپڑا لیکر ایک قفیز گیہوں معین اسکو دیدے تو جائز ہو خواہ اس سے اجرت اور زیادتی قفیز عصفر سے صلح ٹھہرائی یا دوسرے قفیز کی زیادتی سے صلح ٹھہرائی ہو اور اگر ایک قفیز گیہوں ادھار میعادی پر صلح ٹھہرائی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہو اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہو مشائخ عراق نے فرمایا کہ جائز ہو اور مشائخ بلخ نے کہا کہ جائز نہیں ہو اور اگر ایک قفیز عصفر پر صلح کی پس اگر قفیز عصفر معین ہو تو جائز ہو اور اگر غیر معین ہے تو جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو اور اگر رنگریز سے کسیقدر درموں پر میعادی ادھار کرکے صلح کی تو جائز ہو اسیطرح اگر ایک قیراط سونے پر صلح کی تو جائز ہو بشرطیکہ سونے پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا اور اگر قبضہ نہ کیا یا ادھار کرکے میعاد مقرر کی پس اگر قیمت دوسرے قفیز کی جو اسنے رنگ میں زیادہ کی ہو ایک قیراط سونا یا اس سے زیادہ ہو تو یہ اس طور سے جائز ہو کہ اجرت کو کم کر دیا اور قفیز کی زیادتی کی قیمت میں مدت مقرر کی۔ اور اگر اس قفیز کی قیمت قیراط سونے سے کم ہو تو صلح جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہو

ساتواں باب۔ بیع اور سلم میں صلح کرنیکے بیان میں۔ اگر ہزار درم سیاہ کو اپنا غلام فروخت کیا پھر اس سے ایک ہزار ایک سو درم زیوف یا نبہرہ پر صلح کی خواہ نقد فی الحال یا ادھار میعادی تو یہ صلح باطل ہو۔ اسیطرح اگر کسی کیلی یا وزنی غیر معین چیز پر صلح قرار دی تو بھی جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اسپر یا اسکے کسی ٹکڑے پر کسی دوسرے شخص نے دعوی کیا اور مشتری نے اس سے صلح کر لی تو جائز ہو اور اگر مشتری نے چاہا کہ یہ بدل صلح بائع سے واپس لے تو اسکو اختیار نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہو حسن بن علی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر بعد قبضہ مبیع کے فساد بیع کا دعوے کیا اور اسکو ہنوز گواہ پیش کرنے کی نوبت

نہ پہونچی تھی کہ انہین باہم کچھ دینارون پر فساد بیع کے دعوی سے صلح کرادیگئی تو آیا یہ تملیک صحیح ہو فرمایا کہ صحیح نہین ہو پھر کہا گیا کہ اگر اسکے بعد یعنی صلح کے بعد اسکو اور فساد بیع کے سوا اور اسنے میری سیجے تو سماعت ہوگی فرمایا کہ ہان سماعت ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو- اگر دعوے کیا کہ میرے اس شخص پر ہزار درم آئے غلام کا ثمن آتا ہین جو مین نے اسکے ہاتھ بطور بیع فاسد فروخت کیا تھا اور وہ غلام تلف کرچکا ہو پھر اس سے پانچسو درم پر صلح کرلی اور طالب نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت ہزار درم تھی اور مطلوب نے دعوی کیا کہ چار سو درم تھی تو صلح جائز ہو کذا فی المبسوط- اگر رب السلم ایک ہی شخص ہو اسنے مسلم الیہ کے ساتھ مسلم فیہ سے راس المال پر صلح کرلی تو جائز ہو کذا فی السراج الوہاج اور مسلم فیہ سے سوا سے راس المال کے کسی اور جنس پر صلح کرنا جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو- اور اگر اسپر ہزار درم اور ایک کر سلم ہو اور اس سے سو درم پر صلح کرلی تو جائز ہو کذا فی البدائع اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سلم مین اسطور پر صلح کرے کہ نصف راس المال اور نصف سلم عینہ لیوے تو کچھ ڈر نہین ہو پس اگر کسی شخص پر ہراتی کپڑے سلم مین ہون اور اس سے نصف راس المال اور نصف سلم پر صلح کرلی اور صلح جائز ہوگئی پھر مسلم الیہ نصف کپڑا قطع کیا ہوا دینے لایا اور رب السلم اسکے لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا اگر چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے جبتک کہ پورا کپڑا نہ لادے یہ محیط مین ہو- اگر بیع سلم مین میعاد ہو اور صلح اس شرط سے کی کہ نصف راس المال لے لے اور نصف کی سلم توڑ دے اور نصف سلم مدت سے پہلے جلد دیدے تو نصف راس المال کی سلم توڑنا جائز ہو اور تعجیل جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو اگر کسی شخص سے ایک کر گیہون کی سلم قرار دی اور میعاد ایک مہینہ رکھی اور اسی شخص سے ایک کر جو کی سلم قرار دی اور اسکی میعاد دو مہینہ رکھی پھر وقت عقد سے ایک مہینہ گذرا اور گیہون کی میعاد آگئی پھر اس سے اس طور سے صلح کی کہ گیہون لے لے اور جو کی مدت تک بڑھا دے تو جائز ہو اور اگر اسطور سے صلح کی کہ گیہون لینے مین تاخیر کردے اور جو کے لینے مین تعجیل کرے تو جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو- اور اگر بیع السلم کی میعاد آگئی اور مسلم الیہ نے راس المال مین سے کسیقدر اس شرط پر واپس دیا کہ سلم مین ایک مہینہ کی اور میعاد بڑھا دے تو جائز ہو- اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ جائز ہو یعنی واپس دینا جائز ہو اور یہ مراد نہین ہو کہ میعاد دینا جائز ہو یہ قول بعض فقہا کا ہو کہ میعاد بڑھانا اس صورت مین جائز نہین ہو اور روایت کتاب کی وجہ یہ ہو کہ اس صورت مین اور دوسری صورت مین یعنی جبکہ سلم مین میعاد ہو اور مسلم الیہ نے ایکدرم راس المال مین سے اس شرط پر کم کردیا کہ میعاد بڑھا دے تو جائز نہین ہو ان دونون صورتون مین یہی فرق ہو کہ صورت اولی مین جو کتاب مین مذکور ہوئی ہو جائز ہو اور دوسری صورت مین میعاد دینا جائز نہین ہو اور فرق اسطور سے ہو کہ راس المال کے قبضہ کا اعتبار مسلم فیہ کے قبضہ کا ہو کیونکہ دونون کا جریان قبضہ مین ایک ہی طور پر ہوتا ہو حتے کہ دونون کا استبدال جائز نہین ہو اسلیے کہ اسمین قبضہ فوت ہوگا پس اگر سلم فی الحال ہو اور اسمین سے بعض مسلم فیہ پر قبضہ کرلیا اس شرط سے کہ باقی کی میعاد مقرر کردے تو جائز ہو تو اسی کے اعتبار سے اگر بعض راس المال پر اس شرط سے قبضہ کرلیا کہ جسقدر سلم اسپر ہو اسکی میعاد مقرر کردے تو بھی جائز ہو- اور اگر سلم مین میعاد ہو اور بعض مسلم فیہ کو اس شرط سے قبضہ کرلیا کہ باقی کیواسطے میعاد بڑھا دے تو جائز نہین ہو اسیطرح اگر بعض راس المال پر اس شرط سے قبضہ کیا کہ میعاد بڑھا دے تو بھی جائز نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو- اگر سلم کے ایک کر گیہون ہون پھر آدھے کر پر اس شرط سے صلح کی کہ باقی سے اسکو بری کردے تو جائز ہو اسیطرح اگر سلم کے ایک کر گیہون کھرے ہون اور اسنے ایک کر ردی گیہون پر صلح کرلی تو بھی جائز ہو- اور اگر سلم کے ایک کر

ردی گیہون ہون اور اُسنے نصف کر لیے گیہون پر صلح کی تو دونون کے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے موافق جائز نہین
ہو اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ کا قول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر سلم مین گیہون ہون اور راس المال سو درم ہون پھر سلم سے اس شرط پر صلح
کی کہ دو سو درم واپس دیگا یا سو درم یا پچاس درم واپس دیگا تو باطل ہو اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے سلم سے اس شرط پر صلح
کی نیت سے راس المال کے سو درم یا راس المال سے پچاس درم واپس دونگا تو صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر یون کہا کہ
مین نے تجھ سے سلم سے راس المال سے سو درم پر صلح کی تو زیادتی جائز نہین ہو اور اقالہ بقدر راس المال کے واقع ہوگا
جبکہ راس المال سو درم سے کم ہو ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے اشارہ کیا ہو کہ اس صورت مین اقالہ اصلاً باطل ہو یہ محیط مین ہو
دونون نے بیع سلم کا اقالہ کر لیا اور راس المال زرقیمی مروض تھا کہ وہ تلف ہوگیا یا قبضہ سے پہلے اسکو فروخت کردیا تو مسلم الیہ
اسکی قیمت کا ضامن ہو اور اگر رب المال کو بلاعوض ہبہ کر دیا ہو تو استحساناً ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کچھ دراہم معدودہ
ایک کر گیہون کی سلم مین کسی میعاد معین کیواسطے دیے پھر کچھ دن بعد دونون نے باہم اس شرط سے صلح کی کہ مسلم الیہ رب السلم
کیواسطے نصف کر گیہون زیادہ کردے اور اسی مدت معینہ پر ادا کردے تو بالاجماع جائز نہین ہو پھر جب جائز نہوئی تو مسلم
الیہ پر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک واجب ہو کہ تہائی راس المال واپس کردے اور اسپر پورا ایک کر اس میعاد پر
واجب الادا ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ کچھ واپس نکریگا اور اسپر ایک کر پورا واجب ہوگا یہ حصر شرح منظومہ مین ہو۔
ایک کر گیہون کی سلم مین ایک کپڑا دیا پھر مسلم الیہ نے اس کپڑے پر قبضہ کرکے اس کپڑے کو دوسرے شخص کو سلم مین
دیدیا پھر مسلم الیہ اول نے راس المال پر اپنے رب السلم سے صلح کی پھر اگر یہ صلح اسوقت واقع ہوئی کہ وہ کپڑا دوسرے مسلم الیہ
کے پاس سے پہلے مسلم الیہ کے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے بیع سلم کا فسخ ہو جیسے خیار رویت یا خیار
عیب کیوجہ سے بحکم قاضی واپس آیا یا دوسری سلم مین راس المال پر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو اس صورت
مین پہلے مسلم الیہ پر واجب ہو کہ بعینہ وہ کپڑا رب السلم کو واپس کردے اور اسکو اس کپڑے کی قیمت کے واپس دینے
کا اختیار نہین ہو اور اسیطرح اگر پہلے مسلم الیہ نے اسکو ہبہ کیا ہو اور پھر ہبہ سے رجوع کرلینے کیوجہ سے وہ کپڑا اسکے پاس
آگیا ہو خواہ رجوع بحکم قاضی ہو یعنی قاضی نے رجوع کیوقت حکم واپسی دیا ہو یا بدون حکم قاضی ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر
ایسے سبب سے واپس آیا ہو کہ وہ سبب ہر صورت سے از سر نو ملک شمار ہو جیسے خرید لینا یا ہبہ مین پانا یا میراث مین
پانا تو رب السلم کا حق عین اس کپڑے مین نہین ہو اسکی قیمت مین ہو۔ پھر اگر دونون نے اس امر پر صلح کی کہ مسلم الیہ بعینہ
وہی کپڑا رب السلم کو واپس کرے پس اگر یہ صلح اسوقت واقع ہوئی کہ قاضی نے اسپر کپڑے کی قیمت دینے کا حکم نہین کیا تھا تو
قیاساً جائز نہین ہو اور استحساناً جائز ہو اور اگر قاضی کے قیمت دینے کے حکم کے بعد ایسی صلح قرار دی تو قیاساً
جائز نہین ہو اور استحساناً جائز ہونے مین مشائخ کا اختلاف ہو اور اگر وہ کپڑا مسلم الیہ اول کے پاس ایسے
سبب سے واپس آیا جو فسخ و تملیک کے مشابہ ہو جیسے اقالہ اور رد بالعیب بدون حکم قاضی کے تو رب السلم کا استحقاق
اسکی قیمت مین ہو اسکے عین مین نہین ہو۔ اور اگر ان دونون نے باہم عین اس کپڑے کی واپسی پر صلح کی پس اگر یہ صلح
پہلے اس سے کہ قاضی اسپر کپڑے کی قیمت دینے کا حکم کرے واقع ہوئی تو قیاساً نہین جائز ہو اور استحساناً جائز ہو اور
اگر اسکے بعد واقع ہوئی تو قیاساً و استحساناً دونون طرح نہین جائز ہو۔ اور اگر مسلم الیہ اول نے قبل اسکے کہ وہ کپڑا اسکے
پاس واپس آوے رب السلم سے صلح کی پھر اسکے بعد وہ کپڑا اسکے پاس واپس آیا پس اگر بعد اسکے واپس آیا کہ قاضی نے

مسلم الیہ اوں پر قیمت دینے کا حکم دیدیا ہو تو بعینہ وہ کپڑا لینے پر دونوں کا صلح کرنا جائز ہوگا خواہ کسی سبب سے وہ کپڑا مسلم الیہ اوں کے پاس واپس آیا ہو لیکن اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس ملا ہو تو وہ اس کپڑے کو رب السلم کو دیکر اسکی قیمت اس سے لے لیگا اور اگر قاضی کے قیمت دینے کے حکم دینے سے پہلے اُسکے پاس واپس آیا پس اگر ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ السلم ہو تو وہ کپڑا پہلے رب السلم کو واپس کردے اور اگر ایسے سبب سے واپس آیا جو تملیک و فسخ کے مشابہ ہو تو اسپر کپڑے کی قیمت رب السلم کو دینا واجب ہوگی اور اگر دونوں نے بعینہ اسی کپڑے کے لینے پر صلح کی تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر سلم مین دو شریک ہوں تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شریک کا اپنے حصہ راس المال سے کم پر صلح کرنا صحیح نہین ہو اور اگر اپنے حصہ راس المال پر صلح کرلی تو شریک کی اجازت پر موقوف رہیگی اگر اُسنے رد کردی تو صلح بالکل رد ہو جائیگی اور مسلم فیہ دونوں مین بحالہ مشترک رہیگا اور اگر اجازت دی تو صلح دونوں پر نافذ ہوگی پس نصف راس المال دونوں مین مشترک اور باقی نصف مسلم فیہ بھی دونوں مین مشترک رہیگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ صلح جائز ہو اور نصف راس المال اُسکا ہوگا اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکے مقبوضہ مین شرکت کرے یا مطلوب سے اپنا حصہ لے لے ولیکن اگر مسلم الیہ پر جو اُسکا مال ہو وہ ڈوب جاوے تو اپنے شریک سے لیگا یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ دونوں کا راس المال مخلوط ہو اور اگر مخلوط نہ ہو بلکہ ہر ایک نے اپنا اپنا مال علیحدہ دیا ہو تو اسمین اختلاف ہو بعض مشائخ نے کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ و امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک بھی مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے ہو اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت مین بھی اختلاف ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی التبیین والکافی۔ اور اگر دو متفاوضوں کی کسی شخص پر سلم ہو اور ایک نے راس المال پر صلح کرلی تو جائز ہو اور یہی حکم دو شریک عنان مین ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر زید کا عمرو پر ایک کر گیہوں سلم مین ہو اور اسکا خالد کفیل ہو پس کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کرلی تو اختلاف ہو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مسلم الیہ کی اجازت پر صلح موقوف ہو اگر اُسنے اجازت دی تو جائز ہوگی اور رب السلم کا حق راس المال مین پیدا ہوگا اور اگر باطل کردی تو باطل ہو جائیگی اور رب السلم کا حق اناج یعنی گیہوں مین رہیگا۔ اسیطرح اگر بدون حکم مسلم الیہ کے کوئی شخص کفیل ہو اور اُسنے رب السلم سے اسطرح صلح کرلی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو۔ اسیطرح اگر کسی اجنبی نے راس المال پر صلح کرلی اور مال ضمان دیدیا تو بھی یہی اختلاف ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کفیل نے رب السلم کے ساتھ جنس سلم کے اناج پر صلح کرلی مگر یہ اناج سلم سے کھوٹے ہو نہیں کم ہو تو جائز ہو اور کفیل مسلم الیہ سے کھرا اناج جو سلم مین ٹھہرا ہو سے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر طالب نے کفیل کو کل سلم ہبہ کردی تو کفیل کو مسلم الیہ سے مسلم کا اناج لے لینے کا اختیار ہو۔ اور اگر کفیل نے رب السلم سے کسی کپڑے یا وزنی چیز پر صلح کرلی تو جائز نہین ہو بخلاف اسکے اگر کفیل نے مسلم الیہ سے سوائے سلم کے کسی دوسری چیز پر صلح کرلی تو جائز ہو پھر سلم کے کفیل نے اگر مطلوب کے ساتھ سوائے جنس سلم کے کسی چیز پر صلح کرلی تو مطلوب کفیل کے قرضہ سے بری ہوگیا اور طالب کے قرضہ سے بری نہوگا پھر بعد اسکے دیکھنا چاہیے کہ اگر کفیل نے رب السلم کو اناج دیدیا ہو اور اُسکا حق ادا کردیا ہو تو دونوں بری ہو جاوینگے اور اگر طالب نے مطلوب سے اپنا اناج وصول کیا تو مطلوب کو کفیل سے واپس لینے کا اختیار ہو اور کفیل مختار ہوگا چاہے مسلم الیہ کو طعام سلم دیدے یا جو کچھ اس سے لیا ہو وہی واپس کردے یہ محیط مین ہو۔ اگر کفیل نے رب السلم سے

ف [illegible]

اس شرط پر صلح کی کہ ایکدرم راس المال مین بڑھا دے اور اسپر قبضہ کر لیا تو جائز نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو- اور اگر کفیل نے اس شرط سے صلح کی کہ مسلم الیہ یعنی رب السلم ایک کون گیہون بڑھا دے تو جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو- اور اگر رب السلم نے ایکدرم اس شرط سے بڑھایا کہ مسلم الیہ ایک کون گیہون بڑھا دے تو بھی جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو- اور اگر رب السلم کے پاس کفیل سلم کی چیز کیلی یا وزنی اس سے گھٹی ہوئی لایا جسکی کفالت کی تھی اور کہا کہ تو اسکو لے لے مین تجھے ایک درم واپس دونگا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ امر مسلم الیہ سے ناجائز ہو پس ایسا ہی کفیل سے بھی جائز نہین ہو اور اگر اپنی کفالت سے بڑھی ہوئی جید لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور مجھے ایکدرم بڑھا دے تو کیلی یا وزنی کسی چیز کی سلم مین یہ جائز نہین ہو اور اگر مسلم الیہ نے وزنی چیز کی سلم مین ایسا کیا تو جائز ہو یہ محیط مین ہو- اگر کفیل نے رب السلم کو سلم اس موضع کے سوا جو شرط کیا ہو دوسری جگہ ادا کر دی اور اسنے قبول کر لی تو اسکو اختیار ہو کہ مسلم الیہ سے مقام مشروط مین وصول کرے یہ مبسوط مین ہو- اور اگر کفیل نے طالب سے اس امر پر صلح کی کہ سلم کا اناج موضع مشروط کے سواے دوسری جگہ ادا کریگا تو جائز نہین ہو اور طالب اناج و کرایہ واپس کر دے تا کہ اسکو موضع مشروط مین ادا کرے- اور طعام ادا کرنیکا موضع سواد شہر کوفہ قرار پایا ہو اور طالب نے کفیل سے اس شرط پر صلح کی کہ اناج شہر کوفہ مین ادا کرے اور طالب اسکو اس اسی قدر درم دیگا تو جائز نہین ہو اور اگر کفیل نے رب السلم کو سلم کا اناج بدون شرط کے کوفہ مین ادا کر دیا تو کفیل اسکو مسلم الیہ سے سواد کوفہ مین لے سکتا ہو کوفہ مین نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین ہو- اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہون کی سلم ٹھہرا دے پھر عمرو نے مسلم الیہ سے راس المال پر صلح کر لی تو یہ صلح عمرو پر نافذ ہو گی اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مثل سلم کے ایک کر گیہون موکل کو ڈانڈ دیگا- اسیطرح اگر مسلم الیہ کو بطریق صلح کے راس المال پر اناج سلم سے بری کر دیا تو بھی یہی حکم ہو- اور اگر خود موکل نے مطلوب سے راس المال پر صلح کی اور راس المال پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو جیسا کہ بدون صلح کے بری کر دینے کی صورت مین ہو یہ مبسوط مین ہو- اگر ایک شخص نے دوسرے کی طرف سو درم در سلم کے ایک کر گیہون کا دعوی کیا اسنے بیس دینار پر صلح کر لی- پس اگر اس صورت مین سلم کے راس المال مین درم ہون تو سو درم اور سلم دونون کے حصہ کی صلح باطل ہو گی خواہ بدل صلح کے دینارون پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد دونون جدا ہوے ہون اور اگر راس المال دینار ہون پس اگر راس المال کے پانچ دینار ہون اور صلح مین دونون نے یہ شرط لگا دی کہ پانچ دینار بمقابلہ سلم کے ہین اور بیس دینار نقد دیدیے اور سو درم کا بھی حصہ نقد دیدیا تو کل کی صلح جائز ہو گئی- اور اگر صلح مین دونون نے پانچ دینار بمقابلہ سلم کے قرار دے اور بیس دینار نقد دیدیے تو امام محمد رحمہ اللہ نے یہ صورت کتاب مین ذکر نہین فرمائی ہو اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہو فقیہ ابو جعفر ہندوانی فرماتے تھے کہ جائز نہین ہو اور فقیہ ابو بکر بلخی استاذ ابو جعفر فرماتے تھے کہ جائز ہو اور جسقدر سلم کے حصہ مین پڑے اسپر سلم کا استحسانا اقالہ بقدر راس المال قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہو- اگر دو ذمیون نے کسی ذمی سے شراب کی سلم ٹھہرائی پھر دونون مین سے ایک مسلمان ہو گیا تو اسکا حصہ سلم باطل ہو گیا اور اپنا حصہ راس المال واپس کر دے پس اگر اپنے راس المال سے اسنے طعام معین یا میعادی پر صلح قرار دی تو جائز نہین ہو اور اگر دوسرے شریک ذمی کا مال اس صورت مین مسلم الیہ پر ڈوب گیا تو وہ اپنے شریک مسلمان سے اسکے حصہ مقبوضہ مین شرکت کر سکتا ہو- اور اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب گیہون کی سلم مین دی اور اسکے راس المال یعنی شراب پر قبضہ کر لیا پھر دونون مین سے ایک شخص مسلمان ہو گیا تو سلم ٹوٹ گئی اور اگر اس سے مسلمان

نے راس المال پر صلح کی تو جائز نہیں ہے - اور اگر ایک نصرانی نے سو درم دوسرے نصرانی کو شراب کی سلم میں دیئے اُسنے قبضہ کرکے اُسکو تلف کر دیا پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو سلم ٹوٹ جاویگی اور [illegible] کی قیمت [illegible] واجب ہوگی کذا فی المحیط

آٹھواں باب - صلح میں شرط خیار اور عیب سے صلح کرنے کے بیان میں - اگر زید نے عمرو پر سو درم کا دعوے کیا اُسنے سو درم سے ایک غلام پر صلح کی اور زید کے واسطے یا خود اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو صلح جائز اور خیار جائز ہے خواہ مدعا علیہ مقر ہو یا منکر ہو یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہوں اُسنے ایک غلام پر اس شرط سے صلح کی کہ ایک مہینہ کی میعاد پر مدعی اسکو دس دینار اور دیوے اور خیار کی شرط کی پس یہ صحیح ہے اور جبکہ عقد پورا ہو گیا اور مدعی نے قبول کیا تو مطلوب ہزار درم سے بری ہو گیا اور جس روز سے عقد پورا ہوا ہے اُسی روز سے دس دینار مدعی پر ایک مہینہ کی میعاد پر واجب ہو گئے ہکذا فی المبسوط - اگر ایک شخص کے دوسرے پر دس دینار ہوں اُسنے ایک کپڑے پر اُن دیناروں سے صلح کی اور مطلوب نے اپنی ذات کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی اور کپڑا طالب کو دیدیا اور طالب کے پاس تین روز سے پہلے تلف ہو گیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکے دینار اُسکے ذمہ پر قرضہ ہیں اور اگر خیار طالب کے واسطے ہو اور کپڑا اُسکے پاس مدت خیار میں تلف ہوا تو وہ بعوض ثمن کے اُسکے پاس تلف ہوا - اور اگر کپڑا تلف نہوا بلکہ جسکے واسطے خیار مشروط ہے وہ ہلاک ہو گیا تو صلح تمام ہو گئی یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے اُسنے اپنے غلام پر صلح کی اور تین روز کے خیار کی شرط کی اور تین روز گذر گئے پھر صاحب خیار نے تین روز کے اندر فسخ صلح کا دعوی کیا تو بدون گواہوں کے قبول نہوگا پھر اگر اُسنے فسخ کے گواہ دیئے اور دوسرے نے تین روز کے اندر صلح تمام کر دینے کے گواہ دیئے تو فسخ کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر تین روز کے اندر ایسا اختلاف واقع ہوا تو اُسی کا قول جسکو خیار ہے خیار فسخ کر دینے میں قبول ہوگا اور دوسرے کے جو مدعی اتمام ہے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط میں ہے - اگر دو شخصوں کا ایک شخص پر قرضہ ہو اور دونوں نے مطلوب سے ایک غلام پر صلح کی اور دونوں کیواسطے خیار کی شرط کی پھر ایک صلح پر راضی ہوا اور دوسرے نے فسخ کرنا چاہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ فسخ نہیں کر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک فسخ کر سکتا ہے - اور اگر ایک شخص کا دو شخصوں پر قرضہ ہو اُسنے دونوں سے ایک غلام پر صلح کر لی اور تین روز کے خیار کی شرط کی پس اگر خیار طالب کے واسطے ہو اور اُسنے ایک کے حق میں صلح کی اجازت دی اور دوسرے کے حق میں فسخ کر دی تو بلاشک صاحبین کے قول پر جائز ہے اور امام اعظم سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں دوسرے کے حق میں فسخ جائز اور دوسری روایت میں نہیں جائز ہے اور اگر دونوں مطلوبوں کو خیار ہو پس ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے فسخ چاہا تو مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم کے نزدیک کل میں صلح جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اجازت دینے والے کے حصہ میں جائز اور دوسرے کے حصہ میں ناجائز ہوگی یہ محیط میں ہے - اگر دعوے مدعی سے یا بدون انکار کے مدعا علیہ نے صلح کر لی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر بحکم خیار عقد فسخ کر دیا تو مدعی اپنے دعوے پر عود کریگا اور مدعا علیہ کا صلح کرنا اُسکے اقرار کرنے میں شمار نہوگا یہ مبسوط میں ہے - اگر ایسی چیز پر صلح کی جسکو اُسنے نہیں دیکھا ہے تو اسکو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا کذا فی السراجیہ - زید نے عمرو کی جانب کسی حق ہونیکا دعوے کیا اور عمرو نے ایک زطی کپڑے کی گٹھری پر صلح کر لی اُسکو زید نے بدون دیکھنے کے اپنے قبضہ میں لیا اور زید نے خالد سے کہ جسنے زید پر کسی حق کا دعوی کیا تھا اسی گٹھری پر صلح کر کے اُسکے قبضہ میں دیدی اور اُسنے بھی نہ دیکھی تو خالد کو بوقت دیکھنے کے واپس کر دینے کا اختیار ہے کہ زید کو واپس کرے

اور زید کو اختیار نہوگا کہ عمرو کو واپس کرے خواہ زید نے خالد سے بحکم قاضی واپسی قبول کی ہو یا بلا حکم قاضی قبول کی اور اگر زید نے
خیار رویت کے خیار عیب ہو اور خالد نے بحکم قاضی بسبب اس عیب کے زید کو واپس کردی تو زید اسکو عمرو کو واپس دیسکتا ہو
یہ محیط میں ہو۔ دعوے مال سے صلح کرنے میں خیار عیب ثابت ہوتا ہو مثلاً کسی نے زید پر قرضہ کا دعوے کیا اسنے ایک غلام
پر صلح کرلی اور مصالح نے عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو کرسکتا ہو اور اسکا حکم مثل بیع کے حکم کے ہوگا کہ اگر بحکم قاضی مصالح سے
واپس لیا تو صلح کا فسخ ہو اور زید کو اس واپسی میں اختیار ہو کہ اپنے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر مصالح نے بدون
حکم قاضی کے زید کو واپس دیا اور زید نے قبول کرلیا تو مثل از سر نو بیع ہونے کے حکم کے ہو کہ زید اسکو اپنے بائع کو واپس
نہیں دیسکتا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ اور بسبب عیب کے واپس کرنیکے واسطے مصالح علیہ کا حکم مثل بیع کے ہو کہ تھوڑے
سے عیب اور بہت عیب سے واپس ہوسکتا ہو اور مدعی پھر اپنے دعوی پر رجوع کریگا خواہ بحکم قاضی واپس کیا ہو یا بلا
حکم قاضی واپس کیا ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر مدعی نے مصالح علیہ میں عیب پایا و لیکن بسبب مدعی کے پاس ہلاک
ہو جانے یا اسمین زیادتی یا نقصان آجانے کے مدعی اسکو واپس نہین کرسکتا ہو تو مدعا علیہ سے حصہ نقصان پھیریگا پس اگر
یہ صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوے کے بعد واقع ہوئی تو حصہ عیب کو اسی مدعا علیہ سے لیگا۔ اور اگر صلح انکار سے واقع ہوئی
ہو تو دعوے میں لیگا پس اگر گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اسنے نکول کیا تو حصہ عیب کا مستحق ہوا اور اگر قسم کھلانے
سے اسنے قسم کھالی تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اگر زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور
اس سے ایک غلام پر صلح کرلی اور وہ غلام استحقاق ثابت ہو کرلے لیا گیا تو مدعی پھر اپنے دعوی پر رجوع کریگا اور یہ حکم اسوقت
ہو کہ مستحق نے صلح کی اجازت نہ دی ہو۔ اور اگر اسنے اجازت دیدی تو غلام مدعی کو دیا جائیگا اور غلام کی قیمت مستحق مدعا علیہ
سے لیگا اور اگر آدھا غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعی کو اختیار ہو چاہے باقی آدھے پر راضی ہو کہ نصف دعوے پر
عود کرے یا باقی غلام واپس کرکے پورا دعوی کرے۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ صلح کسی مال عین پر واقع ہوئی ہو اور اگر مال
غیر معین مثل درم و دینار کے ہو یا کیلی و وزنی غیر معین ہو یا کچھ کپڑے پر میعاد ٹھہرا کر وصف بیان کرکے اسکے ذمہ قرار دیے
گئے ہوں تو استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے صلح باطل نہوگی اور اسکے مثل مدعا علیہ سے واپس لیگا یہ خزانۃ المفتین
میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور باہم قبضہ کرلیا پھر اسمین عیب پایا اور بائع نے انکار کیا کہ میرے
پاس کا عیب نہیں ہو یا اقرار کیا پھر اس سے کسیقدر درموں پر فی الحال دینے یا میعادی ادھار دینے پر صلح کرلی تو جائز ہو
اور اگر دیناروں پر صلح کی تو باہم قبضہ کرلینا یعنی افتراق سے پہلے شرط ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر عیب سے کسی معین کپڑے پر صلح
کی تو جائز ہو اور اگر کسیقدر معین گیہوں پر صلح کی تو بھی جائز ہو اگرچہ قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاویں۔ اور اگر غیر معین
ہوں پس اگر اسمین ادا کرنے کی میعاد ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر فی الحال دینے ٹھہرے ہوں پس اگر افتراق سے
پہلے ادا کردیے تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو صلح باطل ہوگئی اسیطرح اگر غلام ہو کہ اسمین عیب پیدا
ہوگیا کہ جسکی وجہ سے مشتری اسکو واپس نہیں کرسکتا ہو یا مشتری کے پاس مرگیا یا عیب سے واقف ہونے سے پہلے مشتری نے
اسکو آزاد کردیا پھر عیب سے واقف ہوا اور عیب سے صلح کرلی تو صلح جائز ہو اور اگر مشتری نے اسکو قتل کردیا پھر اسکے عیب سے
واقف ہو کر صلح قرار دی تو صلح جائز نہیں ہو۔ اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہو کہ جب مشتری سے واپس کرنا متعذر ہو
و لیکن نقصان عیب واپس کرسکتا ہو تو جب بائع سے اسنے عیب سے صلح کرلی تو جائز ہو۔ اور عیب مشتری سے واپس کرنا

[illegible] ۱۲
[illegible] ۱۲

متعذر ہوا اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہو جب صلح کی تو جائز نہین ہو کیونکہ پہلی صورت مین مشتری نے اپنا حق لیا اور دوسری صورت مین ناحق لیا۔ اور اگر عیب سے واقف ہونیکے بعد اسکو آزاد کردیا پھر عیب سے صلح کی تو جائز نہین ہو۔ اسیطرح اگر اسکو بعد عیب سے واقف ہونیکے بیع کیواسطے پیش کیا پھر عیب سے صلح کی تو جائز نہین ہو۔ اگر زید نے ایک غلام ہزار درم کو خریدکرکے قبضہ کیا پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا پھر زید اسکے کسی عیب سے واقف ہوا اور اپنے بائع سے درمون پر صلح کی تو جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر وہ غلام دوسرے مشتری کے پاس مرگیا پھر دوسرا مشتری اسکے عیب سے واقف ہوا تو اپنے بائع یعنی مشتری اول سے نقصان عیب لے سکتا ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک پہلے مشتری کو اس نقصان کیوجہ سے اپنے بائع سے نقصان لینے کا یا جو کچھ اسنے دیا ہو وہ واپس لینے کا اختیار نہین ہو اور اگر صلح کی یعنی بائع اول سے مشتری اول نے بسبب اس عیب کے جسکا نقصان ادا کردیا ہو صلح کی تو بھی جائز نہین ہو۔ اور صاحبین رح کے نزدیک وہ اس نقصان کو بائع اول سے لے سکتا ہو اور اگر صلح کرے تو بھی جائز ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ ایک شخص نے کوئی کپڑا خریدا اور اسکی قمیص قطع کراکے سلائی پھر اسکو ہنوز فروخت کیا تھا یا نہین فروخت کیا کہ اسکے عیب سے مطلع ہوا اور بیع بعد عیب ظاہر ہونیکے واقع ہوئی پھر اپنے بائع سے اس عیب سے کسیقدر درمون پر صلح کرلی تو جائز ہو اسیطرح اگر اسکو سرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ کیا ہے کہ عیب سے صلح کرلی تو بھی جائز ہو۔ اور اگر اسکو قطع کرایا اور نہین سلایا یہانتک کہ فروخت کردیا پھر عیب سے صلح کی تو صحیح نہین ہو۔ اور سیاہ رنگنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بمنزلہ قطع کرنیکے ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بمنزلہ قطع کرکے سلانے کے ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ تیرے اس ٹٹو پر اپنی حاجتون کیواسطے ایک مہینہ سوار ہوکر جایا کرونگا تو جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اسکی یہ ہو کہ سوار ہونے کی شرط شہر ہی مین قرار دی کیونکہ اگر سواری کی شرط باہر شہر کے یا مطلق سواری لینے کی شرط کی تو جائز نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی عورت سے کوئی چیز خریدی اور اسمین عیب ظاہر ہوا پھر اس عورت نے اس عیب سے اس شرط پر سے صلح کی کہ مشتری کے ساتھ نکاح کریگی تو جائز ہو اور یہ امر اسکی طرف سے عیب کا اقرار ہو پس اگر اس عیب کا عوض دس درم تک ہوتا ہو تو وہی اسکا مہر ہوگیا اور اگر دس درم سے کم ہو تو اسکے مہر مین دس درم پورے کیے جاوینگے یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر کوئی ٹٹو خریدا اور اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ بائع نے اس سے کسی چیز پر اس شرط سے صلح کی کہ بائع کو ہر عیب سے بری کردے پھر اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مشتری اسکی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ واپس کرسکتا ہو یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر کسی قسم کے عیبون سے صلح کرلی مثلاً کہا کہ مین تیرے ساتھ قرح و شرط سے صلح کرتا ہون تو جائز ہو اور بائع فقط اس قسم کے عیبون سے بری ہوگا پس اگر اس قسم کے سوائے دوسری قسم کا عیب ظاہر ہوا تو مشتری مخاصمہ کرسکتا ہو اور اگر مشتری کو کوئی عیب ظاہر نہوا ولیکن بائع کو اس سے خوف پیدا ہوا اسنے مشتری سے ہر عیب سے کسی چیز پر صلح کرکے اسکو دیدی تو صلح جائز ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر بائع نے چھپے ہوئے اور پانچ محدثات سے کسیقدر درمون معلومہ پر صلح کرلی تو جائز ہو اور یہ فقرہ اہل کوفہ کے چارپایون کے سوداگرون کی اصطلاح امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کیوقت مین تھی اور وجہ اسکی یون ہوئی کہ ابن ابی لیلے رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ بدون عیبون کے بیان کیے عیبون سے بری کرنا صحیح نہین ہو پس نخاسیون نے کہا کہ انکو چارپایون میں کچھ عیب معلوم ہوتے جو ہوا کرتے ہین پھر اسکے بعد اگر پانچ عیب اور بھی معلوم ہوئے تو انکا نام خمسہ محدثات رکھا یعنی

پانچ عیب کہ جنکے معلوم ہونے ہیں بیچ چارپایوں کے فروخت کیوقت ابن ابی لیلیٰ کے قول سے بچنے کیواسطے ان عیب کو بیان کرتے تھے کیونکہ ابن ابی لیلیٰ اس وقت کے قاضی تھے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر مشتری نے خریدکردہ چارپایہ کی آنکھ مین عیب لگایا اور اس سے کسیقدر درمون مسمی پر صلح کرلی اور عیب کو بیان نہ کیا تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اور باہم قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اسمین کچھ عیب لگایا پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ بائع اس باندی کو واپس کرلے اور پچاس دینار واپس دے پس اگر بائع نے یہ اقرار کیا ہو کہ یہ عیب میرے پاس تھا تو اسکو باقی دینار بھی واپس کردینا چاہیے اسیطرح اگر ایسا عیب ہو کہ مشتری کے پاس پیدا نہین ہوسکتا ہو تو بھی واپس کردینا چاہیے۔ اور اگر یون کہا کہ میرے پاس تھا یا کچھ اقرار و انکار نہ کیا اور اسکے مثل مشتری کے پاس پیدا ہوسکتا ہو تو بائع کو وہ دینار جائز ہو اور یہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہو۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں صورتوں مین جائز ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر بائع نے مشتری سے کوئی کپڑا لیکر مبیع کو اس شرط سے واپس قبول کیا کہ تمام ثمن واپس کردیگا تو واپس کرنا جائز ہو پھر اگر بائع اس امر کا مقر ہو کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہو تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسکو وہ کپڑا لینا حلال نہین ہو مشتری کو واپس کردینا چاہیے اور اگر بائع منکر ہو حالانکہ عیب ایسا ہو کہ مشتری کے پاس پیدا نہین ہوسکتا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر منکر ہوا اور ایسا عیب ہو کہ مشتری کے پاس پیدا ہوسکتا ہو تو بائع پر واجب نہین ہو کہ کپڑا اسکو واپس کردے یہ محیط مین ہو۔ اگر مشتری نے کوئی چارپایہ خریدا اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر مشتری نے اسمین عیب لگایا اور بائع نے انکار کیا پھر اس سے صلح کی کہ چارپایہ اور اسکے ساتھ ایک کپڑا لیکر تمام ثمن واپس دیگا تو جائز ہو۔ پھر اگر وہ کپڑا استحقاق مین لیا گیا تو بقدر اسکے حصہ ثمن کے اور وہ مقدار عیب ہو واپس لیوے پھر اگر وہ چارپایہ بائع سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری کو اپنا کپڑا واپس کرلینے کا اختیار ہو کیونکہ ثابت ہوا کہ صلح اور بیع دونوں باطل تھیں یہ حاوی مین ہو۔ اگر مبیع مین کوئی عیب پایا اور کسیقدر مال پر اس سے صلح کرلی اور مشتری نے اسکو وصول کرلیا پھر اسمین دوسرا عیب پایا تو مشتری کو اختیار ہو کہ مبیع کو مع بدل الصلح کے واپس کردے یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ اگر کوئی باندی خریدی اور اسکو منکوحہ پایا اور بائع کو واپس دینی چاہی اسنے کسیقدر درمون پر مشتری سے صلح کرلی پھر باندی کے شوہر نے بائن طلاق دیدی تو مشتری کو درم واپس کرنے چاہیے یہ وجیز مین ہے۔ وجیز مین ہے کہ ایک کپڑا خرید کر قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہ سلائی تھی کہ اسمین ایسا عیب پایا جسکو بائع کے پاس ہونیکا بائع نے اقرار کیا اور بائع نے اس شرط سے صلح کرلی کہ بائع اس کپڑے کو قبول کرلے اور مشتری ثمن مین سے دو درم کم کردے تو جائز ہو اور یہ کمی بہ مقابلہ نقصان فعل مشتری کے قرار دیجاویگی یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم کو خرید کر باہمی قبضہ کرلیا اور مشتری نے اسمین عیب لگایا پھر دونوں نے باہم اس شرط سے صلح کی کہ دونوں مین سے ہر ایک دس درم کم کردے اور باندی کو کوئی اجنبی لیلے اور وہ اجنبی راضی ہوا کہ اس کمی کے بعد لے لیگا تو اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو اور مشتری کی طرف سے کمی کرنا بھی جائز ہو اور بائع کیطرف سے کمی جائز نہین ہو اور اجنبی کو اختیار رہیگا کہ چاہے تو باندی کو نو سو نوے درم مین لے لے اور وہی مشتری کو ملیگی یا ترک کردے یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر زید نے عمرو سے ایک باندی ہزار درم کو خریدی اور باہمی قبضہ کرلیا پھر زید نے دوسرے مشتری خالد کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کی اور باہم قبضہ کرلیا پھر خالد نے اسمین عیب لگایا پھر

باہم اس شرط سے صلح کی کہ دوسرا مشتری اسکو پہلے بائع کو ایکہزار پانسودرم مین واپس کردے تو جائز ہوا اور یہ از سر نو بیع ہوا اور دوسرے بائع پر اس فعل سے کچھ لازم نہ آویگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور باہم دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اسمین عیب لگایا اور بائع نے انکار کیا پھر تیسرا شخص دونون کے درمیان پڑا کہ وہ اس کپڑے کو ۹ درم مین لے لے اور پہلا بائع دوسرے بائع سے یعنی مشتری اول سے ایکدرم ثمن کم کردے تو یہ جائز ہوا اور تیسرے شخص کو وہ کپڑا آٹھ درم مین بیع ملیگا پھر اگر تیسرے شخص نے اسمین کوئی دوسرا عیب پاکر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر پہلے مشتری نے اسکو بدون حکم قاضی واپس قبول کیا ہو تو اپنے بائع کو واپس نہین کرسکتا ہو اور اگر بحکم قاضی واپس قبول کیا ہو تو اپنے بائع سے خصومت کرسکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک کپڑا دس درم کو خرید کرکے باہم قبضہ کرلینے کے بعد کسی کندی کرنے والے کو کندی کیواسطے دیا وہ اسکو پھٹا ہوا لایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ بائع کے پاس سے پھٹا ہوا آیا ہو یا کندی والے نے اسکو پھاڑا ہو پھر باہمی صلح اس شرط پر قرار دی کہ مشتری کپڑے کو قبول کرلے اور بائع ایکدرم ثمن کم کردے اور کندی والا ایکدرم مشتری کو دے اور کندی والا اپنی مزدوری مشتری سے لے لے تو جائز ہوا اور اگر یہ صلح اس شرط سے ہو کہ بائع اس کپڑے کو قبول کرے اور مشتری ایکدرم کم کردے اور قصار اسکو ایک درم دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر اسطور سے باہم صلح نہ کی اور مدعی نے دعوے کیا تو اس سے کہا جائیگا کہ جسپر تیرا جی چاہے دعوے پیش کر پس اگر اسنے بائع پر دعوے کیا تو کندی والا بری ہوگیا کیونکہ مشتری نے اقرار کیا کہ اسکو دینے سے پہلے یہ کپڑا پھٹا ہوا تھا اور اگر اسنے کندی والے پر دعوی کیا تو بائع بری ہوگیا کیونکہ اسنے اقرار کیا کہ یہ عیب کندی والے کے پاس پیدا ہو۔ اسیطرح اگر یہ معاملہ کسی رنگریز کے ساتھ ہو جسنے وہ کپڑا عصفر سے رنگا تھا پس آیا پس سب نے باہم یون صلح کی کہ یہ کپڑا تیسرا شخص نو درم مین لے لے بشرطیکہ بائع اول مشتری اول سے ایک درم کم کردے اور رنگریز اسکو ایکدرم دیدے تو بھی جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر زید نے کسی کو باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اسنے خرید دی پھر موکل نے اسمین عیب لگایا اور بائع نے موکل کے ساتھ اس عیب سے کسی چیز پر بدون موجودگی مشتری کے صلح کرلی تو قیاساً صلح باطل ہو ولیکن استحساناً جائز ہو یہ حاوی مین ہو۔ اگر کسیکو اپنا غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا اور مشتری نے اسمین عیب لگایا پھر موکل نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ مین غلام کو قبول کرلون اور تو ثمن مین سے اسقدر کم کردے یا ثمن لینے مین اتنے دن تاخیر کردے اور بائع کو بری کردے تو جائز ہو۔ اسیطرح اگر موکل بیع اور موکل خرید دونون نے ملکر باہم عیب سے اس شرط سے صلح کرلی کہ موکل بیع بیع کو قبول کرے اور موکل خرید ثمن مین سے اسقدر کم کردے یا لینے مین اتنے دن تاخیر کردے تو بھی جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی شخص نے کوئی غلام کسیقدر درمون کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اسمین عیب لگایا اور دعوے کیا کہ بائع نے اسکو فریب کیواسطے چھپا ڈالا تھا پھر بائع نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ دامون مین سے اسقدر کم کردیگا بشرطیکہ کل عیب سے بائع کو بری کردے اور مشتری نے ایسا ہی کیا پھر ایک شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس مشتری کو اپنے واسطے یہ غلام خریدنے کا وکیل کیا تھا اور مین اسکی صلح سے راضی نہین ہون تو یہ صلح مشتری کے ذمہ لازم ہوگی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ محیط مین ہو۔ ایک باندی

خریدی اور وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اُسکو یک چشم پایا یعنے کانی تھی اور بائع نے اقرار کیا کہ مین نے مشتری سے فریب دہی کے لئے چھپا ڈالا تھا پھر اُس سے صلح کی کہ مشتری باندی اور اسکے بچہ کو ایک کپڑا زیادہ کرکے واپس کردے اور بائع اُسکو پورا ثمن واپس دیگا تو یہ جائز ہو اور ایسا ہی نقص بتاردار اور زیادت بتاردار مین ہو یعنی مثل باندی کی زیادتی کے دار کی زیادتی یا کمی کا بھی صلح مین یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر خریدی ہوئی باندی مین عیب کا دعوے کیا اور بائع نے انکار کیا پھر دونون نے اس شرط پر کسیقدر مال پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اِس عیب سے بری کردے پھر ظاہر ہوا کہ اس باندی مین عیب تھا یا تھا ولیکن زائل ہوگیا تو بائع کو اپنے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ قال المترجم۔ قولہ علے ان یبری المشتری البائع من ذلک العیب علے روایۃ کتاب الاقرار اقرار من البائع بذلک العیب یکون عندہ فینبغی ان لا یقبل بینۃ بعد ذلک علے عدم ذلک العیب فوجہ الظہور خفی فافہم۔ مشتری نے اگر کسی خریدے ہوئے چوپایہ کی آنکھ مین عیب لگایا اور بائع نے اُس سے اس شرط پر کہ ایکدرم ثمن سے کم کردے صلح کرلی پھر وہ عیب مثلاً آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو بدل صلح کو واپس کردے اور صلح باطل ہو گئی۔ اور ایسے ہی اگر چوپایہ کے حمل ہونیکے دعوے سے صلح کی پھر بعد صلح کے ظاہر ہوا کہ حمل نتھا تو بدل واپس کرے۔ اسیطرح اگر کسی شخص پر مال کا دعوے کیا اور اُس سے مال پر صلح کرلی پھر اسکا حق جسکے عوض صلح کی ہو کسی دوسرے شخص پر ظاہر ہوا تو بدل صلح واپس کرے۔ یہ وجیز کردری مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور اُس باندی کو مشتری کے پاس حیض نہ آیا اُسنے اِس عیب کیوجہ سے کہ منقطعۃ الدم ہے یعنے اسکے خون آنے کا انقطاع ہوگیا ہو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اُس سے کسی چیز پر صلح کرلی پھر اسکو حیض آیا تو بائع کو اختیار ہو کہ جو کچھ اُسنے دیا ہو مشتری سے واپس کرلے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر ایک کر گیہون بعوض دوسرے کر گیہون کے خریدے اور باہم قبضہ کرلیا پھر دونون مین سے ایک شخص نے اپنے اناج مین عیب پایا اور دوسرے شخص نے اُس سے کچھ درمون یا ایک قفیز گیہون یا ایک قفیز جو پر صلح کرلی چاہی تو جائز نہین ہو۔ ولیکن اگر دونون نوع مختلف ہو دین مثلاً ایک کر گیہون بعوض ایک کر جو کے خریدے ہون تو ایسی صلح جائز ہو اور ایسی صورت مین اگر ادھار میعادی درمون پر صلح کی پس اگر گیہون والے نے عیب لگایا اور جو بعینہ قائم ہین تو جائز ہو اور اگر جو تلف کردیے ہون تو جائز نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ دو شخصون نے کوئی چیز خریدی اور اُسمین عیب لگایا پھر ایک شخص نے اپنے حصہ سے صلح کرلی تو جائز ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دوسرے شریک کو خصومت کرنیکا اختیار نہین ہو اور صاحبین رحمہا اللہ تعالے کے نزدیک دوسرا شریک باوجود اپنے شریک کے صلح کر لینے کے عیب کی بابت خصومت کرسکتا ہو کیونکہ امام کے نزدیک اگر ایک شخص نے بائع کو اپنے حصہ عیب سے بری کیا تو دوسرے شریک کا حق باطل ہو جاتا ہو اور صاحبین رحمہا اللہ تعالے نے اسمین اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر دو کپڑے ہر ایک دس درم کو خریدا اور دونون پر قبضہ کرلیا پھر ایک مین عیب پایا پھر اس شرط سے صلح کی کہ اِسکو بسبب عیب کے واپس کرے اور دوسرے کے دامون مین ایکدرم بڑھا دے تو واپس کرنا جائز ہو اور ایکدرم کا زیادہ کرنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہو یہ حاوی مین لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم مین خریدی اور باہم قبضہ کرلیا پھر اُسنے اسکے کانی پایا اور بائع نے اُسکا اقرار کیا پھر اُس سے اُسنے ایک غلام پر صلح کی اور اسپر قبضہ کرلیا پھر غلام مین اُسنے عیب پایا اور پھر اسنے اُس سے

دس درم پر صلح کی تو جائز ہو پھر اگر باندی استحقاق مین لے لیگئی تو بقدر اسکے حصہ ثمن کے یعنی نصف ثمن واپس ہوے اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ یہ باندی آزاد ہو تو غلام واپس کر کے پورے ہزار درم لے لے۔ معہ سودا مین ہو قال المترجم مراد یہ ہو کہ غلام مع بدل الصلح دس درم کے واپس کر کے ہزار درم لے لے واللہ اعلم۔ اگر کسی کاتب نے کوئی باندی فروخت کی اور مشتری نے اُسمین عیب لگایا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کسیقدر ثمن کم کر دے تو استحساناً جائز ہو پھر جب کہ بسبب عیب کے کسیقدر ثمن کم کر دیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کمی مثل نقصان عیب کے یا کم یا اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہین تو بالاجماع جائز ہو اور اگر زیادتی اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو اختلاف ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک نہین جائز ہو کذا فی المحیط

نواں باب۔ رقیت وحریت کے دعوے سے صلح کرنیکے بیان مین۔ ایک شخص نے ایک مجہول النسب پر اپنے غلام ہونیکا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے سو درم پر اس دعوے سے صلح کر لی اور مدعی کو دیدیے تاکہ اس دعوے سے باز رہے تو صلح جائز ہو پھر اگر مدعی نے اسکے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو رقیت ثابت ہونیکے حق مین یہ گواہ مقبول نہ ہونگے اور استحقاق ولا مین مقبول ہونگے مگر بدون گواہون کے وہ ولا کا مستحق نہیں اور اگر مدعی نے اُس سے مال کا کوئی کفیل لیا تو کفالت جائز ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک باندی سے کہا کہ تو میری باندی ہو اُسنے کہا نہین بلکہ مین آزاد ہون اور اس سے سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہو پھر اگر اس باندی نے گواہ قائم کیے اس امر کے کہ مین اس مدعی کی باندی تھی مگر اسنے سال گذشتہ مین مجھے آزاد کیا ہو یا یہ کہ مین اصلی حرہ ہون اور میرے ماں باپ وہان آزاد کیے ہوئے یا خالص آزاد تھے تو مدعی سے سو درم واپس لیگی۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مین فلان شخص کی باندی تھی اُسنے سال گذشتہ مین مجھے آزاد کیا تو اس امر کے گواہ مقبول نہونگے اور سو درم واپس نہین لے سکتی ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر اس مسئلہ مین بجاے باندی کے غلام ہوا اور اُس نے بعد صلح کے اپنی اصلی آزادی کے یا اس امر کے کہ مدعی نے سال گذشتہ مین بحال ملک مجھے آزاد کیا ہو گواہ قائم کیے پس اگر صلح غلام کے ساتھ باوجود انکار دعوی کے واقع ہوئی ہو تو غلام کے گواہ مقبول اور بالاجماع مال کو موسے سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے مدعی کے دعوے رقیت کا اقرار کیا پھر بھی صلح کر لی پھر موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے تو ایسا ہی حکم ہو جیسا مذکور ہوا اور اگر اُسنے مولی سے مال صلح واپس لینا چاہا تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہو کیونکہ غلام کی آزادی کے گواہ بدون دعوی کے صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہوتے ہین پس دعوے مین تناقض ہونا گواہون کے قبول ہونے کا مانع نہین ہو جیسا کہ باندی مین مذکور ہوا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک بسبب تناقض دعوے کے گواہ مقبول نہونے چاہئین اور بدون دعوے کے غلام کی آزادی کے گواہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک قبول نہین ہوتے ہین پس اگر اس صورت مین قبول ہون تو بلا دعوے مقبول ہونا لازم آتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر غلام مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین فلان شخص کا غلام تھا اُسنے سال گذشتہ مین مجھے آزاد کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مقبول نہ ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کسی غلام نے اس امر کا دعوے کیا کہ میرے موسے نے مجھے آزاد کیا ہو پس مولی نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مین سو درم غلام کو دونگا بشرطیکہ وہ اس دعوے سے بری کر دے تو صلح باطل ہو اور جب

غلام اپنے آزادی کے گواہ قائم کریگا آزاد ہو جائیگا اور باندی اس حکم مین مثل غلام کے ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ام الولد نے مولیٰ پر عتق کا دعوٰی کیا اور مولیٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ دونون کو اسقدر مال دیگا اور دونون اس دعوے سے باز رہین تو یہ صلح باطل ہے۔ اسیطرح اگر دونون نے ام ولد ہونے یا مدبر ہونیکا دعوے کیا اور مولے نے ان دونون سے اس شرط پر صلح کی کہ اسقدر مال دیگا اور دونون دعوے سے باز رہین تو بھی باطل ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام نے اپنے مالک پر اعتاق صحیح کا دعوے کیا اسنے انکار کیا پھر غلام نے اس سے دو سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ عتق کو پورا کردے تو جائز ہے پھر اگر غلام کو اس امر کے گواہ ملے کہ مولے نے اسکو قبل صلح کے آزاد کر دیا تھا تو جو کچھ اسنے مولے کو دیا ہے سب واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے مولے پر دعوے کیا کہ اسنے آزاد کر دیا ہے اور ہنوز مکاتب نے کچھ مال کتابت ادا نہین کیا تھا پھر مولیٰ نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال کتابت ادا کرے اور نصف مال مولیٰ کم کر دیگا تو صلح جائز ہے کذا فی المحیط پھر اگر مکاتب نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولے نے قبل صلح کے اسکو آزاد کیا ہے تو صلح باطل ہوگی یہ مبسوط مین ہے

دسوان باب۔ عقار اور اسکے متعلقات سے صلح کے بیان مین

اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعوے کیا اور دونون نے کسی بیت معلومہ پر صلح قرار دی پس اگر یہ صلح مدعا علیہ کے کسی دوسرے دار کے بیت معلومہ پر واقع ہوئی تو جائز ہے اسیطرح اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جسکا دعوے کیا ہے صلح کی تو بھی جائز ہے پھر اگر باقی دار پر اسنے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جسکا دعوی کیا ہے صلح کی ہے تو اسکے دعوی کے باقی دار پر بعد صلح کے سماعت نہوگی اور یہی ظاہر الروایۃ مین ہے۔ اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ سماعت ہوگی اور اسی پر امام ظہیر الدین فتوے دیتے تھے۔ اور اس امر پر روایات متفق ہین کہ اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ دار مدعی کا ہے تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ باقی دار مدعی کے سپرد کردے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر حق کا دعوی کیا اور حق بیان نہ کیا اور اس سے اسی دار کے بیت معلومہ پر یا دوسرے دار کے بیت معلومہ پر صلح کی تو جائز ہے۔ پس اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جسمین حق کا دعوے کیا ہے صلح کی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ سب دار میرا ہے تاکہ باقی دار بھی لے لے تو ظاہر الروایہ کے موافق گواہ قبول نہ ہونگے اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ قبول ہونگے اور اسکے نام باقی دار کی ڈگری کر دیجائیگی اور اگر مدعی نے گواہ قایم نہ کیے بلکہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کردے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دار مین سے چند گز زمین معلوم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس دعوے سے کسیقدر درمون معلومہ پر صلح کرلی تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنے حصہ دار سے جو کسی دوسرے شخص کے پاس ہے اور وہ مدعا علیہ کے حصہ کا مقر ہے صلح کی پس اگر مدعی جانتا ہے کہ مدعا علیہ کا اسکے دار مین اسقدر حصہ ہے تو یہ صلح بالاجماع جائز ہے کیونکہ اگر اسنے کوئی حصہ کسی دار کا خریدا اور مشتری کو حصہ کی مقدار معلوم ہے تو جائز ہے اور اگر مشتری کو بائع کے حصہ کی مقدار نہین معلوم ہے یا بائع و مشتری دونون کو نہین معلوم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز نہین ہے پس ایسا ہی حال صلح کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے

قال المترجم۔ پس حاصل مسئلہ کا یہ ہوا کہ اگر مدعی کو مدعا علیہ کے حصہ دار کی جو دوسرے مقر کے پاس ہے مقدار نہین معلوم ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک صلح جائز نہین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک

جائز فافہم۔ اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے اس سے کسی قدر درمون پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اقرار کر دیا اور مدعی نے چاہا کہ صلح توڑ دے اور کہا کہ مین نے تو تیرے انکار کی وجہ سے صلح کر لی تھی تو اسکو صلح توڑنے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دار مین حق کا دعوے کیا پھر اس دعوے سے مثل آب پر یا اس شرط پر کہ اس دار کی کسی دیوار پر اس اس قدر جذوع رکھیگا صلح کر لی تو باطل ہے بشرطیکہ اسکا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو اور اگر کوئی وقت مقرر کیا مثلاً ایکسال یا اس سے زیادہ کوئی معلوم وقت مقرر کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے کرخی رحمہ نے فرمایا کہ صلح جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ نہین جائز ہے۔ اور اگر کسی زمین مین حق کا دعوے کیا اور اس سے نہر سے ایک مہینہ تک پانی لینے پر صلح کی تو جائز نہین ہے اور اگر دسوین حصہ نہر مع زمین پر صلح کی تو بیع پر قیاس کر کے صلح جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے اگر ایک دیوار کے دعوے سے راستہ پر صلح کر لی پس اگر راستہ سے راستہ کا رقبہ مراد ہے تو صلح بلا شک ناجائز ہے اور اگر راستہ سے آمد و رفت مراد ہے تو آمد و رفت کے فروخت پر قیاس کر کے دو روایتین ہین جس روایت کے موافق آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہے اسکے موافق ایک شخص کی آمد و رفت کے حق پر صلح جائز ہو جائیگی یہ محیط مین ہے۔ قال المترجم راستہ سے طریق خاص مراد ہے چنانچہ قیاس بیع شاہد ہے۔ اگر کسی شخص کے بیت مین حق کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ ایک سال تک اسکی چھت پر رہا کرے تو کتاب مین مذکور ہے کہ جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ چھت پتھر چنائی ہوا اور اگر ایسی نہو تو جسطور سے چھت کا کرایہ دینا جائز نہین ہے صلح بھی جائز نہین ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ہر حال مین صلح جائز ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کے قبضہ مین ایک بیت ہے اسپر ایک شخص نے دعوی کیا اور دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ بیت ایک شخص کا اور چھت دوسرے شخص کی ہے تو جائز نہین ہے جبکہ اسپر کوئی عمارت نہو اور اگر عمارت ہو اور اس شرط سے صلح کی کہ نیچے کا مکان ایک کا اور بالاخانہ دوسرے کا ہے تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ ایک دار پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اپنے غلام کو ایکسال تک مدعی کی خدمت کیواسطے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کو اختیار ہے کہ غلام کو اپنے گھر لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اپنے گھر لیجانے سے یہ مراد نہین ہے کہ اسکو سفر مین بمقدار سفر لیجاوے بلکہ یہ مراد ہے کہ فنائے شہر اور گانؤن مین لیجاوے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس مقام پر مدعی کو سفر مین لیجانے کا اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے مزدوری پر دیدے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر کسی حق کا دعوی کیا پھر اس اس شرط پر صلح کی کہ مین اس دار کے فلان بیت مین ہمیشہ رہونگا یا مرتے دم تک رہونگا تو جائز نہین ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس دار کے کسی بیت معین مین کسی مدت معلوم تک کی اجارت پر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے پھر اگر مدعا علیہ نے مدعی سے اس بیت کی سکونت سے کسیقدر دراہم معلوم پر صلح کی تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور باہم اس شرط سے صلح کی کہ قابض اس دار مین ایکسال تک رہکر مدعی کے سپرد کرے تو جائز ہے اسیطرح اگر باہم اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اسمین ایکسال تک رہکر قابض کو دیدے تو بھی جائز ہے اور اگر کسی پر قرضہ کا دعوے کیا اور دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ قرضدار اس دار مین ایکسال تک رہکر مدعی کے سپرد کرے تو نا جائز ہے کذا فی الذخیرہ ایک شخص کی مقبوضہ زمین کی

اپنی ملک کا دعوے کیا پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ قابض اسمین پانچ برس تک زراعت کرے بشرطیکہ وہ زمین مدعی کا ہو تو یہ جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے - اگر کسی شخص نے ایک دار مین حق کا دعوے کیا پس قابض نے مدعی سے غلام یا کوئی حیوان ایک سال خدمت کیواسطے دینے پر صلح کی تو فاسد ہے خواہ صلح باقرار حق مدعی ہو یا بانکار ہو - پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر مدعا علیہ نے وقت صلح کے یون کہا تھا کہ مین نے تیرے حق سے یا تھوڑے حصہ سے صلح کی تو یہ مدعا علیہ کیطرف سے حق یا حصہ کا اقرار ہے پھر جب صلح فاسد ٹھہری تو اس سے کہا جائیگا کہ جسقدر تو نے اقرار کیا ہے اسکو مدعی کیواسطے بیان کردے - اور اگر یون کہا تھا کہ مین نے تیرے دعوے سے صلح کر لی تو یہ اقرار نہین ہے یہ محیط مین ہے - اگر ایک دار خریدا اور اسکو مسجد بنایا پھر ایک شخص نے اسمین دعوے کیا پھر [illegible] اس مسجد بنانے والے نے یا جنکے درمیان وہ مسجد ہے ان لوگون نے صلح کر لی تو صلح جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر ایک دار تین شخصون مین مشترک ہو یعنے تینون اسپر قابض ہون ہر ایک کے قبضہ مین اسکی ایک منزل ہے اور صحن اپنے حال پر ہے پھر سبھون نے اسمین جھگڑا کیا تو ہر ایک کو اسکی مقبوضہ منزل ملیگی اور صحن تینون مین تین تہائی مشترک ہونیکا حکم ہوگا اور اگر قاضی کے اس حکم سے پہلے باہم اسطور سے صلح کر لی کہ ایک کو نصف صحن اور باقی دو کو چوتھائی چوتھائی ملے تو جائز ہے اسیطرح اگر صلح مین ایک نے اپنے واسطے دوسرے کی آدھی منزل مقبوضہ شرط کی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک دار دو شخصون کے قبضہ مین ہو اور دونون نے جھگڑا کیا ہر ایک اپنے مالک ہونیکا مدعی ہو تو وہ دونون کے درمیان نصف نصف کا مثل ترکہ کے حکم دیا جائیگا پس اگر حکم قاضی سے پہلے باہم اسطور سے صلح کی کہ ایک کی دو تہائی اور دوسرے کی تہائی ہے تو جائز ہے یہ محیط مین ہے - اگر ایک دار دو شخصون کے قبضہ مین اسطرح ہو کہ ایک کے قبضہ مین ایک منزل اور دوسرے کے قبضہ مین دوسری منزل ہو اور ایک نے کہا کہ یہ تمام دار میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور دوسرے نے کہا بلکہ تمام دار میرا ہے تو تمام کے مدعی کو اسکا مقبوضہ اور نصف دوسرے کا مقبوضہ دیا جائیگا اور صحن دونون مین مشترک ہوگا اور اگر حکم قاضی سے پہلے دونون نے اسطرح صلح کر لی کہ دونون مین برابر تقسیم ہو یا ایک کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو جائز ہے اسی طرح اگر بعد حکم قاضی کے اسطور سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے - اور اگر قبضہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص منزل مین رہتا ہو اور دوسرا اس منزل کے بالاخانہ پر ہو اور ہر ایک نے کل کا دعوی کیا تو ہر ایک کو اسکا مقبوضہ دیا جائیگا اور صحن دونو نکو برابر تقسیم ہوگا پھر اگر حکم قضا کے بعد یا اس سے پہلے دونون نے اسطور سے صلح کر لی کہ بالاخانہ والے کو نیچے کا مکان اور آدھا صحن اور نیچے والے کو بالاخانہ اور آدھا صحن ملے تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - دو شخصون نے ایک دیوار مین جھگڑا کیا اور دونون نے اسطرح صلح کی کہ ایک کی اصل دیوار ہو اور دوسرے کی اسکے جذوع رکھنے کی جگہ ہو تو جائز ہے اور اگر یون صلح کی کہ اسپر کوئی دیوار معلوم بنا کے اسپر اپنے جذوع معلومہ رکھے تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر دو شخصون نے ایک دیوار مین جھگڑا کیا اور اسطور سے صلح کی کہ دونون اسکو گروادین اور درحقیقت اس سے خوف تھا اور گروا کر اس شرط سے بنوادین کہ ایک شخص کا تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہو اور جو کچھ خرچ پڑے وہ بھی اسی حساب سے دونون پر تقسیم ہو اور اسی حساب سے ہر ایک اسپر اپنی دھنیان رکھے تو یہ جائز ہے یہ حاوی مین ہے - اگر کسی شخص کے بالاخانہ مین کچھ حق کا دعوی کیا پھر اس علو کے کسی بیت معین پر یا کسی دوسرے بالاخانہ کے ایک بیت معین پر صلح کر لی تو جائز ہے کیونکہ اسنے مجہول حق سے معلوم بدل پر صلح کی تو یہ [illegible]

قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی مقبوضہ عمارت دار مین دعوے کیا اور اس سے اس دعوی عمارت سے کچھ معلوم درمون پر صلح کرلی تو جائز ہے اسیطرح اگر یون دعوی کیا کہ آدھی عمارت میری اور آدھی دوسرے کی ہے اسطور سے کہ دونون غاصب تھے دونون نے آدھی آدھی عمارت بنوائی تو بھی صلح کا یہی حکم ہے بخلاف اسکے اگر دوسرے کی مقبوضہ بکری کے ہاتھ یا آنکھ کا دعوے کیا اور اس سے صلح کی تو جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعوے کیا اور کہا کہ ہم دونون نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر ایک نے اس دعوی سے اپنے حصہ سے سودرم پر صلح کرلی اور اسکے شریک نے چاہا کہ اسکا سو درم مین اسکا شریک ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور دوسرے کو بسبب اس صلح کے یہ اختیار نہوگا کہ دار مین سے کچھ لے جبتک کہ گواہ قایم نکرے اور اگر ایک مدعی نے تمام دعوے سے سو درم پر صلح کی اور اپنے بھائی کی سپردگی کا ضامن ہوا پس اگر اسکے بھائی نے اسکے سپرد کیا تو صلح جائز ہے اور اسکا بھائی سو کے آدھے یعنے پچاس درم سے لیگا اور اگر اجازت ندی تو وہ اپنے دعوے پر باقی رہیگا اور صلح کرنیوالا پچاس درم قابض کو واپس کردیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو شخصون مین سے ہر ایک کے قبضہ مین ایک یک دار ہو اور ہر ایک نے دوسرے کے مقبوضہ دار مین اپنے حق کا دعوی کیا اور یون صلح کی کہ ہر ایک دوسرے کے دار مین سکونت اختیار کرے تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ہر ایک نے دوسرے کے مقبوضہ دار مین اپنے حق کا دعوے کیا اور اس شرط سے صلح کی کہ ہر ایک دوسرے کو اپنا اپنا مقبوضہ بدون تقسیم و اقرار کے دیدے تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ مین دعوے کیا اور اس سے کسیقدر دراہم معلومہ پر صلح کی بشرطیکہ دوسرا ایک کر گیہون زیادہ کرے پس اگر اس شرط پر صلح ہوئی کہ مدعی دو دار مدعا علیہ کے پاس چھوڑ دے اور کر اور درم مدعا علیہ کیطرف سے ملین پس اگر کر معین ہو تو بیشک صلح جائز ہے اور اگر معین نہو بلکہ وصف بیان یا درمیانی یا ردی بیان کرکے اسکے ذمہ رکھا گیا ہو تو بھی صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال اسپر قبضہ کیا شرط ہو یا میعادی ادھار ہو۔ اور اگر ایسا بھی نہو یعنی کر وصف کرکے ذمہ بھی نہ رکھا گیا ہو بلکہ مطلقاً بلا وصف ہو تو تمام دار کی صلح باطل ہوگی یعنی بقدر حصہ دراہم کے بھی صحیح نہوگی۔ اور اگر کر مدعی کیطرف سے ہو اور دراہم مدعا علیہ کیطرف سے ہون پس اگر کر معین بعینہ ہو تو سب کی صلح جائز ہوگی اور اگر غیر معین بذمہ رکھا گیا ہو پس اگر اسکا وصف کیا ہو اور تمام شرائط سلم کی آمین پائی جاتی ہون مثلاً کر ادا کرنیکی میعاد اور مکان ادا اور درمون سے کر کا حصہ بیان ہو تو کل کی صلح جائز ہوگی بشرطیکہ تمام درمون پر مجلس صلح مین قبضہ کیا یا جو حصہ کر کے مقابل ہین انپر قبضہ کرلیا ہو اور اگر تمام دراہم کے قبضہ سے پہلے دونون مجلس صلح سے جدا ہوگئے تو حصہ کر کی صلح باطل ہوجائیگی۔ اور اگر کر مین تمام شرائط سلم کی بالاتفاق نپائی گئی ہون مثلاً اسنے مکان ادا بیان نہ کیا یا درمون سے حصہ کر بیان نکیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک کل کی صلح باطل ہوجائیگی خواہ درمون کے دینے مین تعجیل ہوئی ہو یا نہوئی ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اگر راس المال کی تعجیل کی ہو تو کل کا عقد جائز ہوگا۔ اور اگر درمون کے دینے مین تعجیل نکی ہو تو فقط حصہ کر کی صلح فاسد ہوگی اور اگر کر کے ادا کرنیکی میعاد نہو تو بالاتفاق درمون مین سے حصہ کر کی صلح فاسد ہوگی اور حصہ دار کی صلح فاسد ہونے مین اختلاف ہے صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز ہوگی بشرطیکہ کر کا وصف بیان کیا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز نہوگی۔ اور اگر کر مدعا علیہ کیطرف سے اور درم مدعی کیطرف سے ہون پس اگر کر معین ہو تو صلح تمام کی جائز ہوگی اور اگر وصف کرکے ذمہ رکھا گیا ہو تو اسکا حکم بعینہ اسی تفصیل سے ہے جو ہم نے مدعی کیطرف سے

کرہونے کی صورت مین بیان کیا ہے اور یہ سب حکم اس صورت مین ہو کہ صلح اس شرط سے واقع ہوئی کہ مدعی اپنے دعوی کو ترک کردے - اور اگر اس شرط سے صلح واقع ہوتی کہ مدعی اس دار کو سلے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پس اگر کر اور درم مدعی کیطرف سے ہون یا کر مدعا علیہ کیطرف سے اور درم مدعی کیطرف سے ہون تو اس صورت کی سب وجہون کا حکم وہی ہو جو ہمنے پہلی صورت مین تفصیل سے بیان کیا ہو پھر یہ سب جو ہمنے بیان کیا اس صورت مین ہو کہ تمام کر مین میعاد مقرر ہوا اور اگر ایسا نہو بلکہ بعض کر مین میعاد ہو پس اگر کر مین سے جسقدر میعادی ہو وہ سلم کی مقدار کے لائق ہو تو صلح سب کی جائز ہوگی اور جسقدر کر میعادی ہو وہ درمون کی طرف اور جو فی الحال ہو وہ حصہ دار کے ساتھ عقد کے جائز ہونیکے واسطے ملا دیا جائیگا - اور اگر مدعا علیہ نے دار سے کسی معین حیوان پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اسکو ایک کر گیہون جید اپنے ذمہ لیکر ادا کرے اور میعادی نہین ہین یعنی قبل افتراق کے گیہون ادا کرے میعادی نہین ہو تو صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہین ہو اور امام کے نزدیک واجب ہو کہ جائز ہو اگرچہ کر بعینہ نہو مگر وصف کرکے ذمہ رکھا گیا ہو کیونکہ کیلی چیز جسب ذمہ رکھی گئی اور وہ درمون و دینارون کے سوا دوسری چیز اعیان کے مقابل ٹھہرائی گئی تو ثمن ہو جاتی ہو اور ایسے ثمن کے ساتھ خریدنا امام کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ وصف کرکے ذمہ لیا ہو خواہ اسکا ادا کرنا فی الحال قرار پایا ہو یا میعادی ہو یہ محیط مین ہو اور اگر اپنے دعوی سے جو اسنے کسی دار کی نسبت کیا ہو ایک کر درمیانی گیہون پر صلح کی پھر اس کر سے ایک کر جو غیر معین پر صلح کر لی تو جائز ہو یہ مبسوط مین ہو - اگر دار کے دعوے سے درمون پر صلح واقع ہوئی اور بدل صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو صلح نہ ٹوٹیگی یہ محیط مین ہو - اگر کسی شخص نے ایک دار کے دعوے سے جسکو گواہون نے نہین دیکھا ہو اور نہ اسکے حدود کو پہچانتا ہو صلح کر لی یعنی غیر معین دار کے دعوے سے صلح کر لی پھر ایک دار پر دعوے کیا اور کہا کہ یہ وہ دار نہین ہو جس سے صلح کی ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ وہی ہو تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور صلح رد کردیجائیگی اور پھر مدعی دوبارہ دعوے کریگا یہ مبسوط مین ہو - ایک شخص نے دوسرے کی دیوار مین موضع جذوع کا دعوی کیا یا اسکے دار مین کسی راستہ یا پانی کے مسیل کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس سے کسیقدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہو کیونکہ مجہول حق سے معلوم بدل پر صلح کی ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو - ایک شخص کا دروازہ یا موکھلا موجود ہو اسپر اسکے پڑوسی نے جھگڑا کیا اور اسنے کسیقدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ پڑوسی کو دیگا تاکہ وہ موکھلا بند نہ کرے اسکو کھلا رہنے دے تو یہ صلح باطل ہو اسی طرح اگر اس شرط سے صلح واقع ہوئی کہ موکھلے و دروازہ کا مالک کچھ درم لیکر ان دونون کو بند کردے تو بھی باطل ہو یہ ظہیریہ مین ہو - ایک شخص نے دوسرے سے کچھ زمین خریدی پھر بائع نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی اور مشتری ثانی نے وہ زمین لے لی اور مشتری اول نے اس سے خصومت کرنیکا قصد کیا پس دوسرے مشتری نے اس سے کہا کہ زمین میرے پاس رہنے دے اور مجھ سے کسیقدر مال معلوم پر صلح کرے اسنے ایسا ہی کیا تو صلح جائز ہو اور وہ زمین دوسرے کی ملک پہلے مشتری کیطرف سے ہوئی اسکو یہ اختیار نہین ہو کہ جو کچھ مال صلح اسنے اس شرط سے دیا ہو اسکو واپس لیوے یہ خزانۃ المفتین مین ہو اگر کسینے دوسرے کی زمین مین سے چند گزون کا دعوے کیا اور مالک زمین نے اس دعوے سے کسیقدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہو - اور اگر زمین دو شخصون کی ہو کہ اسمین دونون کی کھیتی ہو اسپر ایک شخص نے دعوی کیا

اور دونون نے انکار کیا پھر ایک نے اس شرط سے صلح کی کہ اسکو ۱۰۰ درم دیوے اور وہ نصف کھیتی مدعی کو دیگا پس اگر کھیتی پک گئی ہو تو صلح جائز ہو اور اگر پکی نہو تو بدون شریک کی رضامندی کے صلح جائز نہوگی۔ اور یہ بخلاف اسکے ہو کہ اگر یون صلح کی کہ آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے سو درم کی صلح مین دیگا کہ یہ جائز ہو۔ اور اگر تمام کھیتی ایک ہی شخص کی ہو پھر کسی نے آدھی کا دعوی کیا پھر مدعی نے اسکو سو درم اس شرط سے دینے کہ آدھی کھیتی دیدے اور زمین نہ دے پس کھیتی پکی ہوئی ہو تو جائز ہو اور اگر پکی نہو تو جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک قوم کے درمیان ایک نہر ہو اور سبھون نے اسکے کھودنے یعنی مٹی صاف کرنے یا مناۃ و پل بندی کرنے پر اس شرط سے صلح کی کہ اسکا خرچہ سبھون پر موافق حصہ کے ڈالا جاوے تو جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی شخص کا چھتا یا پاخانہ شارع عام پر ہو اور اسکے دور کرنیکے واسطے کسی شخص نے اس سے جھگڑا کیا اور چھتے والے نے اسکے ساتھ کسیقدر معلوم درمون پر اس شرط سے صلح کی کہ اسکو اپنی جگہ پر رہنے دے تو ایسی صلح جائز نہین ہو اور لوگونکو چاہیئے کہ اسکے دور کرنیکے واسطے اسکے مالک سے خصومت کرین خواہ وہ چھتا قدیمی ہو یا جدید ہو یا اسکا حال معلوم نہو۔ اور اگر امام وقت نے اس سے دور کرنیکے واسطے خصومت کی پھر اس سے اس شرط سے صلح کر لی کہ اسکا چھتا اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جائیگا بشرطیکہ وہ کچھ مال معلوم ادا کرے تو جائز ہو بشرطیکہ وہ جدید ہو اور امام وقت کو مسلمانون کے حق مین یہ مصلحت معلوم ہو کہ اسکو چھوڑ کر اسکے عوض مال لیکر بیت المال مین داخل کرے بشرطیکہ عام لوگون کو اس سے ضرر نہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر مخاصم نے چھتا دور کرنیکے واسطے مال دیا ہو تو جائز ہو بشرطیکہ وہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو تو جائز نہین ہو اور یہی صحیح ہو اور اگر اسکا حال معلوم نہوا اور مخاصم نے اسکے دور کرنیکے واسطے مال دیا ہو تو جائز نہین ہو اور اگر چھتے کے مالک نے مخاصم کو چھتا دور کرنیکے واسطے مال دیا تو کیسا ہی ہو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر چھتا خاص راستہ پر کسی کوچہ غیر نافذہ مین ہو پس اگر صلح اس طور سے واقع ہوئی کہ مخاصم کچھ دراہم معلومہ مالک ظلہ یعنے چھتے سے لیکر ظلہ کو اسی طور سے چھوڑ دے تو صلح جائز نہین ہو بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو پس اگر مخاصم اس کوچہ کا رہنے والا نہو اور اسکو اس چھتے کے نیچے سے گذرنے کا حق حاصل نہو تو جس شخص کو اسکے نیچے سے آمد و رفت کا حق حاصل ہو اسکی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اور اگر صلح کرنیوالا اس کوچہ کا رہنے والا ہو پس اگر تمام چھتے سے صلح کی تو صلح جائز ہو اسکے حصہ کی صحیح ہوگی اور شریکون کے حصہ کی موقوف رہیگی اگر اسکے سب شریکون نے اجازت دیدی تو کل کی صلح جائز ہو جائیگی اور اگر انھون نے اسکے صلح کی اجازت نہ دی اور چھتا دور کیا گیا تو بیشک اسکے شریکون کے حصہ کی صلح باطل ہوگی یہانتک کہ چھتے والے کو ان شریکون کے حصہ کا بدل صلح مصالح سے واپس کر لینے کا اختیار ہو اگر سب بدل صلح اسکو دیدیا ہو۔ اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہو کہ اسکے حصہ کا بدل صلح بھی واپس لے سکتا ہو یا نہین اور صحیح یہ ہو کہ واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر صلح صرف اسی صلح کرنیوالے کے حصہ سے ہو تو صلح جائز ہو پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر شریکون نے چھتا اپنے حال پر چھوڑ دینے مین احسان کیا اور چھوڑ دیا تو تمام بدل صلح مصالح کو دیا جائیگا اور اگر انھون نے چھتا دور کر دیا تو مصالح سے تمام بدل صلح واپس لینے مین مشائخ کا اختلاف ہو۔ اور اگر چھتے کا حال معلوم نہو کہ نیا بنا ہو یا پرانا ہو تو صلح جائز نہین ہو۔ اور اگر صلح اس چھتے کے دور کرنے پر واقع ہوئی پس اگر اس شرط پر واقع ہوئی کہ مخاصم درہم لیکر چھتے کو دور کر دے تو ہر حال مین صلح جائز ہو۔ اور اگر یون صلح واقع ہوئی کہ چھتے والا مخاصم

سے کچھ درم معلومہ لیکر چھتا دور کردے تو جائز ہے اگر چھتا قدیمی ہو اسیطرح اگر جدید ہو یا مجہول الحال ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص کا ایک نخل اسکی ملک میں ہے اسکی شاخیں پھوٹ کر پڑوسی کے گھر میں جا نکلیں اسنے انکا قطع کر دینا چاہا اور نخل کے مالک نے کسیقدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ نخل کو ایسا ہی چھوڑ دے تو یہ ناجائز ہے۔ اور اگر کاٹ ڈالنے پر صلح واقع ہوئی پس اگر مالک نخل نے پڑوسی کو کچھ درم اسکے قطع کیواسطے دیے تو جائز ہے اور اگر پڑوسی نے نخل والے کو کچھ درم اس قطع کیواسطے دیے تو صلح باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کسی زمین کے نخل کا مع اصل کے دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ امسال جو اسمین پھل آوینگے وہ مدعی کے ہیں تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ صلح ایسے بدل پر واقع ہوئی کہ وہ معدوم و مجہول ہے حالانکہ اسکے سپرد کرنے کی ضرورت ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کے اجمہ مقبوضہ پر حق کا دعوی کیا پھر اسنے اس طور سے صلح کی کہ اس اجمہ کا شکار ایکسال تک مدعی کو دیا جائیگا پس اگر اجمہ کے صید مدعا علیہ کے مملوک نہوں تو کسی حال میں صلح جائز نہیں ہے اور اگر مملوک ہوں مثلاً پکڑ کے اجمہ میں چھوڑ دیے ہوں پس اگر وہ بدون شکار کرنیکے انکا پکڑنا ممکن ہو تو صلح جائز ہے اگر بدون شکار کرنیکے ہاتھ نہیں آسکتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایسا دار خریدا جسکا کوئی شفیع ہے پس شفیع نے اس شرط سے صلح کی کہ مشتری اسکو کسیقدر دراہم معلومہ دے تاکہ وہ شفعہ سپرد کردے تو مال واجب نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مال لے لیا ہو تو مشتری کو واپس کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مشتری نے شفیع کے ساتھ اس شرط سے صلح کی کہ اسکو دار دیدے اور شفیع ثمن پر کسیقدر شئ معلوم بڑھا دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ نصف یا تہائی یا چوتھائی دار لے لے اور باقی کا شفعہ مشتری کو سپرد کر دے تو جائز ہے اور اگر شفیع کے طلب شفعہ اور گواہ کر لینے کے بعد جب شفعہ مؤکد ہو گیا تب ایسی صلح واقع ہوئی تو شفیع شفعہ سے نصف دار کا لینے والا ہو جائیگا حتی کہ جسمیں سے نصف بطور شفعہ کے لے لیا ہے اسمیں جدید شفعہ دوبارہ نہیں ہو سکتا ہے اور شفیع اس صلح سے باقی نصف کا شفعہ مشتری کو دیدینے والا ہو جائیگا حتی کہ اگر یہ شفیع مبیع یا طریق میں شرکت رکھتا ہو تو پڑوسی کو اختیار ہوگا کہ جو نصف شفیع نے شفعہ میں نہیں لیا ہے اسکو لے لے اور اگر شفیع کے طلب کرنے سے پہلے یہ صلح واقع ہوئی تو نصف کو از سر نو بیع جدید میں لینے والا قرار دیا جائیگا اور اسمیں جدید شفعہ ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مشتری نے شفیع سے اس شرط سے صلح کی کہ دار کے کسی بیت کو اسکے حصہ ثمن کے عوض لیکر شفعہ سپرد کر دے تو صلح باطل ہے اور حق شفعہ باقی رہیگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ شفیع کے شفعہ طلب کرنیکے بعد ایسی صلح واقع ہوئی ہو اور اگر قبل طلب کے ایسی صلح ہوئی تو صلح باطل ہے اور شفعہ بھی باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی دار میں شفعہ طلب کیا اور مشتری نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ شفیع کو دوسرا دار بعوض کسیقدر دراہم معلومہ کے دیدے بشرطیکہ وہ شفعہ مشتری کے سپرد کر دے تو یہ فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اس دار کے کسی حصہ کی نسبت ایک شخص نے خصومت کی اور باقی میں شفعہ کا دعوے کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ نصف دار نصف ثمن میں اس شرط سے دیدے کہ مدعی دعوے سے بری کرے تو جائز ہے اور اگر کسی دوسرے دار کے نصف دینے پر اسطور سے صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک زمین خریدی اور شفیع نے شفعہ سپرد کر دیا پھر شفیع نے شفعہ سپرد کر دینے سے انکار کیا پھر اس سے مشتری نے اس شرط سے صلح کی کہ نصف زمین نصف ثمن میں لے

تو جائز ہو اور یہ بیع جدید قرار دیجائیگی ۔ اسیطرح اگر شفیع طلب شفعہ کے بعد مرگیا پھر مشتری نے اُسکے وارثون سے
اسیطرح صلح کی تو بھی جائز ہو اور بیع جدید قرار دیجائیگی اور اگر مشتری مرگیا اور مشتری کے وارثون نے اس شرط سے
صلح کی کہ ہم نصف دار نصف ثمن مین دیدین تو بھی جائز ہو اور یہ لینا شفعہ کی راہ سے ہوگا جدید بیع قرار نہ دیجائیگی یہ
فتاوے قاضیخان مین ہو ۔ اگر کسی دار کے شفعہ مین ایک شریک اور ایک پڑوسی نے جھگڑا کیا اور باہم اس شرط سے
صلح کی کہ نصف نصف برابر دونون لے لین اور مشتری نے دونون کو دیدیا تو جائز ہے کذا فی الحاوی

باب گیارھوان قسم مین صلح کرنیکے بیان مین ۔ ایک نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اُسنے انکار کیا پھر
دونون نے صلح کی کہ مدعا علیہ قسم کھالے اور وہ مال سے بری ہو اور مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہو اور مدعی اپنے
دعوے پر باقی رہیگا اگر اُسنے گواہ قایم کیے تو مال لے لیگا اور اگر گواہ نہ پائے اور اس سے قسم طلب کی پس اگر پہلا قسم
کھانا قاضی کے سامنے نہ تھا تو قاضی دوبارہ اس سے قسم لیگا اور اگر قاضی کے سامنے تھا تو دوبارہ قسم نہ لیگا یہ فصول
عمادیہ مین ہو ۔ اور اگر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ اگر مدعا علیہ قسم کھالے تو وہ خصومت سے اسوقت تک بری ہو
جبتک مدعی کو گواہ ملین اور اُسنے قسم کھائی تو خصومت سے بری ہوجاتے مین مشایخ کا اختلاف ہو اور بعض مشایخ نے
فرمایا کہ خصومت سے بری نہوگا اور یہی اصح ہو حتے کہ مدعی کو اختیار ہو کہ قاضی کے سامنے دوبارہ اُس سے قسم لیوے
یہ ذخیرہ مین لکھا ہو ۔ اور اگر دونون نے اسطرح صلح ٹھہرائی کہ مدعی اپنے دعوے پر قسم کھالے تو مدعا علیہ اُسکے مال کا ضامن
ہو اور اگر مدعی نے اس شرط پر قسم کھائی اور مدعا علیہ نے اُس مال سے انکار کیا تو پھر اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا
اور صلح باطل ہو ۔ اسیطرح اگر دونون نے اسطرح صلح کی کہ طالب و مطلوب دونون قسم کھالین پھر مدعا علیہ پر
نصف مال دعوے لازم آویگا تو بھی باطل ہو ۔ اور اگر دونون نے اسطرح صلح کی کہ طالب آج کے روز اپنے
دعوے پر قسم کھالے اور اگر آج کا دن گذر گیا اور اُسنے قسم نہ کھائی تو اُسکا کچھ حق نہین ہو پھر وہ دن گذر گیا اور
مدعی نے قسم نہ کھائی تو صلح باطل ہو اور مدعی اپنے دعوے پر باقی رہیگا اسیطرح اگر یون صلح کی کہ مطلوب قسم
کھالے تو وہ مال کا ضامن ہو یا اُسپر مال ہو یا مقر بال ہو تو بھی صلح باطل ہو اور مشروط غیر لازم ہو یہ مبسوط مین ہو ۔
اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال یا اُسکے ماسوا کا دعوی کیا اور اُسنے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین
اُسنے مدعا علیہ کی قسم کی درخواست کی اور قاضی نے قسم اُسپر رکھی اور اُسنے کسیقدر دراہم معلومہ پر اس شرط
سے صلح کی کہ اسطور سے قسم نہ لے تو صلح جائز ہو اور وہ اس صلح سے قسم سے بری ہوگا اسیطرح اگر یون صلح کی
کہ مین نے تجھ سے اُس قسم سے جو تیری طرف سے مجھپر لازم آئی ہو صلح کی یا یون کہا کہ مجھپر جو تیری طرف سے قسم آئی
ہو اسیقدر درمون پر فدیہ کی اور دوسرا شخص راضی ہوگیا تو صلح جائز ہو ۔ اور اگر قسم کو بعوض مال معلوم کے خریدا یعنی
مشتری نے قسم اُسکے آتھ مال معلوم پر فروخت کی تو جائز نہین ہو یہ سراج الوہاج مین ہو ۔ اگر یون صلح ٹھہرائی کہ طالب
یا مطلوب قسم کھالے اور آدھا مال مدعا علیہ پر ہوگا یا آج کے روز طالب یا مطلوب قسم کھالے بشرطیکہ اگر آج قسم نہ کھاوے
تو مال اُسپر ہو یا طالب آج کے روز قسم کھاوے کہ جو دیگا وہ حق ہو تو یہ سب صورتین صلح کی باطل ہین کیونکہ یہ خلاف
شرع ہین یہ وجیز کردری مین ہو ۔ اور اگر یون صلح قرار دی کہ طالب اپنے غلام کی آزادی یا عورت کی طلاق یا
حج یا بیع مؤکدہ کی قسم کھاوے اگر اسطور سے قسم کھالیگا تو اسکا مال مجھپر ہو تو اس صورت مین مطلوب پر کچھ

لازم نہ آویگا اور نہ طالب پر طلاق وعتاق لازم آویگا ولیکن اگر مطلوب اس امر کے گواہ قایم کرے کہ مین نے مدعی کو یہ مال ادا کر دیا ہی یا اُسنے مجھے اس مال سے بری کر دیا ہی تو اُسوقت مین اُسکا غلام آزاد ہو جائیگا اور اُس کی جورو پر طلاق ہو جائیگی کیونکہ مدعی کا اپنی قسم مین حانث ہونا عادل گواہون سے ثابت ہوگیا اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ مدعا علیہ ان چیزون کی اسطور سے قسم کھا وے کہ اگر اسطور سے قسم کھا لیگا تو وہ میرے دعوے سے بری ہی اُسنے قسم کھالی تو بری نہ ہوگا اور طلاق وعتاق واقع نہوگی ولیکن اگر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قایم کیے تو اُسوقت مین مطلوب کا طلاق وعتاق واقع ہو جائیگا کیونکہ اُسکا حانث ہونا عادل گواہون سے ثابت ہوگیا یہ محیط مین لکھا ہی - بارھوان باب خون اور زخمون سے صلح کرنے کے بیان مین - نفس اور نفس سے کم پر عمداً یا خطاءً جرم کرنے سے صلح کرنا جائز ہے ولیکن اگر عمداً جرم کرنے سے دیت سے زیادہ پر بھی صلح کی تو بھی جائز ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور یہ مال جرم کرنے والے پر اسی کے مال سے فی الحال دینا واجب ہوگا اور اُس کی مددگار برادری پر واجب نہوگا کذا فی الحاوی اور خطاء سے جرم کرنے مین اگر دیت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہین ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب کسی مقدار دیت پر جو مقررہ ہین صلح قرار دی ہو اور اُس مین زیادتی کی ہو - اور اگر سواے اُن مقدارون کے کسی مال پر صلح قرار دی اور اُسمین زیادتی کی تو جائز ہے ولیکن اُسی مجلس مین قبضہ کر لینا شرط ہے تاکہ دین سے بعوض دین کے بدون قبضہ کے افتراق لازم نہ آوے - اگر قاضی نے مجرم پر سو اونٹ دیت کا حکم کیا اُس نے سو اونٹ سے سو سے زیادہ گایون پر جو اُس کے پاس موجود ہین صلح کی اور گائین اُسکو دیدین تو جائز ہے اور اگر کسی قدر اونٹون سے بدلے درم ودینار کے کسی کیلی یا وزنی چیز پر اُدھار میعادی صلح کی تو جائز نہین ہے کیونکہ معارضۃ الدین بالدین ہے - اور اگر دیت کے اونٹون سے ان کے مثل قیمت پر یا اسقدر زیادت پر کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہین صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر زیادتی مین اسقدر خسارہ ہے کہ لوگ برداشت نہین کیا کرتے ہین تو صلح جائز نہوگی - اور اگر قاضی نے اُسپر درم یا دینارون کا دیت مین حکم کیا اور قاتل نے ایسے گیہون یا جو یا اونٹ وگاے وغیرہ پر جو اُس کے پاس موجود نہین ہین صلح قرار دی تو جائز نہین ہے اگرچہ جدا ہونے سے پہلے ان چیزون کو دیدے کیونکہ ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس وقت عقد کے موجود نہو سواے سلم کے اور صورت مین جائز نہین ہے - اور اگر قاضی نے اُسپر اونٹ یا گاے کا دیت مین حکم کیا اور اُس نے ایسے گیہون وغیرہ پر صلح کی حالانکہ بدل اُس کے پاس موجود نہین ہے ولیکن جدائی سے پہلے اُسنے یہ اناج دیدیا تو جائز ہے اور اگر جدائی سے پہلے یہ اناج نہ دیا اور دونون جدا ہوگئے تو صلح جائز نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر مجرم کے سواے دوسرے شخص نے دیت سے زیادہ پر صلح کی اور ضامن ہوا تو زیادتی باطل ہوگی اگرچہ صلح جنس دیت کے سواے دوسری جنس پر ہو - اور اگر درمون کا اُسپر حکم ہوا اور اُسنے دو ہزار دینار پر صلح کر لی اور اُسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر ڈگری ہونے سے پہلے دو سو اونٹ غیر معین پر صلح کر لی تو سو اونٹ اُسمین سے واجب ہونگے اور خیار طالب کو ہے پس جس سن کے اونٹ دیت مین واجب ہوتے ہین اگر اس سے نقصان ہو تو طالب کو اختیار ہوگا کہ صلح کو رد کر دے یہ حاوی مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو عمداً قتل کیا اور تیسرے کو خطاء سے قتل کیا پھر دونون کے ولیون سے دونون دیتون سے زیادہ پر صلح کی تو صلح جائز ہے اور مقتول خطا کے ولی کو بقدر دیت کے ملیگا اور باقی عمداً مقتول کے ولی کو ملیگا اور اگر دونون کے وارثون

سے وہ دیت یا کم پر صلح کی تو دونوں میں برابر تقسیم ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے - اور قتل عمد کے بدل الصلح کا حکم مہر کے مانند ہے تو جیسے جہالت مہر میں برداشت کرلیجاتی ہے وہی یہاں بھی برداشت کیجاویگی - اور جو چیز تسمیہ صحیح ہونے کی مانع ہے وہ صلح میں وجوب بدل کی مانع ہے اور تسمیہ کے فاسد ہونے کے وقت قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور نفس کا بدل یعنی دیت واجب ہوتی ہے جیسے نکاح میں مہر مثل واجب ہوتا ہے مثلاً ایک کپڑے پر صلح قرار دی ولیکن ایک صورت میں نکاح وصلح میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر شراب پر نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا اور عمداً خون کرنے سے اگر شراب پر صلح کی تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے - اور قتل خطا میں دیت واجب ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے - اور اگر عمداً ہاتھ کاٹنے سے شراب یا سور پر صلح کی تو تسمیہ جائز نہیں ہے ولیکن عفو صحیح ہے یعنے قصاص معاف کرنے آسنے جو بدل مقرر کیا وہ بدل ناجائز اور عفو صحیح ہے اور مقطوع الید ہاتھ کاٹنے والے سے کچھ نہیں نلے سکتا ہے اور اگر خطا سے اُسنے ہاتھ کاٹا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ہاتھ کٹا ہوا اُس سے دیت یعنے ارش لے سکتا ہے اور اگر کسی آزاد کے دینے پر صلح واقع ہوئی تو یہ بھی مثل شراب وسور پر صلح واقع ہونے کے ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر ہر ایک کا خون دوسرے پر آتا ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کو خون سے معاف کردینے پر صلح کی تو جائز ہے جیسے خلع میں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے - ایک شخص کو عمداً زخمی کیا اور اُس سے صلح کی تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو زخم سے اچھا ہوگیا یا مرگیا پس اگر زخم سے یا ضرب سے یا سر زخمی کرنے سے یا کاٹ ڈالنے ہاتھ سے یا کسی جرم سے فقط اُن چیزوں سے صلح کی تو صلح جائز ہے بشرطیکہ اسطرح اچھا ہوا ہو کہ اُسکا کچھ اثر باقی ہو اور اگر اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر بھی باقی نہ رہا تو صلح باطل ہوگی اور اگر اس جنایت سے مرگیا تو بخلاف صاحبین کے امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ صلح باطل ہوگئی اور دیت واجب ہوگی اور اگر ان پانچوں چیزوں اور جو کچھ ان سے حادث ہو صلح کی تو صلح جائز ہے اگر اُس سے مرگیا۔ اور اگر اچھا ہوگیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ صلح جائز ہے اور کتاب الوکالت میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے سر میں ہڈی کھولدینے والا زخم لگایا پھر کسی کو وکیل کیا کہ اُس سے صلح کرے اسطور سے کہ اس زخم سر سے اور جو کچھ اس سے نفس تک پیدا ہو صلح کرے یعنے نفس ضائع ہوجانے تک صلح کرے پس اگر وہ شخص مرگیا تو صلح نفس سے قرار دیجاویگی اور اگر اچھا ہوگیا تو دس حصوں میں سے ساڑھے نو حصے مال واجب ہوگا اور نصف دسواں حصہ جسکے زخم آیا ہے وہ واپس کردیگا اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف بسبب اختلاف وضع کے ہے کیونکہ اس مقام پر یوں صلح کی کہ جو کچھ اس زخم سر سے نفس ضائع ہونے تک پیدا ہو سب سے صلح کی اور یہ ایک شے معلوم ہے لہذا بدل صلح کو قائم وحادث دونوں پر تقسیم کرنا ممکن ہوا اور اس مقام پر زخم اور جو اُس سے پیدا ہو صلح قرار دی ہے اور یہ امر مجہول ہے کبھی پیدا ہوتا ہے اور کبھی نہیں پیدا ہوتا ہے اور اگر پیدا ہوا تو بھی نہیں معلوم کہ کسقدر پیدا ہوگا اسواسطے بدل کو قائم وحادث پر تقسیم کرنا متعذر ہوا پس تمام بدل بمقابلہ موجود کے قرار پایا۔ ولیکن اگر جنایت سے صلح کی تو سب صورتوں میں صلح جائز ہے ولیکن اگر اسطور سے اچھا ہوگیا کہ بالکل اُسکا اثر باقی نہ رہا تو جائز نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر جرم عمداً کیا ہو اور مجروح نے جرم کرنیوالے سے تھوڑے سے بدل پر صلح کی حالانکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا بیمار تھا تو صلح جائز ہے اور اگر جراحت خطا سے ہو اور اس سے صلح کی حالانکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا مریض تھا اور بدل میں سے کم کردیا تو یہ صلح تہائی مال سے معتبر ہوگی پھر یہ وصیت مددگار برادری کے واسطے صحیح ہوگی نہ قاتل کے واسطے اگرچہ دیت پہلے قاتل پر واجب ہوتی اور مددگار برادری اسکی طرف سے اُسکو برداشت کریگی یہ محیط میں ہے - اگر مریض نے عمداً خون کے حق سے جو اُسکا چاہیے ہے ہزار درم

نقد دینے پر صلح کرلی پھر بعد صلح کے ایک سال کی تاخیر دیدی تو تہائی مال سے تاخیر جائز ہوگی کذا فی المبسوط **قال المترجم** یعنے مریض کا تہائی مال اگر ہزار درم ہون تو پورے ہزار درم کی تاخیر ایکسال تک روا ہو ورنہ جسقدر تہائی مال ہوتا ہو اسقدر کے حصہ کی تاخیر روا ہوگی اس عبارت سے جہان مذکور ہے یہی مراد ہوتی ہو یا درکھنا چاہیے واللہ اعلم بالصواب - اگر کسی نے دوسرے کی انگلی عمدًا کاٹ ڈالی یا خطا سے کاٹی اور اُس سے کسی قدر مال پر صلح کرلی پھر دوسری انگلی اُسی کے پہلو کی شل ہو گئی تو کاٹنے والے پر امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکا بھی ارش لازم آویگا اور صاحبین کے نزدیک کچھ لازم نہوگا یہ حاوی مین ہے - قلت ہذا اذا شلت لسبب القطع - ایک شخص قتل کیا گیا اُسکے دو بیٹے ہین پھر ایک نے اپنے حصہ سے سو درم پر صلح کرلی تو جائز ہے اور اُسکے بھائی کو اسمین شرکت کا اختیار نہین ہے اور اگر قتل خطا سے واقع ہوا ہو اور ایک نے کسی قدر مال پر اس سے صلح کرلی تو اُسکے شریک کو اس مال مین شرکت کا اختیار ہے ولیکن اگر مصالح چاہے کہ اُسکو چوتھائی ارش دیدے تو ہو سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر خون عمد سے ایک غلام یا باندی پر صلح کرلی تو جائز ہے اور درمیانی درجہ کی باندی یا غلام دلائے جائینگے - اور اگر کسی غلام معین پر صلح کرلی پھر وہ غلام آزاد نکلا تو قاتل پر دیت لازم آویگی - قلت یعنی قصاص ساقط ہوگیا - اور اگر دونون مین اختلاف ہوا قاتل نے کہا کہ مین نے تجھ سے اِس غلام پر صلح کی ہے اور ولی مقتول نے کہا کہ نہین بلکہ اُس غلام پر صلح کی ہے تو صلح جائز ہے اور قسم سے قاتل کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر قتل عمد سے دو غلامون پر صلح قرار دی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ غلام پورا حق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ غلام اور دوسرے آزاد کی قیمت اگر وہ غلام ہوتا تو جسقدر ہوتی دینی پڑیگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ غلام اور پورا ارش درمون سے دینا پڑیگا یہ کافی مین ہے - اور اگر قتل عمد سے کسی گھر مین ایک سال تک رہنے یا کسی غلام سے ایکسال تک خدمت لینے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر ہمیشہ کے واسطے یا جو کچھ قاتل کی باندی کے پیٹ مین ہے اُسپر یا جو کچھ اُسکے درخت سے پیدا ہو خواہ سالہاے معلومہ پر یا ہمیشہ کے واسطے صلح کی تو جائز نہین ہے یہ نہایہ مین ہے - اور اگر قتل عمد سے جو کچھ اسکی بکریون کے پیٹ مین ہے یا جو کچھ اُن کے تھنون مین ہے یا جسقدر اُسکے درخت خرما پر دس برس تک پیدا ہو اُسپر صلح کی تو قاتل پر دیت واجب ہوگی کذا فی المحیط - اور اگر اسطور سے صلح کی جو کچھ تیرے درخت خرما پر پھل ہین اُسپر صلح کی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر مقتول کے ولی نے قاتل سے اس شرط سے صلح کی کہ مین تجھکو یہ خون اس شرط سے معاف کرتا ہون کہ جو تیرا خون فلان شخص پر ہے تو اُسے معاف کردے تو جائز ہے اور یہ صلح درحقیقت بلا بدل کے عفو ہے پس اگر قاتل نے فلان شخص کو اپنے خون واجب سے معاف کردیا تو مقتول کا ولی اُس سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر معاف نہ کیا تو دو صورتین ہین اگر قاتل کا خون جو دوسرے شخص پر آتا ہے وہ دوسرا شخص اس ولی مقتول کا باپ یا بیٹا یا ان کے مثل ہے تو ولی مقتول اُس قاتل سے دیت لے لیگا اور اگر قاتل کا قصاص کسی اجنبی پر واجب ہے تو ولی مقتول کو قاتل سے کچھ لینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے منتقی مین ہے کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پس ہاتھ کٹے ہوئے نے قاطع سے اس شرط سے صلح کی کہ مین قاطع کا الٹا ہاتھ کاٹ ڈالون اور کاٹ ڈالا تو یہ صلح پہلے جرم کا عفو ہے اور اُسپر اس اُلٹے ہاتھ کاٹنے کا جرمانہ نہ آویگا اور نہ قاطع پر کچھ جرمانہ آویگا اور اگر بعد اس صلح کے اُلٹے ہاتھ کاٹنے سے پہلے دونون نے جھگڑا کیا تو صلح کرنے والے کو اُلٹے ہاتھ کاٹنے کا اختیار

ہوگا ولیکن اپنے سید سے ہاتھ کی دیت لے لیگا - اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ قاطع کا ہاتھ و پیر کاٹ ڈالے یا قاطع کے غلام کو قتل کر دے پس اگر اُسکا ہاتھ و پانون کاٹا تو قاطع اُس سے اپنے پانون کی دیت بھر لیگا - اور اگر اُسکے غلام کو قتل کیا تو قاطع کی اُسپر اپنے غلام کی قیمت واجب ہوئی پس دونون باہم بقدر دیت ہاتھ کے بدلا کر لینگے اور جسقدر کسی کا حق زیادہ ہوگا وہ اسقدر لے لیگا - اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اس آزاد کا ہاتھ کاٹ ڈالے یا فلان شخص کے غلام کو قتل کر دے اور بعد صلح کے کیا تو دوسرے آزاد کے ہاتھ کی دیت دیگا اور دوسرے غلام کی قیمت دیگا اور اپنے ہاتھ کی دیت اپنے ہاتھ کاٹنے والے سے بھر لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر قتل عمد مین اس شرط سے صلح کی کہ اُسکا پانون کاٹ ڈالے تو یہ مفت معافی کرنا ہے اور اگر قتل خطا ہو تو اُسپر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالنے سے اس شرط پر صلح کی کہ اُسکا پانون کاٹ ڈالے تو صلح باطل ہے اور مفت عفو ہو گیا اور قاطع سے کچھ نہین لے سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات اس کتاب مین مذکور ہے اور اسی کتاب کی بعض روایات مین ہے کہ ارش لے لیگا اور اگر خطا سے ہاتھ کاٹنے کی صورت مین ایسا واقع ہو تو سب روایتون کے موافق بالاتفاق اُس سے ہاتھ کی دیت لے لیگا - اور اگر قتل عمد مین کذا اکذا اشقال چاندی و سونے پر صلح کی یعنی کسی قدر تعداد بیان کی مگر اُس تعداد مین چاندی اور سونے کو داخل کیا تو جائز ہے اور اُسپر ان دونون مین سے ہر ایک کا نصف واجب ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر قتل عمد ہو پھر اُس سے کسی شخص نے ہزار درم پر صلح کر لی اور ضامن نہ ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر قاتل نے خود ہی اس مصالح کو وکیل کیا تھا تو بدل صلح قاتل پر واجب ہوگا اور اگر اپنے غلام پر ولی مقتول سے اس قول سے صلح کی اور اُس غلام کی خلاص کا ضامن ہوا یعنے یہ غلام تجھکو حقوق غیر سے پاک کر کے سپرد کیا جائیگا اسکا ضامن ہوا پس اگر وہ غلام ولی مقتول کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مصالح سے کچھ نہین لے سکتا ہے ولیکن قاتل سے اُسکی قیمت لے لیگا بشرطیکہ قاتل نے اُسکو صلح کا حکم کیا ہو اور اگر مصالح اُسکی خلاص کا ضامن ہوا ہو اور خود از راہ احسان صلح کی ہے پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو ولی اُس سے غلام کی قیمت بھر لیگا یہ مبسوط مین ہے - اگر فضولی نے خون عمد سے ہزار درم پر صلح کی اور ضامن ہوگیا پھر وہ ہزار درم استحقاق مین لے لیے گئے تو ولی مقتول اُسکے مثل مصالح سے لے لیگا پھر جب فضولی نے درم صلح ضامن ہو کر دیدیے تو قاتل سے نہین لے سکتا ہے - اور اگر قاتل نے اسکو صلح کا وکیل کیا تھا اور ضامن ہونے کا وکیل نہین کیا تھا اور اُسنے ضامن ہو کر ادا کر دیے تو جسقدر ادا کیے ہین قاتل سے لے لیگا یہ محیط مین ہے - ایک غلام اور ایک آزاد نے ملکر ایک شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر غلام کے مالک اور آزاد نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ دونون کی طرف سے ولی مقتول سے صلح کرے اُسنے دو قاتلون کی طرف سے ہزار درم پر صلح کی تو ہر ایک پر نصف نصف لازم آئیگا اور بعض روایات مین مذکور ہے کہ اگر خطا سے قتل کیا ہو اور ایسی صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین اور غلام کے مالک نے ایک ولی سے اُسکے حصہ سے اسی غلام قاتل کے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اس مصالح سے جبکو غلام دیا ہے کہا جائیگا کہ تو اپنے شریک کو نصف غلام دیدے یا آدھی دیت اُسکو دیدے اس شرط سے کہ غلام تیرا ہے - اور اگر باوجود اس غلام کے دوسرے غلام پر بھی صلح کی تو دوسرے مین اُسکا حق نہوگا اور اگر غلام قاتل کے نصف پر صلح قرار دی تو جائز ہے اور وہ غلام اُسکے مالک اور مصالح کے درمیان نصف نصف ہوگا پھر اس صلح کے سبب سے دوسرے کا حق قصاص نہ رہا بلکہ مال سے متعلق ہو گیا

اور نصف غلام غیر منقسم کا دونون آدمیون مین مستحق ہوا پس دونون شریک غلام کے دوسرے ولی کو یا تو آدھا غلام دینگے یا نصف دیت اُسکو دینگے۔ اور اگر اُس سے درمون پر یا کسی کیلی یا وزنی چیز پر خواہ نقد یا بمعادی آدھا صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے کا اُسمین کچھ حق نہوگا ولیکن وہ غلام قاتل کو پکڑیگا پس غلام کا مولے یا تو نصف غلام اُسکو دیگا یا آدھی دیت دیگا اور باندی اور مدبرہ اور ام الولد عمداً قتل کرنے سے صلح کرنے مین یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا تو اپنی طرف سے اُسکا صلح کرنا جائز نہین ہے اور اگر اُسکے غلام نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اسکی طرف سے غلام ماذون نے صلح کی تو جائز ہے یہ کنز مین ہے۔ اور اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے بعضے اولیاے مقتول سے دیت سے کم پر صلح کر لی یا عروض یا کسی حیوان معین پر صلح کی تو جائز ہے اور باقی ولیون کو اُسمین شرکت کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام نے زید کا عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا اور مولے نے غلام کو بحکم قاضی یا بلا حکم زید کو دیدیا اور زید نے اسکو آزاد کر دیا پھر زید اُسی ہاتھ کاٹنے کیوجہ سے مرگیا تو غلام اُسکے نفس کا بدل صلح ہو جائیگا۔ اور اگر زید نے اُسکو آزاد نہ کیا ہو تو غلام اُسکے مالک کو واپس دیا جائیگا پھر زید کے ولیون سے کہا جائیگا کہ تمھارا جی چاہے اسکو قتل کر دیا عفو کر دو یہ شرح جامع صغیر صدر الشہید مین ہے۔ اگر کسی باندی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اُسکے دو ولی موجود ہین وہ باندی بچہ جنی پھر اُسکے مالک نے ایک ولی سے کہا کہ یہ باندی کا بچہ تیرے حق دیت کی صلح مین تجھے دیتا ہون اُسنے صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے ولی کے مولی پر پانچ ہزار درم واجب ہونگے۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اسکے حق مین اُسکو تہائی باندی دیدے تو جائز ہے اور اُسکے شریک کو چاہے نصف باندی دیدے یا نصف دیت دیدے پس اس کتاب کی روایت مین اُسکا بعض کے دینے کا اختیار کرنا دونون حصونکے دینے کا اختیار نہین قرار دیا گیا۔ اور جامع کی روایت مین ہے کہ ایک کے حصہ مین دینے کا اختیار ہونا وہی دونون کے حصہ مین اختیار ہے جیسا فدیہ کی صورت مین ہوتا ہے اور یہی روایت اصح ہے اور پہلی روایت مذکورہ کی تاویل یہ ہے کہ اسنے ایک سے تہائی باندی پر صلح کی اور یہ حصہ اسکے حق سے کم ہے تو مولی دوسرے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ مین نے اُسکے حصہ مین دینا اس سبب سے اختیار کیا کہ وہ اپنے حق سے کم پر راضی ہو گیا اور تو اسپر راضی نہین ہوگا پس مجھپر لازم یہ نہین ہے کہ باندی ہی تیرا پورا حق تجھے دون بلکہ مجھے اختیار ہے کہ باندی مین سے دون یا اور سے۔ اور اگر اسنے ایک شریک سے نصف باندی پر صلح کی تو یہ صلح اسکا اس امر کو اختیار کرنا ہے کہ باقی آدھی باندی دوسرے کو دیگا۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے مولی نے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور یہی اس مدبر کی قیمت ہے تو جائز ہے اور اگر اسکے بعد پھر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو مذکور ہے کہ اُسکے مالک پر دوسری قیمت لازم آوے گی اور اگر پہلا قتل خطا سے ہوا اور مولے نے ہزار درم پر جو اسکی قیمت ہے صلح کر لی پھر مدبر نے کسی دوسرے کو قتل کیا تو مولے دوسری قیمت کا ضامن نہوگا پہلا ولی اور دوسرا دونون ایک قیمت مین شریک قرار پاوینگے یہ محیط مین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی خطا سے آنکھ پھوڑ دی تو مولی کو اُسکی قیمت دونون کو دینی ہوگی کہ دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگی پس اگر مولی نے آنکھ والے کو سو درم صلح کر کے دیئے حالانکہ مدبر کی قیمت چھ سو درم ہے اُسنے سو درم پر قبضہ کر لیا اور باقی سو درم سے بری نہین کیا تو دونون مدعی اس سو درم کو باہم تین حصہ کر کے تقسیم کر لینگے اور اگر بعد اس تقسیم کے اُسکو سو درم سے بری کر دیا تو اس تقسیم مین تغیر نہ آویگا۔ اور اگر سو درم پر صلح کر لی اور باقی سے قبضہ اور تقسیم سے پہلے بری کر دیا تو یہ سو درم دونون کو پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے ایک پانچوان آنکھ والے کو اور چار پانچوان خون کے ولی کو

ملینگے۔ اور اگر سو درم پر قبضہ کر لیا پھر باقی سو درم سے تقسیم سے پہلے اسکو بری کر دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ سو درم دونوں میں تین تہائی تقسیم ہونگے پھر رجوع کر کے کہا کہ آنکھ والے کو انمیں سے پانچواں حصہ ملیگا اور یہی قول امام محمد رح کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پھر دونوں سے مولی نے ایک غلام پر صلح کر کے دونوں کو دیدیا تو جائز ہے پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ہر ایک دعویدار ہوا کہ ولی مقتول یعنی خون کا حقدار میں ہوں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو غلام دونوں کو برابر تقسیم ہو گا پس اگر مدبر کے مالک نے کہا کہ تو ولی مقتول ہے اور دوسرے سے کہا کہ تو آنکھ کا حقدار ہے تو قسم سے اسکا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مدبر نے عمداً قتل کر دینیکا اقرار کیا تو مثل مملوک محض کے اقرار اسکا جائز ہے پس اگر مولی نے ایک ولی مقتول سے کسی کپڑے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے ولی کی مولی پر مدبر کی نصف قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اسکے گواہ موجود ہوں یا مولی اسکا اقرار کرے اور اگر گواہ نہوے تو کچھ نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو زخمی کیا پس عورت نے اس سے اسی عمداً جراحت سے خلع کرنے پر صلح کی اور سواے جراحت کے خلع میں کچھ نہیں قرار دیا پس اگر وہ عورت اس زخم سے اچھی ہو لئی اور اثر رہگیا تو خلع جائز اور تسمیہ جائز اور زخم کا ارش بدل خلع قرار دیا جائیگا اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ خلع کے ساتھ ہو یا صریح طلاق کے ساتھ ہو۔ اور اگر اچھی ہو گئی اور اسکا اثر بھی باقی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہوگی حتے کہ عورت پر شوہر کو بدل خلع واپس کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ خلع میں فقط جراحت کا نام لیا ہے۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ زخم سے اچھی ہو گئی ہو اور اگر اس زخم سے مر گئی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک خلع جائز اور تسمیہ باطل ہے اور جب امام اعظم رح کے نزدیک تسمیہ باطل ہوا تو قیاس چاہتا ہے کہ قصاص واجب ہو اور استحسانا شوہر کے مال میں دیت واجب ہو گی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر طلاق بہ لفظ خلع واقع ہوئی تو بائن ہو گی اور اگر بلفظ طلاق ہوئی تو رجعی ہو گی اور صاحبین رح کے نزدیک خلع مفت واقع ہو گا حتے کہ شوہر پر دیت لازم نہ آویگی اور عفو ہو گا پھر طلاق اگر بلفظ خلع واقع ہوئی تو بائن ہو گی اور اگر صریح واقع ہوئی تو بروایت ابوسلیمان میں رجعی ہو گی اور ابو حفص کی روایت کے موافق بائن ہو گی یہ سب اسصورت میں ہے کہ فقط جراحت پر خلع کیا ہو اور اگر جراحت سے اور جو اس سے پیدا ہووے خلع کیا تو سب کے نزدیک وہی ہے جو صاحبین رح کے نزدیک فقط جراحت پر خلع کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ یہ حکم مذکور عمداً زخمی کرنے کی صورت میں ہے اور اگر خطا سے زخمی کرنے کی صورت ہو پس اگر فقط جراحت پر خلع کیا اور عورت اس زخم سے اچھی ہو گئی اور اثر باقی رہا تو خلع جائز اور تسمیہ جائز اور طلاق بائن ہو گی اور اگر اچھی ہو گئی اور اثر بھی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہو گی اور عورت پر مہر واپس کرنا لازم نہیں ہے۔ اور اگر اس زخم سے مر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت کا حکم اور زخم سے اچھے ہو جانے اور اثر نہ باقی رہنے کا حکم یکساں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک خلع جائز اور تسمیہ جائز ہے اور اگر جراحت پر اور جو اس سے پیدا ہو سب پر خلع کیا اور زخم خطا سے ہے اور اس زخم سے مر گئی تو تسمیہ صحیح اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ خلع سے واقع ہوئی یا لفظ طلاق سے اور مددگار برادری کے ذمہ سے یہ دور کیا جاویگا اور تہائی مال سے معتبر ہو گا بشرطیکہ صاحب فراش ہونے کے بعد اسنے خلع کیا ہو یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے۔ اور اگر اسنے خلع کیا حالانکہ غالباً ایسے زخم سے موت آجاتی ہے لیکن اگر تمام بدل خلع تہائی مال کے برابر ہے تو مددگار برادری کیواسطے وصیت ہے اور جائز ہے اور اگر تمام بدل خلع تہائی مال سے باہر نکلتا ہے تو جسقدر تہائی نکلتی ہے اسقدر مددگار برادری سے دور کیا جائیگا اور باقی اس کے وارثوں کو دیگا کلام [illegible]

قرار شدہ مال کو عوض قرار نہ ٹھہرایا

یہ مبسوط سرخسی سے ہے

سے اُسکا اعتبار ہوگا اگر اُسنے صاحب فراش ہونے سے پہلے خلع کیا ہے یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک خواہ غالبًا اُس سے موت آجاتی ہو یا نہ آتی ہو یہی حکم ہے۔ اور جو کچھ ہم نے جراحت پر خلع کرنے مین ذکر کیا ہے وہی ضربہ اور شجہ اور ہاتھ کٹنے اور ضرب یدسے خلع کرنے مین ہے۔ اور جنایت پر اگر خلع کیا تو اسکا حکم وہی ہے جو جراحت سے اور جو اُس سے پیدا ہو دونون سے صلح کرنے کی صورت مین ہے اور ایسا ہی حکم اس صورت مین ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مجروح کیا پھر اسکے ساتھ اس شرط سے صلح کی کہ اسکو ایک طلاق دیگا بشرطیکہ اس سب سے وہ اسکو معاف کر دے تو اسکا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ عورت سے جراحت اور جو اس سے پیدا ہو سب سے صلح کی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی دوسرے کی جورو کو خطا سے زخمی کیا پھر اسکے شوہر نے اس عورت سے اس شرط سے صلح کی کہ اسکو ایک طلاق دیگا بشرطیکہ اس سب کو معاف کر دے پھر وہ عورت اس زخم سے مرگئی تو عفو تہائی مال سے معتبر ہوگا اور طلاق بائن ہوگی اور اگر زخمی کرنا عمدًا ہو تو یہ سب جائز ہے اور طلاق رجعی ہوگی۔ اگر کسی نے اپنی عورت کے دانت مین مارا پھر اُس سے اس جنایت پر بشرط ایک طلاق کے صلح کی تو جائز ہے اور طلاق بائن ہوگی اور اگر وہ دانت سیاہ پڑگیا یا گر گیا یا اسکی وجہ سے دوسرا دانت گر گیا تو اسپر کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدًا قتل کیا پھر مکاتب نے اس سے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے پس اگر ادائے صلح کے بعد آزاد ہوگیا تو صلح گذر چکی اور ادا کرنا ہوگیا اور اگر ادائے بدل الصلح سے پہلے آزاد ہوا لیکن آزاد ہوتے ہی اُس سے بدل الصلح کا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر بعد ادائے بدل الصلح کے عاجز ہوا تو صلح پوری ہوچکی اور ادا بھی ہوچکا اور اگر ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوا تو جبتک آزاد نہو اس سے مطالبہ نکیا جائیگا اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے نے فرمایا کہ اسکے مالک سے فی الحال اُسکے ادا کرنے کا مطالبہ ہوگا کہ یا تو غلام کو دیدے یا اُس کا فدیہ دے اور اگر درمون یا اناج معین یا غیر معین پر صلح واقع ہوئی اور بدون قبضہ کے دونون جدا ہوگئے تو صلح اپنے حال پر رہیگی اور اگر مکاتب کیطرف سے کسی شخص نے کفالت کی اور بدل الصلح دین ہے تو کفالت جائز ہے اور اگر بدل صلح عین ہو مثلًا کوئی غلام یا کپڑا معین ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے پس اگر جس چیز پر صلح واقع ہوئی ہے وہ غلام ہو اور اسکا کوئی کفیل ہوگیا پھر غلام دینے سے پہلے مرگیا تو ولی مقتول کو کفیل سے ضمان قیمت کا اختیار ہے اور اگر چاہے تو غلام کی یہ قیمت مکاتب سے لیوے۔ اور اگر وہ غلام بعینہ قائم ہو تو قبضہ سے پہلے اسکو فروخت کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہے اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدًا قتل کیا اور اسپر اس امر کے گواہ قائم ہوئے اور اُسنے ولی مقتول کے ساتھ کسی قدر مال پر ادعا میعادی صلح کرلی تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے خون کے عوض نقد مال پر ذمہ میعادی ادعا یک کے صلح کی اور قتل کرنا خود مکاتب کے اقرار یا گواہون سے ثابت ہے اور کسی شخص نے بدل الصلح کی کفالت کرلی پھر وہ مکاتب عاجز ہوکر مملوک محض ہوگیا تو ولی مقتول کو مکاتب سے مواخذہ کرنے کا جبتک آزاد نہو اختیار نہین ہے ولیکن کفیل کو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے گرفتار کرسکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدًا قتل کیا اور اسکے دو شخص ولی ہین پھر ایک نے سو درم پر اس سے صلح کرلی اور مکاتب نے اسکو ادا کر دیے پھر عاجز ہوکر مملوک محض ہوگیا پھر دوسرا ولی مقتول آیا تو مولے کو اختیار ہے چاہے نصف غلام قاتل اسکو دیدے یا اسکی نصف دیت ادا کر دے۔ اور اگر عاجز نہوا یا کہ آزاد ہوگیا پھر دوسرا ولی آیا تو اُس کے واسطے مکاتب پر مکاتب کی نصف قیمت کی ڈگری کیجاویگی کہ وہ اُس پر قرضہ ہوگی۔ اور

اگر دونون ولیون مین سے ایک نے خون سے بدون صلح کے معاف کردیا تو مکاتب پر حکم کیا جائیگا کہ دوسرے کیواسطے اپنی آدھی قیمت مین سعی کرے پس اگر دوسرے نے مکاتب سے اسکے عوض کسی شئے معین پر صلح کرلی تو جائز ہے ولیکن جبتک اسپر قبضہ نہ کرے اسمین تصرف نہین کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی شئے غیر معین پر صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگئی اور اگر کسی معین اناج پر اسکی نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز ہے اور یہی حکم عروض کا ہے اور اگر درم یا دینارون پر جو اسکی نصف قیمت سے زیادہ این صلح کی تو جائز نہین ہے یہ صلح بمنزلہ اسکے ہے کہ قرضہ سے اسکی مقدار سے زیادہ پر اسی جنس سے صلح کی حالانکہ یہ ناجائز ہے۔ اور اگر اسکے واسطے کسی شخص نے آدھی قیمت کی کفالت کرلی تو جائز ہے اور اگر کفیل نے اس سے اناج یا کپڑے پر صلح کرلی تو جائز ہے۔ اور کفیل مکاتب سے نصف قیمت لے لیگا۔ اور اگر مکاتب نے اسکو نصف قیمت کے عوض کچھ رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا حالانکہ اس سے آدھی قیمت ادا ہوسکتی تھی تو وہ جسکے عوض رہن تھا اسمین گیا اور اگر اسکی قیمت مین کچھ زیادتی ہو تو زیادتی باطل ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔

تیرھوان باب عطیہ مین صلح کرنے کے بیان مین۔ اگر دفتر مین کوئی عطیہ کسی شخص کے نام لکھا ہوا ہے اور اسمین دوسرے نے اس سے جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے اس سے کسی قدر درمون یا دینارون پر خواہ نقد یا میعادی ادھار صلح قرار دی تو صلح باطل ہے اسیطرح اگر کسی مال عین پر اس سے صلح کی تو بھی باطل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ زید کے نام دیوان مین عطیہ لکھا ہوا ہے وہ دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ دفتر مین ایک کے نام سے لکھی جاوے ۔ اور ۔ یہی اسکو لیوے اور دوسرے کو کچھ عطیہ نہ ملے اور جسکے واسطے عطیہ ہوجائیگا وہ کچھ مال معلوم دیوے تو صلح باطل ہے اور مال صلح واپس کرے اور عطیہ اسی کا ہوگا جسکے واسطے امام وقت نے مقرر کیا ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کوئی عورت مرگئی اور اسکے عطیہ مین دو شخصون نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ عورت مذکورہ ہماری ماں یا بہن تھی پھر دونون نے اس شرط سے صلح قرار دی کہ یہ عطیہ ایک کیواسطے دوسرے کے نام سے لکھا جاوے بشرطیکہ وہ اسپر جعل دیوے تو عطیہ اسی کو ملیگا جسکے نام ہے اور جو اسنے دوسرے کو دیا ہے وہ واپس کریگا۔ اور اسی طرح اگر یون صلح کی کہ وہ ایک کے نام لکھی جاوے بشرطیکہ جو حاصل ہوگا وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو بھی باطل ہے اور وہ عطیہ اسی کو ملے گا جسکے نام ثبت ہے۔ اور اگر عورت کا ایک بیٹا ہو اور اس عورت کے عطیہ پر اسکے بھائی نے نام لکھا دیا پھر اسکے بیٹے نے اس سے جھگڑا کیا اور بھائی نے کسی قدر درم معلومہ پر یا کسی عرض معین پر اس شرط سے صلح کی کہ عطیہ بھائی کو مدیدے تو جسقدر اسنے درم لیے ہین وہ جائز نہین ہین اور جو کچھ عطیہ مین رزق وغیرہ حاصل ہو وہ اسکو ملیگا جسکا نام دفتر مین چڑھا ہوا ہے اسی طرح اگر وہ شخص جسکا نام چڑھایا گیا ہے کوئی اجنبی ہو کہ عورت کے اور اس کے درمیان قرابت نہو تو بھی ایسا ہی ہے۔ اور اگر عورت مرگئی اور اسکا بیٹا ہے پس امام وقت نے اسکے بیٹے کو عطیہ کا وارث اس شرط سے کیا کہ ان وارثون مین میراث کے طور پر سے تقسیم ہووے تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اسنے یہ حکم دیا کہ سب قرعہ ڈالین جس کے نام سے قرعہ برآمد ہو اسی کا نام لکھا جاوے پھر اگر اس شخص نے جس کے نام قرعہ پڑا ہے کچھ جعل سے لیا تو اسکو واپس کرنا چاہیئے اور اگر کسی شخص کو عطیہ مین زیادتی پہونچی اس نے اپنے بیٹے کو دیوان مین داخل کرایا کہ جو کچھ حاصل ہو وہ میرے اس لڑکے اور بھائی کے درمیان برابر تقسیم ہو تو جس کے نام دفتر مین ہو اسی کو ملیگی اور شرط باطل ہے۔ اور اگر کسی شخص نے بجائے اپنے لشکر مین کسی دوسرے شخص کو بھیدیا اور اسکے واسطے کچھ جعل مقرر کردی پھر وہ شخص قایم مقام اس لشکر والا مین گیا اور وہاں انھون نے کچھ فتح

لے

مال غنیمت حاصل کیا تو حصہ اُس قایم مقام کو ملیگا اور جو شخص پیچھے رہگیا تھا اور اُسنے بجاے اپنے اُسکو مقرر کرکے بھیجا تھا اُسکو اُسکے جعل کو جو اُسنے دیا ہے واپس کردے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اجرت پر یعنے درمون معینہ پر چند ماہ کیواسطے مزدور کیا کہ میری طرف سے اس لشکر جہاد مین جاوے تو یہ جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے

چودھوان باب۔ غیر کیطرف سے صلح کرنے کے بیان مین۔ درمیانی کا صلح کرنا اسوقت درست ہے کہ جب وہ آزاد بالغ ہو پس غلام ماذون اور نابالغ کی صلح جائز نہین ہے یعنی درمیانی بنکر غیر کیطرف سے صلح کر دینا جائز نہین ہے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر حق کا دعوے کیا اور اجنبی نے مدعی سے صلح کی پس اگر مدعی نے دین کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اجنبی نے مدعی سے کہا کہ فلان شخص سے اپنے دعوے سے ہزار درم پر صلح کرلے اُسنے کہا کہ میں نے صلح کی تو موقوف رہیگی اگر مدعا علیہ نے اجازت دیدی تو جائز ہے اور بدل لازم آویگا اور اگر رد کردی تو باطل ہوگئی اور اجنبی درمیان سے نکل جاویگا۔ اور اگر مدعی سے یون کہا کہ مین نے تجھ سے تیرے دعوے سے جو فلان شخص پر کیا ہے ہزار درم پر صلح کرلی تو بعض مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ یہ اور پہلی صورت یکسان ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے صلح کرلے اپنے دعوی سے جو فلان شخص پر کیا ہے ہزار درم پر۔ اور اگر یون کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کرلے یا فلان شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کرلے یا فلان شخص سے ہزار درم پر صلح کرلے بشرطیکہ مین ضامن ہون تو ان تینون صورتون مین صلح کا نفاذ اجنبی پر ہوگا اور مال اُسی پر لازم آویگا اور مدعا علیہ سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مدعا علیہ منکر ہوا اور درمیانی نے بدون اُس کے حکم کے صلح کرلی اور اگر وہ منکر ہو مگر درمیانی نے اُسکے حکم سے صلح کی پس اگر وکیل نے مدعی سے کہا کہ فلان شخص سے اپنے دعوی سے ہزار درم پر صلح کرلے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مال مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور درمیانی درمیان سے نکلجاویگا۔ اور اگر درمیانی مامور نے مدعی سے یون کہا کہ مین نے تجھ سے ہزار درم پر صلح کرلی تو اسمین جسطرح ہمنے بیان کیا ہے ویسا ہی مشائخ کا اختلاف ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ مجھ سے صلح کرلے تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی ولیکن بدل صلح دینے کیواسطے مصالح پکڑا جائیگا اور اگر یون کہا کہ فلان شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کرلے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کرلے کہ مین ضامن ہون تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مدعی کو خیار ہے چاہے بحکم عقد مدعا علیہ سے بدل کا مطالبہ کرے اور چاہے بحکم کفالت مصالح سے مطالبہ کرے اور یہ سب اسصورت مین ہے کہ مدعا علیہ منکر ہو پس اگر قرضہ کا مقر ہو اور اجنبی نے اسکے بلا حکم صلح کرلی پس اگر اجنبی نے کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم پر صلح کرلے تو صلح مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے صلح کی تو مشائخ نے جیسا ہمنے ذکر کیا ہے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کرلے تو یہ صلح اجنبی پر نافذ ہوگی اور مال اُسی کے ذمہ لازم ہوا اور مدعا علیہ سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ فلان شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کرلے تو بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے صلح کرلے یعنے صلح اُسی پر نافذ ہوگی اور مال اُسی کو لازم ہوگا اور مدعا علیہ سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ فلان شخص سے صلح کرلے اس شرط سے کہ مین ضامن ہون تو یہ مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مدعا علیہ قرضہ کا مقر ہوا اور اجنبی نے بدون اسکے حکم کے صلح کی ہو۔ اور اگر اُسنے اجنبی کو صلح کرنیکا حکم کیا ہو پس اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص سے صلح کرلے

تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور اسی پر مال واجب ہوگا اور اگر یون کہا کہ مجھ سے صلح کر لے تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی مگر اجنبی سے مال کا مطالبہ ہوگا پھر وہ مدعا علیہ سے واپس لیگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم پر میرے مال سے صلح کر لے یا ہزار درم پر صلح کر لے بشرطیکہ مین اُسکا ضامن ہون تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مال اجنبی پر بحکم کفالت واجب ہوگا نہ بحکم عقد حتے کہ قبل ادا کرنے کے موکل سے نہیں لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ مین نے تجھ سے صلح کی تو عقد صلح اُسی کو لازم ہوگا جیسا کہ مجھ سے صلح کر لے کے کہنے کی صورت مین تھا یہ بعض کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ صلح اُسکے ذمہ لازم نہوگی جیسا کہ فلان شخص سے صلح کر لے کہنے کی صورت مین تھا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مال دعوے دین ہو اور اگر عین ہو پس اگر مدعا علیہ منکر ہو اور اجنبی اُسکے حکم سے یا بلا حکم صلح کرے تو اُسکا حکم وہی ہے جو دین کی صورت مین اُسکے حکم سے یا بلا حکم صلح کرنے کا تھا اور اگر مدعا علیہ مقر ہو پس اگر اجنبی نے بدون اُسکے حکم کے صلح کی پس اگر یون کہا کہ فلان شخص سے صلح کر لے تو مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی اور یہ صلح اجنبی پر نافذ نہوگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھ سے صلح کی تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے جیسا ہمنے سابق مین بیان کیا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ مجھ سے صلح کر لے یا فلان شخص سے صلح کر لے میرے مال سے ہزار درم پر یا میرے ان ہزار درمون پر تو یہ صلح اُسی پر نافذ ہوگی اور مال عین اُسی کا ہوگا۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کر لے کہ مین ضامن ہون تو یہ صلح اجازت مدعا علیہ پر موقوف ہے اگر اسنے اجازت دیدی تو یہ شخص کفیل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر صلح مدعا علیہ کے حکم سے ہو تو اسطور سے کہنے مین کہ فلان شخص سے صلح کر لے صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور یہ شخص مامور درمیان سے نکل جائیگا۔ اور اس کہنے مین کہ مین نے تجھ سے صلح کر لی مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اس کہنے مین کہ مین نے تجھسے صلح کی یا فلان شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی حتے کہ اُسی سے بدل کا مطالبہ کیا جائیگا۔ اور اگر یون کہا کہ تو فلان شخص سے صلح کر لے بشرطیکہ مین ضامن ہون تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور گویا عقد صلح مدعی و مدعا علیہ کے درمیان جاری ہوا اور اجنبی پر کفالت کیوجہ سے ضمان لازم آویگی عقد کیوجہ سے لازم نہ آویگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مصالح نے مدعی سے سو درمون پر صلح کر لی پھر کہا کہ مین یہ درم نہین ادا کرونگا پس اگر عقد صلح کو اپنی طرف یا اپنے مال کی طرف نسبت کر چکا ہے یا بدل الصلح کا ضامن ہو چکا ہے تو اُسپر ادا کیواسطے جبر کیا جاویگا اور اگر اسمین سے کوئی بات نہو تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کیطرف کچھ دعوی کیا اور بدون حکم مدعا علیہ کے ایک شخص اجنبی نے مدعی سے صلح کر لی اور سو درم بدل صلح ٹھہرائے پھر مدعی نے وہ دراہم زیوف پائے یا کسی عرض پر صلح واقع ہوئی اور مدعی نے اُسمین عیب پا کر واپس کیا تو مصالح پر کچھ لازم نہین ہے اور مدعی اپنے دعوے پر باقی رہے گا یہ محیط مین ہے اگر کسی خاص غلام پر اُس سے صلح کی اور اُسمین استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد یا مدبر یا مکاتب نکلا تو اپنے دعوے کی طرف عود کریگا اور صلح کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اُس نے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کی اور ضامن ہو گیا اور دیدیے پھر وہ استحقاق مین لیے گئے یا زیوف یا ستوق نکلے تو مدعی کو اُس شخص سے لینے کا اختیار ہے جسنے صلح کی ہے نہ مدعا علیہ سے چنانچہ اگر یہ صلح مدعا علیہ کے ساتھ واقع ہوئی ہو تو جس سے صلح کرے اُسی سے لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو شخص مین سے ایک پھر مدعی نے دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے صلح کر لی پھر استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی تو صلح کرنے والے کو

اختیار ہے کہ بدل الصلح واپس کرے خواہ مصالح درمیانی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر مدعی نے فضولی کے ساتھ کسیقدر مال معلوم پر اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ مال جسمین دعوی ہوا ہے درمیانی کو ملے مدعا علیہ کو نہ ملے حالانکہ مدعا علیہ دعوی مدعی سے منکر ہے تو صلح جائز ہے خواہ درمیانی نے صلح کو اپنے مال کیطرف منسوب کیا یا نہ کیا ہو خواہ ضامن ہوا ہو یا نہوا ہو۔ پھر جب یہ صلح جائز رہی تو مصالح کو اختیار ہے کہ مدعی سے اس شئے مدعا بہ کے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے پس اگر اس سے سپرد کرنا ممکن ہوا مثلاً گواہ قایم کیے یا مدعا علیہ نے اقرار کیا تو اسکے سپرد کر دیگا اور اگر ممکن نہوا تو مصالح کو صلح فسخ کر کے اپنا بدل صلح واپس لینے کا اختیار ہے۔ پس اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ خصومت کرنی چاہی اور اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ شئے مدعا بہ اس مصالح کی ملک ہے جسنے اس سے خریدی ہے یا مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تا کہ وہ نکول کرے حالانکہ مدعا علیہ منکر ہے تو مدعی کی خصومت اسکے ساتھ صحیح نہ ہے پس اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شئے مدعی کی ہے تو اس کے قبضہ سے لیکر درمیانی کے سپرد کر دیگا اور اگر درمیانی نے مدعا علیہ سے خصومت کرنی چاہی پس اگر وہ منکر ہو تو خصومت صحیح نہ ہے اور اگر اس نے مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کیا تو درمیانی کی خصومت اسکے ساتھ مسموع نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مدعی نے درمیانی سے اسطور سے صلح کی کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ہو بشرطیکہ مدعی اسکو اس مدعا بہ یعنی دعوے سے بری کر دے اور درمیانی نے صلح کو اپنے مال کیطرف منسوب کیا یا بدل صلح کا ضامن ہو گیا تو جائز ہے اور وہ شئے مدعا علیہ کی ہو گی خواہ مدعا علیہ منکر ہو یا مقر رہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اجنبی نے مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کر لی کہ وہ دار مدعی کے ہاتھ میں اسقدر مال صلح کے عوض سپرد کر دے تو جائز ہے ایسے ہی اس شرط سے کہ وہ دار مدعی کیواسطے اتنے کو خرید کیو جسے ہو جاوے تو بھی جائز ہے اور اگر درمیانی صلح کیواسطے مامور ہوا اور اسنے ضمانت کیے بدل صلح ادا کر دیا تو صحیح ہے کہ مدعی سے واپس لیگا یہ تاتار خانیہ میں ہے۔ ایک شخص پر ایک کر گیہوں قرض کا دعوی کیا اور اسنے انکار کیا اور ایک درمیانی نے اس سے دس درم کے عوض خرید کی شرط پر صلح کی اور درم دیدیے تو صلح باطل ہے اور اگر خرید نہ کیا بلکہ دس درم پر صلح کر کے اس کو دیدیے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے وکیل خصومت نے اگر صلح کر لی تو صحیح نہیں ہے بخلاف مامور کے یعنے صلح کیواسطے مامور ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ اس دار کے دعوے سے یا اس دار کے دعوے سے صلح کرے پس جس سے وکیل نے صلح کر لی جائز ہے اسی طرح اگر فلان پر دین کے دعوی یا فلان دوسرے پر دین کے دعوی سے صلح کرنے کا وکیل کیا اور اسنے دونوں میں سے کسی سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے تجھے اس دار کے دعوے میں خصومت کرنیکا یا اس دعوی سے صلح کرنیکا وکیل کیا تو توکیل صحیح ہے حتے کہ اگر قبل خصومت کے اسنے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اس دار کے دعوے میں خصومت کی پھر چاہا کہ صلح کرے تو اسکی صلح جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس غلام کے فروخت کرنے کا یا فلان شخص پر دعوے سے صلح کرنے کا وکیل کیا تو توکیل صحیح ہے اور دونوں کاموں میں سے جس ایک کام کو اسنے اختیار کیا جائز ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک میں شروع کرنے کے بعد دوسرے میں ہاتھ لگاوے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو ایک دار کے دعوے سے صلح کرنے کیواسطے وکیل کیا اسنے قابض سے سو درم پر صلح کی اور صلح کو اپنے موکل کی طرف منسوب نہ کیا اور نہ تسمیہ کیا تو استحساناً جائز ہے کذا فی محیط السرخسی۔

پندرھواں باب وارثوں و وصی و میراث و وصیت میں صلح کرنے کے بیان میں۔ اگر ترکہ وارثوں میں مشترک ہو

پھر بعوض اس کے دیا ہے کو کچھ مال دیکر صلح کر کے خارج کیا حالانکہ ترکہ عقار یا عروض ہے تو صحیح ہے خواہ جو کچھ دیا ہے وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور اگر ترکہ سونا ہو اور چاندی دی یا چاندی ہو اور سونا دیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ بیع بخلاف جنس بیع ہے پس مساوات شرط نہ ہوگی ولیکن مجلس میں باہم قبضہ شرط ہو گا پس اگر وہ شخص جس کے ہاتھ میں ترکہ ہے اس شخص کے حصہ سے منکر ہو تو اسی قبضہ پر اکتفا کیا جائیگا اور اگر مقر ہو مصالح کے حصہ سے مانع نہ ہو تو جدید قبضہ ہونا چاہیے یعنی قابض جس جگہ مال لئے موجود ہے وہاں جاوے اور اتنا وقت گذرے کہ اسپر قبضہ کر لینا اتنے عرصہ میں ممکن ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں درم و عروض ہوں اور درموں پر صلح واقع ہوئی پس اگر جسقدر دراہم اپنے صلح میں لیے ہیں وہ اس کے حصہ ترکہ کے درموں سے زائد ہوں تو صلح جائز ہے اور درموں کے ترکہ کے برابر درم صلح مقابل کر دیے جاوینگے اور باقی درم صلح کے بمقابلہ عروض کے رکھے جاوینگے اور دونوں بدلوں پر مجلس صلح میں قبضہ ہونا شرط ہے بشرطیکہ باقی وارث اس صلح کرنے والے کے حصہ کے مقر ہوں اور مانع نہ ہوں اور اگر منکر ہوں یا مقر ہوں مگر مانع ہوں تو مصالح کے حصہ پر مجلس میں قبضہ ہونا شرط نہیں ہے۔ اور اگر بدل اسکے حصہ دراہم کے مثل ہو تو صلح جائز نہیں ہے ایسے ہی اگر کم ہوں تو بھی نہیں جائز ہے اور حاکم ابو الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدل صلح اگر اسکے حصہ دراہم کے مثل یا کم ہو تو صلح صرف اسوقت باطل ہوگی کہ جب باہم اقرار و تصادق ہو اور اگر انکار ہو تو صلح جائز ہے۔ اور اگر ترکہ کے درموں سے اس کے حصہ کی مقدار معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر عروض یا دیناروں پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے اگرچہ بدل کم ہو۔ اور اگر ترکہ میں عروض و دینار ہوں اور صلح دیناروں پر واقع ہوئی تو اسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو ہمنے درموں کی صورت میں بیان کی ہے اور اگر درموں پر صلح واقع ہوئی تو ہر حال میں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں سونا و چاندی اور دوسری چیز بھی ہو اور صلح چاندی یا سونے پر واقع ہوئی تو ضرور ہے کہ بدل صلح اسکے حصہ سے جو سونے و چاندی میں ہے زائد ہو اور مقدار کا جو سونے و چاندی کے حصہ کے مقابل ہے باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر بدل صلح عروض ہو تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ اسمیں ربوٰ یعنی سود کا خوف نہیں ہے اور اگر ترکہ میں درم و دینار ہوں اور بدل صلح میں بھی درم و دینار ہوں تو ہر طرح صلح جائز ہے ولیکن باہمی قبضہ شرط ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر صرف عروض و عقار کے حصہ سے صلح کی یا سوائے بعض اعیان کے بعض سے صلح کی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں دین نہو یعنی درم و دینار دین نہوں اور اعیان ترکہ غیر معلوم ہوں تو کیلی و وزنی چیز پر صلح کرنے کو بعضوں نے جائز کہا اور بعضوں نے ناجائز کہا ہے۔ اور اگر ترکہ کیلی و وزنی نہو ولیکن اعیان غیر معلوم ہوں تو اصح یہ ہے کہ ایسی صلح جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے اسکے آٹھویں حصہ میراث اور مہر سے صلح کی گئی اور وارث لوگ اسکے نکاح کے مقر ہیں پس اگر ترکہ میں لوگوں پر دین ہو اور سب سے صلح اس شرط سے کیگئی کہ عورت کا حصہ دین وارثوں کا ہو یا صرف اسکے ترکہ سے صلح کی گئی اور زیادہ کچھ صلح میں بیان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی۔ پس اگر وارثوں نے چاہا کہ اس شرط سے صلح ہو کہ عورت کا حصہ دین اس کے وارثوں کا ہو جاوے تو اسکی صورت یہ ہے کہ عورت کسی وارث سے کوئی مال عین بعوض اپنے حصہ دین کی مقدار کے خریدے پھر وارث کو میت کے قرضدار پر اتنا حصہ دین اتار دے پھر باہم صلح قرار دیدیں بدون اس کے کہ یہ امر صلح کے درمیان شرط کریں تو صلح جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر وارثوں نے عورت سے اس شرط سے صلح کی کہ عورت قرضدار سے قرضہ لے اور باقی مالوں میں اپنا حصہ چھوڑ دے تو باطل ہے

اور اگر صلح مین قرضہ کو داخل نہ کیا تو باقی ترکہ سے صلح جائز ہے اور قرضہ انہین باہم مشترک بموجب فرائض کے قرضدار پر باقی رہیگا یہ محیط مین ہے اگر عورت نے اپنے آٹھوین حصہ میراث اور مہر سے کسیقدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی اور ترکہ مین کچھ دین یا نقد ظاہر نہ تھا حتی کہ صلح جائز ہو گئی پھر میت کا کوئی قرضہ ظاہر ہوا جسکو وارث نہین جانتے تھے یا ترکہ مین کوئی مال معلوم ہوا جسکو وارث نہین جانتے تھے تو اس دین وعین کی صلح مین داخل ہونے مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ داخل نہوگا بلکہ تمام وارثون مین بحساب اُنکے حصہ میراث کے تقسیم ہوگا اور بعضون نے کہا کہ داخل ہوگا اور اس قول کے موافق اگر میت کا قرضہ ظاہر ہو تو صلح فاسد نہ ہو جاویگی گویا یہ دین وقت صلح کے ظاہر ہوا ہے اور جس کے قول کے موافق داخل نہوگا تو یہ دین وعین وارثون مین تقسیم ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر میت پر قرضہ ہو پھر عورت سے اُسکے آٹھوین حصہ سے کسی چیز پر صلح قرار دی تو جائز نہین ہے کیونکہ ترکہ مین قرضہ ہونا اگرچہ قلیل ہو تصرف کا مانع ہوتا ہے پس اگر وارثون نے اسکا جائز ہونا چاہا تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وارث میت کے قرضہ کا ضامن ہو جاوے بشرطیکہ ترکہ مین سے واپس نہ لیگا یا کوئی اجنبی بشرط برارت میت کے ضامن ہو جاوے یا میت کا قرضہ وارث لوگ کسی دوسرے مال سے ادا کر دین پھر باہم اُس عورت کے آٹھوین حصہ و مہر سے صلح کرین جسطرح بیان ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر وارث نے قرضہ میت کی ضمان نہ کی ولیکن کوئی مال جسمین میت کے قرضہ کی ادا ہو سکتی ہے جدا کیا پھر باقی مال مین اُس عورت نے جسطرح بیان کیا ہے صلح کی تو جائز ہے پس اگر میت کے قرضخواہ نے وارثون کے تقسیم کر لینے اور صلح کر لینے کی اجازت اپنے حق وصول پانے سے پہلے دیدی تو اسکو اختیار رہے کہ اُس سے رجوع کرلے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کی میراث سے کسی معلوم مال پر صلح کر لی پھر میت پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا تو عورت کے ذمہ بھی بقدر اُسکے حصہ ترکہ کے لازم آویگا اور وہ بدل صلح مین سے لیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر کوئی عورت مر گئی اور خاوند و بھائی چھوڑا اور بھائی نے اسکی تمام میراث سے شوہر سے کسی قدر درہم معلومہ پر اور ایک متاع پر اُس عورت کے متاعون مین سے صلح کر لی اور اس سب کو بیان کر لیا پھر دونون نے باہم اختلاف کیا پس اگر اصل صلح مین اسقدر اختلاف کیا کہ واقع ہوئی ہے یا نہین تو منکر صلح سے قسم لیجاویگی اور اگر صلح و بدل صلح پر اتفاق کیا اور مصالح نے دعوے کیا کہ اس نے بدل صلح پر میرے قبضہ کرنے کے بعد مجھ سے غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو اسی دوسرے کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور باہم دونون سے قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر بدل صلح کی جنس یا مقدار مین اختلاف کیا تو دونون سے باہم قسم لیجاویگی اور صلح رد کر لینگے اور اگر دونون نے بدل کی صفت مین اختلاف کیا پس اگر صفت عین مین ہو تو منکر کا قول قبول اور باہمی قسم نہ لیجائیگی اور اگر صفت ذمہ مین ہو تو باہم قسم کھاوین اور صلح رد کر لینگے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو وہ گواہ قبول ہونگے جو زیادتی کے مثبت ہون اور اگر شوہر نے کہا کہ مین نے تجھ سے اس متاع پر صلح کی تھی ولیکن تو نے اُسمین تغیر کر دیا اور قطع کر دی اور بھائی نے کہا کہ مین نے ایسا نہین کیا ہے تو قسم سے بھائی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے ایک وارث غائب ہے اور باقی وارثون نے میت کی جورو سے اس شرط سے صلح کر لی کہ اُسکا حصہ وارثان حاضر کو ملے تو جائز ہے اور اگر بعض ترکہ پر اس شرط سے صلح کی کہ کل ترکہ شرکت مین رہے تو غائب کی اجازت اور حکم قاضی پر صلح موقوف رہیگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے زید و عمرو دو بیٹے چھوڑے اور میت پر قرضہ ہے اور میت کی زمین اور قرضہ تھا دوسرون پر پھر زید نے عمرو سے کسیقدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کر لی کہ زمین زید کو ملے اور وہ دراہم جو باپ کے دوسرون پر قرض ہین وہ [illegible]

دونون مین مشترک رہین اور جو قرضہ باپ پر ہے اُسکا زید ضامن ہو اور وہ اسقدر درہم ہین تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے امالی مین
روایت ہے کہ یہ صلح جائز ہے اور اگر میت پر جو قرضہ ہے اسکو بیان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان - ایک وارث پر
قرضخواہ نے ترکہ مین قرضہ کا دعوی کیا اور وارث نے انکار کیا پھر ترکہ مین سے کسیقدر مال پر صلح کی اور ضامن ہوا کہ اگر باقی وارث
تیری صلح کو جائز نہ رکھینگے اور جو مال تو نے ترکہ مین سے صلح مین دیا ہے اُسکو طلب کرینگے تو مین ضامن ہون تو یہ ضمان صحیح ہے
یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص مر گیا اور اُسنے زید و عمرو دو بیٹے چھوڑے پھر ایک شخص نے میت پر سو درم قرضہ کا دعوی
کیا اور زید ایک بیٹے نے اقرار کر لیا اور کہا کہ آدھا ن سے مین بقدر اپنے حصہ کے یعنے پچاس درم تجھے دیتا ہون بشرطیکہ تو مجھے
باقی قرضہ کے واسطے گرفتار نکرے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ یہ باطل ہے - قرضخواہ کو باقی قرضہ کے واسطے گرفتار کرنیکا اختیار
ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ زید کو نہ پکڑیگا بلکہ عمرو سے باقی قرضہ وصول کر لیگا لیکن اگر وہ قرضہ عمرو سے وصول نہ ہوا
تو وب گیا یا اسنے انکار کیا تو مقر سے باقی وصول کر لیگا اور یہی طرح اگر عمرو غائب ہو تو قرضخواہ کو اختیار ہے کہ حاضر کو تمام قرضہ کیواسطے
پکڑے اور صلح باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر دار تمام وارثون مین مشترک ہو اور سب کے قبضہ مین ہو اور ایک شخص نے اپنے
حق کا دعوی کیا اور بعضے وارث غائب ہین اور بعضے حاضر ہین اور حاضر نے اس مدعی سے انکار سے صلح کی پس اگر یہ صلح مدعی کے
تمام دعوی سے واقع ہوئی جو کچھ اس مصالح کے قبضہ مین ہے اور جسقدر شریکون کے قبضہ مین ہے سب سے یہ صلح جائز ہے اور مصالح
اور اُسکے شریک دعوی سے بری ہو گئے اور مصالح اپنے شریکون سے کچھ نہین لے سکتا ہے - اور اگر اسنے صرف اپنے مقبوضہ
سے صلح کی تو بھی صلح جائز ہے اور مدعی کو اسکے شریکون کے مقبوضہ مین دعوی کا اختیار باقی رہا - اور اگر بعد اقرار کے مصالح
نے صلح کی اسطور سے کہ حاضر نے مدعی کے تمام دعوی کا اقرار کیا ہے پھر اُس سے صلح کی پس اگر اُستے اپنے اور اپنے ساتھیون
کے تمام مقبوضہ سے صلح کی تو صلح جائز ہے اور مصالح مشتری ہے اپنے زعم مین اپنے مقبوضہ اور اپنے شریکون کا مقبوضہ
خریدنیوالا ہے پس اگر اُسکو اپنے شریکون کے مقبوضہ پر ملکیت کا مقبوضہ ممکن ہوا مثلاً اُسکے شریکون نے تصدیق کی کہ یہ مقبوضہ
مدعی کا ہے تو لے لیگا اور اسکو اختیار نہوگا اور اگر اسکے شریکون نے حق مدعی سے انکار کیا تو مصالح مشتری کو اختیار ہے
چاہے صلح فسخ کر کے تمام بدل صلح واپس کرے یا یہان تک انتظار کرے کہ کسی حجت شرعی سے باقی وارثون کا مقبوضہ لے
سکے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا ہے - اور شمس الائمہ سرخسی نے اسصورت مین یون ذکر کیا ہے کہ مصالح مدعی سے
شریکون کے حصے جو اُسکے سپرد نہین ہوئے ہین بقدر اُنکے حصہ کے واپس لیگا اور اپنے حصہ کے عوض نہ لیگا ایسا ہی اگر حاضر
نے مدعی سے اس شرط سے صلح کی کہ میراحق مدعی کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر نے مدعی سے فقط اپنے مقبوضہ سے صلح کی تو اُسکا
مقبوضہ اُسکے سپرد کیا جائیگا زیادہ نہ دیا جائیگا اور اُسکو اختیار نہوگا یہ محیط مین ہے - بعض وارثون پر میت کے قرضہ کا دعوی
کیا پس وارث نے صلح کر لی حالانکہ بعض وارث غائب ہے پھر وہ غائب آیا اور اُسنے صلح کی اجازت نہ دی پس اگر مدعی نے
اپنا دعوی گواہی سے ثابت کر دیا اور اس وارث نے بدل صلح کو ترکہ سے بحکم قاضی ادا کیا تو صلح صحیح ہے اور اگر مصالح نے اپنے
مال سے بحکم قاضی ادا کیا ہے تو اسکو اختیار ہوگا کہ باقی وارثون سے اپنا مال موافق حصہ کے لیوے اور اگر اُسنے ترکہ مین
سے بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب کو اختیار ہے کہ صلح کی اجازت نہ دے اور بقدر اپنے حصہ کے واپس کرے اور اگر اپنے مال سے
بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - اگر دو شخصون نے ایک شخص کے قبضہ کو زمین
پر دعوی کیا وقتہ دونون نے کہا کہ یہ میراث ہے ہم نے اپنے باپ سے پائی ہے اور قابض نے انکار کیا پھر ایک مدعی نے اس

دعوے سے اپنے حصہ سے سو درم پر صلح کر لی اور اُسکے شریک نے چاہا کہ اس سو درم مین اُسکا شریک ہو جاوے تو اُس کو یہ اختیار نہین ہے۔ اور اگر ایک نے تمام دعوے سے سو درم پر صلح کی اور ضامن ہوا کہ اپنے بھائی کے حصہ کو بھی مدعا علیہ کے سپرد کر دیگا تو اُس کے بھائی کو اختیار ہے چاہے اپنے حصہ کو سپرد کر کے آدھا بدل صلح یعنی پچاس درم لے لے اور اگر چاہے تو سپرد نہ کرے پس اگر اُسنے سپرد کیا تو کل کی صلح جائز ہو جائیگی اور بدل صلح دونون مین برابر تقسیم ہو گا۔ اور اگر سپرد نہ کیا تو صرف اُسی کے حصہ کی باطل ہو جاویگی اور اُس کے حصہ مین مدعی کو اپنے دعوے کرنے کا اختیار ہے اور مصالح کو آدھا بدل یعنی پچاس درم سپرد کر دیگا۔ اور آیا مدعا علیہ کو مصالح کی صلح باقی رکھنے یا فسخ کرنیکا اختیار ہے یا نہین ہے پس جاننا چاہیے کہ زیادات مین اسکے مشابہ ایک مسئلہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے ایک نے تمام غلام کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا اور ضامن ہوا کہ شریک کا حصہ بھی سپرد کر دیگا پھر اُسکے شریک نے اپنا حصہ سپرد نہ کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے بائع کے حصہ کی بیع تمام کر دے یا فسخ کر دے یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اسکو خیار نہو گا۔ اور غلام و دار مین کچھ فرق نہین ہے۔ پس جب غلام مین اختلاف ہوا تو دار مین بھی ایسا ہی اختلاف ہونا چاہیے یہ محیط مین ہے۔ اگر بالغ وارث نے وصی کی جانب درم و دینار و دقیق و متاع کی قسم سے کسی میراث کا دعوے کیا اور وصی نے انکار کیا پھر اس سب دعوی سے کسی غلام یا کپڑے معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہے اسیطرح اگر وصی نے کہا کہ مین اپنے قسم کے فدیہ مین سب تجھے یہ دیتا ہون تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دو وارثون نے اپنے وصی کیطرف کسی عین یا دین کا دعوے کیا پھر وصی نے بدون اقرار کے دونون مین سے ایک سے صلح کر لی پھر دوسرے نے چاہا کہ وصی سے اپنا حصہ لے تو اسکو یہ اختیار نہو گا اور اگر اُسنے چاہا کہ اپنے بھائی مصالح کے ساتھ اُس کے مقبوضہ مین شریک ہو جاوے پس اگر مال دعوی وصی کے ہاتھ مین قائم ہو تو بھائی کے مقبوضہ مین اُسکا شریک نہین ہو سکتا ہے اور اگر وصی کے پاس تلف ہو گیا ہو حتے کہ اُسپر دین ہو کر واجب ہوا اور دونون مین مشترک ہوا اور غیر مصالح نے مصالح کے ساتھ شریک ہونا چاہا تو اسکو شرکت کا اختیار ہو گا ولیکن اگر بدل صلح عروض مین سے ہو تو مصالح کو خیار ہو گا اور اگر بدل صلح درم ہون اور قرضہ کے مثلاً سو درم ہون اور صلح پچاس درم پر واقع ہوئی تو مصالح کو خیار نہو گا بلکہ اسکو چوتھائی قرضہ یعنے پچیس درم دیگا۔ پس اگر وارث بالغ و نابالغ ہون اور وصی نے بالغون کے دعوے سے اور نابالغون کے دعوے سے سب سے کسیقدر درمون معلوم پر صلح کر لی اور بالغون نے اُسپر قبضہ کر لیا اور نابالغون کا حصہ جو کچھ اُنہین سے ہوتا ہے وہ اُن پر خرچ کیا تو یہ صلح نابالغون پر جائز نہو گی اور نابالغونکو اختیار ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے وصی سے پھر لیوین ولیکن یہ مذکور نہین ہے کہ بدل صلح مین بقدر اپنے حصہ کے لینگے یا اصل دعوی مین سے بقدر اپنے حصہ کے لیوینگے اور اُس کا حکم یہ تفصیل ہے یعنے اگر نابالغون نے بالغ ہو کر اس صلح کی اجازت دی تو بدل صلح سے بقدر اپنے حصہ کے لینگے اگر چاہین اور وصی کو اختیار ہو گا کہ بالغون سے بقدر اُن کے حصہ کے واپس کرے اور بالغون کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ نابالغون سے کچھ واپس لیوین اگرچہ انھین نے اسکو انھین پر خرچ کیا ہے۔ اور اگر بالغ ہو کر انھون نے صلح کو رد کر دیا تو بقدر حصہ دعوے کے رجوع کرینگے اور وصی کو اختیار ہو گا کہ جسقدر نابالغون کا حصہ اُسنے بالغون کو دیا ہے وہ واپس کرے اور بالغ وارث نابالغون سے کچھ بھی واپس نہین لے سکتے ہین اگرچہ انھین پر اسکو صرف کر دیا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ہزار درم چھوڑے اور دو شخصون کے ہر ایک میت پر ہزار درم ہین پھر ایک قرضخواہ آیا اُسنے وارث سے پانچسو درم ترکہ

پر صلح کر لی اور لے لیے پھر دوسرا آیا تو وہ وارث سے باقی پانچ سو درم ترکہ سے لیگا اور پہلے صلح کرنے والے سے پانچ سو درم کا نصف لے لیگا پس پہلے کو ہزار کی چوتھائی اور دوسرے کو ہزار کی تین چوتھائی ملیگی۔ اور اگر پہلا قرضخواہ آیا اور قاضی نے اُسکے واسطے پانچ سو درم کا حکم کیا پھر دوسرا آیا تو اسکو سواے باقی پانچ سو درم کے جو وارث کے پاس ہین اور کچھ نہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے واسطے ایک غلام یا دار کی وصیت کی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور ان دونون وارثون نے موصی لہ سے غلام کے عوض سو درم پر صلح کر لی پس اگر صلح کے سو درم مال میراث مین سے ہون تو غلام دونون مین تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر یہ سو درم انھین دونون کا ذاتی مال ہو میراث نہو تو غلام دونون کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ یہ دونون کیطرف سے مساوی معاوضہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر وصی نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم ہین اور میت کے دو بیٹے موجود ہین پس ایک نے اپنے حصہ سے چارسو درم مال وصی پر صلح کر لی تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح اگر ہزار درم کے ساتھ کوئی متاع ہو تو بھی صلح اسطور سے جائز نہین ہے اور اگر وصی نے اُسکو تلف کر دیا ہو تو چارسو پر صلح جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص زید مر گیا اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کر گیا اور بالغ و نابالغ وارث چھوڑے پس بعض وارثون نے موصی لہ سے کسیقدر درمون معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ موصی لہ کا حق اس وارث کو ملے تو یہ صورت صلح کی اور دوسری صورت یعنی بعضے وارث کا بعضے وارث سے اسطور سے صلح کر لینا یکسان ہے پس اگر ترکہ مین قرضہ نہو اور نہ کوئی شے نقود مین سے ہو تو ایسی صلح جائز ہے اور اگر ترکہ مین میت کا کسی پر قرضہ ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ترکہ مین نقود مین سے ہو پس اگر اس نقد کا تہائی مثل بدل صلح کے یا زیادہ ہو تو صلح جائز نہوگی اور اگر کم ہو تو جائز ہے بشرطیکہ موصی لہ قبل افتراق کے بدل صلح پر قبضہ کر لے اور اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو نقد کی صلح باطل ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر میراث چار آدمیون مین مشترک ہو دو وارث نابالغ ہون اور دو بالغ ہون اور اُسکا ایک وصی ہے اور میت نے کسی کے حق مین کچھ وصیت کی ہے وہ بھی موصی لہ موجود ہے پھر سب نے جمع ہو کر باہم اسطور سے صلح کر لی کہ اُس سب مال کو متقوم کر کے ایک وارث بالغ کو کچھ زیور معین اور کپڑے دیے اور دوسرے بالغ وارث کو معین زیور اور متاع و رقیق دیے اسی طرح دونون نابالغون اور موصی لہ کو زیور اور کوئی چیز حصہ رسد تقسیم کر دی تو جائز ہے ولیکن زیور جو بمقابلہ زیور آئے گا وہ بیع صرف کے شرائط سے اعتبار کیا جائیگا اور بمقابلہ متاع و عروض مین بیع کا اعتبار ہے پس اگر دونون قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو زیور کے حصہ مین صلح باطل ہوگی حصہ متاع مین باطل نہ ہوگی اور حصہ زیور مین صلح فاسد ہونے کی وجہ سے حصہ متاع مین فساد آجانا ضرور نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر وارثون نے موصی کے مرنے سے پہلے وصیت سے صلح کر لی تو جائز نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ باپ اگر غلام یا مکاتب ہو اور لڑکا آزاد ہو تو باپ کی صلح کی ہوئی اسپر جائز نہوگی ایسے ہی کافر باپ کی صلح کی ہوئی بیٹے مسلمان پر جائز نہین ہوتی ہے اور بالغ معتوہ و مجنون ہمارے نزدیک خواہ مجنون ہی بالغ ہوا ہو یا نابالغ ہونے کیوقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا بمنزلہ نابالغ کے ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر نابالغ کا کسی شخص پر قرضہ ہو اور باپ نے مال قلیل پر اُس سے صلح کی حالانکہ گواہ قرضہ کے موجود نہین ہین اور قرضدار قرضہ کا منکر ہے تو جائز ہے۔ اور اگر قرضہ گواہون یا قرضدار کے اقرار سے ظاہر ہوا اور باپ نے اسقدر کمی پر جو لوگ برداشت کر لیتے ہین صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اسقدر کم کر دیا کہ لوگ اسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین

پس اگر وہ قرضہ بسبب اسی باپ کی خرید و فروخت کے واجب ہوا ہے تو صلح اُسکی ذات کے لیے جائز ہوگی اور بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا یعنے بیٹے کے واسطے ضامن ہوگا۔ اور اگر باپ اس قرضہ کا وجوب بسبب نہیں ہوا ہے یعنے مثلاً اسکی خرید و فروخت سے واجب نہیں ہوا ہے تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ وصی نے یتیم کے ہزار درم کا کسی شخص پر دعوی کیا اور گواہ نہیں ہیں پھر پانچسو درم پر اُن ہزار سے باوجود انکار مدعا علیہ کے اُس سے صلح کر لی پھر عادل گواہ پائے تو قرضدار کو اختیار ہے کہ گواہوں سے ہزار درم پر قسم لیوے۔ اسی طرح اگر یتیم نے بعد بلوغ کے گواہ پائے تو بھی یہی حکم ہے اور اُن دونوں کو اُس سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر نابالغ کا کوئی گھر یا غلام ہو اُسمیں کسی شخص نے دعوی کیا پھر باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ عادل موجود تھے تو صلح جائز ہے مگر مثل قیمت یا صرف اسقدر زیادتی پر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہی نہوں یا گواہ عادل نہوں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر اُسکے گواہوں کا حال مستور ہو تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ صلح جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ بقول امام اعظم رحکے صلح جائز ہے اس بنا پر کہ حکم ظاہری عدالت پر دینا جائز ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدعی کے گواہ مستور ہوں تو باپ کو بشروط صلح کرنی چاہیے۔ اور اگر باپ نے اپنے مال سے صلح کر دی تو ہر حال میں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وارث سب نابالغ ہوں تو وصی کی صلح مثل باپ کی صلح کرنے کے ہے خواہ انکا دعوی دائر ہوا ہو یا اُنپر کسی نے دعوی کیا ہو اور خواہ دعوے عقار میں ہو یا مال منقول میں ہو۔ اور اگر وارث لوگ سب بالغ ہوں اور حاضر موجود ہیں پس وصی نے اُنپر نافذ ہونے کے لیے صلح کی تو نہیں جائز ہے خواہ دعوی اُنپر دائر ہوا اور وصی نے اُنکے واسطے صلح کر دی یا اُنکے دعوے سے صلح کر لی خواہ دعوی منقول میں ہو یا عقار میں ہو۔ خواہ اس دعوے کے گواہ عادل موجود ہوں یا نہوں محیط میں ہے۔ اور اگر سب وارثان بالغ غائب ہوں پس اگر اُنپر دعوی دائر ہوا اور وصی نے صلح کر لی تو نہیں جائز ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ ہوں یا نہوں اور خواہ دعوی عقار میں واقع ہوا ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر اُنکی طرف سے دعوی ہوا اور وصی نے صلح کر لی پس اگر عقار کے دعوے سے صلح کر لی تو اُنکے حق میں نافذ نہوگی تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر منقول کے دعوے سے صلح کی پس اگر اُنکے دعوے کے گواہ موجود ہوں تو صلح جائز ہے بشرطیکہ بدل صلح میں جسقدر دعوی کیا ہے اُسکے مثل قیمت لی ہو یا کمی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اسقدر کمی ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اگر دعوے کے گواہ نہوں تو جس طرح صلح کر لی ہے جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر وارثوں میں بالغ و نابالغ ہوں پس اگر بالغ حاضر موجود ہوں اور اُنپر کسی نے دعوی کیا اور وصی نے اُس سے صلح کر لی تو بالاجماع بالغوں کے حصہ میں صلح جائز نہوگی خواہ دعوی عقار میں ہو یا منقول میں اور خواہ مدعی کے پاس اہل مرکے گواہ ہوں یا نہوں اور نابالغوں کے حصہ میں جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو۔ اور اگر اُنکی طرف سے دعوی دائر ہوا اور صلح کی پس اگر دعوی مال منقول میں ہو تو وصی کی صلح بالغوں و نابالغوں دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ اُنپر ضرر نہ آتا ہو اور اگر اُنکو ضرر پہونچتا ہو تو جائز نہیں ہے خواہ اُنکے پاس گواہ عادل موجود ہوں یا نہوں اور یہ امام اعظم رحکے نزدیک ہے اور صاحبین رحکے نزدیک نابالغوں کے حصہ میں صلح جائز ہے بشرطیکہ اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو اور بالغوں کے حصہ میں نہیں جائز ہے خواہ اُنکو ضرر پہونچتا ہو یا نہ پہونچتا ہو۔ اور اگر بالغ وارث غائب ہوں پس اگر اُنپر دعوی دائر ہوا اور وصی نے صلح کر دی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ نابالغوں کے حصہ کی صلح جائز ہو بشرطیکہ اُنکے حق میں ضرر نہو۔ اور بالغوں کے حصہ میں جائز نہیں ہے خواہ اُنکو ضرر ہو یا نہ ہو۔

خواہ مدعی کے گواہ ہوں یا نہوں خواہ دعوے عقار میں ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر اُنکے دعوے سے صلح کر لی پس اگر منقول میں دعوی کیا اور صلح کر لی تو اسکی صلح بالغون و نابالغون دونوں کے حق میں بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو خواہ اُنکے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر عقار میں دعوی کیا ہے تو امام اعظم رحکے نزدیک بالغ و نابالغ سب کے حق میں اسکی صلح جائز ہے بشرطیکہ اُنپر ضرر نہوتا ہو اور اگر ضرر ہو تو نہیں جائز ہے خواہ اُنکے گواہ ہوں یا نہوں اور صاحبین کے نزدیک نابالغون کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ اُنکو ضرر نہ پہونچے اور بالغون کے حق میں نہیں جائز ہے خواہ اُنکو ضرر ہو یا نہو اور باپ یا اُسکے وصی کے موجود ہونے کی حالت میں دادا مثل باپ کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور یہی حکم دادا کے وصی کا ہے اور ماں اور بھائی کی صلح نابالغ کے واسطے جائز نہیں اور نہ اُسکی طرف سے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ماں کے وصی و چچا و بھائی کے وصی کی صلح نابالغ کے حق میں چچا و ماں و بھائی کے ترکہ میں مثل باپ کے وصی کے ہے بشرطیکہ دعوی صغیر کے لیے ماسوائے عقار کے واقع ہو اور جو چیز کہ نابالغ کو ان لوگوں کے سوائے دوسرے کی طرف سے ملی ہے اسمیں نابالغ کے واسطے اُنکے وصیوں کا صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا پس وصی نے یتیم کے کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو یہ جائز نہیں ہے اسیطرح اگر بغیر صلح کے مال میت سے اُسکو ادا کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے اور وارثون کو خیار ہوگا کہ چاہیں تو وصی سے ضمان لیں یا جسکو ادا کیا ہے اُس سے ضمان لیں پس اگر اس شخص سے جسکو ادا کیا ہے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی سے ضمان لی تو وصی اس شخص سے جسکو ادا کیا ہے واپس لیگا خواہ اُسکے پاس وہ مال بعینہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کسی شخص کے ساتھ جسنے میت یا نابالغ پر دعوی کیا تھا صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہوں یا قاضی کو اُسکے دعوے کی صحت کا علم ہو یا قاضی نے حکم دیا ہو تو صلح جائز ہے اور اگر ایسا نہو تو نہیں جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر نابالغ کا کسی پر عمداً خون ہو اور باپ یا وصی نے کسی قدر مال پر قاتل سے صلح کر دی تو جائز ہے ولیکن اگر مال صلح دیت سے کم ہو تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کی خدمت کی کسی کیواسطے ایک سال تک کے لیے وصیت کی اور یہ غلام اُسکا تہائی مال ہوتا ہے پھر وارث نے اس خدمت سے کسی قدر درموں پر یا ایک مہینہ تک کسی بیت میں سکونت کرنے یا دوسرے خادم کی خدمت کرنے یا ٹٹو کی سواری لینے یا کسی کپڑے کے پہننے پر صلح کر لی تو استحسانا جائز ہے اسیطرح اگر نابالغ کے وصی نے ایسا کیا تو بھی جائز ہے۔ پھر اگر وہ غلام جس سے صلح کی ہے بعد موصی لہ کے بدل صلح پر قبضہ کرنے کے مر گیا تو صلح جائز ہے اور اگر کسی کپڑے پر صلح کی اور موصی لہ نے اسمیں عیب پایا تو اُسکو اختیار ہے کہ واپس کر کے اس غلام سے خدمت لینی اختیار کرے اور اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کرے۔ اور اگر کسی قدر درموں پر صلح کی تو قبل قبضہ کے اُنکے عوض کپڑا خرید سکتا ہے۔ اور اگر بعض وارث نے ان اشیاے مذکورہ کے عوض اُس سے یہ وصیت کی خدمت خریدنی چاہی تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر موصی لہ سے یوں کہا کہ مین نے تجھکو یہ درم بجاے تیرے غلام سے خدمت لینے کے یا تیری خدمت کے عوض یا خدمت کے بدلے یا خدمت کے قصاص میں یا اس شرط سے کہ تو خدمت لینا ترک کر دیے ہیں تو جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ میں تجھکو یہ درم اس شرط سے ہبہ کرتا ہوں کہ تو وصیت کا حق خدمت ہبہ کر دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ درموں پر قبضہ کر لے۔ اور اگر وارث دو شخص ہوں اور ایک نے موصی لہ سے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ اس خادم کی خدمت تو فقط میرے واسطے سوائے میرے شریک کے قرار دے تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر جمیع وارثون

کے واسطے قرار دینے کو شرط کرے تو ایسا ناجائز ہے۔ اور اگر وارثون نے اُس غلام کو فروخت کر دیا ہو اور موصی لہ نے جسکے واسطے غلام کی خدمت کی وصیت کی ہے اجازت دیدی تو اُسکا حق خدمت باطل ہو گیا اور اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا۔ اسیطرح اگر وارثون نے اُسکا بعوض جنایت کے دیدیا اور موصی لہ نے اجازت دی تو جائز ہے۔ اور اگر وہ غلام خطا سے مقتول ہوا اور وارثون نے اسکی قیمت لے لی تو اُنپر لازم ہے کہ اُس قیمت کے عوض دوسرا غلام خریدین کہ جو موصی لہ کی ایک سال تک خدمت کرے اور اگر اُس سے کسی قدر دراہم معلومہ پر یا اناج پر عوض لیکر حق ساقط کر دینے کے طور پر صلح کی تو جائز ہے۔ اور اگر غلام کا ایک ہاتھ کاٹا گیا اور وارثون نے اسکا ارش لے لیا تو انھین مع غلام کے ایک سال تک موصی لہ کا حق خدمت ثابت ہوگا بوجہ اسکے کہ جب بدل النفس مین حکم ہے اسی قیاس پر بدل الطرف یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کے بدل مین حکم ہے پھر اگر وارثون نے دس درم دیکر صلح کر لی کہ موصی لہ اس حق کو مع غلام کے وارثون کے سپرد کرے تو بطریق اسقاط حق بعوض کے جائز ہے جیسا مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص کیواسطے اپنے گھر مین رہنے کی وصیت کی اور مر گیا پھر موصی لہ سے وارثون نے کسی بقدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ اسیطرح اگر دوسرے دار کی سکونت معلومہ پر صلح کر لی تو بھی جائز ہے یا کسی غلام کی مدت معلومہ تک خدمت کرنے پر صلح کی تو بھی جائز ہے۔ اور اگر دوسرے دار کی سکونت یا غلام کی خدمت پر زندگی بھر تک کے واسطے اُس سے صلح کی تو جائز نہین ہے پھر پہلی صورت مین یعنے جب مدت معلومہ تک صلح کی ہو اگر مدت معلومہ گذرنے سے پہلے غلام مر گیا یا دار گر گیا تو صلح ٹوٹ جاویگی اور حق موصی لہ اُسی دار سے جسکے رہنے کی اُسکو وصیت تھی متعلق ہو جائیگا۔ ایسا ہی اگر کسی نے اپنے غلام کی خدمت کرنیکے واسطے کسیکے حق مین وصیت کی پھر وارث نے دوسرے غلام کی خدمت یا کسی دار کی سکونت مدت معلومہ تک اختیار کرنے پر موصی لہ سے صلح کر لی پھر مدت گذرنے سے پہلے مصالح علیہ مر گیا تو بھی اُسکا حق اُسی غلام سے متعلق ہوگا جسکی خدمت کی اُسکے حق مین وصیت تھی۔ پھر اس صورت مین یعنے سکونت دار کی وصیت کی صورت مین جبکہ حق موصی لہ اس دار سے جسکی اُسکے حق مین وصیت تھی متعلق ہوا تو مذکور ہے کہ اگر اُسکے واسطے یہ وصیت تھی کہ مرتے دم تک سکونت کرے تو اُسکو مرتے دم تک سکونت کا اختیار ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت پر رکھا جائیگا کہ جب غلام مصالح علیہ نے موصی لہ کی کچھ خدمت نہ کی یا دار مصالح علیہ مین کچھ مدت نہ رہا ہو اور اگر کچھ مدت خدمت لی یا گھر مین رہا ہو تو اُسیکے حساب سے اُسکو باقی مدت اس دار وصیت مین سکونت کا اختیار ہوگا اور اُسکا بیان یہ ہے کہ اگر مثلاً ایک سال تک اپنے غلام کی خدمت پر صلح کی اور موصی لہ نے اُس سے چھ مہینے خدمت لی تھی کہ وہ مر گیا تو موصی لہ کو اب دار وصیت مین صرف آدھی عمر تک رہنے کا حق حاصل ہوگا اس لیے ایک روز اس دار مین موصی لہ رہیگا اور دوسرے روز اسمین وارث رہین گے اسی طرح موصی لہ کی باقی عمر تک ہوگا۔ اور اگر موصی لہ کیواسطے ایک سال تک گھر مین سکونت کی وصیت ہو اور غلام مصالح علیہ بعد چھ مہینے کے مر گیا تو موصی لہ اُس دار وصیت مین آدھے سال تک رہ سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر یون وصیت کی کہ جو کچھ میری بکریون کے تھنون مین ہے وہ فلان شخص کو دیا جاوے پھر وارثون نے اُس دودھ مین سے کم یا زیادہ پر صلح کر لی تو نہین جائز ہے اور اگر اُس سے کسی قدر درمون پر صلح کی تو جائز ہے اور صوف کا بھی یہی حکم ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کیواسطے اپنے غلام کی مزدوری کی وصیت کی اور وصیت کرنیوالا مر گیا پھر وارث نے موصی لہ سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے اگرچہ اُسکی مزدوری کا حاصل اُس سے زیادہ ہو اور اگر اُسکے حق مین ہمیشہ کے واسطے اپنے غلام کی مزدوری کی وصیت کی پھر وارث سے ایک مہینے کی مزدوری کے

برابر صلح کی اور اُس مزدوری کو بیان کر دیا تو جائز ہے اور اگر اسقدر مقدار کو بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس سے ایک ہی وارث نے اس شرط سے صلح کی کہ مزدوری غلام کی خاص میرے ہی واسطے ہو تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی وارث نے موصی لہ سے وہ غلام مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو جائز ہے جیسا کہ غیر وارث کا اجارہ لینا جائز ہے بخلاف اس شخص کے اجارہ لینے کے جسکے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہے کہ وہ نہیں جائز ہے ایسے ہی اگر دار کی سکونت کی وصیت کی ہو اور اُسنے کرایہ لیا تو بھی ناجائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے نخل کی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی پھر موصی لہ نے وارث کے ساتھ پھل نکلنے سے پہلے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی سال کا پھل نکلا ہی پھر بعد نکلنے کے اس رسیدہ اور ہر بار کے پھل سے جو آیندہ ہمیشہ تک اس درخت سے نکلے صلح کی تو جائز ہے اور امام محمدؒ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ بدل صلح اس موجود اور آیندہ کے پھلوں کی بہار پر کیونکر تقسیم ہوگا اور متاخرین مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے فقیہ ابو بکر محمد بن ابراہیم میدانی فرماتے ہیں کہ آدھا بدل اس موجودہ کے مقابلہ میں اور آدھا آیندہ بہاروں کے مقابلہ میں ہوگا۔ اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ بدل الصلح بقدر قیمت ثمر کے تقسیم ہوگا پس اگر قیمت موجودہ کی اور جو نکلیں گے برابر ہو تو بدل نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تین تہائی کی نسبت ہو تو بدل کے بھی تین حصے ہونگے۔ اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً موصی لہ کے ساتھ کسی غلام پر صلح کر لی پھر آدھا غلام موصی لہ کے پاس سے استحقاق میں لیا گیا تو فقیہ ابو بکر محمد بن ابراہیمؒ کے قول پر موصی لہ مصالح سے آدھے موجودہ پھل اور آدھے جو آیندہ پیدا ہوں واپس لیگا۔ اور فقیہ ابو جعفرؒ کے قول کے موافق اگر دونوں کی قیمت یکسان ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قیمت میں تین تہائی کی نسبت ہو تو اُسکے حساب سے واپس لیگا۔ اور فقیہ محمد بن ابراہیم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جو آیندہ پیدا ہوں اُسکا فی الحال جاننا ممکن نہیں ہے کیونکہ کبھی تو آیندہ بہار آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے اور کبھی آیندہ کے پھل موجودہ سے زیادہ ہوتے ہیں اور کبھی کم ہوتے ہیں پس ہم نے اسکو مثل موجود فی الحال کے قرار دیا کہ یہی بدل ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر کے قول کی یہ وجہ ہے کہ آیندہ جو پھل آویں اُنکی قیمت فی الحال معلوم ہو سکتی ہے اس طور سے کہ یہ درخت ہمیشہ پھلدار ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جا سکتا ہے اور ہمیشہ بے پھل ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جائیگا پس پھلدار ہونے کی صورت میں ڈیڑھ ہزار درم کو اور بے پھل ہونے کی صورت میں ایک ہزار کو خریدا جاوے تو معلوم ہوا کہ جو غلہ نکلے گا اُسکی قیمت پانچسو درم ہے پھر غلہ موجودہ کی قیمت دریافت کی جاوے پس اگر یہ بھی پانچسو درم ہو تو دونوں مساوی قیمت کے معلوم ہوئے اور اگر موجودہ کی قیمت دو سو پچاس درم ہوں تو معلوم ہوا کہ تہائی ہے پس اُسکے حساب سے واپس ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر دار میں مسیل آب یا موضع جذع سے صلح واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے کہ دیکھا جائیگا کہ اس دار کی درحالیکہ اسمیں دوسرے شخص کے پانی بہانے کا حق ہے کیا قیمت ہے اور اسی دار کی درحالیکہ یہ حق غیر نہیں ہے کیا قیمت ہے پس جو کچھ ان دونوں میں فرق نکلے وہی مسیل کی قیمت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی معین نخل کے غلہ کی ہمیشہ کے واسطے کسی شخص کے حق میں وصیت کی اور وارثوں نے اُس سے اُسکے پھل نکلنے اور رسیدہ ہونے کے بعد ان پھلوں اور غلہ بہار سے جو آیندہ ہمیشہ تک پیدا ہو کسی قدر گیہوں پر صلح کی اور موصی لہ نے ان گیہوں پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گیہوں پر اُدھار کر کے صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایسے کسی تول کی چیز پر اُدھار صلح کی تو جائز ہے۔ اور اگر خشک چھوہاروں پر صلح کی تو جائز نہیں ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ خشک چھوہارے

ان پھلون سے جو درخت پر موجود ہین زیادہ ہین۔ اور اگر اس نخل کی حاصلات غلہ سے دوسرے نخل کے غلہ پر ہمیشہ کیواسطے یا کسی مدت معلومہ تک دینے پر صلح کی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ قلت انما لم یجز لمکان الربوا۔ ایک شخص نے اپنے نخل کے غلہ کی کسی شخص کے حق مین تین برس کے واسطے وصیت کی اور یہ نخل اُسکا تہائی مال ہوتا ہی اور نخل مین پھل نہین ہین پھر موصی لہ نے وارثون سے کسی قدر دراہم معلومہ پر وصیت سے صلح کر کے درمون پر قبضہ کر لیا اور شرط کر دی کہ مین نے یہ غلہ نخل وارثون کو سپرد کیا اور اُنکو حق وصیت سے بری کیا اور درخت مین اس تین سال تک کچھ نہ نکلا یا جس قدر وارثون نے اُسکو دیا ہی اُس سے زیادہ پیدا ہوا تو قیاساً صلح باطل ہی ولیکن استحساناً صلح جائز ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے لیے وصیت کی کہ جو کچھ میری باندی کے پیٹ مین ہی وہ اُسکو دیا جاوے حالانکہ باندی حاملہ ہی اور وہ شخص وصیت کنندہ مر گیا پھر وارث نے موصی لہ سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی اور اُسکو دیدیے تو جائز ہی مگر جائز اس طور سے ہی کہ صلح مین عوض لیکر اپنا حق ساقط کر دیا نہ یہ کہ موصی لہ نے وارث کو وصیت کا مالک کیا ہی کیونکہ تملیک کے طور پر صلح نہین ہو سکتی ہی۔ اور اگر ایک وارث نے اپنی خصوصیت پر کہ میرے ہی واسطے ہو صلح کی تو جائز نہین ہی بخلاف اسکے اگر اس شرط سے صلح کی کہ یہ تمام وارثون کے واسطے ہو تو جائز ہے یا مطلقاً صلح کی تو بھی جائز ہے۔ اور اگر وارثون کی طرف سے غیر شخص نے اُنکے حکم سے یا بدون وارثون کے حکم کے موصی لہ سے صلح کر لی تو جائز ہے کذا فی المحیط۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو کچھ اپنی باندی کے پیٹ مین ہے وصیت کی پھر وارثون نے دوسری باندی کے پیٹ کے عوض صلح کر لی تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی باندی کے پیٹ کی دوسرے شخص کے واسطے وصیت کی اور وارثون سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح واقع ہوئی پھر اس باندی کے مردہ لڑکا پیدا ہوا تو صلح باطل ہے اور اگر کسی شخص نے باندی کے پیٹ مین کچھ مار دیا کہ جسکے صدمہ سے اُسکے مردہ جنین گر گیا تو اُسکا ارش وارثون کو ملے گا اور صلح جائز رہی یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دو برس گذر گئے اور وہ کچھ نہ جنی تو صلح باطل ہو گئی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ جو کچھ فلان عورت کے پیٹ مین ہی اُسکو ہزار درم دیے جاوین پھر اُس جنین سے یعنے جو پیٹ مین ہی اُسکے باپ نے اس وصیت سے کسی قدر مال پر صلح کی تو جائز نہین ہی اسی طرح اگر اُسکی مان نے وصیت سے صلح کر لی تو بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہی کسی نابالغ یا معتوہ کے دینے کے واسطے وصیت کی پھر اُسکے باپ یا وصی نے وارثون سے کسی قدر درمون پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر وصیت کسی مکاتب کے حق مین ہو تو بھی اسکی صلح جائز ہے۔ اور اگر کسی چیز کی وصیت کی کہ جو کچھ فلان عورت کے پیٹ مین ہی اُسکو یہ چیز دی جاوے اور وہ حبل غلام تھا اُسکے مولا نے اسکی طرف سے صلح کی تو جائز نہین ہے پھر اگر اُسکے مولیٰ نے مریض کے مرنے کے بعد کسی چیز پر صلح کی پھر مولیٰ نے اُس حاملہ باندی کو آزاد کیا اور جو اُسکے پیٹ مین ہی اُسکو بھی آزاد کیا پھر وہ ایک غلام جنی تو غلام آزاد ہو جائیگا مگر وصیت کا مال اُسکو نہ ملیگا بلکہ اُسکے آزاد کرنے والے کو ملے گا اور صلح بھی جائز نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر اس باندی کو فروخت کیا تو بھی یون ہی رہیگا یعنے مال وصیت بائع کو ملے گا مشتری کو نہ ملیگا۔ اسی طرح اگر مالک نے جو باندی کے پیٹ مین ہی اُسکو مدبر کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک کی باندی و بچہ کے آزاد کرنے یا فقط باندی کے آزاد کرنے کے روز وصیت کرنیوالا زندہ تھا پھر مرا ہے تو یہ وصیت غلام کے حق مین ہو گی نہ ہی کہ حق مین نہ ہو گی یہ مبسوط مین ہی۔

سولھوان باب مکاتب وغلام تاجر کی صلح کے بیان میں۔ اگر مال کتابت ہزار درہم ہوں اور مکاتب نے [illegible]
ہیں نے یہ درہم ادا کر دیے ہیں اور مالک نے اس سے انکار کیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ پانسو درہم ادا کرے اور باقی [illegible]
سے بری کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مولی نے اپنے مکاتب سے اس شرط سے صلح کی کہ میعاد سے پہلے کچھ مال [illegible]
یعنے کسی قدر مال کو کہا کہ یہ میعاد سے پہلے ادا کر دے اور باقی اسکے ذمہ سے دور کر دیا تو جائز ہے۔ اور اگر مال کتابت ہزار
درہم ہوں اسمیں کسی قدر زیادتی پر اس شرط سے صلح کی کہ میعاد آنے کے بعد ایک سال کی مہلت دے تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں
ہے اور اگر مال کتابت کی میعاد آجانے کے بعد اس شرط سے صلح کی کہ بعض مال ادا کرے اور بعض مال میں تاخیر کرے گا تو جائز ہے
اور اگر مال کتابت میں درہم ہوں اُن درہموں سے دینار بتعجیل دیدینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر دینار [illegible] میعادی دینار
صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ مال کتابت میں سے درہم [illegible] کر کے
اسی قدر دینار [illegible] پر کتابت مقرر کریں تو جائز ہے اسی طرح اگر اُنکی جگہ وصیف اور [illegible]
ایک غلام یا باندی پر ادھار کتابت ٹھہرائی پھر ہزار درہم پر صلح کر لی اور ایک سال کی میعاد مقرر کی تو [illegible]
میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص پر قرضہ کا دعوی کیا اس نے انکار کیا پھر مکاتب نے اس سے اس شرط سے [illegible]
اور تھوڑا چھوڑ دے پس اگر مکاتب کے پاس قرضہ کے گواہ ہوں تو چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے اور باقی [illegible] اگر گواہ
نہوں تو جائز ہے۔ اور اگر مکاتب نے بعض قرضہ کی تاخیر کرنے پر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ یہ قرضہ [illegible]
استقراض نہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے مکاتب پر قرضہ کا دعوی کیا اور مکاتب نے انکار کیا پھر اس سے اس
شرط پر صلح کی کہ بعض ادا کرے اور بعض وہ چھوڑ دے تو جائز ہے اور مکاتب کا بیٹا حکم میں باپ کے ہے۔ اور مکاتب کی طرف
کسی وصیت کا دعوی کیا جاوے اور وہ انکار کر کے صلح کرے تو اسمیں اسکی صلح مثل آزاد کی صلح کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔
اور اگر مکاتب نے عاجز ہو کر رقیق ہو جانے کے بعد صلح کی پس اگر مکاتب کے پاس اسکا حاصل کیا ہوا کچھ مال نہو تو یہ
صلح مولی کے حق میں روا نہو گی اور مکاتب کے حق میں روا ہو گی یہانتک کہ بعد آزاد ہو جانے کے اس سے مواخذہ کیا جاویگا
ولیکن اگر عاجز ہونے سے پہلے اسپر گواہ قائم ہوں تو اسکی صلح جائز ہو گی اور اگر اسکے پاس اسکا کمایا ہوا کچھ مال ہو تو
امام کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبین نے اسمیں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکاتب کے مولی نے مکاتب پر
قرضہ کا دعوی کیا اور مکاتب نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے تو جائز ہے۔ اور اگر مکاتب نے
اپنے مولی پر مال کا دعوی کیا اور مولی نے انکار کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے پس
اگر مکاتب کے پاس اسکے گواہ ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر نہوں تو صلح جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور غلام تاجر کا حکم
چھوڑ دینے یا تاخیر کرنے یا صلح میں مثل مکاتب کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام تاجر نے کسی کے ساتھ اپنے قرضہ کے
دعوے میں کچھ لینا اور کچھ چھوڑ دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ اسکے گواہ ہوں اور اگر نہوں تو جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔
اگر غلام تاجر پر کسی شخص نے قرضہ کا دعوی کیا اور غلام نے باقرار یا بانکار اس سے اس شرط سے صلح ٹھہرائی کہ تہائی وہ چھوڑ دے
اور تہائی میں تاخیر دے اور تہائی غلام تاجر ادا کرے تو جائز ہے۔ اور اگر مولی نے اس غلام کو مجحور کر دیا پھر اسپر کسی شخص نے دعوے
کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور غلام مجحور نے اس سے صلح کی پس اگر غلام کے پاس اسکی کمائی کا کچھ مال نہیں
ہے تو فی الحال صلح حق مولی میں نہیں جائز ہے ولیکن غلام کے حق میں جائز ہے حتی کہ بعد آزاد ہونے کے اسکا دامن پکڑا جاویگا اور

[illegible] امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے [illegible] اس شرط سے صلح کی کہ بعض چھوڑ دے اور بعض [illegible] کوئی متاع تلف کر دی اور غلام [illegible] اُس نے صلح کی تو جائز نہین ہین۔ اور اگر کسی قدر اناج [illegible] دیے اور اُسنے دیناروں پر [illegible] جائز نہین ہے [illegible] اور اگر کسی غلام تاجر نے کسی غلام تاجر پر قرضہ کا دعوی کیا اور [illegible] اُس سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ [illegible] ہون تو صلح جائز نہین ہے اور اگر نہون تو جائز ہے۔ اور اگر [illegible] صلح جائز نہین ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ ہون یا نہون پس اگر گواہ ہون [illegible] مدعا علیہ کے حق مین یہ صلح جائز نہین ہے کیونکہ اسنے ایسے حق کا التزام کیا جو اُس سے نہین ہو سکتا ہے [illegible] اُسکے حق مین یہ صلح صحیح ہے لہذا بعد آزادی کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون تو مولا سے مدعا علیہ کے حق مین یہ صلح جائز نہوگی کذا فی المحیط

سترہوان باب ذمیون اور حربیون کی صلح کے بیان مین۔ ہر صلح کہ جو دو مسلمانون مین جائز ہے وہ دو ذمیون مین بھی جائز ہے اور جو دو مسلمانون مین جائز نہین ہے وہ ذمیون مین بھی نہین جائز ہے سوائے ایک صلح کے کہ شراب و سور سے صلح کرنا ذمیون مین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک ذمی نے دوسرے سے دس درم بعوض ایک درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ اُسکو دس مین سے پانچ درم واپس کر دے پس اگر وہ دس درم بعینہ قائم ہون تو بسبب ربوا کے صلح جائز نہین ہے اور اگر اُسنے تلف کر دیے ہون تو بہ طریق اسقاط حق کے صلح جائز ہے۔ اور اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کی ایک سور غصب کر لی پھر اُس سے سوائے درم و دینار کے کسی وزنی یا کیلی چیز پر صلح کی پس اگر وہ سور بعینہ قائم ہو تو جائز ہے خواہ مشالح علیہ معین ہو یا وصف کر کے ذمہ رکھا گیا ہو خواہ ذمہ لیکر فی الحال ادا کرنے کی شرط ہو یا کچھ مدت مقرر ہو۔ اور اگر سور تلف کیا ہے تو صلح جائز نہین ہے جبکہ کیلی یا وزنی چیز غیر معین ہو اور اگر معین ہو یا غیر معین فی الحال ہو اور اُسی مجلس مین قبضہ کر لیا ہو تو جائز ہے۔ اور اگر درم و دیناروں پر کچھ میعاد مقرر کر کے صلح کی تو جائز ہے۔ اور اگر وہ سور قائم ہو اور اُس سے کسی دوسرے سور پر اُدھار صلح کی تو نہین جائز ہے۔ اور اگر دونون معین قائم ہون تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی حربی نے دوسرے کا مال غصب کر لیا خواہ اُسکو تلف کر دیا یا نہین تلف کیا پھر اُس سے صلح کی تو طرفین کے نزدیک نہین جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے۔ اسیطرح اگر کسی تاجر مسلمان نے یا ایسے مسلمان نے جو وہین دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے کسی حربی کا مال تلف کر دیا یا اُسکا مال غصب کر لیا پھر دونون نے صلح کی خواہ مال مغصوب قائم ہو یا تلف کر دیا ہو تو طرفین کے نزدیک نہین جائز ہے بخلاف قول امام ابو یوسف کے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اسی طرح دار الحرب مین کسی حربی مسلمان کا مال غصب کیا تو صلح جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی مسلمان تاجر نے دار الحرب مین کسی حربی کی کوئی چیز غصب کر لی اور پھر دونون نے باہم صلح کر لی تو بالاجماع صلح نہین جائز ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے دوسرے کو کچھ قرضہ دیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ کچھ چھوڑ دے اور کچھ قرضہ مین تاخیر دیدے پھر حربی مسلمان ہو گیا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دو حربی دار الحرب مین مسلمان ہو گئے پھر ایک نے دوسرے

کی کوئی چیز غصب کر لی یا اُسکو کچھ زخمی کیا پھر اُس سے کسی چیز پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہونا چاہیے اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے دار الحرب میں کسی حربی کو کچھ قرضہ دیا پھر اُس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ چھوڑ دے اور کچھ قرضہ تاخیر کر دے پھر جس قدر میں تاخیر کی تھی اُسکی میعاد آگئی اور حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا اور مسلمان نے اپنے قرضہ کے واسطے اسکو گرفتار کرنا چاہا اور جو چھوڑ دیا تھا وہ بھی لینا چاہا تو جسقدر اسپر ہے اسکے واسطے گرفتار نہیں کر سکتا ہے خود وہ چاہے دیدے اور جسقدر چھوڑ دیا ہے اسمیں رجوع نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر حربی ہی مسلمان سے طالب ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے۔ اور اگر ایسا معاملہ دو حربیوں میں ہو اور دونوں امان لیکر دار الاسلام میں آئے تو قاضی کسیکی دوسرے پر ڈگری نہ کریگا لیکن اگر دونوں مسلمان ہوگئے یا ذمی ہوگئے تو قاضی اُنکے درمیان فیصلہ یوں کریگا کہ کچھ چھوڑ دینا اور باقی میں تاخیر دینا بطریق صلح کے جائز رکھے گا اور باقی کی میعاد آنے پر اسکو ادا کرنے کے واسطے طالب کی درخواست پر مجبور کریگا۔ اور اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا اور اُدھار دیا یا لیا یا غصب کیا یا اُسکا کچھ غصب کیا گیا پھر کم کر دینے اور تاخیر دینے پر صلح کی تو جائز ہے خواہ یہ معاملہ اُسکا کسی مسلمان سے ہوا ہو یا کسی مستامن سے جو اُسی دار الحرب کا یا غیر دار الحرب کا ہے واقع ہوا اسی طرح اگر یہ دونوں حربی اپنے اپنے ملک میں چلے گئے پھر امان لے کر لوٹ آئے تو یہ صلح جو واقع ہوئی تھی دونوں پر نافذ ہوگی کذا فی المبسوط

اٹھارھواں باب صلح کے بعد مدعی یا مدعا علیہ یا مصالح علیہ کے بغرض صلح باطل کرنے کے گواہ قائم کرنیکے بیان میں۔ اگر مدعی نے بعد صلح کے گواہ قائم کیے تو مسموع نہونگے ولیکن اگر بدل صلح میں عیب ظاہر ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے بسبب عیب کے واپس کرنے کے گواہ قائم کیے تو مسموع ہونگے یہ بدائع میں ہے ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے قبل صلح کے یا بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ نہیں ہے تو صلح باطل نہوگی اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے بعد صلح کے ایسا اقرار کیا ہے تو صلح باطل ہوگی اور اگر قاضی کو علم ہوا کہ مدعی نے قبل صلح کے قاضی کے سامنے اقرار کیا تھا کہ میرا مدعا علیہ فلاں پر کچھ نہیں ہے تو صلح باطل ہو جائیگی بعد انعقاد مذکور کے اور اس مقام پر قاضی کا علم بمنزلہ مدعی کے بعد صلح کے اقرار کرنے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے کسی شخص پر ہزار درم کا دعوی کیا اُسنے انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے ایفا یا ابراء کے گواہ دیے تو قبول نہونگے اور اگر اُسپر ہزار درم کا دعوی کیا اُسنے ادا کر دینے یا ابراء کا دعوی کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے ایفا یا ابراء کے گواہ پیش کیے تو قبول ہونگے اور بدل واپس دلایا جائیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور اُس سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کی کہ قابض کو یہ دار مدعی سپرد رکھے پھر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے یا فلاں کا تھا میں نے اس سے خریدا ہے یا میرے باپ کا تھا اُسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے تو ہزار درم کی واپسی نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے صلح سے پہلے طالب سے اسکو خریدا ہے تو گواہ قبول ہونگے اور صلح باطل ہو جائیگی۔ اور اگر خرید پر گواہ قائم نہ کیے بلکہ اس امر کے گواہ دیے کہ قبل اس صلح کے دوسرے دار پر صلح کی ہے تو پہلی صلح تمام کی جاویگی اور دوسری باطل کی جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ہر صلح کہ ایک صلح کے بعد واقع ہو وہ باطل ہے اور پہلی صلح صحیح ہے۔ اسی طرح ہر صلح کہ بعد خریدنے کے واقع ہو وہ باطل ہے۔ اور اگر ایک خرید کے بعد دوسری خرید واقع ہو تو دوسری صحیح ہے اور اگر پہلے صلح کی پھر مصالح عنہ کو خرید لیا تو خرید جائز اور صلح باطل کی جاویگی یہ محیط میں ہے ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر

دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے پہلے صلح واقع ہونے کا دعویٰ کیا اور اُسپر گواہ قائم نہ کیے اور قاضی نے مدعی کے نام اُس گھر کی ڈگری کردی اور مدعی نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کردیا پھر مدعا علیہ نے چاہا کہ مدعی سے قسم لیوے کہ واللہ مین نے تجھ سے اس دار کے دعوے سے قبل اس دعوت کی صلح نہین کی ہے تو اسکو اختیار ہے پس اگر قسم لینے پر مدعی نے قسم سے انکار کیا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے چاہے بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لے یا مدعی سے ضمان لیوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ سے مجھے میراث ملا ہے پھر کسی شے پر صلح کرلی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار مین نے اس مدعی کے باپ سے اُسکی زندگی مین اُس سے خریدا ہے یا یون گواہ دیے کہ مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور فلان شخص نے اس مدعی کے باپ سے خریدا تھا تو گواہ مقبول نہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید پر ہزار درم و ایک دار کا دعویٰ کیا زید نے اُس سے سو درم پر اُسکے دعوے سے صلح کرلی پھر مدعی نے اقرار کیا کہ ان دونون چیزون مین سے ایک مدعا علیہ کی تھی تو صلح باقی سے جائز رہے گی اور مدعا علیہ اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مدعی نے بعد صلح کے ہزار درم اور دار دونون پر گواہ قائم کیے تو ہزار باطل ہین اور دار مین اپنے حق پر رہیگا بخلاف اسکے اگر ایک غلام و باندی کا دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کرلی اور دونون کی ملکیت کے گواہ دیے تو صحیح ہے اور دونون اسکو ملین گے۔ اور اگر ہزار درم اور ایک دار کا دعویٰ کیا اور ہزار درم پر صلح کرلی پھر نصف ہزار اور نصف دار پر گواہ قائم کیے تو دونون مین کوئی چیز اسکو نہ ملے گی۔ اور اگر ہزار درم و نصف دار کے گواہ دیے تو صلح کے ہزاران ہزار سے ادا ہوگئے اور نصف دار لے لیگا کیونکہ یہ صلح بعض حق کا لینا اور باقی کا ساقط کرنا ہے اور ساقط عود کرنے کا احتمال نہین رکھتا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے وہ دار استحقاق مین لے لیا گیا تو ہزار درم صلح مین سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکو صلح مین ایک غلام دیا اُسنے قبضہ کرلیا پھر غلام نے گواہ دیے کہ مین آزاد ہون اور قاضی نے اسکی آزادی کا حکم دیا تو صلح باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیے کہ مین مدبر یا مکاتب ہون تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر باندی ہو اور اُسنے گواہ قائم کیے کہ مین ام ولد ہون یا مکاتبہ یا مدبرہ ہون اور گواہی دونون کی قاضی نے قبول کرلی تو صلح باطل ہوگئی یہ محیط مین ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہین پھر طالب نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس سے سو درم اور اس کپڑے پر صلح کی ہے اور مطلوب نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ان درمون سے بری کردیا ہے تو صلح کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر طالب نے اس امر کے گواہ دیے کہ اسنے مجھ سے فقط سو درم پر صلح کی ہے تو مطلوب کی برأت کے گواہ اولیٰ ہین یعنے وہی قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ہزار درم کے قرضدار نے گواہ پیش کیے کہ طالب نے مجھ سے چار سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مین اُسکو ادا کردون اور باقی سے مجھے بری کردیا اور ایسا ہی ہوا ہے اور طالب نے کہا کہ مین نے تجھے پانچ سو درم سے بری کیا اور پانچ سو پر صلح کی ہے اور دونون کے گواہون نے ایک ہی وقت بیان کیا یا دو وقت علیحدہ علیحدہ بیان کیے یا بالکل وقت بیان نہ کیا تو سب صورتون مین مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر دعویٰ مثلی چیزون مین واقع ہو جیسے گیہون و جو پھر اُسکے نصف پر صلح کی پھر مدعی نے گواہ دیے کہ یہ سب کر میرا ہے تو دعویٰ صحیح نہین اور گواہ مسموع نہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کی طرف ایک دار و ہزار درم کا دعویٰ کیا پھر اُس سے پانچ سو درم اور آدھے گھر پر صلح کرلی پھر گواہ قائم کیے کہ پانچسو درم

اور پورا دار مبرا ہی تو ہزار درم مین سے کچھ اُسکے نام ڈگری نہوگی اور باقی دار کی ڈگری ہوجائیگی - اور اگر پورے اور اُسکے مالی پانچسو درم کے گواہ دیے تو اُسکے نام کچھ ڈگری نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مستہلک مال کی قیمت سے کم پر درمون یا دینارون سے صلح ہوئی پھر تلف کر دینے والے نے گواہ قائم کیے کہ جس قدر پر صلح ہوئی ہی اُس سے مستہلک مال کی قیمت بہت کم تھی اسمین کھلا ہوا خسارہ ہی تو امام کے نزدیک گواہ غیر مقبول اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے کے دار مین دعوی کیا پس قابض نے دو گواہ اس امر کے دیے کہ اُسنے مجھ سے کسی چیز پر صلح کی اور راضی ہوا اور مین نے اُسکو دیدیے تو جائز ہی اگرچہ گواہون نے مصالح کی مقدار بیان نہ کی ہو - اسی طرح اگر ایک نے دراہم بیان کیے اور دوسرے نے کچھ بیان نہ کیا تو بھی جائز ہی یا دونون نے یون گواہی دی کہ مدعی نے سب مصالح بھر پایا ہی تو بھی جائز ہی - اور اگر ایسی صورت ہو کہ قابض دار نے انکار کیا اور مدعی نے صلح کا دعوی کیا اور دو گواہ لایا کہ ایک نے بدل مین دراہم معینہ بیان کیے اور دوسرے نے کوئی شے غیر مسمی بیان کی یا دونون نے بدل کا تسمیہ چھوڑ دیا تو گواہی قبول ہوگی - اور اگر ایک گواہ نے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح واقع ہونے کی بالمعائنہ گواہی دی اور دوسرے نے اس طور سے صلح واقع ہونے کے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مین دعوی دائر کیا پھر دونون گواہون نے مقدار مسمی مین اختلاف کیا ایک نے گواہی دی کہ اسنے سو درم پر صلح کی ہی اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم پر صلح کی گواہی دی پس اگر مدعی دار وہی صلح کا مدعی ہو تو یہ گواہی قبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دونون مین سے زیادہ مال کا دعوی کرتا ہو اور اگر مدعی صلح وہ ہو جو مدعی علیہ ہی تو یہ گواہی نامقبول ہوگی خواہ دونون گواہون نے مدعی کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو کذا فی المحیط

اُنیسوان باب جو مسائل صلح متعلق باقرار ہین اُنکے بیان مین

اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اُسنے انکار کیا پھر اُس سے اس شرط سے صلح کی کہ جن ہزار درم کا مدعا علیہ پر دعوی کیا ہی اُنکے عوض ایک غلام فروخت کر دے تو یہ جائز ہی اور مدعا علیہ مقر قرضہ ہوجائیگا حتی کہ اگر مدعی سے وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا یا اُسنے کچھ عیب پاکر اُسکو واپس کیا تو مدعا علیہ سے ہزار درم لے لیگا اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تجھ سے اُن ہزار درم سے جنکا تو نے مجھپر دعوی کیا ہی اس غلام پر صلح کی - تو اس قول سے مدعا علیہ قرضہ کا مقر نہوجائیگا حتی کہ اگر غلام استحقاق مین لیا گیا یا بسبب عیب کے واپس کیا تو ہزار درم نہین لے سکتا ہی مگر اپنا ہزار درم کا دعوی کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دو شخصون نے اس طور سے صلح کی کہ ایک دوسرے کو ایک دار دے اور دوسرا اُسکو ایک غلام دے تو یہ اقرار نہین ہی اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ زید عمرو کو یہ غلام دیدے بشرطیکہ عمرو اسکو اپنے قرضہ سے جو زید پر ہی بری کر دے تو یہ زید کی طرف سے وہ غلام عمرو کا ہونے کا اقرار نہین ہی - اور اگر دونون نے زید و عمرو سے یون کہا کہ زید اس دار سے بری ہو یعنے باز دعوی دے اور عمرو اس غلام سے بری رہے تو یہ صلح ہی اقرار نہین ہی - اور اگر دونون نے اس طور سے صلح کی کہ زید مثلاً اسمین سے نکل جاوے اور عمرو کے سپرد کر دے تو یہ صلح صحیح ہی اقرار نہین ہی اور نہ انکار ہی - اور جو چیز دونون کی صلح کی ہی کسی کے استحقاق مین لی گئی تو دونون باقی کے واسطے اپنی حجت پر رہین گے جیسے کہ قبل صلح کے تھے یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی دار مین حق کا دعوی کیا اور کسی غلام معین پر میعاد دی یا وصف بیان کر کے ذمہ رکھ کر صلح کی تو جائز نہین ہی - پھر اگر اُسکے حق سے صلح کی یعنے صلح مین کہا کہ تیرے حق سے صلح کی تو اُسکے حق کا اقرار کیا اور چونکہ وہی مجمل ہی اسواسطے

حق کے بیان مین اُسی کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر دعوے حق سے صلح کی تو اقرار نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ مال معین پر دعوی کیا اُسنے انکار کیا پھر اُس سے کسی قدر مال پر اسواسطے صلح کی کہ مدعی کے واسطے اس مال معین کا اقرار کردے تو جائز ہی اور منکر کے حق مین مثل بیع کے ہوگا اور مدعی کے حق مین ایسا ہی کہ گویا ثمن مین زیادتی کردی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ ایک مرد نے ایک عورت پر دعوی کیا کہ مین نے اس سے نکاح کیا ہی اُسنے انکار کیا پھر اُس عورت سے صلح کی کہ سو درم صلح مین دیتا ہون تاکہ تو اقرار کردے اُسنے اقرار کردیا تو جائز ہی اور مال لازم آویگا پس اگر یہ اقرار گواہون کے سامنے ہو تو عورت کو اُس مرد کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر گواہون کے سامنے نہو تو عند اللہ اُس عورت کو حلال نہین ہی کہ اُس مرد کے ساتھ رہے جبکہ وہ عورت جانتی ہی کہ ہم دونون مین نکاح نہین واقع ہوا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص پر ہزار درم کا دعوی کیا اور مدعی نے اُس سے کہا کہ تو میرے واسطے ہزار درم کا اقرار اس شرط پر کردے مین سو درم گھٹا دونگا اُسنے اقرار کیا تو گھٹا دینا جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص پر خون یا زخم کا دعوی کیا پس اگر عمداً خون کرنے یا زخمی کرنے کا دعوی کیا پھر مدعی نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعا علیہ اقرار کردے تو صلح اور اقرار دونون باطل ہین اس اقرار سے وہ گرفتار نہو گا۔ اور اگر خطا سے خون یا زخم کا دعوی کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کی طرف اپنے قذف کی وجہ سے حد قذف کا دعوی کیا اور سو درم پر مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ وہ اقرار کردے تو صلح و اقرار باطل ہی اور اگر مدعا علیہ نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اُسکو بری کردے تو بھی جائز نہین ہی۔ اور اگر پہلی صورت مین اپنے اقرار پر حد مارا بھی گیا تو اسکی گواہی جائز ہی۔ اور اگر کسی پر شراب خواری یا زنا کاری کا دعوی کیا اور سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ وہ اقرار کردے تو بھی باطل ہی۔ اور اگر کسیکی طرف کسی متاع کے سرقہ کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اسکو سرقہ سے بری کردے تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر متاع کی چوری کا دعوی کیا پھر اُس سے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی چور کو سو درم دیگا بشرطیکہ چور چوری کا اقرار کردے اُسنے ایسا ہی کیا پس اگر سرقہ عروض مین سے ہو اور وہ بعینہ قائم ہو تو صلح جائز ہی اور سرقہ بعوض اُن درمون کے جو سارق کو دیے ہین مدعی کی ملک ہو جائیگا۔ اور اگر تلف کردیا ہو تو صلح جائز نہین ہی اور اگر چوری مین دراہم ہون تو کتاب مین مذکور ہی کہ صلح جائز نہین ہی خواہ وہ بعینہ قائم ہون یا تلف کردیے ہون اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس حکم کی یہ ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ دراہم مسروقہ کی مقدار معلوم نہو اور اگر معلوم ہو کہ وہ سو درم تھے تو صلح جائز ہی جبکہ سو درم بدل صلح پر مجلس مین قبضہ کرلیا ہو اور اگر چوری مین سونا ہو اور صلح درمون پر واقع ہوئی تو جائز ہی خواہ سرقہ بعینہ قائم ہو یا تلف کردیا ہو ولیکن تلف کردینے کی صورت مین جواز کی یہ تاویل ہی کہ اس وقت جائز ہی کہ جب مسروقہ سونے کا وزن معلوم ہو ورنہ نہین جائز ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک دار مین جھگڑا کیا حالانکہ وہ ایک کے قبضہ مین ہی پھر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ ہر واحد دوسرے کے واسطے نصف دار کا اقرار کردے اور ہر ایک نے تسلیم کیا تو جائز ہی۔ اسی طرح اگر یون صلح کی کہ ایک شخص دوسرے کے واسطے کسی بیت معلوم کا اقرار کرے اور دوسرا اسکے لیے باقی دار کا اقرار کرے تو بھی جائز ہی پھر اگر وہ بیت معلوم جسپر صلح واقع ہوئی تھی استحقاق مین لیا گیا تو مدعی کو اپنے دعوے کی طرف رجوع کرنے کا اختیار ہی کہ باقی دار مین دعوی کرے۔ اسی طرح اگر کسی غلام پر صلح کی بشرطیکہ مدعی دوسرے قابض کیواسطے تمام دار کا اقرار کرے تو صلح جائز

ہی اور اگر غلام استحقاق مین لیا گیا تو مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا چنانچہ اگر بدون اقرار کے بطور پر صلح واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہی کذا فی المحیط

بیسواں باب اُن امور کے بیان مین جو بعد صلح کے بدل الصلح مین تصرف کرنے مین پیدا ہوتے ہین - اگر ایک دار کے دعوے سے کسی غلام کی ایک سال خدمت پر یا کسی گھر کی سکونت پر یا ہر ایسی چیز پر جسکا اجارہ دینا جائز ہی صلح کی تو جائز ہے اور اُسکا حکم مثل اجارہ کے ہوگا حتی کہ کسی ایک کے مرنے سے باطل ہو جائیگی - اور مدعی اور اُسکے وارث اس دار کو لے لین گے اگر صلح باقرار ہوگی - اور اگر انکار سے ہوگی تو دعوی وخصومت کی طرف رجوع کرینگے اور اگر کچھ منفعت صلح حاصل کرنے کے بعد دونون مین سے کوئی مرا تو بقدر باقی کے دار مین سے لیگا جبکہ باقرار ہو اور اگر با نکار ہو تو خصومت کی طرف رجوع کرے یہ تہذیب مین ہی غلام یا چوپایہ جسپر صلح واقع ہوئی ہی اگر بدون کسی نفع اُٹھانے کے مرگیا تو صلح باطل ہو جائیگی اور مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا اور اگر نصف نفع اُٹھانے کے بعد مرگیا تو نصف مین صلح جائز اور نصف مین باطل ہوگی اور مدعی نصف دعوے کی طرف رجوع کریگا یہ بالاجماع ہی اور نیز صاحب خدمت کو اختیار ہی کہ غلام کو اجرت پر دیدے کذا فی المحیط السرخسی - اور اگر مالک نے اُسکو کرایہ لیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہین ہی یہ کافی مین ہی - اگر کسی دار مین دعوی کرکے ایک سال غلام کی خدمت کرنے پر صلح کرلی پھر مالک نے اُس غلام کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور غلام کو خیار ہوگا کہ چاہے مصالح کی خدمت کرے یا نکرے پس اگر اُسنے خدمت کردی تو صلح باطل نہوگی اور اگر نہ کی تو باطل ہو جائیگی اور مابقی کے واسطے پھر اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا اور آزاد کرنیوالا صاحب خدمت کیواسطے کچھ ضامن نہوگا - اور اگر صاحب خدمت نے اُسے آزاد کیا تو آزاد نہوگا اور اگر مالک نے غلام کو قتل کیا تو بھی مثل آزاد کرنے کی صورت کے ضامن نہوگا - اور جسقدر اُسنے خدمت نہین لی اسقدر کی صلح باطل ہو جائیگی - اور اگر صاحب خدمت نے اُسے قتل کیا تو قیمت کا ضامن ہوگا اور صلح ٹوٹ جائیگی یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی - اور اسی طرح اگر اسکو کسی اجنبی نے خطا سے قتل کیا اور مالک نے اُسکی قیمت لے لی تو بھی یہی حکم ہے اور صلح ٹوٹ جانے پر مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور بعضے نسخون مین ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک صلح نہ ٹوٹے گی اور مالک کو اختیار ہی چاہے اُسکو دوسرا غلام اس قیمت مین خرید دے یا مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کرے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک نے اُس غلام کو جسکی خدمت کرنے پر صلح کی تھی کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع جائز نہین ہی اور اگر مدعی نے اُسکو فروخت کیا تو جیسے اُسکا آزاد کرنا نہین جائز ہی بیع بھی نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی - اور بدل صلح مین اگر منقول ہو تو قبل قبضہ کے تصرف نہین جائز ہی پس مدعی اُسکو بیع وہبہ وغیرہ نہین کرسکتا ہی اور اگر بدل صلح عقار ہو تو شیخین کے نزدیک جائز ہی یہ بدائع مین ہی - اگر کسی کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا پس مدعا علیہ نے کسی کپڑے یا حیوان معین پر یا کیلی یا وزنی معین پر صلح کرلی اور مدعی نے قبل قبضہ کے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو جائز نہین ہی اور اگر کیلی و وزنی وصف کرکے ذمہ رکھی ہو تو قبضہ سے پہلے اس سے استبدال یعنے دوسری چیز بدل لینا جائز ہی ولیکن اگر کیلی و وزنی ذمہ لی ہو اور اُس سے کسی شئے معین پر استبدال کیا اور بدون قبضہ کے دونون جدا ہو گئے تو صلح ثانی باطل نہوگی اور اگر غیر معین ہو اور قبضہ سے پہلے جدا ہوئے تو صلح باطل ہوگی اسکو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر کیا ہی یہ محیط مین ہی - اگر عمداً خون سے کسی غلام پر صلح کی تو قبل قبضہ کے اُسکا فروخت کرنا جائز ہی اور اگر دار کے دعوے سے کسی غلام پر صلح کرلی تو قبل قبضہ کے اُسکی بیع نا جائز ہے کیونکہ یہ اپنے قبضہ مین آنے سے پہلے مبیع کا فروخت کرنا ہی یہ محیط سرخسی مین ہے اگر کسی دار مین حق کا دعوی کیا اور دو عادل گواہون پر

صلح کرلی اور مدعا علیہ نے ایک اُسکو دیدیا اور دوسرا اُسکے پاس ہی مرگیا تو مدعی کو اختیار ہے چاہے مقبوضہ غلام واپس کردے اور اپنے دعوے کی طرف رجوع کرلے یا اسکو رہنے دے اور باقی دوسرے غلام کے حصہ کے موافق دعوی کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کی مقبوضہ زمین میں حق کا دعوی کیا اُسنے دوسری زمین پر صلح کرلی اور مدعی کے قبضہ سے پہلے غرق ہوگئی تو مدعی کو اختیار ہے اگر چاہے تو صلح توڑکر اُسی زمین کی طرف رجوع کرلے جسپر دعوی کیا تھا بشرطیکہ صلح باقرار ہوئی ہو۔ اور اگر صلح بانکار ہوئی ہو تو اُس زمین کے دعوے کی طرف رجوع کرے اور اگر چاہے تو انتظار کرے یہانتک کہ پانی اُس زمین میں جذب ہوجاوے پس اگر اُس غرق سے زمین میں کچھ نقصان آگیا ہے اور اُسنے انتظار کیا تو مدعی کو خیار ہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا انکار ہو اور اگر غرق سے کچھ نقصان نہیں آیا ہے تو خیار نہوگا۔ اور اگر وہ زمین غرق ہوگئی جس سے صلح کی تھی پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی اور غرق سے زمین میں کچھ نقصان آگیا ہے پس اگر اُسوقت ہوئی کہ مدعی نے صلح کی زمین پر جاکر قبضہ کا قابو پالیا ہے تو مدعا علیہ کو کچھ خیار نہوگا۔ اور اگر ہنوز اُسنے زمین صلح پر جاکر قبضہ کا قابو نہیں پایا ہے کہ مصالح عنہ زمین غرق ہوکر ناقص ہوئی تو مدعا علیہ کو خیار ہوگا۔ اور اگر صلح انکار کے ساتھ واقع ہوئی ہے تو مدعا علیہ کو خیار نہوگا خواہ صلح کی زمین پر مدعی نے قبضہ کا قابو پایا ہو یا نہ پایا ہو اور یہ بالاجماع سب ائمہ کے نزدیک ہے یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا پھر اُس سے ہزار درم اور ایک سال تک غلام کی خدمت پر صلح کی پھر اُسنے ہزار درم اور غلام پر قبضہ کرلیا پھر خدمت کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنے دعوے کی طرف رجوع کرے پس اگر اپنے حق کے گواہ قائم کیے تو اُسکا حق ہزار درم اور قیمت خدمت پر تقسیم ہوگا پس جو ہزار درم کے پڑتے میں پڑے وہ قابض کو ملیگا اور جو خدمت کے پڑتے میں پڑے وہ مدعی کو ملیگا اور اگر گواہ قائم نہوسے تو ہزار درم اُسکے سپرد رہیں گے اور حصہ خدمت باطل ہوگیا اور صلح صحیح رہی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر صلح اقرار سے واقع ہو اور کچھ مصالح عنہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعا علیہ بقدر حصہ استحقاق کے بدل صلح میں سے واپس لیگا اور اگر کل مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو کل بدل صلح واپس لیگا پھر مدعی کو اختیار ہے چاہے مستحق سے خصومت کرنے کی طرف رجوع کرے اور اگر بعض مصالح عنہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اُسکے مستحق سے چاہے خصومت کرے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر صلح انکار یا سکوت سے واقع ہوئی اور مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو مدعی بدل صلح مدعا علیہ کو واپس کرکے مستحق کے ساتھ خصومت کریگا اور اگر کچھ مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اُسکے حصہ کے واپس کرے اور اسی قدر میں مستحق سے خصومت کرے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے نصف دار پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعوی کیا اور قابض نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اُس سے صلح کیکے دراہم مدعی کو دیدیے پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا پس اگر مدعی نے نصف دار شائع پر دعوی کیا تھا پس اگر یوں کہا تھا کہ نصف دار میرا ہے اور نصف مدعا علیہ کا ہے تو استحقاق کی صورت میں مدعا علیہ مدعی سے نصف بدل واپس لیگا۔ اور اگر یوں کہا تھا کہ نصف میرا ہے اور باقی نصف میں نہیں جانتا ہوں کہ کسکا ہے یا اُسنے کہا کہ نصف میرا ہے اور خاموش رہا پھر نصف دار غیر منقسم استحقاق میں لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ نصف میرا ہے اور نصف فلان شخص کا سوائے مدعا علیہ کے بیان کیا پھر مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعی نے نصف معین کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی پھر وہی نصف جسکا مدعی نے دعوی کیا تھا استحقاق میں لیا گیا تو مدعی

بدل واپس لیگا۔ اور اگر دوسرا نصف استحقاق مین لیا گیا تو کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر نصف غیر معین قسم پر استحقاق ثابت ہوا تو نصف بدل مدعی سے واپس لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر زید کے دار مین حق نابیان کا دعوی کیا اسنے کسی قدر درمون پر اُس سے صلح کرلی اور دیدیے پھر کسی قدر دار مین استحقاق ثابت ہوا تو کچھ بدل واپس نہ دیگا کیونکہ شاید اُسکا حق استحقاق کے سواے باقی مین ہوا ور اگر کل دار استحقاق مین لیا گیا تو اپنے دراہم صلح واپس لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار مین نصف کا دعوی کیا اور باقی نصف کے حق مین کچھ نہ کہا اور قابض نے دعوے مدعی کا اقرار کیا اور سو درم پر اُس سے صلح کرلی پھر دوسرے شخص نے نصف دار کا دعوی کیا اور باقی نصف کی بابت کچھ نہ کہا اور مدعا علیہ نے اُسکا بھی اقرار کرلیا اور اُسکے ساتھ کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کرلی اور دیدیے پھر نصف دار استحقاق مین لے لیا گیا تو مدعا علیہ دونون سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر تین چوتھائی دار استحقاق مین لیا گیا تو دونون سے نصف ہر ایک کا واپس لیگا۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے دوسرے مدعی کیواسطے اقرار نہ کیا ہو و لیکن اُسنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اُسکے نام ڈگری کردی اور ہنوز اُسنے قبضہ نہ کیا تھا کہ مدعا علیہ نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اُس سے صلح کی پھر یہ صورت واقع ہوئی کہ نصف دار کی قاضی نے مستحق کے نام ڈگری کردی تو مدعا علیہ مدعی اول یا ثانی سے کچھ بدل صلح واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر دوسرے مدعی نے موافق حکم قاضی کے نصف پر قبضہ کرلیا پھر قابض دار نے اُس مدعی ڈگریدار سے اُسکا مقبوضہ خرید لیا پھر نصف دار مین استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ پہلے مدعی اور دوسرے مدعی سے نصف اُسکا جو انکو دیا ہی واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے مقبوضہ دار مین دعوی کیا اُسنے ایک غلام پر صلح کرلی پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا اور یہ صورت ہوگا کہ مستحق اس صلح کی اجازت نہ دے اور اگر اُسنے اجازت دیدی تو صلح جائز رہیگی اور وہ غلام مدعی کو دیا جائیگا اور مستحق اُسکی قیمت مدعا علیہ سے لے لیگا اور اگر اجازت نہ دی اور غلام لے لیا تو صلح باطل ہوجائیگی اور مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی ہو تو مدعا علیہ سے وہ چیز جسکا دعوی کیا ہی لے لیگا۔ اور اگر صلح بانکار یا باقرار ہوئی ہو تو اپنے دعوے کرنے کی طرف رجوع کریگا اور اگر نصف غلام مین استحقاق ثابت ہوا اور لے لیا گیا تو مدعی کو خیار ہوگا چاہے باقی نصف پر راضی ہوکر نصف دعوے کی طرف رجوع کرے یا پورا غلام واپس کرکے تمام دعوے کی طرف رجوع کرے کذا فی شرح الطحاوی قال المترجم وینبغی ان یکون الرجوع علی ما فصل فی الفصل الاول۔ اگر بدل صلح مین مجلس صلح مین یا بعد افتراق کے استحقاق ثابت ہوا یا مدعی نے اُسکو ستوق یا رصاص یا زیوف یا نبہرہ پایا پس اگر بدل صلح جنس دعوے سے ہو مثلاً ہزار درم کا دعوی کرکے سو درم پر صلح کی ہو تو مدعی بدل صلح کا مثل لے لیگا اور یہ سو درم کھرے ہوتے ہین اور اصل دعوے کی طرف رجوع نہ کریگا۔ اور اگر بدل صلح جنس دعوے کے خلاف ہو مثلاً سو دینار کا دعوی کیا اور سو درم پر صلح واقع ہوئی تو یہ صلح معاوضہ ہی پس اگر استحقاق مجلس صلح مین ثابت ہو تو مثل بدل صلح کے واپس لیگا اور اگر بعد افتراق کے استحقاق ثابت ہوا تو مثل نہین لے سکتا ہی بلکہ اصل دعوے کی طرف رجوع کریگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر زید پر ایک کر گیہون ہون اور اُس سے ایک کر جو پر صلح کی اور دیدیا اور دونون جدا ہوگئے پھر کر جو مین استحقاق ثابت ہوا اور لے لیا گیا تو صلح باطل ہوگئی اور بعد باطل ہونے کے مدعی اصل حق یعنے ایک کر گیہون لے لیگا اور اگر ہنوز دونون مجلس صلح مین موجود ہون کہ کر جو مین استحقاق

پیدا ہوا تو اُسکے مثل ایک کر جو لے لیگا اور اصل باقی رہیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر درمون سے فلوس پر صلح کر کے قبضہ کر لیا پھر استحقاق مین لیے گئے تو درم واپس لیگا کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم اور ایک دار کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے سو دینار پر اُس سے صلح کر لی پھر وہ دار مدعا علیہ کے قبضہ سے استحقاق مین لیا گیا تو مدعی سے کچھ نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کے مقبوضہ دار مین حق کا دعوی کیا اور اُسنے سو درم و ایک غلام پر صلح کر لی تو جائز ہے پس اگر غلام استحقاق مین لیا گیا تو غلام کی قیمت دیکھنی چاہیے اگر وہ دو سو درم ہون تو تہائی صلح باقی رہی اور دو تہائی ٹوٹ گئی پس وہ دو تہائی دعوے کی طرف رجوع کریگا اور اگر اُسکی قیمت سو درم ہون تو آدھی صلح ٹوٹ گئی پس آدھے دعوے کی طرف رجوع کریگا۔ اور اگر اسی مسئلہ مین مدعی نے مدعا علیہ کو ایک کپڑا بھی دیا ہو تو غلام کے استحقاق مین لیے جانے کی حالت مین جبکہ غلام کی قیمت سو درم ہو تو مدعی مدعا علیہ سے آدھا کپڑا واپس لیگا اور آدھے دعوے کی طرف رجوع کریگا۔ اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے کپڑا استحقاق مین لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے نصف غلام اور پچاس درم واپس لیگا بشرطیکہ غلام کی قیمت سو درم ہون۔ پھر اگر مدعی و مدعا علیہ مین اختلاف ہوا کہ مدعی نے کس قدر دار مین اپنے حق کا دعوی کیا ہے پس مدعی نے کہا کہ مین نے نصف دار کے حق کا دعوی کیا ہے اور دار کی قیمت مثلاً دو سو درم ہین پس اسمین سے میرا حق سو درم ہے اور کپڑے کے سو درم ہین پس میرا حق دار و کپڑے مین غلام و سو درم پر منقسم ہوا اور برابر تقسیم ہوا پس جب کپڑا استحقاق مین لیا گیا تو تجھکو جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے یعنے غلام و سو درم سے نصف واپس لینے کا حق پہونچتا ہے۔ اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہین بلکہ دار مین سے تیرا حق دسوان حصہ ہے اور اُسکی قیمت بیس درم ہین اور کپڑے کی قیمت سو درم ہین اور اُسکو غلام و سو درم پر تقسیم کرنے سے چھ حصے کیے جاوینگے پس بمقابلہ کپڑے کے غلام و سو درم کے پانچ چھٹے حصے پڑتے ہین پس جب کپڑا استحقاق مین لیا گیا تو مین تجھسے پانچ چھٹے حصے غلام و سو درم کے واپس لے سکتا ہون پس اگر ایسا اختلاف واقع ہوا تو قسم سے مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا اور وہ پانچ چھٹے حصے غلام و سو درم کے واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اصل عقد نکاح مین مہر مقرر نہین کیا و لیکن مہر سے عورت کے ساتھ اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ غلام اُسکے مہر مین قرار دیوے یا بعد نکاح کے یہ مہر مقرر کیا پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو عورت قیمت لے لیگی بخلاف اسکے اگر ہزار درم مہر مقرر کیا پھر ہزار درم سے ایک غلام پر صلح کر لی پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا تو عورت اُس سے ہزار درم لے لیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دار کا دعوی ہوا اور دوسرے دار پر صلح واقع ہوئی اور ہر ایک نے دونون مین عمارت بنائی تو دار مثل باندی کے اور عمارت مثل اولاد کے قرار دی جائیگی اس حکم مین کہ وقت استحقاق کے ہر واحد دوسرے سے اپنی عمارت کی قیمت مثل قیمت اولاد باندی کے لے لیگا اور ہر ایک ملتزم سلامت ہے۔ دو شخصون نے ایک میدان مین اختلاف کیا ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا اور میرے قبضہ مین ہے تو بدون گواہون کے کسی کے نام ملک یا قبضہ کی ڈگری نہوگی۔ اور اگر ایک نے دوسرے کو بعوض ایک غلام کے سپرد کر دیا اور اُسنے اُسمین عمارت بنا کر سکونت اختیار کی پھر غلام مین استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد نکلا تو صلح باطل ہوگئی اور ہر ایک اپنے دعوے کی طرف رجوع کریگا اور مدعی کو اختیار نہین ہے کہ اُسکی عمارت کو توڑ ڈالے یا رہنے سے ممانعت کرے۔ جب تک کہ گواہون سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے۔ اور اگر اُسنے بعوض غلام کے اُس سے خریدا ہو اور عمارت بنائی ہے پھر غلام استحقاق مین لیا گیا تو مشتری پر عمارت توڑ ڈالنے کے واسطے جبر کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔

اکیسواں باب متفرقات مین - امام وقت یا قاضی نے اگر شراب خوار سے کچھ مال لیکر معاف کر دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہین ہے خواہ اُسکے پکڑ کر پیش ہونے سے پہلے ہو یا پکڑے جانے اور پیش ہونے کے بعد واقع ہو یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - اگر اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائی یہانتک کہ لعان واجب ہوا پھر اُس عورت سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اُس سے لعان کا مطالبہ نہ کرے تو باطل ہے اور بعد قاضی کے سامنے پیش ہونے کے عفو کرنا بھی باطل ہے اور بعضون نے کہا کہ جائز ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کی جورو سے زنا کیا اور شوہر کو معلوم ہوا اور اُسنے دونون کو ماخوذ کرنا چاہا پھر دونون نے مثلاً اُس سے صلح کی یا ایک نے صلح کی اس شرط سے کہ اسقدر درم معلومہ یا کوئی اور چیز لے لے اور دونون سے عفو کردے تو صلح باطل ہے مال واجب نہوگا اور عفو کرنا بھی باطل ہے خواہ قاضی کے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر اُسی عورت نے جسکے ساتھ زنا کیا گیا ہے اُسکے ساتھ صلح کی اور کچھ درمون پر اُسکو دینے یا اُس سے لینے پر صلح کی تو باطل ہے اور ہر ایک اپنا مال صلح واپس لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے اور جن صورتون مین صلح جائز ہے اور قاضی نے چاہا تو قاضی کو چاہیے کہ خود صلح کرنے والا نہ بن جاوے بلکہ درمیانی درجہ کے آدمیون کے سپرد کرے اور قاضی کو چاہیے کہ حکم قضا مین جلدی نہ کرے بلکہ اُن خصوم کو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے واپس کر دے بشرطیکہ اُنمین صلح باہمی ہو جانیکی امید ہو مثلاً سب کا میلان صلح کی طرف ہو اور لامحالہ حسنِ قاضی کے خواہشمند نہون ولیکن اگر لامحالہ حکم قاضی کے طالب ہون اور صلح سے منکر ہون پس اگرچہ قضا مین التباس ہو اور کھلی ہوئی ظاہر نہو تو قاضی کو چاہیے کہ اُنکو صلح کی طرف پھیرے اور اگرچہ قضا کھلی ہوئی ظاہر ہو پس اگر خصومت دو اجنبیوں مین واقع ہو اور صلح سے منکر ہون تو اُنکو صلح کی طرف نہ پھیرے بلکہ دونون مین فیصلہ کر دے - اور اگر دو اہل قبیلہ یا اہل محارم مین جھگڑا ہو تو اُنکو دو تین مرتبہ صلح کیواسطے پھیر دے اگرچہ صلح سے منکر ہون یہ ذخیرہ مین ہے - اگر غنم مین دعوی کیا اور نصف پر صلح کر لی بشرطیکہ سال بھر تک تمام بچے مطلوب کے ہونگے تو جائز نہین ہے - اسی طرح اگر طالب کے واسطے تمام بچون کی شرط پر صلح کی تو بھی ناجائز ہے - اور اگر صوف غنم پر اس شرط سے کہ فی الحال کاٹ لیگا صلح کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے بخلاف قول امام محمدؒ کے - اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اسی صورت مین جائز ہے کہ جبکہ اُنھین غنم کے صوف پر صلح کی ہو اور اگر دوسرے غنم کے صوف پر صلح کی ہو تو ناجائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اُسکے تھن مین جو دودھ ہے یا اُسکے پیٹ مین جو بچہ ہے وہ اُسی کا ہے تو بالاتفاق نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے - اگر کسی غلام مین کچھ دعوے کیا اور مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ اس گیہون کے آٹے کی اس قدر گونین دے یا اس بکری زندہ کا اتنے رطل گوشت دے تو یہ صلح جائز نہین ہے - اسی طرح اگر بھاگے ہوئے غلام پر صلح کی تو بھی جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا کسی شے مین دعوی کیا پھر اُس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ظاہر ہوا کہ مدعا علیہ پر یہ مال نہ تھا یا حق اُسپر ثابت نہ تھا تو مدعا علیہ کو مال صلح کے واپس کر لینے کا حق حاصل ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے - اگر مدعی نے بعد صلح کرنے اور بدل صلح لے لینے کے کہا کہ مین اپنے دعوے مین مبطل تھا یعنی محق نہ تھا جھوٹا تھا تو مدعا علیہ کو اُس سے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ محیط مین ہے - اگر کسی شخص پر مال کا دعوی کیا اور اُس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر یہ حق اُسکا کسی دوسرے

شخص پر ظاہر ہوا تو پہلے شخص سے جو بدل صلح لیا ہی اُسکو واپس کر دے یہ وجیز کردری میں ہی - ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میرے پچاس دینار اُسکے قبضہ میں مال شرکت کے ہیں اور پچاس دینار اُسپر قرض ہیں، و مدعا علیہ مال شرکت کا مقر ہی پھر دونون نے باہم پچاس دینار پر صلح کر لی، تو حصہ شرکت میں صحیح نہیں ہی اور حصہ قرض میں صحیح ہی اور اگر مدعا علیہ نے مال شرکت سے انکار کیا پھر دونون نے صلح کر لی تو یہ صلح حصہ شرکت و قرض دونون میں صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی - مطلوب نے اگر طالب کا حق ادا کر دیا اور طالب انکار کر گیا او کسی قدر مال پر صلح کی تو ظاہر میں صلح جائز ہی مگر باطن میں فیما بینہ و بین اللہ تعالےٰ طالب کو یہ مال صلح لینا حلال نہیں ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی - اگر کوئی دار کسی شخص کے قبضہ میں ہو وہ کہتا ہی کہ مجھے یہ دار فلان شخص نے صدقہ دیا اور مین نے قبضہ کر لیا ہی اور فلان شخص کہتا ہی کہ مین نے تجھے ہبہ کیا تھا اور مین چاہتا ہون کہ واپس لون پھر دونون نے اس شرط سے صلح کر لی کہ سو درم لیکر صدقہ مین قابض کے سپرد کرے تو جائز ہی اور پھر بعد صلح کے اُس کو رجوع کرنے کی مجال نہوگی اسی طرح اگر قابض دار نے اقرار کیا کہ یہ ہبہ ہی اور واہب نے رجوع کرنا چاہا پھر سو درم پر اس شرط سے کہ وہ دار قابض کے سپرد کر دے صلح کر لی تو جائز ہی - اور اگر مالک دار نے ہبہ و صدقہ سے انکار کر کے اپنا دار لینا چاہا پھر دونون نے ایک کپڑے پر اس شرط سے صلح کی کہ قابض یہ کپڑا اُس کو دیدے بشرطیکہ مالک موافق دعوے قابض کے صدقہ میں یہ دار اُسکے سپرد کر دے تو جائز ہی - اور اگر دونون نے یون صلح کی کہ یہ دار دونون مین برابر نصف نصف رہے بشرطیکہ قابض سو درم مالک کو دے تو جائز ہی - اگر کوئی شخص غلام کا قابض ہو اور زید نے دعوی کیا کہ مجھے اسنے یہ غلام صدقہ دیکر قبضہ کرا دیا تھا اور قابض نے اُس سے انکار کیا پھر قابض نے غلام کے فدیہ مین ایک کپڑا اُسکو دیکر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے دعوے سے بری ہو جاوے تو جائز ہی یہ محیط میں ہی - دس سے پانچ پر صلح کی پھر دونون نے صلح توڑ دی تو نہ ٹوٹیگی کذا فے القنیہ - نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ہزار درم کو ایک غلام فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور غلام مشتری کو نہ دیا اور ایک شخص مشتری کے واسطے اس امر کا ضامن ہو گیا تھا کہ مین غلام تیرے سپرد کرونگا اور مشتری نے غلام طلب کیا پس ضامن نے مشتری سے اس شرط سے صلح کی کہ ثمن کشتری کو واپس دیوے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جائز ہی اور وہ ثمن جو بائع نے قبضہ کر لیا ہی اسی کا ہوگا اور یہ غلام ضامن کا ہوگا اور امام ثانی نے فرمایا کہ کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُس نے میرے ہاتھ یہ غلام اپنا جو اُسکے قبضہ مین ہی ہزار درم کو فروخت کیا ہی اور قابض غلام نے انکار کیا پھر مدعی کے دعوی سے اس شرط سے صلح کر لی کہ ثمن مدعی کو واپس دے اور مدعی نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ بیع واقع ہوئی تھی تو غلام اسی کو ملیگا اور ثمن مدعی کو ملیگا یہ محیط مین ہی - اگر کسی شخص نے قرضہ سے ایک غلام پر صلح کر لی حالانکہ قرضدار مقر تھا اور اُسنے غلام پر قبضہ کر لیا تو اسکو قرضہ پر مرابحۃً فروخت کرنے کا اختیار نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - زید کے عمرو پر ہزار درم ہین اور عمرو نے اُسکے آدھے بوجہ صلح زید کو دیے اور صلح کا لفظ نہ کہا پھر واپس لینے چاہے تو واپس لے سکتا ہی - اور اگر کوئی شے عروض مین سے دی ہو تو واپس نہین لے سکتا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - کفیل بالنفس نے اگر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اسکو کفالت سے بری کر دے تو صلح باطل ہی اور آیا کفالت باطل ہو گی یا نہین اسمین دو روایتین آئی ہین ایک روایت کے موافق ساقط ہو جائیگی کذا فی البدائع اسی پر فتوی دیا جاوے کذا فی الذخیرہ

تمت

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

حضرت باری تعالیٰ شانہ کے عام فیض انعام کا ہر دم بے انتہا شکر واجب ہی خصوص فیض عام خاصہ انعام کا کہ حسن توفیق سے آج اس نعمت کا ظہور ہوا جسکے لیے مدتون سے ہمہ تن شوق کی آنکھین منتظر تھین یعنی **فتاوے ہندیہ** ترجمۂ عالمگیریہ کی جلد سوم کا حصہ اول **بار** سوم زیور طبع سے مزین ہوکر بصیرت افزاے چشم نظارگیان ہوا کیون نہین کہ یہ فتاوے جامع معتبرات وجزئیات ہر قسم کے اعمال وافعال کے ساتھ جو جسم تقوے و پرہیزگاری کے لیے مفرح یاقوتی ہین حضرت سلطان ظل اللہ تعالیٰ اورنگ زیب غازی محمد عالمگیر بادشاہ ہندوستان کی سعی مشکور کا نتیجہ مقبول اطراف عالم مین بہ کثرت متداول ہی اور آج اسی سے تسکین مفتی وسائل ہی بے شبہہ علماے جامعین رحمہم اللہ تعالےٰ وسلطان معین انار اللہ برہانہ نے حق سعی کی داد دی جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا اور انکے طفیل مین بحمد اللہ تعالےٰ اسکے ترجمہ مین بھی کمال حفظ واحتیاط مرعی ہوکر اِن گران قیمت جواہر کو آسان لباس اردو مین جلوہ گر کیا گیا تاکہ افادہ واستفادہ تمام وفیض عام ہوجاوے اور ہر شخص اپنے اعمال وافعال کو حلۂ نورانی تقوی پہناوے اور اس نعمت سے کوئی محروم نہ رہجاوے۔ واضح ہوکہ بحکم مالک مطبع یہ ترجمہ عالم السعی فاضل لوذعی اسوۃ العلما زبدۃ الفضلا امام الفقہا راس الاتقیا ماہر اسرار الخفی والجلی مولانا جناب مولوی سید **امیر علی** صاحب عم فیضہ نے فرمایا ہی۔ اور اس ترجمہ مین تمام رعایتین تطابق زبان کی مع ضروریات حسب تفصیل مقدمۂ کتاب ملحوظ ہین اور بنظر مزید احتیاط مکرر مطبوعہ کلکتہ سے مقابلہ کیا گیا اور کمال سہولت کے لیے ہر جلد کے ساتھ علیحدہ فرہنگ الفاظ مع نشان صفحہ منسلک ہی اور فوائد استنباط واصطلاحات وغیرہ نوادر فوائد مقدمہ مین مذکور ہین الغرض حتے الامکان تسہیل وعام نفع مین کوشش تام کی گئی اور انجاح مرام کی انشاء اللہ تعالےٰ اُمید قوی ہی التماس کہ حضرات اہل اسلام وایمان دینی ہدیہ یقین فرماکر اپنے کرم ذاتی وایمانی ستودہ صفاتی کو کام فرماکر نظر قبول وعفو قصور سے ممنون فرمائین اور اس گوہر نایاب کو ہاتھون ہاتھ لیجائین فللہ الحمد والمنۃ کہ یہ کتاب مستطاب مطبع نامی **منشی نولکشور** واقع لکھنؤ مین حسب الایماے جناب **منشی بشن نرائن** صاحب بھارگو مالک مطبع دام اقبالہ بابو **موہن لال** صاحب بھارگو منیجر بکڈپو نے بماہ مئی سنہ ۱۹۱۴ء مطابق ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ چھپوا کر شائع کی واللہ تعالےٰ ولی التوفیق وہو حسبی ونعم المولےٰ ونعم الوکیل والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

اعلان

واضح ہوکہ **فتاوای عالمگیریہ** اہل اسلام کا نہایت متبرک مجموعہ کتب فقہیہ کا یعنی کتب امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کے اصول کتب وتالیفات امام حاکم وطحاوی وغیرہم کا التقاط مالک مطبع ہنا عالی وقار کی فرمائش خاص واعانت سے حسب **تصریح المقدمہ** بنام فتاوی ہندیہ ترجمہ ہوا لہذا حق تالیف محفوظ بحق نولکشور پریس ہی

نام کتاب	قیمت
حجج الحجج۔ مسمّی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ باحکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔	۹ پائی
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح	۲ر
نام حق مشہور درسی از شیخ اشرف الدین بخاری	۶ پائی
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔	۴ر۳ پائی
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔	[illegible] پائی
مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اکبر یار خان۔	[illegible]
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔	[illegible]
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔	۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی	۱۵ر
کنز فارسی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ	۹ر
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	۵ر۳ پائی
شرح مختصر وقایہ کوہمیری از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	[illegible]
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔	۹ پائی
رسالہ قاضی محطب۔ ذکر ایمان وارکان۔	۳ پائی
فقہ عربی	
ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔	[illegible]
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی	

نام کتاب	قیمت
برجندی معتبر شرح۔	[illegible]
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	[illegible]
فتح القدیر۔ متن بخط جلی اور حاشیہ بخط خفی از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل۔	
کاغذ سفید گندہ۔	[illegible]
ایضاً۔ کاغذ رسمی۔	[illegible]
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات ہیں بشرح ذیل۔	[illegible]
۱۔ جلدین اولین عبادات۔	[illegible]
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔	[illegible]
فتاواے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل درست مجلد کاغذ حنائی۔ وسفید۔	[illegible]
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد ہیں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید بتفصیل ذیل۔	[illegible]
ایضاً۔ جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	[illegible]
ایضاً۔ جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔	[illegible]
ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	[illegible]

نام کتاب	قیمت
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم تا کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید و حنائی۔	۱۴ر عصہ پ
شرح وقایہ خرد۔ مع دائرہ ہندسیہ متوسط قلم۔	۶ر۸ پا
اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔	سے رپ
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید۔	عصہ رپ
کنزالدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب	۸ر
مستخلص الحقائق۔ شرح کنزالدقائق مشہور متداول۔	عصہ ر
عینی شرح کنزالدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین۔	سپہ ر
(۱) مجلدین اولین عبادات میں۔	۸ر عصہ
(۲) جلدین آخرین معاملات میں	۱ر۰ عہ
درمختار۔ شرح تنویر الابصار مشہور فتاوے مولفہ محمد علاء الدین الحصکفی بن شیخ علی چار جلدین یکجائی یعنے جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔ جلد دوم کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک جلد سوم کتاب البیوع سے کتاب الرجوع فی الہبتہ تک جلد چہارم کتاب الاجارۃ سے تا مسائل شتی۔	سے رپ
شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس مکمل یکجائی۔	۴ہ ر پ
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔	۹ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ	

نام کتاب	قیمت
از مولوی تراب علی مرحوم۔	۹ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابوالحسن درسی متداول۔	۸ر
متفرقات دینیہ اہل السنۃ فارسی	
تحفہ اثنا عشریہ مشہور در مناظرہ مذہبی فریقین مصنفہ حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد ابن شیخ ابوالفیض دہلوی۔	عہ ر پ
تذکرۃ المعاد۔ از قاضی ثناء اللہ تلخیص بدور السافرہ سیوطی۔	۲ر
فتوح الحرمین۔ مع نقشہ مقامات متبرکہ از حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کاغذ سفید۔	۸ر پ
ظہیر الاسلام۔ از منشی ظہیر الدین بلگرامی۔	۶ر
اسرار محبت۔ از ملا ظہیر الدین بلگرامی۔	ار ۶ پا
جواہر القرآن۔ از محمد بن اسامہ مترجم وظائف آیات فرقان۔	۴ر۶ پا
وصیت نامہ۔ مع رسالہ دانشمندی از مولانا ولی اللہ۔	۳ پائی
مولود النبی۔ از مولوی پیر محمد جعفری۔	ار
دواء الشفاء۔ جدید شرح قصیدہ بردہ از مولوی نذیر خان بے نظیر۔	۶ر
شرح قصیدہ بردہ۔ از مولوی صادق علی شاہ رضوی مطبوعہ ثمر ہند۔	۴ر۶ پا
مقالات الصوفیہ۔ از حضرت شاہ تراب قدس سرہ مطبوعہ غیر۔	عہ رپ
ایضاً حسب مراتب بالا جدید الطبع۔	۸ر

حسب ایماء جناب منشی بشن نراین صاحب بھارگو مالک مطبع۔ بابو موہن لال بھارگو مینیجر نولکشور پریس لکھنؤ صیغہ بکڈپو نے چھپوا کر شائع کیا۔